مقالہ برائے پی ایچ-ڈی

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ کی پشتو صوتی تفسیر کا اُردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین

[مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ]

مقالہ نگار: محمد نواز

نگران: پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء

شعبہ اسلامیات یونیورسٹی آف پشاور

اپریل' 2019

انتساب

اِس کاوش کو اپنی "**ماں**" کے
نام منسوب کرتا ہوں کہ جن کی دعاؤں
سے ہمیشہ مشکلیں آساں ہوئیں۔ اور ناسپاسی ہوگی
اگر اپنے مشفق اُستاد جناب "**خلیل الرحمٰن**" صاحب
کا ذکر نہ کروں۔ جن کی ہمہ وقت سرپرستی اور دعاؤں سے
یہ مقالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔
اللہ اِن دونوں کا سایہ میرے سرپر تادیر سلامت رکھے!
آمین

Author's Declaration

I Muhammad Nawaz hereby state that my PhD thesis titled

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ کی پشتو صوتی تفسیر کا اُردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین

[مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ]

is my own work and has not been submitted previously by me for taking any degree from this Universityof Peshawar Or anywhere else in the country/world.

At any time if my statement is found to be incorrect even after my Graduate the university has the right to withdraw my PhD degree.



Muhammad Nawaz

Department of Islamiyat

University of Peshawar

Date: 19 Apr 2019

Plagiarism Undertaking

I solemnly declare that research work presented in the thesis titled

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ کی پشتو صوتی تفسیر کا اُردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین

[مقدمہ، سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ البقرۃ]

is solely my research work with no significant contribution from any other person. Small contribution/help wherever taken has been duly acknowledged and that complete thesis has been written by me.

I understand the zero-tolerance policy of the HEC and University of Peshawar, Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan, towards plagiarism. Therefore, I as an Author of the above titled thesis declare that no portion of my thesis has been plagiarized and any material used as reference is properly referred/cited.

I undertake that if I am found guilty of any formal plagiarism in the above titled thesis even after award of PhD degree, the University reserves the rights to withdraw/revoke my PhD degree and that HEC and the University has the right to publish my name on the HEC/University Website on which names of students are placed who submitted plagiarized thesis.



Student Signature:________________________

Name: Muhammad Nawaz

PhD Scholar (Islamic Studies)

Department of Islamiyat

University of Peshawar

Dated:19 Apr, 2019

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ، تحقیق اور تدوین

تعارفِ موضوع [Introduction]

بر صغیر میں عام روایات کے مطابق فارسی زبان میں قرآن مجید کے پہلے ترجمے کی نسبت شاہ ولی اللہؒ [1114-1176ھ] کی طرف کی جاتی ہے۔ شاہ صاحب کی اولاد میں سے شاہ عبد العزیزؒ [1159-1239ھ] نے تفسیر عزیزی فارسی میں، شاہ عبد القادرؒ [1167-1230ھ] نے موضح القرآن اور شاہ رفیع الدینؒ [1163-1233ھ] نے اردو زبان میں قرآن مجید کے تراجم لکھے۔ شاہ عبد العزیزؒ کے شاگرد شاہ محمد اسحاقؒ [1197-1262ھ]، شاہ محمد اسحاقؒ کے شاگرد مولانا مظہر نانوتویؒ [وفات: 1283ھ] اور مولانا مظہر نانوتویؒ کے شاگرد کا نام مولانا حسین علیؒ [1283-1363ھ] ہے۔[1] واں بھچراں، ضلع میانوالی سے تعلق رکھنے والے مولانا حسین علیؒ اپنے دور میں توحید کے داعی اور قرآن مجید کے ایک عظیم مفسر تھے۔ ان کے تلامیذ ملک کے طول و عرض میں جہاں کہیں گئے قرآن و سنت کے ذریعے ایک ذہنی انقلاب لائے۔ انہی میں سے ایک نام مولانا محمد طاہرؒ [فروری 1916-29 مارچ 1987ء] کا ہے جن کا تعلق خیبر پختونخوا کے ضلع صوابی کے ایک چھوٹے سے گاؤں پنج پیر[2] سے ہے جنہوں نے پٹھانوں کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔[3]

1938ء میں مکہ مکرمہ میں جب مولانا محمد طاہرؒ نے اپنے استاد مولانا عبید اللہ سندھیؒ [1289-1363ھ] سے اپنے ملک واپس جانے کی اجازت مانگی تو سندھی صاحب نے جانے سے منع کیا اور کہا: کہ پٹھانوں میں توحید و سنت کی دعوت، شرک و بدعت کی تردید اور قرآن مجید کی اشاعت لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔ سید احمد شہیدؒ [1201-1246ھ] اور شاہ اسماعیل شہیدؒ [1193-1246ھ] کی مثالیں تمہارے سامنے ہیں۔[4] لیکن مصمم ارادہ کے ساتھ جب آپ نے اپنے گاؤں سے قرآن مجید کی صدا بلند کی تو انتہائی نامساعد حالات کے باوجود آپ نے اصلاحِ عقیدہ و عمل کا سلسلہ جاری رکھا، اور اپنے اسلاف کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے اِس نہج پر قرآن پڑھایا کہ علماء تو علماء، عوام الناس کی ایک بڑی تعداد آپ کے ترجمہ و تفسیر قرآن کی خوگر ہو گئی۔ اور آج پاکستان و افغانستان میں بالعموم اور خیبر پختونخوا میں بالخصوص غالباً جہاں کہیں بھی درس قرآن کی صدائیں سنائی دیتی ہیں، تو ان کا اس سلسلہ کے ساتھ ضرور کوئی نسبت قائم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پشتونوں میں وہ 'شیخ القرآن' کے لقب سے مشہور ہوئے[5]۔

مولانا محمد طاہرؒ نے توحید و سنت کے احیاء اور رد شرک و بدعت سے متعلق مختلف کتابیں لکھی ہیں، البتہ قرآنی علوم میں ان کی کئی کتابیں اہم ہیں: سورتوں اور آیات کے مابین ربط کے عنوان پر سمط الدرر فی ربط الآیات والسور (عربی)، قرآن مجید کے اصولوں پر العرفان من اصول القرآن (عربی)، سورتوں کے مختصر خلاصوں پر اللمعان من خلاصۃ سور القرآن (پشتو) اور مفسرین کے طبقات پر نیل السائرین فی طبقات المفسرین[6] (عربی) تحریر کی ہیں۔ نیل السائرین کے بالکل آخر میں آپ کی کتابوں کی فہرست میں تفسیر کے حوالے سے دو نام ذکر ہیں۔ ایک نام "مرشد الحیران الی فہم القرآن" ہے۔ دوسرا نام پشتو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ شیخ القرآن کی عربی یا پشتو زبان میں تحریر کردہ کوئی تفسیر نہیں ہے البتہ مختلف سالوں[7] میں ان کے سالانہ دروس کو اول تا آخر مکمل ریکارڈ کیا گیا ہے۔ مقالہ ہذا میں سال ۱۹۸۳ء کا مفصل دورہ تفسیر منتخب کیا جاتا ہے۔ مزید بر آں مولانا کے بعض تلامیذ[8] نے ان کے مکمل ریکارڈ شدہ دروس کو پشتو زبان میں لفظ بہ لفظ تحریری شکل میں جمع کیا ہے۔ مقالہ ہذا میں اسی تحریر اور صوت (آواز) دونوں کو بنیاد بنا کر کام کیا جائے گا۔

سارے تفسیر کا احاطہ چونکہ فرد واحد کے لئے مشکل بلکہ ناممکن ہے لہذا موجودہ پی ایچ۔ڈی مقالے کے لیے سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرۃ کا انتخاب کیا گیا ہے جس کے اردو ترجمہ و تفسیر اور تحقیق و تخریج روایات سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا جائے گا جو شیخ القرآن کی

حیات اور علمی خدمات خصوصاً تفسیری کاوشوں پر مشتمل ہو گا۔ باقی کا کام علوم اسلامیہ سے متعلق پی ایچ۔ ڈی سکالرز کے سپرد کر کے پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس تفسیر پر تحقیقی کام کرنے سے تفسیری مصادر میں ایک قیمتی مصدر کا اضافہ ہو گا اور موجودہ مقالہ اس تفسیر کو اپنے آخر تک پہنچانے والوں کے لئے خشت اول کی مانند ہو گا۔

جائزہ ادب [Literature Review]

1. عزیز الرحیم حقانی، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی علمی و تفسیری خدمات (ایم-فل مقالہ از شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف پشاور)
2. خان بادشاہ، تسکین الخاطر لاعمال مرشدنا مولانا محمد طاہر (اردو-طبع بنوں خیبر پختونخوا)
3. محمد مطہر، شیخ القرآن افکار و آثار (ماسٹر مقالہ از ایریا سٹڈی سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور)
4. میاں محمد الیاس، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری حیات و خدمات اور ان کی قرآنی تحریک (طبع اشاعت اکیڈمی قصہ خوانی پشاور)

(مذکورہ تمام کام شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے حالات زندگی، طرزِ تدریس، توحید و سنت کے پرچار کے لئے ان کی مساعی، علمی خدمات و تالیفات اور مشہور تلامذہ کے تذکرے پر مشتمل ہیں)۔

5. فضل الرحمن، تیسیر القرآن (طبع مکتبۃ الیمان، پنج پیر)

(مذکورہ کتاب شیخ القرآن کے مختصر تفسیری اصول اور فقط سورہ فاتحہ پر مشتمل ہے، جسے پشتو سے اردو میں بلا تحقیق من و عن نقل کیا گیا ہے)۔

6. شیر احمد منیب وردگی، ترجمہ و تفسیر (پشتو-غیر مطبوع) جس نے سال 1983ء کا مکمل درس بلا تحقیق من و عن تحریر کیا ہے۔
7. قاری صدیق الرحمن، البصائر للمتوسلین باہل المقابر (اردو ترجمہ اور تحقیق، ایم فل مقالہ، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ)

یہ مقالہ شیخ القرآن کی مذکورہ کتاب کا عربی سے اردو ترجمہ اور تحقیق پر مشتمل ہے۔

8. ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، نیل السائرین فی طبقات المفسرین کے اردو ترجمہ کی تحقیق، تصحیح اور تعلیق (مطبوع)

ابتداءً مذکورہ کتاب کا عربی سے اردو ترجمہ پروفیسر غلام ربانی عزیز نے کیا ہے۔

الغرض! منفرد اندازِ تفسیر 'جو شیخ القرآن کی وجہ شہرت ہے' کے حوالے سے یہ پہلو تشنہ طلب ہے اور یہی پہلو موجودہ مقالہ کے انتخاب کا سبب ہے، جس پر ماضی میں قلم نہیں اٹھایا گیا۔

اہداف تحقیق [Aims and Objectives of the Study]

1. شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے اصلی تفسیری آراء کو منظر عام پر لانا
2. مولانا موصوف کے پیش کردہ تفسیری دلائل کا علمی جائزہ لینا
3. مولانا موصوف کے تفردات کو اجاگر کرنا
4. مولانا موصوف کے تفسیری مصادر و مآخذ کی نشاندہی کر کے ان کا علمی جائزہ لینا
5. ان کے صوتی ترجمہ و تفسیر کی تدوین و تحقیق کر کے پشتو سے اردو زبان میں منتقل کرنا
6. تفسیر کی تہذیب و ترتیب
7. تفسیر میں وارد احادیث و روایات کی تخریج و تحقیق

8. ایک پختون مفسر کا قومی و بین الاقوامی تعارف اور ان کے تفسیری آراء کو افراط و تفریط سے پاک کرنے کی جتن

9. بلغۃ الحیران اور جواہر القرآن کے ساتھ جزوی (سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ) تقابل

منہج تحقیق [Research Methodology]

1. مقالہ ہذا کو جامعہ پشاور کے تحقیقی اصولوں کے مطابق مرتب کیا جائے گا۔
2. تحقیق کو ایک غیر جانبدارانہ کوشش کے طور پر پیش کیا جائے گا اور ذاتی رجحان سے قطعی طور پر پہلو تہی کی جائے گی۔
3. مقالے کے آخر میں فنی فہارس یعنی فہرس آیات (قرآنی ترتیب کے مطابق)، فہرس احادیث و آثار (الف بائی ترتیب کے مطابق)، فہرس اعلام (الف بائی ترتیب کے مطابق)، فہرس رواۃ (الف بائی ترتیب کے مطابق)، فہرس اماکن (الف بائی ترتیب کے مطابق) اور فہرس مراجع و مصادر فراہم کیے جائیں گے۔
4. احادیث و آثار کی تخریج کر کے ان کا حکم ذکر کیا جائے گا۔
5. حوالہ جات کو اپنے اصلی ماخذ کی طرف لوٹایا جائے گا۔
6. انٹرنیٹ، مکتبہ شاملہ وغیرہ سے بھرپور استفادہ کیا جائے گا، ویب سائٹس سے حوالہ دینے کی صورت میں مکمل لنکس کو درج کیا جائے گا۔
7. تحقیق کے دوران کسی آیت کی تفسیر میں مفسر نے اگر ایک معنی پر اکتفا کیا ہے جبکہ دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں دیگر احتمالات بھی ذکر کئے ہیں تو ضرورۃً ان کی طرف بھی اجمالی اشارہ کیا جائے گا۔
8. شیخ القرآن کا اگر کسی آیت کے معنی یا تفسیر میں اپنے شیخ مولانا حسین علیؒ کی تفسیر بلغۃ الحیران یا اپنے ہم سبق مولانا غلام اللہ خانؒ کی تفسیر جواہر القرآن سے کہیں اختلاف نظر آتا ہو تو ضرورۃً اس کی نشاندہی بھی کی جائے گی۔

فہرس مضامین

مقدمہ

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا مختصر تعارف اور تالیفات 2

اسلوبِ تفسیر 4

طریقِ تحقیق 10

اصول تفسیر اور اصول قرآن

قرآن مجید کی تعریف 15

قرآن مجید کے اسماء 18

حكمة نزول القرآن [قرآن مجید کے نازل کرنے کی حکمت] 25

قرآن مجید کے مخاطبین 27

مشرکین 27

مؤحدین اور مشرکین کے مابین اتفاقی امور 27

مؤحدین اور مشرکین کے مابین اختلافی امور 30

الٰہ کا معنی اور عبادت کی تعریف 32

انواع شرک 37

شرک اعتقادی 37

شرک فی العلم 37

شرک فی التصرف 39

شرک فی الدعاء 42

شرک فی العبادۃ 46

اذان اور اشراک اربعہ کی تردید 48

شرک فعلی 49

تحریمات اللہ 49

تحریمات العباد	49
نذور اللہ	50
نذور العباد	51
مشرکین کی اقسام	52
مشرکین بالعباد الصالحین	52
مسلم اور غیر مسلم شعراء کا آپس میں مکالمہ	56
مشرکین بالجن	60
مشرکین بالملائکۃ	61
مشرکین بالکواکب	62
یہود	66
توراۃ	67
نصاریٰ	68
منافقین	69
اصول مہمہ اور اصول ممدۃ	89
توحید	94
توحید مختلف عنوانات کے ساتھ	94
مسئلہ توحید الٰہ کے عنوان سے	94
مسئلہ توحید حمد کے عنوان سے	98
مسئلہ توحید تسبیح کے عنوان سے	100
مسئلہ توحید برکت کے عنوان سے	101
توحید پر مشرکین کے نو اعتراضات اور شبہات	102
رسالت	106
رسالت پر کفار کے اعتراضات اور شبہات	108

صداقت کتاب	114
قرآن مجید پر کفار کت شبہات	114
ایمان بالآخرۃ	116
آخرت سے انکار کا سبب	119
جہاد فی سبیل اللہ	122
جہاد کے چار مراتب اور تیرہ اقسام	122
میدان جہاد کے قواعد	123
جہاد کے تین منازل	125
انفاق فی سبیل اللہ	125
سورۃالحدید میں الترغيب إلى الإنفاق بالوجوه الخمسة	126
تنظیم	128
سورۃ آل عمران میں تنظیم کے پانچ بنیادی اصول	129
آداب	130
سورۃ کا دعوی اور ثمرۃ	139
دلائل اور اس کی اقسام	141
دلیل عقلی اور اس کی اقسام	143
دلیل عقلی محض	143
دلیل عقلی اعترافی	145
دلیل عقلی الزامی / مسکت للخصم	146
دلیل نقلی	147
قصص انبیاء	149
قرآن مجید میں قصص بیان کرنے کی حکمت	150
تکرار قصص کے فوائد	151

قصص سے حاصل ہونے والے فوائد	152
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے حاصل ہونے والے فوائد	153
دلیل وحی	156
اصول مہمہ پر اللہ کی شہادت	157
حلف اور اس کی پانچ اقسام	159
اصول ایمان پر حلف	160
اصول ایمان کے علاوہ چیزوں پر حلف	161
بیان کے بعد لوگوں کی تین اقسام	162
زجر	163
تخویف	171
عذاب برزخ	175
ختم القلب	177
تشجیع	181
تسلی	182
بشارت	182
ربط القلب	185
ناسخ ومنسوخ کی معرفت	186
شان نزول	188
عقبات	189
اُمور مصلحہ	191
اِدخال الٰہی	191
امثال	191
مکی ومدنی سورتیں	192

فواتح السور کی دس اقسام 196
ہر سورۃ کے آغاز میں پانچ اہم باتیں 197
خلاصۂ اُصول (اربعیات) 198

سورۃ الفاتحہ

اسماء السورۃ [سورۃ الفاتحہ کے نام] 214
الفاتحہ 214
الشافیۃ، شفاء، الکافیۃ، ام الکتاب 214
السبع المثانی، الوافیۃ، الصلاۃ، الکنز 214
اساس القرآن 215
تعلیم المسئلۃ اور رُقیۃ 215
ام القرآن اور سورۃ الفاتحہ کے تقدیم کی بارہ وجوہات 216
سورۃ الفاتحہ کی فضیلت میں وارد روایات 221
سورۃ الفاتحہ کا مقصد 224
پہلا مقصد: اثبات التوحید 224
دوسرا مقصد: اثبات رسالت 225
بدعت کی وضاحت [کم ، کیف ، أین] 228
مقصد سوم: صداقت کتاب 230
مقصد چہام: ایمان بالآخرۃ 230
سورۃ الفاتحہ کی تفسیر 231
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ کی تفسیر اور صفات کی تین اقسام 232
الف لام کی بحث 233
لفظ "اللہ" کی تحقیق اور الہ کی تعریف 233
اہل حق اور اہل باطل کے درمیان اختلاف کی بنیادی وجہ 235

صفت "الوہیت" کا اپنی ذات کے لئے اثبات اور غیر سے نفی 236

مقامات حمد 237

رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ کی تفسیر 240

"رب" پر پیغمبروں کے مناظرے 241

ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ کی تفسیر 242

مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ کی تفسیر 243

شفاعت کی تعریف، اقسام اور شرائط 244

إِيَّاكَ نَعۡبُدُ کی تفسیر 261

عبادت کا لغوی و اصطلاحی معنی 263

اجزاء عبادت [حب، خوف اور رجاء] 263

علل عبادت 266

مخلوق کی پیدائش کا بنیادی مقصد 266

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد 266

اللہ نے اپنی عبادت پر امر کیا ہے 270

غیر اللہ کی عبادت موجب عذاب اور زجر 270

ثمرۂ عبادت 271

بشارت اور خوشخبری 271

شیطان کے تسلط سے بچاؤ 272

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو اہم مقامات میں صفت عبدیت سے موصوف کرنا 272

عیسیٰ علیہ السلام، فرشتوں اور ایمان والوں کو صفت عبدیت سے موصوف کرنا 273

اولیاء کرام کا اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دینا 274

عبادت کے منازل اور مراتب 276

إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ کی تفسیر 281

عبادت اور توکل کو جمع کرنا	281
اعانت اور استعانت میں فرق	282
اَهْدِنَا ٱلصِّرَاطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ کی تفسیر	288
ہدایت کے چار مراتب	289
صراط مستقیم کی تشریح	295
صراط مستقیم کے مصداقات	296
صراط مستقیم سے مانعین	297
صراط مستقیم کے داعین	297
صراط مستقیم سے ناکبین	298
صِرَاطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر	298
غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ کی تفسیر	299
ٱلضَّآلِّينَ کے معانی	300
فرق ضالہ کی تردید	302
سورۃ البقرۃ	
سورۃ البقرۃ کا تفصیلی خلاصہ	310
باب اول	320
هَٰذَا اور ذَٰلِكَ کی درست تعریف	320
منعم علیہم کی پانچ صفات	322
غیب سے مراد	322
وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ کا معنی	323
وجوہ" أَنزَلَ "	324
منعم علیہم کا حکم دنیاوی اور حکم اخروی	324
اوصاف المؤمنین	325

مغضوب علیہم	328
کفر کا معنی	328
انواع کفر	328
مغضوب علیہم کا حکم دنیاوی اور حکم اخروی	329
ختم قلب کے مختلف تعبیرات	330
اوصاف الکفار	331
ضالین	333
منافقین کی دس صفات	333
منافقین پر لگائے جانے والے دس احکام	333
حیلۂ اسقاط کا دائرہ	334
جسمانی اور معنوی مرض کے چار اسباب	335
دہریت کا سبب	337
ءَامِنُواْ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ میں کاف تشبیہ اور تعلیل کی متعدد توجیہات	338
عمی اور عمہ میں فرق	340
اوصاف المنافقین	341
پہلی مثال مغضوب علیہم کی وضاحت کے لئے	343
دوسری مثال منافقین کی وضاحت کے لئے	345
حرف أَوْ کے متعدد معانی	345
بعض تفاسیر کا تعارف	345
باب دوم	355
دعوی توحید اور پانچ عقلی دلائل	355
اثبات رسالت اور فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِۦ کا معنی	358
ایک سورۃ کا مطالبہ، دس سورتوں کا مطالبہ اور مختلف آیات میں تطبیق	359

مِّن دُونِ ٱللَّهِ کی وضاحت	360
تخویف اور بشارت	360
ءَامَنُواْ اور كَفَرُواْ کا قاعدہ	361
عمل صالح کی تعریف	361
قاعدۂ ترک	361
شبہ اور اعتراض کا جواب	363
آیت کے بارے میں راجح اور مرجوح شان نزول	364
وجوہ حق	365
نعم اربعہ	366
پہلی نعمت	366
قبر کی زندگی کو ذکر نہ کرنے کی وجہ	366
کس قدر زندگی میت میں لوٹائی جاتی ہے؟	367
دوسری نعمت	368
جَمِيعًا پر وارد ہونے والا اعتراض اور جواب	368
معانی " ثُمَّ "	368
دو رکوع کا آپس میں ربط	369
تیسری نعمت اور فرشتوں سے دلیل نقلی	369
خَلِيفَةً میں نادرست معنی کی نشاندہی اور تین درست معانی	370
حدیث کی کتابوں کے طبقات	371
علم غیب کی تعریف	372
فقہاء کا غیر اللہ کو عالم الغیب کہنے پر فتاوی	373
کیا غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہے؟	374
مولانا عبید اللہ سندھی کے اسلام لانے کا سبب	374

جنت آدم میں اختلاف	375
وجوہ ظلم	376
چوتھی نعمت	377
مستدرک حاکم سے سیدنا عمرؓ کی روایت کی تحقیق	377
بشارت	378
خوف اور حزن میں فرق	379
تخویف	379
باب سوم	392
تمہید	392
یہودیوں کی تین صفات	394
تحریف اور کتمان حق کے اسباب	395
ایمان والوں کی تین صفات	397
صبر اور اس کی اقسام	398
چھ خطابات	400
پہلا خطاب	400
قدمي هذه على رقبة كل وليّ کا مطلب	400
تخویف اخروی	401
پہلی نعمت: فرعون سے نجات دینا	401
دوسری نعمت: ڈوبنے سے نجات دینا	402
تیسری نعمت: کتاب الٰہی دینا	403
چوتھی نعمت: قتل سے معاف کرنا	403
بنی اسرائیل کی تعداد کتنی تھی؟	403
پانچویں نعمت: موت کے بعد زندہ کرنا	404

چھٹی نعمت: بادلوں کا سایہ	404
ساتویں نعمت: من وسلوٰی بھیجنا	404
پہلی نقمت: سوءادب کی وجہ سے عذاب کا نازل کرنا	405
بَدَّلَ میں مختلف توجیہات	406
حِطَّةٌ کا مطلب	406
اذکار میں توقیف ضروری ہے	406
فَٱنفَجَرَتۡ اور فَٱنۢبَجَسَتۡ میں تطبیق	407
دوسری نقمت: ناشکری کے بہ سبب ذلت اور رسوائی	407
تتمۃ بالترغیب	408
دوسرا خطاب	423
پہلی خباثت: نقض العهود	423
اکراہ فی الدین اور اکراہ فی الاحکام میں فرق	424
دوسری خباثت: اللہ کے احکام میں ٹال مٹول کرنا	425
گائے کی عبادت کہاں اور کیسے شروع ہوئی؟	427
گائے کو ذبح کرنے کی حکمت	428
فوائد توحید	429
مغل بادشاہ اکبر کے دور میں گائے کی قربانی پر پابندی	429
تیسری خباثت: قتل نفس کا واقعہ اور بے گناہ پر تہمت لگانا	432
ذبح البقرة اور قتل النفس کو ایک واقعہ قرار دینے کی تحقیق	433
زجر	434
موجودہ یہودیوں کے چار فرقے	434
پہلا فرقہ: محرفین	434
دوسرا فرقہ: منافقین	434

تیسرا فرقہ: المقلدون لاراء الآباء	435
چوتھا فرقہ: المخصصون لأنفسهم بالجنة	437
چہلم کی حقیقت	437
تتمہ زجر وبشارت کے ساتھ	438
تیسرا خطاب: إنكارهم من الأوامر وإتيانهم بالنواهي	439
اثم اور عدوان میں فرق	442
تتمہ بالزجر	443
چوتھا خطاب: الإنكار من الأنبياء السابقين	444
میت کے ایصال ثواب کے لئے مروجہ ختم قرآن	444
پانچواں خطاب: الإنكار من هذا النبي صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	447
يَسْتَفْتِحُونَ کی تحقیق	447
بحق فلانٍ میں درست معنی کی گنجائش	449
بِئْسَمَا میں مَا کے بارے میں متعدد اقوال	450
چھٹا خطاب: سابقہ خطابات کا خلاصہ	451
مباہلہ کی تعریف (حاشیہ)	452
وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِۦ مِنَ ٱلْعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ کی ترکیب	453
سورۃ کا دوسرا حصہ: اثبات رسالت	475
قرآن مجید اور دیگر کتابوں میں فرق	476
طرق اثبات دعوی	476
پہلا اعتراض: جبریل کے وحی لانے پر	477
دعوی اثبات رسالت	478
دوسرا اعتراض: سلیمان علیہ السلام ساحر تھے۔	479
یہودیوں کا سلیمان علیہ السلام پر جادو کا الزام لگانے کی حقیقت	479

لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ابلیس کا انسانی روپ دھارنے کی چند مثالیں	480
تیسرا اعتراض: جادو پر دو فرشتے بھیجے گئے تھے	481
وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ میں مختلف توجیہات	482
ہاروت ماروت اور زہرۃ کے واقعے کی تحقیق	482
تمیمہ، رقیہ، استرقاء، تولہ	483
چوتھا اعتراض: آپ ہمیں درست الفاظ سے منع کرتے ہیں	484
رَاعِنَا میں چار توجیہات	484
ببرکة فلانٍ میں دو احتمالات	485
پانچواں اعتراض: نسخ پر	486
احکام میں نسخ کلی ہے یا جزئی	487
ایمان والوں کو سوال پوچھنے میں ادب کی تعلیم	488
التیقظ للمؤمنین	489
حسد اور غبطہ میں فرق، عفو اور صفح میں فرق	489
وَمَنْ أَظْلَمُ میں اشکال اور جواب	491
چھٹا اعتراض: اتخاذ الولد پر اور اس کے پانچ جوابات	493
اتخاذ الولد اور تولید الولد میں فرق	493
بدعت کی لغوی و اصطلاحی تعریف اور اقسام	494
ساتواں اعتراض: آپ کی رسالت پر اللہ ہمارے ساتھ ہم کلام ہو	495
دعوی اثبات رسالت	496
وَلَا تُسْـَٔلُ میں مختلف توجیہات	496
ساتویں اور آٹھویں اعتراض کے درمیان تین امور کا ذکر	512
كَلِمَٰتٍ سے کیا مراد ہے اور اس سلسلے میں راجح قول	512
بیت اللہ توحید کے لئے مرکز تعمیر کیا گیا ہے کیوں اس میں شرک کرتے ہو	516

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آخری پیغمبر کی بعثت کے لئے دعا مانگی تھی	518
توحید پر تمام انبیاء علیہم السلام نے وصیت کی ہے	519
آٹھواں اعتراض: تحویل قبلہ پر	523
تحویل قبلہ کی حکمتیں اور علل	524
قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِ میں جمہور اور مولانا حسین علی کے قول میں فرق	526
میت اور مقتول میں فرق	532
نواں اعتراض: صفا اور مروہ کی سعی پر	534
شعائر اللہ کی وضاحت (حاشیہ)	534
عالم، جاہل اور منافق کے توبہ کی شرائط	535
دوسری مرتبہ دعوی توحید اور آٹھ عقلی دلائل	550
وَلَوْ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ میں نحوی ترکیب	552
گمراہ پیشواؤں اور گمراہ تابعداروں میں مکالمہ	554
حق پرست پیشواؤں اور گمراہ تابعداروں میں مکالمہ	555
تحریمات العباد کی تردید	556
باطل استدلال پر زجر	556
تحریمات اللہ	557
وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ کے معنی میں غلطی کی اصلاح	558
قرآن مجید میں نذر لغیر اللہ کی حرمت کا سات مرتبہ ذکر	559
نذر لغیر اللہ حدیث، فقہ اور اولیاء اللہ کے اقوال کی روشنی میں	561
نذر لغیر اللہ پر ملاجیون کی تفسیر احمدی سے استدلال اور اس کا جواب	562
سورۃ کا تیسرا حصہ: الجہاد فی سبیل اللہ	571
تہذیب الاخلاق [مجاہد کی دس صفات]	572
سیاست مدینہ [ملکی اصلاح کے چار قوانین]	574

پہلا قانون: القصاص من الظالم	574
دوسرا قانون: تقسيم الأموال بالقانون الشرعي	576
کیا آیت وصیت منسوخ ہے؟	576
تیسرا قانون: حكم الصوم لارتباط النفس	577
يُطِيقُونَهُ میں متعدد توجیہات	578
ادخال الٰہی	579
چوتھا قانون: النهي عن الإرتشاء	581
شرک، بدعت اور رسم میں فرق	583
دعوی القتال فی سبیل اللہ	583
ترغیب الی الانفاق	584
جہاد اور حج کے مابین ربط	585
حج کی تین قسمیں [افراد، تمتع اور قران]	586
حاجیوں کی تقسیم	587
ترغیب الی الجہاد	589
مشروعیت قتال کی علت	591
تشجیع	592
تدبیر منزل کے اٹھارہ احکام کا خلاصہ	609
پہلا حکم: الانفاق	609
دوسرا حکم: القتال	610
کَرْہٌ اور کُرْہٌ میں فرق، مکروہ اور حرام میں فرق	610
استخارہ کی تعریف اور دعا	611
تیسرا حکم: القتال فی أشهر الحرم	611
بشارت	613

چوتھا حکم: النهي عن الخمر والميسر	613
خمر اور میسر کی تعریف اور بعض احکام (حاشیہ)	613
پانچواں حکم: اصلاح اليتامى	614
چھٹا حکم: النهي عن نكاح المشركات	614
شرک کی تعریف	615
ساتواں حکم: النهي عن الجماع فى الحيض	615
آٹھواں حکم: مقصد الوطى	616
نواں حکم: التعظيم لله	617
دسواں حکم: الإيلاء	618
گیارہواں حکم: الطلاق	618
خلع کی لغوی واصطلاحی تعریف (حاشیہ)	619
اکٹھی تین طلاق دینے پر جمہور کا موقف اور ابن عباس کی حدیث کا درست معنیٰ (حاشیہ میں)	621
بارہواں حکم: الرضاع	622
امام ابو حنیفہ اور دیگر فقہاء کے مابین مدت رضاعت میں اختلاف	622
تیرہواں حکم: حكم العدة المتوفى عنها زوجها	623
شریعت میں تین دن سے زیادہ سوگ کس کے لئے ہے؟	623
چودہواں حکم: حكم الْخِطْبَة	624
پندرہواں حکم: حكم طلاق غير المدخول بها	624
سولواں حکم: حكم الصلاة	626
وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسۡطَىٰ میں کون سا قول راجح ہے؟	626
سترہواں حکم: الوصية للأزواج	626
اٹھارواں حکم: حكم المتعة	627
دعوی القتال فی سبیل اللہ	647

ترغیب الی الانفاق	647
بنی اسرائیل کا طالوت پر اعتراض کا سبب	649
امارت کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں	649
طالوت پر ایک اور اعتراض کہ اس کے پاس قانون نہیں ہے	650
تبرکات پر شاہ اسماعیل شہید کا مغل بادشاہ کے دربار میں مناظرہ	650
علة مشروعية الجهاد [جہاد کے مشروع یعنی جائز ہونے کی علت]	653
سورۃ کا چوتھا حصہ: الانفاق فی سبیل اللہ	660
آیت الکرسی کی فضیلت	663
آیت الکرسی میں اللہ کا نام کتنی مرتبہ آیا ہے؟	664
تیسری مرتبہ دعوی توحید اور اس پر گیارہ عقلی دلائل	664
اصحاب الرشد اور اصحاب الغی اور اس پر تین مثالیں	666
نحن أحق بالشك من إبراهيم حدیث کی دو صحیح توجیہات	669
فَصُرۡهُنَّ إِلَيۡكَ میں توجیہات	670
انفاق کی چار مثالیں	670
درست انفاق کی ترغیب	673
شیطانی وسوسے کا جواب	673
بخیلوں کو تحذیر	674
رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو تسلی	675
مصارف انفاق	676
سود خوروں کو تخویف اور تحذیر	677
يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ ٱلۡمَسِّ میں دو اقوال	677
امور انتظامیہ	680
مُمْلِیْ اور مُسْتَمْلِیْ پر محدثین کے احوال	681

مالی معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر مختصر بحث (حاشیہ میں)	682
خاتمہ سورۃ: مضامین اربعہ کا اعادہ	683
تفسیرِ بلغۃ الحیران، تفسیر جواہر القرآن اور تفسیر مولانا محمد طاہر پنج پیری کے مابین جُزوی تقابل	704
فنی فہارس	726
فهرس الأحاديث الصحيحة	727
فهرس الأحاديث الضعيفة	729
فہرسِ اعلام	730
فہرسِ اشعار	731
فہرسِ اماکن، فِرَق و مصطلحات	733
فہرس مصادر و مراجع	734

مُقَدِّمَة

- شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا مختصر تعارف اور علمی خدمات
- اسلوبِ تفسیر
- طریقِ تحقیق
- العرفان من أصول القرآن

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا مختصر تعارف:[9]

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر ضلع صوابی، صوبہ خیبر پختونخوا کے ایک چھوٹے سے گاؤں پنج پیر[10] میں فروری 1916ء؟ کو پیدا ہوئے۔ آپ کی وجہ شہرت قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر مولانا حسین علی[11] اور مولانا عبید اللہ سندھی[12] سے پڑھی۔ آپ نے انہی اساتذہ کے اصولوں پر مزید اضافہ کر کے قرآن مجید کی تفسیر کو ایک ایسے عام فہم انداز میں پڑھایا ہے کہ آج ملک پاکستان کے طول و عرض میں آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد قرآن مجید کے تعلیم و تعلم سے وابستہ ہے۔ مسلسل پانچ دہائیاں قرآن مجید کی تفسیر پڑھنے پڑھانے سے وابستہ رہے۔ 29 مارچ 1987ء کو وفات پائی اور اپنے آبائی گاؤں پنج پیر میں دفن ہوئے۔[13]

تصانیف و علمی خدمات:

شیخ القرآن نے درس و تدریس، تقریر اور وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ مختلف عنوانات پر خامہ فرسائی کی ہے تاکہ تقریراً و تحریراً دونوں طرح نہ صرف لوگوں تک حق پیغام پہنچایا جاسکے بلکہ ہر طرح سے اتمام حجت بھی ہو سکے۔ ذیل میں ان کی چھوٹی بڑی، مطبوعہ غیر مطبوعہ ستائیس کتابوں کے نام بمعہ موضوع ذکر کئے جاتے ہیں:

کتاب کا نام	زبان	موضوع	مطبوع / غیر مطبوع
1. البصائر للمتوسلین بالمقابر[14]	[عربی اور اردو]	[سماع موتیٰ وحیاۃ الانبیاء]	[مطبوع]
2. النشاط عن حیلۃ الاسقاط	[عربی]	[دائرہ حیلہ اسقاط کی حقیقت]	[مطبوع]
3. ضیاء النور لدحض البدع والفجور	[عربی]	[ردِّ بدعت]	[مطبوع]
4. اصول السنۃ لرد البدعۃ	[عربی اور اردو]	[ردِّ بدعت کے اصول]	[مطبوع]
5. نیل السائرین فی طبقات المفسرین	[عربی اور اردو]	[مفسرین کے طبقات]	[مطبوع]
6. العرفان من اصول القرآن[15]	[عربی]	[فہمِ قرآن کے اصول]	[مطبوع]
7. سمط الدرر فی ربط الآیات والسور[16]	[عربی]	[سورتوں کے مابین ربط]	[مطبوع]
8. الانتصار لسنۃ سید الابرار	[اردو]	[بعض بدعات کی تردید]	[مطبوع]
9. الرسالۃ علی المصافحۃ بعد العیدین	[عربی]	[عید کی نماز کے بعد مصافحہ]	[مطبوع]
10. الرسالۃ البیضاء فی مسئلہ الدعاء	[عربی]	[نمازوں کے بعد دعا]	[مطبوع]
11. ارشاد الأنام فی ترک الفاتحۃ خلف الإمام	[اردو]	[فاتحہ خلف الامام]	[مطبوع]
12. حقیقت مودودی	[اردو]	[رد مودودی]	[مطبوع]
13. توحید و سنت کے پروانے	[اردو]	[جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ سے متعلق]	[مطبوع]
14. اللمعان من خلاصۃ سور القرآن	[پشتو]	[سورتوں کا خلاصہ]	[مطبوع]
15. بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار	[اردو]	[خودنوشت سوانح حیات]	[مطبوع]
16. اصح الأقوال فی التعزیر بالمال	[عربی]	[مناہج المفسرین]	[مطبوع]

17.	منشور جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ	[پشتو]	[جماعت کا تحریری منشور]	[مطبوع]
18.	مرشد الحیران الی فہم القرآن[17]	[عربی]	[تفسیر]	[غیر مطبوع]
19.	التنویر فی اقسام المفسرین	[عربی]	[مناہج المفسرین]	[غیر مطبوع]
20.	شرح حماسہ	[عربی]	[دیوان حماسہ پر مولانا اعزاز علی کی املاء]	[غیر مطبوع]
21.	تقریر بخاری	[عربی]	[بخاری کے مغلق مقامات کی شرح]	[غیر مطبوع]
22.	ذب الذباب عن وجہ الأصحاب	[اردو]	[دفاع صحابہ]	[غیر مطبوع]
23.	مشائخ الصوفیۃ	[اردو]	[بعض صوفیاء کے احوال اور اسلوب تصوف]	[غیر مطبوع]
24.	مختصر الموضوعات	[عربی]	[ملا علی قاری کی کتاب کا خلاصہ]	[غیر مطبوع]
25.	رسالۃ شجرۃ الأنبیاء	[اردو]	[اولوالعزم پیغمبروں کا شجرۂ نسب]	[غیر مطبوع]
26.	مسامحات نور الأنوار	[عربی]	[ملاجیون کی نور الانوار کا تنقیدی جائزہ]	[غیر مطبوع]
27.	الموسوعۃ فی العلوم والفنون	[عربی]	[مختلف علوم وفنون کے بارے میں تحریری یاداشتیں]	[غیر مطبوع]

اسلوب تفسیر:

1. ہر سورۃ کے آغاز میں اہم پانچ باتیں:

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا اسلوب تفسیر یہ ہے کہ وہ قرآن مجید کی کسی بھی سورۃ کو آسانی سے سمجھنے کے لئے اس کے آغاز میں پانچ ضروری امور سے بحث کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"اعلم انه لا بد فی كل سورة من بيان خمسة امور لزيادة البصيرة والكشف عن اسرارها الاول دعوى السورة والثانی ربط السورة والثالث ترتيب السورة والرابع حاصل السورة والخامس امتياز السورة "[سمط الدرر:33]

« جان لو! کسی بھی سورۃ میں زیادہ بصیرت اور اس کے اسرار و رموز جاننے کے لئے پانچ باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ سورۃ کا دعوی، ربط، سورۃ کی ترتیب یعنی مضمون کے اعتبار سے اس کی تقسیم، سورۃ کا حاصل اور خلاصہ اور پانچویں بات اس سورۃ کے امتیازات معلوم کرنا ہیں »

1. مکی مدنی کی معرفت اور ترتیب نزولی و مصحفی کی پہچان
2. گذشتہ سورۃ کے ساتھ ربط
3. ممیزات السورۃ
4. مقصد السورۃ
5. تقسيم السورة إلى مضامينها [مضمون کے اعتبار سے سورۃ کی تقسیم]

2. دعویٰ سورۃ اور مقصدِ سورۃ:

شیخ القرآن کے منہج تفسیر میں سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ "سورۃ کا مقصد" ہے۔ اور "مقصد السورۃ" کیوں ضروری ہے، اس کی وجہ شیخ القرآن یوں ذکر کرتے ہیں:

کسی بھی سورۃ میں متعدد چیزیں بیان ہوئی ہوتی ہیں۔ مثلا: دلائل، مثالیں، زجر، تخویف، بشارت[18]۔ لیکن دلیل مقصد نہیں ہے کیونکہ دلیل کسی چیز کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ مثال مقصد نہیں ہے کیونکہ مثال کسی چیز کی توضیح کے لئے دی جاتی ہے۔ زجر اور تخویف مقصد نہیں ہے کیونکہ کسی بات کے نہ ماننے پر دھتکار اور ڈراوا دیا جاتا ہے۔ بشارت مقصد نہیں ہے کیونکہ خوشخبری کسی بات کے ماننے پر دی جاتی ہے۔ اس چیز اور بات کا نام "مقصد" ہے جس کو ثابت کرنے کے لئے دلیل، وضاحت کے لئے مثال، نہ ماننے پر زجر و تخویف اور ماننے پر بشارت دی جاتی ہے۔[19] مقصد السورۃ کی اسی اہمیت کے پیش نظر آپ نے ایک غلطی کی اصلاح کی بھی بار بار کوشش کی ہے کہ اکثر لوگ "ترجمہ اور مقصد" کے مابین فرق نہیں سمجھتے۔ جب کہ ان دونوں کے مابین واضح فرق ہے۔ مثلا اگر کسی شخص سے سورۃ الکوثر کا مقصد پوچھا جائے تو وہ فورا اس کا ترجمہ شروع کر دیتا ہے۔ سورۃ الکوثر کا مقصد اور دعویٰ یہ ہے کہ اللہ اپنے بندے سے فرماتا ہے: دو چیزیں تمہارے پاس ہیں وہ میرے لئے کرو یعنی عبادت بدنی اور عبادت مالی۔ بدلے میں دو چیزیں میں تمہیں عطا کروں گا یعنی خیر کثیر اور دشمن کی ہلاکت۔[20]

3. آیات کے مابین ربط:

شیخ القرآن نہ صرف سورتوں کے مابین ربط کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ سورۃ کے آغاز سے آیات کے مابین ربط کو ایک لڑی میں پروتے ہوئے اختتام تک اس انداز میں لے جاتے ہیں، جس سے قاری کے لئے نہ صرف ایک طویل سورۃ کا مضمون ذہن نشین کرنا آسان ہو جاتا ہے بلکہ اسے غیر مربوط کلام ہونے کا احساس نہیں ہوتا۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ آیت:21-39 تک]

-آیت کے دو جملوں کے مابین ربط:

شیخ القرآن نے نہ صرف آیات کے مابین ربط کو ایک لڑی میں پرویا ہے بلکہ آیت کے اندر ان دو جملوں کے مابین بھی ایک خوبصورت ربط قائم کیا ہے جو بظاہر آپس میں غیر مربوط نظر آتے ہیں۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:189]

4. تفسیر بالماثور بالعموم اور تفسیر القرآن بالقرآن بالخصوص:

شیخ القرآن کے منہج تفسیر میں تفسیر بالماثور[21] بہت نمایاں ہے اور اس میں اغلب "تفسیر القرآن بالقرآن"[22] ہے۔ تفسیر بالماثور کے بارے میں بحوالۂ ابن تیمیہ ابن کثیر[23] فرماتے ہیں:

« تفسیر کا صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید ہی سے کی جائے۔ اس لئے کہ اگر کسی جگہ کوئی اجمال اور اختصار کیا گیا ہے تو تحقیق دوسری جگہ اس کی تفسیر کی گئی ہے۔ اگر تمہیں قرآن مجید سے تفسیر نہ مل سکے تو تم پر سنت کی طرف رجوع کرنا لازم ہے کیونکہ سنت قرآن مجید کی تشریح اور وضاحت کرنے والی ہے۔(آگے فرماتے ہیں) اگر ہم کسی آیت کی تفسیر قرآن مجید میں پا سکیں نہ ہی حدیث میں تب ہم اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ وہ قرآن مجید کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں بایں وجہ کہ انہوں نے ان حالات کا خود مشاہدہ کیا ہے جو صرف ان کی خصوصیت ہے اور اس وجہ سے بھی کہ ان کو کامل فہم، صحیح علم اور عمل صالح کی توفیق دی گئی تھی۔ بالخصوص ان میں علماء اور اونچے درجے والے صحابہ جیسے چار خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ امام تھے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور وہ صحابہ جنہوں نے قرآن مجید کے معانی کو واضح کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے الفاظ کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ [سورۃ النحل16:44] « تا کہ آپ لوگوں کے لئے وہ(کتاب) واضح کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے » الفاظ اور معانی دونوں کا شامل ہے » [العرفان من اصول القرآن: 168]

اور خلاصۂ اصول میں فرماتے ہیں:

کوئی بھی شخص قرآن مجید میں اُس وقت تک بصیرت حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ قرآن مجید کی تفسیر ان چار طریقوں سے نہ جان لے: تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالحدیث، تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ، تفسیر القرآن باقوال التابعین[العرفان من اصول القرآن:183]

5. آیات کے مابین رفع تعارض:

شیخ القرآن کے منہج تفسیر میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ جہاں کہیں کسی آیت کا دوسری آیت کے ساتھ بظاہر معمولی تعارض بھی نظر آتا ہے، شیخ القرآن اس تعارض کی نشاندہی کر کے اس کے متعدد جوابات دیتے ہیں۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:63]

6. مکتب فکر:

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری شعبان 1353ھ = نومبر 1935ء میں دیوبند[24] سے فارغ ہوئے[25]۔ مدرسہ دیوبند اور دیوبندی اساتذہ کے زیر سایہ رہنے کی نسبت سے آپ تفسیر اور دیگر کتابوں میں جگہ جگہ علمائے دیوبند کے اقوال بطور تائید پیش کرتے ہیں بالخصوص ان مواقع میں جن میں آپ ان لوگوں پر حجت قائم کرنا چاہتے ہیں جو دیوبند کا نام تو استعمال کرتے ہیں لیکن ان کی کتابوں میں موجود اقوال کو نہیں مانتے۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:28]

ائمہ اربعہ میں آپ امام ابو حنیفہ کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2: 233] اور امام ابو حنیفہ کے مسلک پر اتنی شدت سے کاربند ہیں کہ آپ کی تفسیر اور کتابیں "اجرت علی الطاعات" کے عدم جواز پر بین ثبوت ہیں۔[مطالعہ کریں: اصول النۃ لرد ال؛بدعۃ 37، 93، 102 وغیرہ] اسی طرح "سماع موتیٰ" کے مسئلہ میں آپ ذرہ برابر نرمی کے قائل نہیں ہیں۔[مطالعہ کریں: البصائر للمتوسلین بالمقابر]

7. ناسخ و منسوخ اور شان نزول:

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کا ناسخ و منسوخ کے حوالے سے وہی نکتہ نظر ہے جو ان کے استاذ شیخ المفسرین مولانا حسین علی کا ہے۔ مولانا حسین علی اس بات کے قائل ہیں کہ شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں کہ متقدمین علماء کے نزدیک قرآن مجید میں پانچ سو آیات منسوخ ہیں[26]۔ لیکن متاخرین علماء کے نزدیک یہ تعداد کم ہے اور ان کے نزدیک صرف بیس آیات منسوخ ہیں۔ شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کی ان بیس آیات میں ایسی توجیہات کی ہیں جن سے وہ منسوخ نہیں بلکہ قابل عمل بنتی ہیں اور ان کے نزدیک منسوخ آیات کی تعداد صرف پانچ ہے۔ مولانا حسین علی نے ان پانچ آیات میں بھی ایسی توجیہات کی ہیں کہ جن سے وہ نسخ سے بچ جاتی ہیں۔ اور یہی قول شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کا بھی ہے۔

شیخ القرآن نے اپنی تفسیر میں ہر ہر آیت کی شان نزول سے کم ہی بحث کی ہے لیکن ان آیات میں شان نزول سے ضرور بحث کرتے ہیں کہ جس کو بیان کئے بغیر ان آیات کا فہم مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح اس مقام میں بھی شان نزول کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ جس میں مفسرین کسی ایسے واقعے کو آیت کا شان نزول ٹھہراتے ہیں جو اس آیت کے ساتھ کسی بھی وجہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔[مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:26]

شان نزول کے متعلق شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے اس قول کو اختیار کیا ہے جس کے شاہ ولی اللہ قائل ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"عام مفسرین نے ہر ایک آیت کو خواہ مخاصمہ کی ہو یا احکام کی، کسی نہ کسی قصے کے ساتھ باندھ دیا ہے اور اس قصہ کو اس آیت کے لئے سبب نزول مانا ہے۔ لیکن حق بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے نازل کرنے کا اصل مقصد نفوس بشریہ کی تہذیب اور اُن کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے.... خاص خاص واقعات جن کو بیان کرنے کی زحمت اُٹھائی گئی ہے اُن کا اسبابِ نزول میں چنداں دخل نہیں مگر صرف بعض آیات میں جہاں پر کسی ایسے واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں یا اُس سے پیشتر ہوا ہو، کیونکہ سننے والے کے دل میں اس اشارے سے گہرا انتظار پیدا ہو جائے گا جو قصہ کی تفصیل معلوم کئے بغیر زائل نہ ہو گا۔ اسی وجہ سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان علوم کی اس طرح تفصیل کریں کہ خاص خاص واقعات کے بیان کرنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے... دوسری بات یہ ہے کہ اکثر اسبابِ نزول کا آیات کے معانی دریافت کرنے میں کسی قسم کا دخل نہیں ماسوائے اس تھوڑے اور معمولی حصہ کے جو ان تین تفاسیر [صحیح بخاری، سنن ترمذی اور المستدرک میں

تفسیر سے متعلق ابواب] میں ذکر کیا گیا ہے... اور اس کے حفظ پر کتاب اللہ کے فہم کو موقوف خیال کرنا دراصل اللہ کی کتاب سے اپنا حصہ کھونا ہے"[27]۔

8. **مفسرین سے اختلاف:**

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر بعض آیات کی تفسیر میں مفسرین سے دلیل کی بنیاد پر اختلاف کرتے ہیں۔ بعض اوقات آپ مفسرین کے اپنے اقوال میں تضاد کو واضح کرتے ہیں۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:72-73، آیت:124 وغیرہ]

9. سورۃ کے آغاز میں سورۃ کی پانچ باتوں سے مفصل بحث کرنے کے بعد آپ کا اندازِ تفسیر یہ ہے کہ ایک ایک باب یا بالفاظ دیگر ایک رکوع، دو رکوع کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جس میں آیات کو ایک مربوط انداز میں پیش کرتے ہیں۔ آیات کی تفسیر میں آیت کا عنوان بیان کرتے ہیں مثلاً: دعویٰ توحید، دلیل عقلی، زجر، تخویف، بشارت وغیرہ[28]۔ اس کے بعد آیت میں مشکل لفظ کی لغوی تحقیق اور اگر آیت میں کسی نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو اسے بھی بیان کرتے ہیں۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:90، 165-166 وغیرہ]۔ آیات کے مابین اگر کوئی تعارض ہے تو اس کو حل کرتے ہیں اور تفسیر القرآن بالقرآن کو ترجیح دیتے ہیں۔

10. شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کے اسلوب تفسیر میں ایک بات یہ بھی نمایاں ہے کہ آپ آیات سے اصول اور قواعد کلیہ کا استنباط کرتے ہیں۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:142-150، تدبیر منزل کے احکام آیت:214-242 تک]

11. توحید اور سنت اور اس کے مقابلے میں شرک اور بدعت اور ساتھ رسومات باطلہ کی تردید میں مولانا حسین علی کے تمام تلامذہ کی خصوصیت ہے لیکن شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی تفسیر میں اس بات کا اندازہ لگانے میں ان کی تصانیف گواہ ہیں کہ صرف ردِّ بدعات میں آپ نے چھ مستقل کتابیں لکھی ہیں۔[29]

12. عصمت انبیاء اور عدالت صحابہ کے بارے میں آپ کا موقف بڑا واشگاف ہے۔ قرآن مجید کی وہ آیات کہ جن میں پیغمبروں کے بارے میں ایسے کلمات وارِد ہوئے ہیں کہ جن سے اُن کی عصمت پر معترضین نے انگلی اٹھائی ہے آپ قرآن مجید کی دیگر آیات، عربی لغت اور دیگر دلائل کی روشنی میں اُن الفاظ کا ایسا معنی کرتے ہیں کہ عصمت انبیاء پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:35]
عدالت صحابہ کے بارے میں آپ کا یہ موقف ہے کہ اُن پر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن کرنا ہے اور اس کے لئے آپ قرآن مجید سے دلائل پیش کرتے ہیں۔[بطور مثال مطالعہ کریں: سورۃ البقرۃ2:11، 97، 143 وغیرہ]

شیخ القرآن نے اپنی تفسیر میں جس طرح انبیاء اور صحابہ سے دفاع کیا ہے اسی طرح آپ نے ان علمائے حق سے بھی دفاع کیا ہے جنہیں علمائے سوء نے بدنام کیا تھا جیسے ابن تیمیہ، ابن قیم، شاہ اسماعیل شہید اور محمد بن عبد الوہاب رحمہم اللہ۔

13. شیخ القرآن نے ہر باب کا خلاصہ اس باب کے آغاز میں بیان کیا ہے۔ اس لئے اس باب کے خاتمے پر دوبارہٗ خلاصہ بحث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی تفسیر کے مصادر اور مآخذ:

جیسا کہ ماقبل میں واضح کیا گیا کہ آپ تفسیر بالماثور کو ترجیح دیتے ہیں اور اُس میں بھی "تفسیر القرآن بالقرآن" کا انداز غالب ہے۔ دورانِ تفسیر اگرچہ تفسیری مآخذات کا حوالہ کم ہی دیتے ہیں لیکن تفسیر کو اصل مصادر میں تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کہاں کہاں سے اخذ کیا ہے۔ لیکن اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر اس بات کی واضح تفریق کرتے ہیں کہ دلیل اور تائید میں فرق ہے۔ کسی آیت کا معنی اور تفسیر ثابت کرنے میں "دلیل" پیش کی جائے گی۔ تفسیر کو تائید میں تو پیش کیا جا سکتا ہے البتہ دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ذیل کے سطور میں ان علماء اور کتابوں کے ناموں کو ذکر کیا جاتا ہے کہ جن سے شیخ القرآن نے اپنی تفسیر میں استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے جو نمایاں ہیں:

تفاسیر اور احکام القرآن:

1. غریب القرآن ابن قتیبہ [وفات:276]
2. جامع البیان ابن جریر طبری [وفات:310ھ]
3. احکام القرآن ابو بکر جصاص [وفات:370ھ]
4. الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل زمخشری [وفات:538ھ]
5. التفسیر الکبیر رازی [وفات:606ھ]
6. الجامع لأحکام القرآن قرطبی [وفات:671ھ]
7. انوار التنزیل واسرار التأویل المعروف "تفسیر بیضاوی" [وفات:685ھ]
8. مدارک التنزیل وحقائق التأویل نسفی [وفات:710ھ]
9. التسهيل لعلوم التنزيل ابن جزي [وفات:741ھ]
10. تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر [وفات:774ھ]
11. تفسیر جلالین جلال الدین سیوطی [وفات:911ھ]
12. تفسیر عزیزی (فارسی) شاہ عبد العزیز [وفات:1239ھ]
13. روح المعانی سید محمود آلوسی [وفات:1270ھ]

لغت، نحو اور نحوی ترکیب:

1. الکتاب سیبویہ، عمرو بن عثمان [وفات:180ھ]
2. معانی القرآن یحیی بن زیاد، فراء [وفات:207ھ]
3. الصحاح[30] جوہری [وفات:393ھ]
4. المفردات فی غریب القرآن راغب اصفہانی [وفات:502ھ]

5. التبیان فی اعراب القرآن المعروف "املاءمامن بہ الرحمٰن" ابوالبقاء العکبری [وفات:616ھ]

6. شرح الرضی علی الکافیۃ رضی الدین استرابازی [وفات:686ھ]

علوم القرآن:

1. البرہان فی اصول القرآن زرکشی [وفات:686ھ]

2. الاتقان فی علوم القرآن سیوطی [وفات:911ھ]

لیکن مذکورہ دونوں کتابوں میں زرکشی کی بہ نسبت زیادہ اخذ امام سیوطی کی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" سے کیا ہے۔ کتب الادلۃ والفہارس میں زیادہ اخذ طاش کبریٰ زادہ [وفات:968ھ] کی کتاب "مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ" سے کیا ہے۔

وہ کتب بھی علوم القرآن میں آتی ہیں جنہوں نے آیات متعارضہ کو سوال جواب کی شکل میں حل کیا ہے:

1. غرائب التفسیر وعجائب التاویل، حمزہ کرمانی [وفات:505ھ]

2. مسائل رازی ابوبکر رازی [وفات:666ھ]

3. فتح الرحمن ابویحیی زکریا الانصاری [وفات:926ھ]

فقہ واصول فقہ:

1. کتب سرخسی [وفات:483ھ]

2. بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کاسانی [وفات:587ھ]

3. قواعد الأحکام فی مصالح الأنام عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام [وفات:660ھ]

4. الموافقات شاطبی [وفات:790ھ]

5. الدرالمختار علاءالدین حصکفی [وفات:1088ھ]

6. ردالمختار حاشیۃ الدرالمختار ابن عابدین شامی [وفات:1252ھ]

متفرق کتابیں:

- کتب غزالی [وفات:505ھ]
- کتب قاضی عیاض [وفات:544ھ]
- کتب شیخ الاسلام ابن تیمیہ [وفات:728ھ]
- کتب ابن قیم [وفات:751ھ]
- کتب شاہ ولی اللہ [وفات:1176ھ]
- کتب شاہ اسماعیل شہید [وفات:1246ھ]

طریقِ تحقیق:

مقالہ نگار نے اس تحقیق میں جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کی تفصیل کو نکات کی شکل میں کچھ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

1. یہ ایک حقیقت ہے کہ تقریر و تحریر کے الگ الگ تقاضے ہوتے ہیں۔ اسی لئے "صوت" کو تحریر کا جامہ پہنانا اور اس کی تدوین کرنا بذاتِ خود ایک مشکل کام ہے۔ اس تحقیق میں سب سے پہلے صوتی درس کو تحریری شکل میں مدوّن کیا گیا۔
2. تدوین کے بعد اسے پشتو سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔
3. الفاظ کا تکرار، غیر ضروری جملوں یعنی جن کا تعلق تفسیر کے ساتھ نہیں ہے، کو حذف کیا گیا ہے۔
4. آیت کے عنوان کے علاوہ تفسیر میں جتنے ذیلی عنوانات قائم کئے گئے ہیں وہ مقالہ نگار کی طرف سے ہیں۔
5. آیت کا ترجمہ اور اس کی تفسیر کا اسلوب یوں ہے کہ سب سے پہلے آیت کا عنوان ذکر کیا گیا ہے۔
6. عنوان کے بعد اگر شیخ القرآن نے آیت کا ما قبل سے کوئی "ربط" بیان کیا ہے تو اسے تحریر کیا گیا ہے۔ اگر بعض مقامات میں شیخ القرآن نے کوئی ربط ذکر نہیں کیا تو مقالہ نگار نے حاشیہ میں "ربط" کے عنوان سے اسے ذکر کیا ہے۔
7. عنوان اور ربط ذکر کرنے کے بعد آیت کا "متن" اور اُس کا ترجمہ لایا گیا ہے۔ یاد رہے اس پورے مقالے میں جو ترجمہ اختیار کیا گیا وہ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کا ترجمہ ہے۔ کسی اور کا ترجمہ نہیں لیا گیا۔
8. پورے مقالے میں ہر قسم کی عبارت خواہ وہ عربی ہو یا فارسی یا انگریزی، متن ہو یا حاشیہ، ترجمہ کے لئے « » علامات کو اختیار کیا گیا ہے۔
9. آیت کا متن اور ترجمہ ذکر کرنے کے بعد شیخ القرآن نے آیت کے جن جملوں کی وضاحت اور تفسیر کی ہے۔ اُن جملوں کو "Bold" یعنی واضح کر کے لکھا گیا ہے اور اس کے آگے شیخ القرآن کی بیان کردہ تفسیر اور وضاحت لکھی گئی ہے۔
10. آیت کا حوالہ لکھنے کا انداز یہ ہے کہ سب سے پہلے "سورۃ" کا نام اس کے بعد "سورۃ کا نمبر" اور اس کے بعد "آیت نمبر" ذکر کیا گیا ہے۔
11. حواشی میں شیخ القرآن کے تفسیری اقوال کو مصادر کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
12. شعر کی نسبت اُس کے قائل (یعنی شاعر) کی طرف کی گئی ہے اور اشعار کے مصادر کو بھی حتی الامکان بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
13. متن میں رہ جانے والے بہت سے مشکل الفاظ کی حواشی میں تحقیق کی گئی ہے۔
14. شیخ القرآن نے اکثر و بیشتر فقہی مسائل، ان کی لغوی و اصطلاحی تعریفات کو بہت کم ہی ذکر کیا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مقالہ نگار نے حواشی میں ضروری فقہی اصطلاحات کی "لغوی و اصطلاحی تعریف" کے عنوانات قائم کئے ہیں۔
15. تراجمِ اعلام کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ متن یا تراجم میں پرانے مقامات کو آج دنیا کے نقشے پر موجود نئے ناموں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ راویوں کا ترجمہ جن کتب التراجم سے ذکر کیا گیا ہے ان کا "رقم الترجمہ" ذکر کیا گیا ہے۔
16. شیخ القرآن نے شان نزول سے بہت کم تعرض کیا ہے اسی لئے حاشیہ میں ان اسباب نزول کا "شان نزول" کے عنوان سے ذکر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے بالخصوص وہ جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود تھے۔

17. متن میں موجود جملہ روایات کی "تحکیم" کی گئی ہے اور حاشیہ میں بھی مذکورا کثر و بیشتر روایات کو حکم سمیت ذکر کیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ جن علماء نے روایات پر حکم لگایا ہے انہی کے احکام پر اعتماد کیا جائے جیسے: ہیثمی کی مجمع الزوائد یا اُن سے پیشتر علماء، اگر چہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔ روایات کی اسانید کو خود بھی پر کھا گیا ہے اور احوالِ رواۃ اور سند کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد مناسب حکم لگایا گیا ہے۔

18. حدیث کا حوالہ لکھنے کا اسلوب یہ ہے کہ صحیحین اور سنن اربعہ سے روایات ذکر کرنے میں پہلے "حدیث کی کتاب کا نام" پھر "کتاب کا نام" پھر "باب کا نام" اور پھر "حدیث نمبر" دیا گیا ہے۔ دیگر کتب حدیث میں حدیث نمبر سمیت جلد نمبر اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

19. حواشی میں جو حوالہ جات "انٹرنیٹ" سے لئے گئے ہیں ان کے ساتھ "Retrieved on" کی وضاحت کے ساتھ تاریخ لکھی گئی ہے۔

20. حواشی میں صرف کتابوں کا حوالہ یعنی کتاب کا نام، جلد اور صفحہ نمبر پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ پوری عربی عبارت ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہاں البتہ مقالے کے حجم کو مزید بڑھنے سے بچانے کے لئے ان کا اردو ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اس کی ایک بنیادی وجہ کہ اکثر و بیشتر اسی عبارت کا مفہوم متن میں مذکور ہوتا ہے۔ البتہ جہاں ضرورت تھی وہاں اردو ترجمہ بھی عربی سمیت حواشی میں ذکر کیا گیا ہے۔

21. پورے مقالہ میں خواہ متن ہو یا حاشیہ "ترقیم" کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جن آیات میں متعدد توجیہات ہیں، ان کی "ترقیم" بھی کی گئی ہے۔

22. حواشی ہر باب کے "Endnote" میں دیئے گئے ہیں۔

23. مقالہ کے آخر میں "فنی فہارس" ذکر کئے گئے ہیں جن میں "فہرس الاحادیث الصحیحۃ والضعیفۃ، فہرس اعلام، فہرس اشعار، فہرس اماکن وقبائل اور فہرس مصادر ومراجع" شامل ہیں۔

حواشی:

[1] مذکورہ علماء کے احوال' تواریخ پیدائش اور وفات عبدالحی حسنی (وفات 1341ھ) کی کتاب: **نزهة الخواطر** میں مطالعہ کئے جائیں۔

[2] پنج پیر کی مختصر تاریخ کے لئے دیکھیں: "پنج پیر" اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد: 5' ص: 686

[3] شیخ القرآن نے اپنی خود نوشت بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعارص: 10 پر اپنا شجرہ نسب اور ص: 12 پر اپنے زمیندار گھرانے کی صراحت کی ہے۔

[4] محمد طاہر' بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعارص: 81

[5] عزیز الرحیم حقانی' شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی علمی و تفسیری خدمات: مقدمہ

[6] شیخ القرآن کی تمام مطبوعہ کتب مکتبۃ الیمان دار القرآن پنج پیر سے شائع ہوئی ہیں۔

[7] سال: 1982' 1983' 1985' 1986 کے آڈیو کیسٹس موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں بھی ان کا ایک مختصر دورہ موجود ہے۔

[8] شیخ القرآن کے شاگرد شیر احمد منیب وردگی نے لفظ بہ لفظ اس کو پشتو زبان میں تحریر کیا ہے۔

[9] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے اس مختصر تعارف پر اکتفا کیا گیا ہے، اسی طرح ان کی علمی خدمات اور تصانیف کو اختصاراً ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس سے پہلے متعدد لوگوں نے ان کی زندگی اور علمی خدمات کے حوالے سے کافی کچھ لکھا ہے اور اس کا اعادہ تحصیل حاصل کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ان کتابوں کے نام کا مصنفین سمیت تذکرہ "خطة البحث" میں کیا گیا ہے۔

[10] پنج پیر کی مختصر تاریخ کے لئے دیکھیں: "پنج پیر" اردو دائرۃ المعارف 5: 686

[11] حسین علی بن حافظ میاں محمد بن عبداللہ حنفی، نقش بندی واں بھچراں ضلع میانوالی میں 1283ھ = 1866ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے علاقے کے اساتذہ سے پڑھیں۔ کتب حدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھیں۔ علوم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں واپس آتے ہی دین حق، توحید اور اتباع سنت کی دعوت شروع کی۔ قبر پرستی اور شرک و بدعت کی تردید کی پاداش میں آپ کو واں بھچراں چھوڑنا پڑا اور اپنی زمینوں میں رہائش اختیار کی لیکن استقلال میں کوئی کمی نہ آئی۔ رجب 1363ھ = 1944ء کو وفات پائی۔

[نزہۃ الخواطر 8: 133-، 134، نیل السائرین فی طبقات المفسرین: 661-663]

[12] عبیداللہ سندھی، ضلع سیالکوٹ کے گاؤں چیانوالی میں 1289ھ = 1872ء کو ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان کا پیشہ زرگری تھا۔ والد پیدائش سے چار ماہ پہلے فوت ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد دادا کی وفات کے بعد ان کی والدہ انہیں اپنے ساتھ ننھیال لے آئی۔ ایک ہندو پنڈت اور مسلمان عالم کے درمیان مناظرہ ان کے اسلام کا سبب بنا۔ تحفۃ الہند پڑھنے سے اسلام کی حقانیت دل میں مزید پختہ ہوئی۔ دار العلوم دیوبند سے دینی علوم کی تکمیل کی۔ 1363ھ = 1944ء کو دین پور (بہاول پور) میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئے۔

[نزہۃ الخواطر 8: 323-328، نیل السائرین فی طبقات المفسرین: 663-665، بیس بڑے مسلمان: 401-412]

[13] میاں محمد الیاس، مولانا محمد طاہر اور ان کی قرآنی تحریک: 141

[14] 1-17 تمام مطبوعہ کتابیں مکتبۃ الیمان، دار القرآن پنج پیر سے شائع ہوئی ہیں۔

[15] اس مقالے میں اس کتاب کا نہ صرف اردو ترجمہ کیا گیا ہے بلکہ اس کی تحقیق بھی کی گئی ہے۔

[16] شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کے اس پراجیکٹ میں رفتہ رفتہ "سمط الدرر" کو بھی اردو قالب میں ڈھال لیا جائے گا جیسے اسی مقالے میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کو ذکر کیا گیا ہے۔

[17] اس پراجیکٹ پر کام شروع کرنے سے پہلے ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء نے شیخ القرآن کے فرزند شیخ القرآن مولانا محمد طیب سے فون پر بذاتِ خود پوچھا تھا کہ آیا اس تفسیر کا کوئی وجود ہے تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ یہی وجہ تھی کہ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے پشتو صوتی تفسیر پر کام شروع کیا گیا۔

[18] بقاعی لکھتے ہیں: أن من عرف المراد من اسم السور عرف مقصودها ومن حقق المقصود منها عرف تناسب آيها وقصصها وجميع أجزائها ... فإن كل سورة لها مقصد واحد يدار عليه أولها وآخرها ويستدل عليه فيها فترتب المقدمات الدالة عليه [مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور: 149]

[19] العرفان من اصول القرآن: 68-69

[20] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور: 243

[21] ڈاکٹر مناع القطان لکھتے ہیں: "هو الذي يعتمد على صحيح المنقول بالمراتب التي ذُكِرت سابقًا في شروط المفسر، من تفسير القرآن بالقرآن، أو بالسُّنَّة؛ لأنها جاءت مبيِّنة لكتاب الله، أو بما رُوِي عن الصحابة؛ لأنهم أعلم الناس بكتاب الله، أو بما قاله كبار التابعين؛ لأنهم تلقوا ذلك غالبًا عن الصحابة" [مباحث فی علوم القرآن: 358]

« تفسیر بالماثور وہ ہے جس کا دارومدار ان صحیح اور منقول مراتب پر ہو جن کا ذکر "مفسر کے لئے شرائط" میں بیان ہو چکی ہیں۔یعنی تفسیر القرآن بالقرآن یا تفسیر القرآن بالسنۃ، کیونکہ کتاب اللہ کی تبیین وتوضیح کرتی ہے۔ یا تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ کیونکہ (رسول کے بعد) صحابہ کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ یا تفسیر القرآن باقوال التابعین کیونکہ غالباً تابعین نے علم صحابہ سے اخذ کیا ہے »

[22] امام رازی لکھتے ہیں: لأن تفسير كلام الله تعالى بكلام الله أقرب الطرق إلى الصدق والصواب [التفسیر الکبیر35:10] یہی بات عزالدین بن عبدالسلام نے الاشارۃ الی الایجاز فی معرفۃ انواع المجاز:220 میں ذکر کی ہے۔

[23] مجموع الفتاویٰ 162:13، تفسیر ابن کثیر 6:1

[24] دیوبند بھارت میں ریاست اترپردیش کے ضلع سہارنپور کا ایک پرانا شہر ہے۔ لیکن آج دیوبند اسلامی علوم ومعارف کی عظیم درسگاہ "دارالعلوم دیوبند" کے باعث مشہور ہے جس کی بنیاد 15 محرم 1283ھ = 1867ء کو مشہور عالم دین مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ایک قدیم مسجد "چھتّا" میں رکھی۔ اس کے سب سے پہلے طالب علم محمود الحسن دیوبندی تھے جو بعد میں شیخ الہند کے نام سے مشہور ہوئے۔[اردو دائرۃ المعارف 9:621-622]

[25] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری، بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار:35

[26] شاہ صاحب فرماتے ہیں:" ولهذا عدد آيات منسوخه بپانصه رسانيده اند...اما آنچه باصطلاح متاخرين منسوخ است عدد قليل بيش نيست لا سيما بحسب توجيهى كه ما اختيار كرده ايم "[الفوز الکبیر 16:15، طبع: مخزن الکتب، محلہ جھنگی قصہ خوانی، پشاور، بدون تاریخ]

[27] شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:18-19 اور ص:50

[28] ان تمام اصطلاحات کی تعریفیں اور وضاحت "اصول" میں ملاحظہ کریں۔

[29] عزیز الرحیم فرماتے ہیں: آپ کی کتابیں زیادہ تر تفسیر یا رد بدعات پر لکھی گئی ہیں۔ مثلاً علم تفسیر میں پانچ کتابیں اور رد بدعات پر چھ کتابیں ہیں۔[شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی تفسیری وعلمی خدمات:123]

[30] مولانا حسین علی بلغۃ الحیران میں جگہ جگہ لفظ "صراح" استعمال کرتے ہیں دراصل یہ "صراح فی اللغۃ" ہے جو صحاح کا فارسی ترجمہ ہے۔[دیکھیں: کشف الظنون 2:1077]

العِرفان مِنْ أُصُولِ القُرآن ☆

☆ اصول القرآن کی وضاحت ابتدائی سطور سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد وہ بنیادی قواعد اور اصول ہیں کہ جن کی معرفت سے قرآن مجید کا ترجمہ، اس کی تفسیر اور اس کے بنیادی مضامین اور مقاصد کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: [عزیز الرحیم، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی علمی و تفسیری خدمات (ایم فل مقالہ):140]

جان لو! بے شک قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے چند قوائد اور ضوابط ضروری ہیں جن کو "اصول[1] القرآن" اور "اصطلاحات[2] القرآن" کہتے ہیں، اور [یہ قاعدہ ہے کہ]: "لا مُشاحّة في الإصطلاح" « اصطلاحات میں کوئی جھگڑا (قباحت) نہیں ہے »[3] قرآن مجید کو سمجھنا ان اصولوں کی رعایت پر موقوف ہے، اور قرآن مجید کا ترجمہ تبھی آسان ہوتا ہے جب ان اصولوں کا اعتبار کیا جائے۔ اس تفسیر کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ آیات، رکوعات اور سورتوں کے مابین ربط بیان کیا جاتا ہے۔ ہر کتاب کو آسانی سے سمجھنے کے لئے اپنے اپنے قواعد اور ضوابط ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کے قواعد کا دار و مدار تین باتوں پر ہے:

1. پہلی بات کا تعلق مفرد الفاظ کے استعمال کی پہچان ہے کہ آیا وہ مفردات اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں یا مجازی معنوں میں۔
2. دوسری بات کا تعلق قرآن مجید کے مقاصد کو پہچاننے سے ہے۔
3. تیسری بات کا تعلق قصص اور مثالوں وغیرہ کے ساتھ ہے کہ ان کو لانے اور ذکر کرنے میں کیا اغراض و مقاصد ہیں۔

جان لو! کسی بھی فن میں کوئی کتاب شروع کرنے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس فن کی تعریف، غرض اور موضوع کو پہچانے۔ بالکل اسی طرح قرآن مجید کو شروع کرنے والے کے لئے بھی اس کی تعریف، اسماء، اور اس کے بھیجے جانے کی حکمت کا جاننا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی تعریف:

امام سرخسی[4] [وفات:483ھ] **قرآن مجید کی تعریف کرتے ہیں:** " الكتاب هو القرآن المنزل على رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المكتوب في دفات المصاحف المنقول إلينا على الأحرف السبعة المشهورة نقلا متواترا " [اصول سرخسی،279:1] [5]

« یہ کتاب وہ قرآن جو اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر نازل کیا گیا ہے، جو مصاحف کے گتوں (کے درمیان) میں لکھا گیا ہے ہماری طرف سات مشہور احرف میں نقل متواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے »

قرآن مجید کا تعارف قرآن مجید کی زبانی کے لئے مندرجہ ذیل آیات دیکھی جائیں:[6]

1. "ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ [سورۃ البقرۃ 2:2]

« یہ کتاب (قرآن مجید) نہیں ہے کوئی شک اس میں (کہ اللہ کی طرف سے ہے) مضبوطی ہے پرہیزگاروں کے لئے »

2. "وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ ٱلَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۖ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ [سورۃ الانعام 92:6]

« اور یہ عظیم الشان کتاب ہے ہم نے اسے نازل کیا ہے خیر اور برکت والی، اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرنے والی، (اس لئے بھیجی) تاکہ تم مکے اور وہ لوگ جو اس (مکہ) کے ارد گرد ہیں انہیں ڈراؤ۔ اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں »

3. "وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ مُبَارَكٌ فَٱتَّبِعُوهُ وَٱتَّقُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [سورۃ الانعام 155:6]

« اور یہ عظیم الشان کتاب ہم نے بھیجی ہے خیر اور برکت والی (کتاب) پس اسی کی تابعداری کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے »

4. "كِتَٰبٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُن فِى صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِۦ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ [سورۃ الاعراف 1:7]

« یہ عظیم الشان کتاب (جو) آپ کی طرف (اے پیغمبر) بھیجی گئی ہے۔ پس اس (کے بیان کی وجہ) سے تمہارے دل میں تنگی نہ ہو تاکہ تم اس (قرآن) کے ذریعے لوگوں کو ڈراؤ اور ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے »

5. "تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْحَكِيمِ [سورة یونس 1:10، سورة لقمان 2:31]

« یہ بڑی دانائی کی کتاب کی آیتیں ہیں »

6. "كِتَٰبٌ أُحْكِمَتْ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ [سورة ہود 1:11]

« وہ کتاب جس کے دلائل مضبوط ہیں اور حکمت والی اور خبر دار ذات کی طرف سے واضح کی گئی ہیں »

7. "تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ [سورة یوسف 1:12، سورة الشعراء 2:26، سورة القصص 2:28]

« یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں »

8. "تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ ۗ وَٱلَّذِىٓ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ٱلْحَقُّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ [سورة الرعد 1:13]

« یہ (کامل) کتاب کی آیتیں ہیں۔ اور وہ (کتاب) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر بھیجی گئی ہے حق ہے لیکن اکثر لوگ (اس پر) ایمان نہیں لاتے »

9. "كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ [سورة ابراہیم 1:14]

« (یہ) کتاب ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالیں ان کے رب کے حکم سے یعنی غالب اور قابل تعریف (اللہ) کے رستے کی طرف »

10. "تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْكِتَٰبِ وَقُرْءَانٍ مُّبِينٍ [سورة الحجر 1:15]

« یہ (کامل) کتاب اور قرآن روشن کی آیتیں ہیں »

11. "يُنَزِّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ بِٱلرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦٓ أَنْ أَنذِرُوٓاْ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ [سورة النحل 2:16]

« (وہی) فرشتوں کو پیغام (وحی) دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے (اس بات کے لئے) کہ (لوگوں کو) ڈراؤ کہ شان یہ ہے نہیں ہے کوئی حاجت روا سوائے میرے پس مجھی سے ڈرو »

12. "ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ ٱلْكِتَٰبَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُۥ عِوَجَا [سورة الکہف 1:18]

« سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جنہوں نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب بھیجی اور اس (کتاب) میں کوئی کجی نہیں رکھی »

13. "مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ﴿٢﴾ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴿٣﴾ [سورة طٰہٰ 2:20-3]

« (اے محمد ﷺ) نہیں بھیجا ہم نے آپ پر تاکہ آپ تنگ ہو جائیں مگر اس شخص کی نصیحت کے لئے جو (اللہ سے) ڈرتا ہے »

14. "تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا [سورة الفرقان، 1:25]

« وہ ذات برکت ڈالنے والی ہے جس نے اپنے بندے پر فرق کرنے والی ((کتاب حق و باطل کے درمیان) نازل فرمائی تاکہ مخلوق (جن و انس) کو ڈرانے والا ہو جائے »

15. "وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُۥ لَفِى زُبُرِ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ [سورة الشعراء 192:26-196]

« اور یہ (قرآن مجید) پروردگار عالم کی طرف سے بھیجا گیا ہے اس کو امانت دار روح (یعنی جبریل) لے کر اُترا ہے۔ تمہارے دل پر (اے نبی ﷺ) تاکہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو جاؤ۔ عربی کی واضح زبان میں۔ بلاشبہ اس کا تذکرہ گذشتہ کتابوں میں تھا »

16. "تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ لَا رَيۡبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ [سورة السجدة 32:2]

« اس کتاب کا نازل کیا جانا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے »

17. "كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ إِلَيۡكَ مُبَٰرَكٞ لِّيَدَّبَّرُوٓاْ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ [سورة ص 38:29]

« (یہ عظیم الشان) کتاب جو ہم نے آپ پر بھیجی ہے برکت والی (کتاب) تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں سوچ بچار کریں اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں »

18. "تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡحَكِيمِ ۝١ إِنَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ فَٱعۡبُدِ ٱللَّهَ مُخۡلِصٗا لَّهُ ٱلدِّينَ ۝٢ [سورة الزمر 39:1-2]

« اس کتاب کا بھیجا جانا اللہ کی طرف سے جو غالب، حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف بھیجی ہے تا کہ حق ظاہر ہو جائے پس اللہ کی عبادت کرو اس حال میں کہ خالص اسی کے لئے دین ہو »

19. "تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡعَلِيمِ [سورة غافر 40:2]

« اس کتاب کا بھیجا جانا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب اور جاننے والا ہے »

20. "تَنزِيلٞ مِّنَ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝٢ كِتَٰبٞ فُصِّلَتۡ ءَايَٰتُهُۥ قُرۡءَانًا عَرَبِيّٗا لِّقَوۡمٖ يَعۡلَمُونَ ۝٣ [سورة فصلت 41:2-3]

« اس کتاب کا اتارا جانا عام مہربان اور خاص مہربان ذات کی طرف سے ہے۔ (یہ عظیم الشان) کتاب جس کی آیتیں واضح کی گئی ہیں پڑھنے والی کتاب، عربی (کی واضح زبان) میں اس قوم کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں »

21. "وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡمُبِينِ ۝٢ إِنَّا جَعَلۡنَٰهُ قُرۡءَٰنًا عَرَبِيّٗا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُونَ ۝٣ وَإِنَّهُۥ فِيٓ أُمِّ ٱلۡكِتَٰبِ لَدَيۡنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝٤ [سورة الزخرف 43:2-4]

« کتاب روشن گواہ ہے [7] کہ ہم نے اس کو پڑھنے والی کتاب، عربی (کی واضح زبان) میں بنایا ہے تا کہ تم سمجھو اور بلاشبہ یہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں اونچے مرتبے والی اور حکمت والی (کتاب) ہے »

22. "وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡمُبِينِ ۝٢ إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةٖ مُّبَٰرَكَةٍۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝٣ [سورة الدخان 44:2-3]

« کتاب روشن گواہ ہے۔ بلاشبہ ہم نے اس قرآن کو اس رات میں بھیجا ہے جس میں برکت ڈالی گئی ہے۔ یقیناً ہم ڈرانے والے ہیں »

23. "تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡحَكِيمِ [سورة الجاثیہ 45:2، سورة الاحقاف 46:2]

« اس کتاب کا اُتارا جانا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے »

24. "وَكِتَٰبٖ مَّسۡطُورٖ ۝٢ فِي رَقّٖ مَّنشُورٖ ۝٣ [سورة الطور 52:2-3]

« اور (وہ) کتاب گواہ ہے جو کھلے اوراق میں لکھی ہوئی ہے »

قرآن مجید کے اسماء[8]

سیوطی[9] نے الاتقان فی علوم القرآن[10] میں قرآن مجید کے متعدد نام قرآن ہی سے ذکر کئے ہیں[11]۔اور قرآن مجید کے جملہ اسماء مشتقات ہیں اور اسم مشتق ذات مع الوصف پر دلالت کرتا ہے[12]۔اور قاعدہ ہے کہ:"كثرة الاسماء تدل على كثرة الصفات » « زیادہ نام زیادہ صفات پر دلالت کرتے ہیں » [13]

1. قرآن[14]

شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ [سورۃ البقرۃ2:185]

« رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے »

2. قرآن کریم[15]

"إِنَّهُۥ لَقُرۡءَانٌ كَرِيمٌ [سورۃ الواقعۃ56:77]

« بلاشبہ یہ قرآن عزت والا ہے »

3. کتاب[16]

"ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ [سورۃ البقرۃ2:2]

« یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ اللہ کی طرف سے ہے) »

4. بشری [خوشخبری دینے والی کتاب]

"قُلۡ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيلَ فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلۡبِكَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَهُدًى وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُؤۡمِنِينَ [سورۃ البقرۃ2:97]

« کہہ دیجیئے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو (تو اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہے) کیونکہ وہ اس (قرآن مجید) کو اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر لایا ہے، گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور ہدایت اور ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے »

5. علم

وَلَئِنِ ٱتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم بَعۡدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلۡعِلۡمِ [سورۃ البقرۃ2:120]

« اور اگر آپ نے ان کے خواہشات کی تابعداری کی بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم (یعنی قرآن) آیا ہے »

6. عروۃ وثقیٰ [مضبوط کڑا]

"فَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَا [سورۃ البقرۃ2:256]

« اور جو کوئی غیر اللہ کی عبادت سے انکار کرے اور اللہ (کی توحید) پر ایمان لائے پس اس نے مضبوط کڑے (یعنی قرآن مجید) کو تھام لیا جس کے لئے ٹوٹنا نہیں ہے »

7. حق:

"إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلۡقَصَصُ ٱلۡحَقُّ [سورۃ آل عمران3:62]

« بے شک یہ (قرآن مجید) حق بیان ہے »

8. حبل اللہ[17] [اللہ کی رسی]

"وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُواْ [سورۃ آل عمران3:103]

« اور اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھامو اور اس سے الگ مت ہوں »

9. بیان:

"هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ [سورۃ آل عمران 138:3]

« یہ (قرآن مجید) عام لوگوں کے لئے بیان ہے اور پرہیز گاروں کے لئے توفیق و نصیحت ہے »

10. منادی[18] [آواز دینے والا]

"رَّبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَٰنِ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا [سورۃ آل عمران 193:3]

« اے ہمارے رب! بے شک ہم نے ایک آواز دینے والی (یعنی قرآن مجید) کی آواز سنی جو ایمان کی طرف صدا لگا رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے »

11. نور[19] [روشنی]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا [سورۃ النساء 174:4]

« اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس آچکی ہے دلیل تمہارے رب کی جانب سے اور بے شک ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے واضح روشنی »

12. مھیمن[20] [گذشتہ آسمانی کتابوں کی نگہبانی کرنے والی کتاب]

"وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ [سورۃ المائدۃ 48:5]

« اور ہم نے تمہاری طرف (اے محمد صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کتاب بھیجی ہے تاکہ حق ظاہر ہو جائے، گذشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان پر نگہبان ہے »

13. عدل[21] [انصاف]

"وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا [سورۃ الانعام 115:6]

« اور کامل ہے تمہارے رب کا کلام سچائی اور انصاف میں »

14. صراط مستقیم [سیدھا راستہ]

"وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ [سورۃ الانعام 153:6]

« اور بے شک یہ (قرآن مجید) میرا سیدھا رستہ ہے اس کے پیچھے چلو اور دیگر راستوں کی تابعداری نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اس کے رستے سے الگ کر دیں گے »

15. کلام اللہ[22]:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ٱسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ [سورۃ التوبۃ 6:9]

« اور اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام (یعنی قرآن مجید سنے) »

16. موعظ [نصیحت]، ہدایت[23] اور رحمت

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ [سورۃ یونس 57:10]

« اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے رب کی جانب سے اور علاج ہے ان (باطنی امراض) کا جو سینوں میں ہیں اور ہدایت و رحمت ہے ایمان والوں کے لئے »

17. عربی[24] [عربی کی فصیح زبان میں نازل ہونے والی کتاب]

إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ قُرۡءَٰنًا عَرَبِيّٗا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُونَ [سورۃ یوسف2:12]

« بے شک ہم نے اس کو پڑھنے والی کتاب، عربی زبان میں بھیجا ہے تاکہ تم سمجھ سکو »

18. احسن القصص[25] [خوبصورت بیان]

"نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ أَحۡسَنَ ٱلۡقَصَصِ بِمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ [سورۃ یوسف3:12]

« ہم بیان کرتے ہیں آپ پر (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) خوبصورت بیان[26] اس وجہ سے کہ ہم نے وحی کی ہے آپ پر اس قرآن کی »

19. بلاغ[27] [تبلیغ کی کتاب]

هَٰذَا بَلَٰغٞ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُواْ بِهِۦ وَلِيَعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ وَلِيَذَّكَّرَ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ [سورۃ ابراہیم52:14]

« یہ (قرآن مجید) لوگوں کو پہنچانا ہے اور تاکہ ڈرایا ہے اس کے ذریعے (لوگوں کو) اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک وہی اکیلے حاجت روا ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں »

20. ہادی [راستہ دکھانے والی کتاب]

إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَهۡدِي لِلَّتِي هِيَ أَقۡوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ أَجۡرٗا كَبِيرٗا [سورۃ الاسراء9:17]

« یقیناً یہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو بہت سیدھا ہے اور خوشخبری دیتا ہے اُن ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں۔ کہ بلاشبہ اُن کے لئے بڑا اجر ہے »

21. شفاء[28] [علاج]

"وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلۡقُرۡءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٞ وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ [سورۃ الاسراء82:17]

« اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن میں سے وہ چیز جو علاج اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے »

22. قیم[29] [دلائل کے اعتبار سے مضبوط کتاب]

قَيِّمٗا لِّيُنذِرَ بَأۡسٗا شَدِيدٗا مِّن لَّدُنۡهُ وَيُبَشِّرَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ أَجۡرًا حَسَنٗا [سورۃ الکھف2:18]

«مضبوط کتاب (دلائل کے اعتبار سے) تاکہ (لوگوں کو) اپنی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور خوشخبری دے ان ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لئے اچھا اجر ہے »

23. ذکر[30] مبارک [یاداشت / نصیحت اور خیر وبرکت کی کتاب]

"وَهَٰذَا ذِكۡرٞ مُّبَارَكٌ أَنزَلۡنَٰهُۚ أَفَأَنتُمۡ لَهُۥ مُنكِرُونَ [سورۃ الانبیاء50:21]

« اور یہ (قرآن) نصیحت ہے، خیر اور برکت والی کتاب جو ہم نے بھیجی ہے »

24. فرقان[31] [حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب]

"تَبَارَكَ ٱلَّذِي نَزَّلَ ٱلۡفُرۡقَانَ عَلَىٰ عَبۡدِهِۦ لِيَكُونَ لِلۡعَٰلَمِينَ نَذِيرًا [سورۃ الفرقان1:25]

« خیر اور برکت ڈالنے والا وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرق کرنے والی کتاب بھیجی تاکہ مخلوق کو ڈرانے والا ہو جائے »

25. تنزیل [نازل کردہ کتاب]

"وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ [سورۃ الشعراء26:192]

« اور بلاشبہ اس کتاب کا بھیجا جانا پروردگار عالم کی طرف سے ہے »

26. نبأ عظیم [بڑی خبر]

"قُلْ هُوَ نَبَؤٌا۟ عَظِيمٌ [سورۃ ص38:67]

« کہہ دیجئے یہ (قرآن مجید) بڑی خبر ہے »

27. احسن الحدیث[32]، مثانی، متشابہ [خوبصورت کلام جس کے مضامین مکرر اور ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں]

"ٱللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ ٱلْحَدِيثِ كِتَٰبًا مُّتَشَٰبِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ ٱلَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ ٱللَّهِ [سورۃ الزمر39:23]

« اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل کیا ہے ایسی کتاب جس کی باتیں آپس میں ایک جیسی ہیں بار بار دہرائی جانے والی، کانپ اٹھتے ہیں اس سے ان لوگوں کے بدن جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل اللہ کی کتاب کی طرف متوجہ ہو کر نرم ہوتے ہیں »

28. صدق [سچ]

"وَٱلَّذِى جَآءَ بِٱلصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِۦٓ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُتَّقُونَ [سورۃ الزمر39:33]

« اور جو شخص سچ کے ساتھ آئے اور سچ کی تصدیق کرے یہی لوگ پرہیزگار ہیں »

29. بشیر، نذیر[33] [ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو ڈرانے والی کتاب]

"بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ [سورۃ فصلت41:4]

« خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا پس ان میں سے اکثر نے اعراض کیا پس وہ (اللہ کی کتاب کو) نہیں سنتے »

30. روح[34] [روح کی غذا اور روح کا علاج]

"وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِى مَا ٱلْكِتَٰبُ وَلَا ٱلْإِيمَٰنُ وَلَٰكِن جَعَلْنَٰهُ نُورًا نَّهْدِى بِهِۦ مَن نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ [سورۃ الشوریٰ42:52]

« اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے روح (یعنی قرآن مجید) کی۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب (کا بیان) اور نہ ہی ایمان (کی تفصیلات) لیکن ہم نے اس کو روشنی ٹھہرایا ہے ہم اس کے ذریعے توفیق دیتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اور یقیناً آپ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں »

31. کتاب مبین [واضح کتاب]

وَٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُبِينِ [سورۃ الزخرف43:2]

« اور روشن کتاب گواہ ہے »

32. علی حکیم [اونچے مرتبے والی اور حکمت سے بھری کتاب]

"وَإِنَّهُۥ فِىٓ أُمِّ ٱلْكِتَٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِىٌّ حَكِيمٌ [سورۃ الزخرف43:4]

« اور بلاشبہ یہ ہمارے ہاں لوح محفوظ میں اونچے مرتبے والی، حکمت والی کتاب ہے »

33. بصائر [دل کو بینائی دینے والے دلائل کی کتاب]

هَٰذَا بَصَٰٓئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ [سورۃ الجاثیۃ45:20]

« یہ (قرآن) دل کی بینائی ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور رحمت ہے یقین کرنے والی قوم کے لئے »

34. حکمۃ بالغۃ[35] [دانشمندی کی انتہاء تک پہنچانے والی کتاب]

"حِكْمَةٌۢ بَٰلِغَةٌۖ فَمَا تُغْنِ ٱلنُّذُرُ [سورۃ القمر 5:54]

« انتہاء کو پہنچانے والی حکمت ہے۔ پر ڈرانے نے کوئی فائدہ نہیں دیا »

35. تذکرۃ [یاداشت]

"وَإِنَّهُۥ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ [سورۃ الحاقۃ 48:69]

« اور بلاشبہ یہ پرہیز گاروں کے لئے یاداشت ہے »

36. عجب [عجیب کتاب]

"قُلْ أُوحِىَ إِلَىَّ أَنَّهُ ٱسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَقَالُوٓا۟ إِنَّا سَمِعْنَا قُرْءَانًا عَجَبًا " [سورۃ الجن 1:72]

« کہہ دیجیے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ شان یہ ہے جنات کے ایک ٹولے نے (توجہ سے) سنا پس انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن (پڑھنا) سنا »

37. صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ[36] [عزت والے، اونچے اور پاک صحیفے]

"فِى صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾ مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ ﴿١٤﴾ بِأَيْدِى سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ " [سورۃ عبس 80:13-16]

« قابل تکریم صحیفوں میں، اونچے مرتبے والے، پاکیزہ ہیں، ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں، جو بڑی عزت والے (اور) نیک ہیں »

38. قول فصل[37] [فیصلہ کن قول]

"إِنَّهُۥ لَقَوْلٌ فَصْلٌ [سورۃ الطارق 13:86]

« بے شک یہ قرآن ایک فیصلہ کن بات ہے »

39. مجید[38] [عظمت والی کتاب]

"بَلْ هُوَ قُرْءَانٌ مَّجِيدٌ [سورۃ البروج 21:85]

« بلکہ یہ قرآن بزرگی والا ہے »

وہ نام جو سیوطی نے ذکر نہیں کئے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

40. خیر کثیر[39] [بہت خیر والی کتاب]

"يُؤْتِى ٱلْحِكْمَةَ مَن يَشَآءُۚ وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِىَ خَيْرًا كَثِيرًا " [سورۃ البقرۃ 269:2]

« اللہ قرآن مجید کا فہم جسے چاہے دیتا ہے اور جس کسی کو فہم قرآن دیا گیا تو بے شک اسے ڈھیر سارا خیر دیا گیا »

41. سبیل اللہ[40] [اللہ کی راہ]

"قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَآءُۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ " [سورۃ آل عمران 99:3]

« آپ فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب تم کیوں (لوگوں کو) روکتے ہو اللہ کی راہ (قرآن مجید) سے اس شخص کو جو ایمان لائے، تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو، اور اللہ غافل نہیں ہے اُن (کاموں) سے جو تم کرتے ہو »

42. نعمۃ اللہ

"وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا وَكُنتُمۡ عَلَىٰ شَفَا حُفۡرَةٖ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنۡهَاۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ " [سورۃ آل عمران 103:3]

« اور تم سب مل کر اللہ کی رسی (یعنی قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھامو اور اس سے الگ مت ہوں، اور اللہ کی نعمت (یعنی قرآن مجید) کو اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے سو اُس نے تمہارے دلوں کے مابین محبت پیدا کی پس تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اُس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ بیان فرماتا ہے تمہارے لیے اپنی آیات تا کہ تم سیدھا رستہ پاؤ »

43. برہان[41] [دلیل]

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَكُم بُرۡهَٰنٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ نُورٗا مُّبِينٗا " [سورۃ النساء 174:4]

« اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس آئی ہے تمہارے رب کی طرف سے دلیل اور ہم نے بھیجی ہے تمہاری طرف واضح روشنی »

44. حکم، مفصل [فیصلہ کرنے والی کتاب، تفصیلی اور واضح کتاب]

"أَفَغَيۡرَ ٱللَّهِ أَبۡتَغِي حَكَمٗا وَهُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡكِتَٰبَ مُفَصَّلٗاۚ وَٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَعۡلَمُونَ أَنَّهُۥ مُنَزَّلٞ مِّن رَّبِّكَ بِٱلۡحَقِّۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡمُمۡتَرِينَ " [سورۃ الانعام 114:6]

« کیا میں اللہ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں اور حال یہ ہے کہ اُس نے تمہاری طرف مفصل کتاب بھیجی ہے، اور وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب (کی فہم) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ آپ کے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے تا کہ حق ظاہر ہو جائے۔ سو آپ مت ہوں شک کرنے والوں میں سے »

45. بینۃ [دلیل]

"فَقَدۡ جَآءَكُم بَيِّنَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ " [سورۃ الانعام 157:6]

« تحقیق تمہارے پاس آئی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت »

46. حجۃ بالغۃ[42] [واضح اور ظاہر دلیل / مقصود تک پہنچانے والی دلیل]

"قُلۡ فَلِلَّهِ ٱلۡحُجَّةُ ٱلۡبَٰلِغَةُۖ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدَىٰكُمۡ أَجۡمَعِينَ [سورۃ الانعام 149:6]

« آپ فرما دیجیے کہ اللہ ہی کے لیے دلیل واضح ہے۔ سو اگر وہ (جبری ایمان) چاہتا تو تم سب کو توفیق دیتا »

47. فضل اللہ[43]

"قُلۡ بِفَضۡلِ ٱللَّهِ وَبِرَحۡمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُواْ هُوَ خَيۡرٞ مِّمَّا يَجۡمَعُونَ " [سورۃ یونس 57:10]

« آپ فرما دیجئے اللہ کے فضل (یعنی قرآن پر) اور اللہ کی رحمت سے (کہ تمہیں اس کا اہل بنایا) چاہیئے کہ بار بار خوشی منائیں یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں »

48. اسم[44]

"فِي بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرۡفَعَ وَيُذۡكَرَ فِيهَا ٱسۡمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلۡغُدُوِّ وَٱلۡأٓصَالِ " [سورۃ النور 36:24]

« ایسے گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے (یعنی ان کا ادب واحترام کیا جائے) اور یاد کیا جائے ان میں اللہ کا نام (یعنی قرآن مجید) ان میں ایسے لوگ صبح شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں (جنہیں غافل نہیں کرتے تجارت اور لین دین اللہ کی یاد سے) »

49. **میزان** [تولنے والی کتاب]

”ٱللَّهُ ٱلَّذِیٓ أَنزَلَ ٱلۡكِتَـٰبَ بِٱلۡحَقِّ وَٱلۡمِیزَانَۗ وَمَا یُدۡرِیكَ لَعَلَّ ٱلسَّاعَةَ قَرِیبࣱ [سورۃ الشوریٰ 17:42]

« **اللہ وہ ذات جس نے کتاب کو بھیجا ہے تا کہ حق ظاہر ہو جائے یعنی تولنے والی (کتاب) اور آپ کو کیا پتہ شاید کہ قیامت قریب ہو** » [45]

50. **وعید** [ڈرانے والی کتاب]

”قَالَ لَا تَخۡتَصِمُوا۟ لَدَیَّ وَقَدۡ قَدَّمۡتُ إِلَیۡكُم بِٱلۡوَعِیدِ “ [سورۃ ق 28:50]

« **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو گا میرے سامنے جھگڑا مت کرو اور میں نے تمہارے پاس پہلے سے وعید (یعنی کتاب) بھیج دی تھی** »

حكمة نزول القرآن : قرآن مجید کے نازل کرنے کی حکمت

قرآن مجید کے نازل کرنے کی حکمت یہ ہے:

إخراجُ الناسِ من ظلمات العوائدِ الفاسدة الزائغةِ الشركية والكفرية والبدعية والرسومِ الباطلةِ إلى نورِ التوحيدِ والسنةِ وإبلاغُ الأحكام الشرعية وتنذيرُ المنكرين وتبشيرُ المطيعين والتدبُّرُ فى آياته والتذكيرُ بمواضعِ الجنةِ [46]

« شرک، کفر، بدعت اور باطل رسومات کی ٹیڑھی اور فاسد عادتوں کی تاریکیوں سے لوگوں کو توحید اور سنت کی روشنی کی طرف نکالنا، انہیں شریعت کے احکام پہنچانا، منکرین کو ڈرانا اور تابعداروں کو خوشخبری دینا، اس کی آیات میں تدبر کرنا اور جہاں جہاں جنت کا ذکر کیا گیا ہے ان مقامات سے نصیحت حاصل کرنا »

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیات دیکھی جائیں:

1. ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدًى لِّلۡمُتَّقِينَ [سورة البقرة2:2]

« یہ کتاب شک نہیں ہے اس میں (کیونکہ اللہ کی طرف سے ہے) ثابت قدمی ہے پرہیز گاروں کے لئے »

2. وَأَنذِرۡ بِهِ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحۡشَرُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ لَيۡسَ لَهُم مِّن دُونِهِۦ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُونَ [سورة الانعام6:51]

« اور آپ ڈرائیں اس (قرآن) کے ذریعے ان لوگوں کو جو اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جانے سے ڈرتے ہیں کہ نہ ہو گا ان کے لئے کوئی مدد گار اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا تاکہ یہ لوگ ڈر جائیں »

3. "وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ ٱلَّذِي بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ ٱلۡقُرَىٰ وَمَنۡ حَوۡلَهَا" [سورة الانعام6:92]

« اور یہ (عظیم الشان) کتاب ہم نے اسے بھیجا ہے بڑی برکت والی (کتاب) تصدیق کرنے والی اُن (کتابوں) کی جو اس سے پہلے ہیں۔ اور تاکہ آپ ڈرائیں مکہ والوں کو اور اُنہیں جو اس کے ارد گرد ہیں »

4. "أَوۡ تَقُولُواْ لَوۡ أَنَّآ أُنزِلَ عَلَيۡنَا ٱلۡكِتَٰبُ لَكُنَّآ أَهۡدَىٰ مِنۡهُمۡۚ فَقَدۡ جَآءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَرَحۡمَةٌۚ فَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَصَدَفَ عَنۡهَاۗ سَنَجۡزِي ٱلَّذِينَ يَصۡدِفُونَ عَنۡ ءَايَٰتِنَا سُوٓءَ ٱلۡعَذَابِ بِمَا كَانُواْ يَصۡدِفُونَ " [سورة الانعام6:157]

« یا تم (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم زیادہ ہدایت والے ہوتے ان (لوگوں) سے۔ سو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے دلیل اور ہدایت اور رحمت۔ سو اس سے زیادہ ظالم کون ہے (یعنی نہیں ہے) جو جھٹلائے اللہ کی آیات کو اور ان سے منہ موڑے، ہم عنقریب ان لوگوں کو ہماری آیات سے روگردانی کی وجہ سے بڑے عذاب کی سزا دیں گے »

5. ﴿ كِتَٰبٌ أُنزِلَ إِلَيۡكَ فَلَا يَكُن فِي صَدۡرِكَ حَرَجٌ مِّنۡهُ لِتُنذِرَ بِهِۦ وَذِكۡرَىٰ لِلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾ [سورة الاعراف7:2-3]

« یہ (عظیم الشان) کتاب ہے جو اتاری گئی ہے آپ کی طرف (اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) پس آپ کے دل میں اس کی وجہ سے کوئی تنگی نہیں ہونی چاہیے (اور اس لئے بھیجی گئی ہے) تاکہ آپ اس کے ذریعے (لوگوں کو) ڈرائیں اور ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے »

6. ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ قُلۡ بِفَضۡلِ ٱللَّهِ وَبِرَحۡمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُواْ هُوَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُونَ ﴾ [سورة یونس10:57-58]

« اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے اور ان (باطنی امراض) کا علاج جو سینوں میں ہیں اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ کہہ دیجیے کہ اللہ کے فضل (یعنی قرآن) اور اس کی رحمت سے (کہ تمہیں اس کا اہل بنایا)، پس چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں۔ یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں »

7. ﴿فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقْرَءُونَ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ﴾ [سورۃ یونس 94:10]

« پس اگر آپ اس چیز سے شک میں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تو پھر ان لوگوں سے پوچھئے جو آپ سے پہلے سے کتاب پڑھتے آرہے ہیں۔ بیشک آپ کے پاس حق (یعنی قرآن مجید) آپ کے رب کی طرف سے آگیا ہے پس آپ شک کرنے والوں سے نہ ہوں »

8. ﴿ كِتَٰبٌ أُحْكِمَتْ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ [سورۃ ہود 1:11]

« یہ (عظیم الشان) کتاب جس کے دلائل کو مضبوط کیا گیا ہے پھر حکمت والے اور خبر دار ذات کی طرف سے ان کی وضاحت کی گئی ہے »

9. إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ [سورۃ یوسف 2:12]

« بے شک ہم نے پڑھنے والی (کتاب)، اور عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم اچھی طرح سمجھ سکو »

10. ﴿كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ ٱلنَّاسَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَمِيدِ﴾ [سورۃ ابراہیم 1:14][47]

« یہ (عظیم الشان) کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی تاکہ آپ لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں یعنی اس کی راہ کی طرف جو غالب ہے اور تعریف کیا ہوا »

11. ﴿يُنَزِّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ بِٱلرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦٓ أَنْ أَنذِرُوٓا۟ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ﴾ [سورۃ النحل 2:16]

« وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر نازل فرماتا ہے کہ اس بات سے (لوگوں کو) ڈراؤ کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے سو مجھی سے ڈرو »

12. إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ [سورۃ طہ 3:20]

« مگر (یہ قرآن) اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو اللہ سے ڈرے »

13. تِلْكَ ءَايَٰتُ ٱلْقُرْءَانِ وَكِتَابٍ مُّبِينٍ هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ [سورۃ النمل 27:1-2]

« یہ قرآن کی آیات ہیں یعنی واضح کتاب کی، ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے »

14. كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ [سورۃ ص 29:38]

« یہ عظیم الشان، خیر و برکت والی کتاب ہم نے اسے آپ کی طرف نازل کیا تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں »

15. ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ ٱلْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِى ٱلْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِى ٱلسَّعِيرِ﴾ [سورۃ الشوریٰ 7:42]

« اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف قرآن عربی کی وحی بھیجی تاکہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا »

16. حِكْمَةٌۢ بَٰلِغَةٌ ۖ فَمَا تُغْنِ ٱلنُّذُرُ [سورۃ القمر 5:54] « انتہاء کو پہنچانے والی حکمت ہے۔ پر ڈرانے نے کوئی فائدہ نہیں دیا »

قرآن مجید کے مخاطبین:

قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے اس کے لہجہ خطاب اور طریقہ کو سمجھنا ضروری ہے۔ کہ قرآن کا مخاطب کون ہے اور وہ کس سے بحث و مباحثہ کر رہا ہے[48]؟ جب تک قرآن مجید کے اس طریق کو نہیں سمجھا جائے گا اس وقت تک قرآن مجید کے مضامین کو ذہن نشین کرنا مشکل ہے۔ حالیہ زمانے میں اکثر علماء کی یہ حالت ہے کہ وہ قرآن مجید کا ترجمہ کرتے وقت اس لئے غلطی کرتے ہیں کہ وہ اسے صرف اگلوں کی قصے کہانیاں خیال کرتے ہیں[49]۔ مختصر تمہید کے بعد یہ بات جان لو کہ قرآن مجید بنیادی طور پر دو قسم کے لوگوں سے خطاب کرتا ہے:

1. منقادین
2. غیر منقادین

دونوں کے احوال اور صفات ذکر کرتا ہے۔ منقادین سے متعلق بشارت (دنیوی اور اخروی)، تسلی، تشجیع اور ربط قلب ذکر کرتا ہے جبکہ غیر منقادین کو زجر، تخویف اور ختم قلب کے ذریعے انذار دیتا ہے[50]۔ غیر منقادین فرقے چار ہیں:[51]

1. مشرکین
2. یہود
3. نصاریٰ
4. منافقین

ذیل میں مذکورہ چاروں فرقوں کو ان کے عقائد اور نظریات کے ساتھ تفصیلا بیان کیا جاتا ہے:

1. مشرکین:

قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے مخاطبین قرآن میں مشرکین کی تفصیل اور شرک کی اقسام بیان کرنا ضروری ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے یہ تفصیل قرآن مجید میں خود بیان کی ہے ۔ شرک سے منع کیا ہے اور اسی شرک کی تردید کے لئے اس نے پیغمبروں کی بعثت اور آسمانی کتابوں کو نازل فرمایا ہے۔ شرک سے اجتناب کئے بغیر نفس کی اصلاح، تزکیہ اور تکمیل ممکن نہیں۔ اور شرک ہی سابقہ امتوں کی ہلاکت کا بنیادی سبب ہے۔ قرآن مجید مشرکین کے ساتھ مسئلہ توحید پر بحث کرتا ہے اور ان میں موجود شرکیہ صفات کی تردید کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں دیگر فرقوں کی بہ نسبت زیادہ تر خطاب دو گروہوں سے ہے :

1. موحدین (اہل توحید)
2. مشرکین

قرآن مجید موحدین کی تعریف اور مدح کرتا ہے جبکہ مشرکین کی مذمت کرتا ہے۔ اول الذکر کو بشارت اور ثانی الذکر کو تخویف دیتا ہے۔ مشرکین اور موحدین چند باتوں میں متفق اور کچھ میں مختلف ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ کیا عقیدہ ہے جس کی وجہ سے وہ مشرک کہلاتے ہیں اور ان پر شرک کا حکم لگایا جاتا ہے؟

اتفاقی امور:

جن امور میں مشرکین کا اہل توحید کے ساتھ اتفاق ہے وہ یہ کہ وہ بھی اللہ کو رازق، مدبر اور مالک ماننے کا اقرار کرتے ہیں۔ کائنات کے امور عظام میں وہ بھی صرف اللہ کے تصرف کے قائل ہیں اور اس میں وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔[52]

مشرکین کے عقائد:

1. مشرکین اللہ کو سمع وبصر کا مالک، زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا اور سارے امور کی تدبیر کرنے والا سمجھتے تھے:

﴿قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ [سورۃ یونس10 :31]

« آپ فرمادیجئے وہ کون ہے جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر خود فرماتا ہے سو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ تو آپ فرمادیجئے کہ پھر (اللہ سے) کیوں نہیں ڈرتے ہو »

2. مشرکین دریا میں صرف اللہ کو پکارتے تھے:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا [سورۃ بنی اسرائیل17 :67]

« اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر وہ جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دیدیتا ہے تو روگردانی کرتے ہو۔ اور انسان بڑا ناشکرا ہے »

3. مشرکین اس بات کے قائل تھے کہ اللہ زمین، ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا مالک ہے اور ہر چیز اسی کے ہاتھ میں ہے:

قُل لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَن فِيهَا إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَن بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ فَأَنَّىٰ تُسْحَرُونَ ﴿٨٩﴾ [سورۃ المؤمنون23 :84-88]

« آپ فرمادیجیے کس کے لیے ہے زمین اور وہ جو اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ جلد ہی وہ کہیں گے کہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ آپ فرمائیے پھر کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ آپ فرمادیجیے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ جلد ہی وہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہے۔ آپ فرمادیجیے کہ پھر تم کیوں (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ آپ فرمائیے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟ جلد ہی وہ کہیں گے کہ خاص اللہ ہی کے لئے ہے۔ آپ فرمادیجیے کہ پھر تم کہاں سے جادو کئے گئے ہو؟ »

سَيَقُولُونَ میں سین کے ساتھ جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک بدیہی امر ہے اور بغیر کسی سوچ بچار کے فوری جواب دیں گے۔

4. مشرکین اللہ کو زمین و آسمان کا خالق سمجھتے تھے۔ یہ عقیدہ تھا کہ سورج چاند اسی کے تابع ہیں، بارش وہی برساتا ہے اور اس کے ذریعے خشک زمین کو وہی تازہ کرتا ہے۔ دریا میں صرف اللہ کو پکارتے تھے۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ [سورۃ العنکبوت29 :61]

« اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا تو ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے، سو وہ پھر کہاں الٹے جا رہے ہیں »

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ [العنکبوت29 :63]

« اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی موت کے بعد پانی کے ذریعہ اس کو زندہ کیا تو وہ ضرور ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ فرما دیجیے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں سمجھتے »

فَإِذَا رَكِبُوا۟ فِى ٱلْفُلْكِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ [سورة العنكبوت 65:29]

« سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خوب خالص اعتقاد کر کے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک شرک کرنے لگتے ہیں »

5. مصیبت میں اللہ کو پکارتے تھے جبکہ راحت میں شرک کا ارتکاب کرتے تھے:

وَإِذَا مَسَّ ٱلنَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا۟ رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَآ أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ [سورة الروم 33:30]

« اور جب لوگوں (یعنی مشرکین) کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں (اس حال میں) کہ اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پھر جب اللہ انہیں اپنی رحمت کا کچھ مہربانی چکھاتا ہے تو اچانک ان سے بعض اپنے رب کے ساتھ اوروں کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں »

6. وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۚ قُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ [سورة لقمان 25:31]

« اور اگر آپ ان سے (یعنی مشرکین) پوچھیں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا فرمایا۔ آپ فرما دیجیے کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لیے ہیں بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے »

7. وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَٱلظُّلَلِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِـَٔايَـٰتِنَآ إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ [سورة لقمان 32:

« اور جب انہیں سائبانوں کی طرح موج ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اپنے دین (یعنی پکار) کو خالص کر کے اللہ کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے بعض راہ اعتدال (یعنی توحید) پر چلتے ہیں۔ اور ہماری آیتوں کا ہر وہ شخص انکار کرتا ہے جو عہد توڑنے والا، ناشکرا ہو »

8. وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَـٰنَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُۥ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُۥ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِىَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا۟ إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَـٰبِ ٱلنَّارِ [سورة الزمر 8:39]

« اور جب (مشرک) انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے (اس حال میں) کہ اسی کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو اس بات کو بھول جاتا ہے جس کے لیے وہ اس سے پہلے (اللہ کو) پکار رہا تھا اور اللہ کے لیے شریک ٹھہراتا ہے تاکہ اس کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کرے، آپ فرما دیجیے کہ تو اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لے بلاشبہ تو جہنمیوں میں سے ہے »

9. وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلْعَزِيزُ ٱلْعَلِيمُ [سورة الزخرف 9:43]

« اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ضرور کہیں گے کہ انہیں غالب اور جاننے والے نے پیدا فرمایا ہے »

مشرکین کے اعمال:

1. مشرکین خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے:

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ ٱلْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا۟ ٱلْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ [سورة الانفال 35:8]

« اور ان کی نماز بیت اللہ کے نزدیک نہیں تھی مگر سیٹیاں بجانا اور تالیاں پیٹنا۔ سو عذاب چکھ لو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے »

2. مشرکین حاجیوں کو پانی پلاتے اور مسجد حرام کو تعمیر کرتے تھے:

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ ٱلْحَآجِّ وَعِمَارَةَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ كَمَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأَخِرِ وَجَٰهَدَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُۥنَ عِندَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ [سورۃ التوبۃ9:19]

« کیا تم حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص کے برابر قرار دیتے ہو جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ لوگ برابر نہیں ہیں۔ اور اللہ ظالم قوم کو توفیق نہیں دیتا »

اس کے علاوہ وہ بیت الحرام کا حج بھی کرتے تھے۔ عبد الکریم شہرستانی[53] اپنی کتاب "الملل والنحل" میں ذکر کرتے ہیں: یمن سے " عَكّ "[54] قبیلہ حج کے لئے آتا، اور وہ برہنہ حج کرتے کیونکہ ان کے مطابق جن کپڑوں میں انہوں نے گناہ کئے ہیں ان میں مناسک حج کی ادائیگی مناسب نہیں[55]۔ دو کالے لڑکوں کو قافلے سے آگے آگے چلنے کے لئے مقرر کیا ہوتا اور وہ لڑکے گنگناتے ہوئے کہتے: نحن غرابا عك « ہم عک قبیلہ کے دو کوے ہیں »
پیچھے چلنے والا قافلہ جواب میں کہتا:

"عَكٌّ إليك عَانِيَةْ عِبَادُكَ الْيَمَانِية"

« عک قبیلہ تیرے سامنے برہنہ ہے۔ یمن سے تیرے بندے (حج کے لئے آرہے ہیں) »

اور وہ یہ تلبیہ پڑھتے تھے: "لبيك اللهم لبيك لا شريك لك إلا شريكاً هو لك تملكه وما ملك" « میں (تیرے دربار میں) حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک ہے جسے تونے اختیار دیا ہے اور وہ خود کسی چیز کا مالک نہیں ہے »[56]

اختلافی امور:

جن امور میں مشرکین اور موحدین کا آپس میں اختلاف ہے اور اسی کی وجہ سے وہ مشرکین کہلائے جاتے ہیں وہ ہیں:

1. **مردوں کو پکارنا اور ان سے سفارش طلب کرنا**[57]

اللہ فرماتے ہیں:

- وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ [سورۃ یونس10:18]

« اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی فائدہ دے سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا وہ (سفارشیوں سے) پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں »[58]

- أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلْخَالِصُ ۚ وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ [سورۃ الزمر39:3]

« خبردار اللہ ہی کے لیے دین خالص ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ مددگاروں کو بنایا ہے (وہ کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اسی لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں »

2. **الٰہ کی وحدانیت**[59]

مشرکین اور موحدین کا بنیادی اختلاف ایک الٰہ کے ماننے میں تھا اور اسی لئے قرآن مجید میں لا الٰہ الا اللہ کا جملہ [37][60] مرتبہ آیا ہے[61]۔ [التفسیر الکبیر22:130]
کیونکہ وہ صرف ایک اللہ ہی کے لئے عبادت کی تخصیص کے قائل نہیں تھے، اور وہ اکیلے اللہ کی الوہیت کے بھی منکر تھے:

- ❖ قَالُوٓا۟ أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ ٱللَّهَ وَحْدَهُۥ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَا ۖ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ [سورۃ الاعراف7:70]

«وہ کہتے کہ تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں۔ اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟ تو اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو اسے لے آؤ»

- ❖ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِى ٱلْقُرْءَانِ وَحْدَهُۥ وَلَّوْا۟ عَلَىٰٓ أَدْبَٰرِهِمْ نُفُورًا [سورۃ بنی اسرائیل17:46]

«اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار کا یکتا ذکر کرتے ہو تو وہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں»

- ❖ وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا ٱلَّذِى بَعَثَ ٱللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ ءَالِهَتِنَا لَوْلَآ أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ ٱلْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ [سورۃ الفرقان25:41-42]

«اور یہ لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو مذاق بنا لیتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ کیا یہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ بے شک قریب تھا کہ ہم کو ہمارے مددگاروں سے ضرور بہکا دیتا اگر ہم ان پر نہ ڈٹے ہوتے۔ اور عنقریب جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے کہ سیدھے رستے سے کون بھٹکا ہوا ہے»

- ❖ إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴿٣٦﴾ [سورۃ الصافات37:35-36]

«بے شک یہ مشرکین ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے تو اپنے آپ کو (توحید) سے بڑا جانتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے کی وجہ سے اپنے مددگاروں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟»

- ❖ أَجَعَلَ ٱلْءَالِهَةَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾ وَٱنطَلَقَ ٱلْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ ٱمْشُوا۟ وَٱصْبِرُوا۟ عَلَىٰٓ ءَالِهَتِكُمْ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَىْءٌ يُرَادُ ﴿٦﴾ مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِى ٱلْمِلَّةِ ٱلْءَاخِرَةِ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا ٱخْتِلَٰقٌ ﴿٧﴾ [سورۃ ص38:5-7]

«کیا اس نے سارے مددگاروں کو ایک ہی مددگار بنا دیا۔ بیشک یہ تو بڑی عجیب بات ہے، اور ان کے بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلو اور اپنے حاجت رواؤں پر جمے رہو۔ بلاشبہ یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا گیا ہے (یعنی اس میں کوئی مقصد ہے) ہم نے یہ بات گزشتہ ادیان میں نہیں سنی، بس یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے»

- ❖ وَإِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَحْدَهُ ٱشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ ٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ [سورۃ الزمر39:45]

«اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ ہو جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس (اللہ) کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں»

- ❖ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُۥٓ إِذَا دُعِىَ ٱللَّهُ وَحْدَهُۥ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِۦ تُؤْمِنُوا۟ ۚ فَٱلْحُكْمُ لِلَّهِ ٱلْعَلِىِّ ٱلْكَبِيرِ [سورۃ غافر40:12]

«یہ اس وجہ سے کہ جب صرف اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تھا تو اسے مان لیتے تھے سو فیصلہ اللہ ہی کے لیے ہے جو بلند مرتبے والا اور بڑی شان والا ہے»

- ❖ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُنَا بَيِّنَٰتٍ تَعْرِفُ فِى وُجُوهِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلْمُنكَرَ ۖ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِٱلَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِنَا ۗ قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكُمُ ۗ ٱلنَّارُ وَعَدَهَا ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ [سورۃ الحج22:72]

« اور جب ان پر ہماری آیات واضح واضح پڑھی جاتی ہیں تو اے مخاطب تو کافروں کے چہروں میں ناگواری کو پہچان لے گا۔ قریب ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کر بیٹھیں جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھتے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کیا میں اس سے زیادہ ناگوار چیز نہ بتادوں؟ آگ! جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ فرمایا ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے »

مشرکین اور موحدین کے اس اختلاف پر تفصیل شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ حرانی[62] نے اپنی کتاب "الرد علی المنطقیین" میں کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے لکھا ہے: کہ ان کے ہر بت میں ایک شیطان ہوتا تھا۔[63]

ابن تیمیہ نے فلاسفہ کے شرک کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور ان سے بیزاری کا اظہار انہوں نے ان اشعار کے ذریعے کیا ہے:

برئنا إلی الله من معشر بهم مرض من كتاب الشفا
وكم قلت يا قوم انتم على شفا جرف من كتاب الشفا
فلما استهانوا بتنبيهنا رجعنا إلى الله حتى كفى
فماتوا على دين رسطالس وعشنا على ملة المصطفى

« ہم اللہ کی طرف اس گروہ سے بیزار ہیں، جنہیں (ابن سینا کی) "کتاب الشفا" سے مرض لگا ہے۔ اور کتنی مرتبہ میں نے اپنی قوم کو تنبیہ کی کہ تم لوگ کتاب الشفا کی وجہ سے کمزور کنارے پر کھڑے ہو۔ لیکن جب انہوں نے ہماری تنبیہ پر کان نہیں دھرا تو ہم نے اللہ کی طرف رجوع کیا جو (ہمارے لئے) کافی ہے۔ ان کا خاتمہ ارسطو کے دین پر ہوا اور ہم نے مصطفیٰ ﷺ کے دین پر اپنی زندگی گزاری »[64]

"الٰہ" کا معنی اور عبادت کی تعریف:

عبادت کی تعریف:

عبادت[65] تین اجزاء سے مرکب ہے: بغیر ظاہری اور عادی اسباب کے کسی ذات سے کامل طور پر ڈرنا، اس کے ساتھ کامل محبت اور اس سے پوری امید رکھنا اس کی عبادت کہلاتا ہے۔ عبادت کے تینوں اجزاء اس آیت میں جمع کئے گئے ہیں:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ يَبۡتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلۡوَسِيلَةَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ وَيَرۡجُونَ رَحۡمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُورًا﴾ [سورۃ الاسراء57:17]

« یہ لوگ جنہیں مشرکین پکارتے ہیں (وہ خود) اپنے رب کی طرف قرب کی طلب میں ہیں کہ ان میں سے کون (اللہ کے) زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تمہارے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرایا گیا ہے »

الٰہ[66] کی تعریف:

عبادت کی مذکورہ تینوں اجزاء میں سے غیر اللہ کے لئے اگر ایک بھی جز ثابت کی جائے تو اسے "الٰہ" کہا جاتا ہے "معبود" نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ "الٰہ" اور "معبود" کے مابین فرق ہے اور دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت[67] ہے۔ "معبود" عام مطلق اور "الٰہ" خاص مطلق ہے پس ہر معبود الٰہ ہے اور ہر الٰہ معبود نہیں۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا بنیادی مقصد اللہ تعالی کے لئے الوہیت ثابت کرنا ہے[68]:

پیغمبروں کی دعوت:

1. جملہ انبیاء علیہم السلام

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ﴾ [سورۃ الانبیاء25:21]

« اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے اس کی طرف یہ وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے سو میری ہی عبادت کرو »

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ [سورۃ النحل 36:16]

« اور تحقیق ہم نے ہر ایک امت میں ایک پیغمبر اس بات کے ساتھ بھیجا ہے کہ (اکیلے) اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرو »

2. سیدنا نوح علیہ السلام

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ [سورۃ الاعراف 59:7]

« تحقیق ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! (اکیلے) اللہ کی عبادت کرو نماز میں اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے بیشک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں »

3. سیدنا ہود علیہ السلام

﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ [سورۃ الاعراف 65:7، سورۃ ہود 50:11]

« اور قوم عاد کی طرف ان میں سے ایک ہود (کو بھیجا) انہوں نے کہا اے میری قوم (اکیلے) اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے »

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۖ فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ [سورۃ الاعراف 70:7]

« وہ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم تنہا اللہ کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جس کی عبادت کرتے تھے اسے چھوڑ دیں۔ سو ہمارے پاس وہ چیز لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے »

4. ﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [سورۃ الاعراف 73:7، سورۃ ہود 61:11]

« اور قوم ثمود کی طرف ان میں سے ایک صالح (کو بھیجا) انہوں نے کہا کہ اے میری قوم (اکیلے) اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے »

5. سیدنا ابراہیم علیہ السلام

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾
يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ أَرَاغِبٌ
أَنتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٤٦﴾﴾ [سورۃ مریم 42:19-46]

« جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ! تم اس کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ (تمہاری فریاد) سنتا ہے اور نہ (تمہاری حالت) دیکھ سکتا ہے اور نہ تمہیں ذرہ بھر فائدہ دے سکتا ہے۔ اے میرے باپ! میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا، سو میری اتباع کرو میں تمہیں سیدھا راستہ بتاؤں گا ۔ اے میرے والد! شیطان کی پرستش نہ کرو، بلاشبہ شیطان رحمن کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! بلاشبہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں مہربان ذات کی طرف سے کوئی عذاب پہنچ جائے پھر تم (جہنم میں بھی) شیطان کے دوست بن جاؤ۔ باپ نے کہا کہ ابراہیم کیا تو میرے حاجت رواؤں سے منہ موڑتا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا تو ضرور تجھے سنگسار کروں گا۔ اور عرصۂ دراز کے لئے مجھے چھوڑ دے »

6. سیدنا یعقوب علیہ السلام

﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ [سورة البقرة133:2]

« کیاتم حاضر تھے جس وقت یعقوب کو موت (کی علامات) حاضر ہوئیں، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے ؟ انہوں نے کہا: ہم تیرے حاجت روا کی عبادت کریں گے اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحاق کے حاجت روا کی، جو ایک ہی مددگار ہے اور ہم اسی کے لئے گردن نہادہیں »

7. سیدنا یوسف علیہ السلام

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللَّهِ مِن شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِن فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾﴾ [سورة یوسف38:12-39]

« اور میں اپنے باپ دادوں یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کے تابع ہوں۔ یہ ہمارے لیے کسی طرح بھی جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کو حصہ دار ٹھہرائیں۔ یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن بہت سے لوگ (اللہ کا) شکر ادا نہیں کرتے۔ اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا الگ الگ مددگار بہتر ہیں یا اللہ جو تنہا ہے سب پر غالب ہے »

8. سیدنا موسیٰ[69] علیہ السلام

وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا [سورة بنی اسرائیل2:17]

« اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا (اور اس میں بنیادی بات یہ تھی) کہ میرے علاوہ کسی کو کارساز نہ بناؤ »

﴿إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ [سورة طٰہٰ14:20]

« بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں۔ سو میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو »

9. سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

﴿مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ﴾ [سورة المائدة117:5]

« میں نے ان سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جو آپ نے مجھے حکم دیا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے »

10. سیدنا محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ [سورة الرعد30:13]

« آپ فرمادیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی کارساز نہیں ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہونا ہے »

قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ مَآبِ [سورة الرعد36:13]

« آپ فرمادیجئے مجھے تو بس یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے »

﴿يُنَزِّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ بِٱلرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦٓ أَنْ أَنذِرُوٓا۟ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ﴾ [سورۃ النحل2:16]

« وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فرشتوں کو اپنے حکم سے وحی دے کر نازل فرماتا ہے اس بات سے کہ (لوگوں کو) ڈراؤ کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے سو مجھی سے ڈرو »

﴿إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۚ فَٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ﴾ [سورۃ النحل22:16]

« تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے، سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (توحید سے) انکار کرنے والے ہیں اور وہ تکبر کرتے ہیں »

﴿وَقَالَ ٱللَّهُ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ إِلَٰهَيْنِ ٱثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَإِيَّٰىَ فَٱرْهَبُونِ﴾ [سورۃ النحل51:16]

« اور اللہ نے فرمایا کہ دو حاجت روا مت بناؤ، بے شک وہی اکیلا حاجت روا ہے۔ سو تم مجھ ہی سے ڈرو »

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ﴾ [سورۃ الکھف110:18]

« آپ فرما دیجیے کہ میں تو تمہاری طرح بشر ہی ہوں (ہاں البتہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے »

﴿وَهُوَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلْأُولَىٰ وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَلَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [سورۃ القصص70:28]

« اور اللہ وہی ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں (الوہیت کی) سب تعریفیں ہے۔ اور اسی کے لیے فیصلہ کا اختیار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے »

11. اصحاب کھف

﴿وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا۟ فَقَالُوا۟ رَبُّنَا رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَا۟ مِن دُونِهِۦٓ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَآ إِذًا شَطَطًا﴾ [سورۃ الکھف14:18]

« اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جب وہ (حق بیان کرنے کے لئے) کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔ ہم اس کے علاوہ کسی کو نہیں پکاریں گے۔ (اگر ہم نے پکارا) تو ہم یقینی طور پر زیادتی کی بات کرنے والے ہوں گے »

12. مسئلہ الٰہ کو ثابت کرنے کا نرالا انداز

﴿أَمَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا بِهِۦ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنۢبِتُوا۟ شَجَرَهَآ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ﴾ [سورۃ النمل60:27]

« بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم ہی نے اس سے سر سبز باغ اُگائے۔ تمہاری طاقت تو نہ تھی کہ تم اُن کے درختوں کو اگاتے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہر گز نہیں) بلکہ یہ ایک اعراض کرنے والی قوم ہے یا ایسی قوم ہے جو اللہ کے ساتھ اور برابر کرتے ہیں »

أَمَّن جَعَلَ ٱلْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَٰلَهَآ أَنْهَٰرًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَٰسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ ٱلْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ [سورۃ النمل61:27]

« بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے لئے بیچ نہریں بنائیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے بیچ اوٹ بنائی۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہر گز نہیں) بلکہ ان میں اکثر دانش نہیں رکھتے »

أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ [سورۃ النمل62:27]

« بھلا کون بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہر گز نہیں مگر) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو »

أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ [سورۃ النمل:63]

«بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ ؟(ہرگز نہیں)۔ یہ لوگ جو (اللہ کے ساتھ اوروں کو) شریک بناتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے»

أَمَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ ۚ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٦٤﴾ [سورۃ النمل27:64]

«بھلا کون مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ ہے اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت رواالله کے ساتھ ؟(ہرگز نہیں) کہہ دو اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو»

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ [سورۃ النمل27:65]

«آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں سوائے اللہ کے غیب کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ لوگ علم نہیں رکھتے کہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے»

شرک کی انواع:

بنیادی طور پر شرک[70] کی دو قسمیں ہیں:

1. اعتقادی: وہ شرک جس کا عقیدے سے تعلق ہو۔
2. فعلی: وہ شرک جس کا فعل سے تعلق ہو۔

شرک اعتقادی کی مزید چار اقسام ہیں:[71]

1. شرک فی العلم
2. شرک فی التصرف
3. شرک فی الدعاء
4. شرک فی العبادۃ

شرک اعتقادی:

1. الشرک فی العلم[72] [علم (غیب) کی صفت میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانا]

تعریف:

وهو أن يعتقد غيره تعالى عالماً بما كان وما يكون وبكل ما يستتر الإنسان ويجهر به أو أنَّ له علمَ الغيب سوى ما أنباه الله تعالى بالوحي .

« اللہ کے علاوہ کسی اور کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ماضی مستقبل اور ہر اس چیز کو جانتا ہے جو ایک انسان چھپاتا ہے یا اسے ظاہر کرتا ہے یا اسے وحی کی خبر کے علاوہ علم غیب ثابت ہے »[73]

اور وہ جو اولیاء کو بعض خبروں کا الہام کیا جاتا ہے تو اُس میں ان کی مرضی اور اختیار کا عمل دخل نہیں ہوتا۔

شرک فی العلم کی تردید میں وارد چند آیات:

1. علم غیب کے اصول [گویا کہ غیب کو اللہ نے ایک صندوق میں بند کر دیا ہے، اور چابی اپنے پاس رکھی ہوئی ہے]

﴿وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۚ وَمَا تَسۡقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٖ فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡأَرۡضِ وَلَا رَطۡبٖ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ﴾ [سورۃ الانعام 59:6]

« اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ ان کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور تری میں ہے، اور نہیں گرتا ہے کوئی پتا مگر وہ اس کو جانتا ہے، اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہی تر (دانہ) اور نہ ہی خشک (دانہ) مگر واضح کتاب (یعنی اللہ کے علم) میں ہے »

﴿وَهُوَ ٱللَّهُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُونَ﴾ [سورۃ الانعام 3:6]

« اور وہ اللہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ جانتا ہے تمہارے راز کی باتیں، اور تمہاری ظاہری باتیں، اور وہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو »

مذکورہ آیت میں انسان کی تین حالتیں ذکر کی گئی ہیں سر، جہر اور کسب، اللہ تینوں حالتوں سے باخبر ہے۔

2. جملہ پیغمبر عالم الغیب نہیں ہیں:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ ٱللَّهُ ٱلرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا۟ لَا عِلْمَ لَنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ﴾ [سورۃ المائدۃ109:5]

« جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر ان سے پوچھے گا تمہیں (قوموں کی طرف سے) کیا جواب دیا گیا تھا۔ تو وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں ہے[74]۔ بلاشبہ آپ غیب کو خوب جاننے والے ہیں »

3. فرشتے عالم الغیب نہیں ہیں:

﴿قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّىٓ أَعْلَمُ غَيْبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ﴾ [سورۃ البقرۃ33:2]

« اللہ نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بیشک میں آسمانوں اور زمین کی غیب کی چیزوں کو جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو »

4. جنات عالم الغیب نہیں ہیں:

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ ٱلْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِۦٓ إِلَّا دَآبَّةُ ٱلْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُۥ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ ٱلْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ٱلْغَيْبَ مَا لَبِثُوا۟ فِى ٱلْعَذَابِ ٱلْمُهِينِ﴾ [سورۃ النمل14:34]

« پھر جب ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کیا تو ان (لوگوں اور جنات کو) کو سلیمان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا، سو جب وہ (زمین پر) گر پڑے تو جنات کو پتہ چلا کہ اگر وہ غیب کو جانتے ہوتے تو رسوائی کے عذاب میں وقت نہ گزارتے »

5. امام الانبیاء محمد مصطفی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عالم الغیب نہیں ہے:

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّى مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ﴾ [سورۃ الانعام50:6]

« آپ فرما دیجیے! کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ (نورانی مخلوق) ہوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے »

کائنات کے سب سے افضل انسان رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنے آپ سے علم غیب کی نفی کا اعلان فرماتے ہیں۔

قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ ٱلسُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ [سورۃ الاعراف188:7]

« آپ فرما دیجیے کہ میں اپنے آپ کے لئے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سا فائدہ حاصل کرتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو اس قوم کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں جو ایمان لاتے ہیں »

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اپنی ذات سے علم غیب کی نفی کرنا اور دلیل پیش کرنا کہ اگر میں عالم الغیب ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ یعنی مجھ پر تکالیف کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔

﴿قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ ٱلرُّسُلِ وَمَآ أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِى وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ وَمَآ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ [سورۃ الاحقاف9:46]

« آپ فرما دیجیے کہ میں رسولوں میں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ (دنیا میں) کیا کیا جائے گا۔ میں صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں »

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اپنی موت کے بارے میں علم نہیں تھا کہ انہیں میدان جنگ میں شہید کیا جائے گا یا اپنے بستر پر موت آئے گی؟

6. زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے:

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ [سورۃ النمل65:27]

« آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں سوائے اللہ کے غیب کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ لوگ علم نہیں رکھتے کہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے »

إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ [سورۃ فاطر38:35]

« بے شک اللہ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے، بلاشبہ وہ سینوں کے راز جاننے والا ہے »

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ [سورۃ الحجرات18:49]

« بیشک اللہ آسمان اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو »

2. الشرك في التصرف [اختیارات کی صفت میں کسی اور کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا]

تعریف:

وهو أن يعتقد أن غيره تعالى يملك النفع والضر في العالم كيف يشاء [75]

« اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ بھی عالم میں اپنی مرضی سے نفع نقصان کا مالک ہے »

شرک فی التصرف کی تردید میں وارد چند آیات:

1. وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [سورۃ الانعام17:6]

« اور اگر اللہ تجھے (معمولی سی) تکلیف پہنچائے تو اللہ کے علاوہ اس تکلیف کا دور کرنے والا کوئی نہیں۔ اور اگر وہ تجھے کوئی فائدہ پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے »

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ [سورۃ یونس107:10]

« اور اگر اللہ تجھے (معمولی سی) تکلیف پہنچائے تو اللہ کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی واپس کرنے والا نہیں۔ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے »

2. قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ [سورۃ الانعام46:7]

« آپ فرما دیجیے کہ اگر اللہ تمہارے سننے کی طاقت، تمہارے دیکھنے کی طاقت لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون حاجت روا ہے جو تم کو یہ (مذکورہ چیزیں) دیدے۔ دیکھو لو! ہم کس طرح بار بار دلائل بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ اعراض کرتے ہیں »

3. ﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ [سورۃ الانعام50:6]

« آپ فرما دیجیے! کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ (نورانی مخلوق) ہوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے »

اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس خزانوں کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ متصرف نہیں ہیں۔

4. قُل لَّوْ أَنَّ عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ [سورۃ الانعام58:7]

« آپ فرما دیجیے! اگر میرے پاس وہ چیز (یعنی عذاب) ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے »

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اعلان کہ اگر میرے پاس تمہیں عذاب دینے کی طاقت ہوتی تو میں کب کا تمہیں عذاب دے چکا ہوتا لیکن میرے بس میں نہیں ہے۔

5. ﴿وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِى وَتَذْكِيرِى بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوٓا۟ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ ٱقْضُوٓا۟ إِلَىَّ وَلَا تُنظِرُونِ﴾ [سورۃ یونس 71:10]

« اور آپ ان پر نوح کی خبر پڑھیے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اگر (حق بیان کے لئے) میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی آیات کے ذریعے یاد دہانی کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا ہے سو تم سب اتفاق کر لو اور اپنے شرکاء (کو بھی مدد کے لئے پکارو) پھر تمہارا فیصلہ ڈھکا چھپا نہ رہے پھر میرے بارے میں فیصلہ کر لو اور مجھے مہلت نہ دو »

سیدنا نوح علیہ السلام کا اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ متصرف نہیں ہیں۔

6. ﴿قُلْ مَن رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ قُلِ ٱللَّهُ ۚ قُلْ أَفَٱتَّخَذْتُم مِّن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِى ٱلظُّلُمَٰتُ وَٱلنُّورُ ۗ أَمْ جَعَلُوا۟ لِلَّهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوا۟ كَخَلْقِهِۦ فَتَشَٰبَهَ ٱلْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَهُوَ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّٰرُ﴾ [سورۃ الرعد 16:13]

« آپ سوال کیجئے کہ آسمانوں کا اور زمین کا مالک کون ہے؟ (تو مشرکین خاموش ہو جائیں گے) آپ جواب دیجئے کہ اللہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کیا تم لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے مددگار بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہو سکتی ہیں؟ بلکہ ان لوگوں نے اللہ کے لیے حصہ دار ٹھہرائے ہیں کہ انہوں نے اس (اللہ) کے پیدا کرنے کی طرح کوئی چیز پیدا کی ہو جس کی وجہ سے ان پر مخلوق میں اشتباہ پیدا ہو گیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا ہے غالب ہے »

7. قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَلَا يَضُرُّكُمْ [سورۃ الانبیاء 66:21]

« اس (ابراہیم) نے کہا کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کچھ نفع دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے »

جو نفع نقصان کا مالک نہیں یعنی متصرف نہیں وہ عبادت کے لائق نہیں۔

8. وَٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً لَّا يَخْلُقُونَ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَوٰةً وَلَا نُشُورًا [سورۃ الفرقان 3:25]

« اور انہوں نے اس کے علاوہ ایسے حاجت روا بنا لیے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے اور حال یہ ہے کہ وہ (خود) پیدا کیے گئے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ کے لیے کسی ضرر اور کسی نفع کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ہی وہ موت اور زندگی کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کو (قبر سے) زندہ کر کے اٹھانے کا »

9. فَٱلْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلنَّارِ ٱلَّتِى كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ [سورۃ سبا 42:34]

« سو آج (قیامت کے دن) تم میں سے بعض بعض کے لیے کسی نفع یا ضرر کا مالک نہیں ہے۔ اور ہم ظالموں (یعنی مشرکین) سے کہیں گے کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھ لو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے »

10. مَّا يَفْتَحِ ٱللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ [سورۃ فاطر 2:35]

« وہ جو اللہ کوئی بھی مہربانی انسانوں کے لیے کھول دے تو اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دے سو اس کے (بند کرنے) بعد اسے کھولنے والا کوئی نہیں۔ اور وہ غالب، حکمت والا ہے »

11. قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ ٱلظَّٰلِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا [سورۃ فاطر 40:35]

« آپ فرماد یجیے خبر دے دو اپنے حصہ داروں کی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین سے کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کی کوئی شراکت ہے؟ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے سو یہ اسی سے دلیل پر (قائم) ہیں۔ بلکہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ نہیں کرتے مگر دھوکے کا »

12. وَمَا كَانَ لَهُم مِّنْ أَوْلِيَآءَ يَنصُرُونَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَمَا لَهُۥ مِن سَبِيلٍ [سورۃ الشوریٰ 46:42]

« اور ان کے لیے اللہ کے سوا مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لیے (ہدایت کا) کوئی راستہ نہیں »

13. فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ قُرْبَانًا ءَالِهَةًۢ ۖ بَلْ ضَلُّوا۟ عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ [سورۃ الاحقاف 28:46]

« سو اللہ کے سوا ان لوگوں کی انہوں نے کیوں مدد نہیں کی جنہیں انہوں نے تقرب حاصل کرنے کے لیے حاجت روا بنا رکھا تھا بلکہ وہ لوگ ان سے غائب ہو گئے۔ اور یہ جھوٹ تھا وہ جو انہوں نے اپنی طرف سے بنایا تھا»

3. الشرک فی الدعاء[76] [پکار کی صفت میں کسی اور کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا]

تعریف:

هو أن يدعو غير الله تعالى و يعتقد أنه يسمع دعائه بغير الأسباب العادية الظاهرية التي أعطاها الله للعباد

« اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو پکارنا اور اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ظاہری اور عادی اسباب کے بغیر پکار سنتا ہے۔(ظاہری اور عادی اسباب سے مراد) وہ جو اللہ نے اپنے بندوں کو عطا کئے ہیں »

شرک فی الدعاء کی تردید میں وارد چند آیات :

1. ﴿ قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَـٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴾ [سورۃ الانعام6:40]

« آپ فرمایئے کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب (دنیا میں) آجائے یا تمہارے پاس قیامت آجائے کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکاروگے اگر تم سچے ہو »

2. قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَـٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ تَدْعُونَهُۥ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَىٰنَا مِنْ هَـٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّـٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ ٱللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ [سورۃ الانعام6:63-64]

« آپ فرمایئے کہ کون تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے۔اس حال میں کہ عاجزی کے ساتھ اور چھپکے سے۔(اور کہتے ہیں) کہ اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ فرما دیجیے اللہ تمہیں اس سے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم اوروں کو (اللہ کے ساتھ) حصہ دار ٹھہراتے ہو »

3. غیروں کو پکارنا ارتداد ہے:

قُلْ أَنَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ كَٱلَّذِى ٱسْتَهْوَتْهُ ٱلشَّيَـٰطِينُ فِى ٱلْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُۥٓ أَصْحَـٰبٌ يَدْعُونَهُۥٓ إِلَى ٱلْهُدَى ٱئْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ [سورۃ الانعام6:71]

« آپ فرما دیجیے کیا ہم اللہ کے سوا اسے پکاریں جو ہمیں نفع نہیں دے سکتا اور نہ ہی ہمیں ضرر دے سکتا ہے۔ اور ہم الٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں توفیق دی ہے۔ اس شخص کی طرح جسے شیاطین نے بیابان میں حیران و پریشان کیا ہو۔ اس کے ساتھی ہیں جو اسے ہدایت کی طرف بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس آجا۔ آپ فرما دیجیے بیشک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے فرمانبردار ہو جائیں »

4. غیروں کو غائبانہ پکار ظلم ہے:

وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّـٰلِمِينَ [سورۃ یونس10:106]

« اور اللہ کے سوا مت پکارو اس کو جو نہ تو تجھے نفع دے سکے اور نہ ضرر دے سکے۔ پس اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ تو ظالموں میں سے ہو جائے گا »

5. غیر کو پکارنے والے کی مثال اس پاگل کی طرح ہے جو پانی کے کنارے کھڑے پانی کو آواز دے رہا ہے کہ وہ اس کے منہ میں خود بخود آجائے۔ اور اس کی پکار کفر اور ضلال ہے:

لَهُۥ دَعْوَةُ ٱلْحَقِّ ۖ وَٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَىْءٍ إِلَّا كَبَـٰسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى ٱلْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَـٰلِغِهِۦ ۚ وَمَا دُعَآءُ ٱلْكَـٰفِرِينَ إِلَّا فِى ضَلَـٰلٍ [سورۃ الرعد13:14]

« خاص اللہ کے (غائبانہ) پکار لائق ہے۔ اور جو لوگ اس کے علاوہ اوروں کو پکارتے ہیں وہ ذرا بھی ان کی قبولیت نہیں کر سکتے مگر (اس کی مثال) اس شخص کی طرح ہے جو پانی کی طرف اپنی ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے ہو تا کہ پانی اس کے منہ تک (اس کے بلانے سے) پہنچ جائے حالانکہ وہ اس (کی پکار سے) اس تک پہنچنے والا نہیں۔ اور کافروں کی پکار بس گمراہی ہے »

6. جنہیں اللہ کے بغیر پکارا جاتا ہے وہ تو مخلوق ہے، ان پر موت آئی ہے:

وَٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخۡلُقُونَ شَيۡـٔٗا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ ۝٢٠ أَمۡوَٰتٌ غَيۡرُ أَحۡيَآءٖۖ وَمَا يَشۡعُرُونَ أَيَّانَ يُبۡعَثُونَ ۝٢١ [سورة النحل 16:20-21]

« اور وہ لوگ جو اللہ کے بغیر اوروں کو پکارتے ہیں کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں، اور انہیں خبر نہیں ہے کہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے »

7. سیدنا ابراہیم علیہ السلام صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں:

وَأَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَأَدۡعُواْ رَبِّي عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيّٗا [سورة مریم 19:48]

« اور میں تم لوگوں سے اور ان چیزوں سے کنارہ کرتا ہوں جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو اور میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ امید ہے کہ میں اپنے رب کے پکارنے سے بدبخت نہیں بنوں گا »

8. جملہ انبیاء علیہم السلام غمی اور خوشی میں اللہ ہی کو پکارتے تھے:

إِنَّهُمۡ كَانُواْ يُسَٰرِعُونَ فِي ٱلۡخَيۡرَٰتِ وَيَدۡعُونَنَا رَغَبٗا وَرَهَبٗاۖ وَكَانُواْ لَنَا خَٰشِعِينَ [سورة الانبیاء 21:90]

« بلاشبہ یہ (انبیاء) نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں رغبت کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے »

9. غیروں کو پکارنا جو نہ کوئی فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں۔ ہاں البتہ ان کو پکارنے کا ضرر یقینی ہے کہ انسان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے:

يَدۡعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُۥ وَمَا لَا يَنفَعُهُۥۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلضَّلَٰلُ ٱلۡبَعِيدُ ۝١٢ يَدۡعُواْ لَمَن ضَرُّهُۥٓ أَقۡرَبُ مِن نَّفۡعِهِۦۚ لَبِئۡسَ ٱلۡمَوۡلَىٰ وَلَبِئۡسَ ٱلۡعَشِيرُ ۝١٣ [سورة الحج 22:12-13]

« یہ شخص اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو اسے نہ ضرر دے اور نہ نفع دے۔ یہ دور والی گمراہی ہے

10. اللہ کے علاوہ غیروں کو پکارنے پر کسی قسم کی دلیل (عقلی، نقلی، وحی) نہیں ہے:

وَمَن يَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرۡهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓۚ إِنَّهُۥ لَا يُفۡلِحُ ٱلۡكَٰفِرُونَ [سورة المؤمنون 23:117]

« اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور مددگار کو پکارے جس پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ پس بے شک اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ شان یہ ہے کہ کافر کامیاب نہیں ہیں »

11. اللہ کے بغیر جنہیں پکارا جاتا ہے وہ نہ تو زمین آسمان کے مالک ہیں، نہ ہی ان کی کوئی حصہ داری ہے، نہ انہوں نے اللہ کی کوئی مدد کی ہے اور نہ بغیر اجازت کے کسی کے لئے سفارش کر سکتے ہیں:

قُلِ ٱدۡعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمۡلِكُونَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيهِمَا مِن شِرۡكٖ وَمَا لَهُۥ مِنۡهُم مِّن ظَهِيرٖ ۝٢٢ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنۡ أَذِنَ لَهُۥ [سورة سبا 34:22-23]

« آپ فرما دیجیے کہ پکارو انہیں جنہیں تم نے اللہ کے سوا (مددگار) سمجھ رکھا ہے، وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے، اور ان دونوں میں ان کا کچھ حصہ بھی نہیں ہے، اور ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے اور اس کے ہاں کسی کی سفارش فائدہ نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اجازت دے دے »

12. اللہ کے بغیر جنہیں فریاد کی جاتی ہے اول تو وہ فریاد سن نہیں سکتے۔ بالفرض فریاد سن لی لیکن ان کے ہاتھ میں کچھ ہے نہیں۔ بلکہ بروز قیامت نیک بندے تمہارے اس شرک کا انکار کریں گے:

إِن تَدۡعُوهُمۡ لَا يَسۡمَعُواْ دُعَآءَكُمۡ وَلَوۡ سَمِعُواْ مَا ٱسۡتَجَابُواْ لَكُمۡۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكۡفُرُونَ بِشِرۡكِكُمۡۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثۡلُ خَبِيرٖ [سورۃ فاطر 14:35]

« اگر تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہیں سن سکتے اور اگر (بالفرض) وہ سن لیں تو تمہاری بات نہیں مان سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کریں گے اور خبر دار ذات (یعنی اللہ) کے برابر تجھے کوئی نہیں بتا سکتا »

13. دعا عبادت ہے اور اللہ کے علاوہ غیروں سے اپنی حاجت طلب کرنا تکبر ہے اور انجام جہنم ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي سَيَدۡخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ [سورۃ غافر 60:40]

« اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھ ہی کو پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے »

14. اللہ کے علاوہ غیروں کو پکارنا بڑی گمراہی ہے:

وَمَنۡ أَضَلُّ مِمَّن يَدۡعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسۡتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَهُمۡ عَن دُعَآئِهِمۡ غَٰفِلُونَ [سورۃ الاحقاف 5:46]

« اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو اللہ کے سوا اسے پکارتا ہو جو قیامت کے دن تک اس کا جواب نہ دے اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں »

جان لو!

کہ شرک فی الدعاء کو سمجھنے کے لئے اقسام دعا کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ غیر اللہ کو پکارنے کی کون سی قسم شرک اور کون سی شرک نہیں ہے:

دعا کی اقسام:

دعا کی دو قسمیں ہیں:[77]

1. دعاء المسئلۃ [پوچھنے اور درخواست کرنے کی پکار]
2. دعاء العبادۃ [عبادت کی پکار]

پہلی قسم ممنوع نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ خواہ یہ درخواست فاضل یعنی اپنے سے برتر سے کرے یا مفضول یعنی اپنے سے کم تر سے کرے۔

فاضل کی مفضول سے درخواست پر مثال:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب عمرے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"یا أُخَيَّ لا تَنْسَنا فی دعائك"

« اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا »[78]

مفضول کی فاضل سے درخواست پر مثال:

بنی اسرائیل کا سیدنا موسی علیہ السلام سے دعا کی درخواست کرنا، جیسے: فَٱدۡعُ لَنَا رَبَّكَ [سورۃ البقرۃ 61:2] « لہٰذا ہمارے لیے اپنے رب سے دعاء کیجئے »

- ❖ اللہ کے رسول ﷺ کا لوگوں کو دعوت دینا

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡ [سورۃ الانفال 24:8]

« اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندہ کرتی ہے »[79]

مذکورہ آیات اور اس جیسی دیگر آیتیں دعا کی پہلی قسم "دعاء المسئلۃ" کے باب سے ہیں۔

جائز اور ناجائز کے اعتبار سے دعاء کی تقسیم:

اس کی چند قسمیں ہیں:

1. دعاء الحی من الحی الحاضر [ایک زندہ شخص کا دوسرے زندہ شخص کو مدد کے لئے پکارنا بشرطیکہ وہ حاضر ہو]

2. دعاء الحی من الحی الغائب [ایک زندہ شخص کا دوسرے زندہ شخص کو مدد کے لئے پکارنا لیکن وہ غیر حاضر ہو]

3. دعاء الحی من المیت [ایک زندہ شخص کا مردے کو اپنی مدد کے لئے پکارنا]

دوسری قسم ناجائز اور تیسری قسم "قطعی شرک" ہے[80]۔ جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے اس کی مزید دو اقسام ہیں:

1. دعاء الحی من الحی الحاضر فیما یقدر علیه [اس کام کے لئے زندہ حاضر شخص کو پکارنا جو اس کی قدرت میں ہو]

2. دعاء الحی من الحی الحاضر فیما لا یقدر علیه [اس کام کے لئے زندہ حاضر شخص کو پکارنا جو اس کی قدرت سے باہر سے ہو]

ان دونوں میں سے پہلی قسم جائز ہے اور دوسری قسم کا تعلق اگر مافوق الاسباب سے ہو تو ناجائز ہے۔[81]

4. الشرک فی العبادۃ [عبادت (کے تین اجزاء یعنی حب، خوف اور رجاء) میں کسی غیر کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا]

تعریف:

وهو أن يعتقد لغير الله بما يختص بالله تعالى

«وہ امور جو اللہ کے ساتھ خاص ہیں، کسی غیر کے لئے ان امور کا عقیدہ رکھنا "شرک فی العبادۃ" کہلاتا ہے »[82]

شرک فی العبادۃ کی تردید میں وارد چند آیات :

1. ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى ۖ قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ﴾ [سورۃ البقرۃ133:2]

« کیا تم موجود تھے جس وقت یعقوب کو موت (کی علامات) ظاہر ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے۔ انہوں نے کہا ہم تیرے حاجت روا کی عبادت کریں گے۔ آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحاق کے حاجت روا کی، جو ایک ہی حاجت روا ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں »

2. ﴿قُلْ إِنِّى نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۚ قُل لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ﴾ [سورۃ الانعام56:6]

« آپ فرما دیجیے ! بیشک میں اس بات سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ آپ فرما دیجیے ! میں تمہاری خواہشات کا تابع نہیں ہوں۔ (اگر ایسا کروں) تو میں اس وقت گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا »

3. ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِى وَنُسُكِى وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِى لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [سورۃ الانعام162:6]

« آپ فرما دیجیے کہ بلاشبہ میری بدنی عبادات اور میری مالی عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو پروردگار عالم ہے »

4. ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [سورۃ یونس18:10]

« اور یہ لوگ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان دے سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا۔ وہ پاک ہے (سفارشیوں سے) اور برتر ہے اس سے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں »

5. ﴿مَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِهِۦٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [سورۃ یوسف40:12]

« تم لوگ اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ فیصلے کا اختیار تو صرف اللہ کے لئے ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہ مضبوط دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے »

6. ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ﴾ [سورۃ النحل73:16]

« اور یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لئے آسمانوں اور زمین میں سے رزق دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اور نہ ان کی کوئی طاقت ہے »

شرک کی مذکورہ چاروں اقسام چار آیات میں

شرک اعتقادی کی مذکورہ چاروں اقسام سورۃ انعام آیت نمبر:71 سے آیت نمبر:74 میں جمع کی گئی ہیں:[83]

﴿ قُلْ أَنَدْعُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰٓ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ كَٱلَّذِى ٱسْتَهْوَتْهُ ٱلشَّيَٰطِينُ فِى ٱلْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُۥٓ
أَصْحَٰبٌ يَدْعُونَهُۥٓ إِلَى ٱلْهُدَى ٱئْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ ٱلَّذِىٓ إِلَيْهِ
تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ بِٱلْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ ٱلْحَقُّ ۚ وَلَهُ ٱلْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِى ٱلصُّورِ ۚ عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ
وَٱلشَّهَٰدَةِ ۚ وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً ۖ إِنِّىٓ أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾ ﴾

[سورۃ الانعام6:71-74]

« آپ فرما دیجیے کیا ہم اللہ کے سوا اسے پکاریں جو ہمیں نفع نہیں دے سکتا اور نہ ہی ہمیں ضرر دے سکتا ہے۔ اور ہم الٹے پاؤں لوٹا دیئے جائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں توفیق دی ہے۔ اس شخص کی طرح جسے شیاطین نے بیابان میں حیران وپریشان کیا ہو۔ اس کے ساتھی ہیں جو اسے ہدایت کی طرف بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس آجا۔ آپ فرما دیجیے بیشک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے فرمانبردار ہو جائیں۔ اور (یہ بھی حکم دیا گیا ہے) کہ نماز کو قائم کرو اور اس سے ڈرو۔ اور وہی ہے جس کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے حق کے اظہار کے لئے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اور جس دن وہ کہے گا کہ ہو جا سو وہ ہو جائے گا، اور اس کا قول حق ہے اور اسی کے لیے بادشاہی ہے جس دن صور پھونکا جائیگا۔ وہ غیب کی چیزوں کو اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اور وہ حکمت والا ہے خبر دار ہے۔ اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تو بتوں کو مددگار مانتا ہے؟ بلاشبہ میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں »

اذان اور اشراک اربعہ کی تردید

ٱللَّهُ أَكْبَرُ	[اللہ علم کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے]	[شرک فی العلم کی تردید]
ٱللَّهُ أَكْبَرُ	[اللہ تصرف کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے]	[شرک فی التصرف کی تردید]
ٱللَّهُ أَكْبَرُ	[اللہ پکار کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے]	[شرک فی الدعاء کی تردید]
ٱللَّهُ أَكْبَرُ	[اللہ عبادت کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے]	[شرک فی االعبادۃ کی تردید]
أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ	[میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی حاجت روا نہیں]	[اثبات توحید دو مرتبہ]
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ	[میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے رسول ہیں]	[اثبات رسالت دو مرتبہ]

چاروں اشراک کی تردید اور توحید ورسالت کی گواہی دینے کے بعد

حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ	[آؤ نماز کی طرف]	[دو مرتبہ]
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحْ	[آؤ کامیابی کی طرف]	[دو مرتبہ]
ٱللَّهُ أَكْبَرُ	[اللہ علم اور تصرف کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے]	[شرک فی العلم والتصرف کی تردید]
ٱللَّهُ أَكْبَرُ	[اللہ پکار اور عبادت کے اعتبار سے سب سے بڑا ہے]	[شرک فی الدعاء والعبادۃ کی تردید]

حاصل اور نتیجہ

لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ [اللہ کے علاوہ کوئی حاجت روا اور کارساز نہیں]

شرک فعلی[84]

تعریف :

وهو تعظيم لغير الله تعالى بما هو مختص به تعالى من الأفعال وبذل الأموال وأن يخترع العبد من نفسه تحريم ما أحل الله و تحليل ما حرم الله

« غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ان افعال کی بجا آوری جن کا کرنا اللہ کے لئے خاص ہے اور (غیر اللہ کے نام پر) مال خرچ کرنا اور بندے کا اپنی طرف سے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینا "شرک فعلی" کہلاتا ہے »

شرک فعلی کے ساتھ چار مسائل متعلق ہیں:[85]

1. تحریمات اللہ
2. تحریمات العباد
3. نذور اللہ
4. نذور العباد

1. **تحريمات الله** [وہ چیزیں جو اللہ نے حرام قرار دی ہیں (اسے حرام جانو)]

تحریمات اللہ کے مقابلے میں تحریمات العباد ہے۔ جن آیات میں تحریمات اللہ کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے بطور مثال چند ایک یہ ہیں:

* ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِۚ أُحِلَّتۡ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلۡأَنۡعَٰمِ إِلَّا مَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ غَيۡرَ مُحِلِّي ٱلصَّيۡدِ وَأَنتُمۡ حُرُمٌۗ إِنَّ ٱللَّهَ يَحۡكُمُ مَا يُرِيدُ﴾ [سورۃالمائدۃ1:5]

« اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ تمہارے لیے چارپائے جانور حلال کر دیئے گئے ہیں۔ بجز ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ جاننے والے بنو۔ اللہ جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے »

* ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُحِلُّواْ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ وَلَا ٱلشَّهۡرَ ٱلۡحَرَامَ وَلَا ٱلۡهَدۡيَ وَلَا ٱلۡقَلَٰٓئِدَ وَلَآ ءَآمِّينَ ٱلۡبَيۡتَ ٱلۡحَرَامَ يَبۡتَغُونَ فَضۡلٗا مِّن رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَٰنٗا﴾ [سورۃالمائدۃ2:5]

« اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو، تم حلال نہ سمجھ لینا اللہ کی نشانیوں (کی بے حرمتی) کو، اور نہ ہی حرمت والے مہینے کو، اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو، اور نہ ان جانوروں کو جن کے گلے میں (قربانی کی نشانی کے طور پر) پٹے ڈالے گئے ہوں، اور نہ بیت حرام کا قصد کرنے والوں کی جو اپنے رب کے فضل اور اس کی رضامندی کو تلاش کرتے ہیں »

* ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَيَبۡلُوَنَّكُمُ ٱللَّهُ بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلصَّيۡدِ تَنَالُهُۥٓ أَيۡدِيكُمۡ وَرِمَاحُكُمۡ لِيَعۡلَمَ ٱللَّهُ مَن يَخَافُهُۥ بِٱلۡغَيۡبِۚ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٞ﴾[سورۃالمائدۃ94:5]

« اے ایمان والو! (حالت احرام میں) ضرور اللہ تمہاری آزمائش کرے گا شکار میں سے کسی چیز کے ساتھ جن کو تم ہاتھوں اور نیزوں سے پکڑ سکو تاکہ اللہ ظاہر کرے کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے۔ پس جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے »

* إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ [سورۃالنحل115:16]

« بے شک تم پر مردار اور (بہتا ہوا) خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ کلمہ حرام کیا گیا ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو »

2. **تحريمات العباد** [وہ چیزیں جو بندوں نے اپنی طرف سے حرام قرار دی ہیں (اسے حلال سمجھو اور اس پر عمل کرو)]

مشرکین اپنے آلهة «مددگاروں» کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ پر بعض چیزیں حرام قرار دیتے تھے جیسے: بحيرة ، سائبة ،وصيلة اور حام [86]

* يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي ٱلۡأَرۡضِ حَلَٰلٗا طَيِّبٗا وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٌ [سورۃالبقرۃ168:2]

« اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال (اور) پاک اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو۔ بیشک وہ تمہارے لیے کھلا ہوا دشمن ہے »

* مَا جَعَلَ ٱللَّهُ مِنۢ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۖ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ [سورۃ المائدۃ103:5]

« اللہ نے نہ تو بحیرۃ مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن کافر اللہ پر جھوٹ بناتے ہیں اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے »

* قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ ٱللَّهِ ٱلَّتِىٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِۦ وَٱلطَّيِّبَٰتِ مِنَ ٱلرِّزْقِ [سورۃ الاعراف32:7-33]

« آپ کہہ دیجئے کس نے حرام قرار دیا ہے اللہ کی زینت کو وہ جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا ہے اور پاکیزہ رزق میں سے »

* ﴿ قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ۖ أَمْ عَلَى ٱللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴾ [سورۃ یونس59:10]

« آپ کہہ دیجئے خبر دے دو وہ جو اللہ نے تمھارے لئے رزق پیدا کیا ہے تو تم نے اس میں سے (بعض کو) حرام اور (بعض کو) حلال ٹھہرایا۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو »

اپنی طرف سے چیزیں حرام قرار دینے میں مشرکین کی دلیل:

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟ لَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِۦ مِن شَىْءٍ نَّحْنُ وَلَآ ءَابَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِۦ مِن شَىْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى ٱلرُّسُلِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ﴾ [سورۃ النحل35:16]

« اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہمارے آباءواجداد۔ اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ ایسا ہی کام ان لوگوں نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ سو پیغمبروں کے ذمہ صرف واضح پیغام پہنچانا ہے »

* ﴿فَكُلُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَٱشْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴾ [سورۃ النحل115:16]

« سو اس میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں حلال اور پاک رزق دیا ہے اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو »

* ﴿وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ ٱلْكَذِبَ هَٰذَا حَلَٰلٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴾ [سورۃ النحل116:16]

« اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹا بیان کرتی ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹ بناؤ، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے »

* ﴿ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ ٱلْأَنْعَٰمُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ﴾ [سورۃ الحج30:22]

« اور تمہارے لئے چوپائے حلال کئے گئے ہیں مگر وہ جو تم پر پڑھے جاتے ہیں (وہ حرام ہیں) »

وَأُحِلَّتْ لَكُمُ ٱلْأَنْعَٰمُ کا تعلق تحریمات العباد کے ساتھ اور إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ کا تعلق تحریمات اللہ کے ساتھ ہے۔

3. **نذوراللہ** [اللہ کے نام پر نذر و نیاز دینا اور منت ماننا (اس پر عمل کرو)]

موحدین صرف اللہ کے نام پر نذر و نیاز دیتے ہیں۔ اور اسی پر عمل کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

* ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا۟ تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا۟ نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا۟ بِٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ ﴾ [سورۃ الحج29:22]

« پھر چاہیئے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں اور چاہیئے کہ اپنی نذریں پوری کریں اور چاہیئے کہ خانۂ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں »

* ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَٰفِعُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى ٱلْبَيْتِ ٱلْعَتِيقِ﴾ [سورۃ الحج33:22]

« ان (قربانی کے جانوروں) میں تمہارے لئے فائدے ہیں ایک وقت مقررہ تک۔ پھر اس کو ذبح کرنے کی جگہ خانۂ قدیم (یعنی بیت اللہ) تک پہنچانا ہے »

* ﴿وَٱلۡبُدۡنَ جَعَلۡنَٰهَا لَكُم مِّن شَعَٰٓئِرِ ٱللَّهِ لَكُمۡ فِيهَا خَيۡرٌۖ فَٱذۡكُرُواْ ٱسۡمَ ٱللَّهِ عَلَيۡهَا صَوَآفَّۖ﴾ [سورۃ الحج 36:22]

« اور (قربانی کے) اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ سے مقرر کیا ہے۔ ان میں تمہارے لئے فائدے ہیں۔ تو (قربانی کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لو اس حال میں کہ ایک پاؤں بندھا ہوا ہو »

* ﴿وَلَا ٱلۡهَدۡيَ وَلَا ٱلۡقَلَٰٓئِدَ﴾ [سورۃ المائدۃ 2:5]

« (ایمان والو! اور بے حرمتی نہ کرو) قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں »

4. **نذور العباد** [بندوں اور مخلوق کے نام پر نذر و نیاز دینا اور منت ماننا]

مشرکین غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کے نام پر نذر و نیاز دیتے تھے، اسے حلال سمجھتے اور کھاتے تھے۔ پس اللہ تعالی نے قرآن مجید میں یہ حکم دیا کہ یہ حلال نہیں بلکہ حرام ہیں:

* ﴿فَٱجۡتَنِبُواْ ٱلرِّجۡسَ مِنَ ٱلۡأَوۡثَٰنِ وَٱجۡتَنِبُواْ قَوۡلَ ٱلزُّورِ﴾ [سورۃ الحج 30:22]

« غیر کے نام پر دیئے گئے نذر و نیاز کی گندگی سے بچو اور شرکیہ الفاظ سے اجتناب کرو »

* مشرکین میں سے کسی کے دس بیٹے پیدا ہوتے تو ایک کو قربان کرنے کی نذر مانتے تھے[87] جیسا کہ عبد المطلب[88] کا قصہ مشہور ہے۔ [روح المعانی 28:4]

پس اللہ نے قرآن میں اس کی سختی سے تردید کی اور اس سے منع فرمایا:

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ قَتۡلَ أَوۡلَٰدِهِمۡ شُرَكَآؤُهُمۡ [سورۃ الانعام 137:6]

« اسی طرح بہت سے مشرکین کو ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کو جان سے مار ڈالنا اچھا عمل دکھایا ہے »

* ﴿ وَجَعَلُواْ لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ ٱلۡحَرۡثِ وَٱلۡأَنۡعَٰمِ نَصِيبٗا فَقَالُواْ هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعۡمِهِمۡ وَهَٰذَا لِشُرَكَآئِنَاۖ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمۡ فَلَا يَصِلُ إِلَى ٱللَّهِۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَآئِهِمۡۗ سَآءَ مَا يَحۡكُمُونَ ﴾ [سورۃ الانعام 136:6]

« اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے اس (مال) سے جو اللہ نے فصل اور مویشیوں میں سے پیدا کیا ہے سو انہوں نے کہا ان کے خیال میں یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے۔ سو جو ان کے حصہ داروں کے لیے ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے، بہت برا فیصلہ یہ لوگ کرتے ہیں »

* ﴿ لَّعَنَهُ ٱللَّهُۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيبٗا مَّفۡرُوضٗا ﴾ [سورۃ النساء 118:4]

« اس (شیطان) پر اللہ کی لعنت۔ اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں (کے مال) میں سے (غیر اللہ کی نذر کے ذریعے) ایک مقرر حصہ لوں گا »

شرک فعلی کی مذمت میں وارد دیگر آیات:

۵. شرک فعلی کا حکم شیطان دیتا ہے:

﴿ ٱلشَّيۡطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلۡفَقۡرَ وَيَأۡمُرُكُم بِٱلۡفَحۡشَآءِ﴾ [سورۃ البقرۃ 268:2]

« شیطان تمہیں غریبی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی (شرک فعلی) کا حکم دیتا ہے »[89]

۶. شرک اعتقادی اور شرک فعلی دونوں حرام ہیں:

﴿قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [سورۃ الاعراف 33:7]

« آپ کہہ دیجئے بے شک میرے رب نے ظاہری بے حیائی (شرک فعلی) اور باطنی بے حیائی (شرک اعتقادی) کو حرام قرار دیا ہے اور گناہ اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراؤ وہ جس پر اللہ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی اور یہ کہ تم اللہ پر وہ بات کہو جسے تم نہیں جانتے » [90]

مشرکین کی اقسام

مشرکین کی چار اقسام ہیں: [91]

1. مشرکین بالعباد الصالحین
2. مشرکین بالجن
3. مشرکین بالملائکہ
4. مشرکین بالکواکب

1. **مشرکین بالعباد الصالحین** [وہ لوگ جنہوں نے بزرگوں اور نیک بندوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تھا]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: انسانوں میں زیادہ طور پر شرک کی بنیاد دو چیزیں ہیں:

1. نیک لوگوں کے قبروں کی تعظیم
2. برکت کے حصول کے لئے نیک لوگوں کی شکلیں بنانا

اور یہی [نیک بندوں کی شکلیں بنانا] وہ پہلا سبب تھا جس کی وجہ سے انسان شرک میں مبتلا ہوا اور یہی قوم نوح علیہ السلام کا شرک تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس [92] رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سیدنا آدم اور سیدنا نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرون (صدیاں) کا زمانہ تھا [93] اور سارے لوگ اسلام پر تھے [94]۔

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے: "أن نوحا أول رسول بعث إلى أهل الأرض"

« بلاشبہ زمین والوں کی طرف پہلے رسول بھیجے گئے ہیں » [95] سیدنا نوح علیہ السلام زمین والوں کی طرف [شرک کی تردید کے لئے] بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ نے ان سے قبل کسی رسول کا ذکر نہیں کیا کیونکہ شرک ان کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا [96]۔

[الرد على المنطقيين: 101،185،591]

حافظ ابن کثیر [97] فرماتے ہیں:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا [سورۃ نوح 23:71]

« اور انہوں نے کہا کہ اپنے حاجت رواؤں کو ہرگز مت چھوڑو اور ہرگز مت چھوڑو ود کو اور سواع کو اور یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو »

عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی بیماری (مرض وفات) کے وقت ان کے ارد گرد ان کی اولاد ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھی اور ود ان میں سب سے بڑے اور زیادہ نیکوکار تھے [تفسیر القرآن العظیم 249:8] [98]

امام بخاری [99] روایت کرتے ہیں:

« عطاء بن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ بت جو قوم نوح میں تھے، وہی بت عربوں میں بعد کے زمانے میں پوجے جانے لگے "ود" قوم کلب کا بت تھا جو دومتہ الجندل کے مقام میں تھا اور "سواع" قبیلہ ہذیل کا اور "یغوث" قبیلہ مراد کا پھر قبیلہ بنی غطیف کا جوف کے مقام

میں جو سبا کے قریب ہے۔ اور "یعوق" قبیلہ ہمدان کا اور "نسر" قبیلہ حمیر کا جو "ذی الکلاع" کے خاندان سے تھا۔ یہ قوم نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے جب ان نیک لوگوں نے وفات پائی تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے بت نصب کر دیں اور ان بتوں کا نام ان بزرگوں کے نام پر رکھ دیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا لیکن [تھوڑا بہت علم ہونے کی وجہ سے] ان کی عبادت نہیں کی۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ مر گئے اور علم جاتا رہا تو ان کی عبادت کی جانے لگی »[100]

ابن جریر[101] محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں:

کہ یہ لوگ سیدنا آدم کی اولاد میں نیک لوگ تھے اور ان کے تابعدار انہی کی پیروی کرتے تھے۔ جب وہ مر گئے تو ان کے تابعداروں میں سے بعض نے کہا کیوں نہ ہم ان کی شکلیں بنالیں تو یہ ہمارے لئے زیادہ شوق عبادت کا باعث ہو گا جب ہم انہیں یاد کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ان کی شکلیں بنائیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد ان کی اولاد کو شیطان نے یہ گھٹی پلائی کہ تمہارے بڑے انہی کی پوجا کرتے تھے، انہی کے ذریعے ان پر بارش ہوتی تھے چنانچہ انہوں نے ان مورتیوں کی باقاعدہ پرستش شروع کر دی »[102]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ود" کو شیث اور ہبۃ اللہ بھی کہا جاتا تھا اور اس کے بھائیوں نے اسے سردار بنایا تھا اور سواع، یغوث، یعوق اور نسر اس کی اولاد تھی۔[103]

امام بخاری سورۃ النجم کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لات ایک (نیک) شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلاتا تھا۔[104]

سوال: ایک عقلمند انسان پتھر اور لکڑی سے بنائے بت کی عبادت کیوں کرتا ہے؟

جواب: امام فخر الدین رازی[105] نے اپنی تفسیر میں اس کا جواب یوں دیا ہے:

« ایک عقلمند شخص کسی بت کی عبادت صرف اس حیثیت سے نہیں کرتا کہ وہ محض ایک لکڑی یا پتھر ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے ان کا یہ عقیدہ کار فرما ہے کہ یہ مجسمے دراصل کواکب، آسمانی روحوں [فرشتوں] یا انبیاء علیہم السلام اور گزرے ہوئے نیک بندوں کی عکاس ہیں اور ان کی عبادت سے مقصود دراصل ان ارواح کی عبادت تھی جن کی ظاہری شکلیں انہوں نے اپنے ہاتھ سے بنائی تھیں۔ اور بتوں کی عبادت کرنے والوں کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑا الٰہ یعنی اللہ کی ذات بہت بلند ہے کہ انسان اس کی (براہ راست) عبادت کر سکے۔ اسی لئے بشر کے مناسب یہ ہے کہ وہ مخلوق خدا میں سے کواکب اور آسمانی روحوں (فرشتوں) جیسی ہستیوں کی تعظیم اور عبادت کرے۔ اور یہی ہستیاں سب سے بڑے الٰہ کی عبادت میں مشغول ہوں۔ اور قرآن کی اس آیت « (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کے قریب کریں » [سورۃ الزمر 3:39] میں ان کے قول کا یہی مطلب ہے »[106]

اسی طرح کا کلام ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ النبویۃ 197:1 اور ابن قیم نے بھی اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان 220:2 میں ذکر کیا ہے۔[107]

علامہ ابن قیم[108] ہشام بن محمد بن سائب کلبی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

شرک اور بت پرستی کی بنیادیوں شروع ہوئی۔ جب آدم علیہ السلام فوت ہوئے تو آدم کے بیٹے شیث کی اولاد نے ان کی میت کو اس پہاڑ کے غار میں رکھا جس پر وہ آسمان سے اتارے گئے تھے، اور انہوں نے اس پہاڑی کو "نوذ" کا نام دیا تھا۔ کلبی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کرتے ہیں: شیث کی اولاد اس غار کی طرف آتے تھے تو قابیل کی اولاد میں سے ایک نے کہا: دیکھو! شیث کی اولاد آدم علیہ السلام کے جسد کے پاس آتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں اور تمہارے پاس ایسی کوئی شکل نہیں ہے۔ پھر ان کے لئے ایک مورت گھڑی جس کی لوگ تعظیم اور عبادت کرتے تھے۔ ود، سواع، یغوث، یعوق

اور نسر یانچوں اللہ کے نیک بندے تھے، اور سارے ایک ہی مہینے کے اندر اندر فوت ہوئے، جس سے لوگوں کو بڑا صدمہ پہنچا۔ تو قابیل کی اولاد میں سے ایک نے کہا: میں تمہارے لئے ایک مورت بناتا ہوں پس دوسری صدی میں اس کی تعظیم شروع ہوئی اور تیسری صدی میں اس کی عبادت کی جانے لگی۔ اور یہ یزد بن مہلان بن قینان بن انوش بن شیث کا زمانہ تھا۔ اس کے رد کے لئے اللہ نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو بھیجا، لوگوں نے اسے جھٹلایا تو اللہ نے انہیں اٹھالیا اور انہیں بلند مرتبہ عطا کیا۔ ان کے جانے کے بعد لوگوں نے حسرت کی تو اللہ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف ساڑھے نوسو سال دعوت دی [سورۃ العنکبوت 14:29] لیکن سوائے چند افراد کے ظالموں نے انہیں بھی جھٹلایا۔

کلبی کہتے ہیں: عمرو بن لحی[109] کاہن تھا اور جنات میں سے ایک دوست نے اسے ان مورتیوں [مذکورہ پانچ نیک بندوں کی] کو تہامہ سے نکالنے کی جگہ بتلائی۔ نکالنے کے بعد اس نے عرب کے لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف دعوت دی:[110]

1. [ود] عوف بن عذرۃ بن زید اللات وہ پہلا شخص تھا جس نے اس کی دعوت پر لبیک کہا، تو عمرو بن لحی نے "ود" بت اس کے حوالے کیا۔ عوف نے اسے دومۃ الجندل کی وادی میں نصب کیا۔ اپنے ایک بیٹے کا نام بھی "عبد ود" رکھا، اور اسے اس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوا۔ مشرکین نسل در نسل ان بتوں کی خدمت کرتے تھے۔ کلبی مالک بن حارثہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے "ود" دیکھا تھا اور میرے والد مجھے دودھ دے کر بھجواتے کہ جاؤ، اپنے خدا کو دودھ پلاؤ، تو وہ میں خود پی جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک سے ہی اسے ختم کرنے کے لئے بھیجا۔ بنو عبد ود اور بنو عامر نے مزاحمت کی لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا اور "ود" کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
2. [سواع] قبیلہ ہذیل نے عمرو بن لحی کی دعوت قبول کی۔ اور ہذیل قبیلے کے جس شخص کو اس نے سواع حوالے کیا اس کا نام حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر تھا۔ انہوں نے سواع کو بطن نخلہ میں نصب کیا اور اس مقام کو "رُہاط" کہتے تھے۔
3. [یغوث] کو یمن سے تعلق رکھنے والا قبیلہ "مذحج" کے حوالے کیا۔ انعم بن عمرو مرادی نے اپنے قبیلے کی طرف سے اسے قبول کیا اور انہوں نے اسے ایک اونچی جگہ (ٹیلہ) پر نصب کیا اور عبادت کرتے تھے۔
4. [یعوق] کو ہمدان قبیلہ کے حوالے کیا۔ مالک بن مرثد بن جشم نے اپنے قبیلے کی طرف سے قبول کیا اور اسے یمن کے ایک گاؤں "خیوان" میں نصب کیا۔ ہمدان اور ارد گرد کے قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔
5. [نسر] قبیلہ حمیر نے اس کی دعوت قبول کی اور "نسر" کو ذی رُعَین کے ایک شخص معدیکرب کے حوالے کیا۔ انہوں نے اسے ملک سبا کے ایک مقام "بلخع" میں نصب کیا۔ [اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان 205:2]

صنم کے کیا معنی ہیں اور اس کی عبادت کیوں کی جاتی ہے؟

عبد الکریم شہرستانی فرماتے ہیں:

جتنے باطل مذاہب ہیں ان کا آخری سرا بت پرستی کی طرف ہی لوٹتا ہے۔ کیونکہ تمام طریقوں میں سامنے مشخص چیز کو دیکھنے اور اس پر جھکے رہنے کا عنصر مشترک ہے۔ اور اسی وجہ سے اصحاب روحانیات اور کواکب [مشرکین بالملائکہ اور مشرکین بالکواکب] نے بزعم خود ان کی صورت پر مجسمے بنائے۔ اور اس موجود شکل اور مورت کو انہوں نے اپنے غائب معبود کا قائم مقام اور نائب بنالیا۔ حالانکہ یہ بات قطعی پر معلوم ہے کہ ایک عاقل شخص اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے ایک مجسمے کے بارے میں کیسے یہ عقیدہ بنا سکتا ہے کہ وہ اس کا حاجت روا اور خالق ہے اور سب کا خالق اور کارساز ہے۔ کیونکہ خود اس بنانے والے کا وجود اس مورت سے مقدم ہے اور اس کی شکل تراشنے والے کے عمل کے بعد وجود میں آتی ہے۔ لیکن جب لوگ اس کی طرف توجہ کے لئے وہاں جھکتے ہیں تو ان کے آگے جھکنا عبادت ہے اور ان سے اپنی حاجتوں کا طلب کرنا ان کے لئے الوہیت ثابت کرنا ہے۔ اور اسی لئے وہ کہتے تھے: مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ [سورۃ

الزمر 3:39] « ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنادیں » پس اگر وہ صرف ان مجسموں کو ہی رب اور الٰہ مانتے تو حقیقی رب کا تقرب حاصل کرنے کی طرف وہ نہ بڑھتے »[111]

شاہ ولی اللہ[112] اور شیخ القرآن کا اپنے زمانے کی حالت زار پر اظہار افسوس:

شاید ہی آج کوئی بستی شرک سے خالی ہو ورنہ ہر بستی میں لوگوں نے کارساز بنارکھے ہیں، ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے ناموں کی نذر نیاز دیتے ہیں۔ اور ان سے فریاد طلب کرنے کے لئے یہ عقیدہ بنارکھا ہے کہ وہ بزرگ ہستیاں ان کی مدد کرنے میں، رزق اور اولاد دینے میں اور مصیبتیں ٹالنے میں متصرف ہیں۔ بالخصوص پٹھانوں کے علاقے مزارات سے بھر چکے ہیں۔ جن پر لوگ ہفتہ، ماہانہ اور سالانہ وار جشن اور عرس مناتے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: "وما من بلدة إلا ولها آلهة تعبد" [البدور البازغة:169]

« (ہندوستان میں) ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں لوگوں کے حاجت روا نہ نہ ہوں اور ان کی عبادت نہ کی جاتی ہو »

لوگ مختلف قسم کے شرک میں بالخصوص شرک فعلی میں مبتلا ہیں۔

مسلمان شعراء اور غیر مسلم شعراء کے آپس میں مکالمے:

تاریخ میں مسلمان شعراء اور کافر شعراء کے مابین مکالمے منقول ہیں جن میں جاہلیت کے شعراء اپنے خداؤں کی تعریف کرتے ہیں اور مسلمان شعراء نے اپنی شاعری میں ان کی تردید کی ہے، جیسے:

''فَسَوْفَ تَرَى إِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ : أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمْ حِمَارُ '' [113]

« عنقریب غبار چھٹتے ہی تو دیکھ لے گا کہ تو گھوڑے پر سوار ہے یا گدھے پر »

❖ ذیل میں مذکور شعر غاوی بن ظالم[114]، ابوذر غفاری[115] اور عباس بن مرداس سلمی[116] میں سے ہر ایک کی طرف منسوب ہے:

'' أَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلُبَانُ بِرَأْسِهِ : لَقَدْ هَانَ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ ''[117]

« آیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لومڑی پیشاب کرے۔ یقینا رسوا ہے جس پر لومڑی بول کرے »

❖ زید بن عمرو بن نفیل[118] کہتا ہے:

''أَرَبٌّ وَاحِدٌ أَمْ أَلْفُ رَبٍّ : أَدِينُ إِذَا تقَسَّمَتِ الْأُمُوْرُ

تَرَكْتُ اللاتَ وَ الْعُزَّى جَمِيعًا : كَذَلِكَ يَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِيْرُ

فلا عُزَّى أَدِيْنُ و لا ابنتَيْها : ولا صَنَميْ بني غَنَمٍ أزورُ

وَلا هُبَلا أَزُورُ وَكَانَ رَبًّا : لَنَا فِي الدَّهْرِ إِذْ حِلْمِي صَغِيرُ '' [119]

« آیا ایک رب کی اطاعت کروں یا ہزار کی (تحدید نہیں بلکہ کثرت مراد ہے) جب دینوں کی تقسیم ہو رہی ہو (جب ہر کوئی کسی نہ کسی دین کو اختیار کر رہا ہو)۔ میں نے لات و عزی سب کو خیر باد کہا اور سمجھ دار آدمی ایسا ہی کرتا ہے۔ میں عزی کا مطیع ہوں نہ ہی اس کی دو بیٹیوں کا۔ اور نہ ہی بنی غنم کے دو بتوں کی زیارت کرتا ہوں۔ اور نہ ہی ہبل کی زیارت کرتا ہوں۔ ہاں ماضی میں وہ میرا رب تھا جب میری عقل ناقص تھی »

❖ شداد بن عارض جشمی[120] جب ثقیف قبیلہ[121] کو "لات" کی بے بسی بارے بتاتا ہے:

لَا تَنْصُرُوْا اللاَّتَ إِنَّ اللَّهَ مُهْلِكُهَا : وَكَيْفَ يَنْصُرُكُمْ مَنْ لَيْسَ يَنْتَصِرُ

إِنَّ الَّتِي حُرِّقَتْ بِالنَّارِ فَاشْتَعَلَتْ : وَلَمْ تُقَاتِلْ لَدَى أَحْجَارِهَا هَدَرُ

إِنَّ الرَّسُولَ مَتَى يَنْزِلْ بِسَاحَتِكُمْ : يَظْعَنْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا بَشَرُ '' [122]

« لات کی مدد نہ کرو کیونکہ اللہ اسے ہلاک کرنے والا ہے۔ بھلا وہ تمہاری کیا مدد کرے گا جو خود اپنا بدلہ نہیں لے سکتا۔ بے شک وہ جو شعلوں والی آگ میں جل جائے، اور اپنے پتھروں کے قریب (اپنی ہی جگہ میں) کوئی لڑائی بھی نہ لڑے، بے کار اور باطل ہے۔ یقینا رسول اللہ ﷺ جب کسی کے آنگن میں اترتے ہیں تو کوچ کرنے پر اس کے مکینوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہتا »

❖ جب خالد بن ولید[123] رضی اللہ عنہ نے عزی[124] کو ختم کرنا چاہا تو عزی کے مجاور نے عزی کو پکارا اور یہ اشعار کہے:

'' أَعُزَّى شُدِّي شَدَّةً لَا تُكَذِّبِيْ : عَلَى خالدٍ أَلْقِي الْخِمَارَ وَشَمِّرِي

فَإِنَّكِ إِلا تَقْتُلِي الْيَوْمَ خَالِدًا : تبوئى بذل عَاجلا وَ تَنَصَّرِيْ ''

« اے عزی: خالد پر نہ چوکنے والا بھرپور حملہ کر۔ اپنی اوڑھنی پھینک دے اور آستین چڑھا لے۔ کیونکہ اگر آج تو نے خالد کو قتل نہیں کیا تو فوری ذلت کے ساتھ لوٹ آ اور اپنا دین بدل دے »

تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ اشعار کہے:

" يَا عُزَّى كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ : إِنِّي رَأَيْتُ اللَّهَ قَدْ أَهَانَكِ "[125]

«اے عزی! میں تیری تسبیح بیان نہیں کرتا بلکہ میں تیری خدائی کا انکار کرتا ہوں- میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ اللہ نے تجھے ذلیل ورسوا کر دیا ہے »

اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے سر پر وار کیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اچانک وہ راکھ ہو گئی۔[126]

- اور خزاعہ[127] قبیلے کا ایک شخص اپنے بت "نہم" کے بارے میں کہتا ہے:

ذَهَبْتُ إِلَى نُهُمٍ لِأَذْبَحَ عِنْدَهُ : عَتِيرَةَ نُسُكٍ كَالَّذِى كُنْتُ أَفْعَلُ

فَقُلْتُ لِنَفْسِى حِينَ رَاجَعْتُ عَقْلَهَا : أَهَذَا إِلَهٌ أَبْكَمُ لَيْسَ يَعْقِلُ

أَبَيْتُ فَدِينِي الْيَوْمَ دِينُ محمدٍ : إِلَهُ السَّمَاءِ الْمَاجِدُ الْمُتَفَضِّلُ[128]

« میں حسب سابق نہم (بت) کے پاس قربانی کا جانور ذبح کرنے گیا۔ عقل سے کام لیتے ہوئے میں نے اپنے آپ سے کہا کہ بھلا یہ گونگا جس میں سمجھنے کی طاقت نہیں، مشکل کشا ہو سکتا ہے؟ یوں میں نے اس کا انکار کیا اور آج سے میرا دین محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا دین ہے اور میرا مشکل کشا آسمانوں والا، عزت والا اور فضیلت والا ہے »

- عمرو بن جموح[129] پر جب اپنے بت کی لاچاری عیاں ہوئی، تو اس نے کہا:

وَاللَّهِ لَوْ كُنْتَ إِلَهًا لَمْ تَكُنْ : أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِي قَرَنْ

أُفٍّ لِمَلْقَاكَ إِلَهًا مُسْتَدَنْ : الْآنَ فَتَّشْنَاكَ عَنْ شَرِّ الْغَبَنْ

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ ذِى المِنَنْ : الْوَاهِبِ الرَّزَّاقِ دَيَّانِ الدِّيَنْ

هُوَ الَّذِى أَنْقَذَنِي مِنْ قَبْلِ أَنْ : أَكُونَ فِي ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُرْتَهَنْ[130]

« قسم اللہ کی اگر تم مشکل کشا ہوتے تو کتے کے ساتھ کنویں کے وسط میں ایک ساتھ نہ پڑے ہوتے۔ وہ الہ کہ جس کی خدمت کی جاتی ہے اس کی اس جگہ پڑے رہنے پر بہت افسوس ہے۔ اب ہم پر تمہارا فریب ظاہر ہو چکا ہے۔ پس اللہ کے لئے (الوہیت کی) تعریفیں ہیں جو بلند مرتبہ والا، احسان کرنے والا، رزق دینے والا اور بدلہ دینے والا ہے۔ وہی ذات ہے جس نے مجھے قبر کی تاریکی میں گروی ہونے سے پہلے نجات دی »

عربوں کا اپنی شاعری میں بتوں کی عبادت کے ساتھ تشبیہ دینے کی مثالیں:

- شاعر ایک قوم کی اپنے بادشاہ اور سردار کے ساتھ وفاداری کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے یہاں تک کہ ایک معرکہ میں اپنے بادشاہ کے گرد ان کی لاشیں پڑی ہیں:

تَرَاهُمْ حَوْلَ قَيلِهِمُ عُكُوفًا : كَمَا عَكَفَتْ هُذَيْلُ عَلَى سُوَاعِ

تَظَلُّ جَنَابُهُ صَرْعَى لَدَيْهِ : عَتَايِرُ مِنْ ذَخَايِرِ كُلِّ رَاعِ[131]

« تم انہیں اپنے سردار اور رئیس کے گرد ایسا جھکے ہوئے پاؤ گے جیسا کہ قبیلہ ہذیل سواع پر جھکے ہوئے ہیں۔ اس کے پہلو میں قوم کی گری لاشیں ایسا منظر پیش کر رہی ہیں جیسا کہ ہر چرواہے کے ریوڑ میں سے عمدہ جانور قربان کئے گئے ہوں »

- عمرو بن جُعید شراب کی عادت چھوڑنے کے بارے میں کہتا ہے:

"فَإِنِى وَتَرْكِي وَصْلَ كَأْسٍ لَكَالَّذِى : تَبَرَّأَ مِنْ لاتٍ وَكَانَ يَدِينُهَا"[132]

« میری اور جام شراب کی عادت کو چھوڑنے کی مثال ایسی ہے جیسے لات کا پجاری اس (لات) سے اپنی بیزاری کا اعلان کرے »

قرآن مجید میں نیک بندوں کی عاجزی اور انکساری ذکر کرنا:

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے شرک کی تردید کی گئی ہے لیکن بالخصوص نیک بندوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی تردید کثرت سے کی گئی ہے[133]۔ قرآن مجید میں زیادہ تر دلائل اور مثالیں اس بات پر ہیں کہ نیک بندے بالخصوص انبیاء علیہم السلام غمی خوشی ہر حال میں اللہ کے سامنے عاجزی کرتے

ہیں اور اللہ کو پکارتے ہیں۔ انہیں مختلف آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، انہوں نے مصیبتیں جھیلی ہیں اور تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اس کے لئے سورۃ الاعراف، سورۃ ہود، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ مریم، سورۃ طہٰ، سورۃ الأنبیاء، سورۃ النمل، سورۃ القصص، سورۃ العنکبوت، سورۃ الصافات اور سورۃ ص وغیرہ سورتوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور اتنی کثرت سے دلائل بصیرت پیدا کرنے کے لئے ذکر کئے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام پر ان آزمائشوں کے ذکر کرنے کا بنیادی مقصد یہ بات سمجھانا ہے کہ اگر اللہ کے یہ برگزیدہ بندے حاجت روا ہوتے جیسا کہ مشرکین ان کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں تو انہیں کبھی بھی ان مصیبتوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب عاجز اور محتاج، اللہ کو پکارنے والے اور علم غیب نہیں جانتے تھے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ ٱللَّهُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا۟ عِبَادًا لِّى مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا۟ رَبَّٰنِيِّۦنَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ [سورۃ آل عمران 79:3]

«کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ نے اسے کتاب اور فیصلہ کرنے کی قوت اور نبوت دی ہو پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (وہ کہتے ہیں) تم لوگوں کی اصلاح کرنے والے بنو کیونکہ تم کتاب اللہ پڑھاتے ہو اور اس کا درس دیتے ہو»

لیکن باوجود اس کے مشرکین اپنی حاجتوں میں انہیں پکارتے ہیں:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَٱدْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ ءَاذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾﴾

[سورۃ الاعراف 7:194-195]

«بے شک وہ لوگ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے ہی بندے ہیں (اچھا) تم ان کو پکارو اگر سچے ہو تو چاہیئے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔ بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چل سکیں یا ہاتھ ہیں کہ جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں کہ جن سے دیکھیں یا کان ہیں کہ جن سے سنیں؟ کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلالو پھر میرے بارے میں تدبیر کرلو اور مجھے کوئی مہلت بھی نہ دو»

اور قرآن مجید نے ان کی سختی سے تردید کی ہے:

﴿أَفَحَسِبَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَن يَتَّخِذُوا۟ عِبَادِى مِن دُونِىٓ أَوْلِيَآءَ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَٰفِرِينَ نُزُلًا﴾ [سورۃ الکھف 102:18]

«کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں کو ہمارے سوا (اپنا) کارساز بنائیں گے (تو ہم خفا نہیں ہوں گے) ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے جہنم کی (مہمانی) تیار کر رکھی ہے» یعنی وہ تو عباد [اللہ کے بندے] ہیں۔

نیک بندوں سے علم غیب اور تصرف کی نفی:

- سیدنا نوح علیہ السلام

- فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَغْلُوبٌ فَٱنتَصِرْ [سورۃ القمر 10:54]

«پس انہوں نے اپنے پروردگار کو فریاد کی کہ میں کمزور ہوں تو (ان سے) بدلہ لے»

- ﴿وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُۥ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ٱبْنِى مِنْ أَهْلِى وَإِنَّ وَعْدَكَ ٱلْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ ٱلْحَٰكِمِينَ﴾ [سورۃ ہود 45:11]

«اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب! بے شک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے»

- سیدنا ابراہیم علیہ السلام

- سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ تو فرشتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ﴾ [سورۃ ہود 69:11]

«اور تحقیق ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے سلام کہا۔ اس (ابراہیم علیہ السلام) نے بھی (جواب میں) سلام کہا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ وہ (ابراہیم علیہ السلام) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے»

- اور جب اپنے بیٹے سے خواب بیان کیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ [سورۃ الصافات 102:37]

«جب وہ (اسماعیل علیہ السلام) ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو تم دیکھو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ ابا! وہی کیجیے جو آپ کو حکم ہوا ہے عنقریب اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے»

- اور اپنے باپ کے حال کو بھی نہیں جانتے تھے:

﴿وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ [سورۃ التوبۃ 114:9]

«اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا ایک وعدے کے بہ سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے۔ لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے»

- سیدنا لوط علیہ السلام

سیدنا لوط علیہ السلام جب اپنے مہمانوں کے بارے میں غمزدہ ہوئے اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ (انسانی صورت میں) فرشتے ہیں:

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ قَالَ يَا قَوْمِ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ [سورۃ ہود 78:11]

«اور ان (لوط) کی قوم ان کے پاس دیوانہ وار دوڑتے ہوئے آئے اور یہ لوگ پہلے ہی سے برا عمل کیا کرتے تھے۔ لوط نے کہا کہ اے میری قوم! یہ (جو) میری (قوم کی) بیٹیاں تمہارے لیے (جائز اور) پاک ہیں۔ تو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے (بارے) میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی سمجھدار آدمی نہیں ہے؟»

- سیدنا یعقوب علیہ السلام

اور یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں اپنے بیٹے کی فراق میں سفید ہو گئیں:

وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ [سورۃ یوسف 84:12]

«پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے ہائے افسوس یوسف پر! اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ غم سے بھرے ہوئے تھے»

- سیدنا سلیمان علیہ السلام

سیدنا سلیمان علیہ السلام کو ہدہد[134] پرندے کی خبر پر سلطنت سبا[135] کے بارے میں علم ہوا:

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ [سورۃ النمل 22:27]

«تھوڑی ہی دیر گزری تھی (کہ ہدہد حاضر ہوا) کہنے لگا کہ مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے اور میں آپ کے پاس (شہر) سبا سے ایک سچی خبر لے کر آیا ہوں»

- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہر خرق عادت کام اللہ کے حکم سے کرتے تھے، اپنی مرضی سے نہیں:

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ أَنِّي قَدۡ جِئۡتُكُم بِـَٔايَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ أَنِّيٓ أَخۡلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيۡـَٔةِ ٱلطَّيۡرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيۡرَۢا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُبۡرِئُ ٱلۡأَكۡمَهَ وَٱلۡأَبۡرَصَ وَأُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأۡكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمۡۚ [سورۃ آل عمران 49:3]

« اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ بے شک میں تمہارے پاس تمارے رب کی جانب سے نشانیوں کے ساتھ آیا ہوں۔ بے شک میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے اور اندھے اور ابرص کو تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور اس چیز کی تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور وہ جو اپنے گھروں میں خزانہ کرتے ہو »

- اور خود سیدنا عیسی علیہ السلام اپنے آپ سے تصرف کی نفی کرتے ہیں:

قَالَ مَنۡ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِۖ قَالَ ٱلۡحَوَارِيُّونَ نَحۡنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ [سورۃ آل عمران 52:3]

« عیسیٰ نے کہا کہ اللہ کے دین میں کون میرا مددگار ہے۔ تو حواریوں نے کہا: ہم اللہ کی دین کے مددگار ہیں »

➢ رسول اللہ ﷺ متصرف ہیں نہ ہی عالم الغیب:

قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ [سورۃ الاعراف 188:7]

« کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر وہ جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں »

➢ اصحاب کھف[136]

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر نیک بندے یعنی اولیاء کرام پر بھی امتحانات کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے اصحاب کھف نیند سے اٹھنے پر ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں:

﴿قَالَ قَآئِلٞ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡۖ قَالُواْ لَبِثۡنَا يَوۡمًا أَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٖ﴾ [سورۃ الکھف 19:18]

« ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم (یہاں) کتنی مدت رہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک دن یا اس کا کچھ حصہ گزارا » حالانکہ قرآن مجید کے مطابق انہوں نے غار میں 309 سال گزارے تھے[137]۔

یہی سوال سیدنا عزیر[138] علیہ السلام سے بھی ہوا تھا اور ان کا بھی یہی جواب تھا حالانکہ انہوں نے سو سال گزارے تھے۔ [سورۃ البقرۃ 259:2]

2. **مشرکین بالجن**[139] [وہ لوگ جنہوں نے جنات کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تھا]

❖ ابن جریر فرماتے ہیں:

« زمانہ جاہلیت میں ایک شخص جب کہیں پڑاوڈالتا تو کہتا کہ میں اس وادی کے سردار (جن) کی پناہ میں آتا ہوں »[140]

اور اسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٞ مِّنَ ٱلۡإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٖ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَزَادُوهُمۡ رَهَقٗا ﴾ [سورۃ الجن 6:72]

« اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے انہوں نے جنات کی سرکشی میں مزید اضافہ کیا »

❖ وَجَعَلُواْ لِلَّهِ شُرَكَآءَ ٱلۡجِنَّ وَخَلَقَهُمۡۖ وَخَرَقُواْ لَهُۥ بَنِينَ وَبَنَٰتِۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٖۚ سُبۡحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ [سورۃ الانعام 100:6]

« اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا، حالانکہ اس نے ان (جنات) کو پیدا کیا ہے اور انہوں نے اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بغیر دلیل کے گھڑ لئے ہیں۔ اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں »

❖ ﴿ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيعٗا يَٰمَعۡشَرَ ٱلۡجِنِّ قَدِ ٱسۡتَكۡثَرۡتُم مِّنَ ٱلۡإِنسِۖ وَقَالَ أَوۡلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلۡإِنسِ رَبَّنَا ٱسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٖ وَبَلَغۡنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِيٓ أَجَّلۡتَ لَنَاۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثۡوَىٰكُمۡ خَٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٞ ﴾ [سورۃ الانعام 128:6]

« اور جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا (اور فرمائے گا کہ) اے جنات کے گروہ! تم نے انسانوں میں سے بہت (گمراہ) کئے ہیں۔ اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں سے بعض بعض سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ اللہ فرمائے گا (اب) تمہارا ٹھکانہ آگ ہے ہمیشہ اس میں رہو گے مگر وہ جو اللہ چاہے بے شک تمہارا پروردگار حکمت والا، خبر دار ہے »

- ❖ وَجَعَلُوا۟ بَيْنَهُۥ وَبَيْنَ ٱلْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ ٱلْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ [سورۃ الصافات 158:37]

« اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان میں رشتہ داری مقرر کی ہے۔ اور تحقیق جنات جانتے ہیں کہ وہ (جہنم میں) حاضر کئے جائیں گے »

حافظ ابن کثیر عکرمہ سے نقل کرتے ہیں:

« دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ جنات کا ڈرنا اس سے بھی زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ جس بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں ہماری اولاد و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرات بڑھ گئی اور اب انہوں نے انسانوں کو طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا شروع کیا » [141]

ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: کردم بن ابی سائب انصاری[142] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

« میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لئے باہر نکلا اور یہ ابتدائی دن تھے جب رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا مکہ میں تذکرہ ہو رہا تھا۔ رات کے لئے ہم ایک چرواہے کے پاس بیابان میں ٹھہرے۔ آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا، چرواہے نے فوراً مدد کے لئے صدا لگائی: اے اس وادی کو آباد رکھنے والے! تیرا پڑوسی (مصیبت میں ہے)۔ ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا کہ اے بھیڑیئے اس بکری کو چھوڑ دے۔ تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اور اسے کوئی زخم بھی نہیں لگا تھا۔ یہی بیان اس آیت میں ہے جو اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے » [143]

عبید بن عمیر، مجاہد، ابو العالیۃ، حسن، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی سے روایت کیا گیا ہے اور ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا بھی جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہو تاکہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث وہ مزید گمراہ ہوں اور اللہ کے دین سے خارج ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔ [تفسیر القرآن العظیم 8:252-253]

اور بخاری نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

« لوگوں میں سے ایک گروہ جنات کی عبادت کرتا تھا، جنات تو مسلمان ہو گئے مگر یہ لوگ اپنے دین پر ویسے ہی قائم رہے » [144]

3. **مشرکین بالملائکہ** [وہ لوگ جنہوں نے فرشتوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تھا]

فرشتوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی اکثریت صابئین اور فلاسفہ کی تھی[145]۔ فلسفیوں کے نزدیک فرشتے غیر مادی اجسام ہیں جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں اور انہیں "عقول (عقل کی جمع)" کا نام دیا ہے[146]۔ قرآن مجید نے جگہ جگہ اس قسم کے شرک کی تردید بھی کی ہے اور فرشتوں کی عاجزی ذکر کی ہے، جیسے:

- ❖ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ [سورۃ سبا 40:34]

« اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے »

- ❖ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغْنِى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ أَن يَأْذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرْضَىٰٓ [سورۃ النجم 26:53]

« اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور پسند کرے »

- ❖ وَٱلصَّٰٓفَّٰتِ صَفّٗا ۝١ فَٱلزَّٰجِرَٰتِ زَجۡرٗا [سورة الصافات37:1-2]

« گواہ ہیں صف باندھنے والے (فرشتے) صف باندھنے کے ساتھ۔ پس ڈانٹنے والے (فرشتے) ڈانٹنے کے ساتھ »

- ❖ وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُۥ مَقَامٞ مَّعۡلُومٞ ۝١٦٤ وَإِنَّا لَنَحۡنُ ٱلصَّآفُّونَ [سورة الصافات37:164-165]

« (فرشتے کہتے ہیں کہ) اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے اور ہم صف باندھے رہتے ہیں »

حافظ ابن کثیر سورۃ الانعام:74 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اور حق بات یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس مقام میں اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کر رہے تھے اور انہیں مجسموں اور بتوں کی پرستش کا باطل ہونا بیان کر رہے تھے۔ پہلے مقام میں انہوں نے زمینی خداؤں کی پرستش کرنے والوں پر تنقید کی جن میں ان کے والد بھی شامل تھے۔ اور یہ مورتیاں انہوں نے فرشتوں کی شکل پر بنائی تھیں تا کہ ان کے لئے اللہ کے ہاں سفارش کر سکیں۔ یہ لوگ بزعم خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ براہ راست اللہ کی عبادت کریں۔ اسی لئے بطور وسیلہ فرشتوں کو پوجتے تھے تا کہ وہ اللہ تعالی کے ہاں ان کے لئے روزی، مدد اور دیگر حاجتوں میں سفارش کریں » [147]

اور یہ بھی فرماتے ہیں:

« کہ عرب کے بعض قبائل فرشتوں کی ایک قسم کی عبادت کرتے تھے جنہیں وہ "جن" کہتے تھے » [148]

اور عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید جابجا ذکر کرتا ہے کہ فرشتے مغلوب اور مقہور ہیں:

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمۡرِ رَبِّكَۖ لَهُۥ مَا بَيۡنَ أَيۡدِينَا وَمَا خَلۡفَنَا وَمَا بَيۡنَ ذَٰلِكَۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيّٗا﴾ [سورة مریم19:64]

« اور (فرشتوں نے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سے کہا) ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے بغیر اُتر نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے اور پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں »

4. **مشرکین بالکواکب** [149] [وہ لوگ جنہوں نے سورج، چاند اور ستاروں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تھا]

وہ مشرکین جو کواکب کو متصرف اور مؤثر ماننے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ آج کے زمانے کے نجومیوں کی طرح ان کا یہ بھی دعوی تھا کہ کسی بھی شخص کی خوش قسمتی اور بد قسمتی کا دارومدار ستاروں کی گردش پر ہے۔ انہیں صابئین کہا جاتا تھا اور یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں زیادہ تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کی خدائی کو اس دلیل سے باطل قرار دیا کہ بھلا جو ڈوبتے ہیں وہ کارساز کیسے ہو سکتے ہیں:

لَآ أُحِبُّ ٱلۡأٓفِلِينَ [سورة الانعام6:76]

« میں غائب ہو جانے والوں کے ساتھ (الہ والی) محبت نہیں کرتا »

اور وہ اپنے اولاد کی نسبت کواکب کی طرف کرتے تھے۔ "فرع" عبری زبان میں سورج کو کہتے ہیں اور رمسیس ان کے سردار اور رئیس کا لقب تھا اور اس کا معنی "محافظ کا نائب" تھا۔ خلافت عباسیہ کے زمانے کے مشہور ریاضی دان ابن الہیثم کواکب پرستوں کے رد میں کہتے ہیں:

" مشرق سے ستاروں کے طلوع ہونے کی رفتار حیران کن ہے کیونکہ ایک ستارہ اتنے وقت میں ڈھائی ہزار میل مسافت طے کرتا ہے جتنے وقت میں ایک انسان ہاتھ اٹھا کر زمین پر تیزی سے دے مارتا ہے۔ "

کیونکہ کسی شخص کے لئے یہ معلوم کرنا اور اس خاص ستارے کی تعیین ممکن ہی نہیں کہ فلاں انسان کی ولادت فلاں ستارے کے طلوع کے وقت ہوئی۔ جب یہ ممکن نہیں تو اس کی خوش قسمتی اور بد قسمتی تو دور کی بات ہے۔ افسوس صد افسوس! کہ یہ لوگ بڑی حماقت کا شکار ہیں۔ اندھیرے میں تیر چلاتے ہیں اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔

صابئین کے پاس علم تھا اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔ قطب شمالی ان کا قبلہ اور اسی کی طرف وہ نمازیں پڑھتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قطب شمالی اپنی جگہ پر ساکت اور دیگر کواکب برابر حرکت کرتے ہیں۔ اسی لئے پٹھانوں کے علاقوں میں لوگ قضائے حاجت اور سوتے وقت قطب شمالی کی طرف منہ یا پشت پھیرنے سے گریز کرتے ہیں اور دلیل میں کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کا قبلہ ہے۔ یہ بات درست بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ درست اس لحاظ سے کہ اس جانب قبلہ تھا لیکن صابئین کا۔ البتہ قضائے حاجت کے وقت منہ کرنا یا پشت پھیرنے کا دعوی صحیح نہیں، کیونکہ مسلمانوں کو صابئین کے قبلہ کی تعظیم کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔

اور غلط اس حوالے سے ہو سکتی ہے کہ اگر لوگوں کی اس سے مراد بیت المقدس ہو تو وہ قطب شمالی میں واقع نہیں۔ کیونکہ وہ چوتھے اقلیم میں ہے اور افغانی بھی چوتھے اقلیم میں ہیں تو بیت المقدس ہم سے شمال کی جانب میں کیسے ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر اور قوم کے رد میں فرماتے ہیں:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً إِنِّيٓ أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ [سورۃ الانعام 74:6]

«اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ تم بتوں کو کیا معبود بناتے ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمہاری قوم صریح گمراہی میں ہو»

کواکب پرستوں کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ کواکب ارواح ہیں۔ ان سے جو مانگا جائے دے سکتے ہیں اور وہ اس الٰہ اعظم کے ہاں ان کی سفارش بھی کرتے ہیں۔ اور وہ غیر مادی عقول اور عالی اجسام ہیں، اور فلاسفہ کے نزدیک وہ کائنات کی تدبیر اور اس میں تصرف کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

«تو ان فلاسفہ کے شرک کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو ان کے لئے سفارش ثابت کرتے ہیں؟ کیونکہ وہ علوی اجسام یعنی سورج، چاند اور ستاروں سے مدد مانگنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور ان ارواح سے بھی مدد مانگنے کو جائز سمجھتے ہیں جن کو فلاسفہ "عقول اور نفوس" اور مذہبی لوگ "ملائکہ" کہتے ہیں۔ اور مشرکین کی یہ حالت ہے کہ وہ فرشتوں اور جنات کے مابین تمیز نہیں کرتے کیونکہ ان کے پاس بعض روحیں (یعنی جنات) آتی ہیں جو ان کے بعض مطالبے پورے اور بعض خفیہ باتیں بتاتے ہیں، بلکہ کبھی کبھار تو وہ وہ سب کو ملائکہ اور ارواح کہتے ہیں۔ اپنے الفاظ میں وہ روحانی سورج، روحانی عطارد اور روحانی زہرہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ وہ کوئی شیطان مرد یا عورت ہوتی ہے جو انہیں اس شرک کے ذریعے گمراہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ بتوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ صنم کسے کہتے ہیں: ہر وہ مورت جو شرک کی نیت سے بنائی جائے خواہ وہ انبیاء علیہم السلام کی شکل پر ہو، یا نیک بندوں یا کسی کوکب یا کسی ذی روح کی۔ اور بتوں کے بھی اپنے اپنے شیطان تھے جن میں وہ داخل ہوتے تھے اور بعض اوقات بعض مشرکین کے ساتھ نہ صرف گفتگو کرتے تھے بلکہ ان کے مجاور بعض اوقات ایک دوسرے کو دیکھتے بھی تھے۔ اہل یونان اور روم مشرکین بالکواکب تھے جنہوں نے زمین میں ہیکل بنائے ہوتے تھے جس میں ان کی شکل کے مجسمے رکھے ہوئے تھے اور جادو کا عمل کرتے تھے۔ نمروذ بن کنعان اور اس کی قوم اسی قسم کی شرک میں مبتلا تھے جن کی تردید کے لئے اللہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا»[150]

امام رازی سورۃ یونس:18 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

« ان مشرکین نے انبیاء علیہم السلام اوراکابرین کی شکل پر مجسمے اور مورتیاں اس اعتقاد کی بنیاد پر بنائی تھیں کہ جب وہ ان مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ اکابرین اللہ کے ہاں ان کے لئے سفارش کرتے ہیں۔ اور ہمارے زمانے میں اس کی نظیر یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت بزرگوں کے قبروں کی تعظیم میں مشغول ہیں اور عقیدہ یہ ہے کہ جب وہ ان قبروں کی تعظیم کرتے ہیں تو وہ نیک ہستیاں ان کے لئے اللہ کے ہاں سفارش کرتے ہیں » [151]

سورۃ الانعام کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

« اس کے باوجود کہ وہ اللہ کا اقرار کرتے تھے لیکن پھر بھی بت پرستی ان کے نزدیک ایک مستحسن عمل تھا تاکہ وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کر سکیں » [152]

ایک اور مقام میں فرماتے ہیں:

« اور بہت سے لوگ سورج، چاند اور ستاروں کی عبادت اس اعتقاد پر کرتے ہیں کہ ان میں حیات کے علاوہ عقل بھی ہے اور بول بھی سکتے ہیں » [153]

حافظ ابن کثیر فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ ٱلَّيْلُ رَءَا كَوْكَبًا [سورۃ الانعام76:6] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

« اس مقام میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ہیکل کی عبادت کی بنیاد پر گمراہ اور خطاکار کہا۔ ہیکل سے مراد وہ سات گردشی سیارے ہیں یعنی سورج، چاند، زہرہ، عطارد، مریخ، مشتری اور زحل۔ ان میں سب سے زیادہ روشن اور اشرف سورج ہے پھر چاند پھر زہرہ۔ انہوں نے زہرہ سے شروع کیا کہ اس میں الوہیت کی صلاحیت نہیں ہے » [154]

ابن کثیر وَأَنَّهُۥ هُوَ رَبُّ ٱلشِّعْرَىٰ [سورۃ النجم49:53] کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، قتادہ اور ابن زید وغیرہ سے نقل کرتے ہیں:

« شعری[155] اس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم جوزاء کہا جاتا تھا اور بعض عرب اس کی پرستش کرتے تھے » [156]

کواکب پرستوں اور جنات کی عبادت کرنے والوں نے ان کی عبادت کے لئے طرح طرح کے علوم اور طریقے وضع کئے ہیں، اور ان کو پکارنے کے لئے اصول بنائے ہیں جیسا کہ یہ بات علم النجوم میں ڈھکی چھپی نہیں۔ علم نجوم اور احکام نجوم دونوں میں فرق ہے کیونکہ پہلے کا تعلق حساب سے ہے جو کہ ریاضی کی فرع ہے اور دوسرے کا تعلق علامات کی بنیاد پر طبیعت کی دلالت ہے جو کہ علم الطبیعیات کی فرع ہے۔

احکام نجوم سے متعلق جو علوم ہیں، وہ:[157]

1. علم اختیارات [وہ علم جس میں "کون سا کام کس وقت میں اور کہاں کرنا ہے" سے بحث کی جاتی ہے۔ سفر کب کرنا ہے۔ کپڑے کب بنانے ہیں، وغیرہ]
2. علم رمل [بارہ بروج کے اشکال سے مسائل کو حل کرنے کا علم]
3. فال کا علم [قرآن کھولنے کے ذریعے قسمت آزمائی کرنا اور اس جیسی دوسری چیزوں کے استعمال کا علم]
4. علم قرعہ [وہ علم جس میں مختلف شکلوں کے ذریعے مستقبل کے احوال جاننے کی کوشش کی جاتی ہے]
5. علم طیرۃ اور زجر [وہ علم جس میں نحوست اور دھتکار سے بحث کی جاتی ہے۔ اور یہ علم فال کا برعکس ہے]

علم سحر (جادو کا علم) سے متعلق جو علوم ہیں، ان میں:

1. علم کہانت [وہ علم جس میں انسانوں اور جنات وشیاطین کا آپس میں تعلق اور جنات کا انسانوں کو مستقبل کے امور بتانا]
2. علم نیرنجیات [فارسی لفظ "نیرنگ" کا معرب ہے۔ ملمع سازی اور تخیلاتی علم ہے۔ جس میں ہندسوں اور الفاظ کے اوائل حروف کو لکھا جاتا ہے]
3. علم خواص [وہ علم جس میں اللہ کے فلاں نام کی ورد کرنے میں یہ تاثیر ہے اور فلاں کتاب الٰہی کے نام میں یہ تاثیر ہے" سے بحث کی جاتی ہے]
4. علم رقی [دم پڑھنا، دھاگوں میں پھونکنا اور باندھنا، مختلف اشعار پڑھنا، پانی دم کرنا۔ اسلام میں بھی جائز ہے اگر شرکیہ کلمات نہ ہوں]

5. علم استحضار [جنات کو حاضر کرنے کا علم]
6. علم عزائم [جنات کو مسخر کرنے کا علم اور ان سے مطلوبہ مقاصد کیسے حاصل کئے جاسکتے ہیں]
7. کواکب کو پکارنے کا علم [سات سیاروں کی تسخیر کا علم اور ان کی روحانیت کے ذریعے دشمنوں کو قتل کرنا، گمشدہ چیزوں کو تلاش کرنا وغیرہ۔ یہ علم صابئین کا تھا]
8. علم فلقطیرات [لمبی لکیروں، دائروں اور حلقوں کا علم جس میں حروف اور اشکال بنائی جاتی ہیں]
9. علم اخفاء [وہ علم جس میں عامل کا اپنے آپ کو حاضرین سے غائب کرنا کہ وہ تو انہیں دیکھ سکتا ہو لیکن حاضرین اسے نہ دیکھ سکتے ہوں]
10. علم الحیل الساسانیۃ (ساسانی حیلوں کا علم) [مال اور دیگر مفادات کے حصول کے لئے حیلوں کا علم، کبھی صوفیاء کے جامہ میں تو کبھی اشرافیہ کے لباس میں]
11. علم کشف الدک وایضاح الشک [یعنی حقیقت سے پردہ اٹھانا اور شک کا ازالہ۔ تجارت اور دیگر پیشوں میں حیلوں اور دھوکا دہی کا علم]
12. شعبدہ بازی اور تخیلات کا علم [نظر بندی کا علم جس میں عامل اس تیزی سے اپنا کام کرتا ہے کہ وہ چیز اپنی اصل شکل میں دکھائی نہیں دیتی]
13. قلب کے تعلق کا علم [وہ علم جس میں کسی شخص کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اسم اعظم جانتا ہے]
14. علم الاستعانۃ بخواص الادویۃ والمفردات (مفردات وادویات کے خواص میں مہارت) [اگرچہ یہ علم فی نفسہ درست ہے لیکن اس کا ایک شعبہ سحر سے تعلق رکھتا ہے]

گرچہ ان علوم کی تشریح اس مقام میں مناسب نہیں لیکن بہت سے لوگ جو اپنی نسبت علم وزہد کی طرف کرتے ہیں وہ ان علوم میں مبتلا ہیں اور لوگوں کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا تعلق "کشف" اور "اسرار" سے ہے۔ اسی لئے اجمالا ان علوم کی حقیقت ظاہر کرنا ضروری تھا کہ یہ شرک، کفر اور جادو ہیں جن کے ذریعے شیطان لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور دین میں بدعات اور تحریف کرنے والے بناوٹی صوفی مال کھاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تُدَبِّرُ بِالنُّجُوْمِ وَلَسْتَ تَدْرِيْ : وَرَبُّ النَّجْمِ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ [158]

« تم ستاروں کے ذریعے (کائنات) کی تدبیر کر رہے ہو حالانکہ تم یہ نہیں جانتے کہ ستاروں کا رب جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے »

مشرکین کو توبہ کی ترغیب دینے کا ایک خوبصورت انداز:

وَإِن تَعُدُّواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحۡصُوهَآ

« اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو انہیں گن نہیں سکتے »

قرآن مجید میں یہ آیت دو جگہ ہے لیکن دونوں مقامات میں آیت کا تتمہ مختلف ہے۔ سورۃ ابراہیم 34:14 میں خاتمہ یوں ہے: إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَظَلُومٞ كَفَّارٞ « بے شک انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے » اور سورۃ النحل 18:16 میں إِنَّ ٱللَّهَ لَغَفُورٞ رَّحِيمٞ « بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے » ہے جہاں آیت غفور رحیم کے جمالی صفات کے ساتھ ختم ہوئی ہے کیونکہ خطاب مشرکین کے ساتھ ہے اور جاہل اور ان پڑھ ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ نرمی مناسب ہے۔ جمالی صفات کے ساتھ آیت کو ختم کرنے میں انہیں ترغیب دی گئی ہے کہ میری رحمت وسیع ہے اگر تم لوگ شرک سے توبہ کر واور اسے چھوڑ دو تو میں نہ صرف تمہارے پچھلے گناہ بخش دوں گا بلکہ مزید رحم بھی کروں گا۔[159]

یہود : [160]

قرآن مجید کے غیر منقادین فرقوں میں سے دوسرا فرقہ "یہود" ہے۔یہود وہ لوگ ہیں کہ جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا تو انھوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت گرا دیا جیسا کہ وہ بالکل جانتے ہی نہ ہوں۔ اور انہوں نے کفر اور عناد کی وجہ سے اللہ کی کتاب کو طاق نسیان میں رکھ دیا ۔یہود علم کے باوجود اللہ کے دشمن تھے۔ قرآن ان کے ساتھ خطاب اور بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ قرآن مجید نے یہودیوں کے جو بڑے بڑے اصول ذکر کئے ہیں ان میں:

1. مداہنت [حق کے بیان میں سستی دکھانا]
2. حق چھپانا
3. ترک عمل
4. اور تحریف ہے۔

اور ان میں سے ہر ایک اصل دوسری برائی کے لئے باعث اور بنیاد ہے۔یہود کی مذمت میں اللہ فرماتے ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ ٱلْكِتَٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ لِيَشْتَرُوا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ [سورۃ البقرۃ2:79]

« پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو (اللہ کی) کتاب (اپنی طرف سے) لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس پر تھوڑی سی دنیا لے سکیں۔ پس ان کے ہلاکت ہے اس لیے کہ (اپنی طرف سے باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور (پھر) ان پر افسوس ہے، اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں »

اور اس امت وسط کے اکثر علماء مذکورہ امور میں یہودیوں کے نقش قدم پر رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق چلنے والے ہیں:

لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو النعل بالنعل [161]

« تم لوگ اپنے سے پہلوں کی راہ پر قدم بہ قدم چلوگے »

اور اس امت کا یہودیوں کے نقش قدم پر چلنا دراصل قرآن مجید سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اللہ غارت کرے کہ کیسے انہوں نے علم کا ستیاناس کیا ہے۔ اور قرآن کو نہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے باطل پرستوں کے دلوں کو قرآن مجید کے موتیوں کے ذریعے معزز کرنے سے انکار کیا ہے۔[162]

سرزمین عرب میں رہنے والے یہود دیگر لوگوں کی بہ نسبت تعداد میں زیادہ تھے۔ اور مختلف قبائل کی صورت میں پھیل گئے جیسے: حمیر، بنو کنانہ، بنو حارث بن کعب، کندۃ، بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع۔[163] اور انہوں نے مدینہ منورہ میں بیت المدراش[164] کے نام سے جگہیں بنائی تھیں جن میں وہ عربوں کو تورات کا ترجمہ پڑھاتے تھے، اور انہیں وعظ و نصیحت کرتے تھے یہاں تک کہ اوس و خزرج ان کو اپنی اولاد کے نذرانے بھی پیش کرتے تھے اگر وہ زندہ بچیں۔ اور طبری نے ذکر کیا ہے کہ عربوں میں سب سے پہلا شخص جو یہودی ہوا وہ سعد ابو کرب تھا۔ وہ یہودیت کے پیچھے چلا اور پھر اس کے تابعداروں کی تعداد بڑھ گئی۔ اسی طرح اعبر کلال وہ پہلا شخص تھا جو عربوں میں سے نصرانی ہوا۔ اس نے نصرانیت کی اشاعت کی کوشش کی یہاں تک کہ عرب (اہل کتاب کے اعتبار سے) دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ عرب یہودی اور عرب نصاری۔ عرب یہودی شام کے علاقہ جابیہ اور مدینہ میں رہتے تھے اور عرب نصاری نجرانی قبائل کے نام سے جانے جاتے تھے۔ مکہ سے دور رہنے کی وجہ سے قرآن مجید نے مکی سورتوں میں یہود کو بہت کم ہی ذکر کیا ہے۔ ان کا ذکر بیشتر مدنی سورتوں میں کیا گیا ہے۔

قُلْ فَأْتُوا۟ بِٱلتَّوْرَىٰةِ فَٱتْلُوهَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ « کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو) » آیت میں جو توراۃ لانے کا کہا گیا ہے وہ بھی ان پر بطور رد کے ہے۔

تورات:[165]

عبرانی لفظ ہے جس کے معنی "قانون اور شریعت" کے ہیں[166]۔ اور اس کا اطلاق پانچ کتابوں پر ہوتا ہے:[167]

1. سفر[168] التکوین: جس میں کائنات کی پیدائش، سیدنا آدم، حواء، نوح، ابراہیم، اسحاق اور یوسف علیہم السلام کے احوال ہیں۔[169]
2. سفر الخروج: جس میں موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور بنی اسرائیل کے احوال ہیں۔[170]
3. سفر الاحبار: جس میں شریعت کے حلال و حرام کی تفصیل ہے۔[171]
4. سفر العدد: جس میں اقوام کی تعداد، بنی اسرائیل کی تعداد جب وہ مصر سے نکل رہے تھے، دیگر اقوام کے ساتھ ان کی لڑائیاں اور بعض احکام[172]
5. سفر الاستثناء: جس میں جزئی احکام اور قواعد ہیں۔[173]

یہودیوں کی چند اور کتابیں بھی تھیں، جس کے ذریعے انہوں نے تورات کی اصل شکل بگاڑ دی تھی۔ اسے بھی شریعت کا درجہ دیا اور اپنی طرف سے بہت سی چیزوں کا اضافہ کر کے انہوں نے اللہ کے دین کو بدل ڈالا اور اصلی نقلی کو آپس میں ملالیا، انہی میں سے پانچ علوم یہ تھے:

1. النبییم [174]: میم عبرانی زبان میں جمع کی علامت ہے۔ اس علم میں انبیاء کے مواعظ اور بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے اقوال مذکور ہیں، اور انہی اقوال کے ذریعے یہود تورات کی تشریح کرتے ہیں۔ جیسے سفر یوشع، سفر القضاۃ، سفر صموئیل، سفر الایام، سفر ملوک۔ اور اسی میں وہ اپنی تاریخ بھی ذکر کرتے ہیں۔ تورات کے اکثر حصہ کا اطلاق "النبییم" پر ہوتا ہے۔
2. الکتوبیم [175]: مزامیر، امثال، ایوب اور دانیال پر مشتمل ہے۔
3. الترگوم[176]: یہ لفظ ترجوم سے ہے۔ یہ تورات اور النبییم کا ترجمہ ہے جو یہودی ربیوں یعنی مذہبی پیشواؤں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو قبل کیا تھا۔
4. المدراش[177]: مدراش درس سے ہے اور اس میں تورات، النبییم اور ترگوم کے علوم کی تشریح ہے جیسے مسلمانوں کے ہاں حدیث کی شرح ہے۔
5. تالمود[178]: اور یہ یہودیوں کی مرتب فقہ ہے اور ابواب کی شکل میں ہے۔

نصاری:[179]

غیر منقادین مخاطبین میں سے تیسرا فرقہ نصاری کا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دین عیسی پر چلنے کے دعویدار ہیں[180] اوران کی مذہبی کتاب انجیل[181] ہے۔اس فرقے کے اکثر لوگ امی اور جاہل تھے جو کتاب اللہ کو نہیں سمجھتے تھے بلکہ آرزؤوں کے پیچھے چلنے والے تھے۔اور کسی نے بھی بغیر سند و ثبوت کے جو کہہ دیا اس کی تابعداری کرتے تھے۔

اس امت کے اکثر لوگ بھی ان کی روش پر چلے ہیں جو ان کی طرح حق بات اور باطل کے مابین فرق نہیں کر سکتے[182]۔ حالانکہ سند کی اہمیت پر عبد اللہ بن مبارک[183] کا مشہور قول ہے:

﴿ الإسناد من الدين ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء ﴾ [184]

« سند دین میں سے ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جس کے جی میں جو آتا وہ کہتا(اور اسے دین سمجھا جاتا) »

نصاری نہ صرف عہد عتیق یعنی توراۃ اور نبییم کو تسلیم کرتے ہیں[185] بلکہ ترگوم، مدراش اور تالمود کی تفسیری روایات کو بھی مانتے ہیں۔

یہود و نصاری کے کفر کی بنیادی وجہ:

یہود و نصاری کے کفر کی بنیادی وجوہات میں سے:

1. اللہ تعالی کے لئے اولاد اور نائب ثابت کرنا[186]
2. اللہ کی کتابوں میں تحریف کرنا[187]
3. حق چھپانا[188]
4. اوامر پر عمل نہ کرنا[189]
5. اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینا، اور حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دینا[190]
6. عناد[191]
7. حق سے تکبر[192]
8. مذاق اڑانا[193]
9. اور مشرکین اور منافقین کے ساتھ اسلام کے خلاف خفیہ جرگے کرنا۔

اسی لئے اللہ نے متعدد سورتوں میں ان کو ان کے برے اقوال اور قبیح افعال پر دھتکارا ہے جیسے سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ، سورۃ التوبۃ، سورۃ الاحزاب، سورۃ الحدید، سورۃ المجادلۃ، سورۃ الحشر، سورۃ الممتحنۃ، سورۃ الصف، سورۃ الجمعۃ، سورۃ المنافقون اور سورۃ البینۃ۔ اور چونکہ منافقین اور اہل کتاب مکہ میں نہیں بلکہ مدینہ میں تھے اور وہیں وہ پروان چڑھے اسی لیے اہل کتاب یعنی یہود و نصاری اور منافقین کی مکی سورتوں میں (زیادہ طور) تشنیع نہیں کی گئی۔[194]

منافقین:[195]

قرآن مجید کے مخاطبین میں چوتھا فرقہ منافقین کا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ دھوکا کرنے والے اور اسلام کے لئے سخت ضرر رساں تھے[196]۔ منافق رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مدینہ اور اس کے گردونواح میں رہتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کی ساٹھ سے زیادہ مذموم صفات ذکر کی ہیں[197] جیسے خیانت، وعدہ خلافی، ترک جماعت وغیرہ۔ منافقین دو قسم پر ہیں:[198]

1. اعتقادی منافق
2. عملی منافق

جن مختلف سورتوں میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سورۃ البقرۃ [آیت:1-20] سورۃ النساء [آیت:71-72] اور سورۃ التوبہ [آیت:38-90] میں تفصیل کے ساتھ ان کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔ مکی سورتیں جن کی تعداد [87] ہے ان میں مشرکین کے ساتھ قرآن مجید کا طرز خطاب نرمی پر مبنی ہے جبکہ [27] مدنی سورتوں میں اہل کتاب [یہود و نصاری] اور منافقین کے ساتھ گفتگو کا لہجہ سخت اور شدید ہے۔ کیونکہ ان کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ضرر رسانی مشرکین کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ مشرکین نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کو گالیاں دیں، ان کی طرف کفر، سحر اور کاہن کیا کیا نسبتیں کیں۔ انہیں اپنے ہاتھوں سے ایذاء دی اور پتھر برسائے، لیکن منافقین رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں مشرکین پر غالب ہوئے انہوں نے ان کی زوجہ ام المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگائی[199]۔ وہ مدینہ میں بے حیائی پھیلانے کے خواہاں تھے۔ انہوں نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کو زہر دینے کی کوشش کی[200] بلکہ ان پر اوپر سے بھاری پتھر گرانے کی منصوبہ بندی[201] بھی کی، اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کا لہجہ خطاب ان کے ساتھ سختی پر مبنی ہے۔

حواشی:

1 جرجانی "اصول" کی تعریف یوں کرتے ہیں: "الأصل: هو ما يَبْتَنِيْ عليه غيرُه. الأصول: جمع أصل، وهو في اللغة: عبارة عما يُفْتَقَرُ إليه، ولا يَفْتَقِرُ هو إلى غيرِهِ. وفي الشرع عبارةٌ عما يَبْنِي عليه غيرُه، ولا يَبْنِي هو على غيرِهِ" [التعریفات:28]

2 اصطلاح کی تعریف یوں کرتے ہیں: الاصطلاح: إخراج اللفظ من معنى لغوي إلى آخر، لمناسبة بينهما [التعریفات:28]

3 ابن قیم لکھتے ہیں: "والاصطلاحاتُ لا مُشَاحَةَ فيها إذا لم تَتَضَمَّنْ مَفْسَدَةً" [مدارج السالکین 286:3] علماء نے اس قاعدہ کو مختلف الفاظ اور تعبیرات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس قاعدہ کو سمجھنے کے لئے مختلف مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مثلا عبد الرحیم اسنوی، شافعی [وفات:772ھ] فرماتے ہیں: "الفرض والواجب عندنا مترادفان وقالت الحنفية: إن ثبت التكليف بدليل قطعي مثل الكتاب والسنة المتواترة فهو الفرض كالصلوات الخمس وإن ثبت بدليل ظني كخبر الواحد والقياس فهو الواجب ومثلوه بالتواتر على قاعدتهم فإن ادعوا أن التفرقة شرعية أو لغوية فليس في اللغة ولا في الشرع ما يقتضيه وإن كانت اصطلاحية فلا مشاحة في الاصطلاح . قال في الحاصل: والنزاع لفظي" [نہایۃ السول شرح منہاج الوصول:24]

4 "محمد بن احمد سہل، ابو بکر، شمس الائمۃ، کبار احناف میں سے تھے۔ سرخس [موجودہ: ایران کے صوبہ رضوی خراسان کا حصہ ہے] سے تعلق تھا۔ المبسوط آپ کی سب سے بڑی املائی تصنیف ہے جسے اوزجند [فرغانہ۔ اور فرغانہ موجودہ نقشے پر "ازبکستان" میں واقع ہے] میں جیل کے کنویں سے مقید ہونے کی حالت میں املاء کراتے تھے۔ 384ھ=1090ء کو وفات پائی"۔

[تاج التراجم:234، ترجمہ:201، الاعلام 315:5]

5 علامہ تفتازانی [وفات:793ھ] لکھتے ہیں: "الکتاب هو القرآن المنزل على الرسول ﷺ المكتوب فى المصاحف المنقول إلينا نقلا متواترا بلا شبهة" [التلویح مع التوضیح 46:1]

6 شیخ القرآن نے قرآن مجید کی تعریف خود قرآن کی زبانی کے لئے چوبیس سے زیادہ مقامات کا حوالہ دیا ہے جن کا حاصل یہ ہے:

1. اس کتاب کا بھیجنے والا "اللہ" ہے۔
2. لانے والے فرشتوں کا سردار "جبریل امین" ہے۔
3. جس کی طرف بھیجا گیا ہے وہ امام الانبیاء "محمد مصطفی ﷺ" ہیں۔
4. عربی کی واضح زبان میں بھیجا گیا ہے۔
5. اس کتاب کے بارے میں پیشن گوئی گذشتہ آسمانی کتابوں میں دی گئی تھی۔

7 واؤ قسم بمعنی شہادت اسی مقالے میں قرآن مجید میں اقسام حلف (اصول القرآن) کے ضمن میں آجائے گا۔

8 امام رازی نے سورۃ البقرۃ:2، کی تفسیر میں قرآن مجید کے بتیس [32] نام ذکر کئے ہیں۔[التفسیر الکبیر 2:260-265]۔ مجد الدین نے [93] نام ذکر کئے ہیں۔[بصائر ذوی التمیز 1:88-95]

قرآن مجید کے اسماء پر علماء نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ فہرست دیکھنے کے لئے مطالعہ کریں۔ فہد رومی، دراسات فی علوم القرآن:25

صالح بن ابراہیم البليهي نے قرآن مجید کے اسماء پر مستقل کتاب لکھی ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں:

وعدد الآيات التي ذكر الله فيها أسماء القرآن وأوصافه اللائقة به هي اربعمائة وثلاث وخمسون آية [453] .... أما عدد أسماء القرآن فهي ستة و أربعون إسما .. وعمدا تركت من الأسماء عشرة لاعتقادى أنها أوصاف للقرآن وليست بأسماء [الھدی والبیان فی اسماء القرآن 1:46-47]

9 "عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین، خضیری، شافعی، سیوطی، جلال الدین، 849ھ=1445ء کو پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے کہ والد کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ قاہرہ (مصر کا دار الخلافہ) میں پلے بڑھے۔ چالیس سال کی عمر میں دریائے نیل کے روضۃ المقیاس (جزیرہ روضہ کے مقام پر تعمیر کیا گیا "Nilometer") میں عزلت نشین ہوئے اور وہیں اکثر کتابیں لکھیں۔ امراء و شرفاء ان سے ملنے وہاں آتے، وظائف و تحائف پیش کرتے مگر آپ ان میں سے کسی سے ملتے نہ ہی کوئی وظیفہ اور تحفہ قبول کرتے۔ 911ھ=1505ء کو وفات پائی"۔

[شذرات الذہب 8:51، الاعلام 3:301، نیل السائرین 519-520، ترجمہ:542-7]

10 حافظ سیوطی نے اس کتاب میں علوم القرآن کے اسی (80) انواع سے بحث کی ہے لیکن ان کی کتاب کا زیادہ تر حصہ نام لئے بغیر بدر الدین زرکشی کی البرہان فی علوم القرآن سے مقتبس ہے۔

11 حافظ سیوطی نے جملہ اسماء بدر الدین زرکشی کی البرہان فی علوم القرآن سے ذکر کئے ہیں۔ مطالعہ کریں: البرہان فی علوم القرآن، النوع الخامس عشر، 1:273۔ الاتقان فی علوم القرآن، النوع السابع عشر، 1:181

12 عبد اللہ بن صالح الفوزان لکھتے ہیں:

والمفرد نوعان: الجامد: وهو ما لم يؤخذ من غيره، نحو: خالد أخوك .المشتق: ما أخذ من غيره وهو يدل على معنى وذات [دلیل السالک الی الفیۃ بن مالک 1:170]

[13] ثعلبی [وفات:427ھ] اور رازی [وفات:606ھ] فرماتے ہیں: كثرة الأسماء تدلّ على شرف المسمّى [الکشف والبیان 126:1، التفسیر الکبیر 156:1]

مزید حوالہ جات: امام نووی کی المجموع شرح المہذب 4:9، مجد الدین فیروز آبادی کی بصائز ذوی التمیز 88:1

[14] زرکشی لفظ "قرآن" کے اشتقاق اور عدم اشتقاق کے حوالے سے ذکر کرتا ہے: وأما القرآن فقد اختلفوا فيه :

1. "فقيل هو اسمٌ غيرُ مُشْتَقٍّ من شيءٍ بل هو اسمٌ خاصٌ بكلام الله" . یہ قول امام شافعی کا ہے: "قول الشافعي: هو اسم لكتاب الله يعني أنه اسمُ عَلَمٍ غيرُ مشتَقٍّ" اور اسی لئے امام شافعی لفظ قرآن کو غیر مہموز یعنی قران پڑھتے تھے۔
2. "وقيل مشتق من الْقَرْيِ وهو الجمعُ ومنه قَرَيْتُ الماءَ في الحوض أي جمعْتُهُ قاله الجوهري وغيره ... وقال أبو عبيد سُمِّيَ القرآنُ قرآنا لأنه جَمَعَ السُّوَرَ بعضَهَا إلى بعضٍ"
3. اور بعض متاخرین کے نزدیک اس کے معنی "جمع کرنے" کے نہیں ہیں اور دلیل میں سورۃ القیامۃ:17 إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ نے لفظ جمع اور لفظ قرآن دونوں ذکر کئے ہیں اور عطف میں مغایرت ہوتی ہے۔ "فغاير بينهما وإنما مادته قَرَأَ بمعنى أَظْهَرَ وبَيَّنَ والقارئُ يُظْهِرُ القرآنَ ويُخْرِجُهُ "
4. یہ قِران (جڑا ہوا) سے مشتق ہے: "وذهب آخرون إلى أنه مشتقٌ من قَرَنْتُ الشيءَ بالشيءِ إذا ضَمَمْتُهُ إليهِ فسمي بذلك لِقِرانِ السُّوَرِ والآياتِ والحروفِ فيه ومنه قيل للجمع بين الحج والعمرة قِرَانٌ "
5. امام قرطبی نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ یہ غیر مہموز ہے اور قرائن سے ماخوذ ہے۔ البتہ غیر مہموز کے قول کو زجاج نے کمزور قرار دیا ہے۔[البرہان فی علوم القرآن 277:1-278]

[15] امام رازی فرماتے ہیں: "لأنه لا يستفاد من كتاب من الحكم والعلوم ما يستفاد منه" [التفسیر الکبیر 264:2]

[16] "لفظ کتاب مصدر ہے:

1. اور مصدر کبھی کبھی مفعول کے معنوں میں آتا ہے۔ کتاب بمعنی مکتوب یعنی خط کے معنوں میں مستعمل ہے۔[التفسیر الکبیر 260:2]
2. کتاب کا ایک معنی جمع کرنے کے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید سورتوں اور آیات کا مجموعہ ہے اس لئے اس کو کتاب کا نام دیا گیا۔[التفسیر الکبیر 260:2، الاتقان فی علوم القرآن 67:1]

[17] امام رازی فرماتے ہیں: "وإنما سمي به لأن المعتصم به في أمور دينه يتخلص به من عقوبة الآخرة ونكال الدنيا، كما أن المتمسك بالحبل ينجو من الغرق والمهالك، ومن ذلك سماه النبي ﷺ عصمة فقال: «إن هذا القرآن عصمة لمن اعتصم به»لأنه يعصم الناس من المعاصي" [التفسیر الکبیر 262:2]

[18] ابن جریر نے منادی کی تفسیر میں دو اقوال ذکر کئے ہیں: قرآن مجید اور محمد ﷺ۔ اور پھر آخر میں قرآن مجید کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "وأولى القولين في ذلك بالصواب، قول محمد بن كعب، وهو أن يكون"المنادي" القرآن. لأن كثيرا ممن وصفهم الله بهذه الصفة في هذه الآيات، ليسوا ممن رأى النبي ﷺ، ولا عاينه فسمعوا دعاءه إلى الله تبارك وتعالى ونداءه، ولكنه القرآن" [جامع البیان 481:7]

[19] زرکشی فرماتے ہیں: "وأما النور فلأنه يُدْرَكُ به غوامضُ الحلال والحرام" [البرہان فی علوم القرآن 279:1]

[20] زرکشی فرماتے ہیں: "وأما تسميته مهيمنا فلأنه الشاهد للكتب المتقدمة بأنها من عند الله" [البرہان فی علوم القرآن 280:1]

[21] ابن کثیر ذکر کرتے ہیں:" كل ما أمر به فهو العدل الذي لا عدل سواه، وكل ما نهى عنه فباطل فإنه لا ينهى إلا عن مفسدة"[تفسیر القرآن العظیم 289:3]

[22] "وأما الكلام فمشتق من التأثير يقال كَلَمَهُ إذا أثَّر فيه بالجرح فسمي الكلام كلاما لأنه يُؤَثِّرُ في ذهن السامع فائدةً لم تكن عنده" [البرہان فی علوم القرآن 279:1]

[23] زرکشی فرماتے ہیں: "وأما تسميته هُدًى فلأن فيه دلالةً بَيِّنَةً إلى الحق وتفريقًا بينه وبين الباطل" [البرہان فی علوم القرآن 279:1]

[24] ابن کثیر فرماتے ہیں: "وذلك لأن لغة العرب أفصح اللغات وأبينها وأوسعها وأكثرها تأدية للمعاني التي تقوم بالنفوس، فلهذا أنزل أشرف الكتب بأشرف اللغات، على أشرف الرسل بسفارة أشرف الملائكة، وكان ذلك في أشرف بقاع الأرض، وابتدئ إنزاله في أشرف شهور السنة، وهو رمضان، فكمل من كل الوجوه" [تفسیر القرآن العظیم 313:4]

[25] امام رازی فرماتے ہیں: "سمي به لأنه يجب اتباعه وقالت لأخته قصيه [القصص: 11] أي اتبعي أثره، أو لأن القرآن يتتبع قصص المتقدمين" [التفسیر الکبیر 262:2]

[26] زجاج [وفات:311ھ] فرماتے ہیں: "نُبَيِّنُ لك أحسنَ البيانِ" [معانی القرآن واعرابہ 88:3]

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "وليس القَصَصُ بالفتح جمع قِصَّةٍ كما يظنه بعض العامة. فإن ذلك يقال في قِصَصٍ بالكسر واحدُهُ قِصَّةٌ والقصة هي الأمر والحديث الذي يُقَصُّ فِعْلَةٌ بمعنى مفعولٌ وجمعُهُ قِصَصٌ بالكسر. وقوله: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ بالفتح لم يقل أَحْسَنَ الْقِصَصِ بالكسر ولكن بعض الناس ظنوا أن المراد أحسن القصص بالكسر وأن تلك القصة قصة يوسف وذكر هذا طائفة من المفسرين" [مجموع الفتاوی 19:17-20]

[27] ابن جریر فرماتے ہیں:" هذا القرآن بلاغ للناس، أبلغ الله به إليهم في الحجة عليهم، وأعذر إليهم بما أنزل فيه من مواعظه وعبره"[جامع البیان 57:17]

28 زرکشی فرماتے ہیں: "وأما تسميته شفاء فلأنه من آمن به كان له شفاء من سقم الكفر ومن علمه وعمل به كان له شفاء من سقم الجهل" [البرہان فی علوم القرآن 280:1]

29 ابن جریر فرماتے ہیں:"مستقيما لا اختلاف فيه ولا تفاوت، بل بعضه يصدق بعضا، وبعضه يشهد لبعض، لا عوج فيه، ولا ميل عن الحق"[جامع البیان 592:17]

امام راغب اصفہانی [وفات:502ھ] فرماتے ہیں: "قَيِّمًا أى ثابتاً مقوِّماً لأمور معاشهم ومعادهم" [المفردات فی غریب القرآن:417]

امام رازی فرماتے ہیں: "سمي قيما لأنه قائم بذاته في البيان والإفادة" [التفسیر الکبیر 262:2] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: "قَيِّمًا مستقيماً معتدلا لا إفراط فيه ولا تفريط أو قَيِّمًا بمصالح العباد فيكون وصفاً له بالتكميل بعد وصفه بالكمال" [انوار التنزیل واسرار التاویل 272:3]

30 زرکشی فرماتے ہیں: "وأما تسميته ذكرا فلما فيه من المواعظ والتحذير وأخبار الأمم الماضية وهو مصدر ذكرت ذكرا والذكر الشرف قال تعالى: لَقَدۡ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ كِتَٰبًا فِيهِ ذِكۡرُكُمۡ [سورۃ الانبیاء 10:21] أي شرفكم" [البرہان فی علوم القرآن 279:1]

31 امام رازی نے فرقان کی وجہ تسمیہ میں تین اقوال ذکر کئے ہیں: "سمي بذلك لأن نزوله كان متفرقا أنزله في نيف وعشرين سنة، ودليله قوله تعالى: وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا [الإسراء: 106] ونزلت سائر الكتب جملة واحدة ... وقيل: سمي بذلك لأنه يفرق بين الحق والباطل، والحلال والحرام، والمجمل والمبين، والمحكم والمؤول، وقيل: الفرقان هو النجاة، وهو قول عكرمة والسدي، وذلك لأن الخلق في ظلمات الضلالات فبالقرآن وجدوا النجاة" [التفسیر الکبیر 261:2]

زرکشی فرماتے ہیں: "وأما تسميته فرقانا فلأنه فرق بين الحق والباطل والمسلم والكافر والمؤمن والمنافق وبه سمي عمر بن الخطاب الفارق" [البرہان فی علوم القرآن 280:1]

32 امام قرطبی فرماتے ہیں:"والحديثُ ما يُحَدِّثُ به المحدِّثُ . وسمي القرآنُ حديثاً، لأن رسول الله ﷺ كان يُحَدِّثُ به أصحابَه وقومَه"[الجامع لاحکام القرآن 15:248-249]

33 زرکشی فرماتے ہیں: "وأما تسميته بَشِيرًا وَنَذِيرًا فلأنه بشر بالجنة وأنذر من النار" [البرہان فی علوم القرآن 279:1]

34 امام رازی فرماتے ہیں: "سمي به لأنه سبب لحياة الأرواح" [التفسیر الکبیر 262:2]

35 بغوی لکھتے ہیں:" حِكۡمَةُۢ بَٰلِغَةٞ يعني القرآن حكمة تامة قد بلغت الغاية في الزجر" [معالم التنزیل 322:4]

36 ابن جوزی لکھتے ہیں: "أخبر بجلالة القرآن عنده فقال عز وجل: فِي صُحُفٖ مُّكَرَّمَةٖ أي: هو في صحف، أي: في كتب مكرمة، وفيها قولان: أحدهما: أنها اللوح المحفوظ، قاله مقاتل. والثاني: كتب الأنبياء، ذكره الثعلبي. فعلى هذا يكون معنى مَّرۡفُوعَةٖ عالية القدر، وعلى الأول يكون رفعها كونها في السماء" الخ [زاد المسیر فی علم التفسیر 400:4]

37 ابن قیم لکھتے ہیں: "و القول الفصل: هو الذي يفصل بين الحق والباطل، فيميز هذا من هذا، ويفصل بين الناس فيما اختلفوا فيه" [التبیان فی ایمان القرآن:172]

38 زرکشی فرماتے ہیں: "وأما تسميته مجيدا والمجيد الشريف فَمِنْ شَرَفِهِ أنه حُفِظَ عن التغيير والتبديل والزيادة والنقصان" [البرہان فی علوم القرآن 280:1]

39 عبد الرزاق قتادۃ سے روایت کرتے ہیں:" يُؤۡتِي ٱلۡحِكۡمَةَ مَن يَشَآءُ قال: الحكمة: القرآنُ والفِقْهُ في القرآن " [تفسیر عبد الرزاق 373:1، روایت:349]

40 ابن جزیؒ لکھتے ہیں: "سبيل: هو الطريق وجمعه سبل ثم استعمل في طريق الخير والشر وسبيل الله: الجهاد. وابن السبيل: الضيف وقيل القريب" [التسهيل لعلوم التنزيل 35:1]

41 ابن کثیر فرماتے ہیں:" وهو الدليل القاطع للعذر والحجة المزيلة للشبهة" «برہان اس دلیل کو کہتے ہیں جو عذر کو ختم اور شبہ کو زائل کرنے والا ہو» [تفسیر القرآن العظیم 428:2]

راغب اصفہانی "برہان" کے متعلق فرماتے ہیں:"فالبرهان أوكد الأدلة وهو الذي يقتضي الصدق أبدا لا محالة"[المفردات فی غریب القرآن:121، مادۃ: برہ]

42 ابن جریر فرماتے ہیں: "ويعني بـ"البالغة"، أنها تَبْلُغُ مرادَه في ثبوتها على من احتج بها عليه من خلقه، وقَطَعَ عُذْرَهَ إذا انتهت إليه فيما جُعِلَتْ حجةً فيه" [جامع البیان 212:12]

43 ابن ابی حاتم سیدنا ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "فضل الله: القرآن. برحمته أن جعلكم من أهله" [تفسیر ابن ابی حاتم 1958:6، روایت:10424، 10426]

44 ابن جریر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "يتلى فيها كتابه" [جامع البیان 191:19]

45 قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: وَٱلۡمِيزَانَ "والشرع الذي توزن به الحقوق ويسوى بين الناس" [انوار التنزیل واسرار التاویل 79:5]

46 شیخ القرآن نے متعدد آیات سے قرآن مجید کے نزول کی حکمت کو دو جملوں میں بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: "والحق أن القصد الأصلي من نزول القرآن هو تهذيب النفوس البشرية ودمغ العقائد الباطلة و نفي الأعمال الفاسدة" [الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:14]

47 امام قرطبی فرماتے ہیں:" لِتُخۡرِجَ ٱلنَّاسَ أي بالكتاب، وهو القرآن، أي بدعائك إليه. مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ أي من ظلمات الكفر الضلالة والجهل إلى نور الإيمان والعلم ... من البدعة إلى السنة، ومن الشك إلى اليقين" [الجامع لاحکام القرآن 338:9]

48 شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کی آیات کو علوم خمسہ [پانچ علوم] میں منقسم کیا ہے۔ جن میں سے ایک علم الجدل اور علم المخاصمہ ہے کہ قرآن مجید گمراہ فرقوں کے ساتھ خطاب کرتا ہے یعنی مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین۔[الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:13]

49 **شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:** "فإذا قرأت القرآن فلا تحسب أن المخاصمة كانت مع قوم إنقرضوا ، كلا ، بل ما من بلاء كان فيما سبق من الزمان إلا وهو موجود اليوم بطريق الأنموذج كما ورد فى الحديث الشريف : لتتبعن سنن من كان قبلكم — فمقصود القرآن الكريم بيان كليات تلك المفاسد لا خصوص الحوادث" [**الفوز الکبیر فی اصول التفسیر**:32]

50 تمام اصطلاحات کی تعریف اور وضاحت "اصول القرآن" میں اپنی اپنی جگہ پر آرہی ہے۔

51 اور یہ وہی چار فرقے ہیں جن کو شاہ ولی اللہ نے "علم المخاصمہ" میں ذکر کیا ہے۔[الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (فارسی):3]

52 **ابن جریر طبری** [وفات:310ھ] **فرماتے ہیں:** "كانت (العرب) تقر بوحدانيته، غير أنها كانت تشرك في عبادته" [**جامع البیان**1:371، **بذیل سورۃ البقرۃ**2:22]

امام رازی [وفات:606ھ] **فرماتے ہیں:** "اعلم أنه ليس في العالم أحد يثبت لله شريكا يساويه في الوجود والقدرة والعلم والحكمة، وهذا مما لم يوجد إلى الآن" [**التفسیر الکبیر**2:344]

ابن کثیر [وفات:774ھ] **فرماتے ہیں:** "فإن غالب الأمم كانت مقرة بالصانع، ولكن تعبد معه غيره من الوسائط التي يظنونها تنفعهم أو تقربهم من الله زلفى" [**تفسیر القرآن العظیم**4:414]

53 ابو الفتح محمد بن ابی القاسم، عبد الکریم شہرستانی، شافعی، متکلم، فلسفی اور بلند پایہ فقیہ تھے۔ آپ 479ھ=1086ء کو نیشاپور [موجودہ صوبہ رضوی خراسان ایران کا حصہ ہے] اور خوارزم [موجودہ وسطی ایشیا میں جزوی طور پر ترکمانستان، جزوی ازبکستان اور جزوی قازقستان کا حصہ ہے] کے درمیان شہرستان [موجودہ: ترکمانستان] میں پیدا ہوئے۔ آپ کی مشہور کتاب "الملل والنحل" [تین جلدوں میں] ہے جس کا فارسی، ترکی، جرمنی، انگریزی سمیت متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں دیگر متکلمین کے مقابلے میں ان کی تعریف کی ہے۔ 510ھ میں بغداد منتقل ہوئے اور وہاں تین برس قیام کیا اور واپس اپنے علاقے کی طرف لوٹے اور وہیں 548ھ=1153ء کو وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء20:286-288، ترجمہ:194، الاعلام للزرکلی6:215، نیل السائرین فی طبقات المفسرین:331-333، ترجمہ:325-37]

نوٹ: شہرستان کو دنیا کے موجودہ نقشے پر "ترکمانستان" کا علاقہ قرار دینا اِس لئے ترجیح دی گئی کیونکہ "صاحب معجم البلدان یاقوت حموی" کے مطابق شہرستان اور "نَسا" کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے۔ اور "نَسا" بالاتفاق "ترکمانستان" میں واقع ہے۔ مطالعہ کریں:[معجم البلدان 3:376، شہرستان]

اور دیکھیں: [*https://www.britannica.com/place/Nisa*] Retrieved on:1 April 2019

54 **یاقوت حموی** [وفات:626ھ] **فرماتے ہیں:** "وقد اختلف في نسب علكّ فقال ابن الكلبي: هو علكّ بن عُدثان بن عبد الله بن الأزد بن الغوث بن نبت بن مالك بن زيد بن كهلان بن سبإ بن يشجب بن يعرب ابن قحطان، وهو قول من نسبه في اليمن، وقال آخرون: هو علك بن عدنان بن أدد أخو معدّ بن عدنان" [**معجم البلدان**4:142-143]

55 **جصاص فرماتے ہیں:** "روي عن ابن عباس وإبراهيم ومجاهد وطاوس والزهري: أن المشركين كانوا يطوفون بالبيت عراة، فأنزل الله : خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ . قال أبو بكر: وقيل إنهم إنما كانوا يطوفون بالبيت عراة لأن الثياب قد دنستها المعاصي في زعمهم فيتجردون منها. وقيل إنهم كانوا يفعلون ذلك تفاؤلا بالتعري من الذنوب" [**احکام القرآن**3:41-42]

56 یہ عبارت الملل والنحل میں نہیں ملی۔ البتہ ہشام کلبی [وفات:204ھ] کی کتاب الاصنام:7، میں موجود ہے۔

"**عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مشرکین کے تلبیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:** "كان المشركون يقولون: لبيك لا شريك لك، قال: فيقول رسول الله ﷺ : «ويلكم، قد قد» فيقولون: إلا شريكا هو لك، تملكه وما ملك، يقولون هذا وهم يطوفون بالبيت" [**صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبیۃ وصفتہا ووقتہا، حدیث**:1185]

«مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہتے تھے: "لبيك لا شريك لك إلا شريكا هو لك، تملكه وما ملك" « میں (تیرے دربار میں) حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک ہے جسے تو نے اختیار دیا ہے اور وہ خود کسی چیز کا مالک نہیں ہے » جب وہ "لبيك لا شريك لك" پڑھتے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: تمہارے لئے ہلاکت ہو: بس، بس۔ اس سے آگے نہ کہو»

ابو بکر بزار [وفات:292ھ] **سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:** "عن أنس قال: كان الناس بعد إسماعيل عليه الإسلام فكان الشيطان يحدث الناس بالشيء يريد أن يردهم عن الإسلام حتى أدخل عليهم في التلبية لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك إلا شريك هو لك تملكه وما ملك قال: فما زال حتى أخرجهم عن الإسلام إلى الشرك"

[**مسند البزار، حدیث**:7188، **مجمع الزوائد، حدیث**:5362، وقال : رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح]

ابو القاسم سہیلی [وفات:581ھ] **نے لکھا ہے:** "وكانت التلبية من عهد إبراهيم: لبيك لا شريك لك لبيك حتى كان عمرو بن لحي، فبينما هو يلبي تمثل له الشيطان في صورة شيخ يلبي معه فقال عمرو: لبيك لا شريك لك، فقال الشيخ إلا شريكا هو لك، فأنكر ذلك عمرو، وقال ما هذا؟ فقال الشيخ قل تملكه وما ملك فإنه لا بأس بهذا، فقالها عمرو، فدانت بها العرب" [**الروض الانف**1:211-212]

[57] ابن قیم فرماتے ہیں: "ومن أنواع الشرك طلب الحوائج من الموتى، والاستغاثة بهم، والتوجه إليهم. وهذا أصل شرك العالم، فإن الميت قد انقطع عمله، وهو لا يملك لنفسه ضرا ولا نفعا، فضلا عمن استغاث به" [مدارج السالکین 1:354]

دوسری جگہ فرماتے ہیں: "شرك الوساطة ..وهي: أن المشرك إنما قصده تعظيم جناب الرب تبارك وتعالى، وأنه لعظمته لا ينبغي الدخول عليه إلا بالوسائط والشفعاء كحال الملوك ... فتأمل هذا السؤال، واجمع قلبك وذهنك على جوابه ولا تستهونه، فإن به يحصل الفرق بين المشركين والموحدين" الخ [الجواب الکافی:129]

[58] سورۃ یونس:18 کی تفسیر میں امام رازی کا قول مشرکین بالکواکب کی تفصیل میں آگے آرہا ہے۔

[59] ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "وهذا التوحيد (توحيد الألوهية) هو الفارق بين الموحدين والمشركين. وعليه يقع الجزاء والثواب في الأولى والآخرة" [مجموع الفتاوی 14:380]

[60] سورۃ البقرۃ سے سورۃ الرعد، تک 13 مرتبہ مسلسل لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ کے الفاظ کے ساتھ، سورۃ النحل میں دو مرتبہ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ اور ایک مرتبہ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ کے ساتھ آیا ہے۔ دو مرتبہ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ کے الفاظ کے ساتھ سورۃ الصافات:35، اور سورۃ محمد:19 میں آیا ہے۔ اور ایک مرتبہ سورۃ الانبیاء:87 میں لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔ اور باقی تمام جگہوں میں لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

[61] امام رازی فرماتے ہیں: "أن الله تعالى صرح بكلمة لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ [البقرة: 163] في سبعة وثلاثين موضعا من كتابه وصرح بالوحدانية في مواضع" [التفسیر الکبیر 22:130]

[62] "احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم، حرانی، دمشقی، حنبلی، ابو العباس، تقی الدین ابن تیمیہ، 661ھ=1262ء کو حران میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی معیت میں مصر منتقل ہوئے۔ بڑے فطین اور ذکی عالم دین تھے۔ ابن قیم، امام ذہبی، ابن کثیر جیسے بڑے بڑے لوگ آپ کے شاگرد ہیں۔ 728ھ=1328ء کو قلعۂ دمشق میں اسیری کی حالت وفات پائی۔"

[ذہبی، المعجم المختص بالمحدثين:25، البدایۃ والنہایۃ 14:141، الاعلام زرکلی 1:144]

[63] ابن تیمیہ نے یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔[الرد على المنطقيين:284]

[64] ابن تیمیہ، الرد على المنطقيين : 510-511

[65] عبادت کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

ابن فارس [وفات:395ھ] لکھتے ہیں: [عَبَدَ] العين والباء والدال أصلان صحيحان، كأنهما متضادان، و الأول من ذينك الأصلين يدل على لِيْنٍ و ذُلٍّ، والآخَرُ على شِدَّةٍ و غِلَظٍ ... و الْمُعَبَّدُ: الذَّلُولُ ، يوصف به البعير أيضا. ومن الباب: الطريق المعبَّدُ، وهو المسلوك المذَلَّلُ. والأصل الآخر العَبَدَةُ، وهي القوة والصَّلابة يقال هذا ثوبٌ له عَبْدَةٌ، إذا كان صفيقا قويا .[معجم مقاییس اللغۃ 4:205-206]

ابن تیمیہ "عبادت" کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: "العبادةُ هي اسمٌ جامعٌ لكلِّ ما يُحِبُّهُ اللهُ ويَرْضَاهُ من الأقوال، والأعمال الباطنة والظاهرة "

[العبودیۃ:44، مجموع الفتاوی 10:149، الفتاوی الکبری 5:154]

زمخشری لکھتے ہیں: "والعبادةُ أَقْصَى غَايَةِ الخضوعِ والتَّذَلُّلِ " [الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 1:13]

عبادت کی مزید تفصیل اس مقالے میں سورۃ الفاتحہ:4 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

[66] الٰہ کے اشتقاق اور معنی کی تفصیل سورۃ الفاتحہ:1 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

[67] فضل امام خیر آبادی [وفات:1240ھ] فرماتے ہیں: "أن يصدق أحد من الكليين على كل ما يصدق عليه الآخر ولا يصدق الآخر على جميع أفراد أحدهما فبينهما عموم وخصوص مطلقا كالحيوان والإنسان فيصدق الحيوان على كل ما يصدق عليه الإنسان ولا يصدق الإنسان على كل ما يصدق عليه الحيوان بل على بعضه" [المرقاۃ فی المنطق:31]

[68] ابن ابی العز فرماتے ہیں: " اعلم أن التوحيد أول دعوة الرسل، وأول منازل الطريق، وأول مقام يقوم فيه السالك إلى الله عز وجل ... ولهذا كان الصحيح أن أول واجب يجب على المكلف شهادة أن لا إله إلا الله ... بل أئمة السلف كلهم متفقون على أن أول ما يؤمر به العبد الشهادتان ... فالتوحيد أول ما يدخل به في الإسلام، وآخر ما يخرج به من الدنيا.. وهو أول واجب وآخر واجب" [شرح العقیدۃ الطحاویۃ:77-78]

[69] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر فرماتے ہیں: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان سولہ سو سال کا عرصہ ہے۔[العرفان من اصول القرآن:17]

[70] جوہری [وفات:393ھ] کہتے ہیں: "الشريك يجمع على شركاء وأشراك، وشاركت فلاناً صرت شريكه، واشتركنا وتشاركنا في كذا، وشركته في البيع والميراث أشركه شركة، والاسم: الشرك . وقال أيضاً: والشرك أيضاً الكفر، وقد أشرك فلان بالله فهو مشرك ومشركيّ " [الصحاح 4:1593]

ابن فارس [**وفات:395ھ**] **کہتے ہیں**: "الشين والراء والكاف أصلان، أحدهما يدلّ على مقارنة وخلافِ انفرادٍ، والآخر يدلّ على امتداد واستقامة. فالأول: الشركة، وهو أن يكون الشيء بين اثنين لا ينفرد به أحدهما، يقال: شاركت فلاناً في الشيء إذا صرت شريكَه، وأشركت فلاناً إذا جعلته شريكاً لك " [**مقاييس اللغة:3:265**]

فیروز آبادی [**وفات:817ھ**] **کہتے ہیں**: " الشِّرك والشِّركة بكسرهما وضم الثاني بمعنىً، وقد اشتركا وتشاركا وشارك أحدهما الآخر، والشِّرك بالكسر...المشارك، والجمع أشراكٌ وشركاءُ ... وهي شريكة، ج: شرائِكُ. وشَرِكَهُ في البيع والميراث كعلمه، شَرِكَةٌ بالكسر " [**القاموس المحیط:944**]

تفتازانی شرک کی تعریف کرتے ہیں: " الإشراك : هو إثبات الشريك فی الألوهية" [**شرح العقائد:56**]

شاہ ولی اللہ "شرک" کی تعریف یوں کرتے ہیں: "والشرك : أن يثبت لغير الله تعالى شيئاً من الصفات المختصة به تعالى كالتصرف فی العالم بالإرادة ..أو العلم الذاتي" [**الفوز الکبیر:16**]

شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ نے شرک کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا یا برا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت طلب کرے اس کو مختار جان کر۔[موضح القرآن:44]

71 **شاہ اسماعیل شہید نے شرک کی چار قسمیں ذکر کی ہیں: شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک فی العبادت اور شرک فی العادۃ** [**تقویۃ الایمان:30**]

ابن قیم شرک کی مختلف انواع یوں ذکر کرتے ہیں: "وأما الشرك فهو نوعان: أكبر وأصغر:

فالأكبر لا يغفره الله إلا بالتوبة منه، وهو أن يتخذ من دون الله ندا، يحبه كما يحب الله، وهو الشرك الذي تضمن تسوية آلهة المشركين برب العالمين ... مع إقرارهم بأن الله وحده خالق كل شيء، وربه ومليكه، وأن آلهتهم لا تخلق ولا ترزق، ولا تحيي ولا تميت، وإنما كانت هذه التسوية في المحبة والتعظيم والعبادة كما هو حال أكثر مشركي العالم، بل كلهم يحبون معبوداتهم ويعظمونها ويوالونها من دون الله، وكثير منهم بل أكثرهم يحبون آلهتهم أعظم من محبة الله، ويستبشرون بذكرهم أعظم من استبشارهم إذا ذكر الله وحده، ويغضبون لمنتقص معبوديهم وآلهتهم من المشايخ أعظم مما يغضبون إذا انتقص أحد رب العالمين .

وأما الشرك الأصغر فكيسير الرياء، والتصنع للخلق، والحلف بغير الله .

ومن أنواع الشرك سجود المريد للشيخ، فإنه شرك من الساجد والمسجود له، والعجب أنهم يقولون: ليس هذا بسجود، وإنما هو وضع الرأس قدام الشيخ احتراما وتواضعا .

ومن أنواعه ركوع المتعممين بعضهم لبعض عند الملاقاة، وهذا سجود في اللغة .

ومن أنواعه حلق الرأس للشيخ، فإنه تعبد لغير الله، ولا يتعبد بحلق الرأس إلا في النسك لله خاصة.

ومن أنواعه التوبة للشيخ، فإنها شرك عظيم، فإن التوبة لا تكون إلا لله .

ومن أنواعه: النذر لغير الله، فإنه شرك، وهو أعظم من الحلف بغير الله .

ومن أنواعه: الخوف من غير الله، والتوكل على غير الله، والعمل لغير الله.

ومن أنواعه طلب الحوائج من الموتى، والاستغاثة بهم، والتوجه إليهم. وهذا أصل شرك العالم، فإن الميت قد انقطع عمله، وهو لا يملك لنفسه ضرا ولا نفعا، فضلا عمن استغاث به ... والشرك أنواع كثيرة، لا يحصيها إلا الله" [**مدارج السالكین 1:348-354**]

ابن قیم نے دوسری کتاب میں شرک کی تقسیم ایک اور انداز سے کی ہے: "الشرك شركان: شرك يتعلق بذات المعبود وأسمائه وصفاته وأفعاله. وشرك في عبادته ومعاملته، وإن كان صاحبه يعتقد أنه سبحانه لا شريك له في ذاته، ولا في صفاته، ولا في أفعاله ... والشرك الأول نوعان: أحدهما: شرك التعطيل: وهو أقبح أنواع الشرك، كشرك فرعون ... النوع الثاني: شرك من جعل معه إلها آخر، ولم يعطل أسماءه وصفاته وربوبيته، كشرك النصارى الذين جعلوه ثلاثة، فجعلوا المسيح إلها، وأمه إلها. ومن هذا شرك المجوس القائلين بإسناد حوادث الخير إلى النور، وحوادث الشر إلى الظلمة... ومن هذا شرك كثير ممن يشرك بالكواكب الْعُلْوِيَّاتِ، ويجعلها أربابا مدبرة لأمر هذا العالم، كما هو مذهب مشركي الصابئة وغيرهم.ومن هذا شرك عباد الشمس وعباد النار وغيرهم" الخ [**الجواب الکافی:129**]

72 **شاہ اسماعیل شہید کا رسالہ تقویۃ الایمان اردو میں ہے لیکن اس کا عربی ترجمہ کیا گیا ہے جس کا نام "رسالۃ التوحید" ہے۔ شرک فی العلم کی تعریف کرتے ہیں**: "الإشراك في العلم وهو إثبات صفة العلم المحيط لغير اللّٰه وإن كان هذا الإثبات لنبي أو ولي أو شيخ أو شهيد أو إمام أو سَلِيْلِ إمامٍ أو عفريتٍ أو جنيةٍ (سواء اعتقد أنه يعلم من ذاته، أو أن علمه منحة من اللّٰه، وعطاء منه) وقد استقل بهذا العلم وأصبح له صفة لا تنفك عنه كل ذلك شرك" [**رسالۃ التوحید (تقویۃ الایمان):57**]

73 **الھام**

ابن الاثیر جزری [**وفات:606ھ**] **فرماتے ہیں:**

"الإلهام: أن يلقي الله في النفس أمرا، يبعثه على الفعل أو الترك، وهو نوع من الوحي يخص الله به من يشاء من عباده" [**النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 4:282**]

ابو یحیی زکریا الانصاری [**وفات:926ھ**] **فرماتے ہیں:**

"الإلهام إلقاء معنى في القلب يطمئن له الصدر يخص الله به بعض أصفيائه وليس بحجة من غير معصوم" [*الحدود الانیقۃ والتعریفات الدقیقۃ*:68]

ابن حجر عسقلانی [وفات:852ھ] *فرماتے ہیں:* "وهذا المقام الذي أشار إليه هو الإلهام وهو من جملة أصناف الوحي إلى الأنبياء ولكن لم أر في شيء من الأحاديث وصفه بما وصفت به الرؤيا أنه جزء من النبوة وقد قيل في الفرق بينهما إن المنام يرجع إلى قواعد مقررة وله تأويلات مختلفة ويقع لكل أحد بخلاف الإلهام فإنه لا يقع إلا للخواص ولا يرجع إلى قاعدة يميز بها بينه وبين لمة الشيطان وتعقب بأن أهل المعرفة بذلك ذكروا أن الخاطر الذي يكون من الحق يستقر ولا يضطرب والذي يكون من الشيطان يضطرب ولا يستقر فهذا إن ثبت كان فارقا واضحا ومع ذلك فقد صرح الأئمة بأن الأحكام الشرعية لا تثبت بذلك" [*فتح الباری*12:388]

خطابی [وفات:388ھ] *فرماتے ہیں:* "هو منزلة جليلة من منازل الأولياء ومرتبة عظيمة من مراتب الأصفياء" [*اعلام الحدیث شرح صحیح البخاری*3:1571]

74 *زمخشری لکھتے ہیں:* "فإن قلت: ما معنى سؤالهم؟ قلت: توبيخ قومهم، كما كان سؤال الموؤدة توبيخا للوائد. فإن قلت: كيف يقولون لا علم لنا وقد علموا بما أجيبوا؟ قلت: يعلمون أن الغرض بالسؤال توبيخ أعدائهم، فيكلون الأمر إلى علمه وإحاطته بما منوا به منهم وكابدوا من سوء إجابتهم، إظهارا للتشكي واللجإ إلى ربهم في الانتقام منهم، وذلك أعظم على الكفرة ...

وقيل: من هول ذلك اليوم يفزعون ويذهلون عن الجواب، ثم يجيبون بعد ما تثوب إليهم عقولهم بالشهادة على أممهم.

وقيل: معناه علمنا ساقط مع علمك ومغمور به، لأنك علام الغيوب. ومن علم الخفيات لم تخف عليه الظواهر التي منها إجابة الأمم لرسلهم، فكأنه لا علم لنا إلى جنب علمك.

وقيل: لا علم لنا بما كان منهم بعدنا، وإنما الحكم للخاتمة" [*الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل*1:690]

75 *شاہ اسماعیل شہید فرماتے ہیں:* "يجب أن يعتقد الإنسان، أن التصرف في العالم بالإرادة، وإصدار الأمر والنهي، والإماتة والإحياء كما يشاء، والبسط والقبض في الرزق، والإفاضة بالصحة والمرض، والفتح والهزيمة، وتسخير القضاء والقدر، وإنجاح المطالب وتحقيق الأماني، ودفع البلايا، والإغاثة في الشدائد، وإلهاف الملهوف، وإنهاض العاثر، هذه كلها من خصائص الله تعالى، لا يشاركه فيها أحد من الأنبياء والأولياء، والشهداء والصالحين، والعفاريت والجنيات، فمن أثبت هذا التصرف المطلق لأحد منهم، وطلب منه حاجاته، وقرب القرابين والنذر لأجل ذلك، أو استصرخه في نازلة، كان مشركا، ويقال لهذا النوع " **الإشراك في التصرف** " سواء اعتقد أنهم يقدرون على ذلك بأنفسهم، أو اعتقد أن الله سبحانه وتعالى وهبهم هذه القدرة، وخلع عليهم هذه الكرامة" [*رسالۃ التوحید (تقویۃ الایمان)*:57-58]

76 *شاہ ولی اللہ شرک کی اقسام کے ضمن میں فرماتے ہیں:* "ومنها أنهم كانوا يستعينون بغير الله في حوائجهم من شفاء المريض وغناء الفقير، وينذرون لهم، يتوقعون إنجاح مقاصدهم بتلك النذور، ويتلون اسماءهم رجاء بركتها، فأوجب الله تعالى عليهم أن يقولوا في صلاتهم: إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ . وقال تعالى: فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا .وليس المراد من الدعاء العبادة كما قاله المفسرون، بل هو الاستعانة لقوله تعالى: بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ " [*حجۃ اللہ البالغۃ، باب اقسام الشرک*،1:120-121]

« اور شرک کی اقسام میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ اپنی حاجتوں میں غیر اللہ سے مدد طلب کیا کرتے تھے جیسے مریض کی شفایابی کے لئے اور فقیر کی مالداری کے لئے۔ ان کے نام نذر ونیاز کرتے تھے اور توقع رکھتے تھے کہ ان منتوں کی وجہ سے ان کے مقاصد پورے ہوں گے اور برکت کے حصول کے لئے ان کے ناموں کی مالا جپا کرتے تھے۔ پس اللہ نے ان پر نمازوں میں یہ لازم کیا کہ وہ کہیں "" خاص تیری عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور اللہ نے فرمایا: کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔ اور یہاں دعاء سے مراد عبادت نہیں ہے بلکہ مدد طلب کرنا ہے »

دعا *کی لغوی واصطلاحی تحقیق:*

"دعا يدعو دعوًا و دعاءً و دعوةً و دعوى و مَدْعَاةً فهو داعٍ والمفعول مدعوٌ و دعي والإسم : الدعوة"

[*ابن درید* [وفات:321ھ] ،*جمہرۃ اللغۃ*2:666،*ابن سیدۃ* [وفات:458ھ] ، المحكم والمحيط الأعظم 2:325]

ابن فارس [وفات:395ھ] *لکھتے ہیں:* [دَعَوَ] الدال والعين والحرف المعتل أصل واحد، وهو أن تُميلَ الشيءَ إليك بصوتٍ وكلامٍ يكونُ منك. تقول: دَعَوْتُ أدعو دعاءً. والدَّعْوَةُ إلى الطعام بالفتح، والدِّعوة في النسب بالكسر. قال أبو عبيدة: يقال في النَّسَبِ دِعْوَةٌ، وفي الطعام دَعْوَةٌ [*مقاییس اللغۃ*2:279]

ابن منظور [وفات:711ھ] *لکھتے ہیں:* "والدعاء واحد الأَدْعِيَةِ وأصله دُعَاوٌ لأنه من دَعَوْتُ إلا أن الواو لما جاءت بعد الألِفِ هُمِزَتْ " [*لسان العرب، فصل:* الدال المهملة 14:258]

امام خطابی [وفات:388ھ] *اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:* "ومعنى الدعاء: استدعاء العبد ربه عز وجل العناية واستمداده إياه المعونة" [*شأن الدعاء*:4]

ابن سیدۃ اور ابن منظور اس کی تعریف یوں کرتے ہیں: "الدُّعاءُ: الرَّغْبَة إِلَى الله عز وَجل "[المحكم والمحيط الأعظم 2:325،*لسان العرب*14:257]

77 *مجموع الفتاوی، آداب الدعاء وانواعہ*،15:10،*بدائع الفوائد*3:2۔

شیخ القرآن نے دعا کی دونوں اقسام کے درمیان جو فرق ذکر کیا ہے یہی فرق اور تقسیم سورۃ البقرۃ:286 کی تفسیر میں بھی کیا ہے۔ جبکہ ابن تیمیہ کی عبارت میں دونوں کے درمیان ایسا فرق معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے نزدیک دونوں اقسام ایک دوسرے کے لئے لازم اور ملزوم ہیں۔ فرماتے ہیں: ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَٰحِهَا وَٱدْعُوهُ خَوْفًا

وَطَمَعًاۚ إِنَّ رَحۡمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٞ مِّنَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ۝٥٦: [سورۃ الاعراف7:55-56] "هاتان الآيتان مشتملتان على آداب نوعي الدعاء: دعاء العبادة ودعاء المسألة؛ فإن الدعاء في القرآن يراد به هذا تارة وهذا تارة ويراد به مجموعهما؛ وهما متلازمان. فإن دعاء المسألة هو طلب ما ينفع الداعي وطلب كشف ما يضره ودفعه ... فعلم أن النوعين متلازمان فكل دعاءُ عبادةٍ مُسْتَلْزِمٌ لدعاءِ المسألة. وكلُّ دعاءِ مسألةٍ مُتَضَمِّنٌ لدعاء العبادة" [مجموع الفتاوی10:15-11]

78 إسناده ضعيف لضعف عاصم بن عبيد الله [ابن حجر فرماتے ہیں: عاصم ابن عبيد الله ابن عاصم ابن عمر ابن الخطاب العدوي المدني ضعيف تقریب التھذیب:285،ترجمہ:3065]
ومع ذلك : قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح

پوری روایت یوں ہے: "عن عمر رضي الله عنه، قال: استأذنت النبي ﷺ في العمرة، فأذن لي، وقال: «لا تَنْسَنَا يا أُخَيَّ من دعائك»، فقال : كلمةً ما يَسُرُّنِي أن لي بها الدنيا، قال شعبةُ، ثم لقيتُ عاصماً بعدُ بالمدينة، فَحَدَّثَنِيهِ، وقال: «أَشْرِكنا يا أُخَيَّ في دعائك»" [سنن ابی داؤد،حدیث:1498،جامع ترمذی،حدیث:3562،مسند احمد،حدیث:195]

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "طلب الدعاء مشروع من كل مؤمن لكل مؤمن" [مجموع الفتاوی1:326]

79 إِذَا دَعَاكُمْ اس آیت میں دعوت یعنی پکارنا "دعاء المسئلۃ" کے باب سے ہے۔

80 امام آلوسی فرماتے ہیں: "وتحقيق الكلام في هذا المقام أن الاستغاثة بمخلوق وجعله وسيلة بمعنى طلب الدعاء منه لا شك في جوازه إن كان المطلوب منه حيا ولا يتوقف على أفضليته من الطالب بل قد يطلب الفاضل من المفضول .فقد صح أنه ﷺ قال لعمر رضي الله تعالى عنه لما استأذنه في العمرة: «لا تنسنا يا أخي من دعائك» وأمره أيضا أن يطلب من أويس القرني رحمة الله تعالى عليه أن يستغفر له، وأمر أمته ﷺ بطلب الوسيلة له .. وبأن يصلوا عليه، وأما إذا كان المطلوب منه ميتا أو غائبا فلا يستريب عالم أنه غير جائز وأنه من البدع التي لم يفعلها أحد من السلف، نعم السلام على أهل القبور مشروع ومخاطبتهم جائزة" [روح المعانی3:294،بذیل:سورۃ المائدۃ5:35]

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "والدعاء من جملة العبادات فمن دعا المخلوقين من الموتى والغائبين واستغاث بهم – مع أن هذا أمر لم يأمر به الله ولا رسوله أمر إيجاب ولا استحباب – كان مبتدعا في الدين مشركا برب العالمين متبعا غير سبيل المؤمنين" [مجموع الفتاوی1:312]

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "وقال أبو يزيد البسطامي: استغاثة المخلوق بالمخلوق كاستغاثة الغريق بالغريق. وقال أبو عبد الله القرشي: استغاثة المخلوق بالمخلوق كاستغاثة المسجون بالمسجون" [مجموع الفتاوی1:330]

81 اور اگر ماتحت الاسباب ہو تو جائز ہے۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "وذلك أن المخلوق يطلب من المخلوق ما يقدر المخلوق عليه والمخلوق قادر على دعاء الله ومسألته فلهذا كان طلب الدعاء جائزا كما يطلب منه الإعانة بما يقدر عليه والأفعال التي يقدر عليها. فأما ما لا يقدر عليه إلا الله تعالى فلا يجوز أن يطلب إلا من الله سبحانه لا يطلب ذلك لا من الملائكة ولا من الأنبياء ولا من غيرهم" [مجموع الفتاوی1:329]

82 شیخ القرآن کے نزدیک چونکہ عبادت تین اجزاء یعنی حب، خوف اور رجاء سے مرکب ہے۔ ان تینوں اجزاء میں سے کوئی ایک کسی اور کے لئے کرنا "شرک فی العبادۃ" کہلاتا ہے۔

شاہ اسماعیل شہید شرک فی العبادت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بعضے کام تعظیم کے اللہ نے اپنے لئے خاص کئے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں۔ جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اس کے نام پر مال خرچ کرنا، اس کے نام کا روزہ رکھنا، اس کے گھر کی طرف دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا، اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر کوئی جان لے یہ لوگ اس کے گھر کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور رستے میں اس مالک کا نام پکارنا، نامعقول باتیں کرنے سے اور شکار سے بچنا، اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا، اس گھر کی طرف سجدہ کرنا، اس کی طرف جانور لے جانے، وہاں منتیں ماننی، اس پر غلاف ڈالنا، اس کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی، التجا کرنی، اور دین و دنیا کی مرادیں مانگنی، ایک پتھر کو بوسہ دینا، اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنی، اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنی، اس کے گرد روشنی کرنی، اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا جیسے جھاڑو دینی، روشنی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا، اس کے کنویں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، غائبوں کے واسطے لے جانا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا، اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مویشی نہ چگانا۔ یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے بندوں کو اپنے بندوں کو بتائے ہیں۔

پھر جو کوئی کسی پیر پیغمبر کو یا بھوت پری کو یا کسی کی سچی یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک یا نشان یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے۔ یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا جانور چڑھائے یا ایسے مکان میں دور دور سے قصد کر کے جائے یا وہاں روشنی کرے، یا غلاف ڈالے، چادر چڑھائے ان کے نام کی چھڑی کرے۔ ان کی قبر کو بوسہ دے۔ مور چھل جلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے۔ چوکھٹ کو بوسہ دے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے۔ وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب

کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اس کو "**اشراک فی العبادۃ**" کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کی سی تعظیم کسی کی کرنی، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ [تقویۃ الایمان: 31-32]

امام رازی فرماتے ہیں: "أجمع كل الأنبياء عليهم السلام على أن عبادة غير الله تعالى كفر سواء اعتقد في ذلك الغير كونه إلها للعالم أو اعتقدوا فيه أن عبادته تقربهم إلى الله تعالى لأن العبادة نهاية التعظيم ونهاية التعظيم لا تليق إلا بمن يصدر عنه نهاية الإنعام والإكرام" [التفسير الكبير 14:350]

83 شرک فی العلم کی تردید آیت: 73 میں [عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ]

شرک فی التصرف کی تردید آیت: 73 میں [وَلَهُ ٱلۡمُلۡكُ]

شرک فی الدعاء کی تردید آیت: 71 میں [قُلۡ أَنَدۡعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا]

شرک فی العبادۃ کی تردید آیت: 72 میں [وَأَنۡ أَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ] اور آیت: 74 [أَتَتَّخِذُ أَصۡنَامًا ءَالِهَةً]

84 شیخ القرآن نے شرک فعلی کی تعریف میں جن امور کو داخل کیا ہے ان امور کو شاہ اسماعیل شہید نے "شرک فی العبادۃ اور شرک فی العادات" کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ [تقویۃ الایمان: 64-80]

ابن قیم کے نزدیک "شرک فی الافعال" سے مراد یہ ہے: "فالشرك في الأفعال كالسجود لغيره، والطواف بغير بيته، وحلق الرأس عبودية وخضوعا لغيره، وتقبيل الأحجار غير الحجر الأسود الذي هو يمين الله في الأرض، وتقبيل القبور واستلامها، والسجود لها" [الجواب الکافی: 133]

85 اس مقام میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ شرک فعلی کے ساتھ متعلق ان چار مسائل میں تحریمات اللہ اور نذور اللہ کو ماننا "عین توحید" ہے جبکہ اس کے مقابلے میں دو اقسام "تحریمات العباد اور نذور العباد" شرک فعلی اور گناہ کبیرہ کے باب سے ہیں۔

86 یہ وہ حلال جانور تھے جن کو مشرکین مختلف اعتقادات کی وجہ سے حرام قرار دیتے تھے۔ امام بخاری نے سعید بن المسیب تابعی سے چاروں ناموں کی وجہ تسمیہ ذکر کی ہے: "عن سعيد بن المسيب، قال: البحيرة: التي يمنع درها للطواغيت، فلا يحلبها أحد من الناس، والسائبة: كانوا يسيبونها لآلهتهم لا يحمل عليها شيء ... والوصيلة: الناقة البكر، تبكر في أول نتاج الإبل، ثم تثني بعد بأنثى، وكانوا يسيبونها لطواغيتهم، إن وصلت إحداهما بالأخرى ليس بينهما ذكر، والحام: فحل الإبل يضرب الضراب المعدود، فإذا قضى ضرابه ودعوه للطواغيت، وأعفوه من الحمل، فلم يحمل عليه شيء وسموه الحامي" [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب: مَا جَعَلَ ٱللَّهُ مِنۢ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ، حدیث: 4623]

ابن جوزی نے بحیرۃ کے بارے میں چار اقوال، سائبہ اور وصیلۃ کے بارے میں پانچ پانچ اقوال اور حام کے بارے میں چھ اقوال ذکر کئے ہیں۔ [زاد المسیر فی علم التفسیر 1:592-593]

87 عبد المطلب نے یہ نذر زمزم کنواں کھودتے وقت مانی تھی۔ ابن سعد کی روایت میں ہے: "لما رأى عبد المطلب قلة أعوانه في حفر زمزم. وإنما كان يحفر وحده وابنه الحارث وهو بكره. نذر لئن أكمل الله له عشرة ذكور حتى يراهم أن يذبح أحدهم. فلما تكاملوا عشرة. فهم: الحارث والزبير وأبو طالب وعبد الله وحمزة وأبو لهب والغيداق والمقوم وضرار والعباس. جمعهم ثم أخبرهم بنذره ودعاهم إلى الوفاء لله به. فما اختلف عليه منهم أحد وقالوا: أوف بنذرك وافعل ما شئت فقال: ليكتب كل رجل منكم اسمه في قدحه. ففعلوا. فدخل عبد المطلب في جوف الكعبة وقال للسادن: اضرب بقداحهم. فضرب. فخرج قدح عبد الله أولها. وكان عبد المطلب يحبه.فأخذ بيده يقوده إلى المذبح ومعه المدية. فبكى بنات عبد المطلب. وكن قياما. وقالت إحداهن لأبيها: أعذر فيه بأن تضرب في إبلك السوائم التي في الحرم.فقال للسادن: اضرب عليه بالقداح وعلى عشر من الإبل. وكانت الدية يومئذ عشرا من الإبل. فضرب. فخرج القدح على عبد الله. فجعل يزيد عشرا عشرا. كل ذلك يخرج القدح على عبد الله حتى كملت المائة. فضرب بالقداح فخرج على الإبل.فكبر عبد المطلب والناس معه. واحتمل بنات عبد المطلب أخاهن عبد الله. وقدم عبد المطلب الإبل فنحرها بين الصفا والمروة" [الطبقات الکبری 1:71]

88 عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، ابو الحارث، رسول اللہ ﷺ کے دادا، جاہلیت میں قریش کا سردار اور سادات عرب میں سے تھے۔ مدینہ میں 127 ق ھ=500ء کو پیدا ہوئے۔ عقلمند، زیرک، فصیح اللسان شخصیت کے مالک تھے۔ رفادۃ اور سقایۃ کی ذمہ داری آپ کے ذمہ تھی۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا اپنا نام شیبۃ تھا۔ عرب میں سب سے پہلے خضاب آپ ہی نے کیا ہے۔ مکہ میں 45ق ھ=579ء کو وفات پائی۔ [الاعلام، زرکلی، 4:154]

یہ واقعہ امام آلوسی نے سورۃ الصافات 102:37 کی تفسیر میں المستدرک اور ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے: "عن الصنابحي ، قال : كنا عند معاوية بن أبي سفيان ، فذكروا الذبيح إسماعيل أو إسحاق ، فقال : على الخبير سقطتم : كنا عند رسول الله ﷺ فجاءه رجل ، فقال : يا رسول الله : عد علي مما أفاء الله عليك يا ابن الذبيحين ؛ فضحك عليه الصلاة والسلام ؛ فقلنا له : يا أمير المؤمنين ، وما الذبيحان ؟ فقال : إن عبد المطلب لما أمر بحفر زمزم ، نذر لله لئن سهل عليه أمرها ليذبحن أحد ولده ، قال : فخرج السهم على عبد الله ، فمنعه أخواله ، وقالوا : افد ابنك بمائة من الإبل ، ففداه بمائة من الإبل ، وإسماعيل الثاني" [جامع البیان 21:86 واللفظ لہ، المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 4036]

امام ذہبی نے تلخیص میں اس کی سند پر حکم لگایا ہے: إسناده واهٍ . [مطالعہ کریں: ابن الملقن [وفات: 804ھ] ، مختصر تلخیص الذہبی، 2:1009، حدیث: 418]

اس کی سند میں عبد اللہ بن سعید ہے اور وہ مجہول ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: "عبد الله بن سعيد بن حازم. قبل المائتين: مجهول" [دیوان الضعفاء: 217، ترجمہ: 2184]

ابن کثیر فرماتے ہیں: "وهذا حديث غريب جدا" [تفسیر القرآن العظیم 30:7]

ابن سعد نے اس واقعے کو واقدی کی سند سے ذکر کیا ہے اور عنوان ذکر کیا ہے "ذكر نذر عبد المطلب أن ينحر ابنه"۔[الطبقات الکبری 71:1]

89 شیخ القرآن کی اصطلاح میں قرآن مجید میں لفظ فحشاء کا ایک مصداق "شرک" ہے۔ ابن فارس فرماتے ہیں: [فَحَشَ] الفاء والحاء والشين كلمة تدل على قبح في شيء وشناعة. من ذلك الفحش والفحشاء والفاحشة. يقولون: **كلُّ شيءٍ جاوزَ قَدْرَهُ فهو فَاحِشٌ** ; ولا يكون ذلك إلا فيما يُتَكَرَّهُ. وأفحش الرجل: قال الفحش: وفحش، وهو فَحَّاشٌ. ويقولون: الفاحش: البخيل، وهذا على الاتساع، والبخل أقبح خصال المرء [معجم مقاييس اللغة 478:4]

90 ظاہری بے حیائی سے مراد "شرک فعلی" اور باطنی بے حیائی سے مراد "شرک اعتقادی" ہے۔ اگر ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ سے شرک مراد لیا جائے تو آیت میں وَأَن تُشْرِكُواْ بِٱللَّهِ سے تکرار لازم آئے گا۔

91 عبد الکریم شہرستانی فرماتے ہیں: " اعلم أن العرب أصناف شتى الخ " عربوں کی مختلف اصناف ہیں۔ بعض دہری ہیں جو خالق اور قیامت کے منکر ہیں۔ بعض وہ ہیں جو خالق کو مانتے ہیں لیکن پیغمبروں سے انکار کرتے ہیں اور بتوں کو پوجتے ہیں اور انہیں اللہ کے ہاں سفارشی گردانتے ہیں۔ بعض کواکب پرست، بعض فرشتوں کی عبادت کرنے والے اور بعض جنات کی عبادت کرنے والے ہیں۔[الملل والنحل 3:648-660]

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "ولم يكن أحد من عباد الأصنام يعتقد أنها خلقت السماوات والأرض بل إنما كانوا يتخذونها شفعاء ووسائط لأسباب: منهم من صورها على صور الأنبياء والصالحين. ومنهم: من جعلها تماثيل وطلاسم للكواكب والشمس والقمر. ومنهم من جعلها لأجل الجن. ومنهم: من جعلها لأجل الملائكة" [مجموع الفتاوی 361:1]

92 عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبد المطلب، قرشی، ہاشمی، 3 قبل ہجری=619ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ امت میں حبر الامۃ اور ترجمان القرآن جیسے القابات سے مشہور ہیں۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں 68ھ=687ء کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ 96:3، ترجمہ: 3038، الاعلام، زرکلی، 95:4]

93 ابن حبان روایت کرتے ہیں: "عن أبي أمامة، أن رجلا، قال: يا رسول الله أنبي كان آدم؟ قال: «نعم، مكلم»، قال: فكم كان بينه وبين نوح؟ قال: «عشرة قرون» إسناده صحيح" [صحیح ابن حبان، حدیث: 6190]

94 "عن عكرمة، عن ابن عباس، رضي الله عنهما، قال: كان بين آدم ونوح عشر قرون كلهم على شريعة من الحق قال: فلما بعث الله النبي ﷺ وأنزل كتابه قال: فكان الناس أمة واحدة [مسند البزار، حدیث: 4815 واللفظ لہ، المستدرک علی الصحیحین، حدیث: 3654، 4009] ذكره الهيثمي وعزاه للبزار وقال : فيه عبد الصمد بن النعمان وثقه ابن معين . وقال غيره : ليس بالقوي [مجمع الزوائد 318:6] وقال الحاكم : هذا حديث صحيح على شرط البخاري ولم يخرجاه ووافقه الذهبي ."

95 حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "ائتوا نوحا، فإنه أول رسول بعثه الله إلى أهل الأرض" [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث: 4476] «نوح کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے دنیاوالوں کی طرف بھیجا ہے»

96 قرآن مجید میں آخری نبی کی وحی کی تشبیہ سیدنا نوح علیہ السلام کی وحی سے دی گئی ہے کیونکہ سیدنا نوح علیہ السلام وہ پہلے پیغمبر تھے جنہیں اللہ نے شرک کی تردید کے لئے بھیجا ہے اور ان سے پہلے لوگ عقیدہ توحید پر تھے: "لأنه أول نبي من أنبياء الشريعة، وأول نذير على الشرك" [معالم التنزیل 722:1، بذیل تفسیر سورۃ النساء 163:4]

97" اسماعیل بن عمر بن کثیر، قرشی، دمشقی، ابو الفداء، عماد الدین، حافظ، مؤرخ اور فقیہ تھے۔ بُصریٰ [موجودہ: صوبہ "درعا" شام کا علاقہ ہے] کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں 701ھ=1302ء کو پیدا ہوئے۔ 706ھ کو اپنے بھائی کے ہمراہ دمشق تشریف لے گئے۔ طلب علم میں دور دراز کے سفر کئے۔ 774ھ=1373ء کو وفات پائی"۔[البدر الطالع 153:1، الاعلام 320:1]

98 ابن کثیر نے یہ روایت ابن ابی حاتم سے ذکر کی ہے۔ دیکھیں: تفسیر ابن ابی حاتم 3375:10، روایت: 18996

99 "محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرۃ، بخاری، ابو عبد اللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث، 194ھ=810ء کو بخارا [موجودہ: ازبکستان کا شہر] میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے۔ طلب حدیث کے سلسلے میں مشقتیں اٹھائیں اور لگ بھگ ایک ہزار اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ 256ھ=970ء کو خرتنگ [Hartang (Payarik District),, Samarkand, Uzbekistan] میں وفات پائی۔"[تذکرۃ الحفاظ 555:2، الاعلام 34:6]

100 وقال عطاء: عن ابن عباس رضي الله عنهما «صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد أما ود كانت لكلب بدومة الجندل، وأما سواع كانت لهذيل، وأما يغوث فكانت لمراد، ثم لبني غطيف بالجوف، عند سبإ، وأما يعوق فكانت لهمدان، وأما نسر فكانت لحمير لآل ذي الكلاع، أسماء رجال صالحين من قوم نوح، فلما هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم، أن انصبوا إلى مجالسهم التي كانوا يجلسون أنصابا وسموها بأسمائهم، ففعلوا، فلم تعبد حتى إذا هلك أولئك وتنسخ العلم عبدت»[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث: 4920]

101 محمد بن جریر بن یزید طبری، ابو جعفر، مؤرخ، مفسر اور امام تھے۔ 224ھ=839ء کو "آمل طبرستان" [Amol or Amul, Mazandran Province, Iran] میں پیدا ہوئے۔ بغداد (عراق) میں سکونت پذیر رہے اور وہیں 310ھ=923ء کو وفات پائی۔ [غایۃ النھایۃ 106:2، الاعلام 69:6]

[https://www.britannica.com/place/Amol] Retrieved on: 2 April 2019

102 كانوا قوما صالحين من بنى آدم، وكان لهم أتباع يقتدون بهم، فلما ماتوا قال أصحابهم الذين كانوا يقتدون بهم: لو صورناهم كان أشوق لنا إلى العبادة إذا ذكرناهم، فصوروهم، فلما ماتوا، وجاء آخرون دب إليهم إبليس، فقال: إنما كانوا يعبدونهم، وبهم يسقون المطر فعبدوهم [جامع البیان 639:23]

103 وكان ود يقال له شيث ويقال له هبة الله، وكان إخوته قد سودوه، وولد له سواع ويغوث ويعوق ونسر [ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم 249:8، تاریخ ابن عساکر 273:23]

104 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما في قوله: أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ [سورۃ النجم 19:53] «كان اللات رجلا يَلُتُّ سَوِيْقَ الحاج» [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث: 4859]

105 محمد بن عمر بن حسن بن حسین تیمی بکری، ابو عبد اللہ، فخر الدین رازی اپنے زمانے میں معقول اور علوم اوائل کے بہت بڑے عالم تھے۔ طبرستان [موجودہ: ایران کے شمال میں صوبۂ مازندران جو بحیرۂ قزوین کے کنارے واقع ہے] سے تعلق تھا۔ "ری" [موجودہ: ایران کے دارالخلافہ تہران کا حصہ ہے۔ Rayy, Rai, Rey, Ray] میں 544ھ=1150ء کو پیدا ہوئے۔ ہرات میں 606ھ=1210ء کو وفات پائی۔ [وفیات الاعیان 157:5، الاعلام 313:6]

یاقوت حموی "ری" اور "نیشاپور" کے مابین فاصلے کے بارے میں لکھتے ہیں: " بينها وبين نيسابور مائة وستون فرسخا " «ری اور نیشاپور کے مابین ایک سو ساٹھ فرسخ کا فاصلہ ہے» [معجم البلدان 116:3] اور یہ بات متعین ہے کہ ایک فرسخ "تین میل" کا ہوتا ہے۔ [كل ثلاثة أميال منها فرسخ۔ معجم البلدان 25:1] تو ایک سو ساٹھ کو تین میں ضرب دینے سے چار سو اسی میل بنتے ہیں جو لگ بھگ سات سو تہتر کلو میٹر کے برابر ہے۔ اگر آج بھی "گوگل نقشوں" میں دونوں مقامات کے درمیان فاصلہ دیا جائے تو "775" کلو میٹر فاصلہ بنتا ہے۔

106 إن العاقل لا يعبد الصنم من حيث إنه خشب أو حجر، وإنما يعبدونه لاعتقادهم أنها تماثيل الكواكب أو تماثيل الأرواح السماوية، أو تماثيل الأنبياء والصالحين الذين مضوا، ويكون مقصودهم من عبادتها توجيه تلك العبادات إلى تلك الأشياء التي جعلوا هذه التماثيل صورا لها . وحاصل الكلام لعباد الأصنام أن قالوا إن الإله الأعظم أجل من أن يعبده البشر لكن اللائق بالبشر أن يشتغلوا بعبادة الأكابر من عباد الله مثل الكواكب ومثل الأرواح السماوية، ثم إنها تشتغل بعبادة الإله الأكبر، فهذا هو المراد من قولهم: مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ [سورۃ الزمر 3:39] [التفسیر الکبیر 421:26]

107 ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ولم يكن إشراكهم أنهم جعلوهم خالقين، بل أن جعلوهم وسائط في العبادة فاتخذوهم شفعاء، وقالوا: إنما نعبدهم ليقربونا إلى الله زلفى [منہاج السنۃ 330:3]

ابن قیم لکھتے ہیں: قال المشركون منهم: لا سبيل لنا إلى الوصول إلى جلاله إلا بالوسائط. فالواجب علينا أن نتقرب إليه بتوسطات الروحانيات القريبة منه. وهم الروحانيون المقربون المقدسون عن المواد الجسمانية، وعن القوى الجسدانية، بل قد جبلوا على الطهارة، فنحن نتقرب إليهم، ونتقرب بهم إليه، فهم أربابنا وآلهتنا وشفعاؤنا عند رب الأرباب وإله الآلهة. فما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى [اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان 252:2]

108 محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد، زُرعی، دمشقی، ابو عبد اللہ، شمس الدین، اکثر و بیشتر علوم اسلامیہ پر ان کو دسترس تھی۔ 691ھ=1292ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے بہت بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور متکلم تھے۔ امام ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق اور لگاؤ تھا۔ ان کے علوم پر اپنے استاد ابن تیمیہ کا رنگ ہی غالب رہا۔ 751ھ=1350ء کو وفات پائی۔

[البدایۃ والنہایۃ 221:14، البدر الطالع 143:2-146، الاعلام 56:6]

109 عمرو بن لحيّ بن حارثة بن عمرو ابن عامر الأزدي من قحطان أول من غير دين إسماعيل ودعا العرب إلى عبادة الأوثان [الاعلام 84:5]

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں دیکھا اور یہی وہ شخص ہے جس نے سائبہ کی رسم ایجاد کی۔ [صحیح بخاری، حدیث: 1212، صحیح مسلم، حدیث: 2856]

110 عربوں میں بت پرستی کا آغاز کیسے ہوا؟

ہشام بن سائب کلبی فرماتے ہیں: إن إسماعيل بن إبراهيم صلى الله عليهما لما سكن مكة وولد له بها أولاد كثير حتى ملئوا مكة ونفوا من كان بها من العماليق ضاقت عليهم مكة ووقعت بينهم الحروب والعداوات واخرج بعضهم بعضا فتفسحوا في البلاد لإلتماس المعاش وكان الذي سلخهم إلى عبادة الأوثان والحجارة أنه كان لا يظعن من مكة ظاعن إلا احتمل معه حجرا من حجارة الحرم تعظيما للحرم وصبابة بمكة فحيثما حلوا وضعوه وطافوا به كطوافهم بالكعبة تيمنا منهم بها وصبابة بالحرم وحبا له وهم بعد يعظمون الكعبة ومكة ويحجون ويعتمرون على إرث إبراهيم وإسماعيل عليهما السلام ثم سلخ ذلك بهم إلى عبادة ما استحبوا ونسوا ما كانوا عليه واستبدلوا بدين إبراهيم وإسماعيل غيره فعبدوا الأوثان وصاروا إلى ما كانت عليه الأمم من قبلهم الخ [کتاب الاصنام: 6]

111 اعلم أن الأصناف التي ذكرنا مذاهبهم يرجعون آخر الأمر إلى عبادة الأصنام، إذا كان لا يستمر لهم طريقة إلا بشخص حاضر ينظرون إليه ويعكفون عليه، وعن هذا اتخذت أصحاب الروحانيات والكواكب أصناما زعموا أنها على صورتها. وبالجملة وضع الأصنام حيث ما قدروه إنما هو على معبود غائب حتى يكون الصنم المعمول على صورته وشكله وهيأته نائبا منابه وقائما مقامه، وإلا فنعلم قطعا أن عاقلا ما لا ينحت جسما بيده ويصوره صورة ثم يعتقد أنه إلهه وخالقه، وإله الكل وخالق الكل، إذ كان وجوده مسبوقا بوجود صانعه، وشكله يحدث بصنعة ناحته.لكن القوم لما عكفوا على التوجه إليها؛ كان عكوفهم ذلك عبادة، وطلبهم الحوائج منها إثبات إلهية لها. وعن هذا كانوا يقولون: مَانَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ [سورةالزمر3:39] فلو كانوا مقتصرين على صورها في اعتقاد الربوبية والإلهية لما تعدوا عنها إلى رب الأرباب [الملل والنحل104:3]

112 "ولی اللہ بن احمد بن عبد الرحیم، عمری، حنفی، نقش بندی، محدث دہلوی،1114=1703ء کو سونی پت[موجودہ: ریاست ہریانہ، انڈیا میں واقع ہے جو دارالخلافہ "نئی دہلی" سے تھوڑے سے فاصلے پر واقع ہے]میں پیدا ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ سولہ سال کے تھے کہ درس و تدریس کی اجازت مل گئی۔ ہند میں تفسیر وحدیث کو مشتہر کرنے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ دہلی میں 1176ھ=1762ء کو62 سال کی عمر میں وفات پائی۔"[نزہۃ الخواطر6:410، تذکرہ علمائے ہند:542، الاعلام1:149]

113 یہ شعر ابن المعتز کی طرف منسوب ہے۔ [ابو منصور ثعالبی، التمثیل والمحاضرۃ:345]

114" أبو أثيلة الصحابي راشد السلمي أبو أثيلة كان اسمه في الجاهلية ظالما فسماه رسول الله ﷺ راشدا . وقيل أنه قدم على رسول الله ﷺ فقال له ما اسمك فقال غاوي بن ظالم .فقال له رسول الله ﷺ بل أنت راشد بن عبد الله وكان سادن صنم بني سليم" [الوافی بالوفیات45:14]

115 " جندب بن جنادۃ بن سفیان بن عبید، ابو ذر رضی اللہ عنہ، کا بنو غفار سے تعلق تھا۔ قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ چوتھے یا پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا۔ سچ بولنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسلام میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں السلام علیکم کہنے والے آپ ہیں۔ 32ھ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں "ربذۃ"[مدینہ منورۃ سے مشرق کی جانب ایک سو ستر کلومیٹر دور واقع ہے]کے مقام میں وفات پائی۔ جنازہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔"[تذکرۃ الحفاظ2:776، الاعلام2:140]

116 "عباس بن مرداس بن ابی عامر، السلمی، ابو الہیثم، کا تعلق مضر قبیلے سے ہے اور مشہور شاعرہ خنساء کا بیٹا ہے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے ہیں۔ فتح مکہ سے تھوڑا پہلے اسلام لائے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کی مذمت کرتے تھے اور حرام کہتے تھے۔18ھ=639ء کو وفات پائی۔"[الوافی بالوفیات16:362-363، ترجمہ:5915، الاعلام3:267-268]

117 ابن سعد [وفات:230ھ] ، الطبقات الکبریٰ، 1:234، جاحظ [وفات:255ھ] ، الحیوان، 6:473، ابو عبید اندلسی [وفات:487ھ] ، فصل المقال فی شرح کتاب الامثال:184

118 "زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی، قرشی، عدوی، زمانہ جاہلیت میں بہت بڑے حکیم اور عورتوں کے حقوق کے علمبردار تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔ اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ بتوں کی عبادت کے منکر اور غیر اللہ کے نذر کو حرام سمجھتے تھے۔ صحیح دین کی تلاش میں کافی سفر کئے حتی کہ یہودیت اور نصرانیت نے بھی انہیں متاثر نہیں کیا۔ مکہ واپس آکر دین ابراہیمی کے مطابق اللہ کی عبادت میں لگے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ملاقات کی ہے۔17 قبل ہجری=606ء کو وفات پائی۔"[اسد الغابۃ:435، ترجمہ:1861، الاعلام3:60]

119 ہشام بن محمد بن سائب، کلبی [وفات:204ھ] ، کتاب الاصنام:22

120 شداد بن عارض، الجشمی، رضی اللہ عنہ، صحابی رسول ﷺ، اور مشہور شاعر تھے۔ ابن اسحاق نے مغازی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ مذکورہ اشعار اس موقع پر کہے تھے جب رسول اللہ ﷺ طائف کی طرف جہاد کے لئے روانہ ہوئے۔ [اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، 2:615، ترجمہ:2396، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، 3:261، ترجمہ:3871]

121 قبیلہ ثقیف عدنان کی اولاد میں سے ہوازن کی ایک شاخ ہے۔ اور یہ قبیلہ اپنے جد ثقیف بن منبہ کی طرف منسوب ہے۔ جس کا اپنا نام قسی بن منبہ ہے اور شجرۂ نسب قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان ہے۔ وطن طائف تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کرنے کے بعد ان کی طرف پیش قدمی کی۔

[قلقشندی، نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب:198، معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ، 1:148]

122 کتاب الاصنام:17

123 خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی، قرشی، رضی اللہ عنہ، لقب سیف اللہ، عظیم فاتح، اشراف قریش میں سے تھے۔ حدیبیہ کے عمرہ تک مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑتے رہے۔ فتح مکہ سے قبل 7 ہجری کو اسلام قبول کیا۔ 21ھ=642ء کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ2:31، ترجمہ:1399، الاعلام2:300]

124 یاقوت حموی [وفات:626ھ] لکھتے ہیں: "بضم أوله .. والعزى: سمرة كانت لغطفان يعبدونها وكانوا بنوا عليها بيتا وأقاموا لها سدنة، فبعث النبي، ﷺ، خالد بن الوليد إليها فهدم البيت وأحرق السمرة ... والعزى تأنيث الأعز مثل الكبرى تأنيث الأكبر، والأعز بمعنى العزيز والعزى بمعنى العزيزة .. وكانت أعظم الأصنام عند قريش، وكانوا يزورونها ويهدون لها ويتقربون عندها بالذبائح" [معجم البلدان4:116]

125 کتاب الاصنام:26

126 امام نسائی روایت کرتے ہیں:

"عن أبي الطفيل قال: لما فتح رسول الله ﷺ مكة بعث خالد بن الوليد إلى نخلة وكانت بها العزى، فأتاها خالد وكانت على ثلاث سمرات، فقطع السمرات، وهدم البيت الذي كان عليها، ثم أتى النبي ﷺ فأخبره، فقال: ارجع فإنك لم تصنع شيئا فرجع خالد، فلما بصرت به السدنة وهم حجبتها أمعنوا في الجبل وهم يقولون: يا عزى يا عزى فأتاها خالد فإذا امرأة عريانة ناشرة شعرها تحتفن التراب على رأسها فعممها بالسيف حتى قتلها ثم رجع إلى النبي ﷺفأخبره فقال: تلك العزى" [سنن کبریٰ،حدیث:11483]

127 قلقشندی [وفات:821ھ] فرماتے ہیں: "بنو خزاعة قبيلة من الأزد من القحطانية، وهم بنو عمرو بن ربيعة بن حارثة بن مزيقيا ... قال القاضي عياض المعروف في نسب خزاعة، أنه عمرو ابن لحي بن قمعة بن الياس بن مضر ... قال ابن الكلبي: وسموا خزاعة لأن بني مازن بن الأزد لما تفرقت الأزد من اليمن في البلاد نزل بنو مازن على ماء بين زبيد ورفع يقال له غسان، وأقبل أبو عمرو بن لحي فانخزع عن قومهم فنزلوا مكة ... وكانت مواطنهم مكة ومر الظهران وما بينهما، وكانوا حلفاء لقريش، وكان لخزاعة ولاية البيت بعد جرهم" [نہایۃ الارب فی معرفۃ انساب العرب:245، معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ،1:148]

128 کتاب الاصنام:39

129 عمرو بن جموح بن زید بن حرام، خزرجی، انصاری، السلمی، صحابی رسول ﷺ ہیں۔ اس کے گھر میں ایک بت تھا جس کا نام "مناف" تھا اور عمرو بن جموح اس کی تعظیم کیا کرتا تھا۔ "بنو سلمہ کے نوجوان ان سے پہلے اسلام لائے تھے اور وہ ان کے بت کو اوندھے منہ کنویں میں گرا دیتے۔ غزوۂ احد میں حاضر ہوئے اور شہید ہوئے۔[سیر اعلام النبلاء1:254،ترجمہ:44، الاعلام5:75]

130 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ،1:453

131 کتاب الاصنام:57

132 کتاب الاصنام:16

133 ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "وأصل الشرك في بني آدم كان من الشرك بالبشر الصالحين المعظمين فإنهم لما ماتوا عكفوا على قبورهم ثم صوروا تماثيلهم ثم عبدوهم. فهذا أول شرك كان في بني آدم. وكان في قوم نوح. فإنه أول رسول بعث إلى أهل الأرض يدعوهم إلى التوحيد وينهاهم عن الشرك" [مجموع الفتاوی14:363]

134 کمال الدین الدمیری [وفات:808ھ] فرماتے ہیں: "الهدهد: بضم الهاءين وإسكان الدال المهملة بينهما طائر معروف ذو خطوط وألوان كثيرة، وكنيته أبو الأخبار وأبو ثمامة وأبو الربيع وأبو روح وأبو سجاد وأبو عباد. ويقال له الهداهد ... والجمع الهداهد بالفتح وهو طير منتن الريح طبعا لأنه يبني أفحوصه في الزبل وهذا عام في جميع جنسه ويذكر عنه أنه يرى الماء في باطن الأرض كما يراه الانسان في باطن الزجاجة وزعموا أنه كان دليل سليمان على الماء، ولهذا السبب تفقده لما فقده" [کتاب الحیوان2:514]

135 یاقوت حموی [وفات:626ھ] لکھتے ہیں: "سبأ:بفتح أوله وثانيه وهمز آخره وقصره: أرض باليمن مدينتها مأرب، بينها وبين صنعاء مسيرة ثلاثة أيام، فمن لم يصرف فلأنه اسم مدينة، ومن صرفه فلأنه اسم البلد فيكون مذكرا سمي به مذكرا، وسميت هذه الأرض بهذا الاسم لأنها كانت منازل ولد سبإ بن يشجب بن يعرب بن قحطان ... وكان اسم سبإ عامرا، وإنما سمي سبأ لأنه أول من سبى السبي ... ولما كان سيل العرم في مأرب، تفرق أهل هذه الأرض في البلاد وسار كل طائفة منهم إلى جهة فضربت العرب بهم المثل فقيل: ذهب القوم أيدي سبا وأيادي سبا أي متفرقين، شبهوا بأهل سبا لما مزقهم الله تعالى كل ممزق فأخذت كل طائفة منهم طريقا" [معجم البلدان3:181]

136 ابن اثیر فرماتے ہیں: "كان أصحاب الكهف أيام ملك اسمه دِقْيُوس، ويقال دِقْيَانُوس، وكانوا بمدينة للروم اسمها أَفْسُوْسْ، ومَلِكُهُمْ يعبد الأصنام، وكانوا فَتِيَّةً آمنوا بربهم ...كانوا من الروم، وكانوا يعبدون الأوثان، فهداهم الله، وكانت شريعتُهُم شريعةَ عيسى، عليه السلام.وزعم بعضهم أنهم كانوا قبل المسيح، وأن المسيح أعلم قومه بهم، وأن الله بعثهم من رَقْدَتِهِمْ بعد رفع المسيح والأول أصح"[الکامل فی التاریخ1:325]

137 سورۃ الکھف18:25

138 ابن کثیر فرماتے ہیں: "المشهور أن عزيرا نبي من أنبياء بني إسرائيل وأنه كان فيما بين داود وسليمان وبين زكريا ويحيى، وأنه لما لم يبق في بني إسرائيل من يحفظ التوراة ألهمه الله حفظها فسردها على بني إسرائيل" [البدایۃ والنہایۃ2:54]

139 ابن سیدۃ [وفات:458ھ] فرماتے ہیں:"الجِنُّ نوعٌ من الْعَالَمِ سُمُّوا بذلك لِإِجْتِنَانِهِمْ عن الأبصار" [المحكم والمحيط الأعظم 7:214]

ابن عبد البر فرماتے ہیں: "والجن عند أهل الكلام وأهل العلم باللسان ينزلون على مراتب فإذا ذكروا الواحد من الجن خالصا قالوا جِنِّيٌّ فإن أرادوا أنه ممن يسكن مع الناس قالوا عَامِرٌ والجمع عُمَّارٌ وإن كان ممن يَعْرِضُ للصبيان قالوا أرواحٌ فإنْ خَبُثَ وتَعَرَّمَ فهو شيطانٌ فإن زاد على ذلك فهو مَارِدٌ فإن زاد على ذلك وقَوِيَ أَمرُهُ قالوا عِفْرِيْتٌ والجمع عَفَارِيْتٌ ". [التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید11:118]

140 "كان الرجل في الجاهلية ينزل الأرض فيقول: أعوذ بكبير هذا الوادي" [جامع البیان12:116،بذیل تفسیر سورۃ الانعام6:128]

141 "كان الجن يفرقون من الإنس كما يفرق الإنس منهم أو أشد، فكان الإنس إذا نزلوا واديا هرب الجن فيقول سيد القوم نعوذ بسيد أهل هذا الوادي، فقال الجن نراهم يفرقون منا كما نفرق منهم فدنوا من الإنس فأصابوهم بالخبل والجنون"[تفسیر القرآن العظیم8:252]

142 کردم بن ابی سائب انصاری / بن ابی سنابل، صحابی رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور مدینہ کا باشندہ ہے۔ ابن حبان نے صحابی کا قول کیا ہے اور ساتھ تابعی ہونے کا قول بھی ذکر کیا کہ ان کی روایات مرسل ہیں۔ [اسد الغابۃ4:439، ترجمہ:4442، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ5:431، ترجمہ:7404]

143"عن كردم بن أبي سائب الأنصاري قال: خرجت مع أبي إلى المدينة في حاجة وذلك أول ما ذكر رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بمكة فآوانا المبيت إلى راعي غنم فلما انتصف الليل جاء ذئب فأخذ حملا من الغنم فوثب الراعي فقال: يا عامر الوادي جارك فنادى مناد لا نراه يقول: يا سرحان أرسله فأتى الحمل يشتد حتى دخل الغنم ولم تصبه كدمة فأنزل الله عز وجل على رسوله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بمكة : وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا [سورۃ الجن6:72] وروي عن عبيد بن عمير ومجاهد وأبي العالية والحسن وسعيد بن جبير وإبراهيم النخعي نحوه وقد يكون هذا الذئب الذي أخذ الحمل وهو ولد الشاة كان جنيا حتى يرهب الإنسي ويخاف منه ثم رده عليه لما استجار به ليضله ويهينه ويخرجه عن دينه والله أعلم"

إسناده ضعيف جدا. اس روایت کو طبرانی نے المعجم الکبیر19:191، حدیث:430، اور ابو نعیم اصبہانی نے معرفۃ الصحابۃ5:2407، حدیث:5890، میں ذکر کیا ہے۔

اس کی سند میں عبد الرحمن بن اسحاق کوفی ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔ ہیثمی فرماتے ہیں: "فيه عبد الرحمن بن إسحاق الكوفي، وهو ضعيف" [مجمع الزوائد7:129]

اور اس سند میں عبد الرحمن کے باپ اسحاق بن حارث کوفی بھی ہیں جس کے بارے میں امام ذہبی کہتے ہیں: "ضعفه أحمد وغيره. روى عنه ابنه عبد الرحمن بن إسحاق. قال ابن حبان: فلا أدرى التخليط منه أو من ابنه" اور اسی روایت کو بطور دلیل پیش کی ہے۔[میزان الاعتدال1:189]

144 عن عبد الله قال:"كان ناس من الإنس يعبدون ناسا من الجن، فأسلم الجن وتمسك هؤلاء بدينهم" [صحیح بخاری، حدیث:4714]

145 ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "ومن ذلك أن هؤلاء المشركين من الصابئة ونحوهم لما كانوا يعبدون الكواكب و الملائكة وربما سموها العقول و النفوس وجعلوها وسائط بين الله و بين خلقه" [الرد علی البکری2:57]

146 غزالی، تہافۃ الفلاسفۃ:224، ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی9:105

147 "والحق أن إبراهيم عليه الصلاة والسلام، كان في هذا المقام مناظرا لقومه، مبينا لهم بطلان ما كانوا عليه من عبادة الهياكل والأصنام، فبين في المقام الأول مع أبيه خطأهم في عبادة الأصنام الأرضية، التي هي على صور الملائكة السماوية ليشفعوا لهم إلى الخالق العظيم، الذين هم عند أنفسهم أحقر من أن يعبدوه، وإنما يتوسلون إليه بعبادة ملائكته، ليشفعوا لهم عنده في الرزق والنصر، وغير ذلك مما يحتاجون إليه" [تفسیر القرآن العظیم3:261]

148 عن ابن مسعود كانوا يعبدون صنفا من الملائكة يقال لهم الجن" [تفسیر القرآن العظیم5:81، بذیل تفسیر سورۃ بنی اسرائیل17:57]

149 ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "والمشركون الذين وصفهم الله ورسوله بالشرك أصلهم صنفان: قوم نوح وقوم إبراهيم: فقوم نوح كان أصل شركهم العكوف على قبور الصالحين. ثم صوروا تماثيلهم ثم عبدوهم. وقوم إبراهيم كان أصل شركهم عبادة الكواكب والشمس والقمر" [مجموع الفتاوی1:157]

150 فكيف بشرك هؤلاء الفلاسفة وما يثبتونه من الشفاعة ؟ فإنهم يجوزون دعاء الجواهر العلوية الشمس والقمر والكواكب وكذلك الأرواح التي يسمونها العقول والنفوس ويسميها من انتسب إلى أهل الملل الملائكة وهؤلاء المشركون قد تنزل عليهم أرواح تقضى بعض مطالبهم وتخبرهم ببعض الأمور وهم لا يميزون بين الملائكة والجن بل قد يسمون الجميع ملائكة وأرواحا ويقولون روحانية الشمس روحانية عطارد روحانية الزهرة وهي الشيطان والشيطانة التي تضل من أشرك بها كما أن لنفس الأصنام وهي التماثيل المصنوعة على اسم الوثن من الأنبياء والصالحين أو على اسم كوكب من الكواكب أو روح من الأرواح والأصنام أيضا لها شياطين تدخل فيها وتكلم أحيانا بعض المشركين وقد تترايا أحيانا فيراها بعض الناس من السدنة وغيرهم. كانت اليونان والروم مشركين كما ذكر يعبدون الشمس والقمر والكواكب ويبنون لها هياكل في الأرض ويصورون لها أصناما يجعلون لها طلاسم من جنس شرك النمرود بن كنعان وقومه الذين بعث إليهم إبراهيم الخليل صلوات الله"[الرد علی المنطقیین:283،584، ابن قیم، اغاثۃ اللھفان2:218]

151 إنهم وضعوا هذه الأصنام والأوثان على صور أنبيائهم وأكابرهم، وزعموا أنهم متى اشتغلوا بعبادة هذه التماثيل، فإن أولئك الأكابر تكون شفعاء لهم عند الله تعالى، ونظيره في هذا الزمان اشتغال كثير من الخلق بتعظيم قبور الأكابر، على اعتقاد أنهم إذا عظموا قبورهم فإنهم يكونون شفعاء لهم عند الله" [التفسیر الکبیر4:556]

152 "إن الكفار كانوا مقرين بالإله تعالى وكانوا يقولون: إنما حسنت عبادة الأصنام لتصير شفعاء لهم عند الله تعالى"[التفسیر الکبیر1:133، بذیل سورۃ الانعام6:108]

153 "وكثير من الناس يعبدون الشمس والقمر والنجوم ويعتقدون فيها أنها أحياء عاقلة ناطقة" [التفسیر الکبیر26:421، بذیل تفسیر سورۃ الزمر:3]

154 "وبين في هذا المقام خطأهم وضلالهم في عبادة الهياكل، وهي الكواكب السيارة السبعة المتحيرة، وهي: القمر وعطارد والزهرة والشمس والمريخ والمشتري وزحل، وأشدهن إضاءة وأشرفهن عندهم الشمس، ثم القمر ثم الزهرة، فبين أولا صلوات الله وسلامه عليه أن هذه الزهرة لا تصلح للإلهية"[تفسیر القرآن العظیم3:261،بذیل تفسیر سورۃ الانعام6:79]

155 قرطبی فرماتے ہیں: شعری [Sirius] ایسا روشن ستارہ ہے جو جوزاء کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اس کا طلوع سخت گرمی میں ہوتا ہے۔ دو شعری ہیں: عبور جو جوزاء میں ہوتا ہے شعری غمیصاء جو ذراع میں ہوتا ہے۔ عرب گمان کرتے ہیں کہ یہ دونوں سہیل کی بہنیں ہیں۔ اس آیت میں ذکر کیا گیا کہ وہ شعری کا رب ہے اگرچہ وہ دوسروں کا بھی رب ہے کیونکہ عرب شعری کی تعظیم بجالاتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کیا کہ شعری رب نہیں مربوب ہے۔[الجامع لاحکام القرآن17:119]

156 "هو هذا النجم الوقاد الذي يقال له [مرزم الجوزاء] كانت طائفة من العرب يعبدونه" [تفسیر القرآن العظیم7:433]

157 طاش کبریٰ زادہ، مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ:315-326

158 ابو منصور ثعالبی [وفات:429ھ] ،التمثیل والمحاضرۃ:189

159 بدرالدین زرکشی، البرہان فی علوم القرآن، النوع الثالث: معرفۃ الفواصل ورؤوس الآی، 1:86

160 عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں: "هاد الرجل: أي رجع وتاب وإنما لزمهم هذا الاسم لقول موسى عليه السلام: إِنَّا هُدْنَآ إِلَيْكَ [سورۃ الاعراف7:156] أي رجعنا وتضرعنا. وهم أمة موسى عليه السلام، وكتابهم التوراة، وهو أول كتاب نزل من السماء أعني أن ما كان ينزل على إبراهيم وغيره من الأنبياء عليهم السلام ما كان يسمى كتاباً بل صحفاً ... وقد اشتمل ذلك على أسفار فيذكر مبتدأ الخلق في السفر الأول. ثم يذكر الأحكام، والحدود، والأحوال، والقصص، والمواعظ، والأذكار في سفر سفر... واليهود تدعي أن الشريعة لا تكون إلا واحدة وهي ابتدأت بموسى عليه السلام وتمت به فلم تكن قبله شريعة إلا حدود عقلية وأحكام مصلحية. ولا يجيزوا النسخ أصلاً. قالوا: فلا يكون بعد شريعة أصلاً؛ لأن النسخ في الأوامر بداء ولا يجوز البداء على الله تعالى" [الملل والنحل2:15-19]

ابن قتیبہ فرماتے ہیں: "اليهود إنما سموا يهود لأنهم انتسبوا لبعض الملوك، إلى يهود بن يعقوب لأمر خافوه" [المعارف:619]

161 [حسنٌ لغيره] جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد ان لا الٰہ الا اللہ، حدیث:2641۔ اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقی [وفات:156ھ] ہے۔ جو امام ترمذی کے مطابق ضعیف فی الحدیث ہے۔ مطالعہ کریں: جامع ترمذی، حدیث:54، 199، 408، 1980، 2930

162 یہ ذوالنون مصری [وفات:245ھ] کا قول ہے جس کا اپنا نام ابوالفیض ثوبان بن ابراہیم ہے۔ فرماتے ہیں: "أبى الله أن يكرم قلوب البطالين بمكنون حكمة القرآن"

[مدارک التنزیل1:604، البرہان فی علوم القرآن1:7]

163 بنو نضیر اور بنو قریظہ ان دونوں قبیلوں کو" الكاهنان «کاہن کا تثنیہ» بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ کاہن بن ہارون بن عمران کی اولاد میں سے ہیں۔ سیدنا ہارون علیہ السلام جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ ان قبائل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ہجرت کی اور یثرب [موجودہ مدینہ منورہ] کے نواح میں آباد ہوئے۔ اور یہ مارب کے بند ٹوٹنے اور اوس اور خزرج کے آنے سے پہلے کا زمانہ ہے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہودیوں نے تورات میں آخری پیغمبر ﷺ کی صفات دیکھی تھیں اور جس علاقے میں وہ پیدا ہوں گے اور ہجرت کریں گے۔ [ابوالفرج اصفہانی، الاغانی22:343، معجم البلدان، یاقوت حموی، 5:84 اور 290]

قینقاع: قاف کے زبر، یاء کے سکون، نون کے حرکات ثلثہ، مدینہ میں بسنے والوں یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جن کی طرف ایک بازار بھی منسوب تھا جس کو سوق بنی قینقاع کہتے تھے۔ عبداللہ بن سلام کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ بنو قینقاع نے وعدہ توڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ راتوں تک ان کا محاصرہ کیا اور بالآخر وہ ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہو گئے، سیرت میں اس کو "غزوۂ بنی قینقاع" کہا جاتا ہے جو شوال دو ہجری کو بدر کے واقعے کے بعد ہوا۔ عبداللہ بن ابیَ کی سفارش پر انہیں قتل نہیں کیا گیا البتہ جلاوطن کئے گئے۔[معجم البلدان، 4:424، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد3:170]

حمیر: ایک بڑا قحطانی قبیلہ جو حمیر بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی طرف منسوب ہے۔ تبع کے زمانے میں بت پرستی سے یہودی مذہب قبول کیا تھا اور یہ لوگ سورج کی عبادت کرتے تھے۔ ہشام کلبی کہتے ہیں: "وكان لحمير أيضا بيت بصنعاء يقال له رئام يعظمونه ويتقربون عنده بالذبائح"[الاصنام:11] ۔ حمیر کا وفد 9 ہجری میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ مطالعہ کریں: معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ، 1:305-306

حمیر، بنو کنانۃ، بنو الحارث بن کعب، کندۃ دراصل عرب تھے اور یہودی مذہب قبول کیا تھا۔ مطالعہ کریں: ابن قتیبہ، المعارف: 621، ابن اثیر جزری، الشافی فی شرح مسند الشافعی، 5:413، ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی، 35:226، سمہودی، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، 1:128-132، معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ، 1:231، 3:998-1000

164 "مدراس" دراصل عبرانی لفظ "مدرش" Midrash سے بنا ہے جس کے معنی ہیں "تحقیق اور غور وفکر کرنا"۔ اور اس کا اطلاق اس جگہ پر بھی ہوتا ہے جہاں تورات یا انجیل پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس معنی میں یہ "مدرسہ" کے مترادف ہے۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں: "المدراس صاحب دراسة كتبهم ومفعل ومفعال من أبنية المبالغة أو البيت الذي يدرسون فيه" [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر2:113، مادۃ: درس]

ابن حجر فرماتے ہیں: "بيت المدراس بكسر أوله هو البيت الذي يدرس فيه كتابهم أو المراد بالمدراس العالم الذي يدرس كتابهم والأول أرجح" [فتح الباری6:271]

صحابہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں: "فخرجنا معه ﷺ حتى جئنا بيت المدراس" [صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، حدیث:3167]

«ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم بیت المدراس آئے اور اللہ کے پیغمبر نے یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا الخ»

اور حدیث میں اس کا اطلاق "یہودی یا نصرانی عالم" پر بھی ہوا ہے۔ "فوضع مدراسها الذي يدرسها منهم كفه على آية الرجم" [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4556]

«یہودی عالم نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھا اور اسے چھپا دیا»

وفد نجران میں جو ساٹھ لوگ آئے تھے ان میں ایک "صاحب مدراسهم" «ان کے مدرسے کا عالم» بھی شامل تھا [جامع البیان6:151، سورۃ آل عمران] زمانہ جاہلیت میں یہودیوں کے علاوہ دیگر لوگ بھی وہاں دی جانے والی تعلیمات سننے کے لئے آتے تھے اور بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ [المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، فصل:124، ج:15، ص:291-295]

Midrash & Midrashic Literature: *The term Midrash (from the root 'Darash' to seek, inquire) signifies research, inquiry, study.*
[Encyclopedia of Religion and Ethics, James Hastings, vol. VIII p.624]

165 علماء میں سے بعض نے توراۃ کو عبرانی جبکہ بعض نے سریانی زبان کا لفظ قرار دیا ہے، جیسے:

زمخشری فرماتے ہیں: "والتوراة والإنجيل اسمان أعجميان. وتكلف اشتقاقهما من الورى والنجل ووزنهما بتفعلة وأفعيل، إنما يصح بعد كونهما عربيين" [الکشاف، 1:335]

امام رازی نے کشاف کے حوالے سے ذکر کیا ہے: "قال صاحب «الكشاف» : التوراة والإنجيل اسمان أعجميان، والاشتغال باشتقاقهما غير مفيد ... واعلم أن هذا القول هو الحق الذي لا محيد عنه" ۔ فرماتے ہیں: اگر توراۃ اور انجیل عربی الفاظ مانے جائیں تو مشتق منہ کیا ہے؟ اس پر انہوں نے فراء، خلیل، زجاج وغیرہ کے اقوال ذکر کئے ہیں اور آخر میں اپنا فیصلہ یوں دیا ہے: "**فالتوراة والإنجيل اسمان أعجميان أحدهما بالعبرية والآخر بالسريانية**، فكيف يليق بالعاقل أن يشتغل بتطبيقها على أوزان لغة العرب، فظهر أن الأولى بالعاقل أن لا يلتفت إلى هذه المباحث والله أعلم" [التفسیر الکبیر7:132]

امام قرطبی نے بھی جملہ اقوال ذکر کئے ہیں:

1. یہ مشتق ہے وَرَى الزَّنْدُ اور وَرِيَ سے یہ دونوں لغتیں ہیں جب، چقماق [پتھر یا لوہا جن کو رگڑنے سے آگ نکلے] سے آگ نکلے۔ اور اس کی اصل تَوْرِيَةٌ بروزن تَفْعِلَةٌ ہے تا زائدہ ہے اور یا متحرک ہے اس کا ماقبل مفتوح ہے اسے الف سے بدل دیا گیا اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ تَفْعَلَةٌ ہو اور پھر راکسرہ سے فتحہ کی طرف منتقل ہو جائے، جیسا کہ انہوں نے جَارِيَةٌ میں جَارَاةٌ اور نَاصِيَةٌ میں نَاصَاةٌ کہا ہے اور یہ دونوں وزن فراء سے منقول ہیں۔
2. اور خلیل نے کہا ہے: اس کا اصل وزن فَوْعَلَةٌ ہے پس اصل وَوْرَيَةٌ ہوئی، پھر پہلی واؤ کو تا سے بدل دیا گیا جیسا کہ تَوْلَجَ میں بدلا گیا ہے اور یہ اصل میں وَوْلَجَ تھا فَوْعَلَ کے وزن پر اور یہ وَلَجْتُ سے ماخوذ ہے اور پھر یا متحرک ماقبل مفتوح کو الف سے بدل دیا گیا۔ اور فَوْعَلَةٌ کا وزن تَفْعِلَةٌ کی نسبت زیادہ [قابل استعمال] ہے۔
3. اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ توراۃ یہ التَّوْرِيَةْ سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے کسی شے کے بارے تعریض کرنا اور اسے دوسرے سے چھپانا تو گویا تورات میں زیادہ کنایات ہیں اور بغیر کسی تصریح اور وضاحت کے اشارات ہیں، یہ مُؤَرِّج کا قول ہے۔ اور جمہور نے پہلا قول اختیار کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ٱلْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ۔ مراد تورات ہے۔
4. اور یہ قول بھی ہے کہ تورات اور انجیل سریانی زبان کے الفاظ ہیں۔ [الجامع لاحکام القرآن 4:5، تفسیر بذیل سورۃ آل عمران 3:3]

166 امام قرطبی فرماتے ہیں: "والتوراة معناها الضياء والنور" «تورات کا معنی روشنی اور نور ہے» یہ مشتق ہے وَرَى الزَّنْدُ اور وَرِيَ الزَّنْدُ سے جب، چقماق [پتھر یا لوہا جن کو رگڑنے سے آگ نکلے] سے آگ نکلے۔ [نفس مصدر]

محمد رحمت اللہ کیرانوی [وفات:1308ھ] فرماتے ہیں: "التوراة وهو لفظ عبراني بمعنى التعليم والشريعة" [اظہار الحق، الباب الاول فی بیان اسمائہا وتعدادہا، 1:99]

167 رحمت اللہ کیرانوی فرماتے ہیں: "سفر التكوين ويسمى سفر الخليقة أيضاً ‘سفر الخروج ‘سفر الأحبار’ سفر العدد’ سفر الاستثناء’ ومجموع هذه الكتب الخمسة يسمى بالتوراة وقد يطلق على مجموع كتب العهد العتيق مجازاً" « ان پانچوں کتابوں کے مجموعہ کا نام "توراۃ" ہے جو عبرانی لفظ ہے جس کے معنی "شریعت اور تعلیم" کے ہیں۔ اور کبھی کبھی ان کتابوں کے مجموعے پر مجازا "عہد عتیق" کا لفظ بھی بولا جاتا ہے » [نفس مصدر]

سعود بن عبد العزیز الخلف توراۃ کی تعریف ان الفاظ میں لکھتے ہیں: "التوراة فی إصطلاح النصارى: هي الأسفار الخمسة المنسوبة إلى موسى عليه السلام والكتب الملحقة بها . أما في اصطلاح المسلمين فهي: الكتاب الذي أنزله الله على موسى عليه السلام نوراً وهدى لبني إسرائيل و ألقاه إليه مكتوبا في الألواح" [دراسات في الأديان اليهودية والنصرانية:66]

168 خلیل بن احمد الفراہیدی [وفات:170ھ] فرماتے ہیں: "والأسفار أجزاءُ التَّوراة، وجُزءٌ منه سِفرٌ، والتَّوراة خمسة أسفار أي كُتُب"[العین، باب السین والراء والفاء، 247:7]

169 سفر التکوین کو انگریزی میں [Genesis] کہتے ہیں اور اردو ترجمہ "پیدائش" ہے۔ یہ سفر [سین کے زیر کے ساتھ] دنیا کی تخلیق سے شروع ہو کر سیدنا یوسف علیہ السلام کی وفات پر ختم ہوا ہے جس میں کل پچاس [50] ابواب ہیں۔

170 سفر الخروج کو انگریزی میں [Exodus] کہتے ہیں اور عربی کی طرح اردو میں بھی اسے "خروج" ہی کہتے ہیں۔ اس کو خروج کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنے کا واقعہ مذکور ہے۔ یہ سفر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے شروع ہو کر بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے واقعات پر ختم ہوا ہے۔ اور اس میں کل چالیس [40] ابواب ہیں۔

171 سفر الاحبار کو انگریزی میں [Leviticus] کہتے ہیں اور عربی کی طرح اردو میں بھی اسے "احبار" ہی کہتے ہیں۔ اس میں وہ احکام مذکور ہیں جو بنی اسرائیل کو صحرائے سینا میں بسنے کے دوران دیئے گئے۔ اس میں کل ستائیس [27] ابواب ہیں۔

172 سفر العدد کو انگریزی میں [Numbers] کہتے ہیں اور اردو ترجمہ "گنتی" ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کی تعداد، کنعان منتقل ہونے سے پہلے کے احوال اور ان احکام کا ذکر ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کو دریائے اردن کے کنارے دیئے گئے۔ اس میں کل چھتیس [36] ابواب ہیں۔

173 سفر الاستثناء کو انگریزی میں [Deuteronomy] کہتے ہیں اور عربی کی طرح اردو میں بھی اسے "استثناء" ہی کہتے ہیں۔ اس میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک کے واقعات اور احکام مذکور ہیں۔ اس میں کل چونتیس [34] ابواب ہیں۔

174 گذشتہ سطور میں رحمت اللہ کیرانوی کے حوالہ سے گزرا کہ کبھی کبھی توراۃ پر مجازا "عہد عتیق" کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ در حقیقت "عہد عتیق" تین چیزوں کا مجموعہ ہے:

1. توراۃ جس کو ناموس بھی کہتے ہیں اور وہ پانچ اسفار پر مشتمل ہے جو ما قبل میں گزر چکا۔
2. النبییم [انبیاء] جس کے دو اجزاء ہیں: انبیاء سابقین اور انبیاء متاخرین:
   - انبیاء سابقین جو چند اسفار پر مشتمل ہے یعنی یشوع [یوشع بن نون] ، قضاۃ [Judges] ، صموئیل (اول اور دوم)، ملوک (اول اور دوم)
   - انبیاء متاخرین: یعنی اشعیاء، ارمیاء، حزقیل اور بارہ دیگر انبیاء ہیں۔
3. الکتوبیم [کتابیں] جس کے تین حصے ہیں:
   - مزامیر [زبور] ، امثال سلیمان، کتاب ایوب [اس کتاب میں ایوب علیہ السلام پر آنے والی آزمائشوں کا ذکر ہے]
   - راعوت [داؤد علیہ السلام کے دادا عوبید کی والدہ کے احوال] ، نشید الانشاد [اردو میں "غزل الغزلات" یعنی گیتوں کا مجموعہ] ، جامعۃ، مراثی ارمیاء، آستر۔ اس حصے پر مشتمل اسفار کو عربی میں المکتوبات المقدسة اور انگریزی میں [Hagiographa] کہا جاتا ہے۔
   - دانیال، عزرا [اس کتاب میں عزیر، زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کا ذکر ہے] ، نحمیا [Nehemiah] ، اخبار الایام [تواریخ]

175 الکتوبیم اور النبییم کو انگریزی میں بالترتیب [Kethubim/Ketuvim] اور [Nebi'im/Nevi'im] عربی میں أسفار الكتابات اور أسفار الأنبياء لکھا جاتا ہے۔ مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: موسوعة اليهود واليهودية والصيهونية 13:194-196

176 انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق یہ "آرامی زبان" میں عبرانی بائبل کا ترجمہ ہے۔[https://www.britannica.com/topic/Targum] Retrieved on: 7 Apr 2019

177 [موسوعة اليهود واليهودية والصيهونية:[Midrash] 13:363-364]،
[https://www.britannica.com/topic/Midrash] Retrieved on: 7 Apr 2019

---

178 "تورات کی سب سے مشہور تفسیر تلمود ہے"۔[اظہار الحق567:2] اور یہ شفوی روایات [Oral Law] ہیں۔اس کے دو حصے ہیں:"مشنا" [Mishna] اور "جمارا" [Gemara] ۔مشنا اور جمارا مل کر تلمود کہلاتی ہیں"۔[https://www.britannica.com/topic/Mishna] Retrieved on: 7 Apr 2019

"التلمود هو: تعليم ديانة وأداب اليهود وهو يتكون من جزئين:متن: ويسمى المشناه: بمعنى المعرفة أو الشريعة المكررة. شرح: ويسمى جمارا: ومعناه الإكمال"

[دراسات فی الأديان اليهودية والنصرانية :120]

مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: موسوعة اليهود واليهودية والصيهونية: [Gemara] 13:370-371،[Mishna] 366:13 ، [Talmud] 315:13

179 ابن قتیبہ فرماتے ہیں: "النصارى سموا: نصارى، باسم القرية التي نزل فيها المسيح وهي ناصرة من أرض الجليل"[المعارف:619]

امام راغب اصفہانی نے دو اقوال ذکر کئے ہیں: یا تو"نصرانۃ"بستی کی طرف نسبت کی وجہ سے،اور یا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے جواب میں جب انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے (دین) کے مدد گار ہیں: النصارى قيل: سموا بذلك لقوله: كُونُوٓاْ أَنصَارَ ٱللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَ لِلۡحَوَارِيِّـۧنَ مَنۡ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِۖ قَالَ ٱلۡحَوَارِيُّونَ نَحۡنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ [سورة الصف14:61] وقيل: سموا بذلك انتسابا إلى قرية يقال لها: نصرانة، فيقال: نصراني، وجمعه نصارى [المفردات فی غریب القرآن:809، مادة: نصر]

180 سعود بن عبد العزیز الخلف نصاری کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: النصرانية اصطلاحاً: هي دين النصارى الذين يزعمون أنهم يتبعون المسيح عليه السلام وكتابهم الإنجيل

[دراسات فی الأديان اليهودية والنصرانية:121]

عبد الکریم شہرستانی لکھتے ہیں:"النصارى أمة المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وكلمته عليه السلام. وهو المبعوث حقا بعد موسى عليه السلام، المبشر به في التوراة. وكانت له آيات ظاهرة، وبينات زاهرة، ودلائل باهرة، مثل إحياء الموتى، وإبراء الأكمه، والأبرص، ونفس وجوده وفطرته آية كاملة على صدقه. وذلك حصوله من غير نطفة سابقا، ونطقه البين من غير تعليم سالف. وجميع الأنبياء بلاغ وحيهم أربعون سنة وقد أوحى الله تعالى إليه إنطاقا في المهد، وأوحى إليه إبلاغا عند الثلاثين. وكانت مدة دعوته ثلاث سنين، وثلاثة أشهر، وثلاثة أيام"[الملل والنحل25:2]

181 رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:عہد نامہ جدید بیس کتابوں پر مشتمل ہے۔﴿[1] إنجيل متى [2] إنجيل مرقس [3] إنجيل لوقا [4] إنجيل يوحنا ويقال لهذه الأربعة الأناجيل. ولفظ الإنجيل مختص بكتب هؤلاء الأربعة وقد يطلق مجازاً على مجموع كتب العهد الجديد وهذا اللفظ معرب كان في الأصل اليوناني [انكليون] بمعنى البشارة والتعليم﴾[اظہار الحق103:1]

« انجیل متی،انجیل مرقس،انجیم لوقا اور انجیل یوحنا ان چاروں کو اناجیل اربعہ کہا جاتا ہے۔اور لفظ انجیل انہی چاروں کے ساتھ مخصوص ہے۔اور کبھی کبھی مجازا عہد جدید کی کتابوں کے مجموع پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔یہ لفظ معرب ہے اصل یونانی لفظ انکلیون تھا جس کے معنی خوشخبری اور تعلیم کے ہیں»

انجیل کے حوالے سے بھی دو اقوال ہیں کہ آیا عجمی لفظ ہے یا عربی۔توراۃ کی تشریح میں زمخشری اور رازی کے حوالے سے گزر چکا کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔

اگر عربی ہے تو مشتق منہ کیا ہے؟ قرطبی فرماتے ہیں:

1. انجیل إِفْعِيلٌ کے وزن پر النَّجْلْ سے ماخوذ ہے جس کے معنی "اصل" کے ہیں۔اور اس کی جمع أَنَاجِيلْ اور توراۃ کی تَوَارْ ہے،پس انجیل علوم اور حکمتوں کا اصل اور سرچشمہ ہے۔ اور کہا جاتا ہے:لَعَنَ اللَّهُ نَاجِلَيْهِ يَعْنِي وَالِدَيْهِ « اللہ اس کے والدین پر لعنت کرے » کیونکہ والدین اس کی اصل ہیں[اس لئے انہیں ناجلیہ کہا گیا]۔
2. اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ: نَجَلْتُ الشَّيْءَ سے بنا ہے جب تو کسی شے کو نکالے[تو یہ جملہ بولا جاتا ہے]۔پس انجیل کے ساتھ علوم و حکم نکالے گئے ہیں اور اس معنی میں اولاد اور نسل کو اس کے نکلنے کی وجہ سے نَجْلًا کہا جاتا ہے۔۔النجل سے مراد وہ پانی ہے جو زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے اور إِسْتَنْجَلَتِ الْأَرْضُ کا معنی ہے زمین پانی رسنے کی وجہ سے دلدلی ہو گئی،اور اسی کو نِجَالٌ کہتے ہیں جب اس سے پانی نکلنے لگے۔
3. اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ النَّجَلْ فِي الْعَيْن سے ہے،جس کا معنی ہے آنکھ کا وسیع اور کشادہ ہونا۔اور طَعْنَةٌ نَجْلَاءُ کہا جاتا ہے: أَيْ وَاسِعَةٌ ہے یعنی بڑا نیزہ۔
4. اور کہا گیا ہے: کہ التَّنَاجُلْ کا معنی التَّنَازُعْ [جھگڑا کرنا] ہے اور لوگوں کا اس میں جھگڑا کرنے کی وجہ سے اس کا نام انجیل رکھا گیا ہے۔
5. اور یہ بھی کہا گیا ہے:نَجِلَ بمعنی عَمِلَ اور صَنَعَ ہے یعنی کام کرنا۔
6. اور یہ قول بھی ہے کہ تورات اور انجیل سریانی زبان کے الفاظ ہیں،اور کہا گیا ہے کہ انجیل سریانی میں انکلیون ہے۔[الجامع لاحکام القرآن6:4، تفسیر بذیل سورۃ آل عمران3:3]

182 سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: من فسد من علمائنا ففيه شَبَهٌ من اليهود ومن فسد من عُبَّادِنا ففيه شَبَهٌ من النصارى [مجموع الفتاوی197:1،اقتضاء الصراط المستقیم79:1]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: فإن أردت أن ترى أنموذج النصارى فانظر اليوم إلى أولاد المشائخ والأولياء ما ذا يظنون بآبائهم و إلى أي حد وصلوا بهم [الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:29]

183 عبداللہ بن مبارک، تمیمی، مروزی، ابوعبدالرحمن کا تعلق خراسان [Merv, Turkmenistan] سے ہے۔118ھ کو پیدا ہوئے۔ حافظ الحدیث، شیخ الاسلام، تاجر اور مجاہد تھے۔ فقہ ، عربیت، تاریخ، شجاعت و سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ 181ھ کو دریائے فرات کے کنارے واقع گاؤں "ہیت" [موجودہ: عراق کے صوبہ انبار کا حصہ ہے] میں وفات پائی۔
[وفات الاعیان 32:3، تاریخ بغداد 152:10، تذکرۃ الحفاظ 174:1، الاعلام 115:4]

184 صحیح مسلم، مقدمہ، باب: الاسناد من الدین، روایت: 32

185 رحمت اللہ کیرانوی "عہد نامہ عتیق" کی 38 کتابیں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وهذه الكتب الثمانية والثلاثون كانت مسلمة عند جمهور القدماء من المسيحيين [اظہار الحق 1: 101]

186 سورۃ التوبۃ 30:9

187 سورۃ آل عمران 78:3، سورۃ النساء 46:4

188 سورۃ البقرۃ 42:2، سورۃ آل عمران 71:3

189 سورۃ البقرۃ 44:2

190 سورۃ آل عمران 64:3، سورۃ التوبۃ 29:9 اور 31

191 سورۃ آل عمران 19:3

192 سورۃ البقرۃ 87:2

193 سورۃ المائدۃ 57:5

194 مناع قطان مدنی سورتوں کی پہچان کے ضوابط کے بارے میں لکھتے ہیں: "كل سورة فيها ذكر المنافقين فهي مدنية ... كل سورة فيها مجادلة أهل الكتاب فهي مدنية" [مباحث فی علوم القرآن: 63]

195 **نفاق کی تعریف:**

ابن منظور افریقی ابوعبید کے حوالے سے فرماتے ہیں: سمي المنافق منافقا للنَّفَق وهو السَّرَبُ في الأرض" « منافق نفق سے ہے جس کے معنی سرنگ کے ہیں» [لسان العرب 359:10]

قاضی ابو بکر ابن العربی فرماتے ہیں: "النفاق هو اظهار القول باللسان او الفعل بخلاف مافي القلب من القول والاعتقاد" [عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی 100:10]

ابن حجر فرماتے ہیں: "النفاق لغة مخالفة الباطن للظاهر" [فتح الباری 89:1]

ابن کثیر ذکر کرتے ہیں: "النفاق هو إظهار الخير وإسرار الشر" [تفسیر القرآن العظیم 87:1، تفسیر بذیل سورۃ البقرۃ 8:2]

196 ابن قیم فرماتے ہیں: "فإن بلية الإسلام بهم شديدة جدا" [مدارج السالکین، فصل النفاق، 355:1] "وبلية المسلمين بهم أعظم من بليتهم بالكفار المجاهرين" [طریق الھجرتین: 402]

197 ساٹھ سے زیادہ صفات صرف سورۃ التوبۃ میں آیت: 38 سے آیت: 93 تک ذکر کی گئی ہیں۔

198 نفاق کی دونوں قسموں پر امام ترمذی اس حدیث کہ "منافق کی چار خصلتیں ہیں" کے تحت لکھتے ہیں: "إنما معنى هذا عند أهل العلم نفاق العمل، وإنما كان نفاق التكذيب على عهد رسول الله ﷺ ... النفاق نفاقان: نفاق العمل، ونفاق التكذيب" [سنن ترمذی، ابواب الایمان، باب ماجاء فی علامۃ المنافق، حدیث: 2632]

نفاق کی دونوں قسموں پر مزید حوالہ جات کے لئے دیکھیں:

ابن العربی، عارضۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی، 100:10، ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 140:11، ابن قیم، مدارج السالکین 354:1، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم 87:1، ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم: 430-434، ابن حجر، فتح الباری 89:1، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: 30۔ مذکورہ علماء میں سے ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن رجب نے نفاق کی دونوں قسموں کے لئے نفاق اکبر اور نفاق اصغر کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ جبکہ دیگر علماء نے اعتقادی اور عملی کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

199 اس میں واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ النور 24: 11-20 میں ذکر کیا گیا ہے۔

200 احادیث میں زہر دیئے جانے کی نسبت یہودیوں کی طرف کی گئی ہے: صحیح بخاری، حدیث: 2617، 5777، صحیح مسلم، حدیث: 2190

201 الرحیق المختوم: 269

اصول مهمه و اصول ممدة

اصول قرآن:

قرآن مجید میں دو قسم کے اصول ذکر ہوئے ہیں، جن کی مجموعی تعداد آٹھ ہے:[1]

1. اصول مہمہ یا مقاصد قرآن[2]۔ جن کی تعداد چار ہے۔
2. اصول مدۃ یا اصول متممۃ ۔ کی تعداد بھی چار ہے۔

امام رازی پہلے چار مقاصد کے لئے "سوابق" اور دوسرے چار مقاصد کے لئے "لواحق" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔[3]

اصول مہمہ:

1. توحید[4]
2. صداقت رسول
3. صداقت کتاب
4. ایمان بالآخرۃ

اصول مدۃ:

5. جہاد فی سبیل اللہ
6. انفاق فی سبیل اللہ
7. تنظیم
8. آداب

مذکورہ آٹھ اصولوں میں سے ہر پہلا اصل دوسرے کے لئے بطور مبدا اور بنیاد ہے اور ہر دوسرا پہلے اصل کے لئے معاون اور مددگار ہے۔ توحید تسلیم کرنے کے بعد جو دوسری چیز لازم ہے وہ ہے رسالت۔ قرآن مجید کو مانے بغیر توحید اور رسالت کو نہیں مانا جاسکتا اور قرآن مجید کو ماننا آخرت کے اجر کے لئے ہے۔ جو شخص آخرت کو تسلیم کرتا ہے وہ ضرور اللہ کی راہ میں نہ صرف بدنی قربانی [جہاد فی سبیل اللہ] پیش کرے گا بلکہ مالی قربانی [انفاق فی سبیل اللہ] سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ جہاد اور انفاق تب ہی بارآور ہوں گے جب ایک تنظیم ہو اور تنظیم بغیر آداب کے کارگر نہیں۔

آداب ضروری ہیں تاکہ ایک منظم جماعت ہو۔ اگر تنظیم ہے تو مال لگانا مفید ہے اور اگر انفاق ہے تو اعلاء کلمۃ اللہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ ممکن ہے ۔ جہاد ہی آخرت پر ایمان کو مستحکم کرنے کا ذریعہ ہے۔ آخرت پر ایمان ہے تو قرآن پر لامحالہ ایمان ہو گا۔ اور اگر قرآن پر ایمان ہے تو صاحب قرآن [رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] کی تصدیق ناگزیر ہے۔ اور رسالت کی تصدیق دراصل توحید کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔

قرآن مجید ان چار مقاصد [اصول یا سوابق] کو کبھی ایک ہی مقام میں اور کبھی مختلف مقامات میں ذکر کرتا ہے۔ کبھی بالترتیب [توحید، رسالت، صداقت کتاب اور ایمان بالآخرۃ] اور کبھی بلاترتیب، کبھی ایک سے ابتداء اور کبھی دوسرے سے کلام کا آغاز۔ اور ایسا انداز ہر مقام کی مناسبت سے ہے۔ چونکہ ان مسائل کا آسانی سے ذہن نشین ہونا تھوڑا مشکل تھا اسی لئے قرآن مجید نے مذکورہ اصولوں کو مختلف پیرایوں میں ذکر کیا ہے تاکہ مخاطب کے ذہن کو ان سے شناسائی اور ممارست حاصل ہو سکے۔ اور ایک ہی اصول کو مختلف عنوانات کے ساتھ ذکر کرنے میں یہی وہ حکمت اور راز تھا جس کی حقیقت کو بیشتر لوگ حتی کہ علماء میں سے بھی اکثر نے نہیں پایا۔

➢ **ایک ہی آیت میں چاروں اصولوں کو جمع کرنے کی مثال:**

1. يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ مِن قَبۡلُۚ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا بَعِيدًا [سورۃ النساء 4:136]

« اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر (یعنی ثابت قدم رہو) اور رسولوں پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائیں۔ اور جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا منکر ہوا تو وہ گمراہ ہو کر دور کی گمراہی میں جا پڑا»

ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ [توحید] وَرَسُولِهِۦ [رسالت] وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ [کتاب] وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ [آخرت]

➢ **ایک ہی سورۃ میں چاروں اصولوں کو جمع کرنے کی مثالیں:**

1. سورۃ سبا سے:

- **اثبات توحید**

ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي لَهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَهُ ٱلۡحَمۡدُ فِي ٱلۡأٓخِرَةِۚ وَهُوَ ٱلۡحَكِيمُ ٱلۡخَبِيرُ [سورۃ سبا 34:1]

« ساری تعریفیں الوہیت کی اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس کے اختیار میں وہ جو آسمانوں میں ہے اور وہ جو زمین میں ہے اور اسی کے لئے آخرت میں بھی الوہیت کی تعریفیں ہیں۔ اور وہی اللہ حکمت والا خبردار ذات ہے »

- **ایمان بالآخرۃ**

وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَأۡتِينَا ٱلسَّاعَةُۖ قُلۡ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأۡتِيَنَّكُمۡ [سورۃ سبا 34:3]

« اور کافر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دیجیے اے پیغمبر! بے شک آئے گی اور میرے رب کی قسم ضرور آئے گی تمہارے پاس »

- **صداقت کتاب**

وَيَرَى ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ ٱلۡحَقَّ وَيَهۡدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡحَمِيدِ [سورۃ سبا 34:6]

« اور وہ لوگ جانتے ہیں جن کو علم دیا گیا ہے کہ جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور غالب، تعریف کئے گئے کے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے »

- **اثبات رسالت**

وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ هَلۡ نَدُلُّكُمۡ عَلَىٰ رَجُلٖ يُنَبِّئُكُمۡ إِذَا مُزِّقۡتُمۡ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمۡ لَفِي خَلۡقٖ جَدِيدٍ ۝٧ أَفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِۦ جِنَّةُۢۗ بَلِ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ فِي ٱلۡعَذَابِ وَٱلضَّلَٰلِ ٱلۡبَعِيدِ ۝٨ [سورۃ سبا 34:7-8]

« اور کافر کہتے ہیں کہ آیا ہم تمہیں ایسا شخص نہ بتائیں جو تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ جب تم پوری طرح ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو بے شک تم ایک نئی پیدائش میں پیدا کئے جاؤ گے۔ آیا اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اس پر کوئی جنون ہے۔ (جھوٹ باندھا ہے نہ ہی کوئی جنون ہے) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں »

2. سورۃ التغابن سے:

- توحید:

﴿يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ۖ لَهُ ٱلْمُلْكُ وَلَهُ ٱلْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١﴾ هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
﴿٢﴾ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ بِٱلْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۖ وَإِلَيْهِ ٱلْمَصِيرُ ﴿٣﴾ يَعْلَمُ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ
بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴿٤﴾﴾ [سورۃ التغابن 64:1-4]

« خاص اللہ کے لئے پاکی بیان کرتی ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں ہے۔ اسی اللہ کے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے الوہیت کی تعریفیں ہیں۔ اور یہ اللہ ہر ایک چیز پر قدرت والا ہے۔ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے تو بعض تم میں انکار کرنے والے ہوگئے اور بعض تم میں ایمان لانے والے۔ اور اللہ اس پر جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔ اور اس نے تمہیں شکل دی ہے پس کیا خوبصورت شکلیں دی ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ جانتا ہے اللہ وہ جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ اور جانتا ہے وہ جو تم چھپاتے ہو اور وہ جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور اللہ سینوں کے راز جاننے والا ہے »

- اثبات رسالت:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُۥ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَقَالُوٓاْ أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُواْ وَتَوَلَّواْ ۚ وَّٱسْتَغْنَى ٱللَّهُ ۚ وَٱللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴾ [سورۃ التغابن 6:64]

« یہ اس وجہ سے کہ آئے تھے ان کے پاس پیغمبر واضح دلائل کے ساتھ تو انہوں نے کہا: آیا انسان ہماری رہنمائی کرے گا۔ پس انہوں نے (رسول) کا انکار کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ بھی ان سے بے پرواہو گا اور اللہ بے پرواہ، تعریف کیا گیا ہے »

- ایمان بالآخرۃ:

﴿ زَعَمَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن لَّن يُبْعَثُواْ ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴾ [سورۃ التغابن 7:64]

« عقیدہ ہے کافروں کا کہ ہرگز وہ دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دیجئے بے شک (اٹھائے جاؤگے) قسم ہے میرے رب کی! ضرور تم اٹھائے جاؤگے پھر تمہیں تمہارے عمل کی خبر دی جائے گی۔ اور یہ کام اللہ پر آسان ہے »

- صداقت کتاب:

﴿فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلنُّورِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلْنَا ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [سورۃ التغابن 8:64]

« پس ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس روشنی (کتاب) پر جو ہم نے اتاری ہے۔ اور اللہ اس جو تم عمل کرتے ہو خبر دار ہے »

3. سورۃ الطلاق سے:

- ایمان بالآخرۃ :

﴿ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِۦ فَحَاسَبْنَٰهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴾[سورۃ الطلاق 8:65]

« اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب اور اس کے پیغمبروں کے حکم سے تجاوز کیا۔ پس ہم نے ان کے ساتھ سخت حساب کیا اور ہم نے انہیں نرالا عذاب دیا»

- صداقت کتاب :

﴿قَدْ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا﴾ [سورۃ الطلاق 10:65]

« تحقیق اللہ نے آپ کی طرف نصیحت (کی کتاب) نازل کی ہے »

- **اثبات رسالت:**

﴿رَّسُولًا يَتْلُوا۟ عَلَيْكُمْ ءَايَـٰتِ ٱللَّهِ مُبَيِّنَـٰتٍ﴾ [سورة الطلاق 11:65]

«(اور بھیجا ہے) رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **جو تم پر اللہ کی آیات کھول کھول کر پڑھتا ہے»**

- **اثبات توحید:**

﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ سَبْعَ سَمَـٰوَٰتٍ وَمِنَ ٱلْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ ٱلْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ [سورة الطلاق 12:65]

«اللہ وہ ذات ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور آسمانوں کی طرح زمین میں سے بھی۔ حکم بھیجتا ہے اس زمین و آسمان کے مابین»

اصول مهمه

1. توحید[5]

جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا کہ مسئلہ توحید ہی وہ مسئلہ ہے جو مسلمانوں اور مشرکین کے مابین سبب تنازعہ ہے۔ پس جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک ٹھہرائے تو اس نے غیر کے لئے الوہیت ثابت کی۔ اور ماسوی اللہ کے لئے علم غیب، تصرف، پکار اور اس کی عبادت کا عقیدہ رکھنے کی وجہ اس نے توحید کا انکار کیا، حالانکہ عبادت صرف اللہ کے لئے خاص ہے۔ اور اللہ کی مخصوص صفات غیر کے لئے ثابت کرنا ہی شرک ہے۔

کیونکہ صفات تین قسم کی ہیں:[6]

1. وہ صفات جو فقط اللہ کے لئے خاص ہیں اور عقل ان کا مخلوق میں پائے جانے کو ممتنع سمجھتی ہو۔ جیسے: خالق، رازق، مدبر۔
2. وہ صفات جو بندوں کے ساتھ خاص ہیں۔ اور اسے الہ کے لئے کہنا ممکن نہیں، جیسے بے اولاد ہونا یا زیادہ اولاد والا ہونا۔ بڑی برادری والا ہونا جو انسان کے لئے توصفت کمال ہے لیکن الہ کے لئے نقص اور عیب ہے، جیسے سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم ان کی برادری کے بارے میں کہتی ہے: وَلَوۡلَا رَهۡطُكَ لَرَجَمۡنَٰكَۖ [سورة ہود 11:91] «اگر تمہارے برادری نہ ہوتی تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے»
3. تیسری قسم کی صفات وہ ہیں جو خالق اور مخلوق دونوں کے درمیان مشترک ہیں مگر یہ اشتراک محض لفظی ہے معنوی اور حقیقی نہیں۔ جیسے دیکھنا دونوں کے لیے بطور صفت کے ثابت ہے مگر الہ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے اور بندہ دیکھنے کے لئے آنکھوں کا محتاج ہے۔ اسی طرح سننے کے لئے بندہ کانوں کا محتاج اور الہ بغیر کانوں کے سنتا ہے۔[7] ابن قیم فرماتے ہیں:

لِلّٰہِ حقٌّ لا یکونُ لغیرہ : و لِعَبْدِہِ حقٌّ ھما حقانِ

لا تجعلوا الحقینِ حقًّا واحدًا : مِنْ غَيْرِ تَمْيِيْزٍ ولا فُرْقَانِ

[قصیدۃ نونیۃ 3:806، بیت: 3981-3982]

« اللہ کے لیے اپنا حق ثابت ہے جو غیر کے لیے نہیں ہے اور بندے کا اپنا حق ہے یہ دو الگ الگ حق ہیں۔ دونوں حقوق کو بغیر تمیز اور فرق کے ایک حق مت بناؤ»

صفات کی مذکور بالا تقسیم سے یہ معلوم ہوا کہ ﴿ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ﴾ میں الف لام کو استغراقی کہنا صحیح نہیں جیسا کہ عام طور پر یہی مشہور ہے۔[8]

توحید مختلف عنوانات کے ساتھ:

چونکہ اذہان مختلف قسم کے ہوتے ہیں اسی لئے قرآن مجید مسئلہ توحید کو مختلف عنوانات کے ساتھ ذکر کرتا ہے تاکہ ذہن میں خوب اچھی طرح گھر کر سکے۔ زیادہ تر قرآن مجید نے مسئلہ توحید کو چار عنوانات کے ساتھ ذکر کیا ہے:

1. مسئلہ توحید "الہ" کے عنوان سے
2. مسئلہ توحید "حمد" کے عنوان سے
3. مسئلہ توحید "تسبیح" کے عنوان سے
4. مسئلہ توحید "برکت" کے عنوان سے

تفصیل:

1. مسئلہ توحید "الہ" کے عنوان سے:

درج ذیل آیات میں مسئلہ توحید "الٰہ کے عنوان" کے ساتھ بطور دعوی کے ذکر کیا گیا ہے۔ اور اللہ نے اپنی ذات کے لئے صفت الوہیت ثابت کی ہے اور غیر سے نفی کی ہے:

- ﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ [سورۃ البقرۃ 163:2]

« اور تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے۔ نہیں ہے کوئی حاجت روا اس کے سوا جو عام مہربان خاص مہربان ہے »

- ﴿ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ [سورۃ البقرۃ 255:2]

« اللہ نہیں ہے کوئی حاجت روا سوائے اس کے۔ (ہمیشہ) زندہ ہے، تدبیر کرنے والا (مخلوق کی) »

- ﴿اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ [سورۃ آل عمران 2:3]

« اللہ جس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ (ہمیشہ) زندہ ہے، تدبیر کرنے والا »

- ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [سورۃ آل عمران 18:3]

« اللہ بیان[9] کرتا ہے شان یہ ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے اور فرشتے اور اہل علم (بھی یہ بیان کرتے ہیں) اس حال میں کہ (یہ گواہی) انصاف پر کھڑی ہے۔ نہیں ہے کوئی حاجت روا سوائے اللہ کے جو غالب حکمت والا ہے »

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے جہاں ایک طرف صفت الوہیت اپنی ذات کے لئے ثابت اور غیر سے نفی کی ہے، وہیں سورۃ آل عمران 18:3 کی اس مختصر آیت میں قرآن مجید کی بلاغت دیدنی ہے۔ کہ ایک ہی آیت میں دو مرتبہ دعوی توحید [ایک مرتبہ بطور دعوی کے اور دوسری مرتبہ بطور تفریع اور ثمرہ کے] اور اس پر تینوں قسم کے دلائل[10] پیش کئے گئے ہیں:[11]

1. دلیل وحی — شَهِدَ اللَّهُ
2. دلیل نقلی — وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ
3. دلیل عقلی — قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ

- ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ [سورۃ النساء 171:4]

« اے اہل کتاب! اپنے دین میں تجاوز نہ کرو (بدعات مت کرو) اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر حق بات، بے شک مسیح جو عیسیٰ بن مریم ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں اس کا حکم ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں، سو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت کہو کہ تین خدا ہیں اس سے باز آجاؤ یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ بے شک حاجت روا اکیلے اللہ ہی ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی نائب ہو۔ اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور خاص اللہ ہی کی ذمہ داری کافی ہے »

- ﴿ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗاۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ سُبۡحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشۡرِكُونَ﴾ [سورۃ التوبۃ31:9]

« ان لوگوں [یعنی یہود و نصاری] نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں کو اور درویشوں کو رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ اور حالانکہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک حاجت روا کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی حاجت روا (اور مشکل کشا) نہیں ہے وہ اس سے پاک ہے جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہیں »

- ﴿كَذَٰلِكَ أَرۡسَلۡنَٰكَ فِيٓ أُمَّةٖ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهَآ أُمَمٞ لِّتَتۡلُوَاْ عَلَيۡهِمُ ٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَهُمۡ يَكۡفُرُونَ بِٱلرَّحۡمَٰنِۚ قُلۡ هُوَ رَبِّي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ مَتَابِ﴾ [سورۃ الرعد30:13]

« اسی طرح ہم نے اپ کو ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ ان پر وہ (کتاب) پڑھیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔ اور وہ رحمن ذات کا انکار کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے میں نے اس پر بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے »

- ﴿وَٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ يَفۡرَحُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَۖ وَمِنَ ٱلۡأَحۡزَابِ مَن يُنكِرُ بَعۡضَهُۥۚ قُلۡ إِنَّمَآ أُمِرۡتُ أَنۡ أَعۡبُدَ ٱللَّهَ وَلَآ أُشۡرِكَ بِهِۦٓۚ إِلَيۡهِ أَدۡعُواْ وَإِلَيۡهِ مَـَٔابِ﴾ [سورۃ الرعد36:13]

- « اور جن لوگوں کو ہم نے (فہم) کتاب دی وہ خوش ہوتے ہیں اس (کتاب) پر جو آپ پر نازل کی گئی ہے۔ اور گروہوں میں بعض ایسے ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے بے شک مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو حصہ دار نہ ٹھہراؤں۔ اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے »

- ﴿هَٰذَا بَلَٰغٞ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُواْ بِهِۦ وَلِيَعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ وَلِيَذَّكَّرَ أُوْلُواْ ٱلۡأَلۡبَٰبِ﴾ [سورۃ ابراہیم52:14]

« یہ (قرآن مجید) پہنچانا ہے لوگوں کو۔ اور تاکہ وہ اس کے ذریعے ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہ ہی اکیلا حاجت روا ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں »

- ﴿يُنَزِّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةَ بِٱلرُّوحِ مِنۡ أَمۡرِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦٓ أَنۡ أَنذِرُوٓاْ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ﴾ [سورۃ النحل2:16]

« وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر نازل فرماتا ہے کہ اس بات سے لوگوں کو ڈراؤ کہ شان یہ ہے میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے پس مجھ ہی سے ڈرو »

- ﴿إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۚ فَٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٞ وَهُم مُّسۡتَكۡبِرُونَ﴾ [سورۃ النحل22:16]

« تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے۔ سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (توحید سے) انکار کرتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بڑا جانتے ہیں »

- ﴿وَقَالَ ٱللَّهُ لَا تَتَّخِذُوٓاْ إِلَٰهَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ فَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ﴾ [سورۃ النحل51:16]

« اور اللہ نے کہا ہے کہ دو حاجت روا مت بناؤ، بے شک وہی اکیلے حاجت روا ہے۔ پس خاص مجھ ہی سے ڈرو »

- ﴿وَقُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ شَرِيكٌ فِى ٱلْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ وَلِىٌّ مِّنَ ٱلذُّلِّ ۖ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًۢا﴾ [سورۃ بنی اسرائیل 111:17]

« اور کہہ دیجئے سب تعریفیں الوہیت کی خاص اللہ اس ذات کے لئے جس نے نہ تو کسی کو نائب بنایا ہے اور نہ اس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے، اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی معاون ہے، اور اس کی خوب بڑائی بیان کرو »

➢ مسئلہ الہ دلیل کے ذکر کے بعد بطور تفریع[12] اور ثمرہ:

- ﴿هُوَ ٱلَّذِى يُصَوِّرُكُمْ فِى ٱلْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [سورۃ آل عمران 6:3]

« اللہ وہ ہے جو ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں بناتا ہے جس طرح چاہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ غالب حکمت والا ہے »

- ﴿شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَأُو۟لُوا۟ ٱلْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِٱلْقِسْطِ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [سورۃ آل عمران 18:3]

« اللہ بیان کرتا ہے کہ شان یہ ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے اور فرشتے اور اہل علم (بھی یہ بیان کرتے ہیں) اس حال میں کہ (یہ گواہی) انصاف پر کھڑی ہے۔ نہیں ہے کوئی حاجت روا سوائے اللہ کے جو غالب حکمت والا ہے »

- ﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلْقَصَصُ ٱلْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [سورۃ آل عمران 62:3]

« بے شک یہ ضرور حق بیان ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اور بے شک وہی غالب حکمت والا ہے »

أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ کی تفریع دلیل کے بعد

- ﴿أَمَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا بِهِۦ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنۢبِتُوا۟ شَجَرَهَآ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ﴾ [سورۃ النمل 60:27]

« بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم ہی نے اس سے سرسبز باغ اُگائے۔ تمہاری طاقت تو نہ تھی کہ تم اُن کے درختوں کو اگاتے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ ایک اعراض کرنے والی قوم ہے یا ایسی قوم جو اللہ کے ساتھ اور برابر کرتے ہیں »

- ﴿أَمَّن جَعَلَ ٱلْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَٰلَهَآ أَنْهَٰرًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَٰسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ ٱلْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [سورۃ النمل 61:27]

« بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ نہریں بنائیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے بیچ اوٹ بنائی۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر دانش نہیں رکھتے »

- ﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [سورۃ النمل 62:27]

« بھلا کون بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں مگر) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو »

- ﴿أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ ٱلرِّيَٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهِۦٓ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ تَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [سورۃ النمل:63]

« بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں)۔ یہ لوگ جو (اللہ کے ساتھ اوروں کو) شریک بناتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے »

- ﴿أَمَّن يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ هَاتُوا۟ بُرْهَٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٦٤﴾﴾ [سورۃ النمل 64:27]

« بھلا کون مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ ؟(ہرگز نہیں) کہہ دو اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو »

- ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [سورۃ النمل 65:27]

« آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں سوائے اللہ کے غیب کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ لوگ علم نہیں رکھتے کہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے »

➢ مسئلہ الٰہ پر "تحمید" کی تفریع:

- ﴿وَهُوَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلْأُولَىٰ وَٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَلَهُ ٱلْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [سورۃ القصص 70:28]

« اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اسی کے لئے دنیا اور آخرت میں الوہیت کی تعریفیں ہیں۔ اسی کے لئے فیصلہ کا اختیار ہے اور اسی کی طرف تم لوٹاؤ جاؤ گے »

➢ مسئلہ الٰہ پر "تسبیح" کی تفریع:

- ﴿إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ سُبْحَٰنَهُۥٓ أَن يَكُونَ لَهُۥ وَلَدٌ ۘ لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ﴾ [سورۃ النساء 171:4]

« بے شک اللہ ہی اکیلا حاجت روا ہے۔ اور اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی نائب ہو۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کے اختیار میں ہے »

- ﴿مَا ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُۥ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ [سورۃ المؤمنون 91:23]

« اللہ نے نہ تو کسی کو نائب بنایا ہے۔ اور نہ اس کے ساتھ کوئی حاجت روا ہے۔(اگر کوئی اور ہوتا) تو اس وقت ہر حاجت روا اپنی اپنی مخلوق کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب ہوئے ہوتے۔ یہ لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے »

2. مسئلہ توحید "حمد" کے عنوان سے:

➢ تحمید بطور دعوی کے:

- ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [سورۃ الفاتحہ 1:1]

« سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار عالم ہے »

- ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَجَعَلَ ٱلظُّلُمَٰتِ وَٱلنُّورَ﴾ [سورۃ الانعام 1:6]

« سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور بنایا اندھیروں اور روشنی کو »

- ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ ٱلْكِتَٰبَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُۥ عِوَجَا ۜ﴾ [سورۃ الکھف 1:18]

« سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے اپنے بندہ پر کتاب بھیجی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی »

- ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْخَبِيرُ﴾ [سورۃ سبا 1:34]

« سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس کے اختیار میں ہے وہ جو آسمانوں میں ہے اور وہ جو زمین میں ہے۔ اور اسی کے لئے آخرت میں (الوہیت کی) تعریفیں ہیں۔ اور وہی حکمت والا خبر دار ہے »

- ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ﴾ [سورۃ فاطر 1:35]

« سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا (از سر نو) پیدا کرنے والا ہے »

➢ تحمید بطور تفریع اور ثمرہ کے:

* مشرک کے اقرار کے بعد:

- ﴿وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۚ قُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِۚ بَلۡ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ﴾ [سورۃ لقمان 25:31]

« اور اگر تم ان (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں لیکن ان میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے »

* نعمت کے حصول کے بعد:

- ﴿وَنَزَعۡنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنۡ غِلّٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهِمُ ٱلۡأَنۡهَٰرُۖ وَقَالُواْ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي هَدَىٰنَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِيَ لَوۡلَآ أَنۡ هَدَىٰنَا ٱللَّهُۖ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلۡحَقِّۖ وَنُودُوٓاْ أَن تِلۡكُمُ ٱلۡجَنَّةُ أُورِثۡتُمُوهَا بِمَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ﴾ [سورۃ الاعراف 43:7]

« اور جو حسد ان کے دلوں میں ہو گا ہم نکال دیں گے۔ ان کے (باغات کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور کہیں گے کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں یہاں (یعنی جنت) کا راستہ دکھایا۔ اور ہم کبھی بھی راہ پانے والے نہیں تھے اگر اللہ نے ہمیں توفیق نہ دی ہوتی۔ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے اور انہیں آواز دی جائے گی کہ تم ان اعمال کے بہ سبب جو تم کرتے تھے اس بہشت کے وارث بنادیئے گئے ہو »

- ﴿دَعۡوَىٰهُمۡ فِيهَا سُبۡحَٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمۡ فِيهَا سَلَٰمٞۚ وَءَاخِرُ دَعۡوَىٰهُمۡ أَنِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [سورۃ یونس 10:10]

« (پہلی) بات ان کی اس جنت میں ہو گی "اے اللہ! تیرے لئے پاکی ہے" اور ان کی پیشکش اس (جنت) میں سلام سلام ہو گی۔ اوران کی آخری بات یہ ہو گی کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار عالم ہے »

- ﴿وَقَالُواْ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي صَدَقَنَا وَعۡدَهُۥ وَأَوۡرَثَنَا ٱلۡأَرۡضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ ٱلۡجَنَّةِ حَيۡثُ نَشَآءُۖ فَنِعۡمَ أَجۡرُ ٱلۡعَٰمِلِينَ﴾ [سورۃ الزمر 74:39]

« وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہم سے وعدہ سچا کر دیا اور ہم کو (جنت کی) زمین کا وارث بنا دیا ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں رہیں پس عمل کرنے والوں کے لئے کیا اچھا بدلہ ہے »

* منکرین کی ہلاکت کے بعد:

- ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ ٱلۡقَوۡمِ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْۚ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [سورۃ الانعام 45:6]

« پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار عالم ہے »

- ﴿فَإِذَا ٱسۡتَوَيۡتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى ٱلۡفُلۡكِ فَقُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي نَجَّىٰنَا مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [سورۃ المؤمنون 28:23]

« پس جب تو اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر برابر ہو جائیں تو کہو: سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی »

3. مسئلہ توحید "تسبیح" کے عنوان سے:

مسئلہ توحید کبھی "تسبیح" کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے، اور قرآن مجید میں سات سورتوں کا آغاز اس عنوان کے ساتھ کیا گیا ہے، ایک جگہ مصدر کے ساتھ، ایک جگہ صیغہ امر کے ساتھ، تین مرتبہ صیغہ ماضی کے ساتھ اور دو مرتبہ صیغہ مضارع کے ساتھ:

- مصدر کے ساتھ:

﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِىٓ أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِۦ لَيْلًا مِّنَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ إِلَى ٱلْمَسْجِدِ ٱلْأَقْصَا﴾ [سورة الاسراء 1:17]

« پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات (کے تھوڑے سے حصہ) میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کرایا »

- صیغہ امر کے ساتھ:

﴿سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى﴾ [سورة الاعلیٰ 1:87]

« پاکی بیان کرو اپنے رب کے نام کی جو بلند ہے »

- صیغہ ماضی کے ساتھ:

﴿سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [سورة الحدید 1:57، سورة الحشر 1:59، سورة الصف 1:61]

« جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی پاکی بیان کرتے رہے ہیں۔ اور وہ غالب، حکمت والا ہے »

- صیغہ مضارع کے ساتھ:

﴿يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ٱلْمَلِكِ ٱلْقُدُّوسِ ٱلْعَزِيزِ ٱلْحَكِيمِ﴾ [سورة الجمعۃ 1:62، سورة التغابن 1:64]

« جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور وہ جو زمین میں ہے سب اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو بادشاہ ہے، پاک ذات، غالب، حکمت والا ہے »

➢ مسئلہ "تسبیح" دلیل کے ذکر کے بعد بطور ثمرہ:

- ﴿إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ سُبْحَٰنَهُۥٓ أَن يَكُونَ لَهُۥ وَلَدٌ ۘ﴾ [سورة النساء 171:4]

« بے شک اللہ ہی اکیلا حاجت روا ہے۔ اور اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی نائب ہو »

- ﴿سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [سورة یونس 18:10، سورة الروم 40:30]

« وہ پاک ہے اور اس سے بہت بلند ہے جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں »

- ﴿فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ﴾ [سورة الروم 17:30]

« پس اللہ کے لئے پاکی ہے جس وقت تم شام کرو اور جس وقت صبح کرو »

4. **مسئلہ توحید "برکت[13]" کے عنوان سے:**

- ﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَـٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴾ [سورۃ الفرقان 1:25]

« برکت ڈالنے والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرق کرنے والی کتاب بھیجی تاکہ وہ مخلوق (جن وانس) کو ڈرانا والا ہو جائے »

- ﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِىٓ إِن شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ وَيَجْعَل لَّكَ قُصُورًا ﴾ [سورۃ الفرقان 10:25]

« برکت ڈالنے والا ہے وہ کہ اگر وہ چاہے تو آپ ان سے بہتر دے دے (وہ بہتر) جنتیں ہیں جن کے (باغات) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور تمہارے لئے محل بنادے »

- ﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِى جَعَلَ فِى ٱلسَّمَآءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَٰجًا وَقَمَرًا مُّنِيرًا ﴾ [سورۃ الفرقان 61:25]

« برکت ڈالنے والا ہے وہ جس نے آسمان میں بڑے بڑے تارے پیدا کئے ہیں اور اس میں ایک چراغ (سورج) اور چمکتا چاند بنایا »

- ﴿تَبَـٰرَكَ ٱسْمُ رَبِّكَ ذِى ٱلْجَلَـٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ ﴾ [سورۃ الرحمن 78:55]

« تمہارے رب کا نام خیر اور برکت ڈالنے والا ہے جو صاحب جلال وعظمت ہے »

- سورۃ الملک میں شروع سے لے کر آخر سورۃ تک دعوی توحید پر گیارہ دلائل عقلیہ ذکر کئے گئے ہیں:

﴿تَبَـٰرَكَ ٱلَّذِى بِيَدِهِ ٱلْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴾ [سورۃ الملک 1:67]

« برکت ڈالنے والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہی ہر چیز پر قدرت والا ہے »

➢ **دلیل ذکر کرنے کے بعد مسئلہ برکت بطور تفریع اور ثمرہ:**

- ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ مِن سُلَـٰلَةٍ مِّن طِينٍ ۝١٢ ثُمَّ جَعَلْنَـٰهُ نُطْفَةً فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝١٣ ثُمَّ خَلَقْنَا ٱلنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا ٱلْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا ٱلْمُضْغَةَ عِظَـٰمًا فَكَسَوْنَا ٱلْعِظَـٰمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَـٰهُ خَلْقًا ءَاخَرَ ﴾ [سورۃ المؤمنون 23:12-14]

« اور تحقیق ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اسے ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ کی صورت میں رکھا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنادیا، پھر ہم نے اس کو ایک اور پیدائش کے ساتھ پیدا کیا »

- دلیل ذکر کرنے کے بعد:

﴿فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحْسَنُ ٱلْخَـٰلِقِينَ ﴾ [سورۃ المؤمنون 14:23]

« پس خیر اور برکت ڈالنے والا اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے »

اس آیت میں خالقین بمعنی صانعین[14] ہے جیسے سورۃ القمر 49:54 میں خلق بمعنی صنع ہے۔

توحید پر مشرکین کے اعتراضات اور شبہات[15]

قرآن مجید میں توحید پر مشرکین کے اعتراضات اور شبہات کی نو اقسام ہیں:

1. انکار
2. خصومت [جھگڑنا]
3. شرکیہ وسائل اور حیلہ سازی
4. قیاس فاسد
5. آباؤ اجداد کی اندھی پیروی
6. اٹکل کی تابعداری
7. التقول علی اللہ [اللہ کی طرف غلط قول کی نسبت کرنا]
8. الافتراء علی اللہ [اللہ کی طرف غلط فعل کی نسبت کرنا]
9. اتخاذ الولد [اللہ کے لئے نائب کہنا]

1. انکار

- ﴿إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ﴿٣٦﴾﴾ [سورۃ الصافات 37:35-36]

« بے شک ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے تو تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے مددگاروں کو چھوڑ دینے والے ہیں »

2. خصومت [جھگڑنا]

خصومت کے سلسلے میں درج ذیل جملہ آیات سورۃ ص کی ہیں۔ اور علماء کے نزدیک اس سورۃ کو "ص" کے ساتھ مصدر کرنے میں حکمت یہ ہے کیونکہ یہ حرف لفظ خصم کے حروف اصلی کے وسط میں ہے۔ اور اس سورۃ میں خصم کے ساتھ جابجا مخاصمہ ذکر کیا گیا ہے۔[16]

- مشرکین کا رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ جھگڑنا:

﴿بَلِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فِى عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ﴾ [سورۃ ص 38:2]

« بلکہ وہ لوگ جو کافر ہیں وہ غرور اور مخالفت میں ہیں »

اور جھگڑے کا سبب یہ ہے کہ: ﴿أَجَعَلَ ٱلْـَٔالِهَةَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ﴾ [سورۃ ص 38:5]

« کیا اس (پیغمبر) نے (متعدد) مددگاروں کی جگہ ایک ہی حاجت روا بنایا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے »

- گزشتہ اقوام کا انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جھگڑنا:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو ٱلْأَوْتَادِ﴾ [سورۃ ص 38:12]

« ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں »

- دو جھگڑا کرنے والوں کا واقعہ[17]

﴿وَهَلْ أَتَىٰكَ نَبَؤُا۟ ٱلْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا۟ ٱلْمِحْرَابَ﴾ [سورۃ ص38:21]

« بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی ہے جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں داخل ہوئے »

- فرشتوں کا آپس میں بحث مباحثہ

﴿ مَا كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍۭ بِٱلْمَلَإِ ٱلْأَعْلَىٰٓ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾ [سورۃ ص38:69]

« مجھ کو اوپر کی مجلس (والوں) کا جب وہ آپس میں بحث مباحثہ کرتے ہیں کچھ بھی علم نہیں ہے »

3. شرکیہ وسائل[18] اور حیلہ سازی

- ﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ﴾ [سورۃ یونس10:18]

« اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہیں جو ان سے کوئی تکلیف دور کرسکتے ہیں نہ ہی کوئی فائدہ پہنچاسکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں »

- ﴿أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلْخَالِصُ ۚ وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ﴾ [سورۃ الزمر39:3]

« خبردار! خاص اللہ کے لئے دین خالص ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا مددگار بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ ہمیں اللہ کو درجہ میں قریب کردیں »

- ﴿ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ قُرْبَانًا ءَالِهَةًۢ ۖ بَلْ ضَلُّوا۟ عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ﴾ [سورۃ الاحقاف46:28]

« تو جن کو ان لوگوں نے اللہ کے سوا تقرب کا ذریعہ اور مشکل کشا بنایا تھا انہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کی۔ بلکہ وہ ان سے گم ہوگئے۔ اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور وہ جو یہ لوگ اپنی طرف سے بنانے والے تھے » اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے خداؤں کی عاجزی ذکر کی ہے۔

4. قیاس فاسد[19]

- ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ قَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَآءُ ٱللَّهُ أَطْعَمَهُۥٓ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴾ [سورۃ یس36:47]

« اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ بھلا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ تم تو صریح غلطی میں ہو »

- ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِىَ خَلْقَهُۥ ۖ قَالَ مَن يُحْىِ ٱلْعِظَٰمَ وَهِىَ رَمِيمٌ ﴾ [سورۃ یس36:78]

« اور ہمارے بارے میں (غلط) مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا؟ »

- ﴿فَلَا تَضْرِبُوا۟ لِلَّهِ ٱلْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [سورۃ النحل16:74]

« تو (لوگو)! اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ۔ (کیونکہ) بے شک اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے »

- قیاس فاسد کی مثال:

﴿قَالُوٓاْ إِن يَسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ أَخٞ لَّهُۥ مِن قَبۡلُۚ﴾ [سورۃ یوسف12:77]

«انہوں (برادران یوسف) نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے ایک بھائی (یوسف) نے بھی پہلے چوری کی تھی»

5. آباؤاجداد کی اندھی پیروی

- ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَهۡتَدُونَ﴾ [سورۃ البقرۃ2:170، سورۃ المائدۃ5:104]

«اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہی سیدھے رستے پر ہوں (تب بھی وہ انہی کی تقلید کئے جائیں گے)»

سورۃ البقرۃ اور اس جیسی دوسری آیات [سورۃ المائدۃ5:104][20] سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اکابرین کے پاس دلائل ہوں تو ان کی پیروی جائز ہے اسی لئے سیدنا یوسف علیہ السلام کی اپنے بڑوں کی پیروی اور بعد کے لوگوں کی مجتہدین کی تابعداری پر اعتراض وارد نہیں ہوتا۔[21]

- ﴿وَٱتَّبَعۡتُ مِلَّةَ ءَابَآءِيٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَۚ مَا كَانَ لَنَآ أَن نُّشۡرِكَ بِٱللَّهِ مِن شَيۡءٖۚ ذَٰلِكَ مِن فَضۡلِ ٱللَّهِ عَلَيۡنَا وَعَلَى ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَشۡكُرُونَ﴾ [سورۃ یوسف12:38]

«اور میں اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے طریقہ پر چلتا ہوں۔ ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک بنائیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے»

6. اٹکل کی تابعداری

- ﴿وَإِن تُطِعۡ أَكۡثَرَ مَن فِي ٱلۡأَرۡضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنۡ هُمۡ إِلَّا يَخۡرُصُونَ[22]﴾ [سورۃ الانعام6:116]

«اور اگر تم زمین پر آباد اکثر لوگوں کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں اللہ کے رستے سے گمراہ کردیں گے یہ محض گمان کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں»

- ﴿أَلَآ إِنَّ لِلَّهِ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلۡأَرۡضِۗ وَمَا يَتَّبِعُ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُرَكَآءَۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنۡ هُمۡ إِلَّا يَخۡرُصُونَ﴾ [سورۃ یونس10:66]

«خبردار بے شک خاص اللہ کے اختیار میں ہے وہ (مخلوق) جو آسمانوں میں ہے اور وہ جو زمین میں ہے۔ اور یہ جو اللہ کے سوا شریکوں کو پکارتے ہیں۔ وہ محض گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں»

- ﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكۡثَرُهُمۡ إِلَّا ظَنًّاۚ إِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغۡنِي مِنَ ٱلۡحَقِّ شَيۡـًٔا﴾ [سورۃ یونس10:36]

«اور ان میں سے اکثر صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہے»

- ﴿وَمَا لَهُم بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّۖ وَإِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغۡنِي مِنَ ٱلۡحَقِّ شَيۡـٔٗا﴾ [سورۃ النجم53:28]

«حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں۔ اور گمان حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتا»

سورۃ النجم کی مذکورہ آیت میں مشرکین بالعباد الصالحین اور مشرکین بالملائکہ دونوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

7. التقول[23] علی اللہ [اللہ کی طرف غلط قول کی نسبت کرنا]

- ﴿وَإِذَا فَعَلُوا۟ فَـٰحِشَةً قَالُوا۟ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ ءَابَآءَنَا وَٱللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا﴾ [سورۃ الاعراف 7:28-29]

« اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے »

یہ جو اللہ پر جھوٹ بول رہے ہیں تو قرآن نے انہیں الزامی اور تحقیقی دونوں طرح سے جواب دیا ہے:

* الزامی

﴿قُلْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ﴾

« کہہ دو اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا »

﴿أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [سورۃ الاعراف 7:28]

« بھلا تم اللہ پر ایسی باتیں کہتے ہو جس کو تم نہیں جانتے »

* تحقیقی

﴿قُلْ أَمَرَ رَبِّى بِٱلْقِسْطِ﴾ [سورۃ الاعراف 7:29]

« کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کا حکم دیا ہے » اور انصاف "توحید" ہے۔[24]

8. الافتراء[25] علی اللہ [اللہ کی طرف غلط فعل کی نسبت کرنا]

- ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِـَٔايَـٰتِهِۦٓ﴾ [سورۃ الاعراف 7:37]

« تو اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے »

- ﴿وَمَا ظَنُّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ﴾ [سورۃ یونس 10:60]

« اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ قیامت کے دن کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں (کہ اللہ ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا)؟ »

9. اتخاذ الولد [اللہ کے لئے نائب کہنا]

- ﴿وَقَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَـٰنَهُۥ ۖ بَل لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُۥ قَـٰنِتُونَ﴾ [سورۃ البقرۃ 2:116]

« اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے نائب ہیں۔ وہ (نائبوں سے) پاک ہے، بلکہ خاص اسی کے اختیار میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اسی کے تابعدار ہیں »

- ﴿وَيُنذِرَ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا﴾ [سورۃ الکھف 18:4]

« اور ان لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے نائب بنا رکھا ہے »

اتخاذ الولد کا مطلب حقیقی بیٹا نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح معنی یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نائبین کو اختیارات دئے ہیں[26]، اور وہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

اس معنی کی تائید میں قرآن مجید کی دو آیات ملاحظہ کریں:

- ﴿وَقَالَ ٱلَّذِي ٱشۡتَرَىٰهُ مِن مِّصۡرَ لِٱمۡرَأَتِهِۦٓ أَكۡرِمِي مَثۡوَىٰهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوۡ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدٗاۚ﴾ [سورۃ یوسف 21:12]

« اور مصر سے جس شخص نے اس (یوسف) کو خریدا اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی جگہ کو عزت دو۔ قریب ہے کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے نائب بنالیں گے »

- ﴿وَقَالَتِ ٱمۡرَأَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٖ لِّي وَلَكَۖ لَا تَقۡتُلُوهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوۡ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدٗا وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ﴾ [سورۃ القصص 9:28]

« اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میری اور تمہاری (دونوں کی) آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرو۔ شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اُسے نائب بنالیں اور وہ انجام سے بے خبر تھے »

2. اثبات رسالت

سوابق اور اصول مہمہ میں دوسرا مقصد "پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کی سچائی اور اس کی رسالت کو ثابت کرنا" اور تیسرا مقصد "قرآن مجید کی صداقت" ہے۔ قرآن مجید کے بیشتر مقامات میں دونوں [اثبات رسالت اور صداقت قرآن] کو کبھی ایک ساتھ اور کبھی الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔ مثلا: سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح وہ دو سورتیں ہیں جن میں خالص "رسول اللہ ﷺ کی سچائی" کا تذکرہ ہے لیکن بعد والی دو سورتیں سورۃ العلق اور سورۃ القدر میں "قرآن مجید کی صداقت" بیان کی گئی ہے۔ سورۃ المدثر میں صداقت رسول ﷺ اور سورۃ المزمل میں صداقت کتاب۔ ذوات الراء سورتوں میں دونوں کو یکجا ذکر کیا گیا ہے۔

مثالیں:

- ﴿ كِتَٰبٌ أُحۡكِمَتۡ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِن لَّدُنۡ حَكِيمٍ خَبِيرٍ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّا ٱللَّهَۚ إِنَّنِي لَكُم مِّنۡهُ نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ ﴾ [سورۃ ہود 2-1:11]

« یہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے دلائل مضبوط ہیں اور حکیم وخبیر ذات کی طرف سے واضح کردی گئی ہیں۔ (اس میں بنیادی بات یہ ہے) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تم کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں »

- ﴿وَٱلۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُونَ مَآ أَنتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُونٖ﴾ [سورۃ القلم 2-1:68]

« گواہ ہے قلم اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں ا کہ (اے محمد ﷺ) آپ اپنے پروردگار کی نعمت پر دیوانے نہیں ہیں »

جن سورتوں میں اثبات توحید، اثبات رسالت اور صداقت کتاب تینوں ذکر کئے گئے ہیں، مثلا:

- اثبات رسالت اور صداقت کتاب:

﴿كِتَٰبٌ أُنزِلَ إِلَيۡكَ فَلَا يَكُن فِي صَدۡرِكَ حَرَجٞ مِّنۡهُ لِتُنذِرَ بِهِۦ وَذِكۡرَىٰ لِلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [سورۃ الاعراف 2:7]

« یہ عظیم الشان کتاب آپ کی طرف بھیجی گئی ہے۔ سو آپ کے دل میں اس (کے بیان) سے کوئی تنگی نہ ہو۔ (اس لئے نازل ہوا) تاکہ آپ اس کے ذریعے سے (لوگوں) کو ڈرائیں۔ اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے »

توحید:

﴿ قُلۡ أَمَرَ رَبِّي بِٱلۡقِسۡطِ﴾ [سورۃ الاعراف 29:7]

« کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے (یعنی توحید) کا حکم دیا ہے »

دیگر سورتوں سے مثالیں:

- سورۃ البقرۃ:

توحید:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ﴾ [سورۃ البقرۃ2:21]

« اے لوگو! اپنے رب کی اکیلے عبادت کرو »

اثبات رسالت اور صداقت کتاب:

﴿وَإِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلَىٰ عَبۡدِنَا فَأۡتُواْ بِسُورَةٖ مِّن مِّثۡلِهِۦ﴾ [سورۃ البقرۃ2:23]

« اور اگر تم شک میں ہو اس (کتاب) سے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو لے آؤ ایک سورۃ / دلیل اس (قرآن) کی طرح »

- سورۃ الانبیاء:

سورۃ کے آغاز میں منکرین توحید کو تخویف:

﴿ٱقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِي غَفۡلَةٖ مُّعۡرِضُونَ ١ مَا يَأۡتِيهِم مِّن ذِكۡرٖ مِّن رَّبِّهِم مُّحۡدَثٍ إِلَّا ٱسۡتَمَعُوهُ وَهُمۡ يَلۡعَبُونَ ٢ لَاهِيَةٗ قُلُوبُهُمۡۗ وَأَسَرُّواْ ٱلنَّجۡوَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ هَلۡ هَٰذَآ إِلَّا بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡۖ أَفَتَأۡتُونَ ٱلسِّحۡرَ وَأَنتُمۡ تُبۡصِرُونَ ٣﴾[سورۃ الانبیاء21:1-3]

« لوگوں کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں اعراض کیے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو کوئی نئی نصیحت آئی ہے تو وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل غفلت میں ہیں اور ظالم لوگ چپکے چپکے جرگے کرتے ہیں (اور اس میں کہتے ہیں) یہ شخص تمہارے جیسا بشر ہے۔ کیا تم بصیرت رکھتے ہوئے بھی جادو کی طرف آتے ہو »

رسول اللہ ﷺ کی تکذیب اور استہزاء کرنے والوں کو زجر:

﴿بَلۡ قَالُوٓاْ أَضۡغَٰثُ أَحۡلَٰمِۭ بَلِ ٱفۡتَرَىٰهُ بَلۡ هُوَ شَاعِرٞ فَلۡيَأۡتِنَا بِـَٔايَةٖ كَمَآ أُرۡسِلَ ٱلۡأَوَّلُونَ ٥ مَآ ءَامَنَتۡ قَبۡلَهُم مِّن قَرۡيَةٍ أَهۡلَكۡنَٰهَآۖ أَفَهُمۡ يُؤۡمِنُونَ ٦ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ إِلَّا رِجَالٗا نُّوحِيٓ إِلَيۡهِمۡۖ فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ ٧ وَمَا جَعَلۡنَٰهُمۡ جَسَدٗا لَّا يَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُواْ خَٰلِدِينَ ٨﴾[سورۃ الانبیاء21:5-8]

« بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو خوابوں کی گٹھڑیاں ہیں۔ بلکہ اس کو اس (محمد ﷺ) نے گھڑا ہے۔ بلکہ وہ شاعر ہے۔ سو چاہیے کہ ہمارے پاس نشانی لے کر آئے جیسا کہ اس سے پہلے لوگ (نشانیاں دے کر) بھیجے گئے۔ ان سے پہلے کسی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے (نشانیاں دینے کے باوجود) ایمان نہیں لائے تو کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟ اور ہم نے آپ سے پہلے جن کو رسول بنا کر بھیجا وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔ سو تم اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ہو اور ہم نے ان کو کوئی ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے »

صداقت کتاب:

﴿لَقَدۡ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ كِتَٰبٗا فِيهِ ذِكۡرُكُمۡۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ﴾ [سورۃ الانبیاء21:10]

« تحقیق ہم نے آپ کی طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تم لوگوں کی نصیحت ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے »

- سورۃ الفرقان:

﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا﴾ [سورۃ الفرقان 1:25]

« خیر اا ور برکت ڈالنے والا وہ ہے جس نے (حق اور باطل کے مابین) فرق کرنے والی کتاب اپنے بندہ پر بھیجی۔ تا کہ وہ جہانوں (جن وانس) کو ڈرانے والا ہو جائے »

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ ٱفْتَرَىٰهُ وَأَعَانَهُۥ عَلَيْهِ قَوْمٌ ءَاخَرُونَ فَقَدْ جَآءُو ظُلْمًا وَزُورًا﴾ [سورۃ الفرقان 4:25]

« اور کافر کہتے ہیں یہ (قرآن) جھوٹ ہے جسے اس (محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نے اپنی طرف سے بنایا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے اس بارے میں اس کی مدد کی ہے۔ سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کو لے کر آئے »

- سورۃ یس:

﴿وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْحَكِيمِ ۝٢ إِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝٣﴾ [سورۃ یس 36:2-3]

« گواہ ہے قرآن حکمت والی کتاب، بلاشبہ آپ (صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے ہیں »

﴿وَمَا لِىَ لَآ أَعْبُدُ ٱلَّذِى فَطَرَنِى وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [سورۃ یس 22:36]

« اور مجھے کیا ہوا ہے کہ کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے »

رسالت پر کفار کے اعتراضات اور شبہات

قرآن مجید میں رسالت پر منکرین کے اعتراضات کئی نوع پر ذکر کے گئے ہیں:

1. کبھی مخالفین کی جانب سے انبیاء علیہم السلام کی طرف غلط القابات کی نسبت کرنا
2. کبھی اعتراض ذکر کرنا اور ساتھ میں جواب بھی دینا
3. کبھی اعتراض ذکر کرنا اور جواب نہ دینا
4. اور کبھی اعتراض ذکر کئے بغیر جواب دینا کیونکہ وہ اعتراضات قرآن مجید کے دیگر مقامات میں ذکر کئے گئے ہوتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی طرف غلط القابات کی نسبت کرنا:

1. مجنون کہنا
2. کذاب کہنا
3. مسحور [جادو کیا گیا]
4. مذاق اڑانا
5. تکذیب [جھٹلانا]
6. فرمائشی معجزوں کا مطالبہ
7. بشریت
8. مفتری [جھوٹ بنانے والا]

مثالیں:

1. **مجنون کہنا**

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴾ [سورة القمر 9:54]

« ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی۔ تو انہوں نے ہمارے بندے (نوح) کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور دھتکارا گیا ہے »

2. **کذاب کہنا**

﴿ أَؤُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴾ [سورة القمر 25:54]

« کیا ہم سب میں سے اسی (صالح علیہ السلام) پر وحی نازل کی گئی ہے؟ بلکہ یہ بڑا جھوٹا بڑا اشرارتی ہے »

مذکورہ آیت میں کاذب اور شریر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ " كَذَّابٌ " اور " أَشِرٌ " کہا ہے یعنی بڑا جھوٹا اور بڑا اشرارتی۔[27]

3. **مسحور** [جادو کیا گیا]

﴿ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا ﴾ [سورة الفرقان 8:25]

« اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادوزدہ شخص کی پیروی کرتے ہو »

4. **مذاق اڑانا**

اعتراض:

﴿ وَإِذَا رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ ﴾ [سورة الانبياء 36:21]

« اور جب کافر تم کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ کیا یہی وہ شخص ہے جو تمہارے خداؤں کا ذکر [برائی سے] کیا کرتا ہے »

جواب:

﴿ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ هُمْ كَافِرُونَ ﴾ [سورة الانبياء 36:21]

« حالانکہ وہ خود رحمٰن کی نصیحت [یعنی کتاب الٰہی] سے منکر ہیں »

﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴾ [سورة الانبياء 41:21]

« اور تحقیق آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا ہے۔ سو جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان پر اس چیز کا (وبال) نازل ہوا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے »

﴿ وَإِذَا رَأَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴾ [سورة الفرقان 41:25]

« اور جب وہ (مشرکین) آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ کا مذاق ہی اڑاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، »

5. **تکذیب** [جھٹلانا]

﴿ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾ [سورة الانعام 33:6]

« تحقیق ہم جانتے ہیں کہ ان (کافروں) کا برا بھلا کہنا تمہیں رنج پہنچاتی ہیں۔ پس بے شک یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں »

آیت میں یَقُولُونَ کا مقولہ حذف کیا گیا ہے اور وہ تکذیب ہے[28] کیونکہ قاعدہ ہے:

وقد يحذف إذا كان ما بقي دليلا على ما يلقي

« اور تحقیق حذف اس وقت کیا جاتا ہے جب کلام موجود کلام محذوف پر دلالت کرتا ہو »[29]

اور قرینہ کی موجودگی میں عموماً حذف کیا جاتا ہے۔ مفسرین نے ابو جہل[30] کا قول بھی آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

﴿إنا لا نكذبك ولكن نكذب ما جئت به﴾ [تفسیر القرآن العظیم 224:3][31]

« ہم آپ کو (اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) نہیں جھٹلاتے لیکن آپ جو (کتاب) لائے ہیں اسے جھٹلاتے ہیں »

اگلی آیت میں رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تسلی دی جاتی ہے کہ دشمنوں کا یہ وطیرہ ماضی سے چلا آ رہا ہے:

﴿ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا۟ عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا۟ وَأُوذُوا۟ حَتَّىٰٓ أَتَىٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَـٰتِ ٱللَّهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِن نَّبَإِى۟ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴾ [سورۃ الانعام 34:6]

« اور تحقیق آپ سے پہلے پیغمبروں کو جھٹلایا گیا ہے۔ پس انہوں نے جھٹلائے جانے پر صبر کیا۔ اور انہیں اذیتیں دی گئیں یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آن پہنچی۔ اور اللہ کے فیصلوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور تحقیق آپ کے پاس پیغمبروں کی خبریں آچکی ہیں (تو آپ بھی صبر سے کام لیں) »

6. فرمائشی معجزوں کا مطالبہ

اعتراض: ﴿وَقَالُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ﴾ [سورۃ الانعام 37:6]

« اور کہتے ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ »

جواب: ﴿قُلْ إِنَّ ٱللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰٓ أَن يُنَزِّلَ ءَايَةً وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [سورۃ الانعام 37:6]

« کہہ دو کہ بے شک اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے »

اعتراض: ﴿لَوْلَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُۥ نَذِيرًا﴾ [سورۃ الفرقان 7:25]

« کیوں نہیں اتارا گیا اس پیغمبر کی جانب کوئی فرشتہ۔ تاکہ وہ بھی اس (پیغمبر) کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرائے »

جواب: ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا﴾ [سورۃ الفرقان 22:25]

« جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کے لئے خوشخبری نہیں ہوگی اور کہیں گے (کاش) کہ کوئی آڑ ہو روکی ہوئی »

اعتراض: ﴿أَوْ يُلْقَىٰٓ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُۥ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا﴾ [سورۃ الفرقان 8:25]

« یا اس کی طرف (آسمان سے) خزانہ اتارا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھائے »

جواب اول: ﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِىٓ إِن شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ وَيَجْعَل لَّكَ قُصُورًا﴾ [سورۃ الفرقان 10:25]

« خیر و برکت ڈالنے والا ہے وہ جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر بنادے (یعنی) باغات جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔ اور تمہارے لئے محل بنادے »

جواب دوم: ﴿ قُلْ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ ٱلْخُلْدِ ٱلَّتِى وُعِدَ ٱلْمُتَّقُونَ ۚ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَمَصِيرًا ﴾ [سورۃ الفرقان 15:25]

« کہہ دیجئے کہ آیا یہ بہتر ہے یا ہمیشہ کے رہنے والی جنت یہ جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ جنت ان کے لیے بدلہ اور لوٹنے کی جگہ ہے »

7. **بشریت**[32]

اعتراض: ﴿وَقَالُواْ مَالِ هَٰذَا ٱلرَّسُولِ يَأۡكُلُ ٱلطَّعَامَ وَيَمۡشِي فِي ٱلۡأَسۡوَاقِ﴾ [سورۃ الفرقان 7:25]

« اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے »

جواب: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ ٱلۡمُرۡسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمۡ لَيَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمۡشُونَ فِي ٱلۡأَسۡوَاقِ﴾ [سورۃ الفرقان 20:25]

« اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے »

8. **مفتری**[33] [جھوٹ بنانے والا]

اعتراض: ﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّآ إِفۡكٌ ٱفۡتَرَىٰهُ وَأَعَانَهُۥ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ ءَاخَرُونَ﴾ [سورۃ الفرقان 4:25]

« اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) جھوٹ ہے جسے پیغمبر نے اپنی طرف سے بنایا ہے اور اور ایک دوسری قوم نے اس میں اس کی مدد کی ہے »

﴿وَقَالُوٓاْ أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ٱكۡتَتَبَهَا فَهِيَ تُمۡلَىٰ عَلَيۡهِ بُكۡرَةً وَأَصِيلٗا﴾ [سورۃ الفرقان 5:25]

« اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں (جس کو) اس کے لئے (کسی نے) لکھا ہے[34] اور وہ صبح وشام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں »

جواب اول: ﴿فَقَدۡ جَآءُو ظُلۡمٗا وَزُورٗا﴾ [سورۃ الفرقان 4:25]

« یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر (اُتر) آئے ہیں »

جواب دوم: ﴿قُلۡ أَنزَلَهُ ٱلَّذِي يَعۡلَمُ ٱلسِّرَّ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ إِنَّهُۥ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا﴾ [سورۃ الفرقان 6:25]

« کہہ دیجیے کہ اس (کتاب) کو اس ذات نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ بلاشبہ وہ بخشنے والا ہے مہربان ہے »

اعتراض: **پہلے علماء نے یہ بات کیوں نہیں کی؟ یہ اعتراض فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر کیا تھا:**

﴿قَالَ فَمَا بَالُ ٱلۡقُرُونِ ٱلۡأُولَىٰ ۝٥١ قَالَ عِلۡمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَٰبٖۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ۝٥٢﴾ [سورۃ طٰہٰ 51:20-52]

« (فرعون نے) کہا تو پہلی جماعتوں کا کیا حال تھا؟ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ ان کا علم میرے پروردگار کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا پروردگار نہ چوکتا ہے نہ کسی کو (بغیر حق بیان کے) چھوڑتا ہے »

- اعتراض: **ہمیں آپ کی بات کی سمجھ نہیں آتی؟**

﴿وَقَالُواْ قُلُوبُنَا فِيٓ أَكِنَّةٖ مِّمَّا تَدۡعُونَآ إِلَيۡهِ وَفِيٓ ءَاذَانِنَا وَقۡرٞ وَمِنۢ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٞ فَٱعۡمَلۡ إِنَّنَا عَٰمِلُونَ﴾ [سورۃ فصلت 5:41]

« اور کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ (یعنی بہرا پن) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے تو تم (اپنا) کام کرو ہم (اپنا) کام کرتے ہیں »

حاصل جواب: **میں بشر ہوں اور تم لوگ بھی بشر ہو اور بشر بشر کا کلام سمجھتا ہے۔**

﴿قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ فَٱسۡتَقِيمُوٓاْ إِلَيۡهِ وَٱسۡتَغۡفِرُوهُۗ وَوَيۡلٞ لِّلۡمُشۡرِكِينَ﴾ [سورۃ فصلت 6:41]

« کہہ دو کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔ (البتہ) مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا حاجت روا ایک حاجت روا ہے۔ تو سیدھے اسی کی طرف (متوجہ) رہو اور اسی سے مغفرت مانگو اور مشرکوں کے لئے ہلاکت ہے »

مذکورہ چند آیات میں قرآن مجید نے اعتراضات اور جوابات دونوں ذکر کئے ہیں۔

اعتراض ذکر کئے بغیر جواب دینا:

- اعتراض: آپ سے پہلے یہ بات کسی نے نہیں کی اور کوئی بھی آپ کے ساتھ متفق نہیں ہے؟

جواب اول: ﴿كَذَٰلِكَ يُوحِىٓ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ٱللَّهُ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [سورۃ الشوری 3:42]

« اسی طرح اللہ نے جو غالب حکمت والا ہے آپ کی طرف وحی کی ہے اور ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے ہیں »

جواب دوم: ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِۦٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓ ۖ أَنْ أَقِيمُوا۟ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا۟ فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى ٱلْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ ٱللَّهُ يَجْتَبِىٓ إِلَيْهِ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ﴾ [سورۃ الشوریٰ 13:42]

« اسی نے تمہارے لئے دین کا رستہ مقرر کیا وہ (دین) جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کرلیتا ہے اور اپنی طرف رجوع کرنے والے کو توفیق دیتا ہے »

- اعتراض: اولیاء ہمیں خواب میں ڈراتے ہیں؟

حاصل جواب: یہ اولیاء نہیں ہیں جو تمہیں خواب میں ڈراتے ہیں بلکہ تمہیں خواب میں ڈرانے والے شیاطین ہیں۔

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوا۟ لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلْقَوْلُ فِىٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ خَٰسِرِينَ﴾ [سورۃ فصلت 25:41]

« اور ہم نے ان کے لیے ساتھیوں کو (شیاطین کو) مسلط کر دیا سو انہوں نے ان کے لیے ان (اعمال) کو مزین کیا جو ان کے آگے اور وہ جو ان کے پیچھے ہیں۔ اور ان پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکے ہیں۔ بیشک وہ تاوان اٹھانے والوں میں سے ہیں »

- اعتراض: دیگر کتابیں آپ کے خلاف بات کہتی ہیں؟

حاصل جواب اول: دیگر کتابیں چھوڑو، ہر اختلافی مسئلہ کتاب الہٰی کی طرف لوٹاؤ۔ اور حل اس میں ڈھونڈو:

﴿وَمَا ٱخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَىْءٍ فَحُكْمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ [سورۃ الشوریٰ 10:42]

« اور تم جس چیز میں بھی اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (یعنی اللہ کی کتاب میں) طلب کرو »

جواب دوم: ﴿وَقُلْ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٍ﴾ [سورۃ الشوریٰ 15:42]

« کہہ دیجیے میں اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے بھیجی ہے »

جواب سوم: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ وَٱلْمِيزَانَ﴾ [سورۃ الشوریٰ 17:42]

« اللہ وہ ذات ہے جس نے کتاب بھیجی ہے تا کہ حق ظاہر ہو جائے یعنی تولنے والی کتاب »

جواب چہارم: ﴿ٱسْتَجِيبُوا۟ لِرَبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ ۚ مَا لَكُم مِّن مَّلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُم مِّن نَّكِيرٍ﴾ [سورۃ الشوریٰ 47:42]

« اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس کی اللہ کی طرف سے واپسی نہیں ہو گی۔ تمہارے لیے اس دن پناہ لینے کی جگہ نہ ہو گی نہ کوئی انکار کی گنجائش ہو گی »

جواب پنجم: ﴿وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنتَ تَدْرِى مَا ٱلْكِتَٰبُ وَلَا ٱلْإِيمَٰنُ وَلَٰكِن جَعَلْنَٰهُ نُورًا نَّهْدِى بِهِۦ مَن نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِىٓ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [سورۃ الشوریٰ 52:42]

« اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح (قرآن) کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور ٹھہرایا۔ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں توفیق دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں »

– اعتراض: یہ کتاب ایک ہی مرتبہ میں کیوں نازل نہیں ہوئی؟

﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَٰحِدَةً﴾ [سورۃ الفرقان 32:25]

« اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اُتارا گیا »

اس اعتراض کا جواب سورۃ الفرقان اور سورۃ فصلت دونوں میں مختلف انداز سے دیا گیا ہے۔

سورۃ الفرقان میں جواب کا ایک انداز:

جواب اول: ﴿كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا﴾ [سورۃ الفرقان 32:25]

« اسی طرح (تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں) تا کہ اس کے ذریعے ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں۔ اور اس (قرآن) کو وضاحت کے ساتھ واضح کریں »

جواب دوم: ﴿وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا﴾ [سورۃ الفرقان 33:25]

« اور یہ لوگ آپ پر جو بھی اعتراض کرتے ہیں مگر ہم آپ کے پاس جواب اور خوبصورت وضاحت کے ساتھ آتے ہیں [35] »

سورۃ فصلت میں جواب کا دوسرا انداز:

جواب سوم: کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی مرتبہ میں پوری کتاب دی گئی تھی پھر بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ فَٱخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِى شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ﴾ [سورۃ فصلت 45:41]

« اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے (تاخیر عذاب کا) فیصلہ پہلے سے نہ ہوا ہو تا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور یہ لوگ اس (قرآن) سے بے چین کرنے والے شک میں ہیں »

3. صداقتِ کتاب

قرآن مجید پر کفار کے شبہات

قرآن مجید پر شبہات تمام ذوات الراء[36] سورتوں میں موجود ہیں۔ جن میں سب سے پہلے اللہ تعالی نے قرآن مجید کی طرف ترغیب دی ہے اور ان لوگوں کو تخویف دی ہے جو قرآن مجید سے اعراض کرتے ہیں اور اس میں جھگڑا کرتے ہیں۔ پس جو لوگ اس میں جھگڑتے ہیں قرآن مجید نے ان کی سب سے پہلی صفت "کافر" [انکار کرنے والا] ذکر کی ہے۔ قرآن مجید کافروں کے طرز عمل کو یوں بیان کرتا ہے:

1. قرآن مجید سے انکار کرنا
2. قرآن مجید میں جھگڑنا
3. قرآن مجید سے لوگوں کو روکنا
4. قرآن مجید کو جھوٹ کہنا
5. قرآن مجید کو اگلوں کی قصے کہانیاں کہنا
6. قرآن مجید یکبارگی کیوں نازل نہیں ہوا؟

مثالیں:

1. قرآن مجید سے انکار کرنا:

﴿ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُۥ لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِى يَقُولُونَ ۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴾ [سورة الانعام 33:6]

« تحقیق ہم جانتے ہیں کہ شان یہ ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں آپ کو رنج پہنچاتی ہیں۔ پس بے شک یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں »

﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ وَلَا بِٱلَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ [سورة سبا 31:34]

« اور کافر کہتے ہیں ہرگز ہم اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی ان (کتابوں) پر جو اس سے پہلے ہیں »

2. قرآن مجید میں جھگڑنا:

﴿ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا۟ كُلَّ ءَايَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا۟ بِهَا ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوكَ يُجَٰدِلُونَكَ يَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴾ [سورة الانعام 25:6]

« اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان رکھتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ اس (قرآن) کو سمجھ نہ سکیں۔ اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور اگر یہ لوگ ہر قسم کی نشانی دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان نہیں لاتے۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ تو جو کافر ہیں کہتے ہیں یہ (قرآن) اور کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں »

3. قرآن مجید سے لوگوں کو روکنا:

﴿ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ﴾ [سورة الانعام 26:6]

« وہ اس (قرآن) سے (اوروں کو بھی) روکتے ہیں اور خود بھی پرے رہتے ہیں »

4. قرآن مجید کو مُفتریٰ [جھوٹ] کہنا:

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ ٱفْتَرَىٰهُ وَأَعَانَهُۥ عَلَيْهِ قَوْمٌ ءَاخَرُونَ﴾ [سورۃ الفرقان 4:25]

« اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (پیغمبر) نے بنالی ہیں۔ اور دیگر لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی ہے »

5. قرآن مجید کو اگلوں کی قصے کہانیاں کہنا

﴿وَقَالُوٓاْ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ ٱكْتَتَبَهَا فَهِىَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ [سورۃ الفرقان 5:25]

« اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جس کو اس کے لئے کسی نے لکھ رکھا ہے اور وہ صبح وشام اس پر پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں »

6. قرآن مجید یکبارگی کیوں نازل نہیں ہوا؟:

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَٰحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا﴾ [سورۃ الفرقان 32:25]

« اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ اسی طرح (تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں) تا کہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔ اور ہم وضاحت کے ساتھ اسے واضح کرتے ہیں »

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمُ ٱلْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُواْ لَوْلَآ أُوتِىَ مِثْلَ مَآ أُوتِىَ مُوسَىٰٓ ۚ أَوَلَمْ يَكْفُرُواْ بِمَآ أُوتِىَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۖ قَالُواْ سِحْرَانِ تَظَٰهَرَا وَقَالُوٓاْ إِنَّا بِكُلٍّ كَٰفِرُونَ﴾ [سورۃ القصص 48:28]

« پھر جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق (قرآن) آپہنچا تو کہنے لگے کہ اس (پیغمبر) کو موسیٰ جیسی کیوں نہیں دیا گیا؟ آیا انہوں نے اس چیز کا انکار نہیں کیا تھا جو اس (قرآن) سے پہلے موسی کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا دونوں (تورات اور قرآن) جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور انہوں نے کہا ہم ہر ایک پر انکار کرتے ہیں »

4. **الایمان بالآخرۃ** [آخرت پر ایمان]

چونکہ آخرت کا مشاہدہ (دنیا میں) آنکھوں سے نہیں کیا جا سکتا اسی لئے قرآن مجید میں آخرت کو عقلی دلائل کے ساتھ ثابت نہیں کیا گیا۔ اور نہ اسے دعوی کے طور پر رکھا گیا ہے بلکہ اسے بطور ثمرہ لایا گیا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں: قد ذکر الله تعالی سبحانه إثبات الاخرة بدون الدلائل العقلية[37] « قرآن مجید میں آخرت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عقلی دلائل ذکر نہیں کئے » [38]

بلکہ قرآن مجید نے اسی دعوی کے (اثبات کے) لئے "التزهيد من الدنيا" دنیا سے بے رغبتی ذکر کی ہے۔

- سورۃ ق میں قیامت کو ثابت کیا گیا ہے اور اس سورۃ میں اس کا دعوی ہے:

  - ﴿ كَذَٰلِكَ ٱلۡخُرُوجُ ﴾ [سورۃ ق 11:50]

    « اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے »

  - ﴿ يَوۡمَ يَسۡمَعُونَ ٱلصَّيۡحَةَ بِٱلۡحَقِّۚ ذَٰلِكَ يَوۡمُ ٱلۡخُرُوجِ ﴾ [سورۃ ق 42:50]

    « جس دن لوگ چیخ یقیناً سن لیں گے۔ وہی (قبروں سے) نکلنے کا دن ہے »

- اگلی سورۃ میں اس دعوی پر ترقی کی گئی ہے:

  - ﴿ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٞ ۝ وَإِنَّ ٱلدِّينَ لَوَٰقِعٞ ۝ ﴾ [سورۃ الذاریات 5:51-6]

    « بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور بلاشبہ بدلے کا دن ضرور واقع ہو گا »

    اور اس سورۃ کا اختتام اس آیت کے ساتھ کیا گیا ہے

  - ﴿ فَوَيۡلٞ لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن يَوۡمِهِمُ ٱلَّذِي يُوعَدُونَ ﴾ [سورۃ الذاریات 60:51]

    « پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جنھوں نے کفر کیا ہے اس دن سے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے »

- سورۃ القیامۃ کی پوری سورۃ اسی مقصد پر ہے:

  ﴿ أَيَحۡسَبُ ٱلۡإِنسَٰنُ أَلَّن نَّجۡمَعَ عِظَامَهُۥ ﴾ [سورۃ القیامۃ 3:75]

  « کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ »

- سورۃ الدہر میں اثبات قیامت کو مثال کے انداز پر ذکر کیا گیا ہے:

  ﴿ هَلۡ أَتَىٰ عَلَى ٱلۡإِنسَٰنِ حِينٞ مِّنَ ٱلدَّهۡرِ لَمۡ يَكُن شَيۡـٔٗا مَّذۡكُورًا ﴾ [سورۃ الدہر 1:76]

  « بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی چیز قابل ذکر نہ تھی »

- سورۃ المرسلات میں قیامت کے دن کو "فیصلے کا دن" کہا گیا ہے:

  ﴿ هَٰذَا يَوۡمُ ٱلۡفَصۡلِۖ جَمَعۡنَٰكُمۡ وَٱلۡأَوَّلِينَ ﴾ [سورۃ المرسلات 38:77]

  « یہی فیصلے کا دن ہے (جس میں) ہم نے تم کو اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے »

- سورۃ النبا میں اس دعوی پر ترقی کی گئی کہ ایک طرف قیامت کو "نبا عظیم" بڑی خبر [سورۃ النبا 2:78] اور دوسری طرف "یوم الفصل" کہا گیا ہے:

- ﴿ إِنَّ يَوْمَ ٱلْفَصْلِ كَانَ مِيقَٰتًا ﴾ [سورة النبا 17:78]

« بے شک فیصلہ کا دن مقرر ہے »

اس سورة میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ دنیامیں جو چیزیں لوگوں کے درمیان مشترک تھیں وہ آخرت میں جدا کر دی جائیں گی۔ اور یہ بات سورة النبا آیت:6 سے آیت:16 تک ذکر کی گئی ہے:

- ﴿ أَلَمْ نَجْعَلِ ٱلْأَرْضَ مِهَٰدًا ۝٦ وَٱلْجِبَالَ أَوْتَادًا ۝٧ وَخَلَقْنَٰكُمْ أَزْوَٰجًا ۝٨ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝٩ وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَجَعَلْنَا ٱلنَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝١٢ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۝١٣ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلْمُعْصِرَٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝١٤ لِّنُخْرِجَ بِهِۦ حَبًّا وَنَبَاتًا ۝١٥ وَجَنَّٰتٍ أَلْفَافًا ۝١٦ ﴾ [سورة النبا 78:6-16]

« کیاہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا، اور پہاڑوں کو میخیں اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ہے اور تمہاری نیند کو ہم نے بدن کی راحت بنایا۔ اور رات کو لباس بنایا، اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا، اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے، اور ہم نے بنادیا ایک روشن چراغ، اور ہم نے پانی سے بھرے ہوئے بادلوں سے خوب بہنے والا پانی برسایا تاکہ ہم اس کے ذریعہ دانے اور گھاس نکالیں اور گنجان باغ »

➢ یوم الفصل کی تفصیل:

﴿ يَوْمَ تَرْجُفُ ٱلرَّاجِفَةُ ﴾ [سورة النازعات 6:79]

« جس دن ہلا دینے والی ہلا دے گی »

➢ یوم الفصل کی مثال :

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ ٱلْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴾ [سورة عبس 34:80]

« اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا »

➢ سورة التکویر میں بارہ نشانیاں ذکر کی گئی ہیں جن میں سے چھ علامات کا تعلق عالم کے فنا ہونے کے ساتھ ہے:

- ﴿ إِذَا ٱلشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝١ وَإِذَا ٱلنُّجُومُ ٱنكَدَرَتْ ۝٢ وَإِذَا ٱلْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝٣ وَإِذَا ٱلْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝٤ وَإِذَا ٱلْوُحُوشُ حُشِرَتْ ۝٥ وَإِذَا ٱلْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝٦ ﴾ [سورة التکویر 81:1-6]

« جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ اور جب ستارے بے نور ہو جائیں / گر پڑیں۔ اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں اور جب حمل والی اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں۔ اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں اور جب سمندروں کو بھڑکا دیا جائے »

- اور چھ کا تعلق وقوع قیامت سے ہے:

﴿ وَإِذَا ٱلنُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝٧ وَإِذَا ٱلْمَوْءُۥدَةُ سُئِلَتْ ۝٨ بِأَيِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتْ ۝٩ وَإِذَا ٱلصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝١٠ وَإِذَا ٱلسَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝١١ وَإِذَا ٱلْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ۝١٢ وَإِذَا ٱلْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ ۝١٣ ﴾ [سورة التکویر 81:7-13]

« اور جب روحوں کو (بدنوں کے ساتھ) جوڑ دیا جائے۔ اور جب زندہ در گور کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے کہ وہ کس گناہ کے سبب قتل کی گئی تھی۔ اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں۔ اور جب آسمان کھینچ لیا جائے۔ اور جب دوزخ کو دہکا دیا جائے اور جب جنت کو قریب کر دیا جائے »

مذکورہ تمام مثالیں: عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ [سورة التکویر 14:81] « ہر نفس جان لے گا اسے جو اس نے حاضر کیا ہے » کے لئے پیش کی گئی ہیں۔

- سورة الانفطار میں وقوع قیامت کے چار احوال ذکر کئے گئے ہیں:

﴿إِذَا ٱلسَّمَآءُ ٱنفَطَرَتۡ ۝١ وَإِذَا ٱلۡكَوَاكِبُ ٱنتَثَرَتۡ ۝٢ وَإِذَا ٱلۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ ۝٣ وَإِذَا ٱلۡقُبُورُ بُعۡثِرَتۡ ۝٤﴾[سورۃ الانفطار 82:1-4]

« جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے جھڑ جائیں گے اور جب سمندر بہا دیئے جائیں گے اور جب قبریں کھول دی جائیں گی »

- ﴿أَلَا يَظُنُّ أُوْلَٰٓئِكَ أَنَّهُم مَّبۡعُوثُونَ﴾ [سورۃ المطففین 83:4]

« کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ انہیں دوبارہ اٹھایا جائے گا »

- ﴿وَأَلۡقَتۡ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتۡ﴾ [سورۃ الانشقاق 84:4]

« جو کچھ اس (زمین) میں ہے اسے نکال کر باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی »

- ﴿وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡمَوۡعُودِ﴾ [سورۃ البروج 85:2]

« اور وہ دن گواہ ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے »

- ﴿إِنَّهُۥ عَلَىٰ رَجۡعِهِۦ لَقَادِرٞ﴾ [سورۃ الطارق 86:8]

« بے شک اللہ اس (انسان) کے لوٹانے پر قادر ہے »

- ﴿هَلۡ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ٱلۡغَٰشِيَةِ﴾ [سورۃ الغاشیۃ 87:1]

« بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (یعنی قیامت) کی خبر آئی ہے ؟ »

- سورۃ الزلزال مکمل سورۃ "اثبات قیامت" پر ہے:

﴿إِذَا زُلۡزِلَتِ ٱلۡأَرۡضُ زِلۡزَالَهَا﴾ [سورۃ الزلزال 99:1]

« جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی »

- ﴿ٱلۡقَارِعَةُ﴾ [سورۃ القارعۃ 101:1]

« (دلوں کو) کھڑ کھڑانے والی » میں قیامت کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

- ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّنَ ٱلۡبَعۡثِ فَإِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن تُرَابٖ ثُمَّ مِن نُّطۡفَةٖ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٖ ثُمَّ مِن مُّضۡغَةٖ مُّخَلَّقَةٖ وَغَيۡرِ مُخَلَّقَةٖ لِّنُبَيِّنَ لَكُمۡۚ وَنُقِرُّ فِي ٱلۡأَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى ثُمَّ نُخۡرِجُكُمۡ طِفۡلٗا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوٓاْ أَشُدَّكُمۡۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٖ شَيۡـٔٗاۚ وَتَرَى ٱلۡأَرۡضَ هَامِدَةٗ فَإِذَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡهَا ٱلۡمَآءَ ٱهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ وَأَنۢبَتَتۡ مِن كُلِّ زَوۡجِۭ بَهِيجٖ﴾ [سورۃ الحج 22:5]

« لوگو اگر تم کو مرنے کے بعد جی اُٹھنے میں کچھ شک ہو تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) مٹی سے پیدا کیا تھا پھر (منی کے) قطرے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے، جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر واضح کر دیں۔ اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔ پھر (تمہاری تربیت کرتے ہیں) تاکہ تم اپنے قوت شباب کو پہنچ جاؤ۔ اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو (قبل از پیری) مر جاتے ہیں اور بعض کمزور عمر کو لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ (تو انجام یہ ہوجاتا ہے) کہ بہت کچھ جاننے کے بعد کسی چیز کو نہیں سمجھتے۔ اور تو دیکھتا ہے زمین کو کہ وہ خشک ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو حرکت کرتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور طرح طرح کے تازہ جوڑے اُگاتی ہے »

- ﴿ وَهُوَ ٱلَّذِي يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهۡوَنُ عَلَيۡهِ ﴾ [سورة الروم27:30]

« اور وہی تو ہے جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے پھر اُسے دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ اس کو بہت آسان ہے »

➢ اور منکرین قیامت کے وقوع کو مستبعد سمجھتے تھے:

﴿بَلۡ عَجِبُوٓاْ أَن جَآءَهُم مُّنذِرٞ مِّنۡهُمۡ فَقَالَ ٱلۡكَٰفِرُونَ هَٰذَا شَيۡءٌ عَجِيبٌ﴾ [سورة ق2:50]

« لیکن ان لوگوں نے تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو کافر کہنے لگے کہ یہ عجیب بات ہے »

قیامت سے انکار کا سبب:

چونکہ قیامت سے انکار کا سبب مال کی محبت اور دنیا کی زینت تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار دنیا سے بے رغبتی اور حب مال کی مذمت بیان کی ہے جیسا کہ سورۃ الفجر [آیت:15-20]، سورۃ العادیات [آیت:8]، سورۃ التکاثر اور سورۃ الھمزۃ میں ہے۔ سورۃ الکھف میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ کے آغاز میں دنیا کو مزین کرنے کی علت بیان کی گئی ہے تا کہ لوگوں کو آزمایا جائے اور سورۃ کے وسط میں خساست دنیا کی تین وجوہات ذکر کی گئی ہیں:

دنیا کے زیب وزینت کی علت:

﴿إِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى ٱلۡأَرۡضِ زِينَةٗ لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ أَيُّهُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلٗا﴾ [سورة الکھف7:18]

« جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لئے آرائش بنایا ہے تا کہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے »

خساست دنیا کی تین وجوہات:

1. الدنيا ليستْ بثابتةٍ وباقيةٍ [یہ دنیا ثابت اور باقی نہیں ہے]

﴿وَٱضۡرِبۡ لَهُم مَّثَلٗا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ أَعۡنَٰبٖ وَحَفَفۡنَٰهُمَا بِنَخۡلٖ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعٗا﴾ [سورة الکھف32:18][39]

« اور آپ ان سے دو شخصوں کی مثال بیان کریں، ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے اور ان کو ہم نے کھجور کے درختوں سے گھیر دیا اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی اگائی تھی »

آیت کا دوسرا عنوان ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے: الدنيا تؤخذُ منك كما أُخِذَتْ منْ صاحب الجنة « یہ دنیا تم سے ایسے لے لی جائے گی جیسا کہ باغ والے سے لے لی گئی »

2. الدنيا تزيينٌ خالٍ عن الفائدةِ ومُزَخْرَفٌ [یہ دنیا فائدے سے خالی زینت اور آرائش ہے]

﴿وَٱضۡرِبۡ لَهُم مَّثَلَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا كَمَآءٍ أَنزَلۡنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخۡتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلۡأَرۡضِ فَأَصۡبَحَ هَشِيمٗا تَذۡرُوهُ ٱلرِّيَٰحُۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ مُّقۡتَدِرًا﴾ [سورة الکھف45:18]

« اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کریں، جیسے کہ (بارش کا) پانی ہو جو ہم نے اوپر سے برسایا، تو اس کے ساتھ زمین کی پود مل جل گئیں۔ پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا، جسے ہوائیں اڑا رہی ہیں، اور اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے »

آیت کا دوسرا عنوان ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے: وقتها قليلٌ « اس کا وقت تھوڑا ہے »

3. الدنیا تکونُ کَلاً علی الرجل [یہی دنیا [کل قیامت میں] وبال جان ہو گی]

﴿ وَوُضِعَ ٱلۡكِتَٰبُ فَتَرَى ٱلۡمُجۡرِمِينَ مُشۡفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هَٰذَا ٱلۡكِتَٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّآ أَحۡصَىٰهَاۚ وَوَجَدُواْ مَا عَمِلُواْ حَاضِرٗاۗ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ أَحَدٗا ﴾ [سورة الكهف49:18]

« اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے سو آپ مجرمین کو دیکھیں گے کہ ان میں جو کچھ ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری بربادی !اس عمل نامے کو کیا ہوا ہے کہ اس نے کسی چھوٹے (گناہ) کو چھوڑا ہے نہ ہی بڑے (گناہ) کو، مگر اسے گھیر ا ہے، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر بھی ظلم نہ کرے گا »

آیت کا دوسرا عنوان ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے: الدنیا تکونُ وبالاً علیك « دنیا تم پر [بروزِ قیامت] وبال ہو گی »

اسی مال کے ذریعے انھیں داغا جائے گا:

﴿يَوۡمَ يُحۡمَىٰ عَلَيۡهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوبُهُمۡ وَظُهُورُهُمۡۖ هَٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِأَنفُسِكُمۡ فَذُوقُواْ مَا كُنتُمۡ تَكۡنِزُونَ ﴾ [سورة التوبة35:9]

« جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) کہ یہ وہی (مال) ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو اب چکھو (اس چیز کا عذاب) جو تم جمع کرتے تھے »

فائدہ مہمہ در بارۂ اصول مہمہ

مذکورہ اصول مہمہ وہ ہیں جن کو ماننے پر قرآن مجید نے امر کیا ہے اور ان پر عقلی، نقلی اور وحی دلائل پیش کئے ہیں۔ اس سے اعراض اور انکار پر نہ صرف گذشتہ اقوام کی تکذیب اور ان کی ہلاکت کے ذریعے تخویف دنیاوی دی گئی ہے بلکہ جہنم کے عذاب اور آخرت کی ہولناکی کے ذریعے تخویف اخروی بھی دی گئی ہے۔ اور ماننے والوں کو دنیاوی اور اخروی بشارت دی گئی ہے۔ دنیاوی بشارت سے مراد کفار پر غلبہ اور اخروی بشارت سے مراد جنت ہے۔ مشرکین، منافقین اور متکاسلین کو زجر و توبیخ کی ہے۔ اور انہیں ذلت اور رسوائی کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ انہیں نہ صرف کافر، منافق، دوزخی اور ملعون جیسے ناموں سے مسمی کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے لئے سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جیسے:

1. ﴿أُوْلَٰٓئِكَ كَٱلۡأَنۡعَٰمِ بَلۡ هُمۡ أَضَلُّۚ ﴾ [سورة الاعراف179:7]

« یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ »

2. ﴿شَرَّ ٱلدَّوَآبِّ﴾ [سورة الانفال22:8]

« تمام جانداروں سے بدتر »

3. ﴿ٱلصُّمُّ ٱلۡبُكۡمُ ٱلَّذِينَ لَا يَعۡقِلُونَ ﴾ [سورة الانفال22:8]

«(حق سے) گونگے بہرے جو عقل سے کام نہیں لیتے »

4. ﴿ٱخۡسَـُٔواْ﴾ [سورة المؤمنون108:23]

«دفع ہو جاؤ»

5. ﴿ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴾ [سورة المدثر 50:74]

«بدکے ہوئے گدھے»

6. ﴿ شَرُّ ٱلْبَرِيَّةِ ﴾ [سورة البينة 6:98]

«بدترین مخلوق»

5. **الجهاد فی سبیل اللہ** [اللہ کی راہ میں جہاد کرنا]

جہاد[40] کی تیرہ اقسام ہیں اور ان میں سب سے عظیم "اللہ کی راہ میں لڑنا" ہے[41]۔ اگرچہ قتال فی سبیل اللہ میں بذات خود خون بہانا اور انسانوں کو تکلیف پہنچانا ہے لیکن اعلاء کلمۃ اللہ اور شرک کے خاتمہ کے لئے یہ ایک مہتم بالشان ذریعہ اور وسیلہ ہے۔[42]

جہاد کی تیرہ اقسام:

ابن قیم نے جہاد کے چار مراتب اور تیرہ اقسام ذکر کی ہیں:

1. پہلا مرتبہ جہاد مع النفس
2. دوسرا مرتبہ جہاد مع الشیطان
3. تیسرا مرتبہ جہاد مع الکفار والمنافقین
4. چوتھا مرتبہ جہاد مع ارباب الظلم والمبتدعین

- جہاد مع النفس کی چار اقسام ہیں:[43]
  1. علم دین کا سیکھنا
  2. سیکھنے کے بعد اس پر عمل کرنا
  3. اس کی طرف اوروں کو دعوت اور تعلیم دینا
  4. دعوت الی اللہ میں پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنا
- جہاد مع الشیطان کی دو قسمیں ہیں:[44]
  1. ان شکوک وشبہات کو دفع کرنا جو شیطان انسان کے عقیدہ میں ڈالتا ہے۔
  2. ان شکوک وشبہات کو دفع کرنا جو شیطان انسان کے عمل میں خواہشات کے ذریعے ڈالتا ہے۔
- جہاد مع الکفار والمنافقین کی چار اقسام ہیں:[45]
  1. جہاد بالقلب
  2. جہاد باللسان
  3. جہاد بالمال
  4. جہاد بالید
- جہاد مع ارباب الظلم والمبتدعین کی تین قسمیں ہیں:[46]
  1. جہاد بالید
  2. جہاد باللسان
  3. جہاد بالقلب [زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل فی مراتب الجهاد، 3:9-10][47]

"سورۃ البقرۃ" پہلی مدنی سورۃ میں جہاد فی سبیل اللہ پر حکم دینے کی آیات:

- ﴿وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓاْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ﴾ [سورۃ البقرۃ 2:190]

« اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو (کیونکہ) بلاشبہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا »

- ﴿ وَٱقۡتُلُوهُمۡ حَيۡثُ ثَقِفۡتُمُوهُمۡ وَأَخۡرِجُوهُم مِّنۡ حَيۡثُ أَخۡرَجُوكُمۡۚ وَٱلۡفِتۡنَةُ أَشَدُّ مِنَ ٱلۡقَتۡلِۚ وَلَا تُقَٰتِلُوهُمۡ عِندَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَٰتِلُوكُمۡ فِيهِۖ فَإِن قَٰتَلُوكُمۡ فَٱقۡتُلُوهُمۡۗ كَذَٰلِكَ جَزَآءُ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾ [سورۃ البقرۃ 191:2]

« اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے (یعنی مکہ سے) انہوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو۔ اور شرک قتل سے کہیں بڑھ کر ہے اور انہیں مسجد حرام کے پاس قتل نہ کرو جب تک کہ وہ تم سے اس (مسجد حرام) میں نہ لڑیں۔ پس اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ اسی طرح بدلہ ہے کافروں کا »

علت جہاد:[48]

﴿ وَقَٰتِلُوهُمۡ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتۡنَةٞ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلَّهِۖ فَإِنِ ٱنتَهَوۡاْ فَلَا عُدۡوَٰنَ إِلَّا عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ [سورۃ البقرۃ 193:2]

« اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ شرک (باقی) نہ رہے اور دین خاص اللہ کے لئے ہو جائے۔ اور اگر وہ (شرک سے) باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی (کی سزا) نہیں »

میدان جہاد کے قواعد

سورۃ الانفال میں میدان جہاد کے چھ قواعد بیان کئے گئے ہیں اور ہر ایک قاعدہ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ قواعد کو ذکر کرنے سے پہلے سورۃ کے آغاز میں تین اوامر اور مجاہدین کی پانچ صفات ذکر کی گئی ہیں۔

مجاہدین کے اوصاف خمسہ:

1. إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتۡ قُلُوبُهُمۡ « جب اللہ کو یاد کیا جائے تو ان (مجاہدین) کے دل ڈر جاتے ہیں »
2. وَإِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتۡهُمۡ إِيمَٰنٗا « اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ ان کا ایمانی اثر ظاہر کرتی ہیں »
3. وَعَلَىٰ رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُونَ « اور وہ (مجاہدین) اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں »
4. ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ « وہ لوگ جو نماز کو جاری کرتے ہیں »
5. وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ « اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں » [سورۃ الانفال 2:8]

تفصیل

1. **پہلا قاعدہ:** [کافر کے سامنے بزدلی نہیں دکھانی اور پشت نہیں پھیرنی]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا لَقِيتُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ زَحۡفٗا فَلَا تُوَلُّوهُمُ ٱلۡأَدۡبَارَ ﴾ [سورۃ الانفال 15:8]

« اے ایمان والوں! جب تمہارا کافروں کے ساتھ آمنا سامنا ہو میدان جنگ میں۔ تو ان کو پیٹھ مت پھیرنا »

کیونکہ جو ان کی طرف استثنائی صورتوں کے بغیر پشت پھیرے گا تو وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گا:

﴿ وَمَن يُوَلِّهِمۡ يَوۡمَئِذٖ دُبُرَهُۥٓ إِلَّا مُتَحَرِّفٗا لِّقِتَالٍ أَوۡ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٖ فَقَدۡ بَآءَ بِغَضَبٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَمَأۡوَىٰهُ جَهَنَّمُۖ وَبِئۡسَ ٱلۡمَصِيرُ ﴾ [سورۃ الانفال 16:8]

« اور جو شخص اس وقت اپنی پیٹھ پھیرے گا سوائے اس صورت کے کہ لڑائی کے لیے کنارے کنارے چلے یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے۔ تو تحقیق وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے »

سوال: جہاد توحید کے لئے مشروع کیا گیا ہے[49]، جہاد سے پشت پھیرنے پر انسان مغضوب علیہ بن جاتا ہے تو توحید سے پشت پھیرنے پر کیا حکم ہو گا؟

جواب: مسئلہ توحید سے اعراض کرنے پر انسان بطریق اولی اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گا۔اور یہ اس عذاب کے زیادہ لائق ہے۔افسوس کہ آج بہت سارے علماء اس مرض میں مبتلا ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ حق پر ہیں حالانکہ وہ حق سے کوسوں دور ہیں۔

2. **دوسرا قاعدہ:** [میدان جہاد میں بھی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو نہیں چھوڑو گے]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوۡاْ عَنۡهُ وَأَنتُمۡ تَسۡمَعُونَ﴾ [سورۃ الانفال 20:8]

« اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم سنتے ہو »

3. **تیسرا قاعدہ:** [جب امیر حرب تمہیں جہاد کی طرف دعوت دیں تو فورا لبیک کہو اور لیت ولعل سے کام نہ لو]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡۖ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيۡنَ ٱلۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيۡهِ تُحۡشَرُونَ﴾ [سورۃ الانفال 24:8]

« اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم قبول کرو۔جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندہ کرتی ہے۔اور جان لو کہ بیشک اللہ حائل ہو جاتا ہے آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان، اور بیشک تم اللہ ہی کی طرف جمع کیے جاؤ گے »

4. **چوتھا قاعدہ:** [خیانت نہیں کرو گے]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَخُونُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓاْ أَمَٰنَٰتِكُمۡ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ﴾ [سورۃ الانفال 27:8]

« اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ ہی آپس کی امانتوں میں خیانت کرو اس حال میں کہ تم جانتے ہو »

5. **پانچواں قاعدہ:** [تقوی اور پرہیزگاری کو لازم پکڑو]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَتَّقُواْ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّكُمۡ فُرۡقَانٗا وَيُكَفِّرۡ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡۗ وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ﴾ [سورۃ الانفال 29:8]

« اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمہیں (حق اور باطل کے درمیان) فیصلے والی چیز دے دے گا اور تمہاری دنیاوی تکالیف دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔اور اللہ بڑے فضل والا ہے »

6. **چھٹا قاعدہ:** [مذکورہ تمام قواعد پر اور ہر حالت میں ثابت قدم رہو گے اور اللہ کو یاد کرو گے]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا لَقِيتُمۡ فِئَةٗ فَٱثۡبُتُواْ وَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَثِيرٗا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ﴾ [سورۃ الانفال 45:8]

« اے ایمان والو! جب تمہارا کسی گروہ سے آمنا سامنا ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ »

سورۃ الانفال کا مقصد:

سورۃ الانفال میں وہ اصلی دعوی بھی ذکر کیا گیا ہے جس کے لئے یہ قواعد بیان کئے گئے ہیں:

﴿وَقَٰتِلُوهُمۡ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتۡنَةٞ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ كُلُّهُۥ لِلَّهِۚ فَإِنِ ٱنتَهَوۡاْ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِمَا يَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ﴾ [سورۃ الانفال 39:8]

« اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ شرک (باقی) نہ رہے اور دین پورا کا پورا خالص اللہ کے لئے ہو جائے۔اور اگر وہ (شرک سے) باز آجائیں تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے »

اور جہاد فی سبیل اللہ کے مقصد پر قرآن مجید میں دیگر سورتیں بھی نازل کی گئی ہیں ان میں سورۃ التوبۃ، سورۃ محمد اور سورۃ الفتح وغیرہ شامل ہیں۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ سے سستی کرنے والوں کو زجر و توبیخ دی گئی ہے جیسے سورۃ التوبہ اور سورۃ المجادلۃ۔اور جہاں جہاں غزوات کا ذکر ہوا ہے وہاں ترغیب اور تشجیع دی گئی ہے۔چند غزوات میں سے بعض یہ ہیں جیسے:

1. سورۃ آل عمران اور سورۃ الانفال میں غزوہ بدر کا تذکرہ کیا گیا ہے جو 17 رمضان المبارک 2 ہجری بمطابق منگل 3 مارچ 624ء میں پیش آیا۔ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مدینہ سے پیر 9 رمضان المبارک کو نکلے۔ آپ کے ساتھ لشکر میں مہاجرین کی تعداد 83، اوس 91 جبکہ خزرج سے 170 افراد تھے[50]۔ جنگ ختم ہونے پر چودہ (14) مسلمان شہید جبکہ 70 کفار ہلاک ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق نوے اور دوسری کے مطابق ستر کفار قید میں آئے۔[51]
2. غزوہ احد 14 شوال 3 ہجری بمطابق 29 مارچ 625ء میں ہوا۔ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جمعہ کی نماز کے بعد ایک ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ سے نکلے جس میں تین سو منافقین بھی شامل تھے جو راستے سے ہی واپس ہوئے۔[52]
3. صلح حدیبیہ ذوالقعدۃ 6 ہجری بمطابق 628ء
4. واقعہ خیبر محرم 7 ہجری بمطابق 629ء
5. فتح مکہ، 10 رمضان، 8 ہجری بمطابق یکم جنوری 630ء
6. غزوۂ حنین، 8 ہجری، جنوری 630ء
7. غزوۂ تبوک رجب 9 ہجری بمطابق اکتوبر 630ء

قرآن مجید میں جہاد کے تین منازل:

قرآن مجید کی سورتوں کو جہاد کے اعتبار سے تین منازل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. ابتدائی منزل [یعنی میدان جہاد میں جانے سے پہلے کا معاشرہ]
2. درمیانی منزل [یعنی میدان جہاد میں کون سے قواعد کی پابندی ضروری ہے]
3. آخری منزل [جہاد کے بعد کا معاشرہ]

- ابتدائی منزل میں تین امور سے بحث کی جاتی ہے[53]۔ یہ امور ثلثہ سورۃ البقرۃ، سورۃ النساء میں ذکر کئے گئے ہیں۔
  1. تہذیب الاخلاق [عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے مجاہد کی تربیت]
  2. سیاست مدینہ [ملکی اصلاح کے قوانین]
  3. تدبیر منزل [گھریلو اصلاح کے قوانین]
- درمیانی منزل میں میدان جہاد کے قواعد سے بحث کی جاتی ہے۔ جو ما قبل میں چھ قواعد گزر چکے اور اس کے لئے سورۃ الانفال اور سورۃ التوبۃ کا مطالعہ کیا جائے۔
- آخری منزل میں جہاد کے بعد کا معاشرہ کیسے ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے سورۃ الحجرات، سورۃ الفتح اور سورۃ المجادلۃ کا مطالعہ کیا جائے۔

6. **الانفاق فی سبیل اللہ** [اللہ کی راہ میں مال لگانا]

قرآن مجید کے آٹھ اصولوں میں سے چھٹا اور اصول مدۃ میں سے دوسرا اصل "انفاق فی سبیل اللہ" ہے۔ قرآن مجید کی بعض سورتیں مستقل انفاق فی سبیل اللہ کے مضمون پر ہیں جبکہ بعض سورتوں میں دیگر مقاصد کے ساتھ بطور ایک مقصد کے آتا ہے۔ مثلا: سورۃ البقرۃ میں بڑے مضامین چار بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک مضمون "انفاق فی سبیل اللہ" یعنی اللہ کی راہ میں مال لگانا ہے، جیسے:

﴿وَأَنفِقُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا تُلۡقُواْ بِأَيۡدِيكُمۡ إِلَى ٱلتَّهۡلُكَةِ وَأَحۡسِنُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ [سورۃ البقرۃ 195:2]

« اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے »

"انفاق فی سبیل اللہ" کی اہمیت کے حوالے سے امام سرخسی [وفات:483ھ] فرماتے ہیں:

"تم لوگ اللہ کی راہ میں مال لگانے سے مت رکو کیونکہ اگر تم لوگ انفاق فی سبیل اللہ نہیں کروگے اور سامان جنگ کے ذریعے تیاری نہیں کروگے تو دشمنان دین کی تعداد بڑھ جائے گی اور مال نہ لگانے کی وجہ سے تم اپنے آپ کو خود ہلاکت میں ڈال دوگے۔ اور اسی لئے حاکم وقت کے لئے بوقت ضرورت لوگوں سے مال جمع کرنا جائز ہے اگرچہ اس میں یتیم کا مال کیوں نہ ہو"۔ [54]

سورۃ البقرۃ میں اسی دعوی کا اعادہ کیا گیا ہے اور ترغیب کے لئے مثالیں دی گئی ہیں:

﴿مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمۡوَٰلَهُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنۢبُلَةٖ مِّاْئَةُ حَبَّةٖۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [سورۃ البقرۃ 261:2]

« ان لوگوں (کے انفاق) کی صفت جو اپنا مال اللہ کی راہ (دین) میں خرچ کرتے ہیں۔ اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے دوچند کرتا ہے »

﴿ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمۡوَٰلَهُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُونَ مَآ أَنفَقُواْ مَنّٗا وَلَآ أَذٗى لَّهُمۡ أَجۡرُهُمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ﴾ [سورۃ البقرۃ 262:2]

« وہ لوگ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کئے ہوئے مال کے پیچھے احسان جتاتے ہیں نہ ہی برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ اور نہ تو کوئی خوف ان پر (آنے والا وقت کا) ہوگا اور نہ ہی وہ (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) غمگین ہوں گے »

"سورۃ الحدید" انفاق فی سبیل اللہ پر مستقل سورۃ

سورۃ الحدید وہ مستقل سورۃ ہے جس میں ترغیب الی الانفاق کے لئے پانچ وجوہات اور علتیں ذکر کی گئی ہیں اور سورۃ کا دعوی آیت:7 میں ذکر کیا گیا ہے:

﴿ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَأَنفَقُواْ لَهُمۡ أَجۡرٞ كَبِيرٞ﴾ [سورۃ الحدید 7:57]

« پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کیا، ان کے لئے بڑا اجر ہے »

➢ الترغيب إلى الإنفاق بالوجوه الخمسة [پانچ طریقوں سے مال لگانے کی ترغیب]

1. **پہلی وجہ:** إن المال لله فأنفقوه [بے شک مال کا حقیقی مالک اللہ ہے تو اسے خرچ کرو]

﴿ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَأَنفِقُواْ مِمَّا جَعَلَكُم مُّسۡتَخۡلَفِينَ فِيهِۖ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَأَنفَقُواْ لَهُمۡ أَجۡرٞ كَبِيرٞ﴾ [سورۃ الحدید 7:57]

« تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو، سو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور خرچ کیا تو ان کے لئے بڑا اجر ہے »

2. **دوسری وجہ:** إن المال باق منكم إلى الله [بے شک اس مال کو بالآخر اللہ ہی کے لئے باقی رہنا ہے]

﴿وَمَا لَكُمۡ أَلَّا تُنفِقُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ لَا يَسۡتَوِي مِنكُم مَّنۡ أَنفَقَ مِن قَبۡلِ ٱلۡفَتۡحِ وَقَٰتَلَۚ أُوْلَٰٓئِكَ أَعۡظَمُ دَرَجَةٗ مِّنَ ٱلَّذِينَ أَنفَقُواْ مِنۢ بَعۡدُ وَقَٰتَلُواْۚ وَكُلّٗا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلۡحُسۡنَىٰۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ﴾ [سورۃ الحدید 10:57]

« اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں کی اور زمین کی میراث خاص اللہ ہی کے لیے ہے۔ جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے یہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور لڑے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب سے بھلائی (جنت) کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے باخبر ہے »

3. **تیسری وجہ:** سلمت إن المال لكم لكن فأعطوه لله بطريق القرض [**مان لیا کہ مال تمہارا ہے لیکن اللہ کو بطور قرض دے دو**]

﴿مَّن ذَا ٱلَّذِى يُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضَٰعِفَهُۥ لَهُۥ وَلَهُۥٓ أَجۡرٌ كَرِيمٌ﴾ [سورة الحديد 11:57]

« کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے بطور قرض حسن[55]۔ پھر اللہ اس (مال) کو اس کے لیے بڑھائے اور اس کے لیے عزت والا اجر ہے »

4. **چوتھی وجہ:** إن المال زينة وتفاخر و إنه ليس إلا المتاع [**مال کی حقیقت زیب و زینت اور ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور محض چکھنا ہے**]

﴿ٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا لَعِبٌ وَلَهۡوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرُۢ بَيۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٌ فِى ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَوۡلَٰدِۖ كَمَثَلِ غَيۡثٍ أَعۡجَبَ ٱلۡكُفَّارَ نَبَاتُهُۥ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَىٰهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَٰمًاۖ وَفِى ٱلۡأٓخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغۡفِرَةٌ مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضۡوَٰنٌۚ وَمَا ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلۡغُرُورِ﴾ [سورة الحديد 20:57]

« خوب جان لو کہ بے شک دنیوی زندگی محض کھیل تماشا اور زیبائش اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا، (دنیا کی مثال) بارش جیسی ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو تعجب میں ڈالے۔ پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو تم اسے زرد دیکھتے ہو پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔ اور اللہ کی طرف سے بخشش اور رضامندی ہے، اور دنیا کی زندگی محض دھوکہ کا سامان ہے »

5. **پانچویں وجہ:** ليس في الأموال رفع الغموم والهموم [**مال غم اور مصیبت کو دور نہیں کر سکتا**]

﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمۡ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مِّن قَبۡلِ أَن نَّبۡرَأَهَآۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [سورة الحديد 22:57]

« کوئی مصیبت زمین میں نہیں پہنچتی اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے اس سے پہلے کہ ہم نے اس (نفس) کو پیدا کیا، بلاشبہ یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے »

بشارت

اور مال خرچ کرنے پر بشارت دی گئی ہے:

﴿يَوۡمَ تَرَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ يَسۡعَىٰ نُورُهُم بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَبِأَيۡمَٰنِهِمۖ بُشۡرَىٰكُمُ ٱلۡيَوۡمَ جَنَّٰتٌ تَجۡرِى مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا﴾ [سورة الحديد 12:57]

« جس دن تم مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے (اور پیچھے پیچھے) اور داہنی طرف (اور بائیں طرف) چل رہا ہے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) تمہارے لئے آج کے دن خوشخبری ہے (وہ) باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اس میں ہمیشہ ہوں گے »

7. **التنظیم**[56] [منظم اجتماعی زندگی]

تنظیم کے بنیادی عناصر تین ہیں:

1. اخلاق کی تہذیب
2. ملک کی اصلاح
3. گھر کی اصلاح

سورۃ البقرۃ:

سورۃ البقرۃ میں مذکورہ تینوں عناصر کو ذکر کیا گیا ہے۔ تہذیب الاخلاق کے لئے [سورۃ البقرۃ:177] میں دس صفات ذکر کی گئی ہیں۔ پانچ کا تعلق دل کے ساتھ اور پانچ کا تعلق جوارح کے ساتھ ہے:

پانچ قلبی: یعنی اللہ پر ایمان، آخرت پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، کتابوں پر ایمان اور پیغمبروں پر ایمان۔

اور جن پانچ کا تعلق اعضاء کے ساتھ ہے وہ ہیں: مال خرچ کرنا، نماز جاری کرنا، زکوۃ کی ادائیگی، وعدوں کو پورا کرنا اور جنگ کے وقت ڈٹنا۔

ملک کی اصلاح کے لئے چار احکام ذکر کئے ہیں:

1. ظالم سے بدلہ لینا [سورۃ البقرۃ:178]
2. مال کو شریعت کے مطابق تقسیم کرنا [سورۃ البقرۃ:180]
3. تکلیف برداشت کرنا اور نفس کو قابو میں رکھنا [سورۃ البقرۃ:183]
4. رشوت سے اجتناب [سورۃ البقرۃ:188]

گھر کی اصلاح کے لئے آیت:215 سے لے کر آیت:242 تک اٹھارہ احکام ذکر کئے ہیں:

1. مال لگانا
2. دفاع کی صلاحیت
3. عزت والے مہینوں میں جنگ کا حکم
4. شراب اور جوئے سے اجتناب
5. یتیموں کی خیر خواہی
6. مشرکین کی رشتہ داری سے اجتناب
7. حالت حیض میں جماع کا حکم
8. نکاح کا مقصد
9. اللہ کے نام کی تعظیم
10. ایلاء کا حکم
11. طلاق کا حکم
12. بچے کو دودھ پلانے کا حکم

13. بیوہ کی عدت
14. بیوہ کو منگنی کی پیشکش
15. طلاق غیر مدخول بہا
16. نماز کا حکم
17. وصیت کا حکم
18. حکم متاع۔

سورۃ آل عمران:

مسلمانوں کی جماعت بنانے کے لئے سورۃ آل عمران میں پانچ انتظامی امور ذکر کئے گئے ہیں:

1. إتحاد الاعتقاد [**سب کا عقیدہ ایک ہو**]

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ ﴾ [سورۃ آل عمران 102:3]

« **اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہر گز مت مرنا مگر اس حالت میں کہ تم گردن نہاد ہو** »

2. كون الجماعة معتصمين بكتاب الله منقادين لحكمه [**اللہ کی کتاب کو تھامنا اور اس کے حکم کی تابعداری**]

﴿وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا وَكُنتُمۡ عَلَىٰ شَفَا حُفۡرَةٖ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنۡهَاۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ ﴾ [سورۃ آل عمران 103:3]

« **اور تم سب مل کر اللہ کی رسی (یعنی قرآن مجید) کو تھامو اور اس سے جدا مت ہوں۔ اور اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر یاد کرو جبکہ تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے سو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرمادی لہٰذا تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے سو اللہ نے تم کو اس سے بچا دیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم راہ راست پاؤ** »

3. أن يكون الأركان فعالة مبلغين داعين إلى كلمة الحق [**ارکان جماعت فعال ہوں گے اور حق کی دعوت دیں گے**]

﴿وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٞ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴾ [سورۃ آل عمران 104:3]

« **اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو قرآن و سنت کی طرف دعوت دیتے ہوں[57] اور حکم دیتے ہوں قرآن و سنت کے موافق اور منع کرتے ہوں خلاف قرآن و سنت سے[58]۔ اور یہی لوگ کامیاب ہیں** »

4. لا بد للجماعة من الزاد والمال [**جماعت کے لئے مال لگانا ضروری ہے**]

﴿ وَمَا يَفۡعَلُواْ مِنۡ خَيۡرٖ فَلَن يُكۡفَرُوهُۗ وَٱللَّهُ عَلِيمُۢ بِٱلۡمُتَّقِينَ ﴾ [سورۃ آل عمران 115:3]

« **اور یہ لوگ جو بھی کچھ بہتر مال خرچ کریں تو ہر گز اس کی ناقدری نہ کی جائے گی اور اللہ متقیوں کو جاننے والا ہے** »

5. إخفاء الأمر من المخالفين والأعداء [**مخالفین اور دشمنوں سے راز کو مخفی رکھنا**]

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ بِطَانَةٗ مِّن دُونِكُمۡ لَا يَأۡلُونَكُمۡ خَبَالٗا وَدُّواْ مَا عَنِتُّمۡ قَدۡ بَدَتِ ٱلۡبَغۡضَآءُ مِنۡ أَفۡوَٰهِهِمۡ وَمَا تُخۡفِي صُدُورُهُمۡ أَكۡبَرُۚ قَدۡ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلۡأٓيَٰتِۖ إِن كُنتُمۡ تَعۡقِلُونَ ﴾ [سورۃ آل عمران 118:3]

« اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار مت بناؤ وہ لوگ تمہارے فساد میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ یہ لوگ وہ چیز پسند کرتے ہیں جو تمہیں مشقت میں ڈالے۔ ان کے مونہوں سے بغض ظاہر ہے۔ اور جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ اس سے بڑھ کر ہے، تحقیق ہم نے بیان کر دیں تمہارے لیے نشانیاں (ان کی دشمنی کی) اگر تم عقل رکھتے ہو »

سورۃ النساء میں بادشاہ اور رعیت کے مابین انتظامی امور ذکر کئے گئے ہیں۔[59]

8. آداب [60]

سورۃ الحجرات اس مضمون پر مستقل سورۃ ہے[61] جس میں سات آداب ذکر کئے گئے ہیں اور آخری ادب کے علاوہ تمام آداب يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں:

1. **پہلا ادب:** عظمة الله ورسوله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[اللہ اور اس کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے آگے نہ بڑھو]

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُقَدِّمُوا۟ بَيْنَ يَدَىِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [سورۃ الحجرات 1:49]

« اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے آگے مت بڑھو، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے »

2. **دوسرا ادب:** توقير النبی بأن ترفعوا قوله وفعله ولا ترفعوا ما تبتدعونه

[رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عزت کرو۔ اس کے قول و فعل کو اپنی بدعات پر فوقیت دو]

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَـٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [سورۃ الحجرات 2:49]

« اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم بعض بعض سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، (کہیں) ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو »

3. **تیسرا ادب:** تحقيق الأمور لئلا تنازعوا

[بات کی تحقیق کرو، کہیں آپس میں لڑ نہ پڑو]

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا۟ أَن تُصِيبُوا۟ قَوْمًۢا بِجَهَـٰلَةٍ فَتُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَـٰدِمِينَ﴾ [سورۃ الحجرات 6:49]

« اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی بے اعتبار شخص کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ تم نادانی کی وجہ سے کسی قوم کو (ضرر) پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو »

4. **چوتھا ادب:** الإصلاح بين الأركان و العدل بينهم

[ارکان کے مابین صلح اور انصاف کرو]

﴿وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا۟ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنۢ بَغَتْ إِحْدَىٰهُمَا عَلَى ٱلْأُخْرَىٰ فَقَـٰتِلُوا۟ ٱلَّتِى تَبْغِى حَتَّىٰ تَفِىٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا بِٱلْعَدْلِ وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ﴾ [سورۃ الحجرات 9:49]

« اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، سو اگر وہ رجوع کر لے تو ان دونوں کے درمیان برابری کے ساتھ صلح کرو اور انصاف کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے »

5. **پانچواں ادب:** توقير الأركان والتحذير من إهانتهم

[ارکان کی عزت کرو اور ان کی تذلیل سے اجتناب کرو]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٞ مِّن قَوۡمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُواْ خَيۡرٗا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٞ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيۡرٗا مِّنۡهُنَّۖ وَلَا تَلۡمِزُوٓاْ أَنفُسَكُمۡ وَلَا تَنَابَزُواْ بِٱلۡأَلۡقَٰبِۖ بِئۡسَ ٱلِٱسۡمُ ٱلۡفُسُوقُ بَعۡدَ ٱلۡإِيمَٰنِۚ وَمَن لَّمۡ يَتُبۡ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾ [سورة الحجرات 11:49]

« اے ایمان والو نہ تو مرد دوں مرد مذاق اڑائیں، قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر بنیں، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں، قریب ہے کہ وہ ان سے بہتر بنیں۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، اور ایمان کے بعد "فسق" کا نام برا ہے۔ اور جو شخص توبہ نہ کرے تو یہی لوگ ظالم ہیں »

6. **چھٹا ادب:** النهى عن الأسباب المفضية إلى النزاع والبغضاء

[جو امور باہمی نزاع اور بغض کا باعث ہوں ان سے اجتناب کرو]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغۡتَب بَّعۡضُكُم بَعۡضًاۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمۡ أَن يَأۡكُلَ لَحۡمَ أَخِيهِ مَيۡتٗا فَكَرِهۡتُمُوهُۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٞ رَّحِيمٞ﴾ [سورة الحجرات 12:49]

« اے ایمان والو! بہت سے گمانوں (پر عمل کرنے) سے بچو[62]، بلاشبہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو، اور تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کریں، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم اس کو برا سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے »

7. **ساتواں ادب:** إن الفضيلة والكرامة للأركان إنما هى بالتقوى لا بالأنساب وبيان مسئلة التوحيد والإبتداع

[فضیلت اور کرامت کا معیار تقوی اور توحید کا بیان کرنا ہے۔ نسب اور بدعت ایجاد کرنا نہیں ہے]

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ﴾ [سورة الحجرات 13:49]

« لوگو! بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیئے تا کہ آپس میں شناخت کر سکو بیشک تم میں سے سب سے بڑا عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے بڑا پرہیز گار ہے، بیشک اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے »

حواشی:

[1] اصول مہمہ اور سوابق کی اصطلاح غزالی کی ہے البتہ غزالی اصول ممدۃ کے لئے اصول متممۃ ،روادف اور توابع کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک قرآن مجید کے اہم اصول کی تعداد چھ ہے۔ فرماتے ہیں:"سِرُّ القرآن، ولُبَابُه الأصفى، ومقصدُهُ الأقصى، دعوَةُ العباد إلى الجَبَّار الأعلى، ربِّ الآخرةِ والأولى، خالق السماوات العُلَى، والأرَضين السُفلى وما بينهما وما تحت الثَّرَى، فلذلك انحصرت سُوَرُ القرآن وآياتُه في ستة أنواع: ثلاثة منها: هي السوابق والأصول المهِمّة. وثلاثة: هي الرَّوادف والتوابع المغْنِيَة المتِمَّة" [جواہر القرآن،الفصل الثانی فی حصر مقاصد القرآن ونفائسہ،:23] غزالی کے ان چھ اصولوں کے متعلق "سورۃ الفاتحہ کے تقدیم کی وجوہات" میں مطالعہ کریں۔

امام رازی کے نزدیک قرآن مجید کے اہم مقاصد چار ہیں:"والمقصود من كل القرآن تقرير أمور أربعة: الإلهيات، والمعاد، والنبوات، وإثبات القضاء والقدر لله تعالى"[التفسیر الکبیر1:156]
اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: قرآن مجید تین اہم مقاصد سے بحث کرتا ہے:اللہ کی ذات،صفات اور افعال کا علم جس کو علم الاصول کہتے ہیں۔ حکم تکلیفی کا علم جس کو علم الفروع کہتے ہیں۔ تصفیۂ باطن کا علم۔ وہ فرماتے ہیں:"والمقصود من القرآن بيان هذه الأنواع الثلاثة"[التفسیر الکبیر1:157، تفسیر بذیل سورۃ الفاتحہ کے اسماء]

[2] عزبن عبدالسلام [وفات:660ھ] کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر سے غرض "مقاصد قرآن" کی معرفت ہے۔ فرماتے ہیں: "الغرض من التفسير الوقوف على مقاصد القرآن المفيد للأمور الدينية. وأما عرفان العضو الذى ضُرِبَ به القتيلُ [سورۃ البقرۃ2:73] ومعرفةُ القرية التى أمروا بدخولها [سورۃ البقرۃ2:58] ومعرفة الحجر (هل هو بقدر رأس الانسان أو أكبر أو غير معين) الذى ينبجس بضرب موسى عليه السلام [سورۃ البقرۃ2:60،سورۃ الاعراف7:160] ... فهذا كله لا يفيد أمرا دينيا وكذلك معرفة أسماء البلدان المبهمة فى القرآن. ومعرفة أصحاب الكهف وإسم ملكهم وإسم مدينتهم وإسم كلبهم وكذلك الذى شبه بعيسى عليه السلام فَصُلِبَ هل كان حواريا أو يهوديا ....كل ذلك لا تمس الحاجة إليه ولا تحث الضرورة عليه" [نبذ من مقاصد الکتاب العزیز:70-71]

[3] سوابق اور لواحق کی اصطلاح امام رازی کی کتابوں میں نہیں ملی۔ البتہ امام غزالی کے ہاں پائی جاتی ہیں جو کچھ سطور پہلے گزرا۔

[4] قرآن مجید کا اصل موضوع "توحید" ہے:

رازی فرماتے ہیں: "أن الآيات الواردة في الأحكام الشرعية أقل من ستمائة آية، وأما البواقي ففي بيان التوحيد والنبوة والرد على عبدة الأوثان وأصناف المشركين، وأما الآيات الواردة في القصص فالمقصود منها معرفة حكمة الله تعالى وقدرته" [التفسیر الکبیر2:324، تفسیر بذیل سورۃ البقرۃ2:21]

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "والقرآن من أوله إلى آخره وجميع الكتب والرسل إنما بعثوا بأن يعبد الله وحده لا شريك له، وأن لا يجعلوا مع الله إلها آخر" [مجموعۃ الرسائل والمسائل1:55-56]

ابن قیم اور ابی العز لکھتے ہیں: "التوحيد الذي دعت إليه رسل الله ونزلت به كتبه نوعان: توحيد في الإثبات والمعرفة وتوحيد في الطلب والقصد...وغالب سور القرآن متضمنة لنوعي التوحيد بل كل سورة في القرآن ... فالقرآن كله في التوحيد وحقوقه وجزائه، وفي شأن الشرك وأهله وجزائهم" [مدارج السالکین3:417-418،شرح العقیدۃ الطحاویۃ:89،واللفظ لہ]

[5] **توحید [Monotheism] کی لغوی و اصطلاحی تعریف**

خلیل بن احمد،الفراہیدی [وفات:170ھ] لکھتے ہیں: "وحد: الوَحَدُ: المُنْفَرِدُ ... وَحَدَ الشَّيْءُ فهو يَحِدُ حِدَةً، وكل شيء على حدةٍ بائنٌ من آخر. يقال: ذلك على حِدَتِهِ وهما على حِدَتِهما، وهم على حِدَتِهم، والرّجلُ الوحيد ذو الوَحْدَة، وهو المنفرد لا أنيس معه، وقد وَحُدَ يَوْحُدُ وحَادَةً وَوَحْدَةً ووَحَداً. والتَّوْحِيدُ: الإيمانُ بالله وحدَهُ لا شَريكَ له، واللهُ الواحدُ الأحَدُ ذو التَّوَحُّدِ والوَحْدانيّةِ. والواحدُ: أوّلُ عَدَدٍ منَ الحِسابِ" [العین3:281]

ابن فارس [وفات:395ھ] لکھتے ہیں:"[وَحَدَ] الوَاوُ والحاءُ والدالُ: أصلٌ واحدٌ يدل على الانفراد. من ذلك الوَحْدَةُ. وهو واحدُ قبيلَتِهِ، إذا لم يكنْ فيهم مثلُهُ" [مقاییس اللغۃ6:90]

ابو القاسم اصبہانی [وفات:535ھ] فرماتے ہیں:"التَّوْحِيد عَلَى وزن التفعيل وَهُوَ مصدر وَحَّدْتُهُ توحيدًا، كَمَا تَقول: كَلمته تكليما، وَهَذَا النَّوْع من الْفِعْل يَأْتِي مُتَعَدِّيا ... وَمعنى وحدته: جعلته مُنْفَردا عَمَّا يُشَارِكهُ أَو يُشبههُ فِي ذَاته وَصِفَاته، وَالتَّشْدِيد فِيهِ لِلْمُبَالَغَة أَي بالغت فِي وَصفه بذلك" [الحجة فى بيان المحجة 1:331]

خلاصہ:

1. وَحَدَ يَحِدُ حِدَةً و وَحْدًا و وُحُوْدًا و وَحْدَةً أى إنفرد بنفسه .
2. وَحِدَ يَوْحَدُ وَحْدًا و حِدَةً و وَحْدَةً و وُحُودًا أى بَقِي مُفردا فهو وحيدٌ
3. وَحُدَ يَوْحُدُ وحَادَةً و وُحُوْدَةً أى بَقِي مُفردا فهو واحدٌ و وحيدٌ [المعجم الوسيط:1016، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ3:2409]

جرجانی توحید کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: التوحيد في اللغة: الحكم بأن الشيء واحد، والعلم بأنه واحد ... التوحيد: ثلاثة أشياء معرفة الله تعالى بالربوبية، والإقرار بالوحدانية، ونفي الأنداد عنه جملة [**التعريفات:69**]

محمد طاہر پٹنی [وفات:986ھ] **فرماتے ہیں:** "الواحد" تعالى هو الفرد الذي لم يزل وحده ولم يكن معه آخر ... فالواحد منفرد بالذات في عدم المثل والنظير، والأحد ينفرد بالمعنى، وقيل: الواحد من لا يتجزأ ولا يثني ولا يقبل الانقسام ولا نظير له، ولا يجمع هذين الوصفين إلا الله" [**مجمع بحار الانوار 22:5**]

ابن قیم "توحید" کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: ليس التوحيد مجرد إقرار العبد بأنه لا خالق إلا الله، وأن الله رب كل شيء ومليكه، كما كان عباد الأصنام مقرين بذلك وهم مشركون، بل التوحيد يتضمن : من محبة الله، والخضوع له، والذل له، وكمال الانقياد لطاعته، وإخلاص العبادة له، وإرادة وجهه الأعلى بجميع الأقوال والأعمال، والمنع، والعطاء، والحب، والبغض [**مدارج السالكين 339:1**]

اقسام توحید

1. **توحید ربوبیت** [وہ توحید جس کا مشرکین بھی اقرار کرتے ہیں۔ **مجموع الفتاوی 50:11**]
2. **توحید الوہیت** [جس کو ابن تیمیہ "واجب توحید" بھی کہتے ہیں۔ **مجموع الفتاوی 50:11**]
3. **توحید اسماء وصفات**

ابن قیم نے مذکورہ تین اقسام کو دو میں مندرج کیا ہے۔ انہوں نے اشعار میں توحید کی دو اقسام یعنی قولی [**توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات**] **اور فعلی** [**توحید الوہیت**] **ذکر کئے ہیں۔**[**قصیدۃ نونیۃ 3: 3199-3200**] **اقسام توحید کے لئے مندرجہ ذیل کتب مطالعہ کریں:**

ابوعبد اللہ عبید اللہ بن بطۃ العکبری [وفات:387ھ] ،الإبانة عن شريعة الفرقة الناجية ومجانبة الفرق المذمومة 149:6، **ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 264:10**، **ابن قیم، مدارج السالکین 48:1**، **ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویۃ:78**، **ملا علی قاری، شرح الفقہ الاکبر:15**

[6] **امام رازی فرماتے ہیں:** "قال المتكلمون: أن صفات الله تعالى ثلاثة أنواع: ما يجب، ويجوز، ويستحيل على الله تعالى. تقسيم أسماء الله تعالى إما أن يجوز إطلاقها على غير الله تعالى، أو لا يجوز. أما القسم الأول: فهو كقولنا: الكريم الرحيم العزيز اللطيف الكبير الخالق، فإن هذه الألفاظ يجوز إطلاقها على العباد، وإن كان معناها في حق الله تعالى مغايرا لمعناها في حق العباد. وأما القسم الثاني فهو كقولنا: الله الرحمن. أما القسم الأول: فإنها إذا قيدت بقيود مخصوصة صارت بحيث لا يمكن إطلاقها إلا في حق الله تعالى كقولنا: يا أرحم الراحمين، ويا أكرم الأكرمين، ويا خالق السموات والأرضين"[**التفسیر الکبیر 413:15، تفسیر بذیل سورۃ الاعراف 180:7**]

[7] **ابن تیمیہ لکھتے ہیں:** "ومعلوم بالضرورة من دين المسلمين أن الله مستحق للأسماء الحسنى وقد سمى بعض عباده ببعض تلك الأسماء كما سمى العبد سميعا بصيرا وحيا وعليما وحكيما ورءوفا رحيما وملكا وعزيزا ومؤمنا وكريما وغير ذلك. مع العلم بأن الاتفاق في الاسم لا يوجب مماثلة الخالق بالمخلوق وإنما يوجب الدلالة على أن بين المسميين قدرا مشتركا فقط؛ مع أن المميز الفارق أعظم من المشترك الجامع" [**مجموع الفتاوی 202:5**]

[8] **اَلْحَمْدُلِلّٰہِ میں الف لام کے استغراقی اور عہدی کی بحث اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ آیت:1 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔**

[9] **ابن ابی العز فرماتے ہیں:** وعبارات السلف في " شَهِدَ " تدور على الحكم، والقضاء، والإعلام، والبيان، والإخبار, وهذه الأقوال كلها حق لا تنافي بينها؛ فإن الشهادة تتضمن كلام الشاهد وخبره، وتتضمن إعلامه وإخباره وبيانه" [**شرح العقیدۃ الطحاویۃ:90**]

[10] **دلائل کی تقسیم اور وضاحت اسی مقالہ میں آگے آرہی ہے۔**

[11] **قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:** بين وحدانيته بنصب الدلائل الدالة عليها ... لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ كرره للتأكيد ومزيد الاعتناء بمعرفة أدلة التوحيد والحكم به بعد إقامة الحجة [**انوار التنزیل 9:2**]

ابن ابی العز فرماتے ہیں: "شهد الله لنفسه بهذا التوحيد، وشهدت له به ملائكته وأنبياؤه ورسله ... تضمنت هذه الآية الكريمة إثبات حقيقة التوحيد، والرد على جميع طوائف الضلال، فتضمنت أجل شهادة وأعظمها وأعدلها وأصدقها، من أجل شاهد، بأجل مشهود به" [**شرح العقیدۃ الطحاویۃ:90**]

[12] **تفریع بلاغت کی اصطلاح ہے۔ جس کی تعریف بلاغت کی کتابوں میں کی گئی ہے۔ جرجانی "تفریع" کی تعریف آسان الفاظ میں یوں کرتے ہیں:** التفريع: جعل شيء عقيب شيء لاحتياج اللاحق إلى السابق « **کسی چیز کو دوسری چیز کے بعد اس لئے ذکر کرنا کیونکہ بعد والا پہلے والے کا محتاج ہوتا ہے** »[**التعریفات:63**]

مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: تفتازانی، مختصر المعانی فی البلاغۃ، الفن الثالث: البدیع:412 [**تحقیق: خلیل ابراہیم خلیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان**]

13 **برکت** کی لغوی واصطلاحی تحقیق

-**ابن فارس ذکر کرتے ہیں:**"[بَرَكَ] الباء والراء والكاف أصلٌ واحدٌ، وهو ثُبَاتُ الشيء، ثم يتفرع فروعا يُقَارِبُ بعضُها بعضًا. يقال: بَرَكَ البعيرُ يَبْرُكُ بُرُوكًا. قال الخليل:البَرْكُ يقعُ على ما بَرَكَ من الجِمَالِ والنُّوقِ على الماء أو بالفلاة، من حَرِّ الشمس أو الشِّبَعِ، الواحد بارِكٌ، والأنثى بارِكةٌ ... قال الخليل: الْبَرَكَةُ مِنَ الزِّيَادَةِ وَالنَّمَاءِ. وَالتَّبْرِيكُ: أَنْ تَدْعُوَ بِالْبَرَكَةِ" [**مقاييس اللغۃ**1:227-230]

-**راغب اصفہانی** [وفات:520ھ] **فرماتے ہیں:** "أصلُ البَرْكِ صَدْرُ البعير ... بَرَكَ البعيرُ: أَلْقَى رُكَبَهُ، واعتبر منه معنى اللزوم، فقيل: ابْتَرَكُوا في الْحَرْبِ، أي: ثَبَتُوا ولاَزَمُوا مَوْضِعَ الحرب ...والْبَرَكَةُ: ثُبُوْتِ الخيرِ الإلهيِّ فِي الشيء" [**المفردات فی غریب القرآن**:56]

-**ابن اثیر** [وفات:606ھ] **لکھتے ہیں:** "[بَرَكَ] في حديث الصلاة على النبي ﷺ «وبارك على محمد وعلى آل محمد» أي أَثْبِتْ له وأَدِمْ ما أعطيتَه من التشريف والكَرامة، وهو من بَرَكَ البعيرُ إذا ناخَ في موضعٍ فَلَزِمَه. وتُطلقُ البركةُ أيضا على الزيادة . والأصل الأول" [**النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر**1:120]

مذکورہ عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ باء، راء اور کاف "کسی چیز کا جم جانا" کے معنوں میں آتا ہے۔ اور اسی سے "لزوم" کا معنی لیا گیا ہے۔ برک البعیر اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ اپنے گھٹنے رکھ کر بیٹھ جائے۔ برکۃ کے معنی "زیادت اور بڑھوتری" کے ہیں۔ تبریک کہتے ہیں "کسی کو برکت کی دعا دینا"۔ اور اصطلاح میں برکت "کسی چیز میں خیر الٰہی ثابت ہونے" کو کہتے ہیں۔

برکت، ببرکۃ فلان، تبرک کے حوالے سے مزید تحقیق اسی مقالے میں سورۃ البقرۃ کی آیات:59، 104 اور 248 کے تحت ملاحظہ کریں۔

14 **ابن جریر "مجاہد" تابعی سے نقل کرتے ہیں:** "معناه أحسن الصانعين . قال مجاهد : يصنعون ويصنع الله ، والله خير الصانعين" [**جامع البیان**19:19]

15 **ابو العباس، فیومی** [وفات:770ھ] **ذکر کرتے ہیں:** "سميتْ شُبْهَةً لأنها تُشْبِهِ الحقَّ والشبهة العُلْقَةُ [Leech (مقالہ نگار)] والجمع فيهما شُبَهٌ وشُبُهَاتٌ ... وشَبَّهْتُه عليه تشبيها مثل: لَبَّسْتُه عليه تلبيسا وزناً ومعنىً فالمشابهة : المشاركة في معنى من المعاني والاشتباه : الالتباس" [**المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر**1:303]

ابن حجر ہیثمی [وفات:974ھ] **فرماتے ہیں:** "والشبهة: ما يُخَيَّل للناظر أنه حجةٌ وليس كذلك" [**فتح المبین بشرح الاربعین**:242]

16 **ابن قیم فرماتے ہیں:** "وإذا أردت زياة إيضاح هذا فتأمل ما اشتملت عليه سورة [ص] من الخصومات المتعددة فأولها خصومة الكفار مع النبي ﷺ أجعل الآلهة لها واحد إلى أخر كلامهم ثم اختصام الخصمين عند داود ثم تخاصم أهل النار ثم اختصم الملأ الأعلى في العلم وهو الدرجات والكفارات ثم مخاصمة إبليس واعتراضه على ربه في أمره بالسجود لآدم ثم خصامة ثانيا في شأن بنيه حلفه ليغوينهم أجمعين إلا أهل الإخلاص منهم فليتأمل اللبيب الفطن" [**بدائع الفوائد**3:174]

17 **سورۃ ص کی آیت:21، اور، 69 کا تعلق صرف لفظ خصومت کی مناسبت سے ذکر کیا گیا ہے ورنہ مشرکین کی خصومت کے ساتھ صرف اول الذکر دو آیات کا تعلق ہے۔**

18 **ابن تیمیہ سے ان دو لوگوں کے متعلق سوال پوچھا گیا ہے جن میں سے ایک دوسرے کے ساتھ اس بات پر بحث کر رہا ہے کہ ہمارے اور اللہ کے بیچ واسطہ ناگزیر ہے کیونکہ بغیر واسطہ کے ہم اللہ کو پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتے، تو ابن تیمیہ نے جواب دیا ہے کہ ایک واسطہ وہ ہے جس پر مسلمانوں، یہودیوں اور نصاری کا اجماع ہے اور دوسرا واسطہ شرک اور کفر ہے:**

"سئل شيخ الإسلام عن رجلين تناظرا فقال أحدهما: لا بد لنا من واسطة بيننا وبين الله فإنا لا نقدر أن نصل إليه بغير ذلك. فأجاب: الحمد لله رب العالمين، إن أراد بذلك أنه لا بد من واسطة تبلغنا أمر الله: فهذا حق ... وهذا مما أجمع عليه جميع أهل الملل من المسلمين؛ واليهود؛ والنصارى؛ فإنهم يثبتون الوسائط بين الله وبين عباده وهم الرسل الذين بلغوا عن الله أمره وخبره ... ومن أنكر هذه الوسائط فهو كافر بإجماع أهل الملل ... وإن أراد بالواسطة: أنه لا بد من واسطة في جلب المنافع ودفع المضار مثل: أن يكون واسطة في رزق العباد ونصرهم وهداهم؛ يسألونه ذلك ويرجون إليه فيه: فهذا من أعظم الشرك الذي كفر الله به المشركين؛ حيث اتخذوا من دون الله أولياء وشفعاء؛ يجتلبون بهم المنافع ويجتنبون المضار"[**مجموع الفتاوی**1:121-123]

19 **ابن قیم ذکر کرتے ہیں:** "وبهذا القياس الفاسد عبدت الأصنام، واتخذ المشركون من دون الله الشفيع والولى" [**اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان**1:221]

ابن تیمیہ "قیاس فاسد" کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: "كل قياس دل النص على فساده فهو فاسد وكل من ألحق منصوصا بمنصوص يخالف حكمه فقياسه فاسد وكل من سوى بين شيئين أو فرق بين شيئين بغير الأوصاف المعتبرة في حكم الله ورسوله فقياسه فاسد" [**مجموع الفتاوی**19:288]

20 **مزید تفصیل کے لئے اسی مقالے میں سورۃ البقرۃ:170 کی تفسیر ملاحظہ کی جائے۔**

21 **التقلید فی الحق اور التقلید فی الباطل پر ان کتب کا مطالعہ کیا جائے:**

قرطبی، الجامع لاحکام القرآن2:211، **ابن قیم، اعلام الموقعین**2:129-130، **ابن ابی العز، الاتباع**:22-23، **شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید**:27

[22] **خرص** [اٹکل] لغت میں کسے کہتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "الْخَرْصُ: حِرْزُ الثَّمَرَةِ ...كلُّ قولٍ مقولٌ عن ظنّ وتخمينٍ يقال: خَرْصٌ، سواءً كان مطابقاً للشيءِ أو مخالفاً له، من حيث إنَّ صاحبَه لم يقلْهُ عنْ علمٍ ولا غَلَبَةِ ظنٍّ ولا سَمَاعٍ، بل اعتمد فيه على الظن والتخمين، كفعل الخارص في خَرْصِهِ" «خرص پھلوں کا اندازہ اور تخمینہ لگانے کو کہتے ہیں۔ ہر قول جو گمان اور تخمین کی بنیاد پر کیا جائے "خرص" کہلاتا ہے۔ آگے وہ اندازہ درست ہو یا غلط۔ کیونکہ اس کے کہنے والے نے اسے علم، ظن غالب اور کسی سے سننے کی بنیاد پر نہیں کیا بلکہ محض ظن اور تخمین پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ پھلوں والا پھلوں کا اندازہ لگاتا ہے»

[23] **التقول** : "التكف والإتيان بقولٍ من قِبَلِ نفسه" [قرطبی، الجامع لاحکام القرآن 275:18، تفسیر بذیل سورۃ الحاقۃ 44:69، بتغیر یسیر] "التقول : وهو تكلف القول من غير أن يكون له حقيقة" [نظام الدین نیشاپوری، تفسیر نیشاپوری 352:6، تفسیر بذیل سورۃ الحاقۃ 44:69]

[24] بغوی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ضحاک کے اقوال ذکر کئے ہیں کہ قسط سے مراد "توحید" ہے۔ معالم التنزیل 187:2

[25] **الافتراء**: "الكذب في حق الغير بما لا يرتضيه" [ابو ہلال عسکری، معجم الفروق اللغویۃ:449]

[26] اتخاذ الولد بمعنی نائب کی تحقیق اسی مقالے میں سورۃ البقرۃ:116، کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

[27] كَذَّابٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔[رازی، التفسیر الکبیر 307:29] اور "أَشِرٌ" "اسم فاعل کا صیغہ ہے: أَشِرَ يأْشَرُ أَشَراً فهو أشِرٌ كَفَرِحَ [ابن عادل، اللباب فی علوم الکتاب 262:18] البتہ مفسرین نے ایک قول "شین" کے فتحہ اور راء کی تشدید کے ساتھ اسم تفضیل کا کیا ہے، لیکن یہ قول شاذ ہے۔[ایضاً]

[28] لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِي يَقُولُونَ "يعني من التكذيب لك والكفر بي" [ماوردی، النکت والعیون 107:2]

[29] امام سیبویہ [وفات:180ھ] فرماتے ہیں: "لكنه حذف استخفافا؛ لأن ما أبقوا دليل على ما ألقوا" [الکتاب 560:3]

- ابن قتیبہ [وفات:276ھ] فرماتے ہیں: "يحذفون من الكلام البعض إذا كان فيما أبقوا دليل على ما ألقوا" [تاویل مشکل القرآن، باب مخالفۃ ظاہر اللفظ معناہ، ص:186]

- دوسری جگہ فرماتے ہیں: ويسقطون من الحرف ما هو في وزنه، استخفافا واستغناء بما أبقي عما ألقي، إذا كان في الكلام دليل على ما يحذفون من الكلمة [ادب الکاتب:213]

[30] "عمرو بن ہشام بن مغیرہ مخزومی، قریشی، آغاز اسلام ہی سے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں سب سے بڑھ کر تھا۔ اس کی کنیت ابو الحکم تھی لیکن مسلمانوں نے اسے ابو جہل کہہ کر بلایا۔ اخنس بن شریق نے اس سے پوچھا کہ جو کچھ تم نے محمد ﷺ سے سنا ہے اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: ہم میں اور بنو عبد مناف میں عزت و شرف پر تنازعہ تھا تو انہوں نے لوگوں کو کھلایا ہم نے بھی کھلایا۔ انہوں نے سواری دی ہم نے بھی سواری ہے / انہوں نے بوجھ اٹھایا ہم نے بھی بوجھ اٹھایا۔ انہوں نے مال دیا تو ہم نے بھی مال دیا۔ یہاں تک کہ ہم مقابلے کے = = دو گھوڑوں کی طرح ہو گئے۔ تو اب انہوں نے دعوی کیا کہ ہم میں سے ایک نبی ہے جس کی طرف آسمان سے وحی آتی ہے۔ تو اب ہم کہاں سے اس بات کا مداوا کریں۔ 2 ھجری بمطابق 624ء کو غزوۂ بدر میں کم سن مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا"۔[الاعلام 87:5]

[31] سنن ترمذی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الانعام، حدیث:3064۔ امام ترمذی کے مطابق اس روایت کا مرسل ہونا اصح ہے۔

[32] پیغمبروں کی بشریت پر اعتراض کے لئے درج ذیل آیات کا مطالعہ کریں:

سورۃ الانعام:91، سورۃ ہود:27، سورۃ ابراہیم:10، سورۃ بنی اسرائیل:94، سورۃ الانبیاء:3، سورۃ المؤمنون:24، 33، 34، 47، سورۃ الشعراء:154، 186، سورۃ یس:15، سورۃ القمر:24، سورۃ التغابن:6، سورۃ المدثر:25۔ اس کے علاوہ جن آیات میں "رجل" ذکر کیا گیا ہے: سورۃ الاعراف:63، 69، سورۃ المؤمنون:25 وغیرہ۔

[33] کفار کے اس شبہ کو قرآن مجید نے مختلف الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٌ لِّسَانُ ٱلَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ [سورۃ النحل 103:16]

« اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو ایک آدمی سکھاتا ہے یہ لوگ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح طور پر صاف عربی زبان ہے »

اس کے علاوہ سورۃ یونس 38:10، سورۃ ہود 35:11، سورۃ المؤمنون 38:23، سورۃ العنکبوت 48:29، سورۃ الم السجدۃ 3:32، سورۃ الاحقاف 8:46،

[34] ٱكْتَتَبَهَا أي كتبها له كاتبٌ [ابن جزی، التسهيل لعلوم التنزيل 78:2]

[35] امام نسفی لکھتے ہیں: "وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ بسؤال عجيب من سؤالاتهم الباطلة كأنه مثل في البطلان إِلَّا جِئْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ إلا أتيناك بالجواب الحق الذي لا محيد عنه وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا وبما هو أحسن معنى ومؤدى من مثلهم أي من سؤالهم" [مدارک التنزیل وحقائق التاویل 536:2]

---

[36] چھ سورتیں ہیں جن میں سے پانچ کے آغاز میں" الٓر "اور ایک کے آغاز میں" الٓمٓر "ہے۔پانچ سورتوں میں:سورۃ یونس [سورۃ نمبر:10] ،سورۃ ہود [سورۃ نمبر:11] ،سورۃ یوسف [سورۃ نمبر:12] ،سورۃ ابراہیم [سورۃ نمبر:14] اور سورۃ الحجر [سورۃ نمبر:15] ہیں۔سورۃ الرعد [سورۃ نمبر:13] کے آغاز میں" الٓمٓر "ہے۔

[37] یہ بات چندوجوہ سے محل نظر ہے،کیونکہ:

1. امام رازی کے نزدیک اس سے مراد "وقوع قیامت" ہے جو کہ صرف نقل پر موقوف ہے عقل پر نہیں۔[التفسیر الکبیر2:353]
2. قرآن مجید نے اثبات آخرت کے لئے متعدد سورتوں میں دلائل عقلیہ ذکر کئے ہیں۔متن میں سورۃ ق50:3-11،کی آیات اس بات پر دال ہیں۔اسی طرح سورۃ الحج22:5-7۔

امام شاطبی فرماتے ہیں: وغالب المكي أنه مُقَرِّرٌ لثلاثةِ معانٍ ... أحدها: تقرير الوحدانية لله .. والثاني: تقرير النبوة للنبي محمد .. والثالث: إثبات أمر البعث والدار الآخرة وأنه حق لا ريب فيه بالأدلة الواضحة، والرد على من أنكر ذلك بكل وجه «اور غالبا مکی سورتوں میں تین مقاصد کو ثابت کیا گیا ہے۔توحید،رسالت اور آخرت۔آخرت حق ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔اور یہ بات واضح دلائل کے ساتھ ثابت ہے۔اور منکر آخرت پر ہر پہلو سے رد کیا گیا ہے»[الموافقات4:270]

اثبات آخرت کے لئے قرآن مجید کے اسلوب پر" علی بن محمد بن ناصر الفقيهي "کا مقالہ مطالعہ کریں: مسلك القرآن الكريم فى إثبات البعث [ناشر:الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ،1981ء]

3. "آخرت کو عقلی دلائل کے ساتھ ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دنیا میں اس کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا"۔یہی علت اللہ کی ذات کے حوالے سے بدرجۂ اتم موجود ہے۔حالانکہ قرآن مجید نے اللہ کی ذات اور توحید پر کثرت سے عقلی دلائل ذکر کئے ہیں۔
4. اگر آخرت کو دلائل کے ساتھ ثابت نہیں کیا جاسکتا تو دلائل کی بحث میں یہ بات کرنا بے کار ہوگا کہ قرآن مجید ان مقاصد کے اثبات کے لئے دلائل اور حلف ذکر کرتا ہے۔بلکہ اُس مقام میں یہ صراحت ضروری ہوگی کہ ان دلائل کے ذریعے دیگر مقاصد کو تو ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن "اثبات قیامت" نہیں کیا جاسکتا۔

[38] امام رازی نے سورۃ البقرۃ2:25 کے تحت مستقل عنوان "الكلام فى المعاد" کے نام سے ذکر کیا ہے اور ان کی عبارت کچھ یوں ہے:"

اعلم أن مسألة الحشر والنشر من المسائل المعتبرة في صحة الدين والبحث عن هذه المسألة إما أن يقع عن إمكانها أو عن وقوعها، أما الإمكان فيجوز إثباته تارة بالعقل، وبالنقل أخرى، وأما الوقوع فلا سبيل إليه إلا بالنقل، وأن الله ذكر هاتين المسألتين في كتابه وبين الحق فيهما من وجوه: الوجه الأول: أن كثيرا ما حكى عن المنكرين إنكار الحشر والنشر، ثم إنه تعالى حكم بأنه واقع كائن من غير ذكر الدليل فيه، وإنما جاز ذلك لأن كل ما لا يتوقف صحة نبوة الرسول ﷺ عليه أمكن إثباته بالدليل النقلي، وهذه المسألة كذلك فجاز إثباته بالنقل، مثاله ما حكم هاهنا بالنار للكفار، والجنة للأبرار، وما أقام عليه دليلا بل اكتفى بالدعوى، وأما في إثبات الصانع وإثبات النبوة فلم يكتف فيه بالدعوى بل ذكر فيه الدليل"[التفسیر الکبیر2:353]

« جان لو کہ حشر اور نشر کا مسئلہ صحت دین کے لئے معتبر مسائل میں سے ہے اور اس مسئلے سے بحث یوں کی جاسکتی ہے کہ یا تو اس کا وقوع ممکن ہے اور یا اس کا وقوع واقعی ہے۔جہاں تک ممکنات کا تعلق ہے تو اس کا ثابت کرنا عقلا نقلا دونوں طرح جائز ہے۔جہاں تک وقوع کا تعلق ہے تو وہ صرف نقل پر مبنی ہے. اور قرآن مجید میں اللہ نے یہ دونوں مسئلے مختلف انداز سے ذکر کئے ہیں۔پہلا انداز یہ ہے کہ قرآن مجید نے منکرین قیامت کے انکار کے بارے میں اکثر ذکر کیا ہے۔اور اللہ نے اس مقام میں بغیر کسی دلیل کے ذکر کے دوٹوک فیصلہ کیا ہے کہ قیامت لامحالہ واقع ہوگی۔اور یہ انداز اس لئے جائز ہے کہ ہر وہ چیز کہ جس پر رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے کا دارومدار نہ ہو تو اس کا اثبات دلیل نقلی کے ساتھ ممکن ہے۔اور یہ مسئلہ بھی اسی طرح ہے اسی لئے اس کا ثابت کرنا بھی دلیل نقلی کے ساتھ جائز ہے۔اس کی مثال سورۃ البقرۃ کی آیات:23 اور 24 ہیں کہ جس میں کافروں کے لئے جہنم اور نیکوکاروں کے لئے جنت کا فیصلہ کیا گیا ہے۔اور اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی بلکہ صرف دعوی پر اکتفا کیا گیا ہے۔جہاں تک اثبات خالق اور اثبات نبوت کا تعلق ہے تو اس میں محض دعوی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دلیل بھی ذکر کی ہے»

مزید امام رازی نے "امکان وقوع" پر قرآن مجید کے وہ دلائل ذکر کئے ہیں جن کو عقلی دلائل کہا جاتا ہے۔مثلاان کے ذکر کردہ دلائل میں سورۃ الواقعۃ[47-50،58-59،63-67، 68-69، 71-72،سورۃ الحج:5-7، سورۃ المؤمنون:15-16، سورۃ القیامۃ:37-38، سورۃ الطارق:5-8، سورۃ الاعراف:57، سورۃ یس:79-81،سورۃ الاسراء:99، سورۃ الاحقاف:33،سورۃ ق:4-11 وغیرہ۔ان تمام آیات کا حوالہ دینے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں: "فهذا هو الإشارة إلى أصول الدلائل التي ذكرها الله تعالى في كتابه على صحة القول بالحشر" [التفسیر الکبیر2:353-356]

[39] مکمل واقعہ سورۃ الکھف کی آیت:32،سے آیت:44،تک ہے۔

[40] **جهاد** کی لغوی واصطلاحی تعریف

- ابن فارس [وفات:395ھ] ذکر کرتے ہیں: "[جُهْدٌ] الجيم والهاء والدال أصله الْمَشَقَّةُ ، ثم يُحْمَلُ عليه ما يقاربه. يقال جَهَدْتُ نفسي وأَجْهدتُ . والجُهْدُ : الطاقة. قال الله تعالى: وَٱلَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ" [سورۃ التوبۃ9:79] [معجم مقاییس اللغۃ1:86،،مادۃ: جھد]
- امام کاسانی [وفات:587ھ] جہاد کی لغوی اور اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں:"أما الجهاد في اللغة فعبارةٌ عن :

1. بَذْلِ الْجُهْدِ بالضَّمِّ وهو الوُسْعُ والطاقةُ
2. أو عن المبالغةِ في العملِ مِنَ الْجَهْدِ بالفتح

وفي عرف الشرع يُسْتعملُ في "بذل الوُسعِ والطاقةِ بالقتالِ في سبيل الله عز وجل بالنفسِ والمالِ واللسانِ، أو غيرِ ذلك، أو المبالغةُ في ذلك"

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب السیر، بیان معنی السیر والجہاد، 7:97]

41 جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ میدان جہاد سے واپسی پر اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام سے کہا کہ تم لوگ جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہو"قدمتم خير مقدم من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر. قالوا: وما الجهاد الأكبر؟ قال: مجاهدة العبد هواه"[بیہقی، الزہد الکبیر، حدیث:373، خطیب بغدادی، تاریخ بغداد 15:685، ترجمہ واصل بن حمزۃ:7297]

-امام بیہقی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: هذا إسناد ضعيف [ایضا]

-ابن تیمیہ فرماتے ہیں:" أما الحديث الذي يرويه بعضهم أنه قال في غزوة تبوك :رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر – فلا أصل له ولم يروه أحد من أهل المعرفة بأقوال النبي ﷺ وأفعاله . وجهادُ الكفار من أعظم الأعمال بل هو أفضل ما تطوع به الإنسان قال الله تعالى: {لا يستوي القاعدون من المؤمنين}"[مجموع الفتاوی 11:197]

-حافظ عراقی [وفات:806ھ] فرماتے ہیں:" أخرجه البيهقي في الزهد من حديث جابر وقال: هذا إسناد فيه ضعف"[تخریج احادیث الاحیاء:882]

-عجلونی [وفات:1162ھ] حافظ بن حجر کے حوالے سے فرماتے ہیں: کہ دراصل یہ "ابراہیم بن عبلہ "کا کلام ہے۔[کشف الخفاء 1:424،روایت:1362]

42 عبد العزیز بن احمد بن محمد، علاء الدین بخاری، حنفی [وفات:730ھ] فرماتے ہیں:" أما الجهادُ فلأنه ليس بِحَسَنٍ في وَضْعِهِ لأنه تعذيبُ عبادِ اللهِ تعالى وتخريبُ بلادِهِ وليس في ذلك حَسَنٌ .. وإنما صار حَسَناً بواسطةِ كُفْرِ الكافرِ فإن الكافرَ صار عدوَّ اللهِ تعالى وللمسلمين فشُرِعَ الجهادُ إعداماً لِلْكَفَرَةِ وإعزازاً للدين الحق وإعلاءً لكلمةِ الله تعالى"

[کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب بیان صفۃ الحسن للمامور بہ وھو نوعان، 1:190]

مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: ابو علی احمد بن محمد الشاشی [وفات:344ھ] ،اصول الشاشی، البحث الاول فی کتاب اللہ، فصل: الامر بالشئی یدل علیٰ حسن المامور بہ:97-99، اصول السرخسی 2:292، الموافقات 1:374،376، شرح التلویح علی التوضیح 1:367، فتح القدیر لابن الھمام 5:434، فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت 1:80

43 ابن قیم فرماتے ہیں: نفس کے ساتھ یہ چاروں قسم کی جہاد کرنے کے بعد انسان "ربانی" بن جاتا ہے۔[زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل فی مراتب الجہاد، 3:9]اور دوسری جگہ "جہاد مع النفس" کے متعلق فرماتے ہیں:"جهاد النفس مُقَدَّماً على جهاد العدو في الخارج وأصلاً له، فإنه ما لم يجاهدْ نفسَهُ أولا لِتَفْعَلَ ما أُمِرَتْ به وتَتْرُكَ ما نُهِيَتْ عنه ويحاربُها في الله لم يُمكنْهُ جهادُ عدوِّهِ في الخارج"[زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل: الجہاد فی اول الاسلام، 3:6]

44 ابن قیم فرماتے ہیں: شیطان کے ساتھ دونوں قسم جہاد کے بعد انسان میں "صبر اور یقین" پیدا ہوتا ہے اور "امامت فی الدین" کے لئے یہ دونوں اسباب ہیں۔[زاد المعاد فی ہدی خیر العباد،، 3:10]

45 کفار کے ساتھ جہاد ہاتھ کے ساتھ اور منافقین کے ساتھ زبان کے ساتھ مخصوص ہے۔[ایضا]

46 اس حدیث کی جانب اشارہ ہے جو ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: «من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان»[صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث:177] اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:"«فمن جاهدهم بيده فهو مؤمن، ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن، ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن، وليس وراء ذلك من الإيمان حبةُ خَرْدَلٍ »" [صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث:179]

47 جہاد کے یہی مراتب اور اقسام ابن قیم کے شاگرد مجد الدین فیروز آبادی [729-817ھ] نے بھی ذکر کئے ہیں۔ سفر السعادۃ:268

48 علت جہاد کیا ہے؟اس پر حوالہ جات اسی مقالے میں سورۃ البقرۃ:193 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

49 " أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله"[صحیح بخاری عن عبد اللہ بن عمر مرفوعا، کتاب الایمان، حدیث:25]

50 صحیح مسلم میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق تعداد "319" تھی۔[صحیح مسلم، حدیث:4588]

51 " وكان النبي ﷺ وأصحابه أصابوا من المشركين يوم بدر أربعين ومائة، سبعين أسيرا وسبعين قتيلا"[صحیح بخاری، حدیث:3039]

مزید وضاحت کے لئے دیکھیں: ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ 3:366

52 سیرت ابن ہشام، 64:2

53 تینوں امور سے بحث اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ آیت:177 سے 242 تک کا مطالعہ کریں۔

54 امام سرخسی فرماتے ہیں:" لو أراد الإمام أن يجهز جيشا فإن كان في بيت المال سعة فينبغي له أن يجهزهم بمال بيت المال ولا يأخذ من الناس شيئا، وإن لم يكن في بيت المال سعة كان له أن يتحكم على الناس بما يتقوى به الذين يخرجون إلى الجهاد. لأنه نصب ناظرا لهم، وتمام النظر في ذلك"[شرح السیر الکبیر، باب من الجعائل:139]

فرماتے ہیں: "وعند الضرورة يجوز له أن يأخذ مال الغير بشرط الضمان كمن أصابه مخمصة"[شرح السیر الکبیر:994]

مزید وضاحت اسی مقالے میں سورۃ البقرۃ:195 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

55 قرض حسن کا معنی اور اس کی تفسیر کے لئے اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ:245 کے تحت ملاحظہ کریں۔

56 خلیل بن احمد الفراہیدی لکھتے ہیں: "النَّظْمُ نَظْمُكَ خَرَزاً بَعْضَهُ إلى بعض في نِظامٍ واحد، وهو في كل شيء حتى قيل: ليس لأمرِهِ نظام، أي لا تستقيم طريقته. والنِّظام: كُلُّ خَيْطٍ يُنْظَم به لُؤْلُؤٌ أو غيره فهو نظام، والجميع نُظُم، وفِعْلُكَ النَّظْم والتَّنظيم"[العین 8:165-166]

ابن فارس لکھتے ہیں: [نظم] " النون والظاء والميم: أصلٌ يدل على تأليفِ شيءٍ"[مقاییس اللغۃ 5:443]

57 ابن کثیر فرماتے ہیں: «الخير اتباع القرآن وسنتي»[تفسیر القرآن العظیم 2:78]

58 امام نسفی لکھتے ہیں:"المعروف ما وافق الكتاب والسنة والمنكر ما خالفهما"[مدارک التنزیل وحقائق التاویل 1:280]

59 سورۃ النساء تین حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے [آیت:1-57] میں سولہ احکام ہیں جو بین الرعیۃ ہیں۔ دوسرے حصے [آیت:58-134] میں آٹھ احکام ہیں جو بین الراعی والرعیۃ ہیں۔ اور نواں حکم بطور تنویر ہے۔ اور تیسرے حصے میں تین فرقوں کو زواجر ہیں۔[سمط الدرر:52-54]

60 **ادب**

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:" سُمِّيَ أَدَباً لأَنه يَأْدِبُ الناسَ إِلَى المحامِدِ ويَنْهاهم عَنِ المقَابِح. وأَصل الأَدْبِ الدُّعاءُ... والأَدْبُ: مَصْدَرُ قَوْلِكَ أَدَبَ القومَ يَأْدِبُهُم بِالْكَسْرِ، أَدْباً، إِذَا دَعَاهُمْ إِلَى طعامِه. والآدِبُ: الداعِي إِلَى الطعامِ" «اصل میں "ادب" بلانے اور دعوت کو کہتے ہیں۔ ادب کو ادب کہنے کی وجہ یہ ہے کیونکہ اس میں لوگوں کو اچھے اخلاق کی طرف بلایا جاتا ہے اور برے اخلاق سے منع کیا جاتا ہے۔أَدَبَ القومَ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص لوگوں کو کھانے کی دعوت دے۔ آدب "بلانے والے" کو کہتے ہیں» [لسان العرب 1:206-207]

61 امام قرطبی لکھتے ہیں:" فالسورة في الأمر بمكارم الأخلاق ورعاية الآداب " «سورۃ الحجرات اچھے اخلاق اور آداب کی رعایت کرنے پر مشتمل ہے» [الجامع لاحکام القرآن 16:300]

62 ابو حیان اندلسی، البحر المحیط فی التفسیر، 9:519

سورۃ کا دعوی[1] اور اس کا ثمرہ

تعریف: ما ذکر علیها الدلائل فی تلك السورة والتخویف لمنکریها

« جس سورۃ میں مرکزی مضمون پر دلائل ذکر کئے گئے ہوں اور اس کے منکرین کو تخویف دی گئی ہو اسے اس سورۃ کا دعوی کہتے ہیں »

اس کو "عمود سورۃ" بھی کہا جاتا ہے[2]۔ اور اسی دعوی کی بنیاد پر ہر سورۃ دوسری سورۃ سے ممتاز ہوتی ہے۔[3]

ایک دعوی پر مشتمل سورتوں کی مثالیں

بعض سورتوں میں صرف ایک دعوی ہوتا ہے۔ جیسے سورۃ الاخلاص میں "توحید"، سورۃ الکافرون میں "مشرکین سے براءت"، سورۃ یس میں "شفاعت قھری کی نفی" اور سورۃ الملک میں "الشرک فی البرکة کی نفی" ہے۔

متعدد دعووں پر مشتمل سورتوں کی مثال

سورۃ البقرۃ میں چار دعوے ذکر کئے گئے ہیں:

1. اثبات توحید
2. اثبات رسالت
3. جہاد فی سبیل اللہ
4. انفاق فی سبیل اللہ

اور ان میں ہر دوسرا پہلے کی تائید اور مدد کرتا ہے۔ انفاق جہاد کے لئے ہے اور جہاد رسول کی تائید کے لئے ہے اور اثبات رسالت اس لئے ضروری ہے تاکہ رسول کے کہنے سے اللہ کی توحید تسلیم کی جائے۔

دعوی قبل الدلائل اور ثمرۃ بعد الدلائل [دلائل سے پہلے "دعوی" کہلائے گا اور دلائل کے بعد "ثمرۃ" کہلائے گا]

- دعوی کو ذکر کرنے کے بعد دلائل دئے گئے ہیں:

- ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ۝٢١ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فِرَٰشٗا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءٗ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٢٢﴾ [سورۃ البقرۃ2:21-22]

« اے لوگو! اپنے رب کو عبادت میں یکتا جانو وہ (رب) جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ان لوگوں کو (بھی پیدا کیا ہے) جو تم سے پہلے تھے۔ تحقیق (تم غیر کی عبادت سے) بچ سکو۔ وہ ذات جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے بارش برسائی تو تمہارے کھانے کے لئے اس سے میوے پیدا کئے۔ تو اللہ کے لئے اس کا مثل (خواہ ایک ہی صفت میں ہو) مت بناؤ اس حال میں کہ تم (دلائل کو) جانتے ہو »

- ﴿وَإِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحۡمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ ۝١٦٣ إِنَّ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱلۡفُلۡكِ ٱلَّتِي تَجۡرِي فِي ٱلۡبَحۡرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٖ فَأَحۡيَا بِهِ ٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٖ وَتَصۡرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ وَٱلسَّحَابِ ٱلۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ۝١٦٤﴾ [سورۃ البقرۃ2:163-164]

« اور تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے۔ نہیں ہے کوئی حاجت روا اس کے سوا جو عام مہربان خاص مہربان ہے۔ بلاشبہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات و دن کے ادلنے بدلنے میں اور کشتیوں میں جو کہ سمندر میں چلتی ہیں اس (سامان) کے ساتھ جو لوگوں کو نفع دیتا ہے اور اس بارش میں جو اللہ اوپر (یعنی بادلوں) سے برساتا ہے تو اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد تازہ کرتا ہے اور پھیلائے ہیں اس (زمین) میں ہر قسم کے

جاندار اور ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو آسمان وزمین کے درمیان تابع ہیں ضرور (اللہ کی وحدانیت پر) دلائل ہیں اس قوم کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں»

- دلیل ذکر کرنے کے بعد دعوی توحید بطور تفریع ذکر کرنا:

- ﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ﴾ [سورۃ یونس3:10]

« بے شک تمہارا پروردگار اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمان اور زمین چھ لمحوں میں پیدا کیا[4] پھر عرش پر برابر ہوا۔ وہی ہر ایک چیز کی تدبیر (خود) کرتا ہے»

آیت کے پہلے جملے میں توحید پر دلیل پیش کی گئی اور اس کا ثمرہ ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ﴾ [سورۃ یونس3:10]

« یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے تو (اکیلے) اسی کی عبادت کرو»

- ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١٤﴾ ﴾[سورۃ المومنون28:12-14]

« اور تحقیق ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا پھر ہم نے اسے ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ کی صورت میں رکھا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کالوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنادیا۔ پھر اس کو نئی صورت میں پیدا کیا»

ماقبل میں دلیل ذکر ہوئی اور آنے والے جملے میں دعوی توحید تفریع کیا گیا ہے:

﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴾

« پس خیر اور برکت ڈالنے والا اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے»

- ﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [سورۃ لقمان25:31]

« اور اگر تم اِن (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ الوہیت کی تعریفیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ لیکن ان میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے»

دلیل کے ذکر کرنے کے بعد الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ دعوی کو تفریع کیا گیا ہے۔

- رد شرک کے بعد دعوی توحید بطور تفریع ذکر کرنا:

کبھی مشرکین کے عقیدے کی تردید کے بعد دعوی توحید تفریع کیا جاتا ہے۔

- ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ﴾ [سورۃ یونس18:10]

« اور یہ (مشرکین) اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں ضرر دے سکتے ہیں نہ ہی انہیں کوئی فائدہ پہنچاسکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ (ہستیاں) اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں»

ان کے عقیدے کو اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ باطل قرار دیا کہ وہ (اللہ) خود اپنی مخلوق کی حاجتوں سے واقف ہے اسی لئے سفارشیوں کی کوئی ضرورت نہیں:

﴿قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ﴾ [سورۃ یونس10:18]

« کہہ دو کہ کیاتم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دے رہے ہو جس کا(وجود) اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہے اور نہ زمین میں »

اور تسبیح کے ذریعے دعوی توحید کو تفریع کیا گیا:

﴿سُبۡحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ﴾ [سورۃ یونس 10:18]

وہ پاک ہے (سفارشیوں سے) اور ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے »

- ﴿كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَاۚ فَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ [سورۃ الانبیاء 22:21]

« اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور مشکل کشا ہوتے۔ تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔ اللہ جو عرش کا مالک ہے اس سے پاک ہے جو یہ لوگ اللہ کے لئے بیان کرتے ہیں »

آیت کے دوسرے جملے فَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ جو غیروں کو شریک ٹھہرایا ہے اللہ اس سے پاک ہے۔

➢ نعمت کے ذکر کرنے کے بعد دعوی توحید تفریع کیا گیا ہے:

- ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ ٱلۡقَوۡمِ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْۚ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [سورۃ الانعام 45:6]

« پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور سب تعریفیں الوہیت کی خاص اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار عالم ہے »

- ﴿ فَإِذَا ٱسۡتَوَيۡتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى ٱلۡفُلۡكِ فَقُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي نَجَّىٰنَا مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ [سورۃ المؤمنون 28:23]

« پس جب تم اور وہ جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر برابر ہو جاؤ تو کہو سب تعریفیں الوہیت کی خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات بخشی »

- ﴿أَفَبِعَذَابِنَا يَسۡتَعۡجِلُونَ ١٧٦ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمۡ فَسَآءَ صَبَاحُ ٱلۡمُنذَرِينَ ١٧٧ وَتَوَلَّ عَنۡهُمۡ حَتَّىٰ حِينٖ ١٧٨ وَأَبۡصِرۡ فَسَوۡفَ يُبۡصِرُونَ ١٧٩ سُبۡحَٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ١٨٠ وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ ١٨١ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ١٨٢﴾ [سورۃ الصافات 37:176-182]

« کیا یہ (لوگ) ہمارے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں مگر جب وہ ان کے آنگن میں آ اُترے گا تو ڈرائے جانے والوں کی بہت بری صبح ہو گی۔ اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیرے رکھو اور (ان کا انجام) دیکھتے رہو یہ بھی عنقریب (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ تمہارا پروردگار جو عزت والا اس سے پاک ہے جو یہ لوگ اللہ کے لئے بیان کرتے ہیں۔ اور پیغمبروں پر سلامتی ہو۔ اور سب تعریفیں الوہیت کی خاص اللہ کے لئے ہیں جو تمام مخلوق کا پالنے والا ہے »

دلائل[5] اور اس کی اقسام[6]

دلائل تین قسم کے ہیں:

1. دلائل عقلیہ
2. دلائل نقلیہ
3. دلائل وحیہ

➢ تینوں قسم کے دلائل کو ایک ھی لفظ "آیات" سے مسمی کرنا:

اور ان تینوں کو اللہ نے قرآن مجید میں "آیات" سے مسمی کیا ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ ٱلۡأٓيَٰتِ﴾ [سورۃ الانعام 105:6]

« اور ہم اسی طرح اپنی آیتیں بار بار بیان کرتے ہیں »

﴿إِنَّ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ لَأٓيَٰتٖ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [سورة الجاثية3:45]

« بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے دلائل ہیں »

امام راغب اصفہانی[7] سورۃ الجاثیہ کی مذکورہ آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فهي من الآيات المعقولة التي تتفاوت بها المعرفة بحسب تفاوت منازل الناس في العلم"[المفردات فی غریب القرآن:102]

« آیات سے مراد "فکری دلائل" ہیں جس کی معرفت میں لوگ اپنے اپنے علم کے اعتبار سے مختلف درجات رکھتے ہیں »

مشہور مقولہ ہے: من فقه الرجل أن يقل كلامه « مختصر بات کسی شخص کی دانائی کی علامت ہے »[8]

قرآن مجید نے مختصر الفاظ استعمال کئے ہیں جن میں مختلف معانی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

﴿كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَشۡكُرُونَ﴾ [سورۃ الاعراف58:7]

« اسی طرح ہم دلائل کو شکر گزار لوگوں کے لئے بار بار بیان کرتے ہیں » میں آیات سے مراد عقلی، نقلی اور وحی دلائل ہیں۔

- حکیم اور مبین میں فرق:

﴿تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡحَكِيمِ﴾ [سورۃ یونس1:10]

« یہ حکمت سے بھری کتاب کی آیتیں ہیں »

سورۃ کے آغاز میں "حکیم" کا ذکر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سورۃ میں "دلائل عقلیہ" دیگر دلائل کے مقابلے میں کثرت سے ہیں۔

﴿تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡمُبِينِ﴾ [سورۃ یوسف1:12، سورۃ الشعراء2:26 سورۃ القصص2:28]

« یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں »

سورۃ کے آغاز میں "مبین" کا ذکر اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ سورۃ میں "دلائل نقلیہ" کثرت سے ہیں۔

- تینوں قسم کے دلائل کو مختلف الفاظ سے مسمی کرنا:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِي ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٖ وَلَا هُدٗى وَلَا كِتَٰبٖ مُّنِيرٖ﴾ [سورۃ الحج8:22، سورۃ لقمان20:31]

« اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر کسی عقلی دلیل کے، اور بغیر دلیل وحی کے، اور بغیر کسی دلیل نقلی کے »[9]

﴿وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدۡ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ وَبِٱلزُّبُرِ وَبِٱلۡكِتَٰبِ ٱلۡمُنِيرِ﴾ [سورۃ فاطر25:35][10]

« اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو تحقیق جھٹلایا تھا ان سے پہلے لوگوں نے۔ ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح دلائل (دلائل عقلیہ) کے ساتھ، اور کتابوں (دلائل نقلیہ) کے ساتھ اور کتاب روشن (دلائل وحیہ) کے ساتھ آئے تھے »

- دلیل نقلی اور تخویف دنیاوی میں فرق:

قرآن مجید کا اغلب اسلوب یہ ہے کہ دعوی توحید پہلے اور دلائل بعد میں ذکر کئے جاتے ہیں اور بعض مقامات میں دعوی توحید کو دلائل کے اندر ہی لپیٹا گیا ہوتا ہے۔ یاد رکھیں اگر کسی واقعہ میں دعوی کو بالکل ہی ذکر نہیں کیا گیا تو ایسا واقعہ دلیل نقلی نہیں بلکہ تخویف دنیاوی کے لئے مثال قرار دیا جائے گا جیسا کہ سورۃ یونس میں سیدنا نوح علیہ السلام کا واقعہ[11]۔

- دلیل اور مثال میں فرق:

اس فرق کو ملحوظ رکھا جائے کہ مقاصد کے اثبات کے لئے دلائل[12] اور اس کی وضاحت کے لئے مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

دلیل عقلی:

اس کی تین قسمیں ہیں:[13]

1. دلیل عقلی محض
2. دلیل عقلی اعترافی
3. دلیل عقلی الزامی

دلیل عقلی محض

تعریف: وهو الذی تکون مقدماته مسلمة عند الخصم ولا یأبی عند العقل

« دلیل عقلی محض وہ دلیل ہے جس کے مقدمات مقابل کو بھی تسلیم ہوں اور عقل اس کا انکار نہ کر سکتی ہو »

- ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فِرَٰشٗا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءٗ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٢٢﴾﴾ [سورة البقرة 2:21-22]

« اے لوگو! اپنے رب کو عبادت میں یکتا جانو وہ (رب) جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ان لوگوں کو (بھی پیدا کیا ہے) جو تم سے پہلے تھے۔ تحقیق (تم غیر کی عبادت سے) بچ سکو۔ وہ ذات جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے بارش برسائی تو تمہارے کھانے کے لئے اس سے میوے پیدا کئے۔ تو اللہ کے لئے اس کا مثل (خواہ ایک ہی صفت میں ہو) مت بناؤ اس حال میں کہ تم (دلائل کو) جانتے ہو »

دعویٰ توحید ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ پر پانچ دلائل عقلیہ محضہ ذکر کئے گئے ہیں۔

- سورۃ الرعد

سورۃ الرعد کی ابتدائی آیات میں خلق کے دلائل ذکر کئے گئے ہیں کہ خالق لکل شئ هو الله « ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے »

﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِي رَفَعَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٖ تَرَوۡنَهَاۖ ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِۖ وَسَخَّرَ ٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَۖ كُلّٞ يَجۡرِي لِأَجَلٖ مُّسَمّٗىۚ يُدَبِّرُ ٱلۡأَمۡرَ يُفَصِّلُ ٱلۡأٓيَٰتِ لَعَلَّكُم بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوقِنُونَ ﴿٢﴾ وَهُوَ ٱلَّذِي مَدَّ ٱلۡأَرۡضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَٰسِيَ وَأَنۡهَٰرٗاۖ وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوۡجَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِۖ يُغۡشِي ٱلَّيۡلَ ٱلنَّهَارَۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَفِي ٱلۡأَرۡضِ قِطَعٞ مُّتَجَٰوِرَٰتٞ وَجَنَّٰتٞ مِّنۡ أَعۡنَٰبٖ وَزَرۡعٞ وَنَخِيلٞ صِنۡوَانٞ وَغَيۡرُ صِنۡوَانٖ يُسۡقَىٰ بِمَآءٖ وَٰحِدٖ وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلَىٰ بَعۡضٖ فِي ٱلۡأُكُلِۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ﴿٤﴾﴾ [سورة الرعد 13:2-4]

« اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا ہے تم ان (آسمانوں) کو (بغیر ستونوں کے) دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر برابر ہوا ہے۔ اور اس نے چاند اور سورج کو تابع کیا ہے۔ ہر ایک مدت مقررہ کی چل رہا ہے۔ سب کاموں کی تدبیر (خود) کرتا ہے۔ دلائل کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے۔ تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے اور اور اس میں پہاڑ بنائے ہیں اور نہریں (جاری کی ہیں) اور ہر قسم کے پھلوں سے دو دو جوڑے پیدا کئے ہیں۔ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔ اور انگوروں کے باغات ہیں اور فصلیں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں کئی تنوں والے اور ایک تنے والے۔ انہیں ایک ہی پانی سے سیر اب کیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر خوراک میں فضیلت دیتے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں »

- آیت نمبر: 8 میں دوسرے قسم کے دلائل ہیں: عالم بکل شئ هو الله « ہر چیز پر خبر دار اللہ کی ذات ہے »

﴿ٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ ٱلۡأَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُۚ وَكُلُّ شَيۡءٍ عِندَهُۥ بِمِقۡدَارٍ﴾ [سورة الرعد 13:8]

« اللہ ہر مادہ کو جانتا ہے جو حمل اٹھاتی ہے اور اسے جو رحم (طبعی عمر سے) کم کرتی ہے اور اسے جو (رحم طبعی عمر سے) زیادہ کرتی ہے۔ اور ہر چیز اللہ کے پاس ایک اندازے کے ساتھ ہے »

تفریع

آیت نمبر:14 میں دونوں قسم دلائل پر دعوی تفریع کیا گیا ہے: لَهُۥ دَعۡوَةُ ٱلۡحَقِّۖ [سورۃ الرعد 14:13] « صرف وہی ذات پکار کے لائق ہے »

- سورۃ النحل

﴿خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ بِٱلۡحَقِّۚ تَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ٣ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ مِن نُّطۡفَةٖ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٞ مُّبِينٞ ٤ وَٱلۡأَنۡعَٰمَ خَلَقَهَاۖ لَكُمۡ
فِيهَا دِفۡءٞ وَمَنَٰفِعُ وَمِنۡهَا تَأۡكُلُونَ ٥ وَلَكُمۡ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسۡرَحُونَ ٦ وَتَحۡمِلُ أَثۡقَالَكُمۡ إِلَىٰ بَلَدٖ لَّمۡ تَكُونُواْ
بَٰلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ ٱلۡأَنفُسِۚ إِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوفٞ رَّحِيمٞ ٧ وَٱلۡخَيۡلَ وَٱلۡبِغَالَ وَٱلۡحَمِيرَ لِتَرۡكَبُوهَا وَزِينَةٗۚ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ٨ وَعَلَى ٱللَّهِ
قَصۡدُ ٱلسَّبِيلِ وَمِنۡهَا جَآئِرٞۚ وَلَوۡ شَآءَ لَهَدَىٰكُمۡ أَجۡمَعِينَ ٩ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗۖ لَّكُم مِّنۡهُ شَرَابٞ وَمِنۡهُ شَجَرٞ فِيهِ
تُسِيمُونَ ١٠ يُنۢبِتُ لَكُم بِهِ ٱلزَّرۡعَ وَٱلزَّيۡتُونَ وَٱلنَّخِيلَ وَٱلۡأَعۡنَٰبَ وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لِّقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ ١١
وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ وَٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَۖ وَٱلنُّجُومُ مُسَخَّرَٰتُۢ بِأَمۡرِهِۦٓۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ١٢ وَمَا ذَرَأَ
لَكُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ مُخۡتَلِفًا أَلۡوَٰنُهُۥٓۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لِّقَوۡمٖ يَذَّكَّرُونَ ١٣ وَهُوَ ٱلَّذِي سَخَّرَ ٱلۡبَحۡرَ لِتَأۡكُلُواْ مِنۡهُ لَحۡمٗا
طَرِيّٗا وَتَسۡتَخۡرِجُواْ مِنۡهُ حِلۡيَةٗ تَلۡبَسُونَهَاۖ وَتَرَى ٱلۡفُلۡكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِهِۦ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ١٤ وَأَلۡقَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ
رَوَٰسِيَ أَن تَمِيدَ بِكُمۡ وَأَنۡهَٰرٗا وَسُبُلٗا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ ١٥ وَعَلَٰمَٰتٖۚ وَبِٱلنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُونَ ١٦﴾ [سورۃ النحل 16:3-16]

1. « اس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے تاکہ حق ظاہر ہو جائے۔ وہ اس سے برتر ہے جو یہ لوگ (اللہ کے ساتھ) حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔
2. اس نے انسان کو نطفے سے پیدا فرمایا سو وہ یکایک واضح طور پر جھگڑا کرنے والا ہے۔
3. اور اس نے چوپایوں کو پیدا فرمایا ان میں تمہارے لیے سردی سے بچنے کا سامان ہے اور دیگر فائدے ہیں اور بعض ان میں سے تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لیے ان میں رونق ہے جب تم شام کو (انہیں) لاتے ہو اور صبح کو (چرنے کے لئے) چھوڑتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھوں کو ایسے شہروں کی طرف اٹھا کر لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جانوں کی مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے، بلاشبہ تمہارا رب شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا فرمائے) تاکہ تم ان پر سوار ہو اور سبب زینت ہے۔ اور وہ پیدا فرمائے گا جو (اب) تم نہیں جانتے۔ اور اللہ پر سیدھے راستے کا بیان ہے اور بعض اس سے ٹیڑھے (راستے) ہیں اور اگر اللہ (جبری ایمان) چاہتا تو تم سب کو توفیق دیتا۔
4. اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا۔ تمہارے لئے اس میں پینے کا سامان ہے اور اس کے ذریعے سے درخت ہیں جن میں تم (اپنے جانور) چراتے ہو۔ وہ تمہارے لیے اس کے ذریعہ فصل، اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔
5. اور اس نے تمہارے لیے رات کو اور دن کو اور چاند کو اور سورج کو تابع کیا اور ستارے اس کے حکم سے تابع ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو سمجھتے ہیں۔
6. اور جو چیزیں تمہارے لئے زمین میں پیدا کی ہیں جن کے رنگ مختلف مختلف ہیں بلاشبہ اس میں اس قوم کے لئے دلائل ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔
7. اور اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو تابع کیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔

8. اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اس میں پانی کو پیچھے دھکیلنے والی ہیں اور تا کہ تم اس کا فضل (رزق حلال) تلاش کرو، اور تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

9. اور اللہ نے زمین میں بھاری پہاڑ رکھے ہیں تا کہ زمین تم پر نہ ہلے۔ اور اس نے نہریں (جاری کی ہیں) اور راستے بنائے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔ اور (دیگر) نشانیاں ہیں، اور ستاروں کے ذریعے یہ لوگ راہ پاتے ہیں »

مذکورہ دلائل پر تفریع

﴿أَفَمَن يَخۡلُقُ كَمَن لَّا يَخۡلُقُۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ [سورة النحل 17:16]

« آیا وہ ذات جو خالق ہے اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا۔ آیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے »

اور مزید تفریع کی گئی ہے:

﴿وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعۡلِنُونَ ۝١٩ وَٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخۡلُقُونَ شَيۡـٔٗا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ ۝٢٠ أَمۡوَٰتٌ غَيۡرُ أَحۡيَآءٖۖ وَمَا يَشۡعُرُونَ أَيَّانَ يُبۡعَثُونَ ۝٢١ إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۚ فَٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٞ وَهُم مُّسۡتَكۡبِرُونَ ۝٢٢﴾ [سورة النحل 16:19-22]

« اور اللہ جانتا ہے وہ جو تم چھپاتے اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا غیروں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مردے ہیں، زندہ نہیں ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ کب (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔ حاجت روا تمہارا حاجت روا ایک ہے۔ پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (توحید سے) انکار کرتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بڑا جانتے ہیں »

دلیل عقلی اعترافی:

تعریف: وهو الذى تكون مقدماته مسلمة عند الخصم مع الإعتراف منه

« دلیل عقلی اعترافی وہ دلیل ہے جس کے مقدمات مقابل کو بھی تسلیم ہوں اور وہ اس کا اعتراف بھی کرتا ہو »

- ﴿قُل لِّمَنِ ٱلۡأَرۡضُ وَمَن فِيهَآ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٨٤ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝٨٥﴾ [سورة المؤمنون 23:84-85]

« کہہ دیجئے زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کے اختیار میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ فورا کہیں گے کہ خاص اللہ کے اختیار میں ہے۔ تو کہہ دیجئے آیا تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے »

- ﴿قُلۡ مَن رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلسَّبۡعِ وَرَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ ۝٨٦ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝٨٧﴾ [سورة المؤمنون 23:86-87]

« کہہ دیجیئے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ جلدی کہیں گے خاص اللہ کے اختیار میں ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ پھر تم کیوں (اللہ سے) نہیں ڈرتے »

- ﴿ قُلۡ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٨٨ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ فَأَنَّىٰ تُسۡحَرُونَ ۝٨٩﴾ [سورة المؤمنون 23:88-89]

« کہہ دیجئے کون ہے جس کے قبضے میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ (مخلوق کو) پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو؟ جلد ہی وہ جواب دینگے کہ خاص اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ پھر تم کہاں ہو جادو کیے ہوئے؟ »

- ﴿وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَسَخَّرَ ٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۖ فَأَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ﴾ [سورة العنكبوت 29:61]

« اور اگر اِن (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اور سورج اور چاند کو کس نے تابع کیا ہے؟ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ تو پھر یہ کہاں اُلٹے جا رہے ہیں »

- ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ۚ قُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [سورة لقمان 25:31]

« اور اگر اِن (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ الوہیت کی تعریفیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ لیکن ان میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے »

- ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلْعَزِيزُ ٱلْعَلِيمُ﴾ [سورة الزخرف 9:43]

« اور اگر اِن (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ضرور کہیں گے کہ ان کو غالب اور جاننے والے نے پیدا کیا ہے »

دلیل عقلی اعترافی کو ذکر کرنے کے بعد چند آیات میں دلائل عقلیہ محضہ ذکر کئے گئے ہیں اور پھر اس پر دعوی توحید تفریع کیا گیا ہے:

﴿سُبْحَٰنَ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ﴾ [سورة الزخرف 13:43]

« پاک ہے وہ (ذات) جس نے اس (سواری) کو ہمارے تابع کیا اور ہم میں اس کو قابو میں کرنے کی طاقت نہ تھی »

اور دلائل عقلیہ اعترافیہ میں کبھی دعوی کو بھی تنویر (روشنی ڈالنے) کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ مشرکین دعوی کے بعض اجزاء تسلیم کرتے ہیں اور بعض کا اعتراف نہیں کرتے تو تسلیم شدہ اجزاء پر اس مسئلے کو تفریع کیا جاتا ہے جس کا وہ اعتراف نہیں کرتے۔

دلیل عقلی الزامی / مُسکِت للخصم:

تعریف: وهو الذی تکون مقدماته مسلمة عند الخصم مع الإلزام

« دلیل عقلی الزامی وہ دلیل ہے جس کے مقدمات مقابل کو بھی تسلیم ہوں اور وہ ملزَم (خاموش) ہو جائے »

- ﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ﴾ [سورة الانعام 40:6]

« کہہ دیجئے خبر دے دو! کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے۔ تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکاروگے؟ اگر تم سچے ہو »

- ﴿قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ ٱللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَٰرَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ ٱنظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ ٱلْءَايَٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ﴾ [سورة الانعام 46:6]

« کہہ دیجئے خبر دے دو! اگر اللہ تم سے سننے کی طاقت، اور دیکھنے کی طاقت لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ کے سوا کون سا حاجت روا ہے جو تمہیں یہ نعمتیں دے دے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار اپنے دلائل بیان کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ رد گردانی کرتے ہیں »

- ﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾ [سورة الانعام 47:6]

« کہہ دیجئے خبر دے دو! کہ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب اچانک (بغیر علامات کے) آجائے یا علامات کے ساتھ آئے۔ تو کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہو گا؟ »

- ﴿قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ تَدْعُونَهُۥ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَىٰنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ ٱللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾﴾ [سورة الانعام 6: 63-64]

« کہہ دیجئے کون تمہیں خشکی اور دریاؤں کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے کہ تم اسے عاجزی اور آہستہ سے پکارتے ہو۔ (اور کہتے ہو) اگر اللہ ہم کو اس مصیبت سے نجات بخشے تو ہم اس کے تابعداروں میں سے ہو جائیں گے۔ کہو کہ اللہ ہی تم کو اس مصیبت سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے۔ پھر تم اس کے ساتھ اوروں کو حصہ دار ٹھہراتے ہو »

دلیل نقلی:

تعریف: وہ دلیل ہے جس میں کہنے والا جو بات کہہ رہا ہے وہ اس سے پہلے عقلمند اور پسندیدہ لوگوں نے بھی کہی ہے۔ بطور مثال جو بات محمد رسول اللہ ﷺ کر رہے ہیں یہ بات ان سے پہلے موسی اور عیسی علیہما السلام نے بھی کہی ہے۔ اس کو دلیل نقلی کہتے ہیں۔ دلیل نقلی کی کئی اقسام ہیں:

1. الدليل النقلي من الانبياء [پیغمبروں سے دلیل نقلی]
2. الدليل النقلي من الملائكة [فرشتوں سے دلیل نقلی]
3. الدليل النقلي من العباد الصالحين [نیک بندوں سے دلیل نقلی]
4. الدليل النقلي من الجن [جنات سے دلیل نقلی]
5. الدليل النقلي من الكتب السابقة [سابقہ کتابوں سے دلیل نقلی]

دلیل نقلی کبھی اجماعی ہوتی ہے تو کبھی انفرادی۔ اور کبھی قولی تو کبھی فعلی [حالی]۔

1. پیغمبروں سے دلیل نقلی

➢ **اجماعی قولی:**

اس سے مراد وہ دلیل نقلی ہے جس میں اللہ نے جملہ پیغمبروں سے متعلق یہ بات بتائی ہو کہ وہ سب کے سب اللہ کی توحید کی دعوت دینے والے تھے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [سورۃ النحل 36:16]

«اور تحقیق ہم نے ہر جماعت میں ایک پیغمبر بھیجا (اس بات پر) کہ اللہ ہی کی عبادت کرو غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرو»

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ [سورۃ الانبیاء 25:21]

«اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی بھی پیغمبر نہیں بھیجا مگر ہم نے اسے یہ وحی کی کہ شان یہ ہے میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو»

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ﴾ [سورۃ آل عمران 79:3]

«کسی بھی بشر کو شایاں نہیں کہ اللہ نے اسے کتاب اور قوت فیصلہ اور نبوت دی ہو پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے) کہ تم ربانی (اصطلاح کرنے والے) بنو کیونکہ تم کتاب (اللہ) پڑھاتے ہو اور (خود بھی) پڑھتے ہو»

➢ **اجماعی حالی:**

وہ دلیل نقلی جس میں اللہ نے جملہ پیغمبروں کا حال اور عمل بتایا ہو کہ وہ سب کے سب اللہ کے سامنے عاجز تھے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ [سورۃ الانبیاء 90:21]

« یہ لوگ (پیغمبروں کی جماعت) نیکیوں کی طرف لپکنے والے تھے اور ہمیں رغبت اور ڈر سے پکارتے تھے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے »

➢ **انفرادی قولی:**

اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک پیغمبر نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی ہے:

- نوح علیہ السلام

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [سورۃ الاعراف 59:7، سورۃ ہود 25:11]

« تحقیق ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا پس اس نے کہا اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی حاجت روا نہیں ہے »

- ہود علیہ السلام

﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ [سورۃ الاعراف 65:7]

« اور (قوم) عاد کی طرف ان میں سے ایک یعنی ہود (کو بھیجا) اس نے کہا اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ آیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے »

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [سورۃ الاعراف 73:7]

« اور (قوم) ثمود کی طرف ان میں سے ایک یعنی صالح (کو بھیجا) اس نے کہا اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی حاجت روا نہیں ہے »

- شعیب علیہ السلام

﴿وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [سورۃ الاعراف 85:7، سورۃ ہود 84:11]

« اور مدین والوں کی طرف ان میں سے ایک یعنی شعیب (کو بھیجا) پس اس نے کہا اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی حاجت روا نہیں ہے »

- ابراہیم علیہ السلام

﴿إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا﴾ [سورۃ مریم 42:19]

« جب اس نے اپنے باپ سے کہا: ابا! ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو نہ (تمہاری فریاد) سن سکتے ہیں اور نہ ہی (تمہاری حالت) دیکھ سکتے ہیں اور نہ آپ کو کوئی ذرہ بھر فائدہ دے سکتے ہیں »

- یعقوب علیہ السلام

﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ [سورۃ البقرۃ 133:2]

« بھلا جس وقت یعقوب کو (علامت) موت حاضر ہوئی تو کیا تم اس وقت موجود تھے، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے ؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے حاجت روا، اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق کے حاجت روا جو یکتا حاجت روا ہے۔ اور ہم اُسی کے لئے گردن نہاد ہیں »

- یوسف علیہ السلام

﴿يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ [سورۃ یوسف 39:12]

« اے میرے جیل کے ساتھیوں! بھلا کئی جدا جدا مددگار بہتر ہیں یا اللہ جو یکتا اور غالب ہے ؟ »

- موسی علیہ السلام

﴿وَأَنَا ٱخۡتَرۡتُكَ فَٱسۡتَمِعۡ لِمَا يُوحَىٰٓ إِنَّنِيٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدۡنِي وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ﴾ [سورۃ طہ 20:13-14]

« اور میں نے تم کو چنا ہے تو سنو وہ جو وحی کی جاتی ہے۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ پس میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز جاری کرو »

﴿إِنَّمَآ إِلَٰهُكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ وَسِعَ كُلَّ شَيۡءٍ عِلۡمًا﴾ [سورۃ طہ 20:98]

« بے شک تمہارا حاجت روا اللہ وہ ذات ہے کہ جس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے »

- عیسی علیہ السلام

﴿إِنَّ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمۡ فَٱعۡبُدُوهُۚ هَٰذَا صِرَٰطٞ مُّسۡتَقِيمٞ﴾ [سورۃ آل عمران 3:51، سورۃ مریم 19:36]

« بلاشبہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ یہ (اکیلے اللہ کی عبادت کرنا) سیدھا راستہ ہے »

﴿مَا قُلۡتُ لَهُمۡ إِلَّا مَآ أَمَرۡتَنِي بِهِۦٓ أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمۡ﴾ [سورۃ المائدۃ 5:117]

« میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے »

➢ انفرادی حالی:

اس سے مراد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام، باوجود اس کے کہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں، اللہ کو اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں:

- نوح علیہ السلام

﴿وَنُوحًا إِذۡ نَادَىٰ مِن قَبۡلُ فَٱسۡتَجَبۡنَا لَهُۥ فَنَجَّيۡنَٰهُ وَأَهۡلَهُۥ مِنَ ٱلۡكَرۡبِ ٱلۡعَظِيمِ﴾ [سورۃ الانبیاء 21:76]

« اور نوح (کو یاد کرو) جب اس نے (ابراہیم سے) پہلے فریاد کی تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بڑی مصیبت سے نجات دی »

- ایوب علیہ السلام

﴿وَأَيُّوبَ إِذۡ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرۡحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ﴾ [سورۃ الانبیاء 21:83]

« اور ایوب کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنے رب کو فریاد کی کہ بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے »

- یونس علیہ السلام

﴿وَذَا ٱلنُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَٰضِبٗا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ فَنَادَىٰ فِي ٱلظُّلُمَٰتِ أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [سورۃ الانبیاء 21:87]

« اور مچھلی والے (کو یاد کرو) جب وہ (رضائے الٰہی کی خاطر) غصے کی حالت میں چل دیئے پس خیال کیا کہ ہم ان پر کوئی تنگی نہیں لائیں گے۔ پس انہوں نے اندھیرے میں فریاد کی کہ تیرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ تو پاک ہے بے شک میں اپنے لئے کمی کرنے والوں میں سے ہوں »

قصص انبیاء:

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے قصص بھی دلیل نقلی کا حصہ ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں:

اعلم أن المقصود من ذكر قصص الأنبياء عليهم السلام حصول العبرة لمن يسمعها [التفسیر الکبیر 14:223، تفسیر بذیل سورۃ الاعراف 7:27]

« جان رکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے قصص کو ذکر کرنے سے مقصود سننے والے کا عبرت حاصل کرنا ہے »

دراصل پیغمبروں کے قصص دعوی پر بطور دلائل نقلیہ ہیں کہ سارے پیغمبر بھی ایسے ہی تھے۔ مثلا:

1. سورۃ ہود میں نوح، ہود، صالح علیہم السلام کا بیان اس مقصد کے لئے کہ پیغمبروں نے ہمیشہ لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور شرک سے منع کیا ہے۔
2. سورۃ یونس میں نوح علیہ السلام کے قصہ سے مقصود مکذبین [جھٹلانے والوں] کو تخویف دینا ہے۔
3. سورۃ طٰہ اور سورۃ القصص میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے مقصود رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے دین اور توحید کے لئے کتنی تکالیف اور مصیبتیں جھیلی ہیں۔
4. سورۃ النمل میں صالح اور لوط علیہما السلام کے واقعات سے رسول اللہ ﷺ اور ایمان والوں کو یہ تسلی دینا مقصود ہے کہ: إن العاقبة للمتقين « بہتر انجام پرہیز گاروں کا ہے » اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ: وَسَلَٰمٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَىٰٓ [سورۃ النمل 59:27] « اور اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے چنا ہے »
5. سورۃ الکھف میں موسیٰ اور خضر علیہما السلام اور سورۃ النمل میں موسیٰ اور سلیمان علیہما السلام کے واقعات سے مقصود "پیغمبروں سے علم غیب کی نفی" ہے۔
6. سورۃ المائدۃ، سورۃ سبا اور سورۃ ص میں عیسیٰ، داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے واقعات سے مقصود "پیغمبروں سے تصرف کی نفی" ہے۔
7. سورۃ القمر میں نوح علیہ السلام: فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَغْلُوبٌ فَٱنتَصِرْ [14] [سورۃ القمر 10:54] سورۃ مریم میں زکریا علیہ السلام: إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا [15] [سورۃ مریم 3:19] سورۃ الانبیاء میں ایوب علیہ السلام: وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ [16] [سورۃ الانبیاء 83:21] اور یونس علیہ السلام: وَذَا ٱلنُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَٰضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ [17] [سورۃ الانبیاء 87:21] کے واقعات سے مقصود "شرک فی الدعاء کی نفی" ہے۔
8. سورۃ آل عمران میں عیسیٰ علیہ السلام: إِنَّ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ [18] [سورۃ آل عمران 51:3] سورۃ المائدۃ کے آخر میں: مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِى بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ [19] [سورۃ المائدۃ 117:5] اور سورۃ آل عمران 79:3 اور سورۃ الانبیاء 25:21 میں اجمالا سارے پیغمبروں کے بیان سے مقصود "شرک فی العبادۃ کی نفی" ہے۔

الحاصل! شرک کی جملہ اقسام کی نفی کے لئے انبیاء علیہم السلام کے قصص اپنے مادے کے اعتبار سے بطور شہادت پیش کئے گئے ہیں۔

قرآن میں قصص کے بیان کرنے کی حکمت[20]

جان لو کہ قرآن میں قصص بار بار بیان کیے جاتے ہیں اور اس کے متعدد بار ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے:

1. بات کو پختہ کرنا[21]
2. انذار یعنی ڈرانا
3. تاکید
4. دعوی پر بطور دلیل نقلی
5. تمثیل و توضیح

اور قصص کی یہ تکرار صورۃ بے معنی نہیں۔ کیونکہ کبھی دوسری مرتبہ قصے ایک دوسرے مقصد کے لئے ذکر کیا جائے گا جو پہلی مرتبہ ذکر کئے گئے مقصد سے یکسر مختلف ہو گا۔ متعدد مدلولات کو ثابت کرنے کے لئے ایک ہی دلیل سے استدلال کرنا بلاغت کے احسن طریقوں میں سے ہے۔ اور اسی لئے ہر واقعے میں

ایک زائد بات یا کسی نکتہ کی وجہ سے کوئی کلمہ دوسرے سے بدل دیا گیا ہے جو دوسری جگہ میں نہیں ہوتے۔ اور یہ اہل بلاغت کا طریقہ ہے۔ قرآن مجید میں سیدنا نوح علیہ السلام کا واقعہ پچیس مرتبہ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ایک سو بیس مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کا واقعہ صرف ایک مرتبہ ذکر ہے اس میں کئی حکمتیں ہیں:

1. ستر عورت اور پاکدامنی کا لحاظ کرتے ہوئے
2. تکلیف کے بعد راحت کا حصول، چونکہ اس مقصد کو یاد دلانے والے اسباب کثرت سے تھے اس لئے اس واقعہ کو مکرر ذکر نہیں کیا۔
3. ایک مقصد استاذ ابو اسحاق اسفرائینی نے ذکر کیا ہے کہ اس میں اہل عرب کو چیلنج دینا مقصود ہے کہ اگر یہ قرآن کلام بشر ہے تو تم بھی یوسف کے قصہ میں وہ چیز کر دکھاؤ جو میں نے دیگر پیغمبروں کے قصوں میں کیا ہے۔ یعنی جس طرح میں نے دیگر پیغمبروں کے واقعات کو مختلف اندازوں سے بار بار ذکر کیا ہے تو تم بھی یوسف کے قصے کو مختلف اسالیب سے پیش کرو۔
4. صحابہ کے مطالبہ پر اس قصہ کا نازل ہونا۔ اسی لئے ان کے اطمینان کے لئے پورا واقعہ ایک ہی مرتبہ نازل کیا گیا اور تکرار نہیں کی گئی۔
5. مشرکین مکہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی بار بار تکذیب کے مرتکب تھے اسی لئے قصص کے تکرار سے بار بار انہیں ان اقوام کی ہلاکت کی خبر دینا جنہوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ چونکہ قصہ یوسف میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی اسی لئے اس کا تکرار نہیں کیا گیا۔ اور یہی حکمت اصحاب کھف، موسیٰ اور خضر کا واقعہ، ذوالقرنین، آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ، بلقیس، لقمان، طالوت، سورۃ کھف میں دو افراد کا واقعہ، زید بن حارثہ کا واقعہ، ذبح اسماعیل کا واقعہ، سلیمان اور چیونٹی کا قصہ اور داؤد کے واقعات میں بھی تھی اس لئے انہیں بھی مکرر ذکر نہیں کیا گیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض واقعات میں اگرچہ ہلاک شدہ اقوام کا ذکر ہے لیکن ان کے عدم تکرار کی وجہ ان واقعات کی عربوں میں عدم شہرت یعنی مشہور نہ ہونا ہے۔ جیسا کہ سورۃ یس میں اصحاب القریۃ کا واقعہ، بلعم بن باعوراء کا واقعہ۔

یحیی اور عیسیٰ علیہما السلام کی ولادت کے واقعہ میں کسی امت کی ہلاکت کا ذکر نہیں ہے حالانکہ انہیں دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان کی حالت کو توحید پر بطور دلیل نقلی پیش کرنا ہے اور اس سے مقصود نصاریٰ اور مشرکین کے عقیدہ کی تردید ہے جو انہیں الہٰ سمجھتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کی ولادت کو سورۃ مریم میں مشرکین کے رد کے لئے ذکر کیا گیا ہے اور سورۃ آل عمران میں یہود و نصاریٰ کی تردید کے لئے ذکر کیا گیا ہے بالخصوص وفد نجران کی آمد کے موقع پر۔ اور سورۃ الانبیاء میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر سورۃ کے دعوی کی تائید کے لئے ہے جس کا مقصد "اللہ کے آگے انبیاء کی تضرع اور عاجزی" ہے۔

تکرار قصص کے فوائد:[22]

1. مختلف پیرایوں اور طریقوں سے کلام کو واضح کرنا
2. رسول اللہ ﷺ کے پاس مختلف اوقات میں مختلف جماعتوں کا آنا تاکہ ہر کوئی قرآنی واقعات سے استفادہ کر سکے
3. احکام کو نقل کرنے کے دواعی قصص کے مقابلے میں زیادہ ہیں اس لئے قصص کی تکرار کی گئی ہے، احکام کی نہیں۔
4. واقعات کے ذکر سے نفس کا محظوظ ہونا اور لذت حاصل کرنا
5. حصول عبرت کو آسان بنانا

6. مصیبت کے بعد راحت، دنیا کی تھوڑی خوشی کے حصول سے ڈرنا
7. دنیا کی بے ثباتی، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت پیدا کرنا

قصص سے حاصل ہونے والے فوائد:[23]

1. قصص توحید پر بطور دلائل نقلیہ جیسا کہ سورۃ ہود میں پیغمبروں کے واقعات ہیں۔
2. مخالفین کو سختی کے ساتھ جواب دیناجیسا کہ سیدنا موسی علیہ السلام نے دیا تھا۔[سورۃ ہود اور بنی اسرائیل]
3. مخالفین کو نرمی کے ساتھ جواب دیناجیسا کہ سیدنا نوح، شعیب، موسیٰ علیہم السلام، صاحب یسین اور آل فرعون میں سے رجل مؤمن نے۔
4. اپنے آپ سے دفاع جیسا کہ مخالفین کا پیغمبروں کو ضلالت، سفاہت، جنون اور کذب کی نسبت کرنا۔
5. پیغمبروں کے تابعدار میں اکثریت کمزور لوگوں کی ہونا
6. صنادید کی مخالفت
7. پیغمبروں کا اللہ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کرنا
8. مخالفین کی اذیتوں پر صبر کرنا
9. حق پرستوں اور باطل پرستوں کے ابتلاء میں تفریق کرنا کہ اول الذکر درجات کی بلندی اور ثانی الذکر ذلت اور رسوائی کے لئے ہے۔
10. علم غیب اللہ کا خاصہ ہے اور پیغمبر عالم الغیب نہیں ہیں جیسا کہ نوح، موسیٰ اور سلیمان علیہم السلام کے قصص میں ہے۔
11. پیغمبروں کے بیان سے کفار کی یہ کہہ کر کنارہ کشی کہ "یہ باتیں ہم نے اپنے آباءواجداد سے نہیں سنیں اور یہ ایک نیا دین ہے"۔
12. ہر زمانے میں کفار کی طرف سے پیغمبروں کو دھمکانے کی روش
13. اپنے باطل معبودوں کے ذریعے پیغمبروں کو ڈرانے کی کوشش کہ وہ تمہیں نقصان پہنچادیں گے۔
14. پیغمبروں کا اپنے دشمنوں کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔ کبھی ڈرانے کی صورت میں تو کبھی بشارت کی صورت میں، تو کبھی اللہ کی نعمتوں کو یاد دلانے کے ذریعے تو کبھی ترغیب کے ذریعے۔
15. پیغمبروں کا اپنی قوموں سے اجرت کی طلب نہ کرناجیسا کہ نوح، ہود، صالح علیہم السلام کے واقعات میں۔
16. التذکیر بالنعم
17. اپنی قوموں کو عذاب الٰہی سے ڈرانااور گذشتہ قوم کی ہلاکت کے بعد زمین میں انہیں قائم مقام بنانا۔
18. ایک پیغمبر کی نافرمانی سارے پیغمبروں کی نافرمانی کو مستلزم ہونا
19. مال کا بے جا استعمال کرنے پر سیدنا ہود کے واقعہ میں تنبیہ
20. نفس کی تربیت کے لئے قرآن مجید کی نصیحت کا ایک انداز "تذكير المسيئ بالإكرام" « نافرمان کو احترام کے ساتھ یاد دہانی»
21. جرم پر راضی کا شریک جرم ہونااور پوری قوم پر عذاب کا نازل ہوناجیسا کہ قوم ثمود کا شقی
22. پیغمبروں کا دلائل پیش کرنے کے باوجود ان سے دلیل کا مطالبہ کرنا

23. واضح دلائل اور نشانیوں سے جان بوجھ کر انکار عذاب کا سبب ہونا

24. مشرکین کا یہ زعم باطل کہ وہ شرک کی وجہ سے معذب نہیں ہوں گے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام[24] کے قصے سے حاصل ہونے والے فوائد:

خلیل اللہ سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کے قصے میں متعدد فوائد ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

1. الإبتلاء لرفع الدرجات «ابراہیم علیہ السلام پر کئے جانے والے امتحانات ان کے درجہ کی مزید بلندی کے لئے تھے» [سورۃ البقرۃ124:2]

2. مسجدوں اور عبادت گاہوں کو (ظاہری وباطنی) پاک رکھنا [سورۃ البقرۃ125:2]

3. اللہ کا گھر تعمیر کرنے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنا [سورۃ البقرۃ127:2]

4. امام المؤحدین سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آخری پیغمبر کی بعثت کے لئے دعا [سورۃ البقرۃ129:2]

5. توحید کے حوالے سے جملہ پیغمبروں کی وصیت خصوصاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وصیت بالتوحید [سورۃ البقرۃ132:2]

6. بتوں کی عبادت سے انکار [سورۃ الانبیاء52:21]

7. "دین میں دلیل عطا کرنا" اللہ کا فضل ہے اور پھر اس دلیل کو موقع محل میں استعمال کرنا اور اس کا کتمان نہ کرنا [سورۃ الانعام83:6]

8. اسباب شرک کا خاتمہ سنت انبیاء ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا [سورۃ الانبیاء58:21] سیدنا موسی علیہ السلام کا بچھڑے کو جلانا [سورۃ طہ97:20] رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اپنے صحابہ کو ہر بت مسمار کرنے کا حکم دینا جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ کی روایت میں ہے:

"عن أبي الهياج الأسدي قال: قال لي علي بن أبي طالب: ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ «أن لا تدع تمثالا إلا طمسته ولا قبرا مشرفا إلا سويته»" [صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبر، حدیث:969]

«ابو الھیاج اسدی کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا علی بن ابی طالضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بھیجا تھا کہ کسی بت / تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑو اور نہ کسی بلند قبر کو برابر کئے بغیر چھوڑو»

اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا شجرۂ رضوان کو کاٹنے کا حکم[25]

9. شرک کو برا سمجھنا اور مشرکین کے ساتھ بغض سنت ابراہیم علیہ السلام ہے۔[سورۃ ابراہیم36:14]

10. شرک کا خاتمہ اور اس کی پاداش میں صبر کرنے میں ابراہیم کی پیروی [سورۃ النحل123:16]

11. عزیز واقارب کو نرم لہجہ میں دعوت حق دینا [سورۃ مریم42:19]

12. عزیز واقارب سے بائیکاٹ جب وہ حق کی دعوت قبول نہ کریں [سورۃ مریم48:19] یہی طریقہ اصحاب کھف کا بھی تھا [سورۃ الکھف16:18]

فرشتوں سے دلیل نقلی

- فرشتوں کی حالت:

سورۃ الصافات کے شروع میں فرشتوں کی حالت بطور دلیل نقلی بیان کی گئی ہے:

﴿وَٱلصَّٰٓفَّٰتِ صَفًّا﴾ [سورۃ الصافات1:37]

«گواہ ہیں صف باندھنے والے فرشتے صف باندھ کر»

اور سورۃ کے وسط میں بھی فرشتوں کی حالت بطور دلیل نقلی بیان کی گئی ہے:

﴿وَإِنَّا لَنَحْنُ ٱلصَّآفُّونَ﴾ [سورۃ الصافات 165:37]

« اور ہم صف باندھے رہتے ہیں »

- فرشتے عالم الغیب نہیں ہیں:

﴿قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [سورۃ البقرۃ 32:2]

« انہوں نے کہا: تیرے لئے پاکی ہے ہمیں علم نہیں ہے مگر اسی کا جو تو نے ہمیں دیا ہے بے شک تو خاص تو علم والا حکمت والا ہے »

- فرشتے متصرف نہیں ہیں اور ان کا اللہ سے ڈرنا:

﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۖ لَهُۥ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [سورۃ مریم 64:19]

« اور ہم (یعنی فرشتے) تمہارے پروردگار کے حکم کے بغیر اُتر نہیں سکتے۔ خاص اسی کے اختیار میں ہے وہ جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے۔ اور جو ان کے درمیان ہے اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں »

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِۦ مُشْفِقُونَ﴾ [سورۃ الانبیاء 28:21]

« اللہ جانتا ہے وہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ کسی کی سفارش نہیں کرسکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ راضی ہو۔ اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں »

﴿وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُۥ ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا۟ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا۟ ٱلْحَقَّ ۖ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ﴾ [سورۃ سبا 23:34]

« اور اللہ کے ہاں سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جائے تو کہتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ (فرشتے) کہیں گے کہ حق (فرمایا ہے) اور وہ بلند مرتبے والا، بڑی شان والا ہے »

- فرشتوں کا اللہ کو پکارنا اور عاجزی کرنا

فرشتے بھی اللہ وحدہ لاشریک کو پکارتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں، اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکم کے آگے منقاد ہیں۔ پس اگر وہ خدا ہوتے کہ جو چاہیں تصرف کریں جیسا کہ مشرکین بالملائکۃ کا اعتقاد ہے تو وہ کبھی بھی اللہ کے سامنے عاجزی اور اس کی عبادت نہ کرتے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ۝٤٠ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ۝٤١﴾ [سورۃ سبا 34:40-41]

« اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے۔ وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا معاون ہے، نہ کہ یہ لوگ۔ بلکہ یہ جنّات کو پوجا کرتے تھے۔ اور اکثر انہی پر ایمان لانے والے تھے »

﴿ وَلَهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِندَهُۥ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۝١٩ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴾[سورۃ الانبیاء 21:19-20]

« اور خاص اللہ کے اختیار میں ہے وہ (مخلوق) جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں نہ ہی تھکتے ہیں۔ رات دن (اُس کی) پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور وہ سستی نہیں کرتے »

پس ان آیات میں فرشتوں کا اقرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عبادت کے لائق نہیں ہیں بلکہ عبادت کا مستحق صرف اللہ کی ذات ہے۔

نیک بندوں سے دلیل نقلی:

- اصحاب کھف

اللہ کے نیک بندے بھی صرف اللہ کی عبادت کے معترف ہیں جیسے قرآن مجید نے اصحاب کھف کی حکایت کی ہے:

﴿وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هَٰؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً ۖ لَّوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ ۖ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴿١٥﴾﴾ [سورة الكهف18:14-15]

« اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کیا جب وہ (اُٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اس کے سوا کسی حاجت روا کو نہیں پکاریں گے۔ (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم تجاوز کرنے والے ہوں گے۔ یہ ہماری قوم کے لوگوں نے اس کے سوا مددگار بنا رکھے ہیں۔ کیوں یہ لوگ ان کی (الوہیت پر) پر کوئی واضح دلیل نہیں لاتے۔ تو اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے »

- صاحب یس

﴿وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ أَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِ آلِهَةً إِن يُرِدْنِ الرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنقِذُونِ ﴿٢٣﴾﴾ [سورة یس36:22-23]

« اور مجھے کیا ہے کہ میں اس ذات کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے پیدا کی ہے ااور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کے سوا اوروں کو مددگار بناؤں۔ اگر رحمٰن ذات میرے حق میں معمولی سی تکلیف کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں گے »

- اہل کتاب

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ [سورة المائدة5:83]

« اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو پیغمبر (محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) پر بھیجی گئی ہے تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق پہچان لیا اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے پس ہمیں گواہی کرنے والوں میں سے لکھ لے »

﴿وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ ۖ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَن يُنكِرُ بَعْضَهُ﴾ [سورة الرعد13:36]

« اور جن لوگوں کو ہم نے (فہم) کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے جو تم پر نازل کی گئی ہے خوش ہوتے ہیں اور بعض فرقے اس کی بعض باتوں سے انکار کرتے ہیں »

- رجل مؤمن

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ﴾ [سورة غافر40:28]

« اور آل فرعون میں سے ایک مومن شخص جس نے اپنے ایمان کو مضبوط رکھا ہوا تھا کہنے لگا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور تحقیق وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلائل کے ساتھ آئے ہیں »

جنات سے دلیل نقلی:

﴿وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ﴾ [سورة الصافات37:158]

« اور انہوں نے اللہ میں اور جنوں میں رشتہ مقرر کیا ہے۔ اور تحقیق جنات جانتے ہیں کہ وہ (عذاب میں) حاضر کئے جائیں گے »

﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ﴾ [سورة الاحقاف46:29]

« اور (یاد کرو) جب ہم نے جنوں میں سے ایک گروہ آپ کی طرف لوٹایا، جو قرآن سن رہے تھے۔ پس جب وہ حاضر ہوئے تو (اشارے سے) کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ پس جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی قوم کے پاس لوٹے اس حال میں کہ وہ ڈرانے والے تھے »

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا﴾ [سورۃ الجن 1:72]

« کہہ دیجئے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ بے شک جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا »

سابقہ کتابوں سے دلیل نقلی:

﴿وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا﴾ [سورۃ الاسراء 2:17]

« اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا۔ (اس کا بنیادی موضوع تھا) کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہیں بنانا »

دلیل وحی:

تعریف: وہ دلیل جس کو پیش کرتے ہوئے مبلغ یہ کہے کہ میں جو بات کر رہا ہوں یہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ وحی کی بنیاد پر کہہ رہا ہوں۔

اقسام

دلیل وحی کی دو قسمیں ہیں:

1. عام
2. خاص

دلیل وحی عام:

ما أوحى الله تعالى بالتوحيد وأخبر به عباده

« وہ دلیل جس میں اللہ نے توحید کے بارے میں وحی کی ہو اور اپنے بندوں کو اس کے بارے میں خبردار کیا ہو » مثالیں:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ [سورۃ الانبیاء 25:21]

« اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی بھی پیغمبر نہیں بھیجا مگر ہم نے اسے یہ وحی کی کہ شان یہ ہے میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو »

﴿لَّا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا﴾ [سورۃ الاسراء 22:17]

« اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو حاجت روا مت بنانا ورنہ تم مذمت کئے ہوئے اور رسوا ہو کر رہ جاؤ گے »

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ [سورۃ الاسراء 23:17]

« اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا »

﴿ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ ﴾ [سورۃ النحل 22:16]

« تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے۔ پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (توحید) سے انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ تکبر کرتے ہیں »

﴿وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾ [سورۃ النحل 51:16]

« اور اللہ نے کہا ہے کہ دو حاجت روا مت بناؤ۔ بلاشبہ وہی اکیلا حاجت روا ہے تو خاص مجھ ہی سے ڈرو »

دلیل وحی خاص:

ما أوحى الله تعالى إلى الرسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بأن الرسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لا يقول من عند نفسه بل هو مأمور من الله فلا يترك فى ذلك شيئا

« وہ دلیل جس میں اللہ نے اپنے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو وحی کی ہو کہ رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اپنے آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ انہیں اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے اور وہ اس میں سے کسی چیز کو چھوڑ نہیں سکتے »

مثالیں:

﴿قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ﴾ [سورۃ الکھف 110:18]

« کہہ دیجیئے کہ بے شک میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔ (البتہ) میری طرف (اس بات کی) وحی کی گئی ہے کہ حاجت روا تمہارا حاجت روا ایک ہے »

﴿ٱتَّبِعْ مَآ أُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۖ وَأَعْرِضْ عَنِ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾ [سورۃ الانعام 106:6]

« اس (کتاب) کے تابع ہو جاؤ جو تمہارے رب کی جانب سے آپ کو وحی کی گئی ہے۔ (اس کا اہم مسئلہ یہ ہے) اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اور مشرکین سے روگردانی کرو »

﴿وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَاتُنَا بَيِّنَٰتٖ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا ٱئْتِ بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِيٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآيِٕ نَفْسِيٓۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّۖ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٖ﴾ [سورۃ یونس 15:10]

« اور جب ان پر ہماری آیتیں واضح واضح پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کا عقیدہ نہیں رکھتے کہتے ہیں۔ کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی اور قرآن لے لاؤ یا اس (کے مضمون) کو بدل دو۔ کہہ دو میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تابع نہیں ہوں مگر اسی (کتاب) کا جس کی میری جانب وحی کی گئی ہے۔ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں »

﴿وَٱتَّبِعْ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَٱصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ ٱللَّهُۚ وَهُوَ خَيْرُ ٱلْحَٰكِمِينَ﴾ [سورۃ یونس 109:10]

« اور اس (کتاب) کے تابع ہو جاؤ جو آپ کی جانب وحی کی گئی ہے۔ اور ڈٹے رہو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر لیں۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے »

﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكُۢ بَعْضَ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَضَآئِقُۢ بِهِۦ صَدْرُكَ أَن يَقُولُواْ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ كَنزٌ أَوْ جَآءَ مَعَهُۥ مَلَكٌۚ إِنَّمَآ أَنتَ نَذِيرٞۚ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٖ وَكِيلٌ﴾ [سورۃ ہود 12:11]

« شاید کہ آپ بعض وہ (مسئلے) چھوڑنے والے ہیں جو آپ کی جانب وحی کئے گئے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ (کافر) کہتے ہیں کیوں اس (پیغمبر) پر کوئی خزانہ نہیں بھیجا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ آجائے۔ بے شک آپ تو محض ڈرانے والے ہیں۔ اور اللہ ہر ایک چیز پر ذمہ دار ہے »

چاروں مقاصد یعنی اصول مہمہ پر اللہ کی شہادت [26]

- توحید پر اللہ کی شہادت

﴿شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَأُوْلُواْ ٱلْعِلْمِ قَآئِمَۢا بِٱلْقِسْطِۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [سورۃ آل عمران 18:3]

« اللہ گواہی دیتے ہیں کہ شان یہ ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اور فرشتے اور اہل علم بھی (یہ گواہی دیتے ہیں اس حال میں کہ یہ گواہی) انصاف پر قائم ہے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے جو غالب حکمت والا ہے »

- رسالت پر اللہ کی شہادت

﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَٰدَةٗۖ قُلِ ٱللَّهُۖ شَهِيدُۢ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانُ لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ ٱللَّهِ ءَالِهَةً أُخْرَىٰۚ قُل لَّآ أَشْهَدُۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ وَإِنَّنِي بَرِيٓءٞ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ [سورۃ الانعام 19:6]

« کہہ دیجئے کون سی چیز گواہی کے اعتبار سے سب سے بڑی ہے۔(تو یہ لوگ خاموش ہو جائیں گے) کہہ دیجئے: اللہ۔ جو میرے اور آپ کے درمیان گواہ ہے۔ اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی ہے تاکہ میں اس کے ذریعے آپ کو ڈراؤں اور جس تک (یہ قرآن) پہنچے۔ آیا تم گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ اور بھی حاجت روا ہیں۔ کہہ دیں: میں تو یہ گواہی نہیں دیتا۔ کہہ دیں: بے شک وہی یکتا حاجت روا ہے۔ اور بے شک میں بیزار ہوں اس سے جو تم لوگ اللہ کے ساتھ حصہ دار ٹھہراتے ہو »

﴿وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَسۡتَ مُرۡسَلٗاۚ قُلۡ كَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدَۢا بَيۡنِي وَبَيۡنَكُمۡ وَمَنۡ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلۡكِتَٰبِ﴾ [سورة الرعد 43:13]

« اور کافر کہتے ہیں کہ تم بھیجے ہوئے پیغمبر نہیں ہو۔ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان خاص اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (الہیٰ) کا علم ہے گواہ کافی ہیں »

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝٤٥ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذۡنِهِۦ وَسِرَاجٗا مُّنِيرٗا ۝٤٦﴾ [سورة الاحزاب 46-45:33]

« اے پیغمبر: بے شک ہم نے آپ کو بیان کرنے والا، اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کی اجازت سے اور چراغ روشن »

- صداقت کتاب پر اللہ کی شہادت

﴿لَّٰكِنِ ٱللَّهُ يَشۡهَدُ بِمَآ أَنزَلَ إِلَيۡكَۖ أَنزَلَهُۥ بِعِلۡمِهِۦۖ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ يَشۡهَدُونَۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًا﴾ [سورة النساء 166:4]

« لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اس (کتاب) پر جو اس نے آپ پر نازل کی ہے۔ اس نے اس (کتاب) کو اپنے علم کے مطابق بھیجا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور خاص اللہ ہی گواہ کافی ہے »

- ایمان بالآخرۃ پر اللہ کی شہادت

﴿وَيَسۡتَنۢبِـُٔونَكَ أَحَقٌّ هُوَۖ قُلۡ إِي وَرَبِّيٓ إِنَّهُۥ لَحَقّٞۖ وَمَآ أَنتُم بِمُعۡجِزِينَ﴾ [سورة یونس 53:10]

« اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ (قیامت) سچ ہے۔ کہہ دیجئے: ہاں! میرے رب کی قسم: بے شک یہ سچ ہے اور تم (اللہ کو) کمزور نہیں کر سکو گے »

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَأۡتِينَا ٱلسَّاعَةُۖ قُلۡ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأۡتِيَنَّكُمۡ عَٰلِمِ ٱلۡغَيۡبِۖ لَا يَعۡزُبُ عَنۡهُ مِثۡقَالُ ذَرَّةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَآ أَصۡغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكۡبَرُ إِلَّا فِي كِتَٰبٖ مُّبِينٖ﴾ [سورة سبا 3:34]

« اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دیجئے: بے شک آئے گی۔ میرے رب کی قسم: وہ تمہارے پاس ضرور آئے گی۔ غیب کا جاننے والا جس سے ذرہ بھر چیز آسمانوں میں پوشیدہ ہے نہ ہی زمین میں۔ اور نہ ہی اس (ذرے) سے چھوٹی چیز ہو یا بڑی۔ مگر اللہ کے علم میں واضح طور پر ہیں »

﴿زَعَمَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن لَّن يُبۡعَثُواْۚ قُلۡ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡۚ وَذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٞ﴾ [سورة التغابن 7:64]

« کافروں کا عقیدہ ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دیجئے: ہرگز ایسا نہیں ہے۔ میرے رب کی قسم: ضرور بہ ضرور تم اٹھائے جاؤ گے پھر تمہیں تمہارے کئے گئے عمل پر خبردار کیا جائے گا۔ اور یہ (کام) اللہ پر آسان ہے »

حلف [27] اور اس کی اقسام

دعوی کے اثبات کے لئے مذکورہ دلائل [عقلی، نقلی اور وحی] کے علاوہ چوتھا طریقہ "حلف"[قسم] کا ہے۔[28]
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فَإِنَّ الْحَقَّ مَقْطَعُهُ ثَلَاثٌ : يمينٌ أو نِفَارٌ أو جَلَاءُ [29]

« حق کا فیصلہ تین چیزوں سے کیا جاتا ہے: قسم، حاکم کا فیصلہ یا(معاملہ بذات خود) واضح ہونا »

حلفت ولم أترك لنفسك ريبة : وليس وراء الله للمرء مذهب[30]

« میں نے قسم کھائی اور تمہارے لئے شک کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی، اور کسی شخص کے لئے اللہ کی ذات کے بعد کوئی جگہ باقی نہیں ہے »

اقسام:

1. أن يكون مقصود الحالف أنه لو لم يفعله ليضره المقسم به [قسم کھانے والا کا یہ مقصد ہو کہ اگر اس نے یہ کام نہیں کیا تو مقسم بہ یعنی وہ ذات اسے نقصان پہنچائے جس کی وہ قسم کھا رہا ہے]

اور قسم کھانے والا کا یہ عقیدہ ہو کہ مقسم بہ عالم اور متصرف ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور اگر وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو تو مقسم بہ اسے نقصان پہنچائے۔ یہ قسم صرف اللہ کے نام کی کھائی جاسکتی ہے اور اللہ کے علاوہ کسی غیر کے نام پر یہ قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

﴿وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ﴾ [سورة یونس 53:10]

« اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ (قیامت) سچ ہے۔ کہہ دیجیئے: ہاں! میرے رب کی قسم: بے شک یہ سچ ہے اور تم (اللہ کو) کمزور نہیں کر سکو گے »

پس جس کسی نے بھی غیر اللہ کے نام کی ایسی قسم کھائی تو اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اس قول سے یہی مراد ہے:

" من حلف بغير الله فقد أشرك" [31]

« جس کسی نے غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا »

"ألا إنَّ الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم من كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت"[32]

« جو شخص قسم کھائے تو اللہ کے نام کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے »

"من قال في حلفه واللات والعزى فليقل: لا إله إلا الله"[33]

« جو شخص لات اور عزی کی قسم کھائے تو چاہیئے کہ وہ" لا إله إلا الله "کہے »[34]

امام شافعی فرماتے ہیں:" من حلف بغير الله تعالى فليقل: أستغفر الله"[35]

« جو شخص غیر اللہ کے نام کی قسم کھائے تو چاہیئے کہ وہ" أستغفر الله "کہے »

عوام کی اکثریت اولیاء کرام کے ناموں کی قسمیں کھاتی ہے اور قسم کھانے کے وقت ان کی زیارات کی طرف چہرہ کرتے ہیں۔ پٹھان کہتے ہیں "د لوئ زوان قول را که" « بڑے پیر یعنی شیخ عبد القادر جیلانی کے نام کی قسم کھاؤ »

اور کلام عرب میں غیر اللہ کے نام کی قسم دعوی کو مضبوط کرنے کے لئے کھائی جاتی ہے[36] جس کا تعلق پہلی قسم کے ساتھ نہیں بلکہ آنے والی اقسام میں سے بعض کے ساتھ ہے:

2. أن يكون المراد منه الرحمة [قسم کھانے سے مراد رحمت ہو]

اس کی دو صورتیں ہیں:

1. اگر قسم کھانے والا اللہ کی ذات ہو تو مقسم بہ پر اس کی طرف سے رحمت نازل کرنا مراد ہے:

﴿لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ [سورۃ الحجر 72:15]

« (اے محمد ﷺ) آپ کی عمر گواہ ہے (یعنی اللہ تمہاری عمر دراز کرے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ) وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں »[37]

2. اگر قسم کھانے والا بندہ ہو تو مقسم بہ کے لئے رحمت طلب کرنا اور اس کے لئے دعائے رحمت کرنا مراد ہے۔ اور اس کی مثالیں کلام عرب میں ملتی ہیں: لعمر زيد « اللہ زید کی عمر میں برکت ڈالے » لعمر أبي « اللہ میرے والد کی عمر میں برکت ڈالے »[38]

3. أن يكون الحلف للدعاء على المقسم به [مقسم بہ پر قسم بددعاء کے لئے کھائی جائے]

جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر میں ہے:

"ثكلت بنيتي إن لم تروها : تثير النقع على طرفي كداء"[39]

« میری بیٹیاں قربان ہو اگر تم (اے مشرکین) ان (گھوڑوں) کو کداء پہاڑی کے دونوں اطراف سے گرد و غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو »

ثكلت بنيتي کا مطلب ہے کہ میں اپنی اولاد کھو جانے پر غمگین ہو جاؤں[40]۔ یہی وجہ تھی کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنی قسم پوری کرنے کا حکم دیا۔

4. الحلف للشهادة على الْمُدَّعَى [مدعا پر قسم گواہی کے لئے کھانا][41]

جیسا کہ کہا جاتا ہے: "والذي ملأ قلبي من محبتك وإجلالك ومهابتك"[42]

« قسم اس ذات کی جس نے میرے دل کو تیری محبت، احترام اور ہیبت سے بھرا ہے کہ تو میرا محبوب ہے »

یا جیسے کہ فارسی میں کہتے ہیں:

قسم بلب میگون تو وزلف شبگون تو کہ تو محبوب دلربائی[43]

« مجھے تمہارے شرابی ہونٹوں اور تاریک رات کی طرح سیاہ بالوں کی قسم کہ تم ایک خوبصورت محبوب ہو (یعنی تمہارے ہونٹ اور کالے بال تمہاری خوبصورتی پر گواہ ہیں) »

5. الحلف لتفخيم الواقعة وتعظيم أمرها [کسی واقعہ کی تفخیم یا کسی چیز کی عظمت بتلانے کے لئے قسم کھانا]

اس قسم کی قسموں میں جواب قسم کی ضرورت نہیں ہوتی[44] اور کبھی ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں قسم کی بیشتر مثالیں چوتھی اور پانچویں قسم میں سے ہیں۔

➢ اصول ایمان کے اثبات پر حلف[45]

1. اثبات توحید پر فرشتوں کی حالت کو گواہ بنانا:

﴿وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ﴿١﴾ فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ﴿٢﴾ فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ﴿٣﴾ إِنَّ إِلَٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾﴾ [سورۃ الصافات 37:1-4]

« گواہ ہیں صف باندھنے والے فرشتے [اللہ کی عبادت کے لئے] صف باندھ کر۔ گواہ ہیں [کفار کو] ڈانٹنے والے [فرشتے] جھڑک کر۔ گواہ ہیں پڑھنے والے [فرشتے] اللہ کے حکم کو۔ بے شک تمہارا حاجت روا ایک ہے »

2. **اثبات رسالت پر قرآن کی گواہی:**

﴿وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْحَكِيمِ ۝٢ إِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝٣﴾ [سورۃ یس 36:2-3]

« گواہ ہے قرآن، حکمت سے بھرا، بے شک آپ (اے محمد ﷺ) بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے ہیں »

- **اثبات رسالت پر تاروں کی گواہی:**

﴿وَٱلنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝١ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝٢﴾ [سورۃ النجم 53:1-2]

« گواہ ہے تارہ جب غائب ہونے لگے کہ تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ تو رستہ بھولے ہیں اور نہ ٹیڑھی راہ پر ہیں »

- **اثبات رسالت پر قلم اور اہل قلم کی گواہی:**

﴿نٓ ۚ وَٱلْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝١ مَآ أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝٢﴾ [سورۃ القلم 68:1-2]

« گواہ ہے قلم اور وہ جو [اہل قلم] لکھتے ہیں کہ (اے محمد ﷺ) آپ اپنے پروردگار کی نعمت پر دیوانے نہیں ہیں »

3. **صداقت کتاب پر تاروں کی منزلوں اور ان کے گرنے کو گواہ بنانا**

﴿فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ ۝٧٥ وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝٧٦ إِنَّهُۥ لَقُرْءَانٌ كَرِيمٌ ۝٧٧﴾ [سورۃ الواقعۃ 56:75-77]

« نہیں ہے [ایسا جیسے کہ لوگ گمان کرتے ہیں] میں گواہ بناتا ہوں تاروں کے گرنے کو۔ اور اگر تم سمجھتے ہو تو یہ بڑی گواہی ہے کہ بے شک یہ قرآن عزت والی کتاب ہے »

4. **اثبات قیامت پر فرشتوں، ہواؤں اور کشتیوں کی گواہی**

﴿وَٱلذَّٰرِيَٰتِ ذَرْوًا ۝١ فَٱلْحَٰمِلَٰتِ وِقْرًا ۝٢ فَٱلْجَٰرِيَٰتِ يُسْرًا ۝٣ فَٱلْمُقَسِّمَٰتِ أَمْرًا ۝٤ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ ۝٥ وَإِنَّ ٱلدِّينَ لَوَٰقِعٌ ۝٦﴾ [سورۃ الذاریات 51:1-6]

« گواہ ہیں بکھیرنے والی (ہوائیں) اڑا کر۔ گواہ ہیں اٹھانے والی (ہوائیں پانی سے لدے بادلوں کے) بوجھ کو۔ گواہ ہیں چلنے والی (کشتیاں) نرمی کے ساتھ۔ گواہ ہیں بانٹنے والے (فرشتے) حکم (الہٰی) کو۔ کہ بے شک جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔ اور بے شک بدلے کا دن ضرور واقع ہوگا »

- **اثبات قیامت پر کوہ طور، لوح محفوظ، بیت العمور کے فرشتے، آسمان، اور بھرے ہوئے سمندر کی گواہی**

﴿ وَٱلطُّورِ ۝١ وَكِتَٰبٍ مَّسْطُورٍ ۝٢ فِى رَقٍّ مَّنشُورٍ ۝٣ وَٱلْبَيْتِ ٱلْمَعْمُورِ ۝٤ وَٱلسَّقْفِ ٱلْمَرْفُوعِ ۝٥ وَٱلْبَحْرِ ٱلْمَسْجُورِ ۝٦ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَٰقِعٌ ۝٧ مَّا لَهُۥ مِن دَافِعٍ ۝٨﴾ [سورۃ الطور 52:1-8]

« گواہ ہے (کوہ) طور (کی وحی)۔ اور گواہ ہے کتاب جو لکھی ہوئی ہے کشادہ اوراق میں۔ اور گواہ ہے بیت معمور (یعنی وہاں کے فرشتے)۔ اور گواہ ہے اونچی چھت (یعنی آسمان)۔ اور گواہ ہے بھرا ہوا سمندر / اور بھڑکایا ہوا سمندر۔ کہ بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ضرور واقع ہوگا۔ اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں ہے »

اصول ایمان کے علاوہ چیزوں پر شہادت

- **انسانوں کے احوال اور اعمال کے تفاوت پر دن اور رات کی گواہی:**

﴿وَٱلَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ ۝١ وَٱلنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝٢ وَمَا خَلَقَ ٱلذَّكَرَ وَٱلْأُنثَىٰٓ ۝٣ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ۝٤﴾ [سورۃ اللیل 92:1-4]

« رات گواہ ہے جب وہ (مخلوق کو) ڈھانپ لے۔ اور دن گواہ ہے جب وہ روشن ہو جائے۔ اور گواہ ہے وہ جو اس نے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں۔ کہ تم لوگوں کا عمل مختلف ہے »

ابن قیم فرماتے ہیں: سعی " عمل" کو کہتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد وہ عمل ہے جس کا کرنے والا اس کا اہتمام کرے اور اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرے، خواہ اس کے لئے اسے تمام قوت ہی صرف کرنی پڑے[46]۔ جیسے سورۃ المائدۃ52:5، سورۃ البقرۃ،205:2، سورۃ النازعات:، سورۃ الجمعۃ:9۔

- انسانوں کی اچھی اور مذموم صفات پر غیر کو گواہ بنانا

انسان کے تاوان اور اس سے بچاؤ پر زمانے کو گواہ بنانا:

﴿ وَٱلۡعَصۡرِ ۝١ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ ۝٣ ﴾[سورۃ العصر103:1-3]

« زمانہ گواہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے مگر (گھاٹے میں نہیں ہیں) وہ لوگ جو ایمان لائے اور (سنت کے مطابق) نیک عمل کیا اور ایک دوسرے کو حق کا بیان کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کا بیان کرتے ہیں »

- انسان کی عزت وذلت پر مکان کی گواہی

﴿ وَٱلتِّينِ وَٱلزَّيۡتُونِ ۝١ وَطُورِ سِينِينَ ۝٢ وَهَٰذَا ٱلۡبَلَدِ ٱلۡأَمِينِ ۝٣ لَقَدۡ خَلَقۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ فِيٓ أَحۡسَنِ تَقۡوِيمٖ ۝٤ ﴾ [سورۃ التین95:1-4]

« انجیر گواہ ہے اور زیتون گواہ ہے۔ اور طور سینا (کا پہاڑ) گواہ ہے۔ اور یہ امن والا شہر گواہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے »

سورۃ التین میں مکانات ذکر ہیں لیکن مراد اس سے مکین ہیں یعنی ابراہیم، عیسیٰ، موسیٰ علیہم السلام اور محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے حالات گواہ ہیں۔

- انسان کی مذموم صفات (بزدلی اور بخل) پر گھوڑوں کی گواہی

﴿ وَٱلۡعَٰدِيَٰتِ ضَبۡحٗا ۝١ فَٱلۡمُورِيَٰتِ قَدۡحٗا ۝٢ فَٱلۡمُغِيرَٰتِ صُبۡحٗا ۝٣ فَأَثَرۡنَ بِهِۦ نَقۡعٗا ۝٤ فَوَسَطۡنَ بِهِۦ جَمۡعًا ۝٥ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لِرَبِّهِۦ لَكَنُودٞ ۝٦ ﴾ [سورۃ العادیات100:1-6]

« شاہد ہیں وہ دوڑنے والے گھوڑے ہانپتے ہوئے۔ پس آگے نکالتے ہوئے سم مار کر۔ پس صبح کے وقت حملہ کرتے ہوئے۔ پس اس کے ذریعے غبار اڑاتے ہوئے۔ پھر اس وقت دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں کہ انسان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے »

بیان کے بعد لوگوں کی تین قسمیں

جب دعوی دلائل اور حلف کے ذریعے ثابت ہو جاتا ہے تو لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں:

1. مؤمنین
2. منکرین
3. منافقین

مثال:

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٖ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّآ إِذَا تَمَنَّىٰٓ أَلۡقَى ٱلشَّيۡطَٰنُ فِيٓ أُمۡنِيَّتِهِۦ فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلۡقِي ٱلشَّيۡطَٰنُ ثُمَّ يُحۡكِمُ ٱللَّهُ ءَايَٰتِهِۦۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ ۝٥٢ لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِي ٱلشَّيۡطَٰنُ فِتۡنَةٗ لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٞ وَٱلۡقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمۡۗ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَفِي شِقَاقِۭ بَعِيدٖ ۝٥٣ وَلِيَعۡلَمَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ أَنَّهُ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَيُؤۡمِنُواْ بِهِۦ فَتُخۡبِتَ لَهُۥ قُلُوبُهُمۡۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ ۝٥٤ ﴾[سورۃ الحج22:52-54]

« اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر جب وہ (اللہ کی) کتاب پڑھتا تو شیطان اس کی تلاوت میں (وسوسہ لوگوں کے دلوں میں) ڈال دیتا تھا۔ تو اللہ (منقادین کے دلوں سے) دور کرتا ہے وہ (وسوسہ) جو شیطان نے ڈالا ہوتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیتوں کو (ایمان والوں کے دلوں میں) مضبوط کر دیتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ تاکہ جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اس کو ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے (یعنی منافقین) اور جن کے دل سخت ہیں (یعنی

منکرین) ذریعہ آزمائش ٹھہرائے۔ بے شک ظالم دور کی مخالفت میں ہیں۔ اور تا کہ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے (یعنی منقادین) وہ جان لیں کہ وہ (یعنی وحی) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لائیں اور ان کے دل اللہ کے آگے عاجزی کریں۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو سیدھے رستے کی توفیق دیتا ہے »

قرآن مجید میں منکرین اور منافقین کو درج ذیل طریقوں سے خطاب کیا گیا ہے:

1. زجر
2. تخویف
3. عذاب برزخ
4. ختم القلب

جبکہ اس کے مقابلے میں منقادین کو درج ذیل طریقوں سے خطاب کیا گیا ہے:

1. تشجیع
2. تسلی
3. بشارت دنیوی واخروی
4. ربط القلب

احوال منکرین:

زجر:

قرآن مجید میں اللہ مذکورہ تینوں فرقوں کو زواجر دیتا ہے۔ دوسرا اور تیسرا فرقہ (منکرین اور منافقین) انکار میں مشترک ہیں اسی لئے قرآن مجید کبھی ان کو ایک ہی فرقہ قرار دیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بنیادی طور پر دو فرقوں کو زواجر دی گئی ہیں: مؤمنین اور منکرین۔ منکرین میں مشرکین، یہود، نصاریٰ اور منافقین آتے ہیں اور ان کو زجر ان کے قبیح اقوال اور افعال پر دی گئی ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں: زَجْرَةٌ مِنَ الْغَضَب [تفسیر القرآن العظیم 467:4، تفسیر بذیل سورۃ النازعات 13:79]

« زجر غضب کی ایک قسم ہے »

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: الزجر: طرد بصوت ثمّ يستعمل فى الطّرد تارة وفى الصّوت أخرى. طرد ومنع عن ارتكاب المآثم [المفردات فی غریب القرآن: 378، مادۃ: زجر]

« زجر آواز کے ساتھ دھتکارنے کو کہتے ہیں۔ کبھی صرف آواز کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی صرف دھتکارنے اور گناہوں کے ارتکاب سے منع کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے »

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: شرع الله الزواجر ليزجر بها العصاة [التفهيمات الإلهية 47:2، تفہیم: 118]

« اللہ تعالیٰ نے زواجر کا قانون بنایا تا کہ اس کے ذریعے نافرمانوں کو جھڑکے »

قرآن مجید میں مختلف گروہوں کو زجر دینا

1. مؤمنین کو زجر
2. منافقین کو زجر
3. اہل کتاب کو زجر
4. مشرکین کو زجر

➢ ایمان والوں کو زجر اور اس کے اسباب

- مؤمنین کو جہاد فی سبیل اللہ کے ترک اور اس میں سستی کرنے پر زجر:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَآقُّوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ﴾ [سورۃ الانفال8:13]

« یہ (سزا) اس لیے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے »

- اہل کتاب اور کفار کے ساتھ موالات پر زجر:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [سورۃ المائدۃ5:51]

« اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو بے شک وہ بھی انہی میں سے ہو گا بیشک اللہ ظالموں کو توفیق نہیں دیتا »

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَٱلْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [سورۃ المائدۃ5:57]

« اے ایمان والوں! ان لوگوں کو دوست مت بناؤ جنہوں نے تمہارے کو دین مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے یعنی ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور کفار کو بھی دوست مت بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو »

- انفاق نہ کرنے پر زجر:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِى مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ ٱلْفَتْحِ وَقَٰتَلَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ ٱلَّذِينَ أَنفَقُوا۟ مِنۢ بَعْدُ وَقَٰتَلُوا۟ ۚ وَكُلًّا وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [سورۃ الحدید57:10]

« اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کو بالآخر اللہ ہی کے لئے رہ جانا ہے۔ جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑا وہ برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے۔ اور اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے خبر دار ہے »

➢ منافقین کو زجر

منافقین کو ان کے خبث باطن اور اللہ کے رسول اور ایمان والوں کا مذاق اڑانے پر زواجر دئے گئے ہیں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ ٱنفِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱثَّاقَلْتُمْ إِلَى ٱلْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا مِنَ ٱلْءَاخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فِى ٱلْءَاخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾ [سورۃ التوبۃ9:38]

« اے ایمان والو[47]! تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم زمین کی طرف بوجھل ہو جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دینا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو۔ پس دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں سوائے تھوڑے فائدے کے کچھ نہیں ہے »

﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ [سورۃ التوبۃ 42:9]

« اگر دنیا کا سامان قریب ہو اور سفر درمیانہ ہو تو (منافقین) تمہاری تابعداری کرتے ہیں۔ لیکن (دین میں) سفر ان کو دور نظر آیا۔ اور جلدی اللہ کی قسمیں کھائیں گے (اور کہیں گے) کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور نکل کھڑے ہوتے۔ (ایسے عذروں سے) اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک یہ جھوٹے ہیں »

➢ **اہل کتاب کو زجر**

اہل کتاب کو متعدد سورتوں میں زواجر دئے گئے ہیں۔ انہیں اللہ کے ساتھ حصہ دار ٹھہرانے پر، تحریف، کتمان حق، نقض عہد، حرام خوری، مداہنت اور اس کے علاوہ بہت سی مذموم صفات پر زواجر دئے گئے ہیں۔ مثلا:

- اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے پر زجر

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ [سورۃ التوبۃ 30:9]

« اور یہود کہتے ہیں کہ عُزیر اللہ کے نائب ہیں اور نصارٰی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے نائب ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ لوگ اپنے سے پہلے کافروں کے قول کے مشابہ ہیں۔ اللہ ان کو غارت کرے۔ کس طرف پلٹائے جارہے ہیں »

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ [سورۃ النساء 171:4]

« اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو (یعنی بدعات نہ کرو) اور اللہ پر مت کہو مگر مناسب بات۔ بے شک مسیح عیسٰی بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں۔ پس اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت کہو کہ آلهة تین ہیں۔ اس سے باز آجاؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بے شک تنہا حاجت روا اللہ ہی ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی نائب ہو۔ خاص اسی کے اختیار میں ہے وہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور خاص اللہ ہی ذمہ دار ہے »

﴿لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [سورۃ المائدۃ 17:5]

« تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہ مسیح بن مریم ہیں۔ کہہ دو کہ کون اللہ کی طرف سے کسی چیز کا مالک ہے اگر اللہ مسیح بن مریم اور اس کی والدہ، اور وہ جو زمین میں ہیں سب کے سب، کی ہلاکت کا ارادہ کریں۔ اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ ہے خاص اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز پر قدرت والا ہے »

﴿لَقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَۖ وَقَالَ ٱلۡمَسِيحُ يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمۡۖ إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ أَنصَارٖ ٧٢ لَّقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٖۘ وَمَا مِنۡ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۚ وَإِن لَّمۡ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٧٣﴾ [سورة المائدة 5:72-73]

« تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ بے شک اللہ وہ مسیح بن مریم ہیں۔ اور مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ شان یہ ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کے ساتھ حصہ دار ٹھہرائے تحقیق اللہ نے اس پر جنت حرام قرار دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ اور ظالموں (یعنی مشرکین) کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ اور سوائے اس یکتا حاجت روا کے کوئی حاجت روا نہیں ہے اور اگر یہ لوگ ایسی باتوں سے باز نہ آئے تو ضرور ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا »

- تحریف پر زجر:

﴿وَلَا تَلۡبِسُواْ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ﴾ [سورة البقرة 2:42]

« اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو »

﴿فَوَيۡلٞ لِّلَّذِينَ يَكۡتُبُونَ ٱلۡكِتَٰبَ بِأَيۡدِيهِمۡ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنۡ عِندِ ٱللَّهِ لِيَشۡتَرُواْ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلٗاۖ فَوَيۡلٞ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتۡ أَيۡدِيهِمۡ وَوَيۡلٞ لَّهُم مِّمَّا يَكۡسِبُونَ﴾ [سورة البقرة 2:79]

« پس ان لوگوں کے لئے جو کتاب کو (اپنی مرضی سے) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس پر تھوڑی سی دنیا کو ترجیح دیں۔ پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے اس وجہ سے کہ جو کچھ ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ان کے لئے ہلاکت ہے اس وجہ سے جو انہوں نے کسب کیا »

- کتمان حق پر زجر:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ﴾ [سورة البقرة 2:159]

« بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں وہ جو ہم نے (توحید کے) واضح دلائل میں سے نازل کیا ہے اور سنت۔ بعد اس کے کہ ہم نے اسے کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کیا ہے۔ یہ لوگ ان پر اللہ کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے »

- وعدہ توڑنے پر زجر:

﴿فَبِمَا نَقۡضِهِم مِّيثَٰقَهُمۡ لَعَنَّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوبَهُمۡ قَٰسِيَةٗۖ يُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ وَنَسُواْ حَظّٗا مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِۦۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَآئِنَةٖ مِّنۡهُمۡ إِلَّا قَلِيلٗا مِّنۡهُمۡ﴾ [سورة المائدة 5:13]

« پس اس سبب سے کہ انہوں نے وعدے کو توڑا تو ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کیا۔ (اللہ کے) کلمات کو اپنی جگہوں سے پھیرتے ہیں۔ اور جس چیز کے ذریعے انہیں نصیحت کی گئی تھی اس میں سے انہوں نے ایک حصہ فراموش کر دیا۔ اور ہمیشہ تم ان میں سے کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوگے مگر ان میں سے تھوڑے (ایسے نہیں ہیں) »

- حرام کھانے پر زجر:

﴿سَمَّٰعُونَ لِلۡكَذِبِ أَكَّٰلُونَ لِلسُّحۡتِ﴾ [سورة المائدة 5:42]

« بہت زیادہ جھوٹی باتیں سننے والے، اور بہت زیادہ حرام کھانے والے ہیں »

﴿وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [سورة المائدة5:62]

« اور تم ان میں سے بیشتر کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور حرام کے کھانے میں دوڑتے ہیں۔ بہت برا ہے جو یہ لوگ عمل کرتے ہیں »

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ [سورة التوبة9:34]

« اے ایمان والو! بے شک بہت سے علماء اور پیر لوگوں کا مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں »

- مداہنت پر زجر:

﴿لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ [سورة المائدة5:63]

« بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ بہت برا ہے وہ جو یہ بناتے ہیں »

﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾﴾[سورة المائدة5:78-79]

« بنی اسرائیل میں سے کافروں پر بزبان داؤد اور عیسیٰ بن مریم لعنت کی گئی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی تھی اور وہ حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔ لوگ جو منکر کرتے تھے یہ لوگ انہیں منع نہیں کرتے تھے۔ بہت برا ہے وہ جو یہ لوگ عمل کرتے تھے »

مشرکین کو زجر

مشرکین کو ان کے برے اقوال اور افعال بالخصوص ایمان کے چار اصولوں[توحید، رسالت، صداقت کتاب اور ایمان بالآخرۃ] سے انکار پر زواجر دیے گئے ہیں۔ اور مشرکین کے بحث میں زیادہ طور پر قُلْ ، قَالَ ،قَالُوا کے الفاظ آئیں گے کیونکہ وہ اپنے باطل شبہات کے ذریعے اہل ایمان کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل دکھا سکیں۔ تو اللہ نے انہیں رسوا کیا اور انہیں زواجر دیے۔

توحید سے انکار پر زجر

- غیر اللہ کی عبادت پر زجر:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [سورة یونس10:18]

« اور یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ تو کوئی ضرر دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور کہتے ہیں یہ (حضرات) اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ کو اس چیز پر خبردار کرتے ہو جو اللہ کو آسمانوں میں معلوم ہے نہ ہی زمین میں۔ اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں »

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ﴾ [سورة النحل16:73]

« اور یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کے لئے آسمانوں اور زمین میں سے رزق کے کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ اور نہ ہی وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں »

﴿لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ﴾ [سورة المائدة5:73]

« تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ اور سوائے ایک حاجت روا کے اور کوئی حاجت روا نہیں ہے »

– غیروں کے نام پر اپنے اولاد کو قتل کرنا اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کہنا:

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ﴾ [سورۃ الانعام 140:6]

« جن لوگوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بے سمجھی سے قتل کیا اور اللہ پر جھوٹ باندھ کر اس کے دیئے ہوئے رزق کو حرام قرار دیا۔ تحقیق گمراہ ہو گئے اور کبھی بھی ہدایت پانے والے نہیں ہیں »

– اللہ کے لئے غلط مثالیں کہنا:

﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [سورۃ النحل 74:16]

« پس اللہ کے لئے (غلط) مثالیں مت بیان کرو۔ (کیونکہ) بے شک اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے »

– افتراء علی اللہ:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ [سورۃ الانعام 93:6]

« اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ مجھے وحی کی گئی ہے حالانکہ اسے کسی چیز کی وحی نہیں کی گئی۔ اور جو کوئی یہ کہے کہ جلد ہے کہ میں بھی اللہ کی نازل کردہ کتاب کی طرح بناڈالوں گا۔ اور اگر تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف دراز کریں گے (اور ان سے کہیں گے) اپنی روح کو خود نکالو۔ آج کے دن تمھیں ذلت کا عذاب اس وجہ سے بدلے میں دیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر نامناسب بات کہتے تھے اور تم لوگ اللہ کی آیتوں سے اپنے آپ کو بڑا جانتے تھے »

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ [سورۃ الانعام 144:6]

« پس اسے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو بغیر کسی دلیل کے گمراہ کرے۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو توفیق نہیں دیتا »

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ [سورۃ الاعراف 37:7]

« پس اسے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے »

﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ﴾ [سورۃ یونس 17:10]

« پس اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بے شک مجرم لوگ کامیاب نہیں ہوتے »

﴿قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ [سورۃ یونس 69:10]

« کہہ دو بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، کامیاب نہیں ہو سکتے »

– اپنے شرک کو اللہ کی رضا سمجھنا:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ [سورۃ الانعام 148:6]

« جلد ہے کہ مشرکین کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک کرتے نہ ہی ہمارے باپ دادا شرک کرتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ کہہ دیجئے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ تم اسے ہمارے سامنے نکال لو۔ تم محض گمان کے پیچھے چلتے ہو اور اٹکل کے تیر چلاتے ہو »

- شرک میں اتباع الآباء کو دلیل میں پیش کرنے پر زجر:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآۗ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَهْتَدُونَ﴾ [سورة البقرة2:170]

« اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے بھیجی ہے اس کی پیروی کرو۔ تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس چیز کی پیروی کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں (تب بھی وہ انہیں کی تقلید کئے جائیں گے) »

﴿وَإِذَا فَعَلُواْ فَٰحِشَةً قَالُواْ وَجَدْنَا عَلَيْهَآ ءَابَآءَنَا وَٱللَّهُ أَمَرَنَا بِهَاۗ قُلْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِۖ أَتَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [سورة الاعراف7:28]

« اور جب کوئی بے حیائی کا کام (یعنی شرک فعلی) کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے پایا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ کہہ دو اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں »

﴿وَقَالُواْ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠﴾ [سورة الاحزاب33:67]

« اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو (سیدھے) رستے سے گمراہ کر دیا »

- گمان کی پیروی پر زجر:

﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِى ٱلْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ [سورة الانعام6:116]

« اور اگر تم زمین میں اکثریت کے پیچھے چلو تو تمہیں اللہ کے رستے سے گمراہ کر دیں گے یہ محض گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں »

﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّاۚ إِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ ٱلْحَقِّ شَيْـًٔاۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾ [سورة یونس10:36]

« اور ان میں سے اکثر صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ بے شک ان کے عمل کو جاننے والا ہے »

رسالت سے انکار پر زجر

- رسول کی طرف افترا کی نسبت پر زجر:

﴿أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُۖ قُلْ فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُواْ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ﴾ [سورة یونس10:38]

« کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس (قرآن) کو اپنی طرف سے بنایا ہے۔ کہہ دو کہ اگر تم (اپنے دعوی میں) سچے ہو تو تم بھی اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم (بلانے کی) طاقت رکھ سکتے ہو انہیں بھی بلالو »

- رسول کو جھٹلانے پر زجر:

﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُۥ لَيَحْزُنُكَ ٱلَّذِى يَقُولُونَۖ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ يَجْحَدُونَ﴾ [سورة الانعام6:33]

« تحقیق ہم جانتے ہیں کہ شان یہ ہے ضرور آپ کو رنجیدہ کرتی ہیں وہ (برا بھلا) جو یہ کہتے ہیں۔ پس بلاشبہ یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں »

﴿وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّى عَمَلِى وَلَكُمْ عَمَلُكُمْۖ أَنتُم بَرِيٓـُٔونَ مِمَّآ أَعْمَلُ وَأَنَا۠ بَرِىٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [سورة یونس10:41]

« اور اگر یہ لوگ آپ کو (اے پیغمبر ﷺ) جھٹلاتے ہیں تو کہہ دیں میرے لئے (اچھابدلہ ہے) میرے عمل کا اور تمہارے لئے (برابدلہ ہے) تمہارے عمل کا اور میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں »

﴿وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ﴾ [سورۃ فاطر 4:35]

« اور (اے پیغمبر ﷺ) اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو تحقیق آپ سے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا ہے۔ اور اللہ کی طرف سارے کام لوٹائے جائیں گے »

﴿وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ وَبِٱلزُّبُرِ وَبِٱلْكِتَٰبِ ٱلْمُنِيرِ﴾ [سورۃ فاطر 25:35]

« اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو تحقیق جھٹلایا تھا ان سے پہلے لوگوں نے۔ ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح دلائل (دلائل عقلیہ) کے ساتھ، اور کتابوں (دلائل نقلیہ) کے ساتھ اور کتاب روشن (دلائل وحیہ) کے ساتھ آئے تھے »

- رسول اللہ ﷺ کو جادوزدہ کہنے پر زجر:

﴿أَوْ يُلْقَىٰٓ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُۥ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ ٱلظَّٰلِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا﴾ [سورۃ الفرقان 8:25]

« یا اس پیغمبر کی طرف کوئی خزانہ کیوں نہیں پھینک دیا گیا یا اس کے لئے ایک باغ ہو جس سے وہ کھائے۔ اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادوزدہ شخص کے پیچھے چل رہے ہو »

قرآن مجید سے انکار پر زجر

- قرآن مجید کی بجائے غیر کتاب یا اس میں تبدیلی کے مطالبے پر زجر:

﴿ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَاتُنَا بَيِّنَٰتٍ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَآءَنَا ٱئْتِ بِقُرْءَانٍ غَيْرِ هَٰذَآ أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أُبَدِّلَهُۥ مِن تِلْقَآئِ نَفْسِىٓ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّى عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾ [سورۃ یونس 15:10]

« اور جب ان پر ہماری آیتیں واضح واضح پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کا عقیدہ نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آؤ یا اس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں اس دن کے بڑے عذاب سے ڈرتا ہوں »

قرآن مجید کو بدلنے کا مطالبہ وہ اس لئے کرتے تھے کیونکہ قرآن مجید ان کے شرک کی نفی کرتا ہے اور انہیں توبیخ دیتا ہے۔

- قرآن مجید کو اگلوں کی قصے کہانیاں کہنے پر زجر:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُم مَّاذَآ أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوٓا۟ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ﴾ [سورۃ النحل 24:16]

« اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ (وہ تو) پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں »

- قرآن مجید ایک ہی مرتبہ میں کیوں نازل نہیں کیا گیا:

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلْقُرْءَانُ جُمْلَةً وَٰحِدَةً ۚ كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۖ وَرَتَّلْنَٰهُ تَرْتِيلًا﴾ [سورۃ الفرقان 32:25]

« اور کافر کہتے ہیں کہ اس (پیغمبر) پر قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اُتارا گیا۔ اسی طرح (تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں) تا کہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔ اور اس کا وضاحت کے ساتھ واضح کریں »

- قرآن مجید کو جھوٹ اور جادو کہنے کی نسبت پر زجر:

﴿ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُنَا بَيِّنَٰتٍ قَالُوا۟ مَا هَٰذَآ إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَن يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ ءَابَآؤُكُمْ وَقَالُوا۟ مَا هَٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ [سورۃ سبا43:34]

«اور جب ان پر ہماری آیتیں واضح واضح پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو ایک مرد ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمہارے باپ دادا پرستش کیا کرتے تھے ان سے تم کو روک دے۔ اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) جھوٹ ہے جو اپنی طرف سے بنایا گیا ہے۔ اور کافر حق کے بارے میں کہتے ہیں جب ان کے پاس آگیا کہ یہ تو نہیں ہے مگر صریح جادو»

آخرت سے انکار پر زجر:

﴿ وَيَسْتَنۢبِـُٔونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِى وَرَبِّىٓ إِنَّهُۥ لَحَقٌّ ۖ وَمَآ أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴾ [سورۃ یونس53:10]

«اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ (قیامت) سچ ہے۔ کہہ دو ہاں! میرے رب کی قسم بلاشبہ یہ حق ہے اور تم لوگ اللہ کو کمزور نہیں کر سکو گے»

﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا ٱلْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسَىٰٓ أَن يَكُونَ رَدِفَ لَكُم بَعْضُ ٱلَّذِى تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾﴾[سورۃ النمل27:71-72]

«اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ قیامت کا وعدہ کب ہے؟ کہہ دو کہ جس (عذاب) کے لئے تم جلدی کر رہے ہو شاید کہ اس میں سے کچھ تمہارے پیچھے قریب ہی لگ جائے»

﴿وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَا تَأْتِينَا ٱلسَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّى لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَٰلِمِ ٱلْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَآ أَصْغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرُ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ﴾ [سورۃ سبا3:34]

«اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ کہہ دیجئے بے شک آئے گی۔ میرے رب کی قسم! ضرور بہ ضرور تم پر آئے گی۔ (ایسا) غیب کا جاننے والا کہ اس سے ذرہ بھر چیز نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ کوئی چیز (ذرے سے) چھوٹی نہ بڑی۔ مگر وہ اللہ کے علم میں واضح ہے»

﴿وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا ٱلْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴾ [سورۃ سبا29:34، سورۃ یٰس48:36، سورۃ الملک25:67]

«اور کہتے ہیں کہ اگر تم (اپنے دعوی میں) سچے ہو تو یہ قیامت کا وعدہ کب ہے؟»

تخویف:[48]

تخویف کے معنی ہیں "ڈرانا"۔ قرآن مجید نے اس لفظ کو متعدد سورتوں میں ذکر کیا ہے:

﴿وَمَا مَنَعَنَآ أَن نُّرْسِلَ بِٱلْءَايَٰتِ إِلَّآ أَن كَذَّبَ بِهَا ٱلْأَوَّلُونَ ۚ وَءَاتَيْنَا ثَمُودَ ٱلنَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا۟ بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِٱلْءَايَٰتِ إِلَّا تَخْوِيفًا
﴿٥٩﴾ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِٱلنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا ٱلرُّءْيَا ٱلَّتِىٓ أَرَيْنَٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَٱلشَّجَرَةَ ٱلْمَلْعُونَةَ فِى ٱلْقُرْءَانِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ
فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَٰنًا كَبِيرًا ﴿٦٠﴾﴾ [سورۃ بنی اسرائیل17:59-60]

«اور ہمیں نشانیوں کے بھیجنے سے منع نہیں کیا مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے ان کو جھٹلایا تھا۔ اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی کھلی نشانی دی۔ پس انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیوں کو ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے کہا کہ تمہارے رب نے لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور ہم نے تمہیں دکھائے گئے مشاہدے کو نہیں بنایا مگر لوگوں کے امتحان کے لئے۔ اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم ان لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ لیکن (یہ ڈرانا) ان کے لئے سوائے بڑی سرکشی کے کسی اور چیز کو اضافہ نہیں کرتا»

﴿لَهُم مِّن فَوۡقِهِمۡ ظُلَلٌ مِّنَ ٱلنَّارِ وَمِن تَحۡتِهِمۡ ظُلَلٌۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ ٱللَّهُ بِهِۦ عِبَادَهُۥۚ يَٰعِبَادِ فَٱتَّقُونِ﴾ [سورۃ الزمر 16:39]

«ان کے اوپر تو آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے (اس کے) فرش ہوں گے۔ یہ وہ (عذاب) ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ تو اے میرے بندو مجھ سے ڈرتے رہو»

تخویف کی دو قسمیں ہیں:

1. تخویف دنیاوی
2. تخویف اخروی

شاہ ولی اللہ دہلوی نے پہلی قسم کو "تذکیر بایام اللہ" اور دوسری قسم کو "تذکیر بالموت ومابعد الموت" سے تعبیر کیا ہے۔

﴿وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا مُوسَىٰ بِـَٔايَٰتِنَآ أَنۡ أَخۡرِجۡ قَوۡمَكَ مِنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ وَذَكِّرۡهُم بِأَيَّىٰمِ ٱللَّهِۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾[سورۃ ابراہیم 5:14]

«اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ۔ اور ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو صابر و شاکر ہیں»

تخویف دنیاوی پر قرآن سے مثالیں

سورۃ الفیل اور سورۃ المسد تخویف دنیاوی کی مثالیں ہیں:

﴿أَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصۡحَٰبِ ٱلۡفِيلِ ١ أَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِي تَضۡلِيلٖ ٢ وَأَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا أَبَابِيلَ ٣ تَرۡمِيهِم بِحِجَارَةٖ مِّن سِجِّيلٖ ٤ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٖ مَّأۡكُولِۭ ٥﴾ [سورۃ الفیل 105:1-5]

« کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے سو اس نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا»

﴿تَبَّتۡ يَدَآ أَبِي لَهَبٖ وَتَبَّ ١ مَآ أَغۡنَىٰ عَنۡهُ مَالُهُۥ وَمَا كَسَبَ ٢ سَيَصۡلَىٰ نَارٗا ذَاتَ لَهَبٖ ٣ وَٱمۡرَأَتُهُۥ حَمَّالَةَ ٱلۡحَطَبِ ٤ فِي جِيدِهَا حَبۡلٞ مِّن مَّسَدِۭ﴾ [سورۃ المسد 111:1-5]

« ٹوٹ جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ، اور (ہمیشہ) ٹوٹے رہیں۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا وہ جلد شعلوں والی آگ میں داخل ہو گا اور اس کی بیوی بھی ایندھن اٹھانے والی اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہو گی»

اسی طرح جھٹلانے والی امتوں کی ہلاکت جیسے قوم نوح، عاد، ثمود، موتفکات (الٹائی گئی بستیاں) اور اصحاب مدین کی ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَمۡ أَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُم مِّن قَرۡنٍ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُم مِّنۡ أَحَدٍ أَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزَۢا﴾ [سورۃ مریم 98:19]

«اور ہم نے اس سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ بھلا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا (کہیں) ان کی بھنک سنتے ہو»

﴿قُتِلَ ٱلۡخَرَّٰصُونَ ١٠ ٱلَّذِينَ هُمۡ فِي غَمۡرَةٖ سَاهُونَ ١١﴾[سورۃ الذاریات 51:10-11]

«اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں جو بے خبری میں بھولے ہوئے ہیں»

قرآن مجید نے ان کا نام لے کر بھی ڈرایا ہے:

﴿ وَقَٰرُونَ وَفِرۡعَوۡنَ وَهَٰمَٰنَۖ وَلَقَدۡ جَآءَهُم مُّوسَىٰ بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَٱسۡتَكۡبَرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا كَانُواْ سَٰبِقِينَ ٣٩ فَكُلًّا أَخَذۡنَا بِذَنۢبِهِۦۖ
فَمِنۡهُم مَّنۡ أَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبٗا وَمِنۡهُم مَّنۡ أَخَذَتۡهُ ٱلصَّيۡحَةُ وَمِنۡهُم مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ ٱلۡأَرۡضَ وَمِنۡهُم مَّنۡ أَغۡرَقۡنَاۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ
وَلَٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ يَظۡلِمُونَ ﴾[سورۃ العنکبوت29:39-40]

« اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ہلاک کر دیا) اور اُن کے پاس موسیٰ کھلی نشانی لے کر آئے تو وہ ملک میں مغرور ہو گئے اور ہمارے قابو سے نکل جانے والے نہ تھے تو ہم نے سب کو اُن کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا۔ سو ان میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کا مینھ برسایا۔ اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور خدا ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے »

ان کو دی جانی والی سزاؤں کی قسمیں سورۃ الذاریات میں یوں بیان کی ہیں:

﴿ قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ أَيُّهَا ٱلۡمُرۡسَلُونَ ٣١ قَالُوٓاْ إِنَّآ أُرۡسِلۡنَآ إِلَىٰ قَوۡمٖ مُّجۡرِمِينَ ٣٢ لِنُرۡسِلَ عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةٗ مِّن طِينٖ ٣٣ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلۡمُسۡرِفِينَ ٣٤ فَأَخۡرَجۡنَا مَن كَانَ فِيهَا
مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٣٥ فَمَا وَجَدۡنَا فِيهَا غَيۡرَ بَيۡتٖ مِّنَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ ٣٦ وَتَرَكۡنَا فِيهَآ ءَايَةٗ لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ ٱلۡعَذَابَ ٱلۡأَلِيمَ ٣٧ وَفِي مُوسَىٰٓ إِذۡ أَرۡسَلۡنَٰهُ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ بِسُلۡطَٰنٖ مُّبِينٖ ٣٨
فَتَوَلَّىٰ بِرُكۡنِهِۦ وَقَالَ سَٰحِرٌ أَوۡ مَجۡنُونٞ ٣٩ فَأَخَذۡنَٰهُ وَجُنُودَهُۥ فَنَبَذۡنَٰهُمۡ فِي ٱلۡيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٞ ٤٠ وَفِي عَادٍ إِذۡ أَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ ٱلرِّيحَ ٱلۡعَقِيمَ ٤١ مَا تَذَرُ مِن شَيۡءٍ أَتَتۡ عَلَيۡهِ إِلَّا
جَعَلَتۡهُ كَٱلرَّمِيمِ ٤٢ وَفِي ثَمُودَ إِذۡ قِيلَ لَهُمۡ تَمَتَّعُواْ حَتَّىٰ حِينٖ ٤٣ فَعَتَوۡاْ عَنۡ أَمۡرِ رَبِّهِمۡ فَأَخَذَتۡهُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَهُمۡ يَنظُرُونَ ٤٤ فَمَا ٱسۡتَطَٰعُواْ مِن قِيَامٖ وَمَا كَانُواْ
مُنتَصِرِينَ ٤٥ وَقَوۡمَ نُوحٖ مِّن قَبۡلُۖ إِنَّهُمۡ كَانُواْ قَوۡمٗا فَٰسِقِينَ ٤٦ ﴾[سورۃ الذاریات 51:31-46]

« ابراہیمؑ نے کہا کہ فرشتو! تمہارا مدعا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ان پر کھنگر برسائیں جن پر حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کر دیئے گئے ہیں تو وہاں جتنے مومن تھے ان کو ہم نے نکال لیا اور اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا اور جو لوگ عذاب الیم سے ڈرتے ہیں ان کے لئے وہاں نشانی چھوڑ دی اور موسیٰ (کے حال) میں (بھی نشانی ہے) جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف کھلا ہوا معجزہ دے کر بھیجا تو اس نے اپنی جماعت (کے گھمنڈ) پر منہ موڑ لیا اور کہنے لگا یہ تو جادو گر ہے یا دیوانہ تو ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور ان کو دریا میں پھینک دیا اور وہ کام ہی قابل ملامت کرتا تھا اور عاد (کی قوم کے حال) میں بھی (نشانی ہے) جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چلائی وہ جس چیز پر چلتی اس کو ریزہ ریزہ کئے بغیر نہ چھوڑتی اور (قوم) ثمود (کے حال) میں (نشانی ہے) جب ان سے کہا گیا کہ ایک وقت تک فائدہ اٹھالو تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ سو ان کو کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے پھر وہ نہ تو اُٹھنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ مقابلہ ہی کر سکتے تھے اور اس سے پہلے (ہم) نوح کی قوم کو (ہلاک کر چکے تھے) بے شک وہ نافرمان لوگ تھے »

﴿وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدۡ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوحٖ وَعَادٞ وَثَمُودُ ٤٢ وَقَوۡمُ إِبۡرَٰهِيمَ وَقَوۡمُ لُوطٖ ٤٣ وَأَصۡحَٰبُ مَدۡيَنَۖ وَكُذِّبَ مُوسَىٰۖ فَأَمۡلَيۡتُ لِلۡكَٰفِرِينَ
ثُمَّ أَخَذۡتُهُمۡۖ فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيرِ ٤٤ فَكَأَيِّن مِّن قَرۡيَةٍ أَهۡلَكۡنَٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٞ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئۡرٖ مُّعَطَّلَةٖ وَقَصۡرٖ مَّشِيدٍ ٤٥ أَفَلَمۡ
يَسِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَتَكُونَ لَهُمۡ قُلُوبٞ يَعۡقِلُونَ بِهَآ أَوۡ ءَاذَانٞ يَسۡمَعُونَ بِهَاۖ فَإِنَّهَا لَا تَعۡمَى ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَلَٰكِن تَعۡمَى ٱلۡقُلُوبُ ٱلَّتِي فِي ٱلصُّدُورِ ٤٦
وَيَسۡتَعۡجِلُونَكَ بِٱلۡعَذَابِ وَلَن يُخۡلِفَ ٱللَّهُ وَعۡدَهُۥۚ وَإِنَّ يَوۡمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلۡفِ سَنَةٖ مِّمَّا تَعُدُّونَ ٤٧ وَكَأَيِّن مِّن قَرۡيَةٍ أَمۡلَيۡتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٞ ثُمَّ
أَخَذۡتُهَا وَإِلَيَّ ٱلۡمَصِيرُ ٤٨ ﴾ [سورۃ الحج 42:22-48]

« اور اگر یہ لوگ تم کو جھٹلاتے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد و ثمود بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں اور قوم ابراہیم اور قوم لوط بھی اور مدین کے رہنے والے بھی۔ اور موسیٰ بھی تو جھٹلائے جا چکے ہیں لیکن میں کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر ان کو پکڑ لیا۔ تو (دیکھ لو) کہ میرا عذاب کیسا (سخت) تھا اور بہت سی

بستیاں ہیں کہ ہم نے ان کو تباہ کر ڈالا کہ وہ نافرمان تھیں۔ سو وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔ اور (بہت سے) کنوئیں بے کار اور (بہت سے) محل ویران پڑے ہیں کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں کی تا کہ ان کے دل (ایسے) ہوتے کہ ان سے سمجھ سکتے۔ اور کان (ایسے) ہوتے کہ ان سے سن سکتے۔ بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوتے ہیں اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور خدا اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رو سے ہزار برس کے برابر ہے اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تھیں۔ پھر میں نے ان کو پکڑ لیا۔ اور میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے»

چار چیزوں کے ساتھ تخویف دنیاوی دینا:

1. ذلت
2. رسوائی
3. غضب
4. خسران

مثالیں

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ ٱلۡعِجۡلَ سَيَنَالُهُمۡ غَضَبٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَذِلَّةٞ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۚ وَكَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡمُفۡتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَٱلَّذِينَ عَمِلُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ثُمَّ تَابُواْ مِنۢ بَعۡدِهَا وَءَامَنُوٓاْ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُورٞ رَّحِيمٞ ﴿١٥٣﴾﴾[سورة الاعراف 7:152-153]

«(خدا نے فرمایا کہ) جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنا لیا تھا ان پر پروردگار کا غضب واقع ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت (نصیب ہوگی) اور ہم افتراء پردازوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور جنہوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اس کے بعد (بخش دے گا کہ وہ) بخشنے والا مہربان ہے»

﴿وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلذِّلَّةُ وَٱلۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُو بِغَضَبٖ مِّنَ ٱللَّهِ﴾ [سورة البقرة 2:61]

« اور (آخر کار) ذلت (و رسوائی) اور محتاجی (و بے نوائی) ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے »

﴿قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُواْ سَتُغۡلَبُونَ وَتُحۡشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَۖ وَبِئۡسَ ٱلۡمِهَادُ﴾ [سورة آل عمران 12:3]

«(اے پیغمبر) کافروں سے کہدو کہ تم (دنیا میں بھی) عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بری جگہ ہے»

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقۡتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيۡرِ حَقّٖ وَيَقۡتُلُونَ ٱلَّذِينَ يَأۡمُرُونَ بِٱلۡقِسۡطِ مِنَ ٱلنَّاسِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ حَبِطَتۡ أَعۡمَٰلُهُمۡ فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿٢٢﴾﴾[سورة آل عمران 3:21-22]

«جو لوگ خدا کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں اور جو انصاف (کرنے) کا حکم دیتے ہیں انہیں بھی مار ڈالتے ہیں ان کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہیں اور ان کا کوئی مددگار نہیں (ہوگا)»

مذکورہ آیات میں یہودیوں کے عمل پر (دنیا میں) مرتب اثر کو بیان کیا گیا ہے۔

﴿وَأَنزَلَ ٱلَّذِينَ ظَٰهَرُوهُم مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ مِن صَيَاصِيهِمۡ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلرُّعۡبَ فَرِيقٗا تَقۡتُلُونَ وَتَأۡسِرُونَ فَرِيقٗا﴾[سورة الاحزاب 26:33]

« اور اہل کتاب میں سے جنہوں نے اُن کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے اُتار دیا اور اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ تو کتنوں کو تم قتل کر دیتے تھے اور کتنوں کو قید کر لیتے تھے »

﴿هُوَ ٱلَّذِيٓ أَخۡرَجَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ مِن دِيَٰرِهِمۡ لِأَوَّلِ ٱلۡحَشۡرِۚ مَا ظَنَنتُمۡ أَن يَخۡرُجُواْۖ وَظَنُّوٓاْ أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمۡ حُصُونُهُم مِّنَ ٱللَّهِ فَأَتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِنۡ حَيۡثُ لَمۡ يَحۡتَسِبُواْۖ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلرُّعۡبَۚ يُخۡرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيۡدِيهِمۡ وَأَيۡدِي ٱلۡمُؤۡمِنِينَ فَٱعۡتَبِرُواْ يَٰٓأُوْلِي ٱلۡأَبۡصَٰرِ﴾ [سورة الحشر 2:59]

«وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اول کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا۔ تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا (کے عذاب) سے بچا لیں گے۔ مگر خدا نے ان کو وہاں سے آ لیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اُجاڑنے لگے تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو عبرت پکڑو»

ہر وہ قوم جس نے اپنے نبی کی ہلاکت طلب کی ہے اور اس (کی اطاعت سے) پیچھے ہٹے ہیں ان کی جڑ دنیاوی عذاب کے ذریعے نکالی گئی جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب، قوم فرعون اور قوم ابراہیم جنہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے آگ میں جھونک دیا لیکن اللہ نے آگ کو ان کے لیے ٹھنڈا بنا دیا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو نہیں ستایا تو اللہ نے ان پر عذاب (بھی اس لئے) نازل نہیں کیا۔ قوموں کی ہلاکت کی وجہ یا تو شرک ہے جیسے قوم عاد اور ثمود کے ساتھ کیا گیا یا گناہ کو حلال قرار دینا جیسے قوم لوط سے ساتھ کیا گیا۔

تخویف اخروی [لوگوں کو آخرت کے عذاب کے ذریعے سے ڈرانا]

﴿فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ وَلَن تَفۡعَلُواْ فَٱتَّقُواْ ٱلنَّارَ ٱلَّتِي وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُۖ أُعِدَّتۡ لِلۡكَٰفِرِينَ﴾ [سورة البقرة 24:2]

«پس اگر تم نے ایسا نہیں کیا اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے»

قرآن مجید کی آخری سورتوں میں تخویف اخروی کی مثالیں زیادہ ہیں کیونکہ ان میں اثبات آخرت کا مضمون ہے۔

عذاب برزخ

عذاب کی تیسری قسم عذاب برزخ ہے۔

﴿ ٱلنَّارُ يُعۡرَضُونَ عَلَيۡهَا غُدُوّٗا وَعَشِيّٗاۚ وَيَوۡمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدۡخِلُوٓاْ ءَالَ فِرۡعَوۡنَ أَشَدَّ ٱلۡعَذَابِ﴾ [سورة غافر 46:40]

«(یعنی) آتش (جہنم) کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جس روز قیامت برپا ہو گی (حکم ہو گا کہ) فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں داخل کرو»

مذکورہ آیت میں پہلے عذاب سے مراد عذاب قبر اور دوسرے سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ جیسا کہ سورۃ طہ کی آیت میں بھی ہے:

﴿ وَمَنۡ أَعۡرَضَ عَن ذِكۡرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةٗ ضَنكٗا وَنَحۡشُرُهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ أَعۡمَىٰ ﴾[سورة طه 124:20]

«اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے»

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلف کی اکثریت نے: فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةٗ ضَنكٗا کی تفسیر عذاب قبر سے کی ہے۔ [مفتاح دار السعادة 43:1] عذاب برزخ کے بعد دار بوار یعنی آخرت کے عذاب کو: وَنَحۡشُرُهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ أَعۡمَىٰ کے ساتھ کر کیا گیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن سے اعراض کرنے والوں پر (قبر میں) تنگی اور پریشانیاں نازل ہوتی ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے: وَمَنۡ أَعۡرَضَ عَن ذِكۡرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةٗ ضَنكٗا کے ذریعے ان کا فیصلہ کر دیا۔

وَمَنۡ أَعۡرَضَ عَن ذِكۡرِي کی تفسیر

عَن ذِكۡرِي یعنی میرا ذکر۔ ذکر یا تو مصدر ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے جیسے قیامي و قراءتي :میرا قیام، میری قراءت۔ یا مفعول کی طرف مضاف ہے: وَمَنۡ أَعۡرَضَ عَن أَنْ يَّذْكُرَنِيْ جس کا مطلب ہے کہ مجھے یاد کرنے سے اعراض کرے۔ یہ تفسیر لازم المعنی یعنی معنی کے ساتھ لازم ہے لیکن احسن تفسیر یہ ہے کہ یہ إضافة المصدر إلى معموله یعنی مصدر کی اضافت اپنے معمول (فاعل یا مفعول) کے باب سے نہیں ہے۔ بلکہ إضافة الإسم یعنی اسم کی اضافت کے باب سے ہے۔ جس کا معنی ہے: وَمَنۡ أَعۡرَضَ عَن كِتَابِيْ وَلَمْ يَتَّبِعْهُ « جس نے میری کتاب سے اعراض کیا اور اس کی تابعداری نہیں کی » ۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ سورۃ غافر40:3 میں آتا ہے: غَافِرِ ٱلذَّنۢبِ وَقَابِلِ ٱلتَّوۡبِ شَدِيدِ ٱلۡعِقَابِ یہاں غافر، قابل اور شدید کی اضافت سے مقصود فعل متجدد کی اضافت نہیں ہے بلکہ مقصود وہ وصف ہے جو اللہ کے لئے ثابت اور لازم ہے۔ اسی طرح غافر، قابل بطور وصف لازم لائے گئے ہیں جس سے اللہ کا نام مراد ہے جو "اعرف المعارف" ہے۔[مفتاح دار السعادۃ1:42-43]

ابن قیم فرماتے ہیں: إن نعيم البرزخ وعذابه مذكورٌ فى القرآن فى غير موضعٍ [کتاب الروح:102]

« برزخ کی نعمتیں اور عذاب قرآن مجید کے متعدد مقامات میں مذکور ہیں »

قرآن مجید کی جن آیات سے عذاب برزخ ثابت ہے وہ آیات مندرجہ ذیل ہیں:

1. سورۃ البقرۃ154:2
2. سورۃ آل عمران169:3
3. سورۃ الأنعام93:6 [49]
4. سورۃ الأنفال50:8-51
5. سورۃ التوبۃ101:9[50]
6. سورۃ ابراہیم27:14
7. سورۃ الحجر74:15
8. سورۃ النحل28:16-29
9. سورۃ طٰہٰ124:20
10. سورۃ المؤمنون99:23-100
11. سورۃ الم السجدۃ21:32
12. سورۃ حم مؤمن45:40-46[51]
13. سورۃ فصلت30:41
14. سورۃ الواقعۃ83:56-94
15. سورۃ نوح25:71
16. سورۃ البروج10:85

ذکر سے مراد قرآن

﴿ وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَٰهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُۥ مُنكِرُونَ ﴾ [سورة الانبیاء50:21]

« یہ مبارک نصیحت ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے تو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو؟ »

﴿ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ ٱلْءَايَٰتِ وَٱلذِّكْرِ ٱلْحَكِيمِ ﴾ [سورة آل عمران 58:3]

« (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) یہ ہم تم کو (خدا کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں »

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِٱلذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُۥ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ ﴾ [سورة فصلت 41:41-42]

« جن لوگوں نے نصیحت کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آئی۔ اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (خدا) کی اُتاری ہوئی ہے »

﴿ وَإِن يَكَادُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَٰرِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا۟ ٱلذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُۥ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَٰلَمِينَ ﴾ [سورة القلم 52:68]

« اور (لوگو) یہ (قرآن) اہل عالم کے لئے نصیحت ہے »

﴿ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ ٱتَّبَعَ ٱلذِّكْرَ وَخَشِىَ ٱلرَّحْمَٰنَ بِٱلْغَيْبِ ۖ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ﴾ [سورة یس 16:36]

« تم تو صرف اس شخص کو نصیحت کر سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور خدا سے غائبانہ ڈرے سو اس کو مغفرت اور بڑے ثواب کی بشارت سنا دو »

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ ٱفْتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِىَ إِلَىَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَىْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلظَّٰلِمُونَ فِى غَمَرَٰتِ ٱلْمَوْتِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا۟ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوٓا۟ أَنفُسَكُمُ ۖ ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ ﴾ [سورة الانعام 93:6]

« اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو خدا پر جھوٹ افتراء کرے۔ یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں۔ اور کاش تم ان ظالم (یعنی مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھو جب موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لئے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں۔ آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس لئے کہ تم خدا پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سر کشی کرتے تھے »

ختم القلب [دل پر مہر کا لگنا]

جب تبلیغ کرنے والا اپنی بات پہنچا دیتا ہے تو جو شخص اس کی بات سے انکار کرتا ہے تو وہ انکار اس کے لئے اعراض یعنی حق سے منہ موڑنے کا باعث بنتا ہے اور حق سے اعراض اہل حق سے بحث و مباحثہ اور جنگ و جدال میں بدل جاتی ہے اور یوں اہل حق پر طرح طرح کے فتوے لگانا شروع ہو جاتے ہیں جیسے جادوگر، کاہن وغیرہ۔ آج کے زمانے میں اہل حق کو جادوگر اور کاہن کہنے کی بجائے وہابی کہا جاتا ہے اور اس بارے میں یہ خیال ہوتا ہے کہ جسے وہ وہابی کہہ رہے ہیں وہ ضال مضل ہے یعنی خود بھی گمراہ ہے اوروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے کیونکہ وہاب اللہ کا نام ہے اور وہاب کے ساتھ "یائے نسبت" لگانے پر "اس کا مطلب بنتا ہے "ربانی" یعنی اللہ کے احکام کو ماننے والا۔ تو لاعلمی کی وجہ سے ایسے لوگ اہل حق کی مذمت کرنے کی بجائے ان کی اعلیٰ صفت کے ساتھ مدح کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ کیسے ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو فوقیت دیتا ہے کہ ان کے دشمنوں یعنی مبتدعین معاندین کی زبانوں سے بھی ان کے لئے تنقیص اور برا بھلا پسند نہیں کرتا۔ مذکورہ بالا تین مراتب یعنی انکار، اعراض اور جدال کے بعد بالآخر انسان

ختم قلب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جو کہ گمراہی کا آخری مرتبہ ہے جس کے بعد انسان کبھی بھی ہدایت حاصل نہیں کر سکتا بلکہ دن بدن اس کی شقاوت (بدبختی) بڑھتی جاتی ہے۔

خَتَمَ کے معنی مہر کے ہیں اور مہر کہتے ہیں: کسی چیز کو ایسا بند کر دینا یہاں کہ اس میں کوئی چیز داخل نہ ہو سکے [52]۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

ختم کے معنی کسی چیز میں مہر کی طرح اثر کرنے (نشان چھوڑنے) کے ہیں اور یا مہر سے لگائے جانے والے "نشان" کو کہتے ہیں۔ جس طرح دروازوں اور کتابوں پر مہر لگا کر اس میں کسی چیز کے داخلے کو منع کیا جاتا ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے مجازاً کسی بھی چیز کو باندھنا اور اس میں کسی چیز کے داخلے کو روکنے پر "ختم" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور کبھی اس کا اطلاق مہر سے حاصل ہونے والے نشان پر قیاس کرتے ہوئے "کسی چیز سے اثر حاصل کرنے" پر کیا جاتا ہے۔ اور کبھی اس کا اطلاق کسی چیز کو آخر تک پہنچانے پر کیا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں:" ختمت القرآن أي انتهيت إلى آخره "« میں نے قرآن ختم کیا اس کا مطلب ہے کہ میں نے اسے آخر تک پہنچایا» ختم عليه « اس پر مہر لگائی گئی ہے » کا مطلب ہے: إنتهى فى المعاصي حتى تورثه هيئة تمرنه على إستحسان المعاصي « کہ گناہوں میں وہ اس انتہا کو پہنچ چکا ہے کہ گناہوں کو اچھا سمجھنا اس کی خُو بن چکی ہے » عادت الٰہی یہ ہے کہ انسان جب باطل اعتقاد اور محرمات کے ارتکاب میں اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ کسی طرح بھی حق کی طرف التفات نہ کرے تو گناہوں کو اچھا سمجھنا اس کی طبیعت بن جاتی ہے۔ گویا اس طرح اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ [المفردات فی غریب القرآن:274-275، مادۃ: ختم]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ایک کے بعد ایک ہوتے ہیں پس جو دل ان فتنوں میں مبتلا ہوا اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں ایک سفید نکتہ لگ جائے گا۔ یہاں تک کہ دل دو قسم کے ہو جائیں گے ایک تو سفید چکنے پتھر کی طرح کہ جب تک کہ زمین و آسمان قائم و باقی ہیں اسے کوئی بھی فتنہ نقصان نہیں پہنچائے گا اور دوسرا دل سیاہ راکھ کے کوزے کی طرح کہ نیکی کو پہچانے گا نہ ہی بدی سے انکار کرے گا مگر اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا۔[53]

ابن کثیر ذکر کرتے ہیں کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مؤمن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے پس اگر وہ توبہ و استغفار کر لے تو اس کا دل صاف روشن ہو جاتا ہے۔ اور اگر مزید وہ گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نکتہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے۔ پس یہی وہ ران (زنگ) ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے: كَلَّاۖ بَلْۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُواْ يَكْسِبُونَ [سورۃ المطففین 14:83] « ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کیا ہے » ابن جریر فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب یکے بعد دیگرے گناہ سرزد ہوتے ہیں تو دل کو بند کر دیتے ہیں اور جب دل بند ہو جاتا ہے تو اللہ کی طرف سے مہر لگ جاتی ہے پھر ایمان کا دل میں داخل ہونے کا کوئی راستہ ہے نہ ہی کفر سے دل کی خلاصی کی کوئی راہ ہے۔ [تفسیر القرآن العظیم 85:1]

کافروں کے دلوں پر ختم قلب کی مختلف الفاظ سے تعبیر:

قرآن مجید نے ختم قلب کو مختلف تعبیرات کے ساتھ ذکر کیا ہے[54]۔ کبھی اللہ ختم قلب کو سبب بتلائے بغیر ذکر کرتا ہے تو کبھی اس کی نسبت حقیقی خالق ہونے کی وجہ سے اپنی ذات کی طرف کرتا ہے اور کبھی اس کی نسبت لوگوں کی طرف کرتا ہے کیونکہ "ختم" کو کسب کرنے والے خود وہی ہیں:

-ختم [مہرلگانا] سے تعبیر:

﴿خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰٓ أَبْصَٰرِهِمْ غِشَٰوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝٧﴾ [سورۃ البقرۃ 7:2]

« مہرلگائی ہے اللہ نے ان کے دلوں پر (یعنی حق داخل نہیں ہوتا) اور کانوں پر، اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں، اور ان کے لئے (آخرت میں) بڑا عذاب ہے »

-غفلت سے تعبیر:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ ءَاذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ كَٱلْأَنْعَٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَٰفِلُونَ﴾ [سورۃ الاعراف 179:7]

« اور ہم نے (اپنے علم میں) بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں (ان کی کیانشانیاں ہیں؟) ان کے دل ہیں لیکن ان سے (قرآن مجید کو) سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے (قرآن مجید کو) دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے (قرآن مجید کو) سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں »

-طبع [مہرلگانے] سے تعبیر:

﴿وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ ٱللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ﴾ [سورۃ النساء 155:4]

« اور ان کے اس قول کے بہ سبب کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر ان کے کفر کی وجہ سے مہر لگائی ہے »

-حجاب [پردے] سے تعبیر:

﴿وَإِذَا قَرَأْتَ ٱلْقُرْءَانَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا﴾ [سورۃ بنی اسرائیل 45:17]

« اور جب قرآن پڑھا کرتے ہو تو ہم تم میں اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے پوشیدہ پردہ ٹھہراتے ہیں »

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن ذِكْرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُۥ فُرُطًا﴾ [سورۃ الکھف 28:18]

« اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی کتاب سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا نہ ماننا »

-قفل [تالہ لگانا] سے تعبیر:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَآ﴾ [سورۃ محمد 24:47]

« بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں »

-أكنة [پردوں] سے تعبیر:

﴿وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا فِىٓ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَآ إِلَيْهِ وَفِىٓ ءَاذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ﴾ [سورۃ فصلت 5:41]

« اور کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ (یعنی بہراپن) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے »

-سد [بند باندھنا] سے تعبیر:

﴿وَجَعَلْنَا مِنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ﴾ [سورة یس 9:36]

« اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنادی اور ان کے پیچھے بھی۔ پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ نہیں سکتے »

﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ ٱللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِۦ وَقَلْبِهِۦ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِۦ غِشَٰوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِنۢ بَعْدِ ٱللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ [سورة الجاثیة 23:45]

« بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے۔ بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے؟ »

-ران [زنگ لگنا] سے تعبیر:

﴿ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴾ [سورة المطففین 14:83]

« ہر گز نہیں۔ بلکہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کیا ہے »

ختم قلب کی مثالوں سے وضاحت:

ابن قیم نے دو مثالیں ذکر کی ہیں جس سے انسان کو دلوں پر مہر لگانے کا مطلب بالکل واضح ہو کر سمجھ میں آتا ہے اور اوسط ذہنوں میں بھی بات بیٹھ جاتی ہے اور اس زمانے کے ان جاہلوں کے اعتراضات دفع ہو جاتے ہیں جن میں سے اکثریت جامعات میں انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

پہلی مثال:

کسی شخص کے پاس ایک گھوڑا ہو وہ اسے تیار کرے اس پر بیٹھنے کے لیے زین[55] رکھے اس کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ لے۔ اب اس کی مرضی ہے چاہے اس پر سوار ہو یا نہ ہو۔ اگر سوار ہو جاتا ہے تو اس کی مرضی ہے کہ اسے روانہ کرے یا اسے روک دے۔ لیکن روانہ کرنے کے بعد جب اسے اپنے پاؤں کی حرکت سے دوڑائے اور اس کی لگام کو چھوڑ دے یا وہ کٹ جائے تو اب گھوڑے سے گرنے نہ گرنے میں اس کا اختیار باقی نہیں رہا۔

یہی حال گناہ کرنے والے انسان کا ہے، انسان کی مرضی ہے چاہے تو گناہ کرے چاہے چھوڑ دے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [سورة المطففین 14:83] « پس جس کی مرضی وہ ایمان لے آئے اور جس کی مرضی وہ کفر کرے » اگر گناہ ایک یا دو دفعہ کر لیا تو گویا وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا، ابھی اس کی مرضی چل سکتی ہے لیکن جب گناہ عادت اور طبیعت بن گئی تو اب انسان کی کوئی مرضی نہیں رہی بلکہ وہ دائمی شقی (بدبخت) لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

دوسری مثال:

کسی شخص کی نظر اچانک کسی اچھی شکل وصورت پر پڑے تو اس کی مرضی ہے کہ دوبارہ دیکھے یا نہ دیکھے۔ اگر دوبارہ دیکھ لیا پھر بھی اسے اختیار ہے کہ سہ بارہ دیکھے یا نہ دیکھے۔ لیکن اگر مسلسل دیکھتا رہے اور اپنے آپ کو اس باطل دلیل سے دھوکا دے کہ یہ خوبصورت شکل اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے اور بار بار دیکھنے میں مشغول رہے بالآخر اس کا دل محبت کا شکار ہو جاتا ہے جس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ بلکہ جب بھی اس کی خواہش اس سے تقاضا کرے گی تو اسے نیچے سے نیچے گرائے گی۔[56]

اور ان چار مراتب کے بعد ایک اور مرتبہ آتا ہے جو "استحقاق عذاب" کا مرتبہ ہے جس کے چار اسباب ہیں اور ان چار امراض کا مرتکب عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے:

1. اہل حق کا مقابلہ [سورۃ بنی اسرائیل 17:4-7]
2. معجزات سے انکار [سورۃ بنی اسرائیل 17:59]
3. پیغمبروں کا مذاق اڑانا [سورۃ بنی اسرائیل 17:101]
4. پیغمبروں کو ہجرت پر مجبور کرنا [سورۃ ابراہیم 14:13، بنی اسرائیل 17:76، 103]

احوال منقادین:

التشجیع [حوصلہ بڑھانا، بہادر بنانا]

قرآن مجید میں تشجیع کے ساتھ ترغیب کا پہلو بھی مراد ہوتا ہے۔ مصیبتوں کو جھیلنے پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا نوح علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں کے واقعات تشجیع مع الترغیب کی مثالیں ہیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام:

﴿ وَٱتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِى وَتَذْكِيرِى بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَعَلَى ٱللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوٓا۟ أَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ ٱقْضُوٓا۟ إِلَىَّ وَلَا تُنظِرُونِ ﴿٧١﴾ ﴾[سورۃ یونس 10:71]

«اور ان لوگوں پر نوح کی خبر پڑھو جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر (بیان کے لئے) میرا کھڑا ہونا، اور اللہ کی آیتوں کے ذریعے (تمہیں) نصیحت کرنا تمہیں برا لگتا ہے پس میں اللہ پر اعتماد کرتا ہوں تو تم لوگ اپنی رائے پر اتفاق کرو اور اپنے حصہ داروں کو بھی (پکارو) پھر تمہارا فیصلہ تم پر ڈھکا چھپا نہ رہے پھر مجھے سناؤ اور مجھے مہلت بھی نہ دینا»

سیدنا ہود علیہ السلام:

﴿ إِن نَّقُولُ إِلَّا ٱعْتَرَىٰكَ بَعْضُ ءَالِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۗ قَالَ إِنِّىٓ أُشْهِدُ ٱللَّهَ وَٱشْهَدُوٓا۟ أَنِّى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ ﴾[سورۃ ہود 11:54]

« ہم تمہیں یہ تنبیہ دیتے ہیں کہ ہمارے بعض حاجت روا تمہیں کوئی مصیبت پہنچا دیں گے۔ ہود نے کہا بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں»

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو تن تنہا شرک سے ڈرایا ہے حالانکہ قوم ان کے خون کی پیاسی ہے[57]۔ انہیں برملا للکارا ہے کہ میرے خلاف جو کر سکتے ہو کرو۔ سیدنا ہود علیہ السلام نہ تو ان سے ڈرے اور نہ ان کے جعلی خداؤں سے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام:

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد اور اپنی قوم کو توحید کی طرف تن تنہا دعوت دی اور نہیں ڈرے یہاں تک کہ انہیں آگ میں ڈالا گیا:

﴿ قَالُوا۟ حَرِّقُوهُ وَٱنصُرُوٓا۟ ءَالِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَٰعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَٰنَارُ كُونِى بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿٦٩﴾ ﴾[سورۃ الانبیاء 21:68-69]

« انہوں نے کہا اسے جلا دو اور اپنے مدد گاروں کی مدد کرو اگر تم یہ کام کرنے والے ہو (پس انہوں نے اسے آگ میں ڈالا) تو ہم نے کہا اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا »

﴿وَلَا تَهِنُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَنتُمُ ٱلْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ١٣٩﴾ [سورۃ آل عمران 3:139]

« اور سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہوں اور تم غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو »

التسلية [نبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ایمان والوں کو تسلی دینا]

جب ایمان والوں پر مصیبتیں ٹوٹ پڑتی ہیں اور کفار اپنی سرکشی اور مال و دولت پر اترانے کے بہ سبب ایمان والوں کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اُڑاتے ہیں تو اللہ رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ایمان والوں کو ان حالات میں صبر واستقامت کا حکم دیتا ہے۔ کبھی تسلی گناہوں سے نجات پر، تو کبھی سرکشوں کو ہلاکت پر اور کبھی تنبیہ سمیت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کثرت سے ایمان والوں کو اصول مہمہ اور اصول ممدۃ کی ترغیب دیتا ہے یعنی توحید، رسالت، کتابوں پر ایمان، آخرت پر ایمان، جہاد، انفاق۔ اور انبیاء کے واقعات کے ذریعے لوگوں کو تشجیع دیتا ہے کہ تمام پیغمبر ان اصول پر بھیجے گئے تھے لیکن نہ تو وہ سست ہوئے اور نہ ہی وہ دشمن کے سامنے ذلیل ہوئے۔ اور یہ آزمائش اور ابتلاء ہے لیکن آخری انجام متقین کے لیے ہے اور اللہ فرماتے ہیں کہ ہم پر مومنین کی نصرت کرنا لازم ہے ۔[سورۃ الروم 30:47] اور بے شک اللہ کافر لوگوں کی جڑ کاٹتا ہے پس الوہیت کی تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔[سورۃ الانعام 6:45]

بشارت [خوشخبری][58]

امام رازی فرماتے ہیں:

البشارة هي الإخبار عن حدوث شيء ما كان معلوم الوقوع أما لو كان معلوم الوقوع لم يكن بشارة [التفسیر الکبیر 16:16، سورۃ التوبۃ:21]

« ان باتوں کی خبر دینا جن کا واقع ہونا معلوم نہ ہو، بشارت کہلاتی ہے۔ اور جن باتوں کا واقع ہونا معلوم ہو وہ بشارت (خوشخبری) نہیں کہلاتی »

ابن العربی فرماتے ہیں:

البشارة هي: الإخبار عن المحبوب والنذارة هي: الإخبار بالمكروه [احکام القرآن 1:25]

« محبوب اور پسندیدہ چیزوں کے بارے میں خبر دینا خوشخبری کہلاتا ہے، اور ناپسندیدہ چیزوں کی خبر دینا "إنذار "ڈرانا کہلاتا ہے »

بشارت کبھی دعویٰ سے پہلے مذکور ہوتی ہے اور کبھی دعویٰ کے بعد۔

دعویٰ کے بعد بشارت کی مثال:

﴿وَٱلَّذِينَ ٱجْتَنَبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ١٧ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَىٰهُمُ ٱللَّهُ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمْ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ١٨﴾ [سورۃ الزمر 39:17-18]

« اور جنہوں نے غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی (عبادت کی) طرف رجوع کیا ان کے لئے بشارت (خوشخبری) ہے۔ تو میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو جو بات (قرآن) کو سنتے اور (اس کی) اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں (اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتے ہیں)۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے توفیق دی ہے اور یہی عقل والے ہیں »

دعویٰ سے پہلے بشارت کی مثال:

سورۃ المؤمنون کے آغاز میں ایمان والوں کی کامیابی اور انہیں جنت کی خوشخبری دینا اور سورۃ کے آخر میں کافروں کی ناکامی کی خبر دی گئی ہے۔

قرآن مجید میں "بشارت" پر مستقل سورتیں ہیں جیسے: سورۃ الروم، سورۃ الفتح، سورۃ الکوثر۔

بشارت کی دو قسمیں ہیں:

1. بشارت دنیاوی

2. بشارت اخروی

بشارت اخروی کی بہ نسبت بشارت دنیوی کا ذکر کم ہے کیونکہ دنیا میں ایمان والوں کے لیے بدلہ کافی نہیں ہے۔ دنیا میں خوشخبری سے مراد فتح اور نصرت ہے جس کا بیان مومنین کے دلوں کو سکون اور مضبوطی کے لیے کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَهُ ٱللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِۦ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا ٱلنَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝١٠ إِذْ يُغَشِّيكُمُ ٱلنُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِۦ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ ٱلشَّيْطَٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ ٱلْأَقْدَامَ ۝١١﴾[سورۃ الانفال 8:10-11]

«اور اس مدد کو اللہ نے محض بشارت بنایا تھا کہ تمہارے دل سے اطمینان حاصل کریں۔ اور فتح تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے جب اس نے (تمہاری) اطمینان کے لیے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اُڑھادی اور تم پر اوپر سے پانی برسادیا تاکہ تم کو اس کے ذریعے سے پاک کردے اور شیطانی نجاست کو تم سے دور کردے۔ اور اس لیے بھی کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور اس سے تمہارے پاؤں جمائے رکھے»

﴿وَأَمَّا ٱلَّذِينَ ٱبْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِى رَحْمَةِ ٱللَّهِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝١٠٧﴾[سورۃ آل عمران 107:3]

«اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت (یعنی جنت) میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے»

﴿وَمَن يَأْتِهِۦ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلدَّرَجَٰتُ ٱلْعُلَىٰ ۝٧٥ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ مَن تَزَكَّىٰ﴾[سورۃ طٰہٰ 20:75-76]

«اور جو اس کے روبرو ایمان کی حالت میں آئے گا اور نیک عمل کیا ہو گا تو ایسے لوگوں کے لئے اونچے اونچے درجے ہیں (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو پاک ہوا»

بشارت اُخروی:

﴿وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا۟ مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوا۟ هَٰذَا ٱلَّذِى رُزِقْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَأُتُوا۟ بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝٢٥﴾[سورۃ البقرۃ 25:2]

«اور خوشخبری دو ان لوگوں کو جنہوں نے (مسئلہ توحید کو) مانا اور نیک عمل کیا (سنت کے مطابق)، کہ ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان میں سے کوئی میوہ کھانے کے لئے دیا جائے گا تو کہیں گے، یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے (دنیا میں) میں دیا گیا تھا۔ اور ان کو کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے (لیکن ہم ذائقہ نہیں ہوں گے)[59] اور ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے»

﴿مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝٩٧﴾[سورۃ النحل 97:16]

«جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور شرط یہ ہے کہ وہ مومن بھی ہو تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک زندگی (قناعت والی زندگی)[60] سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے»

﴿وَٱلَّذِينَ هَاجَرُوا۟ فِى ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا۟ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ ٱلْءَاخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾﴾[سورة النحل 41:16]

« اور جن لوگوں نے اللہ کے دین میں ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے۔ اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔ کاش وہ (اسے) جانتے » اس آیت میں مہاجر کی بلند مرتبے کا بیان ہے۔

اللہ نے توحید پر ڈٹ جانے والوں پر فرشتوں کے نزول کی خوشخبری دی ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُوا۟ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَبْشِرُوا۟ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾[سورة فصلت 30:41]

« بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اُتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور اس جنت کی خوشخبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا »

سورۃ یونس میں ولی کی تعریف کو خوشخبری سمیت بیان فرمایا ہے:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ﴾[سورۃ یونس 10:62-64]

« خبر دار! بے شک کہ جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہو گا (آنے والا وقت کا) اور نہ وہ غمناک ہوں گے (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) (یعنی) جو لوگ ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔ ان کے لئے دنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے »

﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾[سورۃ طہ 20:112]

« اور جو کوئی نیک عمل کرے اس حال میں کہ وہ مومن ہو تو نہ تو وہ کسی زیادتی سے ڈرے گا اور نہ ہی اجر کی کمی سے »

﴿قُلْنَا ٱهْبِطُوا۟ مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾﴾[سورۃ البقرۃ 2:38]

« ہم نے کہا سب یہاں سے جاؤ یا اترو۔ پس اگر میری طرف سے ہدایت (کتاب) آ جائے پس جو کوئی میری ہدایت (کتاب) کی پیروی کرے تو نہ تو انہیں (آنے والے وقت کا) ڈر ہو گا اور نہ ہی وہ (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) غمگین ہوں گے »

﴿أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ جَنَّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهِمُ ٱلْأَنْهَٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ ۚ نِعْمَ ٱلثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾﴾[سورۃ الکھف 18:31]

« ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ باریک ریشم اور اطلس کے سبز کپڑے پہنا کریں گے (اس حال میں کہ) تختوں پر تکیئے لگا کر بیٹھا کریں گے۔ کیا خوب بدلہ اور کیا خوب آرام گاہ ہے »

اور کبھی اس کا اطلاق شر میں بھی تھکماً [بطور تحقیر] کیا گیا ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ٱلنَّبِيِّۦنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ ٱلَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِٱلْقِسْطِ مِنَ ٱلنَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾﴾[سورۃ آل عمران 3:21]

« بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں جو انصاف (توحید) کا حکم دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دیں »

ربط القلب [دل کی مضبوطی کا بیان]

ختم قلب کے مقابلے میں ربط القلب ہے۔ جس طرح کافروں پر ختم القلب کامہران کے اعمال کی وجہ سے لگایا جاتا ہے اسی طرح ربط القلب ایمان والوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ اور ربط القلب کی نسبت کبھی اللہ کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ یہ اس کی جانب سے فضل واحسان ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ایمان والوں کے دل اپنی اطاعت کی جانب یوں پھیر دیئے ہیں کہ اب وہ بالکل اس کی نافرمانی کی طرف نہیں لوٹتے۔ جیسا کہ اہل بدر کے متعلق حدیث میں آتا ہے: "جو مرضی کرو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا ہے"۔[61] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل گناہوں کی طرف میلان نہیں کرتے۔

اور کبھی ربط القلب کی نسبت ایمان والوں کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ ربط القلب اسی چیز کا اثر ہے جو اس دل کو پلایا گیا ہے (یعنی ایمان والے کا اپنا کسب ہے)۔ ربط الفرس یعنی گھوڑے کو باندھنے کا مطلب کسی جگہ پر اسے حفاظت کی غرض سے باندھ دینا (تاکہ وہ کھو نہ جائے)۔

آسان لفظوں میں ربط کہتے ہیں: السكينة على قلوب المؤمنين «ایمان والوں کے دلوں کو اطمینان اور سکون دینا»

قرآن مجید میں ربط القلب پر مثالیں:

اصحاب کھف:

﴿وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَ مِن دُونِهِ إِلَٰهًا ۖ لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾﴾ [سورة الکھف 14:18]

«اور ہم نے ان کے دلوں پر پٹی لگا دی جب وہ (اُٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اس کے سوا کسی حاجت روا کو نہیں پکاریں گے (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم نے قول میں تجاوز کیا»

﴿وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠﴾﴾ [سورة القصص 10:28]

«اور موسیٰ کی ماں کا دل (سوائے موسیٰ کے) ہر چیز سے خالی ہو گیا اگر ہم اُن کے دل مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ وہ اس (قصّے) کو ظاہر کر دیں۔ تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں»

﴿قَالُوا لَن نُّؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا ۖ فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ ۖ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿٧٣﴾﴾ [سورة طہ 20:72-73]

«انہوں نے کہا جو دلائل ہمارے پاس آ گئے ہیں ان پر اور جس نے ہم کو پیدا ہے اس پر ہم تمہیں ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تو تمہیں جو فیصلہ کرنا ہے کرو۔ بے شک تم صرف اسی دنیا کی زندگی میں فیصلہ دے سکتے ہو۔ بے شک ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور (اسے بھی) جو تونے ہم سے زبردستی جادو کرایا۔ اور اللہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے»

دل کی مضبوطی کے حصول کا طریقہ:

دل کی مضبوطی اور اس کا اطمینان اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾﴾ [سورة آل عمران 21:3]

«جو لوگ ایمان لائے اور اُن کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں»

اپنے رب سے فریاد طلب کرنا:

بالخصوص میدان جہاد میں کہ اے اللہ !تو فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد کر۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّى مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝٩ وَمَا جَعَلَهُ ٱللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِۦ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا ٱلنَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝١٠ إِذْ يُغَشِّيكُمُ ٱلنُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِۦ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ ٱلشَّيْطَٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ ٱلْأَقْدَامَ ۝١١ ﴾[سورة الانفال 8:9-11]

« یاد کرو کہ جب تم لوگ فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو اس نے تمہاری (فریاد کو) قبول کیا کہ میں یقینی طور پر تمہاری مدد کے لئے اتارنے والا ہوں ایک ہزار فرشتے پے درپے اترنے والے۔ اور اس (امداد) کو بھی اللہ نے نہیں بنایا مگر محض ایک خوشخبری تم لوگوں کے لئے، اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل، ورنہ فتح تو (حقیقت میں) اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، بیشک اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ یاد کرو کہ جب وہ طاری فرما رہا تھا تم پر (عین حالت جنگ میں) ایک اونگھ، اپنی طرف سے ایک امن و سکون، اور وہ برسا رہا تھا تم پر اوپر سے پانی، تاکہ وہ پاک کر دے تم لوگوں کو اس کے ذریعے، اور دور فرما دے تم سے شیطان کی گندگی، اور مضبوط فرما دے تمہارے دلوں کو، اور جما دے اس کے ذریعے تمہارے قدموں کو »

اور یہ مدد انسان کو "تاسیس جماعت کے پانچ قواعد" جو اس سے قبل تنظیم کے عنوان میں گزر چکے ہیں، پر استقامت، تقویٰ اور گناہوں سے اجتناب پر حاصل ہوتی ہے۔

ناسخ و منسوخ کی معرفت:

قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے ناسخ منسوخ کی معرفت بہت ضروری ہے، اور اس میں سترہ مسائل ہیں:[62]

پہلا مسئلہ:

نسخ کے لغوی معنی ہیں: زائل کرنا یا ختم کرنا۔ جیسے: نسخت الشمس الظل سورج نے سائے کو زائل کر دیا یعنی سورج کی روشنی آئی تو سایا ختم ہوا۔ نسخت الریح الآثار ہوا نے قدموں کے نشانات کو مٹا دیا۔ اور اسی سے تناسخ القرون بھی ہے۔ نسخ اپنے اسی لغوی معنوں میں سورۃ الحج 22:52 میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح نسخ لغت میں نقل کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے اور اسی سے نسخت الکتاب ہے۔

نسخ کی اصطلاحی تعریف: هو الخطاب الدال على ارتفاع الحكم الثابت بالخطاب المتقدم على وجهٍ لولاه لكان ثابتا مع تراخيه عنه « وہ خطاب جو ایسے حکم کو اٹھانے پر دلالت کرے جو اس سے پہلے کئے گئے خطاب کے ذریعے ثابت تھا بایں وجہ کہ اگر مابعد خطاب نہ ہوتا تو ماقبل خطاب بدستور ثابت ہوتا۔ اور دوسرا خطاب پہلے خطاب سے مؤخر ہو »[63]

دوسرا مسئلہ:

نسخ عقلاً نقلاً دونوں طرح جائز ہے۔ مگر معتزلہ میں سے ابو مسلم اصفہانی نے انکار کیا ہے اور اسی طرح یہود بھی نسخ کے منکر ہیں۔ حالانکہ یہود اس سے انکار کرنے میں خود تورات کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ کے سامنے تضرع اور عاجزی کی اور اللہ نے ان سے بعض احکام اٹھا لئے۔ اور بعض لوگوں نے ابو مسلم اصفہانی کے قول میں بھی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ وہ نسخ کے منکر نہیں ہیں۔

منسوخ کے فوائد کا بیان:

جان لو کہ شریعت دو قسم کے مسائل پر مشتمل ہے: ایک وہ جس کے نفع کا دارومدار دنیا اور آخرت میں عقل پر ہو۔ اور دوسرا وہ جس کا دارومدار سماع پر ہو۔ پہلی قسم منسوخ نہیں ہو سکتی جیسے اللہ کی معرفت، اس کی اطاعت، مخلوق پر شفقت، اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں: اور یاد کرو جب اللہ نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔[سورۃ البقرۃ 2:83]

اور دوسری قسم میں کچھ وجوہات کی بناپر منسوخی یا تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ ایک وجہ آسانی کرنا دوسری وجہ احسان کرنا۔ کیونکہ انسانی نفس جب کوئی کام کرتا ہے تو وہ اس کی عادت بن جاتی ہے۔ اور تیسری وجہ وقت کے لحاظ سے لوگوں کی مصلحت کا خیال رکھنا۔

امام محمد بن ادریس الشافعی اپنی کتاب رسالہ میں فرماتے ہیں کہ منسوخ اللہ کی طرف سے رحمت اور بندوں پر آسانی کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

تیسرا مسئلہ:

اس میں سات باتیں ہیں:

1. یہ کہ منسوخ شرعی طور پر ہو۔
2. ناسخ اس سے منفصل (الگ) اور اس کے بعد آنے والا ہو۔ اگر متصل اللہ کے حرام کردہ یا حلال کردہ چیزوں سے ہو تو یہ صحیح نہیں ہوگا[64]۔ نہ ہی استثنا ناسخ کہلاتی ہے بلکہ وہ تخصیص ہوگی۔
3. ناسخ نص ہو۔
4. منسوخ کسی وقت کے ساتھ خاص نہ ہو۔
5. ناسخ منسوخ کی طرح ہو۔
6. منسوخ کرنے کا تقاضا ناسخ کے تقاضے سے مختلف ہو (یعنی پچھلا حکم کسی تقاضے کے باعث نازل کیا گیا ہو اور کسی اور تقاضے کے باعث منسوخ کیا جارہا ہو)۔
7. منسوخ وہ کیا جارہا ہو جس کا نسخ کرنا جائز ہے، اخبار منسوخ نہیں کی جاسکتیں، اگر ایسا ہوا تو خبر دینے والا جھوٹا قرار پائے گا۔

چوتھا مسئلہ:

مکلف کے علم میں آنے سے قبل نسخ جائز نہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ جائز ہے جیسا کہ لیلۃ المعراج کی نمازوں کا معاملہ۔

پانچواں مسئلہ:

کیا پہلے منسوخ کو بدلنا شرط ہے؟ جیسا کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مشورہ لینے سے قبل صدقہ دینے کا حکم کا نسخ۔ اور قربانی کے گوشت کو محفوظ کرنے کا حکم۔ اس کا جواب سورۃ البقرۃ 106:2 میں دیا گیا ہے۔

چھٹا مسئلہ:

بدل سے نسخ کرنا کئی قسموں کا ہوتا ہے: پہلی یہ کہ ناسخ منسوخ کی طرح کا ہی ہو آسانی اور سختی میں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرا سختی کو آسانی سے بدل دینا، اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں۔ تیسرا آسان کو مشکل حکم سے بدل دینا، ظاہریوں کے برعکس جمہور اس کو جائز کہتے ہیں۔

ساتواں مسئلہ:

اخبار کے نسخ کے جواز میں، اس میں تفصیل ہے۔ یہ کہ کہا جائے اگر وہ ایسی خبر ہے جس کو بدلنا جائز نہیں، جیسا ہمارا کہنا (العالم حادث) (اس کو نسخ کرنا کسی حالت میں جائز نہیں، اور اگر وہ ایسی خبر ہو جس کو بدلنا جائز ہے یا تو ماضی کی خبر ہو یا مستقبل کی۔ اور مستقبل میں یا جزا و سزا ہو یا کسی کم کا بدلہ ہو۔ جیسے حج کے وجوب کی خبر۔ جمہور کی رائے ہے کہ یہ خبر کی ان تمام اقسام میں نسخ جائز ہے، ابو علی، ابو ہاشم کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی بھی چیز کا نسخ جائز نہیں۔

محصول کتاب میں لکھاہے کہ کہ یہ اکثر متقدمین کا قول ہے۔ زرکشی فرماتے ہیں اگر خبر کا مدلول وہ ہو جسے بدلنا ممکن نہیں یعنی کہ وہ صرف ایک ہی صفت میں واقع ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات۔ جو خبر انبیا اور امتوں، قیامت اور اس کی نشانیوں سے متعلق ہو تو اس کا نسخ کرنا بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ یہ جھوٹ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اگر وہ ایسی خبر ہو جس کو بدلنا جائز ہے یا تو ماضی کی خبر ہو یا مستقبل کی۔ اور مستقبل میں یا جزا و سزا ہو یا کسی کم کا بدلہ ہو، تو یہ ایسا موضوع ہے جس میں اختلاف ہے۔ ابو عبداللہ، ابو حسین بصریان، عبدالجبار، فخر الدین رازی کی رائے کے مطابق یہ مطلقا جائز ہے اور ابو بکر صیرفی، قاضی ابو بکر، عبدالوھاب، سمعانی، ابن حاجب، ابو الفتح نے اس کو مکمل منع کیا ہے، اور بعض نے اس کی تفصیل بیان کی ہے، انہوں نے کہاہے کہ وعید میں نسخ جائز ہے اور وعد میں نسخ جائز نہیں۔

آٹھواں مسئلہ :، حکم کی بجائے تلاوت کا منسوخ ہونا اور اس کے برعکس اور دونوں کا ایک ساتھ منسوخ ہونا

نواں مسئلہ: قرآن کا قرآن سے منسوخ ہونا[65]

دسواں مسئلہ: متواتر سنت سے قرآن مجید کا منسوخ ہونا

گیارواں مسئلہ: سنت کا قرآن سے منسوخ ہونا جمہور کے نزدیک جائز ہے، اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں۔

بارہواں مسئلہ: جمہور کے مطابق فعلی سنت، قولی سنت کو ایسے ہی منسوخ کر سکتی ہے جیسا کہ قولی فعلی کو منسوخ کر سکتی ہے۔

تیرہواں مسئلہ: اجماع نہ منسوخ کرتا ہے نہ منسوخ ہوتا ہے۔

چودہواں مسئلہ: قیاس قرآن مجید کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

پندرہواں مسئلہ: نص پر زیادت۔

سولواں مسئلہ: عبادات میں کمی، کیا اسے نسخ تصور کیا جائے گا؟

سترہواں مسئلہ: اس طریق کی معرفت جس سے ناسخ کا ناسخ ہونا معلوم ہو سکے۔

شان نزول:

قرآن مجید کے فہم میں شانِ نزول کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن لوگ اس کے بارے میں چند غلط فہمیوں کا شکار ہوئے ہیں۔ تفاسیر میں ایک جملہ " نزلت في كذا "شان نزول کے حوالے سے اکثر استعمال ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس کا مفہوم سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک آیت فلاں کافر اور فلاں مشرک، فلاں یہودی اور فلاں منافق کے حق میں نازل ہوئی ہے اس لئے اس آیت کے حکم کو اُسی شخص کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:" وقولهم نزلت هذه الآية في كذا يراد به تارة أنه سبب النزول ويراد به تارة أن ذلك داخل في الآية وإن لم يكن السبب كما تقول عنى بهذه الآية كذا"[مجموع الفتاویٰ 151:13]

« اور مفسرین کا یہ قول کہ یہ آیت فلاں واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کبھی تو اس جملے اس اُن کی مراد ہوتی ہے کہ وہ واقعہ اس آیت کا سبب نزول ہے اور کبھی اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ واقعہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے اگرچہ حقیقتاً وہ اُس آیت کا سبب نزول نہ ہو جیسا تم کہتے ہو اس سے مراد فلاں چیز ہے »

اس عنوان پر شاہ ولی اللہ نے [الفوز الکبیر: 18-19 اور ص:50 میں] سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

عقبات[66] ستہ: [تبلیغ کی راہ میں چھ گھاٹیاں]

میدان تبلیغ میں چھ دشوار گزار گھاٹیاں جو مبلغ کی راہ میں آتی ہیں اور اسی لئے ان قواعد کو لفظ " كَذَٰلِكَ " کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یعنی اسی طرح ہو گا۔

1. پہلا عقبہ مخالفین کے استہزاء اور مذاق پر مشتمل ہے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے: أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ بِٱلشَّٰكِرِينَ

﴿وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓاْ أَهَٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَآ ۗ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ بِٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٥٣﴾﴾ [سورۃ الانعام 6:53]

« اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں (حق پرستوں) کی بعض (باطل پرستوں) سے آزمائش کی ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہم میں سے احسان کیا ہے۔ (جواب) بھلا اللہ تابعداری کرنے والوں سے واقف نہیں؟ »

جیسا کہ آج لوگ کہتے ہیں: اچھا تو تم پنج پیر قرآن سیکھنے کے لئے جاتے ہو، کیوں اس کے علاوہ مدارس میں قرآن نہیں سکھایا جاتا۔ لیکن مبلغ کو ان باتوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے اور وہ اپنی طرف سے جواب نہ دے بلکہ اسی جواب پر اکتفا کرے جو اللہ نے اہل حق کی جانب سے دیا ہے۔ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ بِٱلشَّٰكِرِينَ

2. دوسرا عقبہ

﴿وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾﴾ [سورۃ الانعام 6:55]

« اور اس طرح ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا رستہ ظاہر ہو جائے »

اس کا جواب اگلے تین آیات میں دیا گیا ہے:

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿قُلْ إِنِّى نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۚ قُل لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ قُلْ إِنِّى عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَكَذَّبْتُم بِهِۦ ۚ مَا عِندِى مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِۦٓ ۚ إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ ٱلْحَقَّ ۖ وَهُوَ خَيْرُ ٱلْفَٰصِلِينَ ﴿٥٧﴾ قُل لَّوْ أَنَّ عِندِى مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِۦ لَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥٨﴾﴾ [سورۃ الانعام 6:56-58]

« آپ فرما دیجیے! بیشک میں اس بات سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ آپ فرما دیجیے! میں تمہاری خواہشوں کی تابعداری نہیں کرتا۔ ایسا کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا۔ آپ فرما دیجیے کہ بیشک میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ میرے پاس وہ (عذاب) نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو۔ کسی کا حکم نہیں ہے سوائے اللہ کے، وہ حق کو بیان فرماتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرما دیجیے! اگر میرے پاس وہ چیز (عذاب) ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے »

3. تیسرا عقبہ

﴿وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ ٱلْءَايَٰتِ وَلِيَقُولُواْ دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُۥ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿١٠٥﴾﴾ [سورۃ الانعام 6:105]

« اور ہم اسی طرح اپنی آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ کافر یہ نہ کہیں کہ تم (یہ باتیں اہل کتاب سے) سیکھے ہوئے ہو اور تاکہ سمجھنے والے لوگوں کے لئے تشریح کر دیں »

دَرَسۡتَ میں متعدد معانی ہیں: ایک معنی: اچھا تم نے یہ مسئلہ بیان کر دیا۔ اب بس کرو۔ دوسرا معنی: یہ باتیں پرانی ہو چکیں کوئی نئی بات بیان کرو۔ اس کا جواب دیا گیا ہے: ﴿ٱتَّبِعۡ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۖ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ١٠٦﴾ [سورۃ الانعام 106:6]

«اس کتاب کے تابع ہو جاؤ جو تمہیں تمہارے رب کی جانب سے وحی کی گئی ہے۔ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے اور مشرکین سے اعراض کرو»

اتنے میں وہ گالیوں پر اتر آئیں گے تو قرآن مبلغ کو ادب دیتا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدۡوَۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٖۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمۡ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرۡجِعُهُمۡ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ١٠٨﴾ [سورۃ الانعام 108:6]

« اور ان کو برا مت کہو جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں سو وہ اللہ کو لاعلمی کی وجہ سے حد سے گزر کر برا کہیں گے، اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر امت کے لیے ان کے (برے) اعمال۔ پھر اپنے رب کی طرف ان کو لوٹنا ہے۔ سو وہ انہیں ان کاموں کو جتلا دے گا جو وہ کرتے تھے»

4. چوتھا عقبہ

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّٗا شَيَٰطِينَ ٱلۡإِنسِ وَٱلۡجِنِّ يُوحِي بَعۡضُهُمۡ إِلَىٰ بَعۡضٖ زُخۡرُفَ ٱلۡقَوۡلِ غُرُورٗاۚ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُۖ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُونَ ١١٢﴾ [سورۃ الانعام 112:6]

«اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا ان میں سے بعض بعض کو دھوکا دینے کے لئے ملمع باتوں کے وسوسے ڈالتے ہیں۔ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان کو اور جو کچھ یہ افتراء کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو»

زُخۡرُفَ ٱلۡقَوۡلِ غُرُورٗا سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں باطل باتیں ہیں اور وہ مبلغ کے سامنے ان باطل کتابوں کو برائے نام دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ یہ کس لئے کرتے ہیں: وَلِتَصۡغَىٰٓ إِلَيۡهِ أَفۡـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ [سورۃ الانعام 113:6] « تا کہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل میلان کریں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے » ان لوگوں کے ساتھ جو کبراء ہوتے ہیں وہ چھوٹوں سے کہتے ہیں: "خاموش" کیونکہ ان کتابوں میں غیر اللہ سے مدد مانگنے کی باتیں ہوتی ہیں تو قرآن مجید انہیں جواب دیتا ہے:

أَفَغَيۡرَ ٱللَّهِ أَبۡتَغِي حَكَمٗا وَهُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ إِلَيۡكُمُ ٱلۡكِتَٰبَ مُفَصَّلٗا [سورۃ الانعام 114:6]

« کیا میں اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو ڈھونڈوں؟ اور وہی تو ہے جس نے تمہاری طرف مفصّل کتاب نازل کی ہے »

پھر بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اکثریت تمہاری مخالف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے:

وَإِن تُطِعۡ أَكۡثَرَ مَن فِي ٱلۡأَرۡضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنۡ هُمۡ إِلَّا يَخۡرُصُونَ [سورۃ الانعام 116:6]

« اور اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کے پیچھے چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دیں گے یہ لوگ محض گمان اور تخمین کی تابعداری کر رہے ہیں اور یہ لوگ محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں»

5. پانچواں عقبہ

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَا فِي كُلِّ قَرۡيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجۡرِمِيهَا لِيَمۡكُرُواْ فِيهَاۖ وَمَا يَمۡكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمۡ وَمَا يَشۡعُرُونَ ١٢٣﴾ [سورۃ الانعام 123:6]

« اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم پیدا کئے کہ ان میں مکاریاں کرتے رہیں اور جو مکاریاں یہ کرتے ہیں ان کا نقصان انہیں کو ہے اور (اس سے) بے خبر ہیں » اور اس کو سورۃ النمل 50:27 میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔

6. چھٹا عقبہ

﴿وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿١٢٩﴾﴾[سورۃ الانعام 129:6]

« اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے اعمال کے سبب جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں »

آخری جواب:

﴿قُلْ يَٰقَوْمِ ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ﴾[سورۃ الانعام 135:6]

« کہہ دیجئے اے میری قوم اپنے طریقے کے مطابق عمل کرو بے شک میں اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہوں »

کہ میں اس حق کو بیان کرتا رہوں گا اور اس سے پیچھے ہٹنے والا نہیں۔ اگرچہ اس کے لئے تمہیں اس غصے کے ساتھ مر وتو مر جاؤ لیکن حق بیان ہوتا رہے گا۔

امور مصلحہ:

قرآن مجید میں امور مصلحہ کی عموماً دو اقسام ذکر کی گئی ہیں:

1. الأمور المصلحة للتثبت [مبلغ کی ثابت قدمی کے لئے امور مصلحہ]
2. الأمور المصلحة لدفع العذاب [عذاب الٰہی کو دفع کرنے کے لئے امور مصلحہ]

ادخال الٰہی:

دورانِ کلام خصوصاً پیغمبروں کے واقعات میں ایسی آیات کا درمیان میں آجانا کہ اس کا ماقبل اور مابعد سے کوئی ظاہری ربط اور مناسبت نظر نہ آئے۔ اس کو ادخالِ الٰہی کہتے ہیں۔ نحاۃ اسے جملہ معترضی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی مثالوں کے لئے دیکھیں: سورۃ العنکبوت 29:18-23 تک ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کے درمیان۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ 2:186 روزے کے بیان کے وسط میں۔

امثال:

ابن قیم فرماتے ہیں: قرآن مجید میں چوالیس (44) مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ اور عرب کہتے ہیں کہ بات پر مثال کا ذکر نہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ گھوڑا بغیر لگام کے اور اونٹ بلا مہار کے۔ قرآن مجید میں زیادہ تر مثالیں آگ اور پانی کی دی گئیں ہیں کیونکہ دونوں میں فائدے کا پہلو بھی ہے اور نقصان کا بھی۔ مثالوں کے لئے دیکھیں سورۃ البقرۃ: 17-20۔ اور مثالوں کے فائدے کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں: تاکہ لوگ غور و فکر کریں۔[سورۃ الحشر 59:21] تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔[سورۃ ابراہیم 14:25]

مکی سورتیں:

ترتیب نزولی	سورۃ کا نام	ترتیب مصحفی	آیات کی تعداد
1	العلق	96	19
2	القلم	68	52
3	المزمل	73	20
4	المدثر	74	56
5	الفاتحہ	1	7
6	المسد	111	5
7	التکویر	81	29
8	الأعلیٰ	87	91
9	اللیل	92	21
10	الفجر	89	30
11	الضحیٰ	93	11
12	الشرح	94	8
13	العصر	103	3
14	العادیات	100	11
15	الکوثر	108	3
16	التکاثر	102	8
17	الماعون	107	7
18	الکافرون	109	6
19	الفیل	105	5
20	الفلق	113	5
21	الناس	114	6
22	الإخلاص	112	4
23	النجم	53	62
24	عبس	80	42
25	القدر	97	5

15	91	الشمس	26
22	85	البروج	27
8	95	التین	28
4	106	قریش	29
11	101	القارعۃ	30
40	75	القیامۃ	31
9	104	الھمزۃ	32
50	77	المرسلات	33
45	50	ق	34
20	90	البلد	35
17	86	الطارق	36
55	54	القمر	37
88	38	ص	38
206	7	الأعراف	39
72	28	الجن	40
83	36	یس	41
77	25	الفرقان	42
45	35	فاطر	43
98	19	مریم	44
135	20	طٰہٰ	45
96	56	الواقعۃ	46
227	26	الشعراء	47
93	27	النمل	48
88	28	القصص	49
111	17	الإسراء	50
109	10	یونس	51
128	11	ہود	52
111	12	یوسف	53

99	15	الحجر	54
156	6	الأنعام	55
182	37	الصافات	56
34	32	لقمان	57
54	34	سبا	58
75	39	الزمر	59
85	40	غافر	60
54	41	فصلت	61
53	42	الشوریٰ	62
89	43	الزخرف	63
59	44	الدخان	64
37	45	الجاثیۃ	65
35	46	الأحقاف	66
60	51	الذاریات	67
62	88	الغاشیۃ	68
110	18	الکھف	69
128	16	النحل	70
28	71	نوح	71
52	14	ابراہیم	72
112	21	الأنبیاء	73
118	23	المؤمنون	74
30	32	الم السجدۃ	75
49	52	الطور	76
30	67	الملک	77
52	69	الحاقۃ	78
44	70	المعارج	79
40	78	النبأ	80
46	79	النازعات	81

19	82	الِانفطار	82
25	84	الِانشقاق	83
60	30	الروم	84
69	29	العنکبوت	85
36	83	المطففین	86

مدنی سورتیں:

286	2	البقرة	87
75	8	الأنفال	88
200	3	آل عمران	89
73	33	الأحزاب	90
13	60	الممتحنة	91
176	4	النساء	92
8	99	الزلزلة	93
29	57	الحدید	94
38	47	محمد	95
43	13	الرعد	96
78	55	الرحمن	97
31	76	الِانسان	98
12	65	الطلاق	99
8	98	البینة	100
24	59	الحشر	101
64	24	النور	102
78	22	الحج	103
11	63	المنافقون	104
22	58	المجادلة	105

18	49	الحجرات	106
12	66	التحریم	107
18	64	التغابن	108
14	61	الصف	109
11	62	الجمعۃ	110
29	48	الفتح	111
120	5	المائدۃ	112
129	9	التوبۃ	113
3	110	النصر	114

سورتوں کی افتتاح کی دس اقسام:

1. چودہ سورتیں اللہ کی حمد وثناء کے ساتھ:

جن میں پانچ سورتیں حمد کے ساتھ، سورۃ الفاتحہ، سورۃ الانعام، سورۃ الکھف، سورۃ سبا، سورۃ فاطر۔

لفظ برکت کے ساتھ: سورۃ الفرقان اور سورۃ الملک۔

لفظ تسبیح کے ساتھ: سورۃ الاسراء، سورۃ الحدید، سورۃ الحشر، سورۃ الصف، سورۃ الجمعۃ، سورۃ التغابن، سورۃ الاعلیٰ

2. حروف تہجی کے ساتھ انیتس (29 سورتیں):

سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ الاعراف، سورۃ یونس، سورۃ ہود، سورۃ یوسف، سورۃ الرعد، سورۃ ابراہیم، سورۃ الحجر، سورۃ النحل، سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ، سورۃ الشعراء، سورۃ النمل، سورۃ القصص، سورۃ العنکبوت، سورۃ الروم، سورۃ لقمن، سورۃ السجدۃ، سورۃ یٰس، سورۃ غافر، سورۃ فصلت، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف، سورۃ الدخان، سورۃ الجاثیۃ، سورۃ الاحقاف، سورۃ ق، سورۃ ن۔

3. دس سورتیں احکام اور قواعد کے ساتھ:

پانچ سورتوں میں پیغمبر صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو خطاب کیا گیا ہے: جن میں سورۃ الاحزاب، سورۃ الطلاق، سورۃ التحریم، سورۃ المزمل، سورۃ المدثر

اور پانچ سورتوں میں امت کو خطاب کیا گیا ہے: جن میں سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ، سورۃ الحج، سورۃ الحجرات اور سورۃ الممتحنۃ

4. تیئس (23) سورتیں جملہ خبریہ کے ساتھ:

سورۃ الانفال، سورۃ براءۃ، سورۃ النحل، سورۃ الانبیاء، سورۃ المؤمنون، سورۃ النور، سورۃ الزمر، سورۃ محمد، سورۃ الفتح، سورۃ القمر، سورۃ الرحمن، سورۃ المجادلۃ، سورۃ الحاقۃ، النساء، سورۃ نوح، سورۃ عبس، سورۃ القیامۃ، سورۃ البلد، سورۃ القدر، سورۃ القارعۃ، سورۃ التکاثر، سورۃ الکوثر، سورۃ البینۃ۔

5. پندرہ سورتیں حلف اور قسم کے ساتھ:

سورۃ الصافات، سورۃ الذاریات، سورۃ الطور، سورۃ النجم، سورۃ المرسلات، سورۃ النازعات، سورۃ البروج، سورۃ الطارق، سورۃ الفجر، سورۃ الشمس، سورۃ اللیل، سورۃ الضحیٰ، سورۃ التین، سورۃ العادیات، سورۃ العصر

6. سات سورتیں شرط کے ساتھ:

سورۃ الواقعۃ، سورہ المنافقون، سورۃ التکویر، سورۃ الانفطار، سورۃ الانشقاق، سورۃ الزلزال، سورۃ النصر

7. چھ سورتیں امر کے ساتھ:

سورۃ الجن، سورۃ العلق، سورۃ الکافرون، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس

8. چھ سورتیں استفہام کے ساتھ:

سورۃ الانسان، سورۃ النبا، سورۃ الغاشیۃ، سورۃ الانشراح، سورۃ الفیل، سورۃ الماعون

9. تین سورتیں دعاء کے ساتھ:

سورۃ المطففین، سورۃ الھمزۃ، سورۃ المسد

10. ایک سورۃ تعلیل اور تعجب کے ساتھ:

سورۃ قریش۔

سورۃ کے آغاز میں اہم پانچ باتیں

قرآن مجید کی کسی بھی سورۃ کو آسانی سے سمجھنے کے لئے اس کے آغاز میں پانچ ضروری امور ضروری ہیں:

1. مکی مدنی کی معرفت اور ترتیب نزولی و مصحفی کی پہچان
2. گذشتہ سورۃ کے ساتھ ربط
3. ممیزات السورۃ
4. مقصد السورۃ
5. تقسیم السورة إلى مضامينها (مضمون کے اعتبار سے سورۃ کی تقسیم)

خلاصۂ اصول [اربعیات][67]

لاَ يَصِيْرُ الرَّجُلُ بَصِيْراً بالقرآنِ حتى يَعْلَمَ :

«کوئی بھی شخص اس وقت تک قرآن میں بصیرت حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ چار چیزیں نہ جان لے»:

1. أَرْبَعًا [68]

1. تفسیر القرآن بالقرآن[69] [قرآن کے ذریعے قرآن کی تفسیر]
2. تفسیر القرآن بالحدیث [حدیث کے ذریعے قرآن کی تفسیر]
3. تفسیر القرآن باقوال الصحابہ [صحابہ کے اقوال کے ذریعے قرآن کی تفسیر]
4. تفسیر القرآن باقوال التابعین [تابعین کے اقوال کے ذریعے قرآن کی تفسیر]

تفسیر القرآن بالقرآن کی مثالیں:

1. تفسیر القرآن بالقرآن کی پہلی مثال: صراط مستقیم [سیدھا راستہ]

قرآن مجید نے خود "صراط مستقیم" کی تفسیر کی ہے: صراط مستقیم سے مراد تین چیزیں ہیں:

1. "صرف اللہ کی عبادت" یعنی توحید

دلیل: إِنَّ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ [سورۃ آل عمران 51:3، سورۃ مریم 36:19، سورۃ الزخرف 64:43]

«بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اکیلے اسی کی عبادت کرو۔ (یہ اکیلے اللہ کی عبادت) سیدھا راستہ ہے»

وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ [سورۃ یس 61:36]

«اور یہ کہ صرف میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے»

2. "اللہ کی کتاب" یعنی قرآن مجید

دلیل: وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُۥ ۗ وَمَن يَعْتَصِم بِٱللَّهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ [سورۃ آل عمران 101:3]

«اور تم کیسے کفر کر سکتے ہو حالانکہ جب تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں (سنت) رسول موجود ہو۔ اور جو کوئی تھامے اللہ (کی کتاب) کو تو تحقیق اسے سیدھے راستے کی توفیق دی گئی»

وَهَٰذَا صِرَٰطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ [سورۃ الانعام 126:6]

«اور یہی تمہارے رب کا سیدھا راستہ ہے۔ تحقیق ہم اپنے دلائل نصیحت حاصل کرنے والی قوم کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں»

3. اتباع رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ان کا طریقہ

إِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝٣ عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٤ [سورۃ یس 3:36-4]

«اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بے شک آپ بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے رستے پر ہیں»

2. تفسیر القرآن بالقرآن کی دوسری مثال: **ہدایت بمعنی توفیق**

وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ [سورۃ العنکبوت 69:29]

« اور جن لوگوں نے ہمارے (دین) میں کوشش کی ہم اُن کو ضرور اپنے راستوں کی توفیق دیں گے۔ اور اللہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے »

3. تفسیر القرآن بالقرآن کی تیسری مثال: **سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا واقعہ**

وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَآ إِبۡرَٰهِيمَ بِٱلۡبُشۡرَىٰ قَالُواْ سَلَٰمٗاۖ قَالَ سَلَٰمٞۖ فَمَا لَبِثَ أَن جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيذٖ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَءَآ أَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ إِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَأَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيفَةٗۚ قَالُواْ لَا تَخَفۡ إِنَّآ أُرۡسِلۡنَآ إِلَىٰ قَوۡمِ لُوطٖ ﴿٧٠﴾ وَٱمۡرَأَتُهُۥ قَآئِمَةٞ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنَٰهَا بِإِسۡحَٰقَ وَمِن وَرَآءِ إِسۡحَٰقَ يَعۡقُوبَ ﴿٧١﴾ [سورۃ ہود 11:69-71]

« اور تحقیق ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے سلام کہا۔ ابراہیم نے سلام کا جواب دیا۔ پھر دیر نہ لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے۔ پس جب ابراہیم نے ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس کی طرف نہیں پہنچ رہے ہیں تو انہیں اجنبی جانا۔ اور دل میں ان سے ڈر چھپا دیا۔ انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں بیشک ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور ان کی بیوی کھڑی تھی سو ہنس پڑی سو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی »

اس واقعے میں دو سوالات ہیں:

- **فرشتوں کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ڈر کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟**
- **اس کی بیوی کھڑی تھی تو ہنس پڑی۔ ہنسنے کی علت کیا ہے کیونکہ قیام ہنسنے کی علت نہیں ہے؟**

ان دونوں سوالات کے جوابات قرآن مجید نے دیگر سورتوں میں دیئے ہیں:

وَنَبِّئۡهُمۡ عَن ضَيۡفِ إِبۡرَٰهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذۡ دَخَلُواْ عَلَيۡهِ فَقَالُواْ سَلَٰمٗا قَالَ إِنَّا مِنكُمۡ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُواْ لَا تَوۡجَلۡ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ عَلِيمٖ ﴿٥٣﴾ [سورۃ الحجر 52:15]

« اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کی خبر دیں جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ ہم تو آپ سے خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ڈرو مت بیشک ہم تمہیں ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری دے رہے ہیں »

هَلۡ أَتَىٰكَ حَدِيثُ ضَيۡفِ إِبۡرَٰهِيمَ ٱلۡمُكۡرَمِينَ ﴿٢٤﴾ إِذۡ دَخَلُواْ عَلَيۡهِ فَقَالُواْ سَلَٰمٗاۖ قَالَ سَلَٰمٞ قَوۡمٞ مُّنكَرُونَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِۦ فَجَآءَ بِعِجۡلٖ سَمِينٖ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُۥٓ إِلَيۡهِمۡ قَالَ أَلَا تَأۡكُلُونَ ﴿٢٧﴾ فَأَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيفَةٗۖ قَالُواْ لَا تَخَفۡۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَٰمٍ عَلِيمٖ ﴿٢٨﴾ فَأَقۡبَلَتِ ٱمۡرَأَتُهُۥ فِي صَرَّةٖ فَصَكَّتۡ وَجۡهَهَا وَقَالَتۡ عَجُوزٌ عَقِيمٞ ﴿٢٩﴾ [سورۃ الذاریات 51:24-29]

« تحقیق آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آچکی ہے۔ جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے بھی سلام کا جواب دیا۔ انجان لوگ ہو۔ پھر اپنے گھر والوں کی طرف چلے تو ایک فربہ بچھڑا (بھنا ہوا) لے آئے۔ پھر اسے ان کے سامنے پیش کیا۔ کہنے لگے تم کیوں نہیں کھاتے؟ پھر ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا۔ انہوں نے کہا ڈرو نہیں اور انہوں نے ایک صاحب علم لڑکے کی خوشخبری دی۔ اس پر ان کی بیوی تیزی سے سامنے آئی۔ پس اپنے ماتھے کو ٹھونکا اور کہا (میں تو) بڑھیا ہوں، بانجھ ہوں »

تفسیر القرآن بالحدیث کی مثال:

سَيَقُولُ ٱلۡمُخَلَّفُونَ إِذَا ٱنطَلَقۡتُمۡ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأۡخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعۡكُمۡۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُواْ كَلَٰمَ ٱللَّهِۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمۡ قَالَ ٱللَّهُ مِن قَبۡلُۖ فَسَيَقُولُونَ بَلۡ تَحۡسُدُونَنَاۚ بَلۡ كَانُواْ لَا يَفۡقَهُونَ إِلَّا قَلِيلٗا ﴿١٥﴾ [سورۃ الفتح 48:15]

« جب تم اموال غنیمت لینے کے لیے چلو گے تو (حدیبیہ سے) پیچھے رہنے والے کہیں گے کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم بھی تمہارے پیچھے چلیں۔ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔ آپ فرما دیجیے کہ تم ہر گز ہمارے پیچھے نہ چلو۔ اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے[70]۔ سو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا سا»

2. كَأَرْبَعٍ [ان چار کی طرح]

1. لفظ کے لغوی اور شرعی معنی میں تمیز کرنا جیسے صلاۃ، حرام اور ربا۔ مثلا "ربا" شرعی معنوں میں [سورۃ البقرۃ 275:2] اور لغوی معنی میں [سورۃ الروم 39:30]
2. الفاظ کو اپنے موقع محل کے مطابق سمجھنا۔ مثلا لفظ " ضَرَبَ " بمعنی بیان کرنا [سورۃ الحج 73:22] سورۃ الحج: 73۔ بمعنی مارنا [سورۃ النساء 34:4]
3. اسباب نزول
4. اور ناسخ و منسوخ کا علم [سورۃ البقرۃ 180:2، سورۃ النساء 8:4، سورۃ الاحزاب 33:50-52]

3. لِأَرْبَعٍ [مذکورہ چیزوں کا فہم ان چار مقاصد کے لئے ضروری ہے]

1. توحید [سورۃ الاخلاص]
2. رسالت [سورۃ الضحیٰ، سورۃ الانشراح]
3. صداقت کتاب [سورۃ المزمل، سورۃ المدثر، سورۃ القدر]
4. ایمان بالآخرۃ [سورۃ ق، سورۃ الذاریات، سورۃ الطور]

4. بِأَرْبَعٍ [مذکورہ چار مقاصد کو ان چار چیزوں کے ذریعے ثابت کیا جائے گا]

1. دلائل عقلیہ کے ساتھ [سورۃ الانعام، سورۃ البقرہ، سورۃ یونس]
2. دلائل نقلیہ کے ساتھ [سورۃ الاعراف، سورۃ ہود، سورۃ الشعراء]
3. دلائل وحیہ کے ساتھ [سورۃ الانعام، سورۃ الرعد]
4. الحلف [سورۃ الحجر، سورۃ الصافات، سورۃ ص، سورۃ ق، سورۃ الذاریات]

5. وَيَمُدُّهَا بِأَرْبَعٍ [مذکورہ چار مقاصد یعنی توحید، رسالت، کتاب اور آخرت کو درج ذیل چار کے ذریعے تقویت دیتا ہے]

1. جہاد فی سبیل اللہ [سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ الانفال، سورۃ التوبہ، سورۃ محمد]
2. انفاق فی سبیل اللہ [سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ التوبہ، سورۃ الحدید]
3. تنظیم [سورۃ البقرۃ میں تہذیب الاخلاق، سیاست مدنیہ اور تدبیر منزل بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ آل عمران، سورۃ النساء]
4. آداب [سورۃ النساء، سورۃ الحجر، سورۃ النور، سورۃ الاحزاب]

وَكُلٌّ مِنَ الثَّانِیْ مُمِدٌّ لِلْأَوَّلِ [اور ان میں ہر دوسرا پہلے مقصد کے لئے مدد اور معاون ہے]

6. لِيَرُدَّ بِهَا أَرْبَعًا [تاکہ چار فرقوں کی تردید کرے]

1. مشرکین [مکی سورتیں]

2. یہود [سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ التوبۃ]

3. نصاریٰ [سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ]

4. منافقین [سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ التوبۃ]

7. کأَرْبَعٍ [اور ان چاروں کی بھی تردید کی جائے]

1. شرک فی العلم [اللہ کی صفت علم میں غیر کو شریک کرنا] [سورۃ آل عمران، سورۃ المائدۃ، سورۃ الانعام، سورۃ الکھف]

2. شرک فی التصرف [اللہ کی صفت تصرف (اختیارات) میں غیر کو شریک کرنا] [سورۃ البقرۃ، سورۃ المائدۃ، سورۃ الانعام]

3. شرک فی الدعاء [اللہ کو پکارنے کی صفت میں غیر کو شریک کرنا] [سورۃ الانعام، سورۃ یونس، سورۃ الرعد، سورۃ الانبیاء، سورۃ فاطر، سورۃ الاحقاف]

4. شرک فی العبادۃ [عبادت یعنی حب، خوف اور رجاء میں غیر کو شریک کرنا] [سورۃ الانعام]

8. فِیْ أَرْبَعٍ [شرک کی مذکورہ قسمیں ان چار قسم کے مشرکین میں پائی جاتی ہیں]

1. مشرکین بالعباد الصالحین [اللہ کے ساتھ نیک بندوں کو شریک ٹھہرانے والے] [سورۃ الانعام71:6]

2. مشرکین بالجن [اللہ کے ساتھ جنات کو شریک ٹھہرانے والے] [سورۃ الانعام101:6، سورۃ سبا14:34، سورۃ الصافات، سورۃ الجن]

3. مشرکین بالکواکب [اللہ کے ساتھ سورج، چاند، ستاروں کو شریک کرنے والے] [سورۃ الانعام:76]

4. مشرکین بالملائکہ [اللہ کے ساتھ فرشتوں کو شریک کرنے والے] [سورۃ مریم64:19، سورۃ الانبیاء26:21، سورۃ الصافات]

9. ویُوَضِّحَهَا بِأَرْبَعٍ [اور مقاصد کی توضیح ان چار چیزوں کے ذریعے سے کرے گا]

1. قصص کے ذریعے [سورۃ الاعراف، سورۃ یونس، سورۃ ہود، سورۃ یوسف، سورۃ الانبیاء، سورۃ الشعراء]

2. مثالوں کے ذریعے [سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ المائدۃ، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف194:7، سورۃ یونس، سورۃ ہود، سورۃ الرعد، سورۃ النحل، سورۃ الحج:73، سورۃ العنکبوت41:29]

3. منکرین کے خداؤں کی عجز ظاہر کرنے کے ذریعے [سورۃ مریم42:19، سورۃ طٰہ89:20]

4. منکرین کے دلائل کو توڑنے کے ذریعے [سورۃ طٰہ49:20-52، سورۃ الشوریٰ16:42]

10. وَ يَحْذَرَ مِنْ أَرْبَعٍ [اور چار چیزوں سے ڈرے گا]

1. کفر سے

2. منافقت سے [سورۃ الحج6:21]

3. اور شرک سے

4. جھوٹ بولنے سے

11. کأَرْبَعٍ [ان چار چیزوں کی طرح یعنی ان سے بھی ڈرے گا]

1. التحريم لما أحله الله [اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دینے سے] [سورۃ المائدۃ، سورۃ الانعام، سورۃ التوبۃ]

2. التحليل لما حرمه الله [اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دینے سے] [سورۃ التوبہ:27،29]

3. التقول على الله [اللہ کی طرف غلط قول کی نسبت کرنا] [سورۃ الاعراف28:7-اور اس کا ذکر قرآن مجید میں بہت ہے]

4. الإفتراء على الله [اللہ کی طرف غلط فعل کی نسبت کرنا] [سورۃ یونس59:10، سورۃ النحل116:16]

12. وَ أَرْبَعٍ [اور چار چیزیں اور بھی ہیں جن سے بھی ڈرے گا]

1. **توحید کے انکار سے** [سورۃ بنی اسرائیل4:17]

2. **معجزات کے انکار سے** [سورۃ بنی اسرائیل59:17]

3. **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو اپنی بستیوں سے نکالنے سے** [سورۃ بنی اسرائیل76:17،103]

4. **اور ان کے استہزاء** [مذاق اڑانے] سے [سورۃ بنی اسرائیل101:17]

13. وَيَجْتَنِبَ مِنْ أَرْبَعٍ [اور چار چیزوں سے اجتناب کرے گا]

1. **مداہنت سے** [سورۃ ہود، سورۃ الاحزاب، سورۃ القلم]

2. **کتمان حق سے** [سورۃ البقرۃ41:2]

3. **ترک عمل سے** [سورۃ البقرۃ44:2]

4. **تحریف سے** [سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ]

14. لِئَلاَّ يُبْتَلَى بِأَرْبَعٍ [تاکہ ان چار چیزوں میں مبتلا نہ ہو جائے]

1. **سوتے جاگتے زجر** (دھتکار)

2. **ختم القلب** [سورۃ البقرۃ، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ13:5، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف، سورۃ النحل، سورۃ مؤمن]

3. **دنیا میں رسوائی** [سورۃ البقرۃ61:2، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ33:5،60]

4. **آخرت میں عذاب**

15. كَأَرْبَعٍ [ان چار کی طرح، کہیں ان میں بھی مبتلا نہ ہو جائے]

1. إتباع الهوى [خواہشات کی پیروی]

2. الإستدلال بالآباء [باپ دادا کو دلیل میں پیش کرنا]

3. التشبه مع الله [مخلوق کو اللہ کے مشابہ کرنا]

4. **قیاس فاسد**

16. فَامْتُحِنَ بِأَرْبَعٍ [پس چار طریقوں سے اسے آزمایا جائے گا]

1. **اپنوں کی ملامت** [سورۃ الانعام53:6]

2. **دشمنوں کا (تمہاری مصیبتوں پر) خوش ہونا** [سورۃ الانعام113:6]

3. جاہلوں کے طعنے [سورۃ الاعراف، سورۃ ہود]

4. علماء کا حسد [سورۃ الشوریٰ 14:42]

17. کَأَرْبَعٍ [ان چار کی طرح، کہ ان سے بھی آزمایا جائے گا]

1. گالیاں سننا [سورۃ الانعام 108:6]

2. ایذاء رسانی [سورۃ آل عمران 186:3]

3. مختلف قسم کی تہمتیں [سورۃ ص]

4. صنادید کے منصوبے [سورۃ الانفال]

18. وَاعْتَصِمْ بِأَرْبَعٍ [اوران چار چیزوں کو مضبوطی سے تھامو]

1. کتاب

2. سنت [سورۃ آل عمران 101:3، سورۃ النساء 59:4]

3. اجماع

4. قیاس

19. مَعَ أَرْبَعٍ [ان چار چیزوں سمیت، کہ انہیں بھی تھامو]

1. لوگوں کے ساتھ احسان کرنا [سورۃ بنی اسرائیل]

2. فحش [بے حیائی] کاموں کو چھوڑنا [سورۃ بنی اسرائیل 32:17]

3. امر بالمعروف کرنا [سورۃ آل عمران 104:3، 110]

4. نہی عن المنکر کرنا [سورۃ النحل 90:16، 125، سورۃ لقمان 17:31]

20. وَيَتَحَلَّى بِأَرْبَعٍ [اور چار چیزوں کے ساتھ اپنے آپ کو مزین کرے]

1. مبلغ کے قواعد [عقبات] [سورۃ الانعام 53:6، 55، 105، 112، 123، 129]

2. دشمنان دین سے براءت [جیسے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ، سورۃ مریم 48:19]

3. موحدین کی نصرت [سورۃ الانعام 54:6]

4. منکرین پر رد [سورۃ آل عمران]

21. وَ أَكْرَمَهُ اللهُ بِأَرْبَعٍ [تو اللہ چار انعامات سے نوازے گا]

1. تسلی [سورۃ الاعراف 4:7، سورۃ یوسف 103:12]

2. ربط القلب [سورۃ الانفال 11:8، سورۃ الرعد 18:13، سورۃ الکہف 14:18، سورۃ القصص 10:28، سورۃ الفتح 4:48]

3. دنیاوی بشارت

4. اخروی بشارت

22. کأَرْبَعٍ [ان چاروں کی طرح]

1. تشجیع [حوصلہ افزائی] [سورۃ آل عمران 139:3، سورۃ ہود 55:11]

2. استقامت [ثابت قدمی] [سورۃ حم السجدۃ 30:41، سورۃ الاحقاف 13:46]

3. نصرت [امداد] [سورۃ غافر 18:40]

4. معیت خاصہ [خصوصی مدد] [اور اس کا ذکر قرآن مجید میں کثرت سے ہے سورۃ البقرۃ 153:2]

23. وَ هَانَتْ عَلَيْهِ أَرْبَعٌ [چار چیزیں اس کے لئے آسان ہو جائیں گی]

1. نفس کا ایثار

2. مال کا ایثار [سورۃ الحدید]

3. اللہ کی طرف ہجرت [سورۃ العنکبوت 56،26:29]

4. قطع تعلق ہر اس چیز سے جو اسے روکے خواہ حال ہو یا مستقبل۔

24. کأَرْبَع [ان چار کی طرح]

1. دنیا میں زہد [سورۃ الکھف 45:18]

2. خوشی و تنگی میں اطمینان [بقرہ 214، احزاب 22،23]

3. بادشاہوں کے پاس کلمہ حق کہنا [البقرۃ 258:2، سورۃ بنی اسرائیل 102:17]

4. آزمائش میں ثابت قدمی

25. فَيَفُوْزَ بِأَرْبَعٍ [تو چار نعمتوں کے ذریعے کامیاب ہو جائے گا]

1. آسمانوں میں عظیم کہلایا جائے گا

2. جنت میں داخل ہو گا

3. بلند درجات سے نوازا جاے گا

4. اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہو گی

26. وَ يَدْخُلَ فِيْ أَرْبَعٍ [اور چار گروہوں میں داخل ہو جائے گا]

1. انبیاء

2. صدیقین

3. شھداء

4. صالحین اور کیا ہی اچھے ساتھی ہیں! [سورۃ النساء 69:4]

لاَ يَصِيْرُ الرَّجُلُ بَصِيْراً بالقرآنِ حَتّٰى يَعْلَمَ :

أَرْبَعًا					
كأَرْبَعٍ	لِأَرْبَعٍ	بِأَرْبَعٍ	وَيَمُدُّهَا بِأَرْبَعٍ	لِيَرُدَّ بِهَا أَرْبَعًا	كأَرْبَعٍ
فِيْ أَرْبَعٍ	ويُوَضِّحَهَا بِأَرْبَعٍ	وَ يَحْذِرَ مِنْ أَرْبَعٍ	كأَرْبَعٍ	وَ أَرْبَعٍ	وَيَجْتَنِبَ مِنْ أَرْبَعٍ
لِئلاَّ يُبْتَلَى بِأَرْبَعٍ	كأَرْبَعٍ	فَامْتُحِنَ بِأَرْبَعٍ	كأَرْبَعٍ	وَاعْتَصِمْ بِأَرْبَعٍ	مَعَ أَرْبَعٍ
وَيَتَحَلَّى بِأَرْبَعٍ	وَ أَكْرَمَهُ اللهُ بِأَرْبَعٍ	كأَرْبَعٍ	وَ هَانَتْ عَلَيْهِ أَرْبَعٌ	كأَرْبَعٍ	فَيَفُوْزَ بِأَرْبَعٍ
وَ يَدْخُلَ فِيْ أَرْبَعٍ					

حواشی

[1] سورۃ کے مرکزی دعوی کی طرف اشارہ مختلف علماء کے ہاں ملتا ہے: مثلا: امام رازی، ابن تیمیہ، ابن قیم، شاطبی وغیرہ۔ "مقاصد السور" پر مستقل کتابیں لکھنے والوں میں سے امام بقاعی ہیں جن کی کتاب کانام ہے: مصاعد النظر للإشراف على مقاصد السور . اور اسی طرح انہوں نے اپنی دوسری کتاب "نظم الدرر" میں بھی اس کا اہتمام کیا ہے۔ ان کے بعد امام سیوطی نے بھی اپنی کتاب "معترک الاقران فی اعجاز القرآن" میں سورتوں کے مقاصد ذکر کئے ہیں۔

شیخ القرآن محمد طاہر پنج پیری کی سورتوں کے مقاصد پر عربی میں مستقل کتاب "سمط الدرر فی ربط الآیات والسور" ہے۔ جو ایک ہی جلد پر مشتمل ہے۔

[2] امام ابوجعفر غرناطی [وفات:708ھ]، مجد الدین فیروز آبادی اور بقاعی نے "مقصود السورۃ" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ [ملاک التاویل 2:460، البرہان فی تناسب سور القرآن:255، بصائر ذوی التمییز 1:134، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور 1:18]

حمید الدین فراہی "دعوی سورۃ" کو عمود سورۃ کہتے ہیں۔ وہ عنوان باندھتے ہیں" إستخراج العمود صعب جداً "اور اس کے تحت لکھتے ہیں:" اعلم أن تعيين **عمود السورة** هو إقليدٌ لمعرفة نظامها .. ولكنه أصعب المعارف، ويحتاج إلى شدة التأمل والتمحيص، وترداد النظر في مطالب السورة المتماثلة والمتجاورة، حتى يلوح العمود كفلق الصبح، فتضيء به السورة كلُّها، ويتبين نظامُها، وتأخذ كل آية محلها الخاص، ويتعين من التأويلات المحتملة أرجحها" [دلائل النظام:77، المطبعة الحميدية سن:1988ھ]

[3] امام بقاعی بھی "مقصود السورۃ" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:" أن اسم كل سورة مترجم عن **مقصودها** لأن اسم كل شيء تظهر المناسبة بينه وبين مسماه عنوانه الدال إجمالا على تفصيل ما فيه... ومقضود كل سورة هاد إلى تناسبها، فأذكر المقصود من كل سورة و أطبق بينه و بين إسمها و أفسر كل بسملة بما يوافق مقصود السورة ، ولا أخرج عن معاني كلماتها"[نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور 1:18-19]

[4] امام رازی فرماتے ہیں:" أراد باليوم مجرد الحين والوقت"[التفسیر الکبیر 28:151، تفسیر بذیل سورۃ ق 50:38] مطالعہ کریں: بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل 3:15، تفسیر ابوسعود 3:232، شوکانی، فتح القدیر 2:547، آلوسی، روح المعانی 4:372۔ مذکورہ تمام مفسرین سورۃ الاعراف 7:54 کی تفسیر میں معنی کرتے ہیں: فی ستة أوقات . اور دلیل میں سورۃ الانفال 8:16 دلیل میں پیش کرتے ہیں۔

[5] دلائل دلیل کی جمع ہے اور دلیل کی تعریف جرجانی ان الفاظ میں کرتے ہیں:"الدليل: في اللغة هو المرشد.. وفي الاصطلاح: هو الذي يلزم من العلم به العلم بشيء آخر" «دلیل لغت میں رہنما کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے علم سے دوسری چیز کا علم لازم ہو» [التعریفات:104]

[6] راغب اصفہانی، زرکشی اور سیوطی فرماتے ہیں:"اعلم أن القرآن العظيم قد اشتمل على جميع أنواع البراهين والأدلة وما من برهان ودلالة وتقسيم وتحديد شيء من كليات المعلومات العقلية والسمعية إلا وكتاب الله تعالى قد نطق به لكن أورده تعالى على عادة العرب دون دقائق طرق أحكام المتكلمين"[مقدمہ تفسیر الراغب 1:27، البرہان فی علوم القرآن، النوع الثالث والثلاثون، 2:24 واللفظ لہ، الاتقان فی علوم القرآن، 4:60]

[7] حسین بن محمد بن مفضل، ابو القاسم، اصبہانی، ادیب، حاکم اور عالم تھے۔ اصفہان [موجودہ: تہران (ایران) کے جنوب میں واقع صوبہ اصفہان کا دارالخلافہ] سے تعلق تھا۔ بغداد میں رہائش پذیر تھے۔ اپنے زمانے میں امام غزالی کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ 502ھ=1108ء کو وفات پائی۔ [روضات الجنات:249، الاعلام 2:255]

[8] خطیب بغدادی نے انس بن مالک سے مرفوعا یوں روایت کیا ہے:" من فقه الرجل قلة الكلام فيما لا يعنيه"[الفقیہ والمتفقہ 2:338] لیکن اس کی سند میں ابن النجیرمی واضع الحدیث ہے۔

[9] ابن کثیر فرماتے ہیں:" وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُجَٰدِلُ فِي ٱللَّهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٖ وَلَا هُدٗى وَلَا كِتَٰبٖ مُّنِيرٖ أي بلا عقل صحيح، ولا نقل صحيح صريح، بل بمجرد الرأي والهوى"[تفسیر القرآن العظیم 5:351]

شوکانی فرماتے ہیں:" بِغَيۡرِ عِلۡمٖ من عقل، ولا نقل وَلَا هُدٗى يهتدي به إلى طريق الصواب وَلَا كِتَٰبٖ مُّنِيرٖ أنزله الله سبحانه"[فتح القدیر 4:278]

[10] اسی طرح کی آیت مطالعہ کریں: سورۃ آل عمران 3:184

[11] سورۃ یونس آیت: 71 سے سیدنا نوح علیہ السلام کا واقعہ شروع ہوتا ہے۔

[12] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے مقاصد کے اثبات کے لئے اصول میں چار چیزیں ذکر کی ہیں:

1. دلیل عقلی
2. دلیل نقلی
3. دلیل وحی

4. حلف =

= جبکہ پانچویں چیز کو بھی شامل کیا جانا چاہیئے کہ قرآن مجید اس کے ذریعے بھی مقصد کا ثبات کرتا ہے اور وہ "مخالفین کے شبہات اور اعتراضات "دفع کرنا ہے جو خود شیخ القرآن نے سورۃ البقرۃ آیت: 97 کی تفسیر میں واضح کیا ہے۔اور سورۃ البقرۃ کا دوسرا حصہ "اثبات رسالت" اسی انداز پر مشتمل ہے۔

13 مناطقہ دلیل کے لئے قیاس کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ابن تیمیہ فرماتے ہیں قیاس کی یہ تین اقسام مشہور ہیں قیاس جدلی، قیاس خطابی، قیاس برہانی:

"الْجَدَلِيُّ " مَا سَلَّمَ الْمُخَاطَبُ مُقَدِّمَاتِهِ و " الْخِطَابِيُّ " مَا كَانَتْ مُقَدِّمَاتُهُ مَشْهُورَةً بَيْنَ النَّاسِ و " الْبُرْهَانِيُّ " مَا كَانَتْ مُقَدِّمَاتُهُ مَعْلُومَةً"[مجموع الفتاوی10:9]

14 « پس انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بے شک میں کمزور ہوں پس تو(ان سے) بدلہ لے لے »

15 «جب انہوں نے اپنے رب کو چپکے سے فریاد کی »

16 « اور ایوب کو(یاد کرو)جب انہوں نے اپنے رب کو فریاد کی کہ بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے »

17 « اور مچھلی والے (کو یاد کرو) جب وہ(رضائے الٰہی کی خاطر)غصے کی حالت میں چل دیئے پس خیال کیا کہ ہم ان پر کوئی تنگی نہیں لائیں گے۔پس انہوں نے اندھیرے میں فریاد کی کہ تیرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔تو پاک ہے بے شک میں اپنے لئے کمی کرنے والوں میں سے ہوں »

18 « بلاشبہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اسی کی عبادت کرو۔یہ(اکیلے اللہ کی عبادت کرنا) سیدھا راستہ ہے »

19 « میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے »

20 امام سیوطی، النوع السادس والخمسون، الاتقان فی علوم القرآن 230:3، طاش کبریٰ زادہ(جن کا اپنا نام احمد بن مصطفٰی ہے)، مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ، معرفۃ الایجاز والاطناب، 437:2

21 کیونکہ مشہور مقولہ ہے:"الكلام إذا تكرر تقرر"[مفتاح السعادۃ، علم معرفۃ الایجاز والاطناب، 437:2]

22 الاتقان فی علوم القرآن 230:3، مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ، 437:2

23 مذکورہ فوائد اور اس کے علاوہ دیگر فوائد کے لئے "محمد، احمد، العدوی کی کتاب: دعوۃ الرسل الی اللہ تعالیٰ "دیکھیں، جو مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

24 ابو الانبیاء ہونے کی وجہ سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرنا بطور "تخصیص بعد التعمیم" ہے۔

25 ابن سعد [وفات:230ھ]، الطبقات الکبریٰ، غزوۃ حدیبیۃ، 76:2، محمد بن وضاح [وفات:286ھ]، كتاب البدع والنهي عنها، ماجاء فی اتباع الآثار، حدیث:102

اور ابن سعد کی روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:" ثم وجدت عند بن سعد بإسناد صحيح عن نافع أن عمر بلغه أن قوما يأتون الشجرة فيصلون عندها فتوعدهم ثم أمر بقطعها فقطعت"[فتح الباری 448:7] لیکن نافع کی روایت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے جیسا کہ امام ترمذی نے سنن ترمذی، حدیث:203 کے ضمن میں کہا ہے۔

صحیح بخاری، باب غزوۃ الحدیبیۃ، حدیث:4163، سے معلوم ہوتا ہے جس میں سعید بن المسیب فرماتے ہیں: کہ ان کے والد شجرۂ رضوان کی بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔جب اگلے ہی سال لوگ اس جگہ آئے تو وہ جگہ بھول چکے تھے اور ڈھونڈنے سے بھی وہ اسے معلوم نہ کر سکے۔تو سعید بن المسیب نے کہا: کہ صحابہ کو تو وہ جگہ معلوم نہیں اور تم لوگوں کو وہ جگہ معلوم ہے۔

اس سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ درخت رسول اللہ ﷺ کے دور ہی میں مخفی ہو چکا تھا تو بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کیسے کاٹا؟

ابن حجر نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں: سعید بن المسیب کے والد کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر کسی کو وہ جگہ معلوم نہیں تھی۔اور اس کی دلیل جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا: کہ آج اگر میری بصارت کام کرتی تو میں تم لوگوں کو اس درخت کی جگہ دکھاتا۔[صحیح بخاری، باب غزوۃ الحدیبیۃ، حدیث:4154]

اسی لئے ان تمام روایات میں جمع یوں ممکن ہے کہ صحابہ ہی میں عین شجرۂ رضوان کی جگہ بعض صحابہ کو معلوم تھی اور بعض اسے بھول گئے۔بعد میں جب عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس جگہ کی طرف لپکے اور وہ نمازیں پڑھ رہے ہیں جیسا کہ لوگوں کا نماز کے لئے اکٹھا ہونا صحیح بخاری، حدیث:4163 سے بھی ثابت ہے۔شاید کہ لوگوں نے کسی اور درخت کو ہی بیعت رضوان کا درخت سمجھ لیا تھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی عادت کے مطابق اس مزعومہ درخت کو بھی کاٹنے کا حکم دیا اور یہ بات شیخ الاسلام بن تیمیہ کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے جس میں انہوں نے " توهموا "کے الفاظ استعمال کئے ہیں:"وأمر عمر رضي الله عنه بقطع الشجرة التي توهموا أنها الشجرة التي بويع الصحابة تحتها بيعة الرضوان لما رأى الناس ينتابونها ويصلون عندها، كأنها المسجد الحرام أو مسجد المدينة"[اقتضاء الصراط المستقیم 144:2]

26 ابن قیم فرماتے ہیں:" إذا عرف هذا فهو سبحانه يقسم على أصول الإيمان التي يجب على الخلق معرفها تارة يقسم على التوحيد وتارة يقسم على أن القرآن حق وتارة على أن الرسول حق وتارة على الجزاء والوعد والوعيد"[التبیان فی اقسام القرآن:3-4]

27 ابن فارس لکھتے ہیں:"[حَلَفَ] الحاء واللام والفاء أصل واحد، وهو الملازمة . يقال حالف فلانٌ فلاناً، إذا لازمه. ومن الباب الْحَلِفُ : يقال حَلَفَ يَحْلِفُ حَلِفاً ; وذلك أن الإنسانَ يَلْزَمُهُ الثَّبَاتُ عليها"[مقاييس اللغة2:97،مادة:حلف]

28 امام رازی فرماتے ہیں:" أنه تعالى قرَّرَ التوحيدَ وصِحَّةَ البعثِ والقيامةِ في سائر السور بالدلائلِ اليقينية، فلما تقدم ذكرُ تلك الدلائل لم يَبْعُدْ تقريرُها فذكر القَسَمَ تأكيدا لما تقدم لا سيما والقرآنُ إنما أُنْزِلَ بلغة العرب وإثباتُ المطالب بالْحَلِفِ واليمينِ طريقةٌ مألوفةٌ عند العرب"[التفسیر الکبیر26:316، تفسیر بذیل سورۃ الصافات1:37] =

= اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ "حلف" بھی دراصل دلائل ہی ہیں لیکن حلف کی صورت میں ہیں:" أن الأَيمانَ التي حَلَفَ الله تعالى بها كُلَّهَا دلائلُ أخرجها في صورةِ الأَيْمَانِ" « وہ تمام قسمیں جو اللہ نے (قرآن میں) کھائی ہیں وہ دراصل دلائل ہیں لیکن ان کو قسم کی صورت میں پیش کیا گیا ہے »[التفسیر الکبیر28:159، تفسیر بذیل سورۃ الذاریات1:51]

29 زہیر بن ابی سلمی کا شعر ہے، دیوان زہیر:18 [دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول:1408ھ بمطابق:1988ء]

30 نابغہ ذبیانی کا شعر ہے، دیوان نابغۃ:27 [دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع ثالث:1416ھ بمطابق:1996ء]

31 امام ترمذی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:"من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك"[سنن ترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ماجاء فی الحلف بغیر اللہ، حدیث:1535] امام ترمذی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"هذا حديث حسن"

32 صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب: لاتحلفوا بآباءکم، حدیث:6646

33 صحیح بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، کتاب تفسیر القرآن، باب: أفرأيتم اللات والعزى ، حدیث:4860، سنن ترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ماجاء فی الحلف بغیر اللہ، حدیث:1535

34 ابن قدامہ فرماتے ہیں:" لأن من حلف بغير الله، فقد عظم غير الله تعظيما يشبه تعظيم الرب تبارك وتعالى، ولهذا سمي شركا؛ لكونه أشرك غير الله مع الله تعالى في تعظيمه بالقسم به، فيقول: لا إله إلا الله. توحيدا لله تعالى، وبراءة من الشرك"[المغنی9:489]

35 ابن قدامۃ، المغنی9:489

36 سیبویہ فرماتے ہیں:"اعلم أن القسم توكيد لكلامك"[الکتاب3:104]

ابن سیدۃ [وفات:458ھ] فرماتے ہیں:" اعْلَم أَن القَسَم هُوَ يَمِين يُقسِم بهَا الْحَالِف ليؤكد بهَا شَيْئا يُخبر عَنهُ من إِيجَاب أَو جحد وَهُوَ جملَة يُؤَكد بهَا جملَة أُخْرَى فالجملة المؤَكَّدة هِيَ المقْسَم عَلَيْهِ وَالْجُمْلَة المؤَكِّدة هِيَ القسَم وَالِاسْم الَّذِي يدْخل عَلَيْهِ حرف القسَم هُوَ المقْسَم بِهِ، مِثَال ذَلِك: أحلِف بِاللَّه أَن زيدا قَائِم. فقولك إِن زيدا قَائِم هِيَ الْجُمْلَة المقسم عَلَيْهَا، وقولك أحلِف بِاللَّه هُوَ القسَم الَّذِي وكَّدت بِهِ أَن زيدا قَائِم، والمقسَم بِهِ اسْم الله عز وَجل"[المخصص 4:71]

37 ابن العربی فرماتے ہیں:" قال المفسرون بأجمعهم: أقسم الله هنا بحياة محمد ﷺ تشريفا له، أن قومه من قريش في سكرتهم يعمهون وفي حيرتهم يترددون. قالوا: روي عن ابن عباس أنه قال: " ما خلق الله وما ذرأ ولا برأ نفسا أكرم عليه من محمد ﷺ، وما سمعت الله أقسم بحياة أحد غيره ..."لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ [سورۃ الحجر15:72] أراد به الحياة والعيش، يقال: عُمْرٌ و عَمْرٌ بضم العين وفتحها لغتان، وقالوا: إن أصلها الضم، ولكنها فُتِحَتْ في القَسَمِ خاصةً لكثرة الاستعمال؛ والاستعمال إنما هو في غير القسم، فأما القسم فهو بعض الاستعمال؛ فلذلك صارا لغتين. فتدبروا هذا"[احکام القرآن3:105]

38 عبدالرحمن زجاجی [وفات:337ھ] ذکر کرتے ہیں:" قال سيبويه العَمْرُ والعُمْرُ واحدٌ فقولهم لَعَمْرُك إنما هو قَسَمٌ ببقائه، وكذلك لعمر الله قسم ببقائه عز وجل ولم يُسْتعملْ في القسم إلا مفتوحا" « سیبویہ فرماتے ہیں: کہ " العمر "عین کے زبر اور پیش دونوں طرح آتا ہے۔ لعمرك اس شخص کے بقاء کی قسم ہے (جس کی طرف اضافت کی گئی ہے)۔ اسی طرح اس لفظ کا اللہ کی طرف نسبت کرنے میں معنی "اس شخص کی بقاء کا قسم" کھانا ہے۔ اور قسم میں" العمر "عین کا فتحہ ہی استعمال ہوتا ہے (ضمہ نہیں)» [اللامات، باب اللام الداخلۃ علی المقسم بہ:84]

39 یہ شعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔ صحیح مسلم، باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حدیث:2490

40 ابن الاثیر فرماتے ہیں:" «أنه قال لبعض أصحابه: ثكلتك أمك» أي فَقَدَتْكَ. والثكل: فَقْدُ الولد. وامرأة ثاكل وثكلى. ورجل ثاكل وثكلان، كأنه دعا عليه بالموت لسوء فعله أو قوله"[النهاية فی غريب الحديث والأثر 1:217،مادۃ: ثکل]

41 قرآن مجید کی اکثر و بیشتر قسمیں بطور "شہادت" ہیں اس پر حمید الدین فراہی فرماتے ہیں:" أن القسم أصله الاستشهاد ... ثم ترى هذه الآيات أشهد بها القرآن على أسلوب القسم ، فأشهد بالسماء والأرض والشمس والقمر ، والليل والنهار ، والفجر والضحى ، والريح والسحاب ، والجبال ، والبحر والبلد ، والإنسان والوالد والولد ، والذكر والأنثى ، والشفع والوتر. فكونها آيات دالة له نظير ، ولا سبيل إلى إرادة تعظيمها"[إمعان فی أقسام القرآن:29-31]اس کتاب کا اردو ترجمہ امین احسن اصلاحی نے "اقسام القرآن" کے نام سے کیا ہے جو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور سے 1975ء میں چھپ چکا ہے۔

42 ابن قیم، التبیان فی اقسام القرآن:10

43 تلاش بسیار کے بعد بھی اس کا قائل اور مصدر معلوم نہ ہو سکا۔

44 ابن قیم ذکر کرتے ہیں:"ونظائر ذلك لم يحتج إلى جواب القسم"[التبیان فی اقسام القرآن:10]

45 اس سے پہلے دلائل کی بحث میں اصول ایمان پر اللہ کی شہادت گزر چکی تھی۔ یہاں اللہ کے علاوہ دیگر چیزوں کی گواہی پیش کی جارہی ہے۔ جیسے فرشتے، ہوائیں وغیرہ۔

46 التبیان فی اقسام القرآن:6-7

47 چونکہ منافق بھی بظاہر ایمان کا دعوی کرتا ہے اسی لئے قرآن مجید ان سے بھی يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ کے الفاظ سے خطاب کرتا ہے۔

48 تفاسیر میں بشارت اور تخویف کے لئے جو اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں وہ "وعد و وعید" اور "ترغیب و ترہیب" ہیں۔

ابن جزی فرماتے ہیں: جہنم کی صفات، عذاب جہنم، قیامت کی صفات اور ہولناکیوں کا تعلق تخویف اخروی سے ہے: وأما الوعيد: فمنه تخويف بالعقاب في الدنيا، **ومنه تخويف بالعقاب في الآخرة وهو الأكثر: كأوصاف جهنم وعذابها**. وأوصاف القيامة وأهوالها، وتأمّل القرآن تجد الوعد مقرونا بالوعيد، قد ذكر أحدهما على إثر ذكر الآخر، ليجمع بين الترغيب والترهيب، وليتبين أحدهما بالآخر، كما قيل: فبضدّها تتبين الأشياء [التسہیل لعلوم التنزیل 15:1]

49 امام بخاری نے "کتاب الجنائز" میں باب باندھا ہے: باب ما جاء في عذاب القبر اور قرآن مجید کی تین آیات کو استشہاد میں پیش کیا ہے: سورۃ الانعام93:6، سورۃ التوبۃ101:9، سورۃ غافر:45-46 [صحیح بخاری:270، طبع: الأوقاف السعودیۃ]

50 فتح الباری لابن حجر233:3، جامع البیان لابن جریر الطبری9:6-11 عن الحسن البصری ومجاہد وقتادۃ وغیرہم۔

51 ابن کثیر فرماتے ہیں:" وهذه الآية أصل كبير في استدلال أهل السنة على عذاب البرزخ في القبور"[تفسیر القرآن العظیم132:7]

52 امام زجاج [وفات:311ھ] فرماتے ہیں: معنى ختم في اللغة وطبع واحد وهو التغطية على الشيء والاستيثاق من ألا يدخله شيء « لغت میں ختم اور طبع دونوں کا معنی ایک ہے۔ اور وہ کسی چیز کو یوں چھپا دینا اور بند کر دینا کہ کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے » [معانی القرآن 82:1]

53 صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن الاسلام بدأ غریبا وسیعود کما بدأ، حدیث:144

54 ابن قیم نے قرآن مجید سے تمام تعبیرات ذکر کی ہیں جن کی تعداد 33 ہے:" وههنا عدة أمور عاقب بها الكفار بمنعهم عن الإيمان وهي: الختم والطبع والأكنة والغطاء والغلاف والحجاب والوقر والغشاوة والران والغل والسد والقفل والصمم والبكم والعمى والصد والصرف والشد على القلب والضلال والإغفال والمرض وتقليب الأفئدة والحول بين المرء وقلبه وإزاغة القلوب والخذلان والإركاس والتثبيط والتزيين وعدم إرادة هداهم وتطهيرهم وإماتة قلوبهم بعد خلق الحياة فيها فتبقى على الموت الأصلي وإمساك النور عنها فتبقى في الظلمة الأصلية وجعل القلب قاسيا لا ينطبع فيه مثال الهدى وصورته وجعل الصدر ضيقا حرجا لا يقبل الإيمان "[شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل:92-106]

55 جس کو عربی میں "سَرْج"، پشتو، اردو اور فارسی میں "زین" اور انگریزی میں [Saddle] کہتے ہیں۔

56 مذکورہ دونوں مثالیں ابن قیم نے شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل، الباب الثامن عشر:137-138 میں ذکر کئے ہیں۔

57 زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل208:3، تفسیر بذیل سورۃ ہود 54:11

58 جرجانی م:816ھ تعریف کرتے ہیں: التبشير: إخبارٌ فيه سرور – البشارة: كل خبر صدق تتغير به بشرة الوجه، ويستعمل في الخير والشر وفي الخير أغلب [التعریفات:45،51]

59 متفق المناظر مختلف الطعوم [تاویل مشکل القرآن ابن قتیبہ م:276ھ، ص:68]

60 آیت کی تفسیر مطالعہ کریں: شیخ القرآن مولانا محمد طاہر، ضیاء النور:87-88

61 إعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم [صحیح بخاری عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کتاب الجہاد والسیر، باب الجاسوس، حدیث:3007]

62 نسخ کے متعلق یہ تمام سترہ مسائل شوکانی کی "إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول" کے "الباب التاسع" سے مأخوذ ہیں۔ ارشاد الفحول49:2

63 شوکانی، ارشاد الفحول51:2

64 کیونکہ اتصال کی صورت میں وہ یا تو شرط ہوگی یا صفت۔ شوکانی، ارشاد الفحول55:2

65 جن مسائل میں اختلاف نہیں ہے اُن کے متعلق شوکانی لکھتا ہے:" لا خلاف في جواز نسخ القرآن بالقرآن، ونسخ السنة بالسنة المتواترة، وجواز نسخ الآحاد بالآحاد، ونسخ الآحاد بالمتواتر. وأما نسخ القرآن، أو المتواتر من السنة بالآحاد، فقد وقع الخلاف في ذلك في الجواز والوقوع"[إرشاد الفحول67:2]

66 "عقبہ" کی اصطلاح ابن قیم نے استعمال کی ہے۔ اگرچہ ابن قیم نے عقبات سے سورۃ الأنعام کے عقبات مراد نہیں لئے۔[مدارج السالکین 237:1]

67 أربعیات کی اصطلاح اس سے پہلے کسی کے ہاں نہیں ملی ہاں البتہ "رباعیات" کی اصطلاح ہے۔ امام بخاری کی طرف علم حدیث کے حوالے سے رباعیات منسوب ہیں۔[مزی، تہذیب الکمال 24: 462-463، نواب صدیق حسن خان: الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ: 149-150]

ابن قیم نے صحت اور طب کے حوالے سے "رباعیات" ذکر کئے ہیں۔[زاد المعاد فی ہدی خیر العباد 378:4]

68 تفسیر کے ان چار طریقوں کو مجموعی طور پر "تفسیر بالماثور" کہا جاتا ہے۔

69 امام رازی "تفسیر القرآن بالقرآن" کے بارے میں لکھتے ہیں:" لأن تفسير كلام الله تعالى بكلام الله أقرب الطرق إلى الصدق والصواب"[التفسیر الکبیر 35:10، تفسیر بذیل سورۃ النساء 24:4]

70 "اللہ نے پہلے سے یہی فرمایا ہے" حالانکہ اللہ کا یہ قول قرآن مجید میں کہیں موجود نہیں ہے۔ یہ قول کسی مرفوع یا موقوف حدیث میں موجود نہیں ہے البتہ تابعین کی روایات میں موجود ہے۔ اگرچہ بعض مفسرین نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہ قول منسوب کیا ہے لیکن ان سے کوئی مسند روایت نہیں ہے:

امام طبری سیدنا قتادۃ سے روایت کرتے ہیں: كَذَٰلِكُمْ قَالَ ٱللَّهُ مِن قَبْلُ "أي إنما جُعِلتِ الغنيمةُ لأهل الجهاد وإنما كانت غنيمةُ خيبرَ لمن شهدَ الحديبيةَ ليس لغيرهم فيها نصيبٌ"

[جامع البیان 218:22]

بسم الله الرحمن الرحيم

سُورَةُ الفَاتِحَةِ



سورة الفاتحة

سورۃ الفاتحہ

سورۃ الفاتحہ، سورۃ المدثر کے بعد پانچویں نمبر پر نازل ہونے والی سورۃ ہے۔[1]

اسماء السورۃ [سورۃ کے نام]

سورۃ الفاتحہ، جو اصول مہمہ اور بنیادی مقاصد پر مشتمل سورۃ ہے، کے متعدد نام ہیں، جو اس کی فضیلت اور شرافت پر دلیل ہیں:

1. مشہور نام "الفاتحہ" ہے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید کی افتتاح ہوتی ہے[2]۔ البتہ اس کے علاوہ بھی متعدد نام ہیں[3] جس سے اس کی شرافت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے: "کہ ایک سے زائد نام کسی چیز کی شرافت پر دلیل ہوتی ہے[4]۔ مثلا: کسی شخص کے بارے میں کہا جائے، کہ وہ عالم ہے، حافظ بھی ہے اور قاری بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ متعدد صفات کا مالک ہے۔
2. الشافية یاشفاء: اس کو شافیہ یا شفاء اس لئے کہتے ہیں کیونکہ اس سورۃ میں اس کو سیکھنے والے کے ظاہر اور باطن کا علاج ہے۔[5] اور اس کے شفاء ہونے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کیونکہ اس سورۃ میں مرض اور اس کا علاج دونوں بتائے گئے ہیں۔ امراض کون کون سے ہیں؟[6]
   1. غضب
   2. ضلالت

   اور اس کی دوائی [علاج] کیا ہے:
   1. اللہ کی عبادت [صحیح نیت]
   2. احکام الٰہی کو ماننا
   3. انعام الٰہی
   4. ہدایت
3. الكافية : گویا کہ اللہ فرماتے ہیں اس سورۃ کو صحیح طور پر سیکھنے سے میں تمہارے لئے کافی ہو جاؤں گا۔[7]
4. أم الكتاب [8]: وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کا خلاصہ ہے۔ اور عرب ہر اس چیز کے لئے " أم "کا لفظ استعمال کرتے ہیں، جو جمع کرنے والی ہو۔ جیسے دماغ کے پردے کو "أم الرأس" کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے دماغ کو اپنے اندر لپیٹا ہوتا ہے اور اسے منتشر ہونے اور پھیلنے سے روکتا ہے۔ اسی طرح لشکر کے جھنڈے کو "أم الجيش" کیونکہ لشکر اسی کے نیچے جمع ہوتا ہے۔ مکہ کو "أم القرى" یا تو اس کے قدیم ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور یا اس وجہ سے کہ زمین یہیں سے پھیلائی گئی ہے۔ چونکہ سورۃ الفاتحہ نے قرآن مجید کے اصول و مقاصد یعنی توحید، نبوت، صداقت کتاب اور ایمان بالآخرۃ کو جمع کیا ہے اور اس کے علاوہ تین فرقوں کا بیان ،بشارت اور تخویف، اور احکام و فرائض کو بھی جمع کیا ہے اس لئے اسے "أم الكتاب" کہا جاتا ہے۔[9]
5. السبع المثاني[10] : وہ سات آیات جن میں سات مضامین بار بار قرآن مجید میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ وہ سات مضامین ہیں: توحید، رسالت، صداقت کتاب، ایمان بالآخرۃ، منعم علیہم کا بیان، مغضوب علیہم کا بیان اور ضالین کا بیان۔
6. الوافية :ایسی سورۃ جس نے قرآن مجید کے تمام مضامین کو گھیر اہو۔[11]
7. الصلاة : وہ سورۃ جو نماز میں پڑھی جاتی ہے۔[12]
8. الكنز[13] : وہ سورۃ جو علم کا خزانہ ہے۔ خزانے دو قسم کے ہیں:

- سوناچاندی اور دنیا کا خزانہ
- علم وایمان کا خزانہ

سورۃ الفاتحہ کو سیکھنے سے ذہن علم وایمان کے خزانہ سے مالامال ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کے مضامین کو غور سے پڑھا جائے۔ مولانا قاسم نانوتوی[14] رحمۃ اللہ علیہ کے دفنائے جانے پر شیخ الہند[15] رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر کہا تھا:

"مٹی میں دباتے ہوئے کیا سمجھا ہے دوستو
گنجینہ علوم ہے یہ گنج زر نہیں"

9. أساس القرآن : وہ سورۃ جو قرآن مجید کے مضامین کے لئے بمنزلہ بنیاد ہے کیونکہ اس سورۃ میں جملہ مقاصد کو جمع کیا گیا ہے۔[16]

10. تعليم المسئلة [17]: وہ سورۃ جس میں اللہ سے سوال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ سے مانگنے کا طریقہ کیا ہے اور کونسی چیز مانگنی چاہیے۔

مانگنے کا طریقہ:

1. جس سے کوئی چیز مانگی جائے تو سب سے پہلے اس کی تعریف کی جائے۔
2. پھر اپنی عاجزی ظاہر کی جائے۔
3. پھر آخر میں اس سے اپنی مطلوبہ چیز مانگی جائے۔

"ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ سے مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ "تک پہلی تین آیات میں اللہ کی تعریف ہے۔

"إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ "میں اپنی عاجزی کا اظہار ہے۔

اور "ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ "میں سوال کرنا ہے۔

کونسی چیز مانگنی ہے؟

چونکہ ہر شخص اپنی مناسب چیز مانگتا ہے۔بچہ میٹھی چیز تو مولوی صاحب مسجد کی امامت، سیاستدان کرسی تو زمیندار کھیت اور ہل چلانے کے لئے بیل۔ اسی لئے اللہ نے مانگنے کی چیز بندوں کے چاہنے پر نہیں چھوڑی کہ وہ جو مانگنا چاہیں، مانگیں۔ کیونکہ اگر ان کی مرضی پر چھوڑا جاتا تو وہ حقیر چیز طلب کرتے۔ بلکہ مانگے جانے کی چیز خود بتلائی کہ جب عقیدہ "ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝١ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝٢ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۝٣ اور عمل إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ " دونوں درست ہوگئے تو قیمتی چیز طلب کرو اور "صراط مستقیم"ہے، جو ایک جامع اور مانع لفظ ہے اور دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی کو شامل ہے۔ صراط مستقیم توحید، اتباع رسول اور قرآن مجید ان تمام مصداقات کو شامل ہے۔ اردو محاورہ ہے:"ایک تیر سے دو شکار"۔ قرآن مجید ایسی کتاب ہے کہ یہاں ایک تیر سے تین شکار کئے ہیں۔ لفظ ایک ذکر کیا ہے لیکن مصداق تین ہیں۔

11. رقیہ[18]: وہ سورۃ جس کے ذریعے کسی بیمار کو دم کیا جائے تو اللہ اسے شفا دیتا ہے لیکن صرف ظاہری دم کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی کو باطنی امراض لاحق ہیں جیسے شرک وغیرہ اور اسے یہ سورۃ صحیح طور سے پڑھائی جائے اور سمجھائی جائے اور اس کے باطن کو دم کیا جائے تو اللہ اسے ان بیماریوں سے نجات دلا کر شفا نصیب فرمائے گا۔

سورۃ الفاتحہ کے تقدیم کی وجوہات:

12. أم القرآن[19] [سارے قرآن کا خلاصہ اور نچوڑ] اور اس نام کی کئی وجوہات ہیں:

پہلی وجہ :

سیوطی فرماتے ہیں: قرآن مجید جن علوم پر مشتمل ہے اور ادیان جن علوم پر قائم ہیں وہ چار ہیں:

1. علم الاصول: وہ علم جو دین کی بنیاد ہے۔[اسے علم اصول الایمان بھی کہا جاتا ہے اور اس سے اصول فقہ مراد نہیں ہے]۔ اور اس کا دارومدار اللہ اور اس کے صفات کی معرفت، انبیاء کی معرفت اور معاد [اللہ کی طرف لوٹ کر جانا] کی معرفت پر ہے۔ معرفت ذات وصفات کی طرف [رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ] اور [ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ] میں، نبوات کی طرف [صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ] میں اور معاد کی طرف [مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ] میں اشارہ کیا گیا ہے۔
2. علم العبادات: اس علم کی طرف [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ] میں اشارہ کیا گیا ہے۔
3. علم السلوک: سے مراد نفس کو شرعی آداب اور اللہ کی تابعداری پر آمادہ کرنا ہے۔ اس کی طرف [إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ] اور [ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ] میں اشارہ کیا گیا ہے۔
4. علم القصص: سے مراد رفتہ امتوں اور گذشتہ زمانوں کی تاریخ کے بارے میں جاننا ہے تاکہ جاننے والے کو اللہ کی اطاعت کرنے والوں کی سعادت اور اس کی نافرمانی کرنے والوں کی بدبختی معلوم ہو۔ اس کی طرف اشارہ [صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ] میں کیا گیا ہے۔

مذکورہ تمام مقاصد سورۃ الفاتحہ میں موجود تھے اور یہی چیز براعة الإستهلال[20] میں مقصود ہوتی ہے۔ سورۃ کے خوبصورت الفاظ، آیات کا دلکش اختتام اور بلاغت کے انواع پر مشتمل ہونا مذکورہ علوم کے علاوہ ہیں۔[21]

دوسری وجہ:

امام غزالی[22] [وفات: 505ھ] فرماتے ہیں: قرآن مجید میں جملہ علوم دس قسم ہیں اور ان میں سے آٹھ سورۃ الفاتحہ میں موجود تھے تو اکثر علوم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس سورۃ کو" أم القرآن "کہا جاتا ہے۔ وہ آٹھ علوم یہ ہیں:

1. ذات خداوندی کا علم
2. صفات خداوندی کا علم
3. افعال خداوندی کا علم
4. معاد کا علم
5. تزکیہ یعنی برائیوں سے پاکیزگی [صراط مستقیم کا ایک کنارہ]
6. تحلیہ یعنی اپنے آپ کو اچھے صفات سے مزین کرنا [صراط مستقیم کا دوسرا کنارہ]
7. دوستوں پر انعام کا علم
8. دشمنوں پر غضب کا علم

البتہ دو علوم سورۃ الفاتحہ میں نہیں ہیں: ایک علم الفقہ اور دوسرا علم الکلام۔[جواہر القرآن:70]

فسبحان الذی لا ینسی «پاک ہے وہ ذات جو بھولتا نہیں» غزالی سے بھول ہوئی ہے حالانکہ یہ دونوں علوم سورۃ الفاتحہ کی ایک آیت [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ] میں موجود ہیں۔[إِيَّاكَ نَعۡبُدُ] میں عبادت کی جملہ اقسام یعنی نماز، روزہ وغیرہ آجاتی ہیں اور یہی علم الفقہ کا موضوع ہے۔اور إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ میں غیر اللہ کو ہیچ اور اللہ کو مددگار ماننا علم الکلام کا موضوع ہے۔غزالی گرچہ بڑے عالم ہیں لیکن بہر حال انسان ہیں۔خود انہوں نے اپنی اسی کتاب [جواہر القرآن] میں اقرار کیا ہے کہ "میں نے قرآن مجید کی تفسیر کے علاوہ چیزوں میں اپنی زندگی کا ایک قیمتی حصہ گنوایا ہے۔اور فلاسفہ کے مذاہب کو مختصر، متوسط اور مفصل ہر طرح کے انداز میں ترتیب دیتے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات صرف کئے ہیں۔" [جواہر القرآن:40]

اور غزالی کے متعلق علماء فرماتے ہیں: اسے ابن سینا[23] کی کتاب "شفاء" سے مرض لگا تھا۔ان کے تلمیذ قاضی ابن العربی[24] [وفات:543ھ] اپنے استاذ (غزالی) کے بارے میں فرماتے ہیں:"میرے استاذ فلسفہ کی گہرائی میں اس حد تک داخل ہو چکے تھے کہ آخری عمر میں نکلنے کی پوری کوشش کی، لیکن نکل نہ سکے۔اور میرے استاذ خود فرمایا کرتے تھے:"علم حدیث کے سلسلے میں میرے پاس موجود سکے کھوٹے ہیں۔"[الرد علی المنطقیین:483]

* امام غزالی اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں: قرآن مجید کے اہم مضامین تین ہیں:

1. اللہ کی معرفت
2. آخرت کی معرفت
3. صراط مستقیم کی معرفت [جواہر القرآن:78]

* قرآن مجید کی جملہ سورتیں اور آیات چھ قسم کی ہیں:

1. تین کو سوابق اور اصول مہمہ کہتے ہیں۔
2. تین کو روادف اور توابع جو مستقل ہیں اور اصول مہمہ کا اتمام کرتی ہیں۔

تین اصول مہمہ کیا ہیں؟

1. ان چیزوں کی معرفت جس کی طرف دعوت دی گئی ہے۔
2. اس صراط مستقیم کی پہچان جس پر چلنا لازم اور ضروری ہو۔
3. منزل تک پہنچنے والے کی حالت کی پہچان

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سورۃ الفاتحہ مذکورہ تینوں اصول مہمہ پر مشتمل تھی:[25]

1. تعریف المدعو إليه — ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ١ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ٢ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ٣
2. تعريف الصراط المستقيم — ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ٥
3. تعريف الحال عند الوصول إليه — صراط مستقیم پر چلنے والے کا انجام : صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ٦

اور صراط مستقیم پر نہ چلنے والے کا انجام : غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ٧

تیسری وجہ:

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ سورۃ ان امور پر مشتمل تھی جو کسی دوسری سورۃ میں نہیں تھے۔وہ اس طرح کہ اس سورۃ میں اللہ کی تعریف اور ثناء [ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ١ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ٢ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ٣] اور بندے کا اس سے مدد طلب کرنا اور پناہ مانگنا [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ] اور

دعامانگنا [ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ] ہے اور یہی معنی اس حدیث کے بھی ہیں جو امام مسلم سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ فرماتے ہیں:

« میں نے نماز [یعنی سورۃ الفاتحہ] کو اپنے اور میرے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر دی ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگے جب بندہ [ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ] کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری حمد بیان کی اور جب وہ [ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ] کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف بیان کی اور جب وہ [مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ] کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی / میرے بندے نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے اور جب وہ [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ] کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور بندے کے لئے وہ ہے جو اس نے مانگا ہے جب وہ [ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۞ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۞ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۞] کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو اس نے مانگا » [26]

سورۃ الفاتحہ "افضل السور" « سب سے افضل سورۃ » ہے کیونکہ اس کی فضیلت میں نصوص وارد ہیں۔ مذکورہ حدیث سے معنی کے اعتبار سے بھی اس کی فضیلت عیاں ہے۔ اور اس سورۃ کا حکم یہ ہے کہ یہ سورۃ ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اور اس کے ذریعے نماز میں خلل مکروہ [ناپسندیدہ] ہے [یعنی نہ پڑھنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے]۔ اس سورۃ میں دیگر سورتوں کا قائم مقام بننے کی صلاحیت تو ہے البتہ دیگر سورتیں اس کا قائم مقام نہیں بن سکتیں۔ جیسا کہ حاکم نے سیدنا عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے: رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ام القرآن یعنی سورۃ الفاتحہ دیگر سورتوں کا عوض ہے البتہ دیگر سورتیں اس کا عوض نہیں بن سکتیں[27]۔ اس حدیث کے راوی بڑے بڑے ائمہ ہیں اور یہ روایت شیخین کی شرط پر ہے۔ ابو عمر ابن عبد البر سورۃ الفاتحہ کی فضیلت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں: هي أجمع سور للخير « یہ سورۃ خیر کے تمام معانی کو جمع کئے ہوئے ہے » [28]

چوتھی وجہ:

ابو العباس بن سریج[29] فرماتے ہیں، قرآن مجید تین قسم کے علوم پر مشتمل ہے:

1. اسماء وصفات: اور اس کی طرف اشارہ [ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۞ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۞ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۞] میں کیا گیا ہے۔
2. وعد و وعید: اس کی طرف اشارہ [مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ] میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح [أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ] میں وعد اور [غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ] میں وعید ہے۔
3. احکام: اس کی طرف اشارہ [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ] میں کیا گیا ہے۔ [ابن تیمیہ، جواب اہل العلم والایمان: 31] [30]

سورۃ الفاتحہ ان تینوں علوم پر مشتمل تھی، اسی لئے ام الکتاب کہلائی۔

ابن جوزی[31] نے بھی ابو العباس بن سریج کا مذکورہ قول ذکر کیا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ذکر کیا ہے:

" قرآن کا مقصد اللہ کے ذات کی معرفت، اللہ کے صفات کی معرفت اور اللہ کے افعال کی معرفت تھی۔ سورۃ الاخلاص اللہ کے ذات کی معرفت پر مشتمل ہے"۔[32] سورۃ الفاتحہ ان تمام امور پر مشتمل ہے اس لئے "ام الکتاب اور ام القرآن" کہلاتی ہے۔

پانچویں وجہ:

قرآن مجید کی آیات دو قسم پر ہیں:[33]

1. علمی : [ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۞ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۞ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۞] تک کا تعلق علمی نوع سے ہے۔
2. عملی : [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ سے وَلَا ٱلضَّآلِّينَ] تک کا تعلق عملی نوع سے ہے۔

سورۃ الفاتحہ دونوں قسم کی آیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ام القرآن کہلاتی ہے۔

چھٹی وجہ:

امام ابو عبد اللہ مازری[34] فرماتے ہیں: قرآن مجید مجید تین قسم کے علوم پر مشتمل ہے:

1. **صفات الٰہی** : [ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١﴾ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٢﴾ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ﴿٣﴾] **تین آیات صفات الٰہی پر مشتمل ہیں۔**
2. **احکام** : [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ] **میں احکام کی طرف اشارہ ہے۔**
3. **قصص** : [صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ﴿٦﴾ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ] **میں ماننے اور نہ ماننے والوں کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔**[35]

ساتویں وجہ:

قاضی عیاض[36] فرماتے ہیں: قرآن مجید مجید تین مقاصد پر مشتمل ہے:[37]

1. **الٰہیات**
2. **نبوات**
3. **اوامر ونواہی**

سورۃ الفاتحہ تینوں قسم کے علوم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ام القرآن کہلاتی ہے۔ جیسے ان تینوں مقاصد کو سورۃ الفاتحہ کے علاوہ قرآن مجید کی بیشتر مقامات سورتوں میں بھی یکجا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے سورۃ ھود کے آغاز میں: [أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّا ٱللَّهَ] **میں الٰہیات،** [إِنَّنِي لَكُم مِّنۡهُ نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ] **میں نبوات اور** [وَأَنِ ٱسۡتَغۡفِرُواْ رَبَّكُمۡ ثُمَّ تُوبُوٓاْ إِلَيۡهِ] **میں امر و نہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔**[سورۃ ھود 11:2-3]

آٹھویں وجہ:

امام رازی فرماتے ہیں: پورے قرآن مجید کا مقصد چار چیزوں کو ثابت کرنا ہے:

1. **الٰہیات** : [ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ] **الٰہیات پر دلالت کرتی ہے۔**
2. **معاد** : [مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ] **معاد پر دلالت کرتی ہے۔**
3. **نبوات** : [ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ] **نبوات پر بھی دلالت کرتی ہے اور قضاء وقدر کے اثبات پر بھی۔**
4. **اللہ تعالیٰ کے لئے قضاء وقدر کا ثابت کرنا** : [إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ] **جبریہ[38] اور قدریہ[39] عقائد کی نفی کرتی ہے، اور یہ ثابت کرتی ہے کہ جملہ امور اسی کے قضاء وقدر سے ہیں۔**

چونکہ قرآن مجید کا سب سے بڑا مقصد ان چار مطالب کو بیان کرنا تھا، اور سورۃ الفاتحہ ان پر بخوبی مشتمل تھی اسی لئے اسے "ام القرآن" کے نام سے موسوم کیا گیا۔[التفسیر الکبیر 1:156، الاتقان فی علوم القرآن 4:140]

نویں وجہ:

زمخشری[40] فرماتے ہیں: سورۃ الفاتحہ مشتمل تھی اللہ تعالیٰ کی ثناء و تعریف پر جیسی تعریف اسے سزاوار ہے۔ امر و نہی کے ذریعے اس کی عبادت پر، اور وعدو وعید پر۔ اور جملہ آیات قرآن مجید یہ ان تین باتوں سے خالی نہیں تھیں، اسی لئے سورۃ الفاتحہ کو "ام القرآن" کہا جاتا ہے۔[الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 1:1]

دسویں وجہ:

قاضی بیضاوی[41] فرماتے ہیں: سورۃ الفاتحہ نظری حکمتوں اور سیدھے راستے پر چلنے کے لئے عملی احکام پر مشتمل ہے۔ اور اس نے نیک بختوں کا مرتبہ اور بد بختوں کے انجام کے بارے میں خبر دار کیا ہے۔ [انوار التنزیل واسرار التاویل 25:1، الاتقان فی علوم القرآن 140:4]

گیارہویں وجہ:

طیبی[42] فرماتے ہیں: سورۃ الفاتحہ چار قسم کے ان علوم پر مشتمل ہے جو دین کی بنیاد ہیں:

1. علم الاصول: اور اس کے بنیادی عقائد میں اللہ کے ذات وصفات کی معرفت، معرفت نبوات اور معرفت معاد شامل ہیں۔

[رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ۝١ ٱلرَّحْمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝٢] میں ذات وصفات کی طرف

[أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ] میں نبوات کی طرف اور

[مَـٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ] میں معاد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

2. علم الفروع: اور اس کی بنیاد "عبادات" ہیں۔ [إِيَّاكَ نَعْبُدُ] میں یہی علم مراد ہے۔

3. علم الاخلاق: وہ علم ہے جس کے ذریعے سے کمال حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ انسان "صمدانی ذات [جو کسی کا محتاج نہیں] کے حضور رسائی حاصل کرے اور اس یکتا ذات کے آگے التجا کرے۔ اس کے راستے پر چلے اور استقامت اختیار کرے۔ [إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ] اور [ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ] آیات میں اس علم کی طرف اشارہ ہے۔

4. علم القصص: اور اس سے مراد گذشتہ امتوں کے حالات و واقعات ہیں۔ ان میں سے نیکوکار اور بدکار اور ان سے کئے گئے اچھے اور برے دونوں طرح کے وعدے مراد ہیں:

[أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝٦ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ] میں یہی علم مراد ہے۔

[فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب 678:1، الاتقان فی علوم القرآن 140:4]

بارہویں وجہ:[43]

شیخ حسین علی[44] فرماتے ہیں:

سورۃ الفاتحہ پورے قرآن مجید کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ فہم کے اعتبار سے قرآن مجید چار حصوں پر مشتمل ہے، اور ہر حصہ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ سے شروع ہوتا ہے:

1. پہلا حصہ سورۃ الفاتحہ سے سورۃ المائدۃ کے اختتام تک ہے۔ [پانچ سورتیں]
2. دوسرا حصہ سورۃ الانعام سے لے کر سورۃ بنی اسرائیل کے اختتام تک ہے۔ [12 سورتیں)]
3. تیسرا حصہ سورۃ الکھف سے لے کر سورۃ الاحزاب کے اختتام تک ہے۔ [16 سورتیں)]
4. چوتھا حصہ سورۃ سبا سے لے کر قرآن مجید کے آخر تک ہے۔ [81 سورتیں]

پہلے حصے میں عالم کی تخلیق کا بیان ہے اور عالم کی پیدائش اس کی الوہیت پر دلیل ہے۔ دوسرے حصے میں مخلوق کی تربیت کا بیان ہے۔ تیسرے حصے کا مضمون یہ ہے کہ وہ اکیلے ساری چیزوں میں برکت ڈالنے والا ہے۔ اور چوتھے حصے میں یہ ہے کہ قیامت کا دن حق ہے اور وہی اکیلے مالک اور غالب ہوگا اور اس کے ہاں کوئی اسے مجبور کر سکتا ہے نہ ہی کوئی کسی کی سفارش کر سکتا ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کے ان چاروں حصوں کے مضامین پر مشتمل ہے، پس:

* [ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ] پہلے حصے کے مضمون کی نشاندہی کرتی ہے، کیونکہ "اللہ" کے اسم جلالہ سے جو وصف مشہور مراد ہے وہ صفت "خالق" ہے۔
* [رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ] قرآن مجید کے دوسرے حصے کی مضمون کی طرف اشارہ کرتی ہے اور تربیت کو خلق [پیدائش] کے بعد اس لئے ذکر کیا ہے کیونکہ تربیت کا مرتبہ پیدائش کے بعد ہوتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ چونکہ نچوڑ تھا اس لئے یہاں لفظ بھی عام ذکر کیا گیا یعنی [رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ] جبکہ سورۃ الانعام کے آغاز میں [خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَجَعَلَ ٱلظُّلُمَٰتِ وَٱلنُّورَ] تخصیص کی گئی ہے جو عالم کی ایک نوع ہے۔ سورۃ الکھف، سورۃ سبا اور سورۃ فاطر کے آغاز میں بھی ایسی ہی تخصیص کی گئی ہے اور وہ بھی رب العالمین کی انواع ہیں۔ گویا کہ سورۃ فاتحہ ایک معدن ہے اور ایک جڑ ہے جس سے مختلف شاخیں نکلی ہوئی ہیں۔[رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ] کو ذکر کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ جس طرح مخلوق اپنی پیدائش میں اللہ کے محتاج ہیں اسی طرح وہ اپنی بقاء کے لئے اس کی تربیت کے بھی محتاج ہیں۔
* [ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ] میں تیسرے حصے کی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں ان دو صفات میں قرآن مجید کے نزول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں روحوں کی تربیت کا سامان ہے اور روح کی تربیت جسم کی تربیت کے بعد ہوتی ہے۔ روح اس کی طرف سے ہے اسی لئے روح کی تربیت کے لئے خوراک اور غذا بھی اسی کی طرف سے ہے اور اب وہ آخری کتاب "قرآن مجید" ہے۔ اور یہی روحوں کی تربیت ہے جو قرآن مجید کے تیسرے حصے کا مضمون ہے جبکہ دوسرے حصے کا مضمون اجسام کی تربیت ہے۔
* [مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ] میں قرآن مجید کے چوتھے حصے کے مضمون کی طرف اشارہ ہے اور چوتھے حصے کا مضمون شفاعت قہری کی نفی ہے جس کا مطلب ہے کہ کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں سفارش نہیں کر سکتا۔ اور ساری مخلوق اس کی منقاد، محتاج اور اس سے ڈرنے والے ہیں۔ اور قرآن مجید کی عجیب ترتیب ملاحظہ کریں: پہلے حصے میں فرمایا کہ اللہ وہ ذات جس نے تمہیں عدم سے پیدا کیا اور پھر زندگی بخشنے کے بعد تمہاری تربیت کی اور تم میں برکت ڈالی پس وہی اللہ حاجت روا، یکتا، بے نیاز ایسی ذات ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ ہی وہ کسی سے جنا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔[45]

سورۃ الفاتحہ کی فضیلت میں وارد روایات

سورۃ الفاتحہ ایک بہترین سورۃ ہے جس کی فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں:

1. صحیح بخاری میں ابو سعید ابن معلیٰ[46] سے روایت ہے:

« میں مسجد (نبوی) میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھے طلب فرمایا لیکن میں نے (نماز پڑھنے کی وجہ سے) جواب نہ دیا۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد حاضر ہوا) اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! میں نماز میں تھا (اس لئے حاضر ہونے میں تاخیر ہوئی)۔ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ "اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کرو جب تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی دیتا ہے"۔ پھر آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اس سے پہلے کہ تم مسجد سے نکلو میں تم کو قرآن مجید کی ایک ایسی سورۃ بتاتا ہوں جو سب سے عظیم سورۃ ہے۔ پھر آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے میرا ہاتھ پکڑا اور باہر جانے لگے۔ میں نے (یاد دہانی کراتے ہوئے) کہا: کیا آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے نہیں کہا تھا کہ مجھے قرآن مجید کی سب سے عظیم سورۃ کے بارے میں بتائیں گے؟ ارشاد فرمایا: کہ وہ سورۃ الفاتحہ ہے جو سبع مثانی ہے اور یہ وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے »[47]

صحیح بخاری میں ابو سعید ابن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے صرف یہی روایت ہے، دوسری کوئی روایت نہیں۔ امام رازی اور امام غزالی چونکہ فن حدیث کے ماہر نہیں ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حالانکہ وہ ابو سعید خدری[48] نہیں بلکہ ابو سعید بن معلیٰ ہے۔ منطق اور فلسفہ کے امام اور ماہر محمد بن محمد الغزالی [وفات:505ھ] نے آخری عمر میں ان فنون سے توبہ کی تھی۔ روایات میں آتا ہے: "مات الغزالی والبخاری علی صدرہ"[49] « غزالی کا

انتقال اس حال میں ہوا جب صحیح بخاری اس کے سینہ پر پڑی ہوئی تھی » بلکہ غزالی تو اس حد تک پشیمان ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنی کتاب تَهَافَتُ الفلاسفة [فلاسفہ کی حیرانگی] میں مناطقہ اور فلاسفہ کو بیس مسائل میں کافر قرار دیا ہے[50]۔ وہ فرماتے ہیں کہ "یہ بیس مسائل اہل منطق اور فلسفیوں کے اصول اور عقائد ہیں اور ان میں سے ہر ایک اصل اور عقیدہ کی بنیاد پر وہ کافر ہیں۔ اگرچہ اس کی کتاب کا رڈ ابن رشد مالکی[51] [وفات:595ھ] نے تَهَافَتُ تَهَافَتِ الفلاسفة[52] کے نام سے لکھا ہے۔ ابن رشد کی تردید خواجہ زادہ رومی نے تَهَافتُ تهافتِ تهافتِ الفلاسفة کے نام سے لکھی ہے۔[53]

ماہر علوم امام رازی [وفات:606ھ] بھی غزالی کی طرح اپنی زندگی کے آخری ایام میں پچھتائے ہیں، فرماتے ہیں:

« میں نے علم الکلام کے طریقوں اور فلسفیوں کے منہج میں غور کیا۔ پس میں نے ان میں سے کسی طریق اور منہج کو بھی بیمار کا علاج اور کسی پیاسے کی پیاس بجھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور میں نے طریقوں میں سب سے اقرب طریقہ قرآن مجید کا دیکھا۔ صفات ثبوتیہ میں پڑھو: کہ رحمن عرش پر برابر ہیں۔ اس کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں۔ اور صفات سلبیہ میں پڑھو: اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ اور مخلوق کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اور جس شخص نے میرے تجربہ کی مانند تجربہ کیا ہے وہ بھی میری طرح (اس کی حقیقت) جان جائے گا »[54]

ابو المعالی جوینی[55] نے اپنی موت کے وقت کہا تھا:

« میں (منطق اور فلسفہ کے) گہرے دریا میں داخل ہوا تھا اور میں نے مسلمانوں اور ان کے علوم کو چھوڑا تھا۔ اور میں اس چیز میں داخل ہوا تھا جس سے انہوں نے مجھے منع کیا تھا۔ اور اب اگر میرا رب مجھ پر اپنا رحم نہ کرے تو ابن الجوینی نے لئے ہلاکت ہے۔ افسوس! کہ میں اپنی ماں اور نیشاپور کی بوڑھیوں کے عقیدے پر مر رہا ہوں »[56]

یہ صرف قرآن مجید کا علم ہے جو نہ صرف قابل فہم ہے بلکہ بیمار کی شفا کا ذریعہ بھی ہے۔ اس کتاب کی خواہ آدھی آیت پڑھی جائے یا پوری سورۃ، ضرور انسان کے ذہن کو مطمئن کرتا ہے اور کوئی الجھن باقی نہیں چھوڑتا۔

2. ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ابیّ بن کعب کو پکارا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ملے۔ تو رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنا ہاتھ ابی کے ہاتھ پر رکھا اور وہ مسجد کے دروازے سے نکل رہے تھے۔ سو آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم مسجد نکلنے سے پہلے پہلے ایسی سورۃ کے بارے میں جان جاؤ گے کہ نہ توراۃ میں، نہ انجیل میں اور نہ قرآن مجید میں اس جیسی (دوسری) سورۃ نازل ہوئی ہے۔ ابیّ کہتے ہیں: میں امید کئے ٹھہر ٹھہر کر چلنے لگا اور کہا: اے اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! وہ سورۃ جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم نماز کے آغاز میں کیا پڑھتے ہو؟ ابی بن کعب فرماتے ہیں: پس میں نے ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ آخر تک پڑھی۔ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یہی وہ سورۃ ہے۔ اور یہ سبع مثانی اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے »[57]

3. امام بیہقی نے حسن بصری تابعی کی سند سے روایت کی ہے:

« اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائی ہیں اور ان ساری کتابوں کے علوم کو چار کتابوں میں جمع فرمایا ہے: تورات، انجیل، زبور اور قرآن۔ پھر ان چاروں کتابوں کے علوم کو قرآن مجید میں جمع کیا۔ قرآن مجید کے علوم کو "مفصل" میں جمع کیا اور مفصل کے علوم کو سورۃ الفاتحہ میں جمع فرمایا۔ گویا سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سمجھنا تمام آسمانی کتابوں کی تفسیر سمجھنے کے مترادف ہے »[58]

صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر پر سینکڑوں علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ امام رازی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: صرف بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ میں دس ہزار مسائل ہیں۔ لوگوں نے یہ بات مستبعد جانی۔ تو رازی نے ان مسائل کو نکالنے کی ٹھانی تو دس ہزار سے زائد مسائل (اجمالی طور پر) نکالے فرمایا: میں نے دس ہزار کا وعدہ کیا تھا لیکن اس میں اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ [59]

مقصد السورة:

سورۃ فاتحہ ان چار مقاصد پر مشتمل ہے جن پر تمام پیغمبروں کو مبعوث کیا گیا ہے:

1. اثبات توحید
2. اثبات رسالت
3. صداقت کتاب
4. روز آخرت پر ایمان

مقصد اول: اثباتِ توحید

توحید کیا ہے؟

هو إثبات الألوهية لله وحده «صرف اللہ کے لئے الوہیت ثابت کرنا توحید کہلاتا ہے »[60]

توحید قرآن مجید کا مغز اور نچوڑ ہے جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں: "سِرُّ القرآن ولُبَابُه الأصفى ومقصدُهُ الأقصى دعوَةُ العباد إلى الجبَّار الأعلى ربِّ الآخرةِ والأولى خالق السماوات العُلَى والأرَضين السُفلى وما بينهما وما تحت الثَّرَى" [جواہر القرآن:23]

« قرآن مجید کا راز، واضح لب لباب اور حتمی مقصد اس غالب ذات کی طرف بندوں کو دعوت دینا ہے جو دنیا اور آخرت کا مالک، زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان اور تحت الثری [زمین کا نچلا طبقہ] کا خالق ہے »

اسی اہمیت کے پیش نظر سورۃ الاخلاص کو ثلث القرآن [قرآن مجید کا تیسرا حصہ] سورۃ یس کو قلب القرآن [قرآن مجید کا دل] اور آیۃ الکرسی کو سیدۃ آی القرآن [تمام آیات کی سردار آیت] کہا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ الاخلاص میں اللہ کے لئے الوہیت کا اثبات ہے تو سورۃ یس میں غیر سے الوہیت کی نفی ہے اور آیۃ الکرسی میں اسماء وصفات کے اصول جمع کئے گئے ہیں جو سات ہیں: الوہیت، حیات، وحدانیت، ملک، قدرت، ارادہ اور علم۔[61]

سورۃ الفاتحہ میں اللہ کے لئے الوہیت کو ثابت کرنے کے لئے پانچ نام ذکر کئے گئے ہیں اور مسئلہ توحید کو پانچ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، وہ پانچ دلائل ہیں: اللہ، رب، رحمان، رحیم اور مالک[62]۔ اور یہ پانچوں اسماء مشتقات ہیں اور مشتق "ذات مع الوصف" پر دلالت کرتا ہے، جیسے: ضارب: وہ شخص جو مارنے والا ہے۔ اور اسم جامد صرف ذات پر دلالت کرتا ہے، جیسے: زید۔

کتاب اللہ میں صحیح طریقے سے ادنیٰ تدبر کرنے کے بعد یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ سورۃ الفاتحہ اہم مقاصد پر مشتمل سورۃ ہے جن میں سے ایک اہم مقصد "معبود" کی تعریف ہے اور یہ کئی وجوہ سے ہے:

1. لفظ "اللہ" میں جہاں اثبات الوہیت اللہ کے لئے ہے وہیں مشرکین کے شرک کی تردید بھی ہے جو اس عالم کا اللہ کے بغیر دوسرے مدبر کے قائل ہیں۔
2. لفظ "رب" میں جہاں اثبات ربوبیت اللہ کے لئے ہے وہیں مجوس اور صابئین کی تردید بھی ہے جو کواکب اور یزدان واہرمن کو کائنات کا مربی مانتے ہیں۔
3. لفظ "رحمان" اور "رحیم" میں ان مشرکین کی تردید جو اللہ کے علاوہ اوروں کو برکات دہندہ مانتے ہیں۔ برکت کا مطلب ہے: خیر ڈالنا اور اسے برقرار رکھنا۔ مشرکین غیروں کے نام پر نذر و نیاز اسی لئے دیتے ہیں تاکہ ان کے مال واولاد میں برکت ڈالے۔ ان مشرکین پر بری مصیبتیں واقع ہوں جو اوروں کو برکت ڈالنے والا قرار دینے سے اللہ پر بدگمانی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کہ غیروں کے لئے نفع نقصان کے قائل ہیں۔ اور آج اس عقیدے میں عوام کی اکثریت مبتلا ہے۔ جبکہ مولوی اور پیر کے لئے ذریعہ معاش بنایا ہے۔[63]

4. لفظ "مالک" اثبات توحید پر دلیل اس طرح سے ہے کہ فیصلہ صرف اسی کا چلتا ہے۔ جب اس طویل دن میں تمہیں چھڑانے والا کوئی نہیں ہے تو دیگر مصیبتوں سے کوئی اور تمہیں کیسے نجات دے سکتا ہے۔ اور قرآن مجید نے اسی مضمون کو مختلف پیرایوں میں ذکر کیا ہے۔
5. توحید کی طرف دیگر آیات میں تو اشارات واضح ہیں حتیٰ کہ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے، کیونکہ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ میں اللہ کی صفت "عدل" کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ وہ ذات ہے اگر کوئی اس کی اطاعت کرے تو وہ اس پر احسان کرتا ہے۔ تو گویا کہ اس میں اس کی اطاعت کی ترغیب بھی ہے۔ اور غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ میں اس کی صفت "غضب" کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضد عناد کرے، حق چھپائے، اس کی نافرمانی کرے تو وہ اس پر غصہ ہوتا ہے، اور اس میں اس کی نافرمانی پر ترہیب دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صفات کمال کو اپنے لئے ثابت کیا ہے اور نقص کی صفات کو اپنی ذات اقدس سے نفی کیا ہے۔ پس ہر وہ صفت جو قرآن مجید میں اس کی ذات سے سلب کی گئی ہے تو اس کی ضد اپنے لئے ثابت کی ہے[64]۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے باطل آلهة سے صفات کمال نفی کی ہیں جیسا کہ پیغمبروں نے اپنی قوم کے مشرکین پر حجت قائم کی ہے کہ ان کے آلهة (مددگار) خواہ فرشتے ہوں یا نیک بندے جو کہ نہ فریاد سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں اور نہ ان نفع نقصان کے مالک ہیں تو تم لوگ کیسے انہیں اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو۔ اور پیغمبروں کی ان تقاریر کے لئے مندرجہ ذیل آیات دیکھیں:[65]

- سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹے خداؤں سے صفات الوہیت کی نفی کرنا:

"إِذۡ قَالَ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا يُغۡنِي عَنكَ شَيۡـٔٗا " [سورۃ مریم 42:19]

« جب ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا! تم کیوں اس کی عبادت کرتے ہو جو تمہاری فریاد سن سکتا ہے نہ ہی دیکھ سکتا ہے اور نہ تمہیں ذرہ بھر کوئی فائدہ دے سکتا ہے »

ابراہیم کا اپنی قوم کے خلاف حجت قائم کرنے پر دیکھیں: [سورۃ الانعام 74:6، سورۃ الانبیاء 52:21، سورۃ الشعراء 26:70-73، سورۃ العنکبوت 17:29، سورۃ الصافات 37:91-92، سورۃ الزخرف 43:26-27]۔ ان آیات میں ان لوگوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے جو مصیبتوں کے وقت اللہ کے نیک بندوں کو اپنی حاجت برآری کے لئے پکارتے ہیں۔[66]

- سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا بچھڑے سے صفات الوہیت کی نفی کرنا:

"وَٱتَّخَذَ قَوۡمُ مُوسَىٰ مِنۢ بَعۡدِهِۦ مِنۡ حُلِيِّهِمۡ عِجۡلٗا جَسَدٗا لَّهُۥ خُوَارٌۚ أَلَمۡ يَرَوۡاْ أَنَّهُۥ لَا يُكَلِّمُهُمۡ وَلَا يَهۡدِيهِمۡ سَبِيلًا "[سورۃ الاعراف 148:7]

« اور موسیٰ کی قوم نے ان کے (کوہ طور جانے کے) بعد ان کے زیورات سے بچھڑے کو (الہٰ) بنالیا جس کا جسم تھا، اس کی آواز تھی۔ آیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کے ساتھ بات کر سکتا ہے اور نہ ہی انہیں صحیح راستے کی رہنمائی کر سکتا ہے » اسی طرح دیکھیں: [سورۃ طہٰ 89:20]

مقصد دوم: اثباتِ رسالت:

سورۃ الفاتحہ کا ہر ہر جملہ اس مقصد کی طرف اشارہ کرتا ہے، جیسے:[67]

1. لفظ "اللہ": کیونکہ الٰہ کی حقیقت کو جاننا پیغمبر کے بتائے بغیر ممکن نہیں۔ الٰہ کی حقیقت ہمیں پیغمبر ہی کے ذریعے معلوم ہوئی کہ الٰہ وہ ذات ہے جو ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ [68] [سورۃ الاخلاص 2:112] ہے۔ الٰہ وہ ذات ہے جو مخلوق کی فریاد سنتا ہے: فَلَا صَرِيخَ لَهُمۡ [69] [سورۃ یٰس 43:36]۔ الٰہ اس ذات کو کہتے ہیں جو خالق ہے: " وَرَبُّكَ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخۡتَارُ " [70] [سورۃ القصص 68:28]

2. رَبِّ ٱلۡعَـٰلَمِينَ : رب عام لفظ ہے جو نہ صرف اجسام کی تربیت کو شامل ہے بلکہ ارواح کی تربیت کو بھی شامل ہے۔ اجسام کی تربیت میں تو جملہ حیوانات مشترک ہیں اسی لئے اگر اللہ روح کی تربیت نہ فرماتے تو صفت ربوبیت ناقص ہوتی۔ روح کی تربیت کے لئے اللہ ہمیشہ پیغمبروں کو مبعوث فرماتا ہے اور اپنی کتابیں بھیجتا ہے۔ اور قرآن مجید بھی یہی کہتا ہے:" أَلَا بِذِكۡرِ ٱللَّهِ تَطۡمَئِنُّ ٱلۡقُلُوبُ " [سورۃ الرعد 28:13] « خبردار اللہ کی کتاب کے ذریعے دل مطمئن ہوتے ہیں » سورۃ البینۃ کی تفسیر میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ انسان کی سب سے زیادہ ضرورت اور احتیاج کس چیز کو ہے؟ اگر کھانا پینا (ظاہری خوراک) میسر نہ ہو تو فقط دنیاوی زندگی ختم ہو جائے گی لیکن اگر روح کی تربیت (اتباع رسول اور اتباع کتاب) نہ ہو تو وہ ابدی زندگی برباد ہو جائے گی۔ اور فانی دنیا کے مقابلے میں ابدی زندگی کی بربادی بڑا خسارہ ہے[71]۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مہمل (بغیر بیان کے) نہیں چھوڑتا، جیسا کہ ارشاد ہے:

"أَيَحۡسَبُ ٱلۡإِنسَـٰنُ أَن يُتۡرَكَ سُدًى " [سورۃ القیامۃ 36:75] « آیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے مہمل (یعنی بغیر امر و نہی) کے چھوڑ دیا جائے گا »

اسی لئے قرآن مجید کا سیکھنا نہایت ضروری ہے وہ اس لئے کہ قرآن مجید سے جاہل شخص اگر توحید والوں سے توحید کے دلائل سنتا ہے تو اسے توحید کی باتیں بھی بھلی لگتی ہیں۔ لیکن کل کو اگر وہ شرک سے بھری تقریر سنتا ہے تو شرک کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں کرتا۔ اگر سنت کی ترغیب سنے تو اس پر چل پڑتا ہے لیکن بدعات کی تقریر سے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ لیکن اس کے برعکس جس شخص کے پاس قرآن مجید اور اس کی تفسیر یعنی سنت رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کا علم ہو، اسے کوئی بہکا نہیں سکتا۔ اسی لئے جاہل شخص جانوروں سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے۔ کیونکہ جانور کو آگ اور کھائی کی طرف کھینچو وہ نہیں کودے گا لیکن جاہل شرک اور بدعت کے ذریعے جہنم میں کودنے کے لئے تیار ہے۔ یہی بات قرآن مجید کچھ اس انداز میں کرتا ہے:

"وَلَقَدۡ ذَرَأۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِۖ لَهُمۡ قُلُوبٌ لَّا يَفۡقَهُونَ بِهَا وَلَهُمۡ أَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُونَ بِهَا وَلَهُمۡ ءَاذَانٌ لَّا يَسۡمَعُونَ بِهَآۚ أُوْلَـٰٓئِكَ كَٱلۡأَنۡعَـٰمِ بَلۡ هُمۡ أَضَلُّۚ أُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡغَـٰفِلُونَ " [سورۃ الاعراف 179:7]

« اور ہم نے بہت سے جن اور انسان (اپنے علم میں) دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔ ان کے دل ہیں لیکن ان سے (قرآن مجید کو) سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے (قرآن مجید کو) دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے (قرآن مجید کو) سنتے نہیں۔ یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔ یہی ہیں جو (قرآن مجید سے) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں »

کیونکہ جانوروں کو اللہ نے فہم و عقل نہیں دی تھی۔ ایسا شخص بظاہر انسان لیکن در حقیقت حیوان ہے۔ [اسی طرح کی آیت سورۃ الفرقان 44:25 میں بھی ہے]۔

3. ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ "رحمن" بروزن "فعلان" کی خاصیت میں عموم ہے، یعنی اس کی رحمت ہر ایک چیز کو پہنچی ہوئی ہے اور یہ رحم صرف ظاہری جسم پر نہیں ہے بلکہ روح اور باطن پر بھی ہے۔ اگر اللہ نبی اور پیغمبر نہ بھیجے تو وہ "رحمان" نہیں ہوگا اور لفظ فعلان کا معنی درست نہیں ٹھہرے گا۔

"رحیم" عام مخلوق کے مقابلے میں اپنے بندوں پر یہ اللہ کی خصوصی مہربانی ہے، کہ وہ ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر اور کتاب بھیجتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

"وَمَآ أَرۡسَلۡنَـٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَـٰلَمِينَ " [سورۃ الانبیاء 107:21]

« اور (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) ہم نے آپ کو تمام جہان کے لئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے »

4. مَـٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ بھی اثبات نبوت پر دلیل ہے کیونکہ سزا اور جزا تب ہی ممکن ہے جب وہ اپنی خوشنودی اور ناراضگی کے کام بتائے اور یہ پیغمبروں کی بعثت کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر پیغمبروں کے ذریعے اپنے بندوں کو بیان نہ کرے تو انہیں سزا کیونکر دے گا؟ اور اسی لئے قرآن مجید میں بار بار آتا ہے کہ پیغمبروں کی بعثت اتمام حجت کے لئے ہے:

"رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا " [سورۃ النساء 165:4]

«(اللہ نے بھیجا ہے) پیغمبروں کو خوشخبری سنانے والے (ماننے والوں کو) اور ڈرانے والے (نہ ماننے والوں کو) تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کی اللہ پر کوئی دلیل باقی نہ رہے »

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا قانون ذکر کیا ہے:

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا" [سورۃ الاسراء15:17]

« اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج دیں »

5. إِيَّاكَ نَعْبُدُ بھی اثبات نبوت پر دلیل ہے کیونکہ عبادت کے طریقے اور اس کی کنہ (حقیقت) معلوم کرنا پیغمبر کے بتائے بغیر ممکن نہیں۔ اور نہ ہی عقل کے ذریعے شریعت کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ اللہ کی رضا کس چیز میں ہے؟ کیا اللہ اس سے خوش ہوتا ہے کہ ایک انسان پوری رات کھلے آسمان تلے گزارے؟ یا محض ایک سجدہ اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہے؟ جواب: صرف ایک سجدہ اس کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ بندے کا ایک مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہنے سے وہ راضی ہوتا ہے۔ مبتدعین کے بھٹکنے کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے عبادات کے طریقے ایجاد کئے ہیں اور اپنی طرف سے وہ شریعت بنائی ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔ اللہ فرماتے ہیں:

"إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ" [سورۃ النجم23:53]

« یہ لوگ محض گمان اور خواہشات نفس کے پیچھے چل رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے »

اعتراض: اگر ہر چیز کا ثبوت پیغمبر سے ضروری ہے تو پھر تو قیاس باطل ٹھہرا؟

جواب: جو لوگ قیاس کی تعریف اور حقیقت نہیں سمجھتے، انہیں مغالطہ ہوا ہے۔ حالانکہ

"وقياس الأئمة مظهر للحكم الشرعي[72] ليس بمخترع للبدعي بما يظن"

«ائمہ کا قیاس حکم شرعی کا اظہار ہے۔ کسی بدعت کا اختراع نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے»

قیاس[73] کسے کہتے ہیں: نص میں ایک مخفی حکم جو امی کو معلوم نہیں تھا تو مجتہد اصول و قواعد کو مد نظر رکھ کر اس مخفی حکم کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی لئے بعض لوگ قیاس کی حقیقت کو سمجھے نہیں تو انہوں نے قیاس پر بھی بدعت کا اطلاق کیا ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے جب آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پوچھا کہ اگر قرآن مجید و سنت میں ایک حکم نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ فرمایا:

"أجتهد رأيي" [74]

« میں [قواعد کی بنیاد پر نص سے] اس کا حکم نکالنے کی کوشش کروں گا »

6. إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ بھی اثبات نبوت پر دلیل ہے کیونکہ مدد مانگنے کا طریقہ پیغمبر کے بتلائے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ کی صفت مستعان ہے اور قرآن مجید میں ہے: " وَٱسْتَعِينُوا۟ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ " [سورۃ البقرۃ45:2] « اور (اللہ سے) مدد طلب کرو صبر (یعنی دین میں ڈٹنا) اور نماز کے ذریعے »

اور اللہ فرماتے ہیں: " ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ " [سورۃ الاعراف55:7] « اپنے رب کو عاجزی اور چپکے چپکے سے پکارو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا »

7. ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ہر شخص اپنے آپ کو صراط مستقیم پر کہنے کا دعویدار ہے، اور صراط مستقیم کی پہچان بغیر پیغمبر کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے "صراط مستقیم" کا لفظ بھی اثبات نبوت پر دلیل ہے۔ صراط مستقیم کے تین مصداقات میں سے ایک مصداق "اتباع رسول" ہے۔

8. صراط کی صفت استقامت کے ساتھ کی گئی ہے اور استقامت [سیدھا ہونا] کی معرفت پیغمبر کے بیان ہی پر موقوف ہے۔

9. أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ قرآن مجید نے خود اس کی تفسیر میں سرفہرست انبیاء علیہم السلام کو ذکر کیا ہے۔اور جو ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں یعنی صدیقین، شہداء اور صالحین۔

10. غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ لوگوں کا تین قسموں میں بٹنا یہ پیغمبروں کے بیان کے بعد ہی ہوتا ہے۔ جیسے: سورۃ الحج 52:22

بدعت[75] کی وضاحت:

تمام فقہاء متفق ہیں کہ: الإستحباب حكم شرعي «مستحب حکم شرعی ہے»[76] یہاں تک کہ اصولیین کے نزدیک اباحت بھی حکم شرعی ہے[77]، کیونکہ اباحت تصرف کا تقاضا کرتی ہے۔اسی لئے جو لوگ اجتماعی دعاء بعد السنن[78] کے قائل ہیں، ان سے پوچھا جائے کہ وہ اس دعا کو مستحب سمجھتے ہیں یا فعل عبث؟ اگر مستحب نہیں سمجھتے تو کیا مسجد میں فعل عبث جائز ہے اور اگر جواب "مستحب" سمجھنا ہے تو مستحب ایک حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل شرعی درکار ہے۔اسی طرح عبادات میں کم ،کیف ، أين پیغمبر کے بتانے سے ہی معلوم ہوسکتے ہیں:

کم [مقدار] :

ہمیں نماز کی مقدار معلوم نہیں تھی کہ کتنی رکعت نماز پڑھنی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مقدار بتائی کہ صبح کی دو، ظہر، عصر اور عشاء کی چار اور مغرب کی تین رکعت فرض ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیان کے ذریعے عبادات مطلقہ اور غیر مطلقہ دونوں بتائی ہیں۔ جیسے حدیث میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آتا ہے:

"«كان النبي ﷺ يذكر الله على كل أحيانه»" [صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب ذکر اللہ تعالی فی حال الجنابۃ وغیرھا، حدیث:373]

« اللہ کے رسول ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے » اس کے لئے کوئی مقدار مقرر کی نہ ہی وقت مقرر کیا ہے۔

اعتراض: صوفیاء جو اپنے مریدوں کو ایک معین ذکر کی تلقین کرتے ہیں کہ یہ ذکر ہزار مرتبہ کرنا ہے؟

جواب: صوفیاء کرام کی اپنے مریدوں کو بتلائی تعداد للعبادة نہیں ہے بلکہ وہ للتثبت ہے۔یعنی ان کے نزدیک ایسا نہیں ہے کہ ہزار سے کم یا زیادہ میں ثواب نہیں اور صرف ایک ہزار عدد میں ہی ثواب ہے۔ اس کو مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے: جیسے ایک استاذ اپنے شاگرد سے کہے کہ اس سبق کو بیس مرتبہ دہرانا ہے۔ بیس مرتبہ دہرانے سے اس سبق کو صحیح طور سے یاد کرنا مقصود ہوتا ہے۔

دوسری جانب اگر پیغمبر ﷺ نے ذکر اذکار میں کوئی تعداد بتائی ہے تو پھر اسی تعداد میں ثواب ہے، اس میں کمی اور زیادتی جائز نہیں۔ جیسے نماز کے بعد کی تسبیحات۔ 33 بار سبحان اللہ ،33 بار الحمدللہ ،34 بار اللہ اکبر۔[79]

ایک عالم کا واقعہ:

ابن الحاج فرماتے ہیں: ایک عالم نے خواب کی حالت میں قیامت کا دن دیکھا کہ اعلان ہوا کہ جن جن لوگوں نے فرض نماز کے بعد مسنون اذکار کا اہتمام کیا ہے وہ جنت کی طرف آئیں تو میں بھی اسی طرف روانہ ہوا۔ فرشتوں نے مجھے روکا، کہ تم ان لوگوں میں نہیں ہو۔ میں نے سوال کیا: کہ میرا ابھی تو ہمیشہ معمول رہا ہے لیکن فرشتوں نے کہا: کہ تم نے تعداد کی پابندی نہیں کی، بلکہ کبھی کم کہیں ہیں اور کبھی زیادہ کہیں ہیں۔[المدخل 251:2]

کیف [شکل وہیئت] :

عبادت اسی طریقہ پر کی جائے گی جس کیفیت پر اللہ کے پیغمبر ﷺ نے کی ہے۔ کیا فدیہ دینا اس شکل میں رسول اللہ ﷺ سے کہیں ثابت ہے جو آج حیلہ اسقاط کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ جس کے لئے دائرہ بنایا جاتا ہے اور ایک دوسرے کو مال بخشا جاتا ہے۔ اور پہلے پہل اس میں الفاظ بھی ایسے استعمال کئے جاتے تھے: جس کا مطلب "دھوکا بازی" ہوتا تھا۔ آج سے ساٹھ ستر سال قبل کے جو خطبے چھپتے تھے ان میں یہ الفاظ تھے: یہ مال قلیل بخداع

کثیر میں نے قبول کیااور میں نے تمہیں بخش دیا۔لیکن جب حق پرستوں نے ان الفاظ کو طشت از بام کیا کہ خود اس فعل کے کرنے والے اس کے لئے دھوکے کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو دائرہ حیلۂ اسقاط کرنے والوں نے اس لفظ کو کہنا چھوڑ دیا۔یعنی جہالت ہو تو ایسی کہ اپنے الفاظ کی بھی سمجھ نہ ہو۔

اعتراض: بعض لوگ فرائض کے بعد بھی ہیئت کو بدعت قرار دیتے ہیں؟[80]

جواب: فرائض کے بعد دعا تو حدیث سے ثابت ہے، جیسے: رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا گیا:

"أي الدعاء أسمع قال: جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات" [81]

« کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: رات کے آخری حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد »

اور سیوطی نے تدریب الراوی میں ذکر کیا ہے کہ سو احادیث اس باب میں ثابت ہیں کہ دعا میں ہاتھ اٹھائے جائیں[82]۔ ابوداؤد میں بھی اسی طرح کی حدیث ہے کہ استکمال دعا ہاتھ اٹھانے سے ہی ہے[83]۔ تو فرائض کے بعد دعا بھی ثابت ہوئی اور دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی۔ رہی اجتماعی ہیئت؟ تو اس کو جمع اتفاقی اور جمع صوری کہا جاتا ہے، جمع حقیقی نہیں۔ امام کے پیچھے سو افراد مقتدی ہیں اب اگر صرف امام ہاتھ اٹھائے اور سارے لوگ خاموش بیٹھے ہوں، پھر دوسرا ہاتھ اٹھائے، پھر تیسرا۔ تو اس کے لئے ایک طویل وقت درکار ہے جو ناممکن ہے۔ اور اگر دعا نہ کریں تو رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مخالفت لازم آتی ہے، کیونکہ انہوں نے دعا مانگی ہے۔

فن بدعت ایک مشکل فن ہے جس میں اکثر لوگوں پر اشتباہ آتی ہے اور وہ تمیز نہیں کر سکتے۔ اس فن میں مختلف کتابیں لکھی گئی ہیں، جیسے:

1. کتاب البدع والنہی عنہا، محمد بن وضاح قرطبی [وفات:286ھ] جو بخاری کا ہم عصر ہے۔ جس میں انہوں نے رد بدعات میں اکثر احادیث ذکر کی ہیں۔
2. الحوادث، ابو بکر طرطوشی [وفات:520ھ]
3. الباعث علی انکار البدع والحوادث ابو شامہ [وفات:665ھ]
4. المدخل، ابن الحاج [وفات:737ھ]
5. الاعتصام، امام شاطبی [وفات:790ھ]

لیکن ایسی کتاب موجود نہیں تھی جس میں قواعد مذکور ہوں اور دنیا میں موجود ساری بدعات ان قواعد کی بنیاد پر رد ہوتی ہوں۔ اصول السنۃ لرد البدعۃ میں ان قواعد کو جمع کیا گیا ہے اور ان قواعد کی بنیاد پر کوئی بدعت نہیں بچتی۔ اسی طرح "ضیاء النور" جو رد بدعات میں ہے اس میں مبتدعین کی چھ اقسام ذکر کی گئی ہیں، اور ہر ایک کا الگ الگ حکم ہے۔ مخترع، مقلد، داعی، مدعو، مستمر، فلتۃ۔[84]

أين [كب] :

مقدار کی طرح توقیت بھی شارع کے ذریعے ہی سے معلوم کی جائے گی۔ جیسے ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔ اس لئے کسی عبادت کے لئے اپنی طرف سے وقت کی تخصیص اس کو بدعت بنا دے گی۔ جیسے خیرات کے لئے جمعہ کی رات کو خاص کرنا، چہلم کرنا[85]، سال بعد خیرات کرنا۔ خیرات کرنا شریعت سے منقول تھا لیکن اس کے لئے وقت کا تعین اپنی طرف سے کرنا اس کو عبادت سے بدعت بنا دیتا ہے اور اسی کو بدعت اضافی یا بدعت وصفی کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس عبادت کی اصل تو رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ثابت تھی لیکن اس کیفیت کے ساتھ ان سے ثابت نہیں تھی۔ اور اس کے مقابلے میں "بدعت اصلی" آتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہ بدعت اصلا رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ثابت نہیں جیسے قبروں کو سجدہ اور اس سے استمداد۔[86]

توقیت پر ابوبردۃ بن نیار رضی اللہ عنہ کی حدیث:

صحیح بخاری میں یہ روایت متعدد بار مروی[87] ہے کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عید کے دن اعلان کیا کہ نماز پڑھو اور اس کے بعد قربانی کرو۔ ابوبردۃ نے جب یہ سنا تو اٹھے اور کہا: میرے پڑوسی بھوکے تھے اور میرے اپنے بچوں کے لئے بھی کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا تو میں نے نماز آنے سے پہلے ہی قربانی کر لی۔ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:" شاتك شاة لحم "[صحیح بخاری، ابواب العیدین، باب الاکل یوم النحر، حدیث:955] « تمہاری بکری گوشت کی بکری ہے » یعنی تمہیں گوشت تو حاصل ہوا، لیکن قربانی نہیں ہوئی۔ تمہیں دوبارہ قربانی کرنی ہوگی حالانکہ اس کی نیت تو صحیح تھی صرف تھوڑا سے وقت سے پہلے کر لی لیکن اللہ کے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اسے قربانی قرار نہیں دی۔ ابوبردۃ رضی اللہ عنہ نے دوسری قربانی کی۔

مقصد سوم: صداقت کتاب

کتب الٰہیہ اور صحائف کی معرفت ضروری ہے کیونکہ اللہ کی خوشی اور رضا اس کی معرفت پر موقوف ہے۔ کیونکہ بندوں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ تو یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے ساتھ کتابیں بھی بھیجیں اور اس میں اپنی خوشنودی کا راستہ بھی بتلا دیا اور اپنی نارضگی کے اسباب بھی بتا دئے۔ اور یہ مقصد بھی سورۃ کے ہر جملے سے واضح ہے۔ مثلا: "ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ " میں صراط مستقیم کا ایک مصداق "اللہ کی کتاب" ہے۔

مقصد چہارم: ایمان بالآخرۃ / اثبات قیامت

اگر ایک شخص کسی ظالم اور کافر کے ہاں بھی مزدوری کرے تو شام کو وہ بھی اسے مزدوری دیتا ہے۔ تو اللہ، جو عادل اور حکیم ہے، نے دنیا میں پیغمبروں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے دنیا میں تکالیف برداشت کی ہیں۔ حق پر چلنے والوں نے مصیبتیں اٹھائی ہیں اور یہ مشاہدہ ہے کہ دنیا میں انہیں ان کا اجر اور بدلہ نہیں دیا گیا۔ اسی لئے عقل سلیم کا تقاضا تھا کہ ایک وقت ایسا ہو جس میں انہیں ان کا بدلہ دیا جائے[88] اور اس وقت کا نام "قیامت" ہے۔ اگر قیامت قائم نہ ہو تو عدل وانصاف نہیں ہوگا۔ اور یوں یہ مقصد بھی دیگر مقاصد کی طرح سورۃ کے ہر ہر جملے سے عیاں ہے لیکن بالخصوص مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ اثبات قیامت پر واضح دلیل ہے۔

حصہ اول

ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ١

ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ٢

مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ٣

﴿ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ﴾

« (وہ) تعریفیں (جو اللہ کے مناسب ہیں) خاص اللہ کے لئے ہیں » [89]

"حمد" تعریف اور ستائش کو کہتے ہیں[90]۔ عام طور پر یہی مشہور ہے کہ اس مقام میں "الف لام" میں جنس اور استغراق کا معنی کیا جاتا ہے یعنی "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں"۔ حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہے کیونکہ صفات اور تعریفیں تین قسم کی ہیں:[91]

1. وہ صفات جو فقط اللہ کے لئے خاص ہیں اور عقل ان کا مخلوق میں پائے جانے کو ممتنع سمجھتی ہو۔ جیسے: خالق، رازق، مدبر۔
2. وہ صفات جو بندوں کے ساتھ خاص ہیں۔ اور اسے الہٰ کے لئے کہنا ممکن نہیں، جیسے بے اولاد ہونا یا زیادہ اولاد والا ہونا۔ بڑی برادری والا ہونا جو انسان کے لئے تو صفت کمال ہے لیکن الہٰ کے لئے نقص اور عیب ہے، جیسے سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم ان کی برادری کے بارے میں کہتی ہے: " وَلَوۡلَا رَهۡطُكَ لَرَجَمۡنَٰكَ " [سورۃ ہود 11:91] « اگر تمہارے برادری نہ ہوتی تو ہم تم کو سنگسار کر دیتے »
3. تیسری قسم کی صفات وہ ہیں جو خالق اور مخلوق دونوں کے درمیان مشترک ہیں مگر یہ اشتراک محض لفظی ہے معنوی اور حقیقی نہیں۔ جیسے دیکھنا دونوں کے لیے بطور صفت کے ثابت ہے مگر الہٰ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے اور بندہ دیکھنے کے لئے آنکھوں کا محتاج ہے۔ اسی طرح سننے کے لئے بندہ کانوں کا محتاج اور الہٰ بغیر کانوں کے سنتا ہے۔[92] ابن قیم فرماتے ہیں:

لِلّٰہِ حقٌ لا یکونُ لغیرہ : و لِعَبْدِہِ حقٌ ھما حقانِ

لا تجعلوا الحقینِ حقًّا واحدًا : مِنْ غَیْرِ تَمْیِیْزٍ ولا فُرْقَانِ

[قصیدۃ نونیۃ 3:806، بیت: 3981-3982]

« اللہ کے لیے اپنا حق ثابت ہے جو غیر کے لیے نہیں ہے اور بندے کا اپنا حق ہے یہ دو الگ الگ حق ہیں۔ دونوں حقوق کو بغیر تمیز اور فرق کے ایک حق مت بناؤ »

جو لوگ کہتے ہیں کہ قبر میں پڑا "اللہ کا ولی" بھی میری فریاد سنتا ہے، مجھے دیکھ سکتا ہے اور میری مدد کو پہنچ سکتا ہے تو کیا یہ اللہ کی صفات مخلوق کو دینا نہیں ہوا جو شرک کی بنیاد ہے۔ اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی تمہاری مدد کو پہنچ سکتا ہے تو ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ کا کیا مطلب؟

یاد رکھیں! مخلوق ظاہری اسباب کے ذریعے تو دیکھ سکتی ہے، سن سکتی ہے اور تمہاری مدد کو آسکتی ہے لیکن بغیر ظاہری اسباب کے ہر وقت سننا، ہر آن قادر اور متصرف ہونا، اپنی مخلوق سے ہر لمحہ باخبر اور ان کی دادرسی کرنا صرف ایک ذات کی صفات ہیں جن میں کوئی غیر اس کا شریک نہیں۔

دعوی توحید ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ

1. پہلی دلیل رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ
2. دوسری دلیل ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ
3. تیسری دلیل مَٰلِكِ يَوۡمِ

ثمرۂ دلائل إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ

ٱلْحَـمْدُ لِلَّهِ بطور عوی توحید پر رب، رحمان، رحیم اور مالک بطور دلائل ہیں اسی طرح الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت ٱلْحَـمْدُ کے لئے علل بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ ذات خدائی تعریفوں کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ الٰہ ہے، رب ہے، رحمان ہے، رحیم ہے اور مالک ہے۔[93]

الف لام کی بحث

" اَلْ ''عربی حروف ہیں اور اسی نسبت سے نحاۃ نے "کتاب اللام" اور "اللامات" [یعنی الف لام کا بیان] [94]ناموں پر مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلا: خلیل اور سیبویہ کی کتابیں جو آج کے زمانے میں اتنی معروف نہیں ہیں، ہاں بعض جگہوں میں اس کے نسخے ضرور موجود ہیں[95]۔ انہوں نے "الف لام" پر مستقل کتابیں لکھی ہے اور اس کی تقسیم کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کے کتنے معانی ہیں؟ الف لام کبھی جنس کے لئے آتا ہے جو سارے افراد کو شامل ہو، اور کبھی عہد ذہنی ہے یا عہد خارجی ہے لیکن اس بات پر نحاۃ متفق ہیں کہ لفظ "ال" کا اصل مقصد خصوصیت ہے یعنی خاص معنی پر دلالت کرنا[96]۔ جبکہ " أَلْ "کا عموم پر دلالت کرنا فرع ہے۔ جیسے "الماء" کا مطلب "خاص پانی" ہے۔ "جاءنی الرجل" کا مطلب میرے پاس ایک خاص مرد آیا۔" أَلْ "جنس کے لئے بھی آتا ہے لیکن جنس عموم کا فائدہ دیتی ہے خصوص کا نہیں۔ لیکن لفظ " أَلْ "کا اصل معنی خصوصیت ہے اسی وجہ سے الف لام عہدی اصل ہے۔[97]

اعتراض: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخلوق کی صفات بھی تو در حقیقت اللہ کی طرف سے عطا کی گئی ہیں، اسی لئے بالآخر نسبت اللہ کی طرف درست ہے۔[98]

جواب: پھر تو مشرکین شرک کرنے والے نہ رہے۔ کیونکہ وہ جب غیر اللہ کی تعریف کرتے ہیں، تو رجوع اصلا اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ پھر تو وہاں بھی تاویل کی گنجائش ہے۔

لفظ "اللہ" کی تحقیق:[99]

اللہ لفظ "الٰہ" سے ہے اور الٰہ کی تعریف ہے:

1. امام عبداللہ بن محمد بن وہب دینوری[100] اپنی تفسیر[101] میں لفظ "اللہ" کا معنی ذکر کرتے ہیں؛

"الله معناه الخلق يألهون إليه أى يتضرعون إليه عند قضاء الحوائج والشدائد"[102] [تذکرۃالنوادر:15][103]

« اللہ کا معنی ہے کہ جس کی طرف مخلوق اپنی حاجتوں اور مصیبتوں کے وقت آہ وزاری کرتے ہیں »

2. امام رازی فرماتے ہیں:

* « الٰہ "أَلهت إلى فلان" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: مجھے اس سے سکون حاصل ہوا۔ پس عقول (عقل کی جمع) اس کے ذکر کے بغیر سکون حاصل کر سکتا ہیں نہ ہی روحیں اس کی معرفت کے بغیر عروج حاصل کر سکتی ہیں۔

* یا اس کا اشتقاق "أَلِهَ الفصيلُ إذا ولع بأمه" سے ہے یعنی جب اونٹ کا بچہ (گھبراہٹ میں) اپنی ماں کی طرف بھاگے۔ مطلب یہ ہوا کہ بندے ہر حالت میں عاجزی کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

* یا اس کا اشتقاق " أَلِهَ الرجلُ إذا فَزِعَ منْ أمرٍ نزل به" سے ہے جب کوئی شخص کسی مصیبت کے آن پڑنے سے خوفزدہ ہو جائے اور دوسرا اسے پناہ دے۔ ساری مخلوق کو ہر قسم کی تکالیف سے بچانے والا صرف اللہ ہی ہے۔ کیونکہ ارشاد ہے: اور یہ اللہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا »[104]

4. ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

« الٰہ وہ ذات ہے جس کی طرف دل اس کے ساتھ کامل محبت، اس کی تعظیم، جلال، ڈر اور امید وغیرہ کی وجہ سے میلان کرتے ہیں »[105]

5. ابن قیم "الٰہ" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

« الٰہ وہ ذات جس کی طرف دل اس کی محبت، اس کی طرف شوق اور رجوع کرنے کی وجہ سے میلان کرتے ہوں » [106]

- ابن قیم دوسری جگہ فرماتے ہیں:

« الٰہ وہ ذات جو کامل صفات کا مستحق اور جلالی صفات سے موصوف ہو۔ وہ ذات جس کی طرف دل میلان کرتے ہیں اور اس کی طرف محبت، ڈر اور امید کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ پس جس توحید پر پیغمبر دنیا میں تشریف لائے وہ رب کو صفت الوہیت کے ساتھ ایک ماننا ہے یعنی اس کے سامنے کامل ذلت اور انکساری کا ظاہر کرنا، اس کی فرمانبرداری، اس کے ساتھ کامل محبت، ثواب کی امید، اس کی اطاعت اور رضامندی میں پوری کوشش کرنا، اور اس کی محبت اور مراد کو مخلوق کی محبت اور مراد پر ترجیح دینا ہے۔ یہی پیغمبروں کے دعوت کی بنیاد ہے اور اسی کی طرف انہوں نے امتوں کو دعوت دی۔ توحید وہ چیز ہے [1] جس کے بغیر اللہ کوئی دین قبول نہیں کرتے نہ پہلی امتوں میں سے اور نہ ہی بعد والوں سے [2] اپنے پیغمبروں کو اسی کا حکم دیا ہے [3] کتابیں اسی پر بھیجیں [4] اپنے بندوں کو اس کی طرف دعوت دی [5] جنت اور جہنم کو اسی کے لئے بنایا [6] اور شریعتوں کو اسی کی تکمیل اور حصول کے لئے مقرر کیا» [107]

مذکورہ اقوال کا خلاصہ:

"فالاله الذی یألهه القلوب بکمال الحب والتعظیم والإجلال والإکرام والخوف والرجاء"

« پس الٰہ وہ ذات ہے جس کی طرف دل کامل محبت، تعظیم، جلال، اکرام، ڈر اور امید کی وجہ سے میلان کرتے ہیں » [108]

پس ثابت ہوا کہ الہ وہ ذات ہے جو تکلیف اور مصیبت میں پناہ دے۔ تو جس کسی کو بھی بغیر اسباب ظاہری کے پکارا گیا وہ "الہ" ہے۔ اہل ایمان ہر مصیبت میں صرف اللہ کی ذات کو پکارتے ہیں جبکہ مشرکین غیروں کو پکارتے ہیں۔ لیکن ایک بات ہے کہ اس (یعنی دور نبوی) زمانے کے مشرکین جن کے بارے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور آج (یعنی اس دور) کے مشرکین میں فرق یہ ہے کہ وہ بڑے بڑے کاموں میں اکیلے اللہ کو پکارتے تھے لیکن اس زمانے کے مشرکین بڑے حادثات میں بھی غیروں کے در پر دستک دیتے ہیں۔ قرآن مجید مشرکین مکہ کے بارے میں کہتا ہے:

- "هُوَ ٱلَّذِی یُسَیِّرُكُمۡ فِی ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۖ حَتَّىٰۤ إِذَا كُنتُمۡ فِی ٱلۡفُلۡكِ وَجَرَیۡنَ بِهِم بِرِیحࣲ طَیِّبَةࣲ وَفَرِحُوا۟ بِهَا جَاۤءَتۡهَا رِیحٌ عَاصِفࣱ وَجَاۤءَهُمُ ٱلۡمَوۡجُ مِن كُلِّ مَكَانࣲ وَظَنُّوۤا۟ أَنَّهُمۡ أُحِیطَ بِهِمۡ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخۡلِصِینَ لَهُ ٱلدِّینَ لَىِٕنۡ أَنجَیۡتَنَا مِنۡ هَـٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّـٰكِرِینَ" [سورۃ یونس22:10]

« وہی تو ہے جو تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور کشتیاں باد موافق (کے جھونکوں) سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں اس پر باد ناموافق آتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں لہروں نے گھیر لیا۔ تو اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ خالص اسی کے لئے دین کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ (اے اللہ) اگر تو ہم کو اس (مصیبت) سے نجات دے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے »

- "فَإِذَا رَكِبُوا۟ فِی ٱلۡفُلۡكِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخۡلِصِینَ لَهُ ٱلدِّینَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمۡ إِلَى ٱلۡبَرِّ إِذَا هُمۡ یُشۡرِكُونَ "[سورۃ العنکبوت65:29]

« پھر جب یہ (مشرکین) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ خالص اسی کے لئے دین کرنے لگتے ہیں۔ پس جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو جھٹ شرک کرنے لگ جاتے ہیں»

- "وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ [سورة لقمان 32:31]

« اور جب اُنہیں (دریا کی) لہریں سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ خالص اسی کے لئے دین کرنے لگتے ہیں۔ پس جب وہ اُن کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو بعض ان میں سے میانہ رو ہوتے ہیں۔ اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہیں »

- "وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا " [سورة الاسراء 67:17]

« اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے تو جن کو تم پکارا کرتے ہو سب اس (اللہ) کے علاوہ گم ہو جاتے ہیں۔ پس جب وہ تم کو خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا »

مذکورہ آیت کے تحت حافظ ابن کثیر نے ابو جہل کے بیٹے سیدنا عکرمہ[109] رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے:

« رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ مکہ سے بھاگ نکلا اور حبشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں سوار ہوئے اتفاقاً سخت طوفان آیا۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے یہ موقع صرف اللہ کو پکارنے کا ہے اس کے علاوہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ یہ سنتے ہی عکرمہ رضی اللہ عنہ نے دل ہی دل میں کہا: اللہ کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے سوائے اللہ کے کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کا ٹالنے والا بھی اس کے سوا کوئی نہیں۔ اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس سے بچا لیا تو سیدھا جا کر سیدنا محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دونگا۔ میں ضرور انہیں شفقت کرنے والا اور مہربان پاؤں گا۔ دریا سے زندہ بچ نکلنے کے بعد عکرمہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف لوٹے، اسلام لائے اور اسلام کی بڑی خدمت کی »[110]

اہل حق اور اہل باطل کے درمیان اختلاف کی بنیادی وجہ:

شاطبی لکھتے ہیں:

"وأصل هذا الاختلاف هو في التوحيد والتوجُّهُ للواحد الحقّ سبحانه فإن الناسَ في عامة الأمرِ لم يختلفوا في أن لهم مدبرًا يُدَبِّرُهُم وخالقا أَوْجَدَهُم إلا أنهم اختلفوا في تعيينه على آراءٍ مختلفةٍ منْ قائلٍ بالاثنين وبالخمسة وبالطبيعةِ أو الدهرِ أو بالكواكب إلى أن قالوا بالآدميين والشجر والحجارة وما يَنْحِتُون بأيديهم" [الاعتصام 2:671-672][111]

« اور اختلاف کی اصل وجہ توحید اور یکتا ذات کی جانب توجہ ہے۔ کیونکہ عام طور پر لوگ اس بات پہ متفق ہیں کہ ایک مدبر ہے جو ان کی تدبیر کرتا ہے ایک خالق ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ البتہ لوگوں کا اس کو متعین کرنے میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں ان کی مختلف آراء ہیں۔ کوئی دو خداؤں کا قائل تو کوئی پانچ کا، کسی نے طبیعت تو کسی نے زمانہ، کسی نے کواکب تو کسی نے انسانوں کو، کسی نے شجر اور حجر کو یہاں تک کہ کوئی اپنے ہاتھوں سے بنائے بتوں کو خدا کہنے کا قائل ہے »

قرآن مجید نے متعدد آیات میں غیروں سے الوہیت کی نفی کی ہے۔ جبکہ مشرکین ایک الٰہ کو ماننے سے منکر ہیں اور وہ اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور اسی کو اہل توحید اور اہل شرک کے درمیان نزاع کی بنیادی وجہ قرار دیا ہے:

- " إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝٣٥ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝٣٦ " [سورة الصافات 35:37-36]

« ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں تو غرور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں »

- "أَجَعَلَ ٱلْـَٔالِهَةَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ " [سورة ص5:38]

« کیااس نے کئی حاجت رواؤں کی جگہ ایک ہی حاجت روا بنایا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے »

- اور مشرکین نے جب کہا کہ ایک الہ کیسے سارے لوگوں کو پہنچ سکتا ہے تو اللہ نے ان کے اس قول کی تردید میں یہ آیت نازل فرمائی:

"وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ "[سورة البقرة163:2]

« اور تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے جو عام مہربان ہے خاص مہربان ہے »

قرآن مجید میں اللہ کا صفت "الٰہ" کا اپنی ذات کے لئے اثبات اور غیر سے نفی[112]

- "وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ " [سورة البقرة163:2]

« اور تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے جو عام مہربان ہے خاص مہربان ہے »

- "ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَىُّ ٱلْقَيُّومُ "[سورة البقرة255:2]

« اللہ، اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے ہمیشہ زندہ ہے، تدبیر کرنے والا »

- "ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَىُّ ٱلْقَيُّومُ "[سورة آل عمران2:3]

« اللہ، اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے ہمیشہ زندہ ہے، تدبیر کرنے والا »

- هُوَ ٱلَّذِى يُصَوِّرُكُمْ فِى ٱلْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ "[سورة آل عمران6:3]

« وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی حاجت روا نہیں ہے غالب حکمت والا ہے »

- "ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۗ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ ٱللَّهِ حَدِيثًا "[سورة النساء87:4]

« اللہ، اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے؟ »

- "وَلَا تَقُولُوا۟ ثَلَٰثَةٌ ۚ ٱنتَهُوا۟ خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا ٱللَّهُ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ سُبْحَٰنَهُۥٓ أَن يَكُونَ لَهُۥ وَلَدٌ "[سورة النساء171:4]

« اور (یہ) نہ کہو (کہ خدا) تین (ہیں)۔ (اس سے) باز آؤ، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بے شک اللہ ہی یکتا حاجت روا ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کا کوئی نائب ہو »

- "لَّقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا۟ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ "[سورة المائدة73:5]

« تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ اور اس یکتا حاجت روا کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ ایسی باتوں سے سے باز نہیں آئے تو ان میں سے جنہوں نے کفر کیا ہے انہیں دردناک عذاب ضرور پہنچے گا »

- "أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ ٱللَّهِ ءَالِهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُل لَّآ أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ وَإِنَّنِى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ "[سورة الانعام19:6]

« کیا تم لوگ اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی حاجت روا ہیں (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ !) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) گواہی نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی یکتا حاجت روا ہے۔ اور جن کو تم لوگ اللہ کا حصہ دار بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں »

- "إِنَّمَآ إِلَٰهُكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ وَسِعَ كُلَّ شَيۡءٍ عِلۡمٗا "[سورۃ طہ 98:20]

« بے شک تمہارا حاجت روا اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے »

- "قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ مُنذِرٞۖ وَمَا مِنۡ إِلَٰهٍ إِلَّا ٱللَّهُ ٱلۡوَٰحِدُ ٱلۡقَهَّارُ " [سورۃ ص 65:38]

« کہہ دو کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے جو یکتا اور غالب ہے »

مقامات حمد

قرآن مجید نے حمد کو مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے:

1. سورتوں کے آغاز اور ابتداء میں:

قرآن مجید نے پانچ سورتوں کو "حمد" سے مصدر کیا ہے۔ سورۃ الفاتحہ، سورۃ الانعام، سورۃ الکھف، سورۃ سبا اور سورۃ فاطر۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر کام کے آغاز میں اللہ ہی کے لئے حمد ہے۔

2. دلائل کو ذکر کرنے کے بعد:

- "وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۚ قُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِۚ بَلۡ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ "[سورۃ لقمان 25:31]

« اور اگر تم ان (مشرکین) سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں لیکن ان میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے »

- "وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَحۡيَا بِهِ ٱلۡأَرۡضَ مِنۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُۚ قُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِۚ بَلۡ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ " [سورۃ العنکبوت 63:29]

« اور اگر تم ان (مشرکین) سے پوچھو کہ کون اوپر سے پانی برساتا ہے پس اس کے ذریعے زمین کو اس کے خشک ہونے کے بعد تازہ کرتا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ کہہ دو سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں۔ بلکہ ان کی اکثریت نہیں سمجھتے »

- "فَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ حِينَ تُمۡسُونَ وَحِينَ تُصۡبِحُونَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ ٱلۡحَمۡدُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَعَشِيّٗا وَحِينَ تُظۡهِرُونَ ﴿١٨﴾" [سورۃ الروم 30:17-18]

« پس اللہ کے لئے پاکی ہے جب تم شام کرتے ہو اور جس وقت تم صبح کرتے ہو۔ اور خاص اسی کے لئے آسمانوں اور زمین میں (الوہیت کی) تعریفیں ہیں اور تیسرے پہر اور دوپہر کے وقت »

- "فَلِلَّهِ ٱلۡحَمۡدُ رَبِّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَرَبِّ ٱلۡأَرۡضِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ [سورۃ الجاثیۃ 36:45]

« پس خاص اللہ کے لئے (الوہیت کی) تعریفیں ہیں جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک اور تمام جہان کا پروردگار ہے »

- "وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٨٢﴾ [سورۃ الصافات 37:181-182]

« اور پیغمبروں پر سلامتی ہو اور سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کا پروردگار ہے » (سورۃ الصافات میں زیادہ تر دلائل نقلیہ ذکر کئے گئے ہیں)۔

3. دین کے دشمن کی ہلاکت کے بعد:

- "فَقُطِعَ دَابِرُ ٱلۡقَوۡمِ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْۚ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ "[سورۃ الانعام 45:6]

« پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار عالم ہے » جب دین کا دشمن ہلاک ہو تو ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ کہو۔

- "فَإِذَا ٱسۡتَوَيۡتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ عَلَى ٱلۡفُلۡكِ فَقُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي نَجَّىٰنَا مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ " [سورۃ المؤمنون 28:23]

« پس جب تو اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر برابر ہو جائیں تو کہو: سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی »

سوچنے کی بات ہے کہ غرق ہونے والوں میں سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا[113] بھی شامل ہے لیکن قرآن مجید نے ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ پڑھنے کا کہا ہے۔ کیونکہ محدثین فرماتے ہیں: موت المبتدع فتح في الإسلام [114] « مبتدع کی موت اسلام کی جیت ہے » اور اس کی ہلاکت سے زمین بھی سکھ کا سانس لیتی ہے۔[115]

- "وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَآءَ مَطَرُ ٱلْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾ قُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَـٰمٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَىٰٓ ۗ ءَآللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ" [سورۃ النمل 27:58-59]

« اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی، سو بہت بری بارش تھی ڈرائے جانے والوں کی۔ کہہ دو کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے بندوں پر سلامتی ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔ آیا اللہ بہتر ہے یا وہ جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ حصہ دار ٹھہراتے ہیں »

4. نعمت کے حصول کے بعد:

حدیث میں آتا ہے ہر نعمت کے بعد ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ کہو[116]۔ وجہ؟ اس لئے کہ وہ نعمت اور وہ خوشی اللہ کی طرف سے ہے۔ خواہ وہ نعمت کھانے سے فراغت کے بعد[117] ہو یا بیماری سے شفایاب ہونے کی شکل میں کیونکہ ڈاکٹر دوائی تو دے سکتا ہے لیکن شفاء نہیں۔ نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ اے اللہ ساری مخلوق غافل اور بے خبر پڑی ہے۔ مجھ پر تیرا احسان کہ تو نے مجھے ایمان کی دولت بخشی، وضو بنانے کی ہمت دی اور پھر اپنے سامنے کھڑے ہونے کی توفیق دی۔ پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی[118] اپنے فارسی دیوان میں لکھتے ہیں:

"شکر لله که نه مردیم رسیدیم بدوست : آفرین باد برین ہمت مردانهٔ ما"[119]

"اللہ کا شکر ہے کہ مرا نہیں اور اپنے دوست تک پہنچ گیا۔ میری اس ہمت پر آفرین اور شاباش ہو"

جب قرآن مجید کو بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تو کہو: اللہ! الوہیت کی تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں کہ تو نے میرے دل میں قرآن مجید کو سیکھنے کا ارداہ مستحکم کیا اور مجھے گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑنے کی توفیق دی جبکہ اور لوگ تیری کتاب سے غافل اور دنیا میں مشغول ہیں۔ تو نے عیش کی زندگی میری نظر میں ناپسند کی اور قرآن مجید کو سیکھنے کے لئے مصیبتوں اور تکالیف کو جھیلنا، زمین پر سونا، باسی روٹی کھانے کو میرے لئے محبوب اور آسان بنایا۔

5. اہل جنت کا جنت میں مجلس کے اختتام پر ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا:

- "دَعْوَىٰهُمْ فِيهَا سُبْحَـٰنَكَ ٱللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَـٰمٌ ۚ وَءَاخِرُ دَعْوَىٰهُمْ أَنِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ" [سورۃ یونس 10:10]

« (پہلی) بات ان کی اس جنت میں ہو گی "اے اللہ! تیرے لئے پاکی ہے" اور ان کی پیشکش اس (جنت) میں سلام سلام ہو گی۔ اوران کی آخری بات یہ ہو گی کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار عالم ہے »

- "وَنَزَعْنَا مَا فِى صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِى مِن تَحْتِهِمُ ٱلْأَنْهَـٰرُ ۖ وَقَالُوا۟ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى هَدَىٰنَا لِهَـٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ أَنْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ ۖ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلْحَقِّ ۖ وَنُودُوٓا۟ أَن تِلْكُمُ ٱلْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ" [سورۃ الاعراف 7:43]

« اور جو حسد ان کے دلوں میں ہو گا ہم نکال دیں گے۔ ان کے (باغات کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور کہیں گے کہ سب تعریفیں (الوہیت کی) خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہمیں یہاں (یعنی جنت) کا راستہ دکھایا۔ اور ہم کبھی بھی راہ پانے والے نہیں تھے اگر اللہ نے ہمیں توفیق نہ دی ہوتی۔ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے اور انہیں آواز دی جائے گی کہ تم ان اعمال کے بہ سبب جو تم کرتے تھے اس بہشت کے وارث بنادیئے گئے ہو »

- "وَقَالُواْ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ أَذۡهَبَ عَنَّا ٱلۡحَزَنَۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٞ شَكُورٌ "[سورة فاطر 34:35]

« وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں الوہیت کی خاص اللہ کے لئے ہیں کہ جس نے ہم سے غم کو دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا (اور) قدردان ہے »

جب جنت میں بھی اہل جنت کی زبان پر یہ کلمات ہوں گے تو قرآن مجید کی اس آیت کا یہی مطلب ہے:

"لَهُ ٱلۡحَمۡدُ فِي ٱلۡأُولَىٰ وَٱلۡأٓخِرَةِ " [سورة القصص 70:28] « دنیا اور آخرت میں الوہیت کی تعریفیں خاص اسی کے لئے ہیں »

﴿ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾

« تمام مخلوق کا پالنے والا »

رَبّ : کے معنی "تربیت" کے ہیں یعنی پالنے والا[120] اور ربوبیت اسی سے مشتق ہے۔ عالمین عالم کی جمع ہے[121] اور عالم کی تعریف: كلُّ ما سِوَى الله [122] « ہر وہ چیز جو اللہ کے علاوہ ہے یعنی مخلوق کو کہتے ہیں »

قرآن مجید میں اللہ کا صفت "رب" کا اپنی ذات کے لئے اثبات اور غیر سے نفی[123]

- "قُلۡ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ أَلَّا نَعۡبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهِۦ شَيۡـٔٗا وَلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِۚ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَقُولُواْ ٱشۡهَدُواْ بِأَنَّا مُسۡلِمُونَ " [سورۃ آل عمران 64:3]

« کہہ دو اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم سوائے اللہ کی کسی کی عبادت کریں گے نہ ہی کسی چیز کو اس کے ساتھ حصہ دار ٹھہرائیں گے اور نہ ہی ہم میں سے بعض بعضوں کو اللہ کے بغیر رب بنائیں گے۔ پس اگر وہ پھر گئے تو کہو! اس بات پر گواہ رہو کہ بے شک ہم (اللہ کے سامنے) گردن نہاد ہیں »

- "وَلَا يَأۡمُرَكُمۡ أَن تَتَّخِذُواْ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةَ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ أَرۡبَابًاۗ أَيَأۡمُرُكُم بِٱلۡكُفۡرِ بَعۡدَ إِذۡ أَنتُم مُّسۡلِمُونَ " [سورۃ آل عمران 80:3]

« اور نہ ہی وہ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بناؤ آیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم (اللہ کے سامنے) گردن نہاد ہو »

- "قُلۡ أَغَيۡرَ ٱللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيّٗا فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَهُوَ يُطۡعِمُ وَلَا يُطۡعَمُۗ "[سورۃ الانعام 14:6]

« کہو کیا میں اللہ کے بغیر کسی اور کو مددگار بناؤں (وہ اللہ) جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ (مخلوق) کو کھانا کھلاتا ہے اور اسے کھانا نہیں کھلایا جاتا »

- "ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗاۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ سُبۡحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشۡرِكُونَ " [سورۃ التوبۃ 31:9]

« ان (یہود و نصارٰی) نے اللہ کے بغیر اپنے پیروں اور مولویوں کو رب بنایا ہے اور عیسٰی ابن مریم کو بھی۔ اور انہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ صرف یکتا حاجت روا کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ اللہ اس سے پاک ہے جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ اوروں کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں »

- رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ کا مطلب کہ وہ اکیلے خیر اور شر کا مالک ہے جبکہ زرتشت[124] نے خیر اور شر کے لئے دو الگ الگ خدا [یزدان اور اہرمن] مقرر کئے تھے[125] تو قرآن مجید ان کی تردید کرتا ہے:

"وَقَالَ ٱللَّهُ لَا تَتَّخِذُوٓاْ إِلَٰهَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِۖ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ فَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ "[سورۃ النحل 51:16]

« اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو مشکل کشا نہ بناؤ۔ حاجت روا وہی ایک ہے۔ تو خاص مجھ ہی سے ڈرتے رہو »

- "وَإِنَّ لَكُمْ فِي ٱلْأَنْعَٰمِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِۦ مِنۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشَّٰرِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَمِن ثَمَرَٰتِ ٱلنَّخِيلِ وَٱلْأَعْنَٰبِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" ﴿٦٧﴾ [سورۃ النحل 16:66-67]

« اور تمہارے لیے چارپایوں میں (مقام) عبرت ہے ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں گوبر اور لہو کے درمیان میں سے سے وہ خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے اور کھجور اور انگور کے میووں سے بھی جس سے تم مستی کا سامان حاصل کرتے ہو اور عمدہ خوراک۔ جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں ان کے لیے ان (چیزوں) میں دلائل ہیں »

اللہ کی صفت ربوبیت پر پیغمبروں کے مناظرے

- "أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِي حَآجَّ إِبْرَٰهِـۧمَ فِي رَبِّهِۦٓ أَنْ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّيَ ٱلَّذِي يُحْيِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحْيِۦ وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِي بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِي كَفَرَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِي ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ [سورۃ البقرۃ 2:258]

« بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ابراہیم کے ساتھ اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑ رہا تھا اس وجہ سے کہ اسے اللہ نے سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار تو وہ ذات ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔ وہ بولا کہ میں بھی زندگی اور موت دے سکتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تم اسے مغرب سے لے آؤ۔ پس کافر حیران رہ گیا اور اللہ ظالم قوم کو (دلیل کی) توفیق نہیں دیتا »

- "قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا ٱلَّذِيٓ أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُۥ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٥٠﴾" [سورۃ طہ 20:49-50]

« فرعون نے کہا: اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے۔ موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ذات ہے جس نے ہر چیز کو خلقت عطا کی ہے پھر زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے »

- "قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُۥٓ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ ءَابَآئِكُمُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ ٱلَّذِيٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَآ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ [سورۃ الشعراء 26:23-28]

« فرعون نے کہا اور رب العالمین کون ہے؟ موسیٰ نے جواب دیا کہ (رب العالمین وہی ہے) جو آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے ان سب کا پالنے والا ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ فرعون اپنے آس پاس کے بیٹھنے والوں سے کہنے لگا کیا تم نہیں سنتے؟ موسیٰ نے کہا کہ وہ تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ فرعون نے کہا بلاشبہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ وہ مشرق اور مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے اگر تم لوگوں میں عقل ہے »

﴿ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴾

« عام مہربان، خاص مہربان »

لفظی تحقیق:

رحمن اور رحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ رحمن بروزن فعلان اور رحیم بروزن فعیل ہے۔ علم صرف کے ماہرین دونوں اوزان میں فرق کرتے ہیں۔ فعلان میں کثرت اور عموم کا معنی جبکہ فعیل میں غلبہ اور خصوصیت کے معنی ہیں[126]۔ مثلا: زَيْدٌ عَالِمٌ کہنے سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زید کے پاس علم ہے اور وہ جانتا ہے۔ لیکن جب زَيْدٌ عَلِيْمٌ کہا جائے تو اس کا مطلب ہو گا کہ: زید علم میں بہت زیادہ ماہر ہے۔ ٱلرَّحۡمَٰنِ بہت رحمتوں والا جس کی رحمت ہر کسی کو پہنچی ہوئی ہے: " وَرَحۡمَتِي وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٖ "[سورۃ الاعراف 156:7] « اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے » حدیث میں آتا ہے: "سبقت رحمتی غضبی"[127] « میری رحمت میرے غضب سے آگے ہے » اس کی مہربانی سب کو اس حیثیت سے پہنچی ہے کہ انہیں وجود بخشا ہے اور ان کی تربیت کرتا ہے۔

ٱلرَّحِيمِ اس کی خصوصی مہربانی ساروں کے ساتھ یکساں نہیں ہے۔ چیونٹی کے ساتھ چیونٹی کے مطابق اور ہاتھی کے ساتھ ہاتھی کے مطابق۔ اگر چیونٹی کو ہاتھی کا شکم دیا ہوتا تو کیا وہ مر نہ چکی ہوتی؟ اور اگر ہاتھی کو چیونٹی کا پیٹ دیا ہوتا تو وہ بھی کب کا مر چکا ہوتا۔ اسی طرح زید کے ساتھ الگ، عمرو کے ساتھ الگ اور بکر کے ساتھ الگ۔ ہر ایک کو الگ الگ عقل، فہم اور سماعت دی ہے۔ وہ ذات کتنی بڑی ذات ہے کہ ہر ایک کے ساتھ کوئی نہ کوئی امتیازی حیثیت قائم کر دی ہے، اور اگر یہ امتیاز نہ ہوتا تو خلط واقع ہوتا۔ مثلا: محبت میں بھی امتیاز ہے، ماں کے ساتھ محبت کی نوعیت بیوی کی محبت سے الگ ہے۔ عمومی محبت ساروں سے یکساں ہوتی ہے مگر امتیازی محبت بڑوں کے ساتھ ان کے مطابق، اور چھوٹوں کے ساتھ ان کے مطابق۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے نہیں ہانکا جائے گا۔ ساری مخلوق کے لئے بلا تفریق نرمی رکھنا یہ شئون رحمانیت ہیں۔ اور بڑوں کے ساتھ بڑوں جیسا سلوک اور چھوٹوں سے چھوٹوں جیسا سلوک یہ شئون رحیمیت ہیں۔ دونوں کے درجے میں فرق ملحوظ رکھا جائے۔

قرآن مجید میں اللہ کا صفت "رحمت" کا اپنی ذات کے لئے اثبات اور غیر سے نفی[128]

- "قُل لِّمَن مَّا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ قُل لِّلَّهِۚ كَتَبَ عَلَىٰ نَفۡسِهِ ٱلرَّحۡمَةَ" [سورۃ الانعام 12:6]

« کہہ دو کس کے اختیار میں ہے وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے کہہ دو خاص اللہ کے لئے (اختیار ہے) اس نے اپنے آپ پر رحمت کو (ابتداء میں) مقرر کیا ہے »

- "ٱلَّذِينَ يَحۡمِلُونَ ٱلۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْۖ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَيۡءٖ رَّحۡمَةٗ وَعِلۡمٗا فَٱغۡفِرۡ لِلَّذِينَ تَابُواْ وَٱتَّبَعُواْ سَبِيلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ ٱلۡجَحِيمِ" [سورۃ غافر 7:40]

« جو لوگ (یعنی فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرداگرد ہی وہ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے (یعنی تیری کتاب) کی تابعداری کرے ان کو بخش دے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا »

- "ٱلرَّحۡمَٰنُ فَسۡـَٔلۡ بِهِۦ خَبِيرٗا" [سورۃ الفرقان 59:25]

« عام مہربان اسی سے مانگو تم اسے خبردار پاؤ گے »

- "وَكَانَ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَحِيمٗا" [سورۃ الاحزاب 43:33]

« اور وہ (اللہ) ہے ایمان والوں پر خصوصی مہربان »

﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴾

« اختیار والا ہے جزا اور سزا کے دن کا »

یوم الدین أی یوم الثواب والحساب [129] **« بدلے اور حساب کا دن »**

الدِّيْنِ : دَانَ يَدِيْنُ سے **مصدر ہے**[130] **جس کے معنی ہیں: بدلہ یعنی جزا اور سزا۔**

اشعار عرب میں بھی آتا ہے:

"وَلم يَبْقَ سِوَى الْعُدْوَانِ : دِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوا" [131]

« اور زیادتی کے سوا جب کوئی چیز باقی نہیں رہی تو ہم نے اسے ویسے ہی بدلہ دیا جیسا کہ انہوں نے ہمیں دیا تھا »

قرآن مجید میں صفت "مالکیت" کا اپنی ذات کے لئے اثبات اور غیر سے نفی[132]

- "وَلِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ" [سورۃ النساء 4:126][133]

« اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے خاص اللہ کے اختیار میں ہے »

- "لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ" [سورۃ النساء 4:171][134]

« جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے خاص اسی کے اختیار میں ہے »

- "وَلِلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا" [سورۃ المائدۃ 5:17]

« اور خاص اللہ کے لئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے »

یہی مضمون سورۃ المائدۃ 5:18، 40، 120 میں بھی موجود ہے۔

- "وَلَهُۥ مَا سَكَنَ فِي ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ" [سورۃ الانعام 6:13]

« اور خاص اللہ کے اختیار میں ہے وہ (مخلوق) جو رات اور دن میں بستی ہے اور وہ سننے والا، جاننے والا ہے »

- "خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْأَنْعَٰمِ ثَمَٰنِيَةَ أَزْوَٰجٍۚ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَٰتٍ ثَلَٰثٍۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ ٱلْمُلْكُۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ" [سورۃ الزمر 39:6]

« اسی نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے پیدا کئے۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک کے بعد دوسری پیدائش کے ساتھ تین اندھیروں میں بناتا ہے۔ انہی صفات والا اللہ تمہارا پروردگار ہے خاص اسی کا اختیار ہے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ »

شفاعت کی تعریف، اقسام اور شرائط:

شفع کہتے ہیں ملانا، جوڑا کرنا[135]۔ کیونکہ شفاعت میں بھی شفیع [سفارش کرنے والا] مشفوع لہ [جس کے لئے سفارش کی جائے] کو اپنے ساتھ ملالیتا ہے۔

اقسام: شفاعت کی دو قسمیں ہیں:[136]

1. شفاعت اذنی
2. شفاعت قہری

شفاعت اذنی کی تعریف اور شرائط:

روز قیامت ایک مؤمن شخص کی نجات ہو گی[137] تو اللہ رب العزت اسے ان لوگوں کے حق میں سفارش کرنے کا اعزاز نصیب کرے گا جو گنہگار مؤمن ہیں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے ان پر جہنم کا حکم عائد ہو چکا ہے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ افراد کے حق میں سفارش کرنے کا موقع دیا جائے گا اور سب سے زیادہ سفارش کرنے والی ذات رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

شرائط:

1. جب قیامت قائم ہو جائے۔[138]
2. سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ شفاعت کریں گے:" انا اول من یشفع "« میں سب سے پہلے سفارش کروں گا » [139]
3. سفارش کرنے والے کا پہلے خود فیصلہ ہو جائے۔
4. سفارش کرنے والے کو اجازت دی جائے، کہ اگر آپ کسی کے حق میں سفارش کرنا چاہتے ہیں تو آپ کی سفارش نہیں ٹھکرائی جائے گی۔
5. مشفوع لہ بھی مؤمن ہو اور خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔
6. سفارش کرنے والے کو (دنیا میں) اس کا مؤمن ہونا معلوم ہو۔

شفاعت قہری کی تعریف:[140]

زبردستی کی شفاعت، جس میں سفارش کرنے والے کو اجازت نہیں دی گئی ہوتی بلکہ اللہ نے اسے اختیار دیا ہے اور وہ اپنے اختیار سے شفاعت کرتا ہے۔ مشرکین کے عقیدہ کے مطابق اگر وہ اللہ سے کہے کو فلاں شخص کو صحت دے تو اللہ اس کی بات کو نہیں ٹالتے۔ شفاعت قہری کی نفی قرآن مجید میں چوبیس[24] مقامات سے ثابت ہے:

1. سورۃ البقرۃ

"وَٱتَّقُواْ يَوۡمًا لَّا تَجۡزِي نَفۡسٌ عَن نَّفۡسٖ شَيۡـًٔا وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَٰعَةٌ وَلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ وَلَا هُمۡ يُنصَرُونَ" [سورۃ البقرۃ2:48]

« اور اس دن (کے عذاب سے) ڈرو جس میں ایک (نیک) نفس (برے) نفس کو ذرہ بھر بدلہ نہیں دے سکے گا اور نہ ہی اس (برے نفس) سے کوئی (زبردستی) سفارش قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس (برے نفس) سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی »

2. "يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا بَيۡعٞ فِيهِ وَلَا خُلَّةٞ وَلَا شَفَٰعَةٞۗ وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ [سورۃ البقرۃ2:254]

« اے ایمان والو! خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس دن سے آنے سے قبل جس میں لین دین (تجارت) نہیں ہو گی اور نہ ہی (کافروں کی) دوستی ہو گی اور نہ ہی (زبردستی) سفارش[141] ہو گی، اور کافر ہی ظالم ہیں »

3. سورة الانعام

"وَأَنذِرۡ بِهِ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحۡشَرُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ لَيۡسَ لَهُم مِّن دُونِهِۦ وَلِيّٞ وَلَا شَفِيعٞ لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُونَ" [سورة الانعام 51:6]

«اور ان لوگوں کو اس (قرآن) کے ذریعے ڈراؤ جو ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے۔ اس کے سوا ان کا کوئی دوست ہو گا نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا تاکہ وہ اللہ سے ڈریں»

4. "وَذَرِ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ دِينَهُمۡ لَعِبٗا وَلَهۡوٗا وَغَرَّتۡهُمُ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَاۚ وَذَكِّرۡ بِهِۦٓ أَن تُبۡسَلَ نَفۡسُۢ بِمَا كَسَبَتۡ لَيۡسَ لَهَا مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلِيّٞ وَلَا شَفِيعٞ وَإِن تَعۡدِلۡ كُلَّ عَدۡلٖ لَّا يُؤۡخَذۡ مِنۡهَآۗ "[سورة الانعام 70:6]

«اور ان لوگوں کو چھوڑو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور اس (قرآن) کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہو تاکہ کوئی نفس اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کیا جائے۔ اس نفس کے لئے اللہ کے سوا نہ تو کوئی اس کا دوست ہو گا اور نہ سفارش کرنے والا۔ اور اگر (یہ نفس) فدیہ دے ہر قسم فدیہ تو اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا»

5. سورة الاعراف

"هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأۡوِيلَهُۥۚ يَوۡمَ يَأۡتِي تَأۡوِيلُهُۥ يَقُولُ ٱلَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبۡلُ قَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِٱلۡحَقِّ فَهَل لَّنَا مِن شُفَعَآءَ فَيَشۡفَعُواْ لَنَآ "

[سورة الاعراف 53:7]

«یہ لوگ انتظار نہیں کر رہے مگر اس کے انجام کا۔ اس دن کو یاد کرو جب اس کا انجام آئے گا تو وہ لوگ کہیں گے جنہوں نے اس کو پہلے سے بھلایا تحقیق ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے۔ تو آیا ہمارے لئے کوئی سفارشی ہیں تاکہ وہ ہمارے لئے سفارش کریں»

6. سورة یونس

"مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ إِذۡنِهِۦۚ [سورة یونس 3:10]

« کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہو گا مگر اس کی اجازت کے بعد»

7. "وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنفَعُهُمۡ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِۚ قُلۡ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِۚ سُبۡحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ " [سورة یونس 18:10]

«اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہیں جو ان سے کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں نہ ہی کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو آیا تم اللہ کو اس چیز پر خبردار کرتے ہو جسے اللہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ ہی زمین میں۔ وہ پاک ہے (سفارشیوں سے) اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ لوگ اللہ کے ساتھ حصہ دار بناتے ہیں»

8. سورة مریم

"لَّا يَمۡلِكُونَ ٱلشَّفَٰعَةَ إِلَّا مَنِ ٱتَّخَذَ عِندَ ٱلرَّحۡمَٰنِ عَهۡدٗا "[سورة مریم 87:19]

«(وہ) کسی کی سفارش کا اختیار نہ رکھیں گے مگر جس نے اللہ سے (توحید کا) اقرار کیا ہوا ہے»

9. سورۃ طٰہٰ

"يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُۥ قَوْلًا" [سورۃ طٰہٰ 109:20]

« اس روز سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی / اس شخص کو[142] جسے اللہ جازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے »

10. سورۃ الانبیاء

"يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِۦ مُشْفِقُونَ "[سورۃ الانبیاء 28:21]

« وہ جانتا ہے وہ جو کچھ ان کے آگے ہے اور پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کے لئے جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں »

11. سورۃ الشعراء

"فَمَا لَنَا مِن شَٰفِعِينَ [سورۃ الشعراء 100:26]

« تو ہمارا کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے »

12. سورۃ الروم

"وَلَمْ يَكُن لَّهُم مِّن شُرَكَآئِهِمْ شُفَعَٰٓؤُا۟ وَكَانُوا۟ بِشُرَكَآئِهِمْ كَٰفِرِينَ " [سورۃ الروم 13:30]

« اور ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہو گا اور وہ اپنے شریکوں سے انکار کرنے والے ہوں گے »

13. سورۃ السجدۃ

"مَا لَكُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ "[سورۃ الم السجدۃ 4:32]

« اس کے سوا تمہارا کوئی دوست ہو گا نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا »

14. سورۃ سبا

"وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُۥ "[سورۃ سبا 23:34]

« اور اللہ کے ہاں (کسی کے لئے بھی) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے »

15. سورۃ یٰس

"ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ ٱلرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ " [سورۃ یٰس 23:36]

« کیا میں اس کو چھوڑ کر اوروں کو حاجت روا بناؤں۔ اگر مہربان ذات مجھے کوئی معمولی سی تکلیف کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش مجھے کوئی فائدہ نہیں دے گے اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں گے »

16. سورۃ الزمر

"أَمِ ٱتَّخَذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُفَعَآءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا۟ لَا يَمْلِكُونَ شَيْـًٔا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾ قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا ۖ لَّهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ "﴿٤٤﴾ [سورۃ الزمر 43:39-44]

« کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لئے ہیں۔ کہو کہ اگرچہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہی ہوں (تو تب بھی تم ان سے سفارش کی امید رکھتے ہو) کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے »

17. سورۃ غافر

"وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ ٱلْءَازِفَةِ إِذِ ٱلْقُلُوبُ لَدَى ٱلْحَنَاجِرِ كَٰظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ "[سورۃ غافر 18:40]

« اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے۔ ظالموں کا کوئی گرم دوست نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے »

18. سورۃ الزخرف

"وَلَا يَمْلِكُ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ ٱلشَّفَٰعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِٱلْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ "[سورۃ الزخرف 86:43]

« اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کی گواہی دے اور شفیع مشفوع لہ کو جانتے بھی ہوں »[143]

19. سورۃ الدخان

"يَوْمَ لَا يُغْنِى مَوْلًى عَن مَّوْلًى شَيْـًٔا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ " [سورۃ الدخان 41:44]

« جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی »

20. سورۃ النجم

"وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغْنِى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ أَن يَأْذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرْضَىٰٓ " [سورۃ النجم 26:53]

« اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی مگر اس وقت کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور پسند کرے »

21. سورۃ الحاقۃ

"فَلَيْسَ لَهُ ٱلْيَوْمَ هَٰهُنَا حَمِيمٌ "[سورۃ الحاقۃ 35:69]

« سو آج اس کا بھی یہاں کوئی گرم دوست نہیں ہے »

22. سورۃ المدثر

"فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ " [سورۃ المدثر 48:74]

« پس سفارش کرنے والوں کی سفارش انہیں کچھ فائدہ نہ دے گی »

23. سورۃ النبا

"يَوْمَ يَقُومُ ٱلرُّوحُ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا "[سورۃ النبا 38:78]

« جس دن جبریل اور اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو مہربان ذات اجازت بخشے اور اس نے بات بھی درست کہی ہو »

24. سورۃ الانفطار

"يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٞ لِّنَفۡسٖ شَيۡـٔٗاۖ وَٱلۡأَمۡرُ يَوۡمَئِذٖ لِّلَّهِ " [سورۃ الانفطار 19:82]

« جس روز کوئی بھی نفس کسی دوسرے نفس کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہو گا اور اس دن اختیار خاص اللہ کے لئے ہو گا »

جو لوگ کہتے ہیں قبر میں پڑا اللہ کا نیک بندہ میرے لئے اللہ سے سوال کرتا ہے تو دو صورتیں ممکن ہیں:

- یا تو وہ ولی تمہارے لئے اللہ سے دعا مانگتا ہے۔ تو دعا عبادت ہے جس کا کرنا موت کے ساتھ منقطع ہو چکا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے:" إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله"[144] « جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں » تو مردہ کیونکر عبادت کر سکتا ہے؟
- اور یا وہ اللہ سے تمہارے حق میں سفارش کرتا ہے اور یہ صورت بھی کئی وجوہ سے غیر معقول ہے:

1. جو شفاعت ثابت ہے وہ قیامت میں ہو گی اور حدیث کے مطابق سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ شفاعت کریں گے۔ تو کیا قبر میں مدفون برگزیدہ ولی آج قبر میں ہی شفاعت کر رہا ہے تو کیا وہ رسول اللہ ﷺ سے شفاعت میں آگے نہیں بڑھے؟
2. کیا خود اس ولی کا فیصلہ ہو چکا ہے؟
3. کیا انہیں اجازت دی جا چکی ہے؟
4. کیا وہ ولی جس کے حق میں سفارش کر رہا ہے وہ مشفوع لہ کے ایمان سے باخبر ہے کیونکہ مشفوع لہ ابھی زندہ ہے اور وہ کس حالت میں مرتا ہے یہ متعین نہیں؟

بدرالدین بعلی [وفات:778ھ] فرماتے ہیں:

" ومن ظن أن الدعاء عند القبور أفضل من الدعاء في المساجد فقد كفر فقد اتفق أئمة المسلمين على أن اتخاذ القبور للدعاء عندها أو الصلاة ليست من دين الاسلام" [مختصر الفتاوی المصریۃ:57]

« جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ قبر کے نزدیک دعا مانگنا مسجد میں دعا مانگنے سے افضل ہے تو اس نے کفر کیا۔ مسلمانوں کے ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبروں کے پاس (اس سے اپنے لئے) دعا مانگنا اور اسے نماز کی جگہ بنانا دین اسلام میں سے نہیں ہے » ہاں البتہ دعا طلب کرنا ثابت ہے لیکن بشرطیکہ وہ صاحب قبر حیات ہوں۔[145]

حواشی:

[1] سورتوں کی ترتیب نزولی پر سند اایسی صحیح روایات ثابت نہیں ہیں جس میں جملہ سورتوں کی ترتیب نزولی کے بارے میں بتایا گیا ہو۔ جو روایات مروی ہیں ان میں سے بیشتر مراسیل اور نہایت ضعیف ہیں۔ البتہ انفرادی طور پر بعض سورتوں کے حوالے سے صحیح روایات ثابت ہیں جیسے سورۃ العلق کے بارے میں روایات، کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی پہلی نازل ہونے والی سورۃ ہے۔ البتہ سورتوں کی ترتیب نزولی پر "اجماع امت" ایک مستند دلیل ہے۔ اس سلسلے میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت یوں ہے:

ابن الضُّریس [وفات:294ھ] روایت کرتے ہیں:" أخبرنا أحمد، قال: حدثنا محمد قال: أخبرنا محمد بن عبد الله بن أبي جعفر الرازي قال: قال عمر بن هارون قال: حدثنا عثمان بن عطاء عن أبيه، عن ابن عباس قال: " أول ما نزل من القرآن بمكة وما أنزل منه بالمدينة الأول فالأول فكانت إذا نزلت فاتحةُ سورةٍ بمكة فكُتِبَتْ بمكة، ثم يزيد الله فيها ما يشاء، وكان أول ما أنزل من القرآن: اقرأ باسم ربك الذي خلق ثم ن والقلم، ثم يا أيها المزمل، ثم يا أيها المدثر، ثم الفاتحة .... وهي ست وثمانون سورة، ثم أنزل بالمدينة سورة البقرة، ثم الأنفال، ثم آل عمران .... فذلك ثمان وعشرون سورة فجميع القرآن مائة سورة وأربع عشرة سورة، وجميع آي القرآن ستة آلاف آية وستمائة آية وست عشرة آية، وجمع حروف القرآن: ثلاث مائة ألف حرف، وثلاثة وعشرون ألف حرف وستمائة حرف وواحد وسبعون حرفا" [إسناده ضعيف جدا لضعف عمر بن هارون فيه دیوان الضعفاء للذھبی:298]

[فضائل القرآن:33،روایت:17،واللفظ لہ،الاتقان فی علوم القرآن،النوع الاول،42:1اور،النوع السابع،96:1،عن جابر بن زید]

سورتوں کی ترتیب پر ابن شہاب الزہری [وفات:51-124ھ] کی کتاب دیکھیں: الناسخ والمنسوخ فی القرآن الکریم:90-95،اگرچہ اس میں انہوں نے سورۃ الفاتحہ کو پہلی مدنی سورۃ قرار دیا ہے۔ ابن شہاب الزہری کی کتاب "مصطفی محمود ازہری" کی تحقیق کے ساتھ مصر اور سعودی عرب دونوں سے 1429ھ=2008ء میں شائع ہو چکی ہے۔

- یہ بات تو مسلم ہے کہ بعض کے علاوہ اکثر سورتیں ایک ہی مرتبہ میں نازل نہیں ہوئیں۔ تو انہیں مکی اور مدنی سورۃ قرار دینے کا پیمانہ کیا ہے؟

1. عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ جس سورۃ کی ابتدائی آیات اگر مکہ میں نازل ہوتیں تو وہ مکی کہلاتی اور جو مدینہ میں تو وہ مدنی کہلاتی۔ اور اس قول پر دلیل سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات بھی ہیں کہ جن کی بنیاد پر سورۃ العلق کو پہلی نازل ہونے والی سورۃ کہا جاتا ہے۔
2. زرقانی نے مذکورہ جواب کے ساتھ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جس سورۃ کا غالب حصہ جہاں نازل ہوتا تو اس اعتبار سے اسے مکی اور مدنی قرار دیا جاتا۔[مناہل العرفان 99:1]

[2] ابن درید [وفات:321ھ] لکھتے ہیں:"وَالْفَتْح: ضد الإغلاق. وكل مَا بدأت بِهِ فقد استفتحته وَبِه سميت الْحَمد فَاتِحَة الْكتاب"[جمهرة اللغة 386:1]

امام ماتریدی [وفات:333ھ] لکھتے ہیں:"سمَّاه فاتحة القرآن بما به يفتح القرآن" [تاویلات القرآن 369:1]

فاتحۃ الکتاب

یہ نام توقیفی ہے اور یہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب"

[صحیح بخاری،کتاب الاذان،باب وجوب القراءۃ للامام والماموم...،حدیث:756]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت:[صحیح مسلم،کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا،باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ،حدیث:806]

[3] مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:" أسماؤها قريبة من ثلاثين" «سورۃ الفاتحہ کے تیس کے قریب نام ہیں» لیکن چند نام ہی ذکر کئے ہیں[بصائز ذوی التمیز 88:1]

سیوطی نے پچیس نام ذکر کئے ہیں اور دعوی کیا ہے کہ اس سے پہلے یہ سارے نام کسی بھی کتاب میں ایک ساتھ نہیں جمع کئے گئے۔[الاتقان فی علوم القرآن 91:1]

[4] ثعلبی [وفات:427ھ] اور رازی [وفات:606ھ] فرماتے ہیں:" كثرة الأسماء تدلّ على شرف المسمّى" [الکشف والبیان 126:1،التفسیر الکبیر 156:1]

مزید حوالہ جات: امام نووی کی المجموع شرح المہذب 4:9، مجد الدین فیروز آبادی کی بصائز ذوی التمیز 88:1۔

[5] یہ نام اجتہادی ہے۔ دیکھیں: رازی، التفسیر الکبیر [الإسم الثامن: الشفاء] 159:1،ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 5:14،زرکشی، البرہان فی علوم القرآن 270:1، مجد الدین فیروز آبادی، بصائز ذوی التمیز 128:1، سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن 191:1۔ ابن قیم فرماتے ہیں:"ولو أحسن العبد التداوي بالفاتحة، لرأى لها تأثيرا عجيبا في الشفاء"[الجواب الکافی:9]

جن روایات میں سورۃ الفاتحہ کو ہر بیماری سے شفاء کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے وہ روایات سندا صحیح نہیں ہیں۔ مثلا:

- عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعا:"فاتحة الكتاب فيها شفاء من كل داء " [بیہقی، شعب الایمان 42:4، حدیث:2152] لیکن اس روایت میں دو راوی یعنی محمد بن جنید الضبی اور موسی بن حسن مستملی مجہول الحال راوی ہیں جن کے متعلق معلوم نہیں ہے کہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ اس کی سند میں ہاشم بن بَرید زبیدی ہیں۔ جس کے بارے میں ابن حجر کہتے ہیں: ثقہ ہیں لیکن شیعہ ہونے کا الزام ہے۔[تقریب التہذیب:570، ترجمہ:7252] امام ذہبی کہتے ہیں: ثقہ ہیں لیکن کٹر شیعہ تھے۔[تاریخ الاسلام 999:3، ترجمہ:453]

ابن عدی کہتے ہیں کہ امام بخاری دونوں باپ بیٹے کے بارے میں فرماتے تھے: "علي بن هاشم بن البريد وأبوه غاليان في سوء مذهبهما" [الکامل فی ضعفاء الرجال 6:311، ترجمہ:1342]

-عن ابی سعید الخذری رضی اللہ عنہ مرفوعا: "فاتحة الكتاب شفاء من السم" [بیہقی، شعب الایمان 4:42، حدیث:2153] « سورۃ الفاتحہ میں زہر کا علاج ہے »

اس کا ایک جواب تو بیہقی نے دیا ہے کہ "میرے نزدیک یہ روایت ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ کی "لدیغ والی حدیث" کا اختصار ہے"۔(ایضا)

جہاں تک بیہقی کی سند کا تعلق ہے تو اس میں ابو نصر بن قتادۃ اور احمد بن نجدۃ مجہول الحال ہیں۔ اور سلام الطویل متروک الحدیث ہے۔[تقریب التہذیب:261، ترجمہ:2702]

-عن عبد الملک بن عمیر [وفات:136ھ] مرسلا [سنن دارمی، حدیث:3370، بیہقی، شعب الایمان 4:43، حدیث:2154] امام بیہقی اس روایت کو منقطع کہتے ہیں۔

6 ابن قیم، مدارج السالکین 1:76، محمد طاہر، سمط الدرر:11

7 ابن تیمیہ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "وهي الكافية تَكْفِي من غيرها ولا يَكْفِي غيرُها عنها" [مجموع الفتاوی 14:5] اور سیوطی نے اس نام کی نسبت "عبد اللہ بن یحیی بن ابی کثیر [وفات:180ھ] " کی جانب کی ہے۔[الدر المنثور 1:12] مزید دیکھیں: البرہان فی علوم القرآن 1:270، بصائر ذوی التمیز 1:128، الاتقان فی علوم القرآن 1:190

8 یہ نام توقیفی ہے۔ "عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ : ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ أم القرآن، وأم الكتاب، والسبع المثاني"

[سنن ابی داؤد، ابواب فضائل القرآن، باب فاتحۃ الکتاب حدیث:1457]

امام بخاری فرماتے ہیں: "وسُميتْ أمُّ الكتابِ أنه يُبْدَأُ بكتابتها في الْمَصَاحِفِ، ويبدأ بقراءتها في الصلاة" [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب، ص:921] طبع: الاوقاف السعودیۃ

9 ابن جریر، جامع البیان 1:107-108، سمط الدرر فی ربط الآیات والسور:2۔

ابو اسحاق ثعلبی فرماتے ہیں: "فجميع ما أودعها من العلوم مجموع في هذه السورة فهي أصل لها كالأم للطفل" [الکشف والبیان 1:126-127]

10 یہ نام توقیفی ہے۔ یہ نام قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے: سورۃ الحجر 15:87، صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحۃ الکتاب، حدیث:5006

سبع مثانی کی وجہ تسمیہ میں ابن جریر فرماتے ہیں: " وأما وصفُ النبي ﷺ آياتها السبعَ بأنهنَّ مَثَانٍ، فلأنها تُثَنَّى قراءتُها في كل صلاةٍ تطوعٍ ومكتوبةٍ" [جامع البیان 1:109]

11 یہ نام اجتہادی ہے۔ رازی اور سیوطی نے اس کی نسبت "سفیان بن عیینہ" کی جانب کی ہے۔[التفسیر الکبیر 1:158، الدر المنثور 1:12]

زرکشی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " لاشتمالها على المعاني التي في القرآن" [البرہان فی علوم القرآن 1:270]

12 یہ نام توقیفی ہے۔ امام مسلم سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتے ہیں: " قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، ولعبدي ما سأل، فإذا قال العبد: ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ [الفاتحة:2]، قال الله تعالى: حمدني عبدي، وإذا قال: ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ [الفاتحة:2]، قال الله تعالى: أثنى علي عبدي، وإذا قال: مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ [الفاتحة:3]، قال: مجدني عبدي – وقال مرة فوض إلي عبدي – فإذا قال: إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ [الفاتحة:4] قال: هذا بيني وبين عبدي، ولعبدي ما سأل، فإذا قال: ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝٧ [الفاتحة:5-7] قال: هذا لعبدي ولعبدي ما سأل"

[صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ.....، حدیث:395]

امام نووی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: "قال العلماء المراد بالصلاة هنا الفاتحة سميت بذلك لأنها لا تصح إلا بها كقوله ﷺ : "الحج عرفة" ففيه دليل على وجوبها بعينها في الصلاة قال العلماء: والمراد قسمتها من جهة المعنى لأن نصفها الأولَ تحميدٌ لله تعالى وتمجيدٌ وثناءٌ عليه وتفويضٌ إليه والنصف الثاني سؤالٌ وطلبٌ وتضرع وافتقار واحتج القائلون بأن البسملة ليست من الفاتحة بهذا الحديث وهو من أوضح ما احتجوا به قالوا لأنها سبع آيات بالإجماع فثلاثٌ في أولها ثناءٌ أولها: ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ وثلاثٌ دعاءٌ أولها: ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ والسابعة متوسطة وهي : إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ "[شرح النووی علی مسلم 4:103]

13 بیہقی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ، مرفوعا، شعب الایمان، فضائل السور والآیات، ذکر فاتحۃ الکتاب، حدیث:2148 إسناده ضعيف . زرکشی، البرہان فی علوم القرآن 1:270

14 محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش صدیقی۔ تاریخی نام خورشید حسن ہے۔ 1248ھ=1831ء کو نانوتہ [ضلع سہارنپور، ریاست اترپردیش] کے قصبے میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ذہین، طباع اور محنتی تھے۔ تعلیمی میدان میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ نمایاں رہے۔ چھوٹی عمر میں ہی قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم قصبہ دیوبند [ضلع سہارنپور، ریاست اترپردیش] میں حاصل کی۔ شاہ عبد الغنی بن شاہ ولی اللہ سے علوم حدیث کی تکمیل کی۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریز سرکار کی جانب سے باغی قرار دیئے گئے۔ 1297ھ=1879ء کو وفات پائی۔

[نزہۃ الخواطر 7:1067، بیس بڑے مسلمان:114، شاہ کار اسلامی انسائیکلوپیڈیا 2:1452]

15 محمود الحسن بن مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، 1268ھ = 1851ء کو بریلی میں پیدا ہوئے اور دیوبند میں پلے بڑھے ہوئے۔ "شیخ الہند" کے لقب سے مشہور ہیں۔ چھ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ قرآن مجید کا کچھ حصہ اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولوی عبد اللطیف سے پڑھیں۔ فارسی کی باقی کتابیں اور ابتدائی عربی کتب اپنے چچا مولانا مہتاب علی سے پڑھیں۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم ہیں۔ 1339ھ = 1920ء کو فوت ہوئے۔ [نزہۃ الخواطر 8:1378، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا 2:1460]

16 "اساس القرآن" نام کی نسبت مشہور تابعی "شعبی" کی جانب کی گئی ہے۔ [رازی، التفسیر الکبیر 1:158 بدون العزو الی الشعبی، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن 1:113، عزاہ الی الشعبی، الدر المنثور 1:12]

17 قاضی بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل 1:25

– سیوطی لکھتے ہیں: "سورة تعليم المسألة قال الْمُرْسِيُّ لأن فيها آدابَ السؤَالِ لأنها بُدِئَتْ بالثناءِ قبلَه" [الاتقان فی علوم القرآن 1:191]

18 یہ نام ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

"عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن ناسا من أصحاب النبي ﷺ أتوا على حي من أحياء العرب فلم يقروهم، فبينما هم كذلك، إذ لدغ سيد أولئك، فقالوا: هل معكم من دواء أو راق؟ فقالوا: إنكم لم تقرونا، ولا نفعل حتى تجعلوا لنا جعلا، فجعلوا لهم قطيعا من الشاء، فجعل يقرأ بأم القرآن، ويجمع بزاقه ويتفل، فبرأ فأتوا بالشاء، فقالوا: لا نأخذه حتى نسأل النبي ﷺ فسألوه فضحك وقال: «وما أدراك أنها رقية، خذوها واضربوا لي بسهم»" [صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحۃ الکتاب، حدیث: 5736]

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے یہ مال ان لوگوں سے بطور غنیمت لیا ہے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں: "وأما حديث الرقية قلنا كان ذلك مالا أخذه من الحربي بطريق الغنيمة، ألا ترى أن النبي ﷺ قال: «اضربوا لي فيها بسهم»" [المبسوط 4:159] مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: ابن جوزی، التحقیق فی مسائل الخلاف 2:219، حدیث: 1580

19 یہ نام توقیفی ہے۔ [صحیح بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ: ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم، حدیث: 4704]

20 جرجانی "براعة الاستهلال" کی تعریف کرتے ہیں: "هي كون ابتداء الكلام مناسبا للمقصود، وهي تقع في ديباجات الكتب كثيرا"۔ اور دوسری تعریف یوں کرتے ہیں: " هي أن يشير المصنف في ابتداء تأليفه، قبل الشروع في المسائل، بعبارة تدل على المرتب عليه إجمالا" [التعریفات: 45]

سیوطی فرماتے ہیں: " براعة الاستهلال وهو أن يشتمل أول الكلام على ما يناسب الحال المتكلم فيه ويشير إلى ما سيق الكلام لأجله والعلم الأسنى في ذلك سورة الفاتحة التي هي مطلع القرآن فإنها مشتملة على جميع مقاصده" [الاتقان فی علوم القرآن 3:363]

21 الاتقان فی علوم القرآن 3:364

22 محمد بن محمد بن محمد، غزالی، طوسی، ابو حامد، حجۃ الاسلام، صوفی اور فلسفی تھے۔ تقریبا دو سو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ 450ھ = 1058ء کو طابران [موجودہ: صوبہ رضوی خراسان، ایران] میں پیدا ہوئے۔ جو صوبہ خراسان کے طوس شہر کا مضافاتی گاؤں تھا۔ اور اسی گاؤں میں، 505ھ = 1111ء کو وفات پائی۔ نیشاپور، بغداد، حجاز اور شام و مصر کے سفر کئے۔

[وفیات الاعیان 4:216، ترجمہ: 588، الاعلام 7:22]

23 حسین بن عبد اللہ بن سینا [Avicenna]، ابو علی، شرف الملک، فلسفی تھے۔ علم طب، منطق، طبیعیات اور الٰہیات میں کئی کتابیں لکھیں۔ بلخ [موجودہ: افغانستان کے صوبہ بلخ کا ایک تاریخی شہر ہے] سے تعلق تھا۔ 370ھ = 980ء کو بخارا [موجودہ: ازبکستان] کے ایک گاؤں [Afshona] میں پیدا ہوئے۔ بخارا میں پلے بڑھے اور وہیں علم حاصل کیا۔ کئی ممالک کے سفر کئے۔ ان پر قرمطی اور باطنی ہونے کا الزام ہے۔ 428ھ = 1037ء کو ہمدان [موجودہ: صوبہ ہمدان، ایران] میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان 2:157، ترجمہ: 190، الاعلام 2:241]

24 محمد بن عبد اللہ بن محمد معافری، اشبیلی، مالکی، ابو بکر، ابن العربی، 468ھ = 1076ء کو اشبیلیہ [موجودہ: سپین] میں پیدا ہوئے۔ قاضی اور حافظ حدیث تھے۔ علوم کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ ادب میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور ادب و تاریخ میں کتابیں لکھیں۔ اشبیلیہ [Seville] کے قاضی رہے ہیں۔ 543ھ = 1148ء کو فاس [موجودہ: مراکش Fes] میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان 4:296، ترجمہ: 626، الاعلام 6:230]

25 سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن 4:141، سمط الدرر: 6

26 "قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، ولعبدي ما سأل، فإذا قال العبد: ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [الفاتحة: 2]، قال الله تعالى: حمدني عبدي، وإذا قال: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ﴾ [الفاتحة: 2]، قال الله تعالى: أثنى علي عبدي، وإذا قال: ﴿مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ﴾ [الفاتحة: 3]، قال: مجدني عبدي – وقال مرة : فوض إلي عبدي – فإذا قال: ﴿إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ﴾ [الفاتحة: 4] قال: هذا بيني وبين عبدي، ولعبدي ما سأل، فإذا قال: ﴿ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ۝ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝﴾ [الفاتحة: 5-7] قال: هذا لعبدي ولعبدي ما سأل" [صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ....، حدیث: 395]

27 دار قطنی عن عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ مرفوعا، سنن دار قطنی، باب وجوب قراءۃ ام الکتاب فی الصلاۃ وخلف الامام، 106:2، حدیث:1228، حاکم، المستدرک، کتاب الصلاۃ، باب التامین، 1: 363، حدیث:867۔ اس کی سند میں "محمد بن خلاد بن ہلال، اسکندرانی" ہے جس کے بارے میں دار قطنی حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "تفرد به محمد بن خلاد"۔ امام ذہبی نے اس کی روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے: کہ معلوم نہیں کون اور کیسا تھا؟ اور ابو سعید بن یونس کا قول ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک "صاحب مناکیر" ہے اور اس روایت کے نقل کرنے میں منفرد ہے۔[میزان الاعتدال 537:3، ترجمہ:7488] جبکہ ابن حجر نے اس سے دفاع کیا ہے اور ذہبی کے قول کی تضعیف کی ہے۔[لسان المیزان 118:7، ترجمہ:6754]

28 ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 15:17-17

29 احمد بن عمر بن سریج، ابو العباس، اپنے زمانے میں شافعیہ کے فقیہ تھے۔ 249ھ = 863ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ چار سو کے لگ بھگ کتابیں لکھیں جو اکثر ضائع ہو گئیں۔ "بازِ اشہب" لقب تھا۔ شیراز [موجودہ: ایران کے صوبۂ فارس کا دارالخلافہ] میں عہدۂ قضا پر فائز رہے ہیں۔ داؤد ظاہری کے ساتھ اکثر مناظرے کئے ہیں۔ حاضر جواب مناظر تھے۔ 306ھ = 918ء کو بغداد میں وفات پائی۔[تاریخ بغداد 287:4، ترجمہ:2313، الاعلام 185:1]

30 ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 13:17 ، 103

31 عبد الرحمن بن علی بن محمد، جوزی، قرشی، بغدادی، ابو الفرج، بغداد میں 508ھ = 1114ء کو پیدا ہوئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ حدیث، تفسیر، تاریخ اور مواعظ کے کثیر التصانیف عالم تھے۔ تین سے کے قریب کتابیں لکھیں۔ مقام جوز پر پانی کے ایک گھاٹ کی طرف ان کے آباء واجداد میں سے کوئی ایک منسوب تھے۔ اسی لئے ابن جوزی کہلائے۔ 597ھ = 1201ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔[وفیات الاعیان 140:3، ترجمہ:370، تذکرۃ الحفاظ 1342:4، ترجمہ:1098، الاعلام 316:3]

32 ابن جوزی، کشف المشکل من حدیث الصحیحین 167:2

33 ابن تیمیہ ذکر کرتے ہیں: "آيات القرآن نوعان: علمية وعملية" [مجموع الفتاوی 114:17، جواب اہل العلم والایمان:144]

34 محمد بن علی بن عمر، تمیمی، مازری، صقلی، ابو عبد اللہ، محدث اور فقہائے مالکیہ میں سے تھے۔ ان کی نسبت مازر [Mazzara] جزیرے کی جانب ہے۔[جو موجودہ اٹلی میں سب سے بڑے جزیرے "صقلیۃ" Sicily میں واقع ہے]۔ 453ھ = 1061ء کو پیدا ہوئے۔ ادب میں ان کی متعدد کتابیں ہیں۔ فاضل اور متقن تھے۔ 536ھ = 1141ء کو "مہدیہ" [موجودہ تیونس] میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان 285:4، ترجمہ:617، الاعلام 277:6]

35 مجموع الفتاوی، 122:17، جواب اہل العلم والایمان:153

36 عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون یحصبی، سبتی، ابو الفضل، سبتہ [Ceuta ، موجودہ: سپین میں آبنائے جبل طارق کے کنارے ایک خود مختار علاقہ] میں 476ھ = 1083ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں علمائے حدیث کے سرخیل تھے۔ پہلے سبتہ کے اور پھر غرناطہ [موجودہ: سپین کے جنوب میں واقع تاریخی شہر] کے قاضی [Judge] رہے۔ 544ھ = 1149ء کو مراکش میں ایک یہودی کے ہاتھوں زہر دے کر قتل کئے گئے۔[وفیات الاعیان 483:3، ترجمہ:511، الاعلام 99:5]

37 قاضی عیاض، اکمال المعلم بفوائد مسلم، باب فضل قراءۃ: قل ھو اللہ احد، 179:3، مجموع الفتاوی، 123:17، جواب اہل العلم والایمان:153-154

38 جبریہ: جبر کی طرف منسوب ہے جو انسان کے لئے فعل اور اس پر انسان کے قادر ہونے کے سرے سے ہی قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اس فعل کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ اس عقیدہ کے قائلین میں سے: جہم بن صفوان ہے۔ جبریہ میں کئی اصناف ہیں: جبریہ خالصہ اور جبریہ متوسطہ۔ [شہرستانی، الملل والنحل 108:1، عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق:126-130]

39 قدریہ: کو قدریہ "تسمیہ بالضد" کی وجہ سے کہتے ہیں یعنی وہ لوگ جو "تقدیر کے منکر" ہیں۔ اور انسان کو اپنے فعل کا مستقل طور پر خالق مانتے ہیں۔ گویا کہ یہ اللہ کی صفت خالقیت میں شرک کے قائل ہیں۔ اس عقیدے کے قائلین میں سے "معبد جہنی" م:80ھ اور غیلان بن مسلم دمشقی تھے۔ اس فرقے کی نسبت معتزلہ کی طرف کی جاتی ہے۔

[شہرستانی، الملل والنحل 54:1، الفرق بین الفرق:70]

40 محمود بن عمر بن محمد بن احمد خوارزمی، ابو القاسم، جار اللہ، خوارزم [موجودہ وسطی ایشیا میں جزوی طور پر ترکمانستان، جزوی ازبکستان اور جزوی قازقستان کا حصہ ہے] کے مضافاتی گاؤں زمخشر میں 467ھ = 1075ء کو پیدا ہوئے۔ عرصۂ دراز تک مکہ معظمہ میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے جار اللہ کہلائے۔ لغوی، ادیب، حنفی اور معتزلی تھے۔ 538ھ = 1144ء کو خوارزم میں وفات پائی۔

[وفیات الاعیان 168:5، ترجمہ:711، الاعلام 178:7، طبقات المفسرین:322]

41 عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی، شیرازی، ابو سعید، بیضاوی، قاضی [Judge] اور مفسر تھے۔ فارس [موجودہ: ایران] کے شہر شیراز [ایران کے صوبہ فارس کا دارالخلافہ] کے قریبی گاؤں "بیضاء" [Beyza] میں پیدا ہوئے۔ عرصہ تک شیراز کے قاضی رہے۔ تبریز [ایران کے صوبہ "مشرقی آذربائیجان" کا دارالخلافہ] میں 685ھ = 1286 کو وفات پائی۔

[طبقات الشافعیۃ الکبری 59:5، الاعلام 110:4]

42 حسین بن محمد بن عبداللہ، شرف الدین، طیبی، حدیث تفسیر اور بیان کے بہت بڑے عالم تھے۔ عراق عجم کے توریز[موجودہ: تبریز جو ایران کے صوبۂ مشرقی آذربائیجان کا دارالخلافہ ہے] سے تعلق تھا۔ قرآن وسنت کے دقیق فوائد کے استخراج کے بہت بڑے ماہر عالم تھے۔ 743ھ =1342ء کو وفات پائی۔[الدرر الکامنۃ2:68، البدر الطالع1:229، الاعلام2:256]

43 مذکورہ اقوال کے علاوہ دیگر اقوال بھی امام زرکشی، سیوطی نے سورۃ الفاتحہ کے ام القرآن ہونے کے ذکر کئے ہیں۔ مطالعہ کریں: البرہان فی علوم القرآن 1:17-18، الاتقان 4:139

44 حسین علی بن حافظ میاں محمد بن عبداللہ حنفی، نقش بندی واں بھچراں ضلع میانوالی میں 1283ھ =1866ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے علاقے کے اساتذہ سے پڑھیں۔ کتب حدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھیں۔ علوم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں واپس آتے ہی دین حق، توحید اور اتباع سنت کی دعوت شروع کی۔ قبر پرستی اور شرک وبدعت کی تردید کی پاداش میں آپ کو واں بھچراں چھوڑنا پڑا اور اپنی زمینوں میں رہائش اختیار کی لیکن استقلال میں کوئی کمی نہ آئی۔ رجب 1363ھ =1944ء کو وفات پائی۔[نزہۃ الخواطر8:133-134]

45 گویا شیخ القرآن نے سورۃ الاخلاص کے ضمیر شان میں قرآن مجید کے تینوں مضامین کی طرف اشارہ فرمادیا۔

قرآن مجید میں پانچ سورتیں ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ سے شروع ہوتی ہیں اسی سے ملتا جلتا قول امام رازی نے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الانعام دونوں جگہ ذکر کیا ہے۔ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"إنه تعالى افتتح سورا أربعة بعد هذه السورة بقوله: ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ فأولها: واعلم أن المذكور هاهنا قسم من أقسام قوله: رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ لأن لفظ العالم يتناول كل ما سوى الله، والسموات والأرض والنور والظلمة قسم من أقسام ما سوى الله، فالمذكور في أول سورة الأنعام كأنه قسم من أقسام ما هو مذكور في أول سورة الفاتحة"[التفسیر الکبیر1:162]

اور سورۃ الانعام کی تفسیر میں فرماتے ہیں:" اعلم أن هذه الكلمة مذكورة في أول سور خمسة. أولها: الفاتحة..."[التفسیر الکبیر12:474، ابتداء سورۃ الانعام]

یہی بات سیوطی نے بھی سورۃ الانعام کے ابتداء میں کی ہے:"أن كل ربع من القرآن افتتح بسورة أولها ٱلۡحَمۡدُ "[اسرار ترتیب القرآن:84]

46 ان کے نام کے سلسلے میں محدثین کے ہاں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ان کا اسم گرامی حارث بن نفیع بن معلی بن لوذان بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ بن عدی بن مالک بن زید الانصاری الزرقی تھا۔ فات 64 یا 74ھ میں ہوئی۔[الاستیعاب:803، ترجمہ:167، اسد الغابۃ:1334، ترجمہ:5964]

47 "كنت أصلي في المسجد فدعاني رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فلم أجبه فقلت: يا رسول الله إني كنت أصلي فقال: ألم يقل الله: ٱسۡتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيكُمۡۖ [الأنفال: 24]. ثم قال لي: «لأعلمنك سورة هي أعظم السور في القرآن قبل أن تخرج من المسجد» ثم أخذ بيدي فلما أراد أن يخرج قلتُ له: «ألم تقل لأعلمنك سورة هي أعظم سورة في القرآن» قال: ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ [الفاتحة: 2] «هي السبع المثاني والقرآن العظيم الذي أوتيته»"

[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ماجاء فی فاتحۃ الکتاب، حدیث:4474]

48 سعد بن مالک بن سنان بن ثعلبہ بن عبید بن الابجر (خدرۃ) بن عوف بن حارث بن خزرج انصاری خدری۔ مکثرین صحابہ میں سے تھے۔ بہت بڑے عالم، فاضل اور عاقل تھے۔ غزوۂ خندق میں 13 سال کے تھے۔ بارہ غزوات میں نبی کریم صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ رہے۔ 74ھ کو مدینہ منورۃ میں وفات پائی۔[اسد الغابۃ:1334، ترجمہ:5963]

49 ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویۃ:209

50 جس میں پہلا مسئلہ "إبطال مذهبهم فى ازلية العالم" اور بیسواں مسئلہ " إبطال مذهبهم فى إبطال إنكارهم لبعث الأجساد" ہے۔ مطالعہ کریں:

تھافت الفلاسفہ:88-282[تحقیق: سلیمان دنیا، طبع رابع، دار المعارف مصر]

51 محمد بن احمد بن محمد بن رُشد، ابو الولید، قرطبی(Cordoba)، اندلسی(Spain)، فلسفی[520ھ =1126ء] کو پیدا ہوئے۔ یورپ اسے[Averroes] کے نام سے جانتے ہیں۔ ارسطو کے کلام کا قصد کیا اور اسے عربی زبان میں ترجمہ کیا اور اس پر زیادت کی ہے۔ پچاس کتابیں تصنیف کی ہیں۔ دادا بھی ابن رشد کے نام سے مشہور ہیں اسی لئے علماء اس سے تمیز کے لئے انہیں "ابن رشد حفید" کے لقب سے جانتے ہیں۔ 595ھ =1198ء کو مغرب (مراکش) میں وفات پائی۔[سیر اعلام النبلاء19:501، ترجمہ:290، الاعلام5:318]

52 اس شخص کی حیرانگی جس نے فلسفیوں کی حیرانگی لکھی ہے۔

53 حاجی خلیفہ، کشف الظنون1:509

54 "لقد تأملت الطرق الكلامية والمناهج الفلسفية فما رأيتها تشفي عليلا ولا تروي غليلا ورأيت أقرب الطرق طريقة القرآن اقرأ في الإثبات: ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ [طه: 5]. إِلَيۡهِ يَصۡعَدُ ٱلۡكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ [فاطر: 10]. وأقرأ في النفي: لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ [الشورى: 11] وَلَا يُحِيطُونَ بِهِۦ عِلۡمٗا [طه: 110]. ثم قال: "ومن جرب مثل تجربتي عرف مثل معرفتي"

[ابن تیمیہ، الرد على المنطقيين:321، مجموع الفتاوی4:72-73، ابن ابی العز، شرح العقیدۃ الطحاویۃ:208-209]

55 عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف بن محمد، الجوینی، ابو المعالی، شافعی، رکن الدین، امام الحرمین لقب، متاخرین علماء میں سب سے بڑے عالم تھے۔ نیشاپور (صوبہ خراسان رضوی ایران) کے نواح جُوین (صوبہ خراسان رضوی) میں 419ھ = 1028ء کو پیدا ہوئے۔ اور بغداد چلے گئے۔ مکہ میں چار سال گزارنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں درس اور فتوی دیتے اور مذاہب کے درمیان جمع کرنے کے طرق بیان کرتے۔ نیشاپور لوٹے اور نظام الملک نے ان کے لئے "مدرسہ نظامیہ" بنایا۔ 478ھ = 1085ء کو نیشاپور میں وفات پائی۔

[سیر اعلام النبلاء 468:18، ترجمہ: 240، الاعلام 160:4]

56 ''لقد خضت البحر الخضم وخليت أهل الإسلام وعلومهم ودخلت في الذي نهوني عنه والآن فإن لم يتداركني ربي برحمته فالويل لابن الجويني وها أنا ذا أموت على عقيدة أمي أو قال: على عقيدة عجائز نيسابور''[شرح العقيدة الطحاوية: 209]

57 ''أن رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نادى أبي بن كعب وهو يصلي فلما فرغ من صلاته لحقه فوضع رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يده على يده. وهو يريد أن يخرج من باب المسجد. فقال: «إني لأرجو أن لا تخرج من المسجد حتى تعلم سورة ما أنزل الله في التوراة ولا في الإنجيل ولا في القرآن مثلها» قال أبي فجعلت أبطئ في المشي رجاء ذلك. ثم قلت: يا رسول الله ! السورة التي وعدتني قال: «كيف تقرأ إذا افتتحت الصلاة» قال فقرأت: ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ [الفاتحة: 2]، حتى أتيت على آخرها فقال رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «هي هذه السورة وهي السبع المثاني والقرآن العظيم الذي أعطيت»''[مؤطا مالک، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی ام القرآن، حدیث: 37] اس کی سند صحیح ہے۔

58 ''أنزل الله عز وجل مائة وأربعة كتب من السماء أودع علومها أربعة منها: التوراة والإنجيل والزبور والقرآن ثم أودع علوم التوراة والإنجيل والزبور القرآن ثم أودع علوم القرآن المفصل ثم أودع علوم المفصل فاتحة الكتاب فمن علم تفسيرها كان كمن علم تفسير جميع كتب الله المنزلة'' 58[شعب الایمان، فصل فی فضائل السور والآیات، ذکر فاتحۃ الکتاب، 44:4، حدیث: 2155]

59 رازی، التفسیر الکبیر 21:1-23

60 محمد طاہر، سمط الدرر: 17۔ توحید کی لغوی اور اصطلاحی تعریف "اصول" کی بحث میں گزر چکی ہے۔

61 ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 51:17

62 ابن قیم، مدارج السالکین 51:1

63 سمط الدرر: 9

64 ابن قیم، مدارج السالکین 51:1

65 ابن قیم، مدارج السالکین 49:1

66 سمط الدرر: 10

67 شیخ القرآن نے جو دس وجوہات ذکر کی ہیں اس کے لئے دیکھیں: مدارج السالکین، فصل في بيان تضمنها للرد على منكري النبوات 90:1، سمط الدرر: 11-12

68 « اللہ بے نیاز ہے »

69 « ان کے لئے کوئی فریادرست نہیں ہو گا »

70 « اور تمہارا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے »

71 ابن قیم فرماتے ہیں: "أما حاجتهم إليه في الدنيا فأشد من حاجتهم إلى الطعام والشراب والنفس الذي به حياة أبدانهم وأما حاجتهم إليه في الآخرة فإنهم يستشفعون بالرسل إلى الله حتى يريحهم من ضيق مقامهم فكلهم يتأخر عن الشفاعة فيشفع لهم وهو الذي يستفتح لهم باب الجنة"[الفوائد: 154]

72 علاء الدین بخاری [وفات: 730ھ] ذکر کرتے ہیں: "أن الحادثة إذا وقعت، ولم يكن فيها نص يعمل به يحتاج إلى القياس ضرورة.؛ ولأن القياس ليس بمثبت بل هو مظهر وخبر الواحد مثبت والإظهار دون الإثبات" اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: "بل المثبت هو الله تعالى"[کشف الاسرار شرح اصول البزدوی 371:2-224:3، 260، 268]

مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں:

تفتازانی، شرح التلویح علی التوضیح ج1: ص: 25، 30، 32، 33، 83، 312، 313- ج2: ص: 106، 107، 108، 239- بدرالدین زرکشی، البحر المحیط فی اصول الفقہ 17:7

73 "القياس عبارة عن رَدّ الشيءِ إلى نظيره "[ابوزید الدبوسی [وفات: 430ھ] ، تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ: 263، اصول السرخسی 122:2]

74 سنن ابو داوٗد، کتاب الاقضیۃ، باب اجتھاد الرأی فی القضاء، حدیث: 3592، سنن ترمذی، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، حدیث: 1327

ابن تیمیہ اور ابن کثیر لکھتے ہیں: "وهذا الحديث في المسانيد والسنن بإسناد جيد"[مجموع الفتاوی 364:13، تفسیر القرآن العظیم 9:1]

اس حدیث کو مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ اس کا جواب خطیب بغدادی اور ابن قیم یوں دیتے ہیں:"فهذا حديث وإن كان عن غيرِ مُسَمَّيْنَ فهم أصحابُ معاذٍ فلا يضره ذلك؛ لأنه يدل على شهرة الحديث وأن الذي حدث به الحارث بن عمرو عن جماعة من أصحاب معاذ لا واحد منهم، وهذا أبلغ في الشهرة من أن يكون عن واحد منهم لو سمي، كيف ! وشهرة أصحاب معاذ بالعلم والدين والفضل والصدق بالمحل الذي لا يخفى؟ ولا يعرف في أصحابه مُتَّهَمٌ ولا كذَّابٌ ولا مجروح، بل أصحابه من أفاضل المسلمين وخيارهم، لا يشكُّ أهلُ العلم بالنقل في ذلك، كيف وشعبةُ حاملُ لواءِ هذا الحديثِ؟ وقد قال بعض أئمة الحديث: إذا رأيت شُعْبَةَ في إسناد حديث فاشْدُدْ يَدَيْكَ به ... وإن كانت هذه الأحاديثُ لا تثبتُ من جهة الإسناد , لكن لما تَلَقَّتْهَا الكافةُ عن الكافةِ غَنُوا بصحتها عندهم عن طلب الإسناد لها , فكذلك حديث معاذ , لما احتجوا به جميعا غَنُوا عن طلب الإسناد له"[الفقيه والمتفقه 471:1،اعلام الموقعين 155:1،واللفظ لہ]

قاضی شوکانی سورۃ الاسراء 36:17 کی تفسیر میں حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:"وهو حديث صالح للاحتجاج به"[فتح القدیر 270:3]

75 بدعت کی تعریف اور اقسام اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ 117:2 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

76 **مستحب** کی تعریف

- "هو المطلوب فعله شرعا من غير ذم على تركه مطلقا"[آمدی، الإحکام فی اصول الأحکام 119:1، کشف الأسرار شرح اصول البزدوی 303:2]

77 امام غزالی فرماتے ہیں:"فإن أقسام الأحكام الثابتة لأفعال المكلفين خمسة: الواجب والمحظور والمباح والمندوب والمكروه"[المستصفى ،الفن الثانی فی اقسام الاحکام:52]

78 اس موضوع سے متعلق بحث اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ 25:2 کے تحت ملاحظہ کریں۔

79 صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ، حدیث:597

80 محمد طاہر نے دعا بعد الفریضہ اور دعا بعد السنن پر مستقل بحث اپنی کتاب "الانتصار لسنۃ سید الابرار ﷺ" میں صفحہ:39-60 تک کیا ہے۔

81 سنن ترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، ابواب الدعوات، باب:79، حدیث:3499۔ وقال الترمذي: هذا حديثٌ حَسَنٌ .

82 سیوطی "متواتر معنوی" کی مثال دیتے ہوتے کہتے ہیں:"ومنه ما تواتر معناه كأحاديث رفع اليدين في الدعاء. فقد روي عنه ﷺ نحو مائة حديث، فيه رفع يديه في الدعاء، وقد جمعتها في جزء لكنها في قضايا مختلفة؛ فكل قضية منها لم تتواتر، والقدر المشترك فيها وهو الرفع عند الدعاء، تواتر باعتبار المجموع"[تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی 632:2]

83 ابو داؤد کی اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إن ربكم حيي كريم يستحيي من عبده إذا رفع يديه إليه أن يردهما صفرا [سنن ابی داود، باب الدعاء، حدیث:1488، وقال المحقق شعیب الارنوط علی حاشیۃ ابی داود: حديث صحيح وهذا إسناد حسنٌ]

84 دونوں کتابیں شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی ہیں جو مکتبۃ الیمان، دار القرآن پنج پیر سے شائع ہوئی ہیں۔ مبتدعین کی اقسام اور حکم کے لئے مطالعہ کریں: ضیاء النور:48-49

85 چہلم کے حوالے سے تفصیلی گفتگو اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ 80:2 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

86 بدعت کی تعریف اور اقسام سورۃ البقرۃ 117:2 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

87 صحیح بخاری، حدیث:965،968،983،5545،5556-5557،5560،5563

88 اسی دلیل کو قرآن مجید نے سورۃ یونس 10:4، سورۃ طٰہٰ 20:15، سورۃ ص 38:27-28 اور اس کے علاوہ متعدد آیات میں ذکر کیا ہے۔

89 شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:"سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اول سے آخر تک جو ہوئی ہیں اور جو ہونگی خدا ہی کو لائق ہیں.... تو اب اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے بڑی کوتاہی کی بات ہے جس کو اہل فہم خوب سمجھتے ہیں"[تفسیر عثمانی:2]

90 خلیل بن احمد لکھتے ہیں:"الحمد: نقيض الذم ... والتحميد: كثرة حمد الله بحسن المحامد... والحمد: الثناء"«حمد، مذمت کا متضاد ہے... اور تحمید اللہ کی اچھی تعریفوں کے ساتھ بکثرت تعریف کرنے کو کہتے ہیں... حمد ستائش اور تعریف کو کہتے ہیں»[العین 188:3-189]

مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: معجم مقاییس اللغۃ 100:2، مادۃ: حمد، المفردات فی غریب القرآن:256، مادۃ: حمد، الجامع لاحکام القرآن 133:1

91 امام رازی فرماتے ہیں: "قال المتكلمون: أن صفات الله تعالى ثلاثة أنواع: ما يجب، ويجوز، ويستحيل على الله تعالى. تقسيم أسماء الله تعالى إما أن يجوز إطلاقها على غير الله تعالى، أو لا يجوز. أما القسم الأول: فهو كقولنا: الكريم الرحيم العزيز اللطيف الكبير الخالق، فإن هذه الألفاظ يجوز إطلاقها على العباد، وإن كان معناها في حق الله تعالى مغايرا لمعناها في حق العباد. وأما القسم الثاني فهو كقولنا: الله الرحمن. أما القسم الأول: فإنها إذا قيدت بقيود مخصوصة صارت بحيث لا يمكن إطلاقها إلا في حق الله تعالى كقولنا: يا أرحم الراحمين، ويا أكرم الأكرمين، ويا خالق السموات والأرضين"[التفسیر الکبیر 413:15، تفسیر بذیل سورۃ الاعراف 180:7]

[92] **ابن تیمیہ لکھتے ہیں:** "ومعلوم بالضرورة من دين المسلمين أن الله مستحق للأسماء الحسنى وقد سمى بعض عباده ببعض تلك الأسماء كما سمى العبد سميعا بصيرا وحيا وعليما وحكيما ورءوفا رحيما وملكا وعزيزا ومؤمنا وكريما وغير ذلك. مع العلم بأن الاتفاق في الاسم لا يوجب مماثلة الخالق بالمخلوق وإنما يوجب الدلالة على أن بين المسميين قدرا مشتركا فقط؛ مع أن المميز الفارق أعظم من المشترك الجامع" [**مجموع الفتاوی** 202:5] **صفات کی تقسیم دیکھیں: شیخ محمد طاہر، العرفان من اصول القرآن**:43-44

[93] **شیخ القرآن محمد طاہر، سمط الدرر**:31

[94] **بکر بن محمد مازنی** [وفات:248ھ] ، **نحوی کی "کتاب الالف واللام"، ابن الانباری** [وفات:328ھ] **کی "کتاب الالف واللام"، عبد الرحمن بن اسحاق زجاجی** [وفات:337ھ] ، **نحوی کی "کتاب اللامات" کتابوں کی فہرست کے لئے دیکھیں:**[**ابن ندیم، الفہرست**:55، **حاجی خلیفہ، کشف الظنون**2:1396]

[95] **کتاب اللامات، خلیل بن احمد الفراہیدی** [وفات:170ھ] **جس کا مخطوط جامعہ ریاض کی لائبریری میں موجود ہے۔ محی الدین درویش نے سورۃ العنکبوت 29:66 کی تفسیر میں اسی کتاب کے حوالے سے "لام" کی اقسام ذکر کی ہیں۔**[**اعراب القرآن وبیانہ** 462:7]

[96] **زجاجی لکھتے ہیں:**" واعلم أن هذه الألف واللام التي للتعريف قد تدخل في الكلام على ضروب: فمنها أن تعرف الاسم على معنى العهد ... وقد تدخل لتعريف الجنس الخ " [**کتاب اللامات**:43-44]

[97] **سیبویہ لکھتے ہیں:**"فالمعرفة خمسة أشياء: الأسماء التي هي أعلام خاصة، والمضاف إلى المعرفة، إذا لم ترد معنى التنوين، والألف واللام، والأسماء المبهمة، والإضمار ... وأما الألف واللام فنحو الرجل والفرس والبعير وما أشبه ذلك. وإنما صار معرفة لأنك أردت بالألف واللام الشيء بعينه دون سائر أمته، لأنك قلت: مررت برجل، فإنك إنما زعمت= = أنك إنما مررت بواحد ممن يقع عليه هذا الاسم، لا تريد رجلا بعينه يعرفه المخاطب. وإذا أدخلت الألف واللام فإنما تذكره رجلا قد عرفه، فتقول: الرجل الذي من أمره كذا وكذا؛ ليتوهم الذى كان عهده ما تذكر من أمره" [**الکتاب**5:2]

رضی لکھتے ہیں:"واللام في الأصل لتعريف العهد"[**شرح الرضی علی الکافیۃ، العلم تعریفہ وانواعہ**،256:3]

بدر الدین عینی نے اسے محققین کا مذہب قرار دیا ہے:"والذي عليه المحققون أن أصل اللام للعهد"[**عمدۃ القاری**1:202، **حدیث**:29 **کی تشریح میں**]

ابن رجب حنبلی نے "الف لام" پر بحث کرتے ہوئے متن میں موجود اعتراض کو ذکر کیا ہے اور جنس کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے:" قولُه: ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ قيل: للعَهدِ، أي: الحمدُ المعهودُ.وقيل: لتعريف الجنس، أي: مُطلقُ الحمد، وهو ضعيفٌ. وقيل: للاستغراق... فإن قيل: فإذا كان الحمدُ كلُّهُ لله، فكيفَ يُحمد غيرُه من خلقه، والنبيُّ ﷺ: (محمَّد)، وهو مُفعّل مِنَ الحمد؟ قيل: عنه ثلاثة أجوبة"[**تفسیر سورۃ الفاتحہ لابن رجب**:64-65]

سیوطی لکھتے ہیں:"ثم رأيت في " شرح الرسالة " للفاكهي: قال: سمعت شيخنا أبا العباس المرسي يقول: قلت لابن النحاس النحوي - يعني الشيخ بهاء الدين شيخ أبي حيان : ما تقول في الألف واللام في ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ، أجنسية هي أم عهدية ؟ فقال: يا سيدي قالوا: إنها جنسية، فقلت له: الذي أقول: إنها عهدية، وذلك أن الله لما علم عجز خلقه عن كنه حمده حمد نفسه بنفسه في أزله، نيابة عن خلقه قبل أن يحمدوه، فقال: أشهدك أنها للعهد"[**نواہد الافکار وشواہد الابکار**1:172-173]

[98] **مثلا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں:**"**حاکم اگر عادل ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے صفت عدل اس کے اندر رکھ دی ہے۔ طبیب اگر حاذق ہے تو اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اللہ نے اسے یہ کمال عطا کر دیا ہے**"[**تفسیر ماجدی**:2]

عبد الحق حقانی لکھتے ہیں:" ٱلْحَمْدُ **میں کل افراد حمد مراد ہیں خواہ کوئی حمد کسی کی کرے۔ سب انجام کار خدا ہی کی حمد ہے۔ کیونکہ جس کی جو حمد کرے گا تو کسی کمال پر کرے گا سو وہ اسی کے ہاں سے آیا ہے۔ نوکروں کے جود و سخا کی تعریف در حقیقت آقا کے جود و سخا کی تعریف ہے کہ جس کے مال کو اس کی اجازت سے دیتے ہیں**"[**تفسیر حقانی**:2]

[99] **الله**

لفظ اللہ میں ایک بحث یہ کی گئی ہے کہ اصل میں یہ لفظ عربی ہے یا سریانی۔ لیکن جمہور کا مذہب ہے کہ یہ لفظ عربی ہے۔ عربی ہونے کی صورت میں دوسری بحث یہ کی گئی ہے کہ یہ مشتق ہے یا غیر مشتق؟ اکثر علماء کا قول غیر مشتق کا ہے جبکہ مشتق ہونے کا قول بھی بہتیروں نے کیا ہے:

مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:"وللعلماء فى هذا الاسم الشريف أقوالٌ تُقَارِبُ ثلاثينَ قولا. فقيل: مُعَرَّبٌ أصله بالسريانية [لاهاً] فحذفوا الألف، وأتوا بأل. وقال الجمهور: عربى . وقال الأكثرون: عَلَمٌ مُرْتَجَلٌ غيرُ مُشْتَقٍّ. وعزى للأكثرين من الفقهاء والأصوليين وغيرهم ومنهم الشافعى والخطابى وإمام الحرمين والإمام الرازى والخليل بن أحمد وسيبويه. وهو اختيار مشايخنا . وقيل: بل هو مشتقٌّ وعزاه الثعلبى لأكثر العلماء. قال بعض مشايخنا: والحق أنه قولُ كثيرٍ منهم، لا قولَ أكثرِهم"[**بصائر ذوی التمییز**2:12-13]

[100] **ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن وہب دینوری، جو ابن وہب الجوال کے نام سے مشہور تھے۔ کئی ممالک میں گھومے پھرے۔ امام ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے: حدیث کے معاملہ میں متہم، متروک اور احادیث وضع کرنے والے تھے۔ 308ھ کو وفات پائی۔**[**سیر اعلام النبلاء**14:401، **تذکرۃ الحفاظ**2:227، **نیل السائرین**:210، **ترجمہ**:167-8]

101 عبداللہ بن وہب دینوری کی تفسیر کا نام "الواضح فی تفسیر القرآن الکریم" جو تفسیر ابن وہب کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تفسیر دو جلدوں میں "احمد فرید" کی تحقیق کے ساتھ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان سے شائع ہو چکی ہے۔

102 ابن وہب تسمیہ میں لفظ اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: [ٱللَّهِ] معناه الخلق يألهن و يتألهون إليه أى يتضرعون إليه عند قضاء الحوائج والشدائد [تفسیر ابن وہب 13:1]

103 تذکرۃ النوادر من المخطوطات العربیۃ، عربی مخطوطات کی فہرست کا مجموعہ ہے جو 1300ھ میں "دائرۃ المعارف العثمانیۃ" حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے۔

104 "الإله مشتق من ألهت إلى فلان، أي: سكنت إليه، فالعقول لا تسكن إلا إلى ذكره والأرواح لا تعرج إلا بمعرفته...اشتقاقه من أله الفصيل إذا ولع بأمه، والمعنى أن العباد مولهون مولعون بالتضرع إليه في كل الأحوال...أن اشتقاق لفظ «الإله» من أله الرجل يأله إذا فزع من أمر نزل به فألهه أي أجاره، والمجير لكل الخلائق من كل المضار هو الله سبحانه وتعالى، لقوله تعالى: وهو يجير ولا يجار عليه" [التفسیر الکبیر 1:144-147]

جلال الدین رومی [1207-1293م] شعر میں "الٰہ" کے معنی کو یوں بیان کرتے ہیں:

معنی اللہ گفت آن سیبویہ : یولھون فی الحوائج ھم لدیہ

گفت: أتينا فی حوائجنا إليك : والتمسناها وجدناها إليك

[مثنوی، دفتر چہارم: 120]

105 "فالإله هُوَ الَّذِي يأله الْقلب بِكَمَال الْحبّ والتعظيم والاجلال وَالْإِكْرَام وَالْخَوْف والرجاء وَنَحْو ذَلِك" [العبودیۃ: 53، مجموع الفتاوی 10:157]

106 "أن الإله هو الذي تأله القلوب محبة له واشتياقا إليه، وإنابة" [مدارج السالکین 3:428، اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان 1:27]

107 "فإن الإله هو المستحق لصفات الكمال المنعوت بنعوت الجلال وهو الذي تأله القلوب وتصمد إليه بالحب والخوف والرجاء فالتوحيد الذي جاءت به الرسل هو إفراد الرب بالتأله الذي هو كمال الذل والخضوع والانقياد له مع كمال المحبة والإنابة وبذل الجهد في طاعته ومرضاته وإيثار محابه ومراده الديني على محبة العبد ومراده فهذا أصل دعوة الرسل وإليه دعوا الأمم وهو التوحيد الذي لا يقبل الله من أحد دينا سواه لا من الأولين ولا من الآخرين وهو الذي أمر به رسله وأنزل به كتبه ودعا إليه عباده ووضع لهم دار الثواب والعقاب لأجله وشرع الشرائع لتكميله وتحصيله" [شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر: 139]

108 الٰہ کے مذکورہ تمام اقوال اور مزید وضاحت کے لئے مطالعہ کریں: مجد الدین فیروز آبادی، بصائر ذوی التمییز 2:13-17

109 عکرمہ بن ابی جہل عمرو بن ہشام، مخزومی، قریشی، جاہلیت اور اسلام دونوں میں قریش کے معزز لوگوں میں سے تھے۔ عکرمہ اور اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں سب سے بڑھ کر تھے لیکن عکرمہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور ایک اچھے مسلمان تھے۔ مختلف جہادوں میں حصہ لیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بعض عہدوں پر فائز رہے۔ جنگ یرموک میں یا مرج صفر کے دن 13ھ = 643ء کو باسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ [الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ 4:443-444، ترجمہ: 5654، الاعلام 4:244]

110 ابن کثیر فرماتے ہیں: "لما ذهب فارا من رسول الله ﷺ حين فتح مكة فذهب هاربا فركب في البحر يدخل الحبشة فجاءتهم ريح عاصف فقال القوم بعضهم لبعض إنه لا يغني عنكم إلا أن تدعوا الله وحده فقال عكرمة في نفسه والله إن كان لا ينفع في البحر غيره فإنه لا ينفع في البر غيره اللهم لك علي عهد لأن أخرجتني منه لأذهبن فلأضعن يدي في يد محمد فلأجدنه رؤوفا رحيما، فخرجوا من البحر فرجع إلى رسول الله ﷺ فأسلم وحسن إسلامه رضي الله عنه وأرضاه" [تفسیر القرآن العظیم 5:88]

یہ روایت حدیث کی ان کتابوں میں موجود ہے: نسائی، السنن الکبریٰ، کتاب المحاربۃ، الحکم فی المرتد، حدیث: 3519، ابن ابی شیبۃ، المصنف 7:404، حدیث: 36913 . وقال المحقق عبد القادر الأرناؤوط :وهو حديث حسن [جامع الاصول فی احادیث الرسول لابن الاثیر الجزری 8:376، حدیث: 6149]

111 سمط الدرر: 15

112 سمط الدرر: 19

113 ابن جریر ذکر کرتے ہیں: " وتخلف عنه ابنه يام، وكان كافرا" [جامع البیان 15:314] قرطبی لکھتے ہیں: " كان كافرا واسمه كنعان. وقيل: يام" [الجامع لاحکام القرآن 9:38]

ابن کثیر ذکر کرتے ہیں: " هذا هو الابن الرابع واسمه يام وكان كافرا" [تفسیر القرآن العظیم 4:280]

114 دیلمی نے مسند الفردوس : 1118، اور ابن جوزی نے العلل المتناھیۃ 1:139 میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ محمد طاہر پٹنی اس کے بارے میں فرماتے ہیں: فيه ثلاثة غير مرضين [تذکرۃ الموضوعات: 16]

[115] **بدر الدین عینی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:**"فإن قيل: كيف يجوز ذكر شر الموتى مع ورود الحديث الصحيح عن زيد بن أرقم في النهي عن سب الموتى وذكرهم إلا بخير. وأجيب: بأن النهي عن سب الأموات غير المنافق والكافر والمجاهر بالفسق أو بالبدعة فإن هؤلاء لا يحرم وذكرهم بالشر للحذر من طريقهم ومن الاقتداء بهم"[*عمدۃ القاری*8:195]
ابن کثیر "حسن بن ضافی بن بزدن ترکی" کی موت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں:"كان من أكابر أمراء بغداد المتحكمين في الدولة، ولكنه كان رافضيا خبيثا متعصبا للروافض، وكانوا في خفارته وجاهه، حتى أراح الله المسلمين منه في هذه السنة في ذي الحجة منها، ودفن بداره ثم نقل إلى مقابر قريش فلله الحمد والمنة.وحين مات فرح أهل السنة بموته فرحا شديدا، وأظهروا الشكر لله، فلا تجد أحدا منهم إلا يحمد الله"[*البدایۃ والنہایۃ*12:338]

[116] *صحیح مسلم عن صہیب رضی اللہ عنہ مرفوعا، حدیث:*2999

[117] *سنن ترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول اذا فرغ من الطعام، حدیث:*3458*، سنن ابی داوٗد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی اللباس، حدیث:*4023

[118] *عبد القادر بن موسی بن عبد اللہ بن جنگی دوست، حسینی، ابو محمد،* 471ھ =1078ء *کو گیلان[موجودہ ایران کا صوبہ ہے جو بحیرۂ قزوین کے کنارے ہے۔ اور جس کی سرحد آذربائیجان کے ساتھ ملتی ہے] میں پیدا ہوئے۔ عالم دین اور ولی اللہ تھے۔* 488ھ *کو بغداد منتقل ہوئے۔ اور وہیں* 561ھ =1166ء *کو وفات پائی۔[الطبقات الکبریٰ، شعرانی:*181*، الاعلام*4:47]

[119] *شرح دیوان شیخ عبد القادر جیلانی:*18*، بیت نمبر:*8 [*طبع: نذیر سنز پبلشر زاردو بازار لاہور*]

[120] *ابن الانباری* [وفات:328ھ] *لکھتے ہیں:*" والربّ ينقسم على ثلاثة أقسام: يكون الرب: المالك. ويكون الرب: السيِّد المطاع. ويكون الرب: الْمُصْلِحُ. من قولهم: قد رَبَّ الرَّجُلُ الشيءَ يَرُبُّهُ ربّاً، والشيءُ مربوبٌ: إذا أصلحه"[*الزاھر فی معانی کلمات الناس*1:467]

ابن فارس [وفات:395ھ] *لکھتے ہیں:*" الراء والباء يدل على أصول. فالأول إصلاح الشيء والقيام عليه. فالرب: المالك، والخالق، والصاحب. والرب: المصلح للشيء. يقال رب فلان ضيعته، إذا قام على إصلاحها... والرب: المصلح للشيء. والله جل ثناؤه الرب; لأنه مصلح أحوال خلقه. والربي: العارف بالرب ... والربيبة الحاضنة. وربيب الرجل: ابن امرأته ... والأصل الآخر لزوم الشيء والإقامة عليه ... والأصل الثالث: ضم الشيء للشيء"[*معجم مقاییس اللغۃ*2:381-382*،مادۃ:رب*]

راغب اصفہانی لکھتے ہیں:"الرَّبُّ في الأصل: التربية، وهو إنشاء الشيء حالا فحالا إلى حدّ التمام ... فالرّبّ مصدر مستعار للفاعل، ولا يقال الرّبّ مطلقا إلا لله تعالى المتكفّل بمصلحة الموجودات... وبالإضافة يقال له ولغيره... وجمع الرّبّ أرْبابٌ... ولم يكن من حقّ الرّبّ أن يجمع إذ كان إطلاقه لا يتناول إلّا الله تعالى، لكن أتى بلفظ الجمع فيه على حسب اعتقاداتهم، لا على ما عليه ذات الشيء في نفسه"[*المفردات فی غریب القرآن:*336-338*،مادۃ:رب*]

قاضی بیضاوی رب کی تعریف کرتے ہیں:" الرب في الأصل مصدر بمعنى التربية: وهي تبليغ الشيء إلى كماله شيئاً فشيئاً، ثم وصف به للمبالغة كالصوم والعدل"[*انوار التنزیل*1:28]

[121] *ابن جریر لکھتے ہیں:*" والعالمون جمع عالم، والعالم: جمع لا واحد له من لفظه، كالأنام والرهط والجيش، ونحو ذلك من الأسماء التي هي موضوعات على جماع لا واحد له من لفظه. والعالم اسم لأصناف الأمم، وكل صنف منها عالم، وأهل كل قرن من كل صنف منها عالم ذلك القرن وذلك الزمان. فالإنس عالم، وكل أهل زمان منهم عالم ذلك الزمان. والجن عالم، وكذلك سائر أجناس الخلق، كل جنس منها عالم زمانه"[*جامع البیان*1:143]

[122] "كل موجود سوى الله تعالى"*ابن عطیہ، المحرر الوجیز*1:67*، رازی، التفسیر الکبیر*1:24*، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن*1:138

[123] *سمط الدرر:*20

[124] *عبد الکریم شہرستانی فرماتے ہیں:"زرتشت بن پورشسب، گشتاسف بن لہراسپ بادشاہ کے عہد میں ظاہر ہوا۔ اس کا باپ آذربائیجان اور ماں "ری"[موجودہ ایران کے دار الخلافہ "تہران" کا ایک ضلع] سے تھیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان میں متعدد انبیاء اور بادشاہ گزرے ہیں۔ زرتشت نے ایک کتاب تصنیف کی اور ایک قول کے مطابق اس پر نازل کی گئی ہے اس کا نام "زند اوستا" ہے۔" شہرستانی نے "زند اوستا" سے آخری پیغمبر کے بارے میں ایک پیشن گوئی بھی ذکر کی ہے:*"ومما أخبر به زردشت في كتاب زند أوستا أنه قال: سيظهر في آخر الزمان رجل اسمه "أشيزريكا"، ومعناه: الرجل العالم، يزين العالم بالدين والعدل، ثم يظهر في زمانه "بتياره" فيوقع الآفة في أمره وملكه عشرين سنة، ثم يظهر بعد ذلك أشيزريكا على أهل العالم، ويحيي العدل، ويميت الجور، ويرد السنن المغيرة إلى أوضاعها الأول، وتنقاد له الملوك، وتتيسر له الأمور، وينصر الدين الحق، ويحصل في زمانه الأمن، والدعة وسكون الفتن، وزوال المحن"*"مجوس "زرتشت کو نبی مانتے ہیں اور مجوس "ثنویت" یعنی دو خداؤں کے قائل ہیں جو دنیا کی تدبیر و تنظیم کرتے ہیں۔ خیر و شر، نفع نقصان، صلاح و فساد انہی دو خداؤں کے درمیان منقسم ہے۔ یہ لوگ ایک کو "نور" اور دوسرے کو "ظلمت" کا نام دیتے ہیں۔ فارسی میں نور کو "یزدان" اور ظلمت کو "اہرمن" کہتے ہیں۔[الملل والنحل*2:37-44]

[125] *شہرستانی، الملل والنحل*2:42

126 زمخشری لکھتے ہیں:" و ٱلرَّحْمَٰنُ فَعْلانُ من رَحِمَ، كغَضْبانَ وسَكْرَانَ، من غَضِبَ وسَكِرَ، وكذلك ٱلرَّحِيمُ فعيلٌ منه، كمريضٍ وسقيم، من مَرِضَ وسَقِمَ، وفي ٱلرَّحْمَٰنِ من المبالغة ما ليس في ٱلرَّحِيمِ ولذلك قالوا: رحمن الدنيا والآخرة، ورحيم الدنيا، ويقولون: إن الزيادة في البناء لزيادة المعنى"[الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل6:1]

ابوالبقاء لکھتے ہیں:" و ٱلرَّحْمَٰنُ من أبنية المبالغة. وفي ٱلرَّحِيمِ مبالغة أيضا إلا أن فَعْلاناً أبلغ من فَعِيْلٍ"[التبیان فی اعراب القرآن4:1]

127 صحیح بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، کتاب التوحید، باب قول اللہ عزوجل: بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ، حدیث:7553، صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ، حدیث:2751

128 سمط الدرر:20

129 سمط الدرر:12

130 ابوالبقاء لکھتے ہیں: والدينُ مَصْدَرُ دانَ يدينُ [التبیان فی اعراب القرآن6:1]

131 ابوتمام [188-231ھ=804-846ء] ،دیوان الحماسۃ:12،[عقونا:2]یہ شعر "فند الزمانی"کا ہے جس کا نام "شھل بن شیبان" ہے۔

132 سمط الدرر:20

133 یہ جملہ ان آیات میں بھی آیا ہے:سورۃ البقرۃ285:2،سورۃ آل عمران109:3،129،سورۃ النساء131:4-132،سورۃ النجم31:53

134 یہ جملہ ان آیات میں بھی آیا ہے:سورۃ البقرۃ255:2،سورۃ یونس68:10،سورۃ ابراہیم2:14،سورۃ طہ6:20،سورۃ الحج64:22وغیرہ۔

135 **شفاعت** کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

ابن فارس لکھتے ہیں:" الشين والفاء والعين أصل صحيح يدل على مُقَارَنَةِ الشيئين . منْ ذلك الشَّفْعُ خلافُ الْوَتْرِ. تقول: كان فردًا فَشَفَعْتُهُ"[معجم مقاییس اللغۃ201:3،مادۃ:شفع]

« شین فاء اور عین دو چیزوں کو ملانے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اسی سے شفع یعنی جفت ہے جو وتر یعنی طاق کا متضاد ہے۔ جیسے کہتے ہیں: وہ اکیلا تھا تو میں اس کے ساتھ مل گیا»

اور اسی سے شفعۃ بھی ہے کیونکہ اس کے ذریعے شفیع اپنے مال کے ساتھ اس چیز کو ملانا چاہتا ہے جس پر اس نے دعوی دائر کیا ہے:

راغب اصفہانی شفع، شفاعت اور شفعۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" الشَّفْعُ: ضمّ الشيء إلى مثله ... والشَّفَاعَةُ: الانضمام إلى آخر ناصرا له وسائلا عنه، وأكثر ما يستعمل في انضمام من هو أعلى حرمة ومرتبة إلى من هو أدنى... والشُّفْعَةُ هو: طلب مبيع في شركته بما بيع به ليضمّه إلى ملكه"[المفردات فی غریب القرآن:458،مادۃ:شفع]

شفع کی لغوی تحقیق پر مفصل کلام دیکھیں: مرتضیٰ زبیدی [1205ھ] ، تاج العروس279:21-287

جرجانی"شفاعت" کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:" هي السؤال في التجاوز عن الذنوب من الذي وقع الجناية في حقه"[التعریفات:127،باب الشین]

136 شفاعت کی ایک تقسیم دنیاوی اور اخروی اعتبار سے ہے۔ پھر دنیاوی شفاعت میں محمود اور مذموم دونوں ہیں اور اخروی شفاعت میں بنیادی قسمیں وہی ہیں جو شیخ القرآن نے متن میں ذکر کی ہیں۔

ابن قیم اخروی شفاعت کی انہی دونوں قسموں کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:"والشفاعة التي أثبتها الله ورسوله هي الشفاعة الصادرة عن إذنه لمن وحده، والتي نفاها الله هي الشفاعة الشركية، التي في قلوب المشركين، المتخذين من دون الله شفعاء، فيعاملون بنقيض قصدهم من شفعائهم، ويفوز بها الموحدون"[مدارج السالکین349:1]

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی380:14-414

137 رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کون کون سفارش کریں گے:

1. انبیاء علیہم السلام
2. فرشتے [سورۃ النجم26:53]
3. اہل ایمان "فيقول الله عز وجل: شفعت الملائكة وشفع النبيون وشفع المؤمنون ولم يبق إلا أرحم الراحمين"[صحیح مسلم عن ابی سعید الخدریؓ مرفوعا، کتاب الایمان حدیث:183]
4. شہداء "يشفع الشهيد في سبعين من أهل بيته"[سنن ابی داوٗد عن ابی الدرداء مرفوعا، کتاب الجہاد، باب فی الشہید یشفع، حدیث:2522] صحيح لغيره .
5. ایمان والوں کی نابالغ اولاد کی شفاعت اپنے والدین کے حق میں [صحیح مسلم عن ابی ہریرۃؓ مرفوعا، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ، حدیث:2635]
6. قرآن مجید [صحیح مسلم عن ابی امامۃ الباھلیؓ مرفوعا، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، حدیث:804]
7. روزہ الصيام والقرآن يوم القيامة يشفعان للعبد يقول الصيام: رب منعته الطعام والشراب بالنهار فشفعني فيه ويقول القرآن: رب منعته النوم بالليل فشفعني فيه فيشفعان [طبرانی، المعجم الکبیر38:13،حدیث:88] ہیثمی فرماتے ہیں:رواه أحمد والطبراني في الكبير ورجال الطبراني رجال الصحيح [مجمع الزوائد181:3]

138 امام بخاری سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:" لكل نبي دعوة مستجابة يدعو بها، وأريد أن أختبئ دعوتي شفاعة لأمتي في الآخرة"

[صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب لکل نبی دعوۃ مستجابۃ، حدیث:6304، صحیح مسلم عن ابی ہریرۃؓ، کتاب الایمان، حدیث:198]

139 امام مسلم سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:" قال رسول اللهﷺ: «أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، وأول من ينشق عنه القبر وأول شافع وأول مشفع»"
[صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبیناﷺ علی جمیع الخلائق، حدیث:2278]

قاضی عیاض اور امام نووی نے رسول اللہﷺ کی شفاعت کی پانچ انواع ذکر کی ہیں:

1. عمومی شفاعت / شفاعت عظمیٰ
2. ایک قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت
3. اپنی امت میں سے ایک قوم کے حق میں شفاعت جن پر ان کے گناہوں کے بہ سبب جہنم واجب ہو گی۔
4. ان گناہگاروں کے حق میں شفاعت جو جہنم میں ڈالے جا چکے ہوں گے تو انہیں نکالا جائے گا۔ اور یہ شفاعت رسول اللہﷺ کے علاوہ دیگر پیغمبر، فرشتے اور ایمان والے بھی کریں گے۔
5. اہل جنت کے لئے ان کے درجات اور مرتبے میں بلندی کے لئے شفاعت

[اکمال المعلم بفوائد مسلم 1:565-566، شرح النووی علی مسلم، 3:35]

6. امام قرطبی نے ایک قسم یہ اضافہ کیا ہے: اپنے چچا ابو طالب کے حق میں تخفیف کی شفاعت۔ [التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ:286]

ابن ابی العز نے شفاعت کی آٹھ انواع ذکر کی ہیں۔ [شرح العقیدۃ الطحاویۃ:202-206]

140 ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"يراد بذلك نفي الشفاعة التي أثبتها أهل الشرك ومن شابههم من أهل البدع من أهل الكتاب والمسلمين الذين يظنون أن للخلق عند الله من القدر أن يشفعوا عنده بغير إذنه كما يشفع الناس بعضهم عند بعض فيقبل المشفوع إليه شفاعة الشافع لحاجته إليه رغبة ورهبة كما يعامل المخلوقُ المخلوق بالمعاوضة"[مجموع الفتاوی 1:149]

ابن قیم شفاعت قہری کی "شفاعت شرکیہ" سے تعبیر کرتے ہیں، فرماتے ہیں:" فإنه سبحانه نفى الشفاعة الشركية التي كانوا يعتقدونها وأمثالهم من المشركين وهي شفاعة الوسائط لهم عند الله في جلب ما ينفعهم ودفع ما يضرهم بذواتها وأنفسها بدون توقف ذلك على إذن الله ومرضاته لمن شاء أن يشفع فيه الشافع فهذه الشفاعة التي أبطلها الله سبحانه ونفاها وهي أصل الشرك"[مفتاح دار السعادۃ 2:269-270]

141 ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں: وَلَا شَفَٰعَةٌ اللفظ عام والمراد الخصوص، أي: ولا شفاعة للكفار [البحر المحیط فی التفسیر 2:605]

142 ابوالبقاء لکھتے ہیں:"مَنْ في موضعِ نصبٍ بـ تَنفَعُ . وقيل: في موضعِ رفعٍ أي إِلَّا شفاعةَ مَنْ أَذِنَ فهو بدل"[التبیان فی اعراب القرآن 2:904]

143 شیخ القرآن کے اس معنی کی تائید میں کسی کا کوئی حوالہ نہیں ملا۔ عمومی طور اس آیت کا جو معنی کیا جاتا ہے وہ کچھ یوں ہے: ابن جریر فرماتے ہیں:" إِلَّا مَن شَهِدَ بِٱلْحَقِّ كلمة الإخلاص ... وَهُمْ يَعْلَمُونَ حقيقة ما شهدوا به"[جامع البیان 21:654]

ابن جوزی لکھتے ہیں:" وفي الآية دليل على أن شرط جميع الشهادات أن يكون الشاهد عالما بما يشهد به"[زاد المسیر فی علم التفسیر 4:86]

144 صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، حدیث: 1631

145 اور اس پر گفتگو اصول میں "شرک فی الدعاء" کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

حصہ دوم

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ؃

ماقبل سے ربط:[1]

عبادت کو اسماءِ خمسہ یعنی اللہ، رب، رحمان، رحیم اور مالک پر متفرع کیا گیا ہے۔ عبادت تب کارآمد ہے جب مذکورہ اسماء پر عقیدہ دل میں جاگزیں ہو جائے کہ صرف وہی ذات ہے جو حاجت روا، پالنے والا، برکت دہندہ اور اختیار والا ہے۔ اگر عبادت اس عقیدہ سے خالی ہے تو وہ کھوکھلی عبادت ہے۔

آیت کی فضیلت

* "سورۃ الفاتحہ کی فضیلت میں وارد روایات" کے عنوان کے تحت حسن بصری کے حوالے سے گزر چکا کہ تمام آسمانی کتابوں کے مضامین سورۃ الفاتحہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں[2] اور سورۃ فاتحہ کا خلاصہ " إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ " ہے۔[3]
* سیدنا عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں: ہر ایک چیز کا ایک خلاصہ اور نچوڑ ہوتا ہے اور قرآن کا خلاصہ "حوامیم[4]" ہیں[5]۔ اور حوامیم کا خلاصہ " فَٱدۡعُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ " [سورۃ غافر14:40] ہے اور یہ خلاصہ " إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ " میں ہے۔[6]

حصہ دوم کا حاصل

حقوق دو قسم کے ہیں:

1. حقوق اللہ
2. حقوق العباد

اللہ کا حق یہ ہے کہ صرف اسی کو عبادت کا مستحق سمجھا جائے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اور یہ حق غیر کو دینا ظلم ہے۔ اور بندوں کا حق یہ ہے کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے[7] اور یہ دونوں حقوق اس آیت میں ذکر کئے گئے ہیں۔[8]

﴿ إِيَّاكَ نَعۡبُدُ ﴾

«ہم خاص تیری عبادت کرتے ہیں [کسی اور کی نہیں] »[9]

مفعول کا فعل اور فاعل پر تقدیم کا فائدہ

عربی کا قاعدہ ہے:

" تقديم ماحقه التاخير يفيد الحصر والإختصاص "[10]

«کسی چیز کو اپنے مقام سے آگے کرنا حصر اور خصوصیت کا فائدہ دیتی ہے جبکہ اس کا حق آخر میں تھا»

﴿ إِيَّاكَ ﴾ نَعۡبُدُ فعل کے لئے مفعول ہے اور کلام عرب میں مفعول کا درجہ فعل اور فاعل کے بعد ہوتا ہے۔ دراصل نَعۡبُدُ إِيَّاكَ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ کسی چیز کو اپنے درجہ سے مقدم کرنا اس چیز کی خصوصیت، تعظیم اور مقصود ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

مثال:

ایک جگہ بہت سارے لوگ جمع ہوں اور مقرر کہے کہ اس بزرگ یا فلاں شخص کو آگے لے آئیں۔ آخری صف سے انہیں پہلی صف میں بٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اوروں کی بہ نسبت زیادہ تعظیم اور توجہ کے لائق ہے، یا کسی علمی خاندان کا فرد ہے تاکہ بات کو اچھی طرح سمجھ سکے اور اس کی خاندانی شرافت ضائع نہ ہو۔ اس مقام میں مفعول کو مقدم کرنے سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ! تیری عبادت کرتی تو ساری مخلوق ہے لیکن ہم یہ عبادت تیری ذات کے ساتھ خاص کرتے ہیں کیونکہ عبادت کے لائق صرف تیری ذات ہے۔

عبادت کے موضوع کو تین عنوانات میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1. عبادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی
2. علل عبادت
3. ثمرۂ عبادت

تفصیل:

1. عبادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی[11]

لغوی تعریف

لفظ عبادت میں تین حروف اصلی ہیں۔ لغت میں "ع۔ب۔د" ذلت، عاجزی اور محتاج کے معنوں میں آتا ہے۔ 'عبد' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو روندا گیا ہو۔ جیسے کہتے ہیں: "طَرِيْقٌ مُعَبَّدٌ " «روندا گیا راستہ» جس پر کثرت سے لوگ چلے ہوں۔ اسی لئے بندہ کو "عبد" اس کی ذلت اور عاجزی کی وجہ سے کہتے ہیں ۔یعنی اس میں خدا ہونے کی کوئی صفت نہیں ہے۔ بلکہ بندوں کی صفات میں بڑی صفت 'عبدیت' ہے۔ اس کے مقابلے میں "اعلیٰ" ہے اور وہ ذات خداوندی ہے۔[12]

اصطلاحی تعریف

"العبادة تلتئم من ثلاثة أشياء إن لم يكن واحدها لا يكون عبادة وهي الحب والخوف والرجاء "[13]

«عبادت تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے، اگر ان میں سے ایک بھی مفقود ہو تو [کامل] عبادت نہیں کہلائے گی»:

1. حب [محبت]
2. خوف [ڈرنا]
3. رجاء [امید]

اور ان تینوں اجزاء کو قرآن مجید کی بعض آیات میں جمع کیا گیا ہے، جیسے:[14]

"أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ يَبۡتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلۡوَسِيلَةَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ وَيَرۡجُونَ رَحۡمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُورًا " [سورة البقرة 57:17]

« یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں قرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (اللہ کے) زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تمہارے پروردگار کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے »

جن امور پر اللہ راضی ہوتا ہے وہ اس کے ساتھ محبت کرنا، اس سے ڈرنا اور اس سے امید کرنا ہے اور مقرب بندے انہی کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ کسی بھی ذات کے لئے مذکورہ تینوں چیزوں کا بجالانا اس کی کامل عبادت کرنا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا کرنا اس کی جزوی عبادت کرنا ہے۔

یاد رکھیں! کبھی کوئی شخص محبوب ہوتا ہے لیکن معبود نہیں ہوتا کیونکہ اس سے کوئی خوف ہوتا ہے نہ امید، جیسے: اولاد۔

کبھی کسی غیر سے خوف ہوتا ہے لیکن معبود نہیں ہوتا، جیسے: حاکم۔

اور کبھی کسی غیر سے امید ہوگی لیکن وہ معبود نہیں ہوگا جیسے عام لوگ۔ جب تک کہ تینوں اجزاء جمع نہ ہوں اس وقت تک معبود نہیں کہلائے گا۔

بالفاظ دیگر:

مذکورہ تینوں اجزاء میں سے ہر ایک جز کی دو دو قسمیں ہیں: حب الٰہی اور حب نفسانی، خوف الٰہی (مافوق الاسباب) اور خوف ماتحت الاسباب اور اسی طرح رجاء الٰہی اور رجاء ماتحت الاسباب۔

* حب الٰہی [اللہ سے محبت] کا مطلب یہ ہے کہ بندہ ایسی ذات کے ساتھ محبت کرے جس کے بارے میں اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اسے پہنچنے والا ہر خیر و شر صرف اسی کے ہاتھ میں ہے، ایسی محبت 'حب الٰہی' کہلاتی ہے۔ اور یہ محبت مخلوق کے ساتھ نہیں کی جاسکتی کیونکہ ایسی محبت "جزعبادت" ہے اور وہ غیر کے لئے ناجائز ہے۔ جیسا کہ پشتو میں کہا جاتا ہے: لویه زوانه راؤرسه ما نیولے لمن ستا دہ « بڑے جوان[15]! میری مدد کو پہنچ، کیونکہ میں نے تیرا دامن تھاما ہے » اور حب نفسانی [نفسانی چیزوں کے ساتھ محبت] یہ ہے کہ آدمی مال، بیوی اولاد اور ماں باپ سے محبت کرتا ہے۔ مخلوق کے ساتھ ایسی محبت حلال امور جن میں اللہ کے حدود پامال نہ ہوں جائز ہے حرام میں نہیں۔[16]

* خوف الٰہی / خداوندی یہ کہ انسان کو بظاہر دکھائی نہ دے لیکن پھر بھی ڈرتا ہو کہ کہیں مجھے ہلاک نہ کردے اور مجھے بیماری میں مبتلا نہ کردے۔ ایسا خوف کوئی ظاہری سبب نہ ہوتے ہوئے بھی محسوس کرنا "خوف الٰہی" کہلاتا ہے۔ اور ایسا ڈرنا مخلوق سے ناجائز ہے جیسا کہ لوگ اولیاء سے ڈرتے ہیں کہ اگر بابا کے مزار میں کسی درخت سے شاخ توڑی یا میں نے اس کے جھنڈے جلائے تو میری چارپائی الٹا دیں گے اور تب میری خیر نہیں۔ قبر والے سے ڈرنے کا یہاں کوئی ظاہری سبب نہیں ہے لیکن جو شخص ڈرتا ہے تو یہ جزء عبادت یعنی مافوق الاسباب خوف غیر کے لئے کرنا ہے۔ خوف کی دوسری قسم ماتحت الاسباب یعنی اسباب کے تحت مخلوق سے ڈرنا ہے اور یہ جائز ہے جیسے حاکم، سانپ یا بچھو سے ڈرنا۔[17]

گیارہویں[18] دینے کی وجہ "خوف مافوق الاسباب"

ہمارے اس ملک بالخصوص پنجاب میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر گیارہویں دینے کی بنیادی وجہ غیروں سے "مافوق الاسباب" خوف ہے۔ دیہات کے علاقوں میں اکثر لوگ بھینس پالتے ہیں اور وہ گیارہویں اسی اعتقاد سے دیتے ہیں کہ اگر گیارہویں دینے میں کوئی کوتاہی کی تو اپنی بھینسوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور وہ مر جائیں گی یا دودھ کم دیں گی۔ ایسے واقعات کا بارہا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے گیارہویں نہ دے تو شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے جانوروں میں داخل ہو کر انہیں دبوچ لیتا ہے۔ وہ زمین پر گرتے ہیں اور ان کا منہ جھاگ سے بھر جاتا ہے اور یوں وہ شخص توبہ کرتا ہے کہ آئندہ ایسی کوتاہی نہیں کروں گا۔ حالانکہ اس کا علاج یہ ہے کہ اگر کوئی مؤحد جس کا پختہ ایمان اللہ پر ہو اور وہ خیر و شر کا مالک صرف اللہ ہی کو سمجھتا ہو شیطان کو بھگانے کے لئے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کے ذریعے ان جانوروں پر ضرب لگائے تو لمحوں ہی میں شیطان بھاگ نکلے گا اور یوں لوگوں کے عقیدے خراب نہیں ہوں گے۔

مصر میں گھوڑوں کے اسہال پر ابن تیمیہ کا واقعہ

اسی طرح لوگ بعض اوقات اپنے بیمار جانوروں کو کسی معروف قبر کے پاس لے جاتے ہیں تو شیطان اپنا اثر اٹھالیتا ہے۔ گھٹنوں میں درد کی شکایت قبر پر جاتے ہی دور ہو جاتی ہے اور لوگوں کا قبر والے پر اعتقاد مزید بڑھ جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

میں جب مصر گیا۔ تو دیکھا کہ جب بھی گھوڑوں کے پیٹ میں درد ہوتا تو لوگ انہیں قبرستان لے جاتے اور وہاں ان کا اسہال ہو جاتا تھا۔ لوگ مجھے کہتے کہ تم تو زیارات کو نہیں مانتے۔ تو یہ کیا ہے؟ جب ہم اپنے بیمار گھوڑوں کو وہاں لے جاتے ہیں تو وہ وہاں بہہ جاتے ہیں اور افاقہ ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ نے ان سے کہا: کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ زیارات کن لوگوں کی ہیں؟ لوگ خاموش ہوئے۔ آپ نے لوگوں کو بتایا کہ یہاں قرامطہ[19] کی قبریں ہیں جو کافر تھے۔ قِرْمِطْ وہ شخص تھا جس نے تیسری صدی ہجری میں خانہ کعبہ کو منہدم کیا تھا اور حجر اسود کو اپنے ساتھ مصر لے جا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے

کر دیئے تھے۔ پھر بعد میں مسلمانوں نے اسے دوبارہ حاصل کر کے لاک کے ذریعے اس کے ٹکڑوں کو جوڑ کر نصب کیا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: تو پھر ہماری مشکل (یعنی بیمار گھوڑوں کا ٹھیک ہو جانا) وہاں کیوں حل ہوتی ہے ؟ ابن تیمیہ نے جواب دیا: حدیث میں آتا ہے کہ جس میت کو اللہ سزا دیتے ہیں تو اس کی سزا کو ثقلین یعنی جنات اور انسانوں کے علاوہ ساری مخلوق سمجھتی ہے۔ یہ عذاب کی جگہ ہے اسی لئے جب تم حیوانات اور گھوڑوں کو وہاں لے کر جاتے ہو، چونکہ وہ تو سمجھتے ہیں تو اس عذاب کی ہیبت کی وجہ سے ان کو اسہال ہو جاتا ہے۔ فتعجبوا من ذلك . لوگوں نے اس عجیب وجہ بیان کرنے پر تعجب کیا۔ انہوں نے مزید کہا: امام شافعیؒ کی قبر پر کیوں لے کر نہیں جاتے، وہاں کیوں ٹھیک نہیں ہوتے ؟[20]

افسوس! کہ شرک کے عقیدہ نے لوگوں کو اتنا بزدل بنا دیا ہے کہ وہ ماہ صفر[21] سے بھی ڈرتے ہیں۔ "صفر" یعنی نیست « کچھ بھی نہیں » سے ڈرتے ہیں۔ 'صفر' [Zero] فارسی اور اردو میں "نیست" کو کہتے ہیں۔ جب صفر کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو پٹھانوں کے ہاں یہ معروف ہے: "صفرہ ابۍ به دے اووھی" « صفر کا مہینہ تمہیں نقصان پہنچا دے گا » بچوں کو باہر مت چھوڑیں۔ مطلب یہ کہ "نیست" « کچھ بھی نہیں » تمہیں نقصان پہنچا دے گا"۔ وہ پتھر جسے کوئی علم نہیں لیکن لوگوں نے یہ عقیدہ بنالیا ہے کہ ولی کی قبر پر پڑے پتھر کو ہاتھ نہیں لگانا ورنہ نقصان پہنچے گا۔ درخت کو کوئی علم نہیں لیکن اس کے متعلق لوگوں کے عقیدہ کی یہ حالت ہے کہ اگر زیارت کے درخت سے کوئی شاخ توڑی تو تمہاری شامت پکی ہے۔ یعنی جس چیز کو کوئی علم ہو نہ ہی اس کی کوئی قدرت ہو تو کیا اس سے ڈرنا بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ آخر انسان کس چیز سے ڈر رہا ہے ؟ اس چیز سے جو "نیست" ہو، اس چیز سے جس میں کوئی سمجھ بوجھ نہ ہو، جس کی کوئی طاقت نہ ہو۔ تو ایسے بہادر کو کیا تمغہ دیا جائے ؟ اسی لئے دنیا میں شرک کرنے والے سے زیادہ ڈرپوک اور بزدل نہیں ہے جو اللہ کو چھوڑ کر مخلوق سے ڈرتا ہے۔

* رجاء ماتحت الاسباب [اسباب کے ہوتے ہوئے امید رکھنا/مانگنا] یا آسان لفظوں میں "بندوں سے مانگنا" یہ ہے کسی شخص سے کہا جائے کہ مجھے قلم دو، پانی پلا دو، یہ مانگنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے:
  - ایک یہ کہ جس سے چیز طلب کی جارہی ہے وہ شخص حاضر ہو
  - اور دوسری شرط یہ کہ وہ چیز اس کی قدرت میں ہو

اب اگر گاؤں میں موجود شخص شہر والے شخص سے پانی مانگے تو اتنی دور سے وہ کیسے پانی پلا سکتا ہے کیونکہ وہ وہاں موجود نہیں۔ اور اگر حاضر شخص کے پاس وہ چیز دستیاب ہی نہیں تو وہ ضرورت مند کو کیا دے سکتا ہے۔

رجاء کی دوسری قسم مافوق الاسباب [اسباب کے نہ ہوتے ہوئے مانگنا] یا آسان الفاظ میں "اللہ سے مانگنا" یہ ہے۔ بظاہر کوئی چیز نہیں ہے جو دکھائی دے نہ ہی موجود ہو اور ایک شخص کہے: اے اللہ! مجھے علم عطا کر، مجھے صحت دے۔ یا اللہ! مجھے شفا نصیب فرما۔ ایسی امید اللہ کے علاوہ غیر سے کرنا جائز نہیں ہے۔

گویا کہ إِيَّاكَ نَعۡبُدُ کا مطلب ہے: الٰہی! حب عبادت، خوف عبادت اور طمع عبادت میں تجھ ہی سے کروں گا۔ عبادت کی ساری قسمیں اور اجزاء صرف تیرے لئے ہی سزاوار ہیں۔ جب بندہ ان کلمات میں اللہ سے یہ وعدہ کرے تو پھر وہ غیر سے غائبانہ کیوں ڈرے اور اس سے کیونکر امید رکھے ؟

2. علل عبادت

1. مخلوق کی پیدائش کا بنیادی مقصد
2. انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد
3. اللہ نے اپنی عبادت پر حکم دیا ہے
4. غیر اللہ کی عبادت موجب عذاب

تفصیل:

1. العبادة سر الخلق والأمر [22] «عالم اور مخلوق کی پیدائش کا راز عبادت ہے »

"وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ "[سورۃ الذاریات 56:51]

« اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں »

عبد الرحمن جامی[23] فرماتے ہیں:

"**لام تعلیل** یعبدون **راداد** : یأکلون **را نکرد قطعا یاد**"[24]

« لام علت [جس کو لام حکمت بھی کہتے ہیں] یعبدون [عبادت کرنا] بتایا گیا ہے یأکلون [کھانا کھانا] کو بالکل ذکر نہیں کیا»

انسانوں کو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، صرف کھانے پینے کے لئے نہیں۔ کھانا کھانا اور دنیا کمانا عارضی چیزیں تھیں جس کو انسان نے مقصد بنالیا ہے۔ حالانکہ اصل مقصد اللہ کی عبادت کرنا اور اللہ کی کتاب پڑھنا تھا۔ آج اسی مقصد کو دنیا کمانے کے لئے وسیلہ اور ذریعہ بنادیا گیا۔ علم، درس، مدرسہ کو آج محض ذریعہ معاش بنادیا گیا اور بڑے بڑے القابات "شیخ القرآن" اور "علامہ صاحب" کی تعریفوں پر خوش ہوتے ہیں اور پیدائش کی اصل حکمت کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ مذکورہ آیت میں عبادت کو جن وانس کی تخلیق کا سبب بتایا گیا۔ یہ نہیں کہا کہ:

" لولاك لولاك لما خلقت الأفلاك [25] «کہ اگر آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان (مخلوق) پیدا نہ کرتا »

یہ قرآن مجید کے مقابل ایک موضوعی روایت ہے جس کی تفصیل اپنے مقام میں آئے گی۔[26]

2. انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد[27]

اجمالی:

جملہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے محض اپنی عبادت کی دعوت دینے کے لئے بھیجا ہے:

- "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ " [سورۃ النحل 36:16]

« اور تحقیق ہم نے ہر ایک امت میں ایک پیغمبر بھیجا ہے (اس دعوت کے ساتھ) کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور غیر اللہ (کی پرستش) سے اجتناب کرو»

- "وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ "[سورۃ الانبیاء 25:21]

« اور جو پیغمبر ہم نے آپ (صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں پس میری ہی عبادت کرو »

- "فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ " [سورة المؤمنون 32:23]

« پس ہم نے ان میں انہی (کی جنس یعنی انسانوں) میں سے ایک پیغمبر بھیجا (اس دعوت کے ساتھ) کہ صرف اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے »

- "وَسْـَٔلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَآ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ ٱلرَّحْمَٰنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ "[سورة الزخرف 45:43]

« اور (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ان سے پوچھ لیں جو ہم نے آپ سے پہلے اپنے پیغمبروں میں سے بھیجے ہیں ان سے دریافت کر لو۔ کیا ہم نے مہربان ذات کے سوا اور حاجت روا بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے »

انفرادی:

قرآن مجید نے انفرادی طور پر بھی انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ ہر پیغمبر نے لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی ہے، اور ان میں سے بیشتر انبیاء علیہم السلام کی دعوتوں میں الوہیت کو عبادت پر متفرع کیا گیا ہے۔ جیسے نوح، ہود، صالح اور شعیب علیہم السلام کی تقاریر:

- نوح علیہ السلام

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ فَقَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ "[سورة الاعراف 59:7]

« تحقیق ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا اے میری قوم (کامل) عبادت اللہ ہی کے لے کرو تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں (یعنی غیر کے لئے ایک جزء عبادت بھی نہ کریں) » [نوح کی دعوت دیگر سورتوں میں مطالعہ کریں: سورۃ ہود 26:11، سورۃ نوح 32:71]

- ہود علیہ السلام

"وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥٓ "[سورة الاعراف 65:7]

« اور (قوم) عاد کی طرف ان میں سے ایک ہود علیہ السلام کو (بھیجا)۔ انہوں نے کہا اے میری قوم (کامل) عبادت اللہ ہی کے لے کرو تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں (یعنی غیر کے لئے ایک جزء عبادت بھی نہ کریں) » [ہود کی دعوت کے لئے مطالعہ کریں: سورۃ ہود 50:11]

- سیدنا ہود علیہ السلام اور مشرکین کے مابین نزاع کی اصل وجہ [28]

سیدنا ہود علیہ السلام کے بیان میں نزاع کی اصل وجہ ذکر کی گئی ہے جو ہمیشہ پیغمبروں اور مشرکین کے درمیان رہی۔ جھگڑا عبادت میں نہیں تھا بلکہ صرف ایک اللہ کی عبادت [جس کو توحید کہتے ہیں] میں تھا کہ صرف اسی سے مانگیں اور وہی خیر و شر کا مالک ہے۔ قوم نے سیدنا ہود علیہ السلام سے کہا:

"قَالُوٓا۟ أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ ٱللَّهَ وَحْدَهُۥ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ ءَابَآؤُنَا " [سورة الاعراف 70:7]

« وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادے پوجتے چلے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟ »

"قَالُوا۟ يَٰهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِىٓ ءَالِهَتِنَا عَن قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٣﴾ إِن نَّقُولُ إِلَّا ٱعْتَرَىٰكَ بَعْضُ ءَالِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۗ قَالَ إِنِّىٓ أُشْهِدُ ٱللَّهَ وَٱشْهَدُوٓا۟ أَنِّى بَرِىٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ مِن دُونِهِۦ ۖ فَكِيدُونِى جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ "﴿٥٥﴾ [سورة ہود 53:11-55]

« وہ بولے: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے اور ہم (محض) تمہارے کہنے سے نہ اپنے حاجت رواؤں کو چھوڑنے والے ہیں اور ہم تم پر ایمان لانے والے بھی نہیں ہیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض حاجت رواؤں نے تمہیں آسیب پہنچایا ہے (یعنی دیوانہ کیا ہے)۔ ہود نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم (اللہ کا) حصہ دار بناتے ہو۔ اس (اللہ) کے سوا۔ تم سب مل کر میرے بارے میں جو تدبیر کرو پھر مجھے مہلت نہ دو »

- صالح علیہ السلام

”وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ “[سورۃ الاعراف 73:7]

«اور (قوم) ثمود کی طرف ان میں سے ایک صالح علیہ السلام کو (بھیجا)۔ انہوں نے کہا اے میری قوم (کامل) عبادت اللہ ہی کے لے کرو تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں (یعنی غیر کے لئے ایک جزء عبادت بھی نہ کریں)» [ہود کی دعوت کے لئے مطالعہ کریں: سورۃ ہود 61:11]

”قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا “[سورۃ ہود 62:11]

«انہوں نے کہا کہ اے صالح! اس سے پہلے ہم تم سے (کئی طرح کی) امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے۔ کیا تم ہم کو ان کے پوجنے سے منع کرتے ہو جن کو ہمارے آباؤ اجداد پوجتے آئے ہیں؟»

ماضی اور حال کے مشرکین میں فرق:

سیدنا ہود اور صالح علیہما السلام کے بیان میں اُن کے زمانے کے مشرکین اور اس زمانے کے مشرکین کے درمیان واضح فرق ہے کہ وہ اسے صاف عبادت کہتے تھے اور آج غیر کے سامنے سجدہ، ان کے نام کی نذرونیاز، انہیں غائبانہ پکار کرتے ہیں لیکن عبادت نہیں کہتے۔

- ابراہیم علیہ السلام (خلیل اللہ)

”وَإِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٦﴾ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ
تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾ “[سورۃ العنکبوت 29:16-17]

«اور ابراہیم علیہ السلام کو (یاد کرو) جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ (صرف) اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بے شک تم اللہ کے سوا درگاہوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو۔ بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ ہی کے ہاں رزق طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو۔ اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے»

” إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾
يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ “ [سورۃ مریم 19:42-44]

«جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا ابّا جان! آپ کیوں اسے پوجتے ہیں جو نہ (تمہاری فریاد) سنیں اور نہ (تمہارا حال) دیکھیں اور نہ آپ کو ذرہ بھر فائدہ دے سکیں۔ ابّا جان! بے شک میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ تو میری تابعداری کریں میں آپ کو سیدھے راستے کی رہنمائی کروں گا۔ ابّا جان! شیطان کی عبادت نہ کریں۔ بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے»

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تقریر اس سے پہلے اصول میں بیان ہو چکی اور سورۃ البقرۃ 124:2 میں مزید وضاحت کے ساتھ آ جائے گی۔ بطور اختصار ان کی دعوت توحید پر ان آیات کا مطالعہ کریں:

سورۃ الانعام 74:6، سورۃ الانبیاء 21:52-67، سورۃ الشعراء 26:70-73، سورۃ الصافات 38:84-86، سورۃ الزخرف 43:26-27۔ قرآن مجید میں مذکور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تقاریر میں مشرکین کے باطل خداؤں کی تردید اور ان سے اوصاف الوہیت یعنی سننا، دیکھنا، نفع پہنچانا اور نقصان کو دور کرنا نفی کی گئی ہیں اور ان کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔

- شعیب علیہ السلام [خطیب الانبیاء]

"وَإِلَىٰ مَدۡيَنَ أَخَاهُمۡ شُعَيۡبٗاۚ قَالَ يَٰقَوۡمِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥ "[سورة الاعراف 85:7، مزید دیکھیں: سورة ہود 84:11]

« اور مدین والوں کی طرف ان میں سے ایک شعیب علیہ السلام کو(بھیجا)۔ انہوں نے کہا اے میری قوم (کامل) عبادت اللہ ہی کے لے کرو تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں (یعنی غیر کے لئے ایک جزء عبادت بھی نہ کریں) »

- موسیٰ علیہ السلام [صفی اللہ]

"إِنَّنِيٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدۡنِي وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ "[سورة طہ 14:20، مزید دیکھیں: سورة القصص 30:28]

« بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو »

- عیسیٰ علیہ السلام

" إِنَّ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمۡ فَٱعۡبُدُوهُۚ هَٰذَا صِرَٰطٞ مُّسۡتَقِيمٞ "[سورة آل عمران 51:3، سورة مریم 36:19، سورة الزخرف 64:43]

« بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس صرف اسی کی عبادت کرو۔ یہ (ایک اللہ کی عبادت) سیدھا راستہ ہے »

"وَقَالَ ٱلۡمَسِيحُ يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمۡۖ إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُ [سورة المائدة 72:5]

« اور مسیح نے کہا تھا کہ اے اولاد یعقوب! صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ شان یہ ہے کہ جس کسی نے اللہ کے ساتھ حصہ دار بنایا تو تحقیق اللہ نے اس پر جنت حرام قرار دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے »

"مَا قُلۡتُ لَهُمۡ إِلَّا مَآ أَمَرۡتَنِي بِهِۦٓ أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمۡۚ "[سورة المائدة 117:5]

« میں نے انہیں وہی بات کی تھی جس پر تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تم لوگوں کا بھی رب ہے »

- رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

"قُلۡ إِنِّيٓ أُمِرۡتُ أَنۡ أَعۡبُدَ ٱللَّهَ مُخۡلِصٗا لَّهُ ٱلدِّينَ ۝١١ وَأُمِرۡتُ لِأَنۡ أَكُونَ أَوَّلَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ ۝١٢ قُلۡ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ ۝١٣ [سورة الزمر 11:39-13]

« کہہ دو (اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں (اس حال میں) کہ خالص اسی کے لئے دین (بجالاؤں)۔ اور مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ میں سب سے اول گردن نہاد بنوں۔ کہہ دو کہ میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں اگر میں اپنے پروردگار (کے حکم) کی خلاف ورزی کروں »

"وَلَقَدۡ أُوحِيَ إِلَيۡكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ۝٦٥ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعۡبُدۡ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ۝٦٦ " [سورة الزمر 65:39-66]

« اور تحقیق آپ (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) کی طرف وحی کی گئی ہے اور ان لوگوں (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے تھے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل برباد ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ »

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ تو بیان توحید اور رد شرک نہ کرنے پر اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں لیکن کیا ان کے وارث نے إِنِّيٓ أَخَافُ إِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّي عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ کی آیات نہیں پڑھیں۔

– **رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور مشرکین کے مابین نزاع کی اصل وجہ:**

"وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي ٱلْقُرْءَانِ وَحْدَهُۥ وَلَّوْا۟ عَلَىٰٓ أَدْبَٰرِهِمْ نُفُورًا" [سورة بنی اسرائیل 46:17]

« اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار کی یکتائی کا ذکر کرتے ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں »

"وَإِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَحْدَهُ ٱشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ ٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" [سورة الزمر 45:39]

« اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک کھل اٹھتے ہیں »

3. **عبادت کی ترغیب اور اللہ کی طرف سے اس کا حکم دینا**

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" [سورة البقرة 21:2]

« اے لوگو! (صرف) اپنے پروردگار کی عبادت کرو وہ ذات جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو »

"وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ" [سورة النساء 36:4]

« اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو حصہ دار مت بناؤ »

"قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَقُولُوا۟ ٱشْهَدُوا۟ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ" [سورة آل عمران 64:3]

« کہہ دو اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے (دونوں کے) درمیان یکساں ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو حصہ دار نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائیں گے۔ پس اگر یہ لوگ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو (اللہ کے سامنے) فرماں بردار ہیں »

"فَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ وَٱعْبُدُوا۟" [سورة النجم 62:53]

« پس خاص اللہ کے لئے سجدہ کرو اور (اسی ہی کی) عبادت کرو »

4. **غیر اللہ کی عبادت موجب عذاب اور زجر**

"قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ" [سورة المائدة 76:5]

« کہہ دو کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لئے کسی تکلیف کے مالک ہیں نہ ہی کوئی فائدہ پہنچانے کے اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے »

"قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٤٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ" ﴿٤١﴾ [سورة الانعام 40:6-41]

« کہہ دو! مجھے خبر دے دو کہ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب آجائے یا تمہارے پاس قیامت آجائے تو کیا اللہ کے بغیر تم (اوروں کو) پکارو گے اگر تم سچے ہو۔ بلکہ خاص اسی اللہ کو تم پکارو گے جو اگر چاہے تو اس تکلیف کو دور کرتا ہے جس کے لئے تم نے اسے پکارا ہے اور شرک کو چھوڑ دیتے ہو »

"قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ ٱللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَـٰرَكُمْ وَخَتَمَ عَلَىٰ قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَـٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ ٱنظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ ٱلْـَٔايَـٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ﴿٤٦﴾
قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴿٤٧﴾" [سورۃ الانعام 6:46-47]

« کہہ دو! مجھے خبر دو کہ اگر اللہ تم سے سننے کی طاقت لے لے، اور دیکھنے کی طاقت، اور تمہاتے دلوں پر مہر ثبت کردے تو اللہ کے بغیر کون حاجت رواہے تو تمہیں یہ (مذکورہ) دے دے۔ دیکھو کیسے کیسے ہم ان دلائل کو بار بار بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ لوگ پلٹتے ہیں۔ کہہ دو مجھے خبر دو کہ اگر تمہارے پاس اللہ کا عذاب اچانک (بغیر علامات کے) آجائے یا جہری (علامات کے ساتھ)۔ تو صرف ظالم لوگ (یعنی مشرک) ہی ہلاک کئے جائیں گے »

"فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى ٱلْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟
ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴿٣٦﴾" [سورۃ الصافات 38:33-36]

« پس بے شک وہ بروز قیامت عذاب میں شریک ہوں گے۔ بلاشبہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی (سلوک) کرتے ہیں بے شک ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے تو غرور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے کی وجہ سے اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں »

"أَلْقِيَا فِى جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٍ ﴿٢٥﴾ ٱلَّذِى جَعَلَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ فَأَلْقِيَاهُ فِى ٱلْعَذَابِ ٱلشَّدِيدِ ﴿٢٦﴾" [سورۃ ق 50:24-26]

« دوزخ میں ڈال دو ڈال دو ہر ناشکرے اور عناد کرنے والے کو۔ جو مال میں بخل کرنے والا حد سے بڑھنے والا اور شک کرنے والا تھا۔ وہ جس نے اللہ کے ساتھ اور حاجت روا بنائے تھے۔ تو اس کو سخت عذاب میں ڈال دو »

زجر بالشرک:

"وَلَا تَجْعَلُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ ۖ إِنِّى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ" [سورۃ الذاریات 51:51]

« اور اللہ کے ساتھ کسی اَور کو حاجت روا نہ بناؤ۔ بلاشبہ میں اس کی طرف سے تم کو واضح ڈرانے والا ہوں »

"أَمْ لَهُمْ إِلَـٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ ۚ سُبْحَـٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾" [سورۃ الطور 52:43]

« کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور حاجت رواہے؟ اللہ اس سے پاک ہے جو یہ (اللہ کے ساتھ) حصہ دار بناتے ہیں »

3. **ثمرۂ عبادت:**[29]

- بشارت اور خوشخبری:

"وَٱلَّذِينَ ٱجْتَنَبُوا۟ ٱلطَّـٰغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَىٰهُمُ ٱللَّهُ ۖ
وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمْ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ ﴿١٨﴾" [سورۃ الزمر 39:17-18]

« اور جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کہ غیر اللہ کو پوجیں اور اللہ کی طرف رجوع کیا[30] تو ان کے لئے خوشخبری ہے۔ تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو جو بات (یعنی قرآن مجید) کو سنتے اور اس کی اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں (اور اس کے نواہی سے اجتناب کرتے ہیں)۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے توفیق دی ہے اور یہی عقل والے ہیں »

- شیطان کے تسلط سے بچنا:

"إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ " [سورۃ الحجر42:15]

« بلاشبہ میرے بندے، تمہارے لئے ان پر کوئی غلبہ نہیں ہو گا مگر وہ جس نے سرکشوں میں سے تمہاری تابعداری کی »

- برگزیدہ مخلوق کی صفت "عبدیت":

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"شَرَفُ النُّفُوسِ دُخُولُهَا فِي رِقِّهِ : وَالْعَبْدُ يَحْوِي الْفَخْرَ بِالمتملك"[31]

« نفوس کی شرافت اللہ کی غلامی میں داخل ہونا ہے۔ اور غلام اس بات پر فخر کرتا ہے کہ میں فلاں مالک کا غلام ہوں »

لہذا عبدیت بڑی شرافت ہے اسی لئے تمہاری شرافت اللہ کی غلامی میں اور عدم شرافت اس سے نکلنے میں ہے۔ کبھی کبھار مجرم کو بھی "عبد" سے مسمی کیا گیا ہے جیسے سورۃ الفرقان17:25

* رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو صفت عبدیت سے موصوف کرنا:

قرآن مجید نے اہم مقامات میں جناب نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی صفت 'عبد [یعنی اللہ کا بندہ ہونا] ذکر کیا ہے اور اسی طرح اذان اور دیگر عبادات میں بھی ان کی صفت "عبدیت" ذکر کی گئی ہے:[32]

* مقام معراج:

"سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا " [سورۃ الاسراء1:17]

« پاک ہے وہ ذات جو رات (کے تھوڑے سے حصے) میں اپنے بندے کو مسجد الحرام یعنی (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گئے »

اس مقام میں اللہ نے اپنے پیغمبر کو " عَبْدِهِ " اپنا بندہ کہا ہے اور یہ بھی واضح کیا کہ معراج پر جانے سے وہ عبدیت کے دائرے سے نہیں نکلے اور خدا نہیں بنے۔

* مقام وحی:

وحی سے مشرف ہونا ایک بلند مقام ہے، جو کسی بڑی ہستی ہی کو کی جاتی ہے:

"فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ " [سورۃ النجم10:53]

« پھر اللہ نے وحی کی اپنے بندے کی طرف وہ جو وحی کی » یعنی مقام وحی میں بھی پیغمبر کو وصف "عبد" کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

* مقام تحدی اور چیلنج

"وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ " [سورۃ البقرۃ23:2]

« اور اگر تم کو اس (کتاب) میں، جو ہم نے اپنے بندے (محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورۃ تم بھی بنالاؤ اور اللہ کے سوا جو مددگاروں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو »

"أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ " [سورۃ الزمر36:39]

« کیا اللہ اپنے بندہ (یعنی محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کے لئے کافی نہیں ہے (بے شک کافی ہے) »

* مقام دعوت وتبلیغ:

"وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ ٱللَّهِ يَدۡعُوهُ كَادُواْ يَكُونُونَ عَلَيۡهِ لِبَدٗا "[سورة الجن 19:72]

« اور جب اللہ کا بندہ (محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) اس کی طرف دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوا تو قریب ہے کہ یہ (کافر) ان پر ٹوٹ پڑیں »

* موت تک اللہ کی عبادت کرنا:

پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو موت تک اللہ کا بندہ (عبد) رہنے کا حکم دیا گیا ہے:

"وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ " [سورة الحجر 99:15]

اللہ کا اپنے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو غیر کی عبادت سے منع کرنا جس پر سورۃ الکافرون (سورۃ نمبر: 109) کی پوری سورۃ دلالت کرتی ہے۔

« اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے » [33]

* نماز میں:

نماز پڑھنے والا قاعدہ [تشہد] میں کہتا ہے:

أشهد أن محمدا عبده ورسوله

« میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں »

مذکورہ مقامات میں اللہ نے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے لئے کہیں بھی "صاحب لولاک" کی صفت استعمال نہیں کی جیسا کہ مبتدعین رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے بارے میں کہتے ہیں: کہ اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ تجھے تاج لولاک مبارک ہو۔ کیا ان باتوں کی کوئی اصل ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ چاہئے یہ تھا کہ یہ لوگ پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو اس صفت سے موصوف کرتے جو قرآن وحدیث میں مذکور ہے۔ اور یہ اقرار کرتے کہ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو عبدیت مبارک ہو کیونکہ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عبدیت میں کامل ہیں۔ یوں تو عبدیت کا اظہار اوروں نے بھی کیا ہے لیکن جیسا کہ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے اللہ کے سامنے اپنی عجز اور عبدیت کا اظہار کیا ہے، کسی اور نے نہیں کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں مذکور صفت کی بجائے اپنی طرف سے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے لئے صفات گھڑی ہوئی ہیں۔

* عیسیٰ علیہ السلام (روح اللہ) کو عبدیت کی صفت سے موصوف کرنا:

نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور ثالث ثلثہ کہا جبکہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"إِنۡ هُوَ إِلَّا عَبۡدٌ أَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ وَجَعَلۡنَٰهُ مَثَلٗا لِّبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ " [سورة الزخرف 59:43]

« وہ تو ہمارے ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو نشانی بنادیا »

* فرشتوں کو صفت عبدیت سے موصوف کرنا:

"وَقَالُواْ ٱتَّخَذَ ٱلرَّحۡمَٰنُ وَلَدٗاۗ سُبۡحَٰنَهُۥۚ بَلۡ عِبَادٞ مُّكۡرَمُونَ " [سورة الانبياء 26:21]

« اور کہتے ہیں کہ رحمن ذات نے نائب بنایا ہے۔ وہ پاک ہے (نائبوں سے) بلکہ وہ ایسے بندے ہیں جنہیں (عبادت کی وجہ سے) عزت دی گئی ہے »

"إِن كُلُّ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ إِلَّآ ءَاتِي ٱلرَّحۡمَٰنِ عَبۡدٗا" [سورة مريم 93:19]

« جو بھی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو ذلیل ہو کر آئیں گے »

"وَلَهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَمَنۡ عِندَهُۥ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ ﴿٢٠﴾ " [سورۃ الانبیاء21:19-20]

« اور خاص اللہ کے اختیار میں ہے وہ (مخلوق) جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں اور وہ (فرشتے) جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتے اور نہ تھکتے ہیں رات دن (اُسی کی) پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، سستی نہیں کرتے »

* دنیا اور آخرت دونوں میں ایمان والوں کو صفت عبدیت سے موصوف کرنا:

"وَعِبَادُ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلَّذِينَ يَمۡشُونَ عَلَى ٱلۡأَرۡضِ هَوۡنٗا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلۡجَٰهِلُونَ قَالُواْ سَلَٰمٗا " [سورۃ الفرقان25:63]

« اور رحمن ذات کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب ان کے ساتھ جاہل بات کرتے ہیں تو وہ انہیں پوری بات کہتے ہیں »

"إِنَّا كُنَّا مِن قَبۡلُ نَدۡعُوهُۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡبَرُّ ٱلرَّحِيمُ " [سورۃ الطور52:28]

« بے شک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) صرف اللہ ہی کو پکارتے تھے۔ بے شک وہ احسان کرنے والا، مہربان ہے »

"عَيۡنٗا يَشۡرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفۡجِيرٗا " [سورۃ الدھر76:6]

« وہ چشمہ جس سے اللہ کے بندے پیئیں گے، اس کو چلائیں گے چلانا»

اولیاء کا اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دینا:

- لقمان:

"وَإِذۡ قَالَ لُقۡمَٰنُ لِٱبۡنِهِۦ وَهُوَ يَعِظُهُۥ يَٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِٱللَّهِۖ إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٞ "[سورۃ لقمان31:13]

« اور (یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ (کسی اور کو) حصہ دار مت کرنا نہ کرنا بے شک شرک بڑا ظلم ہے »

- اصحاب کھف:

"وَرَبَطۡنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمۡ إِذۡ قَامُواْ فَقَالُواْ رَبُّنَا رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ لَن نَّدۡعُوَاْ مِن دُونِهِۦٓ إِلَٰهٗاۖ لَّقَدۡ قُلۡنَآ إِذٗا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هَٰٓؤُلَآءِ قَوۡمُنَا ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةٗۖ لَّوۡلَا يَأۡتُونَ عَلَيۡهِم بِسُلۡطَٰنِۭ بَيِّنٖۖ فَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنِ ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبٗا ﴿١٥﴾ وَإِذِ ٱعۡتَزَلۡتُمُوهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ فَأۡوُۥٓاْ إِلَى ٱلۡكَهۡفِ يَنشُرۡ لَكُمۡ رَبُّكُم مِّن رَّحۡمَتِهِۦ وَيُهَيِّئۡ لَكُم مِّنۡ أَمۡرِكُم مِّرۡفَقٗا ﴿١٦﴾ "[سورۃ الکھف18:14-16]

« اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کیا جب وہ (اُٹھ) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اس کے سوا کسی کو حاجت روا کو نہ پکاریں گے (اگر ایسا کیا) تو اس وقت ہم حد سے تجاوز کی ہوئی بات کی ہو گی۔ یہ ہماری قوم نے اس کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں۔ بھلا یہ ان کی الوہیت پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ تو اس سے بڑا ظالم کون ہے (یعنی نہیں ہے) جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اور آپس میں کہنے لگے) اور جب تم نے ان (مشرکوں) سے اور جن کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان سے کنارہ کر لیا ہے تو غار میں پناہ لو تو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کھول دے گا اور تمہارے کاموں میں آسانی مہیا کرے گا »

- رجل مؤمن:

"وَيَٰقَوۡمِ مَا لِيٓ أَدۡعُوكُمۡ إِلَى ٱلنَّجَوٰةِ وَتَدۡعُونَنِيٓ إِلَى ٱلنَّارِ ﴿٤١﴾ تَدۡعُونَنِي لِأَكۡفُرَ بِٱللَّهِ وَأُشۡرِكَ بِهِۦ مَا لَيۡسَ لِي بِهِۦ عِلۡمٞ وَأَنَا۠ أَدۡعُوكُمۡ إِلَى ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡغَفَّٰرِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدۡعُونَنِيٓ إِلَيۡهِ لَيۡسَ لَهُۥ دَعۡوَةٞ فِي ٱلدُّنۡيَا وَلَا فِي ٱلۡأٓخِرَةِ وَأَنَّ مَرَدَّنَآ إِلَى ٱللَّهِ وَأَنَّ ٱلۡمُسۡرِفِينَ هُمۡ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِ " [سورۃ غافر40:41-43]

« اور اے میری قوم! میرا کیا(حال) ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے اس لئے بلاتے ہو کہ اللہ (کی توحید) کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اس کو حصہ دار بناؤں جس پر میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اور میں تم کو غالب، بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ بے شک جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کو دنیا اور آخرت میں بلانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اور بلا شبہ ہم کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور بے شک حد سے تجاوز کرنے والے دوزخی ہیں »

- صاحب یس:

"وَمَالِيَ لَآ أَعۡبُدُ ٱلَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ " [سورۃ یس 23:36]

« اور مجھے کیا ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے »

دیگر مخلوق میں سے

- جنات میں اہل ایمان کی تعریف:

"يَٰقَوۡمَنَآ أَجِيبُواْ دَاعِيَ ٱللَّهِ وَءَامِنُواْ بِهِۦ يَغۡفِرۡ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمۡ وَيُجِرۡكُم مِّنۡ عَذَابٍ أَلِيمٍ "[سورۃ الاحقاف 31:46]

« اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا »

"يَهۡدِيٓ إِلَى ٱلرُّشۡدِ فَـَٔامَنَّا بِهِۦۖ وَلَن نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَآ أَحَدٗا "[سورۃ الجن 2:72]

« (وہ قرآن) جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس (کتاب) پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو حصہ دار نہیں بنائیں گے »

- پرندوں میں سے "ہدہد":

"وَجَدتُّهَا وَقَوۡمَهَا يَسۡجُدُونَ لِلشَّمۡسِ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيۡطَٰنُ أَعۡمَٰلَهُمۡ فَصَدَّهُمۡ عَنِ ٱلسَّبِيلِ فَهُمۡ لَا يَهۡتَدُونَ " [سورۃ النمل 24:27]

« میں نے دیکھا کہ وہ (بلقیس) اور اس کی قوم اللہ کے سوا آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے (برے) اعمال انہیں آراستہ کر دکھائے ہیں پس انہیں (سیدھے) رستے سے روک رکھا ہے تو وہ راہ نہیں پاتے »

خلاصہ

صرف ایک اللہ کی عبادت (توحید) کوئی ایسی معمولی نوعیت کا مسئلہ نہیں ہے جس کے بارے میں کہا جائے کہ اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ بلکہ یہ وہ غیر معمولی اور متفق علیہ مسئلہ ہے جس کے بارے میں جملہ انبیاء علیہم السلام، تمام الہامی کتابیں، فرشتے، جنات، اولیاء اللہ (اصحاب کھف، رجل مؤمن، صاحب یس) اور پرندے سب کے سب متفق ہیں۔

عبادت کے منازل اور اس کے مراتب

جیسا کہ خط لکھنے کے لئے مختلف اسباب کی ضرورت ہوتی ہے یعنی لکھنا آتا ہو، ہاتھ ٹھیک ہو، لکھائی کی طرف توجہ ہو تا کہ کہیں غلطی نہ ہو، قلم اور دوات، کاغذ اور فراغت ہو اسی طرح عبادت کے لئے اپنے اسباب ہیں۔ قرآن مجید میں عبادت کے اجزاء، منازل اور مراتب ذکر کئے گئے ہیں۔ شیخ ابو اسماعیل الانصاری[34] نے اپنی کتاب "منازل السائرین" اور ابن قیم نے اس کی شرح "مدارج السالکین بین منازل إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ " میں عبادت کے منازل و مراتب سے تفصیلی بحث کی ہے:

عبادت کے منازل

1. الیقظة بامور االله [اللہ کے احکام کے بارے میں جاگے رہنا۔ کون سے مقام میں کیا حکم ہے؟ کیا کرنا ہے؟ کا علم ہونا]
2. البصيرة [قرآن و سنت کا علم ہونا۔ کیونکہ جاہل شخص کے پاس کیا بصیرت ہو گی؟]
3. القصد [سچا اور پکا ارادہ کرنا]
4. العزم بأمور الله [قانون الٰہی کی پابندی کا مصمم ارادہ کرنا]
5. الفكرة [سوچ بچار کرنا]
6. المحاسبة [نفس کا محاسبہ کرنا]
7. التوبة [ذہن میں ہر وقت یہ خیال رہنا کہ اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس سے رجوع کرنا، اللہ سے بخشش طلب کرنا اور اپنے آپ کو معصوم نہ سمجھنا]
8. الإنابة [ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع]
9. التذكر [ہر وقت اللہ کو یاد کرنا]
10. الإعتصام [کتاب و سنت کو تھامنا]
11. الفرار [مخلوق سے اللہ کی طرف بھاگنا اور یہ عذر پیش نہ کرنا کہ جو لوگ کرتے ہیں وہی ہم بھی کریں گے]

قرآن کہتا ہے: فَفِرُّوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ [سورة الذاريات 50:51] « تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو » یعنی قرآن و سنت کی طرف چلو۔

12. الرياضة [ہمیشہ طلب حق کی کوشش کرنا]
13. السماع[35] [حق کو سننا خواہ کہنے والا جو بھی ہو]

وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱسۡمَعُواْ [سورة المائدة 108:5] « اور اللہ سے ڈرو اور اس کا حکم سنو »

14. الحزن [اللہ سے تعلق ٹوٹنے پر غمگین ہونا]
15. الخوف [اللہ سے ڈرنا]
16. الإشفاق [رغبت کے ساتھ اللہ سے ڈرنا]
17. الخشوع [اللہ کے سامنے عاجزی]
18. الإخبات [36] [قرآن مجید میں ایمان والوں کی صفت "مخبتین" وہ اسی صفت "اخبات" کی طرف اشارہ ہے]
19. التبتل [مخلوق سے انقطاع]
20. الرجاء [اللہ سے امید رکھنا]

21. الرغبة [اللہ کی طرف شوق رکھنا]

22. الرعاية [ہر حال میں اللہ کا لحاظ کرنا]

23. المراقبة [ہر وقت اللہ کا دھیان رہنا]

24. تعظيم حرمات الله [اللہ کی حرمتوں کی تعظیم جیسے مسجد کی تعظیم کرنا]

25. الإخلاص [ہر عمل اللہ کی رضا کے لئے کرنا]

26. التهذيب والتصفية [نفس کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کرنا]

27. الإستقامة [عبادت پر استقامت]

28. التوكل [اللہ پر اعتماد کرنا]

29. التفويض [اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرنا]

30. الثقة بالله تعالى [اللہ کی ذات پر اعتماد کرنا]

31. التسليم [گردن نہاد ہونا]

32. الصبر [مشکلات میں ڈٹ جانا / دین پر ڈٹ جانا]

33. الرضا [اللہ کے فیصلوں پر راضی ہونا۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ انسان کوشش نہ کرے۔ بلکہ کوشش کرنے کے بعد جو فیصلہ آئے اسے بخوشی قبول کرنا]

34. الشكر [اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا]

35. الحياء [حیاء کرنا۔ اور جن محارم سے اللہ نے منع کیا ہے اسے نہ دیکھنا]

36. الصدق [سچ بولنا]

37. الإيثار [اپنے مسلمان بھائی کو اپنے آپ پر ترجیح دینا]

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [سورۃ الحشر9:59] « اور وہ اپنے آپ پر اوروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں »

38. الخلق [اچھے اخلاق کا حامل ہونا]

"وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ "[سورۃ القلم4:68] « اور بلاشبہ آپ (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بڑے اخلاق والے ہیں »

39. التواضع [عاجزی کرنا]

40. الفتوة[37] [جوانمردی یعنی اپنے آپ کو دشمن کے مقابلے میں کمزور نہ سمجھنا]

"إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ ءَامَنُوا۟ بِرَبِّهِمْ "[سورۃ الکھف13:18] « وہ کئی جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے »

41. المروءة [انسانیت کا برتاؤ کرنا]

42. البسط [کشادہ دل ہونا۔ اور لوگوں کے ساتھ تنگ دلی سے گریز کرنا]۔

43. العزم [ہر حال میں عالی ہمت والا ہونا]

44. الإرادة [ہر کام میں اللہ سے اجر کا ارادہ کرنا]

45. الأدب [زبان، عمل الغرض ہر کام میں ادب کا خیال رکھنا]

46. اليقين [اللہ پر کامل اعتماد]

47. الأنس بالله [اللہ کے ساتھ محبت]

48. الذکر [ہر وقت اللہ کو یاد کرنا]

49. الفقر [اپنے آپ کو اللہ کے سامنے محتاج سمجھنا]

50. الغنی [لوگوں سے بے پروائی]

حدیث میں آتا ہے:لیس منا من لم يَتَغَنَّ بالقرآن [38]« وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید کے ذریعے مخلوق سے بے پروانہ ہو (اور پھر بھی ان کو احتیاج ظاہر کرے)» يتغن یہاں "استغناء" سے ہے اور جو لوگ یہاں خوش آوازی کا معنی لیتے ہیں وہ باب "تَغَنِّیْ " ہے، اور وہ معنی غلط ہے۔[39]

51. المراد [منزل کو پانے کی کوشش کرنا]

52. الإحسان [دوست دشمن سب سے حسن سلوک کرنا۔اور سب سے بڑا احسان "توحید بیان کرنا" ہے]۔

53. العلم [کتاب وسنت کا علم]

54. الحکمة [قرآن وسنت کے ذریعے دانشمندی]

55. الفراسة [عقلمندی]

56. التعظیم [اللہ کو بڑا جاننا]

57. السکینة [غمی خوشی ہر حالت میں مطمئن ہونا]

58. الطمانینة [اللہ کی کتاب کے ذریعے اطمینان حاصل کرے گا]

59. الھمة [کوشش کرنا]

60. المحبة [اللہ کے ساتھ دوستی]

61. الغیرة [اللہ کے احکام کے بارے میں غیرت کرے گا]

62. الشوق [اللہ کی ملاقات کے لئے ہمہ وقت مشتاق ہو گا]

63. الوجد [حلاوت ایمان پانے کی کوشش کرنا]

64. الھیمان [حب الٰہی میں شدت]

65. الذوق [حلاوت ایمان چکھنا]

66. اللحظ [آنکھوں سے قرآن مجید کو دیکھنا اور اس سے التفات نہ کرنا]

67. الوقت [اپنے وقت کی قدر کرنا اور اس کو ضائع نہ کرنا]

جیسا کہ رومی کہتا ہے:"صوفی ابن الوقت باشد ای رفیق : نیست فردا گفتن از شرط طریق "[40]

68. الصفاء [عبادت میں صفائی ملحوظ رکھنا اور ملاوٹ نہ کرنا] ۔

69. السرور [عبادت کے بعد اس بات پر خوشی محسوس کرنا اور اللہ کا شکر ادا کرنا کہ یہ وقت عبادت میں گزرا]

70. السر [قرآن وسنت سے رازداری کرنا]۔

71. النفس [قرآن وسنت کو اپنی سانس بنانا]

72. الزھد [پرہیز گاری اور دنیا سے بے رغبتی]

73. الورع [لایعنی امور، گناہوں اور بری مجالس سے اجتناب کرنا]۔

"نهى رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عنْ قيلَ وقال و إضاعة المال و كثرة السؤال"

[صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب مایکرہ من قیل و قال، حدیث:6473]

«رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فضول بات چیت، مال برباد کرنا اور لوگوں سے ہر وقت مانگنے سے منع کیا ہے »

مراتب عبادت[41]

عبادت کا تعلق انسان کے ظاہری اور باطنی دونوں اعضاء سے ہے۔ اور اس کی بنیادی تین قسمیں ہیں:

1. **عبادت بالقلب** [اللہ سے محبت، خشوع، رجاء (اس سے امید)، توکل (اس پر اعتماد) اور اس کی طرف انابت (رجوع کرنا)]

2. **عبادت باللسان** [اللہ کی طرف دعوت دینا، دین کا دفاع کرنا، بدعت کا بطلان واضح کرنا اور تبلیغ کرنا]

3. **عبادت بالجوارح** [نماز، جہاد اور نیکی کے کاموں میں جلدی کرنا]

علامہ ابن قیم نے جوارح کی تفصیل کی ہے جن میں حواس خمسہ بھی شامل ہیں: کان، آنکھ، ناک، منہ، ہاتھ، پاؤں، دل اور زبان ملا کر دس بنتے ہیں۔ اور حکم کی بھی پانچ قسمیں ہیں: حرمت، کراہت، فرض (واجب)، استحباب، اور اباحت۔ ان اعضاء میں سے ہر ایک کا تعلق ان پانچ احکام کے ساتھ ہے۔ دس کو پانچ میں ضرب دے کر کل پچاس مراتب بنتے ہیں۔ مثلاً:

زبان

1. **حرام** [جیسے کلمۂ شرک کہنا]
2. **مکروہ** [بے ادبی کے کلمات کہنا]
3. **فرض (واجب)** [شہادتین کی گواہی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر]
4. **مستحب** [قرآن مجید کی تلاوت، ہمیشہ اللہ کا ذکر اور اللہ کا شکر ادا کرنا]
5. **مباح** [جس میں کوئی لایعنی کلام نہ ہو]

آنکھ

1. **حرام** [بلاضرورت اجنبی عورتوں کو دیکھنا]
2. **مکروہ** [فضولیات دیکھنا جن میں انسان کا کوئی فائدہ نہ ہو]
3. **فرض** [قرآن دیکھنا، حلال و حرام میں تمیز کرنا]
4. **مستحب** [مزید دین سیکھنے کے لئے علمی کتابیں پڑھنا، کائنات میں غور و فکر کے لئے نظر دوڑانا]

5. مباح [ایسی نظر جس میں دنیا آخرت کا کوئی ضرر ہو نہ کوئی فائدہ]

پاؤں

1. حرام [اللہ کی نافرمانی کے لئے نکلنا، حرام جگہ کی طرف جانا]
2. مکروہ [اچھی مجلس سے جانا]
3. فرض [باجماعت نماز کے لئے جانا، جہاد اور حج کے لئے نکلنا]
4. مستحب [طلب علم، بیمار پرسی کے لئے نکلنا]
5. مباح [جہاں جانے میں کوئی فائدہ ہو نہ کوئی نقصان]

ماقبل میں اختصاراعبادت کے ستر سے زیادہ منازل اور پچاس مراتب[42] بیان ہوئے اور قرآن مجید نے جابجا ان کو ذکر کیا ہے۔[43]

﴿ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ﴾

« اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں [کسی اور سے نہیں] »[44]

إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ کو إِيَّاكَ نَعۡبُدُ کے بعد اس لئے ذکر کیا گیا تاکہ اللہ سے عبادت کی توفیق طلب کی جائے خواہ وہ عبادت بالقلب، عبادت باللسان یا عبادت بالجوارح ہو۔[45]

استعانت باللہ کا مطلب[46]

اللہ سے مدد مانگنے کا مطلب اپنی حاجت اس کے سپرد کرنا اور اس پر پورا بھروسہ اور اعتماد کرنا۔ کیونکہ بندہ اپنا کام کسی دوسرے شخص کے حوالے تو کر سکتا ہے لیکن اس کی تکمیل اور جملہ امور میں اس پر پورا اعتماد نہیں کر سکتا۔ جب حوالگی اور اعتماد جمع ہوتے ہیں اسی کو "استعانت" کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام "توکل" ہے۔ توکل کی تعریف ہے: تفويض الأمور مع الإعتماد عليه[47] **« اپنے کاموں کو اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے سپرد کرنا » جس طرح قرآن نے عبادت اور استعانت (توکل) کو یہاں سورۃ فاتحہ میں جمع کیا ہے**[48] **اسی طرح دیگر مقامات میں بھی جمع کیا ہے، جیسے:**

- "قُلۡ هُوَ رَبِّي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ مَتَابِ " [سورۃ الرعد 30:13]

  « کہہ دو وہی تو میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں »

  توکل (استعانت) اور رجوع (عبادت) دونوں کو جمع کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الفاتحہ کی آیت میں جمع کیا گیا ہے۔

- "وَمَا تَوۡفِيقِيٓ إِلَّا بِٱللَّهِۚ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ أُنِيبُ "[سورۃ ہود 88:11]

« اور مجھے توفیق کا ملنا اللہ ہی کی مدد سے ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں » انابت میں عبادت کی طرف اشارہ ہے۔

- "فَٱعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِۚ "[سورۃ ہود 123:11]

  « تو اسی ہی کی عبادت کرو اور اسی ہی پر بھروسہ رکھو »

- "قُلۡ حَسۡبِيَ ٱللَّهُۖ عَلَيۡهِ يَتَوَكَّلُ ٱلۡمُتَوَكِّلُونَ " [سورۃ الزمر 38:39]

  « کہہ دو کہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ اسی ہی پر بھروسہ رکھنے والے بھروسہ رکھتے ہیں »

- "رَّبَّنَا عَلَيۡكَ تَوَكَّلۡنَا وَإِلَيۡكَ أَنَبۡنَا وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ " [سورۃ الممتحنۃ 4:60]

  « اے ہمارے پروردگار تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی طرف لوٹ کر آنا ہے »

  یہاں بھی توکل اور انابت جمع کئے گئے ہیں۔

- "وَٱذۡكُرِ ٱسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ إِلَيۡهِ تَبۡتِيلٗا ٨ رَّبُّ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَٱتَّخِذۡهُ وَكِيلٗا ٩ " [سورۃ المزمل 73:8-9]

« تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر رفتہ رفتہ اللہ کے ساتھ تعلق جوڑو۔ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے تو اسی کو کارساز بناؤ » وَٱذۡكُرِ ٱسۡمَ رَبِّكَ میں عبادت اور فَٱتَّخِذۡهُ وَكِيلٗا میں توکل کی طرف اشارہ ہے۔[49]

اعانت اور استعانت میں فرق:[50]

اعانت: یعنی دوسرے کی ماتحت الاسباب مدد کرنا[51]۔ اور یہ جائز ہے بلکہ قرآن مجید نے اس پر امر کیا ہے:

"وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ" [سورۃ المائدۃ 2:5]

« ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقوی کے کاموں میں »

جیسے ایک شخص کہتا ہے: میں بیمار ہوا تھا لیکن تم نے میری کوئی مدد نہیں کی، کوئی دوا نہیں لائے۔ میں لاچار ہوا تھا تم نے میرے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا۔ یا جیسے ذوالقرنین[52] نے قوم سے مدد طلب کی تھی:

"فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ" [سورۃ الکھف 95:18]

« سو تم قوت اور طاقت (یعنی ہاتھ پاؤں کی محنت) کے ساتھ میری مدد کرو »

استعانت:[53] جس میں سین تاء طلب اور مبالغہ[54] کے لئے ہیں یعنی بغیر ظاہری اسباب کے حاجت اور مدد طلب کرنا[55]۔

تو إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کا مطلب ہے: میں بغیر ظاہری اسباب کے معاونت چاہتا ہوں تو خاص تجھ ہی سے چاہوں گا۔ إِيَّاكَ خصوصیت کے معنوں میں ہے اور خصوصیت تب ہے جب بندہ کہے: اللہ! صرف تجھے ہی کو پکاروں گا، کسی اور کو نہیں۔ جب کوئی شخص کہتا ہے "رامدد شه لویه زوانه, دبغداد شاه میرانه" « اے بڑے نوجوان اور بغداد کے بادشاہ! میری مدد کر » ۔ یا پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کو پکارتا ہے: پیره بابا رامدد شه « پیر بابا میری مدد کر » تو کیا ایسا شخص إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کا منکر نہیں؟ یقیناً ہے بلکہ ایسے شخص کو سورۃ الفاتحہ کا منکر کہتے ہیں۔ کوئی سورۃ الاخلاص کا منکر ہوتا ہے کیونکہ سورۃ الاخلاص میں ہے: ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ [سورۃ الاخلاص 2:102] اللہ حاجت روا ہے۔ تو جو لوگ بابا کو حاجت روا اور ذمہ دار مانتے ہیں تو کیا یہ سورۃ الاخلاص کا انکار نہیں؟

تو کوئی سورۃ یس کا منکر ہے۔ کیونکہ سورۃ یس میں ہے کہ اللہ فریاد رست ہے، وہ عاجز کی فریاد سنتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے:

"وَإِن نَّشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنقَذُونَ" [سورۃ یس 43:36]

« اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں۔ پھر نہ تو ان کا کوئی فریادرس ہوا اور نہ ان کو رہائی ملے »

اللہ کے علاوہ کسی اور کو فریادرست کہنے والا سورۃ یس کا منکر ہے۔

تو کوئی سورۃ فاطر کا منکر ہے:

"وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰٓ" [سورۃ فاطر 18:35]

« اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنا بوجھ بٹانے کے لئے کسی کو پکارے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قرابت دار ہی (کیوں نہ) ہو »

افسوس کہ بعض لوگ اللہ سے بھی بڑھ کر اپنے آپ کو محتاط سمجھتے ہیں کہ میں کسی کو کافر اور منکر نہیں کہہ سکتا۔ اس کا تو آسان مطلب یہ ہے کہ ایسے احتیاطی کو قرآن مجید کے نصوص میں شک ہے۔ تو سوال یہ بنتا ہے کہ کیا قرآن مجید کے نصوص میں شک کرنا بذات خود کفر اور انکار نہیں؟ مسئلہ شریعت یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے نصوص میں شک کرے وہ کافر ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

"ولهذا نُكَفِّرُ منْ لم يُكَفِّرْ مَنْ دان بغير ملة المسلمين من الملل أو وقف فيهم أو شك أو صحح مذهبهم وإن أظهر مع ذلك الإسلام واعتقده واعتقد إبطال كل مذهب سواه فهو كافر بإظهاره ما أظهر من خلاف ذلك "[الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ 286:2]

«اسی وجہ سے ہم اس شخص کی طرف کفر کی نسبت کرتے ہیں جو اسلام کے بغیر کسی اور دین پر چلے، اور ان (کے کفر میں) میں توقف اور شک کرنے والا، اور ان کو مذہب کو صحیح کہنے والا اگرچہ (یہ شک کرنے والا) اسلام ظاہر کرتا ہو اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو اور اس کے علاوہ تمام مذاہب کے باطل کا عقیدہ بھی رکھتا ہو لیکن پھر بھی اس کا خلاف ظاہر کرنے کی وجہ سے کافر ہے»

حواشی:

1 **قاضی بیضاوی ماقبل کے ساتھ ربط ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:**" لما ذُكِرَ الحقيقُ بالحمد، ووُصِف بصفاتٍ عِظَامٍ تميز بها عن سائرالذوات وتعلقَ العلمُ بمعلومٍ معينٍ خوطب بذلك، أي: يا منْ هذا شأنُه نخصك بالعبادة والاستعانة، ليكونَ أدلَّ على الاختصاص، وللترقي من البرهان إلى العِيَانِ والانتقال من الغَيْبَة إلى الشهود، فكأنَّ المعلومَ صار عِياناً والمعقولَ مُشَاهَداً والغيبةَ حُضُوراً "[**انوار التنزیل واسرار التاویل**1:28-29]

ابن کثیر ہیں:" وتحول الكلام من الغيبة إلى المواجهة بكاف الخطاب وهو مناسبة لأنه لما أثنى على الله فكأنه اقترب وحضر بين يدي الله تعالى فلهذا قال إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ وفي هذا دليل على أن أول السورة خبر من الله تعالى بالثناء على نفسه الكريمة بجميل صفاته الحسنى وإرشاد لعباده بأن يثنوا عليه بذلك "[**تفسیر القرآن العظیم**1:49]

2 **مدارج السالکین:جلد:1،ص:**95(وجمع معاني المفصل في الفاتحة)

3 **ابن تیمیہ فرماتے ہیں:**" أم الكتاب في هاتين الكلمتين: إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ "[**مجموع الفتاوی**2:456]

- **ابن کثیر فرماتے ہیں:**" قال بعض السلف: الفاتحة سر القرآن، وسرها هذه الكلمة إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ "[**تفسیر القرآن العظیم**1:48]

4 **وہ سات سورتیں [40-46تک] جو** حمٓ **سے شروع ہوتی ہیں۔ سورۃ غافر، سورۃ فصلت، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف، سورۃ الدخان، سورۃ الجاثیۃ اور سورۃ الاحقاف**

5 **ابو عبید قاسم بن سلام، فضائل القرآن:**254 . إسناده ضعيف لضعف ابن لهيعة .

- **عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:**" عن عبد الله أنه قال: إن لكل شيء سناما، وإن سنام القرآن سورة البقرة، وإن لكل شيء لبابا، وإن لباب القرآن المفصل "[**سنن دارمی، کتاب فضائل القرآن، باب فی فضل سورۃ البقرۃ، حدیث:**3420] إسناده حسنٌ.

ابن قیم فرماتے ہیں:"أنزل الله مائة كتاب وأربعة كتب، جمع معانيها في التوراة والإنجيل والقرآن، وجمع معاني هذه الكتب الثلاثة في القرآن، وجمع معاني القرآن في المفصل، وجمع معاني المفصل في الفاتحة، ومعاني الفاتحة في: إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ [الفاتحة:4]"[**مدارج السالکین**1:95]

6 **مولانا حسین علی، بلغۃ الحیران**1:71۔

اور اسی بات کو بعض علماء نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

- **ملا علی قاری** [1014ھ=1606ء] **فرماتے ہیں:**" قال بعض العارفين: جميع منازل السائرين مبني على إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ وقال بعضهم: جميع القرآن مجمل في الفاتحة وجميع الفاتحة في البسملة وجميع البسملة في بائها، وجميع بائها في نقطتها وكأنه أراد بالنقطة المعنى التوحيدي"[**مرقاۃ المفاتیح**2:564، **بذیل حدیث:**822، 4:624، **حدیث:**2118]

- **شیخ احمد سرہندی** [971-1034ھ=1563-1625ء] **فرماتے ہیں:**"**حضرت امیر کرم الله وجهه فرموده اند که جمیع علوم در بای بسمله مندرج است بلکه در نکته آن بای**"[**المکتوبات**1:319، **مکتوب:**201]

7 **امام بخاری سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:**" قال: بينا أنا رديف النبي ﷺ ليس بيني وبينه إلا أخرة الرحل، فقال: «يا معاذ بن جبل» قلت: لبيك رسول الله وسعديك، ثم سار ساعة ثم قال: «يا معاذ» قلت: لبيك رسول الله وسعديك، ثم سار ساعة ثم قال: يا معاذ قلت: لبيك رسول الله وسعديك، قال: «هل تدري ما حق الله على

عباده» قلت: الله ورسوله أعلم، قال: «حق الله على عباده أن يعبدوه، ولا يشركوا به شيئا» ثم سار ساعة، ثم قال: «يا معاذ بن جبل» قلت: لبيك رسول الله وسعديك، فقال: هل تدري ما حق العباد على الله إذا فعلوه» قلت: الله ورسوله أعلم، قال:حق العباد على الله أن لا يعذبهم"

[*صحیح بخاری،کتاب اللباس*،باب إرداف الرجل خلف الرجل **حدیث:5967**]

8 *سمط الدرر*:21

9 **محمد بن عبد الرحمن قزوینی** [وفات:739ھ] **آیت کا معنی کرتے ہیں:**" إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ معناه نخصك بالعبادة لا نعبد غيرك ونخصك بالاستعانة لا نستعين غيرك "

[**الایضاح فی علوم البلاغۃ**2:164،**باب تقدیم المفعول علی الفعل**]

10 **زمخشری لکھتے ہیں:**"وتقديم المفعول لقصد الاختصاص،كقوله تعالى: قُلْ أَفَغَيْرَ ٱللَّهِ تَأْمُرُوٓنِّىٓ أَعْبُدُ ،قُلْ أَغَيْرَ ٱللَّهِ أَبْغِى رَبًّا والمعنى نخصك بالعبادة ونخصك بطلب المعونة"

[**الکشاف**1:13]

11 **عبادت کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر حوالہ جات "اصول" میں "الٰہ اور عبادت کی تعریف" کے عنوان کے تحت مطالعہ کریں۔**

12 *سمط الدرر*:20-21

13 *سمط الدرر*:20

ابن جریر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:" إِيَّاكَ نَعْبُدُ ، إياك نوحد ونخاف ونرجو يا ربنا لا غيرك"[**جامع البیان**1:157] إسناده ضعيف لضعف بشر بن عمارة الخثعمي الكوفي . ضعفه البخاري في التاريخ الكبير 2:80 والنسائي في الضعفاء: 23 . وقال الدارقطني في الضعفاء 1:260 : متروك .

اور ضحاک کا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سماع میں اختلاف ہے۔امام ذہبی فرماتے ہیں: شعبہ قطعی طور پر ان کی عبد اللہ بن عباس سے ملاقات سے انکار کرتے تھے[**سیر اعلام النبلاء**4:599]**چہ جائیکہ ان سے سماع۔تو سماع نہ ہونے کی صورت میں مذکورہ روایت منقطع ہوئی۔اور اگر انقطاع نہ بھی ہو تب بھی بشر بن عمارۃ اس روایت کے ضعف کے لئے کافی ہیں۔**

ابن رجب "عبادت" کے اجزاء ثلثہ کے حوالے سے کہتے ہیں:" وكان بعض السلف يقول: من عبد الله بالرجاء وحده فهو مرجئ، ومن عبده بالخوف وحده فهو حروري، ومن عبد الله بالحب وحده فهو زنديق، ومن عبده بالخوف والرجاء والمحبة فهو موحد مؤمن، وسبب هذا أنه يجب على المؤمن أن يعبد الله بهذه الوجوه الثلاثة: المحبة والخوف والرجاء، ولا بد له من جميعها"[**التخویف من النار والتعریف بحال دار البوار**:25]**مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی**10:81،207،15:21،**العبودیۃ**:112

14 **ابن قیم فرماتے ہیں:**" قال بعض السلف:"من عبد الله تعالى بالحب وحده فهو زنديق ومن عبده بالخوف وحده فهو حروري ومن عبده بالرجاء وحده فهو مرجي ومن عبده بالحب والخوف والرجاء فهو مؤمن", وقد جمع الله تعالى هذه المقامات الثلاثة بقوله: أُوْلَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ فابتغاء الوسيلة هو محبته الداعية إلى التقرب إليه ثم ذكر بعدها الرجاء والخوف فهذه طريقة عباده وأوليائه"[**بدائع الفوائد**3:11]

15 **پٹھان شیخ عبد القادر جیلانی کو پشتو میں "بڑا جوان" کہتے ہیں۔**

16 **ابن قیم لکھتے ہیں:**"المحبة الشركية وكل من أحب شيئا مع الله لا لله ولا من أجله ولا فيه فقد اتخذه ندا من دون الله وهذه محبة المشركين...المحبة الطبيعية وهي ميل الإنسان إلى ما يلائم طبعه كمحبة العطشان للماء والجائع للطعام ومحبة النوم والزوجة والولد فتلك لا تذم إلا إذا ألهت عن ذكر الله وشغلت عن محبته"[**الجواب الکافی**:190،**فصل:** أنواع المحبة]

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:" وأعظم أنواع المحبة المذمومة: المحبة مع الله التي يسوي المحب فيها بين محبته لله ومحبته للند الذي اتخذه من دونه. وأعظم أنواعها المحمودة: محبة الله وحده، وهذه المحبة هي أصل السعادة ورأسها التي لا ينجو أحد من العذاب إلا بها، والمحبة المذمومة الشركية هي أصل الشقاوة"[**الجواب الکافی**:199]

17 **اور اس خوف سے پیغمبر بھی مستثنی نہیں ہیں جیسے سیدنا موسی علیہ السلام کا سانپ سے ڈرنا۔**[**سورۃ طہ**20:21]**سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مہمانوں سے ڈرنا۔**[**سورۃ ہود**11:70]

18 **ہر قمری مہینے کی گیارہویں رات شیخ عبد القادر جیلانی کے نام جو کھانا بنایا جاتا ہے وہ "گیارہویں شریف" کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی پانچویں صدی کے نصف آخر میں پیدا ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلے اسلام کی پانچ صدیوں میں "گیارہویں شریف" کی رسم یا تقریب کہیں نہ تھی۔ بلکہ تیرہویں صدی کے نصف اول تک مسلمانوں میں گیارھویں کے نام سے کوئی دینی تقریب یا مذہبی رسم قائم نہ ہوئی تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھیں: ڈاکٹر خالد محمود، مطالعہ بریلویت**6:312-329

19 **ابن اثیر 278ھ کے احوال میں لکھتے ہیں:**"ذكر ابتداء أمر القرامطة . وفيها تحرك بسواد الكوفة قوم يعرفون بالقرامطة ... أن رجلا منهم قدم ناحية خوزستان إلى سواد الكوفة، فكان بموضع يقال له النهرين يظهر الزهد والتقشف ويسف الخوص ويأكل من كسب يده ويكثر الصلاة فأقام على ذلك مدة فكان إذا قعد إليه رجل ذاكره أمر الدين وزهده في الدنيا وأعلمه أن الصلاة المفروضة على الناس خمسون صلاة في كل يوم وليلة حتى فشا ذلك عنه بموضعه ثم أعلمهم أنه يدعو إلى إمام من آل بيت الرسول فلم يزل على ذلك

حتی استجاب له جمع کثیر... وسمي باسم الرجل الذي کان في داره کَرْمِیْتَۃَ صاحب الأثوار ثم خُفِّفَ فقیل قَرْمَطَ . وقیل إن قَرْمَطَ لقبُ رجلٍ کان بسواد الکوفة یحمل غلة السواد علی أثوار له، واسمه حمدان"[الکامل فی التاریخ6:461-463] اور 317ھ کے حالات میں مکہ پر حملہ کرنا اور حجر اسود کو لینے کے واقعات ذکر کئے ہیں۔[الکامل فی التاریخ6:742]

20 الفتاوی الکبری3:499-500

21 اسلامی کلینڈر کا دوسرا مہینہ۔ابو علی مرزوقی اصفہانی [وفات:421ھ] ماہ صفر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:"سمّي صفرا لأنّھم کانوا یغزون الصّفریة وھي مواضع کانوا یمتارون الطّعام منھا، وقیل: لأنّھم کانت أوطانھم تخلو من الألبان .ومن کلامھم: نعوذ باللہ من صفر الإناء وقرع الفناء.ویقال:صفرت عیبة الود من فلان أي خلت"[کتاب الازمنۃ والامکنۃ:205]

22 ابن قیم، مدارج السالکین1:95

23 عبد الرحمن بن احمد بن محمد، جامی، نور الدین، مفسر اور فاضل تھے۔ماوراء النہر کے علاقے جام (موجودہ:افغانستان کے صوبہ غور میں واقع ہے) میں 817ھ=1414ء کو پیدا ہوئے۔ ہرات (موجودہ افغانستان کا تیسرا بڑا شہر) منتقل ہوئے۔جہاں مختلف علماء کی صحبت میں علم حاصل کیا۔دیگر ممالک میں علم کی تحصیل کے لئے گھومنے پھرنے کے بعد واپس ہرات آئے۔898ھ=1414ء میں وفات پائی۔[الاعلام3:296، معجم المؤلفین5:122]

24 ہفت اورنگ، سلسلۃ الذھب، دفتر اول: بخش:136۔مزید اشعار یہ ہیں:

حق چو ایجاد نیک و بد کردہ ست	:	خلق ما از برای خود کردہ ست
خواندہ باشی وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ	:	گشتہ باشی بہ صدق آن موقن
لام تعلیل یعبدون را داد	:	یأکلون را نکرد قطعا یاد

25 امام صغانی فرماتے ہیں: یہ روایت موضوع ہے۔[الاحادیث الموضوعۃ:7، محمد طاہر پٹنی، تذکرۃ الموضوعات:86]

ملا علی قاری نے صغانی کا قول ذکر کیا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے لیکن اس کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"اس کا معنی صحیح ہے کیونکہ دیلمی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا نقل کیا ہے: کہ میرے پاس جبریل آیا اور کہا: اے محمد ﷺ! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ ہی جہنم کو پیدا کرتا"[الاسرار المرفوعۃ:288]

لیکن اس کا معنی بھی غلط ہے کیونکہ اللہ نے کائنات کو صرف اظہار توحید کے لئے پیدا کیا ہے جس پر متن میں مذکور سورۃ الذاریات کے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں جیسے سورۃ الحجر 15:85، سورۃ الدخان44:38-39، سورۃ الاحقاف46:3۔

دیلمی کی روایات کے بارے میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:"در اتقان معرفت وعلم ار قصور است، ودر صحیح وسقیم احادیث تمیز نمی کند، ولہذا دریں کتاب اُو موضوعات وواہیات تودہ تودہ مندرج"[بستان المحدثین:162] « دیلمی کے اتقان معرفت اور علم میں (کچھ) قصور تھا۔ سقیم اور صحیح احادیث میں امتیاز نہیں کرسکتے تھے۔اس لئے ان کی اس کتاب میں کثرت سے موضوعات اور واہیات درج ہیں »

26 جس میں سے بعض روایات پر تفصیلی گفتگو سورۃ البقرۃ2:37 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

27 ابن قیم لکھتے ہیں:" وجمیع الرسل إنما دعوا إلی: إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ [الفاتحة: 4] " فإنھم کلھم دعوا إلی توحید اللہ وإخلاص عبادته، من أولھم إلی آخرھم، فقال نوح علیه السلام لقومه: ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ [الأعراف: 59] وکذلك قال ھود وصالح وشعیب علیھم السلام وإبراھیم علیه السلام، قال اللہ تعالی: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ [النحل: 36] وقال: وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ [الأنبیاء: 25]" [مدارج السالکین1:121]

28 ابن تیمیہ فرماتے ہیں:" إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ وقال: فَٱعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وھذا التوحید: ھو الفارق بین الموحدین والمشرکین. وعلیه یقع الجزاء والثواب في الأولی والآخرة" [مجموع الفتاوی14:380]

29 سمط الدرر:25

30 ابن قیم کی عبارت میں بعض دیگر ثمرات بھی ذکر کئے گئے ہیں یعنی امن مطلق اور حدیث جبریل کے مطابق مرتبۂ احسان پر فائز ہونا۔

ابن قیم لکھتے ہیں:" وجعل اللہ سبحانه البشارة المطلقة لعباده، فقال تعالی: فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝١٧ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ [الزمر: 17] وجعل الأمن المطلق لھم: فقال تعالی: يَٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ وَلَآ أَنتُمْ تَحْزَنُونَ ۝٦٨ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا وَكَانُوا۟ مُسْلِمِينَ ۝٦٩ [الزخرف: 68 - 69] وعزل الشیطان عن سلطانه علیھم خاصة، وجعل سلطانه علی من تولاه وأشرك به، فقال: إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ إِلَّا مَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْغَاوِينَ [الحجر: 42] وقال: إِنَّهُۥ لَيْسَ لَهُۥ سُلْطَٰنٌ عَلَى ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝٩٩ إِنَّمَا سُلْطَٰنُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُۥ وَٱلَّذِينَ

هُم بِهِۦ مُشۡرِكُونَ ۝ [النحل: 99 - 100] .وجعل النبي ﷺ إحسان العبودية أعلى مراتب الدين وهو الإحسان فقال في حديث جبريل وقد سأله عن الإحسان «أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك»"[مدارج السالکین1:123-124]

31 یہ شعر یحیی بن یوسف بن یحیی صرصری [588-656ھ] کا ہے جس میں نفوس کی بجائے قلوب ہے:

شرف القلوب دخولها في رقّه : والعبد يحوي الفخر بالمتملّك

[دیوان یحیی بن یوسف:345-346، مسالک الابصار فی ممالک الامصار16:147، مدارج السالکین2:31]

32 ابن قیم لکھتے ہیں:" والله تعالى جعل العبودية وصف أكمل خلقه، وأقربهم إليه .. ووصف أكرم خلقه عليه، وأعلاهم عنده منزلة بالعبودية في أشرف مقاماته، فقال تعالى: وَإِن كُنتُمۡ فِي رَيۡبٖ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلَىٰ عَبۡدِنَا [البقرة: 23]... وقال: ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ عَلَىٰ عَبۡدِهِ ٱلۡكِتَٰبَ [الكهف: 1] فذكره بالعبودية في مقام إنزال الكتاب عليه، وفي مقام التحدي بأن يأتوا بمثله وقال: وَأَنَّهُۥ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ ٱللَّهِ يَدۡعُوهُ كَادُواْ يَكُونُونَ عَلَيۡهِ لِبَدٗا [الجن: 19] فذكره بالعبودية في مقام الدعوة إليه، وقال: سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا [الإسراء: 1] فذكره بالعبودية في مقام الإسراء" [مدارج السالکین1:121-123]

33 ابن قیم لکھتے ہیں:" فصل في لزوم إياك نعبد لكل عبد إلى الموت ..قال الله تعالى لرسوله: وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ [الحجر: 99].. واليقين هاهنا هو الموت بإجماع أهل التفسير .. فلا ينفك العبد من العبودية ما دام في دار التكليف"[مدارج السالکین1:124]

34 عبد اللہ بن محمد بن علی بن محمد بن احمد بن جعفر، ابو اسماعیل انصاری، ہروی، مفسر، حافظ، عارف اور سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔396ھ=1006ء میں پیدا ہوئے۔ تصوف میں عمیق اور دیگر علوم میں غیر معمولی قابلیت رکھتے تھے۔ وعظ و نصیحت میں اپنی مثال آپ تھے۔ قرآن مجید کی ایک آیت سورۃ الانبیاء21: 101 پر تین سو ساٹھ مجالس قائم کیں۔ 481ھ=1089ء کو وفات پائی۔[ذیل طبقات الحنابلۃ3:50-68، الاعلام4:122، نیل السائرین فی طبقات المفسرین:299، ترجمہ:277-46]

35 ابن قیم لکھتے ہیں:" فالسماع رسول الإيمان إلى القلب وداعيه ومعلمه .. فالسماع أصل العقل، وأساس الإيمان الذي انبنى عليه، وهو رائده وجليسه ووزيره، ولكن الشأن كل الشأن في المسموع، وفيه وقع خبط الناس واختلافهم، وغلط منهم من غلط"[مدارج السالکین1:478]

36 ابن قیم لکھتے ہیں:" الخبت في أصل اللغة: المكان المنخفض من الأرض. وبه فسر ابن عباس رضي الله عنهما وقتادة لفظ المخبتين وقالا: هم المتواضعون"[مدارج السالکین2:324]

37 ابن قیم لکھتے ہیں:" وأصل الفتوة من الفتى وهو الشابُ الحديثُ السِّنِ "[مدارج السالکین2:324]

38 مسند احمد عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مرفوعا، حدیث:1476، 1549 [صحیح لغيره] سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر کی ہے: يَسْتَغْنِيْ بِهِ

[صحیح بخاری، ص:1093، بذیل حدیث:5024، مسند الحمیدی1:192، بذیل حدیث:76، مصنف ابن ابی شیبہ2:257، بذیل حدیث:8739]

امام خطابی [وفات:388ھ] فرماتے ہیں:" قلت هذا يتأول على وجوه أحدها: تحسين الصوت . والوجه الثاني: الاستغناء بالقرآن عن غيره، وإليه ذهب سفيان بن عيينة ويقال تغنى الرجل بمعنى استغنى "[معالم السنن1:291]

39 ابن قیم لکھتے ہیں:" والصحيح أنه من التغني بمعنى تحسين الصوت"[مدارج السالکین1:485]

40 « اے دوست! صوفی 'ابن الوقت' ہوتا ہے۔ کل کا حوالہ دینا طریق (سلوک) کے مناسب نہیں ہے »[مثنوی (مترجم)، دفتر اول، 1:45] طبع: حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور

41 مدارج السالکین1:118-141 تک ان مراتب کی تفصیل دیکھیں۔ سمط الدرر:29

42 ابن قیم لکھتے ہیں:" فهذه خمسون مرتبة على عشرة أشياء:القلب واللسان والسمع والبصر والأنف والفم واليد والرجل والفرج والاستواء على ظهر الدابة "[مدارج السالکین1:141]

43 ابن قیم نے کل "سو" منازل ذکر کی ہیں جن میں سب سے آخر میں "منزلۃ التوحید" ہے۔

44 بغوی لکھتے ہیں:" وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ نطلب منك المعونة على عبادتك وعلى جميع أمورنا "[معالم التنزیل1:75]

45 سمط الدرر:29

ابن کثیر لکھتے ہیں:" وإنما قدم إِيَّاكَ نَعۡبُدُ على وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ لأن العبادةَ له هي المقصودةُ والاستعانةُ وسيلةٌ إليها والاهتمامُ والْحَزْمُ هو أنْ يُقَدَّمَ ما هو الأهمُّ فالأهَمُّ "

[تفسیر القرآن العظیم1:49]

46 سمط الدرر:29

47 ابن جوزی نے توکل کی تعریف پر مستقل فصل باندھاہے اور متعدد تعریفیں کی ہیں:" فصل: فأما التوكل فقال ابن عباس: هو الثقةُ بالله. وقال ابن فارس: هو إظهار العَجْزِ في الأمر والاعتمادُ على غيرك، ويقال: فلانٌ وُكَلَةٌ تُكَلَةٌ، أي: عاجزٌ، يَكِلُ أمرَه إلى غيره. وقال غيره: هو تَفَعَّلَ من الوكالة، يقال: وَكَلْتُ أمري إلى فلانٍ فتوكَّلَ به، أي: ضَمِنَهُ وقام به، وأنا متوكل عليه. وقال بعضهم: هو تفويض الأمر إلى الله ثقةً بِحُسْنِ تدبيره "[زاد المسیر فی علم التفسیر320:1،بذیل سورۃ آل عمران122:3]

48 ابن تیمیہ لکھتے ہیں:" وقد جمع الله سبحانه بين هذين الأصلين في مواضع "[مجموع الفتاوی123:3،18:10]مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: مدارج السالکین96:1-97

49 استعانت، توکل اور متن میں مذکور متعلقہ آیات کا مطالعہ کریں: مدارج السالکین96:1-97

50 ابن تیمیہ اللہ اور مخلوق سے مانگنے میں فرق یوں بیان کرتے ہیں:" الاستغاثة طلب الغوث وهو إزالة الشدة كالاستنصار طلب النصر والاستعانة طلب العون والمخلوقُ يُطْلَبُ منه من هذه الأمور ما يَقْدِرُ عليه منها كما قال تعالى: وَإِنِ ٱسْتَنصَرُوكُمْ فِي ٱلدِّينِ فَعَلَيْكُمُ ٱلنَّصْرُ [سورۃ الانفال72:8] وكما قال: فَٱسْتَغَٰثَهُ ٱلَّذِي مِن شِيعَتِهِۦ عَلَى ٱلَّذِي مِنْ عَدُوِّهِۦ[سورۃ القصص28: 15] وكما قال تعالى: وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ. [سورۃ المائدۃ2:5] وأما ما لا يقدر عليه إلا اللهُ فلا يُطْلَبُ إلا من الله " [مجموع الفتاوی103:1-104]

51 لفظ اعانت اسی معنی میں سورۃ الفرقان4:25 میں بھی مذکور ہے۔

52 ابن عبد البر نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ ذوالقرنین کے بارے میں خبر دیں کہ آیا وہ نبی تھا یا فرشتہ ؟ تو فرمایا: ان دونوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا البتہ اللہ کا ایک نیک بندہ تھا جو اللہ کو محبوب تھا اور اسے اللہ محبوب تھا۔ اپنی قوم کو ہدایت کی دعوت دی تو قوم نے اسے اس دعوت پر مارا۔[جامع بیان العلم وفضلہ384:1،نص:726]

53 امام ترمذی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: كنت خلف رسول الله ﷺ يوما، فقال: «يا غلام إني أعلمك كلمات، احفظ الله يحفظك، احفظ الله تجده تجاهك، إذا سألت فاسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله، واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا بشيء قد كتبه الله لك، ولو اجتمعوا على أن يضروك بشيء لم يضروك إلا بشيء قد كتبه الله عليك، رفعت الأقلام وجفت الصحف» امام ترمذی فرماتے ہیں: هذا حديث حسن صحيح

[سنن ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب، حدیث:2516]

54 سین اور تاء کے مشہور معنی طلب کے لئے ہیں جیسا کہ نحاۃ نے ذکر کیا ہے۔ اور بعض اوقات طلب کے ساتھ مبالغہ بھی مقصود ہوتا ہے۔ اگرچہ یہاں مبالغہ اور تخصیص کے لئے إِيَّاكَ کو بھی مقدم کیا گیا ہے۔ لیکن اگر سین اور تاء میں بھی مبالغہ کے معنی مراد لئے جائیں تو مزید تاکید پیدا ہوگی۔

رضی لکھتے ہیں:" واستفعل للسؤال غالبا.. وللتحول نحو استحجر الطين .. وقد يجئ بمعنى فَعَلَ نحو قَرَّ واستقر "[شرح الشافیۃ110:1،معانی"إستفعل"]

جن مفسرین نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں باب استفعال سے مذکور لفظ میں مبالغہ کے معنی کو ذکر کیا ہے:

- سورۃ یوسف80:12 میں لفظ" ٱسْتَيْـَٔسُوا۟ "کے تحت اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے:" وزيادة السين والتاء للمبالغة"

[الکشاف494:2،التفسیر الکبیر492:18،انوار التنزیل173:3، مدارک التنزیل128:2]

صاحب التحریر والتنویر، ابن عاشور تونسی [وفات:1393ھ] نے اپنی تفسیر میں جگہ جگہ باب استفعال کے معنی میں سین تاء مبالغہ کے لئے ہیں: سورۃ البقرۃ34:2، سورۃ الاعراف36:7، سورۃ التوبۃ9: 7، سورۃ ہود61:11، سورۃ یوسف32:12، سورۃ الرعد10:13، سورۃ ابراہیم21:14، سورۃ الانبیاء84:21، سورۃ النور33:24، سورۃ الفرقان21:25، سورۃ سبا30:34، سورۃ الصافات37: 14،35،117، سورۃ فصلت17:41،38۔ اور اس کے علاوہ متعدد مقامات میں ذکر کیا ہے۔

55 ملا علی قاری لکھتے ہیں:" وفي الثاني هو الله تعالى وهو المستعان كما يدل عليه حصر إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ فلا يجوز استعمال الاستعانة في غيره حقيقة وإن كان قد يستعمل مجازا "

[مرقاۃ المفاتیح، کتاب اسماء اللہ تعالی، باب جامع الدعاء،1731:5،بذیل حدیث:2495]

تیسرا حصہ

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ٥

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ٦

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ٧

ماقبل سے ربط: لا يصح العبادة سوى الإتباع للنبي صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1] « رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اتباع کے بغیر عبادت صحیح نہیں ہے » "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ "کو اسمائے خمسہ اور" ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ "کے درمیان میں ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اسماء وصفات [اللہ، رب، رحمان، رحیم اور مالک] کے اقرار کے بغیر عبادت قابل قبول نہیں ہے بالکل اسی طرح وہ عبادت بھی مردود ہے جو اس منقول طریقہ کے خلاف ہو جس پر انبیاء علیہم السلام چلے ہوں اور ان کی تابعداری کو اللہ نے اپنی رضا قرار دیا ہو۔ قرآن مجید میں اللہ فرماتے ہیں:

"قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ "[سورۃ آل عمران 31:3]

« کہہ دو (اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے »

﴿ ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ﴾

ترجمہ:

1. بیان کر ہمیں سیدھا راستہ [2]
2. دکھادے ہمیں سیدھا راستہ [3]
3. مضبوط کر ہمیں سیدھے راستے پر [4]

ہدایت کا لغوی معنی ہے: راستہ دکھانا، اصلاح کرنا ہے۔ ہدایت کے چار اصول اور سترہ معانی ہیں: [5]

ہدایت کے چار مراتب اور اصول [6]

1. ہدایت عامہ
2. ہدایت خاصہ
3. ہدایت خاص الخاص
4. ثمرۂ ہدایت

تفصیل:

1. ہدایت عامہ:

عام ہدایت وہ ہے جو ساری مخلوق کو کی گئی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے پوچھا:

"قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا ٱلَّذِيٓ أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُۥ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿٥٠﴾ "[سورۃ طہ 20:49-50]

« اس (فرعون) نے کہا کہ موسیٰ تم دونوں کا پروردگار کون ہے؟ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خلقت دی پھر (زندگی گزارنے کا) طریقہ دکھایا »

یعنی ہمارا ربّ وہ ہے جس نے ہر ایک کو وجود بخشا ہے۔ ثُمَّ هَدَىٰ پھر ان کی تربیت کے لئے انہیں راستہ دکھایا ہے۔ ہدایت عامہ بمعنی پرورش ہر جاندار کو حاصل ہے۔ وہ اس طرح کہ چیونٹی، مچھر، شہد کی مکھی ہر ایک کو ہدایت کی ہے کہ تمہاری خوراک فلاں فلاں چیزوں میں ہے۔ اونٹ اور درندوں کو ہدایت کی ہے کہ کس طرح کھانا ہے کس طرح پینا ہے۔ انسان کو کھانے پینے کا طریقہ سکھلایا ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کو ماں کی چھاتی سے دودھ

پینے کا طریقہ فطرت میں رکھا ہے حالانکہ ابھی دانت نہیں نکلے لیکن اس کی غذا کے لئے دودھ کا بندوبست کیا ہے۔ داڑھیں مضبوط ہونے پر اسے کھانے کا طریقہ بتایا ہے۔ پھر جب دانت نکل آئے تو اب گوشت سے لطف اندوز ہونے اور دیگر غذاؤں سے اپنی ضرورت پوری کرنے کی نعمتیں مہیا کی ہیں۔

2. **ہدایت خاصہ:**

ہدایت کا دوسرا مرتبہ جو پہلی قسم کے مقابلے میں صرف انسانوں اور جنات کے ساتھ خاص ہے اور وہ ہے "ارسال الرسل وانزال الکتب" یعنی پیغمبروں کا بھیجنا اور کتابیں نازل کرنا۔ یہ ہدایت ثقلین (جن وانس) کے علاوہ دیگر جانداروں کے لئے نہیں ہے۔ جیسے:

"وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَٰهُمْ فَٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْعَمَىٰ عَلَى ٱلْهُدَىٰ "[سورة فصلت 17:41]

«اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا رستہ دکھایا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا»

اس آیت میں فَهَدَيْنَٰهُمْ سے ہدایت کی دوسری قسم مراد ہے، اور وہ پیغمبر (صالح علیہ السلام) کے ذریعے قوم ثمود کو "بیان" کرنا ہے۔

3. **ہدایت خاص الخاص:**

ہدایت کی تیسری قسم بمعنی توفیق ہے وہ یہ ہے کہ اللہ اپنے پیغمبروں کو بیان کے لئے بھیجتے ہیں۔ بیان کے بعد اللہ کسی کے دل میں توفیق ڈالے۔ یہ ہدایت خاصہ سے بھی خاص ہے اور یہ جن وانس میں صرف ایمان والوں کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے:

"إِنَّكَ لَا تَهْدِى مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ "[سورة القصص 56:28]

«(اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آپ جس کو دوست رکھتے ہیں اُسے توفیق نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں کو خوب جانتا ہے»

یعنی آپ بیان تو کر سکتے ہیں البتہ اپنے محبوب کو (ایمان کی) توفیق نہیں دے سکتے۔ توفیق کہتے ہیں[7]: اللہ کے دین کو سمجھنا، کلمہ پڑھنا اور ایمان لانا۔ اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ! اور یہ چیزیں آپ کے اختیار میں نہیں ہیں۔

4. **ثمرۂ ہدایت:**

ہدایت کی چوتھی قسم سے مراد اس کا ثمرہ اور میوہ "جنت کی شکل میں حاصل ہونا" ہے[8]۔ اہل بہشت جب جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے:

"وَقَالُوا۟ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى هَدَىٰنَا لِهَٰذَا" [سورة الاعراف 43:7]

« اور کہیں گے کہ الوہیت کی ساری تعریفیں خاص اللہ اس ذات کے لئے ہیں جس نے ہم کو یہاں (جنت) کا راستہ دکھایا»

تعریف کے لائق وہ ذات ہے جس نے ہمیں یہ جنت بخشی۔ اور اللہ کی نعمت پر شکر ادا کریں گے:

"وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَٰمٌ ۚ وَءَاخِرُ دَعْوَىٰهُمْ أَنِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ "[سورة یونس 10:10]

« اور ان کی اس جنت میں پیشکشی سلام سلام ہو گی۔ اور ان کی آخری بات یہ ہو گی کہ الوہیت کی ساری تعریفیں خاص اللہ کے لئے جو پروردگار عالم ہے»

ہدایت کی دوسری اور تیسری قسم پر تفصیل اور دوانی کی تردید:

ہدایت کے مذکورہ چاروں مراتب قرآن مجید میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اگر ایک شخص ان چاروں مراتب میں تفریق نہیں کر سکتا تو بالآخر ہدایت سے دوانیہ [منسوب بہ دوانی] بنالیتا ہے۔ مثلاً:

"ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ " [سورة البقرة 2:2] میں معترض اعتراض کرتا ہے کہ متقی کو ہدایت کی کیا ضرورت ہے وہ تو پہلے سے ہدایت یافتہ ہے؟ اب یہاں ہدایت کے کیا معنی کئے جائیں؟

اس کا جواب یہ ہے: اس کتاب میں متقیوں کے لئے توفیق ہے جو ہدایت کا تیسرا مرتبہ ہے۔ ایک شخص مؤمن تو ہے لیکن اگر اپنے ایمان میں پختگی چاہتا ہے تو وہ اس کتاب کو پڑھے۔ متقی کو ترقی اور عروج کے لئے توفیق کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب ان متقیوں کو ہمت دیتی ہے جو اس پر ایمان لائے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی اس پر سرے سے ایمان ہی نہیں لاتا تو اس کا پڑھنا اسے کیا فائدہ دے گی۔

عقلی دلیل:

عینک تو اسی شخص کو فائدہ دیتی ہے جس کی نظر کمزور ہو۔ جس کی سرے سے بینائی ہی نہ ہو اسے عینک کیا فائدہ دے گی؟ اسی طرح قلم اور دوات اسے فائدہ پہنچاتے ہیں جس کو لکھائی آتی ہو۔ اگر کسی کو لکھائی ہی نہ آتی ہو تو اسے قلم اور دوات کیا فائدہ دیں گے؟

لَتَهۡدِيٓ [آپ ہدایت کرتے ہیں] اور لَا تَهۡدِي [آپ ہدایت نہیں کرسکتے] میں فرق

جن مقامات میں پیغمبر سے ہدایت سلب کی گئی ہے: إِنَّكَ لَا تَهۡدِي [سورۃ القصص56:28] وہاں ہدایت بمعنی توفیق ہے[9] اور جن آیات میں پیغمبر کے لئے ہدایت کا اثبات کیا گیا ہے: وَإِنَّكَ لَتَهۡدِيٓ [سورۃ الشوریٰ52:42] وہاں ہدایت کے معنی بیان کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ فصلت کے حوالے سے ما قبل میں گزرا: قوم ثمود کو ہم نے بیان کیا تھا پر انہوں نے ضد کو ہدایت کے مقابلے میں ترجیح دی۔

ہدایت بین الشیئین [دو چیزوں کے مابین] ہوتی ہے۔ اور دونوں کے وجود سے ہی ہدایت تام ہوتی ہے۔ جیسے "تعلیم" کا وجود بین الرجلین [دو افراد کے درمیان تعلق] پر موقوف ہے۔ تعلیم کے لئے کم از کم دو افراد یعنی ایک قابل استاد اور ایک قابل شاگرد کا ہونا ضروری ہے۔ جب استاد بیان کرے اور شاگرد سیکھ لے۔ تو کہتے ہیں: عَلَّمْتُهُ « میں نے اسے تعلیم دی » (اور سیکھنے کے ذریعے شاگرد نے اس کا اتمام کردیا)۔

اور اگر استاد بیان کرے اور شاگرد کچھ نہ سیکھے۔ تو شاگرد سے کہا جاتا ہے: أَمَا عَلَّمَكَ أَحَدٌ؟ « کیا تجھے کسی نے ایک حرف بھی نہیں پڑھایا؟ » اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کے سامنے بیان ہی نہیں ہوا۔ بلکہ استاد نے تعلیم تو دی ہوتی ہے لیکن دراصل اس نے سیکھا نہیں ہوتا۔ اور نہ سیکھنے کی وجہ سے شاگرد تعلیم کا اتمام نہیں کرتا (کیونکہ تعلیم کا اتمام دونوں چیزوں کے وجود پر موقوف ہے) گویا کہ اسے سرے سے بیان ہوا ہی نہیں۔

اسی طرح ہدایت کا انحصار بھی وجود شیئین پر موقوف ہے۔ هَدَيْتُهُ میں نے اس کے سامنے بیان کیا اور اس نے مان لیا تو ماننے کی وجہ سے وہ مہتدی کہلاتا ہے۔ اور مَا هَدَيْتُهُ کا یہ مطلب ہے کہ میں نے بیان تو کیا لیکن اس نے نہیں مانا تو ایسا ہے جیسے اسے ہدایت ہی نہ کی گئی ہو۔

اسی لئے قرآن مجید میں جہاں بھی ایسی آیات ہیں تو وہاں یہ مطلب مد نظر رہے۔ جیسے:

"وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ "[سورۃ البقرۃ258:2] « اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو توفیق نہیں دیتا »

یہاں ہدایت نہ دینے سے مراد توفیق ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ ظالموں کو بیان نہیں کرتا بلکہ (بیان کے لئے) انبیاء علیم السلام کو مبعوث فرماتا ہے:

"وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبۡعَثَ رَسُولٗا "[سورۃ الاسراء15:17] « ہم اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کہ پیغمبر نہ بھیجیں »

اسی لئے نفی [لَا تَهۡدِي] سے مراد ایک چیز ہے اور اثبات [لَتَهۡدِيٓ] سے مراد دوسری چیز ہے۔ جب کسی پر یہ فرق واضح نہیں ہوتا تو اسے اشکال آتا ہے کہ جب ظالموں کو اللہ نے ہدایت نہیں کی تو پھر ان کی گرفت کیوں کرتا ہے؟ جواب: ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت (بیان) ان کو کی گئی تھی لیکن انہوں نے ہدایت پر عمل نہیں کیا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

مثال:

ایک پیاسا پیاس کی وجہ سے دم توڑ دے تو دو احتمالات ہیں:

- یا تو اسے پانی سرے سے میسر ہی نہیں تھا۔
- اور یا پانی میسر تھا اور اس کے پاس لایا بھی گیا لیکن اس نے جان بوجھ کر پیا نہیں اور مر گیا۔

اسی طرح یہاں بھی کفار کو پیاس بجھانے کے لئے حق تو بیان کیا گیا ہے لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا اور ہلاک ہوئے۔ ہدایت کے ان معانی میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے بالآخر دوانیہ بن جاتی ہے۔ مشہور منطقی جلال الدین دوانی[10] جنہیں علامہ اور محقق کہا جاتا ہے نے امور عامہ اور شرح تہذیب میں لفظ ہدایت کی کھچڑی بنائی ہے کہ ایک ہدایت حرف جر کے واسطہ سے اور دوسری بلاواسطہ حرف جر۔ تہذیب کی عبارت میں لفظ "اَهۡدِنَا" پر اس نے ایک لایعنی تطویل کی ہے۔ حالانکہ اس کے علم اور تحقیق کا یہ حال ہے کہ اس نے پندرہواں پارہ نہیں پڑھا تھا۔ کیونکہ اس نے فرعون کے مؤمن ہونے پر مستقل کتاب "ایمان فرعون" کے نام سے لکھی ہے۔ اور دلیل میں قرآن مجید کی آیت پیش کی ہے:

"وَأَغۡرَقۡنَآ ءَالَ فِرۡعَوۡنَ" [سورة البقرة2:50] « اور ہم نے غرق کیا آل فرعون کو »

چونکہ مضاف الیہ حکم سے خارج ہوتا ہے (اس لئے فرعون غرق نہیں ہوا) جیسے: جاءنی غلام زید «میرے پاس زید کا غلام آیا تھا (پر زید نہیں آیا)» ملا علی قاری نے اس کے رڈ میں رسالہ لکھا ہے "فر العون من ایمان فرعون"۔ حالانکہ سورۃ بنی اسرائیل میں آتا ہے:

"فَأَغۡرَقۡنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ جَمِيعًا "[سورة الاسراء17:103] « پس ہم نے اس (فرعون) کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو ڈبو دیا »[11]

ہندوستان میں علم منطق کے فروغ کے لئے انگریزوں کی کوششیں:

ہندوستان میں اپنے قبضے کے استحکام کے لئے انگریزوں نے دو بے ایمانیاں کیں:

1. دینی کتابوں میں تحریف
2. اہل علم کی تضحیک

دینی کتابوں میں تحریف:

انگریزوں نے جب ارض ہند پر اپنا قدم رکھا تو اسے یہ فکر لاحق تھی کہ جب تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد ہے تو وہ کبھی بھی اس سرزمین پر اپنا قبضہ نہیں جما سکتے۔ اس جذبے کو ختم کرنے کے لئے ان کی ایک کوشش یہ تھی کہ صحیح بخاری میں جو حدیث آئی ہے:

"ينزل فيكم ابن مريم حكما ومقسطا... ويضع الجزية" [صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسی بن مریم، حدیث:3448]

« سیدنا عیسی علیہ السلام عدل وانصاف کے لئے تم میں اتریں گے اور وہ جزیہ ختم کر دیں گے۔ »

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ: ابھی تو میں اہل کتاب سے جزیہ لے رہا ہوں۔ کیونکہ آج تین باتیں ہیں: اسلام لے آؤ تو بچ جاؤ گے۔ جزیہ دو تو بچ جاؤ گے اور یا پھر قتل ہے[12]۔ لیکن قرب قیامت میں جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ جزیہ قبول نہیں کریں گے، کیونکہ اس وقت دو ہی باتیں رہ جائیں گی یا اسلام قبول کرنا اور یا قتل۔ انگریزوں نے صحیح بخاری کے اس لفظ میں تحریف کی کیونکہ چھاپہ خانے تو تھے نہیں بلکہ قلمی نسخے ہوتے تھے[13] تو انہوں نے جزیہ کے لفظ میں "جیم اور زاء" سے نقطہ ہٹایا اور "یاء" سے "باء" بنا دی، تو جِزۡيَةَ سے حَرۡب ہو گیا۔ سیدنا عیسیٰ السلام جب آئیں گے تو وہ عدل وانصاف قائم کریں گے اور ویضع الحرب جنگ (یعنی جہاد) کو منسوخ کر دیں گے۔ اب انگریزوں کو اس اعلان کے لئے عیسیٰ کی ضرورت پڑی۔ تو غلام احمد قادیانی سے کہا کہ تم دعوی کرو کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا۔ اور اس پروپیگنڈے کو پھیلانے کے لئے

انہوں نے کثیر رقم خرچ کی اور ملک میں قادیانیت کا بھرپور اشتہار کیا۔ مقصد یہ تھا کہ جب لوگ اسے عیسی مانیں گے تو عیسی کے زمانے میں بخاری کی محرف روایت کے مطابق جہاد ختم ہو جائے گا۔ لوگ جہاد سے منحرف ہو جائیں گے اور یوں اس سرزمین پر ہمارا اقتدار مستحکم ہو جائے گا۔

حالانکہ صحیح بخاری میں یہ حدیث تین جگہ مروی ہے جو جگہ انہیں معلوم تھی وہاں تحریف تو کر دی۔ لیکن دوسری جگہیں "کتاب البیوع حدیث:2222 اور کتاب المظالم والغصب، حدیث:2476" کی معلوم نہیں تھیں اس لئے وہاں ویضع الجزية اپنی اصل پر باقی رہا، وہاں الحرب نہیں ہے۔ مسند احمد اور حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی الحرب نہیں ہے بلکہ جزیۃ ہے۔ صحیح بخاری میں مسلسل یہ غلطی چلی آرہی ہے اور لوگ اصلاح نہیں کرتے۔ صحیح بخاری کے دیگر مقامات میں بھی اس قسم کی املائی غلطیاں ہیں۔

راویوں کی وجہ سے اغلاط کا تسلسل:

کتب فقہ سے مثال:

ہدایۃ[14] میں ہے کہ میت کو لحد میں رکھنے والا یہ دعا پڑھے:" باسم الله وعلى ملة رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ اس لئے کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جب ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو لحد میں اتارا تو مذکورہ الفاظ کہے تھے۔ ہدایہ میں جس صحابیؓ کی تدفین کے بارے میں کہا گیا ہے، وہ صحابی نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی وفات کے ڈھائی سال بعد تک زندہ رہا ہے تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اسے لحد میں کیسے اتارا؟ حالانکہ یہ وہ شخص ہے جو مسیلمہ کذاب کے قتل میں شریک تھا۔ اور ہدایہ کی عبارت کے مطابق آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کی تدفین میں شریک تھے[15]۔ دراصل اس میت کا نام کوئی اور تھا، راوی کو غلطی ہوئی تو اس نے دوسرے صحابی یعنی ابو دجانہؓ کا نام لے لیا۔[16] ہدایہ میں یہ غلطی شروع سے چلی آرہی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ لفظ سرے سے پڑھا ہی نہ جائے لیکن غلطی کی نشاندہی ضروری ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہدایہ میں اس قسم کی غلطیاں ہیں۔ لیکن لوگ لکیر کے فقیر ہیں۔ بس جو لکھا ہے پڑھتے رہو خواہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ہمارے ہاں علم تو ہے نہیں کہ تقابل کیا جائے اور غلط روایات کی نشاندہی کی جائے۔

کتب حدیث سے مثال:

احادیث میں راویوں سے اس قسم کی غلطیوں کی متعدد مثالیں آتی ہیں۔ روایت میں لفظ ایک طرح کا ہوتا ہے راوی کچھ اور نقل کر دیتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے: رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ منیٰ تشریف لائے اور نماز کے لئے اپنی عصا کو بطور سترہ گاڑ دیا۔ راوی نے کہا:

"أمر النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بمنى فركز عَنْزَةَ فصلى إليها"[17]

ایک ہے عَنْزَة نون کے سکون کے ساتھ یعنی بکری کا بچہ اور ایک ہے عَنَزَة نون کے زبر کے ساتھ یعنی عصا اور لاٹھی۔ راوی نے زبر کی بجائے سکون کے ساتھ پڑھا تو مطلب یہ بنا کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے منی میں نماز پڑھتے ہوئے بکری کے بچے کو سترہ بنایا۔ تو راویوں سے اس قسم کی غلطیاں کتابوں میں آتی ہیں[18]۔ تغلیط سے پاک صرف ایک کتاب "قرآن مجید" ہے:

" إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ " [سورة الحجر 9:15]

« بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہمیں نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں » ۔ باقی تمام کتابوں میں یہ غلطیاں موجود ہیں۔

علم میں ضعف کی وجہ:

- اردو تراجم:

اس زمانے میں علم اتنا محدود ہو چکا ہے، کہ اکثر کتابوں کے اردو تراجم ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید کا اردو ترجمہ، صحیح بخاری کا اردو ترجمہ موجود ہے، اسی سے پڑھو اور پڑھاؤ۔ اگر تمیں ایک حرف کی بھی سمجھ نہیں ہے پھر بھی تم مفسر اور محدث ہو۔ اسی طرح منطق، نحو اور ہر فن کی کتابوں کے اردو تراجم ہو چکے ہیں۔ اور یوں حقیقی علوم ختم ہو گئے۔ اور یہ بھی لادینی قوتوں کی ایک چال ہے کہ کیسے لوگوں کو عربیت سے ناواقف کیا جائے۔

- وظائف کا حصول:

آج جگہ جگہ مدارس، کالجز اور یونیورسٹیاں بن رہی ہیں جن میں طلباء کو علم سے کوئی سروکار نہیں بلکہ وظائف (ماہانہ پیسوں) کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں: فلاں جگہ اتنا اتنا وظیفہ ملتا ہے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ یہاں اس تعلیمی درسگاہ میں سختی اور تکلیف برداشت کریں۔ فلاں جگہ کیوں نہیں جاتے جہاں اچھی سکونت کے ساتھ وظیفہ بھی ملے گا۔

ہائے افسوس! کہ وظیفوں کے پیچھے طلبہ سرگرداں پھر رہے ہیں اور اس کی لالچ نے انہیں اندھا کر دیا ہے۔

2. اہل علم کی تضحیک

انگریزوں کی دوسری بے ایمانی اور خیانت یہ تھی کہ جس نے منطق پڑھی ہوتی تھی اسے بڑا عالم اور علامہ کہتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ منطق میں دین تو ہے نہیں۔ جو شخص فقہ پڑھاتا وہ تھوڑا بہت مولوی ہے۔ لیکن جو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھاتا اسے محض شیخ کہتے تھے یعنی سرے سے مولوی ہی نہیں کیونکہ اسے دیگر کتابوں کا علم نہیں ہے۔ اس طریقے سے انہوں نے علم کی تحقیر کی۔ آج بھی مدارس میں قرآن مجید کا کماحقہ پڑھنا پڑھانا نہیں ہے۔ یہ انگریزوں کی اسی چال کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ قرآن مجید میں جہاد کا ذکر ہے اور اس نے مسلمان کو یہ تنبیہ دی ہے کہ اگر تم جہاد نہیں کروگے تو تم سرے سے مسلمان ہی نہیں[19]۔ انگریزوں نے اس ملک سے قرآن مجید کے علم کو مٹانے کی اس حد تک کوشش کی کہ جو شخص قرآن مجید کی تعلیم دیتا اسے جیل میں ڈال دیتے یا جلاوطن کر دیتے یا لالچ کے طور پر اس کے لئے وظیفہ مقرر کرتے تاکہ اس طریقے سے اس کا منہ بند کیا جائے۔ اٹھارہ سال تک ہر دوسرے تیسرے دن پولیس مجھے[20] تھانے لے جاتی۔ یہ انگریزوں کا زمانہ تھا[21]۔ ایک دن میں نے تھانیدار سے پوچھا: مجھے روزانہ لایا جاتا ہے، کبھی مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ میرا جرم کیا ہے؟ کہنے لگا: تمہیں اپنا جرم خود اچھی طرح معلوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ ہم کہاں کہہ سکتے ہیں کہ تم قرآن مجید پڑھاتے ہو یہی تمہارا جرم ہے۔ انگریزوں کے علاوہ مولوی بھی قرآن مجید کے مخالف تھے اور کہتے: جب تک کسی نے چودہ علوم نہیں سیکھے[22]، وہ قرآن مجید کا ترجمہ نہیں پڑھ سکتا۔ شاہ اسماعیل شہید پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یہ اس لئے کافر ہے کہ وہ امیوں کو قرآن مجید پڑھاتا ہے[23]۔ انگریزوں کے نزدیک عالم بزرگ اسے کہا جاتا تھا جو علم سے عاری ہوتا۔ صاحب حق (مولوی صاحب کا جانشین) تو ان کے نزدیک اور بھی بڑے بزرگ ہوتے تھے کیونکہ اسے ایک حرف کا علم تک نہیں ہوتا تھا۔ یعنی جتنا زیادہ علم سے تہی دامن ہوتا تھا اتنا ہی وہ بڑا بزرگ اور بڑا عالم ہوتا تھا۔ صورت حال یہ ہوئی کہ علامہ صاحب (منطقی) نماز نہیں پڑھا سکتا تھا اور اپنے طالب علم اور شاگرد کو امامت کے لئے آگے کرتا کیونکہ خود وہ قرآن مجید کو سمجھتا نہیں تھا۔ قرآن وسنت سے تقریر نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ علم سے عاری ہوتا تھا لیکن انگریزوں نے اسے جامع المعقول والمنقول جیسے بڑے بڑے القابات دیئے تھے، تاکہ ان القابات کی ترویج کے ذریعے لوگوں کی توجہ قرآن مجید وحدیث سے ہٹ جائے۔

اہل علم میں تکلفات کا رائج ہونا:

اس ماحول کا اثر یہ ہوا کہ تکلفات رواج پا گئیں۔ مولوی بغیر دری اور چٹائی کے زمین پر بیٹھنے کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ گیم شحیم اتنا ہوتا کہ اپنی جگہ سے ہلنا اس کے لئے مشکل ہوتا تھا۔ سفید پگڑی اور لباس لازم تھی۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ایضاح الحق الصریح میں لکھا ہے: کہ عالم کو چاہئے کہ اپنا لباس تبدیل کرتا رہے اور صرف سفید رنگ کا التزام نہ کرے[24]۔ پگڑی کا لزوم سنت نہیں ہے لیکن مولوی نے پگڑی باندھنا لازم کی تھی۔ مختصر یہ کہ مولوی نام تھا کہ کوئی کام کاج اور کسب نہیں کرے گا، کسی چیز کو ہاتھ لگانا اس کے شایان شان نہیں تھا، اپنے کپڑے خود نہیں دھو سکتا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ وہ معاشرے کا ایک بیکار فرد تھا۔ تو اب جس شخص کی یہ حالت ہو تو وہ کیا جہاد کر سکے گا؟ کسی کام کا نہیں لیکن لقب جامع المعقول والمنقول تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ڈیڑھ سو سال تک انگریز دھوکے باز اس ملک پر مسلط رہا اور مسلمانوں سے جہاد کا جذبہ ختم کر ڈالا۔ آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں وہی بات ہے کہ مولوی پر جہاد نہیں ہے کیونکہ یہ انگریزوں کی کوشش کی تھی۔ اور بعد میں خود مذہبی لوگوں نے بھی اس روش کو تقویت دی کہ معقول کے ماہر کو علامہ کہتے تھے اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانے والے کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔

صراط مستقیم کی تشریح

راستے تو بہت سے ہیں لیکن سیدھا راستہ کون سا ہے؟ سیدھا راستہ وہ ہے جس پر چل کر آدمی منزل تک جلدی پہنچ جائے اور اسی لئے صراط کی صفت مستقیم ذکر کی گئی ہے کیونکہ ٹیڑھے راستے پر چلنے کے دو نقصانات ہیں:

1. ایک یہ کہ آدمی اپنی منزل تک نہیں پہنچ پاتا
2. اور دوسرا یہ کہ انسان تھک جاتا ہے۔

یہاں صراط کی صفت مستقیم ذکر کی گئی ہے تو کبھی اس کے علاوہ لفظ ذکر کیا جاتا ہے، جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے والد سے کہتے ہیں:

"أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا" [سورۃ مریم43:20]

« میں آپ کو سیدھی راہ کی رہنمائی کروں گا »

اقلیدس[25] کی مثال سے صراط مستقیم کی وضاحت:

صراط کو مستقیم کے ساتھ موصوف کیا گیا کیونکہ مستقیم راستہ سیدھا بھی ہوتا ہے اور مختصر بھی۔ اقلیدس میں مختلف شکلیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام شکل حماری ہے۔ شکل حماری[26] اس شکل کو کہتے ہیں جس کے دو ضلع سیدھے ہوں اور درمیان میں سیدھا ایک وتر کھینچا جائے۔ اب اگر ایک شخص ایک ضلع پر چل کر پھر دوسرے ضلع سے ہوتے ہوئے آخر تک پہنچے تو یہ فاصلہ لمبا ہوگا۔ اس کو حماری اس وجہ سے کہا جاتا ہے، کہ اوپر کے زاویے میں گھاس رکھ دو اور دوسرے کنارے پر گدھے کو کھڑا کر دو۔ تو گدھا ضلعوں پر چل کر گھاس تک پہنچنے کا راستہ اختیار نہیں کرے گا بلکہ وہ وتر[27] کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ یعنی گدھے میں بھی یہ شعور ہے کہ وتر مختصر راستہ ہے۔ اس لئے ریاضی دانوں نے اس کو شکل حماری کا نام دیا ہے۔ کیونکہ یہ شکل اتنی آسان ہے کہ ان کا دعوی ہے کہ ہر وتر دو ضلعوں سے کم اور مستقیم (سیدھا) ہوتا ہے۔

ارے بے وقوف انسان! کیا تم میں گدھے جتنا شعور بھی نہیں ہے کہ وہ تو وتر کو دو ضلعوں سے کم سمجھتا ہے اور تم نے ٹیڑھا اور طویل راستہ اپنایا ہوا ہے۔ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے کی قبر کی زیارت کے لئے اس لئے جاتا ہوں تاکہ میری مراد پوری ہو سکے۔ عمل میں سنت کی بجائے بدعات کا ٹیڑھا راستہ اختیار کیا ہے۔ جبکہ سیدھے راستے پر چلنے والا کا عقیدہ یہ ہے کہ چوں چرا کے بغیر اللہ سے مانگتا ہوں اور وہ یقینا میری حاجت روائی کرے گا۔ اور اتباع سنت ہی میں میری نجات ہے۔

صراط مستقیم کے مصداقات:[28]

1. اللہ کی عبادت [توحید]

- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"إِنَّ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ "[سورۃ آل عمران 51:3، سورۃ مریم 43:19، سورۃ الزخرف 64:43]

« بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے تو اسی ہی کی عبادت کرو یہ (صرف اللہ کی عبادت) سیدھا رستہ ہے »

- "وَأَنِ ٱعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ " [سورۃ یس 61:36]

« اور (کیا میں نے یہ حکم بھی نہیں دیا تھا) کہ صرف میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھا رستہ ہے »

2. اتباع سنت:

- پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صراط مستقیم پر ہیں اور آپ کی اتباع کرنے والا بھی صراط مستقیم پر ہے:

"وَٱلْقُرْءَانِ ٱلْحَكِيمِ ۝٢ إِنَّكَ لَمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝٣ عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٤ " [سورۃ یس 2:36-4]

« گواہ ہے قرآن مجید جو حکمت سے بھرا ہوا ہے (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بے شک آپ بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے ہو سیدھے رستے پر »

- "إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ۝٢ [سورۃ الفتح 1:48-2]

« (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح دی۔ تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے بوجھ دور کر دے[29] اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو سیدھے رستے پر مضبوط کر دے »

- "فَٱسْتَمْسِكْ بِٱلَّذِيٓ أُوحِيَ إِلَيْكَ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ "[سورۃ الزخرف 43:43]

« پس تمہاری طرف جو (کتاب) وحی کی گئی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ بے شک آپ سیدھے رستے پر ہیں »

- "وَهَدَيْنَٰهُمَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ "[سورۃ الصافات 118:38]

« اور ہم نے ان دونوں (موسیٰ اور ہارون) کو سیدھے رستے پر مضبوط کیا تھا »

3. قرآن مجید

- "وَهَٰذَا صِرَٰطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ " [سورۃ الانعام 126:6]

« اور یہی (قرآن مجید) تمہارے پروردگار کا سیدھا رستہ ہے۔ تحقیق ہم دلائل واضح کرتے ہیں اس قوم کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں »

- "وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُۥ ۗ وَمَن يَعْتَصِم بِٱللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ [سورۃ آل عمران 101:3]

« اور کیسے تم کفر کرو گے حالانکہ تم پر اللہ کی کتاب پڑھی جاتی ہے اور تم میں (سنت) رسول موجود ہو۔ جس نے اللہ (کی کتاب) کو مضبوطی سے تھاما تو تحقیق اسے سیدھے رستے کی توفیق دی گئی ہے »

- "وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ " [سورۃ الانعام 153:6]

« اور بلاشبہ یہ (قرآن) میرا سیدھا رستہ یہی ہے پس اسی کی تابعداری کرو اور دیگر رستوں پر نہ چلنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے الگ کر دیں گے »

صراط مستقیم سے مانعین:

1. ابلیس:

- "قَالَ فَبِمَآ أَغْوَيْتَنِى لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَٰطَكَ ٱلْمُسْتَقِيمَ" [سورۃ الاعراف 16:7]

«(پھر) شیطان نے کہا پس جس سبب سے تونے مجھے پریشان کیا تو میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا»

میں ان کے لئے قرآن مجید کے رستے میں بیٹھوں گا اور قرآن مجید کے لئے نہیں چھوڑوں گا۔

2. سادات واکابرین:

- "وَقَالُواْ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠" [سورۃ الاحزاب 67:33]

«اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو (سیدھے) رستے سے گمراہ کر دیا»

سبیل سے مراد قرآن مجید، توحید اور عبادت ہے۔ شکایت کریں گے اللہ ہم نے اپنے بڑوں اور سرداروں کی بات مانی تھی جنہوں نے ہمیں تمہاری عبادت اور قرآن مجید سے پھیرا تھا۔

3. باطل پرست پیر اور مولوی:

- "يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَـٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ [سورۃ التوبۃ 34:9]

«اے ایمان والو! بے شک بہت سے مولوی اور پیر لوگوں کا مال باطل طریقوں سے ہڑپتے ہیں اور (انہیں) اللہ کے راستے سے روکتے ہیں»

سبیل اللہ سے مراد توحید، اتباع سنت اور قرآن مجید ہے یعنی بہت سے پیر اور مولوی حرام کھاتے ہیں اور سبیل اللہ سے لوگوں کو پھیرتے ہیں۔

صراط مستقیم کی طرف داعین [دعوت دینے والے]

قرآن مجید نے اگر مانعین یعنی صراط مستقیم کے دشمن بتائے ہیں تو ساتھ دوست بھی بتائے ہیں۔ صراط مستقیم کی طرف دعوت دینے والے کون ہیں:

- "قُلْ هَـٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى "[سورۃ یوسف 108:12]

«کہہ دو کہ یہ میرا رستہ ہے میں اللہ کی طرف (لوگوں کو) بلاتا ہوں۔ میں دلیل پر ہوں اور جو لوگ میری تابعداری کرتے ہیں»

هَـٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ یعنی قرآن مجید میرا اور میرے متبعین دونوں کا راستہ ہے۔ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سب سے پہلے اتباع کون تھے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

- "وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ" [سورۃ المؤمنون 73:23]

«اور بلاشبہ آپ (اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاتے ہیں»

- "وَأَنْ أَتْلُوَاْ ٱلْقُرْءَانَ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ" [سورۃ النمل 92:27]

«اور (مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے) کہ قرآن پڑھا کروں۔ تو جو شخص ہدایت حاصل کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اور جو کوئی اس سے پلٹتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں»

صراط مستقیم سے ناکبین [پھرنے والے]

- مشرکین:

"وَجَعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا۟ عَن سَبِيلِهِۦ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا۟ فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى ٱلنَّارِ " [سورۃ ابراہیم 30:14]

« اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کئے تاکہ (لوگوں کو) اس کے (سیدھے) رستے سے گمراہ کریں۔ کہہ دو کہ (معمولی) فائدہ اٹھالو بے شک (آخرکار) تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے »

"وَإِنَّ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ عَنِ ٱلصِّرَٰطِ لَنَٰكِبُونَ " [سورۃ المؤمنون 74:23]

« اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ (سیدھے) رستے سے منہ پھیرتے ہیں »

- "وَصَدَّهَا مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ كَٰفِرِينَ " [سورۃ النمل 43:27]

« اور اس (بلقیس) کو روکے رکھا تھا اس (شرک) نے جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی۔ (اس لئے) کہ وہ کافر قوم میں سے تھی »

- مبتدعین:

"رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِى فَإِنَّهُۥ مِنِّى ۖ وَمَنْ عَصَانِى فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ "[سورۃ ابراہیم 36:14]

« اے پروردگار بے شک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ سو جس شخص نے میری تابعداری کی تو بے شک وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے »

بشارت اور تخویف[30]

﴿ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ﴿٦﴾ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ﴿٧﴾ ﴾

« راستہ ان لوگوں کا جن پر تونے احسان کیا ہے[31]۔ نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ حیران وپریشان لوگوں کا »[32]

منعم علیہم کون ہیں؟

قرآن مجید نے اس کی تفسیر خود کی ہے:

"وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُو۟لَٰٓئِكَ رَفِيقًا "

[سورۃ النساء 69:4]

« اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی پیغمبر اور صدیقین اور شہداء اور نیکوکار، اور کیا ہی اچھے دوست ہیں »

أَنْعَمْتَ کے فاعل کو ظاہر اذکر کیا ہے اور غضب کے فاعل کو حذف کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا ہے جبکہ غضب کے فاعل کو تعمیم کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے کہ جملہ مخلوق ان پر لعنت بھیجتے ہیں[33]۔ اللہ فرماتے ہیں:

" إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى ٱلْكِتَٰبِ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ [سورۃ البقرۃ 159:2]

« جو لوگ چھپاتے ہیں وہ جس کو ہم نے نازل کیا ہے واضح دلائل (توحید کے) اور سنت بعد اس کے کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کیا ہے۔ ایسوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں »

سورۃ فاتحہ میں لوگوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:[34]

1. عالم باعمل / عالم بالحق : وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو یعنی عالم باعمل اور حق پر چلنے والا اور احکام الٰہی کا ماننے والا۔ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ میں اسی قسم کے علماء مراد ہیں۔
2. عالم بلا عمل / عالم بالحق متبع الھویٰ : وہ عالم جو باوجود حق جاننے کے اپنے علم پر عمل کرنے والا نہیں ہے، اور اپنی خواہش کے پیچھے چلنے والا ہے۔ مغضوب علیہم میں اس قسم کے علماء کی طرف اشارہ ہے۔
3. عامل بلا علم / جاہل بالحق : وہ جو عمل تو کرتا ہے لیکن علم نہیں ہے، اور علم نہ ہونے کی وجہ سے مشوش ہے۔ ضالین میں اس گروہ کی طرف اشارہ ہے۔

مغضوب علیهم اور تفسیر بالمصداق

مغضوب علیهم جو حق کو سمجھنے کے باوجود ضد اور عناد پر اڑے رہیں اور ان کے دلوں پر مہر جباریت لگ چکی ہے۔ غضب خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمۡ کے قبیل سے ہے اور قانون الٰہی یہ ہے کہ مہر پہلے سے ہی نہیں لگائی جاتی کیونکہ: إِنَّ عَلَيۡنَا لَلۡهُدَىٰ [سورۃ اللیل 92:12] « بے شک ہم پر ہدایت کا بیان لازم ہے » بلکہ ضد عناد کے بعد بطور سزا لگائی جاتی ہے۔ اسی لئے مفسرین اس کا مصداق یہود ذکر کرتے ہیں[35] کیونکہ تورات کا علم ہونے کے باوجود ان پر غضب کیا گیا ہے۔ مغضوب علیهم کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہود نے حق چھپایا تھا تو ان پر غضب ہوا۔ بلکہ یہ ایک صفت ہے اور جو کوئی بھی اس عمل کے ساتھ متصف ہوگا تو یہ صفت اس کی ہوگی خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، پٹھان ہو یا پنجابی۔

كل من اتصف بهذه الصفة فله الحكم كذا

« ہر وہ شخص جو اس صفت کے ساتھ متصف ہو تو اس کے لئے یہی حکم ہے »

مغضوب علیهم کسی مخصوص فرقے کا نام نہیں ہے۔ مفسرین جو اس کا معنی "یہود" کرتے ہیں انہوں نے اس کے ذریعے صرف مصداق بتایا ہے۔ مصداق کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جن پر غضب ہوا ہے اس کی مثال کون ہوں گے؟ جیسے یہود۔ اور کون؟ جیسے علماء سوء۔ اور کون؟ ضد اور عناد کرنے والا۔

مثال: جیسے ایک شخص کہے سفید رنگ چمکتا ہے۔ کوئی پوچھے کیسے؟ تو مصداق کے طور پر وہ جواب دیتا ہے جیسے یہ سفید ٹوپی۔ جیسے یہ سفید پگڑی یعنی مصداق کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسی لئے مفسرین کے تفسیر کرنے کا انداز مختلف مختلف ہوتا ہے بعض لفظ کو حل کرتے ہیں تو بعض تفسیر بالمصداق ذکر کرتے ہیں۔ اسی لئے مصداق اور معنی کے مابین فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔ شاہ ولی اللہؒ الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں:

"اگر می خواهی که نمونه یهود را مے بینی علماء سوء... تماشا کن كأنهم هم "[الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (فارسی):9]

« اگر تم (اس زمانے میں) یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو (اس امت کے) علماء سوء کو دیکھو گویا کہ یہ وہی یہود ہیں »

جنہوں نے دین کو ذریعہ معاش بنایا ہے۔ جیسے آج سارے مولوی خوب قائل ہیں کہ مالدار پر زکوۃ حرام ہے لیکن پھر بھی باوجود مالدار ہونے اپنے آپ کو مستحق سمجھتے ہیں۔ خوب قائل ہیں کہ یتیم کا مال ظلم کے ساتھ کھانا حرام ہے پھر بھی کھاتے ہیں۔ قائل ہیں کہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ شرک و کفر "مثلاً غیر اللہ کی نذر و نیاز اور اسے غائبانہ پکارنے" جیسی باتوں پر سکوت (خاموش رہنا) زنا اور قتل سے بڑھ کر گناہ کبیرہ ہے[36]۔ لیکن پھر بھی مصلحت کا عذر باطل لئے خاموش ہیں اور رد منکر نہیں کرتے۔ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ بدعت میں شرکت کرنا گناہ کبیرہ ہے، لیکن باوجود اس کے خود حیلۂ اسقاط کے دائرہ میں شریک ہیں۔ نماز کے بعد اجتماعی ہیئت کے ساتھ دعا میں مصروف ہیں۔ اسی لئے باوجود علم کے ان پر غضب ہوا ہے اور برباد ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علماء سوء راہ ہدایت نہیں پاتے۔

ٱلضَّآلِّينَ

ضاد-لام [ضَلَّ] کے مختلف معانی ہیں:[37]

1. گم ہونے اور غائب ہو جانے کے معنوں میں آتا ہے۔ضال وہ شخص جو اپنا مقصد کھو چکا ہے۔ قرآن مجید میں تیس مقامات پر ضل کھونے، غائب ہونے اور گم ہونے کے معنوں میں آیا ہے:

"وَضَلَّ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ يَدۡعُونَ مِن قَبۡلُ "[سورة فصلت 48:41]

« اور جن کو پہلے وہ (اللہ کے سوا) پکارا کرتے تھے (سب) ان سے غائب ہو جائیں گے »

2. کبھی خطا اور چوکنے کے معنوں میں آتا ہے۔ مطلب ضال وہ شخص جو مقصد کی جانب جا رہا ہو لیکن خطا ہو جائے:

"لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى " [سورة طه 52:20]

« میرا پروردگار نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے »

3. کبھی بھول کے معنی میں بھی آتا ہے، مطلب ضال وہ شخص جو اپنے مقصد کو بھول چکا ہے:

"أَن تَضِلَّ إِحۡدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحۡدَىٰهُمَا ٱلۡأُخۡرَىٰۚ " [سورة البقرة 282:2]

« کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے »

"ضال" کا جو ترجمہ "گمراہ" کا کیا جاتا ہے یہ اس لفظ کا لازمی معنی ہے جیسے کوئی راہگیر اپنی منزل کے راستے سے بھٹک جائے اسی طرح ضال بھی حق سے بھٹک گیا ہے۔

صحیح بخاری میں ایک حدیث مروی ہے:[38]

"ایک شخص نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: أي أب كنت لكم « میں آپ کا کیسا باپ تھا؟ » بیٹوں نے کہا « قالوا خير اب » بہت اچھے باپ تھے۔ بہت احسان ہمارے ساتھ کئے ہیں۔ تو انہیں وصیت کی اور تاکید کی کہ وہ ضرور اسے پورا کریں گے۔ باپ نے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دو۔ اگر ایک ہڈی بھی رہ جائے، اسے بھی ریزہ ریزہ کر کے راکھ بنا دو، پھر راکھ کو جمع کرو۔ اس کے بعد جب خشک دن میں تیز ہوا چل رہی ہو تو اسے سمندر میں پھینک دو « لعلي أَضِلُّ اللهَ فوالله لإن قدر علي رَبّي » شاید کہ اللہ مجھے ایسے ہی سمندر میں کھو دے، اور کوئی وجود ہی مجھے نہ دے۔ اللہ کی قسم! کہ اگر اللہ نے مجھے مشقت میں ڈالا تو وہ مجھے سخت سزا دے گا۔" ضاد-لام کا معنی گم ہونا اور قدر کا معنی تنگی لانا۔

ایک جناب مودودی صاحب ہیں جو بڑی آسانی سے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں: جب فرعون نے اس سے کہا: تم قتل کرنے کے بعد بھاگ گئے۔ سیدنا موسی علیہ السلام نے فرمایا: "فَعَلۡتُهَآ إِذٗا وَأَنَا۠ مِنَ ٱلضَّآلِّينَ " [سورة الشعراء 20:26] « (موسیٰ نے) کہا (ہاں) میں نے کیا تھا اور میں گمراہوں میں سے تھا »[39] حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ ضال کے دیگر معانی میں سے کوئی معنی کیا جاتا جو شان نبوت کے مطابق ہو۔ مطلب یہ کام میں نے تب کیا تھا جب میں بھولنے والوں میں سے تھا یا میں غائبین میں سے تھا، تمہارے سامنے نہیں تھا۔ اب تمہارے سامنے کھڑا ہوں تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو؟ یہ موسی علیہ السلام کی شجاعت اور بہادری کا کلام ہے۔ بعض مفسرین نے بھی غلطی کی ہے اور انہوں نے بھی اصل مقصد کو نہیں سمجھا۔ اور اصل مقصد یہ تھا کہ اس کلام سے سیدنا موسی علیہ السلام کی بہادری ظاہر کرنا مقصود ہے۔

ہر زمانے میں حق بیان کے بعد لوگوں کی تقسیم:

میں نے اپنی سوانح عمری "بقية الآثار من الحياة المستعار[40]" میں لکھا ہے کہ ہر زمانے میں جب ایک شخص حق بیان کرتا ہے تو اس کے مخاطب تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

1. بڑی عمر کے لوگ
2. ہم عمر
3. کم عمر

جب ایک مبلغ تینوں میں فرق نہیں کرتا اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے تو اس کی دعوت میں اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان تینوں کے ساتھ الگ الگ طریقہ کار اختیار کرنا ہے۔ بڑی عمر والے عموماً بات نہیں مانتے۔ کیونکہ وہ تمہیں اپنے آپ سے چھوٹا اور فقط ایک طالب علم سمجھتے ہیں۔ ان کو بیان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مبلغ انہیں انذار کرے یعنی عذاب الٰہی سے ڈرائے اور محض اپنا دفاع کرے۔ ان سے کہے: جی! آپ کو تو معلوم ہے کہ شرک کرنا ناقابل معافی جرم ہے اور اللہ نے اس کی سزا جہنم بتائی ہے[41]۔ ان کو زجر اور ڈرانے کی کوشش کرے اور ان کے سامنے اپنے علم کا اظہار کرے۔ انہیں اپنا علم اس انداز میں ظاہر کرے کہ جی! کل رات غیر اللہ نذر و نیاز کے مسئلے پر کتابیں دیکھ رہا تھا۔ شامی نے لکھا ہے: غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز دینا حرام ہے[42]۔ ہدایۃ الابرار میں بھی لکھا ہے: حرام ہے[43]۔ یعنی اسے یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ میرے پاس دلائل کے انبار ہیں۔ تو ڈر کی وجہ سے وہ منہ کھولنے کی جرات نہیں کرے گا۔ اگرچہ وہ منہ نہیں کھول سکے گا لیکن ان سے انقیاد کی طمع اور خیر کی امید نہ رکھے ہاں! اگر اللہ کسی پر رحم کرے اور سینکڑوں میں کوئی ایک دومان لیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بہت لوگ بظاہر ابتداء میں بات ماننے والوں میں سے نظر آئیں گے لیکن حق بیان کرنے پر وہ مد مقابل کھڑے ہوں گے۔

دوسری قسم کے مخاطب ہم عمر ہیں اور ان کی دو اقسام ہیں۔ بعض وہ ہیں جو تمہارے قریبی دوست اور تعلق دار ہیں اور بعض منقاد ہیں۔ ان میں سے آدھے تمہاری بات مانیں گے اور آدھے تمہارے مقابل ہوں گے۔ انہیں بیان کرنے کا طریقہ الگ ہے۔ انہیں یہ ترغیب دینی ہے کہ بڑوں نے تو کچھ کیا نہیں، شکر ہے کہ اللہ نے ہمیں قرآن مجید کو بیٹھنے کی سعادت نصیب کی اور اسے سمجھنے پڑھنے کی توفیق دی۔ ان کے لئے ترغیب و ترہیب، انابت اور تخویف کا انداز اختیار کرنا ہے۔

تیسری قسم کے مخاطب کم عمر ہیں۔ ان کو قرآن کے بنیادی مسائل کی تعلیم دینی ہے۔ انہیں دلائل، تخویف اور بشارت کی اول الذکر مخاطبین کی بہ نسبت ضرورت نہیں۔ اسی لئے ایک مقرر کے لئے حاضرین مجلس میں تینوں فرقوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جیسا کہ قرآن مجید نے تینوں فرقوں سے خطاب کیا ہے کہ یہود کو زجر، درمیانہ لوگوں کو دلائل، اور امیوں کو اصل مسئلہ بیان کیا ہے۔ جب ایک مقرر اور مبلغ امیوں کو تخویف، بشارت کی اصطلاحات اور عربی عبارات سنائے تو وہ خاک اس کی بات سمجھ سکیں گے۔

بسا اوقات مخاطبین کے انابت نہ کرنے اور بات نہ ماننے کی بنیادی وجہ بھی یہی ہوتی ہے کہ مقرر نے اپنے مخاطبین کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہوتا۔ سر لٹکائے یوں لگتا ہے کہ وہ صرف اپنے آپ سے مخاطب ہے۔ اسے سرے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ میں نے تقریر کیسی کرنی ہے اور میرے مخاطبین کون کون ہیں؟ اسی وجہ سے اس کی تقریر بے اثر ہوتی ہے۔

فرق ضالہ کی تردید:[44]

1. مشرکین:

﴿ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝١ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝٢ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ۝٣ ﴾ میں مشرکین کی تردید ہے جو غیروں کے لئے خدائی کی صفات ثابت کرتے ہیں اور ان سے رحمت وبرکت کی امید کرتے ہیں۔ اور ان کے نام پر نذرونیاز دیتے ہیں۔ اور انہیں نفع ونقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ لفظ "اللہ" میں ان مشرکین کی تردید ہے جو مخلوق کی تدبیر اللہ کے علاوہ غیروں کو کلی طور پر یا جزئی طور پر سونپتے ہیں۔ جزئی طور پر بایں معنی کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں بابا اور ولی بخار، سر درد، اولاد بخشنے کا ذمہ دار ہے۔

2. صابئین:

﴿ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾ میں صابئین کی تردید ہے کیونکہ ان کے نزدیک کواکب یعنی سورج، چاند اور ستارے سارے عالم کی تدبیر کرنے والے ہیں۔ ان کے مطابق ہر اقلیم کا الگ الگ الہٰ ہے۔ جس طرح اقالیم سبعہ [سات اقالیم] ہیں تو ان کی تدبیر کے لئے کواکب سبعہ [سات ستارے] ہیں۔

3. مبتدعین:

﴿ ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ﴾ میں مبتدعین کی تردید ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور اتباع کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نت نئے طریقے ایجاد کئے ہیں۔

4. دہریین

﴿ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾ کا اقرار دہریت کی تردید ہے۔ اور دہری چارپائے سے بھی گیا گزرا ہے، کیونکہ چارپائے کو حلال وحرام میں کوئی تمیز نہیں۔ جب کسی شخص کو یہ غم لاحق نہ ہو کہ حساب کتاب کا ایک دن مقرر ہے اور اس نے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے تو وہ کسی بھی جرم کے ارتکاب میں کیوں تامل کرے۔ چوری، ڈاکہ، زنا، عورتوں بچوں کو قتل کرنا، ظلم کرنا، حلال وحرام میں تفریق کرنا اس کے لئے اس لئے معیوب نہیں کیونکہ اس کا یہ تصور ہی نہیں کہ کل قیامت کے دن وہ ایک ذات کے سامنے وہ جواب دہ ہے۔ دہری دیگر کافروں کے مقابلے میں زیادہ ظالم ہے، اور یہی وجہ ہے کہ دہری جس ملک پر بھی حملہ آور ہوئے ہیں تو وہاں ظلم کو روا رکھنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ ایک حدیث میں آتا ہے: "لا تسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ"[45] « دہر یعنی زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ زمانہ ہی اللہ ہے » بعض لوگ دورہ حدیث تک سے فارغ ہو کر بھی اس حدیث کے معنی کو نہیں سمجھتے۔ جب مشکل حدیث سامنے آتی ہے تو اس پر آنکھیں بند کر کے خاموشی سے گزر جاتے ہیں۔ میں پہلے پہل دورۂ حدیث کے طلبہ کو یہ اعلان کرتا تھا کہ اگر کوئی مجھے اس حدیث کا مطلب سمجھا دے تو میں اسے انعام میں اپنی کتاب "سمط الدرر" دوں گا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ زمانہ بھی اللہ کی تجلیات کا ایک مظہر ہے۔ یہ روشنی اور تاریکی بھی اللہ کی تجلیات، شئون اور افعال میں سے ہیں، حالانکہ دہری لوگ دہر کو موثر حقیقی مانتے ہیں۔ جیسے انسان (زید، عمرو اور بکر) اللہ کے تجلیات کے مظاہر ہیں، جب اللہ ان سے اپنی تجلی ہٹالے تو وہ مٹی کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دہر اور اس میں آنے والے انقلابات اللہ کے افعال میں سے ایک فعل ہے وہی اس کا فاعل ہے تو کیا فعل بغیر فاعل کے ہوتا ہے اور اس کی حیثیت مفعول کی ہے۔ دراصل دہری نے مفعول کو خالق بنایا ہے۔ ﴿ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ﴾ میں بھی دہریت کی تردید ہے کہ ایک اور زندگی آنے والی ہے جس میں ہر انسان کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔

5. مجوس

﴿ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾ میں مجوس کی تردید ہے۔ جو کہتے ہیں کہ اس کی ربوبیت حیوانات کو شامل نہیں ہے۔ مجوس وہ گروہ جس کا مرکز ایران اور بانی کا نام زردشت تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ "الٰہ" وہ ذات ہو سکتا ہے جو ہر چیز پر غالب ہو اور ہر چیز پر غالب "آگ" ہے جو ہر چیز کو راکھ کر دیتی ہے۔ اسی غلبے اور الوہیت کی صفت ہونے کی وجہ سے آگ پوجا اور عبادت کے لائق ہے۔ اور "آگ" سارے عالم کی تدبیر کرتا ہے۔ ان کے نزدیک "الٰہ" دو ہیں: خیر کا خالق اور شر کا خالق، خیر کے خالق کو "یزدان" کہتے تھے اور شر کے خالق کو "اہرمن" کہتے تھے۔ قرآن مجید نے ﴿ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾ کہہ کر ان کی تردید کر دی کہ خیر اور شر کا مالک ایک ہے۔

6. ان منکرین کی تردید جو جزئیات پر اللہ کے علم کے قائل نہیں ہیں:

﴿ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ﴾ میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اللہ کو جزئیات کا عالم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ حمد اس ذات کے لئے سزاوار ہے جو کلیات اور جزئیات دونوں پر عالم ہو۔

7. منکرین نبوت:

ما قبل میں (مقصد دوم اثبات رسالت کے تحت) دس وجوہات ذکر کی گئی ہیں۔

8. روافض:

﴿ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ﴾ میں ان کی تردید ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ شامل ہیں جنہوں نے حق کو مانا اور اس کی تابعداری بھی کی۔

9. قدریہ [منکرین تقدیر] ، اور معتزلہ:

﴿ إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ﴾ میں ان دو گروہوں کی تردید ہے کیونکہ بندہ مدد طلب کرنے کا محتاج ہے کیونکہ حقیقی فاعل اور اختیار اللہ ہی کا ہے۔

10. جہمیہ اور معطلہ:

ان دونوں فرقوں کا عقیدہ ہے کہ ہم اللہ کے لئے کوئی صفت ثابت کرتے ہیں نہ ہی نفی کرتے ہیں کیونکہ اس سے تعدد لازم آئے گا۔ ان کے نزدیک صفات قدیم ہوں گی یا حادث۔ اگر قدیم ہیں تو تعدد وجباء لازم آتی ہے اور اگر حادث ہیں تو اللہ متلبس بالحوادث ہو گا، اسی لئے اللہ کے لئے کوئی صفت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے: انہیں اتنا معلوم نہیں ہے کہ آیا یہ صفات ذات کے ساتھ لازم ہیں یا ذات سے علیحدہ ہیں۔ اسی لئے سورۃ فاتحہ میں اللہ کے لئے صفات ثابت کرنے سے ان دونوں فرقوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔[46]

اس کے علاوہ معطلہ فرقہ کی بھی تردید کی گئی ہے جو اللہ کے صفات کے منکر ہیں۔ حالانکہ سورۃ میں اللہ، رب، رحمن، رحیم اور مالک اللہ کی صفات ذکر کی گئی ہیں۔

11. مغضوب علیہم:

قرآن مجید نے ان کی مختلف صفات ذکر کی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے حکم اور الفاظ کو بدل ڈالا:

"وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ ٱلذِّلَّةُ وَٱلۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُو بِغَضَبٖ مِّنَ ٱللَّهِۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ كَانُواْ يَكۡفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقۡتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ " [سورۃ البقرۃ 61:2]

« اور ذلت اور محتاجی ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ یہ اس لیے کہ اللہ کے نافرمان تھے اور حد سے تجاوز کرنے والے تھے »

اللہ کے حکم میں حیلے کرنا:

"قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ ٱللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ ٱلْقِرَدَةَ وَٱلْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ ٱلطَّٰغُوتَ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ "[سورۃ المائدۃ 60:5]

« کہہ دو کہ تحقیق میں تمہیں اللہ کے ہاں اس سے بھی بدتر بدلہ پانے والوں کی خبر دیتا ہوں۔ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جن پر وہ غضبناک ہوا اور (جن کو) ان میں سے بندر اور سور بنا دیا اور جنھوں نے شیطان کی پرستش کی ایسے لوگ بدترین درجے والے ہیں۔ اور وہ سیدھے رستے سے بہت دور ہیں »

12. ضالین:

اور یہ باطل شبہات پیش کرنے والے لوگ ہیں:

"أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ يَشْتَرُونَ ٱلضَّلَٰلَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا۟ ٱلسَّبِيلَ " [سورۃ النساء 44:4]

« بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا کہ وہ گمراہی کو پسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی رستے سے بھٹک جاؤ »

اللہ کے حکم سے منہ موڑنے والے:

"وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُۥ لَهَمَّت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ أَن يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ " [سورۃ النساء 113:4]

« اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر ہی چکی تھی اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے »

دین میں غلو کرنے والے:

"قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَا تَغْلُوا۟ فِى دِينِكُمْ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوٓا۟ أَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا۟ مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا۟ كَثِيرًا وَضَلُّوا۟ عَن سَوَآءِ ٱلسَّبِيلِ " [سورۃ المائدۃ 77:5]

« کہہ دو کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو (یعنی بدعات) اور ایسے لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلو جو (خود بھی) پہلے گمراہ ہوئے اور اکثریت کو گمراہ کیا اور سیدھے رستے سے بھٹک گئے »

حواشی:

[1] سمط الدرر:29

ابن قیم نے ربط ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:" وقد جمعت الفاتحة الوسيلتين، وهما التوسل بالحمد، والثناء عليه وتمجيده، والتوسل إليه بعبوديته وتوحيده، ثم جاء سؤال أهم المطالب، وأنجح الرغائب وهو الهداية بعد الوسيلتين، فالداعي به حقيق بالإجابة "[مدارج السالکین 48:1]

[2] ابن قیم لکھتے ہیں:" فالهداية: هي البيان والدلالة ثم التوفيق والإلهام وهو بعد البيان والدلالة ولا سبيل إلى البيان والدلالة إلا من جهة الرسل فإذا حصل البيان والدلالة والتعريف ترتب عليه هداية التوفيق"[مدارج السالکین 32:1]

[3] امام ماوردی فرماتے ہیں:" فيه تأويلان: أحدهما: معناه أَرْشِدْنا و دُلَّنا. والثاني: معناه وَفِّقْنَا "[النکت والعیون 58:1]

[4] ابن جریر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:" ومعنى قوله: ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ في هذا الموضع عندنا: وفقنا للثبات عليه كما روي ذلك عن ابن عباس"
[جامع البیان 166:1]

اگرچہ اس سند میں بشر بن عمارۃ ہے جو ضعیف ہے اور اس راوی اور سند پر جرح إِيَّاكَ نَعۡبُدُ کی تفسیر میں گزر چکا۔ ابن جریر نے وفقنا للثبات کا معنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول" ألهمنا الطريق الهادي" سے اخذ کیا ہے۔ کہتے ہیں:" وإلهامه إياه ذلك هو توفيقه له "[جامع البیان 166:1]

-بغوی نے سیدنا علی اور ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف قول منسوب کیا ہے:" ثَبِّتْنَا كما يقال للقائم قُمْ حتى أعودَ إليك أي دُمْ على ما أنتَ عليه وهذا الدعاء من المؤمنين مع كونهم على الهداية بمعنى التثبيت وبمعنى طلب مزيد الهداية "[معالم التنزیل 75:1]

-زجاج [وفات:311ھ] لکھتے ہیں:" ثبتنا على الهدى"[معانی القرآن واعرابہ 49:1]

-امام نووی [وفات:676ھ] لکھتے ہیں:" قال العلماء: لفظ الهدي له معنيان: أحدهما: بمعنى الدلالة والإرشاد وهو الذي يضاف إلى الرسل والقرآن والعباد. وقال الله تعالى: وَإِنَّكَ لَتَهۡدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ – إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَهۡدِي لِلَّتِي هِيَ أَقۡوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ– ومنه قوله تعالى: وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيۡنَٰهُمۡ أي بينا لهم الطريق – ومنه قوله تعالى: إنا هديناه السبيل وهديناه النجدين.والثاني: بمعنى اللطف والتوفيق والعصمة والتأييد وهو الذي تفرد الله به . ومنه قوله تعالى: إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُ وقالت القدرية حيث جاء الهدى فهو للبيان بناء على أصلهم الفاسد في إنكار القدر ورد عليهم أصحابنا وغيرهم من أهل الحق مثبتي القدر لله تعالى بقوله تعالى والله يدعو إلى دار السلام ويهدي من يشاء إلى صراط مستقيم ففرق بين الدعاء والهداية "[شرح النووی علی مسلم 154:6، بذیل حدیث:867]

[5] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے چار مراتب اور اصول ذکر کئے ہیں۔ البتہ ہدایت کے سترہ معانی طاش کبری زادہ نے ذکر کئے ہیں، فرماتے ہیں: ٱلۡهُدَىٰ يأتي على سبعة عشر وجها:
[1] بمعنى الثبات: ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ [سورۃ الفاتحہ 5:1] ،[2] والبيان: أُوْلَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدٗى مِّن رَّبِّهِمۡ [سورۃ البقرۃ 5:2] ،[3] والدين: إِنَّ ٱلۡهُدَىٰ هُدَى ٱللَّهِ [سورۃ آل عمران 73:3] ،[4] والإيمان: و وَيَزِيدُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ٱهۡتَدَوۡاْ هُدٗى [سورۃ مریم 76:20] ، [5] والدعاء: وَلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ [سورۃ الرعد 7:13] [6] وبمعنى الرسل الكتب: فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدٗى [سورۃ البقرۃ 38:2] ،[7] والمعرفة: و وَبِٱلنَّجۡمِ هُمۡ يَهۡتَدُونَ [سورۃ النحل 16:16] ،[8] وبمعنى، النبي ﷺ: إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ [سورۃ البقرۃ 157:2] ،[9] وبمعنى القرآن: وَلَقَدۡ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلۡهُدَىٰٓ [سورۃ النجم 23:53] ،[10] والتوراة: وَلَقَدۡ ءَاتَيۡنَا مُوسَى ٱلۡهُدَىٰ [سورۃ غافر 53:40] ،[11] والاسترجاع: وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ [سورۃ البقرۃ 156:2] ،[12] والحجة: لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ [سورۃ البقرۃ 258:2] ، بعد قوله: أَلَمۡ تَرَ إِلَى ٱلَّذِي حَآجَّ إِبۡرَٰهِـۧمَ أي لا يهديهم حجة،[13] والتوحيد: إِن نَّتَّبِعِ ٱلۡهُدَىٰ مَعَكَ [سورۃ القصص 57:28] ،[14] والسنة: فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقۡتَدِهۡ [سورۃ الانعام 90:6] و وَإِنَّا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم مُّهۡتَدُونَ [سورۃ الزخرف 22:43] ، [15] والإصلاح: وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي كَيۡدَ ٱلۡخَآئِنِينَ [سورۃ یوسف 52:12] ،[16] والالهام: أَعۡطَىٰ كُلَّ شَيۡءٍ خَلۡقَهُۥ ثُمَّ هَدَىٰ [سورۃ طٰہٰ 50:20] أى ألهم المعاش،[17] والتوبة: إِنَّا هُدۡنَآ إِلَيۡكَ [سورۃ الاعراف 156:7] [مفتاح السعادۃ 2:377-379]

[6] راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن:700، مادۃ: ھدی، رازی، التفسیر الکبیر 372:2، بذیل آیت سورۃ البقرۃ:26
ابن قیم نے ہدایت کے دس مراتب ذکر کئے ہیں۔[مدارج السالکین 60:1، فصل مراتب الهداية الخاصة والعامة]

[7] امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الوفق دو چیزوں کے درمیان مطابقت اور ہم آہنگی ہونے کو کہتے ہیں۔ 'اتفاق' کہتے ہیں انسان کا کوئی کام تقدیر کے مطابق ہونا اور یہ خیر اور شر دونوں میں بولا جاتا ہے۔ اور یہی مفہوم لفظ 'توفیق' میں بھی ہے لیکن عرف میں لفظ 'توفیق' شر کی بجائے خیر کے ساتھ خاص ہو چکا ہے۔[المفردات فی غریب القرآن:878، مادۃ: وفق]

[8] وصول الی الجنۃ / جنت میں داخل کرانے پر قرآن مجید کی دیگر آیات مطالعہ کریں: سورۃ النساء 175:4، سورۃ المائدۃ 5:15-16، سورۃ یونس 9:10، سورۃ محمد 5:47

9 امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: وكل هداية ذكر الله عز وجل أنه منع الظالمين والكافرين فهي الهداية الثالثة وهي التوفيق الذي يختص به المهتدون [المفردات:836،مادة:هدى]

10 محمد بن اسعد صدیقی، جلال الدین، دوانی، قاضی، مناظر اور فلسفیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔830ھ=1427ء کو کازرون [موجودہ: ایران کے صوبہ فارس کا حصہ ہے Kazerun] کے علاقے 'دوان' [Davan] میں پیدا ہوئے اور شیراز [موجودہ: ایران کے صوبہ فارس کا حصہ ہے اور آبادی کے لحاظ سے ایران کا پانچواں بڑا شہر ہے] میں سکونت اختیار کی۔فارس کے قاضی بھی رہے اور وہیں918ھ=1512ء کو وفات پائی۔[البدر الطالع130:2، الاعلام32:6-33]

11 اس آیت پر فرعون کے بارے میں دوانی کا قول، ملا علی قاری کا اس پر رد کرنا اور دیگر تفصیلات اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ50:2 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

12 طبرانی، معجم کبیر عن خالد بن الولید رضی اللہ عنہ موقوفا،105:4، حدیث:3806۔ ہیثمی کہتے ہیں: رواه الطبراني وإسناده حسن أو صحيح [مجمع الزوائد310:5، حدیث:9595]

13 یہ بات چند وجوہ سے محل نظر ہے:

- گرچہ اس تحریف کے ارتکاب کا مخطوطات میں احتمال ہے خواہ وہ ہندوستان میں ہوں یا اور کہیں لیکن ہندوستان میں پرنٹنگ پریس کا آغاز1556ء میں ہو چکا تھا اور1800ء تک ملک کے مختلف حصوں میں متعدد پرنٹنگ پریس قائم ہو چکے تھے۔[اننت پریولکر، دی پرنٹنگ پریس ان انڈیا(انگریزی)، صفحہ:1، طبع:1958، بمبئی]
- ويضع الحرب کے الفاظ ہمیں کئی صدیاں پہلے ماضی کے علماء کی کتابوں میں ملتے ہیں جس کی انہوں نے ایک قابل عمل تاویل بھی کی ہے، مثلاً:

امام خطابی [وفات:388ھ] شرح بخاری میں فرماتے ہیں: ومعنى "وضع الحرب" أن تكون الأديان كلها واحدة هذا إن كان هذا الحرف محفوظاً لأنه جاء في سائر الروايات "ويضع الجزية" لأن الدِّين يصير واحداً وهو دين الإسلام فلا يبقى ذِمِّي يؤدي الجزية . وقد قيل: إن معناه أن المال يفيض ويكثر حتى لا يبقى فقير ولا محتاج يكون مصرف الجزية إليه فتوضع الجزية استغناء عنها وهو معنى قوله:" ويفيض المال حتى لا يقبله أحد"[اعلام الحدیث1562:3، بذیل حدیث:3448]

مزید مطالعہ کے لئے دیکھیں: عمدۃ القاری39:16، فتح الباری491:6

14 الهداية في شرح بداية المبتدي 92:1، فصل فی الدفن

15 امام زیلعی کہتے ہیں: هكذا وقع في "الهداية والمبسوط"، وهو وهم، فإن أبا دجانة الأنصاري توفي بعد النبي ﷺ في وقعة اليمامة [نصب الرایۃ300:2، فصل فی الدفن]

16 ابن شبہ [وفات:262ھ] لکھتے ہیں: ولم ينزل في قبر أحد قط إلا في خمسة قبور، منها قبور ثلاث نسوة، وقبرا رجلين، منها قبر بمكة، وأربعة بالمدينة: قبر خديجة زوجته، وقبر عبد الله المزني الذي يقال له: عبد الله ذو البجادين، وقبر أم رومان أم عائشة بنت أبي بكر، وقبر فاطمة بنت أسد بن هاشم أم علي [تاریخ المدینۃ121:1]

17 طبرانی عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، حدیث:315

18 حاکم فرماتے ہیں: كان رسول الله ﷺ إذا صلى نصب بين يديه شاة، فأنكرت ذلك عليه، فجاء بجزء فيه: كان رسول الله ﷺ إذا صلى نصب بين يديه عنزة فقال: أبصر كان رسول الله ﷺ إذا صلى نصب بين يديه عَنْزَةً؟ فقلت: أخطأت إنما هو عَنَزَةٌ، أي عصًا [معرفۃ علوم الحدیث:148]حاکم کے مطابق یہ تصحیف کی مثال ہے۔

19 جس پر مدنی سورتوں کی متعدد آیات شاہد ہیں۔

20 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر اپنا ذکر کر رہے ہیں۔

21 1947ء سے قبل کا زمانہ۔

22 یعنی جس نے رسمی طور پر درس نظامی نہیں پڑھا۔

23 حوالہ جات اسی مقالے میں سورۃ البقرۃ129:2 کے تحت دیکھیں۔

24 شاہ اسماعیل نے اس قسم کے امور بدعات حکمیہ کی بحث میں ذکر کئے ہیں۔[ایضاح الحق الصریح:83-101]

25 ابن ندیم [وفات:438ھ] لکھتے ہیں: إقليدس صاحب جومطريا ومعناه الهندسة وهو إقليدس بن نوقطرس بن برنيقس المظهر للهندسة المبرز فيها أقدم من ارشميدس وغيره وهو من الفلاسفة الرياضيين [الفہرست:327]

علی بن یوسف قفطی [وفات:646ھ] نے اقلیدس کا ترجمہ ان الفاظ میں لکھا ہے:" إقليدس المهندس النجار الصوري وهو ابن نوقطرس بن برنيقس المظهر للهندسة المبرز فِيهَا ويعرف بصاحب جومطريا واسم كتابه فِي الهندسة باليوناني الاسطروشيا ومعناه أصول الهندسة حكيم قديم العهد يوناني الجنس شامي الدار صوري البلد نجار الصنعة لَهُ يد طولى فِي علم الهندسة وكتابه المعروف بكتاب الأركان هَذَا اسمه بَيْنَ حكماء يونان وسماه من بعده الروم الاستقصات وسماه الإسلاميون الأصول هو كتاب جليل القدر عظيم النفع أصل فِي هَذَا النوع لَمْ يكن ليونان قبله كتاب جامع فِي هَذَا الشأن ولا جاء بعده إلاَّ من دار حوله ... وذكر بعض أهل العلم بالتاريخ أنه كَانَ أقدم من أرشميدس... ولإقليدس كتب متعددة صنفها

.. كتاب الظاهرات كتاب اختلاف المناظر كتاب المعطيات كتاب النغم ويعرف بالموسيقى متحول كتاب القسمة إصلاح ثابت كتاب الفوائد منحول كتاب القانون كتاب الثقل والخفة كتاب التركيب منحول كتاب التحليل منحول "[إخبار العلماء بأخبار الحكماء :54-56]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق 300 قبل مسیح میں پیدا ہوئے تھے۔

[https://www.britannica.com/biography/Euclid-Greek-mathematician] [Retrieved on:30 Sep 2017]

[26] اقلیدس کے باب اول کے بیسویں مقالے میں آتا ہے کہ کسی بھی مثلث کے دو اطراف تیسری طرف سے بڑھے ہوتے ہیں۔

"In any triangle the sum of any two sides is greater than the remaining one. This proposition is known as the triangle inequality."

http://aleph0.clarku.edu/~djoyce/elements/bookI/propI20.html [Retrieved on:30 Sep 2017]

[27] وتر کو انگریزی میں Hypotenuse کہتے ہیں۔

[28] اگرچہ شیخ القرآن نے "صراط مستقیم" کی تفسیر "تفسیر القرآن بالقرآن" کے ذریعے کی ہے جو تفسیر کی سب سے ارجح قسم ہے لیکن بطور تائید ابن کثیر کی عبارت ذکر کی جاتی ہے:

اختلفت عبارات المفسرين من السلف والخلف في تفسير الصراط وإن كان يرجع حاصلها إلى شيء واحد وهو المتابعة لله وللرسول فروي أنه كتاب الله

1. سیدنا علی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات ذکر کی ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد کتاب اللہ ہے۔
2. دوسرا قول عبد اللہ مسعود، عبد اللہ بن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد دین اسلام ہے۔
3. ایک قول ابو العالیۃ سے ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ان متعدد اقوال کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: وكل هذه الأقوال صحيحة وهي متلازمة فإن من اتبع الإسلام فقد اتبع النبي صلى الله عليه وسلم واقتدى باللذين من بعده أبي بكر وعمر فقد اتبع الحق ومن اتبع الحق فقد اتبع الإسلام ومن اتبع الإسلام فقد اتبع القرآن وهو كتاب الله وحبله المتين وصراطه المستقيم، فكلها صحيحة يصدق بعضها بعضا [تفسیر القرآن العظیم 1:51-52]

[29] ابن کثیر سورۃ الشرح 2:94 [وَوَضَعۡنَا عَنكَ وِزۡرَكَ] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت کا معنی سورۃ الفتح آیت:2 کی طرح ہے۔

[30] سمط الدرر:11

[31] امام بغوی معنی کرتے ہیں: صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ أي مننت عليهم بالهداية والتوفيق قال عكرمة: مننت عليهم بالثبات على الإيمان والاستقامة [معالم التنزیل 1:76]

سیوطی لکھتے ہیں: وفيه إشارة إلى الاقتداء بالسلف الصالح [الاكليل في إستنباط التنزيل :26، واللفظ لہ، نواب صدیق حسن خان، فتح البیان فی مقاصد القرآن 1:42]

[32] امام بغوی غضب اور ضلال کا معنی کرتے ہیں: والغضب : هو إرادة الانتقام من العصاة ،وأصل الضلال الهلاك والغيبوبة، يقال: ضل الماء في اللبن إذا هلك وغاب [معالم التنزیل 1:76-77]

[33] ابن قیم لکھتے ہیں: وأضاف النعمة إليه، وحذف فاعل الغضب لوجوه: منها: أن النعمة هي الخير والفضل والغضب من باب الانتقام والعدل والرحمة تغلب الغضب فأضاف إلى نفسه أكمل الأمرين وأسبقهما وأقواهما وهذه طريقة القرآن في إسناد الخيرات والنعم إليه وحذف الفاعل في مقابلتهما ... الوجه الثاني: أن الله سبحانه هو المنفرد بالنعم ... وأما الغضب على أعدائه فلا يختص به تعالى بل ملائكته وأنبياؤه ورسله وأولياؤه يغضبون لغضبه .. الوجه الثالث: أن في حذف فاعل الغضب من الإشعار بإهانة المغضوب عليه وتحقيره وتصغير شأنه ما ليس في ذكر فاعل النعمة من إكرام المنعم عليه [مدارج السالکین 1:35-36]

[34] سمط الدرر:10

ابن قیم لکھتے ہیں: فانقسم الناس بحسب معرفة الحق والعمل به إلى هذه الأقسام الثلاثة الخ [مدارج السالکین 1:34]

[35] ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ مفسرین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ [تفسیر القرآن العظیم 1:56]

[36] کیونکہ قرآن مجید میں جگہ جگہ کتمان حق اور رد منکر نہ کرنے پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ سورۃ البقرۃ 2:159، سورۃ المائدۃ 5:78-79

[37] ضل کے مختلف معانی دیکھیں: راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن: 509-512، مادۃ: ضل، مجد الدین فیروز آبادی، بصائر ذوی التمیز 3:481

[38] صحیح بخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الغار، حدیث: 3481، مسند احمد عن بھز بن حکیم، 33:216، حدیث: 20012، 20024، 20039، 20044

[39] رسائل مسائل 1:31، طبع دوم: 1963ء، 1:28، طبع سوم: 1968ء

---

40 جو مکتبۃ الیمان، دارالقرآن پیر صوابی سے شائع ہوئی ہے۔ شیخ القرآن کا تین طرح کے لوگوں کی تقسیم کا اندازہ مختلف واقعات سے ہوتا ہے۔

41 سورۃ المائدۃ 72:5

42 ابن عابدین نے نذر لغیر اللہ کے باطل اور حرام ہونے کی متعدد وجوہ لکھی ہیں: منها أنه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز لأنه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. ومنها أن المنذور له ميت والميت لا يملك. ومنها أنه إن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر ... لو نذر زيتا لإيقاد قنديل فوق ضريح الشيخ أو في المنارة كما يفعل النساء من نذر الزيت لسيدي عبد القادر ويوقد في المنارة جهة المشرق فهو باطل، وأقبح منه النذر بقراءة المولد في المنابر ومع اشتماله على الغناء واللعب وإيهاب ثواب ذلك إلى حضرة المصطفى صلى الله عليه وسلم [ردالمحتار مع الدر المختار2:439-440، کتاب الصوم، مطلب فی صوم الست من شوال]

43 ہدایت الابرار پیر مانکی عبد الوہاب کی کتاب ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ غیر اللہ کے نام پر دی جانے والی نذر حرام ہے۔[ہدایت الابرار:100، الباب العاشر فی مسائل شتی]

44 سمط الدرر:31-32

ابن قیم نے عنوان باندھا ہے "فصل في اشتمال الفاتحة على الرد على جميع المبطلين من أهل الملل"۔ مطالعہ کریں: مدارج السالکین 1:81-95

45 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: لاتسبوا الدھر، حدیث:6181-6182

46 سمط الدرر:10

سُورَةُ البَقَرَةِ

سورۃ البقرۃ کا تفصیلی خلاصہ

سورۃ کے آغاز میں پانچ اہم باتیں:

1. سورۃ البقرۃ مدنی سورۃ ہے۔ ترتیب نزولی میں [87] نمبر ہے جو سورۃ المطففین کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور ترتیب مصحفی میں سورۃ الفاتحہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔
2. ما قبل سورۃ کے ساتھ وجوہ ربط:

سورۃ الفاتحہ	سورۃ البقرۃ
1. سورۃ الفاتحہ میں ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ذکر کیا گیا۔	1. سورۃ البقرۃ میں مسئلہ الٰہ کو بالتفصیل اور مدلل بیان کیا گیا ہے۔
2. سورۃ الفاتحہ میں رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ کو عام ذکر کیا گیا۔	2. سورۃ البقرۃ آیت: 21 میں ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے۔
3. سورۃ الفاتحہ میں ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ذکر کیا گیا۔	3. سورۃ البقرۃ میں اللہ کی رحمانیت اور رحیمیت کے نمونے ذکر کئے گئے ہیں۔
4. سورۃ الفاتحہ میں مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ذکر کیا گیا۔	4. سورۃ البقرۃ میں آیت: 48 اور 123 میں نجات کے اُن چاروں طریقوں کی نفی کی گئی ہے جو دنیا میں اختیار کئے جاتے ہیں۔
5. سورۃ الفاتحہ میں إِيَّاكَ نَعۡبُدُ دعویٰ ذکر کیا گیا اور اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔	5. سورۃ البقرۃ میں اسی دعویٰ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ پر آیت: 21-22 میں دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔
6. سورۃ الفاتحہ میں إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ذکر کیا گیا۔	6. سورۃ البقرۃ میں استعانت کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِ [سورۃ البقرۃ 2:45]
7. سورۃ الفاتحہ میں صراط مستقیم کی دعا کی گئی۔	7. سورۃ البقرۃ کے آغاز میں اس صراط مستقیم کی نشاندہی کی گئی کہ وہ ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ [سورۃ البقرۃ 2:2] یہ کتاب ہے۔
8. سورۃ الفاتحہ میں صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ذکر کیا گیا۔	8. سورۃ البقرۃ کی پہلی پانچ آیات میں منعم علیہم کی پانچ صفات بمع حکم دنیاوی اور اخروی ذکر کئے گئے ہیں۔
9. سورۃ الفاتحہ میں غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ ذکر کیا گیا۔	9. سورۃ البقرۃ کی آیت: 6-7 میں مغضوبٌ علیھم کے صفات بمع حکم دنیاوی واخروی ذکر کئے گئے ہیں۔
10. سورۃ الفاتحہ میں وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ذکر کیا گیا۔	10. سورۃ البقرۃ کی آیت: 8-16 میں ضالین کی دس صفات بمع حکم دنیاوی واخروی ذکر کئے گئے ہیں۔

3. سورۃ کے امتیازات:

1. سورۃالبقرۃ کثرت احکام پر ایک ممتاز سورۃ ہے یعنی اس سورۃ میں کثرت سے اوامر ونواہی بیان کئے گئے ہیں۔[1]
2. سورۃالبقرۃ خبائث اہل کتاب کو کثرت سے بیان کرنے پر ممتاز ہے۔[یہ مضمون آیت:40سے شروع ہوتا ہے]
3. سورۃالبقرۃ "واقعہ ذبح البقرۃ" پر ایک ممتاز سورۃ ہے۔[آیت:67-71]
4. سورۃالبقرۃ "واقعہ قتل النفس" پر ایک ممتاز سورۃ ہے۔[آیت:72-73]
5. سورۃالبقرۃ "واقعہ عزیز علیہ السلام" پر ممتاز سورۃ ہے۔[آیت:259]
6. سورۃالبقرۃ "واقعہ طالوت" پر ایک ممتاز سورۃ ہے۔[آیت:246-251]
7. سورۃالبقرۃ "سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بادشاہ کے ساتھ مناظرہ" پر ممتاز سورۃ ہے۔[آیت:258]
8. سورۃالبقرۃ ان پانچ واقعات پر ایک ممتاز سورۃ ہے کہ جن میں اسی دنیا میں اللہ نے مردوں کو زندہ کیا ہے۔[آیت:56،73،243،259،260]
9. سورۃالبقرۃ کے امتیاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں "آیۃ الکرسی" ذکر کی گئی ہے۔[آیت:255]
10. سورۃالبقرۃ "سود کی حرمت اور اس کے تفصیلی ردّ" پر ممتاز سورۃ ہے۔

4. دعویٰ سورۃ اور مقصد السورۃ:

سورۃ میں چار مقاصد بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے دو اصول مہمہ اور دو اصول ممدۃ میں سے ہیں۔ اور باقی چار ضمناً ذکر کئے گئے ہیں:

1. اثبات التوحید
2. اثبات الرسالۃ
3. الجہاد فی سبیل اللہ
4. الانفاق فی سبیل اللہ

5. سورۃ کی تقسیم / ترتیب السورۃ:

سورۃالبقرۃ مضمون کے اعتبار سے چار حصوں میں منقسم ہے:

پہلا حصہ [آیت:1 سے آیت:96] تک اور اس میں مقصد اول "اثبات التوحید" کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔

دوسرا حصہ [آیت:97 سے آیت:176] تک اور اس میں مقصد دوم "اثبات الرسالۃ" پر وارد ہونے والے شبہات کے جوابات کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے۔

تیسرا حصہ [آیت:177 سے آیت:253] تک اور اس میں "الجہاد فی سبیل اللہ" کے ابتدائی منزل کو مفصل ذکر کیا گیا ہے۔

چوتھا حصہ [آیت:254 سے آیت:286 یعنی اختتام سورۃ] تک جس میں "الانفاق فی سبیل اللہ" کی ترغیب، امثلہ انفاق، سود کی مذمت اور امور انتظامیہ ذکر کئے گئے ہیں۔

تفصیلی خلاصہ:

پہلا حصہ جس کا مضمون ہے "اثبات التوحید بالادلۃ" ہے سو آیات ہیں اور وہ تین ابواب پر مشتمل ہے:

1. باب اول آیت:1 سے آیت:20 تک
2. باب دوم آیت:21 سے آیت:39 تک
3. باب سوم آیت:40 سے آیت:96 تک

➢ باب اول میں ان تین فرقوں کی تفصیل ہے جو سورۃ فاتحہ میں اجمالاً گزر چکے۔ ان کی صفات اور ان کا حکم دنیاوی اور اخروی ذکر کیا گیا ہے۔

شروع میں قرآن مجید کی تعریف ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدًى لِّلۡمُتَّقِينَ [آیت:2] ذکر کی گئی ہے۔ اس کے بعد ایمان والوں کی پانچ صفات ذکر کی گئی ہیں:

1. ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ	ایمان بالغیب	[آیت:3]
2. وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ	نماز رائج کرنا	[آیت:3]
3. وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ	مال خرچ کرنا	[آیت:3]
4. وَٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ	آسمانی کتابوں پر ایمان لانا	[آیت:4]
5. وَبِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ	آخرت پر یقین رکھنا	[آیت:4]
حکم دنیاوی: أُوْلَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمۡ	دنیا میں ہدایت کے ٹھیلے پر بیٹھنا	[آیت:5]
حکم اخروی: وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ	آخرت میں کامیاب ہونا	[آیت:5]

آیت:6 اور 7 میں مغضوبٌ علیھم یعنی کافروں کا ذکر کیا گیا ہے:

صفات: كَفَرُواْ [ضد اور عناد کی وجہ سے انکار کرنا] اور سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَأَنذَرۡتَهُمۡ أَمۡ لَمۡ تُنذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ [ایمان نہ لانا]

حکم دنیاوی: خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمۡ وَعَلَىٰ سَمۡعِهِمۡۖ وَعَلَىٰٓ أَبۡصَٰرِهِمۡ غِشَٰوَةٌ اسباب فہم پر مہر لگانا

حکم اخروی: وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٌ آخرت میں بڑا عذاب

آیت:8 سے آیت:16 تک منافقین کا بیان ہے۔ اور ان کا تذکرہ کافروں کے مقابلے میں زیادہ آیات میں کیا گیا ہے کیونکہ ان کا ضرر اور فتنہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے شدید تھا۔

1. قول اور قلب میں تضاد۔ بظاہر کہتے ہیں ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَبِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ لیکن در حقیقت وَمَا هُم بِمُؤۡمِنِينَ
2. قول اور فعل دونوں میں دھوکے باز ہیں يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ
3. عدم شعور وَمَا يَشۡعُرُونَ
4. دل میں نفاق کا مرض فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
5. قول اور فعل دونوں میں جھوٹے ہیں يَكۡذِبُونَ
6. کام فساد کا اور دعوی اصلاح کا قَالُوٓاْ إِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُونَ

7. صحابہ کرام کو بیوقوف کہنا قَالُوٓاْ أَنُؤۡمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ

8. ایمان والوں کے سامنے ایمان اور کافروں کے سامنے کفر ظاہر کرنا "وَإِذَا لَقُواْ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوۡاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ قَالُوٓاْ إِنَّا مَعَكُمۡ

9. ایمان والوں کا مذاق اڑانا إِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُونَ

10. حیران اور پریشان ہونا يَعۡمَهُونَ

منافقین دو قسم پر ہیں: اعتقادی اور عملی۔ آیت:16-17 پہلی مثال کافروں اور دوسری مثال منافقین کے لئے ذکر کی گئی ہے۔ اور یہ بات بھی بعید نہیں کہ دوسری مثال سے دو مثالیں بنائی جائیں تو کل تین مثالیں بن جائیں گی۔

- باب دوم: آیت:21 سے آیت:39 تک ہے۔ جس میں عام خطاب ہے اوراصل دعوی ذکر کیا گیا ہے۔ جس پر پانچ عقلی دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔ آیت:23 میں رسالت کے ذکر سے "دعوی توحید" پر دلیل وحی کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس قرآن مجید کے ذریعے توحید کی وحی کی ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ منکرین رسالت اور ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جو اللہ کی کتاب میں شک کرتے ہیں، اوراس آیت نے جہاں ایک طرف رسالت کو توحید کے ساتھ ضم کیا ہے وہیں سورۃ کے آغاز کے ساتھ بھی اس کو مربوط کیا ہے۔ آیت:24 میں منکرین کو تخویف، آیت:25 میں ایمان والوں کو بشارت اور آیت:26 میں قرآن مجید کی صداقت پر وارد ہونے والے شبہہ کا جواب دیا گیا ہے۔

آیت:28 سے ہر انسان پر چار انعامات ذکر کئے گئے ہیں:

1. پہلی نعمت [آیت:28] اللہ فرماتے ہیں: اے انسان میں نے تمہیں وجود بخشا اور زندگی عطا کی۔ كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ
2. دوسری نعمت [آیت:29] زمینی اشیاء تمہارے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں۔ كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ
3. تیسری نعمت [آیت:30-36] تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو میں نے فرشتوں پر فضیلت دی۔ كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ
4. چوتھی نعمت [آیت:37] تمہارے جد امجد سے لغزش ہوئی، توبہ کی توفیق دی، اور اسے معاف کیا۔ كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ

- باب سوم: آیت:40 سے آیت:96 تک ہے جس میں یہودیوں کو خاص خطاب ہے۔ اوراس میں سات فصلیں ہیں:

فصل اول بطور تمہید ہے جس میں یہودیوں کی تین بری خصلتیں اس لئے ذکر کی گئی ہیں تاکہ ایمان والے اس سے اپنے آپ کو بچائیں:

1. تحریف وَلَا تَلۡبِسُواْ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ [آیت:42]
2. کتمان حق وَتَكۡتُمُواْ ٱلۡحَقَّ [آیت:42]
3. ترک عمل أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ وَتَنسَوۡنَ أَنفُسَكُمۡ [آیت:44]

اور اس کے مقابلے میں ایمان والوں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں تاکہ وہ ان صفات کے ساتھ اپنے آپ کو مزین کریں:

1. صبر وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ [آیت:45]
2. صلاۃ وَٱلصَّلَوٰةِ [آیت:45]
3. ایمان بالآخرۃ ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُواْ رَبِّهِمۡ وَأَنَّهُمۡ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ [آیت:46]

آیت:47-48 میں یہودیوں کو ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور باقی چھ فصلوں میں بنی اسرائیل کو چھ خطابات کئے گئے ہیں:

خطاب اول میں بنی اسرائیل پر آٹھ نعمتوں اور دو نقمتوں کا ذکر کیا گیا ہے:

آٹھ نعمتیں:

1. النجاة من فرعون [آیت:49]
2. النجاة من الغرق [آیت:50]
3. إعطاء التوراة [آیت:53]
4. العفو عن القتل [آیت:54]
5. الحیاة بعد الممات [آیت:55-56]
6. تظلیل الغمام [آیت:57]
7. إنزال المن والسلویٰ [آیت:57]
8. إنفجار العیون من الحجر [آیت:60]

دو عذاب:

1. نزول العذاب من السماء [آیت:58-59]
2. الذلة والهوان بسبب الکفران [آیت:61]

خطاب اول کا تتمہ [آیت:62] بطور ترغیب ہے۔

خطاب دوم میں ماضی اور رسول اللہ ﷺ کے دور کی خباثتیں ذکر کی گئی ہیں:

ماضی کے یہودیوں کی تین خباثتیں:

1. نقض العهود — وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ [آیت:63-64]
2. الحیل فی أحکام الله — وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ / إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً [آیت:65-71]
3. قتل النفس و إتهام البرئ — وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا [آیت:72-73]

موجودہ یہودیوں کے چار گروہ:

1. محرفین — أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ [آیت:75]
2. منافقین — وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا [آیت:76]
3. المقلدون لآراء الآباء — وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ [آیت:78]
4. المخصصون لأنفسهم بالجنة — وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً [آیت:80]

خطاب دوم کا تتمہ [آیت:81-82] بطور تخویف اور بشارۃ ہے۔

تیسرا خطاب، آیت:83 سے آیت:86 تک ہے جس کا خلاصہ " إنكارهم من الاوامر واتيانهم بالنواهي "یعنی جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا ان سے انکار کرنا اور جن امور سے منع کیا گیا تھا ان پر عمل کرنا۔ اور تتمہ بالتخویف ہے۔

چوتھا خطاب، آیت:87-88 دو آیات پر مشتمل ہے جس میں " إنكارهم من الْأَنْبِيَاء السابقين "یعنی گذشتہ پیغمبروں سے انکار کرنا ذکر کیا گیا ہے۔
پانچواں خطاب، آیت:89 اور 90 دو آیات پر مشتمل ہے جس میں " إنكارهم من هذا النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ذکر کیا گیا ہے۔ اور چونکہ چوتھے اور پانچویں خطاب کی مراد ایک تھی یعنی پیغمبروں سے انکار تو اسی لئے اس کا تتمہ ایک ذکر کیا گیا اور وہ آیت:90 میں زجر اور توبیخ دینا ہے۔
چھٹا خطاب، آیت: 91 سے آیت:96 تک ہے جو ما قبل تمام خطابات کا خلاصہ ہے۔

- سورۃ البقرۃ کا دوسرا حصہ آیت:97 سے 176 تک ہے جس کا مضمون "اثبات الرسالۃ" ہے اس میں رسالت پر وارد "نو" شبہات اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں:

1. پہلا اعتراض جبریل کے آنے پر کہ وہ ہمارا دشمن ہے اور ہم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ [آیت:97]
2. دوسرا اعتراض سیدنا سلیمان علیہ السلام پر کہ وہ جادو گر تھے، اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انہیں پیغمبر کہتے ہیں۔ [آیت:102]
3. سحر (جادو) اور غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے، کیونکہ اللہ نے بابل میں دو فرشتے بھیجے تھے۔ [آیت:102]
4. شرکیہ اور بے ادبی کے کلمات کے ذریعے دھوکا دینا، تاکہ لوگوں پر دین کو مشتبہ کریں۔ [آیت:104]
5. نسخ پر اعتراض کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خود اپنے دین میں مضطرب اور پریشان ہیں، آج ایک عمل تو کل اسی کو منسوخ کرلیتے ہیں۔ [آیت:106]
6. اللہ کے نائب ہیں جیسے عزیر اور عیسی علیہما السلام۔ [آیت:116]
7. اگر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سچے نبی ہیں تو آپ کی صداقت پر اللہ ہمارے ساتھ براہ راست بات کیوں نہیں کرتا۔ [آیت:118]
8. تحویل قبلہ پر اعتراض [آیت:142]
9. صفا اور مروہ کی سعی پر اعتراض۔ [آیت:158]

ساتویں اور آٹھویں شبہ کے درمیان سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیان میں تین امور ذکر کئے گئے ہیں:

1. بيت الله بني للتوحيد فلم تشركون فيه «بیت اللہ توحید کے لئے بنایا گیا ہے کیوں اس میں شرک کرتے ہو؟»
2. إن إبراهيم عليه السلام بشر بهذا النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و دعا له «بے شک ابراہیم علیہ السلام نے آخری پیغمبر صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لئے دعا کی ہے اور خوشخبری دی ہے»
3. إن التوحيد دين الأنبياء كلهم وتواصوا بذلك «بے شک توحید جملہ انبیاء علیہم السلام کا دین ہے اور انہوں نے اس پر وصیت کی ہے»

آیت:159 میں ان اہل کتاب کو توبیخ اور تخویف دی گئی ہے جو حق چھپاتے ہیں۔ سورۃ کے آغاز میں یعنی آیت:21 کے بعد شرک اعتقادی کی تردید تھی۔ آیت:163 سے شرک فعلی کی تردید کی گئی ہے اور دوسری مرتبہ دعویٰ توحید ذکر کیا گیا ہے اور اس پر آٹھ دلائل عقلیہ ذکر کئے گئے ہیں۔ اور مشرکین کے مشہور شبہ کی تردید آیت:170 میں کی گئی ہے۔

- سورۃ البقرۃ کا تیسرا حصہ آیت:177 سے 253 تک ہے جس کا مضمون "الجہاد فی سبیل اللہ" ہے اس میں تہذیب الاخلاق، سیاست مدینہ اور تدبیر منزل کے احکام ذکر کئے گئے ہیں۔ ان احکام سے معاشرے کی اصلاح ہوتی ہے اور ظلم وعدوان کا سدباب ہوتا ہے کیونکہ جس معاشرے میں ظلم وزیادتی کا بازار گرم ہو اس کے باسی کبھی بھی جہاد کے لئے تیار نہیں ہوسکتے۔ آیت:177 میں مجاہد کی تربیت بالفاظ دیگر تہذیب الاخلاق کے لئے دس صفات ذکر کئے گئے ہیں جن میں پانچ کا تعلق عقیدے اور پانچ کا تعلق عمل اور جوارح کے ساتھ ہے:

➢ **پانچ کا تعلق عقیدہ کے ساتھ:**

1. ءَامَنَ بِٱللَّهِ **اللہ پر ایمان**

2. وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ **روز آخرت پر ایمان**

3. وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ **فرشتوں پر ایمان**

4. وَٱلۡكِتَٰبِ **آسمانی کتابوں پر ایمان**

5. وَٱلنَّبِيِّـۧنَ **پیغمبروں پر ایمان**

➢ **پانچ کا تعلق عمل اور جوارح کے ساتھ:**

6. وَءَاتَى ٱلۡمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِي ٱلۡقُرۡبَىٰ **مالی قربانی اور صحیح مصرف میں لگانا**

7. وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ **نماز کا اجراء**

8. وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ **زکوۃ کی ادائیگی**

9. وَٱلۡمُوفُونَ بِعَهۡدِهِمۡ إِذَا عَٰهَدُواْ **ایفاء عہد**

10. وَٱلصَّٰبِرِينَ فِي ٱلۡبَأۡسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ **ہر حال میں ڈٹ جانا**

ملک میں اندرونی امن کے قیام کے لئے چار قوانین اور احکام ذکر کئے جاتے ہیں:

1. القصاص من الظالم [**آیت:178**]

2. تقسيم الأموال بالقانون الإلهي [**آیت:180**]

3. حكم الصوم لإرتباط النفس [**آیت:183**]

4. النهي عن الإرتشاء [**آیت:188**]

آیت:190 میں دعویٰ قتال اور آیت:195 میں "ترغیب الی الانفاق" ہے۔ جس طرح سورۃ کے آغاز[آیت:23] میں رسالت کو توحید کے بعد تعلیقاً ذکر کیا گیا تھا اسی طرح حج کے مضمون [آیت:196 سے] کو جہاد کے بعد اس پر روشنی ڈالنے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔ اور دونوں کے درمیان وجہ مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں بدن بھی لگتا ہے اور مال بھی خرچ ہوتا ہے۔ اور حاجیوں کی تقسیم کی گئی ہے: حاجی شقی اور حاجی سعید۔ اور آیت:208 میں ترغیب الی الجہاد ہے۔

گھر کی اصلاح یعنی تدبیر منزل کے اٹھارہ احکام آیت:215 سے آیت:242 تک ذکر کئے گئے ہیں:

1. الإنفاق [گھر کے سربراہ میں مال لگانے کی صلاحیت ہو] [سورۃ البقرۃ:215]
2. القتال [گھر کا سربراہ غیرتی ہو اور اس میں اپنے گھر اور اہل عیال سے دفاع کی صلاحیت ہو] [سورۃ البقرۃ:216]
3. القتال في أشهر الحرم [جس سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ زیادہ فائدے کے لئے تھوڑا نقصان برداشت کیا جائے] [سورۃ البقرۃ:217]
4. النهي عن الخمر والميسر [جس سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ تھوڑے فائدے کے لئے زیادہ نقصان نہ اٹھایا جائے] [سورۃ البقرۃ:219]
5. إصلاح اليتامى [یتیموں کی خیر خواہی کریں] [سورۃ البقرۃ:220]
6. النهي عن نكاح المشركات [شرک کرنے والوں کی رشتہ داری سے اجتناب کریں] [سورۃ البقرۃ:221]
7. النهي عن الجماع في الحيض [زوجہ سے حالت حیض میں ازدواجی تعلق سے اجتناب کریں] [سورۃ البقرۃ:222]
8. مقصد الوطی [نکاح کا مقصد نیک اولاد کی طلب ہے] [سورۃ البقرۃ:223]
9. التعظيم لله [اللہ کے نام کی تعظیم کی جائے اور اس کے نام کی بے جا قسمیں نہ کھائی جائیں] [سورۃ البقرۃ:224]
10. حكم الإيلاء [اپنی زوجہ سے عدم قربت پر قسم کھانے کا حکم] [سورۃ البقرۃ:226]
11. حكم الطلاق [سورۃ البقرۃ:228-232]
12. حكم الرضاع [بچے کو دودھ پلانے کا حکم] [سورۃ البقرۃ:233]
13. حكم العدة المتوفى عنها زوجها [بیوہ کی عدت کا حکم] [سورۃ البقرۃ:234]
14. حكم الخطبة [بیوہ کو نکاح کا پیغام دینے کا طریقہ] [سورۃ البقرۃ:235]
15. حكم طلاق غير المدخول بها [غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا حکم] [سورۃ البقرۃ:236-237]
16. حكم الصلاة [سورۃ البقرۃ:238]
17. الوصية للزوجة [مرتے وقت اپنی زوجہ کے لئے وصیت کرنا] [سورۃ البقرۃ:240]
18. حكم المتعة [طلاق کی صورت میں متعہ دینے کا حکم] [سورۃ البقرۃ:241]

تدبیر منزل کے احکام ذکر کرنے کے بعد ترغیب الی الجہاد والانفاق دیا گیا ہے اور اصحاب طالوت کے واقعے کے ذریعے جہاد کے لئے امیر کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور امارت کی شرائط ذکر کی گئی ہیں۔

- سورۃ البقرۃ کا چوتھا حصہ آیت:254 سے سورۃ کے اختتام تک ہے جس کا مضمون "الانفاق فی سبیل اللہ" ہے اس میں انفاق کی ترغیب دی گئی ہے۔ آیت الکرسی میں تیسری مرتبہ دعویٰ توحید ذکر کیا گیا ہے اور اس پر گیارہ عقلی دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔ دو راستوں یعنی سبیل الرشد اور سبیل الغی کا بیان کیا گیا ہے اور اس پر بطور لف نشر غیر مرتب تین مثالیں آیت:258-260 تک بیان کی گئی ہیں۔ آیت:261 سے 266 تک صحیح اور غلط انفاق کی چار مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ آیت:267 سے 281 تک انفاق کی چھ باتیں ذکر کی گئی ہیں:

1. الترغيب إلى الإنفاق الطيب [سورة البقرة:267]
2. الجواب عن وسوسة الشيطان [سورة البقرة:268]
3. التحذير للبخلاء [سورة البقرة:270]
4. التسلية للرسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [سورة البقرة:272]
5. مصارف الإنفاق [سورة البقرة:273]
6. التحذير والتخويف لآكلي الربوا [سورة البقرة:275]

آیت:282-283 میں جہاد اور انفاق کے امور انتظامیہ بطور تتمہ ذکر کئے گئے ہیں اور آیت:284-286 تک سورۃ کے چاروں مضامین کا اعادہ کیا گیا ہے۔

حصہ اول

اثبات التوحید

آیت:1-96

باب اول

ما قبل اور مابعد کے ساتھ ربط:

باب اول(1-20 آیات) سورۃ الفاتحہ کے آخری حصے(یعنی فرق ثلثہ) کے لئے بمنزلہ تفصیل اور دوسرے باب(جو آیت 21 سے شروع ہوتا ہے) کے لئے بمنزلہ تمہید کے ہے۔ تقول : كأن الباب الاول التفصيل لما قبله والتمهيد لما سيأتى .

"الٓمٓ "﴿۱﴾

« اللہ ان حروف کے معانی کو خوب جانتا ہے »[2]

ان حروف کو حروف تشابہات یا حروف مقطعات کہتے ہیں۔ یہودیوں نے کہا کہ ہم اس دین میں کیسے داخل ہوسکتے ہیں جس کی کل عمر ہی اکھتر سال ہو[3]۔ ابجد کے حساب سے الف ایک، لام تیس اور میم چالیس۔ قرآن مجید نے اس سے یہ بتایا کہ اکھتر سال بعد یہ دین ختم نہیں بلکہ دنیا کے اکثر حصے پر پھیل چکا ہوگا۔ یقیناً اکھتر سال بعد عبدالملک بن مروان[26 - 86 ھ = 646 - 705 م] کا زمانہ ہے اور اسلام کا پیغام دنیا کے بیشتر حصہ تک پہنچ چکا ہے۔

"ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِۛ هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ "﴿۲﴾

« یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ اللہ کی طرف سے ہے) توفیق ہے متقین کے لئے »

هَٰذَا اور ذَٰلِكَ کی درست تعریف:

عموماً اسمائے اشارات کی تعریف کی جاتی ہے کہ ان کے ذریعے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو محسوس اور مشاہد بالبصر ہو۔ حالانکہ یہ تعریف کلی نہیں بلکہ اکثری ہے۔ بلکہ کلی تعریف یہ ہے: مَا يُذْكَرُ عِنْدَ المتكلّم و الْمُخَاطَبِ « وہ جو متکلم اور مخاطب کے سامنے ذکر کیا جائے » کہ اسم اشارہ کے ذریعے اس چیز کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے جو متکلم اور مخاطب کے درمیان مذکور اور معلوم ہو۔ چاہے وہ محسوس ہو یا غیر محسوس، یہ صحیح معنی ہے۔ چونکہ قرآن مجید اللہ اور اس کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے درمیان مذکور تھا اس لئے ذَٰلِكَ کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی قرآن وسنت میں بے شمار مثالیں ہیں۔ مثلاً حدیث وفد عبدالقیس میں قبیلہ ربیعہ کے لوگ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سے درخواست کرتے ہیں:

"يا رسول الله إنا لا نستطيع أن نأتيك إلا في الشهر الحرام وبيننا وبينك هذا الحي من كفار مضر فمرنا بأمر فصل نخبر به من وراءنا وندخل به الجنة" [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: اداء الخمس من الایمان، حدیث:53]

« اے اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ : ہم سوائے ماہ حرام کے کسی اور مہینے میں آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے پاس نہیں آسکتے کیونکہ ہمارے اور آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے درمیان مضر کا قبیلہ رہتا ہے جو کافر ہیں لہذا آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ہمیں واضح اور تفصیلی احکام کا حکم دیں تا کہ ہم اپنے پیچھے چھوڑے لوگوں کو اس کی خبر دیں اور اس کے ذریعے ہم جنت میں داخل ہو جائیں »

اس حدیث میں انہوں نے " هذا الحي " کے ذریعے قبیلہ مضر کی طرف اشارہ کیا تو کیا وہ وہاں موجود تھے اور محسوس تھے؟ ہرگز موجود نہیں تھے حالانکہ وہ تو میلوں دور راستے میں تھے لیکن چونکہ دونوں قبیلوں کے درمیان دیرینہ دشمنی تھی جس کی وجہ سے وہ سوائے عزت والے مہینوں کے ان پر سے نہیں گزر سکتے تھے۔ لیکن چونکہ متکلم اور مخاطب کے درمیان ان کا ذکر ہو رہا تھا اور دونوں کو معلوم تھا تو اسم اشارہ کے ذریعے ان کی جانب اشارہ کیا۔ قرآن مجید سے مثال جیسے:

"ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمۡ تو کیا اللہ محسوس ہے جو اس کی طرف ذَٰلِكَ کے ذریعے اشارہ کیا جارہا ہے؟ تو کیا قرآن مجید کی یہ تمام مثالیں شاذ ہیں؟

اسم اشارہ کی مذکورہ درست تعریف سے اس حدیث کا جواب بھی ہوا جس سے غلط استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ میت سے قبر میں سوالات کے دوران رسول اللہ ﷺ کو دکھایا جاتا ہے۔ کیونکہ هَـٰذَا کے ذریعے سے اشارہ کیا جاتا ہے:

" ما كنت تقول في هذا الرجل محمد ﷺ "[4] « تم (دنیامیں) اس شخص محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے[5]؟ »

حالانکہ مسند احمد کی روایت میں توضیح کی گئی ہے:'' ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ "[6] « اس شخص کے بارے میں (کیا کہتے ہو) جو تم میں بھیجا گیا تھا »

" لَا رَيْبَ فِيهِ " نسبت یہاں پر ذکر نہیں کی گئی بلکہ وہ سورۃ الم السجدۃ آیت: 1 میں مذکور ہے:

"تَنزِيلُ ٱلْكِتَـٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِن رَّبِّ ٱلْعَـٰلَمِينَ" « اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے »

پہلا معنی « کوئی شک نہیں ہے اس میں کیونکہ اللہ کی طرف سے ہے »

دوسرا معنی « کوئی شک نہیں ہے اس میں کیونکہ اس کے دلائل قوی اور مضبوط ہیں۔ اور حجت و برہان قاطع ہے[7] »

"هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ"

هُدًى یا تو خبر ہے مبتدا کے لئے اور یا ما قبل سے حال واقع ہے۔[8]

سورۃ الفاتحہ میں ہدایت کے چار مراتب گزر چکے ہیں۔ لیکن یہاں پر ہدایت کا کون سے معنی درست ہے؟ اس کا جواب ہے:

1. ہدایت بمعنی توفیق۔ یعنی شخص متقی ہے لیکن دلیل ساتھ نہیں ہے، کہ مضبوط رہے۔ جب قرآن مجید پڑھتا ہے تو دلیل آجاتی ہے۔[9]

ہدایت بمعنی بیان[10]" أی بَيَانٌ لِّلْمُتَّقِينَ وَٱلْكَـٰفِرِينَ " قرآن مجید متقین اور کافروں دونوں کے لئے بیان ہے[11] لیکن قرآن مجید کے قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ "اشرف" ذکر کرتا ہے اور "اخس" کو قیاساً محذوف کرلیتا ہے۔ یہاں ایک کو ذکر اور دوسرے کو محذوف کرنے کی علت یہ ہے کہ قرآن مجید سے فائدہ متقین نے حاصل کیا اور کافر فائدہ مند نہیں ہوئے۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے دو طالب علم ایک ساتھ مدرسہ گئے ہوں، ایک نے سبق یاد کیا تو اسے کہا جاتا ہے کہ واقعی تم مدرسہ گئے ہو۔ اور دوسرے نے سبق یاد نہیں کیا تو اسے کہا جاتا ہے کہ تم تو سرے سے مدرسہ گئے ہی نہیں۔ اشرف کو ذکر کرنے اور اخس کو اس پر قیاس کرنے کی بہت سی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ جیسے " فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ ٱلذِّكْرَىٰ "[سورۃ الاعلیٰ 9:87]" أی فذكر إن نفعت الذكرى أو لم تنفع " « سو آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت فائدہ دے یا نہ دے » ۔ اسی طرح " بِيَدِكَ ٱلْخَيْرُ "[سورۃ آل عمران 26:3]" أی بيدك الخير والشر " « تیرے ہی ہاتھ میں خیر اور شر ہے »

2. ابن جریر معنی کرتے ہیں:" هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ أی نورٌ للمتقين" : پرہیز گاروں کے لئے روشنی ہے۔[12]

ان موحدین کے لئے روشنی ہے جو شرک، بدعت، حرام اور مکروہات سے بچتے ہیں[13]۔ بعض لوگ قرآن مجید پڑھنے سمجھنے کے باوجود ٹیڑھی راہ چلتے ہیں۔ دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ ٹھہراتے ہیں، مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور مخلوق سے مستغنی نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن مجید کہاں روشنی ہے؟ بلکہ قرآن مجید دراصل تقویٰ والوں کے لئے روشنی ہے۔

متقی کسے کہتے ہیں؟ متقین متقی کی جمع ہے اور یہ "وقی" سے ہے جس کے معنی "بچنے" کے ہیں۔ متقی کو متقی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو حرام سے بچاتا ہے۔[14]

آنے والی آیات میں مؤمنوں، کافروں اور منافقین کی صفات بیان کی جاتی ہیں کیونکہ کسی چیز کی تعریف اس کی صفات جاننے پر موقوف ہے۔ مناطقہ کی یہ بات نا درست ہے کہ جو کہتے ہیں کہ کسی شئ کی معرفت اس کی ذات جاننے پر موقوف ہے۔ حالانکہ دوسری جگہ خود کہتے ہیں کہ کسی شئ کی ذات کی تعریف عسیر جدا ہے۔ تو حاصل کلام دونوں باتوں کا یہ ہوا کہ مناطقہ کسی چیز کی تعریف بھی نہیں سمجھتے۔ اور وہ جملہ اشیاء کی تعریف سے جاہل ہیں۔ دراصل کسی چیز کی تعریف

معرفت صفات پر موقوف ہے کیونکہ ذات تو تمام انسانوں کی ایک ہے البتہ ان کی صفات ایک دوسرے سے الگ ہیں۔اور یہی قرآن مجید کا انداز ہے کہ وہ رب کی معرفت بھی اس کی صفات کے ذریعے بیان کرتا ہے۔اور مختلف لوگوں کی پہچان بھی ان کی صفات کے ذریعے کراتا ہے۔

منعم علیھم

"ٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِٱلْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ۝٣"

« وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو شائع اور رائج کرتے ہیں[15] اور اس مال میں سے جو ہم نے دیا ہے ان کو(اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں »[16]

"يُؤْمِنُونَ بِٱلْغَيْبِ" ایمان بالغیب کے دو مطلب ہیں:

1. متقین وہ لوگ ہیں جو باور (پختہ یقین) کرتے ہیں کہ علم غیب کی صفت خاص اللہ کے لئے ہے۔
2. متقین ان چیزوں پر یقین رکھتے ہیں کہ جو اگرچہ ان سے پوشیدہ ہیں، مشاہدہ نہیں کیا لیکن بیان ہوئی ہیں اور وہ ان کے حق ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

"غیب" کہتے ہیں "ما غاب عن البصر" ہر وہ چیز جو آنکھوں سے او جھل اور علم سے باہر ہو۔ مخلوق کے پاس علم اسباب کی بنیاد پر ہے جیسا کہ شرح عقائد میں ہے۔[17] متقین کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کی تصدیق کرتے ہیں جو ان کے علم سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن اللہ کو ان تمام چیزوں کا علم ہے۔ بعض لوگ جہالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب مانتے ہیں۔ بعض لوگ جنات اور فرشتوں کے لئے علم غیب تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن مجید کی صریح آیتوں کا انکار ہے۔ اور بعض جہالت میں اس حد تک جا پہنچے ہیں کہ اپنی کتابوں میں "يُؤْمِنُونَ بِٱلْغَيْبِ" کی تفسیر أی یؤمنون بأن علم الغیب ثابت لکل مؤمن " کے الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں یعنی تمام اہل ایمان کے لئے علم غیب کو ثابت کرنے کی ایسی تاویل کی ہے جس کا اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"وَكَانَ النَّاسُ فِي جَهْلٍ عَظِيمٍ : فَجَاءُوا بِالْبَيَانِ فَبَيَّنُوْهُ"[18]

« لوگ ایک بڑی جہالت میں پڑے ہوئے تھے لیکن اہل حق "حق بیان" کے ساتھ آئے اور انہوں نے ہر چیز کو کھل کر بیان کیا »

لفظ "غیب" عام ہے جس کے نیچے بہت سے افراد ہیں۔ قرآن کی بلاغت اور اعجاز کا ایک مظہر یہ ہے کہ جہاں بہت مصادیق (مصداق کی جمع) مراد ہوں تو وہاں ایسا لفظ لاتا ہے کہ ان تمام افراد کو شامل ہو۔ عقلمند انسان کا اندازہ اس کی گفتگو سے لگایا جاتا ہے مثلاً اگر وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت کے لئے بلائے تو ایسی بات نہیں کہتا کہ "زید، عمرو، بکر اور باقی ماندہ مہمان تشریف لائیں"۔ کیونکہ دیگر مہمان شرمندگی محسوس کریں گے کہ زید، عمرو، بکر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے کیا دیگر لوگ مہمان نہیں ہیں؟ بلکہ وہ ایسا لفظ استعمال کرے گا جس میں تمام مدعو آجائیں۔ وہ کہے گا "سارے مہمان کھانے کے لئے تشریف لائیں"۔ ایک عاقل انسان جب کسی کو مہمان بناتا ہے تو شائستہ گفتگو کرتا ہے اور اگر مہمان نوازی دیتا ہے تو معمولی چیز کو بھی ایک دلنشین انداز میں پیش کرتا ہے۔ اور بیوقوف انسان پر تکلف مہمان نوازی کو بھی اپنے انداز گفتگو سے یوں بگاڑتا ہے کہ کھانے سے پہلے ہی جی بھر جائے۔

غیب سے مراد:

1. "قرآن مجید" ہے۔ یعنی متقی یہ تصدیق کرتا ہے کہ قرآن مجید کو اس نے ابھی ابھی شروع کیا ہے اور اس سے قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کے بہت سارے احکام پوشیدہ ہیں لیکن وہ ان تمام احکام کے حق ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔
2. غیب سے مراد "ذات خداوندی" ہے کہ جس کا آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا لیکن ایمان لاتے ہیں۔
3. غیب سے مراد جنت اور جہنم ہے۔[19]

مفسرین کے اختلاف کی ایک وجہ:[20]

بعض اوقات مفسرین لفظ کے معنی کی بجائے مصداق ذکر کرتے ہیں مثلاً: "يُؤْمِنُونَ بِٱلْغَيْبِ" کی تفسیر میں بعض "يُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ" ذکر کرتے ہیں۔ بعض يُؤْمِنُونَ بِٱلْجَنَّةِ ذکر کرتے ہیں۔ اللہ، جنت، جہنم وغیرہ یہ غیب کے معانی نہیں ہیں بلکہ مختلف افراد اور مصادیق ہیں۔ ایک مفسر ایک فرد لے لیتا ہے اور دوسرا دوسرا مصداق ذکر کرتا ہے۔ جو لوگ معنی اور مصداق میں فرق نہیں کرتے وہ اس سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مفسرین کے مابین اختلاف ہے حالانکہ یہ سرے سے اختلاف کہلاتا ہی نہیں۔ مصداق کو ایک عام مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "دیندار شخص کا چہرہ پر نور ہوتا ہے"۔ تو ایک کہے جیسے زید، دوسرا کہے: عمرو، تیسرا کہے: بکر۔ اب ہر کوئی اس کا الگ الگ مصداق ذکر کر رہا ہے۔ اور یہ تمام مراد ہو سکتے ہیں لہٰذا ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ ایک قاعدہ ہے جو قرآن مجید کے قاری کو بہت سارے مقامات میں فائدہ دیتا ہے۔ اس کی دوسری مثال "وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ" [21] ہے حالانکہ مَآ عام ہے جس کے نیچے متعدد افراد ہیں۔ مفسرین وَمَآ أُهِلَّ کی تفسیر وَمَا ذُبِحَ کے ساتھ کرتے ہیں جو معنی نہیں بلکہ اس کے افراد میں سے ایک فرد اور مطلق کی ایک نوع ہے۔ تخصیص مراد نہیں۔

وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ

فعل کا معنی اس کے متعلق کے اعتبار سے کیا جائے گا۔ گویا فعل کی مثال بیل کی طرح ہے اور اس کے مفاعیل اس کی رسیاں ہیں۔ اور وہ فعل کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اگر فعل کی اسناد مجسم چیز کی طرف کی جائے تو جسمیت کے مناسب معنی کیا جائے گا اور اگر غیر مجسم چیز کی طرف کی جائے تو اس کے مطابق معنی کیا جائے گا۔ جیسے: **قام زيد** "زید کھڑا ہوا"۔ اس میں قیام کی نسبت زید کی طرف ہے جو ایک شئ مجسم ہے۔ اور قامت السوق "بازار کھڑا ہوا" معنی نہیں کیا جائے گا کیونکہ قیام کی نسبت ایک شئ غیر مجسم کی طرف کی گئی ہے۔ یہاں مناسب معنی یہ ہوں گے "بازار کھل گیا" یا "بازار گرم ہوا"۔ یہی فرق جاء زيد اور جاء البرد میں بھی ہے۔ یعنی "زید آیا" اور "سردی ظاہر ہوئی"۔ یہاں بھی دونوں کی محیثت میں فرق ہے۔ زید کا آنا پیدل چل کر یا سواری پر شخص مجسم ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے۔ جبکہ سردی کا آنا زید کے آنے کی طرح نہیں ہے کہ کوئی یہ کہے کہ " إنتقل من مكان إلى مكان "سردی ایک جگہ سے دوسری جگہ ہوتی ہوئی آئی۔ بلکہ "سردی ظاہر ہوئی" کا معنی کیا جائے گا جب لوگوں نے سردی کے مناسب لباس اور گرم کپڑے پہننا شروع کئے تو عربی میں " **جاء البرد** " کہا جاتا ہے۔ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ میں قیام کی نسبت ایک غیر مجسم چیز (نماز) کی طرف کی گئی ہے جس کا مطلب ہے "نماز کو شائع کرتے ہیں" اور "نماز کو رائج کرتے ہیں" بالفاظ دیگر "خود بھی پڑھتے ہیں اوروں کو بھی اس کا حکم دیتے ہیں"۔ اور قرآن مجید میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے:

"وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱصْطَبِرْ عَلَيْهَا" [سورة طٰہ 132:20]

« اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر ڈٹے رہو »

"نماز پڑھتے ہیں" اور "نماز رائج کرتے ہیں" دونوں معنوں میں فرق واضح ہے کیونکہ اول الذکر میں صرف یہ ہے "کہ خود پڑھتے ہیں" اولاد پڑھے یا نہ پڑھے کوئی پرواہ نہیں۔ اس معنی میں دو خرابیاں لازم آئیں:

1. ایک تو قاعدہ کلیہ کا لحاظ نہیں کیا گیا کہ فعل کا معنی جسم اور غیر مجسم اشیاء کی طرف اسناد کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔
2. معنی میں نقصان کا لازم ہونا

جبکہ ثانی الذکر میں دونوں جانبین کا احاطہ کیا گیا ہے "خود بھی پڑھتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی حکم دیتے ہیں"۔ اور قاعدے کے مطابق بھی معنی درست ہے۔

"وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ"

رَزَقۡنَٰهُمۡ أی أعطیناهم یعنی ہم نے رزق دیا ہے ان کو۔ دیگر الفاظ کی بجائے لفظ "رزق" ذکر کرنے میں ایک نکتہ یہ ہے کہ رزق انسان کے لئے ایک مرغوب (پسندیدہ) چیز ہے۔ مطلب یہ کہ متقی وہ ہے جو مرغوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ رزق کی شکل میں جو تیار چیز دستیاب ہے اس سے خرچ کرتے ہیں اور جو تیار نہیں ہے اس سے تو بطریق اولیٰ خرچ کرتے ہیں۔

يُنفِقُونَ انفاق سے ہے جس کے معنی "اخراج" کے ہیں یعنی مال خرچ کرنا۔ چونکہ مال خرچ کرنے سے وہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔" نفقت السوق "اس وقت کہا جاتا ہے جب بازار میں لین دین اور گہما گہمی شروع ہو جائے۔[22]

"وَٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ وَبِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ" ﴿٤﴾

«اور وہ لوگ ہیں جو اس کتاب پر یقین رکھتے ہیں جو (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) آپ پر اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے (پیغمبروں پر) اتاری گئی ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں»[23]

أُنزِلَ إِلَيۡكَ قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ایک جانب مضمون کو آگے بڑھاتا ہے تو دوسری جانب سورۃ کے آغاز کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ أُنزِلَ إِلَيۡكَ میں متقین کی صفت بیان کی جارہی ہے کہ وہ آپ پر اتاری جانے والی کتاب پر اللہ کی طرف سے ہونے میں یقین رکھتے ہیں۔ ابتدائے سورۃ یعنی لَا رَيۡبَۛ فِيهِ کی طرف اشارہ ہے۔

وجوہ" أَنزَلَ "

دیگر افعال کی طرف أَنْزَلَ بھی قرآن مجید میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے " وَأَنزَلۡنَا ٱلۡحَدِيدَ [سورۃ الحدید 25:57]" بمعنی خَلَقۡنَا « ہم نے لوہے کو پیدا کیا ہے » اور " أَنزَلۡنَا " برسنے کے معنوں میں جیسے " وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً [سورۃ الفرقان 48:25] « ہم نے اوپر سے مینہ برسایا » بعض لوگ ہر جگہ یکساں معنی کرتے ہیں اور کوئی فرق نہیں کرتے "ہم نے لوہا نازل کیا" "اوپر سے پانی نازل کیا" "اور کتاب نازل کی"۔ چونکہ نفس انزال یعنی اوپر سے کسی چیز کو گرانا ساروں میں مشترک تھا تو جملہ مقامات میں فعل " أَنزَلَ " سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن ہر فرد کے اعتبار سے معنی مختلف ہو گا یعنی پیدا کرنا، برسانا اور بھیجنا۔ جیسے لوہے کا پیدا کرنا تو اللہ نے پہاڑوں کو اوپر سے حکم دیا کہ "لوہا" تو وہ لوہا ہو گیا۔ پانی کو برسنے کا حکم دیا تو وہ بارش کی صورت میں برسا[24]۔ کتاب کو بھیجے جانے کا حکم دیا تو اس کے حکم سے وہ اتارا گیا ہے۔

وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ میں متقین کی یہ صفت ذکر کی گئی کہ وہ یہودی ہیں نہ نصرانی جو گذشتہ کتابوں کو نہیں مانتے۔[25]

وَبِٱلۡأٓخِرَةِ آخرت کو آخرت اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے بعد اور کوئی دن نہیں[26]۔ اور وہی آخری دن ہو گا۔ جس میں اہل جنت کے لئے پھر کوئی تاریکی نہیں اور اہل جہنم کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

يُوقِنُونَ " إیقان "سے ہے۔ پختہ بات کو کہتے ہیں۔[27]

حکم دنیاوی واخروی

"أُوْلَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدٗى مِّن رَّبِّهِمۡۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ" ﴿٥﴾

«یہی لوگ (مذکورہ پانچ صفات والے) اپنے پروردگار (کی طرف) سے (دنیا میں) توفیق پر ہیں اور یہی لوگ (آخرت میں) کامیاب ہیں»

قرآن مجید کا عام قاعدہ یہ ہے کہ جب صفات بیان کرتا ہے تو اس کے بعد حکم لگاتا ہے۔[28]

عَلَىٰ آتا ہے" للإستعلاء "گویا کہ یہ ہدایت ایک ٹیلا (اونچی جگہ) ہے جس کے اوپر متقین بیٹھے ہوئے ہیں۔[29]

هُدًى ہدایت کہتے ہیں توفیق، حق اور استقامت کو۔[30] مذکورہ پانچ صفات والے دنیا میں اپنے رب کی جانب سے حق پر ہیں۔ اور آخرت میں یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اوصاف المؤمنین:

قرآن مجید نے یہاں متقین کی پانچ صفات ذکر کیں۔ اور دیگر مقامات میں اور صفات بھی ذکر کرتا ہے۔ اور اہل ایمان کو مختلف ناموں سے موسوم کرتا ہے۔ کبھی متقین، کبھی مؤمنین، کبھی محسنین، کبھی دیگر ناموں سے۔ اگر ایک شخص مصنف بننا چاہتا ہے تو قرآن مجید سے ایمان والوں کی یہ صفات جمع کرے اور نام رکھے: اوصاف المتقین، اوصاف المؤمنین، اولیاء الرحمٰن۔ مثلاً:

- "لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ وَءَاتَى ٱلْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَٰهَدُوا۟ ۖ وَٱلصَّٰبِرِينَ فِى ٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَحِينَ ٱلْبَأْسِ ۗ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا۟ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُتَّقُونَ" [سورة البقرة 2:177]

« نیکی محض یہی نہیں ہے کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں اور نماز جاری کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور جب عہد کرلیں تو اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ اور مالی تکالیف اور بدنی تکالیف میں ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں »

- "ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُوا۟ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ" [سورة البقرة 2:285]

« رسول اور ایمان والے اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے »

- "وَسَارِعُوٓا۟ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِى ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلْكَٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَٱلَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا۟ فَٰحِشَةً أَوْ ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا۟ ٱللَّهَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ إِلَّا ٱللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا۟ عَلَىٰ مَا فَعَلُوا۟ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّٰتٌ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ ٱلْعَٰمِلِينَ" [سورة آل عمران 3:133-136]

« اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے ایسے ہی لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ان میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور (اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے »

❖ ”هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ “ [سورۃ آل عمران 138:3]

« یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بیان صریح اور اہلِ تقویٰ کے لیے توفیق اور نصیحت ہے »

❖ ”وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿١٤٧﴾ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ “﴿١٤٨﴾ [سورۃ آل عمران 146:3-148]

« اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ (اللہ کے دشمنوں سے) لڑے ہیں تو جو مصیبتیں ان پر راہِ اللہ میں واقع ہوئیں ان کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی نہ (کافروں سے) دبے اور اللہ استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور (اس حالت میں) ان کے منہ سے کوئی بات نکلتی ہے تو یہی کہ اے پروردگار ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں معاف فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما تو اللہ نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ (دے گا) اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے »

❖ ”وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ “ [سورۃ التوبۃ 71:9]

« اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے »

❖ ”قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ﴿٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ “﴿١١﴾ [سورۃ المؤمنون 1:23-11]

« بے شک ایمان والے رستگار ہوگئے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی مِلک ہوتی ہیں کہ (ان سے) مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے) نکل جانے والے ہیں اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں یہ ہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں (یعنی) جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہیں گے »

❖ ”وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ “[سورۃ الفرقان 63:25]

« اور اللہ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اور جو وہ اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں » سورۃ الفرقان: 63 سے لے کر سورۃ کے اختتام تک متعدد صفات ذکر کی گئی ہیں »

- ❖ "إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ وَٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلْخَٰشِعِينَ وَٱلْخَٰشِعَٰتِ وَٱلْمُتَصَدِّقِينَ وَٱلْمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَٱلْحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا" [سورۃ الأحزاب 35:33]

«(جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے»

مغضوب علیہم

"إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ" ﴿٦﴾

« بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا(قرآن مجید سے ضد اور عناد کی وجہ سے) برابر ہے ان پر اگر آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لاتے » [31]

-یا کفر بمعنی حق چھپانا « بے شک وہ لوگ جنہوں نے حق چھپایا[32](ضد اور عناد کی وجہ سے) برابر ہے ان پر اگر آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لاتے »

سورۃ الفاتحہ میں تین فرقوں کا بیان ہوا تھا۔پہلا فریق منعم علیہم کی پانچ صفات بمعہ حکم دنیاوی و اخروی بیان ہوئے۔ان دو آیات میں دوسرا فریق مغضوب علیہم کا بیان کیا جاتا ہے۔[33]اور تیسرے گروہ یعنی منافقین کے مقابلے میں ان کی وضاحت مختصر اً کی گئی ہے کیونکہ ان کا کفر واضح تھا۔اور ایمان والوں کے لئے ان کو پہچاننا مشکل نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کفر متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔کفر لغت میں "چھپانے" کے معنوں میں آتا ہے جیسے کاشتکار کو"کافر" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دانہ کو زمین میں چھپاتا ہے: أَعْجَبَ ٱلْكُفَّارَ نَبَاتُهُۥ [سورۃ الحدید20:57] [34]« اس کی پیداوار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے » کفر انکار کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

انواع کفر

کفر کی پانچ اقسام ہیں:[35]

1. کفر اباء و استکبار
2. کفر تکذیب
3. کفر اعراض
4. کفر شک
5. کفر نفاق

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ آیت زیر بحث میں کفر عام ہے[36]جو مذکورہ تمام انواع کو شامل ہے۔اور سورۃ کے آغاز کی طرف اشارہ ہے۔یعنی

1. إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بے شک وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید سے انکار اور استکبار کیا۔
2. إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بے شک وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید کو جھٹلایا۔
3. إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بے شک وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید سے اعراض(منہ موڑنا) کیا۔
4. إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بے شک وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید میں شک کیا حالانکہ ابتداء میں کہا گیا لَا رَيْبَ فِيهِ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔
5. إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بے شک وہ لوگ جنہوں نے منافقانہ انکار کیا۔زبانی طور اقرار جبکہ دل سے انکار کرتے ہیں۔

اعتراض: جب ایمان نہیں لاتے تو پھر انہیں بیان کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: بیان اس لئے تاکہ ان پر حجت قائم ہو اور کل قیامت میں یہ عذر پیش نہ کریں لَقَالُوا۟ رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ ءَايَٰتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ « اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیرے کلام (واحکام) کی پیروی کرتے » [سورۃ طہ 20: 134]

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ اس جملے میں رسول اللہ ﷺ (اور ہر مبلغ) کو یہ تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ﷺ اپنا فریضہ تبلیغ جاری رکھیں البتہ بات ماننے کی ان سے کوئی امید نہ لگائیں۔

سوال : کیوں ایمان نہیں لاتے ؟

جواب : خَتَمَ ٱللَّهُ ما قبل آیت کے لئے علت ہے۔ ایمان اس لئے نہیں لاتے کہ اللہ نے ان کے اسباب فہم پر مہر لگائی ہے۔[37] اور مہر لگنے کی وجہ ان کا عمل اور صفت كَفَرُوا۟ ہے یعنی قرآن مجید سے انکار، تکذیب، اعراض، شک اور نفاق۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ آگ میں اثر ڈالنے والا اللہ ہے لیکن اگر کوئی شخص اس میں ہاتھ ڈالے اور اس کا ہاتھ جل جائے تو یہ انسان اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے کیونکہ فعل اور کسب اس کا ہے۔ اسی طرح پانی میں ڈبونے کی طاقت اللہ نے ڈالی ہے لیکن ایک انسان پانی میں چھلانگ لگانے کے بعد ڈوب جائے تو وہ انسان اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

"خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰٓ أَبْصَٰرِهِمْ غِشَٰوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾"

« مہر لگائی ہے اللہ نے ان کے دلوں پر (یعنی حق داخل نہیں ہوتا) اور کانوں پر، اور ان کی آنکھوں پر پردے ہیں، اور ان کے لئے (آخرت میں) بڑا عذاب ہے »

حکم دنیاوی واخروی

دوصفات یعنی كَفَرُوا۟ اور لَا يُؤْمِنُونَ کے ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں **مغضوب علیهم** کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

- دنیا میں اسباب فہم ان کے عمل کی وجہ سے ان سے چھین لئے گئے۔ "خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰٓ أَبْصَٰرِهِمْ غِشَٰوَةٌ ۖ"
- آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ "وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ"

خَتَمَ کے معنی مہر کے ہیں اور مہر کہتے ہیں: کسی چیز کو ایسا بند کر دینا یہاں کہ اس میں کوئی چیز داخل نہ ہو سکے[38]۔ یعنی یہ شخص نافرمانی کرتا رہا کر تا رہا حتی کہ اس کی نافرمانی دیوار کی مانند رکاوٹ بن گئی۔ اب اگر اسے بیان کیا بھی جائے تو حق اس کے دل میں داخل نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہوا کہ مہر کے اسباب اس شخص نے خود پیدا کئے ہیں۔ البتہ اس کی سزا اللہ کی طرف سے ہے۔ جیسے:

"أَفَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ ٱللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِۦ وَقَلْبِهِۦ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِۦ غِشَٰوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِنۢ بَعْدِ ٱللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ" [سورة الجاثية 45:23]

« بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے کے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے۔ بھلا تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے ؟ »

مذکورہ آیت میں اسباب فہم پر مہر لگانے کی وجہ قرآن مجید نے خود ذکر کی ہے کہ اس شخص نے اپنی خواہش کو اپنا الٰہ بنایا اور علم کے باوجود وہ گمراہی کے راستے چلا۔

اور خود جہنم میں ڈالے جانے کے بعد جہنمی اقرار کریں گے کہ ہمارے پاس ڈرانے والا اور اللہ کی کتاب آئی تھی لیکن ہم نے جھٹلایا تھا۔ جیسے ذیل کی آیت میں ہے:

"كُلَّمَآ أُلْقِىَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ﴿٨﴾ قَالُوا۟ بَلَىٰ قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ ٱللَّهُ مِن شَىْءٍ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ كَبِيرٍ ﴿٩﴾ وَقَالُوا۟ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِىٓ أَصْحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ ﴿١٠﴾" [سورة الملك 67:9-10]

« جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں ضرور ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا تھا اور ہم نے کہا تھا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی (یعنی یہ تمہاری خود ساختہ باتیں ہیں) تم تو بڑی گمراہی میں ہو۔ اور کہیں گے کاش کہ ہم نے (قرآن) سنا ہوتا یا ہم نے (قرآن) سمجھا ہوتا تو ہم جہنمیوں میں سے نہ ہوتے »

قرآن مجید میں جگہ جگہ ایک جانب "مہر" سے مختلف الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے تو دوسری جانب مہر لگنے کے اسباب بھی ذکر کئے گئے ہیں:

1. أكنة سے تعبیر

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِن تَدْعُهُمْ إِلَى
ٱلْهُدَىٰ فَلَن يَهْتَدُوٓا۟ إِذًا أَبَدًا" [سورة الكهف 57:18]

« اور اس سے ظالم کون جس کو اس کے پروردگار کے کلام سے سمجھایا گیا تو اُس نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اس کو بھول گیا۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے کہ اسے سمجھ نہ سکیں۔ اور کانوں میں ثقل (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو رستے کی طرف بلاؤ تو کبھی رستے پر نہ آئیں گے »

یعنی قرآن مجید کی آیات کے ذریعے نصیحت دینے کے بعد اس کا اعراض کرنا ختم قلب کا سبب بنا۔

2. حجاب سے تعبیر

"وَإِذَا قَرَأْتَ ٱلْقُرْءَانَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا" [سورة بنی اسرائیل 45:17]

« اور جب قرآن پڑھا کرتے ہو تو ہم تم میں اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے پوشیدہ پردہ ٹھہراتے ہیں »

3. ران سے تعبیر

"كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ" [سورة المطففین 14:83]

« دیکھو یہ جو (اعمال بد) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے »

4. سدّ سے تعبیر

"وَجَعَلْنَا مِنۢ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ" [سورة یس 9:36]

« اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنادی اور ان کے پیچھے بھی۔ پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ نہیں سکتے »

5. طبع سے تعبیر

"ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا عَلَى ٱلْـَٔاخِرَةِ وَأَنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿١٠٧﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ طَبَعَ ٱللَّهُ عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَٰفِلُونَ ﴿١٠٨﴾" [سورة النحل 16:107-108]

« یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے۔ اور یہی (اللہ کی کتاب سے) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں »

آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دینا دل، کانوں اور آنکھوں پر مہر کا سبب بنا۔

6. غفلة سے تعبیر

"وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ **الْغَافِلُونَ** "[سورۃ الاعراف 179:7]

« اور ہم نے (اپنے علم میں) بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں (ان کی کیا نشانیاں ہیں؟) ان کے دل ہیں لیکن ان سے (قرآن مجید کو) سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے (قرآن مجید کو) دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے (قرآن مجید کو) سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں »

چارپایوں سے زیادہ بھٹکے ہوئے اس لئے ہیں کیونکہ چارپایوں کو اللہ تعالیٰ نے کتاب کا مکلف نہیں بنایا تھا۔ اور انسان کو باوجود فہم اور عقل دینے کے اس نے قرآن مجید سے اعراض کیا۔

"وَلَا تُطِعْ مَنْ **أَغْفَلْنَا** قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا " [سورۃ الکھف 28:18]

« اور جس شخص کے دل کو ہم نے اپنی کتاب سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہنا ماننا »

7. قسوة سے تعبیر

"فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ **قَاسِيَةً** يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ "[سورۃ المائدۃ 13:5]

« تو ان لوگوں کے عہد توڑ دینے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا یہ لوگ کلمات (کتاب) کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی ان کا بھی ایک حصہ فراموش کر بیٹھے »

8. قفل سے تعبیر

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ **أَقْفَالُهَا** "[سورۃ محمد 24:47]

« بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں »

9. وقر سے تعبیر

"وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا **وَقْرٌ** وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ " [سورۃ فصلت 5:41]

« اور کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ (یعنی بہرا پن) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے »

قرآن مجید کے کمالات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جب کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرتا ہے تو مختلف تعبیروں کے ساتھ اور اتنے مفصل انداز میں ذکر کرتا ہے کہ قاری کو یہ احساس ہوتا ہے گویا قرآن مجید اسی مسئلہ کو بیان کرنے کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے تاکہ وہ اہم مضمون ذہن نشین ہو اور بات دل میں اتر جائے۔[39]

اوصاف الکفار:

- "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ [سورۃ سبا 31:34]

« اور کافر کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ان (کتابوں) کو جو اس سے پہلے کی ہیں »

- "وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَسۡمَعُواْ لِهَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانِ وَٱلۡغَوۡاْ فِيهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُونَ [سورۃ فصلت 26:41]

« اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور شور کرو (دوران بیان) تاکہ تم غالب رہو » [40]

- "وَإِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُنَا بَيِّنَٰتٖ تَعۡرِفُ فِي وُجُوهِ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلۡمُنكَرَۖ يَكَادُونَ يَسۡطُونَ بِٱلَّذِينَ يَتۡلُونَ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِنَاۗ قُلۡ أَفَأُنَبِّئُكُم بِشَرّٖ مِّن ذَٰلِكُمُۚ ٱلنَّارُ وَعَدَهَا ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْۖ وَبِئۡسَ ٱلۡمَصِيرُ [سورۃ الحج 72:22]

« اور جب ان کو ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کے چہروں میں صاف طور پر ناگواری (کے آثار) دیکھو گے۔ قریب ہے کہ جو لوگ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر حملہ کر دیں۔ کہہ دو کہ میں تم کو اس سے بھی بری چیز کی خبر دوں؟ آگ۔ اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کیا ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے »

- "مَا يُجَٰدِلُ فِيٓ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَا يَغۡرُرۡكَ تَقَلُّبُهُمۡ فِي ٱلۡبِلَٰدِ [سورۃ غافر 4:40]

« اللہ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں۔ تو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے »

- " إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يُنَادَوۡنَ لَمَقۡتُ ٱللَّهِ أَكۡبَرُ مِن مَّقۡتِكُمۡ أَنفُسَكُمۡ إِذۡ تُدۡعَوۡنَ إِلَى ٱلۡإِيمَٰنِ فَتَكۡفُرُونَ [سورۃ غافر 10:40]

« جن لوگوں نے کفر کیا انہیں پکارا جائے گا کہ اللہ کا غصہ تم پر تمہارا ایمان والوں کے غصے سے کہیں زیادہ تھا جب تم دنیا میں ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو تم لوگ انکار کرتے تھے »

- " كَلَّآۖ إِنَّهُۥ كَانَ لِأٓيَٰتِنَا عَنِيدٗا ﴿١٦﴾ سَأُرۡهِقُهُۥ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُۥ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيۡفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدۡبَرَ وَٱسۡتَكۡبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا سِحۡرٞ يُؤۡثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا قَوۡلُ ٱلۡبَشَرِ ﴿٢٥﴾ [سورۃ المدثر 74:16-25]

« ایسا ہر گز نہیں (جس طرح ان کا خیال ہے)۔ یہ ہماری آیتوں کا دشمن تھا۔ عنقریب ہم اسے سخت مقام کی طرف چڑھائیں گے۔ اس نے سوچا اور اندازہ لگایا۔ کم بخت! کیسا برا اندازہ لگایا۔ پھر اس پر لعنت کیسا برا اندازہ لگایا۔ پھر گھورنے لگا پھر تیوری چڑھائی پھر منہ بگاڑا۔ پھر پشت پھیر لی اور اپنے آپ کو بڑا جانا۔ (اور جاتے جاتے کہنے لگا) یہ تو جادو ہے جس میں اثر ڈالا گیا ہے۔ یہ تو محض بشر کا کلام ہے »

ضالین

وَمِنَ ٱلنَّاسِ سے تیسرے گروہ ٱلضَّآلِّينَ یعنی منافقین کی صفات بیان کی جارہی ہیں اور ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ یعنی کافروں کے مقابلے میں ان کی تفصیل زیادہ آیات میں کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان کے لئے ان کا ضرر کافروں کے مقابلے میں زیادہ تھا۔ مؤمن کو دھوکے کا خطرہ کافر کے مقابلے میں منافق سے کہیں زیادہ ہے۔ مؤمنوں کی جماعت میں داخل ہو کر عین میدان جہاد میں مسلمانوں کی ہمت پست کرنے کی باتیں کرنے لگیں گے۔ "ارے اس دشمن کا مقابلہ ہم کیسے کر سکتے ہیں"۔ اور میدان جہاد سے واپس ہو کر مخلص ایمان والوں کے لئے بھی سستی کا باعث بنتے ہیں۔ یوں مسلمانوں کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اندر رہ کر ان کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالتے ہیں۔ کافروں سے یہ خطرہ نہیں تھا کیونکہ ان کی دشمنی واضح تھی۔

وَمِنَ ٱلنَّاسِ میں' مِنۡ 'تبعیض کے لئے ہے اور ٱلنَّاسِ کو معرف باللام ذکر کیا جس میں اس جانب اشارہ ہے کہ ما قبل میں جن لوگوں کا بیان گزرا[41]، ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جن کی مندرجہ ذیل صفات ہیں:

منافقین کی صفات

1. قول اور قلب میں تضاد۔ بظاہر کہتے ہیں ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَبِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ ہم اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں لیکن درحقیقت وَمَا هُم بِمُؤۡمِنِينَ دل سے ایمان والے نہیں ہیں۔
2. قول اور فعل دونوں میں دھوکے باز ہیں يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ
3. عدم شعور وَمَا يَشۡعُرُونَ
4. دل میں نفاق کا مرض فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ
5. قول اور فعل دونوں میں جھوٹے ہیں يَكۡذِبُونَ
6. کام فساد کا اور دعوی اصلاح کا قَالُوٓاْ إِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُونَ
7. صحابہ کرام کو بیوقوف کہنا قَالُوٓاْ أَنُؤۡمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُۗ
8. ایمان والوں کے سامنے ایمان اور کافروں کے سامنے کفر ظاہر کرنا "وَإِذَا لَقُواْ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوۡاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ قَالُوٓاْ إِنَّا مَعَكُمۡ
9. ایمان والوں کا مذاق اڑانا إِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُونَ
10. حیران اور پریشان ہونا يَعۡمَهُونَ

جس طرح ان آیات میں منافقین کی متعدد صفات ذکر ہوئی ہیں، اسی طرح اُن پر متعدد احکام بھی لگائے گئے ہیں، مثلاً:

1. وَمَا هُم بِمُؤۡمِنِينَ
2. وَمَا يَخۡدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُونَ
3. فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضٗاۖ
4. وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمُۢ
5. أَلَآ إِنَّهُمۡ هُمُ ٱلۡمُفۡسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشۡعُرُونَ
6. أَلَآ إِنَّهُمۡ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعۡلَمُونَ

7. اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ

8. وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

9. أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ

10. وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ

"وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

« اور بعض لوگ ایسے ہیں جو (زبانی) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ (دل سے) ایمان نہیں رکھتے » [42]

"**آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ** اصول اور مقاصد میں سے دو مصرح (ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ) ذکر کئے گئے ہیں اور دو (یعنی اثبات رسالت اور صداقت کتاب) کو مندرج کیا ہے۔ گویا منافق زبانی دعوی تو یہ کرتا ہے کہ وہ ایمان کے جملہ اصول مانتا ہے۔ لیکن قرآن مجید ان کے اس دعوی کی تردید کرتا ہے وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ اور وہ دل سے ایمان والے نہیں ہیں۔[43] ایمان درحقیقت قلبی صفت ہے۔ اسی لئے منافقین سے سلب کیا گیا۔ اور اس آیت میں مراد اعتقادی منافق ہیں۔

"يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾

« دھوکا دیتے ہیں اللہ کو (اپنے خیال میں) اور مومنوں کو۔ مگر (حقیقت میں) اپنے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور ان میں (ظاہری) سمجھ (بھی) نہیں ہے »

يُخَادِعُونَ خاء، دال، عین (خدع) کہتے ہیں: کسی چیز کو ایک طرح ظاہر کرنا اور باطن میں مقصد کچھ اور ہونا[44]۔ **مخادعة** قول اور فعل دونوں کی صفت آتی ہے۔ مثلاً کسی شخص سے کہنا کہ آؤ فلاں باغ کی طرف چلیں اور مقصد اسے دریا میں دھکیلنا ہو۔ یا کسی شخص سے کہنا کہ میں تمہارا دوست ہوں اور درحقیقت اس سے دشمنی مقصود ہو۔ اسی لئے یہاں پر دونوں مراد ہیں، یعنی منافق قول میں بھی دھوکے باز اور فعل میں بھی دھوکے باز۔

محدثین کا مشہور مقولہ ہے: المحتالون هم المخادعون . حیلہ کرنے والے ہی دھوکے باز ہیں۔

دائرہ حیلہ اسقاط: [45]

ہمارے اس معاشرے میں عام طور پر لوگ نماز جنازہ کے بعد حیلہ اسقاط کا دائرہ بناتے ہیں۔ اس حیلہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دائرہ میں بیٹھ کر آٹھ دس مولویوں میں سے جب ایک مولوی دوسرے کو دس روپے بخشے تو ان کے خیال کے مطابق بیس بن جاتے ہیں۔ دوسرا تیسرے کو بخشے تو چالیس بن گئے۔ اور یوں آگے بخشنے پر وہ تھوڑے پیسے دوگنے ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہ عمل میت کی قضاء نمازوں کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک میت پر سینکڑوں روپے نماز کے بطور فدیہ بنتے ہیں تو ان دس روپوں کو آپس میں اتنی بار گھماتے ہیں یہاں تک کہ وہ مطلوب حد کو پہنچ جائے[46]۔ **افسوس!** کہ ایسا مذاق کسی بچے کے ساتھ بھی ممکن نہیں ہے کہ آپ اسے ایک روپیہ دیں۔ پھر لیں۔ پھر دیں اور لیتے دیتے رہیں اور آخر میں اسے یہ کہیں کہ: بیٹا! یہ بیس روپے لو۔ بچہ بھی جواب میں یہی کہے گا کہ یہ تو ایک ہی ہے، بیس کہاں ہیں؟ بچے کو تو چکما نہیں دیا جا سکتا اور اللہ میاں کو دھوکا دے رہے ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"کارہا با خلق آری جملہ راست   با خدا تزویر و حیلہ کے رواست [47]

« مخلوق کے ساتھ تو تمہارے جملہ معاملات ٹھیک ہیں۔ خدا کے ساتھ یہ حیلے اور دھوکے کہاں جائز ہیں؟ »

"وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ اس سے مراد دھوکے کا وبال ہے۔[48]

"يَشْعُرُونَ شعور جانوروں میں ہوتا ہے۔اور منافق سے شعور سلب کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ منافق جانوروں سے بھی بدتر ہیں[49]۔کیونکہ وہ زبردستی اپنے آپ کو جہنم میں جھونک رہا ہے۔

شعور اور عقل میں فرق:

شعور صرف ظاہر کو سمجھتی ہے جبکہ عقل انجام پر نظر رکھتی ہے[50]۔ بیل رہٹ کے گرد گھومتا رہتا ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ کنویں سے پانی کس مقصد کے لئے نکال رہا ہے۔اس کی پیٹھ پر بار لادے ہوئے اسے یہ پتہ نہیں کہ یہ بوجھ کس مقصد کے لئے ہے۔اور انسان کو عقل کی وجہ سے یہ معلوم ہے کہ وہ کنویں سے پانی کھیتوں کو سیر اب کرنے اور غلہ اگانے کے لئے نکال رہا ہے اور جانور کی پشت پر بوجھ لادنے سے وہ گھر میں خوراک ڈالے گا جس سے وہ اور اس کے گھر والے کھائیں گے۔دکان میں سودا سلف ڈال کر اسے فروخت کرے گا۔

"فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًاۖ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمُۢ بِمَا كَانُواْ يَكۡذِبُونَ ﴿١٠﴾

«ان کے دلوں میں مرض ہے۔تو زیادہ کرتا ہے اللہ ان کا مرض۔اور ان کے لئے درد دینے والا عذاب ہے، بہ سبب ہمیشہ جھوٹ (بولنے اور کرنے) کے»

فِي قُلُوبِهِم جار مجرور کی تقدیم کلام میں تاکید اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔[51]

مَّرَضٌ

جسمانی اور معنوی مرض:

علم طب میں بنیادی طور پر تین چیزوں سے بحث کی جاتی ہے۔ایک طبیب اور ڈاکٹر کی مہارت کا اندازہ اسی وقت لگایا جاسکتا ہے جب وہ تین امور سے واقف ہو۔ سب سے پہلے وہ مرض کی تشخیص کر سکتا ہو کہ اس مریض کو کونسی بیماری لاحق ہے۔دوسری بات کہ اس مریض کو یہ مرض کس سبب سے لاحق ہوا۔اور تیسری بات کہ وہ اس کے لئے مناسب علاج تجویز کرے۔ جسم کو مرض کے لاحق ہونے کے بنیادی اسباب چار ہیں:[52]

1. فساد
2. ضعف
3. نقصان [اخلاط اربعہ میں بے اعتدالی]
4. ظلمت

معدہ میں فساد اس وقت آتا ہے جب انسان دو ایسی مختلف چیزیں ایک ہی وقت میں کھائے جس کی وجہ سے غلیان پیدا ہوتا ہے۔مثلاً اگر ایک شخص دیر سے ہضم ہونے والی خوراک پہلے اور جلد ہضم ہونے والی خوراک بعد میں کھائے تو نتیجتاً جلد ہضم ہونے والی خوراک آگے بڑھنا چاہتی ہے اور دیر سے ہضم ہونے والی خوراک نے راستہ روکے رکھا ہے۔تو دونوں کے خلط سے غلیان پیدا ہوتا ہے اور معدہ خراب ہونے کی وجہ سے انسان بیمار ہو جاتا ہے۔بڑھتی عمر کے ساتھ جب معدہ میں ضعف آجائے تو اس کے مطابق نرم غذا الیناضروری ہوتا ہے لیکن اگر ایک بوڑھا شخص سخت خوراک لے تو معدہ کے ضعف کی وجہ سے اسے ہضم کرنا مشکل ہوتا ہے تو انسان بیمار ہوتا ہے۔اگر اخلاط اربعہ (دم، بلغم، صفراء اور سوداء) میں سے کسی بھی خلط میں بے اعتدالی آجائے اور

کمی (نقصان) واقع ہو جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ اور چوتھا سبب ظلمت جب کوئی انسان خوراک میں تجاوز کرے تو اس سے پیدا ہونے والی گیس سے انسان کی طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات مرض کا باعث بنتا ہے۔

اسی طرح دلوں کو لگنے والے معنوی مرض یعنی منافقت کے بھی یہی چار اسباب ہیں:

1. فساد علم
2. ضعف علم
3. نقصان علم
4. ظلمت

فساد علم تب ہوتا ہے جب انسان بیک وقت دو متضاد چیزیں سنے۔ ایک جانب وہ قرآن مجید سے توحید کے دلائل سنے اور دوسری جانب ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے جو شرک کا پرچار کرتے ہوں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ حق کو سن کر اسے اپنے دل میں جگہ دیتا اور باطل کو ٹھوکر مارتا۔ لیکن علم کے فساد کی وجہ سے بالآخر وہ منافق بن جاتا ہے اور وہ اس شعر کا مصداق بن جاتا ہے:

"نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے   نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم"[53]

منافقت کا دوسرا سبب جب انسان کے پاس علم میں ضعف اور کمزوری ہو۔ اور اس میں اتنی پختگی نہ ہو کہ جس کی بنیاد پر وہ شبہات کا رد کر سکے۔ کتاب میں لکھی ہر نوشت کو دلیل کہتا ہے اور جب دلیل پیش کرتا ہے تو کہتا ہے "کتاب میں لکھا ہے"۔ یوں ضعف علم نفاق پر منتج ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے اگر ایک شخص باطل کی تردید نہیں کر سکتا تو باطل پرستوں کی کتابوں کے پڑھنے سے گریز کرے۔ بالخصوص ان کتابوں کے پڑھنے سے اجتناب کرے جو شرک وبدعت کی دعوت پر مشتمل ہوں۔ بلکہ ایسی کتابیں پڑھنا ان لوگوں کے لئے حرام ہے جو حق اور باطل میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ضرور پڑھنا ہے تو کسی قابل عالم سے استفسار کر کے پڑھا جائے تو وہ تمہیں اس کی خوبیاں اور خامیاں ظاہر کر دے گا۔ عموماً باطل پرست اپنی کتابوں میں ایسے حوالہ جات کا سہارا لیتے ہیں جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا۔ جیسے بعض لوگ سماع موتی کے لئے "كتاب العاقبة" پر حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ روئے زمین پر اس کتاب کا وجود ہی نہیں[54]۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "تهذيب التهذيب"[55] میں عبد الحق اشبیلی[56] کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ چوتھی صدی ہجری[57] میں اس کی جملہ کتابیں اور مسودات جل کر راکھ ہو چکی ہیں تو راکھ ہونے کے بعد ان کتابوں سے کیسے نقل کیا گیا۔ ضعف علم میں عوام سے کیا گلہ، یہاں تو علماء کے ہاں بھی علم کا جنازہ نکل چکا ہے۔ عوام تو علماء حق اور علماء سوء میں تمیز نہیں کر سکتے اور ان کے نزدیک سارے ایک جیسے ہیں۔

منافقت کا تیسرا سبب علم میں نقصان ہے۔ اور اس کے کئی اسباب ہیں بعض اوقات ایک شخص حق کے دلائل سن لیتا ہے لیکن لاپرواہی کی وجہ سے انہیں بھلا دیتا ہے۔ اپنے لئے پسند کرتا ہے کہ اسے عالم کہہ کر پکارا جائے لیکن کتاب کے مطالعہ سے بیر ہے۔ حالانکہ جس طرح ایک مجاہد کا ہتھیار اس کی تلوار ہے اسی طرح ایک عالم کا ہتھیار اس کی کتاب ہے۔ لیکن افسوس کہ آج عالم ایک ظاہری لباس اور سفید پگڑی کا نام رہ چکا ہے۔ زیادہ وقت کھانے پینے میں گزارنا ایک عادت بن چکی ہے۔ روزمرہ کے چھوٹے موٹے کام اپنے ہاتھ سے کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھنا، اپنے جوتے دوسروں سے اٹھوانا، ہر کام میں اوروں پر تکیہ کرنا، لحیم شحیم بدن علم سے وابستہ لوگوں کی نشانی بن چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ خانہ داری کے بیشتر امور خود انجام دیتے تھے، جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے[58]۔ اور وہ یہ تعلیم دیتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں (بغیر جوتیاں پہنے) چلا کرو[59]۔ رسول اللہ ﷺ کی اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بدنی طور پر اتنے مضبوط تھے کہ ایران اور روم کے موسموں، راستوں، دریاؤں اور فوجوں نے ان کے عزم اور ارادوں کو متزلزل نہیں کیا اور عرب و عجم ان کے قدموں تلے آ گئے۔

منافقت کا چوتھا سبب "ظلمت" جب ایک شخص ہر کس و ناکس کی کتابیں اور دلائل پڑھے، تمیز کرنے کی صلاحیت تو اس میں ہے نہیں کہ وہ روایات میں صحت و ضعف کی پہچان کر سکے۔ جب اس بات کی سمجھ اسے نہ ہو کہ اہل حق ہمیشہ کتاب کا حوالہ بمعہ جلد اور صفحہ نمبر کے دیتے ہیں اور اہل باطل دلیل اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ اور دعوی کرتے ہیں "یہ بات کتابوں میں موجود ہے"۔ تو ایسے شخص پر اشتباہ آ جاتی ہے۔ اور بالآخر یہ عمل نفاق کا سبب بن جاتا ہے۔

فَزَادَهُمُ ٱللَّهُ مَرَضًا اور اسی مضمون کو سورۃ التوبہ:125 میں یوں ذکر کیا ہے وَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ مرض کی بجائے رجس سے تعبیر کیا ہے یعنی "گندگی"۔ اور ان کی یہ گندگی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔

يَكْذِبُونَ کذب قول اور فعل دونوں کی صفت آتی ہے۔[60] کیونکہ ماقبل میں منافق کا قول اور عمل دونوں گزر چکے۔ تو یہاں ایسا لفظ ذکر کیا گیا جو قول اور فعل دونوں کو شامل ہو جیسا کہ **مخادعة** بھی قول اور فعل دونوں کو شامل تھا۔ مطلب یہ ہوا کہ منافق کا قول بھی جھوٹا اور فعل بھی جھوٹا ہے۔ اور يَكْذِبُونَ پر كَانُوا۟ کو داخل کرنا استمرار کا فائدہ دیتی ہے۔[61] جس طرح محدثین اس حدیث میں تکثیر کا معنی کرتے ہیں جس میں كان رسول الله ﷺ يفعل كذا کے الفاظ آتے ہیں۔

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا۟ فِي ٱلْأَرْضِ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾

« اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں، بے شک ہم ہی اصلاح کرنے والے ہیں »

فساد کہتے ہیں: بگاڑ کو۔[62] یہاں منافق کی یہ علامت بتائی گئی کہ ہمیشہ اپنے فساد کو الفاظ کا جامہ پہنا کر اصلاح کا نام دے گا۔ اور إِنَّمَا کے ساتھ تاکید کرے گا۔ لیکن ان چکنی چپڑی باتوں پر دھوکا نہیں کھانا۔ یہی حال بہت ساری ایسی جماعتوں کا ہے جو منسوب تو اسلام کے نام کی طرف ہیں لیکن درپردہ ایجنڈا دین کی بیخ کنی ہے۔ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین پر لعن طعن سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن دعوی "نفاذ شریعت" کا ہے۔ مدارس کے نام پر لوگوں کا مال ہڑپتے ہیں اور دعوی اصلاح کا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کے آیات کی تفسیر کی آڑ میں تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں اور دعوی اصلاح کا کرتے ہیں۔

دہریت کا سبب[63]

کیا تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں نے ان اسباب پر کبھی غور کیا ہے کہ وہ ممالک جو کسی زمانے میں عالم اسلام کے اہم مراکز تھے جیسے سپین، قرطبہ، بخارا، سمرقند، تاشقند[64] آج کیوں دہریت کی لپیٹ میں ہیں؟ اسلام کے نام لیوا وہاں سے کیوں مٹ گئے؟ اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ دین پر سے اعتماد اٹھ گیا جب لوگ صحابہ کرام کے بارے میں بدگمانی کا شکار ہوئے۔ کہ وہ دنیا کے لئے لڑے ہیں، دین کے لئے نہیں۔

آج بھی دہریت کا سدباب اسی صورت ممکن ہے کہ جن لوگوں کے ذریعے ہم تک دین پہنچا ہے ان سے دفاع کیا جائے اور ان لوگوں، کتابوں اور دلائل کی نشاندہی کی جائے کہ جن سے سلف صالحین کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

فساد صحبت مبتدع زیادہ از فساد صحبت کافر است وبدترین جمیع مبتدعان جماعۃ اند کہ باصحاب پیغمبر علیہ وعلیهم الصلاۃ والسلام بغض دارند۔[65]

« مبتدع کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ ہے اور مبتدعین کی تمام جماعتوں میں بدتر وہ جماعت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں » مبتدعین میں سب سے زیادہ بدتر قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ دیگر مبتدعین بدعات پھیلاتے ہیں، لیکن بغض صحابہ دین کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے۔

"أَلَآ إِنَّهُمۡ هُمُ ٱلۡمُفۡسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشۡعُرُونَ ﴿١٢﴾

« خبردار بے شک یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن ان میں (ظاہری) سمجھ (بھی) نہیں ہے »

أَلَآ حرف تنبیہ **إِنَّهُمۡ** تاکید اور **هُمُ** مزید تاکید اور حصر کے لئے ذکر کیا ہے کہ اگر فساد کرنے والا کوئی ہے تو وہ یہی منافق ہے جو فساد کو اصلاح کا رنگ دئے ہوئے ہے۔ اور حرف تنبیہ بیدار کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ ارے غافل! کہیں تم ان کے دعوے پر چکمے میں نہ آجاؤ۔ بعض لوگ شیخی تلے اتنے مغلوب ہو جاتے ہیں کہ کہتے ہیں ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے۔ بھئ فساد کرنے والے کو کہیں مصلح نہ کہہ دینا۔ لوگوں میں تمیز کرو۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ ءَامِنُواْ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ قَالُوٓاْ أَنُؤۡمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُۗ أَلَآ إِنَّهُمۡ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعۡلَمُونَ ﴿١٣﴾

« اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ لوگوں (یعنی صحابہ) جیسے (مضبوط) ایمان لاؤ، تو کہتے ہیں بھلا ہم بھی (مضبوط) ایمان لائیں جیسا کہ بیوقوف ایمان لائے ہیں؟ خبردار یہی بیوقوف ہیں لیکن وہ (اپنی بیوقوفی) کو نہیں جانتے »

ءَامِنُواْ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ **كَمَآ** میں حرف کاف تشبیہ یا تعلیل کے لئے ہے۔ اسی وجہ سے دو معنی ممکن ہیں:

1. ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں
2. ایمان لاؤ اس وجہ سے کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) ایمان لائے ہیں ءَامِنُواْ لِمَا ءَامَنَ ٱلنَّاسُ

کسی کام کے کرنے کے دو ہی محرکات ہوتے ہیں۔ یا تو ایک شخص کوئی کام اس لئے کرتا ہے کہ فلاں مشہور شخص نے یہ کام کیا ہے۔ میں بھی اسی کی طرح کامیاب ہونا چاہتا ہوں۔ یا دوسرا محرک یہ ہے کہ یہ کام میرے بڑوں نے کیا ہے، اسی وجہ سے یہ کام کر رہا ہوں تاکہ ان کے نقش قدم پر چل سکوں۔

3. بعض مفسرین کاف بمعنی مِثۡلَ یعنی مصدر محذوفہ کے لئے بطور صفت ذکر کرتے ہیں۔ ءَامِنُواْ كَمَآ ءَامَنَ ٱلنَّاسُ أی آمنوا إيمانا مثل إيمان الناس « ایمان لاؤ لوگوں (یعنی صحابہ کرام) کے ایمان کی طرح »

ٱلسُّفَهَآءُ سفیہ کی جمع ہے اور سفیہ سَفِهَ سے ہے جس کے معنی بیوقوفی کے ہیں۔ "إِلَّا مَن سَفِهَ نَفۡسَهُۥ" سورۃ البقرۃ:130 میں یہ لفظ ذکر ہوا ہے۔

أَنُؤۡمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ منافقین صحابہ کرام کو بیوقوف کہتے تھے اس لئے کہ ان کے نزدیک وہ زبردستی اپنے سر جنگ مسلط کر رہے ہیں۔ لوگوں کی ناراضگی مول لے رہے ہیں۔ ہمیں نہیں دیکھتے کہ ہم کیسے درمیانی راہ چلتے ہیں۔ کسی کو برا کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ قرآن مجید نے ان آیات میں منافق اسی شخص کو کہا ہے جس میں برائی کو برائی کہنے کی جرأت نہیں ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

”فسوف ترى إذا انكشف الغبار أفرس تحت رجلك أم حمار“[66]

« عنقریب (دنیاکا) یہ غبار چھٹ جائے گا اور تمہیں (آخرت میں) معلوم ہو گا کہ تم گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر »

أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ قرآن مجید کا انداز نرالا ہے۔ جو لوگ مذبذب اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے تھے اور ڈٹ جانے والوں کو بیوقوف کہتے تھے۔ قرآن مجید نے انہی کو بیوقوف کہا۔

”وَإِذَا لَقُوا۟ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَوْا۟ إِلَىٰ شَيَـٰطِينِهِمْ قَالُوٓا۟ إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴿١٤﴾

« اور یہ لوگ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں، اور جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں اور بے شک ہم (ایمان والوں) کا مذاق اڑاتے ہیں »

صلہ کی تبدیلی سے خَلَا کے معنی میں تبدیلی

خَلَا کے صلہ میں جب إِلَىٰ آجائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے تو معنی مَشَوْا یعنی جانے کے ہوتے ہیں۔ خلوت إليه « میں اس کے پاس گیا »

جب خَلَا کے صلہ میں مَعَ آجائے تو وہاں جرگہ کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔

وَإِذَا خَلَوْا۟ مَعَ شَيَـٰطِينِهِمْ « جب وہ اپنے بڑے شیطانوں کے ساتھ جرگہ کرتے ہیں »

جب خَلَا کے صلہ میں "ب" آجائے تو معنی خلوت میں ہونا، تنہائی میں ہونا۔ وإذا خلوا بشياطينهم « اور جب وہ بڑے شیطانوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں »[67]

شَيَـٰطِينِهِمْ شیطان کی جمع ہے اور یہ شَطَنَ سے ہے جس کے معنی فساد کے ہیں۔ شیطان کو بھی شیطان "فساد پھیلانے" کی بنیاد پر کہا جاتا ہے۔ شیاطین سے مراد علماء سوء اور کبراء ہیں۔

قَالُوٓا۟ إِنَّا مَعَكُمْ منافقین شیاطین سے کہتے ہیں: ایمان والوں سے ملاقات کی بنا پر کہیں تم ہم پر شک نہ کرو، بے شک ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ایمان والوں کے ساتھ گفتگو میں ءَامَنَّا جملہ فعلیہ استعمال کیا جس کا مطلب ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا تعلق عارضی اور وقتی ہے۔ اور کافروں کے ساتھ ہونے پر إِنَّا مَعَكُمْ جملہ اسمیہ استعمال کیا کیونکہ جملہ اسمیہ میں مبالغہ، دوام اور تاکید ہے۔[68]

إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ یہاں بھی جملہ اسمیہ یعنی ہمارا کام ان مؤمنوں کا مذاق، مذاق اور مذاق اڑانا ہے۔ یہ قرآن مجید کے اعجاز میں سے ہے کہ قرآن مجید ہر حالت سے تعبیر اپنے الفاظ میں یوں کرتا ہے گویا کہ وہ چیز تمہارے سامنے مجسم ہو۔ باطل پرستوں کی یہ نشانی کہ وہ اہل حق کا مذاق اڑاتے ہیں قرآن مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے۔ جب جہنمی جہنم میں پھینکے جائیں گے تو کہیں گے کہ دنیا میں جن لوگوں کو ہم شر پسند کہتے تھے آج یہاں ہیں نہیں یا ہمیں نظر نہیں آرہے:

وَقَالُوا۟ مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ ٱلْأَشْرَارِ [سورۃ ص 62:38]

« اور کہیں گے کیا سبب ہے کہ (یہاں) ہم ان شخصوں کو نہیں دیکھتے جن کو بروں میں شمار کرتے تھے »

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ [سورۃ المطففین 30:83]

« اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے »

ٱللَّهُ يَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ وَيَمُدُّهُمۡ فِي طُغۡيَٰنِهِمۡ يَعۡمَهُونَ ﴿١٥﴾

ترجمہ: « اللہ ان (منافقوں) کو ہنسی کی سزا دے گا اور انہیں ان کی سرکشی میں مہلت دیتا ہے (اس حال میں) کہ وہ حیران اور پریشان ہیں »

ٱللَّهُ يَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ

تجنیس کہتے ہیں لفظ ماقبل جیسا لانا لیکن معنی مختلف ہونا۔[69] ماقبل میں مُسۡتَهۡزِءُونَ منافقین کی صفت ذکر کی گئی کہ وہ حق پرستوں کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن اس آیت میں اسی لفظ کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے جس سے مراد "استہزاء کی سزا" ہے۔[70] جن لوگوں نے دنیا میں حق والوں کا مذاق اڑایا اللہ انہیں اس کی سزا ضرور چکھائے گا۔

وَيَمُدُّهُمۡ مَدَّ يَمُدُّ کا معنی يُمْلِيْ «مہلت دینا » اور يَزِيْدُ « زیادہ کرنا »[71] کے آتے ہیں۔ اور اللہ انہیں ان کی سرکشی میں مہلت دیتا ہے اور چھوڑے رکھتا ہے (پکڑتا نہیں)۔ اور دوسرا معنی: اور اللہ ان کی سرکشی میں زیادتی کرتا ہے۔

يَعۡمَهُونَ

عمی اور عمه میں فرق

عمی کے معنی ہیں " آنکھوں کا اندھا پن " اور عمہ " دل کا اندھا پن "[72]۔

عربی زبان کے کمالات میں سے ایک کمال یہ ہے کہ حروف کی خفت اور ثقل کی وجہ سے معنی میں بھی خفت اور ثقل پیدا ہوتی ہے۔ عمی یعنی ظاہری آنکھوں کی بینائی کا نہ ہونا۔ چونکہ " عمی " میں یاء حروف مسہلہ میں سے ہے تو معنی میں بھی خفت ہے۔ جبکہ عمہ میں ہاء حروف حلقیہ میں سے ہے اور وہ یاء کی بہ نسبت ثقیل ہے تو معنی میں بھی ثقل ہے یعنی دل کی بینائی کا نہ ہونا۔ جیسے:

عربی زبان میں ایک نقطے کی وجہ سے معنی میں تبدیلی کی مثال یہ ہے:

الفَصْمْ ، القَصْمْ ، القَضْمْ پہلے لفظ میں صرف فاء پر نقطہ، دوسرے لفظ میں فاء پر ایک نقطہ بڑھانے سے قاف بنا، اور تیسرے لفظ میں صاد پر ایک نقطہ بڑھانے سے ضاد بنا۔ الفَصْمْ کے معنی ہیں: کسی چیز کو توڑنا لیکن ٹکڑوں کو جدا نہ کرنا۔ القَصْمْ کے معنی ہیں کسی چیز کو توڑنا اور اسے جدا جدا کرنا۔ القَضْمْ چبانا اور اسے ریزہ ریزہ کرنا۔[73]

مفسرین يَعۡمَهُونَ کا حاصل معنی کرتے ہیں " متردد اور حیران و پریشان " کیونکہ اس کا دل اندھا ہے اور وہ حق اور باطل کے مابین فرق نہیں کر سکتا۔ بالکل ایسے ہی جس طرح آنکھوں کی بینائی سے محروم شخص سیاہ و سفید میں تمیز نہیں کر سکتا۔ منافق کی اسی حالت کی طرف فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ میں بھی اشارہ کیا گیا اور یہ قرآن مجید کے اعجاز اور بلاغت میں سے ہے کہ وہ ایک حالت کی تعبیر مختلف الفاظ سے کرتا ہے جس سے بعض اوقات قاری یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ شاید اس سے مراد دوسری حالت ہے، لیکن درحقیقت وہی پہلی حالت مراد ہوتی ہے۔

سورۃ الحج آیت:46، میں ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کی ہے:

"فَإِنَّهَا لَا تَعۡمَى ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَلَٰكِن تَعۡمَى ٱلۡقُلُوبُ ٱلَّتِي فِي ٱلصُّدُورِ"

« پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوئے ہیں »

أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱشۡتَرَوُاْ ٱلضَّلَٰلَةَ بِٱلۡهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمۡ وَمَا كَانُواْ مُهۡتَدِينَ ﴿١٦﴾

« یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی پسند کی، تو نہ تو انہیں ان کی تجارت نے کچھ نفع دیا اور وہ کبھی بھی راہ پانے والے نہیں ہیں »

ٱشۡتَرَوُاْ کا تضمینی[74] یعنی جزء معنیٰ (إختاروا - پسند کرنا) کیا جائے گا۔ کیونکہ کسی چیز کے خریدنے میں دو حیثیتیں ہوتی ہیں: پسند کرنا اور خریدنا۔ یہ قاعدہ پہلے گزر چکا ہے کہ فعل کا معنی اس کی نسبت کے اعتبار سے بدلتا ہے۔ ٱشۡتَرَوُاْ فعل کی نسبت اگر مجسم چیز کی طرف کی جائے تو معنی ہو گا "ایک چیز کے بدلے میں دوسری چیز کا لینا یعنی ایک چیز دینا اور دوسری چیز لینا۔[75] جیسے إشتريت الفرس بالدراهم میں نے درہموں کے بدلے گھوڑا خریدا یعنی درہم دیئے اور گھوڑا لیا۔ لیکن یہاں ٱشۡتَرَوُاْ کی نسبت غیر اجسام چیزوں یعنی "ہدایت اور ضلالت" کی طرف کی گئی ہے اسی لئے "پسند کرنا" اور "ترجیح دینا" کا معنی کیا جائے گا۔ اور پسند کرنا خریدنے کے مقابلے میں زیادہ عام ہے خواہ شئی مجسم ہو یا غیر مجسم۔ اس لئے "ہدایت کے مقابلے میں گمراہی خریدنے" کے معنی نادرست ہیں۔

ٱشۡتَرَوۡاْ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ ثَمَنٗا قَلِيلٗا [سورۃ التوبۃ9:9] « اللہ کی آیات کے عوض انہوں نے تھوڑے سے پیسوں کو پسند کیا »

"ہدایت اور ضلالت" ذکر کرنے سے جیسا کہ اس مضمون کو گذشتہ سورۃ (یعنی سورۃ فاتحہ) کے ساتھ قرآن باندھتا چلا جاتا ہے کیونکہ وہاں ہدایت اور ضلالت کے الفاظ لائے گئے تھے اسی طرح لفظ ہدایت سے سورۃ کے آغاز یعنی هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا۔ جس کا مطلب ہے کہ ان منافقین نے قرآن مجید پر اندھے پن کو ترجیح دی۔ اور رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے طریقے سے انحراف کیا تو انہوں نے اس تجارت میں کوئی نفع نہیں کمایا۔[76] تجارت لین دین کو کہتے ہیں۔

وَمَا كَانُواْ مُهۡتَدِينَ اور ہرگز نہیں ہیں یہ ہدایت پانے والے۔ مَا كَانَ کے ساتھ جملے کو ذکر کرنے میں استمرار کی طرف اشارہ ہے۔ گویا کہ کلام یوں ہے: وَمَا كَانُواْ مُهۡتَدِينَ **اذا كانوا فى هذا الفعل** یعنی جب تک منافق اپنی منافقت سے باز نہیں آتا اور توبہ تائب نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہرگز ہدایت حاصل نہیں کر سکتا، اور موت تک اسی اندھیرے میں بھٹکتا رہے گا۔

اوصاف المنافقین:

- وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعۡجِبُكَ قَوۡلُهُۥ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَيُشۡهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلۡبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلۡخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيهَا وَيُهۡلِكَ ٱلۡحَرۡثَ وَٱلنَّسۡلَۚ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلۡفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ أَخَذَتۡهُ ٱلۡعِزَّةُ بِٱلۡإِثۡمِۚ فَحَسۡبُهُۥ جَهَنَّمُۖ وَلَبِئۡسَ ٱلۡمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾ [سورۃ البقرۃ2:204-206]

« اور کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنی مانی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کر دے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے خوف کر تو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے۔ سو ایسے کو جہنم سزاوار ہے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے »

❖ وَلِيَعۡلَمَ ٱلَّذِينَ نَافَقُواْۚ وَقِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ قَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَوِ ٱدۡفَعُواْۖ قَالُواْ لَوۡ نَعۡلَمُ قِتَالٗا لَّٱتَّبَعۡنَٰكُمۡۗ هُمۡ لِلۡكُفۡرِ يَوۡمَئِذٍ أَقۡرَبُ مِنۡهُمۡ لِلۡإِيمَٰنِۚ يَقُولُونَ
بِأَفۡوَٰهِهِم مَّا لَيۡسَ فِي قُلُوبِهِمۡۚ وَٱللَّهُ أَعۡلَمُ بِمَا يَكۡتُمُونَ ١٦٧ ٱلَّذِينَ قَالُواْ لِإِخۡوَٰنِهِمۡ وَقَعَدُواْ لَوۡ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُواْۗ قُلۡ فَٱدۡرَءُواْ عَنۡ أَنفُسِكُمُ ٱلۡمَوۡتَ إِن كُنتُمۡ
صَٰدِقِينَ ١٦٨ [سورة آل عمران 3:168-169]

« اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو۔ تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے یہ اس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ ان سے خوب واقف ہے یہ خود تو (جنگ سے بچ کر) بیٹھ ہی رہے تھے مگر (جنہوں نے راہ الٰہی میں جانیں قربان کر دیں) اپنے (ان) بھائیوں کے بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا »

❖ وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيۡتَ ٱلۡمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودٗا [سورة النساء 4:61]

« اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے اعراض کرتے اور رکے جاتے ہیں »

❖ وَإِنَّ مِنكُمۡ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنۡ أَصَٰبَتۡكُم مُّصِيبَةٞ قَالَ قَدۡ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيَّ إِذۡ لَمۡ أَكُن مَّعَهُمۡ شَهِيدٗا [سورة النساء 4:72]

« اور تم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ (عمداً) دیر لگاتا ہے۔ پھر اگر تم پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان میں موجود نہ تھا »

سورۃ التوبہ میں منافقین کی 63 صفات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ سورۃ العنکبوت، سورۃ الحج، سورۃ الاحزاب اور تقریباً تمام مدنی سورتوں میں منافقین کا بیان کیا گیا ہے۔

مثالیں:

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ وہ بات کی توضیح کے لئے مثالیں پیش کرتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: الممثل بلا مثال کالفرس بلا لجام والناقة بلا زمام [77] بات کہی جائے اور اس پر مثال پیش نہ کی جائے ایسے ہے جیسے گھوڑا بغیر لگام کے یا بغیر مہار کے اونٹ۔ یہاں بیان کردہ مثالوں کی تعداد دو ہے یا تین۔ اگر دو مثالیں لی جائیں تو پہلی مثال مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ ٱلَّذِى کافروں کے لئے اور دوسری مثال أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ منافقین کے لئے ہے۔ اگر تین مثالیں لی جائیں تو پہلی مثال مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ ٱلَّذِى کافروں کی اور دوسری مثال أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ منافقین اعتقادی کے لئے اور تیسری مثال يَكَادُ ٱلْبَرْقُ منافقین عملی کے لئے ہے۔ قرآن مجید کی تشبیہ اکثر آگ اور پانی کے ساتھ دی گئی ہے کیونکہ آگ اور پانی میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے۔ آگ میں کسی چیز کو جل کر راکھ کرنا نقصان اور اس سے کھانا پکانا فائدے کا پہلو ہیں۔ اور پانی میں سیلاب، ڈبونا نقصان اور زمین کو سیراب کرنا، پیاس بجھانا اور صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہونا فائدے کا پہلو ہیں۔[78]

پہلی مثال:

"مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ ٱلَّذِى ٱسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُۥ ذَهَبَ ٱللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِى ظُلُمَٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾

« (مثال آپ کی اے محمد ﷺ قرآن مجید کے بیان میں) مثال ان (کافروں) کی (کفر اور انکار میں) اس شخص کی طرح ہے جو (خوب) آگ جلائے (اور وہاں راستے سے بھٹکے ہوئے چند لوگ بیٹھے ہیں) پس جب آگ نے اس (شخص) کے آس پاس کو روشن کیا (اور ان لوگوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا) تو اللہ ان سے وہ روشنی لے گیا اور انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا، کچھ نہیں دیکھتے »

کافروں کی مثال[79]

آیت میں ایک جزء مَثَلُهُمْ ذکر ہے دوسرا جزء محذوف[80] نکالا جائے گا۔ صفت ان کافروں کی کفر پر ڈٹ جانے میں اور قرآن مجید کی صفت ایسی ہے جیسے ایک قوم تاریکی میں بیٹھی تھی اور راستے سے بھٹکے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے وہاں آگ روشن کی۔ ان لوگوں کو چاہئے تھا کہ وہ اس روشنی سے اپنے لئے روشنی حاصل کرتے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوتے اور اس شخص کا شکریہ ادا کرتے۔ لیکن بجائے اس کے انہوں نے اپنی آنکھیں بند کیں حتی کہ وہ آگ بجھ گئی۔ آگ بجھنے کے بعد روشنی تو نہ رہی البتہ انگارے رہ گئے۔ اب اگر چلتے ہیں تو راستہ بھی کھویا ہے اور جلتے انگارے بھی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

یہی مثال مکہ والوں کی ہے جب ان کے پاس اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن مجید کی تبلیغ شروع کی۔ اور کافروں نے قرآن مجید کو سننا گوارا نہیں کیا۔ تو بالآخر قرآن مجید سے انکار کرنے کے بعد عذاب کے مستحق ہو گئے۔ اس آیت میں قرآن مجید کی تشبیہ آگ کے ساتھ دی گئی ہے۔ جیسے یہ بات گزر چکی کہ آگ میں دو چیزیں ہیں، فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی ہے۔ مکہ والوں نے قرآن مجید سے فائدہ کی بجائے نقصان حاصل کیا۔ اور عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ آیت میں جگہ جگہ ادماج ہے۔ ادماج داخل کرنے کو کہتے ہیں۔[81] یعنی متکلم کا اپنے کلام میں کچھ جملے چھوڑ دینا۔ گویا کہ کلام یوں ہے:

مثلك يا محمد ﷺ فی بيان القرآن و مَثَلُهُمْ فی الإنكار كَمَثَلِ ٱلَّذِى ٱسْتَوْقَدَ نَارًا وهنا رجال قاعدون ضلوا الطريق[82] فَلَمَّآ أَضَآءَتْ مَا حَوْلَهُۥ فلم يتمتعوا بها أو لم ينتفعوا بها ذَهَبَ ٱللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِى ظُلُمَٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ

مَثَلُهُمْ اس آیت میں مَثَلُ بمعنی صفت یا بمعنی حال ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں میں کاف تشبیہ کے لئے اپنی جگہ پر برقرار رہے گا اور اسے زائد ماننے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور بلا ضرورت حروف کو زائد ماننا مستحسن نہیں ہے۔ اگر زائد کی بجائے تاکید کے لئے لیا جائے تب بھی تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے۔ مَثَلُ بمعنی صفت قرآن مجید میں مذکور ہے، مثلاً وَلِلَّهِ ٱلْمَثَلُ ٱلْأَعْلَىٰ [سورۃ النحل 60:16] « اور خاص اللہ کے لئے بلند صفت ہے » اگر بمعنی حال لیا جائے تو معنی ہوگا « حالت ان کافروں کی (اس کفر میں) »

ٱلَّذِى مفرد اور جمع دونوں معانی میں آتا ہے۔[83]

ٱسۡتَوۡقَدَ أَوۡقَدَ کے معنوں میں ہے[84]۔ اگرچہ بعض مفسرین نے باب استفعال یعنی طلب کا معنی بھی کیا ہے لیکن وہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے کسی اور سے آگ جلانا طلب کیا۔[85]

ذَهَبَ ٱللَّهُ بِنُورِهِمۡ آگ جلائی گئی تھی۔ اس کے مطابق چاہئے یہ تھا کہ ذهب الله بنارهم ذکر کیا جاتا لیکن نار کی بجائے نور ذکر کیا۔ جس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ روشنی جو فائدے کی چیز تھی وہ اللہ نے ان سے لے لی اور آگ کے انگارے جو نقصان کی چیز تھی وہ ان کے لئے چھوڑ دی[86]۔ ذَهَبَ فعل لازم ہے جیسے ذَهَبَ زَيۡدٌ « زید گیا » مفعول کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہاں آیت میں متعدی ہے کیونکہ صلہ میں باء واقع ہے[87]۔ ذهب بزيد کا معنی ہے « وہ زید کو ساتھ لے گیا »

منافقین کی مثال[88]

اگر آیت کو منافقین کے لئے مثال قرار دیا جائے تو آیت کا ترجمہ یوں ہو گا:

« ان (منافقین) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی (ءَامَنُواْ یعنی وہ ایمان لائے) پس جب آگ نے اس کے ارد گرد ماحول کو روشن کیا (ثُمَّ كَفَرُواْ پھر انہوں نے کفر اور منافقت کی یعنی مرتد ہوا) اللہ ان سے (ایمان کی) روشنی لے گیا اور چھوڑ دیا انہیں تاریکی (عذاب میں) نہیں دیکھتے »

ایمان کے دعوے کو نور سے تشبیہ دی گئی اور عذاب کو ظلمات سے تعبیر کیا گیا۔ ایمان کے اس دعوے کے ذریعے تو منافق نے دنیا میں اپنے آپ کو مسلمانوں کی پکڑ سے بچا لیا تھا لیکن آخرت میں (ایمان کی) وہ روشنی ان سے سلب کر لی گئی۔ سورۃ الحدید 13:57، میں منافق کی یہی حالت آخرت میں ذکر کی گئی ہے:

يَوۡمَ يَقُولُ ٱلۡمُنَٰفِقُونَ وَٱلۡمُنَٰفِقَٰتُ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱنظُرُونَا نَقۡتَبِسۡ مِن نُّورِكُمۡ قِيلَ ٱرۡجِعُواْ وَرَآءَكُمۡ فَٱلۡتَمِسُواْ نُورٗاۖ فَضُرِبَ بَيۡنَهُم بِسُورٖ لَّهُۥ بَابُۢ بَاطِنُهُۥ فِيهِ ٱلرَّحۡمَةُ وَظَٰهِرُهُۥ مِن قِبَلِهِ ٱلۡعَذَابُ

« اُس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے ہمارے لئے ذرا ٹھہریں کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔ ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے (دنیا) کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں ایک دروازہ ہو گا جو اس کی اندرونی جانب رحمت ہے اور بیرونی جانب عذاب ہے »

یا ذَهَبَ ٱللَّهُ بِنُورِهِمۡ سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ نے وہ روشنی ان سے دنیا میں ہی سلب کر لی جب انہوں نے کافروں سے کہا کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔[89]

"صُمُّۢ بُكۡمٌ عُمۡيٞ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُونَ ۝١٨"

« بہرے ہیں (حق کے سننے سے) گونگے ہیں (حق کہنے سے)، اندھے ہیں (حق دیکھنے سے) کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے »

آیت میں مذکور تینوں اعضاء اسباب ہدایت تھے کہ جن کے ذریعے انسان حق تک پہنچ سکتا تھا وہ اسباب ان سے سلب کر لئے گئے جب انہوں نے حق تسلیم نہیں کیا تو بالآخر ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمۡ سے یہاں فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُونَ کے الفاظ کے ذریعے تعبیر کیا گیا۔

دوسری مثال:

"أَوۡ كَصَيِّبٖ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٞ وَرَعۡدٞ وَبَرۡقٞ يَجۡعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمۡ فِيٓ ءَاذَانِهِم مِّنَ ٱلصَّوَٰعِقِ حَذَرَ ٱلۡمَوۡتِۚ وَٱللَّهُ مُحِيطُۢ بِٱلۡكَٰفِرِينَ" ١٩

« یا (مثال ان منافقین کی) بارش (والوں) کی طرح ہے (وہ بارش) جو اوپر سے ہو، اس بارش میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی ہے۔ رکھتے ہیں وہ اپنی انگلیوں (کے پوروں) کو اپنے کانوں میں تندر کی وجہ سے، موت کے ڈر سے اور اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے »

أَوْ متعدد معانی کے لئے آتا ہے[90]۔ تردید (شک)، تنویع، تخییر، اباحت، ابہام۔ اگر أَوْ تردید یعنی شک کے لئے لیا جائے تو اس کا مطلب ہے أو للشك باعتبار حال الناظر یعنی مخاطب اور دیکھنے والے کے اعتبار سے شک ہے کہ وہ منافق کا قرآن مجید سے انکار کے لئے کون سی مثال کہے۔ پہلی والی یا دوسری۔ قرآن مجید میں أَوْ للشك کی متعدد مثالیں آتی ہیں۔ مثلاً: وَأَرۡسَلۡنَٰهُ إِلَىٰ مِاْئَةِ أَلۡفٍ أَوۡ يَزِيدُونَ [سورۃ الصافات 147:37] « اور ہم نے ان (یونس علیہ السلام) کو لاکھ یا اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (پیغمبر بناکر) بھیجا تھا » یعنی دیکھنے والا شک میں واقع ہوتا ہے کہ وہ ایک لاکھ تھے یا ایک لاکھ سے کچھ زیادہ۔ أَوْ للتنويع مخاطب کی مرضی ہے کہ وہ منافق کے جو نوع مثال کہنا چاہے۔ أَوْ للتخيير یعنی مخاطب کی مرضی ہے کہ وہ منافق کے لئے پہلی مثال کہنا چاہے یا دوسری مثال۔ مذکورہ آیت سورۃ الصافات:147 میں بعض مفسرین أَوْ للتخيير لیتے ہیں۔ أَوْ للإباحة بھی ٹھیک ہے یعنی تمہیں اجازت ہے کہ منافق کے لئے پہلی مثال کہنا چاہو یا دوسری مثال۔ أَوْ للإبهام منافق کی حالت واضح نہیں ہے شاید وہ مثال بھی ہو اور یہ مثال بھی ہے۔ کبھی أَوْ بمعنی واؤ یا بالعکس آتا ہے[91]۔ بسا اوقات جب قاری کو ان متعدد معانی کی خبر اور تمیز نہ ہو تو وہ ہر جگہ ایک ہی معنی کرتا ہے۔

بعض تفاسیر کا تعارف

اگر قرآن مجید کا قاری نحوی ترکیب، معرب مبنی، حروف کی پہچان، وجوہ اور بعض مشکل مقامات کو حل کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے التبيان في إعراب القرآن کا مطالعہ ضروری ہے جو إملاء ما من به الرحمن کے نام سے مشہور ہے اور اس کے مصنف کا نام ابو البقاء العکبری ہے[92]۔ اس سلسلے میں یحیی بن زیاد فراء[93] کی معاني القرآن بھی بہتر ہے لیکن وہ ابو لبقاء کی کتاب کے مقابلے میں قدرے طویل ہے۔ مشكلات القرآن پر ابو طالب مکی نے بھی اچھی کاوش کی ہے جو آیت کی مختصر تفسیر اور صرف مشکل مقامات کو حل کرتی ہے[94]۔ لفظی معنوں میں زمخشری کی الكشاف اور نسفی[95] کی مدارك التنزيل اچھی تفاسیر ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج علماء حضرات بھی اردو تفاسیر پر تکیہ کئے ہوئے ہیں، اور اسے بھی کما حقہ نہیں سمجھتے۔

كَصَيِّبٖ اصل میں "صَابَ يَصُوْبُ" باب سے ہے جس کے معنی ہیں: کسی چیز کا اوپر سے نیچے کی طرف گرنا[96]۔ کسی چیز کی طرف میلان کرنا وہ "صَبِيَ يَصْبَى" باب ہے۔ اور انڈیلنا وہ "صَبَّ يَصُبُّ" باب ہے۔

مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وہ بارش جو اوپر کی طرف سے ہو[97]۔ حالانکہ بارش تو ویسے بھی اوپر کی طرف سے ہوتی ہے تو یہاں اس کے ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ اسے "تمکین" کہا جاتا ہے۔ یعنی مخاطب کے ذہن میں بات کو اچھی طرح بٹھانا اور ذہن نشین کرانا۔ یہ زائد کلام نہیں ہے۔ تمکین کی دوسری مثال: فَإِنَّهَا لَا تَعۡمَى ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَلَٰكِن تَعۡمَى ٱلۡقُلُوبُ ٱلَّتِي فِي ٱلصُّدُورِ [سورۃ الحج 46:22] « پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہوئے ہیں » حالانکہ دل تو ویسے بھی سینے میں ہی ہوتے ہیں لیکن یہ تاکید کلام کے لئے اور مخاطب کے ذہن میں مقصد کو بٹھانے کے لئے لایا جاتا ہے۔

فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ اس بارش میں اندھیرے بھی ہیں، گرج بھی ہے اور بجلی بھی۔ منافق کے شکوک وشبہات کی تشبیہ ظُلُمَٰتٌ سے، قرآن مجید کے زواجر اور وعیدات کی تشبیہ رَعْدٌ سے اور قرآن مجید کے دلائل کی تشبیہ بَرْقٌ کے ساتھ دی گئی ہے۔

أَصَٰبِعَهُمْ أصابع جمع ہے إِصْبَعٌ کی جس کے معنی "انگلی" کے ہیں۔ حدیث میں إِصْبَعٌ بطور صفت اللہ کے لئے بھی آیا ہے اس سے مراد قدرت اور طاقت ہے[98]: "إن الله يمسك السموات على إصبع والأرضين على إصبع" [99]۔ أصابع سے مراد انگلیوں کے پور ہیں لیکن أصابع کو بطور مبالغہ ذکر کیا گیا ہے۔[100]۔ یہی حال منافق کا قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ اس نے قرآن مجید سے اپنے کان اور آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کو سننے کی نہ ہی دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو کیا منافق اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے کے ذریعے آسمانی بجلی گرنے سے بچ سکتا ہے۔ کیا اپنی آنکھوں کو محض بند کرنے سے وہ بچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ قرآن مجید میں احکام الٰہی بیان ہوئے ہیں اور منافق ان احکام کو ماننے میں پس وپیش اور لیت ولعل سے کام لے رہا ہے، تو کیا وہ ان حیلوں کے ذریعے عذاب الٰہی سے بچ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کل کو اگر وہ یہ کہہ کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے کہ انکار جانے لوہار جانے[101] یا میں مجبور تھا تو کیا ان عذروں سے اس کی جان خلاصی ممکن ہو سکے گی؟ ہرگز نہیں۔

"يَكَادُ ٱلْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَٰرَهُمْ كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْا۟ فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا۟ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَٰرِهِمْ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ" ﴿٢٠﴾

« قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی بینائی کو اچک لے۔ جب کبھی بجلی ان پر روشنی ڈالتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کانوں (کی شنوائی) اور آنکھوں (کی بینائی دونوں) لے جاتا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے »

يَكَادُ ٱلْبَرْقُ يَكَادُ کے ذریعے منافق کو زجر اور وعید دی جاتی ہے۔ آنکھوں کی بصارت اچکنے کا مطلب ہے کہ اگر منافق اپنی منافقت سے واپس نہیں ہوئے، تو مسلمانوں کے شمشیر کی چمک انہیں پہنچ جائے گی۔ یا ٱلْبَرْقُ سے مراد قرآن مجید کے دلائل ہیں جو پورے ملک کو اپنی روشنی میں لپیٹ لے گا اور لوگ اسلام لے آئیں گے اور منافق تکتا رہ جائے گا۔

يَخْطَفُ خطف کہتے ہیں: أخذ الشيء بسرعة کسی چیز کو تیزی سے اچک لینا[102]۔ سورۃ القصص میں بھی یہ لفظ مذکور ہے:

وَقَالُوٓا۟ إِن نَّتَّبِعِ ٱلْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَآ « اور کہتے ہیں کہ اگر ہم نے ہدایت (سنت رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کی تابعداری کی تو ہمیں زمین سے اچک لیا جائے گا » [سورۃ القصص 57:22]

كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُم مَّشَوْا۟ فِيهِ وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا۟ ان دو جملوں میں منافق کی یہ نشانی بتائی گئی ہے کہ جب بھی اسے اسلام میں کوئی فائدہ کی چیز نظر آتی ہے تو کہتا ہے میں تو مسلمانوں کے ساتھ ہوں۔ اور اس کی پھرتی دیدنی ہوتی ہے۔ لیکن اگر جہاد کے لئے بلایا جائے تو اس کے لئے تیار نہیں ہے[103]۔ تکالیف سے تعبیر أَظْلَمَ کے ساتھ کیا ہے۔ اگر آزمائش کی گھڑی میں اسے آواز دی جائے تو کبھی ٹانگوں میں درد اور کبھی دیگر بہانے اور ڈھونڈنے سے بھی نظر نہ آئے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ منافق کی یہی نشانی بیان کی گئی ہے:

- وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا [سورۃ النساء 61:4]

« اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس (کتاب) کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور (سنت) رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف تو تم منافقوں کو اپنے آپ سے منہ پھیرتے ہوئے دیکھو گے »

- وَإِنَّ مِنكُمۡ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنۡ أَصَٰبَتۡكُم مُّصِيبَةٞ قَالَ قَدۡ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيَّ إِذۡ لَمۡ أَكُن مَّعَهُمۡ شَهِيدٗا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنۡ أَصَٰبَكُمۡ فَضۡلٞ مِّنَ ٱللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمۡ تَكُنۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُۥ مَوَدَّةٞ يَٰلَيۡتَنِي كُنتُ مَعَهُمۡ فَأَفُوزَ فَوۡزًا عَظِيمٗا ﴿٧٣﴾ [سورة النساء4:72-73]

«اور بعض تم میں سے ایسے (لوگ) ہیں جو دیر لگاتے ہیں پس اگر تم پر کوئی مصیبت آن پڑے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان میں موجود نہیں تھا۔ اور اگر اللہ تم پر فضل کرے تو (بظاہر) کہتا ہے گویا کہ تم میں اور اس میں دوستی تھی ہی نہیں (اور دل میں افسوس کرتا ہے) ہائے کاش کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا»

وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمۡعِهِمۡ وَأَبۡصَٰرِهِمۡ یہاں بھی ذھب کے صلہ میں باء کی وجہ سے معنی متعدی کیا جائے گا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اللہ چاہے تو منافق کو اپنی منافقت میں کفر تک پہنچادے گا اور بالآخر مہر جباریت لگادے گا۔

📖📖📖

حواشی:

1 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر لکھتے ہیں: وقد قال ابن العربي : فيها ألفٌ من الأوامر و ألفٌ من النواهي [سمط الدرر:41]

2 حروف مقطعات کا یہ معنی چاروں خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عامر شعبی، سفیان ثوری اور محدثین کی جماعت کی طرف منسوب ہے: " هي سر الله في القرآن، ولله في كل كتاب من كتبه سر. فهي من المتشابه الذي انفرد الله تعالى بعلمه، ولا نحب أن نتكلم فيها، ولكن نؤمن بها ونقرأ "[الجامع لاحکام القرآن 1:154]

3 ابن جریر طبری لکھتے ہیں: فقال حيي بن أخطب: وأقبل على من كان معه، فقال لهم: الألف واحدة، واللام ثلاثون، والميم أربعون، فهذه إحدى وسبعون سنة، قال: فقال لهم: أتدخلون في دين نبي إنما مدة ملكه وأجل أمته إحدى وسبعون سنة؟ [جامع البیان طبری، 1:221]

4 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب: المیت یسمع خفق النعال، حدیث: 1301

5 اس حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری بحوالہ ابن حجر فرماتے ہیں: ولا يلزم من الإشارة ما قيل من رفع الحجب بين الميت وبينه ﷺ حتى يراه ويسأل عنه، لأن مثل ذلك لا يثبت بالاحتمال على أنه مقام امتحان، وعدم رؤية شخصه الكريم أقوى في الامتحان [مرقاۃ المفاتیح 1:205] «اور اشارہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ میت اور اللہ کے رسول ﷺ کے درمیان حجاب اٹھالیا جاتا ہے یہاں تک کہ میت اسے دیکھ لیتا ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کیونکہ ایسی باتیں احتمال سے ثابت نہیں ہوتیں بالخصوص جبکہ مقام بھی امتحان کا ہو۔ اور امتحان کی جگہ میں نہ دیکھنا ہی زیادہ قوی اور مناسب ہے»

6 [مسند احمد 30:500، حدیث براء بن عازب، حدیث: 18534] إسناده صحيح

اگر رسول اللہ ﷺ کی تصویر یا اس کے حاضر ہونے کا کوئی ثبوت ہوتا تو میت فرشتوں سے یہ نہ کہتا کہ کون سا شخص؟ درج ذیل روایت مطالعہ کریں:

- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا: " فيقال له: أرأيتك هذا الرجل الذي كان فيكم ماذا تقول فيه؟ وماذا تشهد به عليه؟ فيقول: أي رجل؟ فيقال: الذي كان فيكم، فلا يهتدي لاسمه حتى يقال له: محمد "[صحیح ابن حبان 7:380، حدیث: 3113] ذكره الهيثمي :رواه الطبراني في الأوسط وإسناده حسن [مجمع الزوائد 3:52، حدیث: 4269]

7 امام بیضاوی فرماتے ہیں: معناه أنه لوضوحه وسطوع برهانه بحيث لا يرتاب العاقل بعد النظر الصحيح في كونه وحيا بالغا حد الإعجاز [انوار التنزیل 1:36]

امام ابن جوزی فرماتے ہیں: واختلف العلماء في معنى هذه الآية على ثلاثة أقوال: أحدها: أن ظاهرها النفي، ومعناها النهي، وتقديرها: لا ينبغي لأحد أن يرتاب به لإتقانه وإحكامه. ومثله: ما كان لنا أن نشرك بالله من شيء، أي: ما ينبغي لنا. ومثله: فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ ، وهذا مذهب الخليل، وابن الأنباري. والثاني: أن معناها: لا ريب فيه أنه هدى للمتقين. قاله المبرد. والثالث: أن معناها: لَا رَيْبَ فِيهِ أنه من عند الله [زاد المسیر فی علم التفسیر 1:27]

8 امام ابو البقاء فرماتے ہیں: إما أن يكون خبر مبتدأ محذوف أي هو هدى وإما أن يكون خبرا لذلك بعد خبر. والوجه الثاني: أن يكون في موضع نصب على الحال من الهاء في فيه [التبیان فی اعراب القرآن 1:16]

9 ابو یحییٰ زکریا الانصاری لکھتے ہیں: المراد بالهدى الثباتُ والدوام عليه [فتح الرحمن بکشف ما یلتبس فی القرآن:14]

10 ولأن الهداية نوعان: هداية البيان، وهداية التوفيق [تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان:40]

11 ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں: هُدًى أي: بيانًا ووضوحًا، فلو كان المراد هذا، فالتقيُّ وغير التقيِّ سواء [تاویلات اھل السنۃ 1:373]

12 عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ يقول: نور للمتقين [جامع البیان 1:230]

13 عن ابن عباس: لِّلْمُتَّقِينَ قال: المؤمنين الذين يتقون الشرك ويعملون بطاعتي [جامع البیان 1:233]

14 امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: الوِقَايَةُ: حفظُ الشيءِ ممّا يؤذيه ويضرّه ... والتَّقْوَى جعل النّفس في وِقَايَةٍ مما يخاف، هذا تحقيقه، ثمّ يسمّى الخوف تارة تَقْوًى، والتَّقْوَى خوفاً حسب تسمية مقتضى الشيء بمقتضيه والمقتضي بمقتضاه، وصار التَّقْوَى في تعارف الشّرع حفظ النّفس عمّا يؤثم، وذلك بترك المحظور، ويتمّ ذلك بترك بعض المباحات « وِقَایَہ" کے معنی ہیں کسی چیز کو نقصان دینے والی باتوں سے محفوظ رکھنا، اور تقویٰ کا مطلب ہے نفس کو ان باتوں سے بچانا جن کا خوف ہو۔ یہ اس کی لفظی تحقیق ہے۔ بعد میں کبھی کبھی خوف کو تقویٰ اور تقویٰ کو خوف کہا جانے لگا جیسا کہ سبب کو مسبّب کے معنی میں یا مسبب کو سبب کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا شریعت کی اصطلاح میں تقویٰ کے معنی ہو گئے نفس کو گناہ سے محفوظ رکھنا اور منہیّات سے اجتناب کرنا، اور اس کا اتمام بعض مباحات کے چھوڑنے پر ہوتا ہے» [المفردات فی غریب القرآن:881]

15 شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: أقيموا الصلوة فالإقامة مأخوذة من قامت السوق إذا وجد فيها البيع والشراء ومعناها ههنا : الترويج والإشاعة

[التفهيمات الإلهية(عربی) ،149:1، تفہیم:66]

16 علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: وذكر طوائف العالم الثلاثة في أول سورة البقرة: المؤمنين، والكفار، والمنافقين، فذكر في المؤمنين أربع آيات، وفي الكفار آيتين، وفي المنافقين ثلاث عشرة آية، لكثرتهم وعموم الابتلاء بهم، وشدة فتنتهم على الإسلام وأهله، فإن بلية الإسلام بهم شديدة جدا، لأنهم منسوبون إليه، وإلى نصرته وموالاته، وهم أعداؤه في الحقيقة، يخرجون عداوته في كل قالب يظن الجاهل أنه علم وإصلاح، وهو غاية الجهل والإفساد [مدارج السالکین 355:1]

17 علامہ تفتازانی فرماتے ہیں: وأسباب العلم للخلق ثلاثة : الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل [شرح العقائد النسفیۃ:6-7]

18 ابن قیم، مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین 375:3۔ ابن قیم نے اس شعر کی نسبت کسی شاعر کی طرف نہیں کی اور ابن قیم سے پہلے کسی کتاب میں نہیں ملا۔

19 مجد الدین فیروز آبادی [وفات:817ھ] لکھتے ہیں: الغيب: ما غاب عنك. وقوله تعالى: ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ قيل: الغيب هو الله تعالى لأنه لا يرى فى دار الدنيا، وإنما ترى آياته الدالة عليه. وقيل: الغيب: ما غاب عن الناس مما أخبرهم به النبى ﷺ: من الملائكة والجنة والنار والحساب. وقيل: يؤمنون إذا غابوا عنكم وليسوا كالمنافقين. وقيل: الغيب: القرآن. وقال ابن الأعرابى: الغيب: ما كان غائبا عن العيون وإن كان محصلا فى القلوب [بصائر ذوی التمیز 152:4، بصیرۃ فی غیب]

20 ابن تیمیہ فرماتے ہیں: فصل في اختلاف السلف في التفسير اختلاف تنوع : وغالب ما يصح عنهم من الخلاف يرجع إلى اختلاف تنوع لا اختلاف تضاد ... الصنف الثاني: أن يذكر كل منهم من الاسم العام بعض أنواعه على سبيل التمثيل، وتنبيه المستمع على النوع لا على سبيل الحد المطابق للمحدود في عمومه وخصوصه [مجموع الفتاوی 337:13، مقدمہ فی اصول التفسیر لابن تیمیہ:14]

21 سورۃ البقرۃ 173:2

22 نفقت السوق أي: قَامَتْ و رَاجَتْ [تاج العروس 431:26]

23 امام جرجانی [وفات:471ھ] فرماتے ہیں: بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ يعني: القرآن والسنة [درج الدرر 96:1]

24 اس میں ان تکوینی احکام کی طرف اشارہ ہے جو سورۃ فصلت 41:9-11 میں ذکر کئے گئے ہیں۔

25 امام ماوردی [وفات:450ھ] فرماتے ہیں: يعني به : التوراة والإنجيل وما تقدم من كتب الأنبياء بخلاف ما فعلته اليهود والنصارى في إيمانهم ببعضها دون جميعها [النکت والعیون 70:1]

26 ابن جریر لکھتے ہیں: وإنما سمى يوم القيامة اليوم الآخر لأنه آخر يوم لا يوم بعده سواه [جامع البیان 271:1]

27 جوہری [وفات:393ھ] لکھتے ہیں: [يقن] اليَقينُ: العلم وزوالُ الشك. يقال منه: يَقِنْتُ الأمر يَقْناً وأيْقَنْتُ واسْتَيْقَنْتُ وتَيَقَّنْتُ كلُّه بمعنًى [الصحاح 2219:6]

راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اليقين من صفة العلم فوق المعرفة والدراية وأخواتها، يقال: علم يقين، ولا يقال: معرفة يقين، وهو سكون الفهم مع ثبات الحكم، وقال: علم اليقين [المفردات فی غریب القرآن:892، مادة: يقن]

جرجانی [وفات:816ھ] لکھتے ہیں: اليقين: في اللغة: العلم الذي لا شك معه، وفي الاصطلاح: اعتقاد الشيء بأنه كذا مع اعتقاد أنه لا يمكن إلا كذا، مطابقا للواقع غير ممكن الزوال، والقيد الأول جنس يشتمل على الظن أيضا، والثاني يخرج الظن، والثالث يخرج الجهل، والرابع يخرج اعتقاد المقلد المصيب ... وقيل: هو طمأنينة القلب على حقيقة الشيء، يقال: يقن الماء في الحوض، إذا استقر فيه [التعریفات:259]

28 امام رازی فرماتے ہیں: أولئك الموصوفون غير مستبعد أن يفوزوا دون الناس بالهدى عاجلا وبالفلاح آجلا [التفسیر الکبیر 278:2]

ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں: ناسب أن يهيئ لهم أسباب السعادتين: الدنيوية والأخروية، فجعلهم في الدنيا على هدى، وفي الآخرة هم مفلحون [البحر المحیط فی التفسیر 73:1]

ابن کثیر فرماتے ہیں: أولئك أي المتصفون بما تقدم من الإيمان بالغيب وإقام الصلاة والإنفاق من الذي رزقهم الله والإيمان بما أنزل إلى الرسول ومن قبله من الرسل والإيقان بالدار الآخرة [تفسیر القرآن العظیم 82:1]

امام آلوسی فرماتے ہیں: وإنما دخل العاطف بين الجملتين لكونهما واقعتين بين كمال الاتصال والانفصال لأنهما وإن تناسبا مختلفان مفهوما ووجودا فإن الهدى في الدنيا والفلاح في الآخرة [روح المعانی 127:1]

29 امام رازی لکھتے ہیں: معنى الاستعلاء في قوله: على هدى بيان لتمكنهم من الهدى واستقرارهم عليه [التفسیر الکبیر 278:2]

30 ابن جریر طبری فرماتے ہیں: معنى ذلك: أنهم على نور من ربهم وبرهان واستقامة وسداد، بتسديد الله إياهم، وتوفيقه لهم [جامع البیان 249:1]

ابن قیم لکھتے ہیں: فإن قلت: فما الفائدة في ذكر عَلَىٰ في ذلك أيضا. وكيف يكون المؤمن مستعليا على الحق، وعلى الهدى؟ قلت: لما فيه من استعلائه وعلوه بالحق والهدى، مع ثباته عليه واستقامته إليه [مدارج السالکین 1:39-40]

31 ابو منصور ازہری، ہروی [وفات:370ھ] فرماتے ہیں: إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ أي الَّذين كفرُوا بتوحيد الله [تہذیب اللغۃ 10:110]

32 امام نسفی فرماتے ہیں: الكفر : ستر الحق بالجحود [مدارک التنزیل وحقائق التنزیل 1:44]

33 ابن جریر طبری فرماتے ہیں: اختلف أهل التأويل فيمن عني بهذه الآية، وفيمن نزلت...عن ابن عباس: إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ أي بما أنزل إليك من ربك، وإن قالوا إنا قد آمنا بما قد جاءنا من قبلك . وكان ابن عباس يرى أن هذه الآية نزلت في اليهود الذين كانوا بنواحي المدينة على عهد رسول الله ﷺ توبيخا لهم في جحودهم نبوة محمد ﷺ وتكذيبهم به، مع علمهم به ومعرفتهم بأنه رسول الله إليهم وإلى الناس كافة... أن الله تعالى ذكره لما أخبر عن قوم من أهل الكفر بأنهم لا يؤمنون، وأن الإنذار غير نافعهم، ثم كان من الكفار من قد نفعه الله بإنذار النبي ﷺ إياه، لإيمانه بالله وبالنبي ﷺ وما جاء به من عند الله بعد نزول هذه السورة لم يجز أن تكون الآية نزلت إلا في خاص من الكفار ...وأما معنى الكفر في قوله: إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فإنه الجحود. وذلك أن الأحبار من يهود المدينة جحدوا نبوة محمد ﷺ وستروه عن الناس وكتموا أمره، وهم يعرفونه كما يعرفون أبناءهم. وأصل الكفر عند العرب: تغطية الشيء، ولذلك سموا الليل "كافرا"، لتغطية ظلمته ما لبسته ... أرانا مجاهد بيده فقال: كانوا يرون أن القلب في مثل هذا يعني الكف فإذا أذنب العبد ذنبا ضم منه – وقال بإصبعه الخنصر هكذا – فإذا أذنب ضم – وقال بإصبع أخرى – فإذا أذنب ضم – وقال بإصبع أخرى هكذا، حتى ضم أصابعه كلها، قال: ثم يطبع عليه بطابع. قال مجاهد: وكانوا يرون أن ذلك: الرين [جامع البیان 1:251-259]

34 ازہری فرماتے ہیں: أن الكفر في اللغة معناه التغطية ... ومنه قيل لليل: كافر لأنه ستر بظلمته كل شيء وغطاه ... والعرب تقول للزارع: كافر لأنه يكفر البذر المبذور في الأرض بتراب الأرض التي أثارها ثم أمر عليها مالقه . ومنه قول الله جل وعز: أَعْجَبَ ٱلْكُفَّارَ نَبَاتُهُۥ [سورة الحدید 57:20] [تہذیب اللغۃ 10:110-113]

35 ابن قیم لکھتے ہیں: وأما الكفر الأكبر، فخمسة أنواع: كفر تكذيب، وكفر استكبار وإباء مع التصديق، وكفر إعراض، وكفر شك، وكفر نفاق [مدارج السالکین 1:346]

جبکہ دیگر علماء کفر کی چار انواع ذکر کرتے ہیں: الكفر على أربعة أنحاء: كفر إنكار، وكفر جحود، وكفر معاندة. وكفر نفاق [تہذیب اللغۃ 10:110، معالم التنزیل 1:86]

36 راغب اصفہانی لکھتے ہیں: والكافر على الإطلاق متعارف فيمن يجحد الوحدانية، أو النبوة، أو الشريعة، أو ثلاثتها « جب کافر کا لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد ہر وہ شخص ہوتا ہے جو توحید یا نبوت یا شریعت یا تینوں کا انکار کرے » [المفردات فی غریب القرآن:715]

37 ابن قیم [وفات:751ھ] فرماتے ہیں: قد سدت عليهم أبواب الهدى الثلاث ، فإن الهدي يدخل إلى العبد من ثلاثة أبواب. مما يسمعه بأذنه ويراه بعينه ويعقله بقلبه ، وهؤلاء قد سدت عليهم أبواب الهدى فلا تسمع قلوبهم شيئا ولا تبصره ولا تعقل ما ينفعها [التفسیر القیم:117]

38 امام زجاج [وفات:311ھ] فرماتے ہیں: معنى ختم في اللغة وطبع واحد وهو التغطية على الشيء والاستيثاق من ألا يدخله شيء « لغت میں ختم اور طبع دونوں کا معنی ایک ہے۔ اور وہ کسی چیز کو یوں چھپا دینا اور بند کر دینا کہ کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے » [معانی القرآن 1:82]

39 ابن قیم نے قرآن مجید سے تمام تعبیرات ذکر کی ہیں جن کی تعداد 33 ہے:" وههنا عدة أمور عاقب بها الكفار بمنعهم عن الإيمان وهي: الختم والطبع والأكنة والغطاء والغلاف والحجاب والوقر والغشاوة والران والغل والسد والقفل والصمم والبكم والعمى والصد والصرف والشد على القلب والضلال والإغفال والمرض وتقليب الأفئدة والحول بين المرء وقلبه وإزاغة القلوب والخذلان والإركاس والتثبيط والتزيين وعدم إرادة هداهم وتطهيرهم وإماتة قلوبهم بعد خلق الحياة فيها فتبقى على الموت الأصلي وإمساك النور عنها فتبقى في الظلمة الأصلية وجعل القلب قاسيا لا ينطبع فيه مثال الهدى وصورته وجعل الصدر ضيفا حرجا لا يقبل الإيمان "

[شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل:92-106]

40 ابن قیم قرآن مجید کے بیان کے دوران شور و غوغا کرنے کے حوالے سے باطل پرستوں کا وطیرہ نقل کرتے ہیں:

وإذا اجتمعتم في المجالس فالغوا : والغوا إذا ما احتج بالقرآن

وإذا دعاكم للرسول وحكمه : فادعوه كلكم لرأي فلان

« اور جب تم مجالس میں جمع ہو جاؤ تو شور کرو، بالخصوص اس وقت شور کرو جب وہ قرآن مجید سے دلیل پیش کرے۔ اور جب وہ تمہیں رسول اللہ ﷺ اور اس کے فیصلے کی طرف بلائے تو تم سارے اسے فلاں فلاں (مشائخ) کی رائے کی طرف بلاؤ » [قصیدہ نونیہ، ص:1052، بیت:5763-5764]

41 امام زمخشری فرماتے ہیں: ولام التعريف فيه للجنس. ويجوز أن تكون للعهد، والإشارة إلى الذين كفروا المارّ ذكرهم كأنه قيل: ومن هؤلاء من يقول. وهم عبد الله بن أبيّ وأصحابه [الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 1:54]

42 عن قتادة : وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَبِٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ **حتى بلغ** فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمْ وَمَا كَانُوا۟ مُهْتَدِينَ قال: «هذه في المنافقين» [**تفسیر عبد الرزاق 1:259،نص:17**]

43 **امام زجاج لکھتے ہیں:** دخلت الباء مؤكدة لمعنى النفي،لأنك إذا قلت: ما زيد أخوك فلم يسمع السامع (ما) ظن أنك موجب فإذا قلت:"ما زيد بأخيك" وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ علم السامع أنك تنفي [**معانی القرآن 1:85**]

44 **راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الخداع: إنزال الغير عما هو بصدده بأمرٍ يُبْدِيه على خلاف ما يخفيه [**المفردات فی غریب القرآن:276**، مادة: خدع]

45 **حیلۂ اسقاط پر شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے مستقل رسالہ لکھاہے جس کا نام ہے "النشاط عن حیلۃ الاسقاط" ہے۔**

46 **ابن قیم لکھتے ہیں:** وقال أيوب السختياني في أهل الحيل: يخادعون الله كأنما يخادعون الصبيان، فلو أتوا الأمر عيانا كان أهون علي، وقال شريك بن عبد الله القاضي في كتاب الحيل: هو كتاب المخادعة [**اعلام الموقعین عن رب العالمین 3:128**]

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر "نفس فدیہ" کے جواز کے قائل ہیں، فرماتے ہیں: لا شك فی جواز الفدية من الصوم نصًّا ومن الصلوٰة قياساً [**ضیاء النور:158**]

47 **اس شعر کا کوئی قائل مل سکا نہ ہی اس کا کوئی مصدر۔ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی طرح دیگر علماء نے بھی اپنی کتابوں میں بغیر کسی نسبت کے ذکر کیا ہے۔**

48 **امام ابوالحسن رمانی** [وفات:384ھ] **لکھتے ہیں:** أي مجازيهم على خديعتهم [**النکت فی اعجاز القرآن:99**]

49 **امام آلوسی لکھتے ہیں:** والشعور الإدراك بالحواس الخمس الظاهرة ونفي ذلك نهاية الذم لأن من لا يشعر بالبديهي المحسوس مرتبته أدنى من مرتبة البهائم فهم كالإنعام بل هم أضل [**روح المعانی 1:150**]

50 **امام ابن قیم لکھتے ہیں:** خَاصَّة الْعقل النّظر إِلَى العواقب والغايات [**مفتاح دار السعادۃ 2:14**]

51 **بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں:** وأما تقديم الظرف، ففيه تفصيل فإن كان في الإثبات دل على الاختصاص كقوله تعالى: {إن إلينا إيابهم ثم إن علينا حسابهم} ، وكذلك: {له الملك وله الحمد} [**البرہان فی علوم القرآن 3:236**]

52 **ابن قیم لکھتے ہیں** : والمرض يدور على أربعة أشياء فساد وضعف ونقصان وظلمة [**شفاء العلیل:99**]

53 **یہ شعر کافی مشہور ہے لیکن اس کے قائل کا کوئی پتہ چلا نہ ہی کسی مصدر کا۔ تفسیر جواہر القرآن میں بھی سورۃ غافر 40:84 کے تحت بغیر کسی نسبت کے ذکر ہے۔**

54 **یہ کتاب** "العاقبة أو الموت والحشر والنشور" **کے نام سے مصر سے 1401ھ=1990ء میں دار الصحابۃ للتراث سے عبید اللہ ابو عبد الرحمن المصری الاثری کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے اپنی کتاب "البصائر للمتوسلین بالمقابر" میں عبد الحق اور ان کی کتاب العاقبۃ کا ذکر ان علماء کی فہرست میں کیا ہے کہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں صحیح روایات جمع کرنے کا التزام نہیں کیا۔**[**البصائر (اردو):27**]

55 **تہذیب التہذیب میں عبد الحق اشبیلی کا ترجمہ نہیں ملا۔ البتہ ابن حجر نے دیگر راویوں کے تراجم میں صرف دو جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔**

56 **عبد الحق بن عبد الرحمن بن عبد اللہ ازدی اشبیلی (اشبیلہ: موجودہ سپین کا ایک صوبہ Seville) ابو محمد المعروف بابن الخراط اندلس (موجودہ: سپین) کے علماء میں سے تھے۔ 510ھ کو پیدا ہوئے۔ فقہ، حدیث، رجال اور علل حدیث کے عالم تھے۔ ادب و شعر میں خاص کمال حاصل تھا۔ کئی مفید کتابیں لکھیں۔ 581ھ کو بجایۃ (موجودہ: الجیریا کا ایک صوبہ) میں وفات پائی۔**[**فوات الوفیات 1:606، ترجمہ:244، الاعلام للزرکلی 3:281**]

57 **عبد الحق اشبیلی چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں۔**

58 **امام بخاری ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جب ان سے پوچھا گیا:** ما كان النبي ﷺ يصنع في البيت؟ قالت: «كان يكون في مهنة أهله، فإذا سمع الأذان خرج» [**صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب خدمۃ الرجل فی اهلہ، حدیث:5363**]

59 **ابو داؤد فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:** كان النبي ﷺ يأمرنا أن نحتفي أحيانا [**سنن ابو داؤد، کتاب الترجل، حدیث:4160**] إسناده صحيح .

60 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** وأنه يقال في المقال والفعال [**المفردات فی غریب القرآن:704**، مادة : كذب]

61 **امام آلوسی لکھتے ہیں:** كان دالة على الإستمرار فی جميع الأزمنة [**روح المعانی 1:153**]

62 **ابن تیمیہ لکھتے ہیں:** فإن عبادة غير الله والدعوة إلى غيره والشرك به هو أعظم الفساد في الأرض بل فساد الأرض في الحقيقة إنما هو الشرك بالله ومخالفة أمره [**مجموع الفتاوی 15:24**]

ابو البقاء الکفوی لکھتے ہیں: الْفساد: هُوَ أَعم من الظُّلم، لِأَن الظُّلم النَّقْص ... وَالْفساد يَقع على ذَلِك، وعَلى الابتداع وَاللَّهْو واللعب [**الکلیات:692**]

63 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب نے یہ بات مولانا مودودی صاحب کی جماعت کے اراکین سے تب کی تھی جب 1979ء میں روسی افواج افغانستان میں داخل ہوئیں تھیں تو پاکستان میں موجود بہت سارے حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑی کہ کہیں یہ جارحیت پاکستان کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ اسی تشویش کے سدِّباب کے لئے جماعت اسلامی کے چند احباب آپ کی خدمت میں پنج پیر دارالقرآن تشریف لائے تو آپ نے انہیں تاریخ کا حوالہ اسی پس منظر میں دیئے تھا۔

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے مولانا مودودی کے ردّ میں مستقل رسالہ "حقیقت مودودی" کے نام سے لکھا ہے۔ لیکن آج اس رسالے کا دارالقرآن پنج پیر سے شائع نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اب شاید امت مسلمہ کو آپسی اختلافات سے بالاتر ہو کر اہم مقاصد پر اپنی یکجہتی کا اظہار کرنا ناگزیر ہے۔ اسی لئے آج جماعتی طور پر بھی ایک دوسرے کے اجتماعات میں سٹیج سے تقریر کرنا اس بات کو مزید مستحکم کرتی ہے۔

64 سپین براعظم یورپ کے جنوب میں واقع ملک ہے جو ایک وقت میں عالم اسلام کا ایک اہم مرکز تھا اور اسلامی تاریخ میں اندلس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ قرطبہ (Cordoba) بھی سپین میں واقع ہے۔ بخارا، سمرقند اور تاشقند وسطی ایشیائی ملک "ازبکستان" کے تاریخی شہر ہیں۔

65 مکتوبات، جلد اول:71، مکتوب:54

66 یہ شعر ابن المعتز کی طرف منسوب ہے۔ [ابو منصور ثعالبی، التمثیل والمحاضرۃ:345]

67 **امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:** فإن قال لنا قائل: أرأيت قوله : وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ ؟ فكيف قيل: خَلَوْاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ ، ولم يقل خلوا بشياطينهم؟ فقد علمت أن الجاري بين الناس في كلامهم:"خلوت بفلان" أكثر وأفشى من:"خلوت إلى فلان"؛ ومن قولك: إن القرآن أفصح البيان!

قيل: قد اختلف في ذلك أهل العلم بلغة العرب. فكان بعض نحويي البصرة يقول: يقال"خلوت إلى فلان" إذا أريد به: خلوت إليه في حاجة خاصة. لا يحتمل –إذا قيل كذلك– إلا الخلاء إليه في قضاء الحاجة. فأما إذا قيل:"خلوت به" احتمل معنيين: أحدهما الخلاء به في الحاجة، والآخر في السخرية به. فعلى هذا القول، وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ ، لا شك أفصح منه لو قيل"وإذا خلوا بشياطينهم"، لما في قول القائل:"إذا خلوا بشياطينهم" من التباس المعنى على سامعيه، الذي هو منتف عن قوله: وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ. فهذا أحد الأقوال. والقول الآخر: فأن توجه معنى قوله وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ ،"وإذا خلوا مع شياطينهم"، إذ كانت حروف الصفات يعاقب بعضها بعضا ، كما قال الله مخبرا عن عيسى ابن مريم أنه قال للحواريين: (من أنصاري إلى الله) [سورة الصف: 14] ، يريد: مع الله. وكما توضع"على" في موضع"من"، و" في" و"عن" و"الباء"، كما قال الشاعر:

إذا رضيت علي بنو قشير ... لعمر الله أعجبني رضاها

بمعنى عني. وأما بعض نحويي أهل الكوفة، فإنه كان يتأول أن ذلك بمعنى: وَإِذَا لَقُواْ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ قَالُوٓاْ ءَامَنَّا ، وإذا صرفوا خلاءهم إلى شياطينهم – فيزعم أن الجالب لـ "إلى"، المعنى الذي دل عليه الكلام: من انصراف المنافقين عن لقاء المؤمنين إلى شياطينهم خالين بهم، لا قوله"خلوا". وعلى هذا التأويل لا يصلح في موضع"إلى" غيرها، لتغير الكلام بدخول غيرها من الحروف مكانها. وهذا القول عندي أولى بالصواب، لأن لكل حرف من حروف المعاني وجها هو به أولى من غيره فلا يصلح تحويل ذلك عنه إلى غيره إلا بحجة يجب التسليم لها [**جامع البیان**1:198-199]

امام زرکشی لکھتے ہیں: وقوله: وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ ، وإنما يقال: خلوت به لكن ضمن [خلوا] معنى [ذهبوا] [وانصرفوا] وهو معادل لقوله لقوا وهذا أولى من قول من قال: إن [إلى] هنا بمعنى [الباء] أو بمعنى [مع] [**البرہان فی علوم القرآن**3:339]

68 **زمخشری لکھتے ہیں:** فإن قلت: لم كانت مخاطبتهم المؤمنين بالجملة الفعلية، وشياطينهم بالاسمية محققة بأن؟ الخ [**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**1:66]

69 **ابوالحسن رمانی لکھتے ہیں:** تجانس البلاغة هو بيان بأنواع الكلام الذي يجمعه أصل واحد في اللغة والتجانس على وجهين : مزاوجة ومناسبة , فالمزاوجة تقع في الجزاء .. مُسۡتَهۡزِءُونَ – ٱللَّهُ يَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ أي يجازيهم على استهزائهم [**النکت فی اعجاز القرآن، باب التجانس، ص**:99]

70 **ابن قتیبہ لکھتے ہیں:** ومن ذلك الجزاء عن الفعل بمثل لفظه والمعنيان مختلفان نحو : إِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُونَ ٱللَّهُ يَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ أي يجازيهم جزاء الاستهزاء [**تاویل مشکل القرآن**: 171]

71 **ابن جریر لکھتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معنی کرتے ہیں:** يملي لهم **اور سیدنا مجاہد معنی کرتے ہیں:** يزيدهم [**جامع البیان**1:307، روایت:364-365] **اور یہ دونوں اقوال النکت والعیون 1:78، میں امام ماوردی نے بھی ذکر کئے ہیں۔**

72 **ماوردی سورۃ الاعراف:186 کی تفسیر میں** يَعۡمَهُونَ **کے تحت لکھتے ہیں:** والعمه في القلب كالعمى في العين [**النکت والعیون**2:284]

73 **ابن اثیر لکھتے ہیں:** القصم : كسر الشئ و إبانته وبالفاء : كسره من غير إبانة . القضم : الأكل بأطراف الأسنان [**النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر**4:74،77] **فصم اور قصم کے مابین فرق کے لئے دیکھیں: ابو ہلال عسکری م:395ھ کی معجم الفروق اللغویۃ**:431

74 **تفتازانی** [وفات:793ھ] **لکھتے ہیں:** [والثانية بالتضمن] لكون الجزء في ضمن المعنى الموضوع له [**مختصر المعانی شرح تلخیص المفتاح، الفن الثانی: علم البیان**:274]

75 **ابن جریر لکھتے ہیں:** إن قال قائل: وكيف اشترى هؤلاء القومُ الضلالةَ بالهدى وإنما كانوا منافقين لم يتقدم نفاقَهم إيمانٌ فيقال فيهم: باعوا هداهم الذي كانوا عليه بضلالتهم حتى استبدلوها منه؟ وقد علمتَ أن معنى الشراء المفهوم: اعتياضُ شيء ببذل شيء مكانه عِوَضًا منه, والمنافقون الذين وصفهم الله بهذه الصفة، لم يكونوا قط على هُدًى فيتركوه ويعتاضوا منه كفرًا ونفاقًا؟ [**جامع البیان**1:311]

76 **ابن جریر لکھتے ہیں:** عن قتادة : فَمَا رَبِحَت تِّجَٰرَتُهُمۡ وَمَا كَانُواْ مُهۡتَدِينَ قد وَالله رأيتموهم خرجوا من الهدى إلى الضلالة ومن الجماعة إلى الفُرقة ومن الأمن إلى الخوف ومن السُّنة إلى البدعة [**جامع البیان**1:317،**روایت**:385]

77 **جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:** قال الماوردي: من أعظم علم القرآن علم أمثاله ... والمثل بلا ممثل كالفرس بلا لجام والناقة بلا زمام [**الاتقان فی علوم القرآن، النوع السادس والستون فی امثال القرآن**4:44]

78 **زرکشی لکھتے ہیں:** وقد ضرب الله تعالى لما أنزله من الإيمان والقرآن مثلين ; مثله بالماء ، ومثله بالنار ، فمثله بالماء لما فيه من الحياة وبالنار لما فيه من النور والبيان [**البرھان فی علوم القرآن، النوع الحادی والثلاثون، معرفۃ الامثال**،1:493]

79 **ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں:** وقيل: إنها نزلت في اليهود لأنه سبق ذكر اليهود، وهو قوله: ءَأَنذَرۡتَهُمۡ أَمۡ لَمۡ تُنذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ [**تاویلات اھل السنۃ**1:390]

امام رازی لکھتے ہیں: قال سعيد بن جبير: نزلت في اليهود وانتظارهم لخروج رسول الله ﷺ واستفتاحهم به على مشركي العرب، فلما خرج كفروا به فكان انتظارهم لمحمد ﷺ كإيقاد النار، وكفرهم به بعد ظهوره كزوال ذلك النور [**التفسیر الکبیر**2:313]

اور اسی طرح کا قول بغوی نے عطاء اور محمد بن کعب سے ذکر کیا ہے [**معالم التنزیل**1:90]

محمد بن علی بن حسن بن بشر، ابو عبد اللہ، حکیم ترمذی [وفات:320ھ] **لکھتے ہیں:** مثل اليهود مع نبينا ﷺ مثلهم كمثل رجل يكون في ضيق وتعب وشدة وظلمة ينتظر الفرج والمخرج والضياء والنور كانوا ينتظرون خروج محمد ﷺ وعرفوا أنه الحق فكذبوه وحسدوه مخافة أن يذهب عنهم عزهم ومأكلتهم ذَهَبَ ٱللَّهُ بِنُورِهِمۡ أي بالحلاوة التي كانت في قلوبهم عقوبة لهم بجحودهم وَتَرَكَهُمۡ فِي ظُلُمَٰتٍ لَّا يُبۡصِرُونَ الهدى [**الامثال من الکتاب والسنۃ**:18-19]

80 **ابو الحسن رمانی لکھتے ہیں:** فالحذف إسقاط كلمة للاجتزاء عنها بدلالة غيرها من الحال أو فحوى الكلام [**النکت فی اعجاز القرآن، باب الایجاز**:76]

81 **جرجانی لکھتے ہیں:** الإدماج: في اللغة إدخال الشيء في الشيء، يقال: أدمج الشيء في الثوب، إذا لفه فيه [**التعریفات، باب الالف**:15]

82 **ابن قیم، اجتماع الجیوش الاسلامیہ**2:63

83 **ابو البقاء لکھتے ہیں:** الذي هاهنا مفرد في اللفظ والمعنى على الجمع [**التبیان فی اعراب القرآن**1:32] **بیضاوی لکھتے ہیں:** ٱلَّذِي بمعنى ٱلَّذِينَ [**انوار التنزیل واسرار التاویل**1:49]

84 **اخفش** [وفات:215ھ] **لکھتے ہیں:** ٱسۡتَوۡقَدَ في معنى "أَوْقَدَ" مثل قوله : فلم يستجبه أي "فلم يُجِبْهُ" [**معانی القرآن**1:53]

85 **ابن عطیہ لکھتے ہیں:** ٱسۡتَوۡقَدَ يراد به طلب من غيره أن يوقد له على المشهور من باب استفعل [**المحرر الوجیز**1:99]

86 **بغوی لکھتے ہیں:** ثم لم يقل:أطفأ الله نارهم لكن عبر بإذهاب النور عنه، لأن النار نور وحرارة فيذهب نورهم وتبقى الحرارة عليهم [**معالم التنزیل**1:90]

87 **کرمانی لکھتے ہیں:** "الباء" هنا بمنزلة "الألف" في "اذهب" [**غرائب التفسیر وعجائب التاویل**،1:122]

88 **اکثر مفسرین نے آیت کو منافقین کی مثال قرار دیا ہے۔**

89 **ابن جریر لکھتے ہیں:** عن مجاهد: أما إضاءة النار: فإقبالهم إلى المؤمنين والهدى ؛ وذهاب نورهم: إقبالهم إلى الكافرين والضلالة [**جامع البیان طبری**1:323]

90 **ابن ہشام** [وفات:761ھ] **لکھتے ہیں:**"أو" حرف عطف ذكر له المتأخرون معاني انتهت إلى اثني عشر [**مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب**:87]

91 **رضی الدین استر اباذی، نحوی** [وفات:686ھ] **لکھتے ہیں:** لما كثر استعمال (أو) في الإباحة التي معناها جواز الجمع، جاز استعمالها بمعنى الواو [**شرح الرضی علی الکافیۃ**4:398]

92 عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ عکبری، بغدادی، ابو البقاء، محب الدین 538ھ=1143ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ ادب، لغت، فرائض اور حساب میں ماہر تھے۔ ساحل دجلہ پر عکبرا نام کے یک چھوٹے سے گاؤں سے منسوب ہونے کی بنا پر عکبری کہلائے۔ بچپن میں چیچک کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے۔ 616ھ=1219ء کو بغداد میں وفات پائی۔ [بغیۃ الوعاۃ 38:2، ترجمہ: 1375، الاعلام 80:4، طبقات المفسرین، قرن ہفتم: 354، ترجمہ: 359-9]

شیخ القرآن ان کے بارے میں مزید فرماتے ہیں: امام النحو تھے۔ ستر تصانیف ہیں۔ قاضی بیضاوی اکثر مقامات میں بڑی بڑی عبارات املاء ما من بہ الرحمن سے ہی نقل کرتے ہیں۔

93 فراء کا ترجمہ سورۃ البقرۃ: 86 کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

94 مکی بن ابی طالب حموش بن محمد بن مختار اندلسی قیسی، ابو محمد، قیروان میں 355ھ=966ء کو پیدا ہوئے۔ قراءت، تفسیر اور عربیت میں ماہر تھے۔ حسن فہم، حسن خلق اور ذکاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں مصر کا سفر کیا اور مشرقی بلاد میں کافی عرصہ گزار کر واپس لوٹے۔ 393ھ میں قرطبہ میں سکونت اختیار کی۔ وہاں کی جامع مسجد میں خطیب اور قاری رہے۔ 437ھ=1045ء کو قرطبہ میں وفات پائی۔ [وفیات الاعیان 274:5، ترجمہ: 737، الاعلام 286:7، طبقات المفسرین، قرن پنجم، 284، ترجمہ: 254-23] ان کی کتاب "مشکل اعراب القرآن" کے نام سے دو جلدوں میں مؤسسۃ الرسالۃ سے حاتم صالح الضامن کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

95 ابو البرکات، عبد اللہ بن احمد بن محمود، نسفی، حنفی، مفسر قرآن اور فقیہ تھے۔ دریائے جیحون اور سمرقند کے درمیان واقع "نسف" کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے نسفی کہلائے۔ تفسیر مدارک التنزیل کے علاوہ، کنز الدقائق، المنار، کشف الاسرار، الوافی اور الکافی جیسی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ 710ھ=1310ء کو وفات پائی۔

[تاج التراجم: 174، ترجمہ: 122، الجواہر المضیئۃ: 178، ترجمہ: 642، الاعلام 67:4، طبقات المفسرین، قرن ہشتم: 386، ترجمہ: 413-5]

96 زجاج [وفات: 311ھ] لکھتے ہیں: الصيب في اللغة المطر وكل نازل من علو إلى أسفل فقد صاب يصوب [معانی القرآن واعرابہ 94:1]

97 ابن جزی لکھتے ہیں: مِّنَ ٱلسَّمَآءِ إشارة إلى قوته وشدّة انصبابه [التسہیل لعلوم التنزیل 73:1]

98 ابن اثیر لکھتے ہیں: وتخصيص ذكر الأصابع كناية عن أجزاء القدرة والبطش، لأن ذلك باليد، والأصابع أجزاؤها [النہایہ فی غریب الحدیث والاثر 9:3، مادة: صبع]

ابن ابی شریف [وفات: 905ھ] لکھتے ہیں: [فإن اليد وكذا الإصبع وغيره] كالنزول يقال فى كل منها [صفة له تعالى لا بمعنى الجارحة بل على وجه يليق به وهو سبحانه أعلم به وقد تؤول اليد والإصبع] فى بعض المواضع عند الحاجة [بالقدرة والقهر] [المسامرۃ شرح المسایرۃ، ص: 35]

99 صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ تعالیٰ لما خلقت بیدی، حدیث: 7138

ایک اور روایت میں ہے: إن قلوب بني آدم كلها بين إصبعين من أصابع الرحمن [صحیح مسلم، کتاب القدر، باب: تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف یشاء، حدیث: 6842]

100 امام نسفی لکھتے ہیں: وإنما ذكر الأصابع ولم يذكر الانامل .... لأن في ذكر الأصابع من المبالغة ما ليس في ذكر الأنامل [مدارک التنزیل وحقائق التاویل 59:1] یعنی اگر منافق کا بس چلے تو پوری کی پوری انگلی ہی کانوں میں ٹھونس دے۔

101 فارسی اور پشتو میں کہتے ہیں: الابلا بہ گردن ملا

102 امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الخَطْفُ والاختطاف: الاختلاس بالسّرعة ... إِلَّا مَنْ خَطِفَ ٱلْخَطْفَةَ - فَتَخْطَفُهُ ٱلطَّيْرُ الخطاف: للطائر الذي كأنه يخطف شيئا في طيرانه [المفردات فی غریب القرآن ص: 286، مادة: خطف] «خطف، اختطاف کسی چیز کو تیزی سے اچک لینے کو کہتے ہیں۔ سورۃ الصافات میں جنات کا فرشتوں کی بات کو چوری سے جھپٹ لینا اور سورۃ الحج میں پرندوں کے اچکنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ خطاف اس پرندے کو کہا جاتا ہے جو دوران پرواز ہی کسی چیز پر جھپٹ لیتا ہے»

103 ماوردی لکھتے ہیں: معناه كلما غنموا وأصابوا من الإسلام خيراً اتبعوا المسلمين , وَإِذَآ أَظۡلَمَ عَلَيۡهِمۡ فلم يصيبوا خيراً , قعدوا عن الجهاد [النکت والعیون، ماوردی 83:1]

باب دوم

ماقبل کے ساتھ ربط:

پہلا باب دوسرے باب کے لئے بطور تمہید [1] تھا۔ اور دوسرے باب میں اصل دعوی توحید بیان کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی مسئلہ توحید بیان کیا جائے گا تو بیان کے بعد لوگ تین گروہوں میں منقسم ہوں گے: مؤمن، کافر اور منافق۔ دعوی توحید بعنوان ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ صرف اللہ کی عبادت کرنا یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے انس و جن کی تخلیق کی گئی ہے:

"وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ "[سورۃ الذاریات 56:51]

« میں نے جن وانس کی تخلیق محض اپنی عبادت کے لئے کی ہے »

دعوی التوحید مع الادلة [دعوی توحید اور اس پر (پانچ) دلائل عقلیہ]

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فِرَٰشٗا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءٗ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٢٢﴾"

« اے لوگو! اپنے رب کو عبادت میں یکتا جانو وہ (رب) جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور ان لوگوں کو (بھی پیدا کیا ہے) جو تم سے پہلے تھے۔ تحقیق (تم غیر کی عبادت سے) بچ سکو۔ وہ ذات جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور اوپر سے بارش برسائی تو تمہارے کھانے کے لئے اس سے میوے پیدا کئے۔ تو اللہ کے لئے اس کا مثل (خواہ ایک ہی صفت میں ہو) مت بناؤ اس حال میں کہ تم (دلائل کو) جانتے ہو »

اصول میں یہ بات گزر چکی تھی کہ قرآن مجید کا دعوی کو ثابت کرنے کے لئے کئی طریقے ہیں، ان میں سے ایک دلائل عقلیہ کے ذریعے مسئلہ کو ثابت کرنا ہے [2]۔ آیت زیر بحث میں قرآن مجید یہ ثابت کر رہا ہے اعبدوہ لأن الأدلة شاهدة بذلك « صرف اللہ کی عبادت کرو کیونکہ دلائل اس پر گواہ ہیں » [3]

دعوی توحید [4] ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ

1. دلیل عقلی ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ — اعبدوہ لانه الذی خلقکم [5]
2. دلیل عقلی وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ — اعبدوہ لانه الذی خلق من قبلکم
3. دلیل عقلی ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فِرَٰشٗا — اعبدوہ لانه الذی جعل الارض فراشا
4. دلیل عقلی وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءٗ — اعبدوہ لانه الذي جعل السماء بناء
5. دلیل عقلی وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ — اعبدوہ لانه الذي أنزل من السماء ماء [6]

ثمرۂ دلائل [7] فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ عام خطاب ہے جس میں سب لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔[8]

ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ دعوی توحید کو بطور امر ذکر کیا گیا جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کا پہلا امر قرآن مجید میں "توحید" ہے۔پیغمبروں کی تقاریر میں اپنی قوموں کو جو سب سے پہلا حکم دیا گیا ہے وہ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ یعنی توحید کا ہے۔اسی لئے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ جب اپنے نائبین کو بھیجتے تھے تو انہیں لوگوں کو سب سے پہلے توحید کی طرف دعوت دینے کی تلقین کرتے تھے۔ جیسے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف روانہ کر رہے تھے تو فرمایا:

"إنك تقدم على قوم أهل كتاب فليكن أول ما تدعوهم إليه عبادة الله– وفى رواية : إلى أن يوحدوا الله تعالى فإذا عرفوا ذلك فأخبرهم أن الله قد فرض عليهم خمس صلوات" [9]

« تم اس قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں، تو چاہئے کہ سب سے پہلی چیز جس کی طرف تم ان کو بلاؤ گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کریں پس جب اللہ کی توحید کو وہ مان لیں تو انہیں دن رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت کی خبر دو »

مبلغ اور داعی کو چاہئے کہ وہ سب سے پہلے توحید کو بیان کرے۔ یہ قطعاً غلط ہے کہ وہ آغاز ہی فروعات یعنی مسئلہ دعا اور مسئلہ اسقاط سے کرے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ کا معنی کرتے ہیں" وَحِّدُوْا رَبَّكُمْ "« اپنے رب کو عبادت میں یکتا جانو »[10]

عبادت کسے کہتے ہیں؟

غائبانہ پکار، نفع نقصان کا مالک سمجھنا، بغیر ظاہری اسباب کے ڈرنا یہ تمام صرف اللہ کے لئے لائق ہیں۔ غیر کے لئے اس کی بجا آوری شرک ہے۔

لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ اللہ کی طرف سے لَعَلَّ تحقیق کے لئے ہے ترجی کے لئے نہیں۔یعنی اگر کسی چیز کی امید کی جاسکتی ہے تو وہ امید یقیناً یہی ہے۔[11]

أَندَادٗا أَنْدَادْ جمع ہے نِدٌّ کی اور ند مثل کو کہتے ہیں[12]۔ مثلیت ایک صفت میں مراد ہوتی ہے۔من كل الوجوه مثلیت لازم نہیں[13]۔ جیسے زيد كالحمار « زید گدھے کی طرح ہے » تو اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ گدھے جیسے چار پاؤں اور دم بھی ہے۔ صرف ایک صفت میں تشبیہ مراد ہے اور وہ بیوقوفی ہے۔ جو لوگ قائل ہیں کہ اولیاء ہماری مدد کو پہنچ سکتے ہیں تو ان سے سوال ہے کیا انہوں نے ولی کو اللہ کا ند قرار نہیں دیا؟ جو لوگ قائل ہیں کہ ولی بغیر ظاہری اسباب کے ہماری فریاد سنتا ہے تو کیا انہوں نے اس ولی کو اللہ کا ند قرار نہیں دیا؟ ظاہری اسباب کی قید اس لئے ضروری ہے کیونکہ انسان دوائی تو کھا سکتا ہے لیکن اس میں شفاء ڈالنے والا اللہ کی ذات ہے۔ بغیر ظاہری اسباب کے جو ذات نافع اور موثر ہے وہ صرف اللہ کی ذات ہے کوئی اور نہیں۔

فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا [14] میں قرآن مجید اسی بات کی نفی کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مثل کسی ایک صفت میں کوئی بھی نہیں ہے۔ تو ثابت ہوا لما لم يكن لله ند فلا تعبدوه « جب اللہ کے ایک بھی صفت میں کوئی مثل نہیں ہے تو اس (غیر) کی عبادت نہ کرو » فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا گویا کہ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ کا ترجمہ ہے۔

قرآن مجید نے لفظ أَندَادٗا کی مزید وضاحت خود کی ہے :

- ❖ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادٗا يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِ [سورة البقرة2:165]

« اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جنہوں نے اللہ کے بغیر اوروں کو (ایک صفت میں) اللہ کا مثل بنایا ہے (یعنی) ان کے ساتھ اللہ کی سی محبت کرتے ہیں »

مختصر الفاظ میں اس کو إتخاذ الإله فى المحبة کہتے ہیں۔

- ❖ إِذۡ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ [سورة الشعراء26:98] « جب ہم تمہیں (ایک صفت میں) پروردگار کے برابر ٹھہراتے تھے » اس سے مراد تسوية فى الكل نہیں بلکہ تسوية فى الجزء مثلاً تسوية فى المحبة مراد ہے۔[15]

وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ « اور تم لوگ (دلائل کو) خوب سمجھ گئے »[16]

مبہم معنی درست نہیں ہے کہ تم لوگ جانتے ہو۔ سوال یہ ہے کس چیز کو جانتے ہو؟ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ سے مراد ما قبل دلائل کا علم ہے۔ جب دلائل بیان ہو چکے اور اے مخاطب تمہیں خوب سمجھ آگئی کہ بغیر اللہ کے کوئی خالق نہیں تو اس کے ساتھ کیوں غیروں کو شریک ٹھہراتے ہو؟ یا « اور تم لوگ جانتے ہو (کہ اللہ کی صفت مخلوق کے لئے جائز نہیں ہے) » قرآن مجید نے دلائل اور اس سے نتیجہ اخذ کرنا مختلف اندازوں کے ساتھ جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"بهر رنگے که خواهی جامه می پوش من اندازِ قدت را می شناسم"[17]

« جس رنگ کا لباس چاہو پہن لو میں تمہارے قد کا انداز پہچانتا ہوں »

دلائل عقلیہ اور اس سے نتیجہ نکالنے کا ایک اور انداز:

- "أَمَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا بِهِۦ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنۢبِتُوا۟ شَجَرَهَآ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ " [سورة النمل 60:27]

« بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم ہی نے اس سے سرسبز باغ اُگائے۔ تمہاری طاقت تو نہ تھی کہ تم اُن کے درختوں کو اگاتے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ ایک اعراض کرنے والی قوم ہے یا ایسی قوم جو اللہ کے ساتھ اور برابر کرتے ہیں »

- "أَمَّن جَعَلَ ٱلْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَٰلَهَآ أَنْهَٰرًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَٰسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ ٱلْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ "[سورة النمل 61:27]

« بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ نہریں بنائیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے بیچ اوٹ بنائی۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر دانش نہیں رکھتے »

- "أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ "[سورة النمل 62:27]

« بھلا کون بیقرار کی التجا قبول کرتا ہے۔ جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں مگر) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو »

- "أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَمَن يُرْسِلُ ٱلرِّيَٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهِۦٓ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ تَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ "[سورة النمل:63]

« بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں)۔ یہ لوگ جو (اللہ کے ساتھ اوروں کو) شریک بناتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے »

- "أَمَّن يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قُلْ هَاتُوا۟ بُرْهَٰنَكُمْ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٦٤﴾ " [سورة النمل 64:27]

« بھلا کون مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ ہے اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ تو کیا ہے کوئی حاجت روا اللہ کے ساتھ؟ (ہرگز نہیں) کہہ دو اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو »

قرآن مجید کے اسلوب میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مضمون تفصیل سے جاری ہوتا ہے لیکن بعض مضامین جڑواں ہوتے ہیں جیسے توحید و رسالت۔ تو قرآن مجید دونوں مضامین کا آپس میں اتصال کی وجہ سے دوسرے کو درمیان میں تعلیقاً ذکر کرتا ہے اور اس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوبارہ پہلے مضمون کو بالتفصیل آگے بڑھاتا ہے۔ اس آیت میں اثبات رسالت کو مسئلہ توحید کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے اور سو آیات تک توحید کے مضمون کو مکمل کرنے کے بعد اثبات رسالت کے مضمون کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

اثبات رسالت

''وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٣﴾''

« اور اگر تم اس (مسئلہ توحید) سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) پر اتاری ہے تو لے آؤ ایک دلیل[18] قرآن مجید کی طرح اور اللہ کے علاوہ اپنے علماء کو بھی بلالو اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو[19] »

اس آیت میں چار باتیں ہیں: اثبات رسالت، صداقت کتاب، دلیل وحی بر دعوی توحید[20] اور منکرین سے مطالبۂ دلیل

مِّمَّا نَزَّلْنَا لوگ موصول کا مبہم معنی کرتے ہیں تو مخاطب کو سمجھ نہیں آتی کہ اللہ نے کیا نازل کیا ہے؟

1. یا تو مَا موصولہ سے مراد "ما قبل مسئلہ توحید" ہے جو اعْبُدُوا رَبَّكُمُ میں بیان ہوا۔ آیت کا معنی یوں ہو گا « اور اگر تم شک میں ہو اس مسئلہ توحید سے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو لے آؤ ایک دلیل قرآن کے مثل (یعنی تم بھی اپنے دعوے پر دلیل پیش کرو) »
2. اور یا مَا موصولہ کا ربط آغاز سورۃ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ سے ہے اور یہ طریقہ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سورۃ کے مضمون کو ابتدائے سورۃ سے باندھتے ہوئے آگے بڑھاتا ہے۔ اس صورت میں آیت کا معنی یوں ہو گا « اور اگر تم شک میں ہو اس کتاب سے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو لے آؤ ایک دلیل قرآن کے مثل (یعنی تم بھی اپنے دعوے پر دلیل پیش کرو) »

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ سورة قطعة من الكلام « کلام کا ایک ٹکڑا » یا بیان کو کہا جاتا ہے۔[21] یہاں سورۃ سے مراد "دلیل" ہے۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ میں خصم سے دلیل کا مطالبہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے دعوی پر دلائل پیش کئے تم بھی قرآنی دلائل کی طرح اپنے دعوے پر "کہ اللہ کا مثل ہے" کوئی دلیل پیش کرو، کوئی بیان پیش کرو۔ قابل شخص وہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوی پر دلیل پیش کرتا ہے اور پھر مخالف سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے دعوی پر دلیل پیش کرے۔ قرآن مجید کا بھی یہی انداز ہے۔ مثلاً:

- ''هَٰذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ'' [سورۃ لقمان 11:31]

« یہ تو اللہ کی پیدائش ہے۔ مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو ہیں (جنہیں تم اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو) اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ »

- ''يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ'' [سورۃ فاطر 3:35]

« لوگو اللہ کے تم پر احسانات کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے۔ اس کے سوا کوئی حاجت روا نہیں پس تم کہاں بہک گئے ہو؟ »

- ''قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ''[سورۃ فاطر 40:35]

« بھلا اپنے ان حصہ داروں کی مجھے خبر دو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنی حاجتوں میں) پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی ہے؟ (دلیل عقلی کا مطالبہ) یا ان کی آسمانوں میں (اللہ کے ساتھ) کوئی شرکت ہے؟ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے (دلیل نقلی اور دلیل وحی کا مطالبہ) تو وہ اس کی سند رکھتے ہیں »

- ''قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ۖ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ'' [سورۃ الاحقاف 4:46]

« کہو خبر دار اس کی جس کو تم اللہ کے سوا (اپنی حاجتوں میں) پکارتے ہو کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا ان کا آسمانوں میں کوئی حصہ داری ہے۔ اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم کی کوئی نشانی اگر سچے ہو »[22]

اگر شرک کرنے والے کے پاس بزرگان دین اور اولیاء کرام کی الوہیت پر کوئی دلیل ہے تو پھر اس سے یہ سوال کیا جائے گا کہ زمین و آسمان میں ان کی تخلیق کا کوئی کرشمہ تو دکھا؟ انہوں نے کسی مچھر یا کسی مکھی کو پیدا کیا ہے؟ اولیاء کرام سے خدائی امور کی نفی کرنے میں فوراً اہل حق پر یہ الزام داغا جاتا ہے کہ فلاں شخص تو اولیاء کا منکر ہے۔ حالانکہ ان لوگوں سے سیدھا سادھا سوال پوچھا جائے کہ ولی کا منکر کون ہے؟ مثلاً شیخ عبد القادر جیلانیؒ 560ھ میں وفات پائے ہیں ان کی پیدائش سے پہلے لوگوں کی حاجتیں کون سا ولی پوری کرتا تھا؟ اگر کوئی اور ولی تھا تو کیا شیخ عبد القادر جیلانی کے پیدا ہونے کے بعد وہ پہلا ولی متروک ہو گیا؟ اور اگر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی پیدائش سے پہلے اللہ خود لوگوں کی حاجتیں پوری کرتا تھا اور شیخ عبد القادر جیلانی کے آنے کے بعد اب وہ حاجتیں پوری کر رہے ہیں تو کیا آیت الکرسی کے اس جملے وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَا « زمین و آسمان کی حفاظت اللہ کو نہیں تھکا سکتی » کا انکار لازم نہیں آیا؟ دوسروں کو اولیاء کا منکر کہنے والا دونوں صورتوں میں ایک کا مصداق ضرور ہے۔ یا ولی کا منکر یا آیت الکرسی کا منکر۔ اہل حق کبھی بھی منکرین اولیاء نہیں ہیں ہاں اگر انکار کرتے ہیں تو ان کی خدائی کے منکر ہیں۔ لیکن افسوس کہ دلیل نام کی کوئی شے نہیں اور اس وادی میں بغیر دلیل کے چل رہے ہیں۔ مولانا روم نے کیا خوب کہا ہے:

اندرین وادی مرو بی این دلیل لَآ أُحِبُّ ٱلْأَفِلِينَ گو چون خلیل[23]

اس وادی میں بغیر دلیل کے نہ چلو۔ میں ڈوبنے والوں سے (خدائی کی) محبت نہیں کرتا [سورۃ الانعام:76] ایسا ہی خلیل (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا ہے۔

آیات میں تطبیق

آیت زیر بحث اور سورۃ یونس میں ایک سورۃ کا مطالبہ، سورۃ ہود میں دس سورتوں کا مطالبہ اور سورۃ بنی اسرائیل میں پورے قرآن مجید کا چیلنج، کیا ان آیات میں کوئی تعارض ہے؟

- پورے قرآن مجید کا مطالبہ

''قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُوا۟ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا '' [سورۃ بنی اسرائیل 88:17]

« کہہ دو کہ اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں »

- دس سورتوں کا مطالبہ (یا ہر قبیلے سے ایک ایک دلیل کا مطالبہ)

''أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِۦ مُفْتَرَيَٰتٍ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ '' [سورۃ ہود 13:11]

« کیا کہتے ہیں کہ اس پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قرآن کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو، بلا لو »

- ایک سورۃ کا مطالبہ

''أَمْ يَقُولُونَ ٱفْتَرَىٰهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا۟ بِسُورَةٍ مِّثْلِهِۦ وَٱدْعُوا۟ مَنِ ٱسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ'' [سورۃ یونس 38:10]

« کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا لو »

مذکورہ آیات میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ پہلے پہل پورے انس و جن کو چیلنج دیا گیا کہ اس کتاب کے مثل کوئی کتاب لائیں۔ ہرگز نہیں لا سکتے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ سورۃ ہود کی آیت میں دس سورتوں کا مطالبہ کیا گیا کیونکہ مکہ میں قریش کے دس قبیلے رہتے تھے ہر ایک قبیلے سے قرآن مجید جیسی ایک سورۃ لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور جہاں ایک سورۃ کا مطالبہ کیا گیا ہے اس میں سب منکرین کو مل کر قرآن مجید جیسی ایک سورۃ لانے کی تحدی (چیلنج) دی گئی ہے۔

''وَٱدْعُوا۟ شُهَدَآءَكُم'' شُهَدَآءَ سے مراد یا تو علماء ہیں یا آلھۃ۔

1. وَٱدۡعُواْ شُهَدَآءَكُم « اور بلاؤاپنے علماء کو » ۔ شُهَدَآءَ جمع ہے شَهِيدٌ جس کے معنی حاضر کے ہیں یہاں مراد "عالم" ہیں۔ بایں وجہ کہ حاضر کے پاس بھی علم ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے فتح الرحمن میں [سورۃ الانعام:151] کے تحت شُهَدَآءَ سے مراد "علماء" لیا ہے۔[24]

2. وَٱدۡعُواْ شُهَدَآءَكُم « اور پکاروا پنے مددگاروں کو (جن کو تم اپنی حاجتوں میں پکارتے ہو) »

مِّن دُونِ ٱللَّهِ کی تعریف

بعض لوگ دُون کی آڑ میں شرک کا دروازہ کھولنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ کا ترجمہ کرتے ہیں « جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر غیروں کو پکارتے ہیں » وہ مذموم ہیں اور شرک اسی کا نام ہے۔ اور جو لوگ اللہ کو بھی پکاریں اور اولیاء کو بھی پکاریں تو آیت میں وہ مراد نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان جیسی آیات میں دون إِلَّا کے معنوں میں ہے اور **دون** سے ماقبل مراد ہوتا ہے مابعد نہیں۔ جیسے قوم لوط کے بارے میں ہے:

''إِنَّكُمۡ لَتَأۡتُونَ ٱلرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّن دُونِ ٱلنِّسَآءِ'' [سورۃ الاراف 81:7]

« بے شک تم مردوں کے پاس شہوت رانی کے لئے آتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر »

تو کیا اس سے یہ مطلب نکالنا درست ہے کہ تم مردوں سے عورتوں سمیت لواطت نہیں کرتے۔ ہاں اگر عورتوں سمیت لواطت کرو تو پھر کوئی بات نہیں۔

ربط: ضابطہ یہ ہے کہ جب قاضی مدعی اور مدعاعلیہ دونوں کے بیانات سن لیتا ہے تو آخر میں فیصلہ سناتا ہے۔ جیتنے والے کو جیت کی نوید اور ہارنے والے کو شکست کا فیصلہ سناتا ہے۔ غیر مجرم کو بری کر دیتا ہے اور مجرم کو جرم کی سزا سنائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کا بھی یہی انداز ہے مدلل بیان کے بیان فریقین کو حکم سناتا ہے منکر کو سزا اور ماننے والے کو خوشخبری دیتا ہے۔[25]

تخویف [26]

''فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ وَلَن تَفۡعَلُواْ فَٱتَّقُواْ ٱلنَّارَ ٱلَّتِي وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلۡحِجَارَةُۖ أُعِدَّتۡ لِلۡكَٰفِرِينَ'' ﴿٢٤﴾

« پس اگر (دلیل پیش) نہ کر سکو اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آگ اور پتھر ہوں گے، (توحید سے) انکار کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے »

فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ وَلَن تَفۡعَلُواْ منکرین سے دلیل کا مطالبہ کئے جانے کے بعد قرآن مجید کہتا ہے کہ تم لوگ "اپنے شرک پر" دلیل پیش کر سکتے ہو نہ ہی آئندہ پیش کر سکو گے۔

وَٱلۡحِجَارَةُ اس میں آگ کی شدت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اتنی تیز ہے کہ پتھروں کو راکھ کرے گی۔

أُعِدَّتۡ لِلۡكَٰفِرِينَ جہنم پہلے سے تیار ہے۔ اور کافرین سے مراد " ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ سے انکار کرنے والے "یا" مسئلہ توحید کو چھپانے والے"۔

بشارت[27]

''وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُۖ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنۡهَا مِن ثَمَرَةٖ رِّزۡقٗا قَالُواْ هَٰذَا ٱلَّذِي رُزِقۡنَا مِن قَبۡلُۖ وَأُتُواْ بِهِۦ مُتَشَٰبِهٗاۖ وَلَهُمۡ فِيهَآ أَزۡوَٰجٞ مُّطَهَّرَةٞۖ وَهُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٥﴾''

« اور خوشخبری دو ان لوگوں کو جنہوں نے (مسئلہ توحید کو) مانا اور نیک عمل کیا (سنت کے مطابق)، کہ ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان میں سے کوئی میوہ کھانے کے لئے دیا جائے گا تو کہیں گے، یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے (دنیا میں) میں دیا گیا تھا۔ اور ان کو کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے (لیکن ہم ذائقہ نہیں ہوں گے)[28] اور ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے »

ءَامَنُواْ اور كَفَرُواْ کا قاعدہ

قرآن مجید میں یہ دو الفاظ کثرت سے آتے ہیں لیکن دونوں کا مبہم معنی "وہ لوگ جو مؤمن ہیں" "وہ لوگ جو جو کافر ہیں" کرنے کی وجہ سے بات ذہن نشین نہیں ہوتی۔ ان دونوں الفاظ کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں ماقبل مضمون کی طرف یا سورۃ کے مقصد کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔ مثلاً اس مقام میں دونوں الفاظ آئے ہیں أُعِدَّتۡ لِلۡكَٰفِرِينَ اور وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ۔ کافرین میں اشارہ ماقبل دعوی کی طرف یعنی ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ سے انکار کرنے والے اور ءَامَنُواْ یعنی ماقبل دعوی ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ کو ماننے والے۔

وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ أى ءَامَنُواْ بالتوحيد وهو قوله تعالى: ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ « اور خوشخبری دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے (توحید پر) »

بشارت کی تعریف

بشارت ہر اس خبر کو کہتے ہیں کہ جس کے بارے میں معلوم نہ ہو[29]۔ اگر پہلے سے معلوم ہو تو وہ بشارت نہیں کہلاتی۔

وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ « اور نیک عمل (یعنی شریعت کے مطابق) کرتے ہیں »

عمل صالح کی تعریف:[30]

قاضی بیضاوی اس آیت کے تحت وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں: الصالحة من الأعمال ما سوغه الشرع و حسنه [31] « نیک اعمال وہ ہیں جس کو شریعت جائز قرار دے اور اسے اچھا کہے » جو عمل رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہو وہ عمل صالح نہیں ہے۔ جو عمل رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے مخالف ہو وہ عمل صالح نہیں ہے۔ مثلاً: بارات سے پہلے ولیمہ دینا، خیرات کے لئے وقت کی تخصیص جیسے جمعہ اور چہلم۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ فقہاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کی تابعداری جس طرح فعل میں ضروری اور لازم ہے اسی طرح ترک میں بھی ضروری اور لازم ہے۔ "فعل" یعنی جو کام رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے جس طرح اس کو کرنا ضروری ہے اسی طرح "ترک" یعنی جو کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا اور چھوڑا ہے اس کو چھوڑنا ضروری ہے۔ جو اجر ان کے کئے ہوئے فعل کے کرنے میں ہے وہی اجر ان کے چھوڑے ہوئے کام کے چھوڑنے میں ہے۔ ابن عابدین شامی جگہ جگہ لکھتے ہیں:

ترك ما ترك رسول الله ﷺ سنة كفعل ما فعل رسول الله ﷺ سنة

« رسول اللہ ﷺ کے کسی چھوڑے ہوئے عمل کو چھوڑنا ویسی ہی سنت ہے جس طرح ان کے کئے ہوئے عمل کو کرنا سنت ہے » [32]

ترک کا مذکورہ قاعدہ اصول السنة فی رد البدعة [33] کے ان بیس زریں قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے، جن کی روشنی میں ماضی، حال حتی کہ مستقبل میں پیدا ہونے والی تمام بدعات رد ہوتی ہیں۔ یہ سوال فی زمانا رائج بدعت کرنے والوں سے پوچھا جائے کہ:

1. کیا رسول اللہ ﷺ نے نماز کی سنتوں کے بعد اجتماعی ہیئت سے کبھی دعا کی ہے؟[34]
2. کیا رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ کے فوراً بعد (میت کی تدفین سے پہلے) اجتماعی دعا کی ہے؟[35]
3. کیا رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد حیلہ اسقاط کے دائرہ کا کبھی اہتمام کیا ہے؟
4. کیا کسی صحابی سے ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ان کی قبر پر آیا ہو اور بارش کے لئے درخواست کی ہو؟ بلکہ اس کے برعکس خشک سالی تھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ زندہ شخص سے دعا کی درخواست جائز ہے بشرطیکہ وہ موجود ہو، جیسا کہ بنی اسرائیل نے سیدنا موسی علیہ السلام سے دعا ٱدۡعُ لَنَا رَبَّكَ کی درخواست کی کیونکہ وہ زندہ اور موجود تھے۔ اگر زندہ بھی ہے مگر غائب ہے پھر بھی جائز نہیں۔

بدعت کے باب میں دو باتوں کا خیال ضرور رکھا جائے:

1. ایک یہ کہ اس کا تعلق مقاصد میں سے ہو وسائل اور ذرائع میں سے نہ ہو۔ کیونکہ لوگ مقاصد اور ذرائع کے مابین تمیز نہیں کرتے۔ وسائل مقصود بالذات نہیں ہوتے بلکہ وہ مقصود کا ذریعہ ہوتے ہیں جیسے نماز کے لئے نلکے سے وضو بنانا۔ کتابوں کی چھپائی اور آج کے دور میں استعمال ہونے والا قلم۔ فالإختراع فی المقاصد بدعة لا فی الوسائل .

2. ان امور کا تعلق امور دینی سے ہو، امور دنیا میں سے نہ ہو۔ دنیاوی چیزوں کی ایجاد بدعت نہیں ہے جیسے گاڑی، جہاز وغیرہ۔ اور رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جن امور کا بیان فرماتے ہیں اس کا تعلق امور دینی سے ہے۔ جیسے اہل بدع حیلۂ اسقاط کے دائرے اور دعا میں اجتماعی ہیئت کو ثواب سمجھتے ہیں۔ اور اسے مقصد گردانتے ہیں۔

کسی مقام میں سکونت تب خوشی اور راحت کا باعث ہوتی ہے جب اس میں چار باتیں موجود ہوں:[36]

1. مکان:

رہنے کے لئے مکان ہو اور ایسا مکان جو ویرانی اور اجڑنے سے محفوظ ہو، کیونکہ اگر باغ ہے لیکن کنویں میں پانی خشک ہو جائے یا نہر ختم ہو جائے پھر رہنے کے لائق نہیں۔

2. خوراک:

مکان بھی ہے، پانی بھی ہے لیکن اگر خوراک کا بندوبست نہ ہو تو بھی مکان رہنے کے قابل نہیں ہے۔ خوراک بھی ہے لیکن کھانے کا طریقہ نہیں آتا۔ اور پریشانی لاحق ہے کہ کیسے کھایا جائے؟

3. رفیق حیات:

مکان بھی ہے پانی بھی ہے خوراک بھی ہے اور کھانے کا طریقہ بھی آتا ہے لیکن رفیق نہیں ہے، تب بھی انسان پریشان ہوتا ہے۔

4. مستقل سکونت:

5. یہ سب کچھ ہو لیکن قیام عارضی ہو، مکان پرایا ہو اور کل کو وہاں سے جانے کا خوف ہو، تو پھر دل کو قرار نہیں۔

اللہ فرماتے ہیں توحید ماننے والوں کے لئے باغات ہوں گے أَنَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ ۔ ہمیشہ آباد ہوں گے تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ ۔ خوراک بھی ہو گی كُلَّمَا رُزِقُوا۟ مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۔ کھانے کا طریقہ بھی آتا ہو گا قَالُوا۟ هَٰذَا ٱلَّذِى رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُوا۟ بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا لیکن یہ خوراک دنیاوی خوراک کے ہم رنگ تو ہو گی لیکن ہم ذائقہ نہیں۔ ساتھ میں پاکیزہ اخلاق اور ہر قسم کی گندگی سے پاک رفیق بھی ہو گا وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۔ اور قیام عارضی اور چند دنوں کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہو گا وَهُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ میں دوام کی طرف اشارہ ہے۔

تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ جاری نہریں یعنی خشک نہیں ہوں گی۔ ان نہروں کی تفصیل سورۃ محمد [آیت:15] میں ہے: مَّثَلُ ٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى وُعِدَ ٱلْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَآ أَنْهَٰرٌ مِّن مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ وَأَنْهَٰرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُۥ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى « وہ جنت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبودار نہیں ہے۔ اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔ اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہے۔ اور صاف شہد کی نہریں »

وَأُتُوا۟ بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا جنت کسی بھی قسم کی پریشانی کی جگہ نہیں ہے حتی کہ پھل اور میوے بھی بظاہر دنیا جیسے ہوں گے لیکن ان کا ذائقہ مختلف ہو گا۔ دنیا میں جن چیزوں کے کھانے کے ساتھ انسان مالوف ہوتا ہے اس کے کھانے میں وہ کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا[37]۔ لیکن عام طور جب انسان نے خوراک

کی کسی چیز کے بارے میں سنا ہوتا ہے اور کھایا نہیں ہوتا۔ یا سنا بھی نہیں ہے لیکن کھانے کے لئے اس کے سامنے پہلی بار پیش کی جائے تو ایسی صورت میں عاقل شخص پہل کرنے اور اپنا ہاتھ بڑھانے کی بجائے اوروں کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسے کھاتے ہیں۔ اور بیوقوف جب ان آداب کی رعایت نہیں کرتا تو وہ اپنی جگ ہنسائی کا خود سبب بنتا ہے۔ وَأُتُواْ بِهِۦ مُتَشَٰبِهًا کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ ایک ہی میوے کی قسم میں مختلف ذائقوں والے ہوں گے جیسے دنیا میں کھجور کی ساٹھ سے زائد قسمیں ہیں[38] جن میں افضل عجوہ[39] اور برنی[40] ہیں۔ آم کی ساٹھ قسمیں ہیں۔[41]

وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَٰجٌ مُّطَهَّرَةٌ أزواج جمع ہے زوج کی جس کے معنی "ساتھی" کے ہیں۔[42] قرآن مجید نے لفظ تطهیر عام ذکر کیا ہے[43]۔ بعض لوگ مُّطَهَّرَةٌ عَنِ الحيض سے تخصیص کرتے ہیں حالانکہ جملہ صفات میں پاکیزگی مراد ہے خواہ وہ اخلاق ہوں، ذہن ہو، حیض سے پاکی ہو یا دیگر ظاہری اور باطنی طہارت ہو۔ اچھے اخلاق اس لئے ضروری ہیں کیونکہ بیوی ہو یا شوہر، دونوں میں سے کوئی بھی بد خلق ہو تو گھر گھر نہیں بلکہ جہنم ہوتا ہے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ ایک اچھی ازدواجی زندگی کے لئے بہترین مثال ہے۔ ان کا بیٹا فوت ہو چکا تھا، شوہر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ دن بھر کام کاج کئے تھکا ہارا گھر لوٹا اور بیٹے کی حالت دریافت کی کہ اب کیسا ہے۔ بیوی نے بتایا: قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ « اس کی طبیعت پر سکون ہے » شوہر نے خیال کیا کہ شاید بیماری سے افاقہ ہو چکا ہے حالانکہ اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ کھانا کھایا حتی کہ دونوں نے رات گزاری اور صبح غسل کرنے کے بعد جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نماز کے لئے نکلنے والے تھے تو بیوی نے کہا کہ بیٹا خالق حقیقی سے جاملا ہے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو واقعہ سنایا تو اللہ کے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دعا کی کہ اللہ تم دونوں کی رات میں برکت عطا فرمائے۔ راوی کہتا ہے کہ اللہ نے انہیں نو بچے دئے جو سب کے سب قرآن کے قاری تھے۔[44]

اس کے برعکس اگر ایسی رفیق حیات سے پالا پڑے جو گھر میں نمک اور ماچس کی تیلی نہ ہونے پر بے چینی سے انتظار میں ہو کہ کب حضرت تشریف لائیں اور پسینہ پونچھنے سے پہلے ہی انہیں بازار کی راہ دکھائی جائے۔ اگر شوہر حساب مانگے تو اسے لینے کے دینے پڑ جائیں۔ عافیت اسی میں ہے کہ خاموش رہے اور حساب نہ مانگا جائے۔

دفع الشبهة[45]

ربط: إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ کا تعلق وَإِن كُنتُمْ فِى رَيْبٍ کے ساتھ ہے اور بالواسطہ اس کا تعلق آغاز سورۃ ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ کے ساتھ ہے۔

''إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَيَقُولُونَ مَاذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِى بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا ٱلْفَٰسِقِينَ'' ﴿٢٦﴾

« بے شک اللہ (لوگوں کو سمجھانے کے لئے) کسی بھی مثال کے بیان کرنے سے باک نہیں کرتے خواہ وہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے (حقارت میں) بڑھ کر ہو۔ پس وہ لوگ جو (قرآن مجید پر) ایمان لائے ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے پورا بیان ہے۔ اور جن لوگوں نے (قرآن مجید سے) انکار کیا وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ اس (قرآن) کے ذریعے (اللہ) بہتوں کی گمراہی (بڑھاتا) ہے اور اس (قرآن) کے ذریعے (اللہ) بہتوں کو راہ دکھاتا ہے اور گمراہ بھی کرتا تو نافرمانوں ہی کو »

شبہ واعتراض: منکرین کے پاس چونکہ اپنے دعوے پر دلیل ہے نہ ہی پیش کرنے کی طاقت ہے تو تعنت کی بنا پر انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ قرآن مجید اللہ کی کتاب کیونکر ہو سکتی ہے کہ اس میں حقیر مثالیں بیان ہوئی ہیں یہ تو اللہ کے شایان شان نہیں ہے۔ اس کی شان کے مناسب تو عمدہ مثالیں ہونی چاہییں۔

مرجوح شان نزول:

اس آیت کے متعلق دو شان نزول مشہور ہیں اور وہ بوجوہ مرجوح ہیں:

1. ایک قول یہ ہے کہ جب سورۃ العنکبوت کی [41:29] نازل ہوئی:

"مَثَلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوۡلِيَآءَ كَمَثَلِ ٱلۡعَنكَبُوتِ ٱتَّخَذَتۡ بَيۡتٗاۖ وَإِنَّ أَوۡهَنَ ٱلۡبُيُوتِ لَبَيۡتُ ٱلۡعَنكَبُوتِ"

« مثال ان لوگوں کی جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے، مکڑی کی سی ہے جو گھر بناتی ہے اور بے شک تمام گھروں میں کمزور مکڑی کا گھر ہے » [46]

2. دوسرا قول یہ ہے کہ جب سورۃ الحج کی [73:22] نازل ہوئی:

"إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخۡلُقُواْ ذُبَابٗا وَلَوِ ٱجۡتَمَعُواْ لَهُۥۖ وَإِن يَسۡلُبۡهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيۡـٔٗا لَّا يَسۡتَنقِذُوهُ مِنۡهُ"

« بے شک وہ لوگ جن کو تم (اپنی حاجتوں میں) اللہ کے سوا پکارتے ہو ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ سب اتفاق کر لیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز بھگا لے جائے تو اسے اس سے نہیں چھڑا سکتے » تو منکرین نے اعتراض کیا کہ یہ اللہ کی کیسی کتاب ہے کہ جس میں مکھی جیسی حقیر چیز کی مثال دی گئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے جوابا سورۃ البقرۃ کی آیت إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسۡتَحۡيِۦٓ أَن يَضۡرِبَ مَثَلٗا مَّا بَعُوضَةٗ فَمَا فَوۡقَهَا نازل فرمائی۔

مذکورہ اقوال میں سے پہلا قول اس لئے قابل استدراک ہے کہ سورۃ العنکبوت مکی سورۃ ہے اور سورۃ البقرۃ مدنی سورۃ ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ اعتراض مکہ والوں نے کیا ہو اور جواب مدینہ والوں کو دیا جا رہا ہو۔ دوسرے قول پر استدراک یوں ہے کہ سورۃ الحج 103 نمبر پر نازل ہونے والی مدنی سورۃ ہے جو سورۃ البقرۃ [ترتیب نزولی:87 نمبر اور مدنی سورۃ] کے بعد نازل ہوئی ہے۔ تو سوال ابھی ہوا نہیں اور جواب پہلے سے ہی إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسۡتَحۡيِۦٓ أَن يَضۡرِبَ مَثَلٗا کی شکل میں نازل ہوا۔ ایسا تو ممکن نہیں کہ اللہ سے بھول ہوئی ہو۔ جواب پہلے نازل فرمایا اور سوال بعد میں ہوگا۔ مرجوحیت کی ایک وجہ سیاق سباق بھی ہے کہاں سورۃ الحج اور سورۃ العنکبوت میں اعتراض اور کہاں سورۃ البقرۃ میں اس کا جواب؟ بظاہر کافی بُعد ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ آیت کی ماثور شان نزول صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

راجح شان نزول:

ابن جریر نے سدی کے حوالے سے سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے:

« کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کی دو مثالیں مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ ٱلَّذِي ٱسۡتَوۡقَدَ نَارٗا اور أَوۡ كَصَيِّبٖ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ بیان کیں تو منافقوں نے کہا کہ اللہ کی شان ان مثالوں کے بیان کرنے سے بہت اعلیٰ اور برتر ہے۔ تو اللہ نے یہ آیت إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَسۡتَحۡيِۦٓ نازل فرمائی » [47] وجہ ترجیح صحابہ کرام سے منقول ہونے کی بنا پر بھی ظاہر ہے اور معقول بھی ہے۔

يَسۡتَحۡيِۦٓ میں تضمنی معنی (جزء معنی) مراد ہے یعنی "چھوڑنا، ترک کرنا"۔ حیاء مراد نہیں ہے کہ اللہ حیاء نہیں کرتے۔ حیاء ایک شخص ملامت کے ڈر سے کرتا ہے اور اللہ ملامت ہو نہیں سکتے۔ دراصل اس فعل کے دو جزء ہیں: ملامت ہونا اور اس کام کو چھوڑنا۔ شرم کی وجہ سے کسی کام کو چھوڑنا حیاء کہلاتی ہے۔ یہاں ایک جزء یعنی ملامت اور شرم اللہ کے لئے نہیں کہہ سکتے تو دوسرا جزء بطور معنی لیا جائے گا یعنی "ترک کرنا" اسی لئے مفسرین لَا يَسۡتَحۡيِۦٓ أی لا يترك کا معنی کرتے ہیں۔ [48]

وجوہ "حق"

قرآن مجید میں حق مختلف معانی میں آتا ہے:[49]

1. قرآن
2. کامل بیان
3. صادق
4. اللہ

يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا ایک شخص پہلے سے گمراہ ہوتا ہے اور بظاہر بڑا نیک معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب قرآن مجید بیان ہوتا ہے تو اس کی گمراہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس کی تائید سورۃ المائدۃ کی آیت ہے جو دو مرتبہ مذکور ہے:

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا [سورۃ المائدۃ 5:64،68] « اور (اے محمد) یہ (کتاب) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار مزید بڑھائے گا »

سورۃ المائدۃ کی آیت میں روئے سخن اہل کتاب کی طرف ہے یعنی "علمائے سوء" مراد ہیں اور كَثِيرًا ذکر کیا ہے۔ علمائے سوء کی مثال گوبر کے ڈھیر کی طرح ہے جس سے بظاہر کوئی بدبو نہیں آتی لیکن جیسے ہی بیلچی ماری تو ایسی عفونت برآمد ہوتی ہے کہ سر چکرانے لگے۔ بالکل اسی طرح خوبصورت لباس اور سفید عمامہ میں ملبوس شخصیت بظاہر تمہاری نظر کو دھوکا دے گی لیکن جب قرآن مجید بیان کیا جائے تو حق کی مخالفت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِۦ كَثِيرًا کے مفہوم کی وضاحت ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے: إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين « بے شک اللہ اس قرآن مجید کے ذریعے بعض قوموں کو عزت اور بعضوں کو ذلت دیتا ہے » [50]

وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا ٱلْفَٰسِقِينَ فسق کہتے ہیں خروج کو۔ یہاں مراد وہ لوگ جو عبودیت کی خلعت سے نکل گئے۔ اللہ کی غلامی کے طوق کو توڑا اور اس سے نکل گئے۔

ٱلَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مِيثَٰقِهِۦ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ ٱللَّهُ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿٢٧﴾

« وہ لوگ جو اللہ کے وعدے کو کو اس کی مضبوطی کے بعد (یعنی مدلل ہونے کے بعد) توڑتے ہیں اور جن احکام کے ادا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں۔ یہی لوگ تاوانی ہیں »

مِيثَٰقِ "وثق" کے معنی "اعتماد" کے ہیں۔ اور باب افعال سے اس کے معنی "باندھنے" کے آتے ہیں۔ میثاق مضبوط عہد و پیمان کو کہا جاتا ہے[51]۔ اس آیت میں لفظ میثاق ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ نے مسئلہ توحید کو اس مدلل انداز میں پیش کیا ہے گویا کہ اسے باندھ کر مضبوط کر دیا ہے۔[52]

النعم الأربعة للترغيب[53]

ماقبل میں دعوی ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ کے اثبات کے لئے دلائل پیش کئے گئے۔ قرآن مجید کے اسالیب میں سے ایک اسلوب یہ ہے کہ دعوی کی طرف رغبت اور شوق پیدا کرنے کے لئے احسانات اور نعمتیں یاد دلاتا ہے۔ جیسے ایک شخص دوسرے شخص کو اپنے احسانات بطور ترغیب یاد دلائے، جتانے کی نیت نہ ہو، کہ میں نے پہننے کے لئے تمہیں کپڑے، کھانے کے لئے خوراک، علاج کے لئے پیسے، کرایہ سب کچھ دیا ہے اور تم میری بات نہیں مان رہے۔ یا باپ بیٹے کو بطور ترغیب اور تشویق کہے کہ بیٹا: تمہارے لئے کتابیں خریدیں، کپڑے خریدے، پیسے دئے، پڑھانے کے لئے استاد درکھا، سب سہولتیں مہیا کیں آخر تعلیم کیوں نہیں حاصل نہیں کرتے؟ اس انداز کو **ذکر الامتنان** یا **التذکیر بالنعم** سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے[54]۔ ان آیات میں چار انعامات بنی نوع انسان پر ذکر کی گئی ہیں:

1. **پہلی نعمت** الوجود [آیت:28] اللہ فرماتے ہیں: اے انسان میں نے تمہیں وجود بخشا اور زندگی عطا کی۔ كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ
2. **دوسری نعمت** خلق الأشياء الأرضية لنفعكم [آیت:29] زمینی اشیاء تمہارے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں۔[55] كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ
3. **تیسری نعمت** آدم مسجود الملائكة [آیت:30-36] تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو میں نے فرشتوں پر فضیلت دی۔ كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ
4. **چوتھی نعمت** التوبة [آیت:37] تمہارے جدامجد سے لغزش ہوئی، توبہ کی توفیق دی، اور اسے معاف کیا۔ كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ

پہلی نعمت

كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَكُنتُمۡ أَمۡوَٰتٗا فَأَحۡيَٰكُمۡۖ ثُمَّ يُمِيتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيكُمۡ ثُمَّ إِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ۝٢٨

« کس طرح تم اللہ (کی توحید سے) انکار کرتے ہو اور جبکہ تم نیست تھے تو تمہیں زندگی بخشی پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی (اللہ) کی طرف تمہیں لوٹ کر جاؤگے »[56]

كَيۡفَ تَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ أي كيف تكفرون بعبادة الله أو كيف تكفرون بحكم الله وهو ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ « تم کیسے اللہ کی توحید سے انکار کرتے ہو » جبکہ اس نے تمہیں نیست سے ہست کیا ہے۔ یہاں كَيۡفَ تعجب اور توبیخ کے لئے ہے۔[57]

أَمۡوَٰتٗا موت سے مراد عدم ہے۔ قرآن مجید نے انسان کی اس حالت کو ذکر کیا ہے:

هَلۡ أَتَىٰ عَلَى ٱلۡإِنسَٰنِ حِينٞ مِّنَ ٱلدَّهۡرِ لَمۡ يَكُن شَيۡـٔٗا مَّذۡكُورًا [سورۃ الدہر 1:76]

« بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کا ذکر کیا جائے »

قبر کی زندگی کو ذکر نہ کرنے کی وجہ:

قرآن مجید نے دو جگہ دو موت اور دو زندگیاں ذکر کی ہیں۔ یہ آیت [سورۃ البقرۃ 29:2] اور سورۃ غافر 11:40: قَالُواْ رَبَّنَآ أَمَتَّنَا ٱثۡنَتَيۡنِ وَأَحۡيَيۡتَنَا ٱثۡنَتَيۡنِ « وہ پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار تونے ہم کو دو دفعہ موت دی اا اور دو دفعہ جان بخشی »

دو اموات یعنی دنیا میں آنے سے پہلے اور دنیا میں زندگی گزارنے کے بعد آنے والی موت اور دو حیات یعنی دنیا میں آنا اور آخرت میں دوبارہ جی اٹھنا۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء اور متکلمین فرماتے ہیں کہ قبر کی زندگی کو اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ هو نوع من الحياة « وہ زندگی کی ایک قسم ہے (کامل حیات نہیں) » جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حیات برزخی بھی مستقل حیات ثابت ہو جائے تو قرآن مجید کی مذکورہ دو آیتوں میں دو موت اور دو حیات کا دعوی غلط ثابت ہو گا۔ اسی لئے قبر کی زندگی کو نیند کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگ قبر کی زندگی کو مستقل اور کامل حیات پر اصرار کرتے ہیں۔ حالانکہ دیوبند مکتبۂ فکر کے استاد کل، شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری[58] اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

تحقیق آنست کہ معنی حیات تعلق روح بہ بدن است و درقبر اصلا تعلق روح ببدن نیست بلکہ بقاء روح و ادراک روح را بعد از مفارقت از بدن تعبیر بحیات فرمودہ اند[59] [مشکلات القرآن:13]

« تحقیقی بات یہ ہے کہ حیات کا معنی ہے "روح کا بدن کے ساتھ تعلق ہونا" اور دراصل قبر میں روح کا بدن سے (دنیا جیسا) تعلق نہیں بلکہ روح کا بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی ہونے (یعنی فنا نہ ہونے) اور (راحت و تکلیف کو) محسوس کرنے کو حیات سے تعبیر کیا گیا ہے »

لیکن افسوس کہ دیوبند مکتبۂ فکر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والا[60] دیوبند کے اکابرین کی بات تسلیم نہیں کرتا، حالانکہ انور شاہ کشمیریؒ کا قول واضح ہے۔ کیا دیوبندی کی یہ تعریف ہے کہ ان کے عقائد کو تسلیم نہ کیا جائے؟ کیا دیوبندی کی یہ تعریف ہے کہ جن امور پر انہوں نے بدعت کا فتوی لگایا ہے انہیں بدعت نہ کہا جائے؟ آج بہت سوں کا یہ حال ہے کہ جن کے پاس دیوبند کی سند ہے نہ ہی ان کے اقوال تسلیم کرتے ہیں لیکن پھر بھی دیوبندی ہونے کے مدعی ہیں۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق دیوبند کے نظریات اور فتاوی کو ماننے والے غیر دیوبندی ٹھہرے اور منحرف دیوبندی بن گئے۔

کس قدر زندگی میت میں لوٹائی جاتی ہے؟

* صاحب ہدایہ ابو بکر مرغینانی [وفات:593ھ] فرماتے ہیں:

"ومن يعذب في القبر توضع فيه الحياة في قول العامة" [الہدایۃ2:337، کتاب الایمان، باب الیمین فی القتل والضرب]

« عام علماء کا یہی قول ہے کہ جس شخص کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں زندگی ڈالی جاتی ہے »

* ابن الھمام [وفات:861ھ] فرماتے ہیں:

"ولذا كان الحق أن الميت المعذب في قبره توضع فيه الحياة بقدر ما يحس بالألم والبنية ليست بشرط عند أهل السنة حتى لو كان متفرق الأجزاء بحيث لا تتميز الأجزاء بل هي مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحياة في تلك الأجزاء التي لا يأخذها البصر وإن الله على ذلك لقدير" [فتح القدیر5:193-194، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرہ]

« اور اسی وجہ سے حق یہ ہے کہ جس میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اس میں اس قدر زندگی ڈالی جاتی ہے جس سے وہ درد اور تکلیف کو محسوس کر سکے۔ اہل سنت کے نزدیک (اس درد کو محسوس کرنے کے لئے) جسم کا سالم ہونا ضروری نہیں یہاں تک کہ اگر اس کے بدن کے اعضاء ایسے بکھر چکے ہوں جس کی تمیز ممکن نہ ہو بلکہ وہ مٹی کے ساتھ مل چکے ہوں تب بھی اس میں زندگی ڈالی جاتی ہے، عذاب دیا جاتا ہے البتہ ظاہری آنکھ اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتی اور اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے »

* ابن الھمام اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:

"إتفاق أهل الحق على إعادة قدر ما يدرك به من الحياة" [المسایرۃ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ:148]

اس کی شرح میں ابن ابی شریف [وفات:906ھ] فرماتے ہیں:

"[إتفاق أهل الحق على إعادة قدر ما يدرك به] الألم واللذة [من الحياة]" [المسامرۃ علی المسایرۃ2:118]

« اہل حق کا اتفاق ہے کہ اس قدر زندگی اس میت میں لوٹائی جاتی ہے جس سے وہ درد اور لذت کو محسوس کر سکے »[61]

* ابن عابدین شامی [وفات:1252ھ] فرماتے ہیں:

"توضع فيه الحياة عند العامة بقدر ما يحس بالألم" [رد المحتار علی الدر المختار3:835، کتاب الایمان، باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک]

« عام علماء کے مطابق اتنی حیات اس میت میں ڈالی جاتی ہے جس سے وہ درد اور تکلیف کو محسوس کر سکے »

ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ میں اثبات قیامت کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری نعمت[62]

”هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ “ ﴿٢٩﴾

« یہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے تمہارے (فائدے کے) لئے وہ جو زمین میں ہے پیدا کی ہیں (اور عقیدہ رکھو کہ) سب (اللہ کی طرف سے پیدا کردہ ہیں) پھر (دیکھو کہ) اس نے آسمانوں کی (پیدائش کی) طرف قصد کیا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) تو انہیں سات آسمان برابر کئے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے »

آیت میں دو قسم کے دلائل کو اکٹھا کیا گیا ہے هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا میں اشارہ ہے خالق لكل شئ هو الله « اللہ ہی ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے » اور وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ میں اشارہ ہے عالم بكل شئ هو الله « اللہ ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے » اللہ فرماتے ہیں: جب خالق میں ہوں اور ہر چیز پر عالم میں ہوں تو صرف میری عبادت کرو (جو آیت: 21 میں دعوی گزر چکا)۔

لَكُم میں "لام" انتفاع کے لئے ہے۔

جَمِيعًا کو اگر ما قبل موصول کے لئے حال بنایا جائے تو دو اعتراض وارد ہوتے ہیں:

1. تمہارے فائدے کے لئے تمام چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شر کی چیزیں کسی اور نے پیدا کی ہیں جیسا کہ مجوس "اہر من" کے قائل ہیں۔
2. ساری چیزیں تمہارے فائدے کے لئے ہیں۔ حالانکہ بہت سی چیزیں ہیں جو ضرر رساں ہیں اور وہ انسان کے فائدے کے لئے نہیں ہیں جیسے سانپ، بچھو، زہر وغیرہ۔

دونوں اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ دراصل کلام میں "تقطیع" ہے جس کا مطلب ہے "کاٹنا"۔ یہاں مراد کلام کو ایک جگہ پر روکنا اور کاٹنا ہے۔ جَمِيعًا یہاں پر خَلَقَ کے لئے حال واقع نہیں ہے بلکہ فعل محذوف کے لئے حال ہے۔ یعنی واعتقدوا جميعا منه[63] « اور عقیدہ رکھو کہ یہ جملہ چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں (خواہ خیر کی ہوں یا شر کی ہوں وہی اس کا خالق ہے) » اور یہ علفتها تبنا وماء باردا کے قبیل سے ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ جَمِيعًا کو ما قبل کے لئے معمول بنایا جائے بلکہ اس کے لئے عامل محذوف نکالا جائے۔ یوں اس جملے میں مجوسیوں کی تردید بھی ہوئی جو خیر اور شر کے لئے الگ الگ خدا یزدان اور اہر من کے قائل ہیں[64]۔ اور اس بات کا جواب بھی ہوا کہ زمین میں پیدا کردہ چیزیں انسان کے فائدے کے لئے ہیں اور سب کی سب اللہ کی طرف سے ہونے کا عقیدہ رکھو خواہ خیر کی ہیں یا شر کی۔ اس کی تائید سورۃ الجاثیہ آیت: 13 ہے: وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ « اور تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور عقیدہ رکھو کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں (خواہ مسخر ہوں یا غیر مسخر سب اللہ کی مخلوق ہیں) » اس توجیہ سے کلام میں نہ صرف حسن بلکہ شمول بھی ہے اور اعتراضات کے جوابات بھی ہوئے۔[65]

ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ میں ثُمَّ استبعاد کے لئے ہے۔

معانی " ثُمَّ "[66]

1. ثُمَّ استبعادی: اس کو کہتے ہیں کہ ثُمَّ کا ما قبل اتنا بعید نہیں ہے جتنا ثُمَّ کا مابعد۔ مثلاً: ضرب زيدا ثم أباه « اس نے زید کو مارا (ارے زید تو کیا) پھر اس کے باپ کی بھی پٹائی کی »

2. ثُمَّ تراخی : اس کو کہتے ہیں کہ مدخول ثُمَّ وجود میں ماقبل ثُمَّ سے بعد میں آیا ہے۔ مثلاً: جاءنی زیدٌ ثم عمرٌو «میرے پاس زید آیا پھر عمرو آیا» اس کا یہ مطلب ہے کہ عمرو کی مجیئت (آنا) زید کی مجیئت کے بعد وجود میں آئی ہے۔

ٱسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ میں دو توجیہات ہیں:

1. متشابہات میں سے ہے۔ اگر عام لوگوں کے لئے تاویلی معنی سمجھنا مشکل ہے تو بغیر کسی تاویل کے یہ معنی کیا جائے کہ انسان نے موصوف (اللہ کی ذات) کا مشاہدہ نہیں کیا تو اس کی صفت (ٱسۡتَوَىٰٓ) کے بارے میں اسے کیا معلوم ہو گا۔ « پھر اس نے قصد کیا آسمان کی طرف کما یلیق بشأنه » [67]
2. اگر تاویلی معنی کیا جائے تو جیسا کہ ماقبل میں قاعدہ گزر چکا کہ فعل کی نسبت اگر اشیائے مجسمہ کی طرف کی جائے تو اس کے مطابق معنی کیا جائے گا اور اشیائے غیر مجسمہ کی طرف کی جائے تو اس کے مطابق معنی کیا جائے گا۔ ٱسۡتَوَىٰٓ فعل کی نسبت اگر مجسم شئ کی طرف کی جائے تو اس کا معنی "برابر ہونا" اور غیر مجسم کی طرف کی جائے تو معنی "پورا ہونا، کافی ہونا" کے ہیں۔ یہاں ٱسۡتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اکیلے ہی آسمانوں کی پیدائش کے لئے پورے ہیں کسی اور کی حاجت نہیں۔ جیسے محاورہ ہے کہ فلاں شخص اکیلے ہی پورا ہے یعنی اسے کسی اور کی ضرورت نہیں۔ [68]

دونوں رکوع کے مابین ربط:

گذشتہ رکوع میں دعوی توحید ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ پر زیادہ تر دلائل کا تعلق خلق سے تھا یعنی خالق لکل شئ ھو اللہ اور دوسرے رکوع میں زیادہ تر بیان کا تعلق دوسرے قسم دلائل کے ساتھ ہے یعنی عالم بکل شئ ھو اللہ ۔ اور گذشتہ رکوع کا آخری جملہ وَهُوَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٞ تھا گویا پہلے رکوع اور دوسرے رکوع کو آپس میں باندھ دیا۔ اور دوسرا ربط یہ ہے کہ گذشتہ رکوع میں دعوی توحید پر دلائل عقلیہ بیان ہوئے اور اس رکوع میں دعوی توحید پر دلائل نقلیہ بیان ہو رہے ہیں۔

تیسری نعمت [69]

وَإِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٞ فِي ٱلۡأَرۡضِ خَلِيفَةٗۖ قَالُوٓاْ أَتَجۡعَلُ فِيهَا مَن يُفۡسِدُ فِيهَا وَيَسۡفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ۝٣٠

« اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں پیدا کرتا ہوں

1. ایسی مخلوق جو ایک دوسرے کے بعد آئے گی۔
2. ایسی مخلوق جو جنات کے بعد آئے گی۔
3. تابعدار مخلوق

تو فرشتوں نے کہا کہ آیا تو اس (زمین) میں اس کو پیدا کرتا ہے جو اس میں فساد کریں گے اور خون بہائیں گے اور ہم تیری تسبیح تیری الوہیت کی تعریفوں کے ذریعے بیان کرتے ہیں اور تیری ذات بھی (عیوب سے) پاک سمجھتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم لوگ نہیں جانتے »

الدلیل النقلی من الملائکة

قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام کا واقعہ سات مرتبہ الگ الگ مقصد اور فائدے کے لئے ذکر کیا گیا ہے [70]۔ سورۃ البقرۃ، سورۃ الاعراف، سورۃ الحجر، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ الکھف، سورۃ طٰہ اور سورۃ ص۔ بعض جگہ روئے سخن آدم اور فرشتوں کی جانب غالب اور بعض جگہ ابلیس کی جانب غالب ہے۔ یہاں اس واقعہ کو تیسری نعمت کے ساتھ ساتھ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ یعنی دعوی توحید پر بطور دلیل نقلی کے ذکر کیا گیا ہے۔ فرشتوں کی

عاجزی بھی ذکر کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں: وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ « اور ہم تیری تسبیح تیری الوہیت کی تعریفوں کے ذریعے بیان کرتے ہیں اور تیری ذات بھی (عیوب سے) پاک سمجھتے ہیں » اور سُبْحَٰنَكَ « (اے اللہ) تیرے لئے پاکی ہے »

خَلِيفَةً کے معنی میں لوگوں نے غلطی کی ہے۔ کہ اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب پیدا کرتا ہوں[71]۔ حالانکہ جب خَلِيفَةً کا معنی نائب ہی کرنا ہے تو پھر قرآن مجید کے بیان کی کیا ضرورت ہے اور شرک کی تردید کا کیا فائدہ کیونکہ اس معنی میں شرک ہے؟ مسئلہ توحید تو جڑ سے اکھڑ گیا اس میں باقی کیا رہا؟ کیونکہ قرآن مجید تو اسی بات کی وضاحت کے لئے نازل کیا گیا ہے کہ اللہ کا کوئی نائب نہیں۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ توحید کا دعوی کرنے والے بھی اس بات کی پروا نہیں کرتے اور کہہ دیتے ہیں کہ انسان زمین میں اللہ کا نائب ہے۔

درست معنی

خَلِيفَةً اس مقام میں خَلِيفَةً کے تین معانی صحیح ہیں، جس کے دلائل قرآن مجید میں موجود ہیں اور سلف سے بھی منقول ہیں:

1. خَلَفَ يَخْلُفُ باب ہے جس کا معنی ہے "پیچھے چلنا"۔ مراد تابعدار اور فرمانبردار۔ انسانوں سے پہلے زمین پر بسنے والے بالخصوص جنات عصاۃ یعنی نافرمانی کرنے والے تھے۔

 تو اللہ نے فرمایا ایک ایسی قوم پیدا کرتا ہوں جو میرے تابع اور فرمانبردار ہوں گے۔ جن میں انبیاء اور اولیاء بھی ہوں گے۔[72]

2. يخلف بعضهم بعضا ایک دوسرے کے بعد آنے والے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتوں اور جنات کی عمریں طویل ہیں۔ ایک ایسی مخلوق پیدا کرتا ہوں جو ایک دوسرے کے جانشین، قائمقام اور نائب ہوں گے۔

 "وَهُوَ ٱلَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ ٱلْأَرْضِ" [سورۃ الانعام6:165] « اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تمہیں ایک دوسرے کا نائب بنایا »

 "ثُمَّ جَعَلْنَٰكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِى ٱلْأَرْضِ مِنۢ بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ" [سورۃ یونس10:14]

 « پھر ہم نے ان کے بعد تم لوگوں کو زمین میں ایک دوسرے کا نائب بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو »[73]

3. خليفة من الجن جنات کا نائب اور قائم مقام۔[74]

 بعض لوگ ایک شعر سے استدلال کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃ الرحمن" کہا گیا ہے:

 "أخليفة الرحمن إنا معشر   حنفاء نسجد بكرة وأصيلا"[75]

 « اے رحمان کے خلیفہ ہم وہ گروہ ہیں جو مائل بہ حق ہیں اور صبح شام سربسجود ہیں »

لیکن علامہ ابن قیم مفتاح دار السعادۃ میں فرماتے ہیں: یہ شعر مختلق ہے (یعنی اپنی طرف سے بنایا گیا ہے) اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں کہا گیا۔[76]

قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ فرشتوں کو کیسے معلوم تھا کہ انسان زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟ جواب یہ ہے کہ انہوں نے غائب کو حاضر پر قیاس کیا۔ انسانوں سے پہلے اس زمین پر جنات بس رہے تھے تو انہوں نے خون خرابہ اور فساد کیا تھا تو فرشتوں نے قیاس کیا کہ اگر جنات نے زمین پر یہ کام کئے ہیں انسان بھی ان کی جگہ آکر ان کی روش چلے گا۔

وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِى بِأَسْمَآءِ هَٰٓؤُلَآءِ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣١﴾

« اور اس (اللہ) نے آدم علیہ السلام کو ضروری نام (یعنی اس کے اثرات) سکھائے پھر فرشتوں پر ان (ناموں کی تاثیر) کو پیش کیا پس (اللہ نے فرشتوں سے) کہا مجھے ان ناموں (کی تاثیر) پر خبر دو اگر تم سچے ہو »

وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلۡأَسۡمَآءَ الله نے سیدنا آدم علیہ السلام کی فطرت میں ضروری چیزوں کی تاثیر ڈالی۔یعنی حلال و حرام کا اثر، کھانے پینے کا اثر، اچھائی برائی کا اثر۔

اشکال اور اس کا جواب:

اشکال: الله نے آدم علیہ السلام کو نام بتلائے اور فرشتوں کو نہیں بتلائے تو یہ امتحان تو نہ ہوا؟ لا محالہ جس کو بتائے ہوں گے وہی جواب دے سکے گا اور جس کو نہیں بتایا وہ لاجواب ہو گا۔

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام میں ان چیزوں کی تاثیر رکھی اور فرشتوں میں نہیں رکھی۔ اور فرشتوں کو یہ بتلانا مقصود تھا کہ تم لوگ الله کی نافرمانی اس لئے نہیں کرتے کہ تمہیں گناہ کرنے کی طاقت نہیں دی گئی۔ اور آدم گناہ کی طاقت ہونے کے باوجود گناہ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ مثلاً آدم میں سچ اور جھوٹ بولنے کی طاقت ڈالی۔ باوجود اس کے کہ وہ جھوٹ بول سکے گا لیکن اس سے اجتناب کرے گا اور یہی کمال ہو گا۔ فرشتوں میں چونکہ جھوٹ بولنے کی طاقت نہیں اس لئے یہ کمال نہیں ہے۔

كُلَّهَا کل سے مراد کل عرفی ہے۔ کہا جاتا ہے: جمع الأمير الصاغة « بادشاہ نے سارا سونا جمع کر لیا » پوری دنیا کا سونا مراد نہیں بلکہ اپنی مملکت کا سونا۔[77]

اور قرآن مجید میں کل عرفی کی متعدد مثالیں ہیں:

وَأُوتِيَتۡ مِن كُلِّ شَيۡءٖ وَلَهَا عَرۡشٌ عَظِيمٞ [سورة النمل 23:27] « اور ہر (ضروری) چیز اسے دی گئی تھی ہے اور اس کا ایک بڑا تخت تھا » اگر کل سے مراد کل حقیقی لیا جائے تو کیا سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی اس کے پاس تھی؟ بلکہ کل سے مراد کل عرفی ہے۔

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُۥ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَءَاتَيۡنَٰهُ مِن كُلِّ شَيۡءٖ سَبَبٗا [سورة الکهف 84:18]

« ہم نے اس کو زمین میں جگہ دی تھی اور ہر طرح کا ضروری سامان عطا کیا تھا »

باطل پرستوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے: كلما لاح لهم شاردة يقتنصها [78] « جب بھی انہیں شکار کی ادنی جھلک نظر آئے تو اس کے شکار کے لئے لپکتے ہیں » مطلب یہ کہ قرآن مجید سے اپنے لئے شرک و بدعت کی ایک ادنی دلیل ڈھونڈنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کل سے مراد کل حقیقی اور عمومی ہے جب سیدنا آدم علیہ السلام کو سب کچھ بتا دیا ہے تو رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ جو سب سے افضل ہیں انہیں تو بطریق اولیٰ ما کان اور ما یکون کا علم دیا ہے۔ اور سیدنا آدم علیہ السلام کو سب کچھ کی تعلیم دینے کے حوالے سے ایک موضوع روایت کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے جو سیوطی نے ذکر کیا ہے:

أخرج وكيع وابن جرير عن ابن عباس في قوله: وَعَلَّمَ ءَادَمَ ٱلۡأَسۡمَآءَ كُلَّهَا قال: علمه اسم كل شيء حتى علمه القصعة والقصيعة والفسوة والفسية « وکیع بن جراح اور ابن جریر نے سنداً سیدنا عبد الله بن عباس ﷺ سے ذکر کیا ہے کہ الله نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام کی تعلیم دی یہاں تک کہ بڑا پیالہ، چھوٹا پیالہ، پاد اور پھسکی تک کے نام بتا دئے » [الدر المنثور 120:1]

یہ روایت سنداً درست نہیں۔ اور لوگوں کو حدیث کی کتابوں کے طبقات معلوم نہیں ہیں کہ سیوطی کی الدر المنثور کس طبقے کی کتاب ہے اور دیگر کتابیں کس مرتبے کی ہیں۔

حدیث کی کتابوں کے طبقات:

1. محدثین کا ایک طبقہ وہ ہے جنہوں نے اپنی کتابوں میں صحیح الاسناد روایات کو جمع کرنا اپنے آپ پر لازم کیا ہے جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
2. بعض محدثین وہ ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں صحت حدیث کا التزام نہیں کیا بلکہ روایات کو محض جمع کیا ہے۔ انہیں جس سند کے ساتھ روایت ملی، خواہ صحیح ہو یا ضعیف، منکر ہو یا موضوع، وہ اسے قاری کے علم اور نقد پر اعتماد کرتے ہوئے باسند لکھ دیتے ہیں اور قبول و رد قاری پر چھوڑ دیتے ہیں۔ و طبقة

المحدثين يروون كل ما يصل إلى علمهم من الأحاديث والأخبار ويذرون تحقيقهم ثقة بعلم القاري ۔ **جیسے طبرانی کی معاجم ثلثہ یا مسانید کے نام پر کتب حدیث۔**

لوگوں کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ اس روایت کو سیوطی نے الدر المنثور میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ سیوطی نے سند اور رواۃ اسی لئے ذکر کئے ہیں کہ قاری سند میں غور و فکر کر کے روایت کی صحت و ضعف کا خود فیصلہ کرے۔ ابن سعد کی طبقات الکبری بھی اسی طبقہ میں ہے۔ بعض لوگ جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیچڑ اچھالتے ہیں اپنی کتابوں میں ابن سعد کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے طبقات الکبری میں لکھا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا مال اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات ابن سعد نے محمد بن عمر واقدی کے حوالے سے لکھی ہے۔ اور امام نسائی کے مطابق فن حدیث میں جھوٹ بولنے والے مشہور دروغ گو چار ہیں، جن میں سے ایک محمد بن عمر واقدی ہے۔[79] ابن سعد کا واقدی کے حوالے سے ذکر کرنا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ بات جھوٹ پر مبنی ہے۔ اسی طرح ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ پر حوالہ دیا جاتا ہے وہاں بھی یہی قاعدہ ہے کہ سند کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ کیونکہ سند کو پرکھے بغیر محض کسی روایت کا کسی کتاب میں ہونا اور اپنی بات کے لئے بنیاد بنانا نری جہالت ہے۔[80] یہ بات کہ ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں سیدنا موسی علیہ السلام کو ساحر اور کذاب کہا گیا ہے فَقَالُواْ سَٰحِرٞ كَذَّابٞ « پس انہوں نے کہا کہ (موسی علیہ السلام) جادوگر اور جھوٹے ہیں » تو فوراً کہیں گے کہ قرآن مجید میں تو بے شک ہے لیکن فرعون کا قول ہے۔ یہی جواب تمہارا ہے کہ طبقات الکبری میں بھی یہ قول واقدی کذاب کا ہے ابن سعد کا نہیں۔

جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں اس معاشرے میں یہ آواز اٹھانا نہایت مشکل تھا کہ مشائخ کی بات دین میں حجت اور دلیل نہیں ہے۔ اور عوام بھی یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے کہ ان سے غلطی کا صدور ممکن ہے۔ ہر کتاب میں موجود ہر حوالہ کو حرف آخر سمجھا جاتا تھا لیکن اللہ کی توفیق سے میں نے حق کی صدا بلند کی اور لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ مشائخ معصوم نہیں ہیں۔ اپنی تصانیف اور بیانات میں کتب تفسیر، کتب حدیث اور کتب تاریخ کی طبقات بتائیں کہ ساری کتابوں کی حیثیت ایک جیسی نہیں ہے۔ بعض کتابوں میں اغلاط کی بہتات اور بعض میں قدرے کم ہے۔ لیکن افسوس کہ اس معاشرے میں عالم کی تعریف یہ ہے عربی کے چند جملے رٹ لینا اور ایک مخصوص ہیئت بنا لینا۔ باقی کسی فن کے الف ب سے بھی واقف ہو نہ اس فن کی کتابوں سے کوئی سروکار ہو لیکن پھر بھی وہ علامہ صاحب ہیں۔

قَالُواْ سُبۡحَٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡحَكِيمُ ﴿٣٢﴾

« انہوں (فرشتوں) نے کہا، تو پاک ہے۔ ہمارے پاس علم نہیں ہے مگر وہی جو تو نے ہمیں بخشا ہے بے شک تو جاننے والا اور حکمت والا ہے »

قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ أَنۢبِئۡهُم بِأَسۡمَآئِهِمۡۖ فَلَمَّآ أَنۢبَأَهُم بِأَسۡمَآئِهِمۡ قَالَ أَلَمۡ أَقُل لَّكُمۡ إِنِّيٓ أَعۡلَمُ غَيۡبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَأَعۡلَمُ مَا تُبۡدُونَ وَمَا كُنتُمۡ تَكۡتُمُونَ ﴿٣٣﴾

« تب اللہ نے کہا اے آدم! خبر دو انہیں ان ناموں (کی تاثیر) پر۔ پس جب آدم علیہ السلام نے انہیں ان ناموں (کی تاثیر) پر خبر دی تو اللہ نے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ بے شک میں زمین و آسمانوں کی (ساری) پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ جو تم چھپاتے ہو »

علم غیب کی تعریف:

ہر وہ چیز جو مخلوق سے پوشیدہ اور ان کے حواس خمسہ سے باہر ہے لیکن اللہ کے علم میں ہے علم غیب کہلاتا ہے۔[81]

وَأَعۡلَمُ مَا تُبۡدُونَ وَمَا كُنتُمۡ تَكۡتُمُونَ اس کو "کلمہ شمول" کہتے ہیں یعنی جملے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں "مجھے ہر چیز کا علم ہے اور کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے"۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ فرشتے کچھ ظاہر کر رہے تھے اور کچھ چیزیں چھپا رہے تھے۔ یہ غیر ضروری بحث ہے۔

کیا رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے پاس علم غیب ہے؟

جملہ فقہاء اور مفسرین بالخصوص فقہاء احناف اس شخص کی تکفیر کے قائل ہیں جو رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ یا کسی بزرگ کے عالم الغیب ہونے کے قائل ہوں۔

1. عبد الحی لکھنوی فرماتے ہیں: اعتقاد اینکہ کسے غیر حق سبحانہ حاضر وناظر وعالم خفی وجلی در ہر وقت وہر آن است اعتقاد شرک است... وقال علمائنا من قال ان ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر [مجموعۃ الفتاوی علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ 4:331]

2. **قاضی خان فرماتے ہیں:** رجل تزوج امرأة بغير شهود فقال الرجل والمرأة **خدائ را وپيغامبر مرا گواه كرديم** قالوا يكون كفرا لأنه اعتقد أن رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان في الأحياء فكيف بعد الموت [فتاوی قاضی خان 3:576] **اسی صفحہ پر فرماتے ہیں:** امرأة قالت لزوجها **تو سر خدا دانی**؟ فقال نعم قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى يكفر الرجل لأن السر و الغيب واحد ومن ادعى علم الغيب كان كافرا [فتاوی قاضی خان 3:576] **ایک اور جگہ فرماتے ہیں:** رجل تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله كان باطلاً لقوله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لا نكاح إلا بشهود وكل نكاح يكون بشهادة الله وبعضهم جعلوا ذلك كفراً لأنه يعتقد أن الرسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يعلم الغيب وهو كفر [فتاوی قاضی خان 1:334]

اور اسی طرح کے اقوال فتاوی بزازیہ: 325، البحر الرائق 5:16، فتاوی عالمگیری: 412، ردالمحتار 3:297، 306، شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری: 136 اور اس کے علاوہ سینکڑوں کتابوں میں موجود ہیں۔[82]

''وَإِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلَٰٓئِكَةِ ٱسۡجُدُواْ لِأٓدَمَ فَسَجَدُوٓاْ إِلَّآ إِبۡلِيسَ أَبَىٰ وَٱسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ٣٤''

«اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ انکار کیا (سجدے سے) اور اپنے آپ کو بڑا جانا اور وہ انکار کرنے والوں میں سے تھا (اللہ کے علم میں)»

ایک شبہ اور اس کا جواب:

کسی کے ذہن میں بظاہر یہ اعتراض پیدا ہو سکتا ہے کہ حکم فرشتوں کو ہوا تھا تو شیطان کیوں مردود ٹھہرا۔[83] یہ اعتراض جلال الدین دوانی کے اس اعتراض کی مانند ہے جس میں اس نے فرعون کی نجات کا قول کیا ہے اور بیچارے نے پندرہواں پارہ نہیں پڑھا تھا۔ قرآن مجید میں ابلیس کے بارے میں سورۃ الاعراف 7:12 میں آتا ہے کہ اسے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ سورۃ البقرۃ یا دیگر سورتوں میں صرف فرشتوں کو حکم دینے کا جو اسلوب اپنایا گیا ہے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ بڑوں کو تشریف لانے کا کہا جاتا ہے تو ساتھ میں جو معتقدین ہوتے ہیں انہیں بھی آنے کا حکم شامل ہوتا ہے لیکن ذکر صرف بڑوں کا کیا جاتا ہے۔ چونکہ ابلیس فرشتوں میں اٹھتا بیٹھتا تھا تو جب فرشتوں کو سجدے کا حکم ہوا تو ابلیس بھی اس میں شامل تھا، اور اسے حکم تبعاً اور ضمناً تھا۔ اور فرشتوں کو حکم کا ذکر کرنا ان کے بڑے ہونے اور اکرام و اعزاز کی وجہ سے ہے۔

ٱسۡجُدُواْ لِأٓدَمَ

کیا غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہے؟

دین اسلام میں یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے اور خود قرآن مجید میں ہے إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَأۡمُرُ بِٱلۡفَحۡشَآءِ [سورۃ الاعراف 28:7] « بے شک اللہ بے حیائی (خلاف شریعت کام) کا حکم نہیں دیتا » تو یہاں سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام مسجود لہ نہیں تھے۔ سجدہ حقیقت میں اللہ کو تھا اور سیدنا آدم علیہ السلام بطور قبلہ تھے۔

ابو بکر ابن العربی مالکی [وفات: 543ھ] فرماتے ہیں:

« امت کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ سجدۂ عبادت نہیں تھا۔ ہاں البتہ دو میں سے ایک طریقہ تھا:

1. یا تو فرشتوں کا سجدہ ایسے تھا جیسے عجمی (ماتھے پر) ہاتھ رکھ کر (سلوٹ) کے ذریعے سلام کرتے ہیں جو تھوڑے سے جھکاؤ اور تعظیم کے ساتھ ہو۔
2. اور یا سجدہ سیدنا آدم علیہ السلام کو کعبہ اور بیت المقدس کی طرح بطور قبلہ کے تھا، اور یہ قول مضبوط ہے۔ سورۃ الحجر آیت: 29 اس کی مؤید ہے » [84]

مولانا عبید اللہ سندھی[85] کے اسلام لانے کا سبب:

عبید اللہ سندھی نے سکھ گھرانے میں آنکھ کھولی۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اور وہ اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے ماموں کے گھر چلے آئے جو اس وقت ڈیرہ غازی خان میں پولیس انسپکٹر تھے۔ جب عمر چودہ یا پندرہ سال کو پہنچی تب وہ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ایک دن اپنے ماموں کے ہمراہ بازار کی تنگ گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک ہجوم میں پہنچے کیا دیکھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مناظرہ ہے۔ ایک طرف مسلمانوں کا عالم اور دوسری جانب ہندوؤں کا پنڈت بیٹھا ہوا ہے۔ مناظرہ شروع ہوا:

عالم: ہندو مت اس لئے باطل دین ہے کہ اپنے ہاتھ سے بنائی مورتیوں کو پوجتے ہیں۔

پنڈت: اگر ہندو مت اس دلیل کی بنیاد پر باطل ہے تو پھر اسلام بھی اس لئے باطل دین ہے کہ اپنے ہاتھ سے دفنائے مردوں کو پوجتے ہیں۔

عالم: آپ کی بات اس لئے ہم پر حجت نہیں کہ یہ ہمارے دین میں وہ لوگ کرتے ہیں جو دین سے جاہل ہیں اور اس کا ہمارے دین سے کوئی تعلق نہیں۔ جہاں تک ہندو مت کا تعلق ہے تو بتوں کی پوجا آپ لوگوں کے دین میں سے ہے۔

پنڈت: اچھا تو خانہ کعبہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو مٹی اور پتھروں سے بنا ایک مکان ہے وہ تو آپ لوگوں کے دین کا حصہ ہے اور آپ لوگ دن رات اس کی عبادت کرتے ہیں۔

عالم: پنڈت صاحب! یہ آپ کی اسلام سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ ہم مسلمان بیت اللہ کو نہیں پوجتے بلکہ وہ ہمارے لئے صرف بطور قبلہ اور طرف ہے[86]۔ سجدہ اور عبادت حقیقت میں اللہ کے سامنے ہے۔ اور ہندو مت میں بت کی عبادت حقیقتاً ہے۔

مناظرہ ختم ہوا۔ پنچایت نے فیصلہ سنایا کہ مسلمان جیت گئے۔ یہی وہ لمحہ تھا جس نے عبید اللہ سندھی کے دل میں اسلام کی چنگاری سلگائی اور بعد ازاں دنیا کے سامنے مسلمانوں کے ایک نمایاں لیڈر کے طور پر ابھرے اور رہبر انقلاب کہلائے۔

فَسَجَدُوٓاْ سورۃ الحجر 30:15، میں آتا ہے فَسَجَدَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ أَجۡمَعُونَ « پس بیک وقت سب فرشتوں نے سجدہ کیا »

وَٱسۡتَكۡبَرَ شیطان نے کیسے تکبر کیا؟ سورۃ الاعراف اور دیگر سورتوں میں اس کی وضاحت ہے قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ « تو اس (ابلیس) نے کہا میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے گارے سے پیدا کیا ہے » [سورۃ الاعراف 12:7]

حالانکہ ابلیس کا یہ قیاس غلط تھا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے۔ مٹی متعدد وجوہ سے آگ سے بہتر ہے:

1. اس لئے کہ مٹی میں دانہ ڈالنے سے وہ اگتا ہے اور آگ میں ڈالنے سے ختم ہو جاتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"دانہ چون اندر زمین پنہان شود سِرّ او، سر سبزي بستان شود"[87]

« دانہ کو جب زمین کے اندر چھپایا جاتا ہے اس کا راز یہ ہے کہ وہ سر سبز باغ کی شکل میں نمودار ہو »

2. مٹی کے اوپر آگ جلتی رہتی ہے اور اس کے وجود کو ختم نہیں کر سکتی جبکہ آگ پر مٹی ڈالی جانے سے آگ بجھ جاتی ہے۔

تکبر کی اسی روش پر فرعون بھی چلا وہ بھی سیدنا موسی علیہ السلام کے مقابلے میں کہتا ہے:" أَمْ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا ٱلَّذِى هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ " « بے شک میں اس شخص سے جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا کہیں بہتر ہوں » [سورۃ الزخرف 52:43]

وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ اللہ کے علم میں پہلے سے تھا کہ یہ کفر کرے گا۔[88]

وَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٣٥﴾

« اور ہم نے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی (اس) بہشت میں رہو اور بغیر روک ٹوک[89] کے جہاں سے چاہو، کھاؤ۔ پر اس درخت کے قریب نہ جانا (اگر قریب گئے) تو (اپنے لئے) کمی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے »

جنت میں اختلاف

جس جنت میں آدم علیہ السلام کو ٹھہرایا گیا اس میں اختلاف ہے کہ وہ کہاں تھا۔ امام رازی کی تحقیق سب سے زیادہ مفصل ہونے کے باوجود بھی ناقص ہے[90]۔ علامہ ابن قیم نے اپنی کتابوں میں اس پر بحث کی ہے۔[91]

1. ایک قول کے مطابق یہ جنت الخلد تھا۔ لیکن اس پر یہ اعتراضات کئے گئے ہیں کہ جنت الخلد میں عصیان ہے نہ ہی اس سے خروج ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے تو دونوں کا صدور ہوا ہے۔ ان سے نہ صرف اللہ کے حکم کی مخالفت لازم آئی ہے بلکہ ان کو وہاں سے نکالا بھی گیا ہے۔
2. دوسرے قول کے مطابق یہ آسمانوں میں کہیں ایک جنت تھا۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر پیدا کیا گیا تھا تو وہ وہاں کیسے چلے گئے۔
3. تیسرے قول کے مطابق جنت سے مراد "جنت عدن" ہے۔ لیکن اس قول کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔
4. چوتھا قول توقف کا ہے کہ قرآن مجید نے ایک جنت کا ذکر کیا ہے اور جنت باغ کو کہتے ہیں۔ ایک باغ ہو گا جہاں اللہ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور انہیں ایک وقت کے لئے وہاں پر رکھا۔ اور ہمیں اس باغ کے بارے میں نہیں بتایا گیا کہ وہ کہاں تھا؟ اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے۔ توقف کا یہ مطلب ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں ایک چیز کا ذکر کیا اور اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی تو ہمیں اس کی تفصیلات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی ثواب ہے نہ ہی کوئی عذاب ہے۔ لایعنی بحثوں میں الجھنا اہل بدع کا شیوہ ہے کہ آسمان کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو کس نے کھایا؟ جو بچھڑا انہوں نے فرشتوں کے لئے ذبح کیا تھا اس کا کیا بنا؟ ایسے بیکار کے سوالات کرنا سائل کے حماقت کی واضح دلیل ہے۔[92]

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ ٱلشَّجَرَةَ اور تم دونوں اس درخت[93] کے قریب بھی نہ جاؤ۔[94]

فَتَكُونَا مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ فاء محذوف پر تفریع ہے۔ تفریع کا مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل کلام محذوف ہے اور یہ جملہ اس پر عطف ہے۔[95] إن تقربا فتكونا من الظالمين « اگر تم دونوں اس درخت کے قریب بھی گئے تو اپنے لئے نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے (یعنی یہ اچھی جگہ کھو دو گے) »

وجوہ " ظلم "

قرآن مجید میں ظلم متعدد معانی میں آتا ہے:[96]

1. زیادتی
2. کمی اور نقصان
3. حکم شرعی کی مخالفت

اس مقام میں ظلم کا لغوی معنی مراد ہے یعنی نقصان اور کمی[97]۔ اور قرآن مجید میں ظلم بمعنی کمی مستعمل ہے:

كِلْتَا ٱلْجَنَّتَيْنِ ءَاتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْـًٔا [سورة الكهف 33:18]

« باغ کے دونوں اطراف اپنا پورا پھل دیتا تھا اور اس میں ذرہ بھر کمی نہیں کرتا تھا »

لیکن جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیغمبروں کے لئے ظلم کا معنی نقصان اور کمی کی بجائے ظالم کرنا ہی پسند کرتے ہیں۔

فَأَزَلَّهُمَا ٱلشَّيْطَٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا ٱهْبِطُوا۟ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِى ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾

« تو پھسلایا ان دونوں کو شیطان نے اس (جنت) سے پس جن نعمتوں میں وہ دونوں تھے انہیں ان (نعمتوں) سے نکالا اور ہم نے کہا جاؤ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے۔ اور تمہارے لئے زمین میں تھوڑا سا قرار اور ایک وقت[98] تک کے لئے فائدہ ہو گا »

فَأَزَلَّهُمَا زَلَّ يَزِلُّ پھسلنے کو کہتے ہیں۔ یہاں پر ازلال کی نسبت شیطان کی طرف ہے یعنی مزل وہ تھا تو کیا کسی شخص کا راستے میں پھسل جانا عصیان کے دائرے میں آتا ہے؟ پھسلنا کہتے ہی غیر ارادی طور پر گرنے کو کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید نے بھی سیدنا آدم علیہ السلام کے عدم قصد کی صراحت کی ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا [سورة طه 115:20]

« اور ہم نے اس سے پہلے آدم کو حکم دیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ہم نے اسے گناہ کا قصد و ارادہ کرتے ہوئے نہیں پایا »[99]

کیا بھولے سے روزے کی حالت میں کھا پی لینا گناہ ہے؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ معصیت میں شرط قصد اور ارادہ ہے۔ اور شرط کے منتفی ہونے پر مشروط بھی منتفی ہے۔ تصوف کے امام ابو بکر کلاباذی [وفات:380ھ] جن کی کتاب کے بارے میں مشہور مقولہ ہے لو لا التعرف لما عرف التصوف « اگر (کلاباذی کی کتاب) تعرف نہ ہوتی تو تصوف کو کوئی نہ جانتا ہوتا » اپنی کتاب التعرف لمذهب أهل التصوف ص:70 میں فرماتے ہیں:

« صوفیاء نے اللہ کے اس قول پر استدلال کیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام بھول گئے اور ہم نے اسے (گناہ کا) قصد اور ارادہ کرتے ہوئے نہیں پایا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا دارومدار نیت اور مصمم ارادے پر ہے اور جہاں قصد اور نیت نہ ہو تو وہ گناہ کا فعل نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا کے ذریعے سیدنا آدم علیہ السلام سے (گناہ کے) فعل کی نفی کی ہے »

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حوا نے آدم علیہ السلام سے پہلے اس شجرۂ ممنوعہ سے کھایا[100]۔ آدھا کھایا اور آدھا رکھا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے وہ آدھا پوچھے بغیر کھا لیا۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب بھی ان کی دستر خوان پر کوئی اجنبی چیز ہوتی تو کھانے سے پہلے ضرور پوچھتے۔[101]

چوتھی نعمت[102]

اللہ فرماتے ہیں تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے ایک کوتاہی ہوئی تھی میں نے اسے معاف کیا۔ اگر اس کی شکل کو مسخ کر لیا ہوتا تو آج تمہاری کیا حالت ہوتی؟

فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ۝٣٧

« پس آدم نے اپنے رب سے چند کلمات لئے[103] (پس آدم نے ان کلمات کو پڑھا) تو اللہ نے ان پر مہربانی کی۔ بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان ہے »

كَلِمَٰتٍ وہ کلمات کون سے تھے؟ اصول میں یہ بات گزر چکی ہے کہ قرآن مجید کی بہترین تفسیر وہ ہے جو قرآن مجید نے خود کی ہے، اگر قرآن مجید میں نہ ہو تو حدیث اور اگر حدیث میں بھی نہ ہو تو صحابہ اور تابعین کی تفسیر راجح ہے۔ وہ کلمات قرآن مجید نے خود ذکر کئے ہیں:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ [سورۃ الاعراف 7:23]

« کہا دونوں نے اے ہمارے رب ہم نے اپنے لئے کمی کی اور اگر تو نے ہمیں نہیں بخشا اور رحم نہ کیا تو ہم تاوان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے »[104]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اور اس کی تحقیق[105]

« جب سیدنا آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارتکاب کیا تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! میں آپ سے بحق محمد اپنی بخشش کا طلب گار ہوں۔ اللہ نے پوچھا: اے آدم! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانتا ہے حالانکہ میں نے تو اسے پیدا ابھی نہیں کیا۔ آدم نے کہا، یارب! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر میں نے لا إله إلا الله محمد رسول الله کو لکھا ہوا پایا پس میں جان گیا کہ تو نے جس نام کی نسبت اپنے نام کی طرف کی ہے وہ مخلوق میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا۔ بے شک وہ اپنی مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی کے وسیلے سے مجھ سے مانگو پس میں نے تمہیں معاف کیا۔ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا »[106]

حاکم فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی یہ پہلی حدیث ہے جو میں اس کتاب میں لایا ہوں۔

- حدیث کے متن کا قرآن مجید سے ٹکراؤ

اس حدیث کا متن قرآن مجید کے تین مقامات سے صریحاً ٹکراتا ہے:

1. اس حدیث میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو دنیا کی پیدائش کے لئے علت قرار دیا گیا ہے جبکہ قرآن مجید کہتا ہے:
   وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ [سورۃ الذاریات 51:56]
   « اور میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے »
2. اگر كَلِمَٰتٍ سے مراد أسألك بحق محمد اور ادعني بحقه فقد غفرت لك لئے جائیں تو قرآن مجید نے خود وہ کلمات ذکر کئے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے سیدنا آدم علیہ السلام کو بخشش ہوئی۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ [سورۃ الاعراف 7:23]
   « کہا دونوں نے اے ہمارے رب ہم نے اپنے لئے کمی کی اور اگر تو نے ہمیں نہیں بخشا اور رحم نہ کیا تو ہم تاوان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے »
3. فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ نص ہے کہ کلمات سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے رب کی طرف سے بتائے گئے تھے جبکہ حدیث میں رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا کے الفاظ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلمات سیدنا آدم علیہ السلام نے خود حاصل کئے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ کیا سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے کلمات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کو چھوڑا؟

➢ حاکم اور المستدرک کا مقام

محدثین کے مطابق اگرچہ حاکم کی علمیت میں کوئی شک لیکن اس کا تعلق اہل تشیع سے ہے۔ جیسے نحاۃ کی فہرست میں "رضی" کا تعلق بھی اہل تشیع سے ہے۔ شیعیت کی تائید میں اکثر روایات حاکم کے ہاں پائی جاتی ہیں[107]۔ اسی طرح فضائل کی روایات میں بھی حاکم کا نام معروف ہے۔ لیکن اس کی کتاب "المستدرك على الصحيحين" سے متعلق محدثین کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ علامہ ذہبی[وفات:748ھ] کی تلخیص کے بغیر مستدرک کی روایات اور حاکم کی تصحیح پر اعتماد نہ کیا جائے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے علامہ ذہبی کا قول ذکر کیا ہے:

حلال نیست کسی را که بر تصحیح حاکم غره شود تا وقتے که تعقبات و تلحیقات مرا نه بیند [بستان المحدثین:109]

«کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ حاکم کی تصحیح پر دھوکا کھائے جب تک کہ وہ میرے تعقبات اور تلحیقات کو نہ پڑھے» [108]

تلخیص المستدرک میں مذکورہ روایت کے متعلق حافظ ذہبی نے ان الفاظ میں حکم لگایا ہے: بل موضوعٌ وعبدالرحمن واهٍ [تلخیص المستدرک2:615] « (صحیح نہیں) بلکہ من گھڑت ہے اور عبدالرحمن نہایت کمزور راوی ہے » [109]

➢ سند میں ضعف

اس روایت کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے جو باتفاق محدثین ضعیف ہے۔[110] اور عجیب بات یہ ہے کہ خود حاکم نے اپنی دوسری کتاب میں مذکورہ راوی پر جرح کی ہے:

عبد الرحمن بن زيد بن أسلم روى عن أبيه أحاديث موضوعة لا يخفى على من تأملها من أهل الصنعة أن الحمل فيها عليه [المدخل الی الصحیح:154، ترجمہ:97]

«عبدالرحمن اپنے باپ زید بن اسلم سے موضوعی احادیث روایت کرتا ہے اور اس فن کے ماہرین پر یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ ان روایات میں ضعف کا دارومدار اسی راوی پر ہے» اور یہ حدیث بھی عبدالرحمن اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔

بشارت

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾

«ہم نے کہا سب یہاں سے جاؤ یا اترو۔ پس اگر میری طرف سے ہدایت (کتاب) آجائے پس جو کوئی میری ہدایت (کتاب) کی پیروی کرے تو نہ تو انہیں (آنے والے وقت کا) ڈر ہو گا اور نہ ہی وہ (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) غمگین ہوں گے »

گذشتہ باب میں تخویف فَاتَّقُوا النَّارَ کو بشارت پر مقدم کیا گیا تھا کیونکہ وہاں خطاب ان لوگوں سے تھا جو قرآن مجید کی دلیل کو نہیں مانتے اور اپنی دلیل پیش نہیں کرسکتے۔ یہاں بشارت کو تخویف پر مقدم کیا گیا کیونکہ ماقبل میں سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی توبہ کا ذکر ہوا تو بشارت کو مقدم کرنا مناسب ہے۔

اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا اهْبِطُوا جمع ہے لیکن مراد تثنیہ ہے۔ جیسے سورۃ طہ آیت:123 میں اللہ فرماتے ہیں قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا جاؤ تم دونوں یہاں سے اس حال میں کہ سب جاؤ۔ جمیع کا اطلاق اثنین پر بھی ہوتا ہے اور ثلثہ پر بھی (یعنی جمع تو پہلے سے ہے)۔ اور یہ بات اصول میں گزر چکی ہے کہ کبھی قرآن مجید میں کبھی مفرد سے مرد جمع اور کبھی جمع سے مراد مفرد، کبھی تثنیہ اور کبھی مفرد مراد ہوں گے۔ اور ہر ایک کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ باقی یہ جو مروی ہے کہ شیطان اور سانپ بھی مراد تھے تو یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔[111]

هُدًى ہدایت[112] سے مراد یا تو کتاب ہے تو یہ آغاز سورۃ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کی طرف اشارہ ہے اور یا اس سے مراد توحید ہے جس کا حکم اعْبُدُوا رَبَّكُمُ میں دیا گیا۔ اور یہ پہلے بتایا جا چکا کہ قرآن مجید ایک جانب مضمون آگے بڑھاتا ہے تو اسے ماقبل سے باندھتے ہوئے چلا جاتا ہے۔ اور یہ قابل

مقرر کی نشانی ہوتی ہے کہ اس نے تقریر کے آغاز میں جو بات کی ہوتی ہے تو آخر میں دوبارہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے اور یوں آغاز اور اختتام کو آپس میں باندھ دیتا ہے۔ اور نالائق مقرر کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شروع میں کیا کہا درمیان میں کیا کہا تھا اور اب آخر میں کیا کہنا ہے؟

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ سورۃ طٰہ آیت: 123 میں اس جملے سے تعبیر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ

« سو جو کوئی میری ہدایت کی تابعداری کرے تو نہ گمراہ ہوگا اور نہ ہی بدبخت ہوگا »

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کا معنی کرتے ہیں: " من اقتدى بكتاب الله فلا يضل في الدنيا ولا يشقى في الآخرة " « پس جس کسی نے بھی اللہ کی کتاب کی پیروی کی تو وہ دنیا میں بہکے گا نہ آخرت میں بدبخت ہوگا »[113]

"فتدبر القرآن إن رمت الهدى فالعلم تحت تدبر القرآن"[114]

« اگر ہدایت چاہتے ہو تو قرآن مجید میں تدبر کرو کیونکہ علم قرآن مجید میں تدبر کرنے کے ذریعے سے ہی ہے »

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اس عظیم نعمت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ [یونس:58]
« کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل (قرآن) اور اس کی رحمت (ہمیں اس کا اہل بنایا) کے بہ سبب تو چاہیئے کہ اس پر خوشی منائیں کیونکہ یہ قرآن مجید اس سے جو یہ (لوگ مال و دولت اور دنیا) جمع کرتے ہیں بہتر ہے »

خوف اور حزن میں فرق:

خوف اس ڈر کو کہتے ہیں جو آنے والے وقت میں ہو اور حزن گزرے ہوئے وقت (ماضی) کے غم کو کہتے ہیں[115]۔ خوف جیسے کسی شخص کا عدالت میں مقدمہ ہو اور اسے اپنے مقدمہ میں شکست کا اندیشہ ہو، یا گھر میں پڑے بیمار کی موت کا ڈر ہو۔ حزن جیسے ماضی میں کسی جگہ اپنا قیمتی سامان کھونا اور اسے یاد کرنا اور افسوس کرنا۔ اس آیت میں ان لوگوں کے لئے خوشخبری ہے کہ جنہوں نے اللہ کی کتاب کو تھاما تو انہیں قیامت کی ہولناکی گھبرائے گی نہ ہی وہ اس بات کا افسوس کریں گے کہ دنیا میں لوگوں نے دولت کمالی اور ہم نے اپنے لئے کچھ نہیں کیا۔ لیکن اس کے برعکس بادشاہوں کو اطمینان نصیب نہیں۔

تخویف

وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَآ أُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ٣٩

« اور جن لوگوں نے (قرآن مجید کا) انکار کیا اور جھٹلایا ہماری (توحید کی) آیتوں کو تو یہ لوگ جہنمی ہیں وہ اس جہنم میں ہمیشہ ہوں گے »[116]

كَفَرُواْ ما قبل میں دو مضامین مفصل گزرے قرآن مجید اور توحید۔ تو جن لوگوں نے قرآن مجید اور توحید کا انکار کیا۔

وَكَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَآ ما قبل میں توحید پر دلائل بیان کئے گئے۔ تو جن لوگوں نے توحید کے دلائل کو جھٹلایا۔[117]

حواشی:

[1] تمہید مہد سے ہے اور مہد پنگھوڑے کو کہتے ہیں جو بچے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ یہاں مطلب راستہ صاف کرنا، کیونکہ اگر راستہ صاف نہ ہو تو انسان منزل کو نہیں پہنچ سکتا۔ مہد اور مہاد ہموار اور درست کی ہوئی زمین کو بھی کہا جاتا ہے۔ المهد: ما يهيأ للصبي. قال تعالى: كيف نكلم من كان في المهد صبيا [مريم:29] والمهد والمهاد: المكان الممهد الموطأ. قال تعالى: الذي جعل لكم الأرض مهدا [طه:53] ومهادا [النبأ:6] وذلك مثل قوله: الأرض فراشا [البقرة:22] ومهدت لك كذا: هيأته وسويته، قال تعالى: ومهدت له تمهيدا [المدثر:14] [المفردات فی غریب القرآن:780،مادۃ: مهد]

[2] إن الله تعالى إنما خص هذا النوع من الأدلة بالإيراد في أول كتابه لوجهين: الأول: أن هذا الطريق لما كان أقرب الطرق إلى أفهام الخلق وأشدها التصاقا بالعقول، وكانت الأدلة المذكورة في القرآن يجب أن تكون أبعدها عن الدقة وأقربها إلى الأفهام لينتفع به كل أحد من الخواص والعوام لا جرم ذكر الله تعالى في أول كتابه ذلك. الثاني: أنه ليس الغرض من الدلائل القرآنية المجادلة، بل الغرض منها تحصيل العقائد الحقة في القلوب، وهذا النوع من الدلائل أقوى من سائر الطرق في هذا الباب، لأن هذا النوع من الدلائل كما يفيد العلم بوجود الخالق فهو يذكر نعم الخالق علينا، فإن الوجود والحياة من النعم العظيمة علينا، وتذكير النعم مما يوجب المحبة وترك المنازعة وحصول الانقياد، فلهذا السبب كان ذكر هذا النوع من الأدلة أولى من سائر الأنواع [تفسیر کبیر للرازی333:2]

[3] ابو بکر جصاص حنفی [وفات:370ھ] فرماتے ہیں: قال أبو بكر : وقد تضمنت هذه الآيات مع ما ذكرنا من التنبيه على دلائل التوحيد وإثبات النبوة الأمر باستعمال حجج العقول والاستدلال بدلائلها [احکام القرآن35:1]

[4] قرآن مجید کے اعجاز میں سے یہ بھی ہے کہ وہ توحید اور قیامت پر دلائل پیش کرتا ہے۔ من إعجازه ما تضمنه من الحجج والبراهين على التوحيد والرجعة [اعلام النبوۃ،ماوردی:79]

[5] فكأنه قال: اعبدوا ربكم الخالقكم، والخالق الذين من قبلكم، الجاعل لكم الأرض فراشا [جامع البیان للطبری387:1]

[6] ما ذكر هاهنا من الدلائل الخمسة وهي خلق المكلفين وخلق من قبلهم، وخلق السماء وخلق الأرض، وخلق الثمرات من الماء النازل [تفسیر کبیر،324:2]

[7] لما ذكر هذه الدلائل الخمسة رتب المطلوب عليها فقال [فلا تجعلوا لله أندادا] [عجائب القرآن للرازی م:606ھ:10] ابن قیم، م:751ھ فرماتے ہیں: {فلا تجعلوا لله أندادا وأنتم تعلمون} فتأمل هذه النتيجة وشدة لزومها لتلك المقدمات قبلها [بدائع الفوائد،134:4]

[8] ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی [وفات:373ھ] فرماتے ہیں: وهذه الآية عامة، وقد تكون كلمة يا أَيُّهَا النَّاسُ خاصة لأهل مكة وقد تكون عامة لجميع الخلق، فهاهنا يا أَيُّهَا النَّاسُ لجميع الخلق. يقول للكفار: وحدوا ربكم، ويقول للعصاة: أطيعوا ربكم، ويقول للمنافقين: أخلصوا بالتوحيد معرفة ربكم، ويقول للمطيعين: اثبتوا على طاعة ربكم. واللفظ يحتمل هذه الوجوه كلها، وهو من جوامع الكلم [بحر العلوم،33:1]

[9] صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ امتہ الی توحید اللہ، حدیث:7097

[10] عن ابن عباس: قوله: يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ أي وحدوا ربكم [جامع البیان 362:1، تفسیر ابن ابی حاتم 60:1،روایت:216]

[11] عون بن عبد اللہ [وفات:119ھ] فرماتے ہیں: لعلكم قال : إن لعل من الله واجب [تفسیر ابن ابی حاتم 108:1،نص:516] قال سيبويه: لعل وعسى حرفا ترج وهما من الله واجب [معالم التنزیل 93:1]

[12] فنزه نفسه عن النظير باسم الكفء والمثل والند والسمي [منہاج السنۃ النبویۃ لابن تیمیہ185:2]

[13] امام رازی فرماتے ہیں:" لأن تشبيه الشيء بالشيء لا يقتضي وقوع المشابهة بينهما من كل الوجوه"[التفسیر الکبیر482:29]

امام راغب اصفہانی "مثل، ند، شبہ، مساوی اور شکل" کے درمیان فرق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: المثل أعم الألفاظ الموضوعة للمشابهة، وذلك أن الند يقال فيما يشارك في الجوهر فقط، والشبه يقال فيما يشارك في الكيفية فقط، والمساوي يقال فيما يشارك في الكمية فقط، والشكل يقال فيما يشاركه في القدر والمساحة فقط، والمثل عام في جميع ذلك، ولهذا لما أراد الله تعالى نفي التشبيه من كل وجه خصه بالذكر فقال: ليس كمثله شيء [الشورى: 11] [المفردات فی غریب القرآن:759، مادة: مثل]

حديث

عن عبد الله بن مسعود قال: سألت النبي ﷺ: أي الذنب أعظم عند الله؟ قال: «أن تجعل لله ندا وهو خلقك»[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ البقرۃ، حدیث:4285]

[14] سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: أي لا تشركوا بالله غيره من الأنداد التي لا تنفع ولا تضر [جامع البیان طبری،393:1]

[15] فمن سوى بين الخالق والمخلوق في الحب له أو الخوف منه والرجاء له فهو مشرك [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ339:27]

16 مجاہدؒ: وأنتم تعلمون أنه لا ندَّ له ولا ضد [النکت والعیون ماوردی، م:450ھ، 84:1] عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادہؒ : وأنتم تعلمون أنه خلق السماء، وأنزل الماء، وفعل ما شرحه في هذه الآيات [زاد المسیر ابن جوزی، م:597ھ، 43:1] ومفعول "تعلمون" متروك، كأنه قيل: وأنتم من أهل العلم والمعرفة، والتوبيخ فيه آكد، أي: أنتم العارفون المميزون [کشاف زمخشری، م:538ھ، 96:1]

17 تلاش بسیار کے بعد بھی شاعر اور مصدر شعر کا پتہ نہ چل سکا۔

18 وإن كنتم أيها المشركون من العرب والكفار من أهل الكتابين في شك ... مما نزلنا على عبدنا محمد صلى الله عليه وسلم من النور والبرهان وآيات الفرقان أنه من عندي وأني الذي أنزلته إليه، فلم تؤمنوا به ولم تصدقوه فيما يقول، فأتوا بحجة تدفع حجته [جامع البیان طبری، 396:1]

19 ثم إنه بعد تقسيم الخلق قرر أصول الدين. فقرر التوحيد أولا ثم النبوة ثانيا بقوله: {يا أيها الناس اعبدوا ربكم إلى وأنتم تعلمون} ثم قرر النبوة بقوله: {وإن كنتم في ريب} {فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا} فأخبر أنهم لا يفعلون ذلك ..ثم ذكر الجنة. فقرر التوحيد والنبوة والمعاد. وهذه أصول الإيمان [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ 276:27]

20 شیخ القرآن محمد طاہر فرماتے ہیں: وفی ذکر الرسالة اشارة الی الدلیل الوحی بان الله سبحانه اوحی الیه هذا القرآن بهذا التوحید [سمط الدرر فی ربط الآیات والسور:35]

21 بقاعی فرماتے ہیں: والمراد بالسورة هنا مفهومها اللغوي... ولو أريد التحدي بسورة من القرآن لقيل: فأتوا بمثل سورة منه [نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور 166:1]
اکثر مفسرین نے اس آیت کے تحت اعجاز القرآن کے عنوان پر بحث کی ہے۔ امام ماوردی م:450 نے قرآن مجید کے معجزہ ہونے پر بیس وجوہ ذکر کئے ہیں۔ [اعلام النبوۃ:74]

22 فطالبهم بالدليل العقلي والسمعي [الصواعق المرسلۃ فی الرد علی الجہمیۃ والمعطلۃ لابن القیم م:751ھ، 465:2] ان سے عقلی اور نقلی دلیل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

23 مولوی، مثنوی معنوی، دفتر اول: بخش 17، قصہ دیدن خلیفہ لیلی را

24 شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: قل هلم شهداءكم الذين يشهدون [سورۃ الانعام:151] بگو بیارید علمائے خود را۔ [فتح الرحمن:148]

25 قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: بين دلائل التوحيد والنبوة و وعدهم على الإيمان و أوعدهم على الكفر [انوار التنزیل واسرار التاویل، 65:1]

26 آیت میں تخویف سے مراد تخویف اخروی ہے اور ابن جزي الكلبي کے مطابق جہنم کی صفات، عذاب جہنم، قیامت کی صفات اور ہولناکیوں کا تعلق تخویف اخروی سے ہے:
وأما الوعيد: فمنه تخويف بالعقاب في الدنيا، ومنه تخويف بالعقاب في الآخرة وهو الأكثر: كأوصاف جهنم وعذابها. وأوصاف القيامة وأهوالها، وتأمّل القرآن تجد الوعد مقرونا بالوعيد، قد ذكر أحدهما على إثر ذكر الآخر، ليجمع بين الترغيب والترهيب، وليتبين أحدهما بالآخر، كما قيل: فبضدّها تتبين الأشياء

[التسهيل لعلوم التنزيل 15:1]

27 آیت میں بشارت سے مراد بشارت اخروی ہے، ابن جزي الكلبي کے مطابق جنت کی صفات اور اس کی نعمتوں کا تعلق بشارت اخروی سے ہے: وأما الوعد: فمنه وعد بخير الدنيا من النصر والظهور وغير ذلك، ومنه وعد بخير الآخرة وهو الأكثر كأوصاف الجنة ونعيمها [التسهيل لعلوم التنزيل 15:1]

28 متفق المناظر مختلف الطعوم [تاویل مشکل القرآن ابن قتیبہ م:276ھ، ص:68]

29 البشارة هي الإخبار عن حدوث شيء ما كان معلوم الوقوع، أما لو كان معلوم الوقوع لم يكن بشارة [تفسیر کبیر 16:16، سورۃ التوبۃ:21] اور جرجانی م:816ھ تعریف کرتے ہیں: التبشير: إخبارٌ فيه سرور – البشارة: كل خبر صدق تتغير به بشرة الوجه، ويستعمل في الخير والشر، وفي الخير أغلب [التعریفات للجرجانی م:816ھ]

30 سہل بن عبد اللہ تستری م:283ھ: ما وافق الكتاب والسنة [البحر المحیط، ابوحیان اندلسی م:742ھ، 181:1] امام نسفی فرماتے ہیں: والصالحات كل ما استقام من الأعمال بدليل العقل والكتاب والسنة [مدارک التنزیل وحقائق التاویل 68:1] نسفی کی عبارت میں كل ما استقام من الأعمال بدليل العقل سے مصالح مرسلہ مراد لیا جاسکتا ہے۔
ابو یحیی زکریا الانصاری [وفات:926ھ] فرماتے ہیں: إن قلت: كيف شرط في دخول المؤمن الجنة العمل الصالح، مع أن مجرد الإيمان كاف في دخولها! ؟ قلت: المراد بالعمل الصالح: الإخلاص في الإيمان، أو الثبات عليه إلى الموت [فتح الرحمن بکشف مایلتبس فی القرآن:20]

31 تفسیر بیضاوی (انوار التنزیل واسرار التاویل) 59:1

32 **ترک کا قاعدہ**

1. امام شافعی فرماتے ہیں: فلما لم يأخذ منه رسول الله ولا أحد بعده زكاة، تركناه اتباعا بتركه [کتاب الرسالۃ 119:1] « پس جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد صحابہ نے مذکورہ اشیاء میں سے زکاۃ نہیں لی تو ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے چھوڑے ہوئے کام کی تابعداری میں اس کو چھوڑتے ہیں »
2. علامہ ابن القیم نے چار مرتبہ یہ قاعدہ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں ذکر کیا ہے: وتركه سنة كما أن فعله سنة « اور چھوڑنا اس کا ایسے ہی سنت ہے جیسا کہ اس کا کرنا سنت ہے »

[زاد المعاد فی ہدی خیر العباد 266:1، 418، 500، 501]

3. ملاعلی قاری فرماتے ہیں: المتابعة كما تكون فى الفعل تكون فى الترك أيضا، فمن واظب على فعل لم يفعله الشارع فهو متبدع [مرقاة المفاتیح 42:1]

4. علامہ بدرالدین زرکشی نے ابن السمعانی کے حوالے سے لکھا ہے: إذا ترك الرسول ﷺ شيئا وجب علينا متابعته فيه [البحر المحیط فی الفقہ 70:6]

اس قاعدے میں بھی تفصیل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بعض امور کسی علت کی بنا پر چھوڑے تھے اور ان علل میں فرق ہے۔ جیسے نماز تراویح کو فرض ہونے کے خوف سے ترک کرنا، کعبہ کی بناء ابراہیم پر تعمیر کو ترک کرنا کہیں تازہ ایمان والے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ ترک کے قاعدہ پر مزید حوالہ جات کے لئے شیخ القرآن محمد طاہر کی کتاب اصول السنۃ لرد البدعۃ (اردو) تیسر ااصل: اتباع (اوراس کے وسیع مفہوم) کے بارے میں، ص: 77-89 اور ضیاء النور: 124، القاعدة الثالثة : الإقتداء كما يكون فى الفعل كذلك يكون فى الترك

33 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی سنت اور بدعت کے عنوان پر کتاب ہے۔

34 سرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمۃ [وفات: 483ھ] فرماتے ہیں: وإذا سلم الإمام ففي الفجر والعصر يقعد في مكانه ليشتغل بالدعاء؛ لأنه لا تطوع بعدهما ولكنه ينبغي أن يستقبل القوم بوجهه ولا يجلس كما هو مستقبل القبلة، وإن كان خير المجالس ما استقبلت به القبلة ...فأما في صلاة الظهر والعشاء والمغرب يكره له المكث قاعدا... وكراهية القعود في مكانه مروي عن عمر وعلي وابن مسعود وابن عمر – رضي الله تعالى عنهم – ولا يشتغل بالتطوع في مكان الفريضة للحديث المروي: «أيعجز أحدكم إذا صلى أن يتقدم أو يتأخر بسبحته أي بنافلته».. ولكنه يتحول إلى مكان آخر للتطوع .. والأولى أن يتقدم المقتدي ويتأخر الإمام [المبسوط 38:1] مزید تفصیل کے لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مجموع الفتاوی جلد: 22، صفحہ: 281، 492-493، 516-517، 519۔ اور امام شاطبی [وفات: 790ھ] فرماتے ہیں: أن جعل الدعاء بإثر الصلاة بهيئة الاجتماع دائما بدعة قبيحة [الاعتصام 458:1]

35 امام سرخسی فرماتے ہیں: وفي ظاهر المذهب ليس بعد التكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام [المبسوط 64:2] کاسانی، ابو بکر بن مسعود بن احمد، علاء الدین [وفات: 587ھ] فرماتے ہیں: وليس في ظاهر المذهب بعد التكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 313:1] علامہ ظفر احمد عثمانی [وفات: 1394ھ] فرماتے ہیں: والأصل فيه أن الصلاة على الجنازة وضعت للدعاء فلا معنى للدعاء بعد الدعاء فلا يصح القياس على الصلوات المكتوبة وأيضا فذلك لم ينقل عن السلف، پس نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا کرنا بھی بدعت ہے اور رفع یدین دعا کے ساتھ ہی ہے تو وہ بھی قابل ترک ہے [امداد الاحکام، کتاب السنۃ والبدعۃ، 194:1-195] مزید حوالہ جات کے لئے فتاوی سراجیہ 23:1، فتاوی بزازیہ بر حاشیۃ عالمگیری 80:4، جامع الرموز 125:1، البحر الرائق شرح کنز الدقائق 197:2، فتاوی دار العلوم دیوبند 307:5-308، 339-340، 400، کفایت المفتی 85:4، امداد المفتیین 176:2۔ تو فی الجملہ فقہاء کرام کی عبارات میں دو قسم کے ملتے جلتے الفاظ پائے جاتے ہیں: (1) فلا معنى للدعاء بعد الدعاء (2) لأنه يشبه الزيادة فى صلاة الجنازة .

36 قرآن مجید نے یہاں چار باتیں ذکر کی ہیں۔ دیگر باتیں جو خوشی اور راحت کے لئے سبب ہیں وہ قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں مذکور ہیں، مثلاً: سورۃ الحجر 46:15-48 میں سلامتی اور امن، کینے اور بغض کا نہ ہونا، تھکاوٹ کا نہ ہونا وغیرہ۔

37 "لأنّ الإنسان بالمألوف آنس، وإلى المعهود أميل، وإذا رأى ما لم يألفه نفر عنه طبعه وعافته نفسه" [کشاف زمخشری 108:1، مدارک التنزیل نسفی 70:1]

38 جدید تحقیق کے مطابق آج دنیا بھر میں کھجور کی دو ہزار سے زیادہ اقسام اگائی جاتی ہیں۔

Artcle Title: Date fruit(*Phoenix dactylifera*):An underutilized food seeking industrial valorization
"*The number of date varieties grown globally exceeds 2000*". pg. 2 . NFS Journal , 6 (2017).

39 وهو نوع من تمر المدينة... يضرب إلى السواد من غرس النبي صلى الله عليه وسلم [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 188:3، مادة : عجا] اور حدیث میں اس کی فضیلت وارد ہے: من تصبح كل يوم سبع تمرات عجوة، لم يضره في ذلك اليوم سم ولا سحر [صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب العجوۃ، حدیث: 5445، صحیح مسلم: 2047]

40 خير تمراتكم البرني يخرج الداء ولا داء فيه [المستدرک علی الصحیحین عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، کتاب الطب، خیر تمراتکم البرنی، حدیث: 7544] إسناده حسن لغيره

41 جدید تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں آم کی ایک ہزار سے زیادہ اقسام اگائی جاتی ہیں۔

Artcle Title: History of Mango-"*king of Fruits*"
"*There are over 1000 different mango varieties grown throughout the world.*"
Pg. 20, International Journal of Engineering Science Invention Vol. 6, Issue 7 . July 2017

42 يقال لكل واحد من القرينين من الذكر والأنثى في الحيوانات المتزاوجة زوج [المفردات فی غریب القرآن: 384، مادة : زوج] وہ حیوانات جن میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک پر زوج کا اطلاق ہوتا ہے۔

43 والتطهير يقال في الأجسام والأخلاق والأفعال جميعاً [تفسیر راغب اصفہانی 127:1] قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: مما يستقذر من النساء ويذم من أحوالهن، كالحيض والدرن ودنس الطبع وسوء الخلق، فإن التطهير يستعمل في الأجسام والأخلاق والأفعال [تفسیر بیضاوی 61:1]

44 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظہر حزنہ عند المصیبۃ، حدیث:1266

45 قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: لما أرشدهم إلى ما يدل على أن المتحدي به وحي منزل؟ ورتب عليه وعيد من كفر به ووعد من آمن به بعد ظهور أمره؟ شرع في جواب ما طعنوا به فيه فقال تعالى: إن الله لا يستحيي [انوار التنزیل واسرار التاویل 62:1]

46 عن قتادة :لما ذكر الله العنكبوت والذباب، قال المشركون: ما بال العنكبوت والذباب يذكران؟ فأنزل الله: إن الله لا يستحيي [جامع البیان طبری 400:1]

47 عن أبي مالك، وعن أبي صالح، عن ابن عباس – وعن مُرَّة، عن ابن مسعود، وعن ناس من أصحاب النبي صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لما ضرب الله هذين المثلين للمنافقين يعني قوله تعالى : مثلهم كمثل الذي استوقد نارا – وقوله: أو كصيب من السماء ، الآيات الثلاث – قال المنافقون: الله أعلى وأجل من أن يضرب هذه الأمثال ، فأنزل الله: إن الله لا يستحي إلى قوله: أولئك همُ الخاسرُون .

وقد ذهب كل قائل ممن ذكرنا قوله في هذه الآية وفي المعنى الذي نزلت فيه مذهبا، غير أن أولى ذلك بالصواب وأشبهه بالحق ما ذكرنا من قول ابن مسعود وابن عباس. وذلك أن الله جل ذكره أخبر عباده أنه لا يستحيي أن يضرب مثلاً ما بعوضة فما فوقها عقيب أمثال قد تقدمت في هذه السورة ضربها للمنافقين دون الأمثال التي ضربها في سائر السور غيرها. فلأن يكون هذا القول، أعني قوله: {إن الله لا يستحيي أن يضرب مثلا ما} [البقرة: 26] جوابا لنكير الكفار والمنافقين ما ضرب لهم من الأمثال في هذه السورة أحق وأولى من أن يكون ذلك جوابا لنكيرهم ما ضرب لهم من الأمثال في غيرها من السور [جامع البیان طبری 424:1] ابن کثیر فرماتے ہیں: فهذا اختلافهم في سبب النزول. وقد اختار ابن جرير ما حكاه السدي لأنه أمس بالسورة وهو مناسب [تفسیر ابن کثیر 115:1]

جمع و توفیق

اگرچہ سدی کی روایت سیاق وسباق کے حوالے سے درست ہے لیکن اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے اور خود حافظ ابن کثیر نے جلد اول، ص:137 میں اس کی صحت پر کلام کیا ہے۔ جبکہ قتادۃ کی روایت کی مرجوحیت کا سبب متن میں گزر چکا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سنداً صحیح ہے۔ اس لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے قول کے مطابق نزلت فی کذا کے دو معانی ہیں: فلاں واقعہ فلاں آیت کا حقیقتاً سبب نزول ہے۔ اور فلاں واقعہ فلاں آیت کا سبب نزول تو نہیں لیکن اس کے حکم میں داخل ہے: وقولهم نزلت هذه الآية في كذا يراد به تارة أنه سبب النزول ويراد به تارة أن ذلك داخل في الآية وإن لم يكن السبب [مجموع الفتاوی 339:13] اس لئے دونوں اقوال میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ سدی کی روایت باوجود اسنادی کمزوری کے اس آیت کا سبب نزول ہے۔ اور قتادۃ کی روایت اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ واللہ اعلم۔

48 والحياء: انقباض النفس عن القبيح مخافة الذم وإذا وصف به الباري تعالى كما جاء في الحديث...«إن الله حي كريم يستحيي إذا رفع العبد يديه أن يردهما صفراً حتى يضع فيهما خيراً» **فالمراد به الترك اللازم للانقباض**، كما أن المراد من رحمته وغضبه إصابة المعروف والمكروه اللازمين لمعنييهما [تفسیر بیضاوی 62:1]

49 ابو عبد الرحمن اسماعیل بن احمد الحیری النیسابوری الضریر [وفات:430ھ] نے قرآن مجید میں "حق" کے انیتس (29) وجوہ ذکر کئے ہیں [وجوہ القرآن 158-162]

شیخ القرآن نے حق کے جو چار معانی ذکر کئے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

1. حق بمعنی قرآن — فقد كذبوا بالحق لما جاءهم [سورۃ الانعام:5] أي بالقرآن [تفسیر بغوی 109:2]
2. بمعنی کامل بیان — قالوا الآن جئت بالحق [سورۃ البقرۃ:71] قال قتادة :الآن بيّنت لنا [جامع البیان 217:2]
3. حق بمعنی صادق — قوله الحق [سورۃ الانعام:37] قال البغوي :أي: الصدق الواقع لا محالة [معالم التنزیل 134:2]
4. حق بمعنی اللہ — ولو اتبع الحق –[سورۃ المؤمنون:71] قال قتادة :الحق هو الله عز وجل [معالم التنزیل 335:2]

50 صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ، حدیث:1879

51 وثقت به أثق ثقة: سكنت إليه واعتمدت عليه، وأوثقته: شددته، والوثيق والوثاق: اسمان لما يوثق به الشيء [المفردات فی غریب القرآن:853، مادة : وثق]

52 واختلف في تفسير هذا العهد: فقال بعض المتأولين: هو الذي أخذه الله على بني آدم حين استخرجهم من ظهر أبيهم آدم كالذر. وقال آخرون: بل نصب الأدلة على وحدانية الله بالسماوات والأرض وسائر الصنعة هو بمنزلة العهد. وقال آخرون: بل هذا العهد هو الذي أخذه الله على عباده بواسطة رسله أن يوحدوه وأن لا يعبدوا غيره. وقال آخرون: بل هذا العهد هو الذي أخذه الله تعالى على أتباع الرسل والكتب المنزلة أن يؤمنوا بمحمد صلى الله عليه وسلم، وأن لا يكتموا أمره.[تفسیر ابن عطیہ]

53 امام رازی [وفات:606ھ] فرماتے ہیں: اعلم أنه سبحانه وتعالى لما تكلم في دلائل التوحيد والنبوة والمعاد إلى هذا الموضع فمن هذه الموضع إلى قوله: يا بني إسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم [البقرة: 40] في شرح النعم التي عمت جميع المكلفين وهي أربعة: أولها: نعمة الإحياء وهي المذكورة في هذه الآية [تفسیر کبیر 375:2]

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: جب توحید کے دلائل، اثبات رسالت،، وعد و وعید بیان ہوئے تو اس کی تاکید کے لئے عمومی اور خصوصی نعمتیں گنوائی گئی ہیں: لما بين دلائل التوحيد والنبوة، ووعدهم على الإيمان، وأوعدهم على الكفر، أكد ذلك بأن عدد عليهم النعم العامة والخاصة [تفسیر بیضاوی 65:1]

54 شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کے جملہ علوم کو پانچ انواع میں تقسیم کیا ہے: [1]علم الاحکام [2]علم المخاصمہ [3]علم التذکیر بایام اللہ [4]علم التذکیر بآلاء اللہ [5]علم التذکیر بالموت ومابعد الموت [الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:2] اس باب میں عمومی نعم اربعہ اور تیسرے باب میں بنی اسرائیل پر آٹھ خصوصی نعمتوں کا تعلق علوم پنجگانہ میں علم التذکیر بآلاء اللہ کے ساتھ ہے۔

55 ابو منصور ماتریدی [وفات:333ھ] فرماتے ہیں: كيف تكفرون بالذي خلق لكم ما في الأرض [تاویلات القرآن 409:1]

56 اس آیت کا یہ معنی صحابہ کرام میں سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ مطالعہ کریں [تفسیر ابن کثیر، 120:1]

آیت کا مرجوح معنی:

حافظ ابن کثیر نے سدی اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے اس آیت کے دیگر معانی نقل کئے ہیں جس میں یہ بھی ہے: ثم يحييكم في القبر « پھر تمہیں قبر میں زندہ کرتا ہے » اس کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن کثیر نے ان الفاظ میں اس معنی کو مرجوح اور ماثور تفسیر کو ترجیح دی ہے: وهذا غريب والذي قبله. والصحيح ما تقدم عن ابن مسعود وابن عباس وأولئك الجماعة من التابعين [تفسیر ابن کثیر، 120:1] اور سورۃ غافر آیت:11 کی تفسیر میں فرماتے ہیں: وهذان القولان من السدي وابن زيد ضعيفان لأنه يلزمهما على ما قالا ثلاث إحياءات وإماتات، والصحيح قول ابن مسعود وابن عباس ومن تابعهما [تفسیر ابن کثیر، 120:7]

57 یحیی بن زیاد فراء [وفات:207ھ] کہتے ہیں: كيف على وجه التعجب والتوبيخ لا على الاستفهام المحض أي ويحكم كيف تكفرون [معانی القرآن 23:1] اور حافظ ابن کثیر كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِٱللَّهِ کا معنی کرتے ہیں: أي كيف تعبدون معه غيره [تفسیر القرآن العظیم 120:1] علامہ بغوی معنی کرتے ہیں: كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِٱللَّهِ بعد نصب الدلائل ووضوح البراهين [معالم التنزیل 100:1]

58 محمد انور شاہ بن محمد اعظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر۔ ان کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے ملتان اور پھر لاہور منتقل ہوئے اور پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ 27 شوال 1292ھ = 1875ء کو اپنے ننھیال دودھواں (علاقہ لولاب) کشمیر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اسباق اپنے والد محترم سے لئے۔ تین سال تک ہزارہ (موجودہ: خیبر پختونخوا کا حصہ ہے) کے متعدد علماء وصلحاء کی خدمت میں رہے۔ 1307ھ یا 1308ھ کو سولہ سترہ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند آگئے۔ چار سال تک علوم وفنون حاصل کرتے رہے۔ بیس اکیس سال کی عمر میں 1312ھ کو سند فضیلت حاصل کی۔ بہت بڑے محدث تھے۔ قادیانیوں کے خلاف تیغ براں تھے۔ 1352ھ = 29 مئی 1933ء کو دیوبند میں وفات پائی۔

[نزہۃ الخواطر 1198:8، بیس بڑے مسلمان:369]

59 بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ دراصل یہ قول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ہے جو انہوں نے تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت ذکر کیا ہے۔

60 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی مراد اس سے مولانا حمد اللہ جان بن مولانا عبدالحکم ہیں۔ جو 12 جنوری 2019 بروز ہفتہ کو سو سال سے زائد عرصہ کی عمر میں انتقال کر گئے۔ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر اور مولانا حمد اللہ جان پوری زندگی ایک دوسرے کے خلاف تحریراً و تقریراً برسرپیکار رہے۔ جماعتی سطح پر ایک دوسرے کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں۔ مناظرے کئے حتیٰ کہ یہ کشمکش حج کے دوران (1975ء میں) حرم مکی میں بھی جاری رہی۔ لیکن وقت کے تقاضے رویوں میں تبدیلی اور برداشت پیدا کرتا ہے۔ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی قائم کردہ تنظیم "جماعت اشاعۃ التوحید والسنۃ" کے موجودہ مرکزی امیر مولانا محمد طیب طاہری کے مولانا حمد اللہ جان صاحب اور ان کے خاندان والوں کے ساتھ ان کے انتقال کے وقت تک اچھے مراسم رہے۔ جب 2016ء میں مولانا طیب صاحب کے نوجوان بیٹے کا انتقال ہوا تو مولانا صاحب نے بیٹوں سمیت تعزیت کی اور گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ 12 جنوری کو مولانا صاحب کے انتقال پر مولانا محمد طیب صاحب اندرون ملک جماعتی دورے کی مصروفیت کی بنا پر 13 جنوری بروز اتوار کو نماز جنازہ میں شرکت کے لئے نہ پہنچ سکے لیکن اپنی جماعت کے اراکین کو ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی تلقین کی۔ اور اسی دن دورۂ پنجاب سے واپسی پر مولانا حمد اللہ جان صاحب کے اہل خانہ سے تعزیت کے لئے ایک وفد کی شکل میں ان کے گھر پہنچے اور تقریباً بارہ منٹ ان کی وفات پر لاؤڈ سپیکر پر تعزیتی کلمات کہے اور آخر میں ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کی۔

61 علامہ تفتازانی [وفات:791ھ] معتزلہ اور روافض کو جواب دیتے ہیں: وأنكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض، لأن الميت جماد لا حياة له ولا إدراك، فتعذيبه محال. **والجواب**: أنه يجوز أن يخلق الله تعالى في جميع الأجزاء أو في بعضها نوعاً من الحياة قدر ما يدرك ألم العذاب أو لذة التنعيم، وهذا لا يستلزم إعادة الروح إلى بدنه [شرح العقائد:59] علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی [وفات:1067ھ] فرماتے ہیں: لا يخفى عليك أن ليس المراد بالحي ههنا ما يعاد فيه الروح ويصدر عنه الأفعال الإختيارية بل ما يدرك الألم واللذة فإذا خلق الله فيه إدراك الألم واللذة يكون سببا لإدراك الألم واللذة [حاشیۃ السیالکوتی علی الخیالی:118]

[62] **امام رازی[وفات:606ھ]فرماتے ہیں:** اعلم أن هذا هو النعمة الثانية التي عمت المكلفين بأسرهم وما أحسن ما رعى الله سبحانه وتعالى هذا الترتيب فإن الانتفاع بالأرض والسماء إنما يكون بعد حصول الحياة فلهذا ذكر الله أمر الحياة أولا ثم أتبعه بذكر السماء والأرض [**تفسیر کبیر2:379**]

[63] **ابن جریر طبری نے سورۃ الجاثیۃ آیت:13 کی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول سنداً ذکر کیا ہے:** عن ابن عباس قوله : وسخر لكم ما في السماوات وما في الأرض جميعا منه – يقول: كل شيء هو من الله [**جامع البیان22:65**]

ابن ہشام[وفات:761ھ]نے ان لوگوں کے قول کو رد کیا ہے جنہوں نے جَمِيعًا **کو حال کی بجائے تاکید کے لئے مانا ہے** [**مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب:662**]

زمخشری نے سورۃ الجاثیۃ آیت:13 کے تحت دیگر تراکیب بھی ذکر کی ہیں: ويجوز أن يكون خبر مبتدأ محذوف، تقديره: هي جميعا منه [**کشاف4:288**]

[64] **عبد القاہر بغدادی** [**وفات:429ھ**] **لکھتے ہیں:**

قول المجوس ان اليزدان خلق اهرمن وانه مع اهرمن مدبران للعالم غير ان اليزدان فاعل الخيرات واهرمن فاعل الشرور [**الفرق بین الفرق:278**]

[65] **ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:** عن قتادة في قول الله: هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعا أي سخر لكم ما في الأرض جميعا كرامة من الله، ونعمة لابن آدم

[**تفسیر ابن ابی حاتم1:75،نص:307**]

[66] **رضی لکھتے ہیں:** قوله: [وثم مثلها بمهلة] أي مثل الفاء في الترتيب إلا أنها تختص بالمهلة والتراخي ... وقد تجئ في الجمل خاصة لاستبعاد مضمون ما بعدها عن مضمون ما قبلها، وعدم مناسبته له [**شرح الرضی علی الکافیۃ4:489،حروف العطف**]

[67] **امام مالک کا مشہور فتویٰ الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ منقول ہے:** جاء رجل إلى مالك بن أنس فقال: يا أبا عبد الله ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ كيف استوى؟ فقال: «الكيف غير معقول، والاستواء منه غير مجهول، والإيمان به واجب، والسؤال عنه بدعة، وإني لأخاف أن تكون ضالا. ثم أمر به فأخرج

[**الرد علی الجہمیۃ للدارمی م:280ھ،ص:66،روایت:104**]

« استواء معلوم ہے، کیفیت عقل سے باہر ہے، اور ایمان اس پر واجب ہے، اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ تم گمراہ ہو پھر اسے نکال دیا گیا »

امام بغوی لکھتے ہیں:

1. قال ابن عباس وأكثر مفسري السلف: أي ارتفع إلى السماء «**اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرف بلند ہوا**»
2. وقال ابن كيسان والفراء وجماعة من النحويين: أي أقبل على خلق السماء «**اللہ تعالیٰ آسمان کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوا**»
3. وقيل: قَصَدَ لأنه خلق الأرض أولا ثم عَمَدَ إلى خلق السماء «**آسمان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا**» [**معالم التنزیل1:101**]

[68] **ابو منصور ماتریدی** [**وفات:333ھ**] **فرماتے ہیں:** وقيل: استوى: تَمَّ ؛ كقوله: وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥ وَٱسۡتَوَىٰٓ أي: تَمَّ ... ومثله في قوله: ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ مع ما له وجهان: أَحدهما: أَن يكون معنى العرش الْملك والاستواءُ التام الذي لا يوصف بنقصان في ملك، أَو الاستيلاءُ عليه، وأَلَّا سلطان لغيره، ولا تدبير لأَحد فيه .

[**تاویلات اھل السنۃ1:410-411**]

ابن الھمام [**وفات:861ھ**] **فرماتے ہیں اور ان کی عبارت کی تشریح ابن ابی شریف** [**وفات:906ھ**] **نے کی ہے:** (وإذا خيف على العامة) لقصور أفهامهم (عدم فهم الاستواء إذا لم يكن بمعنى الإستيلاء إلا باتصال ونحوه من لوازم الجسمية) كالمحاذاة (وأن لا ينفوه) أى لا ينفوا ما ذكر من لوازم الجسمية (فلا بأس بصرف فهمهم إلى الاستيلاء) صيانة لهم عن المحذور بأن يذكر لهم أن الإستواء بمعنى الإستيلاء . **اگلے صفحہ پر ابن ابی شریف فرماتے ہیں:** وجوب الإيمان بها وهو كون الإيمان مصحوبا بالتنزيه عما..... ... لا يليق دون تأويل إلا عند الحاجة إليه لفهم العامة [**المسامرۃ علی المسایرۃ1:34-35**] **مزید تشریح کرتے ہوئے قاسم بن قطلوبغا** [**وفات:879ھ**] **فرماتے ہیں:** أن للسلف فى المتشابه طريقين : التسليم والتاويل . فاللائق بالعوام سلوك طريق التسليم واللائق بأهل النظر طريق التاويل لدفع تمسكات المبتدعة حيث ذهبوا إلى ما لا يقال على الله تعالى . التسليم أسلم للعوام التى لا تحتمل عقولهم دقائق الكلام ... والتأويل لأهل العلم أحكم [**حاشیۃ قاسم بن قطلوبغا علی المسامرۃ1:34**]

[69] **امام ماوردی[وفات:450ھ]فرماتے ہیں:** أن الله تعالى لما ذكر خلقه نعمه عليهم بما خلقه لهم في الأرض , ذكرهم نعمه على أبيهم آدم [**النکت والعیون1:93**] **امام رازی فرماتے ہیں:** اعلم أن هذه الآية دالة على كيفية خلقه آدم عليه السلام وعلى كيفية تعظيم الله تعالى إياه فيكون ذلك إنعاما عاما على جميع بني آدم فيكون هذا هو النعمة الثالثة من تلك النعم العامة [**تفسیر کبیر2:383**] **قاضی بیضاوی[وفات:685ھ]فرماتے ہیں:** تعداد لنعمة ثالثة تعم الناس كلهم، فإن خلق آدم وإكرامه وتفضيله على ملائكته بأن أمرهم بالسجود له، إنعام يعم ذريته [**انوار التنزیل واسرار التاویل1:67**]

70 **ابن جزی الکلبی فرماتے ہیں:** فإن قيل: ما الحكمة في تكرار قصص الأنبياء في القرآن ؟ فالجواب من ثلاثة أوجه الأوّل: أنه ربما ذكر في سورة من أخبار الأنبياء ما لم يذكره في سورة أخرى، ففي كل واحدة منهما فائدة زائدة على الأخرى ...الثالث: أن أخبار الأنبياء قصد بذكرها مقاصد فتعدّد ذكرها بتعدّد تلك المقاصد الخ [**التسهيل لعلوم التنزيل** 15:1]

71 **شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:** وقد ظن بعض القائلين الغالطين – كابن عربي – أن " الخليفة " هو الخليفة عن الله مثل نائب الله ... والله لا يجوز له خليفة؛ ولهذا لما قالوا لأبي بكر: يا خليفة الله قال: لست بخليفة الله؛ ولكني خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم حسبي ذلك. بل هو سبحانه يكون خليفة لغيره قال النبي صلى الله عليه وسلم {اللهم أنت الصاحب في السفر والخليفة في الأهل} ... الخليفة إنما يكون عند عدم المستخلف بموت أو غيبة ويكون لحاجة المستخلف إلى الاستخلاف. وسمي " خليفة " لأنه خلف عن الغزو وهو قائم خلفه وكل هذه المعاني منتفية في حق الله تعالى وهو منزه عنها؛ فإنه حي قيوم شهيد لا يموت ولا يغيب ... ولا يجوز أن يكون أحد خلفا منه ولا يقوم مقامه؛ لأنه لا سمي له ولا كفء له. فمن جعل له خليفة فهو مشرك به [**مجموع الفتاوی** 45:35] **منہاج السنۃ میں بھی انہوں نے کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور آخر میں کہا ہے:** وأما ما يظنه طائفة من الاتحادية، وغيرهم أن الإنسان خليفة الله فهذا جهل وضلال [**منهاج السنة النبوية** 353:7]

72 **امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:** خلف فلان فلانا، قام بالأمر عنه، إما معه وإما بعده ... والخلافة النيابة عن الغير إما لغيبة المنوب عنه، وإما لموته، وإما لعجزه، وإما لتشريف المستخلف. وعلى هذا الوجه الأخير استخلف الله أولياءه في الأرض، قال تعالى: هو الذي جعلكم خلائف في الأرض [فاطر:39] ، وهو الذي جعلكم خلائف الأرض [الأنعام: 165] ، وقال: ويستخلف ربي قوما غيركم [هود: 57] ، والخلائف: جمع خليفة، وخلفاء جمع خليف [**المفردات في غريب القرآن**:294، مادة: خلف]
« فلاں شخص فلاں کا جانشین بنا یعنی اس کا قائمقام بنا یا تو اس کی موجودگی میں یا اس کے بعد۔ اور خلافت دوسرے کے نائب بننے کو کہتے ہیں، یا تو اس وجہ سے کہ منوب عنہ غائب ہے یا مر گیا ہے یا وہ عاجز ہو گیا ہے اور یا جس کو خلیفہ بنایا جارہا ہے، اس کو عزت دینا مقصود ہے، اور اسی آخری معنی میں اللہ نے زمین میں اپنے اولیاء کو خلیفہ بنایا ہے »

73 **قرآن مجید سے دیگر حوالہ جات:**

- * هُوَ ٱلَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِي ٱلْأَرْضِ [سورۃ فاطر 39:35] **« یہ اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین میں تمہیں ایک دوسرے کا جانشین بنایا»**
- * وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ [سورۃ النمل 62:27] **« اور بنایا تمہیں ایک دوسرے کا نائب»**
- * وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِي ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ [سورۃ الزخرف 60:43] **« اور اگر ہم چاہتے تو فرشتوں کو زمین میں تمہارے بعد ٹھہراتے »**
- * وَٱذْكُرُوٓاْ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ [سورۃ الاعراف 69:7] **« اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم نوح کے بعد جانشین بنایا»**
- * وَٱذْكُرُوٓاْ إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ [سورۃ الاعراف 74:7] **« یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں جگہ دی »**

74 **امام ابن جریر طبری اور ماوردی نے مذکورہ تین معانی ذکر کئے ہیں جن میں دو معانی صحابہ کرام سے ثابت ہیں اور ایک معنی تابعی سے ثابت ہے۔**

1. **سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:** إني جاعل في الأرض خليفة مني يخلفني في الحكم بين خلقي .
2. **حسن بصریؒ:** أراد قوما يخلف بعضهم بعضا .
3. **سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:** أنه كان في الأرض الجن , فأفسدوا فيها , سفكوا الدماء , فأهلكوا , فجعل آدم و ذريته بدلهم

[**جامع البیان** 452:1-451، **النکت والعیون** 95:1]

ابو الحسن ماوردی نے الاحکام السلطانیۃ میں بھی اس مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے: واختلفوا هل يجوز أن يقال: يا خليفة الله؟ فجوزه بعضهم؛ لقيامه بحقوقه في خلقه ... وامتنع جمهور العلماء من جواز ذلك، ونسبوا قائله إلى الفجور وقالوا: يستخلف من يغيب أو يموت، والله لا يغيب ولا يموت [**الاحکام السلطانیۃ**:39]

75 **ابو زید محمد بن ابی الخطاب القرشی نے اپنی کتاب** [جمهرة اشعار العرب:736] **میں عبید الراعی کا قصیدہ ذکر کیا ہے۔ اور مذکورہ شعر اسی قصیدہ کا حصہ ہے۔ محقق کتاب علی محمد البجاوی کہتے ہیں کہ یہ قصیدہ عبید الراعی نے عبد الملک بن مروان کی مدح میں کہا تھا اور ساتھ ہی اس کے عاملین زکاۃ کی شکایت بھی کی ہے۔**

➢ **امام نووی نے باب باندھا ہے:** باب في الألفاظ يكره إستعمالها: فصل:ينبغي أن لا يقال للقائم بأمر المسلمين خليفة الله، بل يقال الخليفة، وخليفة رسول الله ﷺ، وأمير المؤمنين. روينا في " شرح السنة " للإمام أبي محمد البغوي رضي الله عنه قال رحمه الله: لا بأس أن يسمى القائم بأمر المسلمين: أمير المؤمنين،والخليفة، وإن كان مخالفا لسيرة أئمة العدل، لقيامه بأمر المؤمنين وسمع المؤمنين له. قال: ويسمى خليفة لأنه خلف الماضي قبله، وقام مقامه. قال: ولا يسمى أحد خليفة الله تعالى بعد آدم وداود عليهما الصلاة والسلام. قال الله تعالى: (إني جاعل في الأرض خليفة) [البقرة: 30] وقال تعالى: (يا داود إنا جعلناك خليفة في الأرض) [ص: 26] وعن ابن أبي مليكة أن رجلا قال لأبي بكر الصديق رضي الله عنه: يا خليفة الله، فقال: أنا خليفة محمد (صلى الله عليه وسلم)، وأنا راض بذلك.

وقال رجل لعمر بن العبد العزيز رضي الله عنه: يا خليفة الله، فقال: ويلك لقد تناولت تناولا بعيدا، إن أمي سمتني عمر، فلو دعوتني بهذا الاسم قبلت، ثم كبرت فكنيت أبا حفص، فلو دعوتني به قبلت، ثم وليتموني أموركم فسميتوني أمير المؤمنين، فلو دعوتني بذاك كفاك. وذكر الإمام أقضى القضاة أبو الحسن الماوردي البصري الفقيه الشافعي في كتابه " الأحكام السلطانية " الخ [الاذکار للنووی:360-361]

- ابن خلدون[وفات:808ھ]فرماتے ہیں: هي نيابة عن صاحب الشريعة في حفظ الدين وسياسة الدنيا – به تسمى خلافة وإمامة. والقائم به "خليفة وإماما ... وأما تسميته خليفة فلكونه يخلف النبي في أمته فيقال خليفة بإطلاق وخليفة رسول الله واختلف في تسميته "خليفة الله" فأجازه بعضهم... ومنع الجمهور منه لأن معنى الآية ليس عليه – وقد نهى أبو بكر عنه لما دعي به وقال: «لست خليفة الله ولكني خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم» ولأن الاستخلاف إنما هو في حق الغائب وأما الحاضر فلا [مقدمہ ابن خلدون، فصل:26، جلد:1، ص:239]

[76] علامہ ابن القیم فرماتے ہیں: واما قول الراعي فقول شاعر قال قصيدة في غيبة الصديق لا يدري ابلغت ابا بكر ام لا ولو بلغته فلا يعلم انه اقره على هذه اللفظة ام لا [مفتاح دار السعادۃ 152:1] ابن القیم نے اس مسئلے کو اسی کتاب میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

[77] علامہ سکاکی(626ھ)فرماتے ہیں: الاستغراق نوعان: عرفي، وغير عرفي فلا بد من رعاية ذلك، فالعرفي نحو قولنا جمع الأمير الصاغة أي جمع صاغة بلده أو أطراف مملكته فحسب لا صاغه الدنيا وغير العرفي نحو قولنا الله غفار الذنوب أي كلها [مفتاح العلوم 216:1]

ابوالبقاءالکفوی(1094ھ)فرماتے ہیں: الاستغراق: هو التناول على سبيل الشمول ..وهو جنسي وفردي وعرفي: فالجنسي مثل: لا رجلَ في الدار . والفردي مثل: لا رجلٌ في الدار، بالتنوين؛ فلا ينافي أن يكون فيها اثنان أو ثلاثة، والجنسي ينافي ذلك .و **العرفي**: هو ما يكون المرجع في شموله وإحاطته إلى حكم العرف مثل: جمع الأمير الصاغة ، وإن كان بعض الأفراد في الحقيقة [الکلیات:103]

[78] سیوطی لکھتے ہیں: والمبتدع ليس له قصد إلا تحريف الآيات وتسويتها على مذهبه الفاسد بحيث إنه متى لاح له شاردة من بعيد اقتنصها أو وجد موضعا له فيه أدنى مجال سارع إليه [الاتقان فی علوم القرآن 243:4]

[79] وقال النسائي : الكذابون المعروفون بوضع الحديث على رسول الله صلى الله عليه وسلم وآله وسلم أربعة : ابن أبي يحيى بالمدينة والواقدي ببغداد ومقاتل بن سليمان بخراسان ومحمد بن شعبة المصلوب بالشام [الضعفاءوالمتروکون ابن جوزی 197:3]

[80] شیخ القرآن محمد طاہر فرماتے ہیں: ومنهم من ينسبون إلى كتب الأحاديث التي لم يشترط مصنفوها الصحة والثبوت فيما يروون فيها فإن أمثال هؤلاء المحدثين يروون الصحيح والضعيف والمكذوب ...أن أكثر المحدثين يروون كل ما يصل إلى علمهم من الأحاديث والأخبار ويتركونها كما هي ثقة بعلم القاري .. فهم يروون الأمانة النقلية كما وصلت إليهم ويدعون تمحيصها ونقدها إلى غيرهم علما منهم بأن مجرد روايتهم الحديث ليس تصحيحا له ولا توثيقا وتزكية للرواية ... و طائفة أخرى من هؤلاء المحدثين شرطوا على أنفسهم أن يرووا ما ثبت عندهم ولا كل ما وصل إليهم [البصائر للمتوسلین بالمقابر، فصل فی جواب استدلال ھؤلاء علی سماع الموتی،163-164]

[81] امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں:

وعند الله علم ما غاب عنكم، أيها الناس، مما لا تعلمونه ولن تعلموه مما استأثر بعلمه نفسه، ويعلم أيضا مع ذلك جميع ما يعلمه جميعكم، لا يخفى عليه شيء، لأنه لا شيء إلا ما يخفى عن الناس أو ما لا يخفى عليهم. فأخبر .. أن عنده علم كل شيء كان ويكون، وما هو كائن مما لم يكن بعد، وذلك هو الغيب

[جامع البیان 402:11]

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

الغيب: إذا استترت عن العين ... واستعمل في كل غائب عن الحاسة، وعما يغيب عن علم الإنسان بمعنى الغائب .. ويقال للشيء: غيب وغائب باعتباره بالناس لا بالله تعالى، فإنه لا يغيب عنه شيء، كما لا يعزب عنه مثقال ذرة في السموات ولا في الأرض. وقوله: عالم الغيب والشهادة [الأنعام: 73] أي: ما يغيب عنكم وما تشهدونه، والغيب في قوله: يؤمنون بالغيب [البقرة: 3] ما لا يقع تحت الحواس ولا تقتضيه بداية العقول، وإنما يعلم بخبر الأنبياء عليهم السلام

[المفردات فی غریب القرآن:616-617، مادة: غيب]

امام نسفی فرماتے ہیں: عالم الغيب:ما غاب عن الخلق. والشهادة: ما شاهدوه... والغيب وهو ما لم يقم عليه دليل ولا أطلع عليه مخلوق [مدارک التنزیل 144:2اور617]

امام آلوسی فرماتے ہیں: عالم الغيب وهو ما لم يتعلق به علم مخلوق وإحساسه أصلا [روح المعانی 255:14]

[82] یہ تمام حوالہ جات بمع مزید حوالہ جات مولانا حسین علی کی تفسیر بلغۃالحیران 45:1-47میں مطالعہ کریں جو علم غیب پر تفصیلی فتویٰ تحریر کیا گیا ہے۔

83 مشہور نحوی رضی الدین محمد بن حسن استر ابادی(وفات:686ھ)فرماتے ہیں: فالمستثنى الذي لم يكن داخلا في المتعدد الأول قبل الاستثناء: منقطع سواء كان من جنس المتعدد كقولك: جاءني القوم إلا زيدا، مشيرا إلى جماعة خالية من زيد، أو لم يكن، نحو: جاءني القوم إلا حمارا، فقد تبين أن المتصل ليس هو المستثنى من الجنس، كما ظن بعضهم [شرح الرضی علی الکافیۃ2:76]

84 إتفقت الأمة على أن السجود لآدم لم يكن سجود عبادة، وإنما كان على أحد وجهين: إما سلام الأعاجم بالتكفي والانحناء والتعظيم، وإما وضعه قبلة كالسجود للكعبة وبيت المقدس، وهو الأقوى؛ لقوله في الآية الأخرى: {فقعوا له ساجدين} [الحجر: 29].[احکام القرآن1:27]

85 عبید اللہ بن اسلام، سندھی، سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیانوالی میں 1289ھ=1872ء کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے سکھ خاندان میں آنکھ کھولی۔ تحفۃ الہند، تقویۃ الایمان جیسی کتابیں پڑھنے اور ہندوؤں کے ساتھ ایک مسلمان کا مناظرہ دیکھنے کے بعد اسلام قبول کیا۔ کابل، ماسکو، ترکی میں سالوں گزارنے کے بعد بالآخر مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ 1939ء میں ہندوستان واپس لوٹنے کے بعد آپ 1363ھ=1944ء کو وفات پائی اور بہاولپور میں دفن کئے گئے۔[نزہۃ الخواطر8:323-328، نیل السائرین:663-665]

86 سورۃ قریش میں بھی یہی ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ [آیت:3] ایسا نہیں ہے کہ فَلْيَعْبُدُوا هَٰذَا الْبَيْتِ .

87 مولوی مثنوی معنوی، دفتر اول، بخش:7، خلوت طلبیدن آن ولی از پادشاہ جہت دریافتن رنج کنیزک

88 امام قرطبی فرماتے ہیں :وقال جمهور المتأولين: أي كان في علم الله تعالى أنه سيكفر .دوسری توجیہ : كان أى صار من الكافرين [الجامع لاحکام القرآن 1:297]

89 وقال أهل اللغة: الرغد هو السعة في الرّزق من غير تقتير [تفسیر السمرقندی1:44]

90 امام رازی فرماتے ہیں: اختلفوا في الجنة المذكورة في هذه الآية، هل كانت في الأرض أو في السماء؟ الخ [التفسیر الکبیر3:452]

91 ابن قیم، مفتاح دار السعادۃ جزء اول:11-12، حادی الارواح الی بلاد الافراح، الباب الثانی: اختلاف الناس فی الجنۃ:22

92 عز بن عبد السلام [وفات:660ھ] فرماتے ہیں: وأما عرفان العضو الذى ضُرِب به القتيلُ ومعرفةُ القريةِ التى أمروا بدخولها ومعرفة الحجر الذى ينبجس بضرب موسى عليه السلام هل كان معينا بقدر رأس الإنسان أو أكبر أو كان حجرا غير معين فهذا كله لا يفيد أمرا دينيا وكذلك معرفة أسماء البلدان المبهمة فى القرآن ومعرفة أصحاب الكهف و إسم ملكهم و إسم مدينتهم و إسم كلبهم ... كل ذلك مما لا تمس الحاجة إليه ولا تحث الضرورة عليه [نبذ من مقاصد الکتاب العزیز70-71]

93 ابن جریر فرماتے ہیں: کہ ہمیں کسی معین درخت کے بارے میں علم نہیں کیونکہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے قرآن مجید میں کوئی دلیل بیان کی ہے نہ ہی(اپنے رسول ﷺ کی زبانی) سنت صحیحہ میں کوئی ذکر ہے۔ گندم، انگور، انجیر وغیرہ ان میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہ ایسی جانکاری ہے کہ معلوم ہونے پر اسے کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ اور لاعلمی کوئی ضرر نہیں دیتی۔ ولا علم عندنا أي شجرة كانت على التعيين، لأن الله لم يضع لعباده دليلا على ذلك في القرآن، ولا في السنة الصحيحة. فأنى يأتي ذلك؟ وقد قيل: كانت شجرة البر، وقيل: كانت شجرة العنب ... وجائز أن تكون واحدة منها، وذلك علم، إذا علم لم ينفع العالم به علمه ، وإن جهله جاهل لم يضره جهله به [جامع البیان1:521]

94 ابن جزي: لا تقربا: النهي عن القرب يقتضي النهي عن الأكل بطريق الأولى، وإنما نهى عن القرب سدا للذريعة، فهذا أصل في سد الذرائع [التسهیل لعلوم التنزیل1:80]

95 زرکشی [وفات:794ھ] فرماتے ہیں: والفاء العاطفة على الجواب المحذوف هي المسماة عندهم بالفاء الفصيحة [البرہان فی علوم القرآن3:182] زمخشری [وفات:538ھ] فرماتے ہیں: فاء فصيحة لا تقع إلا في كلام بليغ [کشاف1:144] اور ابو البقاء الکفوی [وفات:1094ھ] فرماتے ہیں: وإن كان محذوفا ولم يكن سببا لا تسمى فصيحة أيضا، بل تسمى تفريعية، والأصح أن لا فرق بين الفصيحة والتفريعية [الکلیات معجم فی المصطلحات والفروق اللغویۃ:676]

ابو جعفر طبری [وفات:310ھ] فرماتے ہیں: وفي قوله: فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ وجهان من التأويل: أحدهما: أن يكون" فَتَكُونَا " في نية العطف على قوله" وَلَا تَقْرَبَا" فيكون تأويله حينئذ: وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ ولا تكونا مِنَ الظَّالِمِينَ. فيكون" فَتَكُونَا " حينئذ في معنى الجزم.والثاني: أن يكون" فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ "، بمعنى جواب النهي. فيكون تأويله حينئذ: وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ ، فإنكما إن قربتماها كنتما مِنَ الظَّالِمِينَ [جامع البیان1:523]

96 مجد الدین فیروز آبادی، ابو طاہر محمد بن یعقوب [وفات:817ھ] فرماتے ہیں: والظلم: وضع الشيء في غير موضعه المختص به، إما بنقصان أو زيادة، وإما بعدول عن وقته أو مكانه... والظلم يقال فى مجاوزة الحق، ويقال فى الكثير والقليل، ولهذا يستعمل فى الذنب الكبير والذنب الصغير. ولذلك قيل لآدم – صلوات الله عليه وسلامه – فى تعديه: ظالم. وفى إبليس: ظالم، وإن كان بين ظلميهما من البون ما لا يخفى [بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز3:541، بصیرۃ فی ظلم]

97 زبیدی [وفات:1205ھ] فرماتے ہیں: أن الظلم في أصل اللغة: النقص [تاج العروس من جواہر القاموس33:33] امام راغب اصفہانی [وفات:502ھ] فرماتے ہیں:قال بعض الحكماء: الظلم ثلاثة: الأول: ظلم بين الإنسان وبين الله تعالى، وأعظمه الكفر والشرك والنفاق، ولذلك قال عز وجل: {إن الشرك لظلم عظيم} .والثاني: ظلم بينه وبين الناس، وإياه قصد بقوله: {إنما السبيل على الذين يظلمون الناس} وبقوله:{ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لوليه سلطانا} والثالث: ظلم بينه وبين نفسه، وإياه

قصد بقوله تعالى: {فمنهم ظالم لنفسه} وقوله تعالى: {ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين} فتكونا من الظالمين أنفسهم [**المفردات فی غریب القرآن ص:538**، مادة : ظلم]

98 **امام بخاری کا معنی کرتے ہیں:** الحين عند العرب من ساعة إلى ما لا يحصى عدده [**صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، 3325 روایت کے بعد**] «**حین کا اطلاق عربوں کے نزدیک ایک لمحے سے لے کر لامتناہی عرصے پر کیا جاتا ہے**»

99 **قاضی عیاض** [**وفات:544ھ**] **فرماتے ہیں:** وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا أي قصدا للمخالفة [**الشفا بتعریف حقوق المصطفی 2:368**]

100 عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى ﷺ «ولولا حواء لم تخن أنثى زوجها» «**اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے خیانت نہ کرتی**» **صحیح بخاری حدیث: 3330۔ محدثین نے اس حدیث کے دو مطلب لکھے ہیں:**

1. وكانت حواء أكلت من الشجرة قبل آدم وهي التي حدته على أكلها –والله أعلم–وعليه يحمل الحديث «**حوا نے آدم علیہ السلام سے پہلے اس شجرۂ ممنوعہ سے کھایا اور اسی نے آدم کو اس سے کھانے کی ترغیب دی، اور حدیث کو اس معنی پر حمل کیا جائے گا**» [**البدایۃ والنہایۃ 1:86**]
2. وأما خيانة حواء زوجها فإنها كانت في ترك النصيحة في أمر الشجرة لا في غير ذلك «**حوا کی اپنے شوہر سے خیانت سے مراد شجرۂ ممنوعہ کے متعلق آدم کو نصیحت نہ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی مطلب مراد نہیں**» [**کشف المشکل من حدیث الصحیحین 3:504، حدیث:1992**]

101 عن أبي هريرة، قال: كان رسول الله ﷺ إذا أتي بطعام من غير أهله سأل عنه، فإن قيل: هدية أكل وإن قيل: صدقة، قال: كلوا ولم يأكل [**صحیح بخاری حدیث:2576، صحیح مسلم حدیث:1077، مسند احمد حدیث:8014 واللفظ لہ**]

102 **ابن جریر طبری سیدنا آدم علیہ السلام کے توبہ کو** كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ **کے مخاطبین سے مربوط کرتے ہیں:** وهذا الخبر الذي أخبر الله عن آدم –من قيله الذي لقاه إياه فقاله تائبا إليه من خطيئته– تعريف منه جل ذكره جميع المخاطبين بكتابه، كيفية التوبة إليه من الذنوب وتنبيه للمخاطبين بقوله: كيف تكفرون بالله وكنتم أمواتا فأحياكم [سورة البقرة: 28] ، على موضع التوبة مما هم عليه من الكفر بالله، وأن خلاصهم مما هم عليه مقيمون من الضلالة، نظير خلاص أبيهم آدم من خطيئته، مع تذكيره إياهم به السالف إليهم من النعم التي خص بها أباهم آدم [**جامع البیان 1:546-547**]

103 **ابن قتیبہ** [**وفات:276ھ**] **معنی کرتے ہیں:** فَتَلَقَّىٰ أى أخذ و قَبِل [**غریب القرآن:46**]

104 **امام بخاری (256ھ) فرماتے ہیں:** وقال أبو العالية فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فهو قوله: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا [**صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ وذریتہ**]
علامہ ابن الجوزی (597ھ) فرماتے ہیں: وفي الكلمات أقوال: أحدها: أنها قوله تعالى: ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين ، قاله ابن عباس، والحسن، وسعيد بن جبير، ومجاهد، وعطاء الخراساني، وعبيد بن عمير، وأبي بن كعب، وابن زيد [**زاد المسیر فی علم التفسیر 1:57**] **حافظ ابن کثیر (774ھ) فرماتے ہیں:** إن هذه الكلمات مفسرة بقوله تعالى: قالا ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين [الأعراف: 23] وروي هذا عن مجاهد وسعيد بن جبير وأبي العالية والربيع بن أنس والحسن وقتادة ومحمد بن كعب القرظي وخالد بن معدان وعطاء الخراساني وعبد الرحمن بن زيد بن أسلم [**تفسیر ابن کثیر 1:145**]

105 **اس روایت پر شیخ القرآن محمد طاہر نے تفصیلی کلام اپنی کتاب "البصائر للمتوسلین بالمقابر (عربی):339-353" (اردو):389-406 میں کیا ہے۔**

106 حدثنا أبو سعيد عمرو بن محمد بن منصور العدل، ثنا أبو الحسن محمد بن إسحاق بن إبراهيم الحنظلي، ثنا أبو الحارث عبد الله بن مسلم الفهري، ثنا إسماعيل بن مسلمة، أنبأ **عبد الرحمن بن زيد بن أسلم**، عن أبيه، عن جده، عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، قال: قال رسول الله ﷺ : " لما اقترف آدم الخطيئة قال: يا رب أسألك بحق محمد لما غفرت لي، فقال الله: يا آدم، وكيف عرفت محمدا ولم أخلقه؟ قال: يا رب، لأنك لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوبا لا إله إلا الله محمد رسول الله فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق إليك، فقال الله: صدقت يا آدم، إنه لأحب الخلق إلي ادعني بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك «هذا حديث صحيح الإسناد وهو أول حديث ذكرته لعبد الرحمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب»

[**المستدرک علی الصحیحین، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، ومن کتاب آیات رسول اللہ ﷺ التی ہی دلائل النبوۃ، حدیث:4228**]

اس روایت کا راوی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کا اپنا عمل توسل کے باب میں اس حدیث کے خلاف ہے۔ اور محدثین کہتے ہیں: والراوي إذا عمل بخلاف ما روى دل على وهن المروي عنده **اور محققین علماء نے اس قاعدہ کو صحابہ کے ساتھ خاص کیا ہے:** وقد خص كثير من محققي أهل الأصول الخلاف المشهور فيما إذا عمل الراوي بخلاف ما روى بالصحابة دون من جاء بعدهم ومن قاعدتهم أن الراوي أعلم بما روى [**فتح الباری 4:330**]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل یہ تھا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن أنس بن مالك، أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه، كان إذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبد المطلب، فقال: «اللهم إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا، وإنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا»، قال: فيسقون

[صحیح بخاری، ابواب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، حدیث:1010، اور 3710]

«قحط سالی کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ (کی دعا) کے وسیلہ سے بارش کی طلب کرتے۔ کہ اے اللہ! ہم تجھے اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ (ان کی دعا) پیش کیا کرتے تھے تو ہمیں سیراب کرتا تھا۔ اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ (ان کی دعا) پیش کرتے ہیں تو ہمیں سیراب کر۔ راوی کہتا ہے: پس لوگ سیراب کئے جاتے یعنی بارش ہو جاتی»

اس حدیث کی تشریح میں انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: ليس فيه التوسل المعهود الذي يكون بالغائب حتى قد لايكون به شعور أصلا، بل فيه توسل السلف، وهو أن يقدم رجلا وذا وجاهة عند الله تعالى ويأمره أن يدعو لهم، ثم يحيل عليه في دعائه، كما فعل بالعباس رضي الله عنه عم النبي ﷺ ولو كان فيه توسل المتأخرين لما احتاجوا إلى إذهاب العباس رضي الله عنه معهم، ولكفى لهم التوسل بنبيهم بعد وفاته أيضا، أو بالعباس رضي الله عنه مع عدم شهوده معهم [فیض الباری 2:496]

107 جیسے اپنی کتاب میں سورۃ الزخرف آیت: 45 کی مناسبت سے ایک روایت ذکر کرتے ہیں کہ جملہ انبیاء علیہم السلام کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ولایت پر مبعوث کیا گیا ہے: قال النبي صلى الله عليه وسلم: يا عبد الله أتاني ملك، فقال: يا محمد، وسل من أرسلنا من قبلك من رسلنا علام بعثوا؟ قال: قلت: علام بعثوا؟ قال: على ولايتك وولاية علي بن أبي طالب [معرفۃ علوم الحدیث، ذکر النوع الرابع والعشرین: 95] اس قسم کی روایات کی روافض کے ہاں بھرمار ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: قال أهل العلم إن الرفض دسيسة الزندقة دوسری جگہ فرماتے ہیں: وما أكثر الكذب في العالم ولكن تسعة أعشاره أو أقل أو أكثر بأيدي الرافضة [المنتقی من منہاج الاعتدال فی نقض کلام اہل الرفض والاعتزال: 116]

108 حافظ ذہبی المستدرک کے بارے میں فرماتے ہیں: ولا ريب أن في المستدرك أحاديث كثيرة ليست على شرط الصحة, بل فيه أحاديث موضوعة شان المستدرك بإخراجها فيه «اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مستدرک میں ایسی بہت سی روایات ہیں جو صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتیں بلکہ اس میں من گھڑت روایات بھی ہیں جن کو لانے سے حاکم نے اپنی مستدرک کو معیوب کیا ہے» [تذکرۃ الحفاظ، تیرہواں طبقہ، 3:164]

109 حافظ ذہبی اس روایت بارے اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں: روى...عن عبد الرحمن بن يزيد بن سلم خبرا باطلا فيه: يا آدم لولا محمد ما خلقتك. رواه البيهقي في دلائل النبوة [میزان الاعتدال 2:504] «عبداللہ بن فہری نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے ایک باطل روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ اے آدم علیہ السلام اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا» اور اس راوی کی ایک اور منکر روایت بھی ہے: ما من عبد يمر بقبر رجل كان يعرفه فى الدنيا فيسلم عليه إلا عرفه ورد عليه السلام ....[میزان الاعتدال 1:565] «جب کوئی انسان کسی ایسے قبر والے پر سے گزرے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ زندہ اس مردہ پر سلام ڈالے تو وہ مردہ بھی اسے پہچان لیتا ہے اور اسے سلام کا جواب لوٹاتا ہے»

110 عبد الرحمن بن زید بن اسلم [وفات: 182ھ] کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں:

1. امام بخاری [وفات: 256ھ] فرماتے ہیں: عبد الرحمن بن زيد بن أسلم –ضعفه عليّ جدا– مات سنة ثنتين وثمانين ومائة «عبد الرحمن بن زید بن اسلم کو علی بن المدینی نے سخت ضعیف کہا ہے۔ 182ھ میں وفات پائی» [الضعفاء الصغیر، باب العین، باب عبد الرحمن، ترجمہ: 214]
2. امام نسائی [وفات: 303ھ] فرماتے ہیں: عبد الرحمن بن زيد بن أسلم : ضعيفٌ [الضعفاء والمتروکون، باب العین، ترجمہ: 360]
3. امام عقیلی [وفات: 322ھ] فرماتے ہیں: ابو داؤد کہتے ہیں کہ زید بن اسلم کی اولاد عبداللہ، اسامہ اور عبد الرحمن سارے کے سارے ضعیف ہیں۔ قال أبو داود: أولاد زيد بن أسلم: عبد الله، وأسامة، وعبد الرحمن، كلهم ضعيف [الضعفاء الکبیر 2:331، ترجمہ: 926]
4. ابن ابی حاتم [وفات: 327ھ] فرماتے ہیں: یحیٰ بن معین کہتے ہیں: ضعیف ہیں اور اس کی حدیث کچھ بھی نہیں۔ ابن ابی حاتم اپنے والد سے پوچھتے ہیں تو انہوں نے کہا: عبد الرحمن حدیث میں قوی نہیں ہے۔ خود بذات خود اچھا انسان تھا لیکن حدیث کے باب میں نہایت ضعیف ہے۔ ابن معين : ليس حديثه بشئ ، ضعيف. نا عبد الرحمن قال سألت أبي عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم فقال: ليس بقوي الحديث ، كان في نفسه صالحا وفي الحديث واهيا

[الجرح والتعدیل، باب کل اسم ابتداء حروفه عين، عبد الرحمن، ترجمہ: 1107]

5. ابن حبان [وفات: 354ھ] فرماتے ہیں: لاعلمی میں روایات میں ردوبدل کرتا تھا یہاں تک کہ جب اس کی روایات میں مرسل کو مرفوع بنانا اور موقوف کو مسند بنانے کی کثرت ہوئی تو مستحق ٹھہرا کہ اسے چھوڑ دیا جائے (اور اس سے روایت نہ کی جائے)۔ كان ممن يقلب الأخبار وهو لا يعلم حتى كثر ذلك في روايته من رفع المراسيل وإسناد الموقوف فاستحق الترك [المجروحین 2:57، ترجمہ: 598]

اس کے علاوہ ابن جوزی کی الضعفاء والمتروکین، حافظ ذہبی کی المغنی فی الضعفاء اور دیوان الضعفاء اور حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں اس کا ترجمہ دیکھا جائے۔

111 ابو شہبہ، الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر:178

112 ثعلبی [وفات:427ھ] اور بغوی [وفات:510ھ] : هدى :كتاب ورسول [الکشف والبیان1:185-معالم التنزیل1:108]

-عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:« وليس أحد أحب إليه العذر من الله، من أجل ذلك أنزل الكتاب وأرسل الرسل» « اور اللہ سے بڑھ کر کسی کو عذر قبول کرنا پسند نہیں اور اسی وجہ سے اس نے اپنی کتابیں نازل کیں اور اپنے رسولوں کو بھیجا» [صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ وتحریم الفواحش، حدیث:7091]

-زمخشری نے اس مقام میں ایک سوال کا جواب دیا ہے: فَإِمَّا يَأۡتِيَنَّكُم: فإن قلت: فلم جيء بكلمة الشك – وإتيان الهدى كائن لا محالة لوجوبه؟ قلت: للإيذان بأن الإيمان بالله والتوحيد لا يشترط فيه بعثة الرسل وإنزال الكتب، وأنه إن لم يبعث رسولا ولم ينزل كتابا، كان الإيمان به وتوحيده واجبا لما ركب فيهم من العقول ونصب لهم من الأدلة ومكنهم من النظر والاستدلال [کشاف1:129]

113 ابن ابی شیبۃ، المصنف7:136، حدیث:34781

114ابن قیم کا شعر ہے۔ القصیدۃ النونیۃ، 2:230، بیت:736 (علامہ ابن القیم کی کتاب قصیدۃ نونیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اصل نام "الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ")

115 عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لا خوف عليهم فيما يستقبلهم من أحوال القيامة، ولا هم يحزنون بسبب ما تركوه في الدنيا [التفسیر الکبیر7:82]

116 زمخشری کہتے ہیں: وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُواْ بِـَٔايَٰتِنَآ في مقابلة قوله: فَمَن تَبِعَ هُدَايَ [کشاف1:129]

117 ابن جریر طبری کہتے ہیں: وآيات الله: حججه وأدلته على وحدانيته وربوبيته [جامع البیان1:592]

باب سوم

ربط : گذشتہ باب میں عام خطاب يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ تھا اور اس باب میں خاص خطاب يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ہے[1]۔ اور یہ تقریر اور خطاب کے اصولوں میں سے ہے کہ مقرر آغاز میں سارے لوگوں کو مخاطب کرتا ہے اور پھر ایک گروہ کو خاص کر لیتا ہے۔ مثلاً: اگر ایک مقرر جہاد کے لئے ترغیب دے رہا ہے تو وہ سارے پاکستانیوں کو مخاطب کر رہا ہے کہ تم لوگ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ بعد ازاں وہ پٹھانوں کو بالخصوص مخاطب کرتا ہے کہ اگر دیگر قومیں جہاد کے لئے نہیں اٹھ رہیں تو ان سے کیا گلہ، تم تو ایک بہادر قوم ہو اور تمہاری پہچان بہادری ہے۔ تم کیوں جہاد سے غافل بیٹھے ہوئے ہو اور جہاد نہیں کر رہے۔ قرآن مجید نے بھی اسی انداز میں پہلے عام خطاب کیا اور اب خاص خطاب ہے۔ بنی اسرائیل کو دو وجہ سے خاص کیا گیا ہے:

1. تم ایک معزز قوم ہو، پیغمبروں کی اولاد ہو۔ اگر دیگر قومیں مسئلہ توحید نہیں مانتیں تو ایک بات ہے، لیکن تمہارے انکار کی کیا وجہ ہے، تم تو بہتر لوگ ہو۔
2. دوسری اقوام اگر جہالت کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہیں تو ایک بات ہے، لیکن تم لوگ باوجود علم کے کیوں شرک کے مرتکب ہو؟

تمھید

آیت:40 سے آیت:46 تک یہ سات آیات بطور تمہید کے ہیں جن میں یہودیوں کی تین صفات یا بالفاظ دیگر یہودیت کے تین اصول ذکر کئے گئے ہیں:

1. تحریف — وَلَا تَلۡبِسُواْ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ [آیت:42]
2. کتمان حق — وَتَكۡتُمُواْ ٱلۡحَقَّ [آیت:42]
3. ترک عمل — أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ وَتَنسَوۡنَ أَنفُسَكُمۡ [آیت:44]

اور اس کے مقابلے میں اہل حق کی تین صفات بیان کی گئی ہیں، گویا کہ تین اصول حقانیت بیان کئے گئے ہیں:

1. صبر — وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ [آیت:45]
2. صلاۃ — وَٱلصَّلَوٰةِ [آیت:45]
3. ایمان بالآخرۃ — ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُواْ رَبِّهِمۡ وَأَنَّهُمۡ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ [آیت:46]

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ ﴿٤٠﴾

«اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے ہیں اور میرے (ساتھ کئے گئے) وعدوں (احکام) کو پورا کرو میں تمہارے (ساتھ کئے گئے) وعدوں کو پورا کروں گا اور خاص مجھ ہی سے ڈرو»

إِسۡرَٰٓءِيلَ عبرانی زبان کا لفظ ہے جو دو اجزاء کا مجموعہ ہے إسرا اور إيل پہلے جزء کا معنی "عبد" ہے اور دوسرے جزء کا معنی "اللہ" ہے۔ مجموعہ "عبد اللہ" یعنی اللہ کا بندہ۔ یہی معنی جبریل، میکائیل، اسرافیل کے بھی ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سب کے سب "عباد اللہ" یعنی اللہ کے بندے ہیں۔ اور إِسۡرَٰٓءِيلَ سے مراد یعقوب علیہ السلام ہیں[2]۔ قرآن مجید نے بیشتر جگہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کو إِسۡرَٰٓءِيلَ کے نام سے ذکر کیا ہے سوائے چند مقامات کے کہ جس میں انہیں اپنے نام یعقوب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اس میں کئی نکات ہیں۔

ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وہ کون سے احسانات ہیں[3]؟ یہاں پر اجمالاً ان کا ذکر کیا جارہا ہے جبکہ اس کی وضاحت آیت:49 سے آگے آرہی ہے۔ ان احسانات میں نہ صرف دشمن (فرعون) کو غرق کرنا تھا بلکہ ان کی زمینوں کو ان سے چھین کر بنی اسرائیل کو ان کا مالک بنادیا گیا:

وَلَقَدۡ بَوَّأۡنَا بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدۡقٖ [سورۃ یونس10:93] « اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو سچائی کی جگہ (عمدہ جگہ) دی »

وَأَوۡرَثۡنَٰهَا بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ [سورۃ الشعراء26:59]۔ « اور ہم نے یہ (مذکورہ چیزیں یعنی باغات، خزانے اور زمینیں) میراث میں بنی اسرائیل کو دیں »

وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ اور میرا وعدہ (یعنی میرے احکام) پورا کرو میں اپنے وعدے (کی جزاء) کو پورا کروں گا۔ بِعَهۡدِيٓ سے مراد ازل میں میرے ساتھ کیا گیا وعدہ أَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ کو پورا کرو۔ پیغمبروں پر ایمان لانے میں جو وعدہ کیا ہے۔ الغرض جملہ احکام مراد ہیں۔ عہد اول سے مراد احکام الٰہی کی بجاآوری اور عہد ثانی سے مراد اس کی جزاء۔ اللہ فرماتے ہیں میں نے جو تم لوگوں کے ساتھ دنیا میں اچھی زندگی اور آخرت میں جنت دینے کا وعدہ کیا ہے وہ میں پورا کروں گا۔[4]

استخدام اور تاسیس:

جب کسی مقام میں ایک لفظ دوہرا استعمال ہو تو ان میں سے ایک لفظ کا ایک معنی اور دوسرے لفظ کا دوسرا معنی لینا علم نحو میں تاسیس[5] اور علم بلاغت میں استخدام کہلاتا ہے[6]۔ تلخیص کے اس شعر کو عموماً بطور استدلال پیش کیا جاتا ہے:

"إذا نزل السماء بأرض قوم   رعيناه و إن كانوا غضابا"[7]

« جب کسی قوم کی زمین پر بارش برستی ہے تو ہم ان کی گھاس میں ان کی ناگواری کے باوجود جانور چراتے ہیں »

مذکورہ شعر میں لفظ سماء سے بارش لی گئی اور دوسرے مصرعہ میں رعيناه کی ضمیر سے گھاس مراد لی گئی ہے، اور اسی کو استخدام کہتے ہیں۔ حافظ سیوطی نے بھی عقود الجمان میں استخدام کی یہی تعریف کی ہے۔[8]

فَٱرۡهَبُونِ رَهِبَ يَرۡهَبُ ڈرنے کو کہتے ہیں۔[9]

وَءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلۡتُ مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُونُوٓاْ أَوَّلَ كَافِرِۭ بِهِۦۖ وَلَا تَشۡتَرُواْ بِـَٔايَٰتِي ثَمَنٗا قَلِيلٗا وَإِيَّٰيَ فَٱتَّقُونِ ﴿٤١﴾

« اور تصدیق کرو[10] اس (کتاب) کی جو میں نے اتاری ہے (اس حال میں کہ وہ) تصدیق کرنے والی ہے ان (احکام) کی جو تمہارے پاس ہیں۔ اور قرآن مجید پر پہلے انکار کرنے والے مت بنو۔ اور میرے احکام کے بدلے میں (اس) تھوڑی دنیا کو ترجیح نہ دو۔ اور خاص مجھ ہی سے ڈرو »

وَءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلۡتُ میں سورۃ کے آغاز یعنی ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ کی طرف اشارہ ہے۔ تورات میں جو مسائل اور احکام ہیں قرآن مجید بھی ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید ماننا دراصل اپنی کتاب تورات ماننا ہے۔

وَلَا تَكُونُوٓاْ أَوَّلَ كَافِرِۭ بِهِۦ

1. اور اس قرآن مجید پر پہلے انکار کرنے والے مت بنو۔ بِهِۦ کی ضمیر بِمَآ أَنزَلۡتُ میں مَا موصولہ کی طرف راجع ہے۔

2. اور اس توحید پر پہلے انکار کرنے والے مت بنو۔ بِهِۦ کی ضمیر آیت:21 میں بیان کئے گئے توحید ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ کی طرف راجع ہے۔

اور ان کی طرف اول انکار کرنے کی نسبت اس لئے کی گئی کیونکہ وہ اہل علم تھے اور جب عالم اور مولوی حق سے انکار کرتا ہے تو عام لوگ اسی کو دلیل بنا کر حق سے انکار کرتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ لوگ اوروں کے ایمان لانے کا سبب بنتے اور عام لوگوں کو محمد رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے۔ لیکن بجائے اس کے آپ اوروں کے لئے ایمان سے پھرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ اور خود انکار کرنے میں پہل کر رہے ہو۔

وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا « اور میرے احکام کے عوض اس تھوڑی سی دنیا کو پسند نہ کرو » آیات سے مراد احکام ہیں بالخصوص جناب رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت مراد ہے کہ ان کے ذکر کو چھپاتے ہو۔ اور تحریف کرتے تھے کہ وہ صرف عربوں کے لئے پیغمبر ہیں[11]۔ اور ہمیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہودیت پر ڈٹ جانے کا حکم دیا ہے۔

بعض لوگ آیت سے غلط استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے تھوڑی دنیا لینے سے منع کیا ہے اگر زیادہ لی جائے تو وہ منع نہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے متعدد جگہ پوری دنیا کو قلیل اور تھوڑا فائدہ قرار دیا ہے قُلْ مَتَٰعُ ٱلدُّنْيَا قَلِيلٌ « کہہ دیجئے دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے »

یہودیوں کی تین صفات:

وَلَا تَلْبِسُوا۟ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَٰطِلِ وَتَكْتُمُوا۟ ٱلْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾

« اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور حق مت چھپاؤ اور تم جانتے ہو »

وَلَا تَلْبِسُوا۟ ٱلْحَقَّ بِٱلْبَٰطِلِ تلبیس "لبس" سے ہے جس کا معنی ہے اشتباہ (بات کو مشتبہ کرنا) اور ملمع بات۔[12] حق اور باطل جب خلط ہو جائے تو مجموعی نتیجہ باطل برآمد ہوتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ صاف خوراک کی پوری دیگ میں چند قطرے گندگی کے ملا لو۔ وعلی ہذا القیاس سارا فعل سنت کے مطابق ادا کیا لیکن اس میں بدعت کی تھوڑی سی آمیزش ملا دی تو پورا عمل باطل کر دیا۔

1. **تحریف**

تحریف "حرف" سے ہے جس کے معنی ہیں "پھیرنا، موڑنا"۔ تحریف کی دو قسمیں ہیں اور دونوں اقسام یہودیوں میں موجود تھیں:[13]

1. تحریف لفظی
2. تحریف معنوی

تحریف لفظی یہ ہے کہ لفظ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے۔ اور تحریف معنوی یہ ہے کہ جو معنی مقصود اور مراد ہے اس کی بجائے غیر مراد معنی کرنا۔

جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں اس معاشرے کے علماء سوء میں تحریف بالخصوص تحریف معنوی بکثرت موجود ہے۔ اگر اس کی نشاندہی کی جائے تو لوگوں کو سمجھ آئے گی:

پہلی مثال:

جہاد کا حکم سب کو ہے خواہ مولوی ہے یا اُمی (غیر عالم) ہے۔ لیکن مولوی یہاں تحریف کرتے ہیں کہ جہاد کا حکم صرف عوام کو ہے اور علماء علم حاصل کریں گے، مولوی کے لئے جہاد نہیں ہے[14]۔ اس تحریف سے اس کا مقصود اپنے آپ کو شرمندگی اور ملامت سے بچانا ہے اور تاکہ اپنی مداہنت کو چھپا سکے۔

دوسری مثال:

سورۃ مریم کی آیت اس مقصد کے لئے نازل ہوئی تھی کہ جبریل نے مریم سے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے اس لئے آیا ہوں تاکہ میری پھونک سے تیرے ہاں بچہ پیدا ہو۔ علماء سوء نے تحریف کر کے یہ مطلب نکالا کہ ثابت ہوا کہ جبریل بھی اولاد دے سکتا ہے۔[15]

تیسری مثال:

مطلق حکم کو خاص بنانا یا اس کے برعکس۔

چوتھی مثال:

کسی جگہ ایک لفظ لغوی معنوں میں مستعمل ہو گا لیکن محرف تحریف معنوی کرکے اسے شرعی معنوں میں لے لیتا ہے تاکہ اپنی مطلب بر آری کر سکے۔ جیسے سورۃ الروم [آیت:39] کی آیت ہے وَمَآ ءَاتَيۡتُم مِّن رِّبٗا لِّيَرۡبُوَاْ فِيٓ أَمۡوَٰلِ ٱلنَّاسِ فَلَا يَرۡبُواْ عِندَ ٱللَّهِۖ اس آیت میں ربا اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہے یعنی کسی کو زیادہ دینا۔ لیکن ربا(سود) ثابت کرنے کے لئے محرف اسے شرعی معنوں میں لے لیتا ہے۔

پانچویں مثال:

زکوۃ غریب اور مسکین کا حق تھا لیکن علماء سوء نے تحریف کے ذریعے ایسے حیلے بنائے کہ غنی عالم کو بھی زکوۃ کا مستحق قرار دیا اور دلیل پیش کرتے ہیں کیونکہ وہ علم کے حصول اور درس و تدریس میں مشغول ہے۔ تو اگر مالدار ہے اور سونے کی جوتیاں بھی پہن رکھی ہوں تب بھی زکوۃ کا مستحق ہے۔[16]

چھٹی مثال:

وَيَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَۖ قُلِ ٱلۡعَفۡوَۗ [سورۃ البقرۃ2:219] اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے جو تم سے زائد ہو۔ آیت کے معنی میں تحریف یہ ہے کہ ہم سے کوئی چیز زائد نہیں ہے اس لئے کیا خرچ کریں۔ حالانکہ قُلِ ٱلۡعَفۡوَ کا درست معنی یہ تھا کہ اپنے آپ سے زائد کرو۔ یعنی اگر دو روٹیاں اپنے لئے رکھی ہیں تو ایک اپنے لئے رکھو اور دوسری خرچ کرو۔ دو جوڑے کپڑے ہیں ایک اپنے لئے رکھو اور دوسرا خرچ کرو۔

شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریف کے سات اسباب نقل کئے ہیں۔[17]

تلبیس الحق بالباطل کی دیگر صورتیں:

اگر اہل حق بدعات کی تردید کرتے ہیں تو ہمیشہ مبتدعین کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ حق اور باطل کو خلط ملط کر کے پیش کرتے ہیں۔ لوگوں میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ فلاں شخص دعا کا منکر ہے، شفاعت کا منکر ہے، خیرات کا منکر ہے۔ حالانکہ حق پرست دعا کی اس ہیئت کی تردید کرتا ہو گا جو سنت سے ثابت نہیں ہے اور وہ ہیئت اپنی طرف سے ایجاد کردہ ہے۔ لیکن مبتدع اسے یہ رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے کہ فلاں شخص دعا کا منکر ہے، اور وہ سرے سے دعا مانتا ہی نہیں۔ اور یوں اپنی بدعت چھپانے کے لئے حق اور باطل کو ملاتا ہے اور جو چیز باعث نزاع ہوتی ہے اسے درمیان سے ہی نکال لیتا ہے۔ اور اسی پر دیگر بدعات کو بھی قیاس کیا جائے۔

2. کتمان حق

وَتَكۡتُمُواْ ٱلۡحَقَّ کتمان حق سے مراد احکام خداوندی کو چھپانا اور ظاہر نہ کرنا، بیان نہ کرنا۔ جیسے نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ جس جگہ خلاف شریعت کام، بدعات جاری ہوں تو ایسی جگہوں میں بیٹھنا اور خاموش رہنا روا نہیں ہے۔

تحریف اور کتمان حق کے اسباب:

تحریف اور کتمان حق کے متعدد اسباب ہیں، اور یہ تمام اسباب میری کتاب " اصول السنة فی الرد علی البدعة "کے" فصل فی الامور التی تنشأ منها البدعة " میں بالتفصیل ذکر کئے گئے ہیں۔ ان اسباب کو ان علماء نے ذکر نہیں کیا جنھوں نے بدعات کی تردید میں کتابیں لکھی ہیں، مثلاً محمد بن وضاح، ابو بکر طرطوشی، ابو شامہ، شاطبی اور مدخل ابن الحاج وغیرہ۔ یہاں مختصر اچند کا ذکر کیا جاتا ہے:

1. اگر میں حق بیان کروں تو میری سرداری چلی جائے گی۔ یہ مرض امراء اور سیاستدانوں میں زیادہ ہے۔ اور وہ حق بولنے سے اس لئے کتراتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اگر وہ حق بولیں تو ان کے اقتدار کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ فرعون جو دنیاوی اقتدار کا حریص تھا سیدنا موسی علیہ السلام پر متعدد الزامات میں ایک الزام یہ لگاتا ہے کہ تم مجھ سے اقتدار چھیننا چاہتے ہو۔ اور کبھی کبھار جھوٹے کے منہ سے بھی سچ بات نکل آتی ہے:

وَتَكُونَ لَكُمَا ٱلْكِبْرِيَآءُ فِى ٱلْأَرْضِ [سورة یونس78:10] « اور (تم لوگ اس لئے آئے ہو تاکہ) اس ملک میں تم دونوں کی ہی سرداری ہو جائے »

بخاری میں ایک حدیث چار مرتبہ مروی ہے: عبدالرحمن بن سمرة سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اے عبدالرحمن بن سمرة! سرداری طلب نہ کرو اس لئے کہ اگر تمہیں تمہاری خواہش کے بعد سرداری دے دی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے اور اگر بغیر مانگے تمہیں دے دی جائے تو (اللہ کی طرف سے) تمہاری مدد کی جائے گی اور جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ پھر تم اسے کے علاوہ بات میں بھلائی دیکھو تو اپنی قسم (توڑ دو اور اس) سے کفارہ ادا کر و اور اس کام کی طرف آؤ جو بہتر ہے » [18]

حدیث کے دونوں جملوں کے مابین ربط:

حدیث کے دونوں جملوں کے مابین ربط کو بیان کئے بغیر لوگ سرسری طور پر حدیث کو پڑھتے پڑھاتے ہیں، اور حدیث کے سرّ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ دونوں جملوں کے مابین ربط یہ ہے کہ اگر تم نے قسم بھی کھائی ہے کہ میں نے تو ہر قیمت پر عہدہ حاصل کرنا ہے چاہے اس کے لئے مجھے کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑیں، تو اللہ کے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں عہدہ حاصل کرنے کی اپنی قسم توڑ دو اور کفارہ ادا کرو کیونکہ اپنے منہ سے عہدہ طلب نہ کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

2. اگر میں حق بیان کروں تو میرے ہاتھ سے دنیاوی فائدے ضائع ہو جائیں گے۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اگر ایک عالم لوگوں سے کہے کہ میرا اپنا گھر بار ہے اور اتنا کما لیتا ہوں کہ میرا گزارہ ہو جاتا ہے۔ اور میں زکوۃ کا مستحق نہیں ہوں، تو کوئی بھی اسے زکوۃ دینے والا نہیں ہے۔ لیکن علماء سوء کبھی بھی حق ظاہر نہیں کرتے بالخصوص جب رجب کے مہینے میں پھٹے پرانے کپڑے نکال لیتے ہیں تاکہ لوگ ان پر ترس کھائیں اور وہ زیادہ سے زیادہ زکوۃ بٹور سکیں۔ رجب کا مہینہ آتے ہی جان آجاتی ہے خواہ بستر مرگ پر ہی پورا سال کیوں نہ گزارا ہو۔ ایسے لوگوں کی تحقیق کے موضوعات رجب میں زکوۃ، رمضان کی آمد، صدقۃ الفطر اور قربانی کے چمڑوں کے مسائل ہیں کیونکہ وہاں اپنا فائدہ ہے۔ لیکن دین سے دفاع اور دیگر اہم مسائل کی تحقیق کے لئے ان کے پاس وقت ہے نہ ہی کوئی کتاب ہے۔

3. اگر حق بیان کروں تو لوگ ملامت کریں گے۔ کہ آج تک تو تم خود اس بدعت کو کرتے تھے، غیر اللہ کی نذر و نیاز کھاتے تھے۔ اب ہمیں منع کرتے ہو۔ اسی لئے وہ حق بیان کرنے سے رکتا ہے۔ [19]

وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ یہ کام کسی جہالت کی بنا پر نہیں کر رہے بلکہ باوجود علم کے تحریف اور حق چھپاتے ہیں۔ [20]

وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُوا۟ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾

« اور نماز جاری کرو (عبادت بدنی) اور زکوۃ دو (عبادت مالی) اور جھکو (دین کے کاموں کے لئے) جھکنے (دین کا کام کرنے) والوں کے ساتھ »

وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ نماز بدنی عبادات میں ایک اہم عبادت ہے۔ اور یہی وجہ تھی کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نماز ہی کو پورے دین کے لئے بطور معیار سمجھتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو خط لکھتے تھے:

« میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں اہم نماز ہے جس نے اس کی خود نگہبانی کی اوراوروں سے بھی نگہبانی کرائی تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اسے ضائع کیاتو اس نے علاوہ دین کو بھی ضائع کر دیا » [21]

افسوس کہ آج علماء دین کے نام پر اقتدار کی کرسی تک پہنچ بھی گئے لیکن انہوں نے سیدنا عمرؓ کی اس سنت پر عمل نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ تیر جو مارا تو یہ فرمان جاری کیا کہ شراب بغیر پرمٹ کے فروخت نہیں کی جاسکے گی۔ سوال یہ ہے کیا یہ شراب پر پابندی ہے کہ پرمٹ ہو تو جائز اور بغیر پرمٹ کے ناجائز؟[22]

وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ زکوۃ مالی عبادات میں اہم عبادت ہے اور قرآن مجید نے بہت سارے مقامات میں ان دونوں عبادات کو جمع کیا ہے۔ گویا کہ ان دو اوامر میں پورے دین کو جاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[23] قرآن مجید بار بار مال لگانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جب ایک شخص شرک وبدعت چھوڑ کر توحید وسنت تسلیم کرلے تو وہ دین پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو۔ لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ حالت شرک وبدعت میں پیروں اور مجاروں کے قدموں میں اپنا مال رکھتا ہے۔ قیمتی ہدایا اور سوغات لے جاتا ہے۔ درگاہوں پر نذر نیاز دیتا ہے۔ لنگر میں اپنا حصہ ڈالتا ہے۔ لیکن موحد بننے کے بعد فرض زکوۃ بھی صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا۔ اگر اپنے بچے کو علم سیکھنے کے لئے مدارس میں بھیجتے ہیں تو خالی ہاتھ یہ کہتے ہوئے رخصت کرتے ہیں کہ بیٹا! اللہ کے حوالے۔ وجہ یہ ہے کہ دین پر لگانے کی نیت نہیں ہے۔

وَٱرۡكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ رکوع نماز کا جز ہے اور مراد کل ہے۔ معنی یہ ہوا « اور دین کا کام کرو دین کا کام کرنے والوں کے ساتھ » [24]

اور رکوع کی تخصیص اس لئے کی گئی کیونکہ رکوع میں انقیاد اور جھکنا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب دیگر لوگ دین کا کام کرنے کے لئے منقاد ہیں تو تم بھی دین پر چلنے کے لئے ان کا ساتھ دو اور اطاعت کرو۔ اگر جہاد کے لئے چلتے ہیں تو تم بھی ان کے ساتھ جہاد کے لئے نکلو۔ ان کو بدنی یا مالی مدد فراہم کرو۔ علی ہذا القیاس دین کے تمام امور مراد ہیں۔[25]

3. ترک عمل

أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ وَتَنسَوۡنَ أَنفُسَكُمۡ وَأَنتُمۡ تَتۡلُونَ ٱلۡكِتَٰبَۚ أَفَلَا تَعۡقِلُونَ ﴿٤٤﴾

« کیا تم دوسروں کو نیکی (کرنے) کا حکم دیتے ہو اور اپنے تئیں چھوڑتے ہو (اس حال میں) کہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو۔ کیا تم میں عقل نہیں ہے؟ »

أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ أي بفعل البر . مضاف محذوف ہے۔ لوگوں سے کہتے ہو کہ اللہ سے ڈرو، اور خود نہیں ڈرتے۔ لوگوں سے کہتے ہو ایمان والو! دین پر مال لگاؤ اور خود ایک پیسہ تک لگانے کے لئے تیار نہیں۔ اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے پنجاب کے علماء رات کو جوش خطابت سے ایسی تقریر کرتے ہیں کہ منہ سے جھاگ نکلے لیکن فجر کی نماز کو قضا کر دیتے ہیں۔[26] ہاں سب ایک جیسے نہیں ہیں۔

وَأَنتُمۡ تَتۡلُونَ ٱلۡكِتَٰبَ "خود کتاب بھی پڑھتے ہو" کا یہ مطلب ہے "کہ پہلے خود عمل کرنا لازم اور ضروری ہے"۔

أَفَلَا تَعۡقِلُونَ میں ہمزہ للتوبیخ ہے۔ ارے بیوقوف! کیا تم میں عقل نہیں ہے۔[27]

ایمان والوں کی تین صفات:

وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى ٱلۡخَٰشِعِينَ ﴿٤٥﴾

« اور (اللہ سے) دین پر ڈٹ جانے اور نماز کے ذریعے مدد حاصل کرو۔ اور بے شک یہ (دونوں) گراں ہیں مگر اللہ سے ڈرنے والوں (پر گراں نہیں ہیں) »

1. الصبر

ص-ب-ر، لغت میں ڈٹ جانے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں اللہ کے دین پر استقامت اور ڈٹ جانے کا نام ہے۔[28] یہ ڈٹ جانا نہیں کہ آج حق بات کہی اور اس کی پاداش میں معمولی سی تکلیف آئی اور حق کہنے کو خیر باد کہہ دیا۔ کیونکہ حق کہنے کے نتیجے میں طرح طرح کے الزامات لگائے جائیں گے۔ کوئی گستاخ اولیاء کہے گا تو کوئی علماء کی شان میں بے ادبی کرنے والا، کوئی وہابی کا فتوی تو کوئی کہے گا چوہدھراہٹ چاہتا ہے۔ اس لئے حق کے میدان میں کودنے سے پہلے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ طرح طرح کے فتوے لگیں گے۔ گالیاں دی جائیں گی۔ مال اور اولاد کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ شاید کہ زندگی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ اگر ان تکالیف کے لئے ذہنی طور پر ایک شخص تیار ہے تب تو اس میدان میں شہسواری کرے ورنہ چھپ سادھ ہی بہتر ہے۔ بعض علماء قرآن مجید کی تفسیر پڑھنے کے بعد بڑے جذبے سے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں اور جب اپنی برادری کے سامنے حق بیان کرتے ہیں اور ان کی طرف سے مزاحمت سامنے آتی ہے تو سارا جذبہ ایک ہی دن میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ علماء سوء کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ اس وجہ سے حق بیان نہیں کرتے تاکہ لوگوں کی ناراضگی مول نہ لی جائے۔ اور علماء حق کے خلاف آغاز میں ایک شور و غوغا بلند ہوتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ شور تھم جاتا ہے اور لوگ سمجھ جاتے ہیں تو ایک بھائی چارے کا ماحول بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ صبر (92) مرتبہ استعمال ہوا ہے اور اس کی سولہ (16) انواع ہیں۔ البتہ صبر کی دو بنیادی قسمیں ہیں:[29]

1. الصبر فی الأمور الإختيارية
2. الصبر فی الأمور غير الإختيارية

امور اختیاری یعنی وہ امور جو انسان کے اپنے اختیار میں ہوں، اور امور غیر اختیاری جو انسان کے بس میں نہ ہوں، بلکہ تقدیری ہوں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا صبر امور اختیاری میں سے تھا یعنی اگر وہ چاہتا تو اسے کبھی بھی وہ آگ میں نہ ڈالتے۔ کیونکہ چھ ماہ تک اس کے روبرو اسے آگ میں ڈالنے کے لئے ایندھن جمع ہوتا رہا اگر وہ حق بیان سے خاموشی اختیار کر لیتے تو اسے اس میں نہ ڈالتے لیکن باوجود اس کے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ڈٹے رہے اور وہ پیچھے نہیں ہٹے۔ اس کے برعکس اولاد کا مر جانا یا پیغمبروں میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا صبر امور غیر اختیاری میں سے تھا کیونکہ بھائیوں کی طرف سے ہجرت پر مجبوری ان کی اپنی مرضی نہیں تھی لیکن انہوں نے صبر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ صبر خلیل صبر یوسف سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے خود ایسے اسباب پیدا کئے جن کی وجہ سے وہ امتحان میں مبتلا ہوئے۔

2. الصلاة

صلاۃ نماز کو کہتے ہیں اور یہاں مراد دین ہے۔ کبھی جزء بول کر کل مراد لیا جاتا ہے۔ اور إقامة الصلاة سے مراد الإستعداد للدين یعنی دین میں چستی دکھانا ہے۔ جملہ عبادات بدنیہ مراد ہیں جس میں نماز سرفہرست ہے۔

وَإِنَّهَا ماقبل میں دو چیزیں گزریں، صبر اور صلاۃ لیکن ضمیر مؤنث کو مفرد ذکر کیا گیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ قرآن مجید متعدد مقامات میں مفرد کی ضمیر باعتبار ماذکر (مذکور کے اعتبار سے) کے لاتا ہے یعنی معنی یہ کیا جائے گا «اور بے شک یہ مذکورہ چیزیں» خواہ وہ دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں۔[30]

دوسری مثال: اس آیت میں دو چیزیں ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ بیان ہوئی ہیں اور يُنفِقُونَهَا میں مفرد کی ضمیر اس کی طرف لوٹائی جا رہی ہے۔

وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ [سورۃ التوبۃ 9:34]

« اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور ان (مذکورہ دونوں چیزوں) کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے »

اور کبھی مذکر کی ضمیر مؤنث کی طرف لوٹائی جاتی ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلۡأُنثَىٰ ظَلَّ وَجۡهُهُۥ مُسۡوَدّٗا وَهُوَ كَظِيمٞ ٥٨ يَتَوَٰرَىٰ مِنَ ٱلۡقَوۡمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓۚ أَيُمۡسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمۡ يَدُسُّهُۥ فِي ٱلتُّرَابِۗ [سورۃ النحل 16:58-59]

« اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جائے تو اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے نڈھال ہو جاتا ہے۔ اور اس خبر بد کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور دل میں سوچتا ہے) کہ آیا ذلت برداشت کرکے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا اسے زمین میں گاڑ دے »

مذکورہ آیت میں بِٱلۡأُنثَىٰ کی طرف مؤنث کی ضمیر لوٹانی چاہیئے تھی لیکن أَيُمۡسِكُهُۥ اور يَدُسُّهُۥ دونوں میں مفرد مذکر کی ضمیر لوٹائی جارہی ہے۔ اور یہ ماذکر (یعنی مذکور) کے اعتبار سے ہے۔ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ « اور بے شک مذکورہ دونوں چیزیں یعنی دین پر ڈٹ جانا اور نماز »

إِلَّا عَلَى ٱلۡخَٰشِعِينَ کا معنی ہے إِلَّا عَلَى ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ ٱللَّهَ « مگر ان لوگوں پر گراں نہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں » تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ اور اللہ کے مقابلے میں کیا انسان اور کیا انسان کا عذاب؟ اللہ سے ڈرنا اور انسان سے نہ ڈرنا اور دین پر ڈٹ جانا اس پر ان ساحرین کی مثال جو سیدنا موسی علیہ السلام پر ایمان لائے اور صرف چند لمحوں کے مسلمان ہیں۔ فرعون سے کہتے ہیں:

فَٱقۡضِ مَآ أَنتَ قَاضٍۖ إِنَّمَا تَقۡضِي هَٰذِهِ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَآ [سورۃ طہ 20:72]

« تو تمہیں جو کرنا ہے وہ کرلو۔ بے شک تم صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی فیصلہ کرسکتے ہو »

باقی موت کے علاوہ تم ہمارے ساتھ مزید کیا کرسکتے ہو؟

بعض اوقات حاکم وقت[31] تم پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کرے گا کہ اگر میری بات نہیں مانی تو توپ سے اڑادوں گا۔ تمہارا جواب یہ ہوگا کہ ہمارے لئے صرف وہی بات بسر و چشم قبول ہے جو محمد رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سے ثابت ہے۔ باقی رہی تمہاری بات تو اگر وہ قرآن و سنت کے مطابق ہوئی تو فبہا ورنہ ان دھمکیوں سے انہیں ڈرایا جائے جو اللہ سے نہیں، مخلوق سے ڈرتے ہیں۔ جہاں تک توپ سے اڑانے کی بات ہے، تو یہ وہ سزائیں ہیں جو پہلے لوگوں کو دی جاچکی ہیں۔ وہ سزا سناؤ جو بالکل نئی ہو اور اس سے پہلے نہ دی جاچکی ہو۔ گذشتہ زمانے میں حق پر ڈٹ جانے والوں کے بارے میں حدیث میں آتا ہے: جب رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« تم سے پہلے ایک شخص کے لئے زمین میں گھڑا کھود دیا جاتا تھا اور اسے اس میں ڈال دیا جاتا تھا پھر آرے کو اس کے سر کے اوپر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن اس عمل نے انہیں اللہ کے دین سے نہیں روکا۔ اور لوہے کی کنگھی سے ان کے گوشت، ہڈیوں اور پٹھوں کو جدا کیا جاتا لیکن اس عمل نے انہیں اللہ کے دین سے نہیں روکا »[32]

3. الايمان بالآخرة

ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُواْ رَبِّهِمۡ وَأَنَّهُمۡ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ ٤٦

« وہ لوگ جو یقین کرتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کے ساتھ ملاقات کرنے والے ہیں اور بے شک وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں »

ایمان بالآخرۃ اس لئے ضروری ہے کہ اس سے انسان میں تکبر پیدا ہوتا ہے نہ ریاکاری آتی ہے۔ کیونکہ انسان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایک دن ہے جس میں اللہ اسے اس کے عمل کا اجر اور فائدہ دے گا۔ لیکن جب آخرت پر ایمان میں ضعف ہو تو مولوی اپنی تقریر کو پانچ سو روپے کے عوض میں بیچنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ کھانے کی فرمائش پہلے سے کی ہوتی ہے۔

حقانیت کے یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے لئے لازم اور ملزوم ہیں اگر ایک شخص اللہ کے دین کے لئے مستعد اور تیار نہیں ہے تو کیا فائدہ؟ اگر دین کے لئے کمربستہ ہے لیکن ثابت قدم نہیں تو ایسی مستعدی کا کیا فائدہ؟ اگر مذکورہ دونوں امور ہیں لیکن یہ سب کچھ دنیا کے لئے کر رہا ہے تو پھر کیا فائدہ؟

يَظُنُّونَ یہاں ظن سے مراد یقین ہے۔اور ظن کو انسان کی حالت کے اعتبار سے ذکر کیا ہے۔

چھ خطابات [33]

تمہید کے بعد آیت:47 سے آیت:96 تک بنی اسرائیل کو چھ خطابات کئے گئے ہیں:

1. الخطاب الاول آیت: 47 سے آیت: 62 تک
2. الخطاب الثانی آیت: 63 سے آیت: 82 تک
3. الخطاب الثالث آیت: 83 سے آیت: 86 تک
4. الخطاب الرابع آیت: 87 سے آیت: 88 تک
5. الخطاب الخامس آیت: 89 سے آیت: 90 تک
6. الخطاب السادس آیت: 91 سے آیت: 96 تک

پہلا خطاب

پہلے خطاب میں بنی اسرائیل پر کئے گئے آٹھ نعمتوں کا ذکر ہے اور اس کو **تذکیر بالنعم** کہا جاتا ہے۔[34] اور ان پر دو نقمتوں (عذابوں) کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جس میں اللہ کی جانب سے یہ اشارہ ہے کہ جب میری کی گئی نعمتوں کا انہوں نے پاس نہ کیا اور میری مخالفت پر اتر آئے تو میں نے ان پر عذاب نازل کیا۔

يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٤٧﴾

«اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسانات یاد کرو، جو میں نے تم پر کئے ہیں اور میں نے تمہیں (اپنے زمانے کے) لوگوں پر فضیلت بخشی»

ٱلۡعَٰلَمِينَ میں الف لام عہدی ہیں یعنی اپنے زمانے کے لوگ مراد ہیں کہ اس زمانے میں بنی اسرائیل بہتر تھے۔[35]

قدمی هذه علی رقبة کل ولیّ **کا مطلب:**

صوفیاء کرام کی کتابوں میں بعض الفاظ آتے ہیں تو جن لوگوں کے دلوں کو شرک کی بیماری لاحق ہے وہ اولیاء کرام کو الوہیت کے مقام پر فائز کر دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ اسے اولیاء کی تنقیص کا ذریعہ بنالیتے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے اقوال میں سے ایک قول ہے: قدمی هذه علی رقبة کل ولیّ لله «میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن کے اوپر ہے» شرک کے بیمار اس قول سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ پوری دنیا میں متصرف ہیں۔ اور شان اولیاء میں گستاخی روا رکھنے والے اس قول کو بنیاد بنا کر شیخ عبد القادر جیلانی کو اپنے تیروں کا ہدف بنالیتے ہیں۔ حالانکہ لوگ اس قول کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اسی لئے افراط اور تفریط میں واقع ہوئے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ ماں باپ دونوں جانبین سے سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہیں۔

شیخ عبد القادر جیلانیؒ جس دور میں پیدا ہوئے اس میں رفض اپنے زور وشور پر تھا حتی کہ بادشاہ بھی اس کے زیر اثر تھا[36]۔

اور شیخ نے ایسے کٹھن حالات میں رفض کی تردید کے لئے ندائے حق بلند کی اور اس پر ان کی کتابیں گواہ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ روافض انہیں جلاہا کہتے ہیں۔تو اگر شیخ یہ کہیں کہ میرا قدم ہر ولی کے اوپر ہے یعنی اللہ نے مجھے جہاد کرنے اور حق بات کہنے کی توفیق دی ہے اور دیگر ولی خاموش ہیں، تو اس سے مراد اس زمانے کے اولیاء ہیں، متقدمین اور متاخرین اولیاء مراد نہیں ہیں۔[37]

تخویف اخروی

وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا لَّا تَجۡزِي نَفۡسٌ عَن نَّفۡسٖ شَيۡـٔٗا وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَٰعَةٞ وَلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٞ وَلَا هُمۡ يُنصَرُونَ ﴿٤٨﴾

« اور اس دن (کے عذاب سے) ڈرو جس میں ایک (نیک) نفس (برے) نفس کو ذرہ بھر بدلہ نہیں دے سکے گا اور نہ ہی اس (برے نفس) سے کوئی (زبردستی) سفارش قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس (برے نفس) سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی » [38]

دنیا میں نجات کے چار طریقے:

دنیا میں کسی شخص کو چھڑوانے کے چار طریقے ہوتے ہیں:[39]

1. ضمانت
2. سفارش
3. رشوت
4. احتجاج

لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بروز قیامت چاروں کے چاروں راستے مسدود کر دیئے۔

پھلی نعمت النجاۃ من فرعون

وَإِذۡ نَجَّيۡنَٰكُم مِّنۡ ءَالِ فِرۡعَوۡنَ يَسُومُونَكُمۡ سُوٓءَ ٱلۡعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُونَ نِسَآءَكُمۡۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَآءٞ مِّن رَّبِّكُمۡ عَظِيمٞ ﴿٤٩﴾

« اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں برے برے عذاب پہنچاتے تھے یعنی تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو چھوڑتے تھے۔ اور اس (تکلیف کے دینے) میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی » [40]

يَسُومُونَكُمۡ تمہیں چکھاتے تھے اور پہنچاتے تھے اور یہ سام یسوم[41] سے ہے۔اور سوم نرخ طے کرنے کو کہتے ہیں۔جو حدیث میں آتا ہے لا يَسُومُ أَحَدُكم على سَوْمِ أخيه « تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے » اور باب تفعیل سے "داغ دینے" کے معنوں میں آتا ہے۔[42]

يُذَبِّحُونَ أَبۡنَآءَكُمۡ یہ يَسُومُونَكُمۡ سُوٓءَ ٱلۡعَذَابِ کی تفسیر ہے یعنی وہ بری سزائیں کیا تھیں؟ وہ یہ کہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے۔ اور سورۃ

ابراہیم آیت:6 میں اللہ فرماتے ہیں: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَىٰكُم مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَآءَكُمْ ۔

حمزہ کرمانی[43] [وفات:505ھ] فرماتے ہیں: سورۃ البقرۃ کی زیر بحث آیت میں يَسُومُونَكُمْ اور يُذَبِّحُونَ کے درمیان واؤ ذکر نہیں کیا گیا جبکہ سورۃ ابراہیم کی آیت میں دونوں کے درمیان واؤ لایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ البقرۃ میں يُذَبِّحُونَ ماقبل کے لئے تفسیر ہے اور مفسر اور تفسیر کے مابین واؤ نہیں لایا جاتا۔ جبکہ سورۃ ابراہیم میں يَسُومُونَكُمْ سے دیگر سزائیں مراد ہیں یعنی غلام بنانا، ان کا مال چھیننا۔ اور لڑکوں کو ذبح کرنے کا عذاب مذکورہ سزاؤں کے علاوہ تھا۔ [اسرار التکرار فی القرآن:72][44]

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نبوت ملنے کے بعد مصر تشریف لائے تو انہوں نے مصر میں چالیس سال گزارے اور تبلیغ کی لیکن فرعون[45] بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے پر دوبارہ قادر نہ ہو سکا۔ اگرچہ اس نے دوبارہ قتل کا عزم کیا تھا جس کا ذکر سورۃ الاعراف آیت:127 میں ہے۔

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ اور تمہاری بیٹیوں کو چھوڑتے تھے۔[46] إستحياء کا معنی زندہ کرنا نہیں ہے۔ اور نِسَآءَكُمْ بما يؤول إليه کے اعتبار سے کہا گیا۔[47] یعنی بعد میں ان سے عورتیں بنتی ہیں اسی لئے بناتكم کی بجائے نِسَآءَكُمْ کہا۔

بَلَآءٌ آزمائش۔[48]

دوسری نعمت النجاة من الغرق

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ ٱلْبَحْرَ فَأَنجَيْنَٰكُمْ وَأَغْرَقْنَآ ءَالَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٠﴾

« اور یاد کرو جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تمہیں نجات دی اور فرعونیوں کو غرق کیا (اس حال میں) کہ تم انہیں دیکھ رہے تھے » [49]

ءَالِ فِرْعَوْنَ مضاف مضاف الیہ ہیں لیکن معنی مضاف مضاف الیہ کا نہیں کیا جائے گا « اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعون کے تابعداروں سے نجات دی » بلکہ ممزوج معنی کیا جائے گا « اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی » [50] اس کی وجہ یہ ہے کہ جلال الدین دوانی جیسے لوگ نحوی قواعد کی بنیاد پر فرعون کے غرق ہونے کے قائل نہیں ہیں بلکہ پورا رسالہ "ایمان فرعون" کے نام سے لکھ ڈالا۔ صفحہ:22 پر لکھتے ہیں: فإن المضاف غير المضاف إليه . ألا ترى أنك إذا قلت : ضربت غلام زيد دل على أن زيدا ليس بمضروب « مضاف مضاف الیہ سے غیر ہوتا ہے، جیسے اگر کوئی کہے: میں نے زید کے غلام کو مارا۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ زید کو نہیں مارا» تو دوانی کے اس قاعدے کے مطابق فرعون کی آل تو پانی میں غرق ہوئی ہے لیکن چونکہ فرعون مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ حکم سے خارج ہوتا ہے اس لئے فرعون غرق نہیں ہوا۔

محقق دوانی ایسا محقق ہے جس بیچارے نے پندرہواں پارہ نہیں پڑھا تھا۔ فَأَغْرَقْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ جَمِيعًا [سورۃ بنی اسرائیل 103:17] « پس ہم نے اسے (فرعون کو) اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا» ملا علی قاری نے دوانی کی تردید میں مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "فر العون من مدعي إيمان فرعون"۔[51]

وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ اس جملہ کو بنی اسرائیل کی تسلی اور اطمینان کے لئے ذکر کیا گیا ہے ورنہ انہیں یہ خوف لاحق ہوتا کہ فرعون کہیں غوطہ زن ہوا ہے اور غرق نہیں ہوا، اور وہ دوبارہ ہم پر مسلط ہو جائے گا۔ دوسرے مقام میں اللہ فرماتے ہیں:

فَٱلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ ءَايَةً [سورۃ یونس 92:10]

«تو آج ہم تیرے بدن کو اونچی جگہ پر ڈالیں گے تاکہ تو بعد والے لوگوں کے لئے نشان عبرت ہو»

وَإِذْ وَٰعَدْنَا مُوسَىٰٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ ٱتَّخَذْتُمُ ٱلْعِجْلَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَنتُمْ ظَٰلِمُونَ ﴿٥١﴾

«اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا پھر تم نے ان کے (جانے کے) بعد بچھڑے کو (الہ یعنی کارساز) بنالیا اور تم بڑے ظالم ہو[52]»

وَٰعَدْنَا مُوسَىٰٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً موسی علیہ السلام کے ساتھ چالیس راتوں کا وعدہ کیا گیا کہ آپ تھوڑا تھک چکے ہیں تو عبادت کے لئے کوہ طور تشریف لائیں۔[53]

ٱتَّخَذْتُمُ ٱلْعِجْلَ فعل ٱتَّخَذَ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے ایک مذکور ہے یعنی ٱلْعِجْلَ اور دوسرا إِلَٰهًا محذوف نکالا جائے گا۔[54]

وَأَنتُمْ ظَٰلِمُونَ ان نعمتوں میں سارے صیغے خطاب کے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے کے یہود۔ اور قرآن مجید انہیں ظالم کہہ رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے آباء واجداد نے یہ نافرمانیاں کی تھیں اور ان کی اولاد ان کارستانیوں پر خفا نہیں تھے اسی لئے قرآن مجید موجودہ یہودیوں کی طرف نسبت کر رہا ہے۔[55]

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٢﴾

«پھر اس کے بعد[56] ہم نے تم کو معاف کر دیا، تاکہ تم شکر ادا کرو»

عَفَوْنَا عفو کہتے ہیں کہ اس جرم کا وبال میں نے ابتداء ہی سے تم پر رکھا ہی نہیں۔ عفو کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جرم کا وبال تو تھا لیکن بعد میں ہٹا دیا۔ اگر وبال ہوتا تو تم لوگ ضرور قتل ہوتے لیکن میں نے شروع ہی سے اس جرم کو تمہیں معاف کر دیا تھا۔[57]

تیسری نعمت ایتاء الکتاب

وَإِذْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿٥٣﴾

«اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب[58] دی یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی (کتاب) تاکہ تم راستہ پاؤ»

وَٱلْفُرْقَانَ واؤ یہاں پر عطف تفسیر ہے[59]۔ موسیٰ علیہ السلام کو دی جانے والی کتاب یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب۔ تورات قانون کو کہتے ہیں۔[60]

چوتھی نعمت العفو عن القتل

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِٱتِّخَاذِكُمُ ٱلْعِجْلَ فَتُوبُوٓا۟ إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَٱقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾

«اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگوں نے بچھڑے کو (مددگار اور کارساز) بنا کر اپنے ساتھ زیادتی کی ہے۔ تو اپنے پیدا کرنے والی کی طرف لوٹ آؤ۔ پس قتل کرو اپنے ہم جنسوں کو[61] (جنہوں نے شرک کا ارتکاب کیا ہے) یہ (قتل کے لئے تیار ہونا)[62] تمہارے لئے اللہ کے ہاں بہتر ہے (پس وہ قتل کے لئے تیار ہوئے) تو اللہ نے تم پر مہربانی کی۔ بے شک وہ توبہ[63] قبول کرنے والا اور مہربان ہے»

بنی اسرائیل کی تعداد کتنی تھی؟

مفسرین نے اس مقام میں اسرائیلیات نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ حتی کہ ستر ہزار افراد قتل ہونے کے بعد فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ کا فرمان نازل ہوا۔ اس پر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ جب ستر ہزار قتل ہو جائیں اور اس کے بعد معافی کا پروانہ آئے تو یہ کیسی مہربانی ہے؟

- دراصل سیدنا موسی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا جن لوگوں نے شرک کا رتکاب کیا ہے وہ قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں اور جن لوگوں نے شرک کا ارتکاب نہیں کیا وہ تلواریں اٹھائیں اور ان مجرموں کا کام تمام کریں۔ پس جب دونوں فریق تیار ہوئے اور عنقریب خون بہنے والا تھا تو سیدنا موسی اور ہارون علیہما السلام گڑگڑائے اور اللہ سے دعا مانگی کہ اللہ یہ تو مٹھی بھر لوگ ہیں، اگر انہیں قتل کر دیا گیا تو بنی اسرائیل ختم ہو جائیں گے۔ تو اللہ نے قتل کا حکم ہٹا دیا اور انہیں معاف کر دیا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور عین ذبح کرنے کے وقت اس کو بچالیا۔
- تعداد کے حوالے سے ابن خلدون مشہور زمانہ "مقدمہ ابن خلدون" میں فرماتے ہیں: کہ سیدنا موسی علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کے درمیان چار واسطے ہیں: موسى بن عمران بن يصهر بن قاهث بن لاوى بن يعقوب وهو إسرائيل الله. تو چار پشتوں میں بنی اسرائیل لاکھوں کی تعداد تک کیسے پہنچے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔[64]

فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فاء محذوف پر تفریع ہے أي فلما تهيئوا للقتال پس جب وہ قتل کے لئے تیار ہوئے یعنی مجرمین قتل ہونے کے لئے اور غیر مجرمین قتل کرنے کے لئے تو اللہ نے حکم ٹال دیا۔[65]

ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ان دو صفات کو جمع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر صرف ٱلتَّوَّابُ کہا ہوتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ جرم تو معاف کر دیا لیکن مزید رحم نہیں کرے گا۔ ٱلرَّحِيمُ میں مزید رحم کی طرف اشارہ ہے۔[66]

وَإِذۡ قُلۡتُمۡ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهۡرَةٗ فَأَخَذَتۡكُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمۡ تَنظُرُونَ ٥٥

«اور یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہرگز ہم آپ کی بات کی تصدیق نہیں کرتے یہاں تک کہ ہم اللہ کو آشکارانہ دیکھ لیں تو آلیا تمہیں سخت آواز[67] نے اور تم دیکھ رہے تھے»

نُّؤۡمِنَ لَكَ ایمان کے صلہ میں جب لام آجائے تو معنی تصدیق۔[68] یہ واقعہ سورۃ الاعراف آیت:55، میں بھی مذکور ہے۔

پانچویں نعمت الحیاۃ بعد المماۃ

ثُمَّ بَعَثۡنَٰكُم مِّنۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ٥٦

«پھر ہم نے تمہیں تمہاری موت کے بعد اٹھایا تاکہ تم شکر ادا کرو»

ایک نازیبا سوال کے نتیجے میں اللہ نے ان کو موت دی اور پھر سیدنا موسی اور ہارون علیہما السلام کی دعاؤں سے اللہ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا۔

چھٹی نعمت: تظلیل الغمام اور ساتویں نعمت: انزال المن والسلوی

وَظَلَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ ٱلۡغَمَامَ وَأَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَنَّ وَٱلسَّلۡوَىٰۖ كُلُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقۡنَٰكُمۡۚ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوٓاْ أَنفُسَهُمۡ يَظۡلِمُونَ ٥٧

« اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تمہارے لئے من وسلوٰی (ترنجبین اور بٹیر) بھیجا (اور انہیں کہا گیا) کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں (اور ساتھ اللہ کا شکر ادا کرو) اور انہوں نے ہم پر کوئی زیادتی[69] نہیں کی لیکن وہ اپنے آپ پر زیادتی کرنے والے تھے »

میدان تیہ میں جب بنی اسرائیل کو گرمی کی تپش ستانے لگی تو سیدنا موسی علیہ السلام کے پاس فریاد لے کر آئے اور کہا: ارے موسی! آبادی اور ٹھنڈی چھاؤں سے ہمیں کہاں لے آئے ہو؟ ہمارا تو گرمی کی وجہ سے برا حال ہے۔ تو سیدنا موسی علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اور ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا گیا۔ جو جہاں جاتا ابر کا ٹکڑا چھتری کی مانند اس کے سر کے اوپر سایہ کئے ہوئے ہوتا۔

بات یہیں ختم نہیں ہوئی اب کی بار آئے اور کہا ارے موسی! ہم بھوک سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ ہماری خوراک کا بندوبست کریں۔ سیدنا موسی علیہ السلام نے دعا مانگی اور بغیر محنت کے رزق من وسلوی کی شکل میں آتا تھا۔

ٱلۡمَنَّ وَٱلسَّلۡوَىٰ ترنجبین (شہد کی طرح ایک میٹھی چیز) اور بٹیر۔[70]

كُلُواْ مِن طَيِّبَٰتِ سے پہلے وَقِيلَ لَهُمۡ مقدر ہے۔[71]

من وسلوی کو جمع کرنے میں حکمت یہ ہے کیونکہ جب گوشت یا اس جیسی کوئی چیز کھائی جائے اور اس کے اوپر میٹھی چیز لی جائے تو یہ ہضم کے لئے مفید ہے۔ اطباء بھی کہتے ہیں کہ یہ صحت کے لئے مفید ہے۔ اور من وسلوی دونوں وہ نعمتیں تھیں جن میں انسان کا تصرف نہیں تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو پھل اور شہد دونوں پسند تھے کیونکہ ان میں انسان کا تصرف ممکن نہیں ہوتا، اور حرمت کا امکان کم از کم ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: كان رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يحب الحلواء ويحب العسل .[72] اس حدیث میں حلواء سے مراد پھل ہیں۔ اور میٹھی چیزیں پسند تھیں کیونکہ کڑوی چیزوں میں شراب کا اثر ہوتا ہے۔ چونکہ شراب حرام ہے تو اس کا اثر بھی آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو محبوب نہیں تھا۔

سایہ، من وسلوی، پانی کیا کیا خواہشیں ان کی پوری نہیں کی گئیں لیکن اکثریت اتنی احسان فراموش تھی جن میں سامری بھی تھا کہ سیدنا موسی علیہ السلام صرف چالیس دن کے لئے کوہ طور کیا گئے، گوسالہ پرستی شروع کر دی۔ اور ان کی برسوں کی محنت پر پانی پھیر دیا۔ ایک شاعر بھی اپنوں سے جب شکوہ کرتا ہے:

کس نیاموخت علم تیر از من　　　　که مرا عاقبت نشانه نکرد[73]

« کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے کہ جس نے مجھ سے تیر اندازی سیکھی ہے اور آخر میں مجھے ہی نشانہ نہ بنایا ہو »

أُعَلِّمُهُ الرِّمايَةَ كلَّ يَوْمٍ　　　　فَلَمَّا اسْتَدَّ سَاعِدُهُ رَمَانِيْ [74]

« میں نے اسے روزانہ تیر اندازی سکھائی، پس جب اس کے بازو کا نشانہ درست ہوا تو سب سے پہلے مجھ پر تیر چلایا »

پهلی نقمت　　انزال العذاب بسوء الآدب / نزول العذاب من السماء

وَإِذۡ قُلۡنَا ٱدۡخُلُواْ هَٰذِهِ ٱلۡقَرۡيَةَ فَكُلُواْ مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ رَغَدٗا وَٱدۡخُلُواْ ٱلۡبَابَ سُجَّدٗا وَقُولُواْ حِطَّةٞ نَّغۡفِرۡ لَكُمۡ خَطَٰيَٰكُمۡۚ وَسَنَزِيدُ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ۝٥٨ فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ قَوۡلًا غَيۡرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ فَأَنزَلۡنَا عَلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ رِجۡزٗا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ بِمَا كَانُواْ يَفۡسُقُونَ ۝٥٩

« اور یاد کرو جب ہم نے کہا کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں سے چاہو، جی بھر کر کھاؤ اور (مسجد کے) دروازے سے تابعداری کے ساتھ داخل ہونا۔ اور کہو حِطَّةٌ (وہ کلمات جس سے گناہ جھڑتے ہیں) تاکہ ہم تمہیں تمہارے گناہ بخش دیں، اور جلد ہے کہ موحدین کا اجر زیادہ کریں گے۔ پس بدل ڈالا ظالموں نے

قول کو ایک دوسرے ایسے قول کے ذریعے جو اس بتلائے ہوئے قول کے غیر (خلاف) تھا[75]۔ پس اللہ کا حکم توڑنے کے بہ سبب ہم نے ظالموں پر اوپر سے عذاب نازل کیا»

آیت میں توجیہات

1. بَدَّلَ فعل متعدی ہے جو دو مفعول چاہتا ہے ایک مفعول کو متعدی بنفسہ ہوا ہے اور وہ آیت میں مذکور ہے یعنی قَوۡلًا اور دوسرا مفعول حرف جر کے ساتھ محذوف نکالا جائے یعنی کلام یوں ہوگا: فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ بِٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ قَوۡلًا غَيۡرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ «پس بدل دیا ظالموں نے اس قول کو جو انہیں کہا گیا تھا ایسے قول کے ساتھ جو اس قول سے غیر تھا جو انہیں کہا گیا تھا» [76]
یا پہلی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے: فَبَدَّلَ ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ قَوۡلًا بِقَوۡلٍ غَيۡرَ ٱلَّذِي قِيلَ لَهُمۡ
2. بَدَّلَ بمعنی أَخَذَ کے معنوں میں لیا جائے تو مفعول ثانی کی ضرورت نہیں۔ «پس لیا ظالموں نے اس قول کو جو اس قول کے غیر تھا جو انہیں کہا گیا تھا»
3. بَدَّلَ بمعنی قَالَ «پس کہا ظالموں نے وہ قول جو اس قول کے غیر تھا جو انہیں کہا گیا تھا»

وَٱدۡخُلُواْ ٱلۡبَابَ سُجَّدٗا باب سے مراد باب المسجد ہے۔ اور سجدے سے مراد تواضع اور اطاعت ہے[77]۔ حدیث میں آتا ہے جب مسجد میں داخل ہوں تو ادب کے ساتھ دایاں پاؤں پہلے داخل کیا جائے اور یہ کلمات کہے جائیں: اللهم افتح لی أبواب رحمتك «یا اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے » رحمت سے مراد دنیا میں دین اور آخرت میں جنت ہے اور مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر کر کے یہ کلمات کہے جائیں: اللهم إنی أسألك من فضلك «یا اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل یعنی رزق حلال کا سوال کرتا ہوں»[78] سفیان ثوری نے ایک مرتبہ دایاں پاؤں کی بجائے بایاں پاؤں داخل کیا تو غیبی آواز آئی: یا ثور «اے بیل » تو اپنے نام کے ساتھ انہوں نے ثور لگایا کہ میں نے بے ادبی کی تھی اور مجھے سفیان ثوری کہا جائے۔[79] بنی اسرائیل کو بھی مسجد میں ادب کے ساتھ داخل ہونے کا حکم دیا گیا لیکن وہ بے ادبی کے ساتھ داخل ہوئے۔[80]

حِطَّةٌ کا مطلب:

انہیں کہا گیا کہ وہ کلمات کہیں جس سے گناہ جھڑتے ہیں کلمة التي تحط بها الذنوب یعنی مغفرت کے کلمات[81]۔

بعض کہتے ہیں: لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ مراد ہے[82]۔

بعض کہتے ہیں سُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ یا ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ۔ لیکن بنی اسرائیل نے ان کلمات کی بجائے حنطة فی شعيرة [83] «گندم اور جو درکار ہے» کے الفاظ کہے۔ اگرچہ اللہ سے گندم اور جو مانگنا کوئی حرام کام نہیں۔ لیکن مقام دعا میں منقول الفاظ کو جائز الفاظ کے ساتھ تبدیل کرنا بھی عذاب الٰہی کا موجب ہے۔ شارع نے جو الفاظ بتائے ہیں وہی الفاظ کہیں جائیں گے

اذکار میں توقیف ضروری ہے:

امام ابو بکر الجصاص [وفات:370] فرماتے ہیں:

يحتج بها فيما ورد من التوقيف في الأذكار والأقوال بأنه غير جائز تغييرها ولا تبديلها إلى غيرها [احکام القرآن 38:1]

« اذکار اور اقوال میں توقیف کے سلسلے میں اس (آیت اور واقعہ) سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ان (اذکار اور اقوال) میں تغیر اور تبدیلی جائز نہیں ہے » [84]

براء بن عازب کو اللہ کے رسول دعا سکھا رہے تھے، اس دعا میں ایک جملہ یوں ہے:

آمنت بكتابك الذي أنزلت وبنبيك الذي أرسلت "[صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من بات علی الوضوء، حدیث:249]

« میں تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے بھیجے گئے نبی پر ایمان لاتا ہوں »

صحابی براء بن عازب نے اسی دعا کو دہراتے ہوئے نبی کی بجائے رسول کہا تو رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: نہیں۔

بدر الدین عینی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

« نبی کی بجائے رسول درست نہیں اور اس کی متعدد وجوہ ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اسے حکم دیا کہ رسالت (أرسلت) اور نبوت (بنبيك) دونوں صفات کو واضح طور پر جمع کرو اگرچہ وصف رسالت وصف نبوت کو شامل ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ اذکار معین الفاظ اور مقررہ ثواب کے ساتھ توقیفی ہوتے ہیں، کیونکہ بیشتر اوقات ایک لفظ میں ایسی واضح زیادت ہوتی ہے جو اس دوسرے لفظ میں نہیں ہوتی اگرچہ بظاہر دونوں مترادف ہوتے ہیں » [85]

لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے میں ایسی بہت سی بے بنیاد چیزیں ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہیں۔ مثلاً:

درود تنجینا، درود تاج[86] اور اذان میں درود کے بعض الفاظ کا اضافہ وغیرہ۔ اور جو منقول درود ہے اسے ترک کیا ہے۔

کسی نے بحق فلان[87] کسی نے ببرکتہ فلان[88] جیسے خود ساختہ الفاظ بنائے ہیں۔ بنی اسرائیل نے صرف الفاظ تبدیل کئے اور کوئی ناجائز چیز نہیں مانگی لیکن معذب ہوئے۔

آٹھویں نعمت انفجار العیون من الحجر

وَإِذِ ٱسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ فَقُلْنَا ٱضْرِب بِّعَصَاكَ ٱلْحَجَرَ ۖ فَٱنفَجَرَتْ مِنْهُ ٱثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ مِن رِّزْقِ ٱللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾

« اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی سے ایک پتھر مارو (تو انہوں نے مارا) تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اور ہر گروہ نے اپنا گھاٹ جان لیا (اور انہیں کہا گیا) اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور مت پھرو زمین میں فساد کرنے والے »

فَٱنفَجَرَتْ فاء فعل محذوف پر تفریع ہے یعنی فضربه « تو انہوں نے اس پتھر کو مارا » [89]

فَٱنفَجَرَتْ اور فَٱنۢبَجَسَتْ میں تطبیق:

اس مقام میں فَٱنفَجَرَتْ اور سورۃ الاعراف آیت:160 میں فَٱنۢبَجَسَتْ کہا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بنی اسرائیل پر نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے اور پانی تب نعمت ہوتی ہے جب وہ چشمے سے جاری شکل میں ہو تو مقام کے مناسب لفظ فَٱنفَجَرَتْ ذکر کیا گیا۔ اور سورۃ الاعراف میں چونکہ تفصیلی واقعہ تھا تو وہاں چشمے پھوٹنے کی ابتدائی حالت جب پتھر نم ہو جائے کے مناسب لفظ فَٱنۢبَجَسَتْ ذکر کیا گیا۔[90]

دوسری نقمت الذلة والهوان بسبب الكفران

وَإِذْ قُلْتُمْ يَٰمُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَٰحِدٍ فَٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنۢبِتُ ٱلْأَرْضُ مِنۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ ٱلَّذِى هُوَ أَدْنَىٰ بِٱلَّذِى هُوَ خَيْرٌ ۚ ٱهْبِطُوا۟ مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ ٱلذِّلَّةُ وَٱلْمَسْكَنَةُ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ ٱللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا۟ يَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا۟ وَّكَانُوا۟ يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾

« اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! ہر گز ہم ایک (قسم) کھانے پر صبر نہیں کر سکتے [91] تو آپ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ جو نباتات زمین اگاتی ہے ان میں سے ہمارے لئے ترکاری اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز نکالے (پیدا کردے)۔ انہوں (موسی علیہ السلام) نے کہا کہ آیا عمدہ اور بہتر چیزوں کے عوض معمولی چیزیں لینا چاہتے ہو؟ (اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں) تو کسی شہر کی طرف جاؤ پس بے شک تمہارے لئے وہی ہو گا جو تم مانگتے ہو۔ اور ذلت وخواری (کی مہر) ان پر مار دی گئی۔ اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیتے تھے۔ یہ اس لیے کہ (انہوں نے) نافرمانی کی تھی اور حد سے تجاوز کیا تھا »

بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا سبزیاں اور کھیرے [92] وَفُومِهَا لہسن [93] وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا مسور کی دال اور پیاز [94]

فَٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ زندہ شخص سے دعا کی درخواست جائز ہے جبکہ وہ حاضر ہو اور کام اس کی قدرت میں ہو۔

بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ کا مطلب ہے: بغیر کسی جرم کے۔ [95] یہاں پر ٱلْحَقِّ کو معرفہ ذکر کیا گیا جبکہ دیگر مقامات میں حق نکرہ ذکر کیا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ پیغمبروں کو قتل کرنے کا ان کے پاس شرعی جواز تھا نہ ہی کوئی اور سبب تھا۔ [96]

ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا۟ ماقبل یعنی آیات کا انکار اور قتل انبیاء کے لئے علت ہے۔ اور اس سے پہلے ذَٰلِكَ اپنے ماقبل یعنی ذلت اور مسکنت کے لئے علت تھا۔ [97]

التتمة بالترغيب

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَٱلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلنَّصَٰرَىٰ وَٱلصَّٰبِـِٔينَ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

« بے شک وہ لوگ جو (زبانی) ایمان لائے ہیں اور وہ لوگ جو یہودی، نصاری اور صابئین ہیں (ان لوگوں میں سے ہو جائیں) جو (دل سے) اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ان کے لئے اپنے رب کے ہاں اجر ہے اور نہ تو انہیں آنے والا وقت کا ڈر ہو گا اور نہ ہی وہ گزرے ہوئے وقت کے پیچھے غمگین ہوں گے »

وَٱلصَّٰبِـِٔينَ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اتباع کو کہتے ہیں۔ [98]

مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ أي يكونون ممن آمن بالله « ماقبل میں جو فرقے گزرے یہ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں »

اشکال اور اس کا جواب:

آیت کے شروع میں إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ کہا گیا اور آگے مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ کہا گیا تو جو لوگ ایمان والے ہیں انہیں ایمان لانے کی دوبارہ ترغیب کا کیا مطلب ہے؟

اس اشکال کے دو جوابات ہیں:

1. یاتو إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ سے گذشتہ ادیان کے ایمان والے مراد ہیں تو انہیں مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ میں آخری دین پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

2. إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ سے منافقانہ ایمان لانے والے مراد ہیں۔ مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ میں انہیں دل سے ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔[99]

حواشی:

---

[1] **شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:** بعد أن عم بالدعوة جميع الخلق، خص أهل الكتاب فخاطبهم: خاطب اليهود أولا بني إسرائيل، ثم النصارى

[**الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح** 63:5]

ابن جزي فرماتے ہیں: لما قدم دعوة الناس عموما وذكر مبدأهم: دعا بني إسرائيل خصوصا وهم اليهود [**التسهيل لعلوم التنزيل** 80:1] **قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:** ولما ذكر الله تعالى دلائل التوحيد والنبوة وخاطب الناس عامة وعد انعاماته العامة– خاطب بنى إسرائيل خاصة وذكرهم النعماء التي اختصت بهم [**تفسیر مظہری** 59:1]

[2] **ابن جریر طبری فرماتے ہیں** : يا ولد يعقوب ... وكان يعقوب يدعى إسرائيل، بمعنى عبد الله وصفوته من خلقه؛ وإيل هو الله ؛ وإسرا: هو العبد، كما قيل جبريل بمعنى عبد الله [**جامع البیان** 593:1] عن ابن عباس رضى الله عنه: أن إسرائيل كقولك: عبد الله [**جامع البیان** 593:1]

امام ماوردی فرماتے ہیں : قال ابن عباس رضى الله عنه: إسرا بالعبرانية: عبد , و إيل هو الله , فكان اسمه عبد الله [**النکت والعیون** 110:1] **مذکورہ قول مشہور ہے جس کو مفسرین نے ابن عباس اور تابعین کی طرف منسوب کیا ہے۔**

مشہور مؤرخ ابن خلدون [**وفات:808ھ**] **نے اس کے برعکس قول ذکر کیا ہے "اسرا" کے معنی "اللہ" اور "ایل" کے معنی "عبد":** وإيل عندهم كلمة مرادفة لعبد وما قبلها من أسماء الله عز وجل وصفاته والمضاف أبدا متأخر في لسان المعجم، فلذلك كان إيل هو آخر الكلمة وهو المضاف [**تاریخ ابن خلدون** 2:92]

[3] **امام بغوی فرماتے ہیں:** قال قتادة: هي النعم التي خصت بها بنو إسرائيل: فلق البحر، وإنجاؤهم من فرعون بإغراقه، وتظليل الغمام عليهم في التيه، وإنزال المن والسلوى، وإنزال التوراة، في نعم كثيرة لا تحصى [**معالم التنزیل** 109:1]

[4] **سورۃ المائدۃ میں اس کی مزید وضاحت ہے:**

وَلَقَدۡ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ وَبَعَثۡنَا مِنۡهُمُ ٱثۡنَيۡ عَشَرَ نَقِيبٗاۖ وَقَالَ ٱللَّهُ إِنِّي مَعَكُمۡۖ لَئِنۡ أَقَمۡتُمُ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَيۡتُمُ ٱلزَّكَوٰةَ وَءَامَنتُم بِرُسُلِي وَعَزَّرۡتُمُوهُمۡ وَأَقۡرَضۡتُمُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنٗا لَّأُكَفِّرَنَّ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَلَأُدۡخِلَنَّكُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُۚ [**سورۃ المائدۃ** 12:5]

« اور اللہ نے بنی اسرائیل سے مضبوط وعدہ لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز جاری کرو گے، اور زکوۃ دو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو اچھا دینا دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ اور تمہاری دنیاوی تکالیف دور کر دوں گا اور تم کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں »

ابن جریر طبری نے بھی یہی ماثور تفسیر نقل کی ہے: عن ابن عباس: في قوله: وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ يقول: أوفوا بما أمرتكم به من طاعتي ونهيتكم عنه من معصيتي في النبي ﷺ وفي غيره أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ يقول: أرض عنكم وأدخلكم الجنة [**جامع البیان** 598:1]

[5] **جرجانی، علی بن محمد بن علی، صاحب نحو میر** [**وفات:816ھ**] **فرماتے ہیں:** التأسيس: عبارة عن إفادة معنى آخر لم يكن أصلًا قبله، فالتأسيس خيرٌ من التأكيد؛ لأن حمل الكلام على الإفادة خير من حمله على الإعادة [**التعریفات**:50]

6 جبکہ جناس میں دو الفاظ بظاہر بولنے میں یکساں ہوتے ہیں اور معنی میں مختلف ہوتے ہیں۔ اور پھر آگے اس کی دو قسمیں ہیں: جناس تام اور جناس ناقص۔ استخدام میں لفظ ایک ہوتا ہے لیکن ایک ہی مقام میں دو مرتبہ استعمال ہوتا ہے اور جناس میں دو الگ الگ الفاظ ہوتے ہیں جو نطق میں تشابہ لیکن معنی میں مختلف ہوتے ہیں۔

7 یہ شعر معاویہ بن مالک کا ہے، جو زمانہ جاہلیت کا شاعر تھا [لسان العرب 399:14، الاعلام، زرکلی 263:7]

صاحب تلخیص المفتاح، محمد بن عبد الرحمن بن عمر، خطیب دمشق، قزوینی [666-739ھ] استخدام کی تعریف کرتے ہیں: الاستخدام ؛ وهو ان يراد بلفظ له معنيان احدهما ثم بالآخر الاخر , او يراد بأحد ضميرين احدهما ثم بالآخر الاخر [تلخیص المفتاح، الفن الثالث، علم البدیع: 38، التعریفات، جرجانی: 21]

ابن عبد البر [وفات: 463ھ] شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں: يعني إذا نزل الماء بأرض قوم ألا ترى أنه قال رعيناه يعني الكلأ النابت من الماء ولو أراد السماء لأنث لأنها مؤنثة فقال رعيناها وقوله رعيناه يعني الكلأ النابت من الماء فاستغنى بذكر الضمير إذ الكلام يدل عليه وهذا من فصيح كلام العرب ومثله في القرآن كثير [التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید 285:16]

8 حافظ سیوطی نے شعر ذکر کیا ہے: ومنه الاستخدام أن يرادا : بكلمة بعض الذي أفادا [عقود الجمان فی علم المعانی والبیان: 99، بیت: 773]

9 رَهِبَ : بِالْكَسْرِ، يَرْهَبُ رَهْبَةً ورُهْباً، بِالضَّمِّ، ورَهَباً، بِالتَّحْرِيكِ، أَي خافَ [لسان العرب 436:1]

10 صَدِّقُوْا بما أنزلت على رسولي محمد ﷺ من القرآن [جامع البیان، طبری 602:1]

11 ابن جریر طبری فرماتے ہیں : فتأويل الآية: ولا تخلطوا على الناس أيها الأحبار من أهل الكتاب في أمر محمد ﷺ وما جاء به من عند ربه، وتزعموا أنه مبعوث إلى بعض أجناس الأمم دون بعض أو تنافقوا في أمره، وقد علمتم أنه مبعوث إلى جميعكم، وجميع الأمم غيركم، فتخلطوا بذلك الصدق بالكذب [جامع البیان، طبری 610:1]

12 وأصل اللبس: ستر الشيء، ويقال ذلك في المعاني، يقال: لبست عليه أمره ... ويقال: في الأمر لبسة أي: التباس [المفردات فی غریب القرآن: 735، مادة : لبس]

ابن جوزی فرماتے ہیں: التلبيس : إظهار الباطل في صورة الحق [تلبیس ابلیس: 36، الباب الرابع فی معنی التلبیس والغرور]

13 ابن القيم : وأما التحريف: فقد أخبر الله سبحانه وتعالى عنه في مواضع متعددة، وكذلك لي اللسان بالكتاب ليحسبه السامع منه وما هو منه. فهذه خمسة أمور: أحدها: لبس الحق بالباطل، وهو خلطه به بحيث لا يتميز الحق من الباطل. الثاني: كتمان الحق. الثالث: إخفاؤه وهو قريب من كتمانه. الرابع: تحريف الكلم عن مواضعه، وهو نوعان: تحريف لفظه، وتحريف معناه. الخامس: لي اللسان به ليلتبس على السامع اللفظ المنزل بغيره. [ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود والنصاری 312:1]

14 اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو علم کے حصول کی آڑ میں جہاد کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

15 غلام رسول سعیدی عنوان باندھتے ہیں "اولیاء اللہ کے مزارات پر مرادیں مانگنا": بعض لوگ اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ولی کے وسیلہ سے یا اس کی دعا سے ان کو بیٹا دے یا ان کا کوئی اور کام بنا دے اور جب ان کے ہاں بیٹا ہو جائے تو کہتے ہیں کہ یہ فلاں ولی نے بیٹا دیا ہے یہ بھی اسناد مجازی ہے اور حضرت جبریل کے قول کی طرح ہے... یہ دعا اپنے گھر میں بھی کی جا سکتی ہے لیکن اللہ کے نیک بندوں کے پاس جا کر دعا کی جائے تو دعا کا قبول ہونا زیادہ متوقع ہے۔ [تبیان القرآن 265:7]

16 بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار: 88 کے مطابق بدعات کے رد میں شیخ القرآن کی کتاب ضیاء النور کی جلد اول نومبر 1961ء میں شائع ہوئی۔ ضیاء النور میں بھی شیخ القرآن نے ایسے علماء پر نام لئے بغیر رد کیا ہے، فرماتے ہیں: ويقولون كاليهود ليس علينا فى الأميين سبيل فحللوا لأنفسهم الزكوة والفدايا الواجبة ولو كان يمشي على نعلى الذهب والفضة كما تسمع منهم كذلك [ضیاء النور: 159] آخری جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باتیں بعض علماء کی طرف سے کی جاتی تھیں۔

17 شاہ ولی اللہ نے [حجۃ اللہ البالغۃ 1:210-213 میں] تحریف کے سات اسباب ذکر کئے ہیں:

اسباب التحریف

1. تہاون یعنی دین کی بے قدری کرنا
2. تعمق فی الدین یعنی احکام شرعیہ کو ان کی حدود سے متجاوز کرنا
3. تشدد یعنی دین میں سختی کرنا
4. نااہلوں کی پسندیدگی
5. بے بنیاد اجماع کی پیروی
6. غیر نبی کی اندھی تقلید
7. ایک ملت کا دوسرے ملت کے ساتھ رل مل جانا

[18] يا عبد الرحمن بن سمرة، لا تسأل الإمارة، فإنك إن أوتيتها عن مسألة وكلت إليها، وإن أوتيتها من غير مسألة أعنت عليها ، وإذا حلفت على يمين، فرأيت غيرها خيرا منها، فكفر عن يمينك وأت الذي هو خير [صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، حدیث:6622]

[19] اصول السنۃ(اردو)، ص:22-29، میں شیخ القرآن نے "تحریف اور کتمان حق کے اسباب" ذکر کئے ہیں:

1. مسائل کی بنیاد من گھڑت روایات، حکایتوں، خواب اور شعر وشاعری پر رکھنا (تحریف کا سبب)
2. شیطان کے قیاس کی طرح قیاس فاسد کرنا یا یوسف کے بھائیوں کی طرح (تحریف کا سبب)
3. سلف صالحین کی اتباع کی روایات کو اپنے مشائخ پر چسپاں کرنا (تحریف کا سبب)
4. لفظ کو ایسے معنی پر محمول کرنا جس پر لفظ کی دلالت ہی نہ ہو سکے جیسے انبیاء اور شہداء کی حیات برزخی کو دنیاوی حیات پر محمول کرنا (تحریف کا سبب)
5. حکام اور بادشاہوں کی تقلید کرنا (تحریف اور کتمان حق دونوں کا سبب)
6. کتاب وسنت پر علم کا کمزور ہونا (تحریف کا سبب)
7. اندھی تقلید (تحریف کا سبب)
8. ریاست اور اقتدار کی چاہت (تحریف اور کتمان حق دونوں کا سبب)
9. اتباع الھوی (تحریف اور کتمان حق دونوں کا سبب)
10. حب دنیا (تحریف اور کتمان حق دونوں کا سبب)

[20] وأنتم تعلمون في حال علمكم أنكم لابسون كاتمون، وهو أقبح لهم، لأن الجهل بالقبيح ربما عذر راكبه [الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 1:133]

[21]"إن أهم أمركم عندي الصلاة، من حفظها وحافظ عليها، حفظ دينه، ومن ضيعها، فهو لما سواها أضيع "

مؤطامالک، کتاب وقوت الصلاۃ، وقوت الصلاۃ، حدیث:5 ؛[اس کی سند صحیح ہے]سنن الکبری، بیھقی، کتاب الصلاۃ، جماع ابواب المواقیت، حدیث:2130 ، شرح معانی الآثار حدیث:1079

[22] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی اس سے مراد مولانا مفتی محمود بن خلیفہ محمد صدیق کا صوبہ سرحد(موجودہ خیبر پختونخوا) میں بطور وزیر اعلیٰ بر سر اقتدار آنا تھا۔ مولانا صاحب یکم مئی 1972ء کو صوبہ خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ نامزد ہوئے۔ اور 21 فروری 1973ء کو مستعفی ہوئے۔ انہوں نے اپنی وزارت کے دوران میں شراب پر پابندی عائد کی۔ احترام رمضان آرڈیننس جاری کیا۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دیا۔ جہیز پر پابندی لگائی۔ قومی لباس کو سرکاری لباس قرار دیا۔ خواتین کو پردے کا حکم دیا۔[تذکرہ علماء خیبر پختونخوا:571-573]

[23]امام قرطبی فرماتے ہیں: وخص الصلاة والزكاة بالذكر وقد تضمنها عمل الصالحات تشريفا لهما وتنبيها على قدرهما إذ هما رأس الأعمال، الصلاة في أعمال البدن، والزكاة في أعمال المال [الجامع لاحکام القرآن 3:362]

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: إقامة الصلاة لأنها رأس العبادات البدنية ثم أداء الزكاة لأنها رأس العبادات المالية [فتح الباری 2:7]

[24] راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ويصح أن يكون مع ذلك حثا على مراعاة الجماعات في الصلوات والاجتماع مع المؤمنين في كل مأمور به [تفسیر الراغب 1:173]

[25] امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: الركوع: الانحناء، فتارة يستعمل في الهيئة المخصوصة في الصلاة كما هي، وتارة في التواضع والتذلل، إما في العبادة، وإما في غيرها نحو: ... واركعوا مع الراكعين [المفردات فی غریب القرآن:364 مادة: ركع]

[26] شیخ القرآن محمد طاہر فرماتے ہیں: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے پانچ شرائط ہیں:

1. سب سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ جاہل یہ کام احسن طریقے سے ادا نہیں کر سکتا۔
2. اللہ کی رضا اور اعلاء کلمۃ اللہ مقصود ہو۔
3. مامور کے ساتھ شفقت اور نرمی کا معاملہ
4. صبر کرنے والا اور برداشت کرنے والا ہو۔
5. اپنی بات پر خود عمل کرنے والا ہو تاکہ قرآن مجید کی اس آیت کا مصداق کا نہ بنے: لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (سورۃ الصف:2) [ضیاء النور:305]

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں: وقال بعض السلف: إذا أردت أن يقبل منك الأمر والنهي فإذا أمرت بشيء فكن أول الفاعلين له، المؤتمرين به، وإذا نهيت عن شيء، فكن أول المنتهين عنه، وقد قيل:

يا أيها الرجل المعلم غيره هلا لنفسك كان ذا التعليم؟
تصف الدواء لذي السقام من الضنى ومن الضنى تمسي وأنت سقيم
لا تنه عن خلق و تأتي مثله عار عليك إذا فعلت ذميم
ابدأ بنفسك فانهها عن غيها فإذا انتهت عنه فأنت حكيم
هناك يقبل ما تقول و يقتدى بالقول منك و ينفع التعليم

[مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین 445:1]

27 **ابوالبقاء العکبری فرماتے ہیں:** أفلا تعقلون: استفهام في معنى التوبيخ [**التبیان فی اعراب القرآن** 59:1]

28 **قاضی عیاض فرماتے ہیں:** وأصل الصبر الثبات [**مشارق الانوار علی صحاح الآثار** 38:2] **یہی قول ابن حجر نے فتح الباری 142:1 میں ذکر کیا ہے۔**

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں: والتحقيق أن في الصبر المعاني الثلاثة : المنع والشدة والضم [**عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین**:16] «**اور تحقیقی بات یہ ہے کہ صبر میں تین معانی ہیں: روکنا، سخت ہونا اور پیوست ہونا**»

امام قرطبی فرماتے ہیں: وقال الخواص: الصبر الثبات على أحكام الكتاب والسنة [**الجامع لاحکام القرآن** 174:2]

«**ابراہیم خواص فرماتے ہیں: صبر کتاب اللہ اور سنت کے احکام پر ڈٹ جانے کا نام ہے**» [**مزید دیکھیں: شرح النووی علی مسلم** 101:3 ، **الرسالۃ القشیریۃ** 323:1]

29 **علامہ ابن القیم نے مدارج السالکین** 152:2 **اور عدۃ الصابرین**:71 **دونوں کتابوں میں امام احمد سے نقل کیا ہے کہ صبر قرآن مجید میں 90 جگہ آیا ہے۔ جبکہ ان کے استاد علامہ ابن تیمیہ نے مجموع الفتاویٰ** 39:10 **میں ذکر کیا ہے:** وقد ذكر الله الصبر فی كتابه في أكثر من تسعين موضعا . **علامہ ابن القیم نے عدۃ الصابرین میں صبر کی بائیس (22) انواع ذکر کی ہیں جبکہ شیخ القرآن محمد طاہر نے ضیاء النور**:310-311 **میں انہی بائیس کو سولہ انواع میں مندرج کیا ہے۔**

علامہ ابن القیم نے صبر کی دونوں اقسام کے لئے صبر اختیاری اور صبر اضطراری کے الفاظ استعمال کئے ہیں: الصبر كما تقدم نوعان: اختياري واضطراري والاختياري أكمل من الاضطراري فإن الاضطراري يشترك فيه الناس ويتأتى ممن لا يتأتى منه الصبر الاختيارى ولذلك كان صبر يوسف الصديق عليه السلام عن مطاوعة امرأة العزيز وصبره على ما ناله في ذلك من الحبس والمكروه أعظم من صبره على ما ناله من اخوته لما ألقوه في الجب وفرقوا بينه وبين أبيه وباعوه بيع العبد ومن الصبر الثانى انشاء الله سبحانه له ما أنشأه من العز والرفعة والملك والتمكين في الأرض وكذلك صبر الخليل عليه السلام والكليم وصبر نوح وصبر المسيح وصبر خاتم الأنبياء وسيد ولد آدم عليهم الصلاة والسلام كان صبرا على الدعوة إلى الله ومجاهدة أعداء الله [**عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین، الباب التاسع فی بیان تفاوت درجات الصبر**:33]

30 الصلاة **جو کہ اقرب مذکور ہے اس کی طرف جملہ مفسرین نے ضمیر کو راجع کیا ہے۔ زمخشری نے دو مزید توجیہات ذکر کی ہیں: (1) ضمیر کو** الإستعانة **کی طرف راجع کیا ہے۔ (2)** ويجوز أن يكون لجميع الأمور التي أمر بها بنو إسرائيل ونهوا عنها من قوله: (اذكروا نعمتي) إلى (واستعينوا) «**یہ بھی جائز ہے کہ** اذكروا نعمتي **سے** واستعينوا **تک جتنے اوامر اور نواہی گزر چکے ضمیر ان تمام احکام کی طرف راجع ہو**» [**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل** 134:1] **قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:** و إنها أي وإن الاستعانة بهما [**انوار التنزیل واسرار التاویل** 1: 78]

حافظ سیوطی نے قاعدة فی الضمائر **میں مختلف قواعد ذکر کئے ہیں:** وقد يذكر شيئان ويعاد الضمير إلى أحدهما والغالب كونه الثاني نحو: {واستعينوا بالصبر والصلاة وإنها لكبيرة} فأعيد الضمير للصلاة وقيل: للاستعانة المفهومة من {استعينوا} [**الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثانی والاربعون فی قواعد مھمۃ یحتاج المفسر الی معرفتھا**، 336:2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: أن الضمير يجب عوده إلى جميع ما تقدم ذكره فإن تعذر عوده إلى الجميع أعيد إلى أقرب المذكورين ... فإن الضمير اسم موضوع لما تقدم ذكره وهو صالح للعموم على سبيل الجمع؛ فإنه يجب حمله على العموم إذا لم يقم مخصص وعلى هذا فحمل الضمير على العموم حقيقة فيه وحمله على الخصوص مثل تخصيص اللفظ العام [**مجموع الفتاوی** 31-147، **الفتاوی الکبریٰ** 321:4]

31 **اس سے مراد مانسہرہ کے ڈپٹی کمشنر سرفراز خان مراد ہیں جن کے ساتھ جنرل ایوب کے دور میں شیخ القرآن کی صوابی ڈاگ بنگلہ میں مئی 1965ء کو نوک جھونک ہوئی تھی اور انہوں نے دھمکی دی تھی۔ اس پورے مناظرے کا احوال دیکھیں۔ عزیز الرحیم، شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری کی علمی و تفسیری خدمات (ایم فل مقالہ: 1992) ص: 232-238**

32 ”كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الأرض، فيجعل فيه، فيجاء بالمنشار فيوضع على رأسه فيشق باثنتين، وما يصده ذلك عن دينه، ويمشط بأمشاط الحديد ما دون لحمه من عظم أو عصب، وما يصده ذلك عن دينه “۔ **صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث**:3612

33 **مولانا حسین علی نے خطاب کی بجائے "نوع" کی اصطلاح اختیار کی ہے۔ [بلغۃ الحیران** 113:1، 117 **وغیرہ]**

[34] ابن جزي نے آیت:49 سے آیت:60 تک دس نعمتیں شمار کی ہیں۔ فذكر من النعم عليهم عشرة أشياء، وهي: وإذ نجيناكم من آل فرعون [التسهیل لعلوم التنزیل1:80]

[35] ابن جوزی فرماتے ہیں: على عالمي زمانهم ، قاله ابن عباس، وأبو العالية ومجاهد [زادالمسیر فی علم التفسیر1:62] ابن قتیبہ [وفات:276ھ] فرماتے ہیں: وهو من العام الذي أريد به الخاصّ [غریب القرآن:48]

[36] شیخ القرآن چھٹی صدی ہجری کے بارے میں فرماتے ہیں: مشہور مناظرہ اہل سنت اور روافض کے درمیان شیخ عبدالقادر جیلانی کے دور میں ہی ہوا تھا جس میں ابن جوزی [وفات:597ھ] کو حکم مقرر کیا گیا تھا اور انہوں نے دو شرائط پر حامی بھری تھی۔(۱) میرے گھر تک فوج کھڑی کی جائے تاکہ فیصلہ سنانے کے بعد سیدھا گھر جا سکوں۔(2) فیصلہ سنانے کے بعد کوئی فریق بھی مجھ سے فیصلے کی تفصیلات نہیں پوچھے گا کہ آپ کی بات کا مطلب کیا ہے۔

ابن خلکان [وفات:681ھ] فرماتے ہیں: وكانت له في مجالس الوعظ أجوبة نادرة، فمن أحسن ما يحكى عنه أنه وقع النزاع ببغداد بين أهل السنة والشيعة في المفاضلة بين أبي بكر وعلي، رضي الله عنهما، فرضي الكل بما يجيب به الشيخ أبو الفرج، فأقاما شخصا سأله عن ذلك وهو على الكرسي في مجلس وعظه، فقال: أفضلهما من كانت ابنته تحته، ونزل في الحال حتى لا يراجع في ذلك، فقالت السنة: هو أبو بكر لأن ابنته عائشة رضي الله عنها تحت رسول الله ﷺ، وقالت الشيعة: هو علي لأن فاطمة ابنة رسول الله ﷺ، وهذا من لطائف الأجوبة [وفیات الاعیان3:141]

[37] حافظ ابن حجر عسقلانی [وفات:852ھ] سے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا: سئل شيخنا عما ورد عن سيدي عبد القادر الكيلاني من قوله :قدمي هذه على رقبة كل ولي ما معناه ؟ فقال : منزلة الشيخ تغمده الله تعالى برحمته في العلم والعمل والمعرفة في أعلى الدرجات وأما المقالة التي نقلت عنه فإن ثبت أنه قالها فليست على إطلاقها بل هي مقيدة بأهل عصره والمراد بالقدم "الطريقة" ولا شك أن طريقته بالنسبة لمن كان في عصره أمثل الطرق ولأنه كان متحققا بالعلم والعمل متصفا باتباع طريقة السلف الصالح من الصحابة والتابعين في الاعتقاد ومن نقل عنه خلاف ذلك لم يقبل منه . وبهذا التقدير يزول اللبس عمن استشكل من الإطلاق والمذكور دخول الصحابة فيه فإنه لم يرد إدخالهم ولا إدخال غيرهم من الأئمة المتبوعين [الامتاع بالاربعین المتباینۃ السماع ویلیہ اسئلۃ من خط الشیخ العسقلانی:99]

علامہ مناوی [وفات:1031ھ] نے قتادۃ کی مرسل روایت من شكر النعمة إفشاؤها کی شرح میں یہ قول ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: وقال الجيلاني: قدمي هذه على رقبة كل ولي أي من أهل زمنه [فیض القدیر6:16، روایت:8255] شیخ احمد سرہندیؒ فرماتے ہیں: آن حکم مخصوص باولیاء آن وقت بوده است [مکتوبات1:614، مکتوب نمبر:293]

[38] زجاج آیت کے شان نزول کے حوالے سے فرماتے ہیں: وكانت إليهود تزعم أن آباءها الأنبياء تشفع لها عند الله فآيسهم الله من ذلك [معانی القرآن واعرابہ1:128، زادالمسیر 1:62]

[39] ابن عطیہ اندلسی [وفات:542ھ] فرماتے ہیں: وحصرت هذه الآية المعاني التي اعتادها بنو آدم في الدنيا، فإن الواقع في شدة مع آدمي لا يتخلص إلا بأن يشفع له أو ينصر أو يفتدى [المحرر الوجیز1:39]

امام رازی فرماتے ہیں: وذلك لأن العرب إذا دفع أحدهم إلى كريهة وحاولت أعوانه دفاع ذلك عنه بذلت ما في نفوسها الأبية من مقتضى الحمية :

1. فذبت عنه كما يذب الوالد عن ولده بغاية قوته .
2. فإن رأى من لا طاقة له بمانعته عاد بوجوه الضراعة وصنوف الشفاعة فحاول بالملاينة ما قصر عنه بالمخاشنة .
3. فإن لم تغن عنه الحالتان من الخشونة والليان لم يبق بعده إلا فداء الشيء بمثله. إما مال أو غيره
4. وإن لم تغن عنه هذه الثلاثة تعلل بما يرجوه من نصر الأخلاء والإخوان

فأخبر الله سبحانه أنه لا يغني شيء من هذه الأمور عن المجرمين في الآخرة [التفسیر الکبیر3:494]

[40] امام رازی فرماتے ہیں: اعلم أنه تعالى لما قدم ذكر نعمه على بني إسرائيل إجمالا بين بعد ذلك أقسام تلك النعم على سبيل التفصيل ليكون أبلغ في التذكير وأعظم في الحجة، فكأنه قال: اذكروا نعمتي واذكروا إذ نجيناكم – واذكروا إذ فرقنا بكم البحر وهي إنعامات، والمذكور في هذه الآية هو الإنعام الأول [التفسیر الکبیر3:504] اور یوں امام رازی نے بنی اسرائیل پر نو انعامات شمار کئے ہیں۔ نواں انعام پتھر سے چشموں کا پھوٹنا ذکر کیا ہے۔

[41] ابن جزي اندلسی فرماتے ہیں: سام يسوم: أي كلف الأمر وألزمه ومنه يسومونكم سوء العذاب وأصله من سوم السلعة في البيع [التسہیل لعلوم التنزیل1:35، حرف السین] اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: أي يلزمونهم به، وهو استعارة من السوم في البيع [التسہیل لعلوم التنزیل1:83] امام قرطبی فرماتے ہیں: يسومونكم معناه يذيقونكم ويلزمونكم إياه [الجامع لاحکام القرآن1:384]

[42] **امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:** السوم أصله: الذهاب في ابتغاء الشيء، فهو لفظ لمعنى مركب من الذهاب والابتغاء، وأجري مجرى الذهاب في قولهم: سامت الإبل، فهي سائمة، ومجرى الابتغاء في قولهم: سمت كذا، قال: يسومونكم سوء العذاب ... ومنه: السوم في البيع .. ومنه شجر فيه تسيمون [النحل: 10] ، والسيماء ..: العلامة ... وقال تعالى: سيماهم في وجوههم [الفتح: 29] ، وقد سومته أي: أعلمته، وقوله عز وجل في الملائكة: مسومين أي: معلمين ومسومين معلمين لأنفسهم أو لخيولهم، أو مرسلين لها [*المفردات فی غریب القرآن*:438، مادة :سام]

«سوم اصل میں کسی چیز کی طلب میں جانے کو کہتے ہیں۔ اس کا معنی دو اجزاء سے مرکب ہے جانا اور طلب کرنا۔ سامت الابل میں جانے کے معنی ہیں اور یسومونکم میں طلب کرنے کا معنی ہے۔ خرید و فروخت میں بھاؤ تھاؤ کرنے کے لئے لفظ "السوم" بھی اسی باب سے ہے۔ اور جانور چرانا بھی اسی باب سے آتا ہے۔ سیماء علامت اور نشان کو کہتے ہیں۔ جیسے سورۃ الفتح کی آیت میں ہے۔ وقد سومته میں نے اسے نشان زدہ بنایا۔ مسومين نشان والے فرشتے»

[43] محمود بن حمزۃ بن نصر کرمانی جو تاج القراء کے نام سے مشہور ہیں۔ نحوی ہیں۔ دقیق فہم اور حسن استنباط میں اعجوبہ روزگار تھے۔ ان کی تفسیر میں بعض ناپسندیدہ اقوال ملتے ہیں جن پر علماء نے تنبیہ کی ہے۔ ان کی مصنفات میں لباب التفسیر، الایجاز فی النحو، الافادۃ فی النحو، عجائب التفسیر و عجائب التاویل اور العنوان وغیرہ ہیں۔ 505ھ بمطابق 1110ء کو وفات پائی۔ [*معجم الادباء* 125:19، *طبقات القراء، ابن الجزری* 291:2، *الاعلام، زرکلی*، 168:7، *نیل السائرین فی طبقات المفسرین، قرن پنجم*:307-308]

[44] حمزہ کرمانی کی عبارت یوں ہے:

قوله يُذَبِّحُونَ بغير واو هنا على البدل من يَسُومُونَكُمْ وفي الأعراف {يقتلون} وفي إبراهيم وَيُذَبِّحُونَ بالواو لأن ما في هذه السورة والأعراف من كلام الله تعالى فلم يرد تعداد المحن عليهم والذي في إبراهيم من كلام موسى فعدد المحن عليهم وكان مأمورا بذلك في قوله {وذكرهم بأيام الله}[*اسرار التکرار فی القرآن*:72]

یحیی بن زیاد الفراء [وفات:207ھ] **فرماتے ہیں:** ويذبحون وفى موضع آخر يذبحون بغير واو وفى موضع آخر يقتلون بغير واو. فمعنى الواو أنهم يمسهم العذاب غير التذبيح كأنه قال: يعذبونكم بغير الذبح وبالذبح. ومعنى طرح الواو كأنه تفسير لصفات العذاب [*معانی القرآن*68:2]

فرعون کا بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنے کی وجہ

اکثر مفسرین نے تین وجوہات ذکر کی ہیں، لیکن ان میں سے دو اقوال مرجوح ہیں اور ایک قول راجح ہے:

1. نجومیوں نے پیشین گوئی کی کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا اور وہ فرعون سے اقتدار چھینے گا تو فرعون نے اس خطرے کے پیش نظر بچوں کو ذبح کرنا شروع کیا۔
2. فرعون نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے آگ نکلی اور اس آگ نے قبطیوں کو جلا ڈالا۔
3. سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ایک پیشگوئی آرہی تھی کہ اس کی اولاد میں سے ایک شخص فرعون مصر کے حکومت کا خاتمہ کرے گا۔

پہلے دو اقوال پر مفسرین جیسے امام رازی نے التفسیر الکبیر جلد:3، صفحہ:507 میں تردید کی ہے۔ اور تیسرے قول کو اقرب الی الصواب قرار دیا ہے۔ ابن جریر طبری نے تیسرے قول کو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے جس کی سند صحیح ہے، فرماتے ہیں:

وأما تأويل ذبحهم أبناء بني إسرائيل، واستحيائهم نساءهم، فإنه كان فيما ذكر لنا عن ابن عباس وغيره كالذي حدثنا به العباس بن الوليد الآملي، وتميم بن المنتصر الواسطي، قالا: حدثنا يزيد بن هارون، قال: أخبرنا الأصبغ بن زيد، قال: حدثنا القاسم بن أيوب، قال: حدثنا سعيد بن جبير، عن ابن عباس، قال: " تذاكر فرعون وجلساؤه ما كان الله وعد إبراهيم خليله أن يجعل في ذريته أنبياء وملوكا وائتمروا، وأجمعوا أمرهم على أن يبعث رجالا معهم الشفار، يطوفون في بني إسرائيل، فلا يجدون مولودا ذكرا إلا ذبحوه، ففعلوا. فلما رأوا أن الكبار من بني إسرائيل يموتون بآجالهم، وأن الصغار يذبحون، قال: توشكون أن تفنوا بني إسرائيل فتصيروا إلى أن تباشروا من الأعمال والخدمة ما كانوا يكفونكم، فاقتلوا عاما كل مولود ذكر فتقل أبناؤهم ودعوا عاما. فحملت أم موسى بهارون في العام الذي لا يذبح فيه الغلمان، فولدته علانية آمنة ، حتى إذا كان القابل حملت بموسى [*جامع البیان، سورۃ البقرۃ*، 42:2 اور *سورۃ طہ*، 18:، 307، *تاریخ طبری، ذکر نسب موسی واخبارہ*، 392:1]

مزید تفصیل کے لئے ابن کثیر کی *البدایۃ والنہایۃ* 274:1 کا مطالعہ کیا جائے۔

[45] **فرعون مصر کے ہر بادشاہ کو کہتے تھے اور سیدنا موسی علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ ابن جریر فرماتے ہیں:** وأما فرعون فإنه يقال: إنه اسم كانت ملوك العمالقة بمصر تسمى به، كما كانت ملوك الروم يسمى بعضهم قيصر وبعضهم هرقل ، وكما كانت ملوك فارس تسمى الأكاسرة واحدهم كسرى ، وملوك اليمن تسمى التبابعة، واحدهم تبع. وأما فرعون موسى الذي أخبر الله تعالى عن بني إسرائيل أنه نجاهم منه فإنه يقال: إن اسمه الوليد بن مصعب بن الريان [*جامع البیان*38:2]

[46] **ابن جریر فرماتے ہیں:** {ويستحيون نساءكم} يقول: ويبقون نساءكم فيتركون قتلهن ... ومنه الخبر الذي روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: «اقتلوا شيوخ المشركين، واستحيوا شرخهم» بمعنى: استبقوهم فلا تقتلوهم [*جامع البیان*526:16، *سورۃ ابراہیم*]

[47] امام زرکشی نے قرآن مجید سے متعدد مثالیں پیش کی ہیں:

1. تسمیة الشيء بما يؤول إليه **سات مثالیں قرآن مجید سے دی ہیں۔**

2. تسمیة الشيء بما كان عليه **پانچ مثالیں قرآن مجید سے پیش کی ہیں۔** [*البرہان فی علوم القرآن، النوع الثالث والاربعون فی بیان حقیقتہ ومجازہ*،2:280]

[48] **ابو عبیدۃ معمر بن مثنی** [وفات:209ھ] نے بَلَاءٌ کے دو معنی ذکر کئے ہیں: **ابتلاء اور نعمت** [*مجاز القرآن* 1:40] **قریبا تمام مفسرین نے یہی دو معانی ذکر کئے ہیں۔**

ابن جوزی فرماتے ہیں: وفي البلاء هاهنا قولان: **أحدهما**: أنه بمعنى النعمة، قاله ابن عباس ومجاهد وأبو مالك، وابن قتيبة والزجاج. **والثاني**: أنه النقمة، رواه السدي عن أشياخه. فعلى هذا القول يكون «**ذا**» في قوله تعالى: ذلكم: عائدا على سومهم سوء العذاب، وذبح أبنائهم واستحياء نسائهم، وعلى القول الأول يعود على النجاة من آل فرعون «**پہلے قول کے مطابق** ذلکم **اسم اشارہ** إنجاء **کی طرف ہے یعنی فرعونیوں سے نجات میں تمہارے رب کی جانب سے بڑی نعمت ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق** ذلکم **اسم اشارہ سزاؤں کی طرف راجع ہے یعنی فرعونیوں کی طرف سے تمہیں طرح طرح کے عذاب دینے میں تمہارے رب کی جانب سے بڑی آزمائش تھی**» [*زاد المسیر فی علم التفسیر* 1:63]

[49] **امام رازی نے بھی اسے بنی اسرائیل پر دوسری نعمت کہا ہے۔** هذا هو النعمة الثانية [*التفسیر الکبیر* 3:508]

[50] **محمود بن حمزۃ بن نصر** [وفات:505ھ] **فرماتے ہیں: يريد آل فرعون وفرعون**، فحذف لدلالة المضاف إليه عليه، ويحتمل آل فرعون نفس فرعون، فيكون التقدير أغرقنا آل فرعون وجنوده [*غرائب التفسیر وعجائب التاویل* 1:139] **اپنی دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:** {وأغرقنا آل فرعون} أي آل فرعون وفرعون فحذف فرعون لأن آل فرعون اشتمل على اسمه [*اسرار التکرار فی القرآن المسمی البرھان فی توجیہ متشابہ القرآن لمافیہ من الحجۃ والبیان*:126] **قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: أراد به فرعون وقومه**، واقتصر على ذكرهم للعلم بأنه كان أولى به [*انوار التنزیل واسرار التاویل* 1:79]

[51] **ملا علی قاری ص:73 پر دوانی کے مذکورہ اعتراض کا جواب یوں دیتے ہیں:** وقد يراد بأل فلان : هو وآله . فجمهور المفسرين وعامة المحققين قالوا في قوله تعالى« وأغرقنا آل فرعون » أراد به فرعون وقومه، واقتصر على ذكرهم للعلم بأنه كان أولى به .

امام آلوسی سورۃ یونس آیت:92 کے تحت فرماتے ہیں: کہ مشہور صوفی ابن عربی نے بھی فرعون کے ایمان پر قول کیا ہے۔ وقد انتصر له بعض الناس ومنهم في المشهور الجلال الدواني وله رسالة في ذلك أتى فيها بما لا يعد شيئا عند أصاغر الطلبة ... وفي فتاوى ابن حجر أن بعض فقهائنا كفر من ذهب إلى إيمان فرعون مع ما عليه تلك الرسالة من اختلال العبارة وظهور الركاكة وعدم مشابهتها لسائر تأليفاته، ولولا خوف الإطالة لسردتها عليك، وبالجملة ظواهر الآي صريحة في كفر فرعون وعدم قبول إيمانه [*روح المعانی*،6:175]

آل کی تعریف

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

الآل: مقلوب من الأهل، ويصغر على أهيل إلا أنه خص بالإضافة إلى الأعلام الناطقين دون النكرات، ودون الأزمنة والأمكنة، يقال: آل فلان، ولا يقال: آل رجل ولا آل زمان كذا، أو موضع كذا، ولا يقال: آل الخياط بل يضاف إلى الأشرف الأفضل، يقال: آل الله وآل السلطان.

والأهل يضاف إلى الكل، يقال: أهل الله وأهل الخياط، كما يقال: أهل زمن كذا وبلد كذا.

وقيل: هو في الأصل اسم الشخص.

وقيل: وآل النبي عليه الصلاة والسلام أقاربه،

وقيل: المختصون به من حيث العلم، وذلك أن أهل الدين ضربان:

1. ضرب متخصص بالعلم المتقن والعمل المحكم فيقال لهم: آل النبي وأمته.

2. وضرب يختصون بالعلم على سبيل التقليد، يقال لهم: أمة محمد عليه الصلاة والسلام، ولا يقال لهم آله، فكل آل للنبي أمته وليس كل أمة له آله.

وقيل لجعفر الصادق رضي الله عنه: الناس يقولون: المسلمون كلهم آل النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: كذبوا وصدقوا، فقيل له: ما معنى ذلك؟ فقال: كذبوا في أن الأمة كافتهم آله، وصدقوا في أنهم إذا قاموا بشرائط شريعته آله [*المفردات فی غریب القرآن*:98، مادة : آل]

امام قرطبی فرماتے ہیں:

" آل فرعون" قومه وأتباعه وأهل دينه. وكذلك آل الرسول صلى الله عليه وسلم من هو على دينه وملته في عصره وسائر الأعصار سواء كان نسيبا له أو لم يكن. ومن لم يكن على دينه وملته فليس من آله ولا أهله وإن كان نسيبه وقريبه خلافا للرافضة حيث قالت إن آل رسول الله ﷺ فاطمة والحسن والحسين فقط. دليلنا قوله تعالى" وأغرقنا آل فرعون" [البقرة: 50] " أدخلوا آل فرعون أشد العذاب" [غافر: 46] أي آل دينه إذ لم يكن له ابن ولا بنت ولا أب ولا عم ولا أخ ولا عصبة. ولأنه لا خوف

أن من ليس بمؤمن ولا موحد فإنه ليس من آل محمد وإن كان قريبا له ولأجل هذا يقال إن أبا لهب وأبا جهل ليسا من آله ولا من أهله وإن كان بينهما وبين النبي ﷺ قرابة ولأجل هذا قال الله تعالى في ابن نوح" إنه ليس من أهلك إنه عمل غير صالح" [هود: 46] [الجامع لاحکام القرآن 382:1]

[52] وأنتم واضعو العبادة في غير موضعها، لأن العبادة لا تنبغي إلا لله عز وجل، وعبدتم أنتم العجل ظلما منكم، ووضعا للعبادة في غير موضعها ... أن أصل كل ظلم، وضع الشيء في غير موضعه [جامع البیان، طبری 69:2]

[53] اس کی مزید تفصیل سورۃ الاعراف 142:7 میں ہے۔

[54] ابو البقاء فرماتے ہیں: ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ أي إلها، فحذف المفعول الثاني [التبیان فی اعراب القرآن 63:1]

[55] ابن جزی فرماتے ہیں: وجاء الخطاب للمعاصرين للنبي صلّى الله عليه واله وسلّم منهم لأنهم ذرّيتهم وعلى دينهم ومتبعون لهم، فحكمهم كحكمهم، وكذلك فيما بعد هذا من تعداد النعم، لأن الإنعام على الآباء إنعام على الأبناء، ومن ذكر مساويهم لأنّ ذرّيتهم راضون بها [التسهیل لعلوم التنزیل 83:1]

[56] من بعد اتخاذكم العجل إلها [جامع البیان، طبری 69:2]

[57] قاضی عیاض [وفات: 544ھ] سورۃ التوبۃ، آیت: 43 عَفَا اللَّهُ عَنكَ کے ضمن میں قشیری کا قول نقل کرتے ہیں: وليس (عفا) ههنا بمعني غفر بل كما قال النبي صلى ﷺ :عفا الله لكم عن صدقة الخيل والرقيق – ولم تجب عليهم قط أي لم يلزمكم ذلك، ونحوه للقشيري، قال: وإنما يقول العفو لا يكون إلا عن ذنب: من لم يعرف كلام العرب [الشفا بتعریف حقوق المصطفی 2:158-159]

[58] اس دور میں بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید میں یہ تصریح کہیں نہیں ہے کہ اللہ نے سیدنا موسی علیہ السلام پر تورات نازل کی ہے۔ بلکہ تورات کی بجائے کتاب، فرقان، الواح اور دیگر الفاظ آئے ہیں۔ قرآن مجید سے اگر ثابت نہیں ہے لیکن احادیث رسول ﷺ اس پر شاہد ہیں۔ یہاں پر تین مثالیں صحیح بخاری سے پیش کی جاتی ہیں:

1. روز قیامت جب لوگوں پر انتظار طویل ہو جائے گا اور وہ ایک ایک پیغمبر کے پاس آئیں گے کہ آپ سفارش کریں اسی روایت میں ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے آپ لوگ سیدنا موسی علیہ السلام کے پاس جائیں، جو اللہ کے بندے، کلیم اللہ ہیں اور انہیں توراۃ دی گئی ہے: ائتوا موسى، عبدا كلمه الله وأعطاه التوراة [صحیح بخاری، حدیث: 4476]
2. جب سیدنا موسی علیہ السلام سے سیدنا خضر علیہ السلام نے پوچھا: من أنت؟ قال: أنا موسى، قال: موسى بني إسرائيل؟ قال: نعم، قال: فما شأنك؟ قال: جئت لتعلمني مما علمت رشدا، قال: أما يكفيك أن التوراة بيديك، وأن الوحي يأتيك يا موسى [صحیح بخاری، حدیث: 4726]

«آپ کون ہیں؟ میں موسی۔ کہا: بنی اسرائیل والا موسی؟ کہا: ہاں۔ کہا: کس لئے آئے ہو؟ کہا: تا کہ آپ سے کچھ علوم سیکھ سکوں۔ کہا: کیا آپ کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ آپ کے پاس توراۃ ہے، اور آپ کے پاس اللہ کی جانب سے وحی آتی ہے»

3. جب آدم اور موسی علیہما السلام نے آپس میں بحث کی: قال آدم: أنت موسى الذي اصطفاك الله برسالته، واصطفاك لنفسه وأنزل عليك التوراة؟ قال: نعم [صحیح بخاری، حدیث: 4736]

[59] ابن جریر طبری نے وَالْفُرْقَانَ کے دو معانی ذکر کئے ہیں: تورات ہی مراد ہے یا غزوہ بدر کا دن۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: قال أبو جعفر: وأولى هذين التأويلين بتأويل الآية، ما روي عن ابن عباس وأبي العالية ومجاهد: من أن الفرقان الذي ذكر الله أنه آتاه موسى في هذا الموضع، هو الكتاب الذي فرق به بين الحق والباطل، وهو نعت للتوراة وصفة لها [جامع البیان، طبری 71:2] حافظ سیوطی فرماتے ہیں: وَالْفُرْقَانَ عطف تفسير أي الفارق بين الحق والباطل والحلال والحرام [تفسیر الجلالین: 12]

[60] محمد رحمت اللہ کیرانوی [وفات: 1308ھ] فرماتے ہیں: سفر التكوين ويسمى سفر الخليقة أيضاً 'سفر الخروج 'سفر الأحبار' سفر العدد' سفر الاستثناء' ومجموع هذه الكتب الخمسة يسمى بالتوراة وهو لفظ عبراني بمعنى التعليم والشريعة [اظہار الحق، الباب الاول فی بیان اسمائھا و تعدادھا، 99:1]

زمخشری فرماتے ہیں: والتوراة والإنجيل اسمان أعجميان. وتكلف اشتقاقهما من الورى والنجل ووزنهما بتفعلة وأفعيل، إنما يصح بعد كونهما عربيين [الکشاف، 335:1]

امام رازی نے کشاف کے حوالے سے ذکر کیا ہے: قال صاحب «الكشاف» : التوراة والإنجيل اسمان أعجميان، والاشتغال باشتقاقهما غير مفيد ... واعلم أن هذا القول هو الحق الذي لا محيد عنه ۔ فرماتے ہیں: اگر توراۃ اور انجیل عربی الفاظ مانے جائیں تو مشتق منہ کیا ہے؟ اس پر انہوں نے فراء، خلیل، زجاج وغیرہ کے اقوال ذکر کئے ہیں اور آخر میں اپنا فیصلہ یوں دیتے ہیں: فالتوراة والإنجيل اسمان أعجميان أحدهما بالعبرية والآخر بالسريانية، فكيف يليق بالعاقل أن يشتغل بتطبيقها على أوزان لغة العرب، فظهر أن الأولى بالعاقل أن لا يلتفت إلى هذه المباحث والله أعلم [التفسیر الکبیر 132:7]

[61] امام ماوردی فرماتے ہیں: معناه: ليقتل بعضكم بعضاً , وهذا قول ابن عباس وسعيد بن جبير ومجاهد [النکت والعیون 122:1]

[62] بغوی فرماتے ہیں: ذلكم، أي: القتل [معالم التنزیل 118:1]

[63] قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: وأصل التوبة: الرجوع، فإذا وصف بها العبد كان رجوعاً عن المعصية، وإذا وصف بها الباري تعالى أريد بها الرجوع عن العقوبة إلى المغفرة

[انوار التنزیل واسرار التاویل 73:1]

64 وأيضا فالّذين بين موسى وإسرائيل إنّما هو أربعة آباء على ما ذكره المحقّقون فإنّه موسى بن عمران بن يصهر بن قاهث –بفتح الهاء وكسرها– ابن لاوي بكسر الواو وفتحها ابن يعقوب وهو إسرائيل الله هكذا نسبه في التّوراة والمدّة بينهما على ما نقله المسعوديّ قال دخل إسرائيل مصر مع ولده الأسباط وأولادهم حين أتوا إلى يوسف سبعين نفسا وكان مقامهم بمصر إلى أن خرجوا مع موسى عليه السّلام إلى التّيه مائتين وعشرين سنة تتداولهم ملوك القبط من الفراعنة ويبعد أن يتشعّب النّسل في أربعة أجيال إلى مثل هذا العدد [مقدمۃ ابن خلدون 15:1] اور ابن خلدون کے حوالے سے دکتور ابوشہبہ نے بھی نقل کیا ہے [الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر:189]

ابن ہشام نے سیرۃ میں اور ابن جریر طبری نے جامع البیان میں جگہ جگہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا یہی شجرۂ نسب ذکر کیا ہے۔ ابن خلدون کی رائے قرآن مجید کے موافق نظر آتی ہے:

1. سورۃ الشعراء آیت:54 میں ہے جب فرعون اپنے لشکر سمیت بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا تو انہیں کہا: إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَشِرۡذِمَةٞ قَلِيلُونَ « بے شک یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے » اور لاکھوں لوگوں کو لَشِرۡذِمَةٞ قَلِيلُونَ کہنا بعید ہے۔
2. دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے کافی بچے ذبح کئے تھے اور بنی اسرائیل کہیں بہت زیادہ کم نہ ہو جائیں اسی وجہ سے وہ ایک سال لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور دوسرے سال چھوڑتا تھا

65 مفسرین نے مختلف تقدیرات ذکر کی ہیں جیسے ابن جریر طبری فرماتے ہیں: فتبتم فتاب عليكم. فترك ذكر قوله: فتبتم [جامع البیان 79:2] ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں: ولا بد من تقدير محذوف عطفت عليه هذه الجملة، أي فامتثلتم ذلك فتاب عليكم [البحر المحیط فی التفسیر 339:1]

66 قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: وفي الجمع بين الوصفين، وعد للتائب بالإحسان مع العفو [انوار التنزیل واسرار التاویل 73:1]

67 امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: الصاعقة هي الصوت الشديد من الجو، ثم يكون منها نار فقط، أو عذاب، أو موت، وهي في ذاتها شيء واحد، وهذه الأشياء تأثيرات منها [المفردات فی غریب القرآن:485، مادة: صعق]« صاعقہ فضا میں شدید آواز کو کہتے ہیں، پھر کبھی اس سے صرف آگ پیدا ہوتی ہے، کبھی وہ عذاب اور کبھی وہ موت کا سبب بنتی ہے۔ صاعقہ اپنی ذات میں ایک ہی چیز ہے اور آگ، عذاب اور موت اس کے آثار ہیں »

68 ابن جریر طبری فرماتے ہیں: لن نصدقك ولن نقر بما جئتنا به « ہرگز آپ کی تصدیق کرتے ہیں نہ ہی اس چیز کا اقرار کرتے ہیں جو آپ ہمارے پاس لائے ہیں »[جامع البیان 80:2]

69 ظلم بمعنی زیادتی بھی آتا ہے اور بمعنی کمی بھی، جیسا کہ آیت:35 کی تفسیر میں المفردات کے حوالے سے گزر چکا۔ ابن قتیبہ نے یہاں پر ظلم بمعنی نقصان لیا ہے: ويكون الظلم: النقصان، قال الله تعالى: وما ظلمونا ولكن كانوا أنفسهم يظلمون [البقرة: 57] أي ما نقصونا [تاویل مشکل القرآن:258]

70 **المن** امام بخاری فرماتے ہیں: وقال مجاهد: المن: صمغة، والسلوى: الطير « من ایک طرح کا گوند ہے اور سلویٰ پرندہ ہے » [صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ:57]

یحییٰ بن زیاد الفراء فرماتے ہیں: المن : وكان بعض المفسرين يسميه **الترنجبين** [معانی القرآن 37:1]

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: عن ابن عباس قال كان المن ينزل عليهم بالليل على الأشجار فيغدون إليه فيأكلون منه ما شاءوا« عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "من" رات کے وقت درختوں پر پیدا کیا جاتا۔ لوگ جب صبح اٹھتے تو اس سے جتنا چاہے کھاتے » [تفسیر ابن ابی حاتم 116:1، روایت:564]

امام بغوی فرماتے ہیں: وقال مجاهد: هو شيء كالصمغ كان يقع على الأشجار طعمه كالشهد« "من" گوند کی طرح چیز تھی جو درختوں سے لگی ہوتی اور اس کا ذائقہ شہد کی طرح میٹھا تھا» [معالم التنزیل 119:1]

السلوی ابن جریر طبری عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں: السلوى طير يشبه السُّمانى « سلویٰ بٹیر کی مانند ایک پرندہ ہے » [جامع البیان 96:2] ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: عن عكرمة وأما السلوى فطير كطير يكون باطنه أكبر من العصفور أو نحو ذلك« سلویٰ ایک پرندہ ہے جو چڑیا یا اس جیسے پرندے سے بڑا ہوتا ہے » [تفسیر ابن ابی حاتم 116:1، روایت:564] دیگر مفسرین جیسے ابوحیان نے البحر المحیط میں عکرمہ کے قول میں طير يكون بالهند کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں۔

71 ابن جریر طبری فرماتے ہیں: وقلنا لكم: كلوا من طيبات ما رزقناكم [جامع البیان 101:2]

72 صحیح بخاری، کتاب الحیل، باب مایکرہ من احتیال المرأۃ مع الزوج والضرائر، حدیث:6972

امام نووی فرماتے ہیں: قال العلماء المراد بالحلواء هنا كل شئ حلو وذكر العسل بعدها تنبيها على شرافته ومزيته وهو من باب ذكر الخاص بعد العام والحلواء بالمد وفيه جواز كل لذيذ الأطعمة والطيبات من الرزق وأن ذلك لا ينافي الزهد والمراقبة [**شرح النووی علی مسلم** 77:10] **دوسری جگہ فرماتے ہیں:** أن الحلواء كل حلو ليس من جنسه حامض، كالخبيص والعسل والسكر دون العنب والإجاص والرمان... فالحلواء غير الحلو [**روضۃ الطالبین** 88:11]

73 **گلستان سعدی، حکایت اول، در سیرت پادشاہان۔**

74 **ابن منظور افریقی نے اس شعر کو** سداد **کی تشریح میں بطور استشہاد پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:** قال الأصمعي: اشتد، بالشين المعجمة، ليس بشيء؛ قال ابن بري: هذا البيت ينسب إلى معن بن أوس قاله في ابن أخت له، وقال ابن دريد: هو لمالك بن فهم الأزدي، وكان اسم ابنه سليمة، رماه بسهم فقتله فقال البيت [**لسان العرب** 207:3]

75 **'تبدیل' اور 'غیر' یہ دو الفاظ آیت میں ذکر ہیں۔ یہی الفاظ سورۃ یونس:15 میں بھی آئیں گے۔ دونوں کے درمیان فرق کے بارے میں ابو ہلال عسکری (وفات قریبا:395ھ) فرماتے ہیں:** الفرق بين الاتيان بغيره وتبديل الشئ: أن الاتيان بغيره لا يقتضي رفعه بل يجوز بقاؤه معه، وتبديله لا يكون إلا برفعه ووضع آخر مكانه ولو كان تبديله والاتيان بغيره سواء لم يكن لقوله تعالى " إئت بقرآن غير هذا أو بدله فائدة **«اتیان بالغیر میں کسی چیز کو بالکلیہ نہیں ہٹایا جاتا بلکہ اس کے ہوتے ہوئے تبدیلی کو کہتے ہیں۔ جبکہ تبدیل کسی چیز کے بدلے دوسری چیز کو اس کی جگہ رکھنے کا نام ہے اگر دونوں کا مفہوم ایک جیسے ہوتا تو سورۃ یونس:15 میں دونوں الفاظ کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں»** [**معجم فروق اللغویۃ** :15]

76 **ابو البقاء العکبری** [**وفات**:616ھ] : في الكلام حذف تقديره: فبدل الذين ظلموا بالذي قيل لهم قولا غير الذي قيل لهم ; فبدل يتعدى إلى مفعول واحد بنفسه، وإلى آخر بالباء ... ويجوز أن يكون «بدل» محمول على المعنى تقديره: فقال الذين ظلموا قولا غير الذي ; لأن تبديل القول كان بقول [**التبیان فی اعراب القرآن** 66:1-76]

ابن حجر عسقلانی [**وفات**:852] **فرماتے ہیں:** فبدل الذين ظلموا قولا غير الذي قيل لهم التقدير فبدل الذين ظلموا بالذي قيل لهم قولا غير الذي قيل لهم ويحتمل أن يكون ضمن "بدل" معنى "قال" [**فتح الباری شرح صحیح بخاری** 304:8]

77 **ابن جریر طبری فرماتے ہیں:** عن ابن عباس قوله: وادخلوا الباب سجدا : أنه أحد أبواب بيت المقدس، وهو يدعى باب حطة. وأما قوله: سجدا : فإن ابن عباس كان يتأوله بمعنى الركع [**جامع البیان** 104:2]

ابن قیم فرماتے ہیں: وهذا سجود في اللغة، ادخلوا الباب سجدا أي منحنين، وإلا فلا يمكن الدخول بالجبهة على الأرض [**مدارج السالکین** 352:1]

78 كان صلى الله عليه وسلم يحب التيمن في طهوره إذا تطهر وفي ترجله إذا ترجل وفي انتعاله إذا انتعل **« رسول اللہ ﷺ حتی المقدور دائیں طرف سے کام کو شروع کرنا پسند فرماتے تھے خواہ وضو کرنا ہو، کنگھی کرنا یا جوتے پہننا ہو۔ امام نووی فرماتے ہیں:** هذه قاعدة مستمرة في الشرع **یہ شریعت کا ایک مستقل قاعدہ ہے۔ مزید فرماتے ہیں: اور یہ دائیں طرف کی تکریم اور شرافت کے باب سے ہے مثلاً کپڑے پہننا، موزے پہننا، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسواک کرنا، سرماڈالنا، ناخن کاٹنا، مونچھیں ترشوانا، بالوں میں کنگھی کرنا، بغل کے بال لینا، سر منڈانا، نماز میں سلام پھیرنا، وضو کے اعضاء دھونا، بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت، کھانا پینا، مصافحہ، حجر اسود کا استلام اور اس جیسے بے شمار امور »** [**شرح النووی علی مسلم** 160:3]

79 **یہ واقعہ درست نہیں کیونکہ سفیان کو ثوری اس غیبی آواز کی بنا پر نہیں کہا جاتا بلکہ مضر کے مشہور قبیلہ عبد مناۃ کی شاخ بنی ثور سے تعلق کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ سفیان کا ترجمہ ان کتابوں میں دیکھا جائے** [**وفیات الاعیان** 286:2، **تاریخ بغداد** 151:9، **تذکرۃ الحفاظ** 203:1، **الاعلام زرکلی** 104:3]

80 **صحیح حدیث میں اس کی وضاحت آئی ہے۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:** قيل لبني إسرائيل: ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة [البقرة: 58] فبدلوا، فدخلوا يزحفون على أستاههم، وقالوا: حبة في شعرة **"« بنی اسرائیل سے کہا گیا دروازے سے تابعداری اور حطۃ کہتے ہوئے داخل ہوں، تو انہوں نے اللہ کے حکم کو بدل ڈالا، پس وہ اپنی سرینوں کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور زبان سے کہتے رہے: خوشوں میں دانہ »** [**صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسی علیہما السلام، حدیث**:3403]

81 **بغوی فرماتے ہیں:** قال ابن عباس: لا إله إلا الله، لأنها تحط الذنوب، ورفعها على تقدير: قولوا مسألتنا حطة [**معالم التنزیل** 121:1]

82 **ابن ابی حاتم** [**وفات**:327ھ] نے حِطَّـةٌ **کی مختلف توجیہات ذکر کی ہیں:**

1. عن سعيد بن جبير عن ابن عباس : وقولوا حطة قال: مغفرة، استغفروا.
2. عن عكرمة : وقولوا حطة يقول قولوا لا إله إلا الله.
3. قال الحسن وقتادة: وقولوا حطة أي احطط عنا خطايانا. [**تفسیر ابن ابی حاتم** 118:1-199، **روایت**:580-584]

83 عن ابن عباس عن النبي ﷺ قال: دخلوا الباب – الذي أمروا أن يدخلوا منه سجدا – يزحفون على أستاههم، يقولون: حنطة في شعيرة [**جامع البیان** 113:2]

[84] **ابو بکر جصاص مزید فرماتے ہیں:** وعن الحسن: إنما استحقوا الذم لتبديلهم القول إلى لفظ في ضد المعنى الذي أمروا به; إذ كانوا مأمورين بالاستغفار والتوبة فصاروا إلى الإصرار والاستهزاء. فأما من غير اللفظ مع اتفاق المعنى فلم تتناوله الآية; إذ كانت الآية إنما تضمنت الحكاية عن فعل قوم غيروا اللفظ والمعنى جميعا فألحق بهم الذم بهذا القول وإنما يشاركهم في الذم من يشاركهم في الفعل مثلا بمثل، فأما من غير اللفظ وأتى بالمعنى فلم تتضمنه الآية، وإنما نظير فعل القوم إجازة من يجيز المتعة مع قوله تعالى: {إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم} [المعارج: 30] ، فقصر استباحة البضع على هذين الوجهين، فمن استباحه بلفظ المتعة مع مخالفة النكاح وملك اليمين من جهة اللفظ والمعنى فهذا الذي يجوز أن يلحقه الذم بحكم الآية

« حسن بصری سے منقول ہے کہ یہ لوگ صرف اس لئے قابل مذمت گردانے گئے کہ انہوں نے امر شدہ الفاظ کو ایسے الفاظ سے بدل ڈالا تھا جو معنی کے اعتبار سے ان کے اضداد تھے۔ انہیں توبہ اور استغفار کا حکم دیا گیا تھا، لیکن یہ لوگ اپنے گناہوں پر اصرار اور حکم الٰہی کے استہزاء کی راہ پر چل پڑے۔ جہاں تک معنی میں ترادف کے ساتھ الفاظ میں تبدیلی کا تعلق ہے تو زیر بحث آیت میں اس صورت سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، کیونکہ آیت تو ان لوگوں کی حکایت بیان کر رہی ہے جنہوں نے الفاظ و معانی دونوں میں تبدیلی پیدا کر دی تھی اور اس کے نتیجے میں انہیں مذمت لاحق ہو گئی تھی۔ اب اس مذمت کے اندر ان کے ساتھ صرف وہ لوگ شریک ہوں گے جو ہو بہو ان جیسا فعل کریں گے۔ لیکن جو شخص لفظ میں تبدیلی کر کے سابقہ معنی باقی رہنے دے تو آیت ایسے شخص کو اپنے دائرے میں نہیں لیتی۔ آیت میں مذکورہ لوگوں کے فعل بد کی نظیر ان لوگوں کا فعل ہے جو اس قول باری: الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم (مگر اپنی بیویوں اور اپنی لونڈیوں) کی موجودگی میں متعہ کے جواز کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس آیت کے ذریعے عورت کی شرمگاہ کو صرف دو صورتوں کے اندر مباح کرنے کی رہنمائی کر دی ہے۔ اس لئے جو شخص متعہ کے ذریعے جو معنی اور لفظ دونوں کے اعتبار مباح کرنے کی رہنمائی کر دی ہے۔ اس لئے جو شخص متعہ کے ذریعے جو معنی اور لفظ دونوں کے اعتبار سے نکاح اور ملک یمین کے خلاف ہے، عورت کی شرمگاہ کو مباح قرار دے گا اسے زیر بحث آیت کے حکم کے تحت مذکورہ بالا مذمت لاحق ہو جائے گی » [احکام القرآن 39:1]

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ويستنبط منه أن الأقوال المنصوصة إذا تعبد بلفظها لا يجوز تغييرها ولو وافق المعنى . وليست هذه مسألة الرواية بالمعنى بل هي متفرعة منها [فتح الباری شرح صحیح بخاری 304:8]

[85] "(قال: لا) أي: لا تقبل: ورسولك، بل قل: ونبيك الذي أرسلت، وذكروا في هذا أوجها منها: أنه أمره أن يجمع بين صفتيه وهما: الرسول والنبي، صريحا وإن كان وصف الرسالة يستلزم وصف النبوة. ومنها: أن ألفاظ الأذكار توقيفية في تعيين اللفظ وتقدير الثواب، فربما كان في اللفظ زيادة تبيين ليس في الآخر، إن كان يرادفه في الظاهر" [عمدۃ القاری 3:188-189]

[86] **درودتاج** رشید احمد گنگوہیؒ سے درود تاج کے بارے میں سوال کیا گیا:

سوال: چه فرمانیند علمائے دین رحمکم الله تعالیٰ در ثبوت و فضیلت و ثواب درود تاج که در اکثر عوام بالخصوص جهلا شهر دارد و مندرجه الفاظ آن نسبة رسول الله صلی الله علیه وسلم کرده دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم الخ آیا خواندن آن و معتقد فضیلت و ثواب آن از ادله شرعیه ثابت و درست است یا منع و شرک و بدعت؟

جواب: آنچه فضائل درود و تاج که بعض جهلا بیان کنند غلط است و قدر آن بجز بیان شارع علیه السلام معلوم شدن محال و تالیف این درود بعد مرور صدها سال واقع شد پس چگونه ورد این صیغه راموجب ثواب قرا داداده شود و آنچه در احادیث صحاح صیغهائے درود وارد شده آن را ترک کردن و ایں راموعود بثواب جزیل پنداشتن و درد ساختن بدعة ضلالت هست و چون آنکه در آن کلمات شرکیه مذکوره انداز اندیشه خرابی عقیده عوام است لهٰذا ورد آن ممنوع هست پس تعلیم درود تاج بما ناسم قاتل بعوام سپردن ست که صدها مردم بفساد شرکیه مبتلا شوند و موجب هلاکت ایشان گردو فقط والله تعالیٰ اعلم۔ [فتاوی رشیدیہ:178]

[87] **بحق فلاں** کے ذریعے دعا مانگنا

1. **ابو بکر کاسانی فرماتے ہیں:** ويكره للرجل أن يقول في دعائه أسألك بحق أنبيائك ورسلك وبحق فلان لأنه لا حق لأحد على الله سبحانه وتعالى جل شأنه وكذا يكره أن يقول في دعائه أسألك بمعقد العز من عرشك وروي عن أبي يوسف أنه لا بأس بذلك لورود الحديث ... وجه ظاهر الرواية أن ظاهر هذا اللفظ يوهم التشبيه لأن العرش خلق من خلائق الله تبارك وتعالى جل وعلا فاستحال أن يكون عز الله تبارك وتعالى معقودا به وظاهر الخبر الذي هو في حد الآحاد إذا كان موهما للتشبيه فالكف عن العمل به أسلم [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الاستحسان 126:5]
2. **صاحب ہدایہ علی ابن ابی بکر المرغینانی فرماتے ہیں:** ويكره أن يقول الرجل في دعائه بحق فلان أو بحق أنبيائك ورسلك"; لأنه لا حق للمخلوق على الخالق [الهدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی 380:4] اور کراہت جب مطلق ذکر ہو تو احناف کے نزدیک اس سے مراد حرام ہوتا ہے۔ جیسے امام سرخسی فرماتے ہیں: روي أن أبا يوسف – رحمه الله تعالى – قال لأبي حنيفة – رحمه الله – إذا قلت في شيء أكرهه فما رأيك فيه قال: التحريم [المبسوط 233:11]

3. ابن نجیم مصری فرماتے ہیں: بحق فلان يعني لا يجوز أن يقول بحق فلان عليك وكذا بحق أنبيائك، وأوليائك ورسلك والبيت والمشعر الحرام لأنه لا حق للمخلوق على الخالق [البحر الرائق شرح کنز الدقائق 235:8] دیگر حوالہ جات کے لئے شرح العقیدۃ الطحاویۃ:183، فتاوی سراجیہ:72، شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری:160۔

[88] **ببركة فلان** کے ذریعے دعامانگنا

1. شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: وأما القسم الثالث وهو أن يقول: اللهم بجاه فلان عندك أو ببركة فلان أو بحرمة فلان عندك: افعل بي كذا وكذا. فهذا يفعله كثير من الناس؛ لكن لم ينقل عن أحد من الصحابة والتابعين وسلف الأمة أنهم كانوا يدعون بمثل هذا الدعاء [مجموع الفتاوی 83:27]

2. امام مناوی فرماتے ہیں: سئل شيخ الإسلام زكريا عن قوم جرت عادتهم إذا حلفوا أن يقولوا ببركة سيدي فلان على الله هل هم مخطئون بحلفهم بغير الله تعالى؟ أجاب **يكره الحلف المذكور ويمنع منه** [فیض القدیر 207:6]

3. ببركة فلان کے ذریعے دعامانگنے والا دو احتمالات سے خالی نہیں۔ کیونکہ برکت مصدر ہے اور مصدر یا مضاف الی الفاعل ہوتا ہے یا مضاف الی المفعول۔ یا تو جس کا نام وہ لے رہا ہے اسے مبارِک (اسم فاعل کا صیغہ) کہتا ہو گا یعنی برکت ڈالنے والا اور یا اسے مبارَک (اسم مفعول کا صیغہ) کہے گا یعنی اس میں برکت ڈالی گئی ہے۔ اگر اس کا عقیدہ اسے برکت ڈالنے والا کہنا ہے تو اس کے شرک ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ برکت ڈالنے والی ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔ اور اگر دوسرا احتمال مراد ہے کہ اللہ تو نے جس نیک بندے میں اپنی برکت ڈالی ہے اس برکت میں سے مجھے بھی دے دے تو سوال یہ ہے کیا اللہ کے پاس برکت کے خزانے کم ہو گئے ہیں؟ جبکہ قرآن مجید فرماتا ہے: وَإِن مِّن شَيۡءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَآئِنُهُۥ «اور ہمارے پاس ہر ایک چیز کے خزانے ہیں» سورۃ الحجر:21

4. ابن قیم لکھتے ہیں: وأما البركة: فكذلك نوعان أيضا أحدهما: بركة هي فعله تبارك وتعالى والفعل منها بَارَكَ ويتعدى بنفسه تارة وبأداة "على" تارة وبأداة "في" تارة والمفعول منها: مُبَارَكٌ وهو ما جعل كذلك فكان مباركا بجعله تعالى ... أن البركة كلها له تعالى ومنه فهو **المبارِكُ** ومن ألقى عليه بركته فهو **المبارَك** ولهذا كان كتابه مباركا وبيته مباركا والأزمنة والأمكنة التي شرفها واختصها عن غيرها مباركة فليلة القدر مباركة وما حول الأقصى مبارك الخ [بدائع الفوائد 187:2]

5. عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز [وفات:1420ھ] فرماتے ہیں: أما الدعاء بحق فلان أو بجاه فلان أو بركة فلان، أو حرمة فلان، فهذا لا أصل له، ولم تأت به السنة، فالواجب تركه، وهو ليس من الشرك ولكنه من البدع، فالواجب ترك هذا، وهو الصواب الذي عليه جمهور أهل العلم . والله المستعان [فتاوی نور علی الدرب:358، سوال نمبر:162]

برکت، تبرک کی لغوی تعریف اور اس کی جملہ انواع پر مفصل کتاب (600 صفحات پر مشتمل) دیکھیں: التبرك أنواعه و أحكامه تالیف: دکتور ناصر بن عبد الرحمن بن محمد الجدیع۔

[89] یحیی بن زیاد فراء [وفات:207ھ] فرماتے ہیں: فضرب فانفجرت [معانی القرآن 40:1] ابن جریر طبری فرماتے ہیں: **فضربه**، فانفجرت. فترك ذكر الخبر عن ضرب موسى الحجر [جامع البیان 119:2]

[90] حمزہ کرمانی [وفات:505ھ] فرماتے ہیں: قوله فانفجرت وفي الأعراف فانبجست لأن الانفجار انصباب الماء بكثرة والانبجاس ظهور الماء [اسرار التکرار فی القرآن:74]

ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں: أن الانبجاس هو أول خروج الماء، والانفجار اتساعه وكثرته [البحر المحیط فی التفسیر 369:1]

[91] عبد الرزاق [وفات:211ھ] فرماتے ہیں: عن قتادة في قوله تعالى: لن نصبر على طعام واحد قال: «ملوا طعامهم , وذكروا عيشهم الذي كانوا فيه قبل ذلك» فقالوا: فادع لنا ربك يخرج لنا مما «جب وہ ایک قسم کی خوراک سے اکتا گئے اور مصر کی زندگی کو یاد کرنے لگے تو سبزیوں اور دالوں کی فرمائش کی» [تفسیر عبد الرزاق 272:1، روایت:60]

[92] امام نسفی فرماتے ہیں: **بقل** [Herbs]: هو ما أنبتته الأرض من الخضر والمراد به أطايب البقول كالنعناع والكرفس والكراث ونحوها مما يأكل الناس «بقل سے مراد وہ سبزیاں جو زمین اگاتی ہیں، مراد عمدہ اور لذیذ سبزیاں جیسے پودینہ، سلاد اور گندنا وغیرہ جس کو عام طور لوگ کھاتے ہیں» **القثاء** [Cucumbers] أي الخيار «کھیرا اور ککڑی کو کہتے ہیں» [مدارک التنزیل وحقائق التاویل 93:1]

[93] فوم کے بارے میں مفسرین کے تین اقوال ہیں:

1. عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کی قراءت میں" ثوم "یعنی لہسن [Garlic] ہے۔
2. گندم (گیہوں) کو کہتے ہیں۔ حنطة اور یہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔
3. روٹی کو کہتے ہیں۔ خبز مجاہد تابعی کا قول ہے۔ [جامع البیان 128:2، زاد المسیر فی علم التفسیر 71:1]

[94] عدس: مسور کی دال جس کو فارسی میں دال نسک کہتے ہیں۔ [Lentils] بصل: پیاز [Onions]

95 ابن جوزی نے ابن الانباری [وفات:328ھ] کے حوالے سے ذکر کیا ہے: بغير الحق معناه: بغير جرم [زاد المسیر فی علم التفسیر1:72]

96 امام رازی فرماتے ہیں:

ويقتلون النبيين بغير الحق ذكر الحق بالألف واللام معرفة، وقال في آل عمران: يقتلون النبيين بغير حق [آل عمران: 21] نكرة ... فما الفرق؟ الجواب: الحق المعلوم فيما بين المسلمين الذي يوجب القتل، قال عليه السلام، لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى معان ثلاث، «كفر بعد إيمان وزنا بعد إحصان وقتل نفس بغير حق» فالحق المذكور بحرف التعريف إشارة إلى هذا وأما الحق المنكر فالمراد به تأكيد العموم أي لم يكن هناك حق لا هذا الذي يعرفه المسلمون ولا غيره ألبتة [التفسیر الکبیر3:535]

97 اس کو **علة العلة** کہتے ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں: ذلك بما عصوا إشارة إلى علة العلة ولهذا المعنى قال أرباب المعاملات، من ابتلي بترك الآداب وقع في ترك السنن، ومن ابتلي بترك السنن وقع في ترك الفريضة، ومن ابتلي بترك الفريضة وقع في استحقار الشريعة، ومن ابتلي بذلك وقع في الكفر [التفسیر الکبیر8:330، سورة آل عمران:112]

98 ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: وَٱلصَّـٰبِـِٔينَ : اختلفوا في تفسيره على ثمانية أقاويل «صابئین کے بارے میں علماء کے آٹھ اقوال ہیں»

1. عن سعيد بن جبير قال الصابئين: منزلة بين اليهود والنصارى .
2. عن مجاهد قال: الصابئين قوم بين بين المجوس واليهود والنصارى، ليس لهم دين .
3. عن أبي العالية قال: الصائبين فرقة من أهل الكتاب يقرءون الزبور.
4. عن الحسن أنه كان يقول في الصابئين إنهم كالمجوس .
5. قال أبو جعفر الرازي: بلغني أن الصابئين قوم يعبدون الملائكة ويقرءون الزبور ويصلون إلى القبلة.
6. عن وهب بن منبه أنه قيل له: ما الصابئين؟ قال: الذي يعرف الله وحده وليست له شريعة يعمل بها ولم يحدث كفرا [تفسیر ابن ابی حاتم1:127-128]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

والصابئين وهم الصابئون الحنفاء، كالذين كانوا من العرب وغيرهم على دين إبراهيم وإسماعيل وإسحاق قبل التبديل والنسخ [الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح3:123]

دوسری کتاب الرد علی المنطقیین میں صابئین پر مستقل باب باندھا ہے "الصابئة وصواب التحقيق عنهم ":اسی کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے: إن بقراط كان من هؤلاء . ابن ابی حاتم اور دیگر علماء سے صابئین کے بارے میں جملہ اقوال ذکر کئے ہیں۔ اور فقہاء کا اختلاف ذکر کیا ہے کہ آیا ان سے جزیہ لیا جائے گا یا نہیں؟[الرد علی المنطقیین:455]

مزید تفصیل کے لئے زاد المسیر ابن جوزی 1:73، تفسیر قرطبی 1:434، ابن القیم کی احکام اہل الذمۃ 1:237-242 مطالعہ کی جائیں۔

صابئین کی مذہبی کتاب اور آج کے دور میں ان کا وجود:

آج کے دور میں صابئین میں سے باقی رہنے والا ایک گروہ جو اردو میں " منداییہ " اور انگریزی میں "Mandaeans" کے نام سے معروف ہے۔ ان کی مذہبی کتاب کا نام "گنزا ربا" یعنی عظیم کتاب ہے۔ صابئہ کے اس گروہ کے اعتقاد کے مطابق یہ وہ آسمانی صحیفے ہیں جو آدم علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔ اسے انگریزی میں "The Book of Adam" کہتے ہیں۔ گنزا ربا کے علاوہ صابئہ میں دیگر گیارہ مقدس کتابیں بھی پائی جاتی ہیں جو سب کی سب سامی زبان میں ہیں۔ دراسہ ادیہیا، الفلستا، سدرۃ اندشاما، کتاب الدیونان، کتاب اسفر ملوائشہ، کتاب النیانی وغیرہ۔ صابئین میں رائج نماز، روزہ، طہارت، زواج اور دیگر بہت ساری باتوں کی تفصیل جاننے کے لئے مطالعہ کریں: مانع بن حماد الجهني کی الموسوعة الْمُيسَّرة فى الأديان والمذاهب والأحزاب الْمُعاصِرة جلد2: ص:714-723

99 ابن قتیبہ فرماتے ہیں: فإن هؤلاء قوم آمنوا بألسنتهم. فقال تعالى: من آمن منهم بقلبه بالله واليوم الآخر، كأنه قال: إن المنافقين والذين هادوا [تاویل مشکل القرآن:264]

ابن جوزی فرماتے ہیں: في إعادة ذكر الإيمان ثلاثة أقوال: أحدها: أنه لما ذكر مع المؤمنين طوائف من الكفار رجع قوله: من آمن منهم . والثاني: أن المعنى من أقام على إيمانه. والثالث: أن الايمان الأول نطق المنافقين بالإسلام. والثاني: اعتقاد القلوب [زاد المسیر فی علم التفسیر1:73]

آیت سے غلط استدلال

یہ آیت بظاہر معنی کے لحاظ سے نہایت آسان ہے لیکن دور حاضر میں بعض لوگ جہالت کی وجہ سے اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے تمام مذاہب کا اعتبار کیا ہے خواہ کوئی یہودی رہے، کوئی عیسائی، کوئی مسلمان یعنی اسلام لانا ضروری نہیں، بس شرط یہ ہے کہ وہ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے تو اس کے لئے بہشت ہے۔

جواب: شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے آج سے سینکڑوں سال پہلے آیت سے اس قسم کا استدلال کرنے والوں کو جواب دیا ہے۔ فصل کا عنوان انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ باندھا ہے: فصل: رد دعوى النصارى أن القرآن سوى بين جميع الأديان « نصاری کے دعوی کی تردید کہ قرآن مجید نے سارے ادیان کو برابر قرار دیا ہے » اور پھر مذکورہ آیت معترضین کی طرف سے پیش کی ہے۔ جواب میں فرماتے ہیں:

1. آیت میں وہ گروہ مراد ہیں جو اپنے اپنے دور میں غیر محرف دین کی تابعداری کرنے والے تھے۔ جو بھی ان میں مؤمن تھا اس کے لئے رب کے ہاں اجر ہے۔

2. کیاخود اہل کتاب میں یہود اور نصاری ایک دوسرے کو دین حق پر سمجھتے ہیں۔ کیاوہ ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کرتے ؟

3. تحریف کے بعد اہل کتاب اللہ پر ایمان والے رہے نہ ہی آخرت پر ایمان والے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید خود کہتا ہے: قَٰتِلُواْ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ ٱلۡحَقِّ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ [الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح 126:3]

قرآن مجید میں عربی گرائمر کی غلطی

قرآن مجید پر اعتراضات کے سلسلے میں ایک کتاب تین زبانوں میں شائع ہوتی ہے، عربی، انگریزی اور جرمنی۔ جس پر مصنف کا نام عبد اللہ عبد الفادی ہے، جو ایک فرضی نام ہے اور یہ کتاب مسیحی مذہب کی طرف سے ایک اجتماعی کوشش ہے۔ عربی عنوان "هل القرآن معصوم" کیا قرآن غلطیوں سے پاک ہے؟ انگریزی عنوان *Is the Quran Infallible?* ۔ کتاب میں قرآن مجید میں 243 اغلاط کا دعوی کیا گیا ہے۔ جن میں بارہ جغرافیائی غلطیاں، 55 تاریخی، نو اخلاقی، 25 لغوی اور عربی گرائمر وغیرہ شامل ہیں۔ عربی گرائمر کی غلطیوں میں سب سے پہلی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہی آیت ہے جو قرآن مجید میں تین جگہ آئی ہے۔ سورۃ البقرۃ:62، سورۃ المائدۃ:69 اور سورۃ الحج:17۔ سورۃ البقرۃ اور سورۃ الحج میں وَٱلصَّٰبِـِٔينَ منصوب ہے جو إِنَّ کے نیچے داخل ہے اور عربی قواعد کے مطابق ہے لیکن سورۃ المائدۃ میں وَٱلصَّٰبِـُٔونَ مرفوع ہے جو نحوی قواعد کے خلاف ہے۔

جواب: مفسرین نے متعدد جوابات دیئے ہیں لیکن راجح جواب وہ ہے جو محمود بن حمزہ کرمانی (وفات: 505ھ) اور دیگر مفسرین نے ذکر کیا ہے: لأن النصارى مقدمون على الصابئين في الرتبة لأنهم أهل كتاب فقدمهم في البقرة والصابئون مقدمون على النصارى في الزمان لأنهم كانوا قبلهم فقدمهم في الحج وروعى في المائدة بين المعنين وقدمهم في اللفظ وأخرهم في التقدير لأن تقديره : والصابئون كذلك «نصاری رتبے میں صابئین پر مقدم ہیں اس لئے سورۃ البقرۃ میں انہیں مقدم ذکر کیا گیا۔ صابئین کا زمانہ نصاری سے مقدم ہے اس لئے سورۃ الحج میں انہیں مقدم کیا گیا۔ لیکن سورۃ المائدۃ میں سورۃ البقرۃ اور سورۃ الحج کے دونوں معانی کو جمع کیا گیا ہے۔ صابئون کو نصاری پر مقدم ذکر کیا گیا تاکہ زمانے کی رعایت ہو سکے لیکن اسے مبتداء کے طور پر ذکر کیا گیا اور اس کی خبر کو رتبے کی وجہ سے مؤخر اور مقدر کیا گیا» [اسرار التکرار فی القرآن:75]

" هل القرآن معصوم " کے جملہ اعتراضات کے جوابات میں ڈاکٹر صلاح عبد الفتاح الخالدی نے 758 صفحات پر مشتمل ایک بہترین کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "القرآن ونقض مطاعن الرهبان" .

دوسرا خطاب

خلاصہ خطاب ثانی

یہ خطاب پہلے خطاب سے بالترقی ہے۔ کیونکہ گذشتہ خطاب میں روئے سخن ماضی کے یہودیوں کی طرف تھا اور ان پر کی گئی نعمتوں اور عذاب کا ذکر تھا۔ اس خطاب میں نہ صرف گذشتہ یہودیوں کی تین خباثتیں بیان کی جاتی ہیں بلکہ موجودہ یہودیوں کی بھی چار اقسام یا بالفاظ دیگر چار بری خباثتیں بیان کی جاتی ہیں اور اس سے مقصود مسلمانوں کو تنبیہ دینا ہے۔ قرآن مجید میں گذشتہ امتوں کے واقعات سے مختلف فوائد مقصود ہوتے ہیں۔ تخویف، تیقظ۔ تیقظ کا مطلب ہے کہ غافل نہ بنو اگر تم بھی ان کی راہ چلے تو اسی طرح عذاب سے دوچار ہو جاؤ گے جس طرح وہ معذب ہوئے تھے۔ ان واقعات کو محض قصہ کی حد تک بیان کرنا مقصود نہیں۔

ماضی کے یہودیوں کی تین خباثتیں:

1. نقض العهود — وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَـٰقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ ٱلطُّورَ [آیت:63-64]
2. الحيل فى أحكام الله — وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ ٱلَّذِينَ / إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا۟ بَقَرَةً [آیت:65-71]
3. قتل النفس و إتهام البرئ — وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَٱدَّٰرَٰٔتُمْ فِيهَا [آیت:72-73]

موجودہ یہودیوں کے چار گروہ:

1. **محرفین** — أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا۟ لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ [آیت:75]
2. **منافقین** — وَإِذَا لَقُوا۟ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا [آیت:76]
3. المقلدون لآراء الآباء — وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّآ أَمَانِىَّ [آیت:78]
4. المخصصون لأنفسهم بالجنة — وَقَالُوا۟ لَن تَمَسَّنَا ٱلنَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُودَةً [آیت:80]

حدیث رسول ﷺ کے مطابق یہ چار گروہ مسلمانوں کے اندر بھی موجود ہوں گے: لتركبن سنة من قبلكم حذو النعل بالنعل «**تم لوگ گذشتہ امتوں کے نقش قدم پر ایسا چلو گے جیسا جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے**»[1] اور خطاب کا تتمہ تخویف اور بشارت کے ساتھ ہے۔

ماضی کے یہودیوں کی تین خباثتیں:

1. **نقض العهود** [اللہ کے احکام کو توڑنا اور اس کی خلاف ورزی کرنا]

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَـٰقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ ٱلطُّورَ خُذُوا۟ مَآ ءَاتَيْنَـٰكُم بِقُوَّةٍ وَٱذْكُرُوا۟ مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۖ فَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ لَكُنتُم مِّنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴿٦٤﴾

«اور یاد کرو جب ہم نے تم سے وعدہ لیا تھا اور تمہارے اوپر کوہ طور اٹھایا تھا (اور انہیں کہا گیا تھا) کہ وہ احکام ہم نے تمہیں دیئے ہیں، ان پر عزم کے ساتھ عمل کرو، اور جو اس (تورات) میں ہے، اسے یاد رکھو[2]، تاکہ (عذاب سے) بچو۔ تو تم اس کے بعد (وعدے سے) پھر گئے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو تم تاوان اٹھانے والوں میں سے ہوتے»[3]

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَـٰقَكُمْ خطاب بظاہر موجودہ لوگوں کے ساتھ ہے لیکن مراد آباء ہیں۔ یعنی تمہارے بڑوں نے اللہ کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم ایمان لائے ہیں اور تورات کے احکام مانتے ہیں۔ تو اس وعدہ کا پاس تم پر بھی لازم ہے۔[4]

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ ٱلطُّورَ پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے[5]۔ قرآن مجید اسی سورۃ میں فرماتا ہے: لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ «دین میں کوئی زبردستی نہیں» جبکہ ان کے اوپر کوہ طور کا اٹھایا جانا اکراہ ہے۔ اس کے دو جوابات ممکن ہیں:

1. إراءة القدرة یعنی اپنی قدرت دکھانا۔ جس کا مطلب ہے کہ تم لوگوں نے اپنے رب کی قدرت کا مشاہدہ کیا ہے[6]۔ تو پھر اس کی خلاف ورزی کیوں؟
2. إکراہ فی الإیمان جائز نہیں البتہ إكراه في الأحكام جائز ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ میں نے کوہ طور کو تمہارے اوپر اٹھایا تھا کہ اگر تم نے انکار کیا تو تمہیں اپنا انجام بخوبی معلوم ہے۔

إكراه في الدين اور إكراه في الأحكام میں فرق:

لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ کا تعلق ایمان سے ہے کہ کسی سے بزور ایمان تسلیم کروانا جائز نہیں ہے۔ البتہ اسلام میں إكراه في الأحكام جائز ہے۔ مثلاً ایک شخص قتل اور زنا کرے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور زانی کو کوڑوں کی سزا یا سنگسار کیا جائے گا۔[7] بے نمازی شخص سے نماز پڑھوائی جائے گی۔[8] جیسے حدیث میں آتا ہے اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نائب بناؤں اور وہ نماز پڑھائے اور جو لوگ عشاء کی نماز کے لئے مسجد نہیں آئے ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔[9]

محتسب کا ادارہ:[10] بادشاہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ محتسب مقرر کرے اور وہ مسلمان رعایا پر احکام شرعیہ کی پابندی یقینی بنائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ احتساب کا عہدہ اسلامی ریاست کا ایک ناگزیر ستون رہا ہے۔ جنہیں قریہ قریہ مقرر کیا گیا ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو گالی دے، چوری کرے، زنا کرے۔ محتسب اس کا نام نوٹ کر کے تھانے میں رپورٹ درج کرتا۔ تھانیدار گرفتار کرتا اور قانون کے مطابق اسے سزا دی جاتی۔ اور یہی اسلامی ریاست میں امن کا سبب تھا۔ اس فن میں دو بنیادی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ الاحکام السلطانیہ[11] ابو یعلی حنبلی اور دوسری کتاب الاحکام السلطانیہ قاضی القضاۃ ابو الحسن ماوردی کی ہے[12]۔ ان کتابوں میں ریاست کے جملہ افراد کی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں۔ بادشاہ، قاضی، مفتی، محتسب اور سلطنت کے دیگر عہدیداروں کے کیا کیا فرائض ہیں؟ اس موضوع کو قدرے تفصیل سے مطالعہ کرنے کے لئے میری کتاب ضیاء النور کا مطالعہ کریں۔[13]

خُذُواْ مَآ ءَاتَيۡنَٰكُم سے پہلے وَقِيلَ لَهُمۡ مقدر ہے[14]۔ اور خُذُواْ یہاں بمعنی وَٱعۡمَلُواْ ہے۔ چونکہ پکڑنا عمل کا ایک جز ہے۔[15]

بِقُوَّةٖ کا معنی ہے بعزم[16] «مضبوط ارادے کے ساتھ»

روئے خطاب موجودہ یہودیوں کے ساتھ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جن اتباع نے اپنے اسلاف کے جرائم کی تردید نہیں کی اور انہیں برا نہیں سمجھا تو یہ انہی کے حکم میں ہیں۔

فَضۡلُ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهُۥ فضل کا اطلاق زیادہ تر احکام دنیا پر اور رحمت کا احکام آخرت پر ہوتا ہے۔ یعنی اگر اللہ تمہیں دنیا میں اپنے عذاب سے نہ بچاتا جبکہ وہ کوہ طور کو تمہارے سروں پر اٹھا چکا تھا اور اس نے تمہیں تورات نہ دی ہوتی۔ تو تمہارا انجام خسران اور تاوان تھا۔

لَكُنتُم مِّنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ دنیا میں خسران ذلت اور رسوائی اور آخرت میں خسران جہنم میں داخل ہونا ہے۔

2. الحیل فی احکام اللہ

اللہ کے احکام میں ٹال مٹول کرنا اور حیلوں سے کام لینا

➢ **الحیل فی حکم السبت** [ہفتے کے دن حیلوں سے شکار کرنا[17]]

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ ٱلَّذِينَ ٱعْتَدَوْا۟ مِنكُمْ فِى ٱلسَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا۟ قِرَدَةً خَٰسِـِٔينَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنَٰهَا نَكَٰلًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٦٦﴾

«اور تحقیق تم لوگوں نے ان لوگوں کو جان لیا، جنہوں نے تم میں سے ہفتے کے دن بارے حد سے تجاوز کیا تھا، تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔ اور ہم نے اس (قصے) کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو ان کے بعد آنے والے تھے عبرت اور پرہیز گاروں کے لیے نصیحت بنا دیا»

اس واقعہ کی زیادہ تفصیل سورۃ الاعراف: 163-166 میں ہے:

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلَّتِى كَانَتْ حَاضِرَةَ ٱلْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِى ٱلسَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ٱللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا۟ مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦٓ أَنجَيْنَا ٱلَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ ٱلسُّوٓءِ وَأَخَذْنَا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ بِعَذَابٍۭ بَـِٔيسٍۭ بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا۟ عَن مَّا نُهُوا۟ عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا۟ قِرَدَةً خَٰسِـِٔينَ ﴿١٦٦﴾

«اور ان سے اس گاؤں والوں کے بارے میں پوچھو جو دریا کے کنارے واقع تھا۔ جب ان لوگوں نے ہفتے کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کیا (یعنی) اس وقت جب ہفتے کے دن مچھلیاں ان کے پاس پانی کے اوپر ظاہر آتیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ اسی طرح ہم نے ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب آزمائش میں ڈالا۔ اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ (دنیا میں) ہلاک کرنے والا ہے یا (آخرت میں) سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے کہا اس لیے کہ تمہارے پروردگار کے سامنے معذرت کر سکیں اور شاید کہ وہ اس عمل سے اپنے آپ کو بچائیں۔ جب انہوں نے ان باتوں کو فراموش کر دیا جن کی ان کو نصیحت کی گئی تھی تو جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے ان کو ہم نے نجات دی اور جو ظلم کرتے تھے ان اللہ کا حکم توڑنے کے بہ سبب برے عذاب میں پکڑ لیا۔ پس جب وہ اس کام میں حد سے گزر گئے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان کو حکم دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ»

اس سورۃ اعراف کی آیت میں نَبْلُوهُم کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے آزماتا ہے۔ کبھی راستے میں پڑی چیز کے ذریعے، کبھی اجنبی عورتوں کے سامنے آنے کے ذریعے۔

محمد بن ولید بن محمد، ابو بکر، طرطوشی، اندلسی [وفات:520ھ] فرماتے ہیں:

«جمعہ کے روز ایک شخص نے ارادہ کیا تو اس نے گھڑے کھودے اور اس میں شکار کے آلات رکھ دیئے۔ مچھلیاں اس گھڑے میں داخل ہوئیں اور اس نے اتوار کے دن پکڑیں، اور اتوار کے دن تو شکار جائز تھا یہاں تک کہ یہ بات پھیل گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور انہیں بندر اور خنزیر بنا کر مسخ کر دیا۔ ابن زید کہتے ہیں: پہلا شخص جس نے مچھلی کا شکار کیا، اتوار کا دن تھا، اس نے مچھلی کو تلا اور تلنے کی خوشبو پڑوسی کو پہنچی۔ تو اس نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ عنقریب تم پر اللہ کا عذاب آجائے۔ جب اس پر عذاب نہ آیا تو پڑوسی بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ اور دوسرے ہفتے دونوں نے (اس طریقے)» سے شکار کیا۔ اور یوں سارے اس

طریقے پر چل پڑے۔اور یہ ایلہ [18] کی بستی تھی جو مدین اور طور کے درمیان واقع تھی۔یوں لوگ تین گروہوں میں بٹ گئے۔ایک شکار کرنے والے،دوسرا منع کرنے والے اور تیسرا گروہ جنہوں نے منع کرنے والوں سے کہا: لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ٱللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا « تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ (دنیا میں) ہلاک کرنے والا ہے یا (آخرت میں) سخت عذاب دینے والا ہے » [19]

شکار کا دوسرا طریقہ مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ ایک شخص ہفتہ کے دن وضو بنانے کے لئے دریا کے کنارے آیا۔چہرہ دھونے کے لئے جب اس نے چلو میں پانی لیا تو مچھلیاں زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں آگئی تو اس نے چہرے پر اس انداز سے پانی ڈالا کہ مچھلی کو اپنے پیچھے خشکی پر پھینکا۔اگلے روز اسی وضو کی جگہ سے اسے اٹھالیا اور رفتہ رفتہ یہ طریقہ اوروں نے بھی اپنایا۔[20]

یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ ہر بدعت، معصیت، بد فعلی اور بے حیائی کسی معاشرے میں چور کی طرح چھپ کر آتی ہے۔پہلے پہل ابلیس ایک شخص کو اس کے کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔کچھ وقت کے بعد اس کے ساتھی کو پتہ چلتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ بے حیائی پورے معاشرے میں پھیل جاتی ہے۔ضیاء النور میں اس بات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اور وہاں مبتدع مستتر اور معلن کے حکم میں فرق بھی ذکر کیا گیا ہے۔[21]

مذکورہ واقعہ میں تین گروہ بنے۔رد المنکر کرنے والے، خاموش رہنے والے اور مچھلی کا شکار کرنے والا۔قرآن مجید نے دو گروہوں کا حکم تو صریحا بیان کیا کہ شکار کرنے والوں پر اللہ کا عذاب آیا اور منع کرنے والوں کو اللہ نے نجات دی۔اور جن لوگوں نے خود تو شکار نہیں کیا لیکن اوروں کو منع بھی نہیں کیا۔تو قرآن مجید کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی معذب ہوئے ہیں۔اس مقام میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید عکرمہ کا استنباط درست نہیں ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباس کے پاس آیا اور وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: کہ تیسرے گروہ کے بارے میں قرآن مجید خاموش رہا ہے (اور ان کا انجام ذکر نہیں کیا) اور میں ڈرتا ہوں کہیں ان میں سے نہ ہو جاؤں۔عکرمہ نے کہا: کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا: لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ٱللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا وہ خوش ہوئے اور مجھے اپنا چغہ پہنایا۔[22]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حیلوں سے ناجائز جائز نہیں ہوا کرتیں اور حرام حلال نہیں ہو سکتا۔[23] بنی اسرائیل کی اللہ نے شکلیں مسخ کر دیں۔[24]

فَجَعَلْنَٰهَا نَكَٰلًا ضمیر واقعہ کی طرف راجع ہے اور نَكَٰلًا عبرت کو کہتے ہیں اور عذاب کو بھی کہتے ہیں۔[25]

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا مختلف توجیہات ہیں:[26]

1. اس وقت کے اقوام کے لئے اور بعد میں آنے والی قومیں
2. اس بستی کے قریب لوگوں کے لئے اور دور دراز لوگوں کے لئے

ربط: ان آیات میں بنی اسرائیل کے معبود یعنی عجل کی عاجزی ذکر کی گئی ہے اور اس کا تعلق آیت:21 اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ کے ساتھ ہے یعنی أعبدوه لأن غيره عاجز كإله بني إسرائيل «صرف اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے علاوہ سب عاجز ہیں جیسے بنی اسرائیل کا معبود جو اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتا تھا»

➢ **الحيل فی ذبح البقرة** [27]

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا۟ بَقَرَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِٱللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿٦٧﴾

«اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ وہ بولے، کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو۔ اس نے (موسیٰ علیہ السلام) کہا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ نادانوں میں سے ہو جاؤں»

گائے کی عبادت کہاں اور کیسے شروع ہوئی؟

مصر میں جو قوم آباد تھی ان میں صابئیت تھی اور صابئین کواکب کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ بالخصوص نظام شمسی میں سبعہ سیارے یعنی مشتری، زحل اور دیگر کے بارے میں ان کے مختلف نظریات تھے۔ مثلاً مشتری کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ اگر دائرۂ افق سے مشتری یا عطارد طلوع ہو جائے تو عالم میں امن اور خیر ہو گا اور اگر زحل طلوع ہو جائے تو فساد ہو گا۔ اسی طرح ان کے نزدیک جو بچہ مشتری یا عطارد کے طلوع ہونے کے وقت پیدا ہو وہ سعید اور نیک بخت ہے اور جو زحل کے طلوع ہونے کے وقت پیدا ہو وہ شقی اور بدبخت ہے۔ حالانکہ ان کی یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ فلسفیوں کے درمیان کواکب کے طلوع ہونے کی رفتار میں اختلاف ہے کہ آیا وہ سرعت سے طلوع ہوتے ہیں یا آہستگی سے۔ مشہور فلسفی ابن الہیثم کی رائے سب سے کم رفتار کی ہے اور وہ کتنی ہے؟ فرماتے ہیں کہ "ایک طاقتور آدمی جتنی پھرتی سے زمین سے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ زمین پر دے مارے اتنے وقت میں ایک تارہ ڈھائی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتا ہے"۔ جب ان کی رفتار اتنی تیز ہے تو بچے کی پیدائش کو ان میں سے کسی ایک تارے کی طرف منسوب کرنا قطعاً غلط ہے۔ جب آنکھ جھپکنے میں تارے اتنا سفر کرتے ہیں تو ان کے ساتھ سعادت اور شقاوت کو متعلق کرنا باطل ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

"تُدَبِّرُ بالنجوم ولستَ تَدْرِيْ   ورَبُّ النَّجْمِ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ" [28]

«تم ستاروں کے ذریعے عالم کا تدبیر کرتے ہو حالانکہ تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ستاروں کا رب جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے»

صابئین کا قبلہ قطب شمالی [Northpole] تھا کیونکہ ان کے نزدیک قطب شمالی میں ایک نکتہ ہے جو ساکن ہے اور جس کے گرد پورا عالم گھوم رہا ہے۔ بنی اسرائیل جب کنعان سے مصر منتقل ہوئے تو سیدنا یعقوب اور یوسف علیہما السلام کا زمانہ گزرنے کے بعد بنی اسرائیل بھی الناس على دين ملوكهم[29] کے مصداق صابئیت مذہب کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ صابئین کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ تھا کہ سورج جب برج ثور میں داخل ہو جائے تو اس کی وجہ سے ہماری فصلیں پک جاتی ہیں اور خوشحالی آتی ہے۔ چونکہ برج ثور کی شبیہ دنیا میں گائے ہے اسی لئے زمین پر انہوں نے گائے کی تعظیم شروع کر دی۔ اس عقیدہ کے ساتھ کہ جب ہم زمین پر گائے کی عبادت کریں گے تو سورج ہم سے خوش ہو کر ہماری فصلوں میں مزید برکت ڈالے گا۔ گوسالہ پرستی دراصل صابئین میں تھی۔ ان سے یہ عقیدہ ایران میں زرتشت نے حاصل کیا۔ اور اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "دساتیر"[30] اور اس کے پندرہ پارے تھے۔ ہر پارہ ان الفاظ کے ساتھ شروع ہوتا ہے:

"پناہیم بہ یزدان از منش وخوئ بد وزشت گمراہ کنند"[31]

«میں اللہ کی پناہ مادہ شر (یعنی شیطان) اور گمراہ کن خیالات سے مانگتا ہوں»

گویا کہ یہ أعوذ بالله من الشيطان الرجيم کا ترجمہ تھا۔ ہندوستان کے رام چندر جی مہاراج نے ان سے تعلیمات حاصل کیں۔ رام چندر جی نے وید لکھی اور اس کے چار حصے ہیں۔ اس کے آغاز ہی میں یہ بات لکھی ہے کہ اوپر آسمانوں میں برج ثور عالم میں تصرف کرتا ہے اور زمین کے نیچے بیل ہے جس نے زمین کو اپنے ایک سینگ پر تھاما ہوا ہے جب ایک سینگ تھک جائے اور اسے دوسرے سینگ پر منتقل کرتا ہے تو زلزلہ آتا ہے۔ اور یہ بات بعض تفاسیر میں بھی پائی جاتی ہے اور امیوں میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ زمین کو بیل نے اپنے سینگوں پر اٹھار کھا ہے۔ الغرض ہندوستان میں گائے کی عبادت رام چندر کے ذریعے زرتشت (ایران) سے اور صابئین (مصر) سے منتقل ہوئی۔ اور صابئین ایک قول کے مطابق سیدنا نوح علیہ السلام سے پہلے ایک قوم تھی۔

گائے کو ذبح کرنے کی حکمت:

بنی اسرائیل کو گائے کے ذبح کرنے کا حکم کیوں دیا گیا کسی اور جانور کو ذبح کرنے کا حکم کیوں نہیں دیا گیا؟ امام نسفی فرماتے ہیں:

«بنی اسرائیل کو دیگر جانوروں کی بجائے خاص گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ وہ اللہ کی قربت کا سب سے افضل ذریعہ تھا اور انہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی تو اللہ نے ارادہ کیا کہ ان کے ہاتھوں ان کے معبود کو ذلیل کرے»[32] [مدارک التنزیل وحقائق التاویل 101:1]

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے آغاز میں مسلمانوں کو زیارۃ القبور سے منع فرمایا تھا اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ لوگوں کے دلوں سے قبروں کی تعظیم ختم ہو جائے۔ مراکز شرک کو مسمار، جلانے اور ختم کرنے کے لئے آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مختلف اوقات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا جیسے جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ألا تريحني من ذي الخلصة «کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے راحت نہیں دیتے؟» اور یہ یمن میں بنو خثعم قبیلہ کی شرک کی درگاہ تھی اور وہاں میلہ لگتا تھا جس میں شرکت کے لئے مرد و زن سب جمع ہوتے تھے۔ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر اس سے پریشان تھے۔ جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ (جو یمن سے تھے) نے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے درخواست کی کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا اور میں گر جاتا ہوں میرے لئے دعا مانگیں کہ میں نہ گروں۔ فرماتے ہیں اللہ کے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے میرے سینہ پر تھپکی دی۔ اور میں اپنے قبیلہ بنو حمس کے ڈیڑھ سو گھوڑ سواروں کو لے کر چلا۔ جریر کہتے ہیں میں جب پہنچا تو میں نے اس درگاہ کو نذر آتش کر دیا۔ واپسی پر اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا: "جعلتها كجمل أجرب" «میں اسے خارشی اونٹ کے جلد کی طرح چھوڑ آیا» جریر فرماتے ہیں: فدعا لی ولأحمس «رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے میرے اور قبیلۂ احمس کے لئے دعا کی»[33] جریر فرماتے ہیں: "ما حجبني رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ منذ أسلمت" «جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مجھ سے پردہ نہیں کیا» جس کا یہ مطلب ہے کہ باقی لوگ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ملنے کے لئے اجازت طلب کرتے تھے اور مجھے اجازت طلب کرنے سے استثناء دی گئی تھی کہ جب چاہو بغیر اجازت آسکتے ہو۔ وجہ یہ تھی کہ جریر نے شرک کا اڈہ مسمار کیا تھا۔ اسی کو دلیل بنا کر علماء پر یہ فرض ہے کہ وہ شرک کے مقامات کو ختم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں بشرطیکہ اس سے شر اور فساد کا خطرہ نہ ہو۔ ابن القیم فرماتے ہیں: کہ بادشاہوں پر واجب ہے کہ جہاں کہیں شرک کے درگاہ ہوں، اسے ختم کیا جائے اور کوئی خلاف شریعت قبر ہو اسے شریعت کے مطابق کیا جائے[34]۔ اگر فساد کا خطرہ ہو تو خفیہ طریقے سے اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے لیکن بہر حال یہ لازم اور ضروری ہے۔

فوائد توحید:

1. جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو دعا دینے سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان موحدین کے لئے دعا کی ہے جو شرک کے مقامات کو ڈھاتے ہیں۔

2. رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ توحید کی صدا بلند کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ مکی دور کے آغاز آغاز میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فی الحال ایمان ظاہر نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ میں توحید کی صدا بلند کی جس پر کفار ان پر ٹوٹ پڑے۔ کسی نے کہا تمہیں خبر ہے؟ تم کسے مار رہے ہو؟ یہ غفار قبیلے کے ابوذر ہیں اور تمہارا راستہ ان لوگوں پر ہے۔ یہ سنتے ہی اسے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کی اس جرأت پر فرمایا: ما أظلت الخضراء ولا أقلت الغبراء من رجل أصدق لهجة من أبي ذر [35] «آسمان نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سچے آواز پر سایہ کیا ہے نہ ہی زمین نے ان سے زیادہ سچے کو اٹھایا ہے» کیونکہ انہوں نے نامساعد حالات میں توحید کی صدا بلند کی تھی۔

[مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، 206:11، حدیث:6630]

3. مؤذنین کے بارے میں اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: المؤذنون أطول الناس أعناقا يوم القيامة [36] «مؤذن قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے» یعنی سر اٹھائے ہوئے کھڑے ہوں گے اور ملامت اور شرمندہ نہیں ہوں گے کیونکہ انہوں نے دنیا میں توحید کی صدا بلند کی تھی۔ [37]

مغل بادشاہ اکبر کے دور میں گائے کی قربانی پر پابندی:

مغل بادشاہ جلال الدین اکبر ابتداء میں ایک نیک انسان تھا حتی کہ بطور احترام شیخ المحدثین غلام نبی کی جوتیاں سیدھی کیا کرتے تھے۔ لیکن 1001ء میں مبارک کا بیٹا فیضی اس کا وزیر بنا جو ایران سے ہندوستان آیا تھا اور اس کا تعلق اہل تشیع سے تھا۔ قابلیت اتنی تھی کہ "سواطع الالہام" نامی پورے قرآن مجید کی عربی زبان میں ایک تفسیر لکھی ہے اور پوری تفسیر میں ایک بھی نقطے والا حرف استعمال نہیں کیا مثلاً: ب، ت، ث، ج، خ، ذ، ز، ش، ص، غ، ف، ق، ن۔ عرف عام میں اسے "تفسیر بے نقط" کہتے ہیں۔ اس کے زیر اثر بادشاہ اس حد تک جا پہنچا کہ اسی عالم کو گھوڑے سے باندھ کر زمین پر گھسیٹتے ہوئے قتل کرنے کا حکم دیا۔ مولوی عبد القادر نے بادشاہ کو یہ کہہ کر ورغلایا کہ دین محمدی کو ہزار برس ہو چکے اور اب ایک نئے دین اور جامع دین یعنی "دین الٰہی" کی ضرورت ہے[38]۔ کلمہ کو تبدیل کر دیا گیا لا إله إلا الله أكبر خليفة الله. یوں اکبر کے دربار میں گائے، آگ اور سورج کی عبادت شروع ہوئی۔ اور تمام ادیان پر بادشاہ کے دربار میں بغیر کسی پابندی کے عمل در آمد شروع ہوا۔ اکبر نے تمام مذاہب میں شادیاں رچالیں اور نئے دین کے مطابق ہر مذہب میں شادی جائز قرار دی گئی۔ فیضی نے ہندوؤں سے رشوت لے کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! آپ سوئے ہوئے تھے اور آپ پر الہام ہو رہا تھا:

يايها البشر لا تذبحوا البقر فإن تذبحوا البقر فمأواكم السقر

«اے بندے گائے ذبح نہ کرنا اگر گائے ذبح کی تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہے»

اور یوں بادشاہ کے دربار سے شاہی فرمان جاری کیا جس سے گائے کی قربانی پر پابندی عائد ہو گئی اور مسلمان عید الاضحیٰ میں اس کی قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ درباری مولوی سونے سے صندوق بھرتے اور انہیں جگہ جگہ دفناتے تھے کسی قبر پر اپنے والد کے نام کا کتبہ تو کسی پر اپنے دادا کے نام کا کتبہ لگایا۔ جب بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے قبریں کھدوا کر سونے کے صندوق بر آمد کئے اور درباری مولیوں کو ہاتھیوں کے قدموں تلے روند ڈالا۔ دین الٰہی اور ملک میں پھیلی بدعات کے خلاف جس شخص نے آواز اٹھائی وہ شیخ احمد سرہندی تھے جنہیں دنیا مجدد الف ثانی کے نام سے جانتی ہے۔ انہوں نے فتویٰ دیا کہ بادشاہ کے سامنے سجدۂ تعظیمی

حرام ہے اور گائے ذبح کی جائے۔ ان کے فتوے پر پورے ملک میں مریدوں نے عمل شروع کیا۔ مغل بادشاہ جہانگیر نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا اور مجدد کو ان کے روبرو پیش کیا گیا۔ دربار میں داخلے کے وقت قصداً چھوٹا دروازہ کھولا گیا تاکہ شیخ جھک کر داخل ہوں اور اسی کو ان کے خلاف بطور حجت پیش کیا جائے۔ شیخ نے دروازہ کو دیکھتے ہی مخالفین کا ارادہ بھانپ لیا اور اس انداز سے داخل ہوئے کہ ٹانگیں بادشاہ کی طرف کیں اور سر بعد میں داخل کیا لیکن جھکے نہیں۔ بادشاہ پہلے ہی طیش میں تھا درباریوں نے مزید بھڑکایا کہ شیخ حضور کے جناب میں گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے شیخ سے گستاخی کی وجہ پوچھی؟ شیخ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا کہ "اس فقیر کا سر اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے نہیں جھکتا"۔ جلاد کو حکم دیا کہ سر قلم کیا جائے۔ وزیر نے کہا: جناب، اگر انہیں قتل کیا گیا تو پورے ملک میں خانہ جنگی کا خطرہ ہے اور ان حالات کو قابو میں رکھنا حکومت کے بس کی بات نہیں ہے۔ خانہ جنگی کا خطرہ اس لئے تھا کیونکہ سرحد اور افغانستان کا گورنر مہابت خان (جن کی طرف پشاور میں مشہور زمانہ مسجد منسوب ہے) تھا جو شیخ احمد سرہندی کے مرید تھے۔ اور دوسرے مرید بنگال کے گورنر خان خانان تھے۔ دیگر صوبوں میں بھی بڑے بڑے لوگ شیخ کے مرید تھے۔ وزیر کے مشورہ پر بادشاہ نے شیخ کو گوالیار کے جیل میں نظر بند کر دیا۔ مریدوں کو پتہ چلا تو بغاوت کا اعلان کیا اور ہر طرف سے بادشاہ کے خلاف ایک تحریک شروع ہوئی۔ بالآخر اٹک کے قریب بادشاہ کی فوج کو شکست ہوئی اور جہانگیر کو گرفتار کیا گیا۔ جیت کی خبر شیخ کو گوالیار کے جیل میں پہنچائی گئی۔ خط میں لکھا تھا کہ بادشاہ کو گرفتار کر لیا گیا، اس کی فوج کو شکست ہوئی اور آپ کے لئے تخت تیار ہے۔ شیخ نے خط کا جواب دیا کہ "اس فقیر کی لڑائی دنیا کے تخت و تاج کے لئے نہیں ہے۔ اس فقیر کا مقصد رضائے الٰہی اور سنت نبوی کا اجراء ہے۔ فوری طور پر بادشاہ کو رہا کرو اور اس سے معافی مانگو۔ یہ فقیر اس وقت تک زندان میں پڑا رہے گا جب تک کہ ملک میں سنت کا اجراء نہ ہو جائے۔" مرید بھی حقیقت میں مرید تھے پیر کا خط ملنے پر بادشاہ کو رہا کر دیا اور اس سے اپنے کئے کی معافی مانگی۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ اور اسے پورا قصہ بتایا گیا۔ جہانگیر نے خواب دیکھا اور اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی دیدار ہوئی جو اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے فرما رہے تھے کہ "جہانگیر! تم میری شفاعت کی امید کیسے کر سکتے ہو جب کہ تم نے میری امت کے ایک عظیم انسان کو قید کیا ہوا ہے"۔ اگلے ہی دن جہانگیر جیل پہنچا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ شیخ نے جواب دیا "اس وقت تک جیل سے باہر نہیں نکلوں گا جب تک کہ ملک میں رائج خلاف شریعت احکام کالعدم قرار نہ دیئے جائیں۔" بادشاہ نے وعدہ کیا کہ جو آپ چاہیں اسی کی تعمیل ہو گی۔ اکبر کے دین الٰہی کا قلع قمع کر دیا گیا اور وہ ملک جو پچاس سال سے زائد عرصہ تک زنجیروں میں جکڑا گیا تھا۔ شیخ نے اسے آزاد کروایا[39]۔ شیخ مجدد الف ثانیؒ کی مکتوبات بہترین تحریر ہیں جن میں شیخ جگہ جگہ علماء سوء پر تنقید کرتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

علمائیکه که بأین بلا مبتلا اند و به محبت این دنیه گرفتار از علماء دنیا اند۔ ایشانند علماء سوء و شرار مردم و لصوص دین

« اس قسم کے علماء کہ اس مصیبت میں مبتلا ہیں اور اس معمولی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ یہی علماء سوء ہیں اور بدترین لوگ اور دین کے ڈاکو ہیں » [40]

أَن تَذۡبَحُواْ بَقَرَةً گائے کے ذبح کرنے میں اللہ نے تنکیر کی ہے یعنی کوئی بھی گائے ذبح کرو حکم پورا ہو جائے گا۔ لیکن بنی اسرائیل نے تنکیر کو تعریف میں بدلنے کی نافرمانی کی۔ اور **التاخیر فی حکم الشرعی** کے مرتکب ہوئے۔

بطور استنباط یہ کہا جا سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو مفصل بیان نہیں کیا تو اس کی تفصیلات ٹٹولنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ عصاۃ کی نشانیوں میں سے ہے۔ مثلاً یہ سوال پوچھنا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا گوشت کہاں گیا، اسے کس نے کھایا ہو گا؟ آسمان کس چیز سے بنا ہے؟ اور یہ آج کے دور کی ایک نشانی بن چکی ہے کہ غیر ضروری مسائل سے گفتگو کی جاتی ہے۔ محدثین کا قول ہے: نفعل ما فعل رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و نترك ما ترك رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و نسكت ما سكت من غير نسيان « ہم وہ کام کرتے ہیں جو رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کیا ہے، وہ چھوڑتے ہیں جو انہوں نے چھوڑا ہے اور ان باتوں سے خاموش رہتے ہیں جن سے شریعت خاموش ہے اور یہ بھول کی وجہ سے نہیں ہے »

قَالُوٓاْ أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا کیونکہ بنی اسرائیل کے دلوں میں گائے کے معبود ہونے کا خوف تھا کہ ہمارے ہاتھ اس کی ذبح کی طرف کیسے بڑھ سکتے ہیں؟ تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا، لگتا ہے آپ مذاق کر رہے ہیں۔ جیسے آج جو لوگ قبروں سے خوف میں مبتلا ہیں اور ان کے نزدیک اگر کسی ولی کی قبر کے غلاف یا کسی اور چیز کو غلط ارادے سے ہاتھ لگایا تو اس کے مطابق اس کی خیر نہیں۔

قَالَ أَعُوذُ بِٱللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْجَٰهِلِينَ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ دین میں اپنی طرف سے گفتگو کرنا الجاھل کا کام ہے۔ اس دور میں جاہلوں کی مثال مبتدعین ہیں جنہوں نے ان اعمال کو مستحب قرار دیا ہے جو شریعت سے ثابت نہیں ہیں۔

قَالُواْ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِىَ ۚ قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَٱفْعَلُواْ مَا تُؤْمَرُونَ ﴿٦٨﴾

« انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے ہمارے لئے التجا کیجئے کہ وہ ہمیں بیان کرے کہ اس گائے کی کیا صفت ہے (یعنی عمر کتنی ہے)؟ اس نے (موسیٰ علیہ السلام) کہا کہ بے شک شان یہ ہے پروردگار فرماتا ہے کہ وہ گائے بوڑھی ہے نہ بچھیا، (بلکہ) ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے »

مَا هِىَ اس گائے کی کیا صفت ہے[41]۔ اہل منطق مَاهُوَ اور مَاهِیَ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے کسی چیز کی ماہیت اور ذات کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تعریف درست نہیں بلکہ اصل تعریف یہ ہے کہ مَاهُوَ اور مَاهِیَ کے ذریعے صفت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جیسے اس مقام میں بنی اسرائیل کو بقرۃ کی ذات معلوم ہے لیکن ان کے سوالات اس کی صفات کے متعلق ہیں کہ وہ بوڑھی ہے یا بچھیا ہے۔ رنگ کیسا ہے؟ وغیرہ وغیرہ

لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ بوڑھی ہے نہ بچھڑی ہے۔[42]

عَوَانٌۢ ان دونوں کے بیچ درمیانی ہے۔[43]

قَالُواْ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ ٱلنَّٰظِرِينَ ﴿٦٩﴾

« انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے ہمارے لئے درخواست کیجئے کہ ہمیں یہ بھی بیان کرے کہ اس کا رنگ کیسا ہے؟ اس نے (موسیٰ علیہ اسلام) نے کہا، بے شک شان یہ ہے پروردگار فرماتا ہے کہ بے شک وہ ایسی گائے ہے جس کا رنگ خالص زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کر دیتا ہے »

صَفْرَآءُ زرد۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں جب زرد رنگ گہرا ہو تو "مائل بہ سیاہی" ہوتا ہے۔[44]

فَاقِعٌ لَّوْنُهَا خالص ہے اس کا رنگ[45]۔ اور فَاقِعٌ کے معنی "صاف" کے بھی ہیں اور فقع شدت کے لئے استعمال ہوا ہے[46]۔ یعنی ایک ہی رنگ ہے کسی دوسرے رنگ کی ملاوٹ نہیں ہے۔

تَسُرُّ ٱلنَّٰظِرِينَ ایسا رنگ ہے کہ دیکھنے والی کی روح کو خوش کرتی ہے۔ اطباء کہتے ہیں پانی کو دیکھنا، باغ میں ٹہلنا، سرسبز و شاداب مناظر کو دیکھنا بصارت کو تقویت اور روح کو تازگی بخشتے ہیں[47]۔ ہمارے زمانے میں لوگوں کی اکثریت بالخصوص نوجوانوں کی قوت بینائی میں کمزوری کی بنیادی وجہ صفائی ستھرائی کا خیال نہ رکھنا ہے۔ اردگرد ماحول میں گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ صفائی ستھرائی جو سنت طریقہ تھا آج مسلمان اسے بھلا بیٹھے۔

قَالُوا۟ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِىَ إِنَّ ٱلْبَقَرَ تَشَٰبَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّآ إِن شَآءَ ٱللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿٧٠﴾

« انہوں نے کہا کہ اپنے پروردگار سے پھر درخواست کیجئے کہ ہمیں بیان کرے اس گائے کی کیا صفت ہے (یعنی وہ ہل میں جوتی گئی ہو یا آبپاشی کا کام لیا گیا ہو)؟، بے شک یہ گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی اور بے شک ہم اگر اللہ نے چاہا تو راہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے »[48]

قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ ٱلْأَرْضَ وَلَا تَسْقِى ٱلْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا۟ ٱلْـَٰٔنَ جِئْتَ بِٱلْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا۟ يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾

« اس نے (موسیٰ علیہ السلام) کہا کہ بے شک شان یہ ہے پروردگار فرماتا ہے کہ بے شک وہ ایسی گائے ہے کہ زمین جوتتی ہے نہ ہی کھیتوں کو سیراب کرتی ہے۔ عیب سے سالم ہے کوئی داغ اس میں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: اب آپ پورا بیان لائے ہیں۔ پس انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا، اور وہ ہرگز ایسا کرنے والے نہیں تھے »

ذَلُولٌ تُثِيرُ ٱلْأَرْضَ جن جانوروں سے زمین میں ہل چلانے کا کام لیا جاتا ہے ان کی گردن پر جُوا[49] ڈالا جائے۔ گردن عادی ہونے پر ایسے جانور کو عربی میں ذَلُولٌ[50] اور اردو میں "جتا ہوا" کہتے ہیں۔ تُثِيرُ ٱلْأَرْضَ صفت ہے ذَلُولٌ کے لئے۔[51]

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا نقص سے سالم ہے اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔[52]

ٱلْـَٰٔنَ جِئْتَ بِٱلْحَقِّ الحق کا مطلب پورا بیان[53]۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اب تک آپ باطل کہہ رہے تھے اور اب آپ حق لے آئے ہیں۔

وَمَا كَادُوا۟ يَفْعَلُونَ کاد افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اور اس کا عمل الٹ ہے اگر کلام مثبت میں آئے تو نفی کا معنی دیتا ہے اور کلام منفی میں معنی اثبات کا دیتا ہے۔[54] یہاں مَا كَادَ کلام منفی ہے یعنی انہوں نے وہ کام کر لیا۔

3. قتل النفس واتهام البرئ

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَٱدَّٰرَْٰٔتُمْ فِيهَا ۖ وَٱللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾

« اور یاد کرو جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس میں باہم اختلاف اختلاف کیا۔ اور اللہ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس کو تم چھپا رہے تھے »

وَإِذْ یہ ظرف ہے اور اس کا فعل محذوف ہے: اذکروا .[55]

فَٱدَّٰرَْٰٔتُمْ درء دفع کرنے کو کہتے ہیں۔ آپس میں اختلاف کرنے والے ایک دوسرے کو ٹھیلا دیتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص کو قتل کیا گیا اور وہ ایک دوسرے پر الزام تھوپ رہے تھے۔[56] ایک کہتا تھا تم نے قتل کیا ہے دوسرا کہتا تھا تم نے قتل کیا ہے۔

مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ تم لوگ قاتل کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔

فَقُلْنَا ٱضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْىِ ٱللَّهُ ٱلْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ ءَايَـٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

« پس ہم نے کہا کہ اس مردہ کو اس (نفس) کے بعض حصہ کے ساتھ مارو (تو انہوں نے مارا اور وہ زندہ ہوا) (جس طرح اللہ نے اس میت کو مرنے کے بعد زندہ کیا) اسی طرح اللہ مردوں کو (قیامت میں) زندہ کرے گا اور تمہیں اپنے دلائل دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو »

فَقُلْنَا ٱضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا « پس ہم نے کہا کہ مارو اس (مردہ شخص) کو اس (نفس) کے بعض حصے کے ساتھ » ٱضْرِبُوهُ میں ضمیر مذکر اور بِبَعْضِهَا میں ضمیر مؤنث دونوں نفس کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ نَفْسًا مؤنث سماعی ہے اور مؤنث سماعی کی طرف مذکر اور مؤنث دونوں ضمیریں عائد کی جاتی ہیں۔ مثلاً میت کا ہاتھ اس کے سینے کے ساتھ ملا لیا جائے تو وہ زندہ ہو کر قاتل بتا دے گا۔

ذبح البقرة اور قتل النفس کو ایک واقعہ قرار دینے کی تحقیق:

یہ اصول طے ہے کہ اس تفسیر کو بلا چون و چرا تسلیم کیا جائے گا جو قرآن مجید، حدیث رسول ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین سے ثابت ہو۔ اور جو تفسیر ماثور نہ ہو تو ایک شخص کسی آیت کی تفسیر پر قوی دلیل پیش کرنے کا پابند ہو گا۔ اور اس سے مطالبۂ دلیل کیا جائے گا۔ جن مفسرین نے گائے کے ذبح اور نفس کے قتل دونوں واقعات کو ایک قرار دیا ہے ان کا قول متعدد وجوہ کے ساتھ درست اور صحیح نہیں ہے:

1. قرآن مجید میں گائے کے ذبح کرنے کا واقعہ پہلے اور قتل النفس کا بعد میں ہے۔ جو لوگ دونوں واقعات کو ایک قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک مقتول کے قاتل کو معلوم کرنے کے لئے گائے کی ذبح کا حکم دیا گیا جس سے تقدیم تاخیر لازم آتی ہے اور اس تقدیم تاخیر پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔[57]
2. جن مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ گائے کو ذبح کرنے کی حکمت ليهون عندهم معبودهم تھا وہ حکمت فوت ہو جاتی ہے کیونکہ جب مردہ گائے سے لاش زندہ ہو جائے تو گائے کی تعظیم ختم ہونے کی بجائے مزید بڑھ گئی۔
3. دونوں واقعات کا الگ الگ مقصد ہے۔ ذبح البقرة کا مقصد ليهون عندهم معبودهم ہے اور قتل النفس کا مقصد یہ ہے کہ یہودیوں میں ایک بری خصلت یہ تھی کہ جرم خود کرتے اور الزام اوروں پر عائد کرتے۔ اور قاعدہ ہے کہ تاسیس تاکید سے اولیٰ اور بہتر ہے۔[58]
4. ابن کثیر فرماتے ہیں: حدثنا الأعمش عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال إن أصحاب بقرة بني إسرائيل طلبوها أربعين سنة الخ [59] « بنی اسرائیل نے گائے سے متعلق چالیس سال سوالات کئے تھے » [تفسیر ابن کثیر 1:197] جن لوگوں کے نزدیک گائے کو ذبح کرنے کا حکم قاتل کو معلوم کرنے کے لئے کیا گیا تھا تو کیا یہ لاش چالیس سال پڑی ہوئی تھی؟[60]
5. فَقُلْنَا ٱضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا میں مذکر اور مؤنث کے ضمائر نَفْسًا کی طرف راجع ہیں بَقَرَةً کی طرف نہیں۔ کیونکہ نفس مؤنث سماعی میں سے ہے جس کی طرف مذکر اور مؤنث دونوں کی ضمیر راجع ہوتی ہے۔[61]

الزجر

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَٱلْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ ٱلْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ ٱلْأَنْهَٰرُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا
يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ ٱلْمَآءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ ٱللَّهِ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾

« پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ تو یہ دل پتھر کی مانند ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔ اور بعض پتھروں میں سے ایسے ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں، اور بعضے ان میں سے وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، اور ان سے پانی نکل آتا ہے، اور بعضے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں، اور اللہ تمہارے عمل سے بے خبر نہیں » [62]

موجودہ یہودیوں کے چار فرقے [موجودہ سے مراد عہد رسالت کے یہودی ہیں]

1. **محرفین** [اللہ کی کتاب میں تحریف کرنے والے اور یہ علماء ہیں]

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا۟ لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُۥ مِنۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾

« کیا تم (اے ایمان والو) امید رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہاری تصدیق کر لیں گے، (حالانکہ) تحقیق ان میں سے ایک گروہ اللہ کے کلام کو سنتا ہے، پھر اس کو سمجھ لینے کے بعد اس (کے معنی کو) کو پھیر دیتے ہیں (حالانکہ) وہ جانتے ہیں » [63]

اس آیت میں موجودہ یہودیوں کی پہلی قسم یعنی محرفین لکتاب اللہ ہیں جو اللہ کی کتاب میں تغییر کرتے ہیں اور احکام الٰہی کی اصل شکل کو بگاڑتے ہیں۔ ہمارے اس زمانے میں یہود کا نمونہ علماء سوء ہیں۔ جو اللہ کے صاف اور آسان احکام کو مشتبہ اور مشکل بنا دیتے ہیں۔ مثال: علماء سوء لوگوں پر اشتباہ لانے کے لئے بات یوں کرتے ہیں توسل ثابت ہے اور فرق ملحوظ نہیں رکھتے۔ تو اس سے سوال پوچھو، کہ آپ کی مراد شرعی ہے یا غیر شرعی۔ [64]

أَفَتَطْمَعُونَ میں ایمان والوں کو تنبیہ اور زجر دی جاتی ہے کہ ان لوگوں سے ایمان کی امید رکھنا بے کار اور فضول۔ کیونکہ ان پر مہر جباریت لگ چکی ہے۔

يَسْمَعُونَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ اللہ کے کلام میں صریح احکام سن لیتے ہیں لیکن اپنی طرف سے بھی آمیزش ملا لیتے ہیں۔ مثلاً شرعی وسیلہ ثابت ہے۔ تو ساتھ یہ بھی کہتے ہیں بزرگان دین کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے۔ كَلَٰمَ ٱللَّهِ سے مراد تورات یا قرآن مجید ہے۔

عَقَلُوهُ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کام دیدہ دانستہ طور پر کرتے ہیں۔

2. **منافقین**

وَإِذَا لَقُوا۟ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قَالُوٓا۟ ءَامَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوٓا۟ أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ ٱللَّهُ عَلَيْكُمْ
لِيُحَآجُّوكُم بِهِۦ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٧٦﴾

« اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم ایمان لائے ہیں۔ اور جب ان میں سے بعض بعض (یعنی ایک دوسرے) کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں

کیاتم ان (ایمان والوں) کو ان باتوں کی خبر دیتے ہو جس پر اللہ نے (انہیں) تم پر غلبہ دیاہے تاکہ اس کے ذریعے تمہارے رب کے ہاں تم پر دلیل قائم کریں۔ کیاتم میں (اتنی بھی) سمجھ نہیں ہے »

یہودیوں میں دوسرا فرقہ منافقین کا ہے۔ جیسے آج مسلمانوں میں ہیں۔ تمہارے پاس آئے تو تمہارا ساتھی ہونے کا دعوی کرتا ہے اور جب ان کے پاس جائے تو ان کو اپنا وفادار ظاہر کرتا ہے۔

قَالُوٓاْ أَتُحَدِّثُونَهُم قَالُوٓاْ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو ایمان والوں کے پاس نہیں آئے۔

بِمَا فَتَحَ ٱللَّهُ عَلَيۡكُمۡ کیوں تم ایمان والوں کو یہ بتاتے ہو کہ تورات میں ہے کہ آخری پیغمبر تشریف لائیں گے۔ اسی چیز پر تو انہیں غلبہ حاصل ہے اور تم انہیں دلیل مہیا کر رہے ہو۔[65]

لِيُحَآجُّوكُم بِهِۦ عِندَ رَبِّكُمۡ کل کو بروز قیامت تم پر تمہاری ہی بات کو بطور حجت پیش کریں گے کہ اس نے خود دنیا میں ہمارے سامنے تصدیق کی تھی۔

أَوَلَا يَعۡلَمُونَ أَنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعۡلِنُونَ ﴿٧٧﴾

« کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ جانتا ہے وہ جو یہ چھپاتے ہیں اور وہ جو یہ ظاہر کرتے ہیں »

یہ جو آپس میں جرگہ کرتے ہیں کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ کو سب خبر ہے۔

3. **المقلدون لاراء الآباء** [اپنے بڑوں کے رائے کی اندھی تقلید کرنے والے]

وَمِنۡهُمۡ أُمِّيُّونَ لَا يَعۡلَمُونَ ٱلۡكِتَٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنۡ هُمۡ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

« اور بعض ان میں سے ان پڑھ ہیں کہ اللہ کی کتاب کو نہیں سمجھتے لیکن[66] جھوٹ اور وہ نہیں ہیں مگر گمان کرنے والے »

یہودیوں میں تیسرا گروہ امیوں کا ہے جو حق اور باطل میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ان کے نزدیک کتاب میں نوشتہ ہونا ہی دلیل ہے، خواہ بے سر وپا بات ہی کیوں نہ ہو۔ ان کے نزدیک جب کتاب میں ہے بس ٹھیک ہے۔

أُمِّيُّونَ ان پڑھ[67]

لَا يَعۡلَمُونَ ٱلۡكِتَٰبَ نہیں سمجھتے اللہ کی کتاب کو[68]۔ کتاب سے مراد تورات ہے۔

أَمَانِيَّ جھوٹ[69]۔ اگر کوئی اپنی تقریر میں یہ کہے "معین الدین اجمیری! زمیں تیری آسمان تیرا" تو جھوٹ سن کر بڑا خوش ہوتا ہے "واہ واہ مکرر مکرر"۔ لیکن جب قرآن مجید پڑھا جائے اور بالخصوص توحید بیان کیا جائے تو قرآن مجید ان کی حالت کے بارے میں فرماتا ہے: وَإِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَحۡدَهُ ٱشۡمَأَزَّتۡ قُلُوبُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِۖ وَإِذَا ذُكِرَ ٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦٓ إِذَا هُمۡ يَسۡتَبۡشِرُونَ « اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک وہ خوش ہوتے ہیں »

يَظُنُّونَ ظن بمعنی خیال اور گمان۔ ان کا پورا دین شک کی عمارت پر کھڑا ہے۔[70]

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ ٱلْكِتَـٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ لِيَشْتَرُوا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿٧٩﴾

« پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھ سے (اللہ کی) کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سی دنیا کو ترجیح دیں پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جن کے ہاتھوں نے یہ لکھا اور ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو وہ عمل کرتے ہیں »

هَـٰذَا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ اپنی طرف سے ایک مسئلہ گھڑ لیتے ہیں اور اس کی نسبت کتاب اللہ کی طرف کرتے ہیں۔ ہمارے زمانہ کے علماء سوء بھی ان کی روش چلے ہیں۔ بڑے مولوی صاحب نے اپنے پیروکاروں سے کہا: کتاب لاؤ کہ تمہارے لئے لکھ دوں کہ حیلۂ اسقاط کا دائرہ جائز ہے۔ کیونکہ ہمارے بڑوں نے ہمارے لئے لکھ کے نہیں چھوڑا تھا کہ ہم دلیل میں پیش کرسکتے۔ کم از کم کہ تمہیں تو اس مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

وَيْلٌ اس آیت میں لفظ وَيْلٌ (ہلاکت)[71] تین بار ذکر کیا گیا ہے:

1. ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جنہوں نے یہ تحریف کی، پھر ان لوگوں کے لئے بھی ہلاکت ہے جنہوں نے اسے بطور دلیل پیش کیا، اور ان لوگوں کے لئے بھی ہلاکت ہے جنہوں نے اس پر عمل کیا۔ کاتب، مستدل اور عامل تینوں کے لئے ہلاکت ہے۔
2. تین دار ہیں: دنیا، برزخ اور آخرت۔ کم بخت دنیا میں بھی ہلاک، برزخ میں بھی ہلاک اور آخرت میں بھی ہلاک۔
3. تین زمانے ہیں: ماضی میں بھی ہلاک تھے، حال میں بھی ہلاک ہو اور آئندہ بھی ہلاک ہو گے۔

4. **المخصصون لانفسھم بالجنۃ** [اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکے دار سمجھنا]

وَقَالُوا۟ لَن تَمَسَّنَا ٱلنَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ ٱللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ ٱللَّهُ عَهْدَهُۥٓ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾

« اور کہتے ہیں کہ ہر گز ہمیں آگ نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز۔ کہہ دیجئے کیا تم اللہ کے ہاں سے کوئی وعدہ لے چکے ہو؟ (اگر وعدہ کیا ہے) پس ہر گز اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ بلکہ [72] تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کو تم نہیں جانتے »

بنی اسرائیل اپنے باپ دادا کو بطور دلیل پیش کرتے تھے کہ ان کے ساتھ اللہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آپ کی اولاد جنت میں جائے گی۔ اس کا نمونہ ہمارے زمانے میں گدی نشین خانوادے ہیں۔ جن کی صورت اور سیرت خلاف شریعت، نماز کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ دین کے ساتھ کوئی سروکار نہیں لیکن لوگ ان کی دست بوسی کے لئے آتے ہیں اور ان کے بارے میں جنتی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُودَةً مگر گنتی کے چند روز۔ اور چند روز سے مراد چالیس دن ہیں۔ اور ان چالیس دنوں سے مراد وہ ہیں جن میں یہودیوں کے آباءواجداد نے بچھڑے کی عبادت کی تھی۔ [73]

چہلم کی تردید:

ہمارے ہاں غمی کے موقعوں پر چہلم کئے جاتے ہیں اور کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

الزامی جواب: بالکل قرآن مجید سے ثابت ہے کہ یہود چہلم کے قائل ہیں۔ وہ بھی چالیس دن بعد جنت میں جانے کے قائل ہیں۔ اور یہاں بھی چالیس دن گزر جانے کے بعد ایک بڑی خیرات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ عمل ہندوؤں کے ہاں بھی رائج ہے۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں / چہلم، برسی ان کے ہاں بھی منائی جاتی ہیں۔

ہندوؤں کے ہاں اپنے مردوں کے ایصال ثواب کے لئے جو چیزیں دی جاتی ہیں وہ مہاتما پنڈت کو دی جائیں گی۔ پہلے دن کا حلوہ ہندوؤں کے ہاں بھی دیا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں میں بھی ان کی دیکھا دیکھی رائج ہے۔ ہندوؤں کے ہاں جو نام ایصال ثواب کے لئے مشہور ہیں، ان میں: کریا کرم، سدھ، ابھشر من، بام مارگ، پتر سب، سنکلپ ہیں [74]۔ مسلمانوں کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا ہے تو آغاز پیدائش ہندوانہ رسومات سے کرتے ہیں۔ شادی ہندوؤں کے طریقے پر حتی کہ موت کے بعد بھی ہندوانہ رسومات کو نہیں چھوڑا۔ پہلے دن کی خیرات، سوئم، دسواں، چہلم، برسی۔ اور اوپر سے اعلان کرتے ہیں "تری ترام" کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ بھلے نام عبد اللہ ہو۔ کیا فرق پڑتا ہے اگر پوری زندگی ہندوؤں کے طریقے پر گزاری جائے۔ "مسلمان" قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے والے کا نام ہے۔ [75]

فَلَن يُخْلِفَ ٱللَّهُ عَهْدَهُۥٓ پس ہر گز اللہ اپنے وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا۔ [76]

تتمة الخطاب

الزجر والتخويف

بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِۦ خَطِيٓـَٔتُهُۥ فَأُوْلَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٨١﴾

« بے شک جس شخص نے گناہ کیا اور اس کا گناہ اسے گھیر لے تو یہ لوگ جہنمی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس جہنم میں ہوں گے » [77]

سَيِّئَةً گناہ۔[78]

وَأَحَاطَتْ بِهِۦ خَطِيٓـَٔتُهُۥ اس میں اشارہ ہے ختم قلب کی طرف۔ یعنی وہ گناہ اسے اپنی لپیٹ میں لے لے۔[79]

البشارة

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ أُوْلَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٨٢﴾

« اور وہ لوگ جو ایمان لائے (توحید پر) اور نیک عمل کرے یہ لوگ جنتی ہیں۔ وہ اس جنت میں ہمیشہ ہوں گے »

ءَامَنُواْ آیت: 21 میں جو دعوی توحید گزر چکا اس کی طرف اشارہ ہے۔

تیسرا خطاب

اس خطاب میں گذشتہ خطاب سے مزید تخصیص کی گئی ہے۔ کیونکہ خطاب اول میں صرف ماضی کے بنی اسرائیل کا بیان تھا۔ دوسرے خطاب میں ماضی اور حال دونوں زمانوں کے یہودیوں کی بری خصلتیں بیان کی گئیں۔ تیسرے خطاب میں صرف موجودہ یہودیوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو عہد رسالت ﷺ میں موجود تھے۔ تیسرے خطاب کا خلاصہ **انکارھم من الاوامر واتیانھم بالنواھی** ہے۔ یعنی جن امور کے کرنے کا حکم دیا تھا ان پر عمل نہ کرنا اور جن سے منع کیا تھا ان پر عمل کرنا۔ اور **تتمة بالزجر** ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَٰقَ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَقُولُوا۟ لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ﴿٨٣﴾

« اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے (اس بات پر) وعدہ لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کروگے اور (ہم نے کہا کہ) والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ۔ اور لوگوں کو اچھی بات (یعنی کلمہ توحید) کہو اور نماز جاری کرو اور زکوۃ دو۔ پھر تم لوگ پھر گئے سوائے تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے اور تم (ہمیشہ) اعراض کرنے والے ہو »

مِيثَٰقَ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ تمہارے آباءواجداد سے وعدہ لیا تھا اور یہ وعدہ تم سے بھی لیا ہے۔

لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ مفسرین دو توجیہات کرتے ہیں:[80]

1. حرف جر محذوف ہے۔ یعنی کلام یوں ہے بِأَن لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ
2. لَا نفی بمعنی نہی ہے یعنی لَا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ

اللہ فرماتے ہیں میں نے توحید پر تم لوگوں سے وعدہ لیا تھا لیکن توحید سے منہ پھیر کر تم لوگوں نے نہ صرف بندگان خدا کی عبادت شروع کی بلکہ اپنے احبار و رہبان کو بھی خدائی کے مرتبے تک پہنچا دیا۔[81]

وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا اس سے پہلے قُلْنَا مقدر ہے۔[82] اور والدین کے ساتھ سب سے بڑا احسان انہیں مسئلہ توحید بتانا ہے اگر وہ شرک میں مبتلا ہوں۔ کسی بھی شخص کے ساتھ یہ عظیم احسان ہے کہ اسے توحید بیان کیا جائے اور شرک کی تردید کی جائے[83]۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد کے ساتھ یہ بھلائی قرآن مجید نے جگہ جگہ ذکر کی ہے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَٰٓأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِى عَنكَ شَيْـًٔا [سورۃ مریم 42:19]

« یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے والد تم کیوں اس کی عبادت کرتے ہو جو تمہاری فریاد سنتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی تمہیں ذرہ بھر فائدہ دے سکتا ہے »

قرآن مجید میں احسان بمعنی توحید مذکور ہے:

هَلْ جَزَآءُ ٱلْإِحْسَٰنِ إِلَّا ٱلْإِحْسَٰنُ [سورۃ الرحمن 60:55]

«توحید کا بدلہ ضرور بضرور جنت ہے»

ابن کثیر معنی کرتے ہیں: هل جزاء التوحيد إلا الجنة [84]۔ والدین کے ساتھ بڑا احسان انہیں جہنم سے بچانا ہے۔ ہر اولاد کو چاہیئے کہ اپنے والدین کے عقیدہ اور آخرت کی فکر کریں اور یہ کام ادب کے دائرے میں رہ کر کرنا چاہیئے۔

وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْنًا اچھی بات سے مراد کلمہ توحید ہے۔[85]

تَوَلَّيْتُمْ اور **مُّعْرِضُونَ** کے مابین فرق یہ ہے کہ تولی ظاہری بدن سے منہ پھیرنے کو کہتے ہیں اور اعراض دل سے پھرنے کو کہتے ہیں۔[86]

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَٰقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَٰرِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾

«اور یاد کرو جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور نہ ہی اپنے لوگوں کو ان کے گھروں سے جلا وطن کرو گے پھر تم لوگوں نے اقرار کیا اور تم گواہ ہو»

مِيثَٰقَكُمْ وثق سے ہے جس کے معنی پختہ عہد و پیمان کے ہیں۔[87]

دِمَآءَكُمْ اور **أَنفُسَكُمْ** سے اپنے ہم جنس یعنی مسلمان بھائیوں کا خون اور جان مراد ہے۔[88]

ثُمَّ أَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَٰرِهِمْ تَظَٰهَرُونَ عَلَيْهِم بِٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ وَإِن يَأْتُوكُمْ أُسَٰرَىٰ تُفَٰدُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ۚ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ ٱلْكِتَٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْىٌ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰٓ أَشَدِّ ٱلْعَذَابِ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٨٥﴾

«پھر تم یہی لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے ہی ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو (اس حال میں) کہ ان (مسلمانوں) کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو گناہ اور زیادتی کے ساتھ۔ اور اگر تمہارے پاس قیدی آجائیں تو تم ان کی طرف سے فدیہ دیتے ہو اور شان یہ ہے کہ ان کا نکالنا بھی تم پر حرام کیا گیا ہے۔ کیا تم بعض کتاب کو مانتے ہو (جو فدیہ ہے) اور بعض سے انکار کرتے ہو (یعنی قتل اور اخراج)۔ تو اس شخص کی کیا سزا ہے[89] جو تم میں سے یہ کام کرے مگر (سزا) دنیا کی زندگی میں ذلت اور رسوائی ہے۔ اور بروز قیامت سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے جو تم عمل کرتے ہو»

پس منظر

مدینہ میں یہودیوں کے کئی گروہ آباد تھے جن میں بنو قریظہ اور بنو نضیر[90] بھی ہیں۔ نبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بعثت سے تین سو سال سے زائد عرصہ قبل یہ گروہ شام سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ چونکہ اہل کتاب تھے تورات سمجھتے تھے اور لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے تو انہوں نے مدینہ (پرانا نام یثرب) میں "بیت المدراس" [91] کے نام سے مدرسے بنوائے، اور یہی ان میں سے اکثریت کا ذریعہ معاش تھا۔ جن میں عربوں کے بچے پڑھنے کے لئے آتے تھے۔ دوسری جانب یمن سے آئے دو قبیلے بھی مدینہ میں آباد تھے یعنی اوس اور خزرج[92] جو امی اور غیر اہل کتاب تھے۔ اوس والے بنو قریظہ کے حلیف تھے اور خزرج والے بنو نضیر کے حلیف تھے۔ اوس اور خزرج کے درمیان بسا اوقات لڑائیاں ہوتیں۔ ایسے میں بنو قریظہ اپنے مریدوں کی تائید کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور بنو نضیر والے خزرج والوں کی مدد کے لئے آن پہنچتے[93]۔ جنگ کے خاتمے پر جب ایک فریق غالب آجاتا مثلاً اگر اوس والے غالب آجاتے تو ان کی قید میں جس طرح خزرج کے قیدی آتے اسی طرح بنو نضیر کے قیدی بھی آجاتے۔ یہ دیکھ کر بنو قریظہ والے سرگرم ہو جاتے۔ اور کہتے ہمارے مسلمان بھائی قید میں آئے ہیں اور ان کو چھڑانے کا اہم

سے وعدہ لیا گیا ہے۔ اوران کو چھڑانے کے لئے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے۔ تو چندہ اکٹھا کرنے کا اعلان کرتے۔ چندہ اکٹھا ہونے پر آدھی رقم اپنی جیب میں ڈال لیتے اور آدھی اس کی فدیہ میں دے کر اپنے مسلمان بھائی کو آزاد کرتے۔ قرآن مجید ان کی مذمت کرتا ہے کہ :

أَفَتُؤۡمِنُونَ بِبَعۡضِ ٱلۡكِتَٰبِ وَتَكۡفُرُونَ بِبَعۡضٖ « کہ تورات کے بعض احکام مانتے ہو اور بعض نہیں مانتے »

تم پر تو اپنے بھائیوں کا قتل کرنا اور انہیں اپنے گھروں سے جلاوطن کرنا بھی حرام تھا۔ اس پر تو عمل نہیں کرتے لیکن جس کام میں تمہارا دنیاوی فائدہ ہے اس پر عمل کرتے ہو۔[94]

افسوس کہ آج بھی علماء سوء میں سے کسی نے تعویذ اور کسی نے مدرسہ کو کاروبار کا ذریعہ بنایا ہے۔ درس و تدریس جو رضائے الٰہی کا سبب تھا اسے ذریعہ معاش بنا دیا۔ مدرسہ بنانے سے پہلے لاغر، کمزور اور نہایت کسمپرسی کی زندگی گزارتا ہے لیکن مدرسہ بنانے کے بعد صحت پر وہ خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اگر خود اپنا تعارف نہ کرائے، تو اسے پہچاننے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غربت ماضی کا قصہ بن جاتی ہے۔ اور اگر پوچھا جائے زندگی کیسے گزر رہی ہے؟ تو جواب ملتا ہے: اللہ کا فضل ہے، گزارہ چل رہا ہے۔ اقتدار کے حصول کے لئے خواہ کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑیں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ آج ایک پارٹی کے ساتھ بغل گیر ہیں تو کل دوسروں کی خوشامد۔ علماء کا اصل کام ان لوگوں کے خلاف متحد ہونا تھا جو اس ملک میں مسلمانوں کا ناحق خون بہا رہے ہیں۔ لیکن اس کے لئے اتفاق کرنے میں ان کا کیا فائدہ ہے؟ باپ کا سایہ اٹھنے کے بعد یتیم کے مال پر ہر طرف سے چھینا جھپٹی شروع ہو جاتی ہے۔ جس شخص کو اس کی روک تھام کے لئے کردار ادا کرنا تھا وہ خود اس مال کے حصول کے لئے آستینیں چڑھالیتا ہے۔ اگر علماء اس ملک کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کریں تو مجال ہے کہ ہمارا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہو۔ دوسری جانب پیران ضلالت لوگوں کے لڑائی جھگڑے ختم کرنے کی بجائے انہیں آپس میں لڑاتے ہیں۔ مثلاً: امیوں میں ایک سے کہتا ہے کہ تمہارے بارے میں فلاں شخص کے ارادے اچھے دکھائی نہیں دیتے۔ اور یہی بات دوسرے شخص سے بھی کہتا ہے۔ اتفاقاً اگر دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آتے ہیں تو ایک دوسرے کو گھور گھور کر دیکھتے ہیں۔ ایک پیر صاحب کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اسلحہ خریدنا چاہتا ہوں تھوڑے پیسوں کی ضرورت ہے۔ پیر صاحب کہتا ہے اپنی فلاں زمین گروی رکھوا دو یا بیچ دو اور پیسے لے لو۔ دوسرے کے ساتھ بھی یہی کرتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کو قتل کر دیتے ہیں اور پیر آرام سے ساری زمین کا مالک بن جاتا ہے۔[95]

اگر معاشرے کے یہ دو کلیدی گروہ علماء اور پیر دنیاوی لالچ سے بالاتر ہو کر خود بھی سادگی اور سنت پر عمل پیرا ہونے کی مثال قائم کریں اور عام لوگوں کو بھی اس پر چلنے کی تعلیم دیں تو زندگی آسان ہو جائے گی۔ ہمارے اسلاف میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں:

1. خلیل ابن احمد[96] [وفات:170ھ] کے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہ میرے بچوں کو علم ادب پڑھائیں اور آپ کو ایک ہزار دینار تنخواہ ملے گی۔ قاصد سے کہا: بیٹھو، میں ابھی آیا۔ گھر سے سوکھی روٹی ہاتھ میں لئے باہر آئے اور قاصد سے کہا: اچھا تو اب بتاؤ۔ بادشاہ نے کیا پیغام دے کر بھیجا ہے؟ اور اس سوکھی روٹی کو دانتوں سے توڑتے ہوئے اور آواز نکالتے ہوئے کھانا شروع کیا اور قاصد سے کہا: اپنے بادشاہ سے کہنا "خلیل سوکھی روٹی کھا سکتا ہے" اور تمہارے دربار میں ذلت وہ اٹھائے جس کو سوکھی روٹی کھانے کی عادت نہیں ہے۔[97]
2. یحیی بن زیاد فراء[98] [وفات:207ھ] کو بادشاہ نے اپنے دربار میں عہدہ کی پیشکش کی، فراء نے پیشکش کو ان الفاظ میں ٹھکرایا:

لن ترانی لك العيون بباب   ليس مثلی يطيق ذل الحجاب
يا أميرا علی جريب من الأرض   له تسعة من الحجاب
جالسا فی الخراب يحجب فيه   ما رأينا إمارة فی خراب

« تیری آنکھیں مجھے اپنے در پر نہ پائیں گی۔ میرے جیسا آدمی حجاب کی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک جریب زمین کے مالک ہو اور دروازے پر نو چوکیدار۔ تو ویرانے میں چھپا ہوا بیٹھا ہے۔ ہم نے کبھی ویرانے میں حکومت نہیں دیکھی »[99]

3. امام ابو حنیفہ[100] کے شاگرد رشید عبد اللہ بن مبارک[101] [وفات:181ھ] کو پتا چلا کہ ان کے ساتھی اسماعیل بن علیہ[102] نے بادشاہ کے درباری مولوی ہونے کا عہدہ قبول کیا ہے تو انہیں خط بھیجا۔ خط میں لکھتے ہیں:

يا جاعل العلم له بازيا	يصطاد أموال المساكين
احتلت للدنيا و لذاتها	بحيلة تذهب بالدين
فصرت مجنونا بها بعد ما	كنت دواء للمجانين
أين رواياتك فيما مضى	عن ابن عون وابن سيرين
أين رواياتك في سردها	في ترك أبواب السلاطين
إن قلت أكرهت فذا باطل	زل حمار العلم في الطين

« اے علم کو باز بنانے والے جس سے مسکینوں کا مال شکار کرتے ہو۔ تم نے دنیا اور اس کی لذتوں کو حاصل کرنے کے لئے ایسا حیلہ بنایا ہے جو دین کو برباد کرتا ہے۔ دنیا کی لالچ میں تم خود دیوانے ہو گئے ہو حالانکہ تم تو دیوانوں کا علاج تھے۔ ابن عون اور ابن سیرین سے تمہاری وہ روایات کہاں گئیں۔ تمہاری وہ روایات کہاں گئیں جن میں بادشاہوں کے دروازوں کو چھوڑنے کا بیان تھا۔ اگر تم یہ عذر پیش کرو کہ مجھے مجبور کیا گیا ہے تو یہ دلیل بے کار ہے۔ علم کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا» اسماعیل بن علیہ کو جب ان کا خط ملا تو تاریخ کی کتابوں میں ہے: فبكى واستعفى «تو رو پڑے اور استعفی دے دیا» اور کہا میرے بھائی نے مجھے بڑی اچھی نصیحت کی ہے۔[103]

تَظَٰهَرُونَ عَلَيۡهِم ان کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو۔[104]

اثم اور عدوان میں فرق

الإثم ما كان محرم الجنس قليلا كان أو كثيرا «اثم اسے کہتے ہیں جس کا جنس حرام ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر جیسے شرک، جھوٹ وغیرہ» والعدوان ما كان محرم القدر والزيادة «اور عدوان اسے کہتے ہیں جس کی جنس تو حرام نہ ہو لیکن اپنی مقرر مقدار سے زائد ہونا حرام ہو جیسے بدعات» بدعات کی اصل یعنی ذکر کرنا، دعا کرنا، خیرات کرنا اصلا تو حرام نہیں بلکہ عبادات ہیں لیکن اپنی طرف سے بنائے گئے طریقے پر کرنا بدعت کہلائے گا اور یہی عدوان ہے۔[105] اسی لئے بعض مقامات میں مفسرین اثم اور عدوان کا معنی "شرک اور بدعت" سے کرتے ہیں حالانکہ وہ اس کا ایک مصداق ہیں۔[106]

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيۡكُمۡ إِخۡرَاجُهُمۡ حالانکہ انہیں نکالنا/ جلاوطن کرنا بھی تم پر حرام کیا گیا ہے۔[107] یعنی فدیہ دینے میں اپنے بھائیوں کی تائید بھی کرتے ہو اور انہیں قتل اور جلاوطن بھی کرتے ہو۔

أَفَتُؤۡمِنُونَ بِبَعۡضِ ٱلۡكِتَٰبِ وَتَكۡفُرُونَ بِبَعۡضٍ آدھی کتاب مانتے ہو اور آدھی نہیں۔

إِلَّا خِزۡيٌ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا قرآن مجید نے دنیا میں ان کی سزا خِزۡيٌ ذکر کی ہے "غریبی اور محتاجی" نہیں۔ یعنی مالدار ہوں گے لیکن تب بھی ذلیل اور رسوا ہوں گے۔

یہی حال دنیا میں اہل بدع کا ہے کہ مال کمانے کے لئے وہ سب کچھ کر گزرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں لیکن باوجود مالداری کے بھی ذلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ جیسے سفیان بن عیینہ[108] فرماتے ہیں:

كل صاحب بدعة ذليل[109] «ہر مبتدع ذلیل ہو گا (اگرچہ وہ مالدار کیوں نہ ہو)»

اور حسن بصری[110] فرماتے ہیں: إن ذل البدعة على أكتافهم وإن هملجت بهم البغلات وطقطقت بهم البراذين[111]

« بے شک بدعت کی ذلت ان کے کندھوں پر لادی ہوگی اگرچہ وہ تیز رفتار خچر اور قیمتی گھوڑوں کے مالک کیوں نہ ہوں » اور متبع سنت عالم باوجود تنگدستی کے تروتازہ اور خوش ہوتا ہے اور لوگوں پر اس کا رعب قائم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنی عزت نفس کو مجروح نہیں کیا۔ مقولہ ہے: من کنوز البر کتمان المصائب « (مخلوق سے) اپنی مصیبتوں کو چھپانا نیکی کے خزانوں میں سے ہے » [112]

التتمة بالزجر

أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱشۡتَرَوُاْ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا بِٱلۡأٓخِرَةِۖ فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ ٱلۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنصَرُونَ ﴿٨٦﴾

« یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ سو نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی »

چوتھا خطاب: الانکار من الانبیاء السابقین

بنی اسرائیل ایسی قوم جنہوں نے نہ صرف گذشتہ پیغمبروں کی تعلیمات سے روگردانی کی ہے بلکہ ان کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ بِٱلرُّسُلِ ۖ وَءَاتَيْنَا عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَأَيَّدْنَٰهُ بِرُوحِ ٱلْقُدُسِ ۗ أَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُولٌۢ بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ ٱسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿٨٧﴾

« اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے پیچھے یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے اور عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور ہم نے جبریل کے ذریعے انہیں مضبوط کیا۔ تو کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لے کر آیا ہے جو تمہارے نفسوں کو ناگوار تھے تو تم لوگوں نے گھمنڈ کیا۔ ایک گروہ کو تم جھٹلاتے رہے، ایک گروہ کو تم جھٹلاتے رہے اور ایک گروہ کو تم قتل کرتے رہے، ایک گروہ کو تم قتل کرتے رہے »

وَقَفَّيْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ بِٱلرُّسُلِ قرآن مجید دوسری جگہ فرماتا ہے: ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا « پھر ہم نے اپنے پیغمبر متواتر بھیجے » سورۃ المؤمنون 23:44۔ قَفَّيْنَا قفا سے ہے جس کے معنی گدی (گردن کا پچھلا حصہ) کے ہیں۔ یہاں مراد "پیچھے چلنا"[113]

عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ قرآن مجید میں کسی اور پیغمبر کے ساتھ اس کی ولدیت ذکر نہیں کی گئی کہ محمد ابن عبد اللہ یا ابراہیم بن آزر بلکہ تئیس [23] مرتبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ابن مریم کے ساتھ ہوا ہے ردا علی النصاری جس کا مقصد نصاریٰ کی تردید ہے کہ وہ ابن اللہ نہیں بلکہ ابن مریم ہیں۔

أَفَكُلَّمَا ہمزہ توبیخ کے لئے اور فاء ما قبل پر تفریع ہے۔[114]

بِمَا لَا تَهْوَىٰٓ أَنفُسُكُمُ ٱسْتَكْبَرْتُمْ مَا سے مراد احکام ہیں۔ جو احکام ان کی طبیعت کو ناگوار تھے ان سے تکبر کرتے۔ بالکل یہی طرز عمل آج مسلمانوں کا بالعموم اور علماء کے طبقہ کا بالخصوص ہے اگر کسی حکم سے اس کے دنیاوی مفادات وابستہ نہ ہوں اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو اس پر ڈٹ کر عمل کرتا ہے۔ مثلاً: حنفیت کے دعویداروں میں اکثریت کا یہ حال ہے کہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین میں کٹر حنفی ہیں لیکن اگر اجرت علی الطاعات کی بات آ جائے جس کو امام ابو حنیفہ ناجائز اور حرام کہتے ہیں تو اس کے لئے امام ابو حنیفہ کو خاطر میں بھی نہیں لاتے۔ کیونکہ وہاں روزی روٹی کا معاملہ ہے۔ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ ٱلْكِتَٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ والا کام ہے۔ نکاح پڑھانے پر اجرت، میت کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن پر اجرت کے قائل ہیں۔ دیگر فقہاء دم پر اجرت کے جواز کے قائل ہیں لیکن امام ابو حنیفہ کراہت کا قول کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دم پر اجرت کے جواز کے قائل ہیں میں ان کی مذمت نہیں کرتا لیکن خود امام ابو حنیفہ کے قول پر عمل پیرا ہوں۔

میت کے ایصال ثواب کے لئے مروجہ ختم قرآن:

میت کے ایصال ثواب کے لئے رائج ختم قرآن مجید کئی مفاسد پر مشتمل ہے:

1. ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: الآخذ والمعطی کلاهما آثمان [رد المحتار علی الدر المختار 4:48] « اجرت لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں »[115]

جس گھر والے نے دعوت دی ہے وہ بھی گنہگار اور جو ختم کے لئے آیا ہے وہ بھی گنہگار ہے۔ جب لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں تو یہ ایصال ثواب نہیں بلکہ ایصال گناہ ہے؟

2. قرآن مجید کی جو بے توقیری ان ختموں میں کی جاتی ہے وہ غیر مسلم بھی اپنی مذہبی کتاب کی نہیں کرتے۔ اگر آپ سکھوں کے اپنے مردوں کو ایصال ثواب کے لئے "گرنتھ "پڑھنے کا مشاہدہ کریں تو گرنتھ ایک جگہ پڑا ہوتا ہے اور گرنتھی (گرنتھ پڑھنے والا) آکر اس کے سامنے تعظیم سے بیٹھ جاتا ہے وہ پڑھتا ہے اور دیگر اسے توجہ سے کان لگا کر سنتے ہیں۔ اسی طرح ایک ایک کرکے پڑھتے جاتے ہیں اور دیگر غور سے سنتے ہیں۔ اگر ان سے سوال کیا جائے کہ مسلمانوں کی طرح ایسا کیوں نہیں کرتے کہ گرنتھ کو تقسیم کرکے ان میں ایک ایک حصہ بانٹ دیا جائے اور ہر کوئی اکیلے اکیلے پڑھے جیسا کہ مسلمانوں نے قرآن مجید کو تیس پاروں میں تقسیم کیا ہے اور ختم کے وقت ایک ایک پارہ تقسیم کر لیتے ہیں[116]۔ تو سکھ جواب دیں گے "یہ تو گرنتھ کی بے عزتی ہے کہ ایک پڑھے اور دیگر افراد اسے توجہ سے نہ سنیں"[117]۔ لیکن مسلمانوں کے ہاں ہر ایک اپنی اپنی تلاوت کرتا ہے اور قرآن مجید کے حکم کی صریح خلاف ورزی کرتے ہیں:

وَإِذَا قُرِئَ ٱلْقُرْءَانُ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥ وَأَنصِتُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ [سورۃ الاعراف 204:7]

« اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے »

بعض لوگ تو نماز میں قرآن مجید کو نہ سننے کی بے ادبی کرتے ہیں لیکن ختم کرنے والے تو ان سے بھی گئے گزرے ہیں کہ نماز کے باہر بھی قرآن مجید کی تعظیم نہیں کرتا اور بجائے رحمت کے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق قرار دیتا ہے۔

3. بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب فقہاء نے اس پر اجرت لینے کو حرام کہا ہے تو اس پر کھانا اور اجرت لینا تب حرام ہو گا جب قرآن مجید پڑھا جائے۔ ہم سرے سے قرآن مجید پڑھتے ہی نہیں ہیں بلکہ صرف دکھاوے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں اور پارہ ہاتھ میں لئے صرف تسبیح اور تہلیل کرتے ہیں۔ یعنی دھوکے کے لئے قرآن مجید کو آلہ کار بنایا ہے۔

البتہ نئے مکان کی تعمیر یا کسی بیمار کی صحت یابی پر فقہاء نے ختم قرآن پر کھانے کے جواز کا قول کیا ہے کیونکہ وہ طاعت اور عبادت کے قبیل سے نہیں ہے لیکن میت کے ایصال ثواب پر کھانے کے عدم جواز میں سب متفق ہیں اس لئے کہ یہ طاعات میں سے ہے۔

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ معنی میں اشکال ہے: نحوی قواعد کے مطابق فَرِيقًا مابعد فعل كَذَّبْتُمْ کے لئے مفعول نہیں بن سکتا۔ کیونکہ فاء حروف ضعیفہ میں سے ہے اور اس کی تقدیم فعل پر درست نہیں ہے۔[118]

جواب:

ابن قتیبہ[119] نے قاعدہ ذکر کیا ہے: ويحذف إذا كان ما يبقى دليلا على ما يلغى [120] « اور کلام میں حذف اس وقت کیا جاتا ہے جب کلام میں ایسا لفظ باقی ہو جو حذف کئے گئے لفظ پر دلیل ہو» دراصل فَرِيقًا فعل محذوف کے لئے مفعول ہے اور اس پر دلیل مابعد فعل كَذَّبْتُمْ ہے۔ اور مابعد فعل کا مفعول فَرِيقًا محذوف ہے اور اس پر دلیل ماقبل مفعول ہے۔ اسی طرح فَرِيقًا تَقْتُلُونَ میں بھی ہے۔ کلام یوں ہے:

كَذَّبْتُمْ فَرِيقًا كَذَّبْتُمْ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ فَرِيقًا « جھٹلاتے رہے تم ایک گروہ کو، جھٹلاتے رہے تم ایک گروہ کو، قتل کرتے رہے تم ایک گروہ کو قتل کرتے رہے تم ایک گروہ کو »

اور التكرار للإستمرار ہے۔ یعنی یہ ہمیشہ ان کا عمل تھا[121] کہ جس کے جھٹلانے پر بس چلا اسے جھٹلا دیا اور جس کے قتل کرنے پر قادر ہوئے اسے قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

آج بھی اہل حق کے ساتھ دشمنان دین کی یہی روش ہے کہ اگر ان کے قتل پر بس چلے تو قتل کرتے ہیں ورنہ جھٹلاتے تو سب کو ہیں۔

وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا غُلْفٌۢ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾

« اور کہتے ہیں، ہمارے دل پردے میں ہیں (یعنی آپ کی بات سمجھ میں نہیں آتی) (نہیں نہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے۔ سو بہت تھوڑے ان میں سے ایمان لاتے ہیں »

قُلُوبُنَا غُلْفٌ چونکہ قرآن مجید کے مخاطب بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں: علماء اور امی جس کو عامی بھی کہتے ہیں۔ اسی لئے غُلْفٌ کے دو معانی ہیں ایک قول علماء کا ہے اور ایک قول عوام کا ہے۔ غُلْفٌ چھلکے کو بھی کہتے ہیں کیونکہ مغز اس کے اندر چھپا ہوا ہوتا ہے۔[122]

1. علماء کا قول قُلُوبُنَا غُلْفٌ « ہمارے دل علم سے بھرے ہوئے ہیں » (یعنی ہمیں آپ کے علم کی ضرورت نہیں)[123]
2. عوام کا قول قُلُوبُنَا غُلْفٌ « ہمارے دل پردوں میں ہیں » (یعنی آپ کی بات ہمیں سمجھ نہیں آتی)[124]

پہلے معنی کی تائید میں یہ آیت ہے:

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَرِحُوا۟ بِمَا عِندَهُم مِّنَ ٱلْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا۟ بِهِۦ يَسْتَهْزِءُونَ [سورة فصلت 83:39]

« اور جب ان کے پیغمبر ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو جو علم ان کے پاس تھا اس پر خوش ہوئے اور جس چیز کا مذاق اڑاتے تھے اس کے عذاب نے ان کو آگھیرا »

اللہ کا رسول کتاب الٰہی کا علم ان کے پاس لے کر آئے لیکن یہ لوگ اپنے شرک، کفر، منطق اور فلسفہ کے علم پر اترا گئے۔ آج بھی بہت سارے مسلمان قرآن مجید کے علم کو منطق اور فلسفہ پر اکڑ ہونے کی وجہ سے نہیں سیکھتے۔ اور کہتے ہیں ہمارے دل علوم سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور بڑے بڑے القابات پر خوش ہوتے ہیں فلاں جامع المعقول والمنقول ہے جبکہ اگر سورۃ الکوثر کا مقصد پوچھا جائے تو ترجمہ شروع کر دیتا ہے۔ حالانکہ ترجمہ اور مقصد السورۃ میں فرق ہے۔ ترجمہ تو صرف عربی زبان کی اپنی زبان میں تعبیر کرنا ہے اور زیادہ تر مفسرین نے بھی صرف عربی تعبیر کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، مقصد ذکر نہیں کیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:[125]

"کن نظر در حال خود اے ناتمام اندرین فرصت تو مشغول کدام
سلم و قاضی مبارک می خری رنج در تحصیل منطق می بری
چند خوانی حکمت یونانیان حکمت ایمانیان را هم بخوان
لوح دل از فضله شیطان بشو اے مدرس درس قرآن هم بگو"

« ارے نامکمل ذرا اپنے آپ پر تو نظر دوڑاؤ۔ ان فرصت کے اوقات میں تم کن چیزوں میں مشغول ہو۔ سلم، قاضی اور مبارک خریدتے ہو اور منطق کو حاصل کرنے کا رنج تمہیں لئے ہوئے ہے۔ کب تک یونانیوں کے علوم پڑھتے رہے گو۔ ذرا ایمان کے علوم بھی تو پڑھو۔ اپنے دل کی تختی کو شیطان کی گندگی سے پاک کرو۔ اے پڑھانے والے ذرا قرآن مجید کا درس بھی تو پڑھاؤ »

اور دوسرے معنی کی تائید میں یہ آیت ہے:

وَقَالُوا۟ قُلُوبُنَا فِىٓ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَآ إِلَيْهِ وَفِىٓ ءَاذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَٱعْمَلْ إِنَّنَا عَٰمِلُونَ [سورة غافر 5:40]

« اور کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے تو تم (اپنا) کام کرو ہم (اپنا) کام کرتے ہیں »

مزارات میں اولیاء کرام کی قبروں پر "غلاف" ڈالے جاتے ہیں۔ غلاف بھی غُلۡفٌ لفظ سے ہے۔ جس کے معنی پردے کے ہیں یعنی کسی چیز کو چھپا دینا۔ لیکن ان دو باتوں میں کھلا تضاد ہے کہ ایک جانب قبر پر ڈالے جانے والی چادر کو غلاف کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ اس نے صاحب قبر کو چھپا دیا ہے۔ اور دوسری جانب صاحب قبر کے بارے میں عقیدہ ہے کہ وہ زائرین کو دیکھتے بھی ہیں۔

بَل لَّعَنَهُمُ ٱللَّهُ بِكُفۡرِهِمۡ بَل اضراب کے لئے ہے[126] یعنی ان کے دل علم سے بھرے ہیں نہ ہی ان کے دل پردے میں ہیں۔ بلکہ قرآن مجید سے انکار کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے۔

فَقَلِيلًا مَّا يُؤۡمِنُونَ مَا تاکید ہے قَلِيلًا کے لئے۔ یعنی تھوڑوں میں سے تھوڑے قرآن مجید پر اور توحید پر ایمان لانے والے ہیں۔[127]

پانچواں خطاب الانکار من ھذا النبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ

بنی اسرائیل آخری نبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سے بھی انکار کرتے ہیں۔ وہ پیغمبر جن کی بعثت اور آمد کے منتظر تھے لیکن جب وہ تشریف لائے تو ان سے انکار کر دیا۔

''وَلَمَّا جَآءَهُمۡ كِتَٰبٞ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٞ لِّمَا مَعَهُمۡ وَكَانُواْ مِن قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِۦۚ فَلَعۡنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ'' ﴿٨٩﴾

« اور جب اللہ کے ہاں سے ان کے پاس ایسی کتاب (قرآن مجید) آئی جو تصدیق کرنے والی ہے اس کی جو ان کے پاس ہیں[128]، اور وہ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں (اللہ سے)[129] مدد طلب کرتے تھے (آخری نبی کی بعثت کے ذریعے) تو پس جب پیغمبر ان کے پاس ان صفات کے ساتھ آیا جن کو وہ پہچانتے تھے تو اس کا انکار کر دیا۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو »

وَكَانُواْ مِن قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ

شان نزول

آخری رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کی بعثت سے پہلے جب بھی بنی اسرائیل کی کافروں کے ساتھ لڑائی ہوتی تو دعا کرتے کہ اے اللہ! اپنے آخری پیغمبر کو بھیج کہ ہم ان کی معیت میں کافروں کے ساتھ لڑیں اور انہیں شکست دیں۔ کیونکہ آپ نے توراۃ میں یہ وعدہ کیا ہے کہ میں اپنا آخری نبی بھیجوں گا اور اس کے دین کو تمام دنیا میں غالب کروں گا۔ یہ بالکل ایسے ہی تھا جس طرح آج مسلمان اپنی ذلت کو دیکھ کر مہدی کے آنے کی دعا کرتے ہیں۔

يَسۡتَفۡتِحُونَ مفسرین اس کا معنی يستنصرون کے ساتھ کرتے ہیں يستنصرون ببعثة النبي صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ « نصرت اور فتح طلب کرتے تھے آخری نبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کی بعثت کے ذریعے »[130] کہ اے اللہ تو اپنے آخری نبی کو بھیج دے کہ ہم اس کی معیت میں کفار کو شکست دیں۔

يَسۡتَفۡتِحُونَ سے توسل بالذات پر استدلال کرنا مرجوح ہے اور اس سلسلے میں جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے وہ نہایت ضعیف ہے، روایت کے الفاظ یہ ہیں:

... عبد الملك بن هارون بن عنترة عن أبيه عن جده عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: "كانت يهود خيبر تقاتل غطفان فكلما التقوا هزمت يهود خيبر فعاذت اليهود بهذا الدعاء: اللهم إنا نسألك بحق محمد[131] النبي الأمي الذي وعدتنا أن تخرجه لنا في آخر الزمان إلا نصرتنا عليهم. قال: فكانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاء فهزموا غطفان فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم كفروا به فأنزل الله: وَكَانُوا۟ مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ بك يا محمد على الكافرين

« خیبر کے یہود جب بھی غطفان سے لڑتے شکست کھاتے تو یہود اس دعا کے ذریعے پناہ مانگتے: اے اللہ! ہم تجھ سے اس پاکباز نبی سیدنا محمد ﷺ کے وسیلے سے مانگتے ہیں جن کو آخری زمانے میں بھیجنے کا تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو ہماری مدد فرما۔ پس جب وہ دشمن کا سامنا کرتے اور یہ دعا کرتے تو غطفان کو شکست ہوتی۔ پھر جب اللہ کے رسول ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا »[132]

[الشریعۃ، آجری (وفات:360ھ)،1452:3، حدیث:978، المستدرک علی الصحیحین واللفظ لہ،263:2، حدیث:3042، دلائل النبوۃ، بیہقی،76:2]

اس کی سند میں عبد الملک بن ہارون بن عنترۃ ہے جو باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

امام دار قطنی نے کہا: عبد الملک بن ہارون بن عنترۃ اور اس کا باپ دونوں ضعیف ہیں۔

امام احمد نے کہا: عبد الملک ضعیف ہے۔

امام یحیی بن معین نے کہا: کذاب ہے۔

امام ابو حاتم نے کہا: متروک اور ذاہب الحدیث ہے۔

امام ابن حبان نے کہا: حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

امام سعدی نے کہا: دجال و کذاب ہے۔

امام صالح بن محمد نے کہا: اس کی عام احادیث جھوٹی ہوتی ہیں۔

امام حاکم نے خود اس راوی پر جرح کی ہے: اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔

حافظ ابو نعیم نے کہا: اپنے باپ سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔

امام ساجی، امام عقیلی، امام ابن جارود اور امام ابن شاہین نے اس کا ذکر ضعفاء میں کیا ہے[133]۔ [لسان المیزان 71:4-72، ترجمہ:213]

الزامی جواب:

مذکورہ روایت سے استدلال کرنے والوں سے پوچھا جائے۔ یہ دعا کون لوگ مانگتے تھے؟ تو جواب میں کہیں گے: یہود۔ اس کے بعد مستدلین کو مبارک باد دی جائے: هنيئا لكم من كبراءكم « تمہیں تمہارے اکابرین مبارک ہوں »[134] کیا کل کو کوئی مسجد میں پیشاب کرنے کے لئے اعرابی کے فعل کو دلیل میں پیش کر سکتا ہے جس نے مسجد نبوی میں پیشاب کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا «لا تزرموه» « اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو » اور پھر اس پر پانی بہا دیا گیا۔[135]

بحق فلان میں درست معنی کی گنجائش

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ جو شخص گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ دعا پڑھے:

اللهم إني أسألك بحق السائلين عليك وأسألك بحق ممشاي هذا الخ [سنن ابن ماجۃ، کتاب الاذان، باب المشی الی الصلاۃ، حدیث:778][136]

«یااللہ میں آپ سے بحق السائلین سوال کرتا ہوں اور اپنے اس چلنے کے وسیلہ سے»

اولاً تو اس روایت میں عطیہ عوفی[137] ہے جس پر محدثین کی جرح ہے۔ ثانیاً بحق السائلين میں حق بمعنی لائق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس لئے کہ تو سوال کرنے والوں کے سوال کے ساتھ زیادہ لائق ہے"۔ اور میں بھی انہی سائلین میں سے ایک سائل ہوں میری حاجت پوری فرما۔ اور حق بمعنی لائق قرآن مجید میں مستعمل ہے: وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ [سورۃ البقرۃ 228:2] «اور ان عورتوں کے شوہر ان کو لوٹانے کے زیادہ لائق ہیں»

جَآءَهُم مَّا عَرَفُواْ مَا صفت سے عبارت ہے۔ عموماً مَا اور مَن کے درمیان یہ فرق کیا جاتا ہے کہ مَن سے مراد ذوی العقول ہیں جبکہ مَا سے مراد غیر ذوی العقول ہیں۔ حالانکہ یہ تفریق درست نہیں ہے بلکہ اصل فرق دونوں کے مابین یہ ہے کہ مَن ذات سے عبارت ہے جبکہ مَا صفات سے عبارت ہے۔

جیسے فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ [سورۃ النساء 3:4] «پس نکاح کرو عورتوں میں سے ان صفات پر جو تم کو پسند ہوں»[138]

وہ صفت حسن، دینداری یا دیگر صفات ہو سکتی ہیں۔ قرآن مجید میں کثرت سے مَا کا اطلاق اللہ کی ذات پر ہوا ہے۔ جیسے: لَآ أَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُونَ اور وَلَآ أَنَا۠ عَابِدٞ مَّا عَبَدتُّمۡ۔ میں عبادت اس صفت پر نہیں کرتا جو تم کرتے ہو۔ تم لوگ اللہ کے ساتھ غیروں کی عبادت بھی کرتے ہو اور میں اس صفت پر عبادت کرنے والا نہیں بلکہ میں اکیلے اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔[139]

كَفَرُواْ بِهِۦ بِهِۦ ضمیر پیغمبر کی طرف یا کتاب کی طرف راجع ہے۔

آج بھی یہی معاملہ ہے دعوی کرتے ہیں کہ ہم قرآن مجید مانتے ہیں اور پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن جب قرآن مجید بیان کیا جائے تو کہتا ہے "نہیں مانتا"۔ جب انہیں عمی خوشی میں پیغمبر کی سنت بتلائی جائیں تو کہتا ہے "نہیں مانتا"۔ اور یقیناً اکثر لوگوں کی سرکشی قرآن مجید بیان کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہے: وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنۡهُم مَّآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ طُغۡيَٰنًا وَكُفۡرًا [سورۃ المائدۃ 64:5] «اور ضرور تمہاری طرف نازل کردہ کتاب (قرآن مجید) ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر ظاہر کرتا ہے»

فَلَعۡنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلۡكَٰفِرِينَ پس اللہ کی پھٹکار ہو انکار کرنے والوں پر (جنہوں نے قرآن و سنت کا انکار کیا)[140]

حدیث میں ہے کہ ایک شخص کو کئی مرتبہ شراب پینے کے جرم میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لایا گیا اور ہر مرتبہ انہیں کوڑے لگائے گئے۔ ایک شخص نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لعنت نہ کرو۔[141] کئی مرتبہ شراب پینے کے بعد بھی اللہ کے رسول ﷺ صحابی کو لعنت کرنے سے منع فرما رہے ہیں لیکن اس آیت میں اس شخص پر لعنت کی جا رہی ہے جو پیغمبر اور اس کی سنت کا منکر ہے۔ کیونکہ شرابی شراب پینے کے عمل کو گناہ سمجھتا ہے لیکن بدعت کرنے والا اپنی بدعت کو گناہ نہیں سمجھتا اسی لئے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ معصیت کرنے والا ممکن ہے کہ وہ اپنی معصیت سے توبہ کرے لیکن مبتدع اپنی بدعت سے توبہ اس لئے نہیں کرتا کہ وہ بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور ثواب کے کام سے توبہ نہیں کی جاتی۔ سفیان ثوری[142] کا قول ہے: «بدعت ابلیس کو گناہ سے زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ معصیت سے توبہ کی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی»[143]

تتمة الخطاب الرابع والخامس بالزجر والتوبيخ

"بِئْسَمَا ٱشْتَرَوْاْ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُواْ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بَغْيًا أَن يُنَزِّلَ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۖ فَبَآءُو بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ۚ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩٠﴾"

« وہ چیز بہت بری ہے جس کے عوض انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا(وہ بری چیز یہ ہے) کہ انہوں نے اس کتاب سے انکار کیا جو اللہ نے بھیجی ہے ضد اور حسد کی وجہ سے۔ کہ اللہ اپنا فضل اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے اور منکرین کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے » [144]

بِئْسَمَا میں مَا کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:[145]

1. مَا نکرہ غیر موصوفہ منصوب ہے بنابر تمیز۔
2. مَا موصولہ ہے بمعنی ٱلَّذِی
3. مَا نکرہ موصوفہ ہے اور ٱشْتَرَوْاْ اس کی صفت۔
4. مَا مصدریہ أی بِئْسَ شراؤهم .

ٱشْتَرَوْاْ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ ٱشْتَرَوْاْ یہاں پر بیچنے کے معنوں میں ہے خریدنے اور پسند کرنے کے معنوں میں نہیں۔

أَن يَكْفُرُواْ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مخصوص بالذم ہے۔ یعنی وہ بری چیز کیا ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا وہ "اللہ کی کتاب کا انکار کرنا ہے"۔[146]

بَغْيًا مفعول لہ ہے۔ یعنی وہ کیا وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بیچا اور اس کے عوض اللہ کی کتاب کے انکار کو لیا۔ وہ "حسد" ہے، ضد اور عناد ہے۔

أَن يُنَزِّلَ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ اور حسد اس وجہ سے کی کہ کیوں اللہ نے اپنے آخری پیغمبر پر وحی نازل کی۔ فضل سے مراد وحی الٰہی ہے۔[147]

یہی حسد آج بھی ہے اگر ایک نوجوان پر اللہ احسان کرے اور وہ توحید کی صدا بلند کرے۔ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دے تو علماء سوء اس کے ساتھ حسد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ خود انہوں نے تو قرآن و سنت کے بیان کی ذمہ داری نہیں نبھائی۔ اوروں کا منظر عام پر آنا ان سے برداشت نہیں ہوتا تو وہ ضد اور عناد پر اتر آتے ہیں اور حق سے انکار کر لیتے ہیں۔

فَبَآءُو بِغَضَبٍ عَلَىٰ غَضَبٍ ایک غضب تو یہ تھا کہ علم کے باوجود شرک اور بدعت میں مبتلا تھے۔ اور دوسرا غضب ان پر یہ نازل ہوا کہ جب ان کے پاس ایک حق پرست (آخری پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آیا تو اس کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے۔[148] سورۃ الفاتحہ میں مغضوب علیهم سے یہی مراد ہیں۔

عَذَابٌ مُّهِينٌ رسوا کرنے والا عذاب۔ مُّهِينٌ اہانت سے ہے یعنی عذاب کے ساتھ رسوائی بھی ہو گی۔ اس کو مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک شخص کی گردن تلوار سے اڑائی جائے اس صورت میں اسے عذاب دیا گیا لیکن رسوائی نہیں کی گئی۔ دوسرا شخص جسے برہنہ کر کے بازار میں گھمایا جائے اور بے عزت کرنے کے بعد اسے قتل کیا جائے تو یہ رسوائی سمیت عذاب ہے۔

چھٹا خطاب تلخیص الخطابات السابقة

1. ''ءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ... وَهُوَ ٱلۡحَقُّ مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَهُمۡ '' — **چوتھا اور پانچواں خطاب**
2. ''فَلِمَ تَقۡتُلُونَ أَنۢبِيَآءَ ٱللَّهِ مِن قَبۡلُ'' — **پہلا خطاب** [آیت:61] اور **چوتھا خطاب** [آیت:87]
3. ''جَآءَكُم مُّوسَىٰ بِٱلۡبَيِّنَٰتِ ثُمَّ ٱتَّخَذۡتُمُ ٱلۡعِجۡلَ '' — **پہلا خطاب** [آیت:51اور54]
4. ''وَإِذۡ أَخَذۡنَا مِيثَٰقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ ٱلطُّورَ '' — **دوسرا خطاب** [آیت:63]
5. ''سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا'' — **تیسرا خطاب** [إنكارهم من الأوامر و إتيانهم بالنواهى آیت:83-86]
6. ''قُلۡ إِن كَانَتۡ لَكُمُ ٱلدَّارُ ٱلۡأٓخِرَةُ عِندَ ٱللَّهِ خَالِصَةٗ '' — **دوسرا خطاب** [آیت:80]

''وَإِذَا قِيلَ لَهُمۡ ءَامِنُواْ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ نُؤۡمِنُ بِمَآ أُنزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُونَ بِمَا وَرَآءَهُۥ وَهُوَ ٱلۡحَقُّ مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَهُمۡۗ قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُونَ أَنۢبِيَآءَ ٱللَّهِ مِن قَبۡلُ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ''﴿٩١﴾

« اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے، اس پر ایمان لاؤ[149]۔ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہو چکی ہے اور اس کے سوا کتابوں سے انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ(کتاب) سراسر حق ہے جو ان کتابوں کی بھی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہیں۔ کہہ دو کہ اگر تم ایمان والے ہوتے تو اس سے پہلے اللہ کے پیغمبروں کو کیوں قتل کیا ہے؟ »

نُؤۡمِنُ بِمَآ أُنزِلَ عَلَيۡنَا وَيَكۡفُرُونَ بِمَا وَرَآءَهُۥ آج بھی باطل پرستوں کا یہی وطیرہ ہے اگر انہیں قرآن وسنت کی دلیل پیش کی جائے تو کہتے ہیں ہمارے مشائخ کا یہ قول ہے اور تمہارا قول ہمارے مشائخ کی کتابوں اور فتاوؤں میں نہیں ہے۔

فَلِمَ تَقۡتُلُونَ أَنۢبِيَآءَ ٱللَّهِ تو کیوں تم اللہ کے پیغمبروں کو قتل کرتے تھے۔ قتل کی نسبت موجودہ کی طرف کی گئی ہے حالانکہ ان کے بڑوں نے پیغمبروں کو قتل کیا تھا۔ لیکن چونکہ اتباع اپنے بڑوں کے فعل پر خوش اور راضی تھے اسی لئے ان کی طرف نسبت کی گئی ہے۔[150]

ہر دور میں حق پرستوں کو قتل کرنے کی روش:

1829ء میں شاہ اسماعیل شہید[151] نے پنجتار میں ایک جلسہ مقرر کیا تھا جس میں شرکاء کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی جن میں ارد گرد علاقوں کے رؤساء، خوانین اور علماء شامل تھے۔ اس جرگہ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آج سے ان علاقوں میں اجراء شریعت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اسی جلسہ میں ہر علاقے کا ایک قاضی مقرر کیا گیا۔ بونیر سے تعلق رکھنے والا ایک عالم جس کا نام سید محمد حبان تھا[152] کو مردان کا قاضی مقرر کیا گیا۔ صوابی اور ارد گرد دیہات پر کوٹھا کے سید امیر[153] کو قاضی مقرر کیا گیا۔ اور اسی طرح مختلف علاقوں میں قاضیوں کا تقرر کیا گیا اور شرعی احکام پر عمل درآمد شروع ہوا۔ اس سے دنیا پرست مولویوں کی عزت کو ٹھیس پہنچی اور انہوں نے آپس میں جرگہ کیا کہ اس وقت تک ہم سکھ کا سانس نہیں لے سکتے جب تک کہ ان لوگوں کا کام تمام نہ کیا جائے۔ جرگہ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ حملہ تمام علاقوں میں ایک ہی وقت میں کرنا ہے اور اس کے لئے نشانی یہ مقرر کی گئی کہ ارد گرد کے علاقوں میں پہاڑیوں کی چوٹیوں پر رات کے وقت آگ روشن کی جائے۔ اور یوں مجاہدین پر ایک ہی رات میں دھاوا بولا گیا۔ ایک خان نے اپنے داماد کو شاہ اسماعیل کا ساتھی ہونے کی وجہ سے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ صرف

علاقہ رستم کے ایک پہاڑ کے دامن میں ندی کے کنارے تیرہ مجاہدین کو قتل کیا گیا۔ مینئی گاؤں میں غازیوں نے ایک مسجد میں پناہ لی تھی اور اس پوری مسجد کو آگ لگادی گئی۔[154]

1914ء میں ترنگزئی کے حاجی فضل واحد صاحب[155] نے ان علاقوں میں قرآن مجید کی درسگاہیں اور مدرسے بنائے تھے۔ یہ وہ مدرسے نہیں تھے جو چندہ اکٹھا کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں بلکہ ہر گاؤں میں ایک عالم کو مقرر کیا گیا جس کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ گاؤں کے بچوں، بوڑھوں کو قرآن مجید بامعنی پڑھائے اور سکھائے لیکن یہ بات انگریز سرکار کی آنکھوں میں کھٹکتی تھی اور یوں حاجی صاحب اپنے علاقے سے ہجرت پر مجبور ہوئے۔ 1937ء میں وہ فوت ہوئے ہیں۔

''وَلَقَدْ جَآءَكُم مُّوسَىٰ بِٱلْبَيِّنَٰتِ ثُمَّ ٱتَّخَذْتُمُ ٱلْعِجْلَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَنتُمْ ظَٰلِمُونَ'' ﴿٩٢﴾

« اور تحقیق موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس واضح دلائل کے ساتھ آئے تھے پھر تم نے ان کے (کوہ طور جانے کے) بعد بچھڑے کو (معبود) بنالیا اور تم بہت ظالم ہو »

''وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَٰقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ ٱلطُّورَ خُذُوا۟ مَآ ءَاتَيْنَٰكُم بِقُوَّةٍ وَٱسْمَعُوا۟ ۖ قَالُوا۟ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا۟ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِۦٓ إِيمَٰنُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ'' ﴿٩٣﴾

« اور یاد کرو جب ہم نے تم سے مضبوط وعدہ لیا تھا اور تمہارے سروں کے اوپر کوہ طور اٹھایا تھا (اور انہیں کہا گیا تھا) ان احکام پر مضبوطی سے عمل کرو جو ہم نے تمہیں دیئے اور (یہ احکام) مانو۔ تو انہوں نے کہا ہم نے ان احکام کو سن لیا اور دل سے نافرمانی کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں بچھڑے (کی محبت) ان کے کفر کی وجہ سے پلائی گئی تھی۔ کہہ دو (اے پیغمبر) بری ہے وہ چیز جس پر تمہیں تمہارا ایمان حکم دیتا ہے اگر تم ایمان والے ہو »

وَٱسْمَعُوا۟ سمع جیسے سننے کے معنوں میں آتا ہے اسی طرح ماننے اور قبول کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے یہاں بمعنی قبول کرنا۔

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (زبان سے) مانتے ہیں اور (دل سے) نافرمانی کرتے ہیں۔[156]

وَأُشْرِبُوا۟ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْعِجْلَ مضاف محذوف ہے ''أي حب العجل''.[157]

بِئْسَمَا وہ ایمان جو تمہیں اہل حق کے قتل کا حکم دیتا ہے۔ تمہیں شرک وبدعت کرنے پر مجبور کرتا ہے ایسا ایمان تو بہت برا ایمان ہے۔

''قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ ٱلدَّارُ ٱلْءَاخِرَةُ عِندَ ٱللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ ٱلنَّاسِ فَتَمَنَّوُا۟ ٱلْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ'' ﴿٩٤﴾

« کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اللہ کے ہاں اکیلے تمہارے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں تو موت کی تمنا کرو (آؤ مباہلہ کرو) اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو »

فَتَمَنَّوُا۟ ٱلْمَوْتَ « پس آؤ مباہلہ کرو »[158] موت کی تمنا سے مراد مباہلہ ہے اور اس آیت میں مباہلہ کا چیلنج یہودیوں کو دیا گیا ہے۔[159] مباہلہ کا یہ مطلب ہے کہ اے اللہ جو فریق باطل پر ہو اسے موت دے۔[160]

وَلَن يَتَمَنَّوۡهُ أَبَدَۢا بِمَا قَدَّمَتۡ أَيۡدِيهِمۡۚ وَٱللَّهُ عَلِيمُۢ بِٱلظَّٰلِمِينَ ۝٩٥

« اور ہر گز کبھی بھی وہ (موت کی) تمنا نہیں کریں گے اس سبب سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور اللہ ظالموں کو (خوب) جاننے والا ہے »

وَلَن يَتَمَنَّوۡهُ اور ہر گز یہود مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

قَدَّمَتۡ أَيۡدِيهِمۡ ید کی طرف نسبت اس لئے کی گئی ہے کیونکہ کثرت سے اعمال کا صدور ہاتھ سے ہوتا ہے ورنہ جملہ اعمال مراد ہیں۔[161]

وَلَتَجِدَنَّهُمۡ أَحۡرَصَ ٱلنَّاسِ عَلَىٰ حَيَوٰةٖ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ أَلۡفَ سَنَةٖ وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهِۦ مِنَ ٱلۡعَذَابِ أَن يُعَمَّرَۗ وَٱللَّهُ بَصِيرُۢ بِمَا يَعۡمَلُونَ ۝٩٦

« اور ضرور تم انہیں (یعنی یہودیوں کو) لوگوں سے زیادہ (دنیا کی) زندگی پر حریص پاؤ گے اور ان سے بھی (زیادہ) جنہوں نے شرک کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کاش اسے ہزار برس عمر دی جائے۔ اور وہ عمر اسے (اللہ کے) عذاب سے بچانے والی نہیں ہے اگر عمر دی بھی جائے اور اللہ اس پر جو یہ عمل کرتے ہیں دیکھنے والا ہے »

وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْ میں دو احتمالات ہیں:[162]

1. یا تو ٱلنَّاسِ پر عطف ہے تو معنی یہ ہوگا کہ یہود دنیا کی زندگی پر عجم سے زیادہ حریص ہیں اور عربوں سے بھی زیادہ حریص ہیں۔ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْ تخصیص بعد التعمیم ہے۔
2. عَلَىٰ حَيَوٰةٖ پر کلام کو روک دو۔ وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْ سے مستقل کلام ہے۔

لَوۡ يُعَمَّرُ أَلۡفَ سَنَةٖ مجوس کا آپس میں ایک دوسرے کو سلام کے الفاظ تھے «زہ ہزار سال» جس کا مطلب تھا «عش ألف سنة» «ہزار سال زندہ رہو»[163]

وَمَا هُوَ بِمُزَحۡزِحِهِۦ مِنَ ٱلۡعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ میں دو ترکیبیں ہیں:[164]

1. هُوَ ضمیر راجع ہے أَحَدٌ کی طرف جس سے متمنی یعنی عمر کی تمنا کرنے والا مراد ہے۔ مجموعہ مبتدا ہے۔ اور أَن يُعَمَّرَ موضع رفع میں ہے مزحزح کے لئے بطور فاعل۔ مزحزح اپنے فاعل اور متعلق سمیت خبر ہے۔
2. هُوَ میں ضمیر تعمیر (مصدر) کی طرف راجع ہے جو يُعَمَّرُ میں مستتر ہے اور مبدل منہ ہے۔ اور أَن يُعَمَّرَ اس سے بدل ہے۔

حواشی:

---

[1] امام احمد بن حنبل نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے: عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله ﷺ قال: " لتتبعن سنن الذين من قبلكم شبرا بشبر، وذراعا بذراع، حتى لو دخلوا جحر ضب، لتبعتموهم [مسند احمد 322:18، حدیث:11800]

[2] وَٱذۡكُرُواْ مَا فِيهِ امام قرطبی فرماتے ہیں: أي تدبروه واحفظوا أوامره ووعيده، ولا تنسوه ولا تضيعوه. قلت: هذا هو المقصود من الكتب، العمل بمقتضاها لا تلاوتها باللسان وترتيلها، فإن ذلك نبذ لها، على ما قاله الشعبي وابن عيينة «اللہ کی کتاب میں تدبر کرو اس کے احکام اور وعیدات کی نگہبانی کرو اور اسے بھولو نہ ہی ضائع کرو۔ میں (قرطبی) کہتا ہوں یہی اللہ کی کتاب کا مقصد ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے، صرف زبانی تلاوت و تجوید کافی نہیں بلکہ الفاظ کو مقصود بنانا اور معنی میں غور نہ کرنا تو درحقیقت اسے پرے پھینکنا ہے اور یہ تفسیر شعبی اور سفیان بن عیینہ سے منقول ہے» [الجامع لاحکام القرآن 437:1]

[3] **کوہ طور کے اٹھائے جانے کا سبب**

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تفصیلی روایت منقول ہے، جو حدیث فتون کے نام سے جانی جاتی ہے۔ امام نسائی روایت کرتے ہیں: فأمرهم بالذي أمر به أن يبلغهم من الوظائف، فثقل ذلك عليهم، وأبوا أن يقروا بها، فنتق الله عليهم الجبل كأنه ظلة، ودنا منهم حتى خافوا أن يقع عليهم، فأخذوا الكتاب بأيمانهم وهم مصغون ينظرون إلى الجبل والكتاب بأيديهم، وهو من وراء الجبل مخافة أن يقع عليهم «پس آپ (موسی علیہ السلام) نے انہیں وہ حکم دیا جو آپ کو (اللہ کی جانب سے) دیا گیا تھا کہ انہیں ان احکام کی تبلیغ کریں۔ یہ چیز ان پر گراں گزری اور انہوں نے اس کے اقرار سے انکار کیا۔ سو اللہ نے ان پر پہاڑ جڑ سے ایسا اکھاڑا گویا کہ وہ ان کے اوپر ایک سائبان تھا اور ان کے اتنے قریب تھا کہ انہیں خوف ہوا کہ ان کے سروں پر آ گرے گا۔ پس انہوں نے کتاب اللہ کو قسم اٹھا کر قبول کیا اور وہ (بات کی طرف) کان لگائے پہاڑ کی طرف یوں دیکھ رہے تھے کہ کتاب ان کے ہاتھوں میں تھی اور سیدنا موسی علیہ السلام پہاڑ سے پرے اس حال میں کھڑے تھے کہ انہیں ڈر تھا کہ کہیں پہاڑ ان پر آنہ گرے»

[السنن الکبری، کتاب التفسیر، سورۃ طہ، حدیث الفتون حدیث:11263، مسند ابو یعلی الموصلی حدیث:2618]

حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو سورۃ طہ:40 کی تفسیر میں امام نسائی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور آخر میں اس روایت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے: وهو موقوف من كلام ابن عباس، وليس فيه مرفوع إلا قليل منه، وكأنه تلقاه ابن عباس رضي الله عنهما مما أبيح نقله من الإسرائيليات عن كعب الأحبار، أو غيره، والله أعلم، وسمعت شيخنا الحافظ أبا الحجاج المزي يقول ذلك أيضا [تفسیر ابن کثیر 259:5، البدایۃ والنہایۃ 196:2]

[4] ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: عن أبي العالية: قوله: ميثاقكم يقول: أخذ مواثيقهم أن يخلصوا له ولا يعبدوا غيره [تفسیر ابن ابی حاتم 129:1] ابو العالیہ کی تفسیر اثبات التوحید کے مضمون کے مطابق ہے۔ جو اس سورۃ کے آیت:21 سے چلا آ رہا ہے اور یہ صراحتاً آیت:83 میں بھی مذکور ہے: وَإِذۡ أَخَذۡنَا مِيثَٰقَ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ لَا تَعۡبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ

- وَرَفَعۡنَا میں واؤ عطف کے لئے ہے یا حال کے لئے۔ امام رازی فرماتے ہیں: الواو في قوله تعالى: ورفعنا واو عطف على تفسير ابن عباس والمعنى أن أخذ الميثاق كان متقدما فلما نقضوه بالامتناع عن قبول الكتاب رفع عليهم الجبل، وأما على تفسير أبي مسلم فليست واو عطف ولكنها واو الحال [التفسیر الکبیر 538:3]

[5] امام رازی فرماتے ہیں: قال بعضهم: إظلال الجبل غير جائز لأن ذلك لو وقع لكان يجري مجرى الإلجاء إلى الإيمان وهو ينافي التكليف [التفسیر الکبیر 538:3، روح المعانی 1: 281، تفسیر المنار 282:1] امام رازی نے یہ اعتراض اٹھایا ہے اور جوابات دیئے ہیں۔ شیخ القرآن نے مختلف انداز میں جواب دیا ہے۔

[6] زجاج فرماتے ہیں: ومعنى خذوه بقوة، أي خذوه بجد واتركوا الريب والشك لما بان لكم من عظيم الآيات «اس کتاب کو مضبوطی سے تھامو یعنی عمل کرو اور شک پھینک دو کیونکہ تمہارے سامنے اللہ کی بڑی نشانیاں ظاہر کی گئیں» [معانی القرآن و اعرابہ 148:1]

[7] کوڑے (غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں) اور سنگسار (شادی شدہ ہونے کی صورت میں)

[8] مسلمانوں کے ہاں یہ مشہور حدیث ہے کہ بچہ جب دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار پڑے گی۔ بے نمازی کے حوالے سے فقہاء فرماتے ہیں:

1. ذهب المالكية والشافعية إلى أنه يقتل حدا
2. وذهب الحنفية إلى أن تارك الصلاة تكاسلا عمدا فاسق لا يقتل بل يعزر ويحبس حتى يموت أو يتوب
3. وذهب الحنابلة: إلى أن تارك الصلاة تكاسلا يدعى إلى فعلها ويقال له: إن صليت وإلا قتلناك، فإن صلى وإلا وجب قتله ولا يقتل حتى يحبس ثلاثا ويدعى في وقت كل صلاة [الموسوعة الفقهية الكويتية 27:53-54]

9 صحیح بخاری، کتاب الخصومات، باب اخراج اہل المعاصی والخصوم من البیوت بعد المعرفۃ، حدیث:2420 [لقد هممت أن آمر بالصلاة فتقام، ثم أخالف إلى منازل قوم لا يشهدون الصلاة، فأحرق عليهم]

10 حاجی خلیفہ[1067ھ]نے "علم الاحتساب" کے نام سے مستقل عنوان قائم کیاہے، فرماتے ہیں: وهو علم باحث عن الأمور الجارية بين أهل البلد من معاملاتهم اللاتي لا يتم التمدن بدونها من حيث إجرائها على قانون العدل بحيث يتم التراضي بين المعاملين وعن سياسة العباد بنهي المنكر وأمر المعروف بحيث لا يؤدي إلى مشاجرات وتفاخر بين العباد...والغرض منه:تحصيل الملكة في تلك الأمور. وفائدته: إجراء أمور المدن في المجاري على الوجه الأتم. وهذا العلم من أدق العلوم ولا يدركه إلا من له فهم ثاقب وحدس صائب إذ الأشخاص والأزمان، والأحوال ليست على وتيرة واحدة، فلا بد لكل واحد من الأزمان والأحوال سياسة خاصة، وذلك من أصعب الأمور. فلذلك لا يليق بمنصب الاحتساب إلا من له قوة قدسية مجردة عن الهوى كعمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ولذلك كان علما في هذا الشأن [كشف الظنون1:15-16]

11 یعنی وہ احکام جن کا نفاذ بادشاہ پر ضروری ہے۔

12 ان کتابوں کے علاوہ "الحسبہ" کے نام سے جتنی کتابیں ہیں جن میں سر فہرست شیخ الاسلام علامہ بن تیمیہ کی "الحسبہ فی الاسلام" بھی ہے۔کشف الظنون عن اسامی الکتاب والفنون میں ان کتابوں کے نام بمعہ مولفین مذکور ہیں۔

13 فصل فی الامور التی تکون علی المحتسب،[ضیاءالنور:315]

14 ابن جریر طبری فرماتے ہیں: وقال بعض نحويي أهل الكوفة: أخذ الميثاق قول فلا حاجة بالكلام إلى إضمار قول فيه [جامع البیان2:160] نحاۃ کوفہ کہتے ہیں کہ أخذ الميثاق میں قول کا معنی موجود ہے اس لئے مقدر نکالنے کی ضرورت نہیں۔

15 ابو علی الفارسی، حسن بن احمد بن عبد الغفار فرماتے ہیں: فليس معنى هذا: تناولوه، كما تقول: خذ هذا الثوب، ولكن معناه: اعملوا بما أمرتم فيه، وانتهوا عما نهيتم عنه فيه بجد واجتهاد [الحُجة للقراء السبعة 2:73،التفسیر البسیط2:631]

16 خذوا ما آتيناكم بعزيمة [التفسیر البسیط2:631] بقوة أي بعزم [المحرر الوجیز1:180،سورۃ البقرۃ:93]

بعض دیگر تعبیرات:

1. بجد واجتهاد [عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادۃ]
2. بتصديق وتحقيق [عبد الرحمن بن زید]
3. بطاعة الله [ابو العالیۃ، ربیع بن انس]
4. العمل بما فيه [مجاہد]
5. بكثرة درس ودراية
6. بنية وإخلاص [النکت والعیون1:134، المحرر الوجیز1:159، زاد المسیر فی علم التفسیر1:74، تفسیر قرطبی1:437، البحر المحیط فی التفسیر1:393]

17 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر فرماتے ہیں: وقد ذكر الله سبحانه في كتابه من صنع اليهود مما إحتالوا في إصطياد السمك ومما نزل بهم [النشاط عن حیلۃ الاسقاط:13]

18 موجودہ نام" العقبة Aqaba "جو اردن کے جنوب میں واقع ساحل کے کنارے آباد شہر ہے۔انگریزی میں ایلہ کو"Elath or Eloth"کہتے ہیں۔اسرائیل نے بھی اسی مناسبت سے خلیج عقبہ کے کنارے"Elat or Eilat"شہر بنایا ہے۔[Retrieved on 3 Apr 2019: https://www.britannica.com/place/Elat]

19 ابو بکر، طرطوشی فرماتے ہیں: "فعمد رجال منهم يوم الجمعة، فحفروا الأنهار، ووضعوا آلات الصيد، فدخل الحيتان فيها، فأخذوها يوم الأحد، وكان يوما يجوز فيه الصيد ... إلى أن فشا ذلك فيهم، فذمهم الله تعالى، ومسخهم قردة وخنازير. وقال ابن زيد: " وأول من أخذ منهم رجل حوتا في يوم الأحد، فشواه، فوجد جاره ريح الحوت، فقال له: إني أرى الله سيعذبك. فلما لم يعجل عليه بالعذاب؛ سار معه، فأخذ في السبت الآخر اثنان، فلما لم يعاجلهما العذاب؛ تتابعوا فيه، فأخذوا وأكلوا، وكانوا نحوا من سبعين ألفا في قرية يقال لها: أيلة، بين مدين والطور. فصارت القرية أثلاثا: ثلثا نهوا – وكانوا اثني عشر ألفا – وثلثا قالوا: لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ٱللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ، وثلثا هم أصحاب الخطيئة "[الحوادث والبدع، الباب الاول: الامور التی ظاہرہا سلم جرت الی ہلک:24]

20 مفسرین نے عموماً شکار کے دو طریقے نقل کئے ہیں: دریا کے قریب گھڑا کھودنا اور اس میں مچھلیوں کا آنا اور یا ڈوری اور کانٹا پانی میں چھوڑنا اور مچھلیوں کا اس میں پھنسنا۔

21 مبتدعین کی اقسام اور حکم کے لئے مطالعہ کریں: ضیاءالنور:48-49

[22] **امام عبدالرزاق فرماتے ہیں:** عن عكرمة , قال: جئت ابن عباس يوما , وإذا هو يبكي والمصحف في حجره ... ثم قال ابن عباس «فأرى الذين نهوا نجوا , ولا أرى الآخرين ذكروا , ونحن نرى أشياء فننكرها فلا نقول فيها شيئا» قال: قلت: أي جعلني الله فداك قد كرهوا ما هم عليه وخالفوهم , وقالوا: {لم تعظون قوما الله مهلكهم} قال: فأمر لي فكسيت بردين غليظين [تفسیر عبدالرزاق2:96، حدیث:953، جامع البیان13:188]

[23] **شیخ القرآن مولانا محمد طاہر حیلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:** الحيلة عند العلماء على أقسام : فإن توصل بها بطريق مباح إلى إبطال حق أو إثبات باطل فهي حرام أو إلى إثبات حق ودفع باطل فهي واجبة أو مستحبة وإن توصل بها بطريق مباح إلى سلامة من وقوع فى مكروه فهي مستحبة أو مباحة [النشاط عن حیلۃ الاسقاط:5]

آسان لفظوں میں حیلہ دو قسم پر ہے حیلہ شرعی اور حیلہ غیر شرعی۔ حیلہ شرعی جو قرآن مجید نے سورۃ النساء:98 میں ذکر کیا ہے۔ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا **. اور حیلہ غیر شرعی کہ جس کے ذریعے حرام کو حلال قرار دینے کی کوشش کی جائے۔**

[24] **ابن کثیر نے اس مقام میں** ابن بطة [وفات:387ھ] **کے حوالے سے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے:** عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «لا ترتكبوا ما ارتكبت اليهود فتستحلوا محارم الله بأدنى الحيل» **وهذا إسناد جيد** «**یہودیوں جیسے کام نہ کرو کہ اللہ کے حرام کو معمولی حیلوں سے حلال کرنے کی کوشش کرو**»

[ابطال الحیل لابن بطة:47، تفسیر ابن کثیر1:190، النشاط عن حیلۃ الاسقاط:11-12]

ابن کثیر فرماتے ہیں: كان جزاؤهم من جنس عملهم «**یعنی انہیں سزا ان کے عمل جیسی دی گئی**» **جیسے ان کا عمل اور حیلہ بظاہر درست لیکن درحقیقت نافرمانی تھی اسی طرح ان کی شکلوں کو بندروں جیسے مسخ کیا گیا جن کی شکل بظاہر انسانوں جیسی ہے اور درحقیقت انسان نہیں ہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے:** عن ابن عباس: فمسخهم الله قردة بمعصيتهم، يقول: إذ لا يحيون في الأرض إلا ثلاثة أيام، قال: ولم يعش مسخ قط فوق ثلاثة أيام، ولم يأكل ولم يشرب ولم ينسل وقد خلق الله القردة والخنازير وسائر الخلق في الستة الأيام التي ذكرها الله في كتابه «**ان کی شکلیں مسخ کی گئیں اور وہ صرف زمین میں تین دن زندہ رہے، تین دن کھایا نہ پیا اور نہ ہی ان کی نسل بڑھی اور بندر اور خنزیر کو اللہ نے دنیا کے آغاز سے ہی دیگر مخلوق کے ساتھ پیدا کیا ہے**»

سیدنا مجاہد تابعی کی شاذ تفسیر

ابن جریر، ابن کثیر نے امام مجاہد کا قول ذکر کیا ہے: لم يمسخوا إنما هو مثل ضربه الله مثل ما ضرب كمثل الحمار يحمل أسفارا [جامع البیان2:172، تفسیر ابن کثیر1:186]

اور اسی تفسیر کو سر سید احمد خان نے[تفسیر القرآن:184] **میں اور محمد علی لاہوری قادیانی نے**[بیان القرآن1:75] **میں مفردات کے حوالے سے لکھا ہے۔**

ابن جریر نے اس پر یوں نقد کیا ہے: وهذا القول الذي قاله مجاهد، قول لظاهر ما دل عليه كتاب الله مخالف. وذلك أن الله أخبر في كتابه أنه جعل منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت [جامع البیان2:173] **اور قریب قریب یہی تبصرہ ابن کثیر نے بھی کیا ہے۔**

[25] **امام ماوردی فرماتے ہیں:** فَجَعَلْنَاهَا **ضمیر مؤنث میں مختلف اقوال ہیں: عقوبت یعنی سزا یا عذاب، الحیتان یعنی مچھلیاں، قریہ یعنی بستی، امت یعنی ایلہ والے** [النکت والعیون1:137]

نكالا :ثلاثة تأويلات: أحدها: عقوبة وهو قول ابن عباس. والثاني: عبرة ينكل بها من رآها. والثالث: أن النكال الاشتهار بالفضيحة [النکت والعیون1:137]

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: نكلت به **اس وقت کہتے ہیں:** إذا فعلت به ما ينكل به غيره «**ایسی سزا دینا جس سے اوروں کو عبرت دینا مقصود ہو**» واسم ذلك الفعل نكال «**اور اسی فعل سے اسم نکال آتا ہے**»[المفردات فی غریب القرآن:825، مادة : نكل]

[26] **یہ توجیہات امام ماوردی نے ذکر کی ہیں** [النکت والعیون1:137]

[27] **ابن قیم لکھتے ہیں کہ اس قصہ میں کئی عبرتیں ہیں:** وفى القصة أنواع من العبر:

منها: أن الإخبار بها من أعلام نبوه رسول الله ﷺ.

ومنها: الدلالة على نبوة موسى، وأنه رسول رب العالمين.

ومنها: الدلالة على صحة ما اتفقت عليه الرسل من أولهم إلى خاتمهم: من معاد الأبدان، وقيام الموتى من قبورهم.

ومنها: إثبات الفاعل المختار، وأنه عالم بكل شيء، قادر على كل شيء، عدل لا يجوز عليه الظلم والجور، حكيم لا يجوز عليه العبث.

ومنها: إقامة أنواع الآيات والبراهين والحجج على عباده بالطرق المتنوعات، زيادة فى هداية المهتدين، وإعذار وإنذارا للضال.

ومنها: أنه لا ينبغى مقابلة أمر الله تعالى بالتعنت، وكثرة الأسئلة، بل يبادر إلى الامتثال، فإنهم لما أمروا أن يذبحوا بقرة كان الواجب عليهم أن يبادروا إلى الامتثال بذبح أى بقرة اتفقت ...ولكن لما تعنتوا وشددوا شدد عليهم.

ومنها: أنه لا يجوز مقابلة أمر الله الذى لا يعلم المأمور به وجه الحكمة فيه بالإنكار. وذلك نوع من الكفر ...

ومنها: الإخبار عن قساوة قلوب الأمة وغلظها، وعدم تمكن الإيمان فيها.

ومنها: مقابلة الظالم الباغى بنقيض قصده شرعا وقدرا. فإن القاتل قصده ميراث المقتول، ودفع القتل عن نفسه، ففضحه الله تعالى وهتكه وحرمه ميراث المقتول.

ومنها: أن بنى إسرائيل فتنوا بالبقرة مرتين من بين سائر الدواب. ففتنوا بعبادة العجل وفتنوا بالأمر بذبح البقرة. والبقر من أبلد الحيوان، حتى ليضرب به المثل.

والظاهر: أن هذه القصة كانت بعد قصة العجل. ففى الأمر بذبح البقرة تنبيه على أن هذا النوع من الحيوان الذى لا يمتنع من الذبح والحرث والسقى لا يصلح أن يكون إلها معبودا من دون الله تعالى، وأنه إنما يصلح للذبح والحرث والسقى والعمل [إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان 2:314-317]

28 کسی نے ذوالرمۃ شاعر کی طرف نسبت کی ہے۔ کسی نے شخص نامعلوم یا نجومیوں کی طرف نسبت کی ہے۔[التمثیل والمحاضرۃ:189، الدر الفرید وبیت القصید]

29 لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

30 زرتشت کا تعارف سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں "رب العالمین" کے تحت ملاحظہ کریں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ زرتشت مذہب کی مذہبی کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے: "زنداوستا" اور "دساتیر"۔

"There are two parts of Zoroastrian scriptures: *Zend Avesta* and *Dasatir*.*Dasatir* means a book of ten parts.Das means '*ten*' and tir means '*a part*'.dasatir is also the plural of *Dastur* in Persian which means Law or religious code.Dasatir is further divided into two parts:*Khurda Dasatir* and *klan Dasatir*…The current editions of Dasatir contain fifteen sections or epistles which are said to have been revealed to fifteen successive Propehts, the first of whom is *Mahabad* and the last *Sasan 5*.

Al Unal & Harun Gultekin,*The Prophet promised in World Scriptures*.Tughra Books,USA, 2013, p. 249

مذکورہ کتاب کے مطابق پندرہ آسمانی کتابیں اس کا حصہ ہیں جبکہ بمبئی سے 1818ء میں "ملافیروز بن کوس" کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع ہونے والے نسخے میں سولہ کتابیں شامل ہیں۔

اس کتاب کو مدرجہ ذیل لنک سے حاصل کیا جاسکتا ہے:https://archive.org/details/desatirorsacredw00kaus/page/n119

31 اس سے پہلے یہ جملہ ہے: ھوزامیم نہ مزدان ھزھزماس وزماس ھر شیور ھر دیور [دساتیر:1، نامہ شت مہ آباد]

32 امام ماتریدی [333ھ] فرماتے ہیں: ثم وجه جعل البقرة آية دون غيرها من البهائم وجهان:...والثاني: أنهم كانوا يعبدون البقور والعجاجيل، وحبب ذلك إليهم؛ كقوله: وَأُشْرِبُواْ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلْعِجْلَ ثم تابوا وعادوا إلى عبادة الله وطاعته، فأراد الله أن يمتحنهم بذبح ما حبب إليهم؛ ليظهر منهم حقيقة التوبة، وانقلاع ما كان في قلوبهم من حب البقور والعجاجيل، والله أعلم [تاویلات اہل السنۃ 1:492]

امام نسفی کی عبارت یوں ہے: إنما أمروا بذبح البقرة دون غيرها من البهائم لأنها أفضل قرابينهم ولعبادتهم العجل فأراد الله تعالى أن يهون معبودهم عندهم

اور یہی علت امام ماوردی نے النکت والعیون 1:137، امام قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن 1:445، ابوحیان اندلسی نے البحر المحیط فی التفسیر 1:404، ابن عادل نے اللباب فی علوم الکتاب 2:156 میں ذکر کی ہے۔

33 صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذی الخلصۃ، حدیث:4355 [یہ حدیث صحیح بخاری میں سات مرتبہ مکرر ہے]

34 ابن القیم فرماتے ہیں: لا يجوز إبقاء مواضع الشرك والطواغيت بعد القدرة على هدمها وإبطالها يوما واحدا، فإنها شعائر الكفر والشرك، وهي أعظم المنكرات، فلا يجوز الإقرار عليها مع القدرة البتة، وهذا حكم المشاهد التي بنيت على القبور التي اتخذت أوثانا وطواغيت تعبد من دون الله، والأحجار التي تقصد للتعظيم والتبرك والنذر والتقبيل لا يجوز إبقاء شيء منها على وجه الأرض مع القدرة على إزالته، وكثير منها بمنزلة اللات والعزى، ومناة الثالثة الأخرى، أو أعظم شركا عندها، وبها، والله المستعان [زاد المعاد فی ہدی خیر العباد 3:443]

35 سنن ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی ذر الغفاری، حدیث:3801۔ ترمذی فرماتے ہیں: هذا حديث حسنٌ . اور شعیب ارناووط لکھتے ہیں: حسنٌ لغيره [مسند احمد 11:207، طبع: الرسالۃ]

36 صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل الآذان وھرب الشیطان عند سماعہ، حدیث:387

37 اطول الناس اعناقا کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی گردنیں لمبی ہوں گی کیونکہ لمبی گردن والا ہونا خوبصورتی نہیں ہے۔ بلکہ یہ محاورہ ہے کہ فلاں سر اٹھا کر کھڑا ہے۔ یعنی ملامت اور شرمندہ نہیں ہے۔ کیونکہ شرمندہ اور ملامت شخص آنکھیں جھکائے ہوئے ہوتا ہے اور وہ کسی کے ساتھ آنکھیں نہیں ملا سکتا۔ ملا علی قاری [1014ھ] فرماتے ہیں: طول العنق عبارة عن عدم الخجل وتنكيس الرأس قال تعالى {ولو ترى إذ المجرمون ناسكوا رؤسهم} [التیسیر بشرح الجامع الصغیر 1:165] اور مشکاۃ المصابیح کی شرح میں فرماتے ہیں: طول العنق كناية عن

عدم التشوق والخجالة الناشئة عن التقصير ... وقال ميرك: وعندي والله أعلم أن يكون المراد بطول الأعناق استقامتهم طمأنينة لقلوبهم وإظهارا لكرامتهم وأنهم غير واقفين موقف الهوان والذلة مهطعين مقنعي رءوسهم ولا ناكسي رءوسهم كالمجرمين جزاء بما كانوا عليه في الدنيا من مد أعناقهم في الأذان [مرقاة المفاتیح 2:556]

38 عبدالحی الحسنی [وفات: 1341ھ] شیخ احمد سرہندی کے ترجمہ میں مغل بادشاہ اکبر کے بارے میں فرماتے ہیں: وسمى مذهبه دينا إلهيا وقرر أن الحق دائر بين الأديان كلها، فينبغي أن يقتبس من كلها أشياء، وكان يسجد للشمس والنار في كل سنة يوم النيروز بالإعلان... وحرم ذبح البقرة، وحط الجزية عن أهل الذمة، وأحل الخمر والميسر والمحرمات الأخر، وأمر بإيقاد النار في حرمه على طريق المجوس، وأن يعظم الشمس وقت طلوعه على طريق مشركي الهند، وبدل الكلمة الطيبة بقول: لا إله إلا الله أكبر خليفة الله [نزہۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر 5:497]

39 ان تمام واقعات کے لئے [نزہۃ الخواطر و بھجۃ المسامع والنواظر 5:480 سے آگے] اور ابو الحسن علی ندوی کی تاریخ دعوت و عزیمت 4:71 سے 185 تک کے احوال مطالعہ کریں۔

40 مکتوب نمبر: 33، مکتوبات 1:96

- مکتوب نمبر: 194 میں فرماتے ہیں: معلوم است کہ در قرن سابق ہر فسادیکہ پیدا شد از شومی علماء سوء... علماء سوء لصوص دین اند [مکتوبات 1:311]
- مکتوب: 213 میں فرماتے ہیں: کہ از ہر فرقہ کہ باشند لصوص دین اند اجتناب از صحبت اینہا نیز از ضروریات است۔ این ہمہ فتنہ و فساد کہ در دین پیدا شدہ است از شومی این جماعت است کہ بواسطۂ حطام دنیوی آخرت خود را بر باد دادہ اند... ابلیس لعین را شخصے دید کہ آسودہ و فارغ البال نشستہ است ... گفت کہ علماء سوء این وقت کار مرا کفایت کردہ اند .اس کے علاوہ بیسیوں مکتوبات میں آپ نے نشاندہی کی ہے [مکتوبات 1:343]

41 امام رازی فرماتے ہیں: قرينة الحال تدل على أنه ما كان مقصودهم من قولهم: ما البقر طلب ماهيته وشرح حقيقته بل كان مقصودهم طلب الصفات التي بسببها يتميز بعض البقر عن بعض [التفسیر الکبیر 3:547]

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: ما حالها وصفتها [انوار التنزیل واسرار التاویل 1:86]

امام آلوسی فرماتے ہیں: ما حالها وصفتها، فالسؤال في الحقيقة عن الصفة، لأن الماهية ومسمى الاسم معلومان ولا ثالث لهما لتستعمل ما فيه [روح المعانی 1:286]

42 ابن ابی حاتم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: الفارض الهرمة البكر الصغيرة «فارض بوڑھی اور بکر بچھیا کو کہتے ہیں» اور امام مجاہد سے روایت کرتے ہیں: لا كبيرة ولا صغيرة، قد ولدت بطنا أو بطنين «بوڑھی ہے نہ بچی ہے بلکہ ایک بچہ یا دو بچوں کو جنم دے چکی ہے» [تفسیر ابن ابی حاتم 1:137، نص: 694-696]

43 ابن جریر طبری سیدنا مجاہد تابعی سے نقل کرتے ہیں: وسط، قد ولدت بطنا أو بطنين [جامع البیان 2:195]

44 ابو عبیدۃ معمر بن مثنی [وفات: 209ھ] فرماتے ہیں: «بقرة صفراء» إن شئت صفراء، وإن شئت سوداء كقوله: «جمالت صفر» أي سود [مجاز القرآن 1:44] صفراء بمعنی سوداء کا قول حسن بصری اور سعید بن جبیر کی طرف منسوب ہے لیکن اس قول کو غریب القرآن: 53 میں ابن قتیبہ نے اور الجامع لاحکام القرآن [1:450] میں امام قرطبی نے شاذ قرار دیا ہے کہ صفراء بمعنی سوداء ابل کی صفت میں درست ہے لیکن گائے کی صفت صحیح نہیں۔

45 ابن جریر فرماتے ہیں: قال أبو جعفر: يعني خالص لونها. و"الفقوع" في الصفر، نظير النصوع في البياض، وهو شدته وصفاؤه [جامع البیان 2:201] یہ قول قطرب النحوی کا ہے [النکت والعیون 1:140]

46 قتادۃ اور ابو العالیہ سے منقول ہے: هي الصافي لونها [جامع البیان 2:201، نص: 1225-1226]

47 ابن القیم امام شافعی کے حوالے سے فرماتے ہیں: جو چیزیں بینائی کو تقویت دیتی ہیں ان میں سرسبز ماحول کو دیکھنا اور مجلس کی صفائی ستھرائی ہے۔ اور جو چیزیں نظر کو کمزور کرتی ہیں ان میں سے گندگی کے ڈھیر اور گندی جگہوں کو دیکھنا ہے: النظر إلى الخضرة، وتنظيف المجلس يقوي البصر والنظر الى القذر يوهن البصر [زاد المعاد فی ہدی خیر العباد 4:375، بتغیر یسیر]

48 ابن جریر روایت کرتے ہیں: عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، قال: لو أخذوا أدنى بقرة اكتفوا بها، لكنهم شددوا فشدد الله عليهم [جامع البیان 2:204، نص: 1235]
وقال ابن كثير : إسناد صحيح [تفسیر القرآن العظیم 1:194]

اور اسی مقام میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت ذکر کی گئی ہے جس کو ابن جریر، ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے: عن أبي هريرة: قال: قال رسول الله ﷺ «لولا أن بني إسرائيل قالوا وإنا إن شاء الله لمهتدون ما أعطوا أبدا، ولو أنهم اعترضوا بقرة من البقر فذبحوها لأجزأت عنهم، ولكن شددوا، فشدد الله عليهم» لیکن حافظ ابن کثیر اس کے بارے میں فرماتے ہیں: وهذا حديث غريب من هذا الوجه، وأحسن أحواله أن يكون من كلام أبي هريرة الخ [تفسیر القرآن العظیم 1:195]

49 وہ لکڑی جس کو پشتو میں "جغ" اور انگریزی میں "yoke" کہتے ہیں۔

50 ابن جریر طبری فرماتے ہیں: أي لم يذللها العمل. فمعنى الآية: أنها بقرة لم تذللها إثارة الأرض بأظلافها، ولا سني عليها الماء فيسقى عليها الزرع [جامع البیان 212:2]

51 ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں: تثير الأرض: صفة لذلول، وهي صفة داخلة في حيز النفي [البحر المحیط فی التفسیر 411:1]

52 ابن جریر فرماتے ہیں۔ آیت میں دو توجیہات ہیں: امام مجاہد فرماتے ہیں: مُسَلَّمَةٌ من الشية أى لا بياض فيها ولا سواد «دوسرے رنگ سے سالم ہے یعنی اس میں سفید رنگ ہے نہ کالا» اور دوسری توجیہ جو سیدنا عبداللہ بن عباس اور ابو العالیہ سے منقول ہے کہ مُسَلَّمَةٌ کا معنی ہے صحيحة مسلمة من العيوب «صحیح سلامت عیوب سے پاک» اور لَّاشِيَةَ فِيهَا کا معنی ابن جریر کرتے ہیں لا لون فيها يخالف لون جلدها «کوئی دوسرا رنگ نہیں جو اس کے چڑے کے رنگ سے مخالف ہو» [جامع البیان 2:214-215]

53 ابن جریر نے سیدنا قتادہ تابعی [وفات:118ھ] کا قول نقل کیا ہے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے: عن قتادة: ٱلۡـَٔـٰنَ جِئۡتَ بِٱلۡحَقِّ أي **الآن بينت لنا** [جامع البیان 217:2، نص:1272]

54 امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: ووضع «كاد» لمقاربة الفعل، يقال: كاد يفعل: إذا لم يكن قد فعل، وإذا كان معه حرف نفي يكون لما قد وقع، ويكون قريبا من أن لا يكون. نحو قوله تعالى: لقد كدت تركن إليهم [المفردات فی غریب القرآن:729، مادة : كيد]

«کاد فعل کا معنی قریب لانے کے لئے وضع کیا گیا ہے جب کاد یفعل کہا جائے تو اس کا مطلب ہے "قریب ہے کہ اس کے یہ کام نہیں کیا" اور جب اس کے ساتھ حرف نفی آجائے تو دو احتمال ہیں۔ قریب ہے کہ وہ فعل واقع ہوا ہو اور قریب ہے کہ وہ فعل واقع نہ ہوا ہو»

55 ابو البقاء فرماتے ہیں: تقديره: اذكروا إذ [التبیان فی اعراب القرآن 78:1]

56 امام بغوی فرماتے ہیں: «1» قال ابن عباس ومجاهد: معناه فاختلفتم . «2» وقال الربيع بن أنس: تدافعتم، أي: يحيل بعضكم على بعض، من الدرء: وهو الدفع، فكان كل واحد يدفع عن نفسه [معالم التنزیل 130:1]

57 امام زمخشری فرماتے ہیں: فإن قلت: فما للقصة لم تقص على ترتيبها، وكان حقها أن يقدّم ذكرُ القتيلِ والضربِ ببعض البقرة على الأمر بذبحها، وأن يقال: وإذ قتلتم نفسا فادّارأتم فيها فقلنا اذبحوا بقرة واضربوه ببعضها؟[الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 154:1] بلکہ ابوحیان اندلسی نے اسے قبیح ضرورت قرار دیا ہے جس سے قرآن مجید جیسی کتاب کو بچا کر رکھنا واجب ہے، فرماتے ہیں: وهذا لا يجوز عندنا إلا في ضرورة الشعر، وهو من أقبح الضرائر، فينبغي بل يجب أن ينزه القرآن عنه [البحر المحیط فی التفسیر 4: 167، سورۃ المائدۃ:2] ابوحیان نے یہ بات سورۃ البقرۃ کی آیت کے تحت بھی ذکر کی ہے لیکن سورۃ المائدۃ کی آیت کے تحت سخت تنقید کی ہے۔

58 امام زمخشری فرماتے ہیں: كل ما قص من قصص بنى إسرائيل إنما قص تعديدا لما وجد منهم من الجنايات، وتقريعا لهم عليها، ولما جدد فيهم من الآيات العظام. وهاتان قصتان كل واحدة منهما مستقلة بنوع من التقريع وإن كانتا متصلتين متحدتين، فالأولى لتقريعهم على الاستهزاء وترك المسارعة إلى الامتثال وما يتبع ذلك. والثانية للتقريع على قتل النفس المحرمة وما يتبعه من الآية العظيمة [الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 154:1]

اور علماء کے نزدیک تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے، جرجانی فرماتے ہیں: التأكيد: عبارة عن إعادة المعنى الحاصل قبله. والتأسيس: عبارة عن إفادة معنى آخر لم يكن أصلا قبله، فالتأسيس خير من التأكيد؛ لأن حمل الكلام على الإفادة خير من حمله على الإعادة [التعریفات، باب التاء:50]

ایک دلیل یہ بھی دی جاسکتی ہے کہ اس فعل قتل کی نسبت تمام بنی اسرائیل کی طرف کی گئی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اُن کی من حیث القوم ایک عادت تھی۔

59 ابن کثیر نے یہ روایت ابن ابی حاتم سے نقل کی ہے۔ دیکھیں تفسیر ابن ابی حاتم 145:1، نص:750

60 بعض مفسرین جن میں عماد الدین کیاہراسی (وفات:504ھ) کی احکام القرآن، 10:1، ابوحیان اندلسی، البحر المحیط فی التفسیر 417:1، نے دونوں واقعات میں یوں تطبیق کرنے کی کوشش کی ہے کہ گائے کے ذبح کرنے میں بنی اسرائیل نے کافی ٹال مٹول کی۔ جب گائے ذبح کی گئی عین اسی وقت قتل کا واقعہ پیش آیا تو اللہ نے فرمایا کہ جو گائے ذبح پڑی ہے اس کے کسی حصے کے ساتھ اس مردہ کا کوئی حصہ ملالو تو وہ زندہ ہو کر اپنا قاتل بتادے گا۔ **لیکن** وہ سوال جو شیخ القرآن نے جمہور مفسرین پر کیا ہے وہ ان مفسرین پر بھی بدستور قائم رہے گا کہ گائے کو ذبح کرنے کی حکمت ان کے معبود کو اپنے ہاتھوں سے ذلیل کرنا تھا تو وہ حکمت فوت نہیں ہوئی بلکہ فوت ہونے کے بعد دوبارہ گائے کی تعظیم پہلے سے بڑھ کر قائم ہوئی۔

61 سیبویہ [وفات:180ھ] فرماتے ہیں: وقالوا: ثلاثة أنفسٍ لأنَ النفس عندهم إنسانٌ. ألا ترى أنهم يقولون: نفسٌ واحدٌ فلا يدخلون الهاء [الکتاب 562:3]

ابن الانباری [وفات:328ھ] فرماتے ہیں: والنفس :إذا أردت بها الإنسان بعينه مذكر، وإن كان لفظه لفظ مؤنث...والنفس : إذا أريد بها الروح فهي مؤنثة لا غير [المذکر والمؤنث:306-307] ابن جریر طبری فرماتے ہیں: **لأن النفس تذكر وتؤنث، يقال: ما جاءني نفس واحد وواحدة** [جامع البیان309:17] اور یہ قول ابوحیان اندلسی نے البحر المحیط494:3، ابن عادل نے اللباب فی علوم الکتاب140:6 اور شوکانی نے فتح القدیر97:1 میں کیا ہے۔

مزید جوابات

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے پانچ جوابات نقل کئے ہیں، اس کے مزید جوابات بھی ممکن ہیں (پانچ جوابات متن میں گزر چکے ہیں):

6. آیت:49 سے جتنے واقعات اب تک بیان ہوئے ہیں ہر ایک واقعے کو مستقل طور پر وَإِذْ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور یہاں بھی دونوں واقعات اسی سے شروع کئے گئے ہیں۔ اور یہی نکتہ عبد الوہاب النجار مصری [1278-1360ھ] نے قصص الانبیاء میں ذکر کیا ہے: إذا نظرنا إلى القصص التي قصها الله في هذه السورة قبل هذه القصة – وكلها متعلقة ببني إسرائيل – وجدنا كل قصة مستقلة عما قبلها وما بعدها مبدوءة بقوله تعالى (وإذ). إقرأو: وإذ نجيناكم – وإذ فرقنا – وإذ واعدنا [قصص الانبیاء:260]
7. نحوی قواعد کے مطابق ضمیر کو اقرب مذکور کی طرف راجع کیا جاتا ہے۔ جب کلام طویل ہو جائے اور ضمیر کا مرجع بعید ہو تو بلاغت کا تقاضا یہ ہے کہ اس مرجع کو دوبارہ ذکر کیا جائے تاکہ قاری اور سامع کو کسی تشویش میں مبتلا کئے بغیر اس کی طرف ضمیر کو لوٹایا جاسکے۔ عبد الوہاب النجار فرماتے ہیں: قد تقرر في علم العربية أن الضمير يعود إلى أقرب مذكور. فإذا طال الكلام وكان مرجع الضمير بعيدا فالبلاغة تقضى بأن يعاد الإسم مرة أخرى ليكون أقرب مذكور ليتأتى عود الضمير إليه بلا تشويش على القارى أو السامع و تفاديا من تشتيت الضمائر [قصص الانبیاء:252] امام سیوطی فرماتے ہیں: قاعدة: الأصل عودة الضمير على أقرب مذكور [الاتقان فی علوم القرآن337:2]
8. حافظ ابن کثیر تفصیلی کلام کے بعد فرماتے ہیں: وهذه السياقات عن عبيدة وأبي العالية والسدي وغيرهم، فيها اختلاف ما، والظاهر أنها مأخوذة من كتب بني إسرائيل، وهي مما يجوز نقلها، ولكن لا تصدق ولا تكذب، فلهذا لا يعتمد عليها إلا ما وافق الحق عندنا، والله أعلم [تفسیر ابن کثیر193:1]
9. اگر کوئی سوال کرے کہ جملہ مفسرین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ نفس کو گائے کے کسی عضو کے ساتھ مارا جائے۔ اور کسی نے بھی شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے قول کو ذکر نہیں کیا۔ تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مفسرین نے اس تعارض کی طرف دھیان نہیں کیا کہ ایک جانب وہ ليهون عندهم معبودهم کا قول کر رہے ہیں اور دوسری جانب مردہ گائے کے ذریعے ایک میت کو زندہ کر رہے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے، عین ممکن ہے کہ ایک غلطی صدیوں سے نقل در نقل چلی آرہی ہو اور بعد میں اس غلطی کی اصلاح کی جائے جیسے ابن عابدین کا قول ہے: وقد يتفق نقل قول في نحو عشرين كتابا من كتب المتأخرين ويكون القول خطأ أخطأ به اول واضع له فيأتي من بعده وينقله عنه وهكذا ينقل بعضهم عن بعض كما وقع ذلك في بعض مسائل ما يصح [مجموعۃ رسائل ابن عابدین13:1] اور اسی حوالہ کو شیخ القرآن نے اپنی کتاب النشاط عن حیلۃ الاسقاط:71 میں بھی ذکر کیا ہے۔ مقالہ نگار کے نزدیک جملہ مفسرین (سوائے چند ایک کے) کی ایک اور غلطی کو بھی بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے جیسے سورۃ التوبۃ آیت:75-77 کی تفسیر میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ جو کہ ایک بدری صحابی ہیں کو منافق کہنا اور ان آیات کا مصداق ٹھہرانا۔
10. عبد الوہاب النجار مصری طویل گفتگو کرنے کے بعد فرماتے ہیں: والذی أريد أن أخرج من هذا البحث: هو أن القول بأن القصة الأخيرة مرتبطة بما قبلها ليس متعينا , وأن مسألة ضرب القتيل بجزء من البقرة فحيي وأخبر بقاتله , لم يرد به نص قطعي الثبوت والدلالة. وأن الرأى الذي رأيته مما تحتمله الآية. والله تعالى هو الموفق للسداد [قصص الانبیاء:268] اگرچہ ان کی رائے میں اور شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی رائے میں فرق ہے لیکن بِبَعْضِهَا کی ضمیر بقرۃ کی طرف راجع کرنے کی بجائے نفس کو لوٹانے میں دونوں متفق ہیں۔

خلاصہ کلام

مقالہ نگار کے نزدیک آیت میں اب تک کی گئی توجیہات کی تعداد چار ہے:

1. گائے اور قتل النفس کے واقعہ کو ایک قرار دینا اور تقدیم تاخیر کا قائل ہونا (جمہور مفسرین)
2. گائے کو لیت ولعل کے بعد ذبح کرنا اور اتفاقا اسی وقت قتل النفس کا واقعہ پیش ہونا اور اللہ کی طرف سے گائے کے ساتھ مردہ کے کسی عضو کو مارنے کا حکم (بعض مفسرین)
3. اَضْرِبُوْهُ کی ضمیر سے متہم بالقتل اور بِبَعْضِهَا کی ضمیر نَفْسًا کی طرف راجع ہے۔ (عبد الوہاب النجار مصری)
4. اَضْرِبُوْهُ اور بِبَعْضِهَا کی دونوں ضمیریں نَفْسًا کی طرف راجع ہیں۔ (شیخ القرآن مولانا محمد طاہر)

گویا کہ پہلے دو اقوال میں گائے کی وجہ سے مقتول کے زندہ ہونے میں اتفاق اور قتل کے وقت میں اختلاف ہے۔ اور آخری دو اقوال میں نَفۡسًا کے مرجع میں اتفاق اور ٱضۡرِبُوهُ کے مرجع میں اختلاف ہے۔

62 قاضی بیضاوی فرماتے ہیں: ثُمَّ لاستبعاد القسوة « ثُمَّ استبعاد کے لئے ہے » اور استبعاد کی تعریف آیت:28، کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

مِّنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَ زجاج فرماتے ہیں: من بعد إحياء الميت والآيات التي تقدمت ذلك نحو مسخ القردة والخنازير ونحو رفع الجبل فوقهم، ونحو انبجاس الماء من حجر « ذَٰلِكَ اسم اشارہ مقتول کے زندہ ہونے والے واقعہ کی طرف ہے اور ما قبل میں جتنی نشانیاں بیان ہو چکیں جیسے شکل مسخ کرنا، پہاڑ کا اٹھانا وغیرہ » [معانی القرآن واعرابہ 155:1] اور عموم کی طرف اشارہ بہتر ہے۔

63 ان آیات کی تفسیر شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے شرح وبسط سے بیان کی ہے، فرماتے ہیں: فإن أهل البدع الذين ذمهم الله ورسوله نوعان:أحدهما: عالم بالحق يتعمد خلافه. والثاني: جاهل متبع لغيره. فالأولون: يبتدعون ما يخالف كتاب الله ويقولون هو من عند الله إما أحاديث مفتريات وإما تفسير وتأويل للنصوص باطل ويعضدون ذلك بما يدعونه من الرأي والعقل وقصدهم بذلك الرياسة والمأكل فهؤلاء يكتبون الكتاب بأيديهم ليشتروا به ثمنا قليلا فويل لهم مما كتبت أيديهم من الباطل وويل لهم مما يكسبون من المال على ذلك وهؤلاء إذا عورضوا بنصوص الكتب الإلهية وقيل لهم هذه تخالفكم حرفوا الكلم عن مواضعه بالتأويلات الفاسدة قال الله تعالى: أَفَتَطۡمَعُونَ أَن يُؤۡمِنُواْ لَكُمۡ وَقَدۡ كَانَ فَرِيقٞ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُونَ كَلَٰمَ ٱللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُۥ مِنۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ . وأما النوع الثاني: الجهال. فهؤلاء الأميون الذين لا يعلمون الكتاب إلا أماني وإن هم إلا يظنون [مجموع الفتاوی 17:433-443]

64 عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں: جن لوگوں نے وسیلہ کے تحت بزرگان دین کی استعانت اور انبیاء و اولیاء سے استغاثہ جائز رکھا ہے انہوں نے عربی کے وسیلہ بمعنی قرب کو اردو کے وسیلہ بمعنی ذریعہ کا مرادف سمجھ لیا ہے اور ایسی شدید وفاحش غلطیاں نادر نہیں، کثیر الوقوع ہیں۔ [تفسیر عبد الماجد دریابادی:251]

65 عن قتادة: قالوا أتحدثونهم بما فتح الله عليكم أي: بما من الله عليكم في كتابكم من نعت محمد ﷺ فإنكم إذا فعلتم ذلك احتجوا به عليكم [جامع البيان 2:251]

66 ابو البقاء فرماتے ہیں: إِلَّآ استثناء منقطع لأن الأماني ليست من جنس العلم، وتقدير إلا في مثل هذا بلكن أي لكن يتمنونه أماني [التبیان فی اعراب القرآن 1:80]

67 امی منسوب بسوئے ام یعنی ماں۔ قرآن مجید میں یہ صفت اللہ کے رسول ﷺ کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے اور وہ بھی ماں ہی کی طرف منسوب ہے لیکن دونوں کی حیثیتوں میں فرق ہے۔ اللہ کے رسول کے حق میں مدح ہے اور غیروں کے حق میں نہیں۔ اللہ کے رسول کے حق میں بایں معنی "جیسے اپنی ماں سے پاکدامن پیدا ہوئے تھے اسی طرح ہمیشہ پاکدامن ہیں" اور غیروں کے حق میں اس معنی کے ساتھ "جیسے اپنی ماں سے ان پڑھ پیدا ہوا تھا اسی طرح ان پڑھ رہنا"۔ امام آلوسی فرماتے ہیں: إلى أمه كأنه على الحالة التي ولدته أمه عليها، ووصف عليه الصلاة والسلام بذلك تنبيها على أن كمال علمه مع حاله إحدى معجزاته صلى الله عليه وسلم فهو بالنسبة إليه عليه الصلاة والسلام صفة مدح، وأما بالنسبة إلى غيره فلا [روح المعانی 5:75]

68 لَا يَعۡلَمُونَ ٱلۡكِتَٰبَ « أي لا يدرون بما فيه » اور یہ معنی قتادۃ اور ابو العالیہ سے ثابت ہے۔ بلکہ قتادۃ نے تو یہاں تک کہا ہے: إنما هم أمثال البهائم، لا يعلمون شيئا [جامع البیان 2:260]

69 مفسرین نے امانی کے عموما تین معانی ذکر کئے ہیں:

1. إِلَّآ أَمَانِيَّ « مگر جھوٹ اور قصے کہانیاں » عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد سے منقول ہے۔
2. إِلَّآ أَمَانِيَّ « مگر آرزوئیں اور تمنائیں » قتادۃ، ابو العالیہ سے منقول ہے۔ امانی بمعنی آرزو اور تمنا سورۃ البقرۃ:111۔ اور لَن تَمَسَّنَا ٱلنَّارُ میں ان کی آرزو آگے آ رہی ہے۔
3. إِلَّآ أَمَانِيَّ « مگر تلاوت » فراء اور کسائی سے منقول ہے۔ اور امانی بمعنی تلاوت سورۃ الحج:52 میں ہے۔ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق شعر بھی ہے:

تمنى كتاب الله أول ليلة وآخرها لاقى حمام المقادر

تینوں معانی میں راجح معنی اس مقام میں "کذب اور جھوٹ" ہے جس کو ابن جریر، فراء وغیرہ نے ترجیح دی ہے۔ جبکہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا رجحان "تلاوت" کے معنی کی طرف ہے۔ مطالعہ کریں [معانی القرآن، فراء، 1:49-50، جامع البیان 2:261-262، زاد المسیر فی علم التفسیر 1:81-82، مجموع الفتاوی 17:440]

4. امام ماوردی نے أَمَانِيَّ کا چوتھا معنی "تقدیر" بھی کیا ہے [النکت والعیون 1:150]

70 شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے آیت کی خوبصورت وضاحت کی ہے: لا يفهمون معناها إلا تلاوة ... قال ابن عباس وقتادة غير عارفين معاني الكتاب يعلمونها حفظا وقراءة بلا فهم ولا يدرون ما فيه والكتاب هنا المراد به الكتاب المنزل وهو التوراة؛ ليس المراد به الخط فإنه قال: { وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ } فهذا يدل على أنه نفى عنهم العلم بمعاني الكتاب وإلا فكون الرجل لا يكتب بيده لا يستلزم أن يكون لا علم عنده بل يظن ظنا؛ بل كثير ممن يكتب بيده لا يفهم ما يكتب وكثير ممن لا يكتب يكون عالما بمعاني ما يكتبه غيره

«کتاب کے معنی کو نہیں سمجھتے ہاں صرف تلاوت کرتے ہیں۔ عبد اللہ ابن عباس اور قتادۃ فرماتے ہیں: کتاب اللہ کے معنی کو سمجھنے والے نہیں۔ بغیر سمجھے صرف حفظ و تلاوت جانتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس کتاب میں ہے کیا؟ اور کتاب سے مراد تورات ہے لکھائی مراد نہیں اور اس پر دلیل آنے والا جملہ ہے: وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ یہ جملہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ نے ان سے کتاب اللہ کے معنی کو نہ سمجھنے کی نفی ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو جس شخص کو لکھنا نہیں آتا یہ لازم نہیں ہے کہ اس کے پاس علم بھی نہ ہو بلکہ وہ گمان اور خیال تو کر سکتا ہے بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو لکھائی تو جانتے ہیں مگر اپنے لکھے ہوئے کو نہیں سمجھتے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جنہیں خود تو لکھنا نہیں آتا لیکن اوروں کی تحریرات کو خوب سمجھتے ہیں»

[مجموع الفتاوی437:17]

71 امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: قال الأصمعي: ويل قبح، وقد يستعمل على التحسر وويس استصغار. وويح ترحم. ومن قال: ويل واد في جهنم، فإنه لم يرد أن ويلا في اللغة هو موضوع لهذا، وإنما أراد من قال الله تعالى ذلك فيه فقد استحق مقرا من النار «ویل کلمہ برائی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حسرت کے موقع پر ویل، تحقیر کے موقع پر ویس اور ترحم کے لئے ویح استعمال ہوتا ہے۔ اور جو حدیث میں ہے: کہ ویل جہنم میں ایک وادی کا نام ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لفظ ویل کا لغوی معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم میں ویل ہے»

الويل واد في جهنم کا حکم:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین مرفوع روایت ذکر کرتے ہیں: حدثنا ابن لهيعة، عن دراج، عن أبي الهيثم، عن أبي سعيد، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الويل واد في جهنم يهوي فيه الكافر أربعين خريفا قبل أن يبلغ قعره «ویل جہنم کی ایک وادی ہے جس میں کافر چالیس سال تک اس کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے گرتا رہے گا» خود امام ترمذی نے اس روایت کی ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کا روای ابن لہیعہ ہے۔ هذا حديث غريب، لا نعرفه مرفوعا إلا من حديث ابن لهيعة

[جامع ترمذی، ابواب التفسیر:44، باب ومن سورة الانبياء:22، حدیث:3164]

اس روایت کا ضعف صرف ابن لہیعہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے ضعف کی وجہ دراج عن أبي الهيثم بھی ہے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل کا یہ قول ابن عدی[وفات:365ھ] نے ذکر کیا ہے: أحمد بن حنبل يقول: أحاديث دراج عن أبي الهيثم عن أبي سعيد فيها ضعف [الکامل فی ضعفاء الرجال4:10، ترجمہ:647] اگرچہ ابن معین اس سند کو ليس به بأس کہتے ہیں[تاریخ اسماء الثقات، ابن شاہین:83، ترجمہ:349] ابن کثیر اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: لم ينفرد به ابن لهيعة كما ترى، ولكن الآفة ممن بعده، وهذا الحديث بهذا الإسناد مرفوع منكر، والله أعلم [تفسیر القرآن العظیم1:205]ہاں البتہ ابن حجر نے باب غسل الرجلين [فتح الباری1:325] میں اس روایت کو ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی کلام نہیں کیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ روایت متابعات اور شواہد کے ساتھ حسن لغیرہ کے درجہ میں ہے۔

72 أَمْ یہاں پر منقطعہ یعنی بل کے معنوں میں ہے جیسا کہ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے: أم التي بمعنى بل [تفسیر القرآن العظیم1:206]

73 ابن جریر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، قتادۃ اور ضحاک سے روایت کرتے ہیں: عدد الأيام التي عبدنا فيها العجل [جامع البیان2:274-275، نص:1399، 1403]

اور لفظ "مس" ذکر کیا ہے یعنی اگر آگ میں چلے بھی جائیں تو ہمیں احساس نہیں ہو گا۔ امام ماوردی فرماتے ہیں: والفرق بين اللمس والمس أن مع اللمس إحساسا [النکت والعیون1: 152]

74 کریا کرم «مردے کے نام پر کھانا پوشاک مہابر ہمن کو دینا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ سب کچھ مردہ کو پہنچتا ہے» سدھ «جس تاریخ کو کوئی مرا اسی تاریخ میں خیرات کرنا اور اس ثواب پہنچانے کو "سرادھ" کہتے ہیں» ابھشر من « جس کھانے پر پنڈت کو بلا کر وید پڑھوایا جائے اسے ابھشر من کہا جاتا ہے» پتر سب « مرے ہوئے بزرگوں کے نام پر کی گئی نذر کا نام ہے» سنکلپ «وہ کھانا جو مردوں کے ایصال ثواب یا معبود کے نام پر نذر کے طور پر پیش کیا جائے اس کا کھانا سوائے برہمن کے کسی اور کے لئے جائز نہیں اگرچہ برہمن مالدار اور دیگر لوگ محتاج کیوں نہ ہوں» یہ تمام اصطلاحات تحفۃ الہند باب دوم «عبادات» فصل چھ «مردوں کو ثواب پہنچانے میں» ص:175-177 پر بالتفصیل موجود ہیں۔

یہ مولانا عبید اللہ [وفات:1310ھ] مالیر کوٹلوی کی کتاب ہے۔ ہندو مذہب سے اسلام قبول کیا۔ ہندو مت میں نام اننت رام تھا [تحفۃ الہند:4] ہندوؤں کی میت پر بعض رسومات کے لئے البیرونی [وفات:440ھ] کی کتاب الہند:435-436 کا مطالعہ کریں۔

75 چہلم کو بدعت کہنے پر بعض حوالہ جات:

تفہیمات الٰہیہ 2:247، مالابد منہ (فارسی):160، مجموعۃ الفتاوی، 1:341، فتاوی رشیدیہ:135، کفایت المفتی، 1:221-224۔

76 زمخشری فرماتے ہیں: فلن يخلف الله متعلق بمحذوف تقديره: **إن اتخذتم عند الله عهدا** فلن يخلف الله عهده [الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 1:158]

عَهۡدٗا سے مراد یا تو اللہ کی طرف سے کیا گیا "وعدہ" ہے اور یا "توحید کا عہد و پیمان" ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں: عهدا موثقا أن لا يعذبكم إلا هذه المدة «مضبوط وعدہ کہ اللہ تمہیں صرف اتنی مدت عذاب دے گا» وقال ابن مسعود: **عهدا بالتوحيد** يدل عليه قوله تعالى: إلا من اتخذ عند الرحمن عهدا يعني: قول لا إله إلا الله [معالم التنزیل 1:138]

77 بلى تمسكم أبدا، بدليل قوله:هم فيها خالدون [الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 1:158]

بلی اور نعم کے مابین فرق

امام سیبویہ [وفات:180ھ] نے [الکتاب 4:234] میں دونوں کے مابین فرق ذکر کیا ہے۔ جس کی مزید تشریح ابو سعید سیرافی [وفات:368ھ] نے یوں کی ہے: أما بلى فلا تأتي إلا بعد جحد فتبطله، سواء كان الجحد معه حرف استفهام أو لم يكن، وسواء كان بمعنى التقرير أو بمعنى الاستفهام متى وردت بلى حققت ذلك الشيء الذي وقع عليه لفظ الجحود كقول القائل: ما جاء زيد، فتقول: بلى أي قد جاء، ويقول القائل: ألم يقم زيد فتقول: أي قد قام. وأما نعم فهو تصديق للكلام على " ما يورده المتكلم من جحد وإيجاب، كقولنا، قام زيد، فإذا قلت: نعم فقد صدقته على أنه قام، وإذا قال لم يقم زيد فقلت نعم صدقته على انه لم يقم [شرح کتاب سیبویہ 5:110]

78 سَيِّئَةً سے مراد شرک ہے۔ مجاہد اور قتادۃ یہ معنی کرتے ہیں [جامع البیان 2:281]

79 وَأَحَٰطَتۡ بِهِۦ خَطِيٓـَٔتُهُۥ اجتمعت عليه فمات عليها، قبل الإنابة والتوبة منها «گناہ اسے لپیٹ لے اور اسی حالت میں توبہ اور رجوع کرنے سے قبل مر جائے»

[جامع البیان 2:284]

80 عام خطاب میں آیت:21 میں ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ذکر تھا اور اب خاص خطاب میں بھی اسی دعوی کا اعادہ کیا گیا ہے۔ لَا تَعۡبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ ۔ ابو البقاء العکبری نے مذکورہ دو توجیہات سمیت کل چار توجیہات ذکر کی ہیں [التبیان فی اعراب القرآن 1:84]

81 اس میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہود اور نصاری پر لعنت کی ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا:

عن عائشة رضي الله عنها، عن النبي ﷺ قال في مرضه الذي مات فيه: «لعن الله اليهود والنصارى، اتخذوا قبور أنبيائهم مسجدا»[صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور، حدیث:1330]

اور اس آیت کی طرف بھی جس میں یہودیوں نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو اور نصاری نے سیدنا عیسی علیہ السلام کو ابن اللہ بنا ڈالا ہے:

وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِ [سورۃ التوبۃ 9:30]

اپنے مولویوں اور پیروں کو خدائی کا درجہ دینا قرآن مجید میں ہے: ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ اور اسی کے تحت مفسرین عدی بن حاتم کی حدیث بھی ذکر کرتے ہیں جب اللہ کے رسول ﷺ نے اسے کہا: أما إنهم لم يكونوا يعبدونهم، ولكنهم كانوا إذا أحلوا لهم شيئا استحلوه، وإذا حرموا عليهم شيئا حرموه

[جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ التوبۃ، حدیث:3095]

82 ابو البقاء نے إِحۡسَانٗا میں تین توجیہات ذکر کی ہیں: إحسانا مصدر أي: وقلنا أحسنوا بالوالدين إحسانا، ويجوز أن يكون مفعولا به، والتقدير: وقلنا استوصوا بالوالدين إحسانا، ويجوز أن يكون مفعولا له، أي ووصيناهم بالوالدين لأجل الإحسان إليهم « إِحۡسَانٗا یا مفعول مطلق ہے، یا فعل مقدر کے لئے مفعول بہ ہے اور یا مفعول لہ ہے»

[التبیان فی اعراب القرآن 1:84]

83 شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: فأعظم الإحسان الإيمان والتوحيد والإنابة إلى الله تعالى والإقبال إليه والتوكل عليه [مجموع الفتاوی 15:28]

84 ابن کثیر نے بغوی کے حوالے سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ذکر کی ہے جس میں ہے: هل جزاء من أنعمت عليه بالتوحيد إلا الجنة [تفسیر القرآن العظیم 7:466]

لیکن اس کی سند میں بشر بن حسین روای ہے جس پر محدثین کی کڑی جرح ہے: قال البخاري: فيه نظر. وقال الدراقطني: متروك. وقال أبو حاتم: يكذب على الزبير [میزان الاعتدال فی نقد الرجال 26:2، ترجمہ:1194]

85 ابن جریر فرماتے ہیں: عن ابن عباس: وقولوا للناس حسنا : أمرهم أيضا بعد هذا الخلق أن يقولوا للناس حسنا: أن يأمروا بلا إله إلا الله [جامع البیان 2:296]

ابن ابی حاتم فرماتے ہیں: عن ابن عباس في قوله: وقولوا للناس حسنا قال: الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر [تفسیر ابن ابی حاتم 161:1، نص:842]

امام قرطبی نے تیسرا معنی اچھے اخلاق کا کیا ہے اور آگے فرماتے ہیں: وهذا كله حض على مكارم الأخلاق، فينبغي للإنسان أن يكون قوله للناس لينا ووجهه منبسطا طلقا مع البر والفاجر، والسني والمبتدع، **من غير مداهنة**، ومن غير أن يتكلم معه بكلام يَظن أنه يُرضِي مذهبَه [جامع البیان 160:2]

مداهنت اور مدارات میں فرق

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی [1159-1239ھ] نے اس مقام میں بہترین وضاحت کی ہے:

درینجا باید دانست که معنی حسن درین آیت آن نیست که نزد مخاطب به جمیع وجوه مستحسن باشد والا ارتکاب مداہنت و خلاف مشروع لازم آید الخ « اور جاننا چاہیئے کہ آیت میں "حسن" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ بات مخاطب کے نزدیک اچھی ہو اور اسے بھلی لگے ورنہ اس سے مداہنت اور خلاف شریعت لازم آئے گا، اس لئے کہ اکثر لوگوں کو اپنی خواہش کے مطابق باتیں اچھی لگتی ہیں، اگرچہ وہ شرع اور دین کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ فی نفسہ وہ شے اس کے حق میں ہو لیکن ایسے طریقے سے اسے بتائی جائے جس سے اس کی دل شکنی ہو نہ ہی اسے کوئی عار لاحق ہو۔ پس آیت میں سستی کرنے والوں اور خوشامد کرنے والوں کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اکثر لوگ مدارات اور مداہنت کے مابین فرق نہیں کر سکتے۔ مدارات اور حسن خلق مسلمان تو کیا کافر کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں جبکہ مداہنت قبیح اور معیوب ہے۔

مداہنت عبارت است از مسامحت در امر دین است « مداہنت دین کے معاملے میں چشم پوشی کو کہتے ہیں » **اور مدارات و حسن خلق عبارت است از مسامحت در حق خود است** « مدارات اور حسن خلق اپنی ذات کے بارے میں چشم پوشی کو کہتے ہیں » **پس مدارات تلف حق خود دست برائے رضامندی و دلداری کسی** « مدارات میں اپنے حق کو دوسرے کی رضامندی اور دلداری کے لئے ضائع کرنا ہے » **ومداہنت تلف حق شرع است برائے ہمین غرض فاسد** « مداہنت میں دوسرے کی رضامندی اور دلداری کے لئے شرع کے حق کو ضائع کرنا ہے » تفسیر عزیزی 317:1-318

86 ابو البقاء العکبری فرماتے ہیں: توليتم بأبدانكم وأنتم معرضون بقلوبكم [التبیان فی اعراب القرآن 85:1] دوسرا فرق ذکر کیا ہے کہ تولی سے مراد آباء کا اعراض اور معرضون سے مراد موجودہ یہودیوں کا اعراض ہے [التبیان فی اعراب القرآن 85:1] زمخشری نے وَأَنتُم مُّعۡرِضُونَ کا معنی کیا ہے: وأنتم قوم عادتكم الإعراض [الکشاف 159:1]

87 امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: الميثاق: عقد مؤكد بيمين وعهد « میثاق اس پختہ عہد وپیمان کو کہا جاتا ہے جو قسم کے ساتھ مؤکد کیا جائے » [جامع البیان 160:2] مفسرین نے ان آیات کے تحت ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل سے اللہ نے ایک دوسرے کے بارے میں چار وعدے لئے تھے: ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا، ایک دوسرے کو جلاوطن نہ کرنا، ایک دوسرے کے خلاف دشمنوں کی مدد نہ کرنا، اور ایک دوسرے کو چھڑانے کے لئے فدیہ دینا لیکن انہوں نے فدیہ کے علاوہ تمام وعدے ہوا میں اڑا دیئے [تفسیر بغوی 140:1، تفسیر قرطبی 22:2]

88 امام ماوردی فرماتے ہیں: معناه لا يقتل بعضكم بعضاً ولا يخرجه من داره وهذا قول قتادة وأبي العالية اور ایک معنی یوں نقل کیا ہے: أنفسكم أي إخوانكم فهو كنفس واحدة [النکت والعیون 155:1]

89 مکی ابن ابی طالب [وفات:437ھ] فرماتے ہیں: ما استفهام رفع بالابتداء وجزاء وما بعده خبره وإن شئت جعلت ما نفيا [مشکل اعراب القرآن 104:1]

90 ابو الفرج اصفہانی [وفات:356ھ] فرماتے ہیں: بنو نضیر اور بنو قریظہ ان دونوں قبیلوں کو" الكاهنان «کاہن کا تثنیہ» بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ کاہن بن ہارون بن عمران کی اولاد میں سے ہیں۔ سیدنا ہارون علیہ السلام جو سیدنا موسی علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ ان قبائل نے سیدنا موسی علیہ السلام کی وفات کے بعد ہجرت کی اور یثرب (موجودہ مدینہ منورہ) کے نواح میں آباد ہوئے۔ اور یہ مارب کے بند ٹوٹنے اور اوس اور خزرج کے آنے سے پہلے کا زمانہ ہے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہودیوں نے تورات میں آخری پیغمبر ﷺ کی صفات دیکھی تھیں اور جس علاقے میں وہ پیدا ہوں گے اور ہجرت کریں گے (جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ بھی ہے: وكانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به) [الاغانی (اخبار اوس و نسب اليهود النازلين بيثرب و اخبارهم) 343:22، معجم البلدان، یاقوت حموی م:626ھ، مدینۃ یثرب، 84:5]

91 "مدراس" دراصل عبرانی لفظ "مدرش"Midrash سے بنا ہے جس کے معنی ہیں "تحقیق اور غوروفکر کرنا"۔ اور اس کا اطلاق اس جگہ پر بھی ہوتا ہے جہاں تورات یا انجیل پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس معنی میں یہ "مدرسہ" کے مترادف ہے۔ صحیح بخاری [کتاب الجزیۃ، حدیث:3167] کی روایت میں اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں آتا ہے: فخرجنا معه ﷺ حتى جئنا بيت المدراس «ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ہم بیت المدراس آئے اور اللہ کے پیغمبر نے یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا الخ» اور حدیث میں اس کا اطلاق "یہودی یا نصرانی عالم" پر بھی ہوا ہے۔ فوضع مدراسها الذي يدرسها منهم كفه على آية الرجم «یہودی عالم نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھا اور اسے چھپادیا»[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4556] وفد نجران میں جو ساٹھ لوگ آئے تھے ان میں ایک "صاحب مدراسهم" « ان کے مدرسے کا عالم » بھی شامل تھا [جامع البیان 6:151، سورۃ آل عمران] ابن الاثیر لکھتے ہیں: المدراس صاحب دراسة كتبهم ومفعل ومفعال من أبنية المبالغة أو البيت الذي يدرسون فيه [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 2:113، مادۃ: درس] زمانہ جاہلیت میں یہودیوں کے علاوہ دیگر لوگ بھی وہاں دی جانے والی تعلیمات سننے کے لئے آتے تھے اور بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔[المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، فصل:124، ج:15، ص:291-295]
Midrash & Midrashic Literature: *The term Midrash (from the root 'Darash' to seek, inquire) signifies research, inquiry, study.* [Encyclopedia of Religion and Ethics, James Hastings, vol. VIII p.624]

92 انصار اوس اور خزرج قبیلوں کا لقب ہے اور یہ انہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت کے بعد دیا جب انہوں نے مسلمانوں کو پناہ دی اور مدد کی۔ اوس اور خزرج دونوں حارثہ بن ثعلبہ کے بیٹے ہیں جس کا شجرہ نسب "ازد بن غوث" اور آگے جاکر "سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان" سے ملتا ہے۔ اور ماں کا نام قيلة بنت كاهل ہے اور اسی مناسبت سے اوس اور خزرج کو "ابنائے قیلہ یعنی قیلہ کی اولاد" بھی کہتے ہیں۔ ازد قبیلہ یمن کے علاقہ "مارب" کے رہائشی تھے۔ جب یمن والوں نے پیغمبروں کی تکذیب کی تو ان کے بڑوں میں عمرو بن عامر نے اس وجہ سے وہاں سے ہجرت کی کہ اللہ کی طرف سے بطور سزا سد مارب (مارب کا بند) ان پر نہ ٹوٹ پڑے اور وہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔ گھر بار بیچ کر اتباع سمیت مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ خزاعہ حجاز میں، غسان شام اور کچھ یثرب میں آکر آباد ہوئے۔ اوس اور خزرج کے آنے سے پہلے ہی مدینہ میں یہودی قبائل آباد تھے۔ پہلے پہل یہود کو غلبہ حاصل تھا لیکن رفتہ رفتہ اوس اور خزرج چھا گئے۔ جب تک اوس اور خزرج آپس میں متحد تھے وہ غالب رہے یہاں تک کہ دونوں کے درمیان "جنگ سمیر" لڑی گئی۔ اسلام سے قبل اوس اور خزرج مناۃ کے بت کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے نام پر ہدایا اور نذر و نیاز دیتے تھے۔ بلکہ مواقف حج میں حاضری کے بعد اس وقت تک اپنے حج کو مکمل نہیں کہتے تھے جب تک کہ مناۃ کے پاس اپنا سر نہ منڈا لیں۔ [کتاب الاصنام 14-15، الکامل فی التاریخ 1:583، معجم قبائل العرب القدیمۃ والحدیثۃ، باب الھمزۃ 1:51، باب الخاء 1:342]

93 ایک روایت کے مطابق اوس کے حلیف بنو قریظہ اور بنو نضیر تھے اور خزرج کے حلیف بنو قینقاع تھے [تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر، 1:211]

94 السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام و 1:540، جامع البیان 2:305، نص:1471، تفسیر ابن ابی حاتم 1:163، نص:857

95 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی اس مقام میں نام لئے بغیر اپنے ان جماعتی ارکان کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے قرآن وسنت کے دروس کی بجائے مدارس اور تعویذوں کو ذریعہ معاش بنا لیا۔ جس کا ذکر شیخ القرآن نے اپنی خود نوشت میں بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔[بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار: 101-103] اسی طرح ان مذہبی سیاسی جماعتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اقتدار کے حصول کے لئے کبھی ایک سیاسی پارٹی کی حمایت تو کبھی دوسری سیاسی جماعت کی حمایت کرتے ہیں۔ جن میں سر فہرست ان کی مراد مولانا مفتی محمود کی "جمعیت علمائے اسلام" ہے۔ شیخ القرآن اپنے دروس اور تقاریر میں جمہوریت کے سخت ناقد ہیں۔ انہیں سیاسی طور پر عوامی نیشنل پارٹی کے ساتھ جوڑا جاتا ہے جس کے بانی خان عبد الغفار خان تھے۔ لیکن اس کی تردید ان کی اپنی خود نوشت "بقیۃ الآثار:94" سے ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں جب خان عبد الغفار خان کی بھتیجی نے ایک سکھ سے شادی کرلی تھی تو ملک میں غیظ و غضب کا اظہار ہوا میں نے بھی تورڈھیر (ضلع صوابی) میں اس کے خلاف کچھ کہا۔ ملک میں رائج سیاسی نظام کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آج لوگوں نے رشوت کو ہدیہ، ربا کو منافع، ناچنے والی کو فنکار، مداہن فی سبیل اللہ کو مصلح اور دھوکے کو سیاست کا نام دے دیا ہے۔[ضیاء النور:159، اصول السنۃ:138]

96 خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم فراہیدی ازدی، ابو عبد الرحمن، لغت و ادب اور علم عروض کے امام ہیں۔ 100ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ صبر و برداشت سے فقر و غربت کی زندگی بسر کی۔ ننگے سر رہتے اور شکل بدصورت تھی۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے۔ کبھی سفر نہیں کیا۔ تنہائی پسند تھے۔ امام سیبویہ کے استاد محترم تھے۔ 170ھ کو وفات پائی [وفیات الاعیان 2:244، الاعلام 2:314، العبر فی خبر من غبر 1:207]

97 ابن عماد حنبلی [وفات:1089ھ] فرماتے ہیں: وكان من الزهد في طبقة لا تدرك، حتى قيل: إن بعض الملوك طلبه ليؤدب له أولاده، فأتاه الرسول وبين يديه كسر يابسة يأكلها، فقال له: قل لمرسلك ما دام يلقى مثل هذه لا حاجة به إليك، ولم يأت الملك [شذرات الذہب فی اخبار من ذہب 2:323]

98 یحیی بن زیاد بن عبد اللہ، فراء، کوفہ کے مشہور نحوی و ادیب تھے۔ اور سمعانی لکھتے ہیں: ولقب بالفراء لأنه كان يفرى الكلام «اور فراء لقب کی وجہ یہ ہے کہ وہ (خصم کے) کلام کو (عربی میں مہارت کی وجہ سے) چیر لیتے تھے» ان کے بارے میں ثعلب کی رائے ہے کہ اگر فراء نہ ہوتے تو عربی زبان موجودہ خوبی سے محروم ہوتی۔ نحو، لغت اور ادب کے علاوہ فقیہ اور

متکلم بھی تھے۔207ھ کومکہ مکرمہ کی راہ میں وفات پائی [تاریخ بغداد106:4،الانساب352:4،الاعلام145:8،نیل السائرین فی طبقات المفسرین159-160] اگرچہ تاریخ بغداد میں ان کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مامون الرشید کے دونوں بیٹوں کے اتالیق رہے ہیں۔

99 وفیات الاعیان180:6،ترجمہ:798، نیل السائرین فی طبقات المفسرین:160

100 نعمان بن ثابت، تیمی، کوفہ میں 80ھ کو پیدا ہوئے۔ وہیں پلے بڑھے۔ حافظ ذہبی کے مطابق سیدنا انس رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے، تو ان کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ مذاہب اربعہ میں سے ایک امام ہیں۔ 150ھ میں وفات پائی [سیر اعلام النبلاء390:6،ترجمہ:163،الاعلام36:8]

101 عبد اللہ بن مبارک، تمیمی، مروزی، ابوعبدالرحمن کا تعلق خراسان سے ہے۔ 118ھ کو پیدا ہوئے۔ حافظ الحدیث، شیخ الاسلام، تاجر اور مجاہد تھے۔ فقہ، عربیت، تاریخ، شجاعت و سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ 181ھ کو دریائے فرات کے کنارے واقع گاؤں "ہیت" میں وفات پائی [وفات الاعیان32:3، تاریخ بغداد152:10، تذکرۃ الحفاظ174:1]

102 اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی، بصری، ابو بشر جو ابن علیہ کے نام سے مشہور ہیں اور اصلا کوفی ہیں۔ علیہ ان کی والدہ کا اسم گرامی ہے۔ اس نام سے پکارا جانا وہ ناپسند کرتے تھے۔ 110ھ=728ء کو پیدا ہوئے اوراس سال حسن بصری فوت ہوئے۔ اکابر حدیث میں سے ہیں۔ ہارون الرشید کے دور میں بغداد میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ اور وہیں 193ھ=809ء کو وفات پائی [سیر اعلام النبلاء107:9،ترجمہ:38،الاعلام307:1]

103 روضۃ العقلاء، حافظ ابن حبان، ص:23، صفۃ الصفوۃ، حافظ ابن جوزی،327:2،ترجمہ:695، تہذیب التہذیب، حافظ ابن حجر،278:1، نیل السائرین:138

104 ابن ہشام [وفات:213ھ] معنی کرتے ہیں: وتظاهر عليه من يشرك بالله، ويعبد الأوثان من دونه، ابتغاء عرض الدنيا [السیرۃ النبویۃ541:1]

-ابن قتیبہ [وفات:276ھ] فرماتے ہیں: {تظاهرون} تعاونون. والتظاهر: التعاون . ومنه قوله: {إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما وإن تظاهرا عليه} أي تعاونا عليه. والله ظهير أي: عون. وأصل التظاهر من الظهر. فكأن التظاهر: أن يجعل كل واحد من الرجلين أو من القوم الآخر له ظهرا يتقوى به ويستند إليه [غریب القرآن:57]

-زجاج [وفات:311ھ] فرماتے ہیں: تظاهرون: تتعاونون، يقال قد ظاهر فلان فلانا إذا عاونه ، منه قوله: وكان الكافر على ربه ظهيرا أي معينا [معانی القرآن166:1]

-امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: ظهر عليه أى غلبه قوله تعالى : إنهم إن يظهروا عليكم . ظاهرته أى عاونته قوله تعالى : وظاهروا على إخراجكم [المفردات:540]

105 مدارج السالکین، فصل الاثم والعدوان،375:1۔ ابن القیم مزید فرماتے ہیں: وأما الإثم والعدوان فهما قرينان...وكل منهما إذا أفرد تضمن الآخر، فكل إثم عدوان، إذ هو فعل ما نهى الله عنه، أو ترك ما أمر الله به، فهو عدوان على أمره ونهيه، وكل عدوان إثم، فإنه يأثم به صاحبه، ولكن عند اقترانهما فهما شيئان بحسب متعلقهما ووصفهما [مدارج السالکین374:1]،ضیاء النور:55

106 امام سید محمود آلوسی نے سھل بن عبد اللہ سے سورۃ لمائدۃ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے: بر و تقویٰ سے مراد ایمان و سنت ہیں اور اثم و عدوان سے مراد کفر و بدعت ہیں[روح المعانی240:3]

107 ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وهو محرم عليكم في كتابكم: إخراجهم «حالانکہ انہیں جلاوطن کرنا بھی تمہاری کتاب میں تم پر حرام کیا گیا ہے» [تفسیر ابن ابی حاتم165:1]

108 سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی الکوفی، ابو محمد، محدث حرم مکی، موالی میں سے تھے۔ 107ھ=725ء کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ وسیع علم رکھتے تھے۔ حافظ حدیث اور ثقہ تھے۔ 70حج کئے۔ مکہ مکرمہ میں سکونت تھی اور وہیں198ھ=814ء کو وفات پائی۔[تذکرۃ الحفاظ262:1،الاعلام105:3]

109 تفسیر ابن ابی حاتم1571:5، نص:9008۔ اور امام شاطبی نے اسی قول کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ علماء نے سورۃ الاعراف:152 سے استدلال کیا ہے[الاعتصام190:1]

110 حسن ابن ابی الحسن یسار، ابوسعید، بصری مشہور تابعی ہیں۔ علم، زہد، تقویٰ اور عبادت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے والد ماجد سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ مدینہ منورہ میں 21ھ=642ء کو پیدا ہوئے۔ ام المؤمنین سیدۃ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سایہ عاطفت میں رہے۔ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ 110ھ=728ء کو وفات پائی [وفیات الاعیان69:2،میزان الاعتدال527:1،الاعلام226:2]

111 تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر،429:3۔(ابن کثیر نے بھی اس قول کو سورۃ الاعراف:152 کے تحت ذکر کیا ہے)۔ سفیان اور حسن بصری کے اقوال دیکھیں: ضیاء النور، محمد طاہر، ص:17

112 اس قول کی نسبت سفیان بن عیینہ کی طرف کی گئی ہے۔[حلیۃ الاولیاء285:7]۔ مقولہ کی حد تک ہی درست ہے کیونکہ ان الفاظ کی نسبت حدیث کی جانب کرنے پر محدثین نے موضوع کا حکم لگایا ہے۔ کتاب المجروحین، ابن حبان،138:2،ترجمہ:739، الکامل فی ضعفاء الرجال، ابن عدی،205:4،ترجمہ:725

113 ابوعبیدہ معمر بن مثنی [وفات:209ھ] لکھتے ہیں: قفينا أى أردفنا و أتبعنا [مجاز القرآن46:1اور168:1]

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: القفا معروف، يقال: قفوته: أصبت قفاه، وقفوت أثره، واقتفيته: تبعت قفاه، والاقتفاء:اتباع القفا ... ويكنى بذلك عن الاغتياب وتتبع المعايب، وقوله تعالى: ولا تقف ما ليس لك به علم [الإسراء/ 36] أي: لا تحكم بالقيافة والظن ... وقفيته: جعلته خلفه. قال: وقفينا من بعده بالرسل [البقرة/ 87]

« قفا معروف لفظ ہے "" گدی" کو کہتے ہیں۔ قفوته: میں نے اسے گدی پر مارا۔قفوت أثره اور اقتفیت أثره کا مطلب "میں اس کی گدی کے پیچھے چلا" یعنی میں اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ اقتفاء کسی کے پیچھے چلنے کو کہتے ہیں اور کنایۃ کسی کی غیبت کرنا اور عیب جوئی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں "ولا تقف "کا مطلب قیافہ اور گمان کی بنیاد پر کسی کے پیچھے نہ پڑو۔ قفیته: میں نے اسے دوسرے کے پیچھے لگا دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اور ہم نے ان کے پیچھے یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجے »[المفردات فی غریب القرآن:680،مادۃ:قفا]

114 ابوالبقاء فرماتے ہیں: دخلت الفاء هاهنا لربط ما بعدها بما قبلها والهمزة للاستفهام الذي بمعنى التوبيخ [التبیان فی اعراب القرآن 89:1]

115 ابن عابدین نے تین مقامات پر یہ قول کیا ہے:

1. أن القراءة لشيء من الدنيا لا تجوز، وأن الآخذ والمعطي آثمان [رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکوۃ، مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات والتھالیل، 73:2]
2. قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارئ. وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا، والآخذ والمعطي آثمان. فالحاصل أن ما شاع في زماننا من قراءة الأجزاء بالأجرة لا يجوز؛ لأن فيه الأمر بالقراءة وإعطاء الثواب للآمر والقراءة لأجل المال؛ فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فأين يصل الثواب إلى المستأجر ولولا الأجرة ما قرأ أحد لأحد في هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة إلى جمع الدنيا – إنا لله وإنا إليه راجعون – اهـ. [رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارۃ، مطلب فی الاجارۃ علی المعاصی 56:6]
3. اعلم أن من الرياء التلاوة ونحوها بالأجرة، لأنه أريد بها غير وجه الله تعالى، وهو المال ولذا قالوا إنه لا ثواب بها لا للقارئ ولا للميت والآخذ والمعطي آثمان [رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحۃ، 425:6]

116 شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ قرآن مجید کی پاروں میں تقسیم کے بارے میں فرماتے ہیں: أن هذه التحزيبات المحدثة تتضمن دائما الوقوف على بعض الكلام المتصل بما بعده حتى يتضمن الوقف على المعطوف دون المعطوف عليه فيحصل القارئ في اليوم الثاني مبتدئا بمعطوف كقوله تعالى: {والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم} وقوله: {ومن يقنت منكن لله ورسوله} وأمثال ذلك – و " المقصود " أن التحزيب بالسورة التامة أولى من التحزيب بالتجزئة [مجموع الفتاوی 410:13]

117 سکھ مذہب کی مذہبی کتاب کو "گرو گرنتھ صاحب" مذہبی عالم کو "گیانی" گرنتھ صاحب کے پڑھنے والے کو "گرنتھی" اور تلاوت کو "پاٹھ" کہا جاتا ہے۔ میت کے ایصال ثواب کے لئے گرنتھ صاحب کے ختم کو "اکھنڈ پاٹھ صاحب" کہا جاتا ہے۔

118 آیت میں اس قول کی گنجائش ہے کہ فَرِيقًا کو فعل محذوف کے لئے مفعول اور اس پر دلیل فعل مذکور کو پیش کیا جائے اور كَذَّبْتُمْ کے لئے مفعول محذوف نکالا جائے اور اس پر دلیل ما قبل مفعول کو بنایا جائے **لیکن** یہ قول درست نہیں ہے کہ فَرِيقًا مابعد فعل کے لئے مفعول نہیں بن سکتا کیونکہ جملہ مفسرین اور معربین نے فَرِيقًا کو مابعد فعل کے لئے مفعول مقدم کا قول کیا ہے۔ رہی حرف فاء کی فعل پر تقدیم کا سوال، تو اس کا جواب اگلی ہی آیت میں موجود ہے: فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ کیونکہ قلیلا مابعد فعل کے لئے مفعول ہے اور اس پر فاء داخل ہے۔

119 عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری، ادب کے بہت بڑے امام تھے۔ 213ھ =828ء کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ رہائش کوفہ میں تھی۔ کچھ عرصہ دینور کے قاضی رہے اس لئے دینوری کہلائے۔ بغداد میں 276ھ =889 کو وفات پائی [وفیات الاعیان 42:3، الاعلام 137:4]

120 ابن قتیبہ [وفات:276ھ] نے اس قاعدے کو اپنی ایک کتاب میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: يحذفون من الكلام البعض إذا كان فيما أبقوا دليل على ما ألقوا [تاویل مشکل القرآن، باب مخالفۃ ظاہر اللفظ معناه، ص:186] اور دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں: ويسقطون من الحرف ما هو في وزنه، استخفافا واستغناء بما أبقي عما ألقي، إذا كان في الكلام دليل على ما يحذفون من الكلمة [ادب الکاتب:213]

اس قاعدے کو ابن قتیبہ سے پہلے امام سیبویہ [وفات:180ھ] نے ذکر کیا ہے: لكنه حذف استخفافا؛ لأن ما أبقوا دليل على ما ألقوا [الکتاب 560:3]

121 ابن جریر لکھتے ہیں: وأنتم كلما جاءكم رسول من رسلي بغير الذي تهواه نفوسكم استكبرتم عليهم تجبرا وبغيا استكبار إمامكم إبليس، فكذبتم بعضا منهم. وقتلتم بعضا. فهذا فعلكم أبدا برسلي [جامع البیان 324:2]

122 ابو منصور ازہری، ہروی [وفات:370ھ] فرماتے ہیں: وقرىء: (غُلُفٌ) فَمن قَرَأَ: (غُلُفٌ) ، فَهُوَ جمع غلاف، أَي قُلُوبنَا أوعيةٌ للْعلم، كَمَا أَن الغِلافَ وِعاءٌ لما يُوعَى فِيهِ، قَالَ: وَإِذا سُكِّنَتِ اللامُ كَانَ جمع أغلف، وَهُوَ الَّذِي لَا يعي شَيْئا، وسيفٌ أغلفُ: إِذا كَانَ فِي غِلافٍ، وَجمعه غُلْفُ [تہذیب اللغۃ 132:8، ابواب الغین واللام]

ابن فارس قزوینی [وفات:395ھ] **فرماتے ہیں:**(غَلَفَ) الْغَيْنُ وَاللَّامُ وَالْفَاءُ كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ صَحِيحَةٌ، تَدُلُّ عَلَى غِشَاوَةٍ وَغِشْيَانِ شَيْءٍ لِشَيْءٍ. يُقَالُ: غِلَافُ السَّيْفِ وَالسِّكِّينِ. وَقَلْبٌ أَغْلَفُ: كَأَنَّمَا أُغْشِيَ غِلَافًا فَهُوَ لَا يَعِي شَيْئًا. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ:أَيْ أُغْشِيَتْ شَيْئًا فَهِيَ لَا تَعِي. وَقُرِئَتْ: " غُلُفٌ " أَيْ أَوْعِيَةٌ لِلْعِلْمِ [**معجم مقاییس اللغۃ**4:390] «**غلف اگر لام کے سکون کے ساتھ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے تو یہ اغلف بروزن احمد کی جمع ہے جس کے معنی پردے کے ہیں۔ اور اگر غلف غین اور لام دونوں کے ضمہ کے ساتھ ہو تو یہ جمع ہے غلاف کے جس کے معنی ظرف کے ہیں یعنی ہمارے دل علم کے برتن ہیں جو لبریز ہیں**»

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر فرماتے ہیں: والمعرضون عن كتابه تعالى طوائف : العلماء والمتصوفة والقراء والعوام فاعراض العلماء لأسباب الخ [**ضیاء النور**:89]

123 **ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:** عن الضحاك عن ابن عباس في قوله: قلوبنا غلف قال: قالوا: قلوبنا مملوءة علما لا نحتاج إلى علم محمد ولا غيره «**ہمارے دل علم سے لبریز ہیں ہمیں محمد ﷺ کے علم کی حاجت ہے نہ ہی کسی اور کے علم کی ضرورت ہے**» [**تفسیر ابن ابی حاتم**1:170، **نص**:893] **لیکن یہ یاد ذہن نشین رکھی جائے کہ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں جتنی روایات ضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں وہ سب منقطع ہیں کیونکہ ضحاک کا سماع عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے اگر چہ ضحاک بن مزاحم فی نفسہ ثقہ ہیں۔**

[**الجرح والتعدیل، ابن ابی حاتم**،4:458، **ترجمہ**:2024] **بلکہ ابن سعد کی روایت کے مطابق ضحاک نے سعید بن جبیر سے علم تفسیر اخذ کیا ہے**[**الطبقات الکبری**6:303، **ترجمہ**:2371]

124 **ابن عباس فرماتے ہیں:** قُلُوبُنَا غُلْفٌ أي في أكنة «**ہمارے دل پردے میں ہیں**» **اور دوسری روایت میں** «في غطاء» **کے الفاظ ہیں۔ ابو العالیہ فرماتے ہیں:**أي لا تفقه «**ہمارے دل آپ کی بات کو نہیں سمجھتے**» **اور یہ سورۃ فصلت:5 کی طرح ہے** [**جامع البیان**2:326، **نص**:1498-1509]

125 **شیخ بہائی، نان حلوا، ص:5، بخش:4(بتغیر یسیر) شیخ بہائی نے اسے عشق کے متعلق لکھا ہے۔ شیخ القرآن نے عشق کو قرآن کے لفظ سے تبدیل کیا ہے۔**

126 **قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:** والمعنى أنها خلقت على الفطرة والتمكن من قبول الحق «**اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دل فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں اور ان میں حق قبول کرنے کی صلاحیت ہے**» [**انوار التنزیل واسرار التاویل**1:93]

127 **قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:** وما مزيده للمبالغة في التقليل [**انوار التنزیل واسرار التاویل**1:93] **اور ابن جریر نے کلام الٰہی میں اس کو ناجائز قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:** وهذا القول عندنا أولى بالصواب لأن زيادة ما لا تفيد من الكلام معنى في الكلام غير جائز إضافته إلى الله جل ثناؤه «**اور یہی قول ہمارے نزدیک راجح ہے کیونکہ ما کو ایسے طور پر زائد ماننا کہ کلام میں کسی معنی کا فائدہ نہ دے اس کی نسبت اللہ کی طرف جائز نہیں ہے**»[**جامع البیان**2:331]

مفسرین نے متعدد توجیہات ذکر کی ہیں جن میں تین مشہور ہیں:

1. قَلِيلًا **یہ صفت ہے** إِيمَـٰنًا **مصدر محذوف کے لئے یعنی** فإيمانا قليلا يؤمنون «**پس تھوڑا سا ایمان لاتے ہیں**» **اور اس کی دلیل سورۃ البقرۃ:85 میں گزر چکی۔**
2. قَلِيلًا **یہ صفت ہے** زماناً **ظرف مقدر کے لئے یعنی** فزمانا قليلا يؤمنون «**پس تھوڑا سا زمانہ (وقت) ایمان لاتے ہیں**» **اور اس کی دلیل سورۃ آل عمران:72 ہے۔**
3. **قتادۃ تابعی معنی کرتے ہیں:** لا يؤمن منهم إلا قليل «**پس ان میں سے تھوڑے ایمان لاتے ہیں**»[**تفسیر عبد الرزاق**1:279، **نص**:86] **شیخ القرآن نے اسی معنی کو لیا ہے۔**

مذکورہ توجیہات کے لئے دیکھیں: جامع البیان2:329، **التبیان فی اعراب القرآن**1:90، **البحر المحیط فی التفسیر**1:484-486

128 لَمَّا **کا جواب محذوف ہے:** جواب لما محذوف وهو نحو:كذبوا به [**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**1:164]

129 **ابن جریر معنی کرتے ہیں:** ومعنى الاستفتاح الاستنصار يستنصرون الله به على مشركي العرب [**جامع البیان**1:332]

130 **ابن جریر فرماتے ہیں:** (**مندرجہ ذیل معانی ابن جریر اور ابن کثیر سے شیخ القرآن نے البصائر:363، میں ذکر کئے ہیں**)

1. عن الضحاك، عن ابن عباس في قوله: وَكَانُواْ مِن قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ قال: كانوا يستظهرون، يقولون: نحن نعين محمدا عليهم. وليسوا كذلك، يكذبون «**اور وہ غلبے کی طلب کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہم ان کفار کے مقابلے میں محمد ﷺ کی مدد کریں گے حالانکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جھوٹ بول رہے تھے**»
2. عن ابن عباس: وَكَانُواْ مِن قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يقول: يستنصرون بخروج محمد صلى الله عليه وسلم على مشركي العرب – يعني بذلك أهل الكتاب – فلما بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم ورأوه من غيرهم، كفروا به وحسدوه [**جامع البیان**1:334-336]

3. **ابن کثیر فرماتے ہیں:** وقد كانوا من قبل مجيء هذا الرسول بهذا الكتاب يستنصرون بمجيئه على أعدائهم من المشركين إذا قاتلوهم يقولون: إنه سيبعث نبي في آخر الزمان نقتلكم معه قتل عاد وإرم [تفسیر القرآن العظیم 216:1]

« اور قرآن مجید کے ساتھ آنے والے آخری پیغمبر ﷺ کے آنے سے پہلے اپنے دشمنوں کے مقابلے (اللہ سے) مدد طلب کرتے تھے اس کے آنے کے ذریعے اور کہتے تھے کہ جلد ہی اللہ انہیں آخری زمانے میں بھیجیں گے اور ہم تمہیں عاد اور ارم کی طرح قتل کریں گے »

استفتاح یہ استفعال سے ہے اور مجرد کے معنوں میں ہے یعنی فتح جس کے معنی ہیں بیان کرنا، بتلانا:

4. **امام آلوسی فرماتے ہیں:** يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ أي يفتحون عليهم من قولهم: فتح عليه إذا علّمه، ووقفه كما في قوله تعالى: أتحدثونهم بما فتح الله عليكم أي يُعَرِّفُون المشركين أن نبيا يبعث منهم، وقد قرب زمانه، فالسين زائدة للمبالغة « یا یستفتحون بمعنی یفتحون ہے یعنی انہیں بیان کرتے تھے اور بتلاتے تھے۔ جیسے سورۃ البقرۃ کی آیت:76 میں گزر چکا۔ مشرکین کو وہ بتاتے تھے کہ ان میں ایک پیغمبر بھیجا جائے گا اور اس کی بعثت کا زمانہ قریب ہے۔ اس معنی میں سین زائدہ مبالغہ کے لئے ہو گا (طلب کے لئے نہیں) » [روح المعانی 319:1] اور یہی معنی زمخشری نے کشاف 164:1 میں اور قاضی بیضاوی نے انوار التنزیل واسرار التاویل 93:1 میں ذکر کیا ہے۔

خلاصہ اقوال

مفسرین کے اقوال کا حاصل اور نچوڑ یہ ہے: **بعض کہتے ہیں:** يَسْتَفْتِحُونَ ببعثة النبي ﷺ ۔ **بعض کہتے ہیں:** يَسْتَفْتِحُونَ بخروج النبي ﷺ ۔ **بعض کہتے ہیں:** يَسْتَفْتِحُونَ بمجئ النبي ﷺ ۔ اور بعثت، خروج اور مجیئت سے توسل کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ استفتاح بمعنی نصرت، غلبہ اور فتح ساروں میں ٹھیک ہے جب سین طلب کے لئے ہو۔ اور یا يَسْتَفْتِحُونَ بمعنی یفتحون جس کا معنی ہے بیان کرنا اور بتانا اور اس صورت میں سین مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے۔

131 بحق فلان پر گفتگو اور حوالہ جات سورۃ البقرۃ:59 کے تحت گزر چکے ہیں۔

132 امام حاکم اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: أدت الضرورة إلى إخراجه في التفسير وهو غريب من حديثه « اس آیت کی تفسیر میں اس روایت کی تخریج کی ضرورت تھی حالانکہ یہ غریب حدیث ہے » امام ذہبی نے تلخیص المستدرک میں اس پر تعقیب کرتے ہوئے فرمایا ہے: لا ضرورة في ذلك أي لإخراجه فعبد الملك متروك هالك « اس کی تخریج کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عبد الملک متروک اور ہالک (تباہ) راوی ہے » [المستدرک مع التلخیص، 263:2، کتاب التفسیر]

133 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے اس روایت پر تفصیلی کلام اپنی کتاب البصائر (اردو): 358-375 میں کیا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اس آیت کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور شیخ القرآن کے کلام کا زیادہ تر حصہ انہی سے منقول ہے، فرماتے ہیں: والاستفتاح الاستنصار وهو طلب الفتح والنصر؛ فطلب الفتح والنصر به هو أن يبعث فيقاتلونهم معه فبهذا ينصرون ليس هو بإقسامهم به وسؤالهم به إذ لو كان كذلك لكانوا إذا سألوا أو أقسموا به نصروا؛ ولم يكن الأمر كذلك بل لما بعث الله محمدا صلى الله عليه وسلم نصر الله من آمن به وجاهد معه على من خالفه. وما ذكره بعض المفسرين من أنهم كانوا يقسمون به أو يسألون به فهو نقل شاذ مخالف للنقول الكثيرة المستفيضة المخالفة له [مجموع الفتاوی 296:1-301، معنی استفتاح الیہود بالرسول ﷺ، کتاب الرد علی البکری 147:1-149]

بعض مفسرین نے مذکورہ روایت کو سدی کے حوالے سے بلاسند ذکر کیا ہے جیسے امام آلوسی فرماتے ہیں: روى السدي أنهم كانوا إذا اشتد الحرب بينهم وبين المشركين أخرجوا التوراة ووضعوا أيديهم على موضع ذكر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وقالوا: اللهم إنا نسألك بحق نبيك الذي وعدتنا أن تبعثه في آخر الزمان أن تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون [روح المعانی 319:1] اور اس راوی کا پورا نام اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمۃ سدی کبیر (وفات:127ھ) ہے۔

لیکن سدی (کبیر) کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں:

1. امام جوزجانی [وفات:259ھ] فرماتے ہیں: سدی کذاب اور شتام ہے۔ [احوال الرجال:48]
2. امام ذہبی [وفات:748ھ] فرماتے ہیں: احمد بن حنبل اس کی توثیق اور یحیی ابن معین اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ ابو حاتم فرماتے ہیں کہ اس سے احتجاج نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر شیعیت کا الزام ہے۔ جوزجانی معتمر سے اور وہ لیث سے بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو جھوٹے ہیں جن میں سے ایک مر گیا: سدی اور کلبی۔ حسین بن واقد مروزی کہتے ہیں کہ میں اس (سدی) سے سنتا تھا اور میں نے اس وقت اس کی مجلس چھوڑی جب اس نے شیخین یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں، پھر میں اس کی طرف دوبارہ واپس نہیں آیا [المغنی فی الضعفاء 84:1]

134 شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ومما ينبغي أن يعلم أن مثل هذا اللفظ لو كان مما يقتضي السؤال به والإقسام به على الله تعالى لم يكن مثل هذا مما يجوز أن يعتمد عليه في الأحكام لأنه أولا لم يثبت وليس في الآية ما يدل عليه **ولو ثبت لم يلزم أن يكون هذا شرعا لنا** [مجموع الفتاوی 300:1]

« جس چیز کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بحق فلان جیسے لفظ سے سوال کرنا اور اللہ کی ذات پر قسم اٹھانا اس لائق نہیں ہیں کہ احکام میں ان پر اعتماد کو جائز قرار دیا جائے کیونکہ پہلے تو وہ ثابت اور منقول نہیں ہیں اور آیت میں بھی اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بالفرض اگر یہ الفاظ ثابت بھی ہو جائیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ الفاظ ہمارے لئے بھی مشروع ہیں (بلکہ یہ یہود کا قول ہے)»

135 عن أنس بن مالك: أن أعرابيا بال في المسجد، فقاموا إليه، فقال رسول الله ﷺ: «لا تزرموه» ثم دعا بدلو من ماء فصب عليه [صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ، حدیث:6025]

136 مسند احمد 247:17، حدیث:11156، عمل الیوم واللیلۃ، ابن السنی، 42-43، احادیث:84-85

137 عطیہ بن سعد، کوفی [وفات:111ھ] کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: صدوق ہے لیکن کثرت سے غلطیاں کرتا تھا۔ شیعہ اور مدلس ہے۔[تقریب التہذیب 423، ترجمہ:4616]
ابن حبان فرماتے ہیں: یہ کلبی کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اور جب وہاں سے اٹھ کر اس کی روایت سناتا تھا تو کلبی کا نام لئے بغیر اس کی غیر معروف کنیت ابو سعید کے نام سے روایت سناتا تھا اور شاگرد اس سے سیدنا ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ [وفات:63ھ] مراد لیتے، حالانکہ حقیقت کچھ اور ہوتی۔[المجروحین 167:2، ترجمہ:804]
اس روایت میں بھی وہ "ابو سعید" ہی سے نقل کرتے ہیں اور اس کی روایت معنعن ہے، پس جب تک مدلس کی تحدیث ثابت نہ ہو اس کی روایت مردود شمار ہوتی ہے۔ (محدثین کی اصطلاح میں اس قسم کی تدلیس کو تدلیس الشیوخ کہتے ہیں)۔

138 ابن القیم فرماتے ہیں: وهذا معنى قول محققي النحاة: أن "ما " تأتي لصفات من يعلم ونظيره: {فانكحوا ما طاب لكم من النساء} لما كان المراد الوصف وأن هو السبب الداعي إلى الأمر بالنكاح وقصده وهو الطيب فتنكح المرأة الموصوفة به أتى بما دون من وهذا باب لا ينخرم وهو من ألطف مسالك العربية [بدائع الفوائد 235:1]

139 امام باقلانی [وفات:403ھ] فرماتے ہیں: يا أيها الكافرون لا أعبد الآن ما تعبدون، ولا أنتم الآن عابدون ما أعبد ولا أنا عابد ما عبدتم في المستقبل، ولا أنتم عابدون ما أعبد في المستقبل. ويحتمل أيضا أن يكون أراد لا أعبد ما تعبدون مع عبادة الله بل أفرده بالعبادة وحده، ولا أنتم عابدون ما أعبد مع عبادتكم الأصنام ولا أنا عابد ما عبدتم مفردا لعبادته ولا قارنا بينها وبين عبادة الله تعالى وهذا أيضا يخرج الكلام عن التكرار [الانتصار للقرآن 804:2]

140 ابن قیم نے "استفتاح یہود" پر خوبصورت کلام کیا ہے اور دس صورتیں بیان کی ہیں جن میں سے نویں صورت یہ ہے: أن يقال الاستفتاح به تصديق وإقرار بنبوته وتكذيبه جحد وكفر بها والإيمان والتصديق برسالة الرجل الواحد والتكذيب والجحد بها مستلزم للكفر ولا بد فإنه يستلزم أحد الأمرين إما التصديق بنبوة من ليس بنبي وإما جحد نبوة من هو نبي وأيهما كان فهو كفر وقد أقررتم على أنفسكم بالكفر ولا بد فَلَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ « یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ (بعثت سے قبل) آخری نبی ﷺ کے آنے کی دعا کرنا اس کی تصدیق اور اس کی نبوت کا اقرار کرنا ہے جبکہ (بعثت کے بعد) اس کو جھٹلانا انکار ہے اور اس کی نبوت پر کفر کرنا ہے حالانکہ ایک ہی شخص کی رسالت کی تصدیق وایمان اور اس کی تکذیب وانکار کفر کو متلزم ہے کیونکہ لامحالہ ایک ہی چیز لازم ہے یا تو اس شخص کی نبوت کی تصدیق جو نبی نہیں ہے اور یا اس شخص کی نبوت سے انکار جو نبی ہے۔ اور دونوں میں سے ہر ایک کفر ہے اور تم لوگوں نے اپنے آپ پر کفر کا اقرار خود کیا ہے تو لامحالہ "اللہ کی لعنت ہو انکار کرنے والوں پر"»[بدائع الفوائد 146:4]

141 عن عمر بن الخطاب، أن رجلا على عهد النبي صلى الله عليه وسلم كان اسمه عبد الله، وكان يلقب حمارا، وكان يضحك رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان النبي صلى الله عليه وسلم قد جلده في الشراب، فأتي به يوما فأمر به فجلد، فقال رجل من القوم: **اللهم العنه**، ما أكثر ما يؤتى به؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم: «**لا تلعنوه**، فوالله ما علمت إنه يحب الله ورسوله»[صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر وانہ لیس بخارج من الملۃ، حدیث:6780]

142 سفیان بن سعید بن مسروق ثوری، ابو عبد اللہ، کوفہ میں 97ھ=716ء کو پیدا ہوئے۔ مصر کے مشہور قبیلہ عبد مناۃ کی شاخ بنی ثور سے تعلق تھا۔ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔ علوم دینیہ اور تقویٰ میں بے مثال تھے۔ منصور نے انہیں قضاء کا عہدہ پیش کیا تھا مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ بصرہ میں 161ھ=778ء کو وفات پائی [وفیات الاعیان 286:2، تاریخ بغداد 151:9، تذکرۃ الحفاظ 203:1، الاعلام 104:3]

143 مسند ابن الجعد، علی بن جعد بغدادی [وفات:230ھ] :272، روایت:1809، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، لالکائی [وفات:418ھ]، 49:1، روایت:238

144 ابن جریر فرماتے ہیں: معنى الكلام حينئذ: بئس الشيء باع اليهود به أنفسهم، كفرهم بما أنزل الله بغيا وحسدا أن ينزل الله من فضله [جامع البیان 340:1]

145 یہ چاروں توجیہات ابو البقاء العکبری نے ذکر کی ہیں:

قوله تعالى: بِئْسَمَا ٱشْتَرَوْا۟ فيه أوجه أحدها أن تكون: مَا نكرة غير موصوفة منصوبة على التمييز قاله الأخفش، و ٱشْتَرَوْا۟ على هذا صفة لمحذوف تقديره: شيء أو كفر ; وهذا المحذوف هو المخصوص، وفاعل بِئْسَ مضمر فيها ونظيره: لنعم الفتى أضحى بأكناف حايل أي فتى أضحى. وقوله: أَن يَكْفُرُوا۟: خبر مبتدأ محذوف ; أي هُوَ أَن يَكْفُرُوا۟ ، وقيل أَن يَكْفُرُوا۟ في موضع جر بدلا من الهاء في بِهِۦٓ، وقيل هو مبتدأ، و بِئْسَ وما بعدها خبر عنه.

والوجه الثاني: أن تكون: مَا نكرة موصوفة، و ٱشْتَرَوْا۟ صفتها، أَن يَكْفُرُوا۟ على الوجوه المذكورة، ويزيد هاهنا أن يكون هو المخصوص بالذم.

والوجه الثالث أن تكون: مَا بمنزلة ٱلَّذِى ، وهو اسم بِئْسَ ، و أَن يَكْفُرُوا۟ المخصوص بالذم، وقيل اسم بِئْسَ مضمر فيها و ٱلَّذِى وصلته المخصوص بالذم.

والوجه الرابع: أن تكون: مَا مصدرية ; أي بِئْسَ شراؤهم، وفاعل بِئْسَ على هذا مضمر ; لأن المصدر هنا مخصوص ليس بجنس.

قوله: بَغْيًا : مفعول له.[**التبيان في اعراب القرآن** 91:1]

«**بِئْسَمَا ٱشْتَرَوْا۟ میں متعدد توجیہات ہیں**

1. **پہلا قول اخفش کا ہے۔ بِئْسَ فعل ذم ہے اور اس کا فاعل بِئْسَ میں مضمر ہے جو هُوَ ہے۔ مَا نکرۃ غیر موصوفہ ہے اور تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (تمیز کا ممیز بِئْسَ کا فاعل ہے)۔ اور ٱشْتَرَوْا۟ صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے وہ شئ یا کفر ہے۔ اور محذوف موصوف مخصوص بالذم ہے۔ أَن يَكْفُرُوا۟ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے یعنی هُوَ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ أَن يَكْفُرُوا۟ مجرور ہے بہ کی ضمیر سے بدل ہونے کی وجہ سے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ أَن يَكْفُرُوا۟ مبتدا مؤخر ہے اور بِئْسَ اپنے مابعد کے ساتھ اس کی خبر مقدم ہے۔ (اس قول میں کلام یوں ہے: بِئْسَ هُوَ شَيْـًٔا شَيْءٌ أو كفر ٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ)**
2. **مَا نکرۃ موصوفہ ہے اور ٱشْتَرَوْا۟ اس کی صفت ہے (موصوف مع صفت بِئْسَ کا فاعل ہے)۔ اور أَن يَكْفُرُوا۟ میں مذکورہ تین وجوہ ہیں البتہ یہ بات زیادہ کی جائے کہ اس توجیہ میں یہ مخصوص بالذم ہے۔ (اس قول میں کلام گویا کہ یوں ہے: بِئْسَ شَيْءٌ ٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ)**
3. **مَا موصولہ ہے بمعنی ٱلَّذِى۔ جو بِئْسَ کا اسم ہے (موصول مع صلہ بِئْسَ کا فاعل ہے)۔ أَن يَكْفُرُوا۟ مخصوص بالذم ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ بِئْسَ کا اسم (یعنی فاعل) اسی میں مضمر ہے اور ٱلَّذِى اپنے صلہ کے ساتھ مخصوص بالذم ہے۔ (دوسرا اور تیسرا قول سیبویہ کا ہے جیسا کہ شوکانی نے کہا ہے۔ مقالہ نگار)**
4. **مَا مصدریہ ہے یعنی مَا ٱشْتَرَوْا۟ سے شراؤهم بن جائے گا۔ اور بِئْسَ کا فاعل اس توجیہ میں بھی مضمر ہے کیونکہ مصدر (اضافت کی وجہ سے) خاص ہے جنس (یعنی عام) نہیں ہے» (یہ قول کسائی کا ہے جس کو اکثر مفسرین نے مرجوح قرار دیا ہے اور بعض نے اس کا دفاع بھی کیا ہے۔ مقالہ نگار)**

امام قرطبی نے لکھا ہے: قال النحاس: وأبين هذه الأقوال قول الأخفش وسيبويه [**الجامع لاحکام القرآن**،28:2]

مذکورہ توجیہات کے لئے دیکھیں:[المحرر الوجیز، ابن عطیہ 178:1، الجامع لاحکام القرآن، قرطبی،28:2، فتح القدیر، شوکانی، 132:1، روح المعانی، آلوسی، 321:1]

146 **یحیی بن زیاد فراء لکھتے ہیں:** أَن يَكْفُرُوا۟ في موضع خفض ورفع فأما الخفض فأن ترده على الهاء التي في «به» على التكرير على كلامهم كأنك قلت أشتروا أنفسهم بالكفر . وأما الرفع فأن يكون مكرورا أيضا على موضع «ما» التي تلى «بئس» « أَن يَكْفُرُوا۟ **یا تو موضع جر میں ہے یا رفع میں۔ اگر موضع جر میں ہے تو «به» کی ضمیر سے بدل ہونے کی وجہ سے۔ گویا کہ کلام یوں ہے:** إشتروا أنفسهم بالكفر **۔ اور اگر موضع رفع میں ہے تو مخصوص بالذم ہے» [معانی القرآن 56:1]**

147 **ابن عادل دمشقی [وفات:775ھ] لکھتے ہیں:** أنه مفعول من أجله، والناصب له «بغيا» أي: علة البغي إنزال الله فضله على محمد ﷺ [**اللباب فی علوم الکتاب** 282:2]

148 **مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں:**

1. **پہلا غضب: بچھڑے کی عبادت اور دوسرا غضب: آخری رسول ﷺ کا انکار (عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ)**
2. **پہلا غضب: انجیل سے انکار اور دوسرا غضب: قرآن مجید سے انکار (قتادۃ)**
3. **پہلا غضب: سیدنا عیسی علیہ السلام سے انکار اور دوسرا غضب: آخری نبی سے انکار (عکرمہ)**
4. ويحتمل أن يراد بقوله سبحانه: بغضب على غضب الترادف والتكاثر لا غضبان فقط «**اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ صرف دو غضب مراد نہیں بلکہ تثنیہ کثرت کے لئے ہے» [جامع البیان 1:345-347، تفسیر ابن ابی حاتم 173:1، روح المعانی 322:1]**

علامہ ابن قیم نے چوتھے قول کو ترجیح دی ہے، فرماتے ہیں: **والصحيح في الآية أن التكرار هنا ليس المراد به التثنية التي تشفع الواحد بل المراد غضب بعد غضب** بحسب تكرر كفرهم وإفسادهم وقتلهم الأنبياء وكفرهم بالمسيح وبمحمد صلى الله عليه وسلم ومعاداتهم لرسل الله إلى غير ذلك من الأعمال التي كل عمل منها يقتضي غضبا على حدته وهذا كما في قوله: {فارجع البصر هل ترى من فطور ثم ارجع البصر كرتين} أي كرة بعد كرة لا مرتين فقط [**بدائع الفوائد** 2:29-30]

149 جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب (قرآن مجید) پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم صرف اپنی کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور دیگر کتابیں نہیں مانتے، اس کے پانچ جوابات دیئے گئے ہیں:

1. وَهُوَ ٱلۡحَقُّ
2. مُصَدِّقٗا لِّمَا مَعَهُمۡ
3. قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُونَ أَنۢبِيَآءَ ٱللَّهِ مِن قَبۡلُ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ
4. وَلَقَدۡ جَآءَكُم مُّوسَىٰ بِٱلۡبَيِّنَٰتِ ثُمَّ ٱتَّخَذۡتُمُ ٱلۡعِجۡلَ مِنۢ بَعۡدِهِۦ
5. وَإِذۡ أَخَذۡنَا مِيثَٰقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ ٱلطُّورَ خُذُواْ مَآ ءَاتَيۡنَٰكُم بِقُوَّةٖ وَٱسۡمَعُواْۖ قَالُواْ سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا

150 أي قتلتم. والمعنى أن آباءهم قتلوا فلما رضوا بفعلهم أضاف القتل إليهم [**التبيان في اعراب القرآن** 1:93]

151 اسماعیل بن عبد الغنی بن ولی اللہ بن عبد الرحیم، جید عالم اور مجاہد تھے۔ 1193ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد کے فوت ہونے کے بعد اپنے چچا عبد القادر کی تربیت میں پلے بڑھے۔ معقول اور منقول علوم پڑھنے کے بعد سید احمد شہید بریلوی کی صحبت اختیار کی۔ ایک ساتھ حج اور دیگر اسفار کرنے کے بعد بالآخر جہاد کے لئے نکلے اور 1246ھ میں بالاکوٹ (ضلع مانسہرہ، خیبر پختونخوا) کے مقام پر شہید ہوئے۔ [نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنوظر 7:914]

152 ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں: کانڑا غور بند کے باشندے مولوی سید محمد حبان صاحب جو اس نواح کے بڑے ذکی الطبع اور خوش تقریر عالم تھے۔ مولوی حبان صاحب برابر سید احمد شہید صاحب کی خدمت میں رہے۔ آپ کو قاضی القضاۃ بنایا گیا اور مردان کی جنگ میں شہید ہوئے [تاریخ دعوت وعزیمت 6:79-80]

153 سید امیر علی آخوندزادہ کا تذکرہ جگہ جگہ دیکھیں [تاریخ دعوت وعزیمت 6:267، 352 اور 353]

154 سید ابو الحسن علی ندوی اس نام سے عنوان [33واں باب "حکومت شرعیہ کے زوال اور غازیوں کا قتل عام، اسباب و محرکات"] قائم کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

پشاور کی سپردگی کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ پشاور اور سمہ کے پورے علاقے میں حکومت شرعیہ کے ان عمال، محصلین، قضاۃ و محتسبین اور ان غازیوں کو، جو پنجتار کے علاوہ پورے علاقے میں جابجا متعین اور مقرر تھے، بیک دفعہ قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا گیا اور خفیہ طور پر یہ طے کر لیا گیا کہ ایک ہی دفعہ اس کشمکش سے جو چند سال سے جاری تھی، ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لی جائے۔ یہ کشمکش کیوں تھی اور اس فیصلہ کن و نامبارک اقدام کے اصلی اور اندرونی اسباب و محرکات کیا تھے؟

اس کشمکش کا سب سے بڑا سبب اور محرک سرداروں، خوانین اور ملاؤں کے ذاتی اغراض و مصالح ہیں۔ سید صاحب رحمہ اللہ اور مجاہدین کی آمد سے پہلے یہ تمام گروہ اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل اور اپنے منافع اور فوائد کے حصول میں بالکل آزاد تھے۔ وہ سب اس علاقے میں من مانی کاروائی کرتے تھے۔ اس علاقے میں جو کچھ پیدا ہوتا تھا، اس سے یہ سب گروہ اپنے اپنے حصے اور ملک کے رواج کے مطابق فائدہ اٹھاتے تھے۔ سرداران پشاور رعایا کی کھیتی کا نصف غلہ وصول کرتے تھے اور مختلف انتظامات کا خرچ بھی رعایا کے ذمے تھا۔ اس طرح پیداوار کا دو تہائی حصہ ان کے پاس چلا جاتا تھا [تاریخ دعوت وعزیمت 6:332]

مینئی میں مجاہدین کا محاصرہ اور مسجد کو آگ لگانے کا واقعہ [تاریخ دعوت وعزیمت 6:353-354]

155 فضل واحد بن فضل احد جو حاجی صاحب ترنگزئی کے نام سے مشہور ہیں۔ 1859ء میں چارسدہ کے گاؤں "ترنگزئی" میں پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق جب سید احمد شہید بریلویؒ نے 1830ء میں سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا تو آپ کے دادا سید رستم شاہ بھی دیگر بہت سے مجاہدین کی طرح سید احمد بریلویؒ کے ہمراہ تھے اور سکھوں کے خلاف جہاد کیا۔ 1905ء میں حاجی صاحب نے "آزاد مدرسوں" کی بنیاد رکھی جن میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سرفہرست دنیاوی علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔ 14 دسمبر 1937ء کو وفات پائی اور مہمند ایجنسی کے علاقے غازی آباد (لکڑو) میں دفن ہوئے۔

[غلام رسول مہر، تحریک سید احمد شہید 4:655، الطاف قادر، ریفارمنگ دی پشتونز اینڈ رِزسٹنگ دی برٹش ....، ص:19 (انگریزی، طبع: 2015)]

156 ابن جزی لکھتے ہیں: سَمِعۡنَا بلسان المقال وَعَصَيۡنَا بلسان الحال [**التسهيل لعلوم التنزيل** 1:90]

157 عبد الرزاق [وفات:211ھ] لکھتے ہیں: عن قتادة : وَأُشْرِبُواْ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ قال: «أشربوا حُبَّهُ , حتى خَلَصَ ذلك إلى قلوبهم» « بچھڑے کی محبت انہیں پلائی گئی تھی یہاں تک کہ وہ ان کے دلوں کو پہنچ چکی تھی » [تفسیر عبد الرزاق 280:1]

چونکہ سورۃ کے پہلے حصے میں شرک اعتقادی کی تردید ہے بالخصوص شرک فی العبادۃ کی جو آیت:21 سے مضمون چلا آرہاہے یہاں پر اس کے ایک جز یعنی حب العجل کی تردید کی گئی۔

158 ابن کثیر معنی کرتے ہیں: إن كنتم تعتقدون أنكم أولياء الله من دون الناس، وأنكم أبناء الله وأحباؤه، وأنكم من أهل الجنة ومن عداكم من أهل النار فَبَاهِلُوا على ذلك وَادْعُوا على الكاذبين منكم أو من غيركم [تفسیر القرآن العظیم 333:1]

159 یہودیوں کو مباہلہ کا چیلنج سورۃ الجمعۃ 62:6-7، میں بھی دیا گیاہے اور نصاری کو مباہلہ کا چیلنج سورۃ آل عمران 61:3، میں دیا گیاہے۔

160 ابن جریر فرماتے ہیں: عن ابن عباس : فَتَمَنَّوُاْ ٱلۡمَوۡتَ أي: ادعوا بالموت على أي الفريقين أكذب [جامع البیان 364:1، نص:1571]

ابن قیم فرماتے ہیں: هذه من جنس آية المباهلة « یہ آیت مباہلہ کی آیات میں سے ہے » [مدارج السالکین 264:2] اور مباہلہ کے لئے چیلنج کب دیاجائے گا، فرماتے ہیں: أن السنة في مجادلة أهل الباطل إذا قامت عليهم حجة الله، ولم يرجعوا، بل أصروا على العناد أن يدعوهم إلى المباهلة، وقد أمر الله سبحانه بذلك رسوله، ولم يقل: إن ذلك ليس لأمتك من بعدك، ودعا إليه ابن عمه عبد الله بن عباس لمن أنكر عليه بعض مسائل الفروع « باطل پرستوں کے ساتھ بحث ومباحثہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جب ان پر اتمام حجت کر لیا جائے اور اس کے بعد بھی رجوع نہ کریں بلکہ بدستور عناد پر ڈٹے رہیں تو انہیں مباہلہ کا چیلنج دیا جائے اور اسی پر اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیاہے اور یہ نہیں کہا کہ آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت مباہلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بعض فروعی مسائل میں بھی اپنے خصم کو مباہلہ کا چیلنج دیاہے » [زاد المعاد فی ہدی خیر العباد 561:3]

مباهله کی تعریف

لغت میں: امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: أصل البهل: كون الشيء غير مراعى .. والبهل والابتهال في الدعاء: الاسترسال فيه والتضرع .. ومن فسر الابتهال باللعن فلأجل أن الاسترسال في هذا المكان لأجل اللعن « بهل کے اصل معنی کسی چیز کا اس حال میں ہونا کہ اس کی دیکھ بھال نہ کی جائے۔ دعا میں بهل اور ابتهال کا مطلب ہے: بغیر عجلت کے کھل کر عاجزی سے دعا کرنا اور جن لوگوں نے ابتهال کو لعنت کے معنوں میں لیاہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عاجزی کے ساتھ دعا کرنا لعنت بھیجنے کے لئے ہے »

[المفردات فی غریب القرآن:149]

اصطلاح میں: ابن اثیر جزری [وفات:606ھ] فرماتے ہیں: وهو أن يجتمع القوم إذا اختلفوا في شيء فيقولوا لعنة الله على الظالم منا « لوگوں کا کسی مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں جمع ہونا ہے اور یہ دعا مانگنا ہے کہ "ہم میں سے ظالم پر اللہ کی لعنت ہو" » [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 167:1]

مباہلہ سے مقصود کیاہے؟ اس کا جواب امام آلوسی ان الفاظ میں دیتے ہیں: أن القصد من المباهلة تَبَيُّنُ الصَّادِقِ من الكاذب « مباہلہ سے مقصود سچے اور جھوٹے کا ظاہر ہوناہے »

[روح المعانی 181:2]

ابن حجر عسقلانی "وفد نجران کو مباہلے کی چیلنج" کے حدیث کے تحت لکھتے ہیں: وفيها مشروعية مباهلة المخالف إذا أصر بعد ظهور الحجة وقد دعا بن عباس إلى ذلك ثم الأوزاعي ووقع ذلك لجماعة من العلماء ومما عرف بالتجربة أن من باهل وكان مبطلا لا تمضي عليه سنة من يوم المباهلة « اس حدیث میں مخالف کو مباہلے کا چیلنج دینے کی دلیل ہے جب وہ دلیل ظاہر ہونے کے بعد بھی مخالفت پر مصر ہو اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، امام اوزاعی اور بہت سارے علماء نے اپنے مخالفین کو مباہلے کا چیلنج دیاہے۔ اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہے کہ جو باطل پرست مباہلہ کرے اس پر (لعنت کے آثار ظاہر ہونے میں) ایک سال سے زائد کا عرصہ نہیں گزرتا » [فتح الباری 94:8]

161 ابن جریر فرماتے ہیں: وإنما قيل ذلك بإضافته إلى اليد، لأن عظم جنايات الناس بأيديهم ، فجرى الكلام باستعمال إضافة الجنايات التي يجنيها الناس إلى أيديهم ، حتى أضيف كل ما عوقب عليه الإنسان مما جناه بسائر أعضاء جسده، إلى أنها عقوبة على ما جنته يده [جامع البیان 368:1]

162 وَمِنَ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْ فيه وجهان: أحدهما: هي معطوفة على الناس في المعنى، والتقدير: أحرص من الناس أي الذين في زمانهم، وأحرص من الذين أشركوا يعني به المجوس ; لأنهم كانوا إذا دعوا بطول العمر قالوا: عشت ألف نيروز [التبیان فی اعراب القرآن 95:1]

163 ابن جریر فرماتے ہیں: عن ابن عباس في قوله: يَوَدُّ أَحَدُهُمۡ لَوۡ يُعَمَّرُ أَلۡفَ سَنَةٖ ، قال: هو قول الأعاجم:"سال زه نوروز مهرجان حر"[جامع البیان 372:1، نص:1591]

امام بغوی لکھتے ہیں: تحية المجوس فيما بينهم، يقولون: عش ألف سنة وكل ألف نيروز ومهرجان [معالم التنزیل 144:1]

164 وَمَاهُوَبِمُزَحْزِحِهِۦ : في هو وجهان: أحدهما: هو ضمير أحد ; أي وما ذلك المتمني. بمزحزحه خبر ما. و «من العذاب» معلق بمزحزحه، و «أن يعمر» في موضع رفع بمزحزحه ; أي وما الرجل بمزحزحه تعميره.

والوجه الآخر: أن يكون هو ضمير التعمير، وقد دل عليه قوله: «لو يعمر».وقوله: أن يعمر بدل من هو.

ولا يجوز أن يكون هو ضمير الشأن ; لأن المفسر لضمير الشأن مبتدأ وخبر، ودخول الباء في بمزحزحه يمنع من ذلك [***التبيان في اعراب القرآن***1:96]

حصہ دوم

اثبات الرسالۃ

آیت:97-176

قرآن مجید اور دیگر کتابوں میں فرق:

قرآن مجید جب ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کرتا ہے[1] تو "فصل" کی بجائے "وصل" کرتا ہے، یعنی دونوں مضامین کے درمیان ایسی آیات لاتا ہے جس کا تعلق ماقبل اور مابعد دونوں مضامین کے ساتھ ہوتا ہے[2]۔ اس کے برعکس علماء اپنی کتابوں میں فصل کرتے ہیں۔ جیسے علماء نحو جب "مرفوعات" کے باب کو ختم کرتے ہیں تو لکھتے ہیں: الباب الثانی فی المنصوبات ۔فقہاء جب "کتاب الصلاۃ" کو ختم کرتے ہیں تو "کتاب الزکوۃ" کے عنوان سے نیا باب شروع کرتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ میں [آیت:96] پر پہلا مضمون "اثبات توحید" ختم ہوا اور دوسرا مضمون "اثبات رسالت" پر [آیت:101] سے شروع ہوتا ہے۔ دونوں مضامین کے درمیان میں جبریل سے متعلق آیات ذکر کی گئی ہیں کیونکہ یہ جبریل ہی ہے کہ جس کے واسطہ سے توحید کا پیغام آخری رسول کو پہنچایا گیا۔

اثبات دعوی کے طرق:

قرآن مجید کا اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے مختلف اسالیب ہیں:

1. دعوی کو ثابت کرنے کے لئے دلیل عقلی، نقلی، وحی اور حلف پیش کرنا۔[3]
2. مخالفین کے دلائل کے نقض کے ذریعے۔
3. مخالفین کے شبہات اور اعتراضات کے جوابات کے ذریعے۔[4]

سورۃ البقرۃ کے دوسرے حصے کا مضمون "اثبات الرسالۃ" ہے جس میں رسالت پر وارد "نو" شبہات اور اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں:[5]

1. پہلا اعتراض جبریل کے آنے پر کہ وہ ہمارا دشمن ہے اور ہم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ [آیت:97]
2. دوسرا اعتراض سیدنا سلیمان علیہ السلام پر کہ وہ جادوگر تھے، اور آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انہیں پیغمبر کہتے ہیں۔ [آیت:102]
3. سحر (جادو) اور غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے، کیونکہ اللہ نے بابل میں دو فرشتے بھیجے تھے۔ [آیت:102]
4. شرکیہ اور بے ادبی کے کلمات کے ذریعے دھوکا دینا، تاکہ لوگوں پر دین کو مشتبہ کریں۔ [آیت:104]
5. نسخ پر اعتراض کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خود اپنے دین میں مضطرب اور پریشان ہیں، آج ایک عمل تو کل اسی کو منسوخ کر لیتے ہیں۔ [آیت:106]
6. اللہ کے نائب ہیں جیسے عزیر اور عیسی علیہما السلام۔ [آیت:116]
7. اگر آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سچے نبی ہیں تو آپ کی صداقت پر اللہ ہمارے ساتھ براہ راست بات کیوں نہیں کرتا۔ [آیت:118]
8. تحویل قبلہ پر اعتراض [آیت:142]
9. صفا اور مروہ کی سعی پر اعتراض۔ [آیت:158]

ان تمام اعتراضات میں قرآن مجید کے قاری اور مبلغ کے لئے یہ پیغام موجود ہے کہ جو اعتراض اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر وارد کیا گیا تھا، وہی اعتراض ہر زمانے میں ایک نئے رنگ کے ساتھ قرآن مجید کے مبلغ پر کیا جائے گا، کیونکہ ان اعتراضات کا سرغنہ ابلیس ہے۔ لیکن جواب وہی ہوگا، جو قرآن مجید میں اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا جواب ہے۔

پہلا اعتراض جبریل کے وحی لانے پر [6]

یہود رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سند پر معترض تھے کہ ہم آپ پر ضرور ایمان لاتے لیکن آپ پر وحی لانے والا فرشتہ جبریل ہے اور جبریل ہمیشہ اپنے ساتھ شر لایا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے۔ اگر جبریل کے علاوہ کوئی اور فرشتہ وحی لاتا تو ہم ایمان لے آتے۔ اور سند پر اعتراض کرنے سے ان کا مقصود قرآن مجید کو مشکوک بنانا تھا۔ اس اعتراض کے پانچ جوابات دیئے گئے ہیں:

1. "فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ"
2. "مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ"
3. "وَهُدًى"
4. "وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ"
5. "مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَٰفِرِينَ

یہود کے دیکھا دیکھی روافض [7] قرآن و سنت کی سند یعنی صحابہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ جب صحابہ مطعون ہوں گے تو دین خود بخود مطعون ہو جائے گا۔ کیونکہ راوی کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے روایت غیر معتبر ہو جاتی ہے۔ اور اس اعتراض کے بھی یہی پانچ جوابات ہیں:

1. صحابہ کے ساتھ دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دین نقل کیا ہے۔
2. وہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرنے والے ہیں۔
3. انہیں اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ذریعہ ہدایت قرار دیا ہے۔
4. ان کے نقش قدم پر چلنے کو ذریعہ بشارت قرار دیا ہے۔
5. اور جو کوئی اولیاء کا دشمن ہے تو وہ اللہ کا دشمن ہے۔ [8]

قرآن مجید نے جگہ جگہ اللہ کے دشمنوں کو ذکر کیا ہے:

1. دین کی سند خواہ جبریل ہو یا صحابہ پر اعتراض کرنے والوں کو اللہ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے۔ [سورۃ البقرۃ:97]
2. قرآن مجید کو نہ سننے والے اور اس کے بیان کے دوران میں شور کرنے والوں کو اللہ نے اپنا دشمن قرار دیا ہے۔ [سورۃ حم السجدۃ:26-28]

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ کہ ہم تمہیں تسلیم کر لیتے، لیکن تمہارا استاد جس سے تم نے قرآن مجید پڑھا ہے وہ اچھا آدمی نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ شر اور فساد کی باتیں کرتا ہے۔ جواب وہی ہو گا جو اللہ نے اپنے پیغمبر کو قرآن مجید میں بتایا ہے۔ کہ میرے استاد کے ساتھ دشمنی محض اس وجہ سے ہے کہ اس نے مجھے قرآن سکھایا ہے۔

"قُلۡ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيلَ فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلۡبِكَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَهُدًى وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُؤۡمِنِينَ" ﴿٩٧﴾

« کہہ دیجئے اے پیغمبر جو کوئی جبریل کا دشمن ہے (تو اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہے)[9] پس بے شک (جبریل) نے اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے۔ ان (کتابوں) کی تصدیق کرنے والا جو اس سے پہلے ہیں اور ہدایت ہے اور ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے »

سورۃ کے آغاز کے ساتھ ربط:

جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ قرآن مجید سورۃ کے مضمون کو آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس کو آغاز کے ساتھ بھی باندھتا چلا جاتا ہے۔ سورۃ کے آغاز میں کہا گیا تھا: ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِ [سورۃ البقرۃ:2] « یہ کتاب، اس میں (اللہ کی طرف سے ہونے میں) کوئی شک نہیں ہے » تو اس آیت میں قرآن مجید کی سند ذکر کی گئی، کہ اس کتاب کو لانے والا جبریل ہے اور جبریل کے ساتھ دشمنی کرنے والا اللہ کا دشمن ہے۔

"مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبۡرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلۡكَٰفِرِينَ" ﴿٩٨﴾

« جو کوئی اللہ کا، اور اس کے فرشتوں کا، اور اس کے رسولوں کا اور (خاص کر)[10] جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو (تو بے شک وہ کافر ہے)[11] پس بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے »[12]

"وَلَقَدۡ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ءَايَٰتِۭ بَيِّنَٰتٍۖ وَمَا يَكۡفُرُ بِهَآ إِلَّا ٱلۡفَٰسِقُونَ" ﴿٩٩﴾

« اور تحقیق ہم نے آپ کی طرف واضح آیات نازل کی ہیں، اور انکار نہیں کرتے اس سے مگر (اللہ کا حکم) توڑنے والے »

"أَوَكُلَّمَا عَٰهَدُواْ عَهۡدًا نَّبَذَهُۥ فَرِيقٌ مِّنۡهُمۚ بَلۡ أَكۡثَرُهُمۡ لَا يُؤۡمِنُونَ" ﴿١٠٠﴾

« کیا جب کبھی انہوں نے کوئی وعدہ کیا ہے تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے پھینکا ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے »

دعوی: اثباتِ رسالت

"وَلَمَّا جَآءَهُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمۡ كَأَنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُونَ" ﴿١٠١﴾

« اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے (عظیم الشان) پیغمبر آیا، جو کہ اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے۔ تو ان لوگوں کے ایک گروہ نے جن کو کتاب دی گئی تھی اللہ کی کتاب کو پس پشت پھینک دیا[13]۔ گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں »

رَسُولٌ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ پیغمبر نبی ہے، متنبی نہیں۔ رسول ہے، مدعی نہیں۔ اور رسول وہ ہوتا ہے جو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہ پیغام رساں ہوتا ہے۔

نَبَذَ یہ لفظ وہاں استعمال کیا جاتا ہے جب کوئی چیز ناپسند ہو اور اسے پرے پھینک دیا جائے[14]، جبکہ "طرح" عام ہے[15]۔ جیسے حدیث میں آتا ہے: رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی فنبذہ « پس انہوں نے اسے پھینک دیا »[16] یہاں اس سے مراد اللہ کی کتاب کو براجان کر پھینکنا ہے۔

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ «یہ پیغمبر ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے» اور اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

" الأنبياء إخوة لعلات أمهاتهم شتى ودينهم واحد "

«تمام انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے»[17]

[صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: واذ کر فی الکتاب مریم، حدیث: 3443، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی علیہ السلام، حدیث: 2365]

دین نام ہے اللہ کی خوشنودی اور اس کی اطاعت کا اور یہ ایک ہے۔ البتہ اس کے رنگ مختلف ہیں۔ نماز کی شکل دین موسوی میں ایک طرح کی تھی جبکہ اس دین میں اس سے مختلف ہے لیکن نماز دونوں میں ہے۔ اسی طرح انفاق اور دیگر عبادات کے رنگ مختلف مختلف ہیں۔

ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ سے مراد یہود اور علماء سوء ہیں۔ سورۃ البقرۃ کے آغاز [آیت:6] میں علماء سوء کے بارے میں کہا گیا تھا: لَا يُؤۡمِنُونَ اور یہاں کہا گیا: لَا يَعۡلَمُونَ۔ علماء سوء میں جب ایمان اور توحید نہیں تو قرآن مجید کی نظر میں وہ جاہل ہیں۔

دوسرا اعتراض سیدنا سلیمان علیہ السلام پر کہ وہ جادوگر تھے، اور آپ ﷺ انہیں پیغمبر کہتے ہیں۔[18]

جواب: "وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحۡرَ "۔ سلیمان علیہ السلام ہر گز جادوگر نہیں تھے بلکہ انہیں شیطانوں نے بدنام کیا ہے۔

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ کہ تم خود تو بھلے آدمی ہو، لیکن تم وہابیوں کے ساتھی ہو۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو کرامت نہیں مانتے، اولیاء کو نہیں مانتے، اس لئے ہم آپ کو تسلیم نہیں کرتے۔ جواب وہی ہے جو سلیمان علیہ السلام کے دفاع میں دیا گیا ہے کہ میرے ساتھی ہرگز ایسے نہیں ہیں بلکہ انہیں شیطانوں نے بدنام کیا ہے۔

"وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتۡلُواْ ٱلشَّيَٰطِينُ عَلَىٰ مُلۡكِ سُلَيۡمَٰنَۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحۡرَ "

« اور (یہ لوگ) ان چیزوں کے پیچھے پڑ گئے[19] جسے شیاطین سلیمان کے (عہد)[20] حکومت میں پڑھتے تھے۔ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیطانوں نے کفر کیا تھا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے »

یہودیوں کا سلیمان علیہ السلام پر جادو کا الزام لگانے کا سبب:

ابن کثیر لکھتے ہیں:[21]

« جب سلیمان علیہ السلام سے بادشاہت چھینی گئی تو شیاطین نے سلیمان علیہ السلام کی غیر موجودگی میں جادو لکھنا شروع کیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ: جو چاہتا ہے کہ وہ فلاں فلاں چیز کے پاس آئے تو چاہیئے کہ وہ سورج کی طرف منہ کرے اور یہ یہ کلمات پڑھے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے تو اسے چاہیئے کہ سورج کی طرف پشت پھیرے اور یہ یہ کلمات پڑھے۔ کتاب لکھ کر اس کا عنوان رکھا: یہ کتاب جو علم کے خزانوں میں سے ہے آصف بن برخیا نے بادشاہ سلیمان علیہ السلام کے لئے لکھی اور اسے ان کی کرسی تلے دفنا دیا۔ جب سلیمان علیہ السلام وفات پائے تو ابلیس لعنتی خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا اور کہا: لوگو!

سلیمان پیغمبر نہیں تھے بلکہ وہ جادو گر تھے۔ جاؤ! ان کے گھر اور سامان میں جادو کی چیزیں تلاش کرو۔ اور پھر انہیں وہ جگہ بتائی جس جگہ ابلیس نے اس کتاب کو دفن کیا تھا»

لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ابلیس کا انسانی روپ دھارنا:

اور کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے مصور ہوتا ہے۔ مشرکین جہاں غیر اللہ کی پوجا پاٹ کرتے تھے، جب وہاں پر کوئی نذر و نیاز پیش کرتے تو بت یا قبر سے "قبول" کی آواز آتی، جس سے ان کا عقیدہ مزید پختہ ہو جاتا اور وہ کہتے کہ یہ بت یا قبر والا ہماری فریاد سنتا ہے اور ہماری حاجت روائی کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ آواز وہاں پر موجود شیطان کی طرف ہوتی۔

1. شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: الجن يظهرون على اللحى «جنات داڑھی والوں کا روپ دھار کے ظاہر ہوتے ہیں »[22]
2. دار الندوۃ میں جب رسول اللہ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا جارہا تھا اس میں شرکت کے لئے ابلیس بھی انسانی شکل میں حاضر ہوا تھا۔[23]
3. بعض اوقات شیطان انسانی روپ میں حاضر ہو کر تقریر کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں ایک عالم آیا تھا جس نے بڑی زبردست تقریر کی۔[24]
4. ہندوستان کی مشہور مندر "سومنات" جو دریا کے کنارے واقع تھی۔ مؤرخین کے نزدیک بت پانچ گز اونچا تھا۔ مندر کا جرس سونے کا اور اس کا وزن دو سو من تھا جس کے بجنے کی آواز میلوں دور سنی جاتی۔ اس کا بجنا اس بات کی علامت ہوتی کہ اب سومنات کی پرستش کا وقت ہے۔ اس مندر کے لئے وقف گاؤں کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔ اور پانچ سو خادمائیں اپنے بالوں کے لٹوں سے اس کی صفائی پر مامور تھیں۔ سلطان محمود غزنوی[25] نے جب سومنات پر حملہ کیا تو اسے یہ لالچ دی گئی کہ اس کے عوض میں اسے ڈھیر سارا سونا دے دیا جائے گا، لیکن وہ اسے منہدم نہ کرے۔ لیکن محمود نے اس پیشکش کو یہ کہتے ہوا ٹکرایا کہ اگر میں یہ پیشکش قبول کروں تو بعد کی تاریخ میں محمود کو "بت فروش" لکھا جائے گا، جبکہ میں اپنے آپ کو تاریخ میں "بت شکن" کے نام سے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ جب اس نے بت کو توڑا تو وہ سارا کا سارا ہیروں اور جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔[26] سلطان کی فقہ حنفی میں مشہور کتاب کا نام "التفرید" ہے۔
5. بعض اوقات صحرا میں کوئی بزرگ سامنے آتا ہے، تو لوگ کہتے ہیں: فلاں بابا نے میری مدد کی۔ یاد رکھو! اگر بابا نے کوئی نیک بات بتائی ہو تو شاید کہ فرشتہ ہو۔ اور اگر کوئی خلاف شریعت بات بتائی ہو تو پھر شیطان ہے[27]۔ ابن سنی نے جو روایت ذکر کی ہے: من كان بأرض فلاة فليناد: يا عباد الله أعينوني فإن لله عبادا لا تروهم . اس کی اسانید سے بحث البصائر میں مفصل مذکور ہے[28]۔ اس روایت کی چاروں اسانید میں معروف بن حسان روای ہے جو قابل حجت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تب بھی اس سے استدلال کا کوئی جواز نہیں۔ بأرض فلاةٍ دلیل ہے کہ پکارنے والا ایسی جگہ پکار رہا ہے کہ جہاں کوئی قبر یا بابا موجود نہیں ہے۔ اس کی مثال راستے میں کھڑے اس اندھے کی طرح ہے جو اس ارادہ کے ساتھ يا رجلا خذ بيدي پکار رہا ہو کہ وہاں قریب کوئی شخص اس کی پکار سن کر اس کی مدد کرے۔

مذکورہ امثلہ سے مقصود یہ واضح کرنا تھا کہ شیطان خواب میں، جاگتے ہوئے جس حالت میں بھی اس کا بس چلے تو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔[29]

وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمَٰنُ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا یعنی سلیمان نے جادو سیکھا تھا نہ ہی اس پر عمل کیا تھا اور نہ ہی اسے سکھایا تھا۔[30]

كَفَرَ اور كَفَرُواْ سحر "غیر اللہ سے مدد طلب کرنے" کا نام ہے۔[31] اسی لئے اللہ نے اسے کفر قرار دیا ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول بھی ہے۔[32]

يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحۡرَ میں دو توجیہات ہیں:

1. سکھاتے تھے شیاطین لوگوں کو جادو۔[33]
2. سکھاتے تھے (سلیمان والے) لوگوں کو جادو (کا باطل ہونا)۔

تیسرا اعتراض ہم آپ کو پیغمبر اس لئے نہیں مانتے کہ آپ جادو کو کفر کہتے ہیں حالانکہ جادو پر اللہ نے فرشتے بھیجے ہیں۔

اس اعتراض کے دو جوابات ہیں:

1. فرشتوں پر قطعاً جادو نازل نہیں ہوا، بلکہ یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔
2. فرشتوں نے جو جادو کے کلمات بتائے ہیں وہ بطور ابتلاء اور امتحان کے تھے، نہ کہ بطور تعلیم۔

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ کہ تم درود تاج، ببركة فلان اور اس قسم کے کلمات کو ناجائز کہتے ہو حالانکہ یہ تو فلاں عالم نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ فلاں عالم بھی ان کلمات کا قائل ہے۔ تو جواب یہی ہو گا کہ اس عالم نے خود یہ کلمات قطعاً اپنی کتاب میں ذکر نہیں کئے اور اگر ہیں تو اس کے کہنے کا یہ مطلب نہیں جو تم لے رہے ہو۔

"وَمَآ أُنزِلَ عَلَى ٱلۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَۚ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنۡ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٞ فَلَا تَكۡفُرۡۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيۡنَ ٱلۡمَرۡءِ وَزَوۡجِهِۦۚ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنۡ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنفَعُهُمۡۚ وَلَقَدۡ عَلِمُواْ لَمَنِ ٱشۡتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنۡ خَلَٰقٖۚ وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡاْ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمۡۚ لَوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ" ﴿١٠٢﴾

«اور اس چیز کے بھی (تابع ہو گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ اور ان دونوں (فرشتوں) نے کسی کو بھی (جادو) نہیں سکھایا یہاں کہ وہ کہتے تھے بے شک ہم امتحان کے لئے ہیں[34]، تو تم (اس پر عمل کرنے کے ذریعے) کفر نہ کرو۔ تو (لوگ) ان دونوں سے وہ (جادو) سیکھتے تھے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکیں۔ اور (حالانکہ) وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو بھی اس (جادو) کے ذریعے ضرر پہنچانے والے نہیں ہیں۔ اور وہ چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان پہنچاتی تھی اور انہیں فائدہ نہیں دیتی تھی۔ اور تحقیق وہ جانتے تھے کہ جس کسی نے بھی اس کو پسند کیا تو اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بہت بری چیز ہے جس کے ذریعے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا۔ کاش کہ یہ لوگ جانتے[35]»

وَمَآ أُنزِلَ [36] عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ میں مختلف توجیہات:

1. مَا [نافیہ] اور ٱلْمَلَكَيْنِ سے مراد [فرشتے] ہیں اور یہ وَمَا كَفَرَ پر عطف ہے: «اور (جادو) نازل نہیں کیا گیا دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر۔ اور وہ دونوں کسی کو بھی تعلیم نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ وہ کہتے ہم امتحان کے لئے ہیں تو کفر نہ کرو۔ تو لوگ ان دونوں (کی ضد کی وجہ) [37] سے سیکھتے تھے»
2. مَا [موصولہ] اور ٱلْمَلَكَيْنِ سے مراد [فرشتے] ہیں اور یہ وَٱتَّبَعُوا۟ مَا کے نیچے داخل ہے: «اور اس چیز کے بھی (تابع ہوئے) جو دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوئے تھے اور وہ دونوں کسی کو بھی تعلیم نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ وہ کہتے ہم امتحان کے لئے ہیں تو کفر نہ کرو۔ تو لوگ ان دونوں سے سیکھتے تھے»
3. مَا [نافیہ] اور الْمَلِكَيْنِ [38] سے مراد [بادشاہ] ہیں: « اور (جادو) نازل نہیں کیا گیا دو بادشاہوں ہاروت اور ماروت پر۔ اور وہ دونوں کسی کو بھی تعلیم نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ وہ کہتے ہم امتحان کے لئے ہیں تو کفر نہ کرو۔ تو لوگ ان دونوں (کی ضد کی وجہ) سے سیکھتے تھے»
4. مَا [موصولہ] اور الْمَلِكَيْنِ سے مراد [بادشاہ] ہیں: « اور اس چیز کے بھی (تابع ہوئے) جو دو بادشاہوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوئے تھے اور وہ دونوں کسی کو بھی تعلیم نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ وہ کہتے ہم امتحان کے لئے ہیں تو کفر نہ کرو۔ تو لوگ ان دونوں سے سیکھتے تھے» [39]

ہاروت ماروت اور زہرۃ کا واقعہ:

آیت کی تفسیر میں مفسرین نے مسند احمد کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ ہاروت اور ماروت فرشتوں نے زہرہ نامی عورت سے ناجائز تعلق قائم کیا اور فرشتوں نے اسے اسم اعظم بتایا۔ اس نے اسم اعظم پڑھا اور اسی کی طاقت سے وہ آسمان کی بلندیوں پر چڑھی اور زہرہ ستارہ بن گئی۔ [40]
لیکن یہ روایت چند وجوہ سے قابل استدلال نہیں ہے:

1. مسند احمد کی روایت جتنے طرق سے مروی ہے وہ سب کی سب منقطع ہیں، متصل نہیں ہیں۔ [41]
2. موسی بن جبیر اور اس سے نیچے کے راوی قابل احتجاج نہیں ہیں۔ اگر چہ حافظ بن حجر نے اُن کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن وہ چنداں مفید نہیں ہے۔ مسند احمد پر کئے جانے والے اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں موضوعی روایات موجود ہیں اور انہی روایات میں سے ایک ہاروت ماروت کی روایت ہے۔ حافظ بن حجر نے اس کے دفاع میں " القول المسدد فی الذب عن المسند للإمام أحمد " لکھی ہے۔ [42]
3. زہرہ ستارہ تو تب سے ہے جب سے اللہ نے کائنات پیدا کی ہے۔ اس لئے ایک انسان کا ستارہ بن جانا بھی صحیح نہیں ہے۔ [43]
4. زہرہ نامی عورت اگر اسم اعظم پڑھ کر آسمان کا ستارہ بن سکتی ہے، تو یہی اسم اعظم غزوۂ احد میں اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو کیوں معلوم نہیں تھا کہ اسے پڑھ کر سب کافروں کو ایک ہی " پھونک " میں نیست و نابود کر دیں۔

يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ تفریق کے دو مطلب ہیں: [44]

1. يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ بالقاء الوسوسة «جدائی لاتے تھے شوہر اور بیوی کے دل میں وسوسہ ڈالنے کے ذریعے»
2. يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ من أجل الكفر «جدائی لاتے تھے شوہر اور بیوی کے درمیان بوجہ کفر»

پہلی توجیہ میں جدائی لانے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان میاں کے دل میں بیوی کے خلاف وسوسہ ڈالتا کہ تمہاری بیوی فلاں جگہ گئی تھی۔ بیوی کے دل میں شوہر کے خلاف وسوسہ ڈالتا ہے کہ تمہارا شوہر تمہیں وقت نہیں دیتا اور یوں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری توجیہ میں جدائی لانے کا مطلب یہ ہے کیونکہ جادو کفر ہے اور کفر کے ذریعے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو شوہر اور بیوی میں سے جس نے بھی جادو کیا ہو تا تو اس کا نکاح ختم ہو جاتا۔[45]

إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِ جادو میں جو اثر اللہ نے رکھا ہے، اس میں بھی اللہ کی حکمت ہے۔[46]

مَا يَضُرُّهُمۡ سے مراد دو چیزوں کا نقصان ہے:

1. ایمان کا ضائع ہونا اور اعمال کا برباد ہو جانا
2. بیوی کا علیحدہ ہو جانا

بیشتر مفسرین نے مَا يَضُرُّهُمۡ سے آخرت کا نقصان مراد لیا ہے[47] لیکن اس سے کلام میں تاکید آئے گا کیونکہ متصل جملے میں اللہ فرماتے ہیں: مَا لَهُۥ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنۡ خَلَٰقٖ۔ اس لئے اگر مَا يَضُرُّهُمۡ سے دنیا کا نقصان مراد لیا جائے[48] تو یہ تاسیس ہے اور تاسیس تاکید سے اولی اور افضل ہے۔

مَا لَهُۥ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنۡ خَلَٰقٖ اس کے اعمال کو تولا نہیں جائے گا، کیونکہ تولنے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں، جیسا کہ قرآن مجید دوسری جگہ فرماتا ہے: فَلَا نُقِيمُ لَهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَزۡنٗا « اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے » [سورۃ الکھف 105:18]

"وَلَوۡ أَنَّهُمۡ ءَامَنُواْ وَٱتَّقَوۡاْ لَمَثُوبَةٞ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ خَيۡرٞۚ لَّوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ" ﴿١٠٣﴾

« اور اگر وہ (اللہ کا حکم) مانتے اور بچتے (غیر اللہ کی پکار سے) تو اللہ کے ہاں سے بہتر اجر ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جانتے »

بعض اصطلاحات کی وضاحت:

تمیمة :

تَمَّ [49] سے ہے یعنی پورا ہونا اور یہ مطلقا حرام ہے۔ مشرکین اسے تمیمہ اس لئے کہتے تھے کہ اس کے کرنے سے گویا کام ہو گیا۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے:

« عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک منتر، تعویذ، تولہ (محبت کے تعویذ) وغیرہ سب شرک ہیں۔ زینب کہتی ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ یہ کیا کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم جب کبھی میری آنکھ دکھتی تو میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ مجھ پر منتر پڑھتا تھا، جب وہ مجھ پر منتر پڑھتا تو مجھے آرام ہو جاتا تھا۔ تو سیدنا عبداللہ کہنے لگے کہ یہ شیطانی عمل ہے کہ وہ چھوتا تھا۔ جب وہ یہودی منتر پڑھتا تو وہ رک جاتا۔ اور بیشک تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ تم اس طرح کہہ دیا کرو جیسے کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تکلیف کو دور فرما اے لوگوں کے پرودگار شفا عطا فرما آپ ہی شفا دینے والے ہیں اور آپ کی شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ہے ایسی شفا جو کسی بیماری کو باقی نہ چھوڑے »[50]

رُقیہ:

دم کو کہتے ہیں اور یہ لفظ مطلق اس دم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں استعمال ہونے والے الفاظ مشروع ہوں۔ جہاں تک اس دم کا تعلق ہے جس میں الفاظ غیر مشروع ہوں یا غیر اللہ کو پکارا جائے وہ ناجائز ہے[51]۔ صحیح بخاری کی حدیث میں آتا ہے جب اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بیمار ہوئے تو ام المؤمنین عائشہ رضی

اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے دم کرو، تو اس نے آپ ﷺ پر معوذ تین پڑھیں۔[52] جہاں تک بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کا قول ہے تو اس کا جواز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔[53]

استر قاء:

بعض لوگ استر قاء میں سین اور تاء طلب کے لیتے ہیں یعنی "دوسرے سے دم طلب کرنا"۔ جبکہ استر قاء کا یہ معنی درست نہیں ہے۔ استر قاء کلام عرب میں اس دم کو کہتے ہیں جو غیر مشروع الفاظ کے ساتھ ہو[54]۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

« عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ داغ لگوائیں گے اور نہ غیر مشروع دم کرتے ہوں گے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوں گے » عکاشہ یہ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم انہی میں سے ہو۔ پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا»[55]

التِّوَلَةْ :

یہ وہ منتر ہے جو عورت اپنے شوہر کے نزدیک پسندیدہ بننے کے لئے استعمال کرتی ہے۔[56]

مذکورہ اصطلاحات پر ابن قیم نے زاد المعاد میں خوبصورت کلام کیا ہے۔[57]

چوتھا اعتراض ہم آپ کو پیغمبر اس لئے نہیں مانتے کہ آپ ہمیں درست الفاظ سے منع کرتے ہیں۔

جواب: وہ الفاظ نہ کہیں جو مشتبہ ہیں یعنی جس میں صحیح معنی کے ساتھ غلط معنی کی گنجائش بھی ہو۔ بلکہ صاف الفاظ کہیں جس میں کسی غلط معنی کی ملاوٹ نہ ہو۔[58]

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ یا محمد، بحق فلان، درود تاج کہنے میں کیا برائی ہے[59]۔ ببركة فلان کہنے سے ہمیں کیوں منع کرتے ہو۔ جواب وہی ہے: ان الفاظ کے کہنے سے اجتناب کیا جائے جس میں شرک یا بے ادبی کا شائبہ ہو، بلکہ اس کی بجائے صاف الفاظ کہے جائیں۔

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَقُولُواْ رَٰعِنَا وَقُولُواْ ٱنظُرۡنَا وَٱسۡمَعُواْۗ وَلِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٞ ١٠٤"

« اے ایمان والو! مت کہو "رَٰعِنَا" اور کہو "ٱنظُرۡنَا" [ہماری طرف دیکھیے][60] اور مانو اللہ کا حکم۔ اور انکار کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے »

لَا تَقُولُواْ رَٰعِنَا وَقُولُواْ ٱنظُرۡنَا « مت کہو مشتبہ الفاظ اور کہو صاف الفاظ »[61]

رَٰعِنَا کے چار معانی ہیں، جن میں سے ایک اس مقام میں پیغمبر کے لئے کہنا درست ہے جبکہ باقی تین میں شرک یا بے ادبی کا پہلو ہے:

1. رَٰعِنَا رعایت سے ہے یعنی اے پیغمبر ﷺ ! ہماری رعایت کریں۔ یہ معنی درست ہے۔[62]
2. راعناً (تنوین) رعونت سے ہے اور رعونت کے معنی "بیوقوفی" کے ہیں۔ یعنی اے بیوقوف۔[63]

3. رَٰعِنَا راع سے ہے یعنی نگہبان۔ اس میں ایک گونہ شرک کا پہلو ہے کیونکہ حقیقی نگہبان اللہ ہے۔

4. رَٰعِنَا راعی سے لینے پر چرواہے کے معنی میں ہے یعنی اے ہمارے چرواہے۔[64]

مذکورہ معانی میں سے پہلے معنی کے علاوہ دیگر معانی میں یا شرک یا بے ادبی کا پہلو پنہاں ہے، اسی لئے قرآن مجید نے منع فرمایا۔

بعض لوگ اپنی دعاؤں میں بحق فلانٍ **کے کلمات استعمال کرتے ہیں، حالانکہ فقہاء لکھتے ہیں اللہ پر کسی کا حق نہیں ہے۔ بعض** ببركة فلانٍ **کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ** ببركة فلانٍ **میں دو احتمالات ہیں:**

1. فلاں برکت ڈالنے والا

2. فلاں جس میں برکت ڈالی گئی ہے

اگر ببركة فلانٍ **کلمات کہنے والے کا مقصد یہ ہو کہ میں جس شخص کا نام لے رہا ہوں، وہ برکت ڈال سکتا ہے تو اس کے شرک ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ خیر اور برکت ڈالنے والا صرف اللہ ہے۔ زمین، زمانہ، رات، انسان ہر چیز میں وہی برکت ڈالتا ہے[65]۔ اور اگر** ببركة فلانٍ **کلمات کہنے والے کا مقصد یہ ہو کہ اس فلاں میں جو برکت ڈالی گئی ہے اس میں سے مجھے بھی دیا جائے تو یہ سوال کرنا بے کار ہے۔ جیسے کوئی کہے: اللہ تو نے فلاں کو جنت بخشی ہے، تو اس میں سے مجھے بھی دے دے۔ اللہ نے تو فلاں کو پیغمبری دی ہے اس میں سے مجھے بھی دے دے۔ اگر کوئی سوال کرے، حدیث میں تو یہ ثابت ہے:**

" ما هي بأول بركتكم يا آل أبي بكر " **«اے ابو بکر والوں! یہ تمہاری برکت کی پہلی مرتبہ نہیں ہے»** [صحیح بخاری، کتاب التیمم، حدیث:334]

اس کی وضاحت خود حدیث میں ہے:" فقال: أسيد بن حضير: جزاكِ الله خيرا فوالله ما نزل بكِ أمرٌ قط إلا جعل الله لكِ منه مخرجا وجعل للمسلمين فيه بركةً "[صحیح بخاری، کتاب التیمم، حدیث:334] [66]

«اسید بن حضیر نے کہا: اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اللہ کی قسم جب بھی تمہیں کوئی مصیبت پہنچی ہے تو اللہ نے تمہارے لئے اس سے نکلنے کا راستہ نکالا ہے اور مسلمانوں کے لئے اس میں برکت ڈالی ہے»

"مَّا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ وَلَا ٱلۡمُشۡرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيۡكُم مِّنۡ خَيۡرٖ مِّن رَّبِّكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ" ﴿١٠٥﴾

«پسند نہیں کرتے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے اہل کتاب میں سے اور نہ ہی مشرکین میں سے کہ تم پر تمہارے رب کی جانب سے کوئی خیر نازل کی جائے[67]۔ اور اللہ اپنی مہربانی کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے» [68]

مشرکین اور علماء سوء تو یہی چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کی زبان سے شرکیہ اور بے ادبی کے کلمات نکلیں۔ وہ کبھی نہیں چاہتے کہ لوگ صاف اور واضح دین پر عمل کریں۔

وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ رحمت سے مراد دین اسلام، توحید اور قرآن مجید ہیں[69]۔

اور قرآن مجید پر رحمت کا اطلاق جگہ جگہ ہوا ہے: جیسے:

" قُلۡ بِفَضۡلِ ٱللَّهِ وَبِرَحۡمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُواْ "

« کہہ دیجئے اللہ کا فضل کہ وہ اسلام ہے اور اس کی رحمت یعنی قرآن۔ چاہیئے کہ اس پر خوش ہو جائیں » [70]

اور یہ جملہ مستقلہ ماقبل تمام اعتراضات پر تنویر ہے:

1. جبریل کے ساتھ عداوت مت کرو — وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ
2. سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت مت کرو — وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ
3. ہاروت ماروت کی طرف غلط نسبت مت کرو — وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ
4. رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو گستاخانہ کلمات مت کہو — وَٱللَّهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ

ذُو ٱلۡفَضۡلِ ٱلۡعَظِيمِ ذُو بمعنی مالک۔ اور اللہ کا بڑا فضل کسی شخص پر یہ ہے کہ اسے مسئلہ توحید نصیب کرے۔

پانچواں اعتراض ہم آپ کو پیغمبر اس لئے نہیں مانتے کہ آپ اپنے دین میں خود مضطرب اور پریشان ہیں، ہم آپ کی کیسے اطاعت کریں۔ [71]

جواب: "أَلَمۡ تَعۡلَمۡ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ" کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر قدرت والا ہے [72]۔ حاصل جواب یہ ہے کہ میں تو اللہ، جو قادر ہے، کے حکم کا تابع ہوں۔ مجھے اپنی مرضی کا کوئی اختیار نہیں۔

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ آج تم جن باتوں کو بدعت کہتے ہو کل تک تو تم خود ان کاموں کو سنت اور ثواب سمجھتے تھے اور آج انہیں خلاف شریعت کہتے ہو۔ جواب وہی ہے کل تک میں ان پر عمل کرنے کو ثواب سمجھتا تھا آج پتہ چلا کہ وہ حق نہیں تھا، بلکہ حق یہ ہے۔ میں یہودی تو نہیں کہ نسخ کا انکار کروں [73]، بلکہ میں تو اللہ کے حکم کا پابند ہوں۔ جو لوگ شرعی احکام میں نسخ کے ماننے کے منکر ہیں وہ دنیاوی احکام میں اسے ماننے پر مجبور ہیں۔ سردی میں گرمی کے کپڑے نہیں پہنے جاتے اور گرمی میں سردی کے نہیں۔ بچپن کے احکام علیحدہ ہیں اور بلوغت کے احکام علیحدہ ہیں۔ [74]

"مَا نَنسَخۡ مِنۡ ءَايَةٍ أَوۡ نُنسِهَا نَأۡتِ بِخَيۡرٖ مِّنۡهَآ أَوۡ مِثۡلِهَآۗ أَلَمۡ تَعۡلَمۡ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ" ﴿١٠٦﴾

« وہ جو ہم منسوخ کر دیں کوئی آیت یا چھوڑ دیں اسے (منسوخ کرنے سے) تو ہم (عمل میں) اس سے بہتر اور (اجر میں) اس کی طرح لاتے ہیں۔ آیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے »

نسخ کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

نسخ لغت میں دو معنوں میں آتا ہے: [75]

1. ازالہ
2. نقل کرنا، لکھنا۔ [76]

قرآن مجید نے لفظ "نسخ" کو مذکورہ دونوں لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے:

"فَيَنسَخُ ٱللَّهُ مَا يُلۡقِي ٱلشَّيۡطَٰنُ" [سورۃ الحج 52:22] « پس اللہ زائل کرتا ہے وہ وسوسہ جو شیطان (ایمان والوں کے دلوں میں) ڈالتا ہے »

"إِنَّا كُنَّا نَسۡتَنسِخُ مَا كُنتُمۡ تَعۡمَلُونَ" [سورۃ الجاثیہ 29:45] « بے شک ہم لکھتے تھے وہ جو تم عمل کرتے تھے »

اور اصطلاح میں نسخ کہتے ہیں:" الخطابُ الدَّالُّ على ارتفاع الحكم الثابت بالخطاب المتقدِّمِ عَلَى وَجْهٍ لَوْلَاهُ لَكَانَ ثَابِتًا مَعَ تَرَاخِيهِ عَنْهُ "«وہ خطاب جو ایسے حکم کو اٹھانے پر دلالت کرے جو اس سے پہلے کئے گئے خطاب کے ذریعے ثابت تھا وہ اس طرح کہ اگر یہ (بعد والا خطاب) نہ ہو تا تو پہلا خطاب بدستور ثابت ہو تا۔ نیز (مابعد خطاب یعنی ناسخ) پہلے خطاب (یعنی منسوخ) سے مؤخر ہو» [77]

نُنسِهَا میں دو قراء تیں ہیں:[78]

1. غیر مہموز، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ نُنسِهَا اور یہ نَسِيَ يَنْسَى نَسْيًا و نِسْيَانًا باب سے ہے بمعنی "ترک کرنا، چھوڑنا"
2. مہموز نَنْسَأْهَا اور یہ نَسَأَ يَنْسَأُ نَسْأً باب سے ہے بمعنی "تاخیر"۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

إِنَّمَا ٱلنَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِى ٱلْكُفْرِ [سورۃالتوبۃ37:9] «بے شک (حکم شرعی میں) تاخیر کفر میں زیادت کرنا ہے»

أَوْ نُنسِهَا جملہ بمنزلہ کلمۃ الاستطراد اور شمول کے ہے۔ جس کا مطلب ہے یعنی کلام میں ایسا لفظ لانا جو مقصود بالذات نہ ہو بلکہ حسن کلام کے لئے لایا جائے۔[79] جیسے عرف میں کہا جاتا ہے، مہمان کو کوئی چائے شائے پلائی ہے، کوئی کھانا وانا کھلایا ہے۔ شائے اور وانا استطراد کے کلمات ہیں۔ أَوْ نُنسِهَا کو لانے کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ اپنی قدرت کا اظہار فرمارہے ہیں کہ آیت کو منسوخ کرنا اور نہ کرنا میرا اختیار ہے۔ أَوْ نُنسِهَا میں أَوْ بمعنی واؤ ہے۔

مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا میں دو معانی یوں ہیں:

1. وہ جو ہم کوئی حکم (شرعی) منسوخ کریں یا اسے چھوڑ دیں (منسوخ کرنے سے یعنی فی الحال منسوخ نہ کریں)
2. وہ جو ہم کوئی حکم (شرعی) منسوخ کریں یا اسے مؤخر کر دیں (منسوخ کرنے سے یعنی فی الحال منسوخ نہ کریں)

کیا احکام میں نسخ کلی ہے یا جزئی؟

اس ضمن میں علماء کے دو اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق قرآن مجید میں بیسیوں منسوخ آیات ہیں، جن پر علی الاطلاق عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرے قول کے مطابق قرآن مجید میں منسوخ آیات نہیں ہیں ان کے اس قول کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ وہ نسخ کے منکر ہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے جو کلی طور پر منسوخ ہو بلکہ اس کے بعض اجزاء منسوخ اور بعض اجزاء قابل عمل ہیں۔ مثلاً:

1. بیت المقدس کی دو فضیلتیں تھیں، ایک قبلہ ہونے کی اور دوسری فضیلت بقعہ کے اعتبار سے۔ لیکن جب بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا تو بیت المقدس کی ایک فضیلت منسوخ ہوئی جبکہ دوسری فضیلت تاحال باقی ہے۔[80]
2. آغاز اسلام میں دس کافروں کے ساتھ لڑنا فرض تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ ہوا اور دو کے ساتھ لڑنا فرض قرار دیا گیا[81]۔ اب اگر کوئی دس کے ساتھ لڑتا ہے تو مستحب ہے۔

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَآ نَأْتِ کا تعلق مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ جسے ہم منسوخ کرلیں تو اس کے بدلے میں ہم عمل اور اجر دونوں اعتبار سے بہتر حکم لاتے ہیں۔[82]

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ یہ جملہ مستقلہ نہ صرف اس اعتراض کا جواب ہے بلکہ یہ ماقبل سارے اعتراضات پر تنویر بھی ہے:

1. جبریل کے ساتھ عداوت مت کرو — أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
2. سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت مت کرو — أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
3. ہاروت ماروت کی طرف غلط نسبت مت کرو — أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
4. رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو گستاخانہ کلمات مت کہو — أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
5. نسخ سے انکار نہ کرو — أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

"أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ" ﴿١٠٧﴾

« کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اور اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی دوست ہو گا نہ ہی کوئی مددگار »

اور یہ جملہ بھی ماقبل أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کی طرح جملہ اعتراضات اور احکام پر تنویر ہے۔

التادیب للمؤمنین عند السؤال [اہل ایمان کو سوال پوچھتے وقت ادب کی تعلیم]

ربط : گذشتہ آیات میں یہودیوں اور مخالفین کے اعتراضات ذکر کئے گئے تو اس آیت میں اہل ایمان کو ادب کی تعلیم ہے کہ کہیں وہ اپنے پیغمبر سے بے جا سوالات نہ کریں۔

"أَمْ تُرِيدُونَ أَن تَسْـَٔلُوا۟ رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۗ وَمَن يَتَبَدَّلِ ٱلْكُفْرَ بِٱلْإِيمَٰنِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ" ﴿١٠٨﴾

« کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ایسے سوالات کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے۔ اور جس کسی نے (کار) ایمان کے بدلے (کار) کفر اختیار کیا تو تحقیق وہ صحیح راستے سے بھٹک گیا »

ٱلْكُفْرَ بے جا سوالات کو کفر کا کام کہا گیا ہے۔ جیسے بعض لوگ سوال کرتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا کیا بنا؟ یہ آسمان کس چیز سے بنا ہے؟ حالانکہ انسان کو اس چیز کے بارے میں پوچھنا چاہیئے جس میں دین اور آخرت کا کوئی فائدہ ہو۔ سامع کو چاہیئے کہ دوران درس اور تقریر جو مضمون جاری ہے اسی کے متعلق سوال پوچھے۔ لیکن بعض لوگ توحید کے مضمون میں مسئلہ طلاق اور بدعت کے مضمون میں مسئلہ رضاعت پوچھتے ہیں جن کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں۔

التیقظ للمؤمنین [مؤمن کو چاہیئے کہ وہ بیدار رہے، غافل نہ بنے]

"وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ ٱلْحَقُّ ۖ فَٱعْفُوا۟ وَٱصْفَحُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ " ﴿١٠٩﴾

« اہل کتاب میں سے بہت یہ چاہتے ہیں کاش کہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی جانب لوٹا لیں، اپنے نفسوں کی حسد کی وجہ سے، بعد اس کے کہ ان کو حق ظاہر ہوا ہے۔ تو دور کر دیں (دل سے ان کی محبت) اور (ظاہری) اعراض کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب بھیج دے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے »

أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ اہل کتاب "علماء سوء" سے عبارت ہے[83]۔ علماء سوء کبھی نہیں چاہتے کہ امی قرآن مجید کا ترجمہ سیکھے اور وہ قرآن مجید کے علم سے بہرہ ور ہو۔ بلکہ اس تاک میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ کب وہ ان کے ہتھے چڑھے اور اسے قرآن مجید سے بھٹکا دیں۔

لَوْ يَرُدُّونَكُم میں لَوْ تمنائیہ ہے۔[84]

حسد اور غبطہ میں فرق:

حسد کہتے ہیں دوسرے سے نعمت چھن جانے کی تمنا کرنا، جبکہ غبطہ اس تمنا کو کہتے ہیں کہ اللہ تو نے فلاں پر جو نعمت کی ہے اس جیسی نعمت مجھے بھی عطا کر۔[85]

عفو اور صفح میں فرق:

عفو سے مراد دل سے ان کی محبت دور کرنا اور صفح سے مراد ظاہری اعراض ہے۔[86]

فَٱعْفُوا۟ وَٱصْفَحُوا۟ « ہٹا دو دل سے ان کی محبت اور ظاہری منہ بھی پھیر دو » یعنی جب علماء سوء کو تمہارا توحید ماننا، قرآن مجید سننا گوارا نہیں ہے تو تم بھی دل سے ان کی محبت دور کر دو اور ظاہری اعراض بھی کر و یعنی ان کے قریب نہ جاؤ۔

حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦٓ « یہاں تک کہ اللہ اپنے عذاب کا فیصلہ صادر فرمائے »[87]

الامورالمصلحة للتثبت [ثابت قدمی کے لئے اصلاحی امور یعنی نماز اور زکوٰۃ]

ربط : چونکہ مخالفین کے اعتراضات کی وجہ سے مبلغ پر گھبراہٹ طاری ہوتی ہے تو قرآن مجید درمیان میں ایسے امور ذکر کرتا ہے جو مبلغ کے لئے اللہ سے رابطے اور ثابت قدمی کا باعث بنیں۔[88] مبلغ کو تعلیم دی گئی ہے کہ ایسے وقت میں نماز، مال لگانا اور ذکر الٰہی کی کثرت کیا کرو۔ اگر مبلغ ان اعمال سے تہی دست ہے تو اس کے لئے ڈٹنا مشکل ہے۔

"وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَمَا تُقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٖ تَجِدُوهُ عِندَ ٱللَّهِۗ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ" ﴿١١٠﴾

« اور نماز جاری کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور ہر وہ بھلائی جو تم اپنے فائدے کے لئے آگے بھیجو گے تو اللہ کے ہاں اسے (یعنی اس کا اجر) پاؤ گے۔ بے شک اللہ تمہارے عمل کو دیکھنے والا ہے »

قرآن مجید میں ذکر امور مصلحہ کی دو اقسام:

قرآن مجید میں امور مصلحہ کی عموماً دو اقسام ذکر کی گئی ہیں:

1. الأمور المصلحة للتثبت [مبلغ کی ثابت قدمی کے لئے امور مصلحہ]
2. الأمور المصلحة لدفع العذاب [عذاب الٰہی کو دفع کرنے کے لئے امور مصلحہ][89]

حال المخالفين [مبلغ کی تسلی کے لئے مخالفین کی حالت کہ وہ آپس میں بھی ایک نہیں ہیں]

"وَقَالُواْ لَن يَدۡخُلَ ٱلۡجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوۡ نَصَٰرَىٰۗ تِلۡكَ أَمَانِيُّهُمۡۗ قُلۡ هَاتُواْ بُرۡهَٰنَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ" ﴿١١١﴾

« اور کہتے ہیں ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گا مگر وہ جو یہودی ہے یا نصرانی۔ یہ ان کی آرزوئیں ہیں[90]۔ کہہ دیجئے لے آؤ دلیل اگر تم (اپنے دعوی) میں سچے ہو »

هَاتُواْ کے اشتقاق میں دو اقوال ہیں:

1. "ہاء" اصلی ہے اور یہ هَاتَى يُهَاتِي مُهاتاة سے ہے۔
2. "ہاء" ہمزۃ سے تبدیل شدہ ہے اور هَاتُواْ اصل میں آتُوا تھا۔[91]

قاعدہ کلیہ:

قرآن مجید نے اس آیت میں یہ اصول بتایا کہ دلیل مدعی پر ہے۔ یہود اور نصاری اس بات کے مدعی تھے کہ جنت میں صرف وہ ہی داخل ہوں گے قرآن مجید نے ان سے دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر وہ شخص جو کسی بدعت کو مستحب کہتا ہے تو اسے کہا جائے گا کہ:

الإستحباب حكم شرعي ولا يثبت الحكم الشرعي إلا بدليل شرعي [92]

« استحباب حکم شرعی ہے اور حکم شرعی دلیل شرعی سے ہی ثابت ہوتا ہے »

"بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُۥٓ أَجْرُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ " ﴿١١٢﴾

«کیوں نہیں[93]۔ جس کسی نے بھی اپنی ذات کو اللہ کے لئے سر خم تسلیم کر دیا (اس حال میں کہ) وہ سنت کی تابعداری کرنے والا ہو تو اس کے لئے اس کے رب کے ہاں اجر ہے اور نہ ہی ان پر (آنے والے وقت کا) کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) غمگین ہوں گے»

وَهُوَ مُحْسِنٌ ابن کثیر معنی کرتے ہیں:" أي اتبع فيه الرسول ﷺ [تفسیر القرآن العظیم 267:1] آگے فرماتے ہیں:

«ہر عمل مقبول کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ وہ عمل خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور دوسرا یہ کہ وہ شریعت کے مطابق ہو۔ پس اگر وہ عمل خالص تو ہو لیکن شریعت کے مطابق نہ ہو تو قبول نہیں ہو گا» [94] وَهُوَ مُحْسِنٌ ترکیب میں جملہ حالیہ شرط ہے[95]۔ أَسْلَمَ وَجْهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ کا آسان الفاظ میں مطلب یہ ہے جس شخص نے توحید و سنت کو تسلیم کیا۔

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ یہ درجہ توحید و سنت ماننے پر تفریع ہے۔

"وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ لَيْسَتِ ٱلنَّصَٰرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَىٰ لَيْسَتِ ٱلْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَٱللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ " ﴿١١٣﴾

« اور یہود کہتے ہیں نصاری کسی دین پر نہیں ہیں اور نصاری کہتے ہیں یہودی کسی دین پر نہیں ہیں حالانکہ (دونوں) کتاب (الٰہی) پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی سی بات وہ لوگ بھی کہتے ہیں جو نہیں جانتے۔ پس اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن اس بات میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے» [96]

وَهُمْ يَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ کا مطلب یہ ہے کہ صاحب کتاب ہو کے بھی ایسی جہالت کی باتیں کرتے ہیں حالانکہ دونوں اپنے اپنے زمانے میں حق ادیان تھے۔[97]

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ وَسَعَىٰ فِى خَرَابِهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَآ إِلَّا خَآئِفِينَ ۚ لَهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا خِزْىٌ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ " ﴿١١٤﴾

«اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے (لوگوں کو) منع کرتا ہے تاکہ ان میں اللہ کا نام یاد کیا جائے اور اس کی ویرانی کی کوشش کرے۔ یہ لوگ ان کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ خاص ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور خاص ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے»

آیت میں اشکال اور اس کا جواب:

1. "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ" [سورۃ البقرۃ 115:2]

« اس شخص سے بڑا ظالم نہیں ہے جو لوگوں کو مسجدوں سے منع کرتا ہے»

2. "وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَٰدَةً عِندَهُۥ مِنَ ٱللَّهِ " [سورۃ البقرۃ 140:2]

« اس شخص سے بڑا ظالم نہیں ہے جو اللہ کی گواہی کو چھپاتا ہے »

3. "وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنِ ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا" [سورۃ الانعام 21:6]

« اس شخص سے بڑا ظالم نہیں ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے »

4. "وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ فَأَعۡرَضَ عَنۡهَا" [سورۃ الکھف 57:18]

« اس شخص سے بڑا ظالم نہیں ہے جس کو اللہ کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جائے اور وہ اعراض کرے »

اشکال یہ ہے کہ أَظۡلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور مذکورہ چاروں آیتوں میں کہا گیا ہے کہ مسجدوں سے منع کرنے والا بھی بڑا ظالم ہے۔ اللہ کی گواہی چھپانے والا بھی بڑا ظالم ہے۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والا بھی بڑا ظالم ہے اور اللہ کی آیات سے اعراض کرنے والا بھی بڑا ظالم ہے۔ سوال یہ ہے کہ بڑا ظالم تو ایک ہی ہو گا، سب تو نہیں ہو سکتے۔

جواب:

زرکشی[98] نے البرہان فی علوم القرآن[99] میں اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں لیکن سب سے آسان اور راجح جواب یہ ہے کہ انواع مختلف ہیں اور بڑا ظالم اپنے اپنے نوع میں مراد ہے، مثلاً: مانعین بہت ہیں۔ کوئی راستے سے منع کرتا ہے، کوئی پانی سے منع کرتا ہے اور کوئی مسجد سے منع کرتا ہے۔ لیکن ساروں میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو مسجد سے منع کرتا ہے۔ مشرکین مکہ بڑے ظالم تھے جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو مسجد حرام سے منع کیا تھا[100]۔ کوئی دس روپے کی گواہی چھپاتا ہے، کوئی عدالت کی گواہی چھپاتا ہے تو کوئی اللہ کی گواہی یعنی توحید کی گواہی کو چھپاتا ہے۔ ان ساروں میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو توحید کی گواہی چھپائے۔ جھوٹ بنانے والوں میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ پر جھوٹ بنائے۔ اعراض کرنے والوں میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ کی کتاب سے اعراض کرے۔

وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَآ مسجد سے اہل حق کو منع کرنا اس مسجد کو ویران اور خراب کرنا ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں جس مسجد سے حق پرستوں کو منع کیا جائے اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[101]۔ اسی لئے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

ليس العمارة بالبناء إنما العمارة بذكر الله «مسجد کی تعمیر اس کو بنانا نہیں ہے بلکہ مسجد کی تعمیر اللہ کے ذکر سے ہے »[102]

مَا كَانَ لَهُمۡ أَن يَدۡخُلُوهَآ إِلَّا خَآئِفِينَ اس جملے میں ایمان والوں کو تیاری کی ترغیب دی گئی ہے کہ اپنے آپ کو اس قابل بناؤ کہ کل کو یہ کفار تمہاری مسجدوں میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں۔[103]

لَهُمۡ فِي ٱلدُّنۡيَا خِزۡيٌ وَلَهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ دنیا اور آخرت دونوں سزاؤں میں لَهُمۡ جار مجرور کو مقدم کیا ہے یعنی ضرور بضرور دنیا میں ذلت اور رسوائی اور آخرت میں بڑے عذاب سے دوچار ہوں گے۔

ربط : جب ظالم نے تمہیں مسجد میں داخل ہونے سے منع کیا تو اللہ کی زمین کشادہ ہے مشرق کی جانب کوچ کرو یا مغرب کی جانب کوچ کرو۔ مشرق مغرب سب اللہ کا ہے۔[104]

"وَلِلَّهِ ٱلْمَشْرِقُ وَٱلْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا۟ فَثَمَّ وَجْهُ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ" ﴿١١٥﴾

«اور خاص اللہ کے لئے مشرق اور مغرب ہے پس جس طرف بھی رخ کرو وہاں اللہ کی ذات ہے۔ بے شک اللہ فراخی لانے والا جاننے والا ہے»

"ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست"[105]

« اللہ کی سلطنت تنگ نہیں ہے اور فقیر کے پاؤں شل نہیں ہیں »

وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ان دو صفات کو ذکر کیا گیا کہ اللہ وَٰسِعٌ ہے وہ ہر چیز میں کشادگی عطا فرمائے گا۔ عَلِيمٌ تمہاری نیت اور عمل سے باخبر ہے، کسی کے سامنے اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وَٰسِعٌ بندے کی بہ نسبت اور عَلِيمٌ میں اپنی طرف نسبت ہے۔

آیت میں حق کے داعی کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ اگر حق بیان کرنے کی پاداش میں کوئی تم سے کہے کہ ایسی باتیں نہ کرو ورنہ امامت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ تو اسے خیر باد کہہ دینا لیکن یہ کمزوریاں تمہارے حق بیان کرنے کی راہ میں آڑے نہ آئیں۔ مشرق مغرب اللہ کے ہیں، یہاں نہیں تو کہیں اور سہی۔

چھٹا اعتراض اللہ کے نائب ہیں جیسے عزیر اور عیسی علیہا السلام اور آپ ان کا انکار کرتے ہیں۔

جواب اس اعتراض کے پانچ جوابات دیئے گئے ہیں:

1. سُبْحَٰنَهُۥ
2. بَل لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ
3. كُلٌّ لَّهُۥ قَٰنِتُونَ
4. بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ
5. وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ کہ تم اولیاء اللہ کو نہیں مانتے حالانکہ وہ تو اللہ کے چہیتے ہیں، اور اللہ ان کی کسی بات کو نہیں ٹالتا۔ وہی پانچ جملے تمہارا جواب ہے۔

"وَقَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَٰنَهُۥ ۖ بَل لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُۥ قَٰنِتُونَ" ﴿١١٦﴾

«اور کہتے ہیں اللہ نے نائب بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ (نائبوں سے) پاک ہے بلکہ خاص اسی کے اختیار میں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اسی کے تابعدار ہیں»

اتخاذ الولد اور تولید الولد میں فرق:

اتخاذ الولد یعنی کسی کو نائب بنانا اور تولید الولد یعنی حقیقی بیٹا ہونا۔ اسی لئے آیت میں حقیقی بیٹے کی بجائے مجازی بیٹا یا نائب کے معنی لینا زیادہ مناسب ہے اور اس پر دلیل قرآن مجید کی دو آیات ہیں:

1. "وَقَالَ ٱلَّذِى ٱشۡتَرَىٰهُ مِن مِّصۡرَ لِٱمۡرَأَتِهِۦٓ أَكۡرِمِى مَثۡوَىٰهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوۡ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا " [سورۃ یوسف21:12]

« اور مصر کے اس شخص نے جس نے اس (یوسف) کو خریدا تھا اپنی بیوی سے کہا اس کی جگہ کو باعزت بناؤ قریب ہے کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اس کو نائب بنالیں »

2. "وَقَالَتِ ٱمۡرَأَتُ فِرۡعَوۡنَ قُرَّتُ عَيۡنٍ لِّى وَلَكَ ۖ لَا تَقۡتُلُوهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوۡ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا" [سورۃ القصص9:28]

« اور فرعون کی بیوی نے کہا میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو قریب ہے کہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے نائب بنالیں »

مذکورہ دونوں آیات میں نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا کا معنی حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ سیدنا یوسف اور سیدنا موسی علیہما السلام دونوں کسی اور کی اولاد ہیں، ان کی نہیں۔

سُبۡحَٰنَهُۥ [پہلا جواب] کہ اللہ نائبوں سے پاک ہے۔ کیونکہ نائب کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ مناب میں عجز حقیقی ہو یا عارضی ہو۔ عجز حقیقی یا اصلی جیسے بادشاہ مملکت کے سارے امور تک خود نہیں پہنچ سکتا اس لئے اوروں کو نائب بناتا ہے۔ عجز عارضی یا وصفی جیسے امام کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز کو جاری رکھنے کے لئے کسی کو نائب بنائے۔ جبکہ اللہ کی ذات حقیقی اور عارضی دونوں قسم کے عجز سے پاک ہے۔

بَل لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ [دوسرا جواب] اگر اللہ کے لئے نائب تسلیم کیا جائے تو پھر زمین و آسمان میں سب اس کی مملوک ثابت نہیں ہوتے۔

كُلٌّ لَّهُۥ قَٰنِتُونَ [تیسرا جواب] سب اسی کے تابعدار اور فرماں بردار ہیں۔ اگر کسی کو اس کا نائب تسلیم کیا جائے تو بعض امور میں وہ بااختیار ہو گا اس لئے سب اس کے تابعدار نہ ہوئے۔

"بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ۖ وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمۡرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ" ﴿١١٧﴾

« اجنبی پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرے پس بے شک اسے کہتا ہے "ہو جا" پس وہ ہو جاتا ہے »

بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ [چوتھا جواب] نائب کی زیادہ ضرورت زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تھی۔ جب اس وقت کسی کو نائب نہیں بنایا تو بڑا کام ہو چکنے کے بعد اب نائب کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ بَدِيعُ بدعت سے ہے۔

بدعت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف اور اس کی اقسام:

بدعت لغت میں "اظہار" کو کہتے ہیں جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے:" نعمت البدعة هذه "« یہ اچھا اظہار ہے » یہاں اس اچھے فعل (یعنی باجماعت تراویح) کے اظہار کو بدعت کہا گیا ہے جو ایک عارض کی وجہ سے ترک کیا گیا تھا۔ اور لغوی بدعت میں حسنہ اور سیئۃ کی تقسیم درست ہے [106] جبکہ شرعی بدعت میں اچھی اور بری بدعت کی کوئی تقسیم نہیں بلکہ حدیث کے مطابق ہر بدعت گمراہی ہے۔ [107]

اصطلاح میں بدعت" إحداثُ ما لم يكنْ في عهدِ رسولِ اللهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "« دین میں اس نئے چیز کو پیدا کرنا ہے جو رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں نہیں تھا » [108]

مُحْدَثْ کبھی عمل ہوتا ہے، کبھی ہیئت اور کبھی وقت کی تعیین۔

اقسام:

امام شاطبی[109] بدعت کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:[110]

1. بدعت حقیقی
2. بدعت اضافی

جبکہ شاہ اسماعیل شہید بدعت حقیقی کے لئے بدعت اصلی اور بدعت اضافی کے لئے بدعت وصفی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔[111]

بدعت حقیقی یا اصلی کی تعریف :

هي التي لم يدل عليها دليل شرعي لا في كتاب ولا سنة ولا إجماع ولا إستدلال معتبر عند أهل العلم لا في الجملة ولا في التفصيل [112]كالوسائل الشركية[113]

« یہ وہ بدعت ہے جس پر شریعت کی کوئی دلیل نہ ہو۔ نہ کتاب اللہ میں، نہ سنت میں، نہ اجماع میں اور نہ ہی اہل علم کے معتبر استدلال میں نہ اجمالاً اور نہ تفصیلاً جیسا کہ شرکیہ وسیلے » یا مختصر لفظوں: أن تكون بدعةً في نفسه « جو اپنی ذات میں بدعت ہو »[114]

بدعت اضافی یا بدعت وصفی کی تعریف:

"هي التي لها أصلٌ من الكتاب والسنة لكن زاد المبتدع فيها تخصيصا أو هيئة أو تحديدا من عند نفسه"

« یہ وہ بدعت ہے جس کی اصل تو قرآن و سنت میں ہے لیکن مبتدع اس میں اپنی طرف سے تخصیص یا ہیئت یا مقدار مقرر کرنے کے اعتبار سے زیادت کرے »[115]

وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمۡرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ [پانچواں جواب] اس ذات کو نائب بنانے کی کیا ضرورت ہے جس کے کُن سے سارے کام ہو جاتے ہیں۔[116]

ساتواں اعتراض

اگر آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سچے نبی ہیں تو آپ کی صداقت پر اللہ ہمارے ساتھ براہ راست بات کیوں نہیں کرتا۔

جواب كَذَٰلِكَ قَالَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِم مِّثۡلَ قَوۡلِهِمۡ یعنی قانون الٰہی اس بات پر جاری نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق چلے۔ ایسے ہی مطالبے اگلوں نے بھی کئے تھے جیسے ان کی خواہش پوری نہیں ہوئی اسی طرح ان کی خواہش بھی پوری نہیں کی جاسکتی۔[117]

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ تم جو باتیں بیان کرتے ہو اگر فلاں مولوی صاحب یا پیر صاحب تمہاری تصدیق کر لیں تب ہم تمہاری بات مانیں گے۔ یا تم کوئی کرامت پیش کرو۔ جواب: کیا میری صداقت کے لئے یہ کافی نہیں کہ میں قرآن و سنت بیان کر رہا ہوں۔ کیا قرآن و سنت پر عمل کرنے سے بڑھ کر کوئی کرامت ہے۔

"وَقَالَ ٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ لَوۡلَا يُكَلِّمُنَا ٱللَّهُ أَوۡ تَأۡتِينَآ ءَايَةٞۗ كَذَٰلِكَ قَالَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِم مِّثۡلَ قَوۡلِهِمۡۘ تَشَٰبَهَتۡ قُلُوبُهُمۡۗ قَدۡ بَيَّنَّا ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يُوقِنُونَ" ﴿١١٨﴾

« اور وہ لوگ کہتے ہیں جو (دین) کو نہیں جانتے کیوں اللہ ہم سے ہم کلام نہیں ہوتا یا (کیوں نہیں آتی) ہمارے پاس ایک معجزہ[118]۔ اسی طرح ان کی سی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے تھے۔ ان کے دل ایک جیسے ہیں (کفر میں)۔ تحقیق ہم دلائل کو اس قوم کے لئے واضح کرتے ہیں جو یقین کرتے ہیں[119] »

تَشَٰبَهَتۡ قُلُوبُهُمۡ ان کے دل ایک جیسے ہیں (کفر میں)[120]

دعوی: اثبات رسالت

"إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ بِٱلۡحَقِّ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗاۖ وَلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلۡجَحِيمِ" ﴿١١٩﴾

« بے شک ہم نے آپ کو (اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) پورے بیان کے ساتھ بھیجا ہے خوشخبری دینے والا (ماننے والوں کو) اور ڈرانے والا (نہ ماننے والوں کو)[121]۔ اور آپ سے جہنمیوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا »

بِٱلۡحَقِّ کامل بیان۔[122]

وَلَا تُسۡـَٔلُ میں مفسرین مختلف قراءات کی بنا پر متعدد معانی کرتے ہیں:[123]

1. وَلَا تُسۡـَٔلُ « اور آپ سے نہیں پوچھا جائے گا دوزخیوں کے بارے میں » یعنی آپ کے بیان کے بعد اگر کوئی جہنم میں جاتا ہے اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ اس کے بارے میں آپ سے باز پرس نہیں ہو گی۔[124]
2. وَلَا تَسۡأَلۡ عَنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلۡجَحِيمِ اور اس قراءت پر دو معانی ہیں:[125]

- « اور دوزخیوں کی حالت کے بارے میں مت پوچھو » کہ وہ کتنی بڑی عذاب میں مبتلا ہیں، یعنی اس توجیہ پر آیت میں تہویل ہے۔
- « اور دوزخیوں کی حالت کے بارے میں مت پوچھو » کہ آباؤاجداد میں کون جہنم میں جا چکا ہے اور کون نہیں۔ تاکہ کسی کو دکھ نہ پہنچے۔

التهديدللمبلغ [مبلغ کو سرزنش]

"وَلَن تَرۡضَىٰ عَنكَ ٱلۡيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡۗ قُلۡ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلۡهُدَىٰۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم بَعۡدَ ٱلَّذِي جَآءَكَ مِنَ ٱلۡعِلۡمِ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٍ" ﴿١٢٠﴾

« اور ہرگز تم سے یہود اور نصاری خوش نہیں ہوں گے جب تک کہ تم ان کے دین کے تابع نہ ہو جاؤ۔ کہہ دیجئے بے شک اللہ کی ہدایت وہی ہدایت ہے۔ اور اگر آپ نے ان کے خواہشات کی تابعداری کی بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم[126] (بیان) آچکا تو آپ کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی دوست ہو گا نہ ہی کوئی مددگار »[127]

حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ جب تک کہ مشرک اور مبتدع کی ہاں میں ہاں نہ ملاؤ تب تک وہ تمہیں قبول نہیں کرنے والے۔ جب تک کہ تم اپنی زبان سے ان کے شرکیہ عقائد کا اقرار نہ کرلو۔ جب تک کہ تم ان کے ساتھ بدعات کی مجالس میں شرکت نہ کرلو تب تک وہ تم پر اعتماد نہیں کرنے والے۔ اس لئے ان کی چاپلوسی کرنے میں کوئی فائدہ ہے نہ ہی ان کی خوشنودی کے لئے حق بات کو چھوڑ دینے میں کوئی فائدہ ہے۔

"ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ" ﴿١٢١﴾

« وہ لوگ جن کو ہم نے (فہم) کتاب دی ہے[128] پڑھتے ہیں اس (کتاب کو) جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اس قرآن پر اور جو کوئی انکار اس سے انکار کرے تو یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں »

يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کرتے ہیں۔[129]

أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ یہ لوگ قرآن، توحید اور پیغمبر ﷺ پر یقین کرتے ہیں۔ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ میں بھی بِهِۦ سے قرآن، توحید اور رسالت سے انکار کرنا ہے۔

اعادہ خطاب للتذکیر

"يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتِىَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّى فَضَّلْتُكُمْ عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ" ﴿١٢٢﴾

« اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسانات یاد کرو، جو میں نے تم پر کئے ہیں اور میں نے تمہیں (اپنے زمانے کے) لوگوں پر فضیلت بخشی »

ٱلْعَٰلَمِينَ میں الف لام عہدی ہیں یعنی اپنے زمانے کے لوگ مراد ہیں کہ اس زمانے میں بنی اسرائیل بہتر تھے۔[130]

"وَٱتَّقُوا۟ يَوْمًا لَّا تَجْزِى نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَٰعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ" ﴿١٢٣﴾

« اور اس دن (کے عذاب سے) ڈرو جس میں ایک (نیک) نفس (برے) نفس کو ذرہ بھر بدلہ نہیں دے سکے گا اور نہ ہی اس (برے نفس) سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اس (برے نفس) کو سفارش کوئی فائدہ دے گی اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی »[131]

دنیا میں نجات کے چار طریقے:

دنیا میں کسی شخص کو چھڑوانے کے چار طریقے ہوتے ہیں:[132]

1. ضمانت
2. سفارش
3. رشوت
4. احتجاج

لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بروز قیامت چاروں کے چاروں راستے مسدود کر دیئے۔

حواشی:

[1] یہ انتقال ایک ہی سورۃ کے دوران ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف ہے، ورنہ دو الگ الگ سورتوں کے درمیان فصل واضح ہے۔

[2] **ابو بکر باقلانی** [وفات:403ھ] **لکھتے ہیں:** أن نظم القرآن على تصرف وجوهه، وتباين مذاهبه خارج عن المعهود من نظام جميع كلامهم، ومباين للمألوف من ترتيب خطابهم، وله أسلوب يختص به، ويتميز في تصرفه عن أساليب الكلام المعتاد ... والمعنى الرابع: أن كلام الفصحاء يتفاوت تفاوتاً بيناً في الفصل والوصل والعلو والنزول، والتقريب والتبعيد، وغير ذلك مما ينقسم إليه الخطاب عند النظم، ويتصرف فيه القول عند الضم والجمع.وكذلك يختلف سبيل غيره عند الخروج من شئ إلى شئ، والتحول من باب إلى باب. والقرآن على اختلاف فنونه، وما يتصرف فيه من الوجوه الكثيرة، والطرق المختلفة يجعل المختلف كالمؤتلف، والمتباين كالمتناسب، والمتنافر في الأفراد إلى حد الآحاد.وهذا أمر عجيب، تبين به الفصاحة وتظهر به البلاغة، ويخرج معه الكلام عن حد العادة، ويتجاوز العرف [**اعجاز القرآن، فصل فی ذکر البدیع من الکلام**:69-70]

رحمت اللہ کیرانوی [وفات:1308ھ] "**قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:** سابعها: الأغلب أنه إذا انتقل الكلام من مضمون إلى مضمون آخر، واشتمل على بيان أشياء مختلفة لا يبقى حسن ربط الكلام ويسقط عن الدرجة العالية للبلاغة. والقرآن يوجد فيه الانتقال من قصة إلى قصة أخرى، والخروج من باب إلى باب، والاشتمال على أمر ونهي، وخبر واستخبار، ووعد وعيد، وإثبات النبوة، وتوحيد الذات، وتفريد الصفات، وترغيب وترهيب، وضرب مثال، وبيان حال. ومع ذلك يوجد فيه كمال الربط والدرجة العالية للبلاغة الخارجة عن العادة فتحير فيها عقول بلغاء العرب

[**اظہار الحق، الفصل الاول: الامور التی تدل علی ان القرآن کلام اللہ**،780:3]

[3] **سورۃ البقرۃ آیت:21، 163، 255 میں دلائل عقلیہ کے ذریعے، سورۃ آل عمران میں تینوں قسم کے دلائل کے ذریعے۔ اور بیشتر سورتوں میں یہ انداز پایا جاتا ہے۔ امام شاطبی اثبات توحید اور اثبات آخرت کے لئے قرآن مجید کے مختلف اسالیب کے حوالے سے لکھتے ہیں:** تقرير الوحدانية لله الواحد الحق، غير أنه يأتي على وجوه : كنفي الشريك بإطلاق، أو نفيه بقيد ما ادعاه الكفار في وقائع مختلفة، من كونه مقربا إلى الله زلفى، أو كونه ولدا أو غير ذلك من أنواع الدعاوى الفاسدة... والثالث: إثبات أمر البعث والدار الآخرة وأنه حق لا ريب فيه بالأدلة الواضحة، والرد على من أنكر ذلك بكل وجه يمكن الكافر إنكاره به؛ فرد بكل وجه يلزم الحجة، ويبكت الخصم، ويوضح الأمر

[**الموافقات، الدلیل الاول: الکتاب**،4:269-270]

[4] **سورۃ البقرۃ میں اثبات الرسالۃ، سورۃ آل عمران میں اور حوامیم سبعۃ میں اسی انداز کو اپنایا گیا ہے۔ امام شاطبی اثبات رسالت کے لئے قرآن مجید کے مختلف اسالیب کے حوالے سے لکھتے ہیں:** والثاني: تقرير النبوة للنبي محمد، وأنه رسول الله إليهم جميعا، صادق فيما جاء به من عند الله؛ إلا أنه وارد على وجوه أيضا: كإثبات كونه رسولا حقا، ونفي ما ادعوه عليه من أنه كاذب، أو ساحر، أو مجنون، أو يعلمه بشر، أو ما أشبه ذلك من كفرهم وعنادهم [**الموافقات، الدلیل الاول: الکتاب**،270:4]

[5] **یہ اعتراضات معمولی تغیر کے ساتھ "سمط الدرر:37-38" سے نقل کئے گئے ہیں۔**

[6] **ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت یہود کے اعتراض کے جواب میں نازل کی گئی ہے:** أجمع أهل العلم بالتأويل جميعا على أن هذه الآية نزلت جوابا لليهود من بني إسرائيل، إذ زعموا أن جبريل عدو لهم، وأن ميكائيل ولي لهم [**جامع البیان**377:2]

ابن ہشام [وفات:213ھ] هل تعلمونه جبريل، وهو الذي يأتيني؟ قالوا: اللهم نعم، ولكنه يا محمد لنا عدو، وهو ملك، إنما يأتي بالشدة وبسفك الدماء، ولولا ذلك لاتبعناك، قال: فأنزل الله عز وجل فيهم: قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا [**سیرت ابن ہشام**543:1] أرسله شهر بن حوشب الأشعرى وهو صدوق كثير الإرسال والأوهام كما قال فيه الحافظ ابن حجر فى التقريب :269، ترجمہ:2830

سبب نزول

امام احمد بن حنبل سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: یہود آئے اور اللہ کے رسول ﷺ سے پانچ سوالات پوچھے۔ جب چار سوالات پوچھ چکے تو کہتے ہیں: إنما بقيت واحدة وهي التي نبايعك إن أخبرتنا بها، فإنه ليس من نبي إلا له ملك يأتيه بالخبر، فأخبرنا من صاحبك؟ قال: " جبريل عليه السلام "، قالوا: جبريل ذاك الذي ينزل بالحرب والقتال والعذاب عدونا، لو قلت: ميكائيل الذي ينزل بالرحمة والنبات والقطر، لكان فأنزل الله عز وجل: مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ إلى آخر الآية

[**مسند احمد**،4:284-285، **حدیث**:2483] إسناده حسن .

اور یہود نے جبریل کے ساتھ اپنی عداوت کا اظہار عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی کیا ہے۔ امام بخاری ان سے روایت کرتے ہیں، جب اللہ کے رسول ﷺ نے یہودیوں سے کہا: «أخبرني بهن جبريل آنفا» قال: جبريل؟ قال: «نعم»، قال: ذاك عدو اليهود من الملائكة، فقرأ هذه الآية: مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلْبِكَ [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب: مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ ، حدیث:4480]

ابن حجر لکھتے ہیں: ظاهر السياق أن النبي ﷺ هو الذي قرأ الآية ردا لقول اليهود ولا يستلزم ذلك نزولها حينئذ وهذا هو المعتمد فقد روى أحمد والترمذي والنسائي في سبب نزول الآية قصة غير قصة عبد الله بن سلام فأخرجوا من طريق بكير بن شهاب عن سعيد بن جبير عن بن عباس أقبلت يهود إلى رسول الله ﷺ [فتح الباری 166:8]

7 روافض رافضی کی جمع ہے اور رفض سے نکلا ہے جس کے معنی "چھوڑنے" کے ہیں۔ زید بن علی [زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم] کے سامنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا گیا، جس پر انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس پر یہ لوگ ان کے درپے ہوئے کہ وہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہم سے براءت کا اعلان کریں، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ فرمایا: كانا وزيرى جدى « وہ دونوں میرے نانا ﷺ کے وزیر اور ساتھی تھے » پس انہوں نے زید بن علی سے الگ ہونے کا اعلان کیا، اس لئے روافض کہلائے۔

[ابن قتیبہ، غریب الحدیث 252:1، ازہری، تہذیب اللغۃ 13:12]

ابن حزم [وفات:456ھ] لکھتے ہیں: فإن الروافض ليسوا من المسلمين إنما هي فرقة حدث أولها بعد موت النبي ﷺ بخمس وعشرين سنة وكان مبدؤها إجابة من خذله الله تعالى لدعوة من كاد الإسلام وهي طائفة تجري مجرى اليهود والنصارى في الكذب والكفر [الفصل فی الملل والاھواء والنحل 65:2]

8 امام بخاری ابوہریرۃ سے روایت کرتے ہیں: قال رسول الله ﷺ: إن الله قال: من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب [صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث:6502]

9 مفسرین مختلف تقدیرات ذکر کرتے ہیں:

1. فليمت غيظا — ابو البقاء لکھتے ہیں: من شرطية، وجوابها محذوف تقديره فليمت غيظا أو نحوه [التبیان فی اعراب القرآن 97:1]
2. فهو عدو لى و أنا عدو له — [قاضی بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل 96:1]
3. فعداوته لا وجه لها — [ابو حیان اندلسی، البحر المحیط فی التفسیر 512:1]

10 ماوردی لکھتے ہیں: خصا بالذكر تشريفا لهما وتمييزا [النکت والعیون 163:1]

11 ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں: مَن كَانَ عَدُوًّا شرطية. واختلف في الجواب فقيل: هو محذوف، تقديره: فهو كافر، وحذف لدلالة المعنى عليه. وقيل الجواب: فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَٰفِرِينَ [البحر المحیط فی التفسیر 516:1]

12 ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں: عن عبد الرحمن بن أبي ليلى: أن يهوديا لقي عمر بن الخطاب، فقال: إن جبريل الذي يذكر صاحبكم عدو لنا. قال: فقال عمر: مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَٰفِرِينَ قال: فنزلت على لسان عمر ابن الخطاب.[تفسیر ابن ابی حاتم 182:1، روایت:961]
اس کی سند کے بارے میں ابن حجر لکھتے ہیں: وهذه طرق يقوي بعضها بعضا [فتح الباری 166:8]

13 كِتَٰبَ ٱللَّهِ قرآن مجید نے اہل کتاب کے بارے میں کہا کہ اللہ کی کتاب کو پس پشت پھینک دیا، اس کا کیا مطلب ہے:

امام شعبی [عامر بن شراحیل، 19ھ-103ھ] فرماتے ہیں: هو بين أيديهم يقرؤونه ولكن نبذوا العمل به [واحدی، التفسیر البسیط 182:3] سفیان بن عیینہ [107ھ-198ھ] کہتے ہیں: أدرجوه فى الحرير والديباج وحلوه بالذهب والفضة ولم يحلوا حلاله ولم يحرموا حرامه فذلك النبذ [التفسیر البسیط 182:3]

ابن قیم فرماتے ہیں:

نبذوا كتابك من وراء ظهورهم — وتمسكوا بزخارف الهذيان

[قصیدہ نونیہ، فصل فی عھود المثبتین لرب العالمین، بیت:2814]

ابن جوزی لکھتے ہیں: وفي قوله تعالى: كِتَٰبَ ٱللَّهِ قولان: أحدهما: أنه القرآن. والثاني: أنه التوراة، لأن الكافرين بمحمد ﷺ قد نبذوا التوراة [زاد المسیر فی علم التفسیر 92:1]

14 خلیل بن احمد فراہیدی [وفات:170ھ] لکھتے ہیں: النبذ: طَرْحُكَ الشيءَ منْ يَدِكَ أمامك أو خلفك . والمنابذة: انتباذ الفريقين للحرب ونبذنا عليهم على سواء ... والمنبوذ: وَلَدُ الزنى المطروح [العین، باب الذال والنون والباء معھما، 191:8] امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: النبذ: إلقاء الشيء وطرحه لقلة الاعتداد به [المفردات:788]

15 **ابو ہلال عسکری** [وفات:395ھ] **لکھتے ہیں:** الفرق بين النبذ والطرح: أن النبذ إسم لالقاء الشئ إستهانة به واظهارا للاستغناء عنه ولهذا قال تعالى : فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمۡ وقال الشاعر: نظرت إلى عنوان فنبذته : كنبذك نعلا أخلقت من نعالكا . والطرح إسم لجنس الفعل فهو يكون لذلك ولغيره [**معجم الفروق اللغوية:530**]

16 **امام بخاری سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:** قال: اتخذ النبي ﷺ خاتما من ذهب، فاتخذ الناس خواتيم من ذهب، فقال النبي ﷺ: «إني اتخذت خاتما من ذهب» فنبذه، وقال: «إني لن ألبسه أبدا»، فنبذ الناس خواتيمهم [**صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بافعال النبی ﷺ، حدیث:7298**]

17 **امام نووی لکھتے ہیں:** قال جمهور العلماء معنى الحديث أصل إيمانهم واحد وشرائعهم مختلفة فإنهم متفقون في أصول التوحيد واما فروع الشرائع فوقع فيها الاختلاف واما قوله ﷺ ودينهم واحد : فالمراد به أصول التوحيد وأصل طاعة الله تعالى وإن اختلفت صفتها وأصول التوحيد والطاعة جميعا [**شرح النووی علی مسلم 120:15**]

18 **ابن جریر اور ابن کثیر لکھتے ہیں:** لما بعث الله النبي محمدا ﷺ وذكر داود وسليمان فقالت اليهود: انظروا إلى محمد يخلط الحق بالباطل، يذكر سليمان مع الأنبياء إنما **كان ساحرا** يركب الريح، فأنزل الله تعالى : وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتۡلُواْ ٱلشَّيَـٰطِينُ عَلَىٰ مُلۡكِ سُلَيۡمَـٰنَۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمَـٰنُ [**جامع البیان 417:2، تفسیر القرآن العظیم 236:1**]

ابن ہشام لکھتے ہیں: قال ابن إسحاق: وذلك أن رسول الله ﷺ فيما بلغني لما ذكر سليمان بن داود في المرسلين قال بعض أحبارهم: ألا تعجبون من محمد يزعم أن سليمان بن داود كان نبيا والله ما كان إلا ساحرا. فأنزل الله تعالى في ذلك من قولهم: وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمَـٰنُ وَلَـٰكِنَّ ٱلشَّيَـٰطِينَ كَفَرُواْ أي باتباعهم السحر وعملهم به [**سیرت ابن ہشام 544:1**]

19 وَٱتَّبَعُواْ **ربط:** **جب انہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا تو لا محالہ جادو اور لایعنی چیزوں کے پیچھے پڑ گئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:** واتبعت اليهود الذين أوتوا الكتاب من بعد إعراضهم عن كتاب الله الذي بأيديهم، ومخالفتهم لرسول الله محمد ﷺ ما تتلوه الشياطين [**تفسیر القرآن العظیم 237:1**] **ابن تیمیہ لکھتے ہیں:** كل من كان عن التوحيد والسنة أبعد، كان إلى الشرك والابتداع والافتراء أقرب [**اقتضاء الصراط المستقیم 281:2**]

20 **زجاج** [وفات:311ھ] **لکھتے ہیں:** عَلَىٰ مُلۡكِ سُلَيۡمَـٰنَ على عهد ملك سليمان [**معانی القرآن واعرابہ 183:1**]

21 " لما سلب سليمان ملكه كانت الشياطين تكتب السحر في غيبة سليمان، فكتبت من أراد أن يأتي كذا وكذا فليستقبل الشمس وليقل كذا وكذا، ومن أراد أن يفعل كذا وكذا فليستدبر الشمس وليقل كذا وكذا، فكتبته وجعلت عنوانه: هذا ما كتب آصف بن برخيا للملك سليمان بن داود عليهما السلام من ذخائر كنوز العلم ثم دفنه تحت كرسيه، لما مات سليمان عليه السلام، قام إبليس لعنه الله خطيبا فقال: يا أيها الناس إن سليمان لم يكن نبيا إنما كان ساحرا فالتمسوا سحره في متاعه وبيوته، ثم دلهم على المكان الذي دفن فيه" [**تفسیر القرآن العظیم 236:1**]**ابن کثیر نے یہ روایت ابن جریر سے نقل کی ہے۔ جامع البیان 2:416-417**

لیکن اس کی سند میں چند کمزوریاں ہیں۔ پوری سند یوں ہے: حدثنا القاسم قال، حدثنا الحسين قال، حدثني حجاج، عن أبي بكر، عن شهر بن حوشب

ابو بکر، اور یہ لیث بن ابی سلیم [وفات:148ھ] **ہے جو اگرچہ ثقہ تھا لیکن اخیر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا اور اس کی قبل از اختلاط اور بعد از اختلاط روایتیں آپس میں ایسی گڈ مڈ ہوئی ہیں کہ ان میں تمیز مشکل ہے۔ اس لئے اس کی روایات بالکلیہ متروک ہیں۔** [**تقریب التہذیب:495، ترجمہ:5685**]

شہر بن حوشب، صدوق، کثیر الارسال، کثیر الاوہام اور امام شعبہ کے نزدیک مطعون راوی تھا۔ مزی لکھتے ہیں: شہر بن حوشب اور اس کی روایات سے دھوکا میں نہیں پڑنا چاہیئے۔
[**تقریب التہذیب:303، ترجمہ:2830، تہذیب الکمال 12:582-583**]

22 تأتيهم الملائكة والجن على صور غير صورهم يظهرون لهم فى بعض الأوقات على صور الزهاد والرهبان واللحا [**الفتح الربانی والفیض الرحمانی، بیسویں مجلس:73**]

23 **ابن سعد** [وفات:230ھ] **لکھتے ہیں:** فاجتمعوا في دار الندوة. ولم يتخلف أحد من أهل الرأي والحجى منهم ليتشاوروا في أمره. وحضرهم إبليس في صورة شيخ كبير من أهل نجد مشتمل الصماء في بت [**الطبقات الکبری، ذکر خروج رسول اللہ ﷺ وابی بکر الی المدینۃ للھجرۃ، 176:1**] **یہ روایت جن کتابوں میں موجود ہے یا تو اس میں محمد بن عمر واقدی متروک الحدیث ہے، یا مدلس ابن اسحاق ہے جو عن کے ساتھ روایت کرتا ہے اور یا سلمۃ بن فضل الابرش ہے جس کے بارے میں امام بخاری "فیہ نظر" فرماتے ہیں۔**

24 **امام مسلم مقدمہ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:** إن الشيطان ليتمثل في صورة الرجل، فيأتي القوم، فيحدثهم بالحديث من الكذب، فيتفرقون، فيقول الرجل منهم: سمعت رجلا أعرف وجهه، ولا أدري ما اسمه يحدث [**مقدمہ صحیح مسلم، باب فی الضعفاء والکذابین ومن یرغب عن حدیثھم، 12:1**]

25 **محمود بن سبکتگین، ابو القاسم، غزنوی، ترکی الاصل 361ھ = 971ء کو غزنۃ (موجودہ افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ 387ھ میں جب والد فوت ہوئے تو تین بیٹے چھوڑے: محمود، اسماعیل اور نصر۔ اقتدار کے حصول کے لئے تینوں نے آپس میں جنگیں لڑیں اور بالآخر 389ھ میں محمود مسند اقتدار کے حصول میں کامیاب ہوا۔ عباسی خلیفہ قادر باللہ نے خلعت بھیجی۔ بہت فتوحات**

کیں۔ خود بھی عالم فاضل تھے اور مجلس بھی ہر وقت علماء سے بھری ہوتی تھی جن کے ساتھ بحث مباحثہ ہوتا۔ دو سال تک ایک مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ بالاخر 421ھ=1030ء کو غزنۃ میں ہی انتقال کیا۔[تاریخ الإسلام للذھبی 369:9، الاعلام للزرکلی 171:7]

[26] **ابن الاثیر** [وفات:630ھ] **لکھتے ہیں:** ثم دخلت سنة ست عشرة وأربعمائة ... في هذه السنة فتح يمين الدولة في بلاد الهند عدة حصون ومدن، وأخذ الصنم المعروف بسومنات، وهذا الصنم كان أعظم أصنام الهند، وهم يحجون إليه كل ليلة خسوف، فيجتمع عنده ما ينيف على مائة ألف إنسان، وتزعم الهنود أن الأرواح إذا فارقت الأجسام "اجتمعت إليه" على مذهب التناسخ، فينشئها فيمن شاء، وأن المد والجزر الذي عنده إنما هو عبادة البحر على قدر استطاعته. وكانوا يحملون إليه كل علق نفيس، ويعطون سدنته كل مال جزيل، وله من الموقوف ما يزيد على عشرة آلاف قرية، وقد اجتمع في البيت الذي هو فيه من نفيس الجوهر ما لا تحصى قيمته ... وخمسمائة أمة يغنون ويرقصون على باب الصنم ... وكان عنده سلسلة ذهب فيها جرس ووزنها مائتا مَنٍّ

[الکامل فی التاریخ 7:684-687، تاریخ الاسلام للذھبی 9:184، 369:9]

[27] **شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ فصل کا عنوان رکھا ہے:** أسباب ضلال النصارى ومن على شاكلتهم . **اور اُن کی گمراہی کے تین بنیادی اسباب ذکر کئے ہیں:** (1) لفظ مشتبہ (2) خوارق عادات جن کو وہ کرامات سمجھتے ہیں حالانکہ وہ شیطانی چالیں ہوتی ہیں۔ (3) جھوٹی روایات۔ **الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح** 3:318-324

[28] **البصائر للمتوسلین بالمقابر:** 413-417۔ **جو شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کی کتاب ہے جس کا موضوع "سماع الموتیٰ اور حیاۃ الأنبیاء" ہے۔**

[29] **اس سلسلے میں ابن جوزی کی کتاب "تلبیس ابلیس" کا مطالعہ مفید ہے کہ شیطان کیسے کیسے لوگوں کو اپنی جال میں پھنساتا ہے۔ اسی طرح ابن قیم کی "اغاثۃ اللھفان من مصاید الشیطان"۔**

[30] **ابن جزي لکھتے ہیں:** وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَنُ بتعليم السحر وبالعمل به [التسهيل لعلوم التنزيل 1:92] **واحدی نے** وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَنُ **کا ایک اور معنی بھی کیا ہے:** وما ستر سليمان كتب السحر، ولكن الشياطين سترته ودفنته. وأصل الكفر: الستر والتغطية [**التفسیر البسیط** 3:191]

[31] سحر کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ابن فارس [وفات:395ھ] **لکھتے ہیں:** السين والحاء والراء أصولٌ ثلاثةٌ متباينة: أحدها عُضْوٌ من الأعضاء، والآخر خَدْعٌ وشِبْهُهُ، والثالث وقتٌ من الأوقات. فالعضو السَّحْرُ، وهو ما لُصِقَ بالحلقوم والمريء من أعلى البطن. ويقال بل هي الرِّئَةُ... وأما الثاني فالسِّحْرُ، قال قوم: هو إخراج الباطل في صورة الحق، ويقال هو الخديعة... وأما الوقت فالسَّحَرُ، والسُّحْرَةُ، وهو قبل الصبح. وجمع السَّحَرِ أَسْحَارٌ [**معجم مقاییس اللغۃ** 3:138]

امام رازی لکھتے ہیں: أن لفظ السحر في عرف الشرع مختص ب: كُلُّ أَمْرٍ يَخْفَى سَبَبُهُ وَيُتَخَيَّلُ عَلَى غَيْرِ حَقِيقَتِهِ وَيَجْرِي مَجْرَى التَّمْوِيهِ وَالْخِدَاعِ، وَمَتَى أُطْلِقَ وَلَمْ يُقَيَّدْ أَفَادَ ذَمَّ فَاعِلِهِ [**التفسیر الکبیر** 3:619] **قاضی بیضاوی نے بھی اس آیت کے تحت سحر کی تعریف کی ہے۔** [**انوار التنزیل واسرار التاویل** 1:97]

ابن عابدین [وفات:1252ھ] **لکھتے ہیں:** والسحر :هو علمٌ يُستفاد منه حصولُ مَلَكةٍ نَفْسانيةٍ يُقتدرُ بها على أفعالٍ غريبةٍ لأسبابٍ خفيَّةٍ [**رد المحتار علی الدر المختار** 1:44]

جادو کی انواع اور اس کا حکم:

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وقد استدل بهذه الآية على أن السحر كفر ومتعلمه كافر وهو واضح في بعض أنواعه التي قدمتها وهو التعبد للشياطين أو للكواكب وأما النوع الآخر الذي هو من باب الشعوذة فلا يكفر به من تعلمه أصلا قال النووي عمل السحر حرام وهو من الكبائر بالإجماع وقد عده النبي ﷺ من السبع الموبقات ومنه ما يكون كفرا ومنه ما لا يكون كفرا بل معصية كبيرة فإن كان فيه قول أو فعل يقتضي الكفر فهو كفر وإلا فلا وأما تعلمه وتعليمه فحرام فإن كان فيه ما يقتضي الكفر كفر واستتيب منه ولا يقتل فإن تاب قبلت توبته وإن لم يكن فيه ما يقتضي الكفر عزر وعن مالك الساحر كافر يقتل بالسحر ولا يستتاب بل يتحتم قتله كالزنديق قال عياض وبقول مالك قال أحمد وجماعة من الصحابة والتابعين [**فتح الباری** 10:224] **امام نووی نے باب السحر کے تحت تفصیل سے کلام کیا ہے۔** [**شرح النووی علی مسلم** 14:176]
امام رازی نے آیت کی تفسیر میں جادو کی آٹھ اقسام تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہیں۔ [**التفسیر الکبیر** 3:619-625]

[32] **ابن عابدین لکھتے ہیں:** السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم، واعتقادُ إباحتِهِ كفرٌ. وعن أصحابنا ومالكٍ وأحمدَ يَكْفُرُ الساحرُ بتَعَلُّمِهِ وفعله سواءٌ اعتقد الحرمة أو لا ويقتل وفيه حديث مرفوع «حد الساحر ضربة بالسيف»...قال أبو حنيفة: الساحر إذا أقر بسحره أو ثبت بالبينة يُقتلُ ولا يُستتاب منه [**رد المحتار علی الدر المختار** 4:240]
اور یہی تفصیل ابن الہمام نے فتح القدیر 6:99 میں کی ہے۔

[33] **ابو البقاء لکھتے ہیں:** في موضع نصب على الحال من الضمير في كَفَرُواْ [**التبیان فی اعراب القرآن** 1:99] **دوسری توجیہ مرجوح ہے۔**

[34] **ابن ابی حاتم سیدنا قتادۃ سے روایت کرتے ہیں:** إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ أى بلاءٌ [**تفسیر ابن ابی حاتم** 1:192، **روایت**:1012]

---

[35] **ابو بکر رازی لکھتے ہیں:** أثبت لهم العلم أولا مؤكدا بلام القسم ثم نفاه عنهم؟ قلنا: المثبت لهم أنهم علموا أن من اختار السحر ما له في الآخرة من نصيب، والمنفي عنهم أنهم لا يعلمون حقيقة ما يصير إليه من يخسر الآخرة، ولا يكون له نصيب منها، فالمنفى غير المثبت فلا تنافى [**مسائل رازی**:11]

[36] **امام بغوی لکھتے ہیں:** فالإنزال: بمعنى الإلهام والتعليم [**معالم التنزیل**1:148]

[37] **زجاج لکھتے ہیں:** المعنى: إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ : فلا تتعلم ولا تعمل بالسحر، فيأبون فَيَتَعَلَّمُونَ ، وهذا قول حسن [**معانی القرآن واعرابہ**1:185]

[38] **فراء** [**وفات**:207ھ] **لکھتے ہیں:** القراء يقرءون « الْمَلَكَيْنِ » من الملائكة. وكان ابن عباس يقول:« الْمَلِكَيْنِ » من الملوك [**معانی القرآن**1:64]

[39] **ابوالبقاء لکھتے ہیں:** وَمَآ أُنزِلَ : « مَا » بمعنى الذي، وهو في موضع نصب عطفا على ٱلسِّحْرَ ; أي ويُعَلِّمُونَ الذي أُنزِلَ ، وقيل هو معطوف على تَتْلُوا۟. وقيل « مَا» في موضع جر عطفا عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَٰنَ ; أي وعلى عهد الذي أُنزِلَ عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ . وقيل « مَا » نافية، أي مَا أُنزِلَ السحر عَلَى ٱلْمَلَكَيْنِ ، أو وَمَآ أُنزِلَ إباحة السحر، والجمهور على فتح اللام من ٱلْمَلَكَيْنِ ، وقرئ بكسرها [**التبیان فی اعراب القرآن**1:99]

قاضی عیاض [**وفات**:544ھ] **لکھتے ہیں:** فاختلف أولا في هَٰرُوتَ وَمَٰرُوتَ هل هما ملكان أو إنسيان وهل هما المراد بالملكين أم لا ؟ وهل القراءة «ملَكين» أو «ملِكين» وهل ما في قوله: وَمَآ أُنزِلَ و« وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ » نافية أو موجبة.فأكثر المفسرين:أن الله تعالى امتحن الناس بالملكين لتعليم السحر وتبيينه الخ [**الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ**2:176]

امین احسن اصلاحی کے نزدیک وَمَآ أُنزِلَ **سے مراد جادو کے علاوہ چیزیں تھیں کیونکہ عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے۔ اور وہ چیزیں تعویذ، گنڈے اور دیگر عملیات تھے۔**[**تدبر قرآن**1:283-286]

[40] **پوری روایت یوں ہے:**

عن عبد الله بن عمر، أنه سمع نبي الله ﷺ يقول: إن آدم صلى الله عليه وسلم لما أهبطه الله تعالى إلى الأرض، قالت الملائكة: أي رب، أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ قالوا: ربنا نحن أطوع لك من بني آدم. قال الله تعالى للملائكة: هلموا ملكين من الملائكة، حتى يهبط بهما إلى الأرض، فننظر كيف يعملان. قالوا: ربنا، هاروت وماروت. فأهبطا إلى الأرض، ومثلت لهما الزهرة امرأة من أحسن البشر، فجاءتهما، فسألاها نفسها، فقالت: لا والله، حتى تكلما بهذه الكلمة من الإشراك. فقالا: والله لا نشرك بالله أبدا. فذهبت عنهما ثم رجعت بصبي تحمله، فسألاها نفسها، فقالت: لا والله، حتى تقتلا هذا الصبي، فقالا: والله لا نقتله أبدا. فذهبت ثم رجعت بقدح خمر تحمله ، فسألاها نفسها، فقالت: لا والله، حتى تشربا هذا الخمر. فشربا، فسكرا فوقعا عليها، وقتلا الصبي، فلما أفاقا، قالت المرأة: والله ما تركتما شيئا مما أبيتماه علي إلا قد فعلتما حين سكرتما، فخيرا بين عذاب الدنيا والآخرة فاختارا عذاب الدنيا.

[**مسند احمد**10:317، **صحیح ابن حبان**14:63،**السنن الکبری، بیہقی**10:5]

[41] **یہ روایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دو طرق سے مروی ہے:**

1. **نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ مرفوعا۔**
2. **موسیٰ بن عقبۃ عن سالم عن ابن عمر عن کعب الاحبار** [**تفسیر عبد الرزاق**1:283،**روایت**:97، **جامع البیان**2:429،**روایت**:1684، **تفسیر ابن ابی حاتم**1:190]

مرفوع طریق میں نافع سے تین طرق سے یہ روایت مروی ہے:

1. **فرج بن فضالۃ عن معاویۃ بن صالح عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ** [**طبری، جامع البیان**2:432،**روایت**:1688]
2. **زہیر بن محمد عن موسیٰ بن جبیر عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ** [**مسند احمد**10:317،**روایت**:6178، **صحیح ابن حبان**14:63]
3. **موسیٰ بن سرجس عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ** [**ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم**1:240]

پہلی سند میں فرج بن فضالۃ: له أحاديث مناكير [**تہذیب الکمال فی اسماء الرجال**23:156،**ترجمہ**:4714] **ابن حبان لکھتے ہیں:** كان ممن يقلب الأسانيد ويلزق المتون الواهية بالأسانيد الصحيحة لا يحل الإحتجاج به [**المجروحین**2:207،**ترجمہ**:862]

دوسری سند میں موسیٰ بن جبیر ہیں جس کے بارے میں ابن حبان لکھتے ہیں: يخطئ و يخالف [**الثقات**7:451] **ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ مستور الحال راوی ہے اور نافع سے نقل کرنے میں منفرد ہے۔**[**تفسیر القرآن العظیم**1:193] **اور مستور الحال راوی جمہور محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہوتا ہے۔**[**عراقی، فتح المغیث**:38] **جبکہ زہیر بن محمد پر بھی محدثین نے جرح کی ہے۔**[**بخاری، التاریخ الکبیر**3:427،**ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل**3:590،**ترجمہ**:2675]

تیسری سند میں موسیٰ بن سرجس ہیں، جو مستور الحال ہیں۔[**تقریب التہذیب**:551،**ترجمہ**:6964]

اس قسم کی دیگر روایات سیدنا علی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں، جن میں جابر بن یزید جعفی جیسا کذاب راوی، سلام بن سلیم طویل جیسا وضاع، یحیی بن سلمۃ بن کہیل جیسے متروک الحدیث اور منکر الحدیث راوی ہیں۔ مطالعہ کریں: ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، علوم القرآن 2:150-151

جس طریق میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کعب الاحبار سے روایت کرتے ہیں، اس کے بارے میں ابن کثیر فرماتے ہیں: وأقرب ما يكون في هذا أنه من رواية عبد الله بن عمر عن كعب الأحبار لا عن النبي ﷺ... وسالم أثبت في أبيه من مولاه نافع، فدارَ الحديثُ ورجع إلى نقل كعب الأحبار عن كتب بني إسرائيل [تفسیر القرآن العظیم 1:241]

لکھتے ہیں: وأما ما يذكره كثير من المفسرين في قصة هاروت وماروت من أن الزهرة كانت امرأة فراوداها على نفسها فأبت إلا أن يعلماها الاسم الأعظم فعلماها فقالته فرفعت كوكبا إلى السماء فهذا أظنه من وضع الإسرائيليين وإن كان قد أخرجه كعب الأحبار وتلقاه عنه طائفة من السلف فذكروه على سبيل الحكاية والتحديث عن بني إسرائيل ... هذا من أخبار بني إسرائيل كما تقدم من رواية ابن عمر عن كعب الأحبار .ويكون من خرافاتهم التي لا يعول عليها [البدایۃ والنہایۃ 1:39-40]

جن تفاسیر میں ہاروت ماروت کے مذکورہ واقعہ کی تردید کی گئی ہے، ان میں احکام القرآن لابن العربی، التفسیر الکبیر للرازی، تفسیر قرطبی، تفسیر بیضاوی، البحر المحیط لابی حیان وغیرہ شامل ہیں۔

42 ابن حجر لکھتے ہیں: أورده ابن الجوزي من طريق الفرج بن فضالة عن معاوية ابن صالح عن نافع وقال لا يصح والفرج بن فضالة ضعفه يحيى وقال ابن حبان يقلب الأسانيد ويلزق المتون الواهية بالأسانيد الصحيحة قلت وبين سياق معاوية بن صالح وسياق زهير تفاوت وقد أخرجه من طريق زهير بن محمد أيضا أبو حاتم ابن حبان في صحيحه وله طرق كثيرة جمعتها في جزء مفرد يكاد الواقف عليه أن يقطع وقوع هذه القصة لكثرة الطرق الواردة فيها وقوة مخارج أكثرها . [القول المسدد، الحدیث الثامن:39] اور فتح الباری میں لکھتے ہیں: وقصة هاروت وماروت جاءت بسند حسن من حديث بن عمر في مسند أحمد [فتح الباری 10:225]

43 ابن حبان فرماتے ہیں: قال أبو حاتم: «الزهرة هذه امرأة كانت في ذلك الزمان، لا أنها الزهرة التي هي في السماء التي هي من الخنس»[صحیح ابن حبان 14:66]

44 امام رازی لکھتے ہیں: ذكروا في تفسير هذا التفريق وجهين. الأول: أن هذا التفريق إنما يكون بأن يعتقد أن ذلك السحر مؤثر في هذا التفريق فيصير كافرا، وإذا صار كافرا بانت منه امرأته فيحصل تفرق بينهما، الثاني: أنه يفرق بينهما بالتمويه والحيل والتضريب الخ [التفسیر الکبیر 3:632]

45 دوسری توجیہ میں اگر جادو کرنے والا زوجین میں سے کوئی ہو تو يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ میں شوہر اور بیوی سے وہی مراد ہوں گے جو جادو کرنے والے ہیں، کوئی غیر مراد نہیں ہو گا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن إبليس يضع عرشه على الماء، ثم يبعث سراياه، فأدناهم منه منزلة أعظمهم فتنة، يجيء أحدهم فيقول: فعلت كذا وكذا، فيقول: ما صنعت شيئا، قال ثم يجيء أحدهم فيقول: ما تركته حتى فرقت بينه وبين امرأته، قال: فيدنيه منه ويقول: نعم أنت " قال الأعمش: أراه قال: «فيلتزمه» [صحیح مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایاہ لفتنۃ الناس، حدیث:2813]

46 عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں: إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ یعنی بجز مشیت تکوینی کے۔ اسلام نے شرک کی جڑ جس جس طرح کاٹی ہے اس کے لحاظ سے یہ صراحت ضروری بھی تھی کہ کہیں مؤثر حقیقی ان عملیات سحریہ کو، اس منتر جنتر کو، ان ٹونے ٹوٹکوں کو ہرگز نہ سمجھ لینا، ان میں قوت ذراسی بھی نہ تھی۔ [تفسیر ماجدی:110]

47 زجاج لکھتے ہیں: المعنى إنه يضرهم في الآخرة وإن تعجلوا به في الدنيا نفعا [معانی القرآن واعرابہ 1:186] ابن جریر لکھتے ہیں: الذي يضرهم في دينهم، ولا ينفعهم في معادهم. فأما في العاجل في الدنيا، فإنهم قد كانوا يكسبون به ويصيبون به معاشا [جامع البیان 2:450]

48 ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں: وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ في الدنيا وَلَا يَنفَعُهُمْ في آخرتهم [تاویلات اہل السنۃ 1:527]

قرطبی نے بھی ایک معنی یہی ذکر کیا ہے۔ [الجامع لاحکام القرآن 2:55]

49 ابن فارس لکھتے ہیں: تم : التاء والميم أصل واحد منقاس، وهو دليل الكمال. يقال تم الشيء، إذا كمل ... ومن هذا الباب التميمة: كأنهم يريدون أنها تمام الدواء والشفاء المطلوب [مقاییس اللغۃ 1:339]

50 "عن زينب امرأة عبد الله عن عبد الله قال: سمعت رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: إن الرقى والتمائم والتولة شرك . قالت: قلت: لم تقول هذا؟ والله لقد كانت عيني تقذف وكنت أختلف إلى فلان اليهودي يرقيني، فإذا رقاني سكنت، فقال عبد الله: إنما ذاك عمل الشيطان كان ينخسها بيده، فإذا رقاها كف عنها، إنما كان يكفيك أن تقولي كما كان رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: أذهب البأس رب الناس، اشف أنت الشافي، لا شفاء إلا شفاؤك، شفاء لا يغادر سقما "

[سنن ابو داؤد، کتاب الطب، باب تعلیق التمائم، حدیث:3883، مسند احمد 6:110، حدیث:3615]

51 امام نووی لکھتے ہیں: وأما الرقى بآيات القرآن وبالأذكار المعروفة فلانهى فيه بل هو سنة [شرح النووی علی مسلم 14:168]

[52] عن عائشة، رضي الله عنها قالت: «كان رسول الله ﷺ إذا أوى إلى فراشه، نفث في كفيه بقل هو الله أحد وبالمعوذتين جميعا، ثم يمسح بهما وجهه، وما بلغت يداه من جسده» قالت عائشة: «فلما اشتكى كان يأمرني أن أفعل ذلك به» [صحیح بخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیۃ، حدیث:5748]

[53] **امام ترمذی روایت کرتے ہیں:** عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: إذا فزع أحدكم في النوم فليقل: أعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده، ومن همزات الشياطين وأن يحضرون فإنها لن تضره. فكان عبد الله بن عمرو، يلقنها من بلغ من ولده، ومن لم يبلغ منهم كتبها في صك ثم علقها في عنقه [جامع ترمذی، ابواب الدعوات، حدیث:3528] **اس روایت میں محمد بن اسحاق مدلس ہیں اور وہ عن سے روایت کرتے ہیں۔**

[54] **امام نووی لکھتے ہیں:** فقد يظن مخالفا لهذه الأحاديث ولامخالفة بل المدح في ترك الرقى المراد بها الرقى التي هي من كلام الكفار والرقى المجهولة والتى بغير العربية ومالا يعرف معناها فهذه مذمومة لاحتمال أن معناها كفر أو قريب منه أو مكروه [شرح النووی علی مسلم14:168]

[55] "حدثني عمران، قال: قال نبي الله ﷺ : «يدخل الجنة من أمتي سبعون ألفا بغير حساب»، قالوا: ومن هم يا رسول الله؟ قال: «هم الذين لا يكتوون ولا يسترقون، وعلى ربهم يتوكلون»، فقام عكاشة، فقال: ادع الله أن يجعلني منهم، قال: «أنت منهم»، قال: فقام رجل، فقال: يا نبي الله، ادع الله أن يجعلني منهم، قال: «سبقك بها عكاشة»"[صحیح بخاری، حدیث:5705، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب، حدیث:218]

[56] **ابن حبان روایت کرتے ہیں:** دخل عبد الله على امرأة وفي عنقها شيء معوذ، فجذبه فقطعه، ثم قال: لقد أصبح آل عبد الله أغنياء أن يشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا، ثم قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "إن الرقى والتمائم والتولة شرك" قالوا: يا أبا عبد الرحمن، هذه الرقى والتمائم قد عرفناها، فما التِّوَلَةُ ؟ قال شيءٌ يَصْنَعُهُ النساءُ يَتَحَبَّبْنَ إلى أزواجهن [صحیح ابن حبان13:456، روایت:6090]

بیہقی فرماتے ہیں: قال أبو عبيد: أَمَّا التِّوَلَةُ فهي بكسر التاء وهو الذي يُحَبِّبُ الْمَرْأَةَ إلى زوجها هو من السحر وذلك لا يجوز [السنن الکبری9:588]

[57] زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، 1:476

[58] **ابو بکر طرطوشی** [وفات:520ھ] **لکھتے ہیں:** منع الله المسلمين أن يقولوها وإن كانت جائزة لئلا يتذرع اليهود بذلك إلى ما لا يجوز وهذا في الحقيقة منع جائز في الظاهر؛ لما كان يتطرق به إلى باطن ممنوع [الحوادث والبدع، الباب الاول: الامور التی ظاہرھا سلم جرت الی ھلک:26] **اور یہ آیت سد ذرائع کے لئے دلیل ہے۔**

[59] بحق فلان، درود تاج اور ببرکۃ فلان پر تفصیلی گفتگو سورۃ البقرۃ:59 کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

[60] **سیدنا مجاہد معنی کرتے ہیں:** اُنظُرنَا أَفْهِمْنَا و بَيِّنْ لنا [النکت والعیون، ماوردی، 1:170]

[61] یہ معنی آیت سے ماخوذ "قاعدہ کلیہ" کے طور پر کیا گیا ہے۔

[62] **بغوی فرماتے ہیں:** وذلك أن المسلمين كانوا يقولون: راعنا يا رسول الله، من المراعاة، أي: أَرْعِنا سَمْعَك، أي: فَرِّغْ سمعَك لكلٍ مِنَّا [معالم التنزیل1:152]

[63] **حسن بصری کی قراءت میں " رَاعِنًا " تنوین کے ساتھ ہے جس کے معنی حمق یعنی بیوقوفی کے ہیں۔ زجاج لکھتے ہیں:** وقرأ الحسن : لَا تَقُولُوا رَاعِنًا بالتنوين، والذي عليه الناس راعنا غير منون ... فالمعنى فيه لا تقولوا حمقا، من الرعونة [معانی القرآن واعرابہ 1:188]

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: ومن قرأها رَاعِنًا بالتنوين أراد: اسما مأخوذا من الرعن والرعونة، أي لا تقولوا: حمقا ولا جهلا [غریب القرآن:60]

[64] **امام رازی لکھتے ہیں:** "أن اليهود كانوا يقولون: راعينا أي أنت راعي غنمنا فنهاهم الله عنها" [التفسیر الکبیر3:635]

[65] قرآن وحدیث سے مذکورہ تمام چیزوں میں برکت کا ڈالا جانا ثابت ہے۔

[66] اور صحیح بخاری کی دیگر روایات میں مزید وضاحت ہے:

1. "فقال أسيد بن حضير: لقد بارك الله للناس فيكم يا آل أبي بكر، ما أنتم إلا بَرَكَةٌ لهم" [صحیح بخاری، کتاب التیمم، حدیث:334]
2. "فقال أسيد بن حضير لعائشة: جزاك الله خيرا، فوالله ما نزل بك أمر تَكْرَهِينَهُ، إلا جعل الله ذلك لك وللمسلمين فيه خيرا [صحیح بخاری، کتاب التیمم، حدیث:336]

محمد طاہر پٹنی [وفات:986ھ] **فرماتے ہیں:** "ما هي بأول بركتكم أي بركة رخصة التيمم ليست بأول بل هي مسبوقة بغيرها من البركات" [مجمع بحار الانوار1:117]

انورشاہ کشمیری [وفات:1353ھ] **فرماتے ہیں:** "ما هي بأول بركتكم يا آل أبي بكر: بل هي مسبوقة بغيرها. وفي رواية: «فوالله ما نزل بك أمر تكرهينه إلا جعل الله للمسلمين فيه خيرا» وفي النكاح: «إلا جعل الله لك منه مخرجا وجعل للمسلمين فيه بركة». وهذا يشعر بأن هذه القصة كانت بعد قصة الإفك. فإن فقدان القلادة، والتماس الناس، والبركة لهم، والمخرج لها كلها في قصة الإفك، وإليها يتبادر الذهن لشهرتها" [**فیض الباری علی صحیح البخاری** 514:1]

[67] والخير الوحي [**مدارک التنزیل وحقائق التاویل** 118:1] **ابن جوزی لکھتے ہیں:** أراد بالخير: العلم والفقه والحكمة [**زاد المسیر** 98:1]

[68] **قرآن مجید میں جگہ جگہ متنبہ کیا گیا ہے کہ دشمنان دین تمہارے لئے کیا چاہتے ہیں اور کیا نہیں چاہتے:**

1. **تم پر تمہارے رب کی جانب سے خیر (وحی، علم) نازل ہونا نہیں چاہتے۔** — **سورة البقرة**:105
2. **اکثر اہل کتاب چاہتے ہیں کہ کاش تمہیں ایمان سے کفر کی جانب پھیر دیں۔** — **سورة البقرة**:109
3. **کفار چاہتے ہیں کاش کہ تم بھی انہی جیسے کافر بنو تو دونوں کفر میں برابر ہو جائیں۔** — **سورة النساء**:89
4. **کفار چاہتے ہیں کاش کہ تم اپنے اسلحے اور سامان حرب سے غافل ہو جاؤ۔** — **سورة النساء**:102

[69] **ابن جوزی کہتے ہیں: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رحمت سے مراد نبوت ہے۔ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک مراد اسلام ہے۔** [**زاد المسیر** 98:1]

ابن عطیہ لکھتے ہیں: والرحمة في هذه الآية عامة لجميع أنواعها التي قد منحها الله عباده قديما وحديثا، وقال قوم: الرحمة هي القرآن، وقال قوم: نبوة محمد صلى الله عليه وسلم، وهذه أجزاء الرحمة العامة التي في لفظ الآية [**المحرر الوجیز** 190:1]

[70] **سورۃ یونس** 58:10

[71] **امام رازی لکھتے ہیں:** اعلم أن هذا هو النوع الثاني من طعن اليهود في الإسلام، فقالوا: ألا ترون إلى محمد يأمر أصحابه بأمر ثم ينهاهم عنه ويأمرهم بخلافه، ويقول اليوم قولا وغدا يرجع عنه، فنزلت هذه الآية [**التفسیر الکبیر** 636:3] **اور واحدی لکھتے ہیں کہ یہ اعتراض مشرکین کی طرف سے تھا۔** [**اسباب النزول**:34]

ربط: ماقبل میں کہا گیا کہ رَاعِنَا **کی بجائے** انْظُرْنَا **کہو تو اس آیت میں کہا گیا کہ جو ہم منسوخ کرتے ہیں وہ پہلے سے بہتر ہوتا ہے۔**

[72] **زیر بحث آیت میں اللہ کی صفت قدرت لائی گئی ہے اور سورۃ النحل:101 میں اللہ کی صفت علم کو ذکر کیا ہے۔ یعنی اللہ نسخ کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کہ وہ عالم ہے اور وہ قادر ہے۔**

[73] **امام سرخسی لکھتے ہیں:** المذهب عند المسلمين أن النسخ جائز في الأمر والنهي ... وعلى قول اليهود النسخ لا يجوز أصلا وهم في ذلك فريقان فريق منهم يأبى النسخ عقلا وفريق يأبى جوازه سمعا وتوقيفا وقد قال بعض من لا يعتد بقوله من المسلمين إنه لا يجوز النسخ الخ [**اصول السرخسی** 54:2]

امام رازی لکھتے ہیں: النسخ عندنا جائز عقلا واقع سمعا خلافا لليهود، فإن منهم من أنكره عقلا ومنهم من جوزه عقلا، لكنه منع منه سمعا، ويروى عن بعض المسلمين إنكار النسخ، واحتج الجمهور من المسلمين على جواز النسخ ووقوعه [**التفسیر الکبیر** 637:3]

[74] **رحمت اللہ کیرانوی لکھتے ہیں:** كما أن في تبديل المواسم مثل الربيع والصيف والخريف والشتاء، وكذا في تبديل الليل والنهار وتبديل حالات الناس مثل الفقر والغنى والصحة والمرض وغيرها حِكَماً، ومصالح لله تعالى سواء ظهرت لنا أو لم تظهر فكذلك في نسخ الأحكام حكم ومصالح له نظراً إلى حال المكلفين والزمان والمكان، ألا ترى أن الطبيب الحاذق يبدل الأدوية والأغذية بملاحظة حالات المريض وغيرها على حسب المصلحة التي يراها، ولا يَحْمِل أحدٌ فعلَه على العبث والسفاهة والجهل، فكيف يَظنُّ عاقلٌ هذه الأمور في الحكيم المطلق العالم بالأشياء بالعلم القديم الأزلي الأبدي [**اظہار الحق، الباب الثالث فی اثبات النسخ**، 641:3]

[75] **ابن فارس** [وفات:395ھ] **لکھتے ہیں:** نسخ : النون والسين والخاء أصل واحد، إلا أنه مختلَفٌ في قياسه. قال قوم: قياسُه رَفْعُ شيءٍ وإثباتُ غيرِهِ مكانَهُ. وقال آخرون: قياسُه تَحْوِيلُ شيءٍ إلى شيءٍ . قالوا: النسخُ : نَسْخُ الْكِتَابِ . والنسخ: أمرٌ كان يُعْمَلُ به منْ قبلُ ثم يُنْسَخُ بحادثٍ غيرِهِ، كالآية يَنْزِل فيها أمرٌ ثم تُنْسَخُ بآيةٍ أخرى. وكل شيء خلف شيئا فقد انتسخه. وانْتَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ ، والشَّيْبُ الشَّبَابَ [**معجم مقاییس اللغۃ** 424:5]

خطیب بغدادی [وفات:463ھ] **لکھتے ہیں:** النسخ في اللغة يستعمل في الرفع والإزالة يقال: نسخت الشمس الظل ونسخت الرياح الآثار إذا أزالتها ويستعمل في النقل يقال: نسخت الكتاب إذا نقلت ما فيه وإن لم تزل شيئا عن موضعه [**الفقیہ والمتفقہ** 244:1، **غزالی، المستصفی**:86]

امام سرخسی [وفات:483ھ] نے نسخ کے شائع تین معانی یعنی نقل کرنا، ابطال اور زائل کرنا کو مرجوح قرار دیا ہے اور اس کے مقابلے میں "تبدیل" کو "اولی الوجوہ" قرار دیا ہے جو کہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے: وَإِذَا بَدَّلْنَآ ءَايَةً مَّكَانَ ءَايَةٍ [سورة النحل:101] وإذا كان اسم النسخ شرعيا معلوما بالنص فجعله عبارة عما يكون معلوما بالنص أيضا يكون أولى الوجوه [اصول السرخسی54:2]

[76] امام بخاری سورۃ جاثیہ کی تفسیر میں سیدنا مجاہد سے نقل کرتے ہیں: نَسْتَنسِخُ أي نكتب [صحیح بخاری، تفسیر سورۃ جاثیہ، حدیث:4826 سے قبل]

[77] شوکانی، إرشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الأصول51:2

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر، العرفان من اصول القرآن، فصل فی معرفۃ النسخ، ص:110

نسخ کی اصطلاحی تعریف مختلف تعبیرات کے ساتھ:

1. رفعُ الحكمِ الثابتِ بخطابٍ متقدّمٍ بخطابٍ مُتَرَاخٍ عنه [ابن قدامہ [وفات:620ھ] ، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، الباب الثالث: النسخ219:1]
2. هو إزالةُ ما قد إستقرَّ من الحكم الشرعي بخطابٍ واردٍ متراخياً لولاهُ لكانَ السابقُ ثابتاً [قرطبی، الجامع لاحکام القرآن64:2]
3. رفعُ الحكمِ الشرعيِّ بدليلٍ شرعيٍّ متأخّرٍ [علاء الدین بخاری [وفات:730ھ]، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، 156:3، الموافقات للشاطبی341:3،]

[78] ابو عبید قاسم بن سلام [وفات:224ھ] فرماتے ہیں: ما نسخه الله عز وجل لمحمد ﷺ من اللوح المحفوظ، فأنزله عليه، فيصير المنسوخ على هذا التأويل وبهذه القراءة جميعُ القرآن يقولون: لأنه نسخ للنبي ﷺ من أم الكتاب، فأنزله عليه، ويكون النَّسْءُ: ما أخَّره الله عز وجل وتركه في أم الكتاب فلم يُنْزِلْه، وكذلك النسء في التأويل إنما هو التأخير، ومنه قوله عز وجل: إِنَّمَا ٱلنَّسِىٓءُ زِيَادَةٌ فِى ٱلْكُفْرِ هو في التفسير: تأخيرهم تحريم المحرم إلى صفر ... قال أبو عبيد: وأما الذي نذهب إليه ونختاره فغير ذلك، وهو: أن يكون المنسوخ ما تعرفه الأمة من ناسخ القرآن ومنسوخه، وتكون القراءة: أَوْ نُنسِهَا ، بمعنى النسيان، وهي قراءة الأكابر من أصحاب رسول الله ﷺ منهم: أبي بن كعب، وعبد الله بن مسعود، وسعد بن أبي وقاص، وعبد الله بن عباس – على أنه قد اختلف عن ابن عباس فيها – وقرأ بها من التابعين: سعيد بن المسيب، والضحاك بن مزاحم، وأهل المدينة وأهل الكوفة [الناسخ والمنسوخ:9–10]

ابن قتیبہ [وفات:276ھ] لکھتے ہیں: مَا نَنسَخْ مِنْ ءَايَةٍ أَوْ نُنسِهَا أراد: أو نُنْسِكَهَا من النسيان. ومن قرأها: "أو نَنْسَأْها" بالهمز . أراد: نُؤَخِّرْها فلا نَنْسَخْها إلى مدة. ومنه النسيئة في البيع إنما هو البيع بالتأخير. ومنه النسيء في الشهور إنما هو تأخير تحريم "المحرم" [غریب القرآن:60]

علم ناسخ اور منسوخ کی اہمیت:

عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: أن عليا مر بقاص، فقال: «أتعرف الناسخ من المنسوخ؟» قال: لا قال: «هلكت وأهلكت» قال: ومر بآخر قال: «ما كنيتك؟» قال: أبو يحيى قال: «بل أنت أبو اعرفوني»[مصنف عبد الرزاق220:3،روایت:5407، مصنف ابن ابی شیبہ290:5،روایت:26192]

اور اسی طرح کا جواب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جو انہوں نے ایک قصہ خوان کو دیا تھا۔[قاسم بن سلام، الناسخ والمنسوخ:4]

[79] جرجانی فرماتے ہیں: الاستطراد: سوق الكلام على وجه يلزم منه كلام آخر، وهو غير مقصود بالذات بل بالعرض [التعریفات:20]

[80] اس کی وضاحت سورۃ البقرۃ:142 میں آجائے گی۔

[81] سورۃ الانفال8:65–66

[82] ابو البقاء لکھتے ہیں: مَا شرطیہ ہے اور نَنسَخْ کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے اور نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ جواب شرط ہے۔[التبیان فی اعراب القرآن102:1]

ابن جوزی لکھتے ہیں: نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ قال ابن عباس: بأَلْيَنَ منها وأَيْسَرَ على الناس . أَوْ مِثْلِهَآ أي في الثواب والمنفعة [زاد المسیر فی علم التفسیر98:1] سورۃ الانفال میں اس خیریت کی ایک نوع تخفیف ذکر کی گئی ہے اور ساتھ اللہ کے علم کو بھی ذکر کیا ہے۔ ٱلْـَٔـٰنَ خَفَّفَ ٱللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا [سورۃ الانفال66:8]

ابو بکر جصاص نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ کے بارے میں لکھتے ہیں: إما في التخفيف أو في المصلحة ولم يقل أحد منهم: خير منها في التلاوة ; إذ غيرُ جائزٍ أن يقالَ إن بعض القرآن خيرٌ من بعضٍ في معنى التلاوة والنظم ; إذ جميعُه معجزٌ كلامُ الله [احکام القرآن72:1]

[83] سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: من فسد من علمائنا ففيه شَبَهٌ من اليهود ومن فسد من عُبَّادِنا ففيه شَبَهٌ من النصارى [مجموع الفتاوی197:1، اقتضاء الصراط المستقیم79:1]

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: فإن أردت أن ترى أنموذج اليهود فانظر إلى علماء السوء الذين يطلبون الدنيا [الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:27]

[84] معربین لَوۡ کو مصدریہ لیتے ہیں، تمنائیہ نہیں کیونکہ وَدَّ میں تمنا کا معنی پڑھا ہوا ہے۔[محی الدین درویش، اعراب القرآن وبیانہ 1:166]

[85] ابن جوزی لکھتے ہیں: فأما الحسد فهو تمني زوالِ النعمةِ عن المحسود وإن لم يَصِرْ للحاسد مثلُها، وتُفارِقُه الغبطةُ فانها تمني مثلِهَا من غير حبّ زوالها عن المغبوط [زاد المسیر 1:101]

امام نووی فرماتے ہیں: قال العلماء الحسد قسمان : حقيقي ومجازي فالحقيقي تمني زوال النعمة عن صاحبها وهذا حرام بإجماع الأمة مع النصوص الصحيحة وأما المجازي فهو الغبطة وهو أن يتمنى مثل النعمة التي على غيره من غير زوالها عن صاحبها فإن كانت من أمور الدنيا كانت مباحة وإن كانت طاعة فهي مستحبة [شرح النووی علی مسلم 6:97]

[86] امام راغب لکھتے ہیں: الصفح: ترك التثريب، وهو أبلغ من العفو وقد يعفو الانسان ولا يصفح [المفردات فی غریب القرآن:486] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: العفو ترك عقوبة المذنب، والصفح ترك تثريبه [انوار التنزیل واسرار التاویل 1:100]

[87] ابن جوزی فرماتے ہیں: قال ابن عباس: فجاء الله بأمره في النضير بالجلاء والنفي، وفي قريظة بالقتل والسبي [زاد المسیر فی علم التفسیر 1:101]

[88] ابوداؤد روایت کرتے ہیں: عن حذيفة قال: كان النبي ﷺ إذا حزبه أمر صلى [سنن ابوداود، کتاب الصلاۃ، باب وقت قیام النبی ﷺ، حدیث:1319] إسناده ضعيف لجهالة محمد بن عبد الله .

امام احمد بن حنبل صحیح سند کے ساتھ صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گذشتہ پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کے بارے میں فرمایا: فقام إلى الصلاة، وكانوا إذا فَزِعُوا فزعوا إلى الصلاة [مسند احمد 39:349، حدیث:23927]

ابن کثیر سورۃ البقرۃ کی آیت:45 کے تحت ذکر کرتے ہیں: فإن الصلاة من أكبر العون على الثبات في الأمر [تفسیر القرآن العظیم 1:155]

[89] امور مصلحہ لدفع العذاب کے لئے دیکھیں: سورۃ بنی اسرائیل 17:23-38

[90] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: تِلۡكَ أَمَانِيُّهُمۡ إشارة إلى الأماني المذكورة، وهي أن لا ينزل على المؤمنين خير من ربهم، وأن يردوهم كفارا، وأن لا يدخل الجنة غيرهم [انوار التنزیل واسرار التاویل 1:101]

[91] ازہری [وفات:370ھ] لکھتے ہیں: يُقَال: اشتقاقُه من هاتَى يُهاتِي، الْهَاء فِيهَا أصليَّة. وَيُقَال: بل الْهَاء مُبدَلة من الْألف المقطوعة فِي آتَى يُؤَاتِي [تہذیب اللغۃ 6:209]

ابو البقاء [وفات:616ھ] نے بھی دونوں اقوال ذکر کئے ہیں اور کہا ہے: وهاتوا فعل متعد إلى مفعول واحد، وتقديره: أَحْضِرُوْا [التبیان فی اعراب القرآن 1:106]

رضی الدین استر اباذی [وفات:686ھ] لکھتے ہیں: وقال الخليل: أصل هات: آت ، من آتي يؤتي إيتاء، فقُلِبَتِ الهمزةُ هاءً، ومن قال هو اسم فعل، قال: لحوق الضمائر به لقوة مشابهته لفظا للأفعال [شرح الرضی علی الکافیہ 3:93]

[92] ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 18:65

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے عنوان باندھا ہے: الأصل الثالث عشر: الندب حكم شرعي اور اس پر متعدد حوالے ذکر کئے ہیں۔[اُصول السنۃ لردّ البدعۃ:104-109]

[93] ليس كما قال الزاعمون [جامع البیان 2:510] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: بَلَىٰ إثباتٌ لما نَفَوْهُ من دخولِ غيرِهم الجنةَ [انوار التنزیل واسرار التاویل 1:101]

[94] ابن کثیر کی عبارت یوں ہے: فإن للعمل المتقبل شرطين: أحدهما أن يكون صوابا خالصا لله وحده، والآخر أن يكون صوابا موافقا للشريعة، فمتى كان خالصا ولم يكن صوابا لم يتقبل "[تفسیر القرآن العظیم 1:267]

فضیل بن عیاض [105-187ھ] فرماتے ہیں: أخلصه وأصوبه فإنه إذا كان خالصا ولم يكن صوابا لم يقبل وإذا كان صوابا ولم يكن خالصا لم يقبل حتى يكون خالصا والخالص إذا كان لله والصواب إذا كان على السنة [حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، 8:95]

[95] جملة حالية [البحر المحیط فی التفسیر 1:564]

[96] وبخهم على المكابرة والتشبه بالجهال [انوار التنزیل واسرار التاویل 1:101]

امام بقاعی لکھتے ہیں: شبه بهم في نحو هذا القول الجهلة الذين ليس لهم كتاب الذين هم عندهم ضلال، وفي ذلك غاية العيب لهم لتسوية حالهم مع علمهم بحال الجهلة في القطع في الدين بالباطل كما سوى حالهم بهم في الحرص على الحياة في الدنيا ... وساق ذلك جواب سائل كأنه قال: هذا قول العلماء بالكتاب فما حال من لا علم له؟ فقال: كَذَٰلِكَ أي: مثل هذا القول البعيد عن القصد [نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور 2:116]

«اس قول میں ان کی تشبیہ ان جاہلوں کے ساتھ دی گئی جو ان کے نزدیک گمراہ تھے۔ اور اس میں ان کی حد درجہ مذمت بیان کرنا مقصود ہے۔ اور اس سے پہلے ان کی تشبیہ دنیا کی لالچ میں بھی ان کے ساتھ دی گئی تھی [سورۃ البقرۃ:95] وَهُمْ يَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ میں گویا کہ سائل کے سوال کا جواب ہے کہ عالم بالکتاب کا یہ حال ہے تو جاہل کا کیا کہنا»

خلاف اور اختلاف میں فرق:

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: والاختلاف والمخالفة : أن يأخذ كل واحد طريقا غير طريق الآخر في حاله أو قوله، والخلاف أعم من الضد، لأن كل ضدين مختلفان، وليس كل مختلفين ضدين، ولما كان الاختلاف بين الناس في القول قد يقتضي التنازع استعير ذلك للمنازعة والمجادلة [**المفردات فی غریب القرآن:294،مادۃ: خلف**]

ابو البقاء الکفوی [1094ھ] **فرماتے ہیں:** والاختلاف في الأصول ضلال، وفي الآراء والحروب حرام والاختلاف في الفروع هو كالاختلاف في الحلال والحرام ونحوهما؛ والاتفاق فيه خير قطعاً ولكن هل يقال إن الاختلاف فيه ضلال ؟ كالأولين فيه خلاف «1» والاختلاف: هو أن يكون الطريق مختلفا والمقصود واحدا . والخلاف: هو أن يكون كلاهما مختلفا «2» والاختلاف: ما يستند إلى دليل . والخلاف: ما لا يستند إلى دليل .«3» والاختلاف من آثار الرحمة والخلاف من آثار البدعة [**الکلیات:61**]

«الخلاف شر»«خلاف شر ہے»:

ابو داؤد روایت کرتے ہیں: عن عبد الرحمن بن يزيد، قال: صلى عثمان بمنى أربعا، فقال عبد الله: «صليت مع النبي ﷺ ركعتين، ومع أبي بكر ركعتين، ومع عمر ركعتين»، زاد، عن حفص، ومع عثمان صدرا من إمارته، ثم أتمها زاد من ها هنا عن أبي معاوية، ثم تفرقت بكم الطرق فلوددت أن لي من أربع ركعات ركعتين متقبلتين. قال: الأعمش، فحدثني معاوية بن قرة، عن أشياخه، أن عبد الله صلى أربعا، قال: فقيل له: عبت على عثمان ثم صليت أربعا، قال: «**الخلاف شر**» إسناده صحيح .

«عبد الرحمن بن یزید سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منی میں چار رکعتیں پڑھیں۔ تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دو رکعت (یعنی قصر نماز) پڑھی ہے۔ بعد میں خود عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چار رکعت نماز پڑھی۔ کسی نے ان سے کہا: آپ نے سیدنا عثمان پر طعن کیا اور اب خود چار رکعت پڑھنے لگے فرمایا: خلاف میں شر ہے» [سنن ابو داؤد، کتاب المناسک، باب الصلاۃ بمنی، حدیث:1960]

اختلاف بہر حال ضرور ہوگا اور اختلاف کا حل:

ابو داؤد سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں ایک بلیغ اور نصیحت بھرا وعظ فرمایا کہ جسے سن کر آنکھیں بہنے لگیں اور دل ڈر گئے تو ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ ﷺ گویا کہ یہ الوداعی نصیحت ہے۔ تو آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور تقوی کی وصیت کرتا ہوں اور سننے اور ماننے کی اگرچہ ایک حبشی غلام تمہارا امیر کیوں نہ ہو:

فإنه من يَعِشْ منكم بعدي فسيرى اختلافا كثيرا [سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، حدیث:4607]

« پس جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو عنقریب وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا » پس تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کو پکڑے رہو اور اسے ڈاڑھوں سے محفوظ پکڑ کر رکھو اور دین میں نئے امور نکالنے سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

امام رازی آج یہی شکوہ امت محمدی ﷺ سے کرتے ہیں کہ ہر گروہ دوسرے کی تکفیر کر رہا ہے: واعلم أن هذه الواقعة بعينها قد وقعت في أمة محمد صلى الله عليه وآله وسلم فإن كل طائفة تكفر الأخرى مع اتفاقهم على تلاوة القرآن [**التفسیر الکبیر 10:4**]

[97] **ابن جزی لکھتے ہیں:** وَهُمْ يَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ تقبيح لقولهم مع تلاوتهم الكتاب [التسهيل لعلوم التنزيل 94:1]

امام بقاعی لکھتے ہیں: وَهُمْ يَتْلُونَ ٱلْكِتَٰبَ أي مع أنَّ في كتابِ كلٍ منهم حَقِّيَّةَ أصلِ دينِ الآخَرِ [**نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور 116:2**]

بیضاوی لکھتے ہیں: فإن قيل: لم وبخهم وقد صَدَقُوا، فإن كلا الدينين بعد النسخ ليس بشيء؟. قلت: لم يَقْصِدُوْا ذلك، وإنما قصدَ به كلُّ فريقٍ إبطالَ دينِ الآخَرِ من أصله، والكفرَ بنبيهِ وكتابِهِ مع أن ما لم يُنْسَخْ منهما حقٌّ واجبُ القبولِ والعملِ به «اگر کوئی سوال کرے کہ ان کو یہ توبیخ کیوں دی گئی حالانکہ وہ تو سچ کہہ رہے ہیں کیونکہ دونوں دین منسوخ ہونے کے بعد ليس بشيء ہیں؟ میں (بیضاوی) کہتا ہوں: ان کی یہ مراد نہیں تھی بلکہ ان کی مراد ایک دوسرے کے دین کا بنیاد سے باطل قرار دینا، نبی اور کتاب سے انکار کرنا تھا۔ حالانکہ دونوں میں سے غیر منسوخ باتیں حق، ماننا اور عمل کرنا لازم ہے» [انوار التنزیل واسرار التاویل 101:1]

98 محمد بن بہادر بن عبد اللہ، زرکشی، ابو عبد اللہ، بدر الدین 745ھ =1344ء کو مصر میں پیدا ہوئے۔ ترکی الاصل اور شافعی المسلک فقیہ تھے۔ اصولی عالم تھے۔ کئی فنون میں مفید کتابیں لکھیں۔ مصر میں 794ھ =1392ء کو وفات پائی۔[الدرر الکامنۃ 397:3، ترجمہ:1059، الاعلام 60:6، طبقات المفسرین، قرن ہشتم:442-443، ترجمہ:474-76]

99 زرکشی نے اس کے چار جوابات دیئے ہیں اور ان میں سے ایک جواب وہ ہے جو متن میں ذکر ہوا: تخصيص كل واحد في هذه المواضع بمعنى صلته فكأنه قال: لا أحد من المانعين أظلم ممن منع مساجد الله ولا أحد من المفترين أظلم ممن افترى على الله كذبا وكذلك باقيها وإذا تخصص بالصلات زال عنه التناقض [البرہان فی علوم القرآن، النوع السادس والاربعون، 74:4-75]

100 مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چھ ہجری میں عمرہ کرنے سے منع کیا تھا۔ جس کی وضاحت سورۃ الفتح میں آجائے گی اور حدیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

101 ابو بکر مرغینانی فرماتے ہیں: ويكره أن يغلق باب المسجد لأنه يشبه المنع من الصلاة [الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا، 65:1] اس کی تشریح میں ابن الہمام لکھتے ہیں: قوله لأنه يشبه المنع من الصلاة وهو حرام، قال تعالى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ [فتح القدیر 421:1]

102 ابن کثیر کی پوری عبارت یوں ہے:

وليس المراد من عمارتها زخرفتها وإقامة صورتها فقط، إنما عمارتها بذكر الله فيها وإقامة شرعه فيها، ورفعها عن الدنس والشرك [تفسیر القرآن العظیم 270:1]

103 امام رازی نے اس جملے کی چھ توجیہات کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں ایمان والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ عنقریب اللہ انہیں فتح نصیب کرے گا جس کے بعد یہ کافر مسجد میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں گے۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ بظاہر خبر ہے لیکن بمعنی انشاء ہے یعنی جس میں کافروں کو منع کیا گیا ہے کہ مسجدوں میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں، چہ جائیکہ وہاں سے تم اہل ایمان کو منع کرو۔[التفسیر الکبیر 12:4]

104 امام بقاعی لکھتے ہیں: ولما أَفهمتِ الآيةُ أنه حصل لأولياء الله منعٌ من عمارة بيت الله بذكره، وكان الله تعالى قد مَنَّ على هذه الأمة بأن جعل الأرض كلها لها مسجدا سَلَّى المؤمنينَ بأنهم أينما صلوا بقصد عبادته لَقِيَهُمْ ثَوَابُهُ لأنه لا يختَصُّ به جهةَ دون جهةٍ ، لأن ملكه للكل على حد سواء [نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، 121:2]

105 فارسی ضرب المثل جو اردو میں بھی مستعمل ہے۔ اقبال کہتا ہے:

فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند — مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا
جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے — اے مردِ خدا، ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

[ضربِ کلیم:44-45(تسلیم ورضا)]

106 محمد طاہر، اصول السنۃ لرد البدعۃ:3

107 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے اپنی کتاب میں ان لوگوں کے شبہ کا تفصیلی جواب دیا ہے جو کہ بدعت شرعی کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کے قائل ہیں۔
[ضیاء النور، الشبہۃ الثانیۃ، 105-110]

108 نووی، تہذیب الاسماء واللغات، حرف الباء، 22:3، ضیاء النور:25-26

109 ابراہیم بن موسیٰ بن محمد لخمی، غرناطی، مشہور بہ شاطبی، اصول دین کے ماہر عالم اور حافظ تھے۔ غرناطہ (اندلس) سے تعلق تھا۔ مالکی مذہب کے ائمہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ کئی مفید اور معتبر کتابیں تصنیف کیں۔ 790ھ =1385ء کو وفات پائی۔[فہرس الفہارس والاثبات، عبد الحی کتانی 134:1، الاعلام 75:1]

110 شاطبی، الاعتصام، الباب الخامس فی احکام البدع الحقیقیۃ والاضافیۃ والفرق بینہما، 367:1، اصول السنۃ:4، ضیاء النور:28-29

111 شاہ اسماعیل شہید، ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح (اردو):32

112 شاطبی، الاعتصام، 367:1، ضیاء النور:28

113 شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے اس کی اور بھی متعدد مثالیں دی ہیں: قبروں کی بدعات جیسے قوالی کی مجالس، عرس اور قبروں سے مدد طلب کرنا، شرکیہ وسائل، تقدیر سے انکار، خبر واحد سے انکار [ضیاء النور:33، 46، اصول السنۃ:4]

114 ضیاء النور:29

115 اصول السنۃ:4-5۔ اور ضیاء النور:29، میں ان الفاظ میں تعریف کی ہے: أن يحدث فى الأمر الماثور من الهيئات الجديدة أو أن يؤدى المامور به على طريقة غير منقولة .

اس کی مثالیں یوں ذکر کرتے ہیں: كتخصيص الليالي والأيام للعبادات والصدقات أو تخصيص الأمكنة والبقاع سوى المساجد الثلاثة أو أحداث الهيئات كالذكر بالجهر والحلقة له وهيئة الإجتماع للدعاء بعد السنة و كذلك تحديد الأمور الشرعية تكميلا أو تحسينا أو لزوما [**اصول السنۃ**:4-5]

116 **مشرکین کے اسی شبہ کہ اللہ کے نائب ہیں کو قرآن نے جگہ جگہ ذکر کیا ہے اور اس کے جوابات دیئے ہیں:**

1. **سورۃ یونس:68-69 اور پانچ جوابات**
2. **سورۃ الانبیاء:26-28 اور پانچ جوابات** **اتخاذ الولد کی تفصیلی تردید پر سورۃ مریم کا مطالعہ کیا جائے۔**

117 **شیخ القرآن مولانا محمد طاہر فرماتے ہیں:** لو لا يكلمنا الله من صداقة نبوتك إن كنت نبيا والجواب : إن هذا كأقوال السابقين من إخوانهم الكافرين [**سمط الدرر**:37]

118 **شاہ عبد القادر ترجمہ کرتے ہیں: اور کہنے لگے جن کو علم نہیں کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا ہم کو آوے کوئی آیت۔**[**موضح القرآن**:22]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: والأول استكبار والثاني جحود [**انوار التنزیل واسرار التاویل**1:103]

119 **قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:** وفيه إشارة إلى أنهم ما قالوا ذلك لخفاء في الآيات أو لطلب مزيد اليقين، وإنما قالوه عتوا وعنادا [**انوار التنزیل واسرار التاویل**1:103]

120 **کیونکہ دل تو سارے انسانوں کے ایک جیسے ہیں۔ اسی لئے یہاں پر کفر میں مشابہت مراد ہے۔**

ابن قتیبہ فرماتے ہیں: تَشَٰبَهَتۡ قُلُوبُهُمۡ أي يشبه بعضهم بعضا في الكفر والقسوة [**تاویل مشکل القرآن**:68] **ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں:** تَشَٰبَهَتۡ قُلُوبُهُمۡ في المقالة يشبه بعضها بعضا في السؤال [**تاویلات اہل السنۃ**1:549]

121 **امام ماوردی فرماتے ہیں:** بَشِيرًا بالجنة لمن أطاع وَنَذِيرًا بالنار لمن عصى [**النکت والعیون**1:181]

122 أي بالأمر الكامل الذي يُطابقه الواقعُ في كل جزئية يُخْبِرُ بها [**نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور**2:137] **خطیب شربینی، تفسیر السراج المنیر**3:323

ابن جوزی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کرتے ہیں کہ حق سے مراد قرآن ہے۔[**زاد المسیر فی علم التفسیر**1:106]

123 **ابو بکر بن مجاہد بغدادی** [وفات:324ھ] **فرماتے ہیں:** واختلفوا في قوله وَلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلۡجَحِيمِ في ضم التاء مع رفع اللام وفتحها مع جزم اللام . فقرأ نافعٌ وحده: ولا تَسْأَلْ مفتوحة التاء مجزومة اللام . وقرأ الباقون :ولا تُسْأَلُ مضمومة التاء مرفوعة اللام [**کتاب السبعۃ فی القراءات**:169]

124 **ابن عادل فرماتے ہیں:** قرأ الجمهور: «تُسْأَلُ» مبنيًّا للمعفول مع رفع الفعل على النفي...أن مصيرهم إلى الجحيم فمعصيتهم لا تضرّك، ولست مسؤولاً عن ذلك وهو كقوله: فَإِنَّمَا عَلَيۡكَ ٱلۡبَلَٰغُ وَعَلَيۡنَا ٱلۡحِسَابُ وقوله: فَإِنَّمَا عَلَيۡهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيۡكُم مَّا حُمِّلۡتُمۡ [**اللباب فی علوم الکتاب**2:435] **ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی جمہور کے معنی کی تائید کرتی ہے۔ قرطبی فرماتے ہیں:** وقرأ ابن مسعود" وَلَنْ تُسْأَلَ" وقرأ أبي" وَمَا تُسْأَلُ" ومعناهما موافق لقراءة الجمهور [**تفسیر قرطبی**،2:93]

امام احمد بن حنبل سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: أن رسول الله ﷺ قال: إنما أنا مبلغٌ والله يَهْدِي، وقاسمٌ والله يُعْطِي [**مسند احمد**28:133، **حدیث:** 16936] إسناده صحيح لغيره .

125 **ابن عادل فرماتے ہیں:** وقرأ نافع ويعقوب: «تَسْأَلْ» على النَّهي ... وفي المعنى على هذه القراءة وجهان: الاول: نهي عن السؤال عن أحوال الكفرة. والثاني: معنى هذا النهي تعظيم ما وقع فيه الكُفَّار من العذاب، كما إذا سألت عن إنسان واقع في بليّة، فيقال لك: لا تَسْأَلْ عنه [**اللباب فی علوم الکتاب**2:436]

126 **عبد اللہ بن احمد بن حنبل** [وفات:290ھ] **اپنے باپ سے روایت کرتا ہے:**

سمعت أبي رحمه الله، يقول: من قال: القرآن مخلوق فهو عندنا كافر لأن القرآن من علم الله عز وجل، قال الله عز وجل ... وَلَن تَرۡضَىٰ عَنكَ ٱلۡيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡۗ قُلۡ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلۡهُدَىٰۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم بَعۡدَ ٱلَّذِي جَآءَكَ مِنَ ٱلۡعِلۡمِ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٍ [**السنۃ**1:103، **رقم**:3]

127 **ربط: گذشتہ آیت میں فرمایا کہ ہم نے آپ کو تبلیغ کے لئے بھیجا ہے تو مبلغ کے دل میں آتا ہے کیوں نہ بات منوانے کے لئے تھوڑی سی بات ڈھیلی کر دی جائے۔ اس آیت میں اللہ نے فرمایا: بات ڈھیلی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہر گز یہود و نصاریٰ تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم خود یہودی اور نصرانی نہ بن جاؤ۔**

128 **ابن قیم لکھتے ہیں:**"فالاقسام اربعة ٱلَّذِينَ ءَاتَيۡنَٰهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وهذا لا يذكره سبحانه إلا في معرض المدح والذين اوتوا نصيبا من الكتاب لا يكون قط الا في معرض الذم والذين اوتوا الكتاب اعم منه فانه قد يتناولهما ولكن لا يفرد به الممدوحون قط ويا أهل الكتاب يعم الجنس كله ويتناول الممدوح منه والمذموم"[**مفتاح دار السعادۃ**1:104]

[129] يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ

1. **سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ** يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ أی يتبعونه حق اتباعه [**جامع البیان**2:566،**روایت**:1880]
2. **سیدنا عمر رضی اللہ عنہ:** يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ إذا مر بذكر الجنة سأل الله الجنة، وإذا مر بذكر النار تَعَوَّذَ بالله من النار [**تفسیر ابن ابی حاتم**1:218،**روایت**:1160]
3. **سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ** والذي نفسي بيده إن حق تلاوته: أن يحل حلاله ويحرم حرامه، ويقرأه كما أنزله الله، ولا يحرف الكلم عن مواضعه، ولا يتأول منه شيئا على غير تأويله [**جامع البیان**2:567،**روایت**:1886]
4. **قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:** يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ بمراعاة اللفظ عن التحريف والتدبر في معناه والعمل بمقتضاه [**انوار التنزیل واسرار التاویل**1:103]

[130] **ابن جوزی فرماتے ہیں:** على عالمي زمانهم ، قاله ابن عباس، وأبو العالية ومجاهد [**زاد المسیر فی علم التفسیر**1:62] **ابن قتیبہ** [**وفات**:276ھ] **فرماتے ہیں:** وهو من العام الذي أريد به الخاصّ [**غریب القرآن**:48]

[131] **زجاج آیت کے شان نزول کے حوالے سے فرماتے ہیں:** وكانت إليهود تزعم أن آباءها الأنبياء تشفع لها عند الله فآيسهم الله من ذلك [**معانی القرآن واعرابہ**1:128،**زاد المسیر**1:62]

[132] **ابن عطیہ اندلسی**[**وفات**:542ھ]**فرماتے ہیں:** وحصرت هذه الآية المعاني التي اعتادها بنو آدم في الدنيا، فإن الواقع في شدة مع آدمي لا يتخلص إلا بأن يشفع له أو ينصر أو يفتدى [**المحرر الوجیز**1:39] **اسکافی** [وفات:420ھ] **نے بھی چاروں طرق پر خوبصورت گفتگو کی ہے۔**[**درۃ التنزیل وغرۃ التاویل**1:226]

امام رازی فرماتے ہیں: وذلك لأن العرب إذا دفع أحدهم إلى كريهة وحاولت أعوانه دفاع ذلك عنه بذلت ما في نفوسها الأبية من مقتضى الحمية :

1. فذبت عنه كما يذب الوالد عن ولده بغاية قوته .
2. فإن رأى من لا طاقة له بمانعته عاد بوجوه الضراعة وصنوف الشفاعة فحاول بالملاينة ما قصر عنه بالمخاشنة .
3. فإن لم تغن عنه الحالتان من الخشونة والليان لم يبق بعده إلا فداء الشيء بمثله. إما مال أو غيره
4. وإن لم تغن عنه هذه الثلاثة تعلل بما يرجوه من نصر الأخلاء والإخوان

فأخبر الله سبحانه أنه لا يغني شيء من هذه الأمور عن المجرمين في الآخرة [**التفسیر الکبیر**3:494]

ذكر الأمور الثلثة بين الشبهة السابعة والثامنة

[ساتویں اور آٹھویں شبہ کے درمیان تین امور کا بیان]

التنویرعلیالتوحیدوالسنة

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب بھی ایک مضمون کو ختم کرتا ہے تو گذشتہ مضمون پر روشنی ڈالتا [تنویر] ہے۔ ابتدائے سورۃ سے یہاں تک دو مضامین ذکر کئے گئے یعنی توحید اور رسالت۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ دونوں مضامین پر روشنی ڈالنے کے لئے کیا گیا ہے۔ اور ابراہیم کے ذکر کو لانے کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاری بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور مشرکین عرب بھی ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد مانتے ہیں تو قرآن مجید نے گویا کہ تینوں گروہوں کو خطاب کیا ہے کہ اپنے جد امجد کی تعلیمات کو کیوں نہیں مانتے۔ آیت:124 سے آیت:141 تک کی آیات میں تین اہم باتیں ذکر کی گئی ہیں:

1. بيت الله بني للتوحيد فلم تشركون فيه «بیت اللہ توحید کے لئے بنایا گیا ہے کیوں اس میں شرک کرتے ہو؟»
2. إن إبراهيم عليه السلام بشر بهذا النبي صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ و دعا له «بے شک ابراہیم علیہ السلام نے آخری پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لئے دعا کی ہے اور خوشخبری دی ہے»
3. إن التوحيد دين الأنبياء كلهم وتواصوا بذلك «بے شک توحید جملہ انبیاء علیہم السلام کا دین ہے اور انہوں نے اس پر وصیت کی ہے»

”وَإِذِ ٱبْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَـٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّى جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِى ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى ٱلظَّـٰلِمِينَ “ ﴿١٢٤﴾

«اور (یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند احکامات کے ذریعے آزمایا تو وہ ان میں پورا اترے۔ (اللہ نے) کہا بے شک میں تمہیں لوگوں کے لئے پیشوا بناتا ہوں۔ کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) اور میری اولاد میں سے بھی (پیشوا بنا)۔ فرمایا (اللہ نے) میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا»

بِكَلِمَـٰتٍ كَلِمَـٰتٍ كَلِمَةٌ کی جمع ہے جس کے مختلف معانی ہیں: مفرد لفظ، قضیہ اور واقعہ وغیرہ[1]۔

مفسرین نے کلمات کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں:[2]

1. كَلِمَـٰتٍ سے دس احکام فطرت مراد ہیں:

«اللہ نے ابراہیم علیہ السلام پر طہارت کے ذریعے آزمائش کی۔ پانچ سر میں اور پانچ بدن میں۔ وہ جو سر میں ہیں ان میں مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، منہ میں پانی ڈالنا، مونچھیں کتروانا، اور مانگ نکالنا۔ دیگر پانچ میں ناخن کاٹنا، زیر ناف بال لینا، ختنہ کرنا، استنجاء کرنا اور بغل کے بال لینا»[3]

2. كَلِمَـٰتٍ سے مراد وہ تیس احکام ہیں جو سورۃ الاحزاب، سورۃ براءۃ، سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں مذکور ہیں:

«ابراہیم علیہ السلام کو دین کے چند احکام میں آزمایا گیا اور وہ پورا اترے ان احکام میں دس سورۃ الاحزاب، دس سورۃ براءۃ، دس سورۃ المؤمنون اور سورۃ المعارج میں ہیں۔ اور کہا: دین اسلام کے تیس شعبے ہیں»[4]

لیکن مذکورہ روایات کو کَلِمَٰتٍ کی تفسیر ٹھہرانا چند وجوہ سے درست نہیں:

1. احکام فطرت یا دیگر تیس احکام مراد لینا لفظ ٱبْتَلَىٰٓ کے مفہوم کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ آزمائش اور امتحان "امور شاقہ" اور "فعل مکروہ" میں لیا جاتا ہے جو نفس پر گراں ہوں[5]۔ ان احکام کی بجا آوری ایک ادنیٰ مؤمن کے لئے بھی مشکل نہیں۔[6] کسی سے یہ کہنا: آؤ! کھانا کھاؤ تا کہ میں تمہارا امتحان لوں۔ یہ ہرگز امتحان نہیں ہے۔ لیکن کسی سے یہ کہنا کہ آؤ دشمن پر حملہ کرنا ہے۔ اسلحہ اٹھاؤ۔ یہ امتحان ہے۔
2. قرآن مجید نے خود وہ سات آزمائشیں ذکر کی ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ تفسیر القرآن بالقرآن سب سے افضل ہے۔ اگرچہ اکثر مفسرین نے اس قول کو ذکر نہیں کیا لیکن یہ تفسیر نہ صرف لفظ ٱبْتَلَىٰٓ کے مفہوم کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے بلکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی شان کے بھی مناسب ہے۔
3. آیت کی یہ تفسیر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ[7] سے بھی ثابت ہے:

« وہ کلمات جن کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا اور وہ ان میں پورا اترے [1] حکم الٰہی کے مطابق اپنی قوم سے الگ ہونا [2] خطرے کے باوجود نمرود کی مخالفت میں کھڑا ہونا اور اس کے ساتھ مناظرہ کرنا [3] اللہ کے لئے ہولناک آگ میں ڈالے جانے پر صبر کرنا [4] حکم الٰہی کے مطابق اپنے وطن اور اپنے شہر سے ہجرت کرنا [5] مہمانوں کی ضیافت کا حکم دینا اور اس پر صبر کرنا [6] اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی آزمائش »[8]

سات امتحانات اجمالاً

1. نمرود کے ساتھ مناظرہ کرنا [سورۃ البقرۃ:258]
2. باپ اور قوم کے سامنے حق بات کہنا [سورۃ الانعام:74، سورۃ مریم:42، سورۃ الانبیاء:52]
3. بتوں کو توڑنا [سورۃ الانبیاء:57-58، سورۃ الصافات:93]
4. آگ میں ڈالا جانا [سورۃ الانبیاء:68، سورۃ العنکبوت:24، سورۃ الصافات:97]
5. ہجرت کرنا [سورۃ الصافات:99]
6. اپنی بیوی اور بچے کو اللہ کے حکم سے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنا [سورۃ ابراہیم:37]
7. بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنا [سورۃ الصافات:102-103]

تفصیل

پہلا امتحان: نمرود کے ساتھ مناظرہ کرنا

"أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِى حَآجَّ إِبْرَٰهِـۧمَ فِى رَبِّهِۦٓ أَنْ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّىَ ٱلَّذِى يُحْىِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحْىِۦ وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِى بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِى كَفَرَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ " [سورۃ البقرۃ2:258]

« کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا۔ اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت دی تھی، جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں، ابراہیم نے کہا سو بلاشبہ اللہ لاتا ہے سورج کو پورب سے تو اس کو لے آ پچھم سے، پس حیرانی میں پڑ گیا وہ شخص جو کفر اختیار کیے ہوئے تھا اور اللہ قوم ظالمین کو (دلیل کی) توفیق نہیں دیتا»

دوسرا امتحان: **باپ اور قوم کے سامنے حق بات کہنا**

-"وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" [سورۃ الانعام 74:6]

« **اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم بتوں کو مددگار بناتے ہو؟ بلاشبہ میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں** »

-"إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا" [سورۃ مریم 42:19]

« **یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا۔ اے والد! تو کیوں اس کی عبادت کرتا ہے جو سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی تجھے کوئی فائدہ دے سکتا ہے** »

-"إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَىٰ ذَٰلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾" [سورۃ الانبیاء 52:21-56]

« **یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیں کیا ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ تم اور تمہارے باپ دادے کھلی گمراہی میں ہیں۔ وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس سچی بات کے ساتھ آئے ہو یا تم مذاق کرنے والوں میں سے ہو۔ ابراہیم نے کہا کہ تمہارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں** »

-"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ" [سورۃ الشعراء 69:26-76]

« **اور آپ ان کے سامنے ابراہیم کی خبر بیان کریں۔ جب انہوں نے اپنے باپ سے اور قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہم ان پر جمے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو۔ یا یہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں یا ضرر دیتے ہیں؟۔ وہ لوگ کہنے لگے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابراہیم نے کہا اس کی خبر دو جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ تم اور تمہارے باپ دادے** »

تیسرا امتحان: **بتوں کو توڑنا**

-"وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿٥٨﴾ قَالُوا مَن فَعَلَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٩﴾ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾ قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٢﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَٰؤُلَاءِ يَنطِقُونَ" [سورۃ الانبیاء 57:21-65]

« **اور اللہ کی قسم میں اس کے بعد ضرور ضرور تمہارے بتوں کے بارے میں کوئی تدبیر کروں گا جب تم پشت پھیر کر چلے جاؤ گے۔ سو انہوں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے ان کے ایک بڑے بت کے، شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے مددگاروں کے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ بیشک ایسا کرنے والا ظالموں میں سے ہے۔ کہنے لگے کہ ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ ان کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس کو ابراہیم ابراہیم کہا جاتا ہے۔ کہنے لگے اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ اس پر گواہی دیں۔ کہنے لگے اے ابراہیم کیا تم نے ہمارے مددگاروں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا بلکہ**

یہ حرکت کی ہے ان کے بڑے نے سو تم ان سے پوچھ لو اگر وہ بات کر سکتے ہیں۔ پس وہ اپنے نفسوں کی طرف واپس لوٹے کہنے لگے کہ بلاشبہ تم ہی ظالم ہو۔ پھر انہوں نے اپنے سروں کو جھکایا(اور دل ہی دل میں کہا) بیشک تمہیں(اے ابراہیم) معلوم ہے کہ یہ بول نہیں سکتے »

-"فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾" [سورۃ الصافات88-93]

«تب انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی۔ کہا بے شک میں بیمار ہوں تب وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے پس وہ(ابراہیم) ان کے مددگاروں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا ہے تم بولتے نہیں؟ پھر انہیں قوت سے توڑنے پر شروع ہوئے »

چوتھا امتحان: آگ میں ڈالا جانا

-"قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ "[سورۃ الانبیاء21:68-70]

« کہنے لگے اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہے ہم نے حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا اور ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برا برتاؤ کرنا چاہا سو ہم نے انہیں ان میں سے کر دیا جو بہت ہی زیادہ ناکام ہوتے ہیں »

-"فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" [سورۃ العنکبوت29:24]

« سو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اس کو قتل کر ڈالو یا جلا ڈالو، سو اللہ نے ان کو آگ سے نجات دے دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں »

-"قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ "﴿٩٨﴾ [سورۃ الصافات37:97-98]

« کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک مکان بناؤ پھر اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ سو انہوں نے ان کے ساتھ برا برتاؤ کرنے کا ارادہ کیا سو ہم نے ان لوگوں کو نیچا دیکھنے والا بنا دیا»

پانچواں امتحان: ہجرت کرنا

-"وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ" [سورۃ الانبیاء21:71]

« اور ہم نے ابراہیم اور لوط کو اس سرزمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لیے برکت ڈالی ہے »

-"وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ" [سورۃ الصافات37:99]

« اور ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ عنقریب مجھے راہ بتا دے گا »

چھٹا امتحان: اپنی بیوی اور بچے کو اللہ کے حکم سے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنا

"رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ " [سورۃ ابراہیم37:14]

« اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو آپ کے عزت والے گھر کے نزدیک ایسی وادی میں ٹھہرایا جو فصل والی نہیں ہے اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز جاری کریں، سو آپ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیجیے اور انہیں میووں میں سے روزی عطا فرمائیے تاکہ شکر ادا کریں »

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجر اور شیر خوار بچے کو سنسان بیابان میں چھوڑا۔ اور ہاجر فرعون مصر کی بیٹی تھی[9] جو اس نے ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارۃ کو ان کی خدمت کے لئے دی تھی۔ صحیح بخاری میں الفاظ آتے ہیں:" فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ "« پس اس کی خدمت کے لئے ہاجر کو دیا»[10]

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجر کو چھوڑا اور وہ روانہ ہوئے تو بیوی نے کہا:" إلى من تكلنا يا إبراهيم "« اے ابراہیم ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہو»[11]

ساتواں امتحان: بیٹے کی گردن پر چھری پھیرنا

"فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ ٱلسَّعۡيَ قَالَ يَٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلۡمَنَامِ أَنِّيٓ أَذۡبَحُكَ فَٱنظُرۡ مَاذَا تَرَىٰۚ قَالَ يَٰٓأَبَتِ ٱفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُۖ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ أَسۡلَمَا وَتَلَّهُۥ لِلۡجَبِينِ ﴿١٠٣﴾ وَنَٰدَيۡنَٰهُ أَن يَٰٓإِبۡرَٰهِيمُ ﴿١٠٤﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ ٱلرُّءۡيَآۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجۡزِي ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلۡبَلَٰٓؤُاْ ٱلۡمُبِينُ "

[سورۃ الصافات37:102-106]

« سو جب وہ (اسماعیل) ابراہیم کے ساتھ دوڑ دھوپ (کی عمر) کو پہنچا۔ تو ابراہیم نے کہا فرزند! بیشک میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں سو تم دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کر لیجیے، انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ سو جب دونوں گردن نہاد ہوئے اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بلاشبہ ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ کھلا ہوا امتحان ہے»

إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ابتلاء کے بعد امامت کا درجہ ملتا ہے اور اسی لئے محدثین کہتے ہیں: بالصبر واليقين تُنَالُ الإمامةُ في الدين « دین پر استقامت اور اللہ پر اعتماد کی وجہ سے دین میں امامت ملتی ہے»[12] جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

" وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ أَئِمَّةٗ يَهۡدُونَ بِأَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُواْۖ وَكَانُواْ بِـَٔايَٰتِنَا يُوقِنُونَ "[سورۃ الم السجدۃ32:24]

« اور ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے کہ ہمارے دین کا بیان کرتے تھے جب وہ دین پر ثابت قدم ہوئے اور ہماری آیات پر یقین کرنے والے تھے»

لَا يَنَالُ عَهۡدِي ٱلظَّٰلِمِينَ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے دربار میں ظالموں کو درجہ امامت نہیں ملتا، اور نہ ہی اس کا حصول نسب کی بنیاد پر ہے۔[13]

1. **بيت الله بني للتوحيد فلم تشركون فيه**

"وَإِذۡ جَعَلۡنَا ٱلۡبَيۡتَ مَثَابَةٗ لِّلنَّاسِ وَأَمۡنٗا وَٱتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبۡرَٰهِـۧمَ مُصَلّٗىۖ وَعَهِدۡنَآ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِـۧمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيۡتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلۡعَٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ" ﴿١٢٥﴾

« اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے بار بار لوٹنے اور امن کی جگہ بنایا، اور (ہم نے کہا) بنالو مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ، اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل (علیہما السلام) کو حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو (توحید کے ذریعے شرک سے) پاک کرو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے»

مَثَابَةً ثوب سے ہے جس کے معنی "رجوع" کے ہیں[14]۔ کپڑے کو بھی ثوب بدن کی طرف لوٹنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ مَثَابَةً أي مَرْجِعاً یعنی وہ جگہ جس کی طرف لوٹ کر آئیں گے۔[15]

أَمۡنٗا امن کی جگہ۔[16]

طَهِّرَا بَيۡتِيَ اللہ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام دونوں کو یہ حکم دیا تھا کہ اس کے گھر کو پاک کریں۔ اور طہارت سے ظاہری اور باطنی دونوں مراد ہیں:

1. ظاہری طہارت کہ اس میں کوئی ظاہری گندگی نہ پھیلائی جائے۔ اور اللہ کے گھروں کو پاک صاف رکھنا دین کے آداب میں سے ہے۔
2. باطنی طہارت یعنی شرک وبدعت سے صاف کرنا۔

مشرکین مکہ نے کعبہ میں تین سو ساٹھ بت[17] رکھے ہوئے تھے یعنی گویا کہ ان کے ہر دن کا الگ الگ الہ اور مدد گار تھا۔

لیکن افسوس کہ آج بیشتر مساجد شرک وبدعت کی گندگی سے آلودہ ہیں۔ محراب کے اوپر شرکیہ کلمات لکھے ہوتے ہیں؛ مثلاً: یاغوث الاعظم دستگیر، یامحمد وغیرہ۔ حالانکہ قرآن مجید کا ارشاد ہے: " وَأَنَّ ٱلۡمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدۡعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدٗا "[سورۃ الجن 18:72]

«بے شک مسجدیں اللہ کی ہیں پس اس میں اللہ کے بغیر کسی کو مت پکارو»

مسجد کی محراب پر شرکیہ کلمات کا لکھنا تو درکنار، فقہاء نے مسجد کے نقش و نگار کو بھی مستحسن نہیں سمجھا۔ امام محمد بن حسن شیبانی کی کتاب کا نام "الاکتساب فی الرزق المستطاب" ہے اس کی تلخیص ان کے شاگرد محمد بن سماعۃ نے کی ہے۔ فرماتے ہیں:

" للمتولي أن يجصص الحائط بمال المسجد وليس له أن ينقش الجص بمال المسجد ولو فعله كان ضامنا "

« مسجد کے متولی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مسجد کی دیوار مسجد کے مال سے پختہ کرے۔ البتہ اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ مسجد کے مال سے اس دیوار کی نقش و نگار کرے۔ اگر اس نے کیا تو وہ ذمہ دار ہوگا (اور اس سے اس رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا جائے گا)»[18]

جس طرح مساجد کو شرک کی گندگی سے پاک صاف رکھنا لازم ہے اسی طرح اسے بدعات سے بھی پاک رکھا جائے گا۔ امام بخاری سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: " عَنْ عُمَر قَالَ لأن أسمع بنار تحرق في ناحية المسجد أحب إلي من بدعة لَيْسَ لَهَا مغير "«مسجد کے کونے میں آگ لگنے کے بارے میں سنوں یہ مجھے اس میں بدعت کے موجود ہونے سے زیادہ محبوب ہے جس (بدعت) کو کوئی مٹانے والا نہ ہو»[التاریخ الکبیر 53:7][19]

"وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِـۧمُ رَبِّ ٱجۡعَلۡ هَٰذَا بَلَدًا ءَامِنٗا وَٱرۡزُقۡ أَهۡلَهُۥ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ مَنۡ ءَامَنَ مِنۡهُم بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُۥ قَلِيلٗا ثُمَّ أَضۡطَرُّهُۥٓ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلنَّارِۖ وَبِئۡسَ ٱلۡمَصِيرُ "﴿١٢٦﴾

« اور جب کہا ابراہیم (علیہ السلام) نے اے میرے رب بنادے اس شہر کو امن والا اور رزق دے اس کے رہنے والوں کو میووں میں سے ان کو جو ان میں سے اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اور جو شخص کفر کرے گا سو میں اسے تھوڑا سا نفع پہنچاؤں گا۔ پھر اسے دوزخ کے آگ کی طرف کھینچ لوں گا۔ اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے»

"وَإِذۡ يَرۡفَعُ إِبۡرَٰهِـۧمُ ٱلۡقَوَاعِدَ مِنَ ٱلۡبَيۡتِ وَإِسۡمَٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ "﴿١٢٧﴾

« اور (یاد کرو) جب اٹھارہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) کعبہ کی بنیادیں اور اسماعیل (علیہ السلام) بھی۔ (اور دونوں ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے) اے ہمارے رب (اس عمل کو) ہم سے قبول فرما۔ بیشک تو خاص تو سننے والا / قبول کرنے والا، جاننے والا ہے»[20]

إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ٱلسَّمِيعُ بمعنی سننے والا اور مجیب (قبول کرنے والا) دونوں کے ہیں۔ سمع بمعنی اجابت کے آتا ہے جیسے: سمع الله لمن حمده « قبول کرتا ہے اس کی جو اللہ کی حمد کرے»[21] اور سمع وعلم دونوں اسمائے حسنیٰ کو جمع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ کبھی ایک شخص قبول کرنے والا ہوتا ہے لیکن

اسے علم نہیں ہوتا۔ توجب علم ہی نہیں ہے تو کیا قبول کرے گا۔ اور کبھی ایک شخص کو علم ہوتا ہے لیکن وہ قبول کرنے والا نہیں ہوتا۔ جبکہ اللہ نہ صرف قبول کرنے والا ہے بلکہ جاننے والا بھی ہے۔ یہی دونوں صفات مریم کی والدہ نے بھی اپنی دعا میں جمع کئے ہیں۔[سورۃ آل عمران 35:3]

اس جملے میں متعدد تاکیدات ہیں اور حصر ہے: إن [حرف تحقیق] ك [خطاب] أنت [ضمیر فصل] السمیع [بروزن فعیل اور الف لام داخل کیا گیا ہے] العلیم [بروزن فعیل اور الف لام داخل کیا گیا ہے] ۔ جب اللہ کے علاوہ غیر کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ بھی فریاد سننے والا ہے تو اس کے نزدیک تو جملے میں حصر ثابت نہیں ہوا۔

"رَبَّنَا وَٱجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ" ﴿١٢٨﴾

« اے ہمارے رب اور بنادے ہم کو اپنا (دائمی) فرمانبردار۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ (ہمیشہ) تیری فرمانبرداری کرنے والا۔ اور ہمیں ہماری عبادت / افعال حج کے طریقے بتادے۔ اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے »

مَنَاسِكَنَا **مناسك** مَنْسَكٌ یا مَنْسِكٌ کی جمع ہے[22] اور اس کے متعدد معانی ہیں:

1. افعال حج
2. قربانی
3. ہر وہ عمل جو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنے۔[23]

ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ کی صفات کو جمع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ ہماری توبہ بھی قبول فرما اور اس کے بعد ہم پر مزید رحم بھی کر۔

2. **إن إبراهيم عليه السلام بشّر بهذا النبي** صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ **ودعا له**

" رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ "﴿١٢٩﴾

« اے ہمارے رب اور بھیج دے ان میں ایک (عظیم الشان) پیغمبر جو انہی میں سے ہو۔ جو تیری آیات ان پر پڑھے اور ان کو کتاب وسنت کی تعلیم دے۔ اور ان کو (شرک اور اخلاق رذیلہ سے) پاک کرے۔ بیشک تو غالب، حکمت والا ہے »[24]

ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ یعنی قرآن وسنت۔[25]

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں:" أنا دعوة أبي إبراهيم وبشارة عيسى " « میں اپنے والد ابراہیم کی دعاہوں اور عیسیٰ کی خوشخبری »[26]

رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو قرآن مجید سکھانے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے لیکن آج قرآن مجید سے متنفر کرنے کے لئے علماء سوء نے نہ جانے کتنی رکاوٹیں قرآن کی راہ میں کھڑی کی ہیں۔ کوئی عوام کو قرآن مجید کے ترجمے سے روکنے کے لئے سولہ علوم اور چودہ علوم کی راگ الاپ رہا ہے تو کسی نے امیوں کو قرآن پڑھانے پر کفر کا فتویٰ داغا ہے۔ جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں اس معاشرے میں چند دہائیاں پہلے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانے والے عالم کا یہ جرم تھا کہ وہ

امیوں کو قرآن مجید پڑھاتا ہے[27]۔ انگریزوں نے اپنے رجسٹر میں مسلمانوں کو چند خانوں میں تقسیم کیا تھا۔ پہلے خانے میں خان خوانین، نواب وغیرہ۔ دوسرے خانے میں پیر اور علماء تھے لیکن وہ علماء جو منطق اور فلسفہ پڑھاتے ہوں۔ تیسرے خانے میں عوام اور چوتھے خانے میں وہ عالم جو لوگوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھاتا ہے۔[28]

"وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ " ﴿١٣٠﴾

« اور ابراہیم کے طریقے سے روگردانی نہیں کرتا مگر وہی شخص جس نے اپنے آپ کو بیوقوف بنایا۔ اور بیشک ہم نے انہیں دنیا (توحید کے بیان کے لئے) میں چنا تھا اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیکوکاروں میں سے ہوں گے »

مَنْ بمعنی لَا ہے۔[29]

مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ یعنی بیان توحید۔ اور اس مقام میں بیوقوف اسے کہا گیا جو توحید کے بیان کو چھوڑ دے۔[30]

"إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ " ﴿١٣١﴾

« جب ان کے رب نے ان سے کہا کہ گردن نہاد ہو جاؤ۔ کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) میں تمام جہانوں کے رب کے لئے گردن نہاد ہوں »

3. إن التوحيد دين الأنبياء كلهم وتواصوا بذلك

"وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ " ﴿١٣٢﴾

« اور وصیت کی اس (کلمہ توحید) پر ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب علیہ السلام (نے بھی)۔ (کہا) اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو چنا ہے۔ سو مت مرو مگر (اس حالت میں) کہ تم (سب) گردن نہاد ہو »

وَوَصَّىٰ بِهَا ضمیر راجع ہے "کلمہ توحید" کی طرف۔[31]

وَيَعْقُوبُ توحید کے باب میں یعقوب نام کی تصریح بطور اسم علم کی گئی اور ان کے لقب إِسْرَائِيلَ کو ذکر نہیں کیا۔ اس میں یہودیوں کو تیقظ اور ان کی تردید مقصود ہے کہ اس سے مراد کوئی اور نہیں تم لوگوں کے جد امجد یعقوب ہیں۔ اگر ان کے لقب إِسْرَائِيلَ کو ذکر کیا گیا ہوتا تو اس میں یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید کوئی اور مراد ہو۔

فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرنا انسان کے بس میں تو نہیں ہے۔ اور قرآن مجید فرماتا ہے کہ مت مرو مگر اسلام کی حالت میں مرو۔ جواب یہ ہے: ہمیشہ اسلام کی تابعداری کرتے رہو۔ ہمیشہ توحید بیان کرتے رہو اگر اس دوران موت آئے گی تو خاتمہ اسلام کی حالت میں ہو گا۔[32]

"أَمۡ كُنتُمۡ شُهَدَآءَ إِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوبَ ٱلۡمَوۡتُ إِذۡ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعۡبُدُونَ مِنۢ بَعۡدِيۖ قَالُواْ نَعۡبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبۡرَٰهِـۧمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ "﴿١٣٣﴾

« کیا تم حاضر تھے جس وقت یعقوب علیہ السلام کو موت (کے علامات) ظاہر ہوئے[33]۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انہوں نے کہا ہم عبادت کریں گے آپ کے حاجت روا کی اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمٰعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کے حاجت روا کی، جو ایک ہی حاجت روا ہے اور ہم (خاص) اسی کے لئے گردن نہادہ ہیں »

مَا تَعۡبُدُونَ مِنۢ بَعۡدِي یعنی کس کو اپنی حاجتوں میں پکاروگے؟ کس کے نام کی نذرونیاز دوگے؟

الردعلی الوسائل الشرکیة

"تِلۡكَ أُمَّةٞ قَدۡ خَلَتۡۖ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُم مَّا كَسَبۡتُمۡۖ وَلَا تُسۡـَٔلُونَ عَمَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ "﴿١٣٤﴾

« یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، ان کے لیے اس (عمل) کا بدلہ ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے لئے اس (عمل) کا بدلہ ہے جو تم لوگوں نے کیا۔ اور تم سے اس چیز کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے »

اس آیت میں یہودیوں کی تردید ہے جو اس بات پر ناز کرتے تھے کہ ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں۔ قرآن مجید نے دوٹوک انداز میں ان کے اس زعم کی تردید کی ہے کہ تم سے تمہارے عمل کے بارے میں پوچھا جائے اور ان سے ان کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ہمارے زمانے میں بھی بہت سارے لوگوں کے ایسے ہی خیالات ہیں۔ کوئی ایک ولی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے تو کوئی دوسرے بزرگ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے۔

"وَقَالُواْ كُونُواْ هُودًا أَوۡ نَصَٰرَىٰ تَهۡتَدُواْۗ قُلۡ بَلۡ مِلَّةَ إِبۡرَٰهِـۧمَ حَنِيفٗاۖ وَمَا كَانَ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ "﴿١٣٥﴾

« اور انہوں نے کہا کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تم ہدایت پاجاؤ گے، آپ فرمادیجئے بلکہ (تابع ہو جاؤ) ابراہیم کے طریقے کے جو توحید پر ڈٹ جانے والے اور شرک کی تردید کرنے والے تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے »[34]

كُونُواْ هُودًا أَوۡ نَصَٰرَىٰ دراصل کلام یوں ہے: اور یہود کہتے ہیں ہو جاؤ یہودی ہدایت پاجاؤ گے اور نصاریٰ کہتے ہیں ہو جاؤ نصرانی ہدایت پاجاؤ گے۔

حَنِيفٗا حنیف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو حق کا پرچار اور باطل کو رد کرنے والا ہو۔ اگر وہ باطل کی تردید نہیں کرتا تو اسے مسلمان تو کہا جاسکتا ہے لیکن حنیف نہیں کہلائے گا۔ حنیف ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ ابراہیم حنیف تھے کیونکہ وہ توحید کا بیان اور شرک کی تردید کرنے والے تھے[35]۔

اشعار عرب میں بھی یہ لفظ آتا ہے:

"وأَدْرَكْنَ أَعْجَازاً مِنَ اللَّيْلِ بَعْدَمَا : أَقَامَ الصَّلاَةَ الْعَابِدُ الْمُتَحَنِّفُ" [36]

« اور ان (لڑکیوں) نے رات کے آخری حصے کو اپنا بستر چھوڑنے والے عابد کے نماز پڑھنے کے بعد پایا»

قُولُوٓاْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡنَا وَمَآ أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبۡرَٰهِـۧمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَآ أُوتِيَ ٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ ﴿١٣٦﴾

« کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف نازل کی گئی۔ اور ان (کتابوں) پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان (یعقوب) کی اولاد کی طرف نازل کی گئیں۔ اور (خاص کر) ان (کتابوں) پر جو موسیٰ کو اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو دی گئیں۔ اور جو کچھ (دیگر) پیغمبروں کو ان کے رب کی جانب سے دی گئیں۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم (خاص) اللہ کے لئے گردن نہاد ہیں »[37]

لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ اس کی تشریح قرآن مجید نے خود کی ہے:

"إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ "[سورۃ النساء4:150]

« بے شک وہ لوگ جنھوں نے اللہ اور اسے پیغمبروں سے انکار کیا اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں »

"فَإِنۡ ءَامَنُواْ بِمِثۡلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهۡتَدَواْۖ وَّإِن تَوَلَّوۡاْ فَإِنَّمَا هُمۡ فِي شِقَاقٖۖ فَسَيَكۡفِيكَهُمُ ٱللَّهُۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ " ﴿١٣٧﴾

« پس اگر وہ ایمان لے آئیں اسی طرح جیسا کہ تم (اے صحابہ) ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا جائیں گے[38] اور اگر وہ روگردانی کریں تو بلاشبہ وہ (اللہ کی) مخالفت میں ہیں۔ پس عنقریب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لیے کافی ہو گا اور وہ سننے والا، جاننے والا ہے »

شِقَاقٖ شَقٌّ سے ہے جس کے معنی شگاف کے ہیں، اس مقام میں معنی مخالفت اور خلاف کے ہیں۔[39]

فَسَيَكۡفِيكَهُمُ ٱللَّهُ کلام یوں ہے: فسيكفى منك لهم الله « پس عنقریب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہو گا »[40] آپ کو خود جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں کی مخالفت کی تو تمہاری جانب سے اللہ کافی ہے۔

"عرفی تو میندیش ز غوغائے رقیباں : آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدا را"[41]

« عرفی تو رقیبوں کے شور و غل سے مت گھبرا کہ آوازِ سگاں سے بھی کبھی فقیر کا رزق کم ہوا ہے »

"صِبۡغَةَ ٱللَّهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ ٱللَّهِ صِبۡغَةٗۖ وَنَحۡنُ لَهُۥ عَٰبِدُونَ " ﴿١٣٨﴾

« (رنگ جاؤ) اللہ کے دین میں۔ اور کون اللہ سے رنگ میں زیادہ خوبصورت ہے۔ اور ہم (خاص) اسی کی عبادت کرنے والے ہیں »

صِبۡغَةَ ٱللَّهِ منصوب ہے اور اس کا فعل محذوف ہے: صبّغوا صبغة الله « رنگ جاؤ اللہ کے رنگ میں »[42] دین سے تعبیر رنگ کے ساتھ کیا ہے۔ اور سب سے خوبصورت رنگ "توحید و سنت" کا رنگ ہے۔ اگر رنگتے ہو تو توحید و سنت کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگو۔

"قُلۡ أَتُحَآجُّونَنَا فِي ٱللَّهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ وَلَنَآ أَعۡمَٰلُنَا وَلَكُمۡ أَعۡمَٰلُكُمۡ وَنَحۡنُ لَهُۥ مُخۡلِصُونَ" ١٣٩

« آپ فرمایئے کیا تم ہم سے اللہ (کی توحید)[43] بارے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ اور ہمارے لیے جزا ہے ہمارے (نیک) عمل کا اور تمہارے لیے سزا ہے تمہارے (برے) عمل کا[44] اور ہم اسی کے اخلاص کرنے والے ہیں »

وَنَحۡنُ لَهُۥ مُخۡلِصُونَ اصل جھگڑا اہل توحید اور اہل شرک کا اخلاص میں ہے۔ مشرکین اللہ کو بھی پکارتے ہیں تو ساتھ میں برگزیدہ مخلوق کو بھی پکارتے ہیں۔ اور مؤحدین صرف ایک اللہ کو پکارتے ہیں۔

"أَمۡ تَقُولُونَ إِنَّ إِبۡرَٰهِـۧمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطَ كَانُواْ هُودًا أَوۡ نَصَٰرَىٰۗ قُلۡ ءَأَنتُمۡ أَعۡلَمُ أَمِ ٱللَّهُۗ وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّن كَتَمَ شَهَٰدَةً عِندَهُۥ مِنَ ٱللَّهِۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُونَ" ١٤٠

« کیا تم کہتے ہو کہ بیشک ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی تھے یا نصرانی تھے (ہرگز نہیں)۔ آپ فرما دیجیے کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم نہیں ہے جس نے اس گواہی کو چھپایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس ہے[45]۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بیخبر نہیں ہے جنہیں تم کرتے ہو »

یعنی یہود و نصاریٰ کا یہ دعوی کہ مذکورہ پیغمبر ان کے دین پر تھے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ پیغمبر تو ان ادیان سے پہلے گزرے ہیں۔

شَهَٰدَةً کوئی قلم دوات چھپاتا ہے۔ تو کوئی دس روپے چھپاتا ہے اور ایک وہ ہے جو توحید کی گواہی چھپاتا ہے۔ ان تمام کاتمین میں سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو توحید کی گواہی کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح شَهَٰدَةً عِندَهُۥ سے مراد قرآن اور حدیث کے بیان کرنے کی گواہی، کہ اللہ کے پاس سے اسے علم دیا گیا تھا لیکن اس نے لوگوں سے اسے چھپایا اور حق بیان نہیں کیا۔

"تِلۡكَ أُمَّةٞ قَدۡ خَلَتۡۖ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُم مَّا كَسَبۡتُمۡۖ وَلَا تُسۡـَٔلُونَ عَمَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ" ١٤١

« یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی ان کے لئے اس (عمل) کا بدلہ ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے لئے اس (عمل) کا بدلہ ہے جو تم لوگوں نے کیا۔ اور تم سے اس عمل کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کرتے تھے »

آٹھواں اعتراض تحویل قبلہ پر

بیت المقدس[46] مدینہ منورہ سے شمال مغرب کی جانب اور کعبہ جنوب کی طرف ہے[47]۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ جب انہوں نے بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف رُخ کیا تو یہودیوں نے اعتراض کرنا شروع کیا[48] کہ یہ پیغمبر تو خود اپنے دین میں مضطرب اور پریشان ہے کبھی ایک طرف کو قبلہ بنا کر نماز پڑھتا ہے اور کبھی دوسری جہت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اس لئے اس کا دین غلط ہے۔

جواب: قُل لِّلَّهِ ٱلْمَشْرِقُ وَٱلْمَغْرِبُ کہہ دیجیے مشرق اور مغرب اللہ کے ہیں، وہ جس جانب پھرنے کو کہتا ہے میں اسی کے حکم کا پابند ہوں۔ اگر وہ حکم دے کہ بیت اللہ کی طرف منہ کرو تو اس جانب نماز پڑھتا ہوں اور اگر وہ کہے کہ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھو تو اس جانب نماز پڑھتا ہوں۔

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ معترض کہے گا کیا کل تک تم فلاں فلاں عمل خود نہیں کرتے تھے جو آج اسے بدعت کہہ رہے ہو۔ کیا کل تک تم اجتماعی ہیئت کے ساتھ سنتوں کے بعد دعا اور حیلہ اسقاط کے دائرے نہیں کرتے تھے اور آج اسے خلاف سنت کہتے ہو۔

جواب: کل تک میں ان کاموں کو ثواب جان کر کرتا تھا۔ آج پتہ چلا کہ اس طریقہ میں ثواب نہیں ہے بلکہ سنت طریقہ اب معلوم ہوا ہے۔ میں تو اللہ کے حکم کا تابع ہوں۔ میں تو وہی کروں گا جس میں اس کی رضا ہے۔

اہم بات:

تحویل قبلہ میں مذکور اتباع رسول ﷺ کے متعلق احکام صرف اس واقعہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ اس میں مذکور اصول عام ہیں جو زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہیں خواہ غمی ہو یا خوشی، سفر ہو یا حضر۔

"سَيَقُولُ ٱلسُّفَهَآءُ مِنَ ٱلنَّاسِ مَا وَلَّىٰهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ ٱلَّتِى كَانُوا۟ عَلَيْهَا ۚ قُل لِّلَّهِ ٱلْمَشْرِقُ وَٱلْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ" ﴿١٤٢﴾

« عنقریب لوگوں میں سے بیوقوف کہیں گے کس چیز ان کو (یعنی پیغمبر اور ایمان والوں کو) پھیر دیا ان کے اُس قبلہ (یعنی بیت المقدس) سے جس پر وہ تھے۔ آپ فرما دیجیے اللہ ہی کے لیے مشرق اور مغرب (کی جانب پھیرنے) کا اختیار ہے۔ وہ توفیق دیتا ہے جس کو چاہے سیدھے راستہ کی طرف »

ٱلسُّفَهَآءُ سفیہ کی جمع ہے اور یہ " سفہ " سے ہے جس کے معنی بیوقوفی اور اختلال کے ہیں۔[49]

اگر کوئی یہ سوال پوچھے کہ کیا مبتدع کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے؟

اس کا جواب اسی آیت میں موجود ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ جو شخص متبع سنت نہیں ہے وہ بیوقوف ہے کیونکہ اس آیت میں اتباع رسول نہ کرنے والے کو سفیہ کہا گیا ہے اور سفیہ بیوقوف کو کہتے ہیں۔ اور فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مجنون اور بیوقوف کی امامت صحیح نہیں ہے اور ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔

قُل لِّلَّهِ ٱلْمَشْرِقُ وَٱلْمَغْرِبُ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرنے کا اختیار صرف اللہ کا ہے اگر وہ حکم دے مشرق کی جانب منہ پھیرو تو ہم مشرق کی جانب منہ پھیرتے ہیں۔ اور اگر وہ حکم دے مغرب تو مغرب۔

يَهۡدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٍ توفیق دیتا ہے اتباع سنت کی جسے چاہے۔ چونکہ سنت خلاف عادت چیز ہوتی ہے اس لئے لوگوں کی عادت اور رسم ورواج کے خلاف کسی شخص کا کھڑا ہونا محض توفیق الٰہی سے ہی ممکن ہے۔ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٍ سے مراد "اتباع سنت" ہے۔ اس سے یہ بات عیاں ہے کہ خلاف سنت ٹیڑھا راستہ ہے۔ شرف الدین نحوی[50] فرماتے ہیں:

من كان يَرْغَبُ فی النَّجاةِ فما له : غيرُ اتباعِ المصطفى فيما أتى

ذاك السبيلُ المستقيمُ و غيرُهُ : سُبُلُ الغوايةِ و الضلالةِ والرَّدَى

ودَعِ السُّؤَالَ بِكَمْ وكيفَ فإنه : بابٌ يَجُرُّ ذوي البصيرةِ لِلْعَمَى

فَاتْبَعْ كتابَ اللهِ والسُّنَنَ التي : صَحَّتْ فذاك إذا اتبعتَ هو الهدى

الدينُ ما قال النبيُّ وصَحْبُهُ : والتابعون ومَنْ مناهِجَهُم قَفَا

« جو شخص نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے مصطفی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے لائے ہوئے دین میں اُن کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور اس کے علاوہ ٹیڑھے، گمراہی اور تباہی کے راستے ہیں۔ کم [کتنا] کیف [کیسے] کے بارے میں سوال چھوڑو۔ یہ وہ دروازہ ہے جو اہل بصیرت کو بھی اندھے پن کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ کتاب اللہ اور صحیح احادیث کی پیروی کرنے میں ہی ہدایت ہے۔ دین وہی ہے جو نبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں نے کہا ہو »[51]

تحویل قبلہ کی حکمتیں اور علل

1. تاکہ متبع اور غیر متبع ظاہر ہو جائے۔ "لِنَعۡلَمَ مَن يَتَّبِعُ ٱلرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيۡهِ"
2. اہل کتاب سے ایمان لانے کی طمع نہ کرنا "وَلَئِنۡ أَتَيۡتَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ بِكُلِّ ءَايَةٖ مَّا تَبِعُواْ قِبۡلَتَكَ"
3. تاکہ تم لوگوں پر کوئی حجت باقی نہ رہے "لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيۡكُمۡ حُجَّةٌ"
4. تاکہ اللہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے "وَلِأُتِمَّ نِعۡمَتِي عَلَيۡكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ"

"وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَٰكُمۡ أُمَّةٗ وَسَطٗا لِّتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيدٗاۗ وَمَا جَعَلۡنَا ٱلۡقِبۡلَةَ ٱلَّتِي كُنتَ عَلَيۡهَآ إِلَّا لِنَعۡلَمَ مَن يَتَّبِعُ ٱلرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيۡهِۚ وَإِن كَانَتۡ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۗ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَٰنَكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِٱلنَّاسِ لَرَءُوفٞ رَّحِيمٞ" ﴿١٤٣﴾

« اور اسی وجہ سے ہم نے تمہیں ایک عادل امت (جماعت) بنایا تاکہ تم لوگوں پر (قیامت کے دن) گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔ اور ہم نے اس قبلے کو جس پر آپ تھے نہیں ٹھہرایا مگر تاکہ ہم اس کو ظاہر کریں جو پیغمبر کی تابعداری کرتا ہے اور کون ایڑھیوں کے بل پلٹتا ہے۔ اور اگرچہ پیغمبر کی تابعداری مشکل ہے مگر ان لوگوں پر (نہیں) جنہیں اللہ نے توفیق دی ہے۔ اور اللہ (کبھی) ایسا نہیں ہے کہ تمہارے عمل کو برباد کرے۔ (اس لئے کہ) بے شک اللہ لوگوں پر بڑا مشفق مہربان ہے »[52]

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا كاف بمعنی لام تعلیلیہ ہے[53]۔اور جَعَلْنَٰكُمْ میں كُمْ خطاب کے لئے ہے جس کے اولین مخاطب باتفاق مفسرین اور محدثین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور اس کے بعد باقی امت کو شامل ہے۔خطیب بغدادی نے باب باندھا ہے:

باب ما جاء في تعديل الله ورسوله للصحابة « اللہ اور اس کے رسول کا صحابہ کی عدالت بیان کرنا »[54]

صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت اور انہیں میزان عدل قرار دینا قرآن مجید سے ثابت ہے جبکہ روافض اس سے انکار کرتے ہیں۔

وَسَطًا أي عدلاً یعنی عادل۔[55]

وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تم پر یہ گواہی دیں گے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ وغیرہ ایمان لائے تھے اور عتبہ، ابو جہل وغیرہ ایمان نہیں لائے تھے۔اور صحابہ تابعین پر، تابعین تبع تابعین پر وهلم جراً گواہ ہوں گے۔

شہادت علی الناس میں قرآن مجید کے مخاطب کو یہ ترغیب ہے کہ اگر تم نے دنیا میں سنت کی پیروی کی تو روز قیامت تم ایک اعلیٰ مرتبے کے ساتھ اٹھائے جاؤ گے۔

لِّتَكُونُواْ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

« روز قیامت سیدنا نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: کیا تم نے میرے احکام (بندوں تک) پہنچائے ہیں؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا تمہیں کسی نے میرے احکام پہنچائے ہیں؟ وہ کہیں گے: ہمیں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ سیدنا نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے: کوئی گواہ؟ جواب دیں گے: محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور ان کی امت۔ پھر تمہیں بلایا جائے گا اور تم ان کے حق میں گواہی دو گے۔ پھر اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ آیت پڑھی »[56]

قوم نوح اعتراض کرے گی[57] کہ یہ لوگ ہم پر کیسے گواہی دے سکتے ہیں جبکہ یہ تو بہت بعد میں آئے ہیں۔ تو اس امت کے صلحاء اور علماء سے اللہ پوچھیں گے آپ لوگ ان کے خلاف کیسے گواہی دے سکتے ہیں؟ تو وہ جواب دیں گے: اللہ! تو نے ہمیں کتاب بھیجی تھی[58] اور اس کتاب میں آپ نے فرمایا تھا کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ کی ہے۔ مذکورہ روایت سے یہ معلوم ہوا کہ سیدنا نوح علیہ السلام جو بحیثیت مدعی کے ہیں آخری امت کو اپنے حق میں بطور گواہ کے پیش کر رہے ہیں اور قانون یہ ہے کہ مدعی اپنے حق میں جو گواہ پیش کرتا ہے اسے اس کی عدالت پر یقین ہوتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا ٱلْقِبْلَةَ ٱلَّتِي كُنتَ عَلَيْهَآ « اور ہم نے اس قبلے کو جس پر آپ تھے نہیں ٹھہرایا »[59] اس جملے میں تحویل قبلہ کی حکمت بیان کی جاتی ہے۔ تحویل قبلہ کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ پیغمبر کی اطاعت کرنے والا اور اطاعت نہ کرنے والا دونوں آشکارا ہو جائیں۔

لِنَعْلَمَ أي لِنُظْهِرَ « تاکہ ہم ظاہر کریں » کیونکہ اللہ کو تو پہلے سے علم ہے۔[60]

وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً اگرچہ پیغمبر کی متابعت بہت گراں ہے۔[61] اور یہ بات حقیقت ہے کہ اتباع سنت مشکل ہے۔ آج بھی بہت سارے مسلمان رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں۔ لیکن دعوے کی قلعی تب کھلتی ہے جب غمی خوشی کا موقع آئے۔ تو اگر کوئی تبع سنت انہیں سنت کی یاد دہانی کرائے تو رسم و رواج آڑے آجاتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا برادری میں میری ناک کٹوانا چاہتے ہو۔ ٹکے کی عزت نہیں بچے گی۔

دفع الوہم [62] :

وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَٰنَكُمْ اس جملے میں ایک شبہ اور وہم کا جواب دیا گیا ہے۔ تحویل قبلہ سے پہلے جو نمازیں بیت المقدس کی جانب پڑھی گئی ہیں، ان کا کیا ہو گا؟ جواب یہ ہے کہ اللہ کبھی تمہارے اعمال برباد نہیں کرے گا۔ ایمان بمعنی عمل ہے۔ [63]

إِنَّ ٱللَّهَ بِٱلنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ماقبل کے لئے علت ہے۔ یعنی اللہ کیوں ضائع اور برباد نہیں کرتا۔ اس لئے کہ وہ لوگوں پر مہربان ہے۔ [64]

"قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَىٰهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُۥ ۗ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ " ﴿١٤٤﴾

« تحقیق ہم آپ کے ذات کی پریشانی آسمان میں دیکھتے ہیں۔ پس ہم آپ کو اس قبلے کی جانب پھیر دیں گے جسے آپ آئندہ پسند کریں گے۔ پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔ اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو تو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔ اور بے شک وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ (تحویل قبلہ) ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ غافل نہیں ہے اس سے جو یہ لوگ عمل کرتے ہیں »

اس آیت میں دو اقوال ہیں۔ ایک قول جمہور مفسرین کا ہے اور دوسرا قول مولانا حسین علی کا ہے:

- جمہور کا قول

جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو جب بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا تو وہ آسمان کی جانب دیکھتے تھے کہ کب اللہ انہیں دوبارہ ان کے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دے اور وہ اس جانب منہ پھیریں۔ سولہ سترہ مہینے ان کی یہ حالت رہی اور بالآخر اللہ نے یہ آیات نازل کیں:

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِ

« تحقیق ہم آسمان کی طرف آپ کے چہرہ اٹھانے کو دیکھ رہے ہیں » [65]

- مولانا حسین علی کا قول

دوسرا قول مولانا حسین علی کا ہے اور یہ چند وجوہ کی وجہ سے راجح ہے:

1. قرآن مجید نے لفظ تَقَلُّبَ جہاں کہیں بھی استعمال کیا ہے اس میں اضطراب اور پریشانی کے معنی موجود ہیں [66]، مثلاً:

يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلْقُلُوبُ وَٱلْأَبْصَٰرُ [سورة النور 37:24]

« یہ ایمان والے اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں مضطرب اور پریشان ہوں گے »

جبکہ مفسرین حدیث کے جن الفاظ سے استدلال کرتے ہیں: وكان يحب أن يوجه إلى الكعبة « رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ پسند کرتے تھے کہ ان کا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے » [67]

گویا کہ قرآن مجید رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پریشانی کا ذکر کر رہا ہے اور حدیث میں رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خوشی اور چاہنے کا ذکر ہے۔

2. تَرۡضَىٰهَا صیغہ مضارع ہے جو حال اور استقبال پر دلالت کرتا ہے۔ چاہیئے یہ تھا کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سولہ سترہ مہینے سے یہ چاہ رہے تھے کہ اللہ انہیں کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دے تو تَرۡضَىٰهَا کی بجائے رَضِيۡتَهَا صیغہ ماضی کو کیوں ذکر نہیں کیا گیا، جو آپ کے حال کے زیادہ مناسب تھا۔

3. اگر رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ خوش ہوتے تو اگلی آیت میں دو زواجر دینے کا کیا مطلب ہے؟

- "وَلَئِنۡ أَتَيۡتَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ بِكُلِّ ءَايَةٖ مَّا تَبِعُواْ قِبۡلَتَكَ"
- "وَلَئِنِ ٱتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم مِّنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلۡعِلۡمِ إِنَّكَ إِذٗا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ"

قرآن و حدیث کے مابین تطبیق:

حدیث میں رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے اوپر آسمان کی طرف دیکھنے کا تعلق ابتدائے حکم کے ساتھ ہے جب اللہ نے انہیں بیت اللہ سے بیت المقدس کی جانب منہ کرنے کا حکم دیا[68]۔ تو آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بار بار آسمان کی جانب دیکھتے تھے کہ دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کا حکم نازل ہو تاکہ وہ پھر سے اپنے آباؤ اجداد کے قبلے پر ہو جائیں۔ لیکن جب کچھ عرصہ گزرا اور آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اس کے ساتھ مالوف [عادی] ہو گئے تو تب آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اوپر کی جانب نہیں دیکھتے تھے۔ دوسری جانب قبلے میں موافقت کی وجہ سے یہودیوں سے بھی ایمان لانے کی امید پیدا ہو گئی[69]۔ اب رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ کہیں اللہ قبلے کی تبدیلی کا حکم نازل نہ فرمالیں۔ ایک تو یہودیوں کی طرف سے اعتراض ہو گا اور دوسرا ان کے ایمان لانے کے امکانات بھی کم ہو جائیں گے۔ تو اللہ نے پہلے ہی سے اپنے پیغمبر کو خبردار کیا کہ لوگ اعتراض کریں گے اور تحویل قبلہ کے حکم سے آپ وقتی طور پریشان ہوں گے لیکن آئندہ بیت اللہ کو قبلہ بنانے کے حکم کو آپ پسند کریں گے۔ معلوم ہوا کہ آیات کا تعلق بعد کے دور کے ساتھ ہے جب سولہ سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھ لی گئی۔

تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِ تَقَلُّبَ بمعنی اضطراب اور پریشانی۔ **وجه** سے مراد "ذات"۔ فِي ٱلسَّمَآءِ کی نسبت کو اللہ نے اپنے علو کی بنا پر ذکر کیا۔

« تحقیق ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے ذات کی پریشانی آسمان میں بوجہ بیت اللہ کی طرف رخ کرنے میں۔ پس ہم آپ کو اس قبلے کی جانب پھیرتے ہیں جسے آپ آئندہ پسند کریں گے »

مستنبط اصول: ہر سنت طریقہ نافذ کرنے پر پریشانی اور ناگواری کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن بعد میں وہی پریشانی خوشی میں تبدیل ہو گی۔

فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ « پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو »[70] یہ حکم مقیم کے لئے ہے اور دوسرا حکم: " وَحَيۡثُ مَا كُنتُمۡ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ شَطۡرَهُۥ " مسافر کے لئے ہے۔

مستنبط اصول: سنت (اتباع رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) کو جاری کرو خواہ تم مقیم ہو یا مسافر۔ اور یہ بات درست نہیں ہو گی کہ حالت قیام میں تو اتباع رسول کی پابندی ہو اور حالت سفر میں سنت کی پرواہ نہ کی جائے۔

لَيَعۡلَمُونَ أَنَّهُ ٱلۡحَقُّ مِن رَّبِّهِمۡ ضمیر کا مرجع تین چیزیں ہیں:

1. وہ جانتے ہیں کہ بے شک یہ تحویل قبلہ حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔[71]
2. وہ جانتے ہیں کہ بے شک محمد رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔
3. وہ جانتے ہیں کہ بے شک یہ قرآن مجید حق ہے ان کے رب کی طرف سے۔

"وَلَئِنْ أَتَيْتَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ بِكُلِّ ءَايَةٍ مَّا تَبِعُواْ قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ" ﴿١٤٥﴾

« اور اگر آپ ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی ہے ہر قسم دلیل لے آئیں، تو بھی یہ لوگ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی آپ ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اور نہ ہی بعض ان کے بعضوں کے قبلہ کی تابعداری کرنے والے ہیں۔ اور اگر آپ نے ان کے خواہشات کی تابعداری کی اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم (دلیل) آچکا ہے تو بے شک آپ اس وقت (اپنے آپ پر) ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے »

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ضد اور عناد پر کھڑے رہے ان سے ایمان لانے کی توقع مت رکھو۔ اور یہی حال علماء سوء کی ہے اگر وہ سنت کی مخالفت میں بدعات پر ڈٹ جائیں تو خواہ انہیں ہر دلیل پیش کی جائے، وہ ماننے والے نہیں ہیں۔

وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ « اور نہ ہی بعض ان کے بعضوں کے قبلہ کی تابعداری کرنے والے ہیں » اسی طرح سنت کی دشمنی میں کھڑے ہونے والے مبتدعین بھی آپس میں ایک نہیں ہیں بلکہ ان کے اپنے درمیان دراڑیں ہیں۔

"ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَعْرِفُونَهُۥ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ ٱلْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ" ﴿١٤٦﴾

« وہ لوگ جنہیں ہم نے اپنی کتاب (کی فہم) دی ہے، اس (پیغمبر) کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بے شک ان میں سے ایک گروہ ہے جو ضرور حق کو چھپاتے ہیں (حالانکہ) وہ جانتے ہیں »

يَعْرِفُونَهُۥ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآءَهُمْ ضمیر راجع ہے:[72]

1. پہچانتے ہیں اس تحویل قبلہ کو جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں
2. پہچانتے ہیں پیغمبر کی حقانیت کو جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں
3. پہچانتے ہیں اس قرآن کی حقانیت کو جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

"ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ" ﴿١٤٧﴾

« حق (ثابت ہے) تمہارے رب کی جانب سے۔ پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ بنیں (ان پر نزول عذاب کے بارے میں) »

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آپ ان مخالفین پر عذاب کے نازل ہونے میں شک نہ کریں۔ کیونکہ اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان کے لئے مغفرت کی دعا طلب کرتے تھے۔ تو اللہ نے اپنے پیغمبر کو ان کے لئے دعائے مغفرت طلب کرنے سے منع کیا۔ کہ اگر آپ ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے گویا کہ آپ ان پر عذاب آنے میں شک کر رہے ہیں، جبکہ یہ لوگ عذاب کے مستحق ہیں۔

"وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" ﴿١٤٨﴾

«اور ہر ایک (قوم) کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے پس تم لوگ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ جہاں کہیں بھی تم ہو گے تم سب کو اللہ لے آئے گا۔ بلاشبہ اللہ ہر ایک چیز پر قدرت والا ہے»

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا یہود مغرب کی جانب، صابئین قطب شمالی کی جانب[73] اور نصاریٰ مشرق کی جانب رخ کرتے ہیں[74]۔ جب ہر قوم کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ پھیرتے ہیں تو اے مؤمن! تمہارا بھی رخ کرنے کے لئے ایک قبلہ متعین ہے اور وہ خانہ کعبہ ہے تو تم اس جانب منہ پھیرو۔

مستنبط اصول: ہر کوئی اپنے دین پر عامل ہے۔ ہر کوئی اپنے رسم ورواج کے مطابق خوشی کے تہوار اور اپنے طور طریقوں کے مطابق غم مناتے ہیں۔ تو تم لوگ بحیثیت مؤمن کیا کرو؟ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی (دنیا و آخرت دونوں کا) فائدہ ہو» شادی بیاہ سنت کے مطابق کرو تاکہ ہم خرما ہم ثواب۔ غم کے اوقات میں سنت کی پابندی کرو تاکہ غم کی گھڑیاں بھی گزر جائیں اور اجر سے بھی محروم نہ ہوں۔ لیکن آج مسلمانوں کی شادی سنت کے مطابق ہے نہ ہی غم کے اوقات میں سنت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ شادی بیاہ میں بارات سے پہلے ولیمہ دینا خلاف سنت ہے۔ مردوں کے پیچھے سوم اور چہلم وغیرہ۔ کیا ایک مسلمان ہر دو مواقع پر یہ نہیں سوچتا کہ ایسا کرنے میں کیا اس کے دنیا اور آخرت کی کوئی بھلائی ہے؟ سنت کو چھوڑ کر اپنے رسم ورواج کے مطابق غمی خوشی سرانجام دینا کیا کسی مؤمن کو زیب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی محبت کا دعویٰ کرے۔

"فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" جملہ مستقلہ ہے جو ماقبل تمام احکام پر تنویر ہے:

1. جبریل کے ساتھ دشمنی نہ کرو۔ بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»
2. سلیمان کی طرف سحر کی نسبت نہ کرو بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»
3. فرشتوں کی طرف غلط نسبت نہ کرو بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»
4. سوءِ ادب اور شرکیہ الفاظ نہ کہو بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»
5. نسخ سے انکار مت کرو بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»
6. کسی کو اللہ کا نائب مت کہو بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»
7. فرمائشی معجزے اور بے جا سوالات نہ کرو بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»
8. تحویل قبلہ پر اعتراض مت کرو بلکہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ «ان کاموں کی طرف آگے بڑھو جن میں تم لوگوں کی دنیا آخرت کی بھلائی ہو»

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا میں دو چیزوں کی جانب اشارہ ہے:

1. اللہ کے علم کلی کی جانب
2. ایک گونہ تخویف وزجر

"وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُۥ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ" ﴿١٤٩﴾

« اور جہاں کہیں سے بھی تم نکلو پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو اور بلاشبہ یہ (تحویل قبلہ، قرآن مجید[75]، رسول) تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔ اور اللہ اس عمل سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو »

"وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُۥ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَٱخْشَوْنِى وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِى عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ" ﴿١٥٠﴾

« اور جہاں کہیں سے بھی تم نکلو پس اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔ اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو تو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔ (ہم نے یہ کام کیا)[76] تا کہ لوگوں کے لئے تمہارے خلاف کوئی حجت نہ رہے لیکن وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں (تو وہ باطل دلائل پیش کریں گے) اور تا کہ میں اپنی نعمت تم لوگوں پر پوری کروں اور تا کہ ضرور تم راہ پاؤ »

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ اس حکم کو تکرار کے ساتھ ذکر کیا گیا جس میں کئی حکمتیں ہیں:[77]

1. اتباع رسول کی ترغیب بار بار دینا۔ ایسا نہیں کہ کوئی مبلغ ایک آدھ بار کہہ کر تھک جائے بلکہ بار بار اس کا بیان کیا جائے تا کہ لوگوں کو ذہن نشین ہو جائے۔ بالخصوص وہ سنت جس کو چھوڑا گیا ہو اور لوگ اس کی مخالفت میں عمل کرتے ہوں۔
2. چونکہ بیت المقدس کی طرف سولہ سترہ مہینے نماز پڑھنے کی وجہ سے طبیعت مالوف ہو گئی ہے اور عادت چھوٹنا اتنا آسان نہیں ہوتا جب تک کہ اس سے بار بار منع نہ کیا جائے۔[78]

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ لِلنَّاسِ سے مراد یہود ہیں۔ تا کہ یہودیوں کے لئے تمہارے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے کیونکہ تورات میں تھا کہ آخری پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھیں گے اور پھر مستقل کعبہ کی جانب رخ کریں گے۔ تو اگر آپ لوگ بیت اللہ کی جانب رخ نہ کریں تو یہودیوں کو تمہارے خلاف دلیل ہاتھ آئے گی کہ یہ وہ آخری نبی نہیں ہے کیونکہ اس میں یہ نشانی موجود نہیں ہے۔[79]

مستنبط اصول: اس میں سنت پر استقامت کی ترغیب ہے۔ یعنی ہمیشہ سنت کے مطابق رہو تا کہ لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی دلیل باقی نہ رہے کہ وہ تم پر یہ الزام لگائیں کہ تم تو خود خلاف سنت ہو اور بدعت کرتے ہو۔ دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔

إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنْهُمْ إِلَّا استثناء منقطع بمعنی لکن ہے یعنی: لكِنَّ الذين ظلموا يَحْتَجُّوْنَ بباطلٍ من الحُجَجِ « لیکن ان میں سے ظالم لوگ باطل دلائل پیش کریں گے »[80]

وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِى عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ یہاں نعمت ذکر ہے اور اس سے مراد "احکام" ہیں[81]۔ کلام یوں ہے: وَلِأُتِمَّ أَحْكامِي عَلَيْكُمْ « تا کہ میں اپنے احکام کو پورا کروں » قرآن مجید کبھی سبب ذکر کرتا ہے اور اس سے مراد مسبب ہوتا ہے اور کبھی بالعکس، اور یہ مجاز مرسل کے اقسام میں سے ہے[82]۔

چونکہ "حکم" نعمت کے لئے سبب ہے تو مسبب ذکر کیا اور مراد سبب ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور تاکہ تم اتباع سنت کے ذریعے ہدایت کے علمبردار بنو۔

"كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُواْ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ" ﴿١٥١﴾

«(میں اپنی نعمت کو تم پر پوری کرتا ہوں) اس وجہ سے کہ میں نے تمہارے اندر تم ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا ہے جو تم پر میری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں قرآن و سنت کی تعلیم دے اور تمہیں ان (احکام) کی تعلیم دیتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے»

كَمَآ کاف لأتم کے ساتھ متعلق ہے اور تشبیہ اور تعلیل دونوں معانی درست ہیں:

1. أتم نعمتي عليكم إتماما مثل ما ارسلنا « **میں اپنی نعمت کو تم پر پوری کرتا ہوں جیسا کہ میں نے تم لوگوں میں پیغمبر بھیجنے کے ذریعے اپنی نعمت پوری کی**» [83]
2. **اور کاف تعلیلیہ بھی درست ہے:** أتم نعمتي عليكم لما أرسلنا فيكم « **میں اپنی نعمت کو تم پر پوری کرتا ہوں اس وجہ سے کہ میں نے تم میں پیغمبر بھیجا**» [84]

یعنی پیغمبر کا بھیجا جانا اتمام نعمت کے لئے سبب ہے۔ اسی طرح وارث پیغمبر اور ایک حق پرست عالم کا کسی علاقے میں ہونا سببِ نعمت ہے۔

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ مَا سے مراد احکام شریعت ہیں[85]۔ اور اسی لئے یہی معنی "وَأَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ "[سورۃ النساء4:113] میں بھی کیا جائے گا۔ کیونکہ بعض لوگوں[86] نے پیغمبر کے لئے علم کلی یعنی ماكان اور مايكون مراد لینے کے لئے مَا سے استدلال کیا ہے۔ تو اگر مَا سے ماكان اور مايكون پر استدلال درست ہے تو وہی استدلال یہاں زیر بحث آیت میں بھی درست ہو گا جس کے قائلین ماكان اور مايكون بھی قائل نہیں ہیں۔ اور یہی استدلال " عَلَّمَ ٱلْإِنسَٰنَ مَا لَمْ يَعْلَمْ " [سورۃ العلق5:96] میں بنی نوع انسان کے لئے بھی درست ہو گا۔

"فَٱذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ وَٱشْكُرُواْ لِى وَلَا تَكْفُرُونِ" ﴿١٥٢﴾

« پس تم لوگ مجھے یاد کرو (طاعت کے ذریعے) میں تمہیں یاد کروں گا (نعمتوں کے ذریعے)[87] اور میری ناشکری نہ کرو»

فَٱذْكُرُونِىٓ یا تو ذکر سے مراد:

1. اللہ کی اطاعت ہے جیسا کہ ترجمہ میں ذکر ہوا۔
2. یا ذکر سے مراد ظاہری ذکر یعنی اللہ کو دل اور زبان دونوں سے یاد کرنا ہے، اور قلبی ذکر لسانی ذکر سے بہتر ہے[88]۔ اسی وجہ سے صلحاء کی حالت ہر وقت اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہوتی ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں: **ذکر حق ہمچوں نماز فرض دان** « اللہ کو یاد کرنا نماز کی طرح فرض ہے»

امور مصلحة للتثبت

ربط: اتباع رسول ﷺ چونکہ مشکل کام ہے اس لئے اس پر استقامت کے لئے امور مصلحہ یعنی نماز اور صبر کی ترغیب دی گئی ہے۔

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسْتَعِينُواْ بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ" ﴿١٥٣﴾

« اے ایمان والو! (اللہ سے) مدد حاصل کرو (دین پر) ثابت قدمی اور نماز کے ذریعے۔ بے شک اللہ ثابت قدموں کے ساتھ ہے»

آیت میں متبع رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ سنت کی تبلیغ اور بدعات کی تردید میں مشکلات سامنے آئیں گی تو ایسا نہ ہو کہ مبلغ اللہ کی یاد سے تہی دست ہو بلکہ اسے چاہیئے کہ اللہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعلق قائم رکھے اور اس کے لئے نماز سب سے بہتر ذریعہ ہے۔ نماز پڑھنے سے شیطانی وسوسے اور مداہنت دور ہو جاتی ہے۔ صبر کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اس کے بس میں کوئی چیز نہ ہو اور وہ کہے کہ میرا صبر ہے۔ یا آج حق بیان کرے اور کل کو اس سے پیچھے ہٹے۔ بلکہ اصل صبر دین میں پہنچنے والی تکالیف پر استقامت اور جم جانا ہے۔ اور استقامت کے لئے اللہ سے دعا مانگے کہ اے اللہ مجھے ثابت قدمی عطا فرما۔ صبر کی لغوی، اصطلاحی تعریف اور انواع پہلے گزر چکی ہیں۔[89]

معیت عامہ اور معیت خاصہ:

إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ اس معیت کو صوفیاء کی اصطلاح میں "معیت خاصہ" کہتے ہیں یعنی اللہ کی خصوصی مدد ان لوگوں کے ساتھ ہے جو دین پر ڈٹ جائیں اور اس میں آنے والی مشکلات کی پرواہ نہ کریں۔ ایک "معیت عامہ" ہے یعنی اللہ کا علم اور قدرت کے ذریعے ساتھ ہونا اور یہ معیت ہر کسی کو حاصل ہے۔[90]

ربط: اتباع رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر ڈٹے رہو اس راہ میں اگر قتل بھی کئے جاؤ تو یہ موت بے کار اور عبث موت نہیں ہے بلکہ شہادت کی موت ہے۔

"وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ ۚ بَلْ أَحْيَآءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ" ﴿١٥٤﴾

« اور مت کہو ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کے دین میں قتل کئے گئے (بیکار) مردے[91]۔ بلکہ وہ زندہ ہیں (آخرت کے اعتبار سے)[92] لیکن تم لوگ (ان کی زندگی کا)[93] شعور نہیں رکھتے »

میت اور مقتول میں فرق:

میت اور مقتول میں یہ فرق ہے کہ میت وہ ہے جس سے روح نکلی ہوتی ہے لیکن جسد صحیح سالم ہوتا ہے جبکہ مقتول میں روح بھی نہیں ہوتی اور اس کا بدن بھی چھلنی ہوا ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس آیت کو یہ کہتے ہوئے اپنی دلیل بناتے ہیں کہ شہید کو میت یعنی مرا ہوا یا مردہ نہیں کہنا۔ اسے جواب دیا جائے گا کہ آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے وہ میت نہیں ہے بلکہ مقتول ہے اور قرآن مجید نے بھی اس آیت میں اسے مقتول ہی کہا ہے: يُقْتَلُ « جو قتل کیا جائے »

بَلْ أَحْيَآءٌ « بلکہ وہ (آخرت کے اعتبار سے) زندہ ہیں » اس دنیا کے اعتبار سے نہیں۔[94]

وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ قرآن مجید نے شعور یعنی ظاہری سمجھ بوجھ کی نفی کی ہے۔ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ نہیں کہا۔ اور شعور[95] حیوانات میں ہوتی ہے گویا کہ معنی یہ ہے « لیکن تم حیوانوں جتنی سمجھ بھی نہیں رکھتے »

بعض لوگ سوال پوچھتے ہیں آپ کی حیاۃ النبی کے متعلق کیا رائے ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ اس مسئلے کے متعلق میری رائے وہی ہے جو قرآن مجید نے ذکر کی ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے: وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ وہ آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں لیکن تمہیں اس زندگی کے متعلق حیوانوں جتنی سمجھ بھی نہیں ہے۔ جب ہمیں اتنی سمجھ بھی نہیں ہے تو اس میں گفتگو کرنے اور اسے معرکۃ الآراء مسئلہ بنانے کی ضرورت کیا ہے؟

ربط: اتباع رسول ﷺ میں اگر قتل ہونے سے بچ جاؤ، لیکن دیگر آزمائشیں ضرور آئیں گی ان میں بھی ڈٹ کے رہنا۔

"وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ" ﴿١٥٥﴾

« اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے تھوڑے سے ڈر کے ساتھ، بھوک کے ساتھ، اور مال، جان اور میووں کی کمی کے ساتھ[96]۔ اور ثابت قدم رہنے والوں کو خوشخبری دو»

وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ ہم ضرور بضرور تمہیں تھوڑی سے امتحانات کے ساتھ آزمائیں گے[97]۔ بِشَيۡءٖ نکرہ تقلیل اور تحقیر کی طرف اشارہ ہے[98]۔

اس آیت میں پانچ امتحانات ذکر کئے گئے ہیں:

1. ٱلۡخَوۡفِ « دشمن کی طرف سے ڈر کا امتحان »[99]
2. وَٱلۡجُوعِ « بھوک کا امتحان »
3. وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ « مال کی کمی کا امتحان »
4. وَٱلۡأَنفُسِ « جانوں کے ضائع ہونے کا امتحان »
5. وَٱلثَّمَرَٰتِ « میووں، پھلوں اور پیداوار میں کمی کا امتحان »

وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ قرآن وسنت میں ڈٹ جانے والوں کو خوشخبری دو۔ یہ منزل ان لوگوں کی تھی جن کے قدم حق کی راہ میں پہنچنے والی مشکلات سے نہیں ڈگمگاتے لیکن لوگوں نے ان آیات کو مردوں کے ساتھ خاص کیا کہ کسی کے مرنے پر ان آیات کی تلاوت کرتے ہیں حالانکہ وہ غیر اختیاری مصیبت ہے۔

"ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتۡهُم مُّصِيبَةٞ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيۡهِ رَٰجِعُونَ" ﴿١٥٦﴾

«(ثابت قدم) وہ لوگ ہیں جب بھی انہیں (دین میں) کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور بلاشبہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں»

"أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ" ﴿١٥٧﴾

« یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے شاباش[100] اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں »[101]

یہ تین الفاظ صَلَوَٰتٞ ، رَحۡمَةٞ اور ٱلۡمُهۡتَدُونَ ان لوگوں کے لئے کہے گئے جو اتباع رسول ﷺ میں ڈٹ جانے والے ہیں۔ اس مقام میں یہ منزل اور درجہ مجاہد اور حاجی کے لئے نہیں کہا گیا بلکہ سنت کا پرچار کرنے والا اور اس کے ضمن میں لگنے والے الزامات پر صبر کرنے والے کے لئے ہے۔

نواں اعتراض صفا اور مروہ کی سعی پر

معترضین کی جانب سے اللہ کے رسول ﷺ پر ایک اعتراض یہ تھا کہ ہمیں بتوں کے طواف سے منع کرتے ہو اور خود صفا اور مروہ کی سعی کرتے ہو۔

جواب: صفا اور مروہ شرک کی علامات نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ کے دین کی علامات یعنی شعائر اللہ ہیں۔

آج کے زمانے میں اعتراض کا رنگ:

یہی اعتراض آج بدلے رنگ میں قرآن مجید کے مبلغ پر بھی کیا جائے گا۔ کہ ہمیں اولیاء اللہ کے قبروں کے لئے سفر سے منع کرتے ہو اور خود مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کے قبر کے لئے جاتے ہو۔ جواب یہ ہے کہ وہاں جانا جائز ہے جہاں جانے کی قرآن و سنت نے اجازت دی ہے اور جہاں جانے سے شریعت نے روکا ہے وہاں سے لوگوں کو روکا جائے گا۔ جہاں تک پیغمبر ﷺ کے قبر کو جانے کی بات ہے تو اس کی اجازت شریعت نے دی ہے اور وہ امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہیں اور باپ کے قبر کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے۔

"إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلۡمَرۡوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِۖ فَمَنۡ حَجَّ ٱلۡبَيۡتَ أَوِ ٱعۡتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَاۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرٗا فَإِنَّ ٱللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ "﴿١٥٨﴾

« بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کے دین کی علامات میں سے ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر ان دونوں (صفا مروہ) کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اور جو کوئی زیادہ نیکی کرے تو بے شک اللہ بدلہ دینے والا / قدر دان اور جاننے والا ہے »[102]

صفا اور مروہ کی سعی کا پس منظر:

امام بخاری سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجر اور شیر خوار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر چلے گئے اور چند دنوں کی خوراک اور پانی کا ایک مشکیزہ بھی چھوڑا۔ ہاجر انہیں دودھ پلاتی تھیں اور اس مشکیزہ کا پانی پیتی تھیں۔ چند دنوں کے بعد جب وہ پانی ختم ہو گیا تو انہیں اور ان کے بچہ کو سخت پیاس لگی بچے کی حالت کو دیکھ کر کہ وہ پیاس کے مارے ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ لا کر پہلے صفا پہاڑی پر چڑھیں تا کہ کوئی نظر آئے اور اس سے اپنے بچے کے لئے خوراک اور پانی لے سکے۔ جب کوئی نظر نہ آیا تو صفا سے اتر کر جب وہ نشیب میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا کے ایسے دوڑیں جیسے کوئی سخت مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے حتیٰ کہ اس نشیب سے گزر گئیں اور کوہ مروہ پر آکر کھڑی ہوئیں اور ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں؟ جب کوئی نظر نہ آیا اسی طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی لئے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ [صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث:3364]

شَعَآئِرِ شَعِيْرَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی "علامت اور نشانی" کے ہیں۔[103]

شَاكِرٌ بھی ان صفات میں سے ہے جو اللہ اور بندوں کے درمیان مشترک ہے لیکن جب اس کی نسبت بندے کی طرف کی جائے تو فعل کی ابتداء یعنی شکر کرنا مراد ہوتی ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف کی جائے تو فعل کی انتہاء یعنی شکر کا بدلہ دینے والا مراد ہوتا ہے۔[104]

زجر [حق چھپانے والے اہل کتاب کو جھڑکی، توبیخ اور تخویف] [105]

"إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ" ﴿١٥٩﴾

« بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں وہ جو ہم نے (قرآن کے) دلائل نازل کئے ہیں اور سنت بعد اس کے کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کیا ہے تو انہی لوگوں پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور (جملہ) لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں »

ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ سے مراد قرآن و سنت ہیں۔[106]

أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ حدیث میں ہے کہ ایک شخص کو کئی مرتبہ شراب پینے کے جرم میں رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کیا گیا اور ہر مرتبہ انہیں کوڑے لگائے گئے۔ ایک شخص نے کہا: اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لعنت نہ کرو۔[107] کئی مرتبہ شراب پینے کے بعد بھی اللہ کے رسول ﷺ صحابی کو لعنت کرنے سے منع فرما رہے ہیں لیکن وہ عالم جو حق چھپانے کا مرتکب ہوا قرآن مجید اسے متفق علیہ لعنتی قرار دے رہا ہے۔[108]

الترغيب الى التوبة

"إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصۡلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيۡهِمۡ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ" ﴿١٦٠﴾

« مگر وہ لوگ (لعنتی نہیں ہیں) جنہوں نے (کتمان حق سے) رجوع کیا اور اصلاح کی (اپنے آپ کی قرآن و سنت کے مطابق) کی اصلاح کی اور بیان کیا (اپنی گذشتہ غلطی پر) تو یہ لوگ ہیں جن پر میں مہربانی کروں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں »

وَبَيَّنُواْ اور بر سر منبر اعلان کرے اور لوگوں کو گذشتہ حق چھپانے پر خبر دار کرے تاکہ عام لوگ بھی توبہ کریں۔[109]

قرآن مجید میں تین قسم کے لوگوں کا توبہ ذکر کیا گیا ہے: عالم، جاہل (اُمی) اور منافق۔

عالم، امی اور منافق کے توبہ کی شرائط:

زیر بحث آیت میں عالم کی توبہ کی تین شرائط ذکر کی گئیں کیونکہ سورۃ البقرۃ میں روئے سخن یہودیوں کی جانب اکثر ہے:

1. تَابُواْ
2. وَأَصۡلَحُواْ
3. وَبَيَّنُواْ

جاہل کی توبہ کی دو شرائط ہیں۔ سورۃ آل عمران میں روئے سخن نصاری کی جانب زیادہ ہے اور وہ اکثر جاہل تھے:

"إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ مِنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَ وَأَصۡلَحُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٌ" [سورۃ آل عمران 89:3]

« مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے بعد رجوع کیا اور اصلاح کی تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے »

1. تَابُواْ

2. وَأَصۡلَحُواْ

جبکہ منافق کی توبہ کی چار شرائط ذکر کی گئی ہیں:

"إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصۡلَحُواْ وَٱعۡتَصَمُواْ بِٱللَّهِ وَأَخۡلَصُواْ دِينَهُمۡ لِلَّهِ "[سورة النساء4:146]

« مگر وہ لوگ جنہوں نے (منافقت) سے رجوع کی اور (اپنے عمل کی) اصلاح کی اور اللہ (کی کتاب) کو تھاما اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لئے کیا (یعنی منافقت نہ کرے) »

1. تَابُواْ

2. وَأَصۡلَحُواْ

3. وَٱعۡتَصَمُواْ بِٱللَّهِ

4. وَأَخۡلَصُواْ دِينَهُمۡ لِلَّهِ

"إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَمَاتُواْ وَهُمۡ كُفَّارٌ أُوْلَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةُ ٱللَّهِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلنَّاسِ أَجۡمَعِينَ ١٦١"

« بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (یعنی حق چھپایا)[110] اور اس حال میں مر گئے کہ وہ دین سے انکار کرنے والے بھی تھے تو ایسوں پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت ہے »

"خَٰلِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ ٱلۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنظَرُونَ ١٦٢"

« ہمیشہ ہوں گے اس (لعنت) میں[111]۔ نہ تو ان کے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں کوئی مہلت دی جائے گی »

يُنظَرُونَ انتظار سے ہے۔[112]

حواشی:

[1] المفردات فی غریب القرآن:722-725

[2] ابن کثیر خلاصہ یوں بیان فرماتے ہیں: قال أبو جعفر بن جرير ما حاصله: أنه يجوز أن يكون المراد بالكلمات جميع ما ذكر وجائز أن يكون بعض ذلك ولا يجوز الجزم بشيء منها أنه المراد على التعيين إلا بحديث أو إجماع، قال: ولم يصح في ذلك خبر بنقل الواحد ولا بنقل الجماعة الذي يجب التسليم له [تفسیر القرآن العظیم1:287]

[3] "عن ابن عباس في قوله تعالى: وَإِذِ ٱبْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ قال: ابتلاه الله بالطهارة خمس في الرأس وخمس في الجسد . في الرأس: السواك والاستنشاق والمضمضة وقص الشارب وفرق الرأس . وفي الجسد خمسة: تقليم الأظفار وحلق العانة والختان والاستنجاء من الغائط والبول ونتف الإبط "تفسیر عبد الرزاق1:289،نص:116

[4] "عن ابن عباس في قوله: وَإِذِ ٱبْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ .قال ابن عباس: لم يبتل أحد بهذا الدين فأقامه إلا إبراهيم ابتلاه الله بكلمات فأتمهن..قال: عشر منها في الأحزاب وعشر منها في براءة وعشر منها في المؤمنون و سأل سائل وقال: إن هذا الإسلام ثلاثون سهما" ۔طبری،جامع البیان،8:3،روایت:1907،ابن ابی حاتم،تفسیر القرآن العظیم،220:1،روایت:1166

[5] ابو ہلال عسکری [وفات:395ھ] نے ابتلاء اور اختبار کے مابین فرق ذکر کیا ہے: أن الابتلاء لا يكون إلا بتحميل المكاره والمشاق والاختبار يكون بذلك وبفعل المحبوب [معجم الفروق اللغویۃ:10] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: والابتلاء في الأصل التكليف بالأمر الشاق من البلاء [انوار التنزیل واسرار التاویل1:104]

[6] ابو منصور ماتریدی [وفات:333ھ] احکام فطرت کے قول پر **لکن** کے ذریعے استدراک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لكن في هذا ليس كبير حكمة إذ يفعل هذا كل واحد ولكن الحكمة فيه هي: ما قيل:

- إن ابتلاءه بالنار، حيث ألقي فيها، فصبر، حتى قال له جبريل: " أتستعين بي؟ قال: أما منك فلا "
- وابتلي بإسكان ذريته الوادي، الذي لا ماء فيه، ولا زرع، ولا غرس.
- وابتلي بالهجرة من عندهم
- وابتلي بالهجرة إلى الشام
- وابتلي بذبح ولده. ابتلي بأشياء لم يبتل أحد من الأنبياء بمثله، فصبر على ذلك. ففي مثل هذا يكون وجه الحكمة" [تاویلات اہل السنۃ1:554-555]

[7] عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابن عبد المطلب، قرشی، ہاشمی، 3 قبل ہجری=619ء کو پیدا ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ امت میں حبر الامۃ اور ترجمان القرآن جیسے القابات سے مشہور ہیں۔ طائف میں سکونت پذیر تھے اور وہیں 68ھ =687ء کو وفات پائی۔ [اسد الغابۃ3:96،ترجمہ:3038،الاعلام، زرکلی،4:95]

[8] "عن ابن عباس قال: الكلمات التي ابتلي بهن إبراهيم فأتمهن فراق قومه في الله حين أمر بفراقهم، ومحاجته نمرود في الله حتى وقفه على ما وقفه عليه من خطر الأمر الذي فيه خلافهم، وصبره على قذفه إياه في النار ليحرقوه في الله على هول ذلك من أمرهم، والهجرة بعد ذلك من وطنه وبلاده في الله حين أمره بالخروج عنهم، وما أمره به من الضيافة والصبر عليها، وماله وما ابتلي به من ذبح ولده حين أمره بذبحه"۔ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم،1:220،روایت:1167،ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم 1: 285،سیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور1:273

متن میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے تین روایات مروی ہیں۔ یہ تینوں ابن ابی حاتم نے ذکر کی ہیں، اور بقیہ اقوال یہ ہیں:

4. چوتھی روایت ابن عباس سے یہ ہے: کلمات سے مراد چھ انسان میں اور چار مشاعر میں ہیں جیسے بیت اللہ کا طواف، صفا مروہ کی سعی وغیرہ
5. پانچویں روایت ابن عباس سے یہ ہے: اس سے مراد مناسک ہیں۔
6. حسن بصری کے قول کے مطابق اس سے چاند، سورج اور تارے کے ذریعے آزمایا جاتا ہے۔
7. مجاہد کے مطابق اس سے مراد ان آیات میں مذکور احکام ہیں (یعنی سورۃ البقرۃ آیت:124 سے آیت:129 تک جو آیات ہیں)

تفسیر ابن ابی حاتم،1:220-221،روایات:1165-1172

محمد علی صابونی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اختلف المفسرون في الكلمات التي اختبر الله بها إبراهيم عليه السلام وأصح هذه الأقوال ما روي عن ابن عباس أنه قال: «الكلمات التي ابتلى الله بهن إبراهيم فأتمهن: فراق قومه في الله حين أمر بمفارقتهم، ومحاجة نمرود في الله، وصبره على قذفهم إياه في النار ليحرقوه، والهجرة من وطنه حين أمر بالخروج عنهم، وما ابتلى به من ذبح ابنه حين أمر بذبحه» [صفوة التفاسير 84:1]

يقول الباحث : لا ريب أنه أصح الأقوال لأن القرآن يؤيده لكن فى سنده سلمة بن الفضل الأبرش وهو منكر الحديث عند الائمة و إمام المغازي محمد بن إسحاق المدلس وقد عنعنه .

9 *Hagar was a daughter of Pharaoh. (…) Better that she be a servant in their house than a princess in someone else's. So, it was that Hagar, an Egyptian princess, became Abraham's wife and bore him Ishmael (Midrash; Rashi).*
The Chumash, ed. Rabbi Nosson Scherman, etc., 2007, p. 71.

اس مضمون پر محمد اشرف چھینہ کی انگریزی کتاب کا مطالعہ مفید ہے "*Hagar The Princess The Mother of the Arabs & Ishmael*" یعنی "شہزادی ہاجرہ، ام عرب اور اسماعیل علیہ السلام"۔ مذکورہ حوالہ انہی کی کتاب باب:13، صفحہ:97 سے دیا گیا ہے۔

10 صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، حدیث:3558

11 صحیح بخاری کے الفاظ یوں ہیں: فقالت: يا إبراهيم، أين تذهب وتتركنا بهذا الوادي، الذي ليس فيه إنس ولا شيء؟ فقالت له ذلك مرارا، وجعل لا يلتفت إليها، فقالت له: آلله الذي أمرك بهذا؟ قال نعم، قالت: إذن لا يضيعنا [صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث:3364]

12 ابن تیمیہ، مجموع الفتاوی 358:3

13 سورۃ الصافات 113:37 میں ارشاد باری ہے: وَبَٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلَىٰٓ إِسۡحَٰقَۚ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٞ وَظَالِمٞ لِّنَفۡسِهِۦ مُبِينٞ .

14 ثاب أى رجع بعد ذهابه ... يَثُوْبُ ثَوْباً و ثُئُوباً و ثَوَبَاناً و ثَوَاباً فهو ثائبٌ والمفعول منه مَثُوْبٌ والأمر منه : ثُبْ ... والمثابةُ: الذي يَثُوبُ إليه النّاس، كالبيت جَعَله اللهُ للنّاس مَثابةً، أي: مُجْتَمْعاً بَعْدَ التَّفريق، وإن لم يكونوا تفرّقوا مِنْ هنالك، فقد كانوا مُتَفرّقِينَ ... والمَثُوبةُ: الثّواب : والثواب: ما يرجع إلى الإنسان من جزاء أعماله، فيسمى الجزاء ثوابا تصورا أنه هو هو ...وثَوَّبَ المؤذّنُ إذا تنحنح للإقامة ليأتِيَهُ النّاسُ. والثَّوْبُ: واحدُ الثِّياب [خلیل بن احمد، فراہیدی، کتاب العین 8:246-247، راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن:179-180، ابن منظور، لسان العرب 243:1]

15 ابن قتیبہ فرماتے ہیں: أي يثوبون إليه يعني يعودون إليه في كل عام [غریب القرآن:33] امام بخاری لکھتے ہیں: مَثَابَةً يَثُوْبُوْنَ يَرْجِعُوْنَ [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، رقم الحدیث:4483 سے قبل]

16 ابو بکر جصاص لکھتے ہیں: حدود حرم سے باہر جرم کرنے والا اگر حرم میں پناہ لے لے تو کیا سلوک کیا جائے اس شخص کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے:

جو حدود حرم سے باہر جرم کر کے حرم میں پناہ لے لے۔ ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر اور حسن بن زیادہ کا قول ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کے بعد حدود حرم میں داخل ہو جائے تو اس وقت تک قصاص نہیں لیا جائے گا جب تک وہ حدود حرم میں رہے گا۔ لیکن نہ اس کے ساتھ خرید د فروخت کی جائے گی اور نہ ہی کھانے پینے کے لئے اسے کچھ دیا جائے گا حتی کہ وہ مجبور ہو کر حدود حرم سے باہر نکل آئے پھر اس سے قصاص لیا جائے گا۔

1. اگر وہ حرم کے اندر قتل کا ارتکاب کرے گا تو اسے قتل کر دیا جائے۔
2. اگر اس نے حرم سے باہر قتل نفس سے کم تر جرم کیا ہو یعنی کسی کے اعضاء و جوارح کو نقصان پہنچایا ہو اور پھر حرم میں داخل ہو گیا تو اس سے حرم کے اندر ہی قصاص لے لیا جائے گا۔
3. امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے کہ اس سے ہر صورت میں حرم کے اندر ہی قصاص لیا جائے گا۔ [احکام القرآن 27:2-28]

17 صحیح بخاری عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حدیث:2478، صحیح مسلم، حدیث:1781 [دخل النبي ﷺ مكة، وحول الكعبة ثلاث مائة وستون نصب]

18 الاکتساب فی الرزق المستطاب:82

19 محمد بن وضاح، کتاب البدع والنہی عنہا، باب تغیر البدع، روایت:87 عن ابی ادریس الخولانی۔ تاریخ کبیر کی سند ضعیف ہے البتہ یہ اثر صحیح ہے۔ مزید مطالعہ کے لئے: ضیاء النور:74

20 صحیح بخاری کی طویل روایت میں ہے جو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ابراہیم نے کہا اے اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ اس حکم کے مطابق عمل کیجئے ابراہیم بولے کیا تم میرا ہاتھ بٹاؤ گے؟ اسماعیل نے کہاں ہاں! میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا ابراہیم نے کہا کہ اللہ نے مجھے یہاں بیت اللہ بنانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے اس اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا یعنی اس کے گرد اگرد ان دونوں نے کعبہ کی دیواریں بلند کیں

اسماعیل پتھر لاتے تھے اور ابراہیم تعمیر کرتے تھے حتیٰ کہ جب دیوار بلند ہوئی تو اسماعیل ایک پتھر کو اٹھالائے اور اسے ابراہیم کے لئے رکھ دیا ابراہیم اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور اسماعیل انہیں پتھر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا کرتے رہے کہ اے پروردگار! ہم سے (یہ کام) قبول فرمابیشک تو سننے والا جاننے والا ہے پھر دونوں تعمیر کرنے لگے اور کعبہ کے گرد گھوم کر یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ کام) قبول فرمابیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔[**صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث:3364**]

21 **نووی فرماتے ہیں:** ومعنى سمع الله لمن حمده أي أجاب دعاء من حمده ومعنى يسمع الله لكم يستجب دعاءكم [**شرح النووی علی مسلم4:121**]

22 **ابو البقاء لکھتے ہیں:** واحد المناسك مَنْسَكٌ و مَنْسِكٌ بفتح السين وكسرها [**التبیان فی اعراب القرآن1:116**]

23 **امام ماوردی لکھتے ہیں:** وفيها تأويلان: أحدهما: أنها مناسك الحج ومعالمه , وهذا قول قتادة والسدي. والثاني: أنها مناسك الذبائح التي تُنْسَكُ لله عز وجل , وهذا قول مجاهد وعطاء. والمناسك جمعُ مَنْسَكٍ , واختلفوا في تسميته مَنْسَكاً على وجهين: أحدهما: لأنه مُعْتَادٌ ويتردد الناس إليه في الحج والعمرة . من قولهم إن لفلان منسكا إذا كان له موضعٌ معتادٌ لخيرٍ أو شرٍ فسميت بذلك مناسك الحج لاعتيادها. والثاني: أن النُّسُكَ عبادة الله تعالى ولذلك سمي الزاهد ناسكا لعبادة ربه فسميت هذه مناسك لأنها عبادات [**النکت والعیون1:191**]

24 **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چار مقاصد ذکر کئے گئے ہیں:**

1. يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ
2. وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ
3. وَٱلۡحِكۡمَةَ
4. وَيُزَكِّيهِمۡ

اور یہ آیت قرآن مجید میں کُل چار مرتبہ آئی ہے، باقی تین مرتبہ: سورۃ البقرۃ2:151، سورۃ آل عمران3:164، سورۃ الجمعۃ62:2۔ فرق صرف یوں ہے کہ پہلی مرتبہ تزکیہ سب سے آخر میں اور باقی تینوں جگھوں میں تزکیہ درمیان میں ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ پہلی مرتبہ بطور "نصاب" ذکر کیا گیا ہے اور باقی مقامات میں "مقصود" کو وسط میں ذکر کیا گیا ہے۔

25 **امام شافعی فرماتے ہیں:** ما مَنَّ الله به على العباد من تعلم الكتاب والحكمة: دليل على أن الحكمة سنة رسول الله ﷺ [**الرسالۃ:32، نص:96**]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ يقرأ عليهم ويبلغهم ما تُوْحِيْ إليه من دلائل التوحيد والنبوة [**انوار التنزیل واسرار التاویل1:106**]

26 **مسند احمد28:379، حدیث:17150، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاحزاب، حدیث:3566، دلائل النبوۃ1:81۔** إسناده صحيح .

27 **شیخ القرآن [رسالہ احمدیہ:8 کے حوالے سے] سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید پر ایک فتوے کے بارے میں لکھتے ہیں: فساد دوم این گروہ ہمیں ظاہر و باہر گردید کہ قرآن شریف را بمردمان جاہلان بہ ترجمہ ہندی می آموختند و ایشان را مولویان میساختند[الانتصار لسنۃ سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم: 19]**

28 "The British on their occupation of the Frontier, accelerated permanent settlement. It served Imperialists in two ways: the revenue was easily collected and big *jagirs* were allocated to the loyalists—servants or allies of the Imperialists. They were given the organization of revenue collection. They were the most influential figures in the official circles and their sons were appointed to public offices. They were given titles like *Khan Bahadar* and *Khan Sahib*. Common people had very little cultivated land and had to work in the Khan's *jagir* in return for a share in the crop. The Khanan did not cultivate themselves. There were *dehqans, hamsayas,* and *faqirs*.[Pg.11]

Interestingly, in NWFP, every mosque served as a school for basic education. In these mosque *maktab*, children were taught Quran and the basics of Islam.In some cases, they were taught writing and some basic Persian books like *gulistan* and *bostan*. There were some *ulama*—religious scholars—whom imparted higher education privately, that included Arabic grammar, mathematics, logic and exegesis of Quran. Initially, the teaching of *ahadith*—traditions of the Prophet Muhammad (Peace Be Upon Him)—was avoided due to lack of understanding. Those people who considered it important were discouraged and instead preferred few books of jurisprudence. The *mullas* did nothing for the teaching of *ahadith*. The translation of Quran was avoided and considered difficult. It was obligatory to learn many components of Arabic grammar, i.e., *Sarf wa Nahwa, Ilm-ul-Kalam, Fiqh* and many more before learning the translation of the Quran. [Pg.13- 14]

Titles such as Khan Bahadar, Khan Sahib and Malak were given to the loyalists. These title holders really safeguarded the interests of the colonial government."[Al taf Qadir,Reforming the Pakhtuns and resisting the British,An Appraisal of Haji sahib Turangzai's Movement Pg.43. National Institute of Historical and Cultural Research. 2015]

-سر روپر لیت برج(Sir Roper Lethbridge)نے اپنی کتاب میں مسلمانوں،ہندوؤں اور ہندوستان میں بسنے والی تمام اقوام کو انگریزوں کی جانب سے دیئے جانے والے القابات کو ذکر کیا ہے جن کی تعداد ایک سو چھیانوے ہے۔ ان میں سے مسلمانوں کو دیئے جانے والے القابات میں سے بعض یہ ہیں: ارباب، بہادر، چوہدری، جمعدار، خان، خان بہادر، خان صاحب، خانزادہ، میاں، میر، مرزا، مرزا بہادر، ملک، نواب، سردار، شاہزادہ، شیخ، شیخ المشائخ، شمس العلماء۔[مقدمہ، دی گولڈن بک آف انڈیا، ص:19-23، طبع: میک ملن اینڈ کو، لندن، 1893ء]

29 **ابو البقاء لکھتے ہیں:** مَنْ استفهامٌ بمعنى الإنكار ولذلك جاءت إلَّا بعدها [**التبیان فی اعراب القرآن**1:116]

30 **امام آمدی** [وفات:631ھ] **نے لفظ "ملت" کے مفہوم پر خوبصورت کلام کیا ہے:**

أن المراد بلفظ **الملة** إنما هو أصول التوحيد وإجلال الله تعالى بالعبادة دون الفروع الشرعية ويدل على ذلك أربعة أوجه:

الأول: أن لفظ الملة لا يطلق على الفروع الشرعية بدليل أنه لا يقال: ملة الشافعي وملة أبي حنيفة لمذهبيهما في الفروع الشرعية.

الثاني: أنه قال عقيب ذلك: وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ذكر ذلك في مقابلة الدين، ومقابل الشرك إنما هو التوحيد.

الثالث: أنه قال: وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَٰهِـۧمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُۥ ولو كان المراد من الدين الأحكام الفرعية لكان من خالفه فيها من الأنبياء سفيها ، وهو محال.

الرابع: أنه لو كان المراد من الدين فروع الشريعة لوجب على النبي عليه السلام البحث عنها لكونه مأمورا بها، وذلك مع اندراسها ممتنع. ثم وإن سلمنا أن المراد بالملة الفروع الشرعية غير أنه إنما وجب عليه اتباعها بما أوحي، ولهذا قال: ثُمَّ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ [**الإحکام فی اصول الأحکام**4:146]

امام آلوسی سورۃ النحل آیت:123 کے تحت لکھتے ہیں: والمراد من مِّلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ التوحيد [**روح المعانی**7:484]

31 **امام نسفی سورۃ العنکبوت آیت:8 کے تحت لکھتے ہیں:** وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ أي وصاهم بكلمة التوحيد وأمرهم بها [**مدارک التنزیل وحقائق التاویل**2:665]

قرطبی لکھتے ہیں: وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ أي بالملة، وقيل: بالكلمة التي هي قوله: أَسْلَمْتُ لِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ وهو أصوب لأنه أقرب مذكور أي قولوا أسلمنا [**تفسیر قرطبی**2:135]

32 **ابو بکر رازی** [وفات:666ھ] **لکھتے ہیں:** فإن قيل: الموت ليس في وسع الإنسان وقدرته حتى يصح أن ينهى عنه على صفة أو يؤمر به على صفة، فكيف قال: فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ؟ قلنا: معناه أثبتوا على الإسلام حتى إذا جاءكم الموت متم على دين الإسلام، فهو في المعنى أمر بالثبات على الإسلام والدوام عليه أو نهي عن تركه [**مسائل رازی**:12]

33 **ابن عطیہ لکھتے ہیں:** ومعنى الآية حَضَرَ يَعْقُوبَ مُقَدِّمَاتُ الْمَوْتِ [**المحرر الوجیز**1:214]

34 **یہود و نصاریٰ کہتے تھے:** كُونُوا۟ هُودًا أَوْ نَصَٰرَىٰ تَهْتَدُوا۟ **یعنی ہدایت یہودیت یا نصرانیت میں ہے، قرآن مجید نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں:**

1. بَلْ مِلَّةَ إِبْرَٰهِـۧمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ
2. قُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا ... لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ
3. فَإِنْ ءَامَنُوا۟ بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِۦ فَقَدِ ٱهْتَدَوا۟

35 **ابن قیم لکھتے ہیں:** والحنيف المقبل على الله ويلزم هذا المعنى ميله عما سواه فالميل لازم معنى الحنيف لا انه موضوعه لغة [**مفتاح دار السعادۃ**1:174]

36 **یہ بیت زمانہ جاہلی کے شاعر "جران العود" کا ہے۔ جوہری** [وفات:393ھ] ،**الصحاح**4:1347۔

37 **ابن قیم اس آیت کو** مِّلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ **کا تسلسل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:** فإن ملة إبراهيم الإيمان بالله وكتبه ورسله وأن لا يفرق بين أحد منهم فيؤمن ببعضهم ويكفر ببعضهم فمن لم يأت بمثل هذا الإيمان فهو بريء من ملة إبراهيم مشاق لمن هو على ملته [**بدائع الفوائد**4:156]

38 **زجاج لکھتے ہیں:** فإن أتوا بتصديقٍ مثلَ تصديقكم وإيمانِكم بالأنبياء، ووَحَّدُوا كتوحيدكم فَقَدِ ٱهْتَدَوا۟ أي فقد صاروا مسلمين مثلكم [**معانی القرآن واعرابہ**1:214]

ابو البقاء لکھتے ہیں: الباء زائدة. ومثل صفة لمصدر محذوف تقديره: إيمانا مثل إيمانكم، والهاء ترجع إلى الله، أو القرآن، أو محمد، وما مصدرية، ونظير زيادة الباء هنا زيادتها في قوله: (جزاء سيئة بمثلها) وقيل مثل هنا زائدة وما بمعنى الذي وقرأ ابن عباس: بما آمنتم به بإسقاط مثل [**التبیان فی اعراب القرآن**1:121]

---

39 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الشَّقُّ: الخَرْمُ الواقعُ في الشيء. يقال: شَقَقْتُهُ بنصفين. قال تعالى: ثُمَّ شَقَقۡنَا ٱلۡأَرۡضَ شَقّٗا ... والشقاق: المخالفة، وكَوْنُكَ في شِقٍّ غَيْرِ شِقِّ صاحِبِكَ [**المفردات فی غریب القرآن:459،،مادۃ:شق**] «**شق کسی شئ میں شگاف کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ اللہ کا ارشاد ہے: پھر ہم نے زمین کو چیرا۔ شقاق مخالفت کو کہتے ہیں گویا کہ ہر کوئی جانب مخالفت میں کھڑا ہے**»

امام ماوردی فرماتے ہیں: وأصل الشقاق البُعْدُ , من قولهم قد أخذ فلانٌ في شِقٍّ , وفلانٌ في شِقٍّ آخرَ , إذا تَبَاعَدُوا. وكذلك قيل للخارج عن الجماعة , قد شَقَّ عَصَا المسلمين لِبُعْدِهِ عنهم [**النکت والعیون1:195**]

40 **امام قرطبی فرماتے ہیں:** فَسَيَكۡفِيكَهُمُ ٱللَّهُ أي فسيكفي اللهُ رسولَهُ عدوَّه [**الجامع لاحکام القرآن2:143**]

41 **اگر عرفی سے مراد عرفی شیرازی (وفات:999ھ) ہے تو اس کی "کلیات عرفی" کے چار ہزار اشعار میں یہ شعر نہ مل سکا۔ احمد شاہ بخاری، پطرس کے مضامین:59۔(بغیر کسی شاعر کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھا ہے)۔**

42 **ابن الانباری** [وفات:577ھ] **لکھتے ہیں:** صِبۡغَةَ ٱللَّهِ أى دين الله . وهو منصوب من ثلثة أوجه : الأول : أن يكون منصوبا بتقدير فعلٍ وتقديره : إتبعوا صِبۡغَةَ ٱللَّهِ . والثاني : أن يكون منصوبا على الإغراء أى عليكم صِبۡغَةَ ٱللَّهِ . والثالث : أن يكون بدلا من قوله : مِلَّةَ إِبۡرَٰهِـۧمَ [**البیان فی غریب اعراب القرآن1:126**]

43 **ابن کثیر لکھتے ہیں:** أي تناظروننا في توحيد الله [**تفسیر القرآن العظیم1:323**]

44 **امام آلوسی لکھتے ہیں:** لنا جزاءُ أعمالِنا الحسنةِ الْمُوافِقَةِ لأمرِهِ ولكم جزاءُ أعمالِكم السيئةِ المخالِفَةِ لحكمِهِ [**روح المعانی1:396**]

45 **اس مقام میں یہود و نصاری نے جس گواہی کو چھپایا اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ ابراہیم اور مذکورہ انبیاء مسلمان تھے یہود و نصاری نہیں تھے اور ان کا یہودیت اور نصرانیت سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن انہوں نے اس کو چھپایا۔ انہیں معلوم تھا کہ آخری نبی ﷺ اور قرآن مجید حق ہیں لیکن انہوں نے اس گواہی کو چھپایا۔[طبری، جامع البیان3:124]**

46 **امام نووی فرماتے ہیں:** بيت المقدس زاده الله تعالى شَرَفًا، يقال: بفتح الميم وإسكان القاف وكسر الدال، ويقال بضم الميم وفتح القاف وفتح الدال المشددة لغتان مشهورتان [**تہذیب الاسماء واللغات، حرف القاف: فصل فی اسماء المواضع،4:109**]

47 **تحویل قبلہ کا حکم جب اہل قباء کو فجر کی نماز میں پہنچا تو حدیث میں ہے:** وكانت وجوهُهُم إلى الشام، فاسْتَدَارُوا إلى الكعبة [**صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القبلۃ، حدیث:403**]

48 **یہاں پر اعتراض کرنے والوں کو** ٱلسُّفَهَآءُ **کہا گیا ہے۔** ٱلسُّفَهَآءُ **میں اختلاف ہے کہ یہ اعتراض کرنے والے کون تھے؟ علماء کے اس میں تین اقوال ہیں: یہود، منافقین، کفار مکہ۔**

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: واختلف في المراد بالسفهاء فقال البراء وابن عباس ومجاهد هم اليهود وأخرج ذلك الطبري عنهم بأسانيد صحيحة وروي من طريق السدي قال هم المنافقون والمراد بالسفهاء الكفار وأهل النفاق واليهود :

1. أما الكفار فقالوا لما حُوِّلَتِ القبلةُ رجع محمدٌ إلى قبلتنا وسيرجع إلى ديننا فإنه عَلِمَ أنَّا على الحق
2. وأما أهل النفاق فقالوا إن كان أولا على الحق فالذي انتقل إليه باطلٌ وكذلك بالعكس
3. وأما اليهود فقالوا خالفَ قبلةَ الأنبياء ولو كان نبياً لما خالف فلما كَثُرَتْ أقاويلُ هؤلاء السفهاءِ أُنْزِلَتْ هذه الآياتُ من قوله تعالى مَا نَنسَخۡ مِنۡ ءَايَةٍ إلى قوله تعالى فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَٱخۡشَوۡنِي الآية [**فتح الباری8:171**]

49 **ابن قیم فرماتے ہیں:** السَّفَهُ غايةُ الجهلِ وهو مركبٌ من عَدَمِ العلم بما يُصْلِحُ معاشَه ومعادَه وإرادتُه بخلافه [**بدائع الفوائد4:131**]

50 **محمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی الفضل مرسی، ابو عبد اللہ، علامہ شرف الدین، نحوی، ادیب، زاہد، مفسر، محدث، فقیہ اور اصولی تھے۔ 570ھ = 1174ء میں پیدا ہوئے۔ علم کے حصول کے لئے خراسان، بغداد، دمشق، مکہ مدینہ، مصر اور دور دراز علاقوں کا سفر کیا۔ علم نحو اور شعر میں کافی مہارت حاصل تھی اور نئے نئے قاعدے استنباط کئے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔ 15 ربیع الاول 655ھ = 1257ء کو سوموار کی رات میں فوت ہوئے۔**

[**معجم الادباء6:2646**، ترجمہ:1064، **سیر اعلام النبلاء23:312**، ترجمہ:220، **الاعلام6:233**، **طبقات المفسرین:368-370**، ترجمہ:386-36]

51 **معجم الادباء6:2547**، **سیر اعلام النبلاء23:314**، **طبقات المفسرین**(اردو):369

52 **ربط** : **جن لوگوں نے بغیر اعتراض کئے اور بغیر چوں چرا کے اللہ کے رسول کی اطاعت کی اور قبلے کی جانب منہ پھیرا، قرآن مجید نے ان کی تعریف** أُمَّةً وَسَطًا **کے ساتھ کی۔**

53 عام مفسرین نے کاف للتشبیہ لیا ہے جو موضع نصب میں واقع ہے اور مصدر محذوف کے لئے صفت ہے۔ مختلف توجیہات کے لئے دیکھیں۔ رازی، تفسیر کبیر 4:83-84۔ مولانا غلام اللہ خان اپنے استاد مولانا حسین علی کا قول نقل کرتے ہیں: کذلك یہاں تشبیہ متعارف کے لئے نہیں بلکہ بیان کمال کے لئے ہے۔[جواہر القرآن 1:70، حاشیہ:372]

54 خطیب بغدادی لکھتے ہیں: باب ما جاء في تعديل الله ورسوله للصحابة , وأنه لا يحتاج للسؤال عنهم , وإنما يجب ذلك فيمن دونهم كل حديث اتصل إسناده بين من رواه وبين النبي ﷺ لم يلزم العمل به إلا بعد ثبوت عدالة رجاله , ويجب النظر في أحوالهم , سوى الصحابي الذي رفعه إلى رسول الله ﷺ , لأن عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم وإخباره عن طهارتهم , واختياره لهم في نص القرآن , فمن ذلك قوله تعالى: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وقوله: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا, وهذا اللفظ وإن كان عاما فالمراد به الخاص , وقيل: وهو وارد في الصحابة دون غيره [الکفایۃ فی علم الروایۃ:46] خطیب بغدادی نے اس ضمن میں مذکورہ دو آیات سمیت کل سات آیات قرآن مجید سے ذکر کی ہیں اور سات احادیث مرفوعہ ذکر کی ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: والأخبار في هذا المعنى تتسع , وكلها مطابقة لما ورد في نص القرآن , وجميع ذلك يقتضي طهارة الصحابة , والقطع على تعديلهم ونزاهتهم , فلا يحتاج أحد منهم مع تعديل الله تعالى لهم المطلع على بواطنهم إلى تعديل أحد من الخلق لهم [الکفایۃ فی علم الروایۃ:48]

55 وسط کے معنی "عدل" کے خود اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں: سیدنا نوح علیہ السلام کی امت پر آخری امت کی گواہی والی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا آیت پڑھی اور فرمایا: والوَسَطُ العَدْلُ «اور وسط کے معنی عدل کے ہیں»[صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: انا اوحینا الیک، حدیث:3339]

ابن حجر اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: والوسط العدل هو مرفوع من نفس الخبر وليس بِمُدْرَجٍ من قول بعض الرواة كما وَهِمَ فيه بعضُهُم «اور وسط بمعنی عدل ہونا خبر مرفوع میں سے ہے اور یہ راویوں کی طرف سے مدرج نہیں ہے جیسا کہ بعض محدثین کا خیال ہے»[فتح الباری 8:172]

ابو عبید [وفات:209ھ] لکھتے ہیں: أُمَّةً وَسَطًا أي عَدْلاً خِيَارًا «عادل اور بہتر»[مجاز القرآن 1:59]

زہیر بن ابی سلمی کا شعر ہے:

هُمْ وَسَطٌ تَرْضَى الأَنَامُ بِحُكْمِهِمْ : إذا نَزَلَتْ إحْدَى الَّليَالِي بِمُعْظَمِ

«وہ ایسے عادل اور بہتر لوگ ہیں کہ لوگ ان کے فیصلے پر راضی ہوتے ہیں۔ اگر کسی رات میں ایک بڑی مصیبت بھی نازل ہو»[جامع البیان 3:142]

56 " يُجاءُ بنوحٍ يوم القيامة، فيقال له: هل بَلَّغْتَ؟ فيقول: نعم، يا رب، فَتُسْأَلُ أُمَّتُهُ: هل بلَّغكم؟ فيقولون: ما جاءنا من نذيرٍ، فيقول: مَنْ شُهُوْدُكَ ؟ فيقول: محمدٌ وأمتُه، فيجاء بكم، فتَشْهَدُوْنَ "، ثم قرأ رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا – قال: عدلاً – لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا "۔

صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب قول اللہ: وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا ، حدیث:7349 اور کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4487

اسی طرح کی روایت امام احمد اور امام نسائی نے صحیح سند کے ساتھ ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں پیغمبر کا نام ذکر نہیں ہوا: عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: " يجيء النبي يوم القيامة، ومعه الرجل والنبي ومعه الرجلان وأكثر من ذلك، فيدعى قومه، فيقال لهم: هل بلغكم هذا؟ فيقولون: لا. فيقال له: هل بلغت قومك؟ فيقول: نعم. فيقال له: من يشهد لك؟ فيقول: محمد وأمته. فيدعى وأمته ، فيقال لهم: هل بلغ هذا قومه؟ فيقولون: نعم. فيقال: وما علمكم؟ فيقولون: جاءنا نبينا، فأخبرنا: أن الرسل قد بلغوا، فذلك قوله ": وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا قال: " يقول: عدلا " لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

[مسند احمد 18:112، حدیث:11558، سنن نسائی، کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، حدیث:10940]

57 عبد الرزاق اور ابن جریر زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں: فتقول قوم نوح عليه السلام: كيف تشهدون علينا ولم تدركونا ؟

[تفسیر عبد الرزاق 1:295، روایت:138، جامع البیان 3:151، روایت:2192]

58 عبد اللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں: فيقول الرسل: لنا عليهم شهداء، فيقول: من؟ فيقولون: أمة محمد ﷺ فتدعى أمة محمد، فيقال لهم: أتشهدون أن الرسل قد بلغت الأمم؟ فيقولون: نعم، فتقول الأمم: يا ربنا كيف يشهد علينا من لم يدركنا؟ فيقول الله: كيف تشهدون عليهم ولم تدركوهم؟ فيقولون: يا ربنا أرسلت إلينا رسولا، وأنزلت إلينا كتابا، وقصصت علينا فيه أن قد بلغوا، فذلك قول الله : وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا [الزہد، باب فضل ذکر اللہ عز وجل، روایت:1598]

59 ٱلۡقِبۡلَةَ ٱلَّتِي كُنتَ عَلَيۡهَآ میں دو توجیہات ہیں:

1. اگر "کان" کو ماضی کے معنوں میں لیا جائے تو قبلہ سے مراد بیت المقدس ہے۔ اور متن میں بھی یہی معنی کیا گیا ہے۔
2. اگر "کان" کو حال کے معنی میں لیا جائے تو قبلہ سے مراد کعبہ ہو گا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: المراد بالقبلة هنا القبلة الأولى، لقوله: كُنتَ عَلَيۡهَآ . وقيل: الثانية، فتكون الكاف زائدة، أي أنت الآن عليها [الجامع لاحکام القرآن 156:2]

واحدی [وفات:468ھ] فرماتے ہیں: وَمَا جَعَلۡنَا ٱلۡقِبۡلَةَ ٱلَّتِي كُنتَ عَلَيۡهَآ أي: التي أنتَ عليها اليوم وهي الكعبةُ قِبلةً [الوجیز:135]

ابن عطیہ نے اس قول کی نسبت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے: وقال ابن عباس: القبلة في الآية الكعبة، وكنت بمعنى أنت [المحرر الوجیز 220:1]

60 سیوطی اور خطیب شربینی فرماتے ہیں: لِنَعۡلَمَ أى علم ظهور [جلالین:30، السراج المنیر 100:1]

ابن جریر طبری لکھتے ہیں: قال ابن عباس: **لنميز** أهل اليقين من أهل الشرك والريبة ... إلا **لنرى** من يتبع الرسول [جامع البیان 160:3]

61 كَانَتۡ کا اسم اکثر مفسرین نے تولیہ اور تحویل (یعنی کعبہ کی طرف منہ پھیرنا) ذکر کیا ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ [جامع البیان 164:3] جبکہ شیخ القرآن نے اس کا اسم متابعۃ النبی ﷺ ذکر کیا ہے۔

62 صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: مات على القبلة قبل أن تحول رجال وقتلوا، فلم ندر ما نقول فيهم، فأنزل الله تعالى: وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَٰنَكُمۡ [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الصلاۃ من الایمان، حدیث:40]

63 ابن قتیبہ فرماتے ہیں: وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَٰنَكُمۡ أي: صلاتكم إلى بيت المقدس [غریب القرآن، مقدمہ،:10]

64 امام نسفی لکھتے ہیں: ثم **علل** ذلك فقال: إِنَّ ٱللَّهَ بِٱلنَّاسِ لَرَءُوفٞ رَّحِيمٞ ... وهما المبالغة ... والرأفة أشد من الرحمة [مدارک التنزیل وحقائق التاویل 139:1]

65 اس قول کی دلیل صحیح بخاری کی روایت ہے جو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ صلى نحو بيت المقدس، ستة عشر أو سبعة عشر شهرا، وكان رسول الله ﷺ يحب أن يُوَجَّهَ إلى الكعبة، فأنزل الله: قَدۡ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِ ، فتوجه نحو الكعبة ، وقال السفهاء من الناس، وهم اليهود: مَا وَلَّىٰهُمۡ عَن قِبۡلَتِهِمُ ٱلَّتِي كَانُواْ عَلَيۡهَاۚ قُل لِّلَّهِ ٱلۡمَشۡرِقُ وَٱلۡمَغۡرِبُۚ يَهۡدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ
[صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، حدیث:399]

66 اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے: "يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمۡ فِي ٱلنَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيۡتَنَآ أَطَعۡنَا ٱللَّهَ وَأَطَعۡنَا ٱلرَّسُولَا۠ " « جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹے پلٹے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی » [سورۃ الاحزاب 66:33]

لیکن یہ قول مطلقاً محل نظر ہے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِي ٱلسَّٰجِدِينَ [سورۃ الشعراء 219:26] رسول اللہ ﷺ کا سجدہ کرنے والوں میں تقلب، کیا قرآن اللہ کے رسول ﷺ کا اضطراب ذکر رہا ہے؟ حالانکہ اس آیت میں اللہ اپنے رسول ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اللہ آپ کو دیکھ رہا ہے اگر آپ تنہائی میں عبادت کے لئے اٹھتے ہیں یا آپ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔

67 صحیح بخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلاۃ والصوم والفرائض والاحکام، حدیث:7252

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: وكان يعجبه أن تكون قبلته قبل البيت « اور آپ کو یہ اچھا لگتا تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو جائے »

[صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الصلاۃ من الایمان، حدیث:40 اور کتاب التفسیر، حدیث:4486]

مولانا حسین علی فرماتے ہیں:

اب یہ جاننا چاہیئے کہ قَدۡ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِي ٱلسَّمَآءِ کی وجہ خوشی نہ تھی۔ اور مادۃ تقلب کا بھی اسی تنگی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ تَقَلَّبَ الشيءُ ظهرًا لِبَطْنٍ كالحية تتقلب فى الرمضاء۔ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو خوشی تھی تحویل پر کیونکہ مکہ قبلہ ابراہیم کا تھا، لہذا آپ کی خوشی تھی کہ میں اپنے آباؤ اجداد کے قبلے پر ہو جاؤں۔ [بلغۃ الحیران:26]

جوہری [وفات:393ھ] لکھتے ہیں: تَقَلَّبَ الشيءُ ظهرًا لِبَطْنٍ كالحية تتقلب على الرمضاء « سخت گرمی میں سانپ کا تکلیف کے ساتھ چلنے کو تقلب کہتے ہیں » [الصحاح 205:1]

[68] اس پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے:عن ابن عباس، أن النبي صلى ﷺ كان : يصلي نحو بيت المقدس والكعبة بين يديه، وبعد ما تحول إلى المدينة ستة عشر شهرا، ثم صرفه الله تعالى إلى الكعبة [بیہقی، السنن الکبری، باب تحویل القبلۃ من بیت المقدس الی الکعبۃ، حدیث:2193]

«اللہ کے رسول ﷺ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے جبکہ کعبہ درمیان میں ہوتا تھا۔ اور مدینہ منتقل ہونے کے بعد بھی آپ نے سولہ مہینے بیت المقدس کی جانب نماز پڑھی پھر اللہ نے انہیں کعبے کی طرف پھیر دیا»

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم مکہ ہی میں دیا گیا تھا۔ کیونکہ کعبہ کو درمیان میں لانا مکہ ہی میں ممکن ہو سکتا ہے۔ اور اس سے کعبہ کے ساتھ محبت کا اندازہ بیت المقدس کو قبلہ بنانے کے باوجود لگایا جا سکتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں پر دونوں کی طرف منہ کرنا بیک وقت ممکن نہیں تھا تو آغاز میں اللہ کے رسول ﷺ آسمان کی طرف دیکھتے کہ شاید حکم آجائے۔ لیکن بعد میں مانوس ہو گئے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ بیت المقدس مزید کچھ عرصہ تک قبلہ رہے۔

شیخ القرآن کے نزدیک حدیث کے مندرجہ ذیل جملوں کا تعلق ابتدائے حکم کے ساتھ ہے:

1. وكان يحب أن يوجه إلى الكعبة [صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان، حدیث:399]
2. وكان يعجبه أن تكون قبلته قبل البيت [صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الصلاۃ من الایمان، حدیث:40 اور کتاب التفسیر، حدیث:4486]
3. وكان يعجبه أن يحول قبل البيت [مسند احمد 454:30، حدیث:18496]

نوٹ: یہ بات قابلِ تعجب ہے کہ مولانا حسین علی اور اُن کے تلامذہ کے نزدیک حدیث کے مذکورہ جملے اور ٹکڑے کا تعلق ابتدائی وقت کے ساتھ ہے حالانکہ حدیث کا باقی ماندہ حصہ "تحویل قبلہ" کے آخری وقت یعنی منسوخ ہونے کے وقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

سجاد بخاری نے "تحویل قبلہ" کے حوالے سے مولانا حسین علی کے قول کی خوبصورت تعبیر کی ہے: "اِس طرزِ تفسیر سے دوسرے مفسرین کے مفاہیم کو رد کرنا مقصود نہیں اور اِس طرز سے کوئی تفسیر بھی خالی نہیں۔ ہر تفسیر میں ایک ایک آیت کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہوتے ہیں اور بعض مفسرین اُن میں سے کسی ایک قول کو دوسروں پر ترجیح بھی دیدیتے ہیں۔ حضرت مولانا حسین علی نے اس آیت کا اُس کے سیاق وسباق سے جو مفہوم سمجھا اسے درج کیا گیا... حضرت شیخ نے یہ مفہوم لفظ "تقلب" کے لغوی معنی اور اُس کے سیاق وسباق کے پیشِ نظر بیان فرمایا ہے.... اس لئے اِس کو تفسیر بالرأی کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ جس مفہوم کا آیت میں احتمال موجود ہو اور سیاق وسباق سے اُس کا استنباط ہو سکتا ہو اور وہ کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو تو وہ "تاویل" کے زمرہ میں آئے گا.... یہ بات انہوں نے آیت کے سیاق وسباق کے پیش نظر فرمائی ہے اور ہر عالم ومفسر کو تحقیق واستنباط کا حق حاصل ہے بشرطیکہ وہ اُس کا اہل ہو"۔ [اِقامۃ البرہان علی اِبطال وساوس ہدایۃ الحیران:50-51، ناشر: کتب خانہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار راولپنڈی، 2001ء]

[69] سیوطی لکھتے ہیں: أخرج أبو داود في ناسخه عن ابن عباس قال: أول ما نسخ من القرآن القبلة وذلك أن محمدا كان يستقبل صخرة بيت المقدس وهي قبلة اليهود فاستقبلها سبعة عشر شهرا ليؤمنوا به وليتبعوه وليدعوا بذلك الأميين من العرب فقال الله : وَلِلَّهِ ٱلْمَشْرِقُ وَٱلْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا۟ فَثَمَّ وَجْهُ ٱللَّهِ ۚ وقال : قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ الآية [الدر المنثور 343:1]

ابن العربی لکھتے ہیں کہ تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ بیت المقدس ہی قبلہ رہے: مَا وَلَّىٰهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ ٱلَّتِى كَانُوا۟ عَلَيْهَا قال علماؤنا: المراد بذلك اليهود، عابوا على المسلمين رجوعهم إلى الكعبة عن بيت المقدس، وكان النبي ﷺ يحب أولا أن يتوجه إلى بيت المقدس، حتى إذا داني اليهود في قبلتهم كان أقرب إلى إجابتهم، فإنه عليه السلام كان حريصا على تأليف الكلمة، وجمع الناس على الدين، فقابلت اليهود هذه النعمة بالكفران [احکام القرآن، 60:1]

[70] یہ حکم کب اور کہاں نازل ہوا: ابن سعد روایت کرتے ہیں: زار رسول الله ﷺ أم بشر البراء بن معرور في بني سلمة فصنعت له طعاما. وحانت الظهر فصلى رسول الله ﷺ بأصحابه ركعتين. ثم أمر أن يوجه إلى الكعبة فاستدار إلى الكعبة واستقبل الميزاب. فسمي المسجد مسجد القبلتين. وذلك يوم الاثنين للنصف من رجب على رأس سبعة عشر شهرا [الطبقات الکبری 186:1]

«رسول اللہ ﷺ بنو سلمہ کے محلے میں سیدنا بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی والدہ کے ملاقات کے لئے گئے۔ انہوں نے کھانا تیار کیا۔ ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ (نماز کے دوران ہی) آپ ﷺ کو کعبہ کی جانب رخ پھیرنے کا حکم دیا گیا۔ پس آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف اپنا رخ پھیرا اور وہ مسجد "مسجد قبلتین" سے مشہور ہوئی۔ یہ حکم ہجرت کے سترہویں ماہ کے آغاز میں، رجب کی پندرہ تاریخ اور پیر کا دن تھا»

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: وكان التحويل في نصف شهر رجب من السنة الثانية على الصحيح وبه جزم الجمهور [**فتح الباری**97:1]

جب بیت المقدس مدینہ سے شام کی طرف اور کعبہ جنوب کی طرف ہے تو نماز کے دوران تحویل کی کیفیت کیسی تھی، ابن حجر فرماتے ہیں:

فتحوَّلَ النساءُ مكانَ الرجال والرجالُ مكانَ النساءِ فصلينا السَّجدتين الباقِيَتَيْنِ إلى البيت الحرام . قُلْتُ : وتصويرُه أن الإمام تحول من مكانه في مُقَدَّمِ المسجد إلى مُؤَخَّرِ المسجدِ لأن من استقبل الكعبة استدبر بيتَ المقدسِ وهو لو دار كما هو في مكانه لم يكن خلفَه مكانٌ يسعُ الصفوفَ ولما تحول الإمام تحولت الرجال حتى صاروا خلفه وتحولت النساء حتى صرن خلف الرجال وهذا يستدعي عملا كثيرا في الصلاة فيُحْتملُ أن يكون ذلك وقع قبلَ تحريمِ العملِ الكثيرِ كما كان قبل تحريم الكلام ويحتمل أن يكون اغْتُفِرَ العملُ المذكورُ من أَجْلِ المصلحةِ المذكورةِ أو لم تَتَوَالَ الخُطَا عند التحويل بل وقعتْ مُفَرَّقَةً والله أعلم [**فتح الباری**507:1]

صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں: وأنه صلى أول صلاة صلاها صلاة العصر [**صحیح بخاری، حدیث**:40] **جس سے مراد یہ ہے کہ کعبہ کی طرف پہلی کامل نماز اللہ کے پیغمبر ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی۔ قباء میں تحویل قبلہ کا حکم اگلے روز فجر کی نماز میں پہنچا اور وہ نماز ہی کی حالت میں پھرے۔**[**صحیح بخاری، حدیث**:4488]

[71] **امام ماوردی فرماتے ہیں:** يعني تحويل القبلة عن بيت المقدس إلى الكعبة [**النکت والعیون**203:1]

[72] **ابن جوزی لکھتے ہیں:** في هاء « يَعۡرِفُونَهُۥ » قولان: أحدهما: أنها تعود على النبي ﷺ ، قاله ابن عباس. والثاني: تعود على صرفه إلى الكعبة [**زادالمسیر**122:1]

امام قرطبی فرماتے ہیں: وخص الأبناء في المعرفة بالذكر دون الأنفس وإن كانت ألصق لأن الإنسان يمر عليه من زمنه برهة لا يعرف فيها نفسه، ولا يمر عليه وقت لا يعرف فيه ابنه [**الجامع لاحکام القرآن**163:2]« **اور اپنے نفسوں کو پہچاننے کی بجائے بیٹوں کو خاص طور پر ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کیونکہ انسان پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرتا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتا لیکن اس پر ایسا وقت نہیں گزرتا جس میں وہ اپنے بیٹے کو نہ پہچانتا ہو** »

[73] **ابن تیمیہ صابئین کے بارے میں لکھتے ہیں:** وكانوا يصلون إلى القطب الشمالي ... فان الصابئة نوعان صابئة حنفاء موحدون وصابئة مشركون [**الرد علی المنطقیین**:288]

[74] **ابن جریر لکھتے ہیں:** وما لك من سبيلٍ يا محمَّدُ إلى اتباعِ قِبْلتهم. وذلك أن اليهودَ تستقبل بَيْتَ الْمَقْدِسِ بصلاتها وأن النصارى تستقبل المشرقَ [**جامع البیان**185:3]

[75] ويحتمل يعني: القرآن هو الحق من ربك [**ماتریدی، تاویلات القرآن**، 592:1]

[76] **ابو البقاء لکھتے ہیں:** اللام متعلقة بمحذوف تقديره: فعلنا ذلك لِئَلَّا [**التبیان فی اعراب القرآن**128:1]

[77] **امام ماوردی** [وفات:450ھ] **فرماتے ہیں:** فأفادَ كلُّ واحدٍ من الأوامرِ الثلاثةِ مع استوائها في التزام الحكم فائدةً مُسْتَجَدَّةً: أما الأمر الأول فمفيدٌ لنسخِ غيرِهِ , وأما الأمر الثاني فمفيدٌ .. أنه لا يتعَقَّبَهُ نَسْخٌ. وأما الأمر الثالث فمفيدٌ أن لا حجة عليهم فيه [**النکت والعیون**207:1]

« **پہلے حکم سے سابقہ قبلہ کے حکم کو منسوخ کرنا، دوسرے حکم میں حکمت کہ اب یہ قبلہ منسوخ نہیں ہوگا اور تیسرے حکم کا فائدہ کہ تم پر اس سلسلے میں کوئی حجت باقی نہ رہے** »

ابو القاسم سہیلی [وفات:581ھ] **لکھتے ہیں کہ تین دفعہ حکم دینے میں معترضین کے تین گروہوں کی تردید ہے یہود، منافق اور مشرکین مکہ :** وكرر الباري تعالى الأمر بالتوجه إلى البيت الحرام في ثلاث آيات، لأن المنكرين لتحويل القبلة، كانوا ثلاثة أصناف من الناس اليهود، لأنهم لا يقولون بالنسخ في أصل مذهبهم، وأهل الريب والنفاق اشتد إنكارهم له أنه كان أول نسخ نزل، وكفار قريش قالوا: ندم محمد على فراق ديننا فسيرجع إليه كما رجع إلى قبلتنا [**الروض الانف**115:4]

ابوزکریاالانصاری [وفات:926ھ] **فرماتے ہیں:** كرر ثلاث مرات، لأن الأول في المسجد الحرام، والثاني خارجه، والثالث خارج البلد [**فتح الرحمن**:45]

[78] **امام رازی سورۃ آل عمران آیت:50، کی تفسیر میں فرماتے ہیں:** وإنما أعاده لأنَّ إخراجَ الإنسانِ عن المألوفِ الْمُعْتَادِ من قديم الزمانِ عَسِرٌ فأعادَ ذكر المعجزات ليصيرَ كلامَه ناجعاً في قلوبهم ومؤثرا في طِبَاعِهِمْ [**فتح الرحمن**:45]

[79] **امام بغوی لکھتے ہیں:** لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ يعني: اليهود عَلَيۡكُمۡ حُجَّةٌ ، وذلك أنهم عرفوا أن الكعبة قبلة لإبراهيم، ووجدوا في التوراة أن محمدا سَيُحَوَّلُ إليها، فحَوَّلَه اللهُ تعالى إليها لئلا يكون لهم حجةٌ فيقولوا: إن النبي الذي نجده في كتابنا سيحول إليها ولم تُحَوَّلْ أَنْتَ، فلما حول إليها ذَهَبَتْ حُجَّتُهُم [**معالم التنزیل**182:1]

[80] **ابن قتیبہ لکھتے ہیں:** إِلَّا ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنۡهُمۡ أي: إلا أن يَحْتَجَّ عليكم الظالمون بباطلٍ من الْحُجَجِ [**غریب القرآن**:65] **ابن قیم، بدائع الفوائد**، 173:4

ابو بکر جصاص فرماتے ہیں: هو استثناء منقطع ومعناه: لكن ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ مِنۡهُمۡ يتعلقون بالشبهة ويضعون موضع الحجة [**احکام القرآن**111:1]

« **لیکن ظالم شبہات کا سہارا لیتے ہیں اور اسے حجت کا درجہ دیتے ہیں** »

باطل دلائل جیسے یہود کہا کرتے تھے: ما ترك قبلتنا إلى الكعبة إلا ميلا إلى دين قومه وحبا لبلده، ولو كان على الحق للزم قبلة الأنبياء «**ہمارا قبلہ بیت المقدس چھوڑنا اور کعبہ کی طرف رخ کرنا اپنے قوم قریش کے دین کی طرف میلان کی وجہ سے اور اپنے آبائی شہر مکہ کی محبت کی وجہ سے۔ اگر یہ پیغمبر حق ہوتے تو وہ پیغمبروں کا قبلہ لازم پکڑتے** »[**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**1:206] **مشرکین کہتے تھے:** قد تحيّر محمد في دينه، فتوجه إلى قبلتنا، وعلِم أنّا أهدى سبيلًا منه، ويوشك أن يرجع إلى ديننا [**التفسیر البسیط**3:407]

81 **قرطبی لکھتے ہیں:** وإتمام النعمة الهداية إلى القبلة [**الجامع لاحکام القرآن**2:170]

سمرقندی لکھتے ہیں: وَلِأُتِمَّ نِعۡمَتِي عَلَيۡكُمۡ بتحويل القبلة و بإرسال الرسول [**بحر العلوم**1:103]

82 **جرجانی لکھتے ہیں:** المجاز: اسمٌ لما أريدَ به غيرُ ما وضع له لمناسبةٍ بينهما، كتسمية الشُّجَاعِ أسدًا، وهو مَفْعَلٌ بمعنى فَاعِلٌ، من: جاز إذا تعدى، كالمولى بمعنى: الوالي؛ سمي به لأنه مُتَعَدٍّ من محل الحقيقة إلى محل المجاز، قوله: "لمناسبة بينهما" احترز به عما استعمل في غير ما وضع له لا لمناسبة؛ فإن ذلك لا يسمى مجازا بل كان مُرْتَجَلًا أو خطأ، والمجاز إما مرسل أو استعارة [**التعریفات**:202]

اور بدرالدین زرکشی نے 43ویں نوع میں حقیقت اور مجاز کی مفصل بحث کی ہے اور مجاز کی چھبیس(26) انواع ذکر کی ہیں: الأول: إيقاع المسبب موقع السبب . الثاني: عكسه وهو إيقاع السبب موقع المسبب . الثالث: إطلاق اسم الكل على الجزء . الرابع: إطلاق اسم الجزء على الكل الخ [**البرہان فی علوم القرآن**2: 254-299]

83 **قرطبی نے فراء کے حوالے سے ذکر کیا ہے:** ولأتم نعمتي عليكم إتماما مثل ما أرسلنا [**الجامع لاحکام القرآن**2:170]

84 **سمین حلبی** [وفات:756ھ] **فرماتے ہیں:** في الكافِ قولان، أظهرُهما: أنَّها للتشبيه. والثاني: أنها للتعليل، فعلى القولِ الأولِ تكونُ نعتَ مصدرٍ محذوفٍ. واختَلَفَ الناسُ في متعلَّقِها حينئذٍ على خمسةِ أوجهٍ ... وأمَّا على القولِ بأنَّها للتعليلِ فتتعلَّقُ بما بعدَها، وهو قولُه: « فَٱذۡكُرُونِيٓ » أي: اذكروني لأجلِ إرسالِنا فيكم رسولاً، وكونُ الكافِ للتعليل واضحٌ [**الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون**2:181-183]

85 **بغوی فرماتے ہیں:** وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمۡ تَكُونُواْ تَعۡلَمُونَ ، من الأحكام وشرائع الإسلام [**معالم التنزیل**1:183]

86 **اس کی مثال: ملا حسین بن علی کاشفی** [وفات:910ھ] **کی فارسی تفسیر ہے جنہوں نے سورۃ النساء کی آیت:113 سے استدلال کیا ہے۔**[**نیل السائرین**:519، **ترجمہ**:541-6]

87 **ابن جریر لکھتے ہیں:** فاذكروني أيها المؤمنون بطاعتكم إياي فيما آمركم به وفيما أنهاكم عنه، أذكركم برحمتي إياكم ومغفرتي لكم [**جامع البیان**3:211]

88 **ابن قیم ذکر کی انواع اور سب سے افضل ذکر کے بارے میں فرماتے ہیں:** وهي تكون بالقلب واللسان تارة، وذلك أفضل الذكر. وبالقلب وحده تارة، وهي الدرجة الثانية، وباللسان وحده تارة، وهي الدرجة الثالثة. فأفضل الذكر ما تواطأ عليه القلب واللسان، وإنما كان ذكر القلب وحده أفضل من ذكر اللسان وحده لأن ذكر القلب يثمر المعرفة ويهيج المحبة ويثير الحياء ويبعث على المخافة ويدعو إلى المراقبة ويزع عن التقصير في الطاعات والتهاون في المعاصي والسيئات، وذكر اللسان وحده لا يوجب شيئاً منها فثمرته ضعيفة [**الوابل الصیب من الکلم الطیب**:88-89]

89 **سورۃ البقرۃ:45 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔**

90 **ابن قیم فرماتے ہیں:** المعية نوعان:

1. عامة وهي معية العلم والإحاطة. كقوله تعالى: وَهُوَ مَعَكُمۡ أَيۡنَ مَا كُنتُمۡۚ [الحديد: 4] وقوله: مَا يَكُونُ مِن نَّجۡوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَآ أَدۡنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكۡثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ أَيۡنَ مَا كَانُواْ [المجادلة: 7] .
2. وخاصة: وهي معية القرب، كقوله تعالى: إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحۡسِنُونَ [النحل: 128] وقوله: إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ [البقرة: 153] وقوله: وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ [العنكبوت: 69] [**مدارج السالکین**2:254]

91 وَلَا تَقُولُواْ لِمَن يُقۡتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمۡوَٰتُۢ **اور** وَلَا تَقُولُواْ لِمَن يُقۡتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ مَاتُوا **میں فرق**

امام آلوسی لکھتے ہیں: إنَّ نَهْيَ المؤمنينَ عن أن يقولوا في شأن الشهداء أَمۡوَٰتُۢ ، إمَّا أن يكون دفعاً لإيهامِ مُساواتِهم لغيرهم في ذلك البرزخِ وتلك خصوصيةٌ لهم وإن شاركهم في النعيم بل وزادَ عليهم بعضُ عبادِ الله تعالى المقربين ممن يقال في حقهم ذلك، وإما أن يكون صِيَانَةً لهم عن النطق بكلمةٍ قالها أعداءُ الدِّين والمنافقون في شأن أولئك الكرام قاصدين بها أنهم حُرِمُوا من النعيم ولم يروه أبدا، وليس في الآية نهيٌ عن نسبةِ الموتِ إليهم بالكلِّيَّةِ بحيث إنهم ما ذاقُوا أصلاً ولا طَرْفَةَ عينٍ، وإلا لقال تعالى: وَلَا تَقُولُواْ لِمَن يُقۡتَلُ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ مَاتُوا، فحيث عدل عنه إلى ما ترى عُلِمَ أنهم امتازوا بعد أن قُتِلُوا بحياةٍ لائقةٍ بهم مانعةٍ عن أن يقال في شأنهم: أَمۡوَٰتُۢ وعَدَلَ سبحانه عن قتلوا المعبَّرُ عنه في آل عمران إلى « يُقۡتَلُ » رَوْماً للمبالغة في النهي، وتأكيدُ الفعل في تلك السورة يقوم مقام هذا العدول هنا [**روح المعانی**1:420]

92 قرآن مجید نے خود یہ قید ذکر کی ہے: بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ [سورۃ آل عمران 169:3]

93 **ابو البقاء لکھتے ہیں:** المفعول هنا محذوف، تقديره: لَا تَشۡعُرُونَ بحياتهم [**التبیان فی اعراب القرآن** 128:1]

94 **امام سرخسی** [وفات:483ھ] **فرماتے ہیں:** والشهيدُ حيٌّ في أحكام الآخرة كما قال تعالى: بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ [آل عمران: 169] فأما في أحكام الدنيا فهو مَيِّتٌ يُقَسَّمُ ميراثُه وتَتَزَوَّجُ امرأتُه بعد انقضاءِ العدةِ وفريضةُ الصلاة عليه من أحكام الدنيا فكان فيه مَيِّتاً يُصَلَّى عليه [**المبسوط، کتاب الصلاۃ، باب الشہید**، 50:2]

دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں: ومن يقول منهم إن الشهيد حي بالنص ولا يُصَلَّى على الحي فهذا ضعيف أيضا، لأنه حي في أحكام الآخرة فأما في أحكام الدنيا فهو ميت في حقنا، يقسم ميراثه، ويجوز لزوجته أن تتزوج بعد انقضاء العدة. والصلاة على الميت من أحكام الدنيا إلا أنه لا يُغَسَّلُ ليكون ما عليه شاهدًا له على خَصْمِهِ يوم القيامة [**شرح السیر الکبیر، باب الشہید ومایصنع بہ**:231]

امام کاسانی [وفات:587ھ] **فرماتے ہیں:** إنما وصفهم بالحياة في حق أحكام الآخرة ألا ترى إلى قوله تعالى : بَلۡ أَحۡيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ [آل عمران: 169] ، فأما في حق أحكام الدنيا فالشهيد ميت يقسم ماله، وتنكح امرأته بعد انقضاء العدة، ووجوب الصلاة عليه من أحكام الدنيا فكان ميتا فيه فيصلى عليه [**بدائع الصنائع** 325:1]

95 **شعور کی وضاحت کے لئے سورۃ البقرۃ:9 کی تفسیر اور حاشیہ دیکھیں۔**

96 **شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں: اور البتہ ہم آزماویں گے تم کو کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے [موضح القرآن:29]**

97 **شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے مؤمن پر آنے والی آزمائشیں اور مصیبتوں کی دس حکمتیں ذکر کی ہیں۔[ضیاء النور:313، فصل فی مایصیب المؤمن من الابتلاء والمصائب والحکمۃ فی ذلک]**

98 **شوکانی لکھتے ہیں:** وتنكير شيء: للتقليل، أي: بشيء قليل من هذه الأمور [**فتح القدیر** 184:1]

قرطبی لکھتے ہیں جب فعل کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ ضم ہو جائے: لما ضمت إلى النون الثقيلة بني الفعل فصار بمنزلة خمسة عشر [**الجامع لاحکام القرآن** 173:2]

99 **قرطبی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:** مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ أي خوفِ العدوِّ والفَزَعِ في القتال [**الجامع لاحکام القرآن** 173:2]

100 **امام بخاری ابو العالیہ سے ذکر کرتے ہیں:** قال أبو العالية: صلاة الله ثناؤه عليه عند الملائكة، وصلاة الملائكة الدعاء [**صحیح بخاری، حدیث:4497 سے قبل**]

زجاج لکھتے ہیں: الصلاة في اللغة على ضربين: أحدهما الركوع والسجود، والآخر الرحمة والثناء والدعاء , فصلاة الناس على الميت إنما معناها الدعاء والثناء على الله صلاة، والصلاة من الله عز وجل على أنبيائه وعباده معناها الرحمة لهم والثناء عليهم [**معانی القرآن واعرابہ** 231:1]

شاہ عبدالقادر ترجمہ کرتے ہیں: ایسے لوگ انہیں پر شاباشیں ہیں۔[موضح القرآن:29]

101 **امام بخاری فرماتے ہیں:** وقال عمر رضي الله عنه: نِعْمَ الْعِدْلَانِ، و نِعْمَ الْعِلَاوَةُ «**کیا ہی دو اچھے ہم مثل ہیں اور کیا ہی اچھا اضافہ ہے**»[**صحیح بخاری، حدیث:1302 سے قبل**]

102 **امام بخاری ام المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:**

یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے وہ لوگ اسلام لانے سے پہلے منات بت کے نام پر احرام باندھا کرتے تھے، جس کی وہ پوجا کرتے تھے، وہ مشلل کے پاس تھا، جو شخص احرام باندھتا وہ صفا مروہ کے طواف کو برا سمجھتا تھا، جب وہ لوگ مسلمان ہوگئے، تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم صفا اور مروہ کا طواف کرنا برا سمجھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔[صحیح بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ، حدیث:1643]

103 **ابن قتیبہ** [وفات:276ھ] **فرماتے ہیں:** شَعَٰٓئِرِ ٱللَّهِ واحدها شعيرة، وهي كلُّ شيءٍ جُعِلَ عَلَماً من أعلام طاعَتِهِ. ومنه إشعارُ الْبُدْنِ: إذا أُهْدِيَتْ . وهو أن تَطْعَنَ في سَنَامِها، وتُجَلِّلَها وتُقَلِّدَها، لأن ذلك من علامات إهدائها . وقال قائل حين شُجَّ عُمَرُ: أُشْعِرَ أميرُ المؤمنين . كأنه أُعْلِمَ بعلامةٍ من الجِرَاحِ. ويرى أهل النظر أن أصله من الشِّعَارِ، وهو ما وَلِيَ الْجَسَدَ من الثياب [**غریب القرآن، مقدمہ**:32]

شعائر اللہ

ابو بکر جصاص [وفات:370ھ] **فرماتے ہیں:**

1. **سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شعائر سے مراد مناسک حج ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ صفا، مروہ اور قربانی کے جانور سب شعائر میں داخل ہیں۔**
2. **عطاء کا قول ہے کہ اس سے مراد اللہ کے فرائض ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔**

3. حسن کا قول ہے کہ اللہ کا سارا دین شعائر اللہ ہے کیونکہ قول باری ہے:ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب : اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے گا تو یہ تعظیم دلوں کی پرہیز گاری میں سے ہے۔ آیت میں شعائر اللہ سے اللہ کا دین مراد ہے۔

4. ایک قول ہے کہ اس سے حرم کے نشانات مراد ہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو احرام کے بغیر ان سے آگے جانے کی ممانعت کر دی جب وہ مکہ میں داخل ہونا چاہیں۔

یہ تمام وجوہ آیت کے اندر محتمل ہیں۔ شعائر کی اصل یہ ہے کہ یہ اشعار سے ماخوذ ہے یعنی احساس کی جہت سے معلوم کرانا۔ مشاعر البدن یعنی حواس اسی سے ماخوذ ہے۔ مشاعر ان مقامات کو کہتے ہیں جنہیں علامتوں کے ذریعے واضح کیا گیا ہو آپ کہتے ہیں' قد شعرت به 'میں نے اسے معلوم کر لیا۔ قول باری: لایشعرون کے معنی لایعلمون کے ہیں یعنی وہ نہیں جانتے ہیں۔ شاعر کا لفظ بھی اسی سے ماخوذ ہے اس لئے کہ وہ اپنی فطانت سے ان چیزوں کا احساس کر لیتا ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے جب اس کی اصل وہ ہے جو ہم نے بیان کی ہے تو پھر شعائر علامات کو کہیں گے۔ اس کا واحد شعیرۃ ہے جو اس علامت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی چیز کا احساس کیا جاتا ہے اور اس کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے قول باری: لا تحلوا شعائر اللہ اللہ کے دین کے تمام معالم نشانات پر مشتمل ہیں یعنی وہ باتیں جو ہمیں اللہ وحدہ نے بتائی ہیں جن کا تعلق دین کے فرائض اور اس کے نشانات سے ہے اور ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان سے نہ تو تجاوز کریں نہ ان سے پیچھے رک جائیں اور نہ ہی انہیں ضائع ہونے دیں۔ یہ مفہوم ان تمام معانی کو سمیٹ لے گا جو شعائر کی تاویل میں سلف سے منقول ہیں۔[احکام القرآن376:2]

ابن العربی [وفات:543ھ] فرماتے ہیں: عرفہ، مزدلفہ، صفا، مروہ، بیت اللہ تک تمام علامات، حج کے مناسک، بدنۃ(اونٹنی)، پورا دین اور دینی کتابیں اور اس کی تعظیم کا التزام یہ سب شعائر اللہ میں سے ہیں۔[احکام القرآن287:3-288]

* شاہ ولی اللہ نے مستقل باب باندھا ہے: باب تعظیم شعائر اللہ جس میں فرماتے ہیں: شریعتوں کا مدار شعائر اللہ کی تعظیم پر اور ان کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کرنے پر ہے۔ شعائر سے مراد وہ ظاہری محسوس امور ہیں جو اس لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جائے۔ اور بڑے شعائر اللہ چار ہیں: قرآن، کعبہ، نبی اور نماز [حجۃ اللہ البالغۃ133:1]

* شاہ عبد العزیز فرماتے ہیں: **شعائر در اصل جمع شعیرۃ است یا جمع شعارہ است بمعنی علامت. وشعائر اللہ در عرف دین مکانات و ازمنہ و علامات و اوقات عبادت را گویند. اما مکانات عبادت پس مثل کعبہ و عرفہ و مزدلفہ و جمار ثلثہ و صفا و مروہ و منی و جمیع مساجد اند. و اما ازمنہ پس مثل رمضان و اشہر حرم و عید الفطر و عید النحر و جمعہ و ایام تشریق اند. و اما علامات پس مثل اذان و اقامت و ختنہ و نماز باجماعت و نماز جمعہ و نماز عیدین اند. و درهمہ این چیزها معنی علامت بودن متحقق است**[تفسیر عزیزی:569]

* امام نووی اذان کے متعلق فرماتے ہیں: وذكر العلماء في حكمة الأذان أربعة أشياء : **إظهار شعار الإسلام** وكلمة التوحيد والإعلام بدخول وقت الصلاة وبمكانها والدعاء إلى الجماعة [شرح النووی علی مسلم77:4]

* نماز اسلامی شعائر میں سب سے اہم علامت ہے، عمر بن عبد العزیز اپنے گورنروں کو لکھتے تھے: كتب عمر إلى عماله: اجتنبوا الاشتغال عند حضرة الصلاة، فمن أضاعها فهو لما سواها من شعائر الإسلام أشد تضييعا [حلیۃ الاولیاء316:5]

* ابن حجر نے عید کے دنوں میں خوشی کے اظہار کو دینی شعائر میں ذکر کیا ہے: إظهار السرور في الأعياد من شعار الدين [فتح الباری443:2] اور اس کے علاوہ ہر وہ چیز جو دین اسلام کی علامت جانی جاتی ہو۔ خواہ وہ مسلمانوں کا مقبرہ ہو، قرآن مجید ہو یا مسجد وغیرہ ہو۔

104 ابن جوزی لکھتے ہیں: والشكر من الله المجازاة والثناء الجميل [زاد المسیر126:1] امام رازی فرماتے ہیں: فاعلم أن الشاكر في اللغة هو الْمُظْهِرُ للإنعامِ عليه، وذلك في حق الله تعالى مُحَالٌ، فالشاكر في حقه تعالى مَجَازٌ، ومعناه الْمُجَازِيْ على الطاعة [التفسیر الکبیر139:4]

امام خطابی [وفات:388ھ] فرماتے ہیں: الشكور: هو الذي يشكر اليسير من الطاعة فيثيب عليه الكثير من الثواب، ويعطي الجزيل من النعمة، فيرضى باليسير من الشكر. كقوله سبحانه: إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ [فاطر:34]. ومعنى الشكر المضاف إليه: الرضى بيسير الطاعة من العبد والقبول له. وإعظام الثواب عليه -والله أعلم- وقد يحتمل أن يكون معنى الثناء على الله -جل وعز - بالشكور ترغيب الخلق في الطاعة. قلت أو كثرت لئلا يستقلوا القليل من العمل فلا يتركوا اليسير من جملته إذا أعوزهم الكثير منه [شأن الدعاء65:1-66]

105 الزجر والتوبيخ والتخويف لأهل الكتاب الذين يكتمون الحق [سمط الدرر:38]

اور آیت کے اسی زجر کے خوف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتمان حق نہیں کرتے تھے: امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابوہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ نے بہت حدیثیں بیان کی ہیں اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا، پھر ابوہریرہؓ نے یہ آیات پڑھیں: إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ۝ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصۡلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيۡهِمۡ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ۝ یہ امر یقینی ہے کہ ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں خرید و فروخت کرنے کا شغل رہتا تھا اور ہمارے انصار باغوں میں لگے رہتے تھے اور ابوہریرہ اپنا پیٹ بھر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہتا اور ایسے اوقات میں حاضر رہتا تھا کہ لوگ حاضر نہ ہوتے تھے اور وہ باتیں یاد کر لیتا تھا، جو وہ لوگ یاد نہ کرتے تھے۔[صحیح بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، حدیث:118]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: جب سیدنا عثمانؓ نے وضو کیا تو فرمایا اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جو شخص اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھتا ہے تو اس وضو اور نماز کے درمیان گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ عروہ کہتے ہیں وہ آیت یہ ہے: إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ۝ [صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، حدیث:160]

106 جبکہ عام مفسرین نے دونوں الفاظ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ سے اللہ کا رسول ﷺ اور ان کی تابعداری مراد لی ہے۔ امام ماوردی فرماتے ہیں: ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ فيه قولان: أحدهما: أن ٱلۡبَيِّنَٰتِ هي الحجج الدالة على نبوة محمد ﷺ وَٱلۡهُدَىٰ: الأمر باتباعه. والثاني: أن ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ واحد , والجمع بينهما تأكيد , وذلك ما أبان عن نبوته وهدى إلى اتباعه. مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ يعني القرآن [النكت والعيون 214:1]

107 عن عمر بن الخطاب، أن رجلا على عهد النبي ﷺ كان اسمه عبد الله، وكان يلقب حمارا، وكان يضحك رسول الله ﷺ وكان النبي ﷺ قد جلده في الشراب، فأتي به يوما فأمر به فجلد، فقال رجل من القوم: اللهم العنه، ما أكثر ما يؤتى به؟ فقال النبي ﷺ: «لا تلعنوه، فوالله ما علمت إنه يحب الله ورسوله»

[صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر وانہ لیس بخارج من الملۃ، حدیث:6780]

108 امام نووی فرماتے ہیں: اعلم أن لعن المسلم المصون حرامٌ بإجماع المسلمين، ويجوزُ لعنُ أصحاب الأوصاف المذمومة كقولك: لعن الله الظالمين، لعن الله الكافرين، لعن الله اليهود والنصارى، ولعن الله الفاسقين، لعن الله المصوّرين، ونحو ذلك ... وأما لعن الإنسان بعينه ممّن اتَّصَفَ بشئ من المعاصي كيهودي، أو نصراني، أو ظالم، أو زانٍ أو مصوِّرٍ، أو سارقٍ، أو آكلِ ربا، فظواهر الأحاديث أنه ليس بحرام. وأشارَ الغزالي إلى تحريمه إلا في حقّ مَن عَلِمْنَا أنه مات على الكفر، كأبي لهب، وأبي جهل وفرعونَ وهامانَ، وأشباههم، قال: لأن اللعن هو الإبعاد عن رحمة الله تعالى، وما ندري ما يُتم به لهذا الفاسق أو الكافر، قال: وأما الذين لعنَهم رسولُ الله ﷺ بأعيانهم، فيجوزُ أنه ﷺ عَلِمَ موتَهم على الكفر، قال: ويقربُ من اللعن الدعاء على الإنسان بالشرّ حتى الدعاء على الظالم، كقول الإنسان: لا أصحَّ الله جسمَه، ولا سلَّمه الله، وما جرى مجراه، وكلُّ ذلك مذمومٌ. وكذلك لعنُ جميع الحيوانات والجمادات، فكلُّه مذموم [الاذكار:353-354]

109 جزاء من جنس العمل ہوتی ہے۔ ابن قیم نے بھی عالم کے توبہ کو کچھ اسی انداز میں بیان کیا ہے: لأن ذنبهم لما كان بالكتمان، كانت توبتهم منه بالبيان [مدارج السالکین 370:1]

اور مبتدع کے جرم کے بارے میں لکھتے ہیں: وذنب المبتدع فوق ذنب الكاتم، لأن ذاك كتم الحق، وهذا كتمه ودعا إلى خلافه، فكل مبتدع كاتم ولا ينعكس [ایضاً]

110 امام رازی فرماتے ہیں: لما ذكر حال الذين يكتمون، ثم ذكر حال التائبين منهم، ذكر أيضا حال من يموت منهم من غير توبة، وأيضا أنه تعالى لما ذكر أن أولئك الكاتمين ملعونون حال الحياة، بين في هذه الآية أنهم ملعونون أيضا بعد الممات [التفسیر الکبیر 142:4]

امام بقاعی لکھتے ہیں: لما لعن الكاتمين واستثنى منهم التائبين ذكر المصرين معبرا عن كتمانهم بالكفر لتعم العبارة كل كفر فقال: إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ [نظم الدرر 277:2]

قاضی بیضاوی معنی کرتے ہیں: أي ومن لم يتب من الكاتمين حتى مات [انوار التنزیل واسرار التاویل 116:1]

111 ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں: خَٰلِدِينَ فِيهَا أي في اللعنة، وهو الظاهر، إذ لم يتقدم ما يعود عليها في اللفظ [البحر المحیط 73:2]

112 زمخشری فرماتے ہیں: وَلَا هُمۡ يُنظَرُونَ من الإنظار أى لا يُمْهَلُون ولا يُؤَجَّلُون أو لا يُنْتَظَرُوْن ليعتذروا. ولا يُنْظَرُ إليهم نَظَرَ رحمةٍ

[الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 210:1]

دعوى التوحيد ثانيا مع الادلة العقلية [دوسری مرتبہ دعوی توحید اور اس پر (آٹھ) دلائل عقلیہ] [1]

قرآن مجید کا اسلوب یہ ہے کہ جب بھی وہ کسی مضمون کو ختم کرتا ہے تو اس کے استکمال کے لئے تتمہ کے طور پر چند آیات ایسی لاتا ہے جس سے ماقبل مضمون مکمل ہو جائے۔ سورۃ کے پہلے حصے میں شرک اعتقادی کی تردید کی گئی تھی اور اس مقام میں دعوی توحید کو: ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ [سورۃ البقرۃ:21] کے عنوان سے ذکر کیا گیا تھا۔" وَإِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ " سے شرک فعلی کی تردید کی جاتی ہے تاکہ مذکورہ مضامین یعنی توحید ورسالت دونوں کا اتمام ہو۔ شرک فعلی وہ شرک جس کا تعلق عقیدہ اور فعل دونوں کے ساتھ ہے۔ پہلی مرتبہ دعوی توحید کو عبادت کے عنوان سے ذکر کیا گیا تھا اور اس پر پانچ عقلی دلائل پیش کئے گئے تھے اور یہاں الٰہ کے عنوان سے ذکر کیا جارہا ہے اور اس کے اثبات کے لئے آٹھ دلائل عقلیہ پیش کئے جاتے ہیں۔ [2]

"وَإِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحۡمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ ١٦٣"

« اور تمہارا حاجت روا ایک ہی حاجت روا ہے۔ نہیں ہے کوئی حاجت روا اس کے سوا جو عام مہربان خاص مہربان ہے »

إِلَٰهٞ اس ذات کو کہتے ہیں جو حاجت پوری کرے [3] اور یہ صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس کے برعکس مخلوق اسباب تو مہیا کر سکتی ہے لیکن حاجت روائی نہیں کر سکتی۔ مثلاً: ڈاکٹر دوائی تو دے سکتا ہے لیکن شفا نہیں دے سکتا۔

اس آیت میں اللہ کی تین صفات ذکر کی گئی ہیں: إِلَٰهٞ ،ٱلرَّحۡمَٰنُ اور ٱلرَّحِيمُ ۔ جس میں بندے کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ جب وہی حاجت پوری کرنے والا ہے اور وہی مہربان ہے تو کسی اور سے حاجت کیوں مانگی جائے اور اسے غائبانہ کیوں پکارا جائے۔

"إِنَّ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱلۡفُلۡكِ ٱلَّتِي تَجۡرِي فِي ٱلۡبَحۡرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٖ فَأَحۡيَا بِهِ ٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٖ وَتَصۡرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ وَٱلسَّحَابِ ٱلۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ١٦٤"

« بلاشبہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات و دن کے ادلنے بدلنے میں اور کشتیوں میں جو کہ سمندر میں چلتی ہیں [4] اس (سامان) کے ساتھ جو لوگوں کو نفع دیتا ہے اور اس بارش میں جو اللہ اوپر (یعنی بادلوں) سے برساتا ہے تو اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد تازہ کرتا ہے [5] اور پھیلائے ہیں اس (زمین) میں ہر قسم کے جاندار اور ہواؤں کی گردش میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان تابع ہیں ضرور (اللہ کی وحدانیت پر) دلائل ہیں اس قوم کے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں »

دلائل عقلیہ [6]

1. خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ	الٰہ وہ ذات ہے جو زمین اور آسمانوں کا خالق ہے
2. وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ	الٰہ وہ ذات ہے جو زمانے میں تغیر لاتا ہے
3. وَٱلۡفُلۡكِ ٱلَّتِي تَجۡرِي فِي ٱلۡبَحۡرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ	الٰہ وہ ذات ہے جس نے سمندر میں کشتیاں جاری کی ہیں
4. وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٖ	الٰہ وہ ذات ہے جو اوپر سے پانی برساتا ہے
5. فَأَحۡيَا بِهِ ٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا	الٰہ وہ ذات ہے جو بارش کے ذریعے سوکھی زمین کو تازہ کرتا ہے

6. وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ — الہ وہ ذات ہے جس نے زمین میں ہر قسم کے جاندار پھیلا دیئے ہیں

7. وَتَصۡرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ — الہ وہ ذات ہے جو کبھی شمال سے تو کبھی جنوب سے ہوائیں چلاتا ہے

8. وَٱلسَّحَابِ ٱلۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ — الہ وہ ذات ہے جس نے زمین و آسمان کے مابین بادلوں کو معلق کیا ہوا ہے[7]

وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ دن اور رات کے الٹ پھیر میں دہری کی تردید ہے۔ کیونکہ اگر سب کچھ دہر کر رہا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ ہمیشہ روشنی ہوتی یا ہمیشہ رات ہوتی۔ لیکن زمانے کا یہ تغیر اس ذات واحد کے وجود پر دلیل ہے۔

الزجر بالشرک

آیت:21 میں دعوی توحید: ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ پر پانچ دلائل عقلیہ ذکر کرنے کے بعد ثمرۂ دلائل: فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادًا ذکر کیا گیا تھا۔ یہاں تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ: وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا میں مشرکین کو شرک پر زجر دی گئی ہے۔[8]

"وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِۗ وَلَوۡ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ إِذۡ يَرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ مِنَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُواْ وَرَأَوُاْ ٱلۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ ٱلۡأَسۡبَابُ "﴿١٦٦﴾

« اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کے بغیر اوروں کو (اللہ کا) مثل بناتے ہیں ان کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ کے ساتھ محبت۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں (وَإِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ پر) اللہ سے محبت کرنے میں بہت سخت ہیں (مشرکین کی محبت سے اللہ کے ساتھ)۔ اور اگر دیکھتے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے جب وہ دیکھیں گے عذاب کو کہ بلاشبہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بلاشبہ اللہ سخت عذاب والے ہیں (تو وہ شرک نہ کرتے) » « جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی بیزار ہو جائیں گے ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور (پیشوا اور تابعدار دونوں) عذاب دیکھیں گے اور ان کے باہمی (محبت کے) رشتے (یکدم) کٹ جائیں گے »

أَندَادًا اوروں کو اللہ کا ند بنانا کیسا ہے؟

جواب:

1. جس طرح اللہ عالم الغیب ہے اسی طرح مخلوق میں کسی کو عالم الغیب کہنا اسے اللہ کا مثل بنانا ہے۔
2. جس طرح اللہ کو پکارنے پر یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مدد کو پہنچتا ہے یہی عقیدہ غیر کے متعلق رکھنا اسے اللہ کا مثل بنانا ہے۔
3. جس طرح اللہ بغیر ظاہری اسباب کے تکلیف پہنچانے پر قادر ہے یہی عقیدہ غیر کے متعلق رکھنا اسے اللہ کا مثل بنانا ہے۔

يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِ غیروں کے ساتھ اللہ جیسی محبت یعنی جس طرح اللہ کو پکارتے ہیں اسی طرح غیروں کو بھی اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں[9]۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ مشرک ایسا نہیں ہوتا کہ اس نے اللہ کو بالکلیہ چھوڑا ہوا ہے۔ بلکہ قرآن مجید سے ثابت ہے جب وہ کشتی میں سوار ہوتے تھے تو صرف اللہ کو پکارتے تھے: " فَإِذَا رَكِبُواْ فِي ٱلۡفُلۡكِ دَعَوُاْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ " [سورۃ العنکبوت 65:29]

اور اسی آیت سے سورۃ الشعراء کی آیت:98 کی وضاحت بھی ہوتی ہے جس میں جہنمی اپنے معبودوں کے سامنے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے تمہیں اللہ کے برابر قرار دیا تھا۔ اس تسویہ سے مراد تسویہ فی الخلق نہیں ہے کہ ہم نے آپ لوگوں کو اللہ کی طرح خالق مانا تھا بلکہ تسویہ فی الحب مراد ہے:

" تَٱللَّهِ إِن كُنَّا لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝٩٧ إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ " ۝٩٨ [سورۃ الشعراء26:97-98]

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ

اس جملے کے دو معانی ہیں:

1. وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ مما يحبه المشرك

وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اپنی محبت میں اللہ کے ساتھ سخت ہیں مشرکین کی محبت سے اللہ کے ساتھ۔ یعنی مشرک کی محبت اللہ اور غیر میں تقسیم ہے جبکہ مؤحد کی محبت اللہ کے ساتھ خاص ہے۔[10]

2. وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اپنی محبت میں اللہ کے ساتھ سخت ہیں مشرکین کی محبت سے غیر اللہ کے ساتھ۔ یعنی مشرک اپنے معبود بدلتا رہتا ہے ایک سے کام بنا تو ان کے نام نذرانے دیتا ہے۔ اگر کام نہیں بنا تو کل کو دوسرے کے نام پر نذر و نیاز دیتا ہے۔ لیکن مؤحد ہر حال میں صرف اللہ ہی کو پکارتا ہے۔[11]

وَلَوْ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ یہ مقام نحوی ترکیب کے اعتبار سے مشکل ہے اور اس میں متعدد توجیہات ہیں:

- اگر لَوْ شرط کے لئے لی جائے تو جزاء محذوف نکالی جائے گی یعنی **لما فعلوا الشرك** [12] اور اگر تمنی کے لئے لی جائے تو جزاء نکالنے کی ضرورت نہیں۔
- يَرَى سے مراد اگر رؤیت بصری لی جائے تو وہ ایک مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور اسے محذوف نکالا جائے گا یعنی **حَالَ أَنْفُسِهِمْ** [13]۔ اور اگر يَرَى سے مراد رؤیت قلبی (یعنی افعال قلوب) لی جائے تو وہ دو مفعول کا تقاضا کرتا ہے[14]۔ اس صورت میں مفعول محذوف تو نہیں نکالا جائے گا البتہ أَنَّ ٱلْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعَذَابِ کو دو مفعولوں کا قائم مقام بنایا جائے گا۔
- إِذْ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ کو اگر إِذْ يَرَوْنَ ٱلْعَذَابَ کے لئے بدل بنایا جائے[15] تو قاعدۂ نحو یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ کلام میں بیک وقت مراد نہیں ہوتے بلکہ ایک کو دوسرے کی جگہ پر رکھنا پڑے گا۔ مثلاً کلام یوں بنے گا: وَلَوْ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ إِذْ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ الخ

يَرَى رؤیت بصری

1. لَوْ [شرطیہ] يَرَى [فعل شرط-رؤیت بصری بمعنی دیکھنا] ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ [فاعل] **حَالَ أَنْفُسِهِمْ** [مفعول محذوف] إِذْ يَرَوْنَ ٱلْعَذَابَ [ظرف مبدل منہ] أَنَّ ٱلْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعَذَابِ [علت] إِذْ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ [بدل] لما فعلوا الشرك [جواب محذوف] مجموعی طور پر یہ تخویف اخروی ہے۔

وَلَوْ يَرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ **حَالَ أَنْفُسِهِمْ** إِذْ يَرَوْنَ ٱلْعَذَابَ **لِأَنَّ** ٱلْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعَذَابِ **لما فعلوا الشرك** إِذْ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ

« اگر مشرکین اپنی حالت دیکھتے جب وہ عذاب دیکھیں گے (اس لئے) کہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے (تو وہ شرک نہ کرتے)۔ (عذاب کب دیکھیں گے؟) جب متبوعین اپنے تابعین سے بیزار ہو جائیں گے »

2. لَوۡ [تمنائیہ] یَـرَى [فعل-رؤیت بصری بمعنی دیکھنا] ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ [فاعل] **حالَ أَنْفُسِهِمْ** [مفعول محذوف] إِذۡ يَـرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ [ظرف مبدل منہ] أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ [علت] إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ [بدل] **مجموعی طور پر یہ تخویف اخروی ہے۔**

وَلَوۡ يَـرَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ **حالَ أَنْفُسِهِمْ** إِذۡ يَـرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ **لِأَنَّ** ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ

« کاش کہ مشرکین اپنی حالت دیکھتے جب وہ عذاب دیکھیں گے (اس لئے) کہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔(عذاب کب دیکھیں گے؟) جب متبوعین اپنے تابعین سے بیزار ہو جائیں گے »

یَـرَى رؤیت قلبی

3. لَوۡ [شرطیہ] یَـرَى [فعل شرط-رؤیت قلبی بمعنی علم یا اعتقاد] ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ [فاعل] إِذۡ يَـرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ [ظرف مبدل منہ] أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ [سد مسد مفعولین] إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ [بدل] لما فعلوا الشرك [جواب محذوف] **مجموعی طور پر یہ تخویف اخروی ہے۔**

وَلَوۡ **يَعْلَمُ** ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ إِذۡ يَـرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ **بِأَنَّ** ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ **لما فعلوا الشرك** إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ

« اگر مشرکین سمجھتے / عقیدہ رکھتے جب وہ عذاب دیکھیں گے (اس بات کو سمجھتے) کہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے (تو وہ شرک نہ کرتے)۔(عذاب کب دیکھیں گے؟) جب متبوعین اپنے تابعین سے بیزار ہو جائیں گے »

4. لَوۡ [تمنائیہ] یَـرَى [فعل] ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ [فاعل] إِذۡ يَـرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ [ظرف مبدل منہ] أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ [سد مسد مفعولین] إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ [بدل] **مجموعی طور پر یہ تخویف اخروی ہے۔**

وَلَوۡ **يَعْلَمُ** ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ إِذۡ يَـرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ **بِأَنَّ** ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ

« کاش کہ مشرکین سمجھتے / عقیدہ رکھتے جب وہ عذاب دیکھیں گے (اس بات کو سمجھتے) کہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔(عذاب کب دیکھیں گے؟) جب متبوعین اپنے تابعین سے بیزار ہو جائیں گے »

اور اگر مذکورہ توجیہات میں إِذۡ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُواْ کو إِذۡ يَـرَوۡنَ ٱلۡعَذَابَ سے بدل نہ بنایا جائے تو پہلی آیت تخویف دنیاوی اور دوسری آیت تخویف اخروی سے متعلق ہو گی۔[16]

وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ ٱلۡأَسۡبَابُ اور ان کے باہمی (محبت کے) رشتے (یکدم) کٹ جائیں گے۔[17] وہ دنیاوی رشتہ جس میں تابع اپنے متبوع کے بارے میں کہتا تھا کہ میں اس کا مرید ہوں اور میں نے اس کا دامن تھاما ہوا ہے۔ وَتَقَطَّعَتۡ باب تفعل کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ یکدم اور فوری طور پر وہ آپسی رشتے منقطع ہو جائیں گے۔[18]

"وَقَالَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُواْ لَوۡ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنۡهُمۡ كَمَا تَبَرَّءُواْ مِنَّاۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ ٱللَّهُ أَعۡمَٰلَهُمۡ حَسَرَٰتٍ عَلَيۡهِمۡۖ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنَ ٱلنَّارِ" ﴿١٦٧﴾

« اور وہ لوگ جنہوں نے تابعداری کی تھی کہیں گے کاش کہ ہمارے لئے ایک مرتبہ (دنیا کو واپسی) ہوتی تو ہم ان سے ایسے بیزار ہو جائیں جیسا کہ یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔ اسی طرح بات ہے کہ اللہ ان کو ان کے اعمال ان پر افسوس بنا کر دکھاتے ہیں اور یہ لوگ آگ سے نکلنے والے نہ ہوں گے »

فَنَتَبَرَّأَ مِنۡهُمۡ تو ہم ان سے الگ ہو جائیں گے۔ ان کا نام تک زبان پر نہیں لائیں گے۔

يُرِيهِمُ ٱللَّهُ أَعۡمَٰلَهُمۡ حَسَرَٰتٍ عَلَيۡهِمۡ ان کے اعمال ان پر افسوس ہوں گے کہ میں فلاں دن اپنے مقتدا کی زیارت کے لئے جایا کرتا تھا۔

قرآن مجید نے مذکورہ آیت میں گمراہ پیشواؤں اور گمراہ پیرووں کا مکالمہ ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید نے روز قیامت ہونے والے یہ مکالمے دو قسم کے لوگوں کے مابین ذکر کئے ہیں: [1] گمراہ پیشواؤں اور گمراہ تابعداروں کے درمیان [2] حق پرست پیشواؤں اور گمراہ تابعداروں کے درمیان۔

گمراہ پیشوا اور گمراہ تابعدار:

- "قَالَ ٱدۡخُلُواْ فِيٓ أُمَمٖ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِكُم مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ فِي ٱلنَّارِۖ كُلَّمَا دَخَلَتۡ أُمَّةٞ لَّعَنَتۡ أُخۡتَهَاۖ حَتَّىٰٓ إِذَا ٱدَّارَكُواْ فِيهَا جَمِيعٗا قَالَتۡ أُخۡرَىٰهُمۡ لِأُولَىٰهُمۡ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّونَا فَـَٔاتِهِمۡ عَذَابٗا ضِعۡفٗا مِّنَ ٱلنَّارِۖ قَالَ لِكُلّٖ ضِعۡفٞ وَلَٰكِن لَّا تَعۡلَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتۡ أُولَىٰهُمۡ لِأُخۡرَىٰهُمۡ فَمَا كَانَ لَكُمۡ عَلَيۡنَا مِن فَضۡلٖ فَذُوقُواْ ٱلۡعَذَابَ بِمَا كُنتُمۡ تَكۡسِبُونَ ﴿٣٩﴾ " [سورۃ الاعراف 7:38-39]

« اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو گا کہ دوزخ میں ان جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ جو جنات میں سے اور انسانوں میں سے تم سے پہلے ہو گزریں۔ جب ایک جماعت داخل ہو گی تو اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا لہٰذا انہیں دوزخ کا دوگنا عذاب دیجیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو اور پہلے والے پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ سو چکھو عذاب اپنے اعمال کے بدلہ میں »

- "وَبَرَزُواْ لِلَّهِ جَمِيعٗا فَقَالَ ٱلضُّعَفَٰٓؤُاْ لِلَّذِينَ ٱسۡتَكۡبَرُوٓاْ إِنَّا كُنَّا لَكُمۡ تَبَعٗا فَهَلۡ أَنتُم مُّغۡنُونَ عَنَّا مِنۡ عَذَابِ ٱللَّهِ مِن شَيۡءٖۚ قَالُواْ لَوۡ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ لَهَدَيۡنَٰكُمۡۖ سَوَآءٌ عَلَيۡنَآ أَجَزِعۡنَآ أَمۡ صَبَرۡنَا مَا لَنَا مِن مَّحِيصٖ ﴿٢١﴾ وَقَالَ ٱلشَّيۡطَٰنُ لَمَّا قُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ إِنَّ ٱللَّهَ وَعَدَكُمۡ وَعۡدَ ٱلۡحَقِّ وَوَعَدتُّكُمۡ فَأَخۡلَفۡتُكُمۡۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيۡكُم مِّن سُلۡطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوۡتُكُمۡ فَٱسۡتَجَبۡتُمۡ لِيۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوٓاْ أَنفُسَكُمۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصۡرِخِكُمۡ وَمَآ أَنتُم بِمُصۡرِخِيَّ إِنِّي كَفَرۡتُ بِمَآ أَشۡرَكۡتُمُونِ مِن قَبۡلُۗ إِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٞ ﴿٢٢﴾ "[سورۃ ابراہیم 14:21-22]

« اور وہ سب اللہ کے حضور میں پیش ہونگے سو ضعیف لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ بلاشبہ ہم (ہر کام میں) تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہٹا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ نے ہمیں صحیح راستے کی توفیق دی ہوتی تو ہم تمہیں بھی راہ بتا دیتے، ہم سب کے حق میں برابر ہے کہ اگر ہم بے چینی کا اظہار کریں یا صبر سے کام لیں ہمارے لیے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں اور جب فیصلہ ہو چکا ہو گا تو شیطان کہے گا کہ بلاشبہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدے کیے میں تمہارے ساتھ اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ اور میرا تم پر اس سے زیادہ کچھ زور نہ تھا کہ میں نے تم کو دعوت دی سو تم نے میری بات مانی لہٰذا تم مجھے ملامت نہ کرو اور اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہارا فریادرست ہوں نہ تم میرے فریاد رست ہو میں تمہارے اس فعل سے انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا بلاشبہ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے »

- ”وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِىَ ٱلَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ ٱلْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ أَغْوَيْنَآ أَغْوَيْنَٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوٓا۟ إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾“[سورة القصص28:62-63]

« اور جس دن وہ انہیں پکارے گا سو فرمائے گا کہ میرے وہ شرکاء کہاں ہیں جن کے بارے میں تم گمان کرتے تھے جن لوگوں پر اللہ کا فرمودہ ثابت ہو چکا ہو گا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ہم نے ان کو ویسا ہی بہکایا جیسا کہ ہم خود بہکے تھے ہم آپ کے حضور ان سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے »

- ”وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ وَلَا بِٱلَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلظَّٰلِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ٱلْقَوْلَ يَقُولُ ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ لَوْلَآ أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوٓا۟ أَنَحْنُ صَدَدْنَٰكُمْ عَنِ ٱلْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَآءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ بَلْ مَكْرُ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَآ أَن نَّكْفُرَ بِٱللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُۥٓ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا۟ ٱلنَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا ٱلْأَغْلَٰلَ فِىٓ أَعْنَاقِ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۖ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ “﴿٣٣﴾

« اور کافروں نے کہا کہ ہم ہرگز اس قرآن پر اور اس سے پہلے جو کتابیں تھیں ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر آپ اس وقت کی حالت دیکھ لیں جبکہ یہ ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، ہر ایک دوسرے پر بات کو ڈال رہا ہو گا۔ نیچے درجہ والے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوتے، بڑے لوگ چھوٹے درجے کے لوگوں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا اس کے بعد کہ تمہارے پاس ہدایت آئی، بلکہ بات یہ ہے کہ تم مجرم تھے، اور نیچے درجے والے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے تھے بلکہ رات دن تمہاری مکاری نے روکا تھا جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک کریں اور اس کے لیے شریک قرار دیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ندامت کو چھپا لیں گے، اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، انہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے »[سورة سبا34:31-33]

- ”وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوٓا۟ إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ ٱلْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا۟ بَل لَّمْ تَكُونُوا۟ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَٰغِينَ “﴿٣٠﴾ [سورة الصافات37:27-30]

« ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ بیشک تم ہمارے پاس بڑے زور دار طریقے سے آیا کرتے تھے متبوعین کہیں گے بلکہ بات یہ ہے کہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا بلکہ بات یہ ہے کہ تم سرکشی کرنے والے تھے »

- ”وَإِذْ يَتَحَآجُّونَ فِى ٱلنَّارِ فَيَقُولُ ٱلضُّعَفَٰٓؤُا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوٓا۟ إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ ٱلنَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوٓا۟ إِنَّا كُلٌّ فِيهَآ إِنَّ ٱللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ ٱلْعِبَادِ “﴿٤٨﴾ [سورة غافر40:47-48]

« اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے سو جو لوگ کمزور تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے بیشک ہم تمہارے تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو جو لوگ بڑے تھے وہ کہیں گے بیشک ہم سب دوزخ میں ہیں بیشک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا »

حق پرست پیشوا اور گمراہ تابعدار:

❖ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ [سورۃ یونس 10:28-29]

« اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شرک کیا کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو' پھر ہم ان کے آپس میں جدائی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم (ہمارے حکم سے) ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے تمہارے درمیان گواہ کافی ہے بیشک بات یہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے »

❖ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ''﴿٨٦﴾

« اور جن لوگوں نے شرک کیا جب اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ ہمارے وہ شرکاء ہیں آپ کو چھوڑ کر ہم جن کی عبادت کرتے تھے، سو وہ ان کی طرف بات ڈالتے ہوئے کہیں گے کہ بلاشبہ تم جھوٹے ہو » [سورۃ النحل 16:86]

ربط:

گذشتہ رکوع میں یہ ذکر کیا گیا کہ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ « حاجت روا صرف ایک اللہ ہے » اس رکوع میں شرک فعلی کی تردید ہے یعنی مشرک اللہ کے علاوہ کسی غیر کے نام پر نذر و نیاز تب دیتا ہے جب اس کا یہ عقیدہ ہو کہ فلاں حاجت روا اور مشکل کشا ہے اور میری دادرسی کرتا ہے۔

الردعلی تحریمات العباد

''يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ''﴿١٦٨﴾

« اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال (اور) پاک[19]۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے »

حَلَالًا طَيِّبًا سے یہ ظاہر ہوا کہ ہر وہ چیز جو حلال اور پاک نہ ہو اسے مت کھاؤ خواہ وہ غیر اللہ کی نذر و نیاز یعنی گیارہویں ہو یا یتیم کا مال ہو یا چہلم ہو۔

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ سے یہ معلوم ہوا کہ شیطان کے قدم پر شیطان ہی جایا کرتا ہے۔ غیر اللہ کے نام پر دی جانے والی نذر و نیاز بھی خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ میں داخل ہے۔ خُطُوَاتِ خطوۃ کی جمع ہے جس کے معنی قدم اور طریقہ کے آتے ہیں۔[20]

''إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ''﴿١٦٩﴾

« بے شک وہ (شیطان) تمھیں بری بات اور برے فعل کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ پر وہ (بات) کہو جو تم نہیں جانتے »

بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ سوء غالبا قول کی صفت میں آتا ہے اور فحشاء فعل کی صفت میں آتا ہے۔ بری بات سے مراد شرکیہ اقوال اور فحشاء سے مراد شرکیہ افعال مراد ہیں۔ کسی کا اپنی زبان سے یہ کلمات نکالنا کہ یہ جانور فلاں بزرگ کے نام پر نذر مانتا ہوں تو یہ سوء کے دائرے میں آتا ہے اور اس قول پر عمل کرنا فحشاء کے ضمن میں داخل ہے۔ آیت کا معنی یوں ہوا: « بے شک شیطان حکم دیتا ہے تمہیں اقوال شرکیہ پر اور افعال شرکیہ پر »

وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور شیطان اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ جو بات دین یعنی قرآن و سنت میں نہ ہو اس کی نسبت اللہ اور رسول کی طرف کرنا۔[21]

الزجر بالاستدلال الباطل

شرک فعلی کے باب میں ہمیشہ مشرک کی دلیل اپنے آباؤ اجداد کو دلیل میں پیش کرنا ہے[22]۔ جیسے سورۃ المائدۃ 5:104، سورۃ الاعراف 7:28، سورۃ لقمان 31:21، سورۃ الزخرف 43:22-23

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَهۡتَدُونَ" ﴿١٧٠﴾

« اور جب ان سے کہا جائے کہ اس (حکم) کی تابعداری کرو جو اللہ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس چیز کی تابعداری کرتے ہیں جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ اگر چہ ان کے آباؤاجداد کسی چیز کو نہیں سمجھتے اور نہ ہی وہ سیدھی راہ پر چلنے والے ہوں »[23]

"وَمَثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ كَمَثَلِ ٱلَّذِي يَنۡعِقُ بِمَا لَا يَسۡمَعُ إِلَّا دُعَآءٗ وَنِدَآءٗۚ صُمُّۢ بُكۡمٌ عُمۡيٞ فَهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ" ﴿١٧١﴾

« اور ان لوگوں کی صفت جنہوں نے کفر کیا(یعنی غیر اللہ کی نذر) اس شخص کی طرح ہے جو آواز دے ایسی چیز کو جو نہ سنے سوائے بلاوے اور پکار کے، بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں سو وہ سمجھ نہیں رکھتے »

سیبویہ نے آیت کا معنی یوں کیا ہے:

وإنما شبهوا بالمنعوق به. وإنما المعنى: مثلكم ومثل الذين كفروا كمثل الناعق والمنعوق به الذى لا يسمع [الکتاب212:1][24]

« اور بلاشبہ ان کافروں کی تشبیہ منعوق بہ یعنی پکارے جانے والے جانوروں کے ساتھ دی گئی ہے۔ تمہاری صفت اے ایمان والو اور کافروں کی صفت پکارنے والا یعنی چرواہے اور جانوروں کی طرح ہے وہ جانور جو کچھ نہ سنے »

سورۃ کے آغاز [سورۃ البقرۃ:17-18] میں جو مثال بیان کی گئی تھی اس میں منکرین توحید کی تشبیہ اندھیرے میں بیٹھنے والوں کے ساتھ دی گئی تھی۔ یہاں منکرین کی تشبیہ جانوروں کے ساتھ دی گئی ہے جو صرف چرواہے کی آواز سن سکتے ہیں اور مطلب کو نہیں سمجھتے۔[25]

يَنۡعِقُ نَعْقْ "آواز" کو کہتے ہیں۔ اور لَا يَسۡمَعُ سے مراد لَا يَسۡمَعُ البقر والغنم والإبل ہے۔[26]

اس مثال سے مقصود داعی کو یہ ترغیب دینا ہے کہ وہ اپنی دعوت جاری رکھے اور منکرین سے ایمان کی توقع نہ رکھے۔

الرد علی تحریمات العباد

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُلُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقۡنَٰكُمۡ وَٱشۡكُرُواْ لِلَّهِ إِن كُنتُمۡ إِيَّاهُ تَعۡبُدُونَ" ﴿١٧٢﴾

« اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم لوگوں کو دی ہیں اور شکر کرو خاص اللہ کا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو »[27]

بیان تحریمات اللہ

"إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِۖ فَمَنِ ٱضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٖ وَلَا عَادٖ فَلَآ إِثۡمَ عَلَيۡهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٌ" ﴿١٧٣﴾

« بے شک اللہ نے تم پر مردار (کا کھانا) اور (بہتا ہوا) خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ کلمہ جس کے ذریعے غیر اللہ کے لئے آواز بلند کی جائے۔ پس جو شخص مجبور ہو جائے (بھوک میں) اس حال میں کہ نہ نافرمان ہو اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے »

إِنَّمَا یقین کے لئے ہے۔[28] اور یہ چار چیزیں تمام ادیان میں حرام تھیں۔[29]

ٱلۡمَيۡتَةَ مردار کو کہتے ہیں یعنی وہ جانور جو بغیر شرعی ذبح اور تسمیہ کے مر جائے[30]۔ ایسا جانور اپنے اصل میں پاک تھا لیکن تذکیہ نہ ہونے کی وجہ سے مردار ہوا۔[31]

وَٱلدَّمَ اور بہتا ہوا خون[32]۔ مردار کے بعد دوسرے نمبر پر خون کو بالترقی ذکر کیا گیا یعنی وہ چیز جس کی ذات پلید اور ناپاک ہے۔

وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ لَحۡمَ یعنی گوشت کی تخصیص کھانے میں مقصود ہونے کی وجہ سے کی گئی ہے[33]۔ ورنہ خنزیر نجس العین ہے گویا کہ جزء کے ذکر کرنے سے کُل مراد ہے اور یہ ماقبل سے مزید ترقی ہے کہ خنزیر وہ جانور ہے جس کے تمام اعضاء یعنی گوشت، ہڈیاں، چمڑا وغیرہ سب سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ خواہ اس کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہی جائے یا نہ کہی جائے، حلال نہیں ہے۔ خنزیر خون سے زیادہ پلید ہے اور خون مردار سے زیادہ پلید ہے۔ اور ان سب سے زیادہ پلید غیر اللہ کے نام پر نذر ہے اس لئے اسے سب سے آخر میں ذکر کیا۔[34]

وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ « اور وہ کلمہ حرام ہے جس کے ذریعے غیر اللہ کے لئے آواز بلند کی جائے » بِهِۦ راجع ہے مَا کی طرف۔ اور بِهِۦ سے مراد لفظ ہے تو مَا سے مراد بھی لفظ اور کلمہ ہے۔ یعنی اس جملے میں "کلمہ کی تحریم" مراد ہے۔ اس لئے کسی شخص کا یہ کہنا کہ یہ جانور، مرغی فلاں بزرگ کے نام پر نذر ہے تو ان الفاظ کی ادائیگی سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ کیا لفظ کہنے سے چیز حرام ہو جاتی ہے؟

جواب: بالکل حرام ہو جاتی ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسا کہ مرد پر بیوی أنت طالق « تجھے طلاق ہے » کہنے کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہے۔ حالانکہ صرف الفاظ کہے گئے ہیں۔

مَا أُهِلَّ کے معنی میں غلطی کی اصلاح:

جو لوگ مَا أُهِلَّ کا معنی مَا ذُبِحَ کے ساتھ کرتے ہیں ان کے بارے میں شاہ عبد العزیز[35] فرماتے ہیں:

"در حدیث صحیح وارد است که ملعون من ذبح لغير الله یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نے۔ زیرا کہ چون شہرت داد کہ این جانور براۓ فلان ست ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نکرد چہ آن جانور منسوب بآن غیر گشت وخبثے دران پیدا گشت کہ زیادہ از خبث مردار ست۔ زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است۔ وجان این جانور را ازان غیر قرار دادہ گشتہ اند و آن عین شرک است۔ وہر گاہ این خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا حلال نمیشود مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمیگردند۔۔۔۔ أُهِلَّ را بر ذبح حمل کردن خلاف لغت وعرف ست۔ ہر گز اہلال در لغت عرب وعرف آن دیار و آن وقت بمعنی ذبح نیامدہ در ہیچ شعر و ہیچ عبارت بلکہ اہلال در لغت عرب بمعنی بلند کردن آواز وشہرت دادن است چنانچہ اہلال ہلال و اہلال طفل نو تولد و اہلال بمعنی تلبیہ حج وغیر ذلك مستعمل ست۔ واگر کسے بگوید کہ أهللت لله ہر گز بمعنی ذبحت لله فہمیدہ نخواہد شد۔ ونیز اگر أُهِلَّ را بر ذبح حمل کردہ شود پس درین عبارت اہلال را بمعنی ذبح گرفتن باز لغیر اللہ را بجائے باسم غیر اللہ ساختن قریب بہ تحریف کلام الٰہی میرسد۔"

[تفسیر عزیزی: 610-611][36]

« حدیث صحیح میں وارد ہے کہ "جو شخص غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کرے تو وہ ملعون ہے" خواہ ذبح کے وقت خدا کا نام لے یا نہ لے۔ اس لئے کہ جب اس نے یہ مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں کے لئے ہے تو ذبح کے وقت خدا کا نام لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ وہ جانور غیر اللہ کی طرف منسوب کیا

گیاہے اور اس کے اندر ایسی خباثت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ مردار سے زیادہ ہے۔ کیونکہ مردار اللہ کا نام لئے بغیر مرا ہے جبکہ یہ جانور غیر اللہ کی طرف منسوب قرار دیا گیاہے اور یہ عین شرک ہے۔ اب جبکہ وہ خباثت اس جانور کے اندر سرایت کر چکی ہے تو اللہ کا نام لے کر وہ حلال نہیں ٹھہر تا جیسا کہ کتا اور سور کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کئے جائیں تب بھی حلال نہیں ہوتے۔ اور مَا أُهِلَّ کو ذبح پر محمول کرنا لغت اور عرف کے خلاف ہے۔ اہلال لغت عرب، ان کے عرف اور ان کے وقت میں کسی بھی شعر اور عبارت میں ذبح کے معنی میں نہیں آیا۔ بلکہ اہلال عربوں کے لغت میں آواز بلند کرنے اور شہرت دینے کے معنوں میں ہے۔ جیسے چاند دیکھے جانے پر اہلال یعنی آواز بلند کیا جانا، نومولود بچے کا اہلال یعنی آواز بلند کرنا، اور حج وغیرہ میں تلبیہ کے لئے اہلال یعنی آواز بلند کرنا استعمال کیا جاتا ہے »

- أُهِلَّ کا مدخول جب "باء" ہو تو اس سے "کلمات" مراد ہوتے ہیں "ذات" مراد نہیں ہوتی۔ کیونکہ آواز کلمات کے ذریعے بلند کی جاسکتی ہے، ذات کے ذریعے سے نہیں۔ جیسے "سمع" باب ہے۔ اب اگر راوی کہے: سمعت رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «میں نے اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو سنا» تو ذات کو تو نہیں سنا جاسکتا۔ یہاں مراد قول رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے۔

جو لوگ أُهِلَّ کو ذُبِحَ اور بِهِۦ سے مذبوحہ مراد لیتے ہیں ان کے اس معنی کی وجہ سے کلام میں دو مجاز لازم آئے اور کلام میں بیک وقت دو مجاز کا لانا نہ صرف عربی قواعد کے خلاف ہے بلکہ کلام کا ستیاناس کرنا ہے۔

ایک دفعہ امام محمد[37] نے کسائی[38] سے پوچھا کہ آپ لوگ فقہ کیوں نہیں پڑھتے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہمیں فقہ کی کیا ضرورت ہے بلکہ ہمارے لئے اپنا فن صرف و نحو ہی کافی ہے۔ امام محمد نے کہا تو کیا میں تم سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھوں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ پوچھا: کہ اگر ایک شخص سے نماز میں دو مرتبہ سہو ہو جائے کہ جس کی وجہ سے اس پر سجدہ سہو لازم ہو تو وہ کتنے سجدہ سہو کرے گا؟ کسائی نے جواب دیا: ایک۔ پوچھا: کیوں؟ اس نے جواب دیا: کہ اگر دو مرتبہ سجدہ کرے تو نماز ہی سرے سے باطل ہو جائے گی۔ علم الصرف میں جب کلام میں اعلال اور ادغام جمع ہو جائیں تو ہم دونوں میں سے ایک کرتے ہیں کیونکہ دونوں کرنے کی وجہ سے کلمہ کی شکل ہی بگڑ جائے گی۔ اسی لئے دو واجبات کے ترک پر ایک ہی مرتبہ سجدہ سہو لازم آئے گا۔[39]

- مفسرین حضرات کا مَا أُهِلَّ کا معنی مَا ذُبِحَ کے ساتھ کرنا، اس سے ان کی مراد "تفسیر بالنوع" ہے[40]۔ یعنی جانور ذبح کرنا نذر لغیر اللہ کی ایک قسم ہے۔ اور چونکہ ہر زمانہ میں مشرکین دیگر چیزوں کے مقابلے میں جانور کی قربانی زیادہ کرتے ہیں۔ اس لئے مفسرین نے مشہور مصداق کو ذکر کیا۔ ان کی مراد مَا ذُبِحَ سے ہر گز یہ نہیں ہے کہ یہ مَا أُهِلَّ کا معنی ہے۔ تفسیر کے اس قاعدے کو سمجھنا چاہیئے کہ مفسرین بعض اوقات عام کی تفسیر خاص کے ساتھ کرتے ہیں اور بعض اوقات کلی کی تفسیر فرد کے ساتھ کرتے ہیں۔

گذشتہ تفصیل کا خلاصہ:

1. اہلال کے معنی ہیں: رفع الصوت «آواز بلند کرنا»[41]
2. بِهِۦ کا مدخول لفظ ہے، مذبوحہ نہیں۔
3. مفسرین کا مَا ذُبِحَ معنی کرنا "تفسیر بالنوع" ہے۔

قرآن مجید میں نذر لغیر اللہ کی حرمت کا سات مرتبہ ذکر:

نذر لغیر اللہ کا رد چونکہ ایک اہم مسئلہ تھا اس لئے قرآن مجید نے اس کی حرمت کو سات بار ذکر کیا ہے جبکہ والدہ کے ساتھ نکاح کی حرمت کو صرف ایک مرتبہ ذکر کیا ہے[42]۔ اور ان سات مقامات میں قرآن مجید کبھی کلمات تو کبھی شئ کو حرام کہتا ہے اور کبھی ایک ہی جگہ دونوں کے حرام ہونے کو ذکر کرتا ہے:

1. سورۃ البقرۃ 173:2 "وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ"

2. سورۃ المائدۃ 3:5 "حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحۡمُ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ.... وَمَا ذُبِحَ عَلَى ٱلنُّصُبِ"
3. سورۃ المائدۃ 90:5 "يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡخَمۡرُ وَٱلۡمَيۡسِرُ **وَٱلۡأَنصَابُ** وَٱلۡأَزۡلَٰمُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَٱجۡتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ"
4. سورۃ الانعام 121:6 "وَلَا تَأۡكُلُواْ مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ ٱسۡمُ ٱللَّهِ عَلَيۡهِ وَإِنَّهُۥ لَفِسۡقٌ"
5. سورۃ الانعام 145:6 "قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَآ أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٖ يَطۡعَمُهُۥٓ إِلَّآ أَن يَكُونَ مَيۡتَةً .... أَوۡ فِسۡقًا أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ"
6. سورۃ النحل 115:16 "إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحۡمَ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ"
7. سورۃ الحج 30:22 "فَٱجۡتَنِبُواْ ٱلرِّجۡسَ مِنَ ٱلۡأَوۡثَٰنِ وَٱجۡتَنِبُواْ قَوۡلَ ٱلزُّورِ"

سورۃ البقرۃ: 173، سورۃ النحل: 115 میں لفظ اور کلمہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ الانعام میں دونوں جگہ چیز (یعنی جانور وغیرہ) کو حرام کہا گیا ہے۔ جبکہ سورۃ المائدۃ اور سورۃ الحج میں کلمہ اور شئ دونوں کو حرام کہا گیا ہے۔

"وَلَا تَأۡكُلُواْ مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ ٱسۡمُ ٱللَّهِ عَلَيۡهِ وَإِنَّهُۥ لَفِسۡقٌ" [سورۃ الانعام 121:6]

« اور وہ چیز مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور بے شک وہ شئ پلید ہے »

جس چیز پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا یعنی غیر کا نام لیا گیا ہے وہ چیز پلید ہے۔ آیت عام ہے جس میں مذبوحہ اور غیر مذبوحہ دونوں شامل ہیں خواہ وہ حلوہ، پراٹھے کیوں نہ ہوں۔

" وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِهِمۡ لِيُجَٰدِلُوكُمۡۖ وَإِنۡ أَطَعۡتُمُوهُمۡ إِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُونَ " [سورۃ الانعام 121:6]

« اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کو وسوسہ ڈالتے ہیں (کہ دیکھو نہ! بابا کے نذر کو گند قرار دے رہا ہے اور حلال کو حرام کہہ رہا ہے) تاکہ وہ تمہارے ساتھ بحث مباحثہ کریں۔ اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی (کہ یہ چیز حلال ہے) تو بے شک تم بھی مشرک ہو »

إِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُونَ جملے میں متعدد تاکیدات ہیں اور فتوی دینے والا "اللہ" ہے۔ یعنی نذر غیر اللہ خواہ وہ جانور ہو، حلوہ ہو یا پراٹھے ہوں کو حلال قرار دینے والا بھی مشرک ہے۔ مزید بر آں جب ایسے حرام کو بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے۔

"فَٱجۡتَنِبُواْ ٱلرِّجۡسَ مِنَ ٱلۡأَوۡثَٰنِ وَٱجۡتَنِبُواْ قَوۡلَ ٱلزُّورِ" [سورۃ الحج 30:22]

« پس اجتناب کرو درگاہوں کی گندگی سے (یعنی اس نذر سے جو درگاہوں پر پیش کی گئی ہے) اور اجتناب کرو جھوٹے قول سے (یعین شرکیہ قول کہ یہ نذر فلاں بزرگ کے نام پر ہے) » مذکورہ آیت میں چیز اور کلمہ دونوں کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

نجس اور رجس میں فرق:

نجس اس گندگی کو کہتے ہیں جس سے بدبو نہ آئے جیسے کتا۔ جبکہ رجس اس گندگی کو کہتے ہیں جس سے بدبو آئے جیسے پاخانہ [43]۔

قرآن مجید نے غیر اللہ کی نذر کو رِجۡسٌ قرار دیا ہے۔ **افسوس** کہ اس معاشرے [44] میں حلال اور حرام کی تمیز ختم ہو گئی تھی اور لوگ گند اور پاکیزہ میں فرق نہیں کرتے تھے۔ کسی میں جرأت نہیں تھی کہ وہ ان مسائل کی حقیقت سے پردہ اٹھا سکتا لیکن اللہ جسے توفیق دے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وكانوا كاليهودِ أو النصارى : سواءٌ كلُّهم ضَلُّوا السبيلا [45]

« اور وہ یہود و نصاری کی طرح تھے سارے کے سارے راستے سے بھٹکے ہوئے تھے »

نذر لغیر اللہ حدیث، فقہ اور اولیاء اللہ کے اقوال کی روشنی میں:

1. امام احمد بن حنبل اور خطیب بغدادی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

« سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک مکھی کی وجہ سے جنت اور دوسرا شخص ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ فرمایا: دو افراد ایک ایسی قوم پر سے گزرے جن کا ایک بت تھا۔ کوئی شخص بھی وہاں سے نہیں گزر سکتا تھا جب تک کہ وہ نذر پیش نہ کرتا۔ ایک سے کہا: نذرانہ پیش کرو۔ اس نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ کہا: نذر دو خواہ ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو۔ تو اس نے ایک مکھی کا نذرانہ پیش کیا تو اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ پس وہ شخص (مرنے کے بعد شرک کی وجہ سے) جہنم میں داخل ہوا۔ دوسرے سے کہا: نذرانہ دو خواہ ایک مکھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس نے کہا: میں اللہ کے بغیر کسی کے لئے بھی نذر نہیں دیتا۔ پس اس کی گردن اڑادی پس وہ جنت میں داخل ہوا» [الزہد:17، حدیث:84، الکفایۃ فی علم الروایۃ:185، روایت:562][46]

ایک سوال: ایک مکھی بطور نذر لغیر اللہ دینا موجب جہنم ہے۔ پورا جانور غیر اللہ کے نام پر نذر ماننا کتنی مکھیوں کے برابر ہوگا؟

2. علاء الدین حصکفی[47] فرماتے ہیں:

« اور جان لو کہ اکثر عوام جو مردوں کے نام پر نذر و نیاز پیش کرتے ہیں اور اولیاء کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کی قبروں پر پیسے، شمعیں اور تیل بطور نذر پیش کرتے ہیں تو اس پر اجماع ہے کہ یہ باطل اور حرام ہے جس میں لوگ مبتلا ہیں بالخصوص اس زمانے میں » [48]

جن کتابوں میں غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز دینے کو حرام کہا گیا ہے ان میں:[49]

1. روح المعانی، سید محمود آلوسی، جلد2: ص:2[50]
2. مکتوبات، شیخ احمد سرہندی، جلد3: ص:2، مکتوب:41[51]
3. فتاوی عزیزی، شاہ عبد العزیز، 1:33[52]
4. البحر الرائق 2، ابن نجیم،:298
5. مالا بد منہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی،:10
6. ارشاد الطالبین، قاضی ثناء اللہ پانی پتی،:20
7. فتاوی عالمگیری 1:216[53]
8. شرح مناسک، ملا علی قاری:238
9. مائۃ مسائل، شاہ اسحاق:13
10. فتاوی دار العلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمن 12:98-99،102،135،137،138-139،140،142-143،149،160-161[54]
11. مدارج السالکین، ابن قیم، 1:345[55]
12. السنن والمبتدعات، محمد بن احمد عبد السلام:157

3. سید علی ترمذی[56]، جو پیر بابا کے نام سے مشہور ہیں، فرماتے ہیں اور ان کے اقوال کو اخوند درویزہ بابا[57] نے جمع کیا ہے:

"حرم الله ما ذبح أمتي على الأصنام والأوثان والأوزار والآبار و النجار والأنهار والبيوت والعيون والأودية فالذابح مشرك والمذبوحة ميتة وامرأته بائنة "[تذکرۃ الابرار والاشرار:241]

« اللہ نے حرام قرار دیا ہے وہ جو میری امت در گاہوں، بتوں، وزیروں، کنوؤں، نہروں، گھروں، چشموں اور ندیوں پر نذر کو ذبح کریں تو اس کا ذبح کرنے والا مشرک[58]، مذبوحہ مردار اور اس کی بیوی کے ساتھ نکاح ختم ہے »

اور مذکورہ کتاب میں پیغمبروں کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنے کو کفر قرار دیا ہے: نبی را به گناه کبیره منسوب کردن کفر بود [تذکرۃ الابرار والاشرار:7]

نذر لغیر اللہ پر ملاجیون کی تفسیر احمدی سے استدلال:

بعض لوگ صاحب نور الانوار، ملاجیون[59] کی تفسیر احمدی سے استدلال پیش کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

"وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ معناه ذبح لاسم غير الله مثل لات و عزى و اسماء الأنبياء وغير ذلك , ومن ههنا علم أن البقرة المنذورة للأولياء كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب لأنه لم يذكر إسم غير الله عليها وقت الذبح و إن كانوا ينذرونها له "[تفسیر احمدی فی آیات الاحکام:45]

« آیت کا معنی ہے کہ جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے مثلاً: لات، عزی، پیغمبروں کے نام وغیرہ۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو گائے اولیاء کے لئے نذر کی جائے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے تو وہ حلال اور پاک ہے۔ کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا۔ خواہ وہ گائے ان کے لئے نذر کرتے ہوں »

اس کے دو جوابات ہیں:

1. ایک جواب شاہ عبد العزیز دہلوی نے دیا ہے کہ غیر کے نام پر نذر و نیاز اور ایصال ثواب دونوں میں فرق ہے۔ اول الذکر شرک ہے اور ثانی الذکر جائز ہے: "وبعضی جهال مسلمین درین مقام کجروی میکنند ومیگویند که گوشت را پخته بنام مردہ ہا دادن بلا شبه جائز ست..." « بعض جاہل مسلمان اس مقام پر کجروی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گوشت پکا کر مرنے والوں کے نام پر دینا بلاشبہ جائز ہے اور ہم بھی اس مرنے والے کے نام پر اسی قدر قصد کرتے ہیں۔ (شاہ صاحب جواب میں فرماتے ہیں) انہیں سمجھانے کے لئے ایک نکتہ کافی ہے کہ ان سے کہا جائے کہ جب تم غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کی نذر کرتے ہو۔ اگر اس جانور کے عوض اس مقدار کا گوشت خرید کر اور پکا کر غریبوں کو کھلاؤ تو تمہارے نزدیک وہ نذر ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو تمہاری بات درست ہے کہ ذبح کرنے سے تمہارا مقصد اس مرنے والے کے ثواب کے لئے گوشت کھلانے لے سوا کچھ نہ تھا۔ ورنہ تم نے ذبح کے ساتھ تقرب کی نذر کی ہے اور اس سے شرک صریح لازم آتا ہے »[60][تفسیر عزیزی:610، فتاوی عزیزی 56:1]
2. ملاجیون اتنا غیر سنجیدہ عالم تھا کہ ایک دن بیوی کے ساتھ نوک جھونک ہونے پر بیوی نے کہا کہ جاؤ۔ میں تمہارے بادشاہ عالمگیر سے بھی نہیں ڈرتی۔ ملا جیون مغل بادشاہ عالمگیر کے استاد تھے۔ بادشاہ کے پاس آئے اور کہا کہ ذرا میرے ساتھ ایک بٹالین فوج میرے گھر تک بھیجو۔ بادشاہ نے پوچھا: استاد محترم: کس مقصد کے لئے؟ استاد نے کہا: وہ باتیں چھوڑو۔ بس تم میرے ساتھ بھیج دو۔ بادشاہ نے فوجیوں کو ساتھ جانے کا حکم دیا۔ گھر کے باہر اپنی بیوی کو للکارا کہ باہر نکلو تاکہ ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

امیٹھہ دہلی سے کوئی باون میل دور ہے۔ بیل گاڑیوں میں لوگ سفر کرتے تھے۔ ایک دن دہلی کسی کام کے لئے امیٹھہ سے روانہ ہوئے۔ بیل گاڑی والے سے کرایہ پوچھا کہ دہلی تک کتنا لوگے؟ اس نے کہا: دو روپے۔ دوپہر دہلی پہنچنے پر سواریاں اتاریں تو مولوی صاحب نے بیل گاڑی والے سے پوچھا۔ جب واپسی پر سواریاں نہیں ہوتیں تو یہاں سے امیٹھہ کتنا کرایہ لیتے ہو؟ اس نے کہا: چار آنے۔ تو مولوی صاحب نے کہا: اچھا۔ یہ تو بڑی سستی سواری ہے۔ دوبارہ سوار ہوئے اور شام کو اپنا کام کئے بغیر گھر لوٹے۔ بیوی نے پوچھا: ارے کیسے اتنی جلدی؟۔ تو مولوی صاحب نے کہا: مت پوچھو۔ بڑی سستی سواری تھی۔

فَمَنِ ٱضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٖ وَلَا عَادٖ « پس جو شخص مجبور ہو جائے بھوک میں اس حال میں کہ نہ نافرمان ہو اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو » دوسری جگہ آتا ہے:" فَمَنِ ٱضۡطُرَّ فِي مَخۡمَصَةٍ ۔ غَيۡرَ بَاغٖ " اللہ کی نافرمانی کرنے والا نہ ہو یعنی حرام کو حلال نہ سمجھتا ہو۔ وَلَا عَادٖ اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو کہ پیٹ بھر کر کھائے[61]۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام بقدر ضرورت مباح ہوتا ہے، اور ضرورت سے زائد حرام ہے۔[62]

زجر

"إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَشۡتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلًا أُوْلَٰٓئِكَ مَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ "﴿١٧٤﴾

« بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس (مسئلے) کو جو اللہ نے قرآن میں سے نازل فرمائی ہے، اور اس کے بدلہ تھوڑی سی دنیا کو پسند کرتے ہیں تو یہ لوگ اپنے پیٹوں میں نہیں بھرتے مگر آگ۔ اور اللہ قیامت کے دن ان سے (رحم کی) بات نہ کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے »

مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ سے مراد حل حرمت کا وہ مسئلہ ہے جو ما قبل میں گزرا۔

وَلَا يُزَكِّيهِمۡ حدیث میں آتا ہے:" كل لحم نبت من الحرام فالجنة عليه حرام "« ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہو، اس پر جنت حرام ہے »[63]

کتمان حق اتنا بڑا جرم ہے جس پر کئی سزائیں مرتب ہیں:

1. "أُوْلَٰٓئِكَ مَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ إِلَّا ٱلنَّارَ"
2. "وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ"
3. "وَلَا يُزَكِّيهِمۡ"
4. "وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ"

"أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱشۡتَرَوُاْ ٱلضَّلَٰلَةَ بِٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡعَذَابَ بِٱلۡمَغۡفِرَةِۚ فَمَآ أَصۡبَرَهُمۡ عَلَى ٱلنَّارِ "﴿١٧٥﴾

« یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے پسند کیا، اور عذاب کو مغفرت کے بدلے، سو وہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں آگ پر »

ٱلضَّلَٰلَةَ بِٱلۡهُدَىٰ قرآن جو ہدایت کی کتاب تھی اسے چھوڑ کر شرک و کفر کو پسند کرنا۔

فَمَآ أَصۡبَرَهُمۡ عَلَى ٱلنَّارِ میں دو توجیہات ہیں:

1. تعجب کے لئے ہے۔ « کس قدر آگ پر صبر کرنے والے ہیں »
2. استفہام کے لئے بمعنی: أي شيءٍ « کون سی چیز ہے جس نے انہیں آگ پر صبر کرنے والا بنایا ہے »[64]

"ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ نَزَّلَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّۗ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِي ٱلۡكِتَٰبِ لَفِي شِقَاقِۭ بَعِيدٖ "﴿١٧٦﴾

« یہ اس وجہ سے کہ بیشک اللہ نے کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ حق ظاہر ہو جائے، اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا ہے ضرور وہ بڑی دور کی مخالفت میں ہیں »

حواشی:

[1] **ربط** : لما حذر تعالى من كتمان الحق بين أن أول ما يجب إظهاره ولا يجوز كتمانه أمر التوحيد [قرطبی، الجامع لاحکام القرآن 2:190]

[2] **امام بقاعی فرماتے ہیں:** فكان أعظم دعوة إلى جمع الخلق دعوتهم إلى جمع توحيد الإلهية انتظاما بما دعوا إليه من الاجتماع في اسم الربوبية في قوله تعالى متقدما يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ فإعلاء الخطاب من رتبة الربوبية إلى رتبة هذه الدعوة بالإلهية لتعلو من هذا الحد إلى الدعوة إلى الله الأحد الذي أحديته مركوزة في كافة فطر الخلق وجبلاتهم حين لم يقع الشرك فيه بوجه وإنما وقع في رتبة الإلهية [نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور 2:285]

[3] الٰہ کی تعریف اور تفصیلی وضاحت اصول القرآن اور سورۃ الفاتحہ میں گزر چکی ہے۔

[4] ابن الاثیر [وفات:630ھ] سومنات کے بارے میں ہندووں کا عقیدہ لکھتے ہیں: أن المد والجزر الذي عنده إنما هو عبادة البحر على قدر استطاعته [الکامل فی التاریخ 7:684]

[5] **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الحياة تستعمل على أوجه: الأول: **للقوة النامية الموجودة في النبات والحيوان**، ومنه قيل: نبات حي . الثانية: للقوة الحساسة، وبه سمي الحيوان حيوانا . الثالثة: للقوة العاملة العاقلة . والرابعة: عبارة عن ارتفاع الغم . والخامسة: الحياة الأخروية الأبدية، وذلك يتوصل إليه بالحياة التي هي العقل والعلم . والسادسة: الحياة التي يوصف بها الباري، فإنه إذا قيل فيه تعالى: هو حي، فمعناه: لا يصح عليه الموت [المفردات فی غریب القرآن: 268-269]

[6] **امام ماتریدی فرماتے ہیں:** وَإِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞ فإن قيل: لم كان هذا دليلا ؟ وهو في الظاهر دعوى .قيل له: دليل وحدانيته في قوله: إِنَّ فِي خَلۡقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ [تاویلات اہل السنۃ 1:610]

ابن جریر فرماتے ہیں: " فقال تعالى ذكره: أيها المشركون، إن جهلتم أو شككتم في حقيقة ما أخبرتكم من الخبر: من أن إلهكم إله واحد، دون ما تدعون ألوهيته من الأنداد والأوثان، فتدبروا حججي وفكروا فيها، فإن من حججي خلق السموات والأرض، واختلاف الليل والنهار " [جامع البیان 3:267]

[7] علامہ اقبال نے ان دلائل کا نقشہ اپنے اشعار میں یوں کھینچا ہے:

1. پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
2. کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد ساز گار؟
خاک یہ کس کی ہے، کس کا ہے یہ نور آفتاب؟
3. کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب؟
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب؟
4. دِہ خدایا! یہ زمیں تیری نہیں، تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں، تیری نہیں، میری نہیں

[بال جبریل، الارض للہ: 213]

[8] **ابن تیمیہ فرماتے ہیں:** ففي أولها: فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وفي أثنائها. وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادٗا ف "الأول" نهيٌ عامٌ و "الثاني" نهيٌ خاصٌ [مجموع الفتاوی 14:43]

[9] **ابن قیم لکھتے ہیں:** وأصل الشرك بالله، الإشراك في المحبة كما قال تعالى: وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادٗا يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبّٗا لِّلَّهِۗ . فأخبر سبحانه أن من الناس من يشرك به ندا يحبه كما يحب الله، وأخبر أن الذين آمنوا أشد حبا لله من أصحاب الأنداد لأندادهم. وقيل: بل المعنى أنهم أشد حبا لله، فإنهم وإن أحبوا الله، لكن لما شركوا بينه وبين أندادهم في المحبة ضعفت محبتهم لله، والموحدون لله لما خلصت محبتهم له كانت أشد من محبة أولئك، والعدل برب العالمين، والتسوية بينه وبين الأنداد هو في هذه المحبة [الجواب الکافی: 188]

[10] **ابن تیمیہ فرماتے ہیں:** أن المؤمنين يحبون الله أكثر من محبة المشركين لله ولآلهتهم؛ لأن أولئك أشركوا في المحبة والمؤمنون أخلصوها كلها لله [مجموع الفتاوی 8:358]

[11] یہ معنی مجاہد، قتادۃ وغیرہ سے مروی ہے: وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبّٗا لِّلَّهِۗ من أهل الأوثان لأوثانهم [جامع البیان 3:279، تفسیر ابن ابی حاتم 1:276]

[12] **فراء لکھتے ہیں:** يوقع « يَـرَى » على « أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعٗا وَأَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعَذَابِ » وجوابه متروك [معانی القرآن 1:97] **ابو البقاء لکھتے ہیں:** جواب لَوْ محذوف، وهو أبلغ في الوعد والوعيد ; لأن الموعود والْمُتَوَعَّدَ إذا عرف قدر النعمة والعقوبة وقف ذهنه مع ذلك المعين ; وإذا لم يعرف ذهب وهمه إلى ما هو الأعلى من ذلك، وتقدير الجواب: لعلموا أَنَّ ٱلۡقُوَّةَ ، أو لعلموا أن الأنداد لا تضر ولا تنفع [التبیان فی اعراب القرآن 1:135]

13 **ابوالبقاء لکھتے ہیں:** وقيل يَـرَى هنا من رؤية البصر أي لو شاهدوا آثار قوة الله فتكون أَنَّ وما عملت فيه مفعول يَـرَى ، ويجوز أن يكون مفعول يَـرَى محذوفا تقديره: لو شاهدوا العذاب لعلموا أَنَّ ٱلْقُوَّةَ ، ودل على هذا المحذوف قوله تعالى: إِذْ يَـرَوْنَ ٱلْعَذَابَ [**التبیان فی اعراب القرآن**135:1]

14 **ابوالبقاء لکھتے ہیں:** يَـرَى هنا من رؤية القلب، فيفتقر إلى مفعولين ; و « أَنَّ ٱلْقُوَّةَ » ساد مسدهما [**التبیان فی اعراب القرآن**135:1]

15 **ابوالبقاء لکھتے ہیں:** إِذْ تَبَرَّأَ : إِذْ هذه بدل من إِذْ الأولى، أو ظرف لقوله: شَـدِيدُ ٱلْعَذَابِ أو مفعول اذكر [**التبیان فی اعراب القرآن**137:1]

16 **یوں کل ملا کر آٹھ توجیہات بن جائیں گی۔**

17 **ابن جزی لکھتے ہیں:** سَبَبٌ : وجمعه أسبابٌ له خمسةُ معانٍ :[1] الحبل، ومنه: فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى ٱلسَّمَآءِ [2] والاستعارة من الحبل في المودة والقرابة، ومنه: وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ [3] والطريق ومنه: فأتبع سببا [4] والباب ومنه:أسباب السموات [5] وسبب الأمر: موجبه [التسهيل لعلوم التنزيل ،**حرف السین**36:1]

18 **ابن حاجب** [وفات:646ھ] **لکھتے ہیں:** وتفعّل لمطاوعة فعل، نحو: كسّرته فتكسّر، وللتّكلّف، نحو: تشجّع، وتحلّم، وللاتّخاذ، نحو: توسّد، وللتّجنّب، نحو: تأثّم، وتحرّج، وللعمل المتكرّر في مهلة، نحو:تجرّعته، ومنه: تفهّم، وبمعنى استفعل، نحو: تكبّر، وتعظّم [**الشافیۃ فی علمی التصریف والخط**:63]

19 **حَلَٰلٗا طَيِّبٗا**

امام رازی فرماتے ہیں: الحلالُ المباحُ الذي انْحَلَّتْ عُقْدَةُ الْحَظْرِ عنه وأصله من الْحَلِّ الذي هو نقيض الْعَقْدِ ومنه: حَلَّ بالمكان إذا نزل به، لأنه حَلَّ شَدَّ الارتحال للنزول وحَلَّ الدَّيْنُ إذا وَجَبَ لانحلال العقدة بانقضاء المدة، وحَلَّ من إحرامِهِ، لأنه حَلَّ عُقْدَةَ الإحرام، وحَلَّتْ عليه العقوبةُ، أي وجبت لانحلال العقدة بالمانعة من العذاب والْحُلَّةُ الإزارُ والرِّدَاءُ، لأنه يحل عن الطي للبس، ومن هذا تحلة اليمين، لأنه عقدة اليمين تَنْحَلُّ به، واعلم أن الحرام قد يكون حراما لخبثه كالميتة والدم والخمر، وقد يكون حراما لا لخبثه، كملك الغير إذا لم يأذن في أكله فالحلال هو الخالي عن القيدين [**التفسیر الکبیر**185:5]

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: وأصل الطيب: ما تستلذه الحواس، وما تستلذه النفس، والطعام الطيب في الشرع: ما كان متناولا من حيث ما يجوز، ومن المكان الذي يجوز فإنه متى كان كذلك كان طيبا عاجلا وآجلا لا يستوخم، وإلا فإنه وإن كان طيبا عاجلا لم يطب آجلا « **اصل میں طیب اسے کہا جاتا ہے جس سے نفس اور حواس دونوں لطف اندوز ہوں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں طیب طعام اسے کہا جاتا ہے کہ جو جائز طریقے اور جائز جگہ سے حاصل کیا جائے۔ اور جو چیز جائز طریقے اور جائز جگہ سے حاصل کی جائے وہ دنیا اور آخرت میں خوشگوار ثابت ہوتی ہے** »[**المفردات فی غریب القرآن**:527]

امام رازی فرماتے ہیں: حَلَٰلٗا المراد منه ما يكون جنسه حلالا وقوله طَيِّبٗا المراد منه لا يكون متعلقا به حقُّ الغير [**التفسیر الکبیر**185:5]

20 **ابن قتیبہ لکھتے ہیں:** وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِ أي لا تتبعوا سبيلَه ومَسْلَكَهُ. وهي جمعُ خُطْوَةٍ. والْخُطْوَةُ: ما بين القدمين – بضم الخاء – والْخَطْوَةُ: الفعلة الواحدة؛ بفتح الخاء. واتباعُهُم خُطُوَاتِهِ: أنهم كانوا يُحَرِّمُونَ أشياءَ قد أحلها الله، ويحلون أشياء حرمها الله [**غریب القرآن**:68]

21 **امام ماوردی فرماتے ہیں:** وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ فيه قولان: أحدهما: أن تحرموا على أنفسكم ما لم يحرمه الله عليكم. والثاني: أن تجعلوا له شريكا [**النکت والعیون**220:1]

22 **امام ماوردی فرماتے ہیں:** وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ يعني في تحليل ما حرموه من الأنعام والبحيرة والسائبة والوصيلة والحام قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآ يعني في تحريم ذلك عليهم [**النکت والعیون**221:1]

23 **ابن ابی العز، حنفی لکھتے ہیں:** فمن اتبع دين آبائه بغير بصيرة وعلم، بل يعدل عن الحق المعلوم إليه، فهذا اتبع هواه، كما قال تعالى: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُواْ بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ أَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ ءَابَآءَنَآۚ أَوَلَوۡ كَانَ ءَابَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَهۡتَدُونَ . وهذه حال كثير من الناس من الذين وُلِدُوا على الإسلام، يَتْبَعُ أحدهم أباه فيما كان عليه من اعتقادٍ ومذهبٍ، وإن كان خطأً ليس هو فيه على بصيرة، بل هو من مسلمة الدار، لا مسلمة الاختيار، وهذا إذا قيل له في قبره: من ربك؟ قال: هاه هاه، لا أدري، سمعت الناس يقولون شيئا فقلته [**شرح العقیدۃ الطحاویۃ**:247]

امام قرطبی فرماتے ہیں: تعلق قوم بهذه الآية في ذم التقليد لذم الله تعالى الكفار باتباعهم لآبائهم في الباطل، واقتدائهم بهم في الكفر والمعصية. وهذا في الباطل صحيح، أما التقليد في الحق فأصل من أصول الدين، وعصمة من عصم المسلمين يلجأ إليها الجاهل المقصر عن درك النظر. واختلف العلماء في جوازه في مسائل الأصول ..، وأما جوازه في مسائل الفروع فصحيح [**الجامع لاحکام القرآن**211:2]

[24] **ابوسعید سیرافی** [وفات:368ھ] **اس کی شرح میں لکھتے ہیں:** فالناعق الراعي والمنعوق به الغنم، فجعل المؤمنين كالراعي والكفار كالمنعوق به، والتمثيل في ذلك كله أن الكفار لم يعتقدوا ما خوطبوا به، ولم يحصلوا به أكثر من سماعه، ويدلك على صحة هذا أن الكفار لم يشبهوا بما ينعق؛ لأن الذي ينعق هو الراعي، وهم لم يشبهوا به، وإنما شبهوا بالمنعوق به [**شرح کتاب سیبویہ**107:2]

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: وَمَثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ومثلنا في وعظهم كمثل الناعق بما لا يسمع، فاقتصر على قوله: وَمَثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ [البقرة: 171] ، وحذف ومثلنا، لأن الكلام يدل عليه. ومثل هذا كثير في الاختصار [**تاویل مشکل القرآن**:129]

[25] **ابن جریر فرماتے ہیں:** وَمَثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ في قلة فهمهم عن الله وعن رسوله كَمَثَلِ المنعوق به من البهائم الذي لا يفقه من الأمر والنهي غير الصوت، وذلك أنه لو قيل له: اعتلف أورد الماء لم يدر ما يقال له غير الصوت الذي يسمعه من قائله فكذلك الكافر، مثله في قلة فهمه لما يؤمر به وينهى عنه بسوء تدبره إياه وقلة نظره وفكره فيه مثل هذا المنعوق به فيما أمر به ونهي عنه [**جامع البیان**311:3]

امام ماوردی فرماتے ہیں: مثل الكافر فيما يوعظ به مثل البهيمة التي ينعق بها تسمع الصوت ولا تفهم معناه وهذا قول ابن عباس ومجاهد [**النکت والعیون**221:1]

[26] **ابن فارس** [وفات:395ھ] **فرماتے ہیں:** [نَعَقَ] النون والعين والقاف كلمةٌ تدل على **صوتٍ**. ونَعَقَ الراعي بالغنم يَنْعَقُ ويَنْعِقُ، إذا صاح به زجرا، نَعِيْقًا [**معجم مقاییس اللغۃ**445:5] **ابن قتیبہ فرماتے ہیں:** بِمَا لَا يَسۡمَعُ يعني الغنم [**غریب القرآن**:68]

[27] عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ: أيها الناس إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين فقال: يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُواْ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعۡمَلُواْ صَٰلِحًاۖ إِنِّي بِمَا تَعۡمَلُونَ عَلِيمٌ [المؤمنون: 51] وقال: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُلُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقۡنَٰكُمۡ [البقرة: 172] ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء يا رب يا رب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام فأنى يستجاب لذلك؟ [**صحیح مسلم،کتاب الزکوۃ،باب قبول الصدقۃ،حدیث**:1015]

[28] **مولانا حسین علی لکھتے ہیں: معنی** إِنَّمَا **کا** مَا إِلَّا **والا نہ ہو گا جیسا کہ مشہور ہے کیونکہ اگر** إِنَّمَا **کا معنی** مَا إِلَّا **والا کریں تو دوسرا مسئلہ بالتبع ہو جائے گا۔اور محرمات فقط یہی نہیں ہیں جو کہ مذکور ہیں لہذا ضروری یہی مراد لو گے کہ یہ بھی حرام ہیں اور باقی بھی کئی حرام ہیں، جو کہ مذکور نہیں ہیں بلکہ معنی** إِنَّمَا **کا پکی بات ہے۔یعنی یہ معنی کریں گے کہ پکی بات یہ ہے کہ یہ اشیاء حرام ہیں اور اسی معنی کو رضی نے پسند کیا ہے اور شواہد بیان کئے ہیں۔اور اس کے شواہد** إنما سكرت أبصارنا ۔ إنما الخمر [**بلغۃ الحیران**:29]

رضی لکھتے ہیں: إِنَّمَا ...أن المشهور عند النحاة والأصوليين أن معنى: إنما ضرب زيد عمرا: ما ضرب زيد إلا عمرا، فان قدمت المفعول على هذا، انعكس الحصر، كما ذكرنا في: ما ضرب زيد إلا عمرا . وقد خالف بعض الأصوليين في إفادته الحصر، استدلالا بنحو قوله ﷺ: " إنما الأعمال بالنيات " و " إنما الولاء للمعتق ". وأجيب بان المراد في الخبرين: **التأكيد**، فكأنه ليس عمل إلا بالنية، وليس الولاء إلا بالعتق، كقوله ﷺ: لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد [**شرح الرضی علی الکافیۃ**195:1]

[29] **ابن کثیر سورۃ المائدۃ:3 کی تفسیر میں بحوالہ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں:** نزل آدم بتحريم أربع الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به، وإن هذه الأربعة الأشياء لم تحل قط، ولم تزل حراما منذ خلق الله السموات والأرض [**تفسیر القرآن العظیم**14:3]

[30] ٱلۡمَيۡتَةَ **کی تعریف:**

ابو بکر جصاص لکھتے ہیں: الميتةُ في الشرع اسمٌ للحيوان الْمَيِّتِ غيرِ الْمُذَكَّى، وقد يكونُ مَيْتَةً بأن يموتَ حَتْفَ أَنْفِهِ من غيرِ سببٍ لآدميٍّ فيه، وقد يكون ميتة لسببِ فعلِ آدميٍّ إذا لم يكنْ فعلُهُ فيه على وجه الذَّكَاةِ الْمُبِيْحَةِ له «**میتۃ اس مردہ جانور کو کہتے ہیں جسے ذبح نہ کیا گیا ہو۔کبھی یوں ہوتا ہے کہ جانور آدمی کے دخل کے بغیر اپنی طبعی موت مر جائے۔اور کبھی آدمی کے دخل دینے کے باوجود مردار ہوتا ہے جبکہ اسے جائز طریقے سے ذبح نہ کیا جائے**»[**احکام القرآن**130:1]

[31] **سورۃ المائدۃ3:5، میں** ٱلۡمَيۡتَةَ **کی مختلف صورتیں ذکر کی گئی ہیں:** وَٱلۡمُنۡخَنِقَةُ وَٱلۡمَوۡقُوذَةُ وَٱلۡمُتَرَدِّيَةُ وَٱلنَّطِيحَةُ وَمَآ أَكَلَ ٱلسَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ

[32] **الف لام عہدی ہے اور سورۃ الانعام145:6، میں قید ذکر کیا گیا ہے:** أَوۡ دَمٗا مَّسۡفُوحًا «**بہتا ہوا خون**»

ابو بکر جصاص لکھتے ہیں: عن قتادة في قوله: أَوۡ دَمٗا مَّسۡفُوحًا قال: حُرِّمَ من الدم ما كان مسفوحا، وأما اللحم يخالطه الدَّمُ فلا بأس به. وروى القاسم بن محمد عن عائشة، أنها سُئِلَتْ عن الدم يكون في اللحم والْمَذْبَحِ قالت: "إنما نهى الله عن الدم المسفوح". ولا خلاف بين الفقهاء في جواز أكل اللحم مع بقاء أجزاء الدم في العروق لأنه غير مسفوح [**احکام القرآن**150:1]

[33] **ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:** واللحمُ وإن كان مخصوصا بالذكر فإن المرادَ جميعُ أجزائه، وإنما خص اللحم بالذكر لأنه أعظمُ مَنْفَعَتِهِ وما يُبْتَغَى منه [**احکام القرآن**1:151]

امام کاسانی فرماتے ہیں: وأما الخنزير: فقد روي عن أبي حنيفة أنه نَجِسُ العين، لأن الله تعالى وصفه بكونه رجسا فَيَحْرُمُ استعمالُ شَعْرِه وسائر أجزائه، إلا أنه رَخَّصَ في شعره للخرازين للضرورة. وروي عن أبي يوسف في غير رواية الأصول أنه كره ذلك أيضا نصا ولا يجوز بيعها في الروايات كلها، ولو وقع شعره في الماء القليل، روي عن أبي يوسف أنه ينجس الماء، وعن محمد أنه لا ينجس ما لم يغلب على الماء كشعر غيره. وروي عن أصحابنا في غير رواية الأصول أن هذه الأجزاء منه طاهرة؛ لانعدام الدم فيها، والصحيح أنها نَجِسَةٌ لأن نَجَاسَةَ الخنزير ليست لما فيه من الدم والرطوبة بل لِعَيْنِهِ [**بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** 1:63]

جن فقہاء نے اپنے دور میں اس کے بالوں کو بطور سوئی استعمال کرنے کی ضرورت کی وجہ سے اجازت دی تھی آج وہ ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔

[34] **ابن قیم فرماتے ہیں:** فحصرَ التحريمَ في هذه الأربعة فإنها مُحَرَّمَةٌ في كل ملة، لا تُبَاحُ بحالٍ إلا عند الضرورة، وبدأ بالأخف تحريما ثم بما هو أشد منه، فإن تحريم الميتة دون تحريم الدم، فإنه أخبث منها، ولحم الخنزير أخبث منها، وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ أَخْبَثُ الأربعة ... فما أهل به لغير الله في الدرجة الرابعة من المحرمات ... أن مَا أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ لا يجوز أن تأتي شريعة بإباحته أصلا، فإنه بمنزلة عبادة غير الله ... أن مَا أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ تحريمه من باب تحريم الشرك، وتحريم الميتة والدم ولحم الخنزير من باب تحريم الخبائث والمعاصي [**احکام اہل الذمۃ**1:527-528]

[35] **شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی،** 1159ھ=1746ء کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام غلام حلیم اور لقب سراج الہند ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں اپنے والد صاحب سے تمام علوم دینیہ، عقلیہ اور آلیہ حاصل کئے۔ ان کی نامکمل تفسیر فتح العزیز کے نام سے مشہور ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ، بستان المحدثین اور دیگر کئی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ 1239ھ=1824ء کو فوت ہوئے۔

[تذکرہ علمائے ہند:302، ترجمہ:313، نیل السائرین فی طبقات المفسرین:627-629، ترجمہ:625-10، الاعلام زرکلی،4:414]

[36] شاہ عبد العزیز نے کچھ اسی طرح کی وضاحت فتاوی عزیزی میں بھی کی ہے: **معنی آیت** وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ **چیست و مصداق این آیت کیست؟ جواب** [**فتاوی عزیزی** 1:56]

[37] **محمد بن حسن بن فرقد** - فرقد بنو شیبان کے موالی میں سے تھے - ابو عبد اللہ، 131ھ=748ء کو واسط (عراق) میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں پلے بڑھے۔ ان کی اصل غوطہ دمشق کے گاؤں حرستہ سے تھا۔ امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ فقہ اور اصول کے امام تھے۔ حصول علم کے بعد بغداد تشریف لے گئے جہاں ہارون الرشید کی طرف سے انہیں قضاء کی ذمہ داری سونپی گئی۔ بعد میں معزول کیا گیا۔ پھر جب ہارون الرشید خراسان کے لئے نکلے تو انہیں اپنے ساتھ لیا اور اسی سفر میں 189ھ=804ء کو "رے" میں وفات پائی۔

[الفوائد البہیۃ:268، ترجمہ:343، الاعلام زرکلی،6:80]

[38] **علی بن حمزہ بن عبد اللہ،** اسدی بالولاء، کوفی، ابو الحسن، کسائی، کوفہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں رہائش اختیار کی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔ لغت، نحو اور قراءت کے امام ہیں۔ بڑی عمر میں علم نحو حاصل کیا۔ 189ھ=805ء کو ستر سال کی عمر میں "رے" میں وفات پائی۔ [تاریخ بغداد 11:403، الاعلام زرکلی،4:283]

امام محمد بن حسن شیبانی اور امام کسائی کا ایک ہی سال "رے" میں وفات پانے پر ہارون الرشید نے کہا: دفنا الفقه والنحو بالري [ذہبی، العبر فی خبر من غبر، سنۃ تسع وثمانین ومائۃ،1:234]

[39] **امام سرخسی نے اسے تھوڑا مختلف انداز سے ذکر کیا ہے:** أن تكرار سجود السهو في صلاة واحدة غير مشروع، ولأنه لو سجد بهذا السهو ربما يسهو فيه ثانيا وثالثا فيؤدي إلى ما لا نهاية له، وحكي أن محمدا رحمه الله تعالى قال للكسائي وكان ابن خالته: لم لا تشتغل بالفقه مع هذا الخاطر، فقال: مَنْ أَحْكَمَ علمًا فذلك يهديه إلى سائر العلوم، فقال محمد رحمه الله تعالى إني ألقي عليك شيئا من مسائل الفقه فَخَرِّجْ جوابه من النحو ؟ فقال: هات، فقال: ما تقول فيمن سها في سجود السهو ففكَّر ساعة ؟ فقال: لا سهو عليه. فقال: من أي باب من النحو خَرَّجْتَ هذا الجواب.؟ فقال: من باب أن الْمُصَغَّرَ لا يُصَغَّرُ فتعجب من فِطْنَتِهِ [**المبسوط**1:224]

[40] **سورۃ المائدۃ:3 میں ایک ہی آیت میں** مَا أُهِلَّ **اور** مَا ذُبِحَ **دونوں کو ذکر کیا گیا ہے اور** مَا ذُبِحَ **کو** مَا أُهِلَّ **پر عطف کیا گیا ہے اور معطوف و معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ہوتی ہے۔**

[41] **امام بخاری فرماتے ہیں:** أَهَلَّ: تكلم به، واستهللنا وأهللنا الهلال، كله من الظهور واستهل المطر خرج من السحاب، وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِۦ [المائدة: 3] وهو من استهلال الصبي [**صحیح بخاری، کتاب الحج، باب کیف تھل الحائض والنفساء**،2:140]

[42] سورۃ النساء 4:23

43 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الرجس**: الشيء القذر... قال تعالى: رجس من عمل الشيطان [المائدة:90] والرجس يكون على أربعة أوجه: إما من حيث الطبع، وإما من جهة العقل، وإما من جهة الشرع، وإما من كل ذلك كالميتة، فإن الميتة تعاف طبعا وعقلا وشرعا، والرجس من جهة الشرع: الخمر والميسر، وقيل: إن ذلك رجس من جهة العقل، وعلى ذلك نبه بقوله تعالى: وإثمهما أكبر من نفعهما [البقرة: 219] لأن كل ما يوفي إثمه على نفعه فالعقل يقتضي تجنبه، وجعل الكافرين رجسا من حيث إن الشرك بالعقل أقبح الأشياء، قال تعالى: وأما الذين في قلوبهم مرض فزادتهم رجسا إلى رجسهم [التوبة: 125] وقوله تعالى: ويجعل الرجس على الذين لا يعقلون [يونس: 100] قيل: **الرجس:النتن** ... وذلك كقوله: إنما المشركون نجس [التوبة:28] وقال: أو لحم خنزير فإنه رجس [الأنعام: 145] وذلك من حيث الشرع .

النجاسة: القذارة، وذلك ضربان: ضرب يدرك بالحاسة، وضرب يدرك بالبصيرة، والثاني وصف الله تعالى به المشركين فقال: إنما المشركون نجس [التوبة: 28]

[*المفردات فی غریب القرآن*:342،اور،791]

44 پاکستانی معاشرہ بالخصوص پشتون معاشرہ۔

45 یہ شعر حنظلہ بن ربیع الکاتب رضی اللہ عنہ کا ہے جو کاتبین وحی میں سے تھے۔ مزید اشعار یہ ہیں:

عجبت لما يخوض الناس فيه — يرومون الخلافة أن تزولا

ولو زالت لزال الخير عنهم — ولاقوا بعدها ذلا ذليلا

وكانوا كاليهود أو النصارى — سواء كلهم ضلوا السبيلا

[*طبری، تاریخ الرسل والملوک*،4:386]

46 روایت کے الفاظ یوں ہیں:

"عن طارق بن شهاب عن سلمان قال: دخل رجل الجنة في ذباب ودخل رجل النار في ذباب , قالوا: وكيف ذلك؟ قال: مر رجلان على قوم لهم صنم , لا يجوزه أحد حتى يقرب له شيئا فقالوا لأحدهما: قرب , قال: ليس عندي شيء , قالوا: قرب ولو ذبابا فقرب ذبابا قال: فخلوا سبيله , قال: فدخل النار , وقالوا للآخر: قرب ولو ذبابا قال: ما كنت لأقرب لأحد شيئا دون الله قال: فضربوا عنقه قال: فدخل الجنة "۔

مصنف ابن ابی شیبہ 6:473، حدیث:33038، *شعب الایمان*، بیہقی،9:457، حدیث:6962

علامہ البانی نے اس روایت پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس پر سورۃ النحل:106 کی روشنی میں سوال بھی اٹھایا ہے۔[*سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ*12:721، روایت:5829]

نذر لغیر اللہ کی حرمت پر دیگر احادیث:

- سئل علي، أخصكم رسول اللهﷺ بشيء؟ فقال: ما خصنا رسول الله ﷺ بشيء لم يعم به الناس كافة، إلا ما كان في قراب سيفي هذا، قال: فأخرج صحيفة مكتوب فيها: «لعن الله من ذبح لغير الله، ولعن الله من سرق منار الأرض، ولعن الله من لعن والده، ولعن الله من آوى محدثا»

  [*صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللہ ولعن فاعلہ*، حدیث:1978]

  «سیدنا علیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کسی چیز کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کسی ایسی چیز کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا کہ جو باقی تمام لوگوں سے نہ فرمایا ہو سوائے اس کے کہ چند باتیں میری تلوار کے نیام میں ہیں راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک کاغذ نکالا جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر کہ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے (تعظیما) جانور ذبح کرے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر کہ جو آدمی زمین کے نشان چوری کرے اور اللہ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر کہ جو اپنے والدین پر لعنت کرے اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر کہ جو کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے»

- عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما : أن النبي ﷺ لقي زيد بن عمرو بن نفيل بأسفل بلدح، قبل أن ينزل على النبي ﷺ الوحي، فقدمت إلى النبي ﷺ سفرة، فأبى أن يأكل منها، ثم قال زيد: إني لست آكل مما تذبحون على أنصابكم، ولا آكل إلا ما ذكر اسم الله عليه، وأن زيد بن عمرو كان يعيب على قريش ذبائحهم، ويقول: الشاة خلقها الله، وأنزل لها من السماء الماء، وأنبت لها من الأرض، ثم تذبحونها على غير اسم الله، إنكارا لذلك وإعظاما له

  [*صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب حدیث زید بن عمرو*، حدیث:3826]

  «سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نزول وحی سے پہلے نبی ﷺ کی مقام بلدح کے نشیبی حصہ میں زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا تو آپ ﷺ نے کھانے سے انکار کر دیا پھر زید نے کہا میں بھی اس میں سے بالکل نہیں کھاتا جو تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو اور میں تو صرف وہی

چیز کھاتا ہوں جس پر اللہ کا نام (بوقت ذبح) لیا گیا ہو اور زید بن عمرو قریش کے ذبیحہ کو برا سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بکری کو اللہ نے پیدا کیا اس کے لئے آسمان سے بارش برسائی اور اس کے لئے اسی نے زمین سے چارہ پیدا کیا۔ پھر تم اسے غیر اللہ کے نام ذبح کرتے ہو اس بات کو وہ بہت معیوب اور برا سمجھتے تھے »

47 محمد بن علی بن محمد حصنی، عرف علاء الدین حصکفی، منسوب بہ حصن کیفا [کیفا قلعہ (Hasankeyf, (Turkey] جو جزیرۂ ابن عمر [موجودہ: Cizre, Turkey] اور میافارقین [جس کو دیار بکر بھی کہتے ہیں۔ موجودہ: Silvan, Turkey] کے مابین واقع ہے۔ قیاس تو یہ ہے کہ انہیں حصنی کہا جاتا لیکن خلاف قیاس حصکفی کہلائے۔ 1025ھ=1616ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ عالی ہمت، فاضل اور احناف کے مفتی تھے۔ دمشق ہی میں 1088ھ=1677ء کو فوت ہوئے۔

[عبد الحی لکھنوی، طرب الاماثل بتراجم الافاضل، ترجمہ: 383، الاعلام، زرکلی، 294:6]

48 "واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقربا إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام وقد ابتلي الناس بذلك ولا سيما في هذه الأعصار "[الدر المختار 439:2]

49 **امام نووی فرماتے ہیں:** وأما لذبح لغير الله فالمراد به أن يذبح باسم غير الله تعالى كمن ذبح للصنم أو الصليب أو لموسى أولعيسى صلى الله عليهما أو للكعبة ونحو ذلك فكل هذا حرام ولاتحل هذه الذبيحة سواء كان الذابح مسلما أو نصرانيا أو يهوديا نص عليه الشافعي واتفق عليه أصحابنا فإن قصد مع ذلك تعظيم المذبوح له غير الله تعالى والعبادة له كان ذلك كفرا فإن كان الذابح مسلما قبل ذلك صار بالذبح مرتدا [شرح النووی علی مسلم 141:13]

50 ومن أولئك عبدة القبور الناذرون لها المعتقدون للنفع والضر ممن الله تعالى أعلم بحاله فيها وهم اليوم أكثر من الدود [روح المعانی 64:7، تفسیر سورۃ یوسف: 106]

51 **وحیوانات را کہ نذر مشائخ میکنند.... این عمل را نیز داخل شرک**

52 **پرستش آنست کہ سجدہ کند یا طواف نماید یا نام اورا بطریق تقرب دروسازد یا ذبح جانور بنام او کند.....فی الفور کافر میگردد۔**

53 والنذر الذي يقع من أكثر العوام بأن يأتي إلى قبر بعض الصلحاء ويرفع ستره قائلا يا سيدي فلان إن قضيت حاجتي فلك مني من الذهب مثلاً كذا باطل إجماعا .

54 یہ تمام فتوے باب النذور میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مفتی کفایت اللہ دہلوی کی کفایت المفتی جلد 1: ص: 151، 216، 217، جلد: 8، ص: 229-230، 232، 250-251۔ رشید احمد گنگوہی، فتاوی رشیدیہ: 534-536۔ عبد الحی لکھنوی، مجموعۃ الفتاوی جلد 1: 46-47، جلد 2، ص: 89، ص: 276 اور ص: 303، جلد 3: 223

55 ومن أنواعه: النذر لغير الله، فإنه شرك .

56 شیخ علی غواص ترمذی المعروف پیر بابا، ولی اللہ، شیخ نظام الدین تھانیسری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ اپنے شیخ سے بیعت کرنے کے بعد یوسف زئی قبیلہ کی طرف چلے گئے۔ اخوند درویزہ اور اس کے بیٹے عبد الکریم آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔ 1040ھ میں یوسف زئیوں کے علاقہ (موجودہ بونیر، صوبہ خیبر پختونخوا) میں فوت ہوئے۔

[مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء 418:2]

محمد امیر شاہ کے مطابق آپ کی پیدائش: 908ھ جبکہ وفات: 991ھ میں ہوئی۔ [تذکرۂ علماء ومشائخ سرحد، جلد اول: 1-15]

57 اخوند درویزہ پشاوری، سید علی غواص ترمذی المعروف پیر بابا کے مرید تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں ماہر تھے۔ مناظرہ کے فن میں مہارت تھی۔ پشتو زبان میں تحریر کی ہوئی "مخزن الاسلام" آپ کی تصنیف ہے جو زندگی میں مکمل نہ کر سکے بعد میں بیٹے مولانا عبد الکریم نے مکمل کی۔ اس کی شرح خواجہ معین الدین خویشگی نے لکھی ہے جس کا نام "الکلمات الوافیات" ہے۔ 1048ھ میں پشاور میں فوت ہوئے۔ [خزینۃ الاصفیاء 425:2، نزہۃ الخواطر 529:5]

محمد امیر شاہ کے مطابق آپ کی پیدائش: 956ھ، افغانستان کے علاقہ ننگرہار میں ہوئی۔ [تذکرۂ علماء ومشائخ سرحد، جلد اول: 25-38]

58 **واحدی اور رازی لکھتے ہیں:** وقال أهل العلم: لو أن مسلمًا ذبح ذبيحة وقصد بذبحها التقرب إلى غير الله صار مرتدًّا، وذبيحته ذبيحة مُرتد [التفسیر البسیط 500:3، التفسیر الکبیر 192:5]

59 ابو سعید، احمد بن عبد اللہ بن عبد الرزاق، حنفی، امیٹھوی، عرف ملا جیون تھا۔ 25 شعبان 1047ھ=1637ء کو امیٹھی میں پیدا ہوئے۔ اورنگزیب عالم گیر کے استاد تھے۔ منار کی شرح نور الانوار، مناقب الاولیاء فی اخبار المشائخ اور کئی دیگر کتابوں کے مصنف ہیں۔ 1130ھ کو دہلی میں فوت ہوئے۔ [نزہۃ الخواطر 6: 21-24، ترجمہ: 26، نیل السائرین: 597، ترجمہ: 598-9]

60 **اما ثواب آنچیز ہا را کہ عائد بدہندہ میشود از ان غیر ساختن جائز ست زیرا کہ ایشان را میرسد کہ ثواب عمل خود را بغیر بخشند**

61 **بغوی فرماتے ہیں:** غَيْرَ بَاغٍ أي غيرَ مُسْتَحِلٍّ وَلَا عَادٍ أي مُتَزَوِّدٍ منها [معالم التنزیل 202:1]

[62] اور انہی جزئیات سے فقہاء نے دو قواعد فقہیہ مستنبط کئے ہیں جو "الضَّرَرُ يُزَالُ" سے متعلق ہیں:

1. الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ « ضرورت ممنوعہ چیزوں کو مباح کر دیتی ہے »

2. مَا أُبِيحَ لِلضَّرُورَةِ يُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا « وہ جو ضرورت کی وجہ سے مباح ہو جائے بقدر ضرورت مباح ہو گا » [ابن نجیم، الاشباہ والنظائر:73]

[63] یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کتابوں میں ہے:

-يا كعب بن عجرة : إنه لا يربو لحم نبت من سحت إلا كانت النار أولى به « اے کعب بن عجرہ! کوئی بھی گوشت جو حرام مال سے پرورش پائے مگر وہ جہنم کے لائق ہے »

[جامع ترمذی، باب ماذکر فی فضل الصلاۃ، حدیث:614] هذا حديث حسن غريب

-يا كعب بن عجرة: إنه لا يدخل الجنة لحم نبت من سحت النار أولى به « وہ گوشت جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا جس نے حرام سے پرورش پائی ہو آگ اس کے زیادہ لائق ہے »

[مسند احمد22:332، حدیث:14441] إسناده قوي على شرط مسلم

[64] امام فراء فرماتے ہیں: فَمَآ أَصۡبَرَهُمۡ عَلَى ٱلنَّارِ فيه وجهان: أحدهما معناه: فما الذي صَبَّرَهُمْ على النار؟. والوجه الآخر: فما أَجْرَأَهُمْ على النار [معانی القرآن 1:103]

حصہ سوم

الجہاد فی سبیل اللہ

آیت:177-253

تھذیب الاخلاق (مجاہد کی ٹریننگ اور تربیت)[1]

"لَّيۡسَ ٱلۡبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ قِبَلَ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلۡكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ وَءَاتَى ٱلۡمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينَ وَٱبۡنَ ٱلسَّبِيلِ وَٱلسَّآئِلِينَ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلۡمُوفُونَ بِعَهۡدِهِمۡ إِذَا عَٰهَدُواْۖ وَٱلصَّٰبِرِينَ فِي ٱلۡبَأۡسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَحِينَ ٱلۡبَأۡسِۗ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْۖ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُتَّقُونَ" ﴿١٧٧﴾

« نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی اس شخص کی نیکی ہے کہ جو اللہ پر ایمان لائے اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور ساری کتابوں پر اور سارے پیغمبروں پر۔ اور مال دیں اس (مال) کی محبت کے باوجود رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنوں (کے چھڑانے) میں اور نماز جاری کریں اور زکوۃ دیں۔ اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب وعدہ کریں اور ڈٹ جانے والے ہوں مالی اور بدنی مشکلات میں اور جنگ کے وقت میں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی لوگ (حقیقت میں) متقی ہیں »[2]

مجاھد کے اوصاف عشرہ

کسی بھی مجاہد کے لئے میدان جہاد جانے سے پہلے ان دس صفات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے اگر وہ ان دس صفات کو اپنے عقیدہ اور عمل میں نہیں لاتا تو اس کے جہاد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسے جہاد کے کوئی ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ پانچ کا تعلق عقیدہ کے ساتھ اور پانچ کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اگر مجاہد ان پانچ صفات کو اپنے عقیدہ میں لے آئے تو اس سے بزدلی ختم ہو جائے گی اور اگر مجاہد ان پانچ صفات کو اپنے عمل میں لے آئے تو اس سے سستی ختم ہو جائے گی۔ بزدلی اور سستی جہاد کی راہ میں دو بنیادی رکاوٹیں ہیں۔

- پانچ کا تعلق عقیدہ کے ساتھ:

1. ءَامَنَ بِٱللَّهِ — اللہ پر ایمان
2. وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ — روز آخرت پر ایمان
3. وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ — فرشتوں پر ایمان
4. وَٱلۡكِتَٰبِ — آسمانی کتابوں پر ایمان
5. وَٱلنَّبِيِّـۧنَ — پیغمبروں پر ایمان

- پانچ کا تعلق عمل اور جوارح کے ساتھ"

6. وَءَاتَى ٱلۡمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ ذَوِي ٱلۡقُرۡبَىٰ — مالی قربانی اور صحیح مصرف میں لگانا
7. وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ — نماز کا اجراء

8. وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ زکوۃ کی ادائیگی

9. وَٱلۡمُوفُونَ بِعَهۡدِهِمۡ إِذَا عَٰهَدُواْ ایفاء عہد

10. وَٱلصَّٰبِرِينَ فِي ٱلۡبَأۡسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ ہر حال میں ڈٹ جانا

لَّيۡسَ ٱلۡبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ قِبَلَ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ نیکی صرف مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنے میں منحصر نہیں ہے کہ نیکی کا ایک کام کر کے کوئی یہ دعوی کرے کہ میں تو بس کامل مسلمان ہوں بلکہ نیکی کے بہت سے کام ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے آج کا مسلمان کلمہ پڑھ کر یوں سمجھ لیتا ہے کہ نماز پڑھنی ہے نہ ہی انفاق کرنا ہے۔ دعوی توحید کا کرتا ہے لیکن ہاتھ ہر کسی کے سامنے پھیلایا ہوتا ہے۔ دعوی ایمان کا لیکن اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہے۔

وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنۡ ٱلۡبِرَّ مصدر ہے اور مَنۡ ذات ہے اور حمل الوصف علی الذات درست نہیں ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں:[3]

1. ٱلۡبِرَّ کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی وَلَٰكِنَّ ذَا ٱلۡبِرِّ لیکن صاحب نیکی یعنی کرنے والا۔

2. یا مَنۡ کا مضاف محذوف ہے یعنی وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ بِرُّ مَنۡ لیکن نیکی ہے نیکی اس شخص کی۔

3. یا ٱلۡبِرَّ بمعنی اسم فاعل یعنی وَلَٰكِنَّ الْبَارَّ لیکن نیکی کرنے والا۔

مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ مجاہد کی صفات میں سر فہرست اللہ پر ایمان لانا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے: "ولن يغلب اثنا عشر ألفا من قلة"[4] «اور (مسلمانوں کا) بارہ ہزار لشکر ہر گز قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائے گا» تاریخ میں مسلمانوں کی جن افواج نے لاکھوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود شکست کا سامنا کیا ہے اس کی بنیادی وجہ ایمان باللہ پر پورا نہ اترنا ہے۔ اگر ایک جانب نعرہ تکبیر پر اللہ اکبر کی صدا بلند کی جاتی ہے تو دوسری جانب غیروں کے نام پر بھی آوازیں بلند کی جاتی ہیں۔ کیا اکیلے اللہ اکبر پر آواز بلند کرنا کافی نہیں تھا؟ ایمان باللہ وہ بنیادی عقیدہ ہے کہ اگر جنازہ میں چالیس وہ مسلمان موجود ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ اس میت کی مغفرت فرما دیتا ہے۔[5] جب مجاہد کے ایمان باللہ ہی میں دراڑ ہو تو اللہ کی مدد کیونکر ساتھ ہو۔

وَءَاتَى ٱلۡمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ کی ضمیر کس چیز کی طرف راجع ہے؟

1. حُبِّهِۦ کی ضمیر مال کی طرف راجع ہے « اور مال عزیز ہونے کے باوجود دیتا ہے »[6]

2. حُبِّهِۦ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے « اور مال اللہ کی محبت میں دیتا ہے »

ایک مجاہد تب ہی صحیح معنوں میں جہاد کر سکتا ہے کہ اس میں مال کی قربانی کا جذبہ ہو۔ جب اس کی نیت مال کے حصول کے لئے جہاد کرنا ہے تو وہ صرف برائے نام جہاد ہے۔ بلکہ چند پیسوں کی خاطر وہ کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہوتا ہے اگر مال کی محبت اور لالچ اس کے اندر موجود ہو۔ مال دینے کے بعد نماز کو جاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں عموماً نماز کا حکم پہلے اور مال لگانے کا حکم بعد میں دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مضمون جہاد کا ہے اور جہاد قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور قربانی جانچنے کی نشانی یہ ہے جب ایک شخص میں مال لگانے کا جذبہ ہو۔

ذَوِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ مال لگانا ہے لیکن صحیح مصرف میں خرچ کرنا ہے اور قرآن مجید نے وہ مدات بتا دیئے کہ جہاں مال لگانا ہے۔ اوران مصارف میں بھی ان لوگوں کو دینا ہے جو شرک وبدعت کا ارتکاب نہیں کرتے۔

وَٱلسَّآئِلِينَ اور مانگنے والے۔ بالخصوص دین کے لئے مانگنے والا اس شخص سے بہت بہتر ہے جو اپنے لئے مانگتا ہے۔

وَفِي ٱلرِّقَابِ « اور گردنوں کے چھڑانے میں[7] » رقاب غلام کو کہتے ہیں۔ اور فی زمانہ غلام نہیں ہیں۔ آج کے دور میں اس سے مراد جن لوگوں کی گردنیں جہالت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں انہیں جہالت کے طوق سے آزاد کرانے کے لئے مال لگانا ہے۔ اور اس سے مراد وہ مسلمان بھی ہے جس کی گردن کسی کافر کے ہاتھ میں جکڑی ہوئی ہے اسے چھڑانے کے لئے مال لگانا۔

وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ اگر ایک مجاہد جہاد کرتا ہے لیکن وہ نماز کا پابند نہیں ہے تو ایسے جہاد کا کوئی فائدہ نہیں۔

وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ اس سے پہلے وَءَاتَى ٱلۡمَالَ کو عام ذکر کیا گیا اور یہاں مال کا وہ مقرر حصہ مراد ہے جس کی ادائیگی لازم ہے۔

وَٱلۡمُوفُونَ بِعَهۡدِهِمۡ إِذَا عَٰهَدُواْ تمام وعدوں پر ایفاء کرتے ہیں بالخصوص اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پورا کرنا کہ "اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور میری جان اور میرا مال تیری راہ میں قربانی کے لئے حاضر ہے۔ یہ ایفاء عہد نہیں ہے کہ آزمائش کی گھڑی میں بالخصوص جہاد کے وقت بیماری کا بہانہ بنایا بنائے۔

ٱلۡبَأۡسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ ٱلۡبَأۡسَآءِ بُؤۡسٌ سے ہے جس کے معنی فقر وفاقہ کے ہیں۔ **ٱلضَّرَّآءُ** ضر سے ہے جس کے معنی مرض کے ہیں۔" وَٱلصَّٰبِرِينَ فِي ٱلۡبَأۡسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ" کا یہی مطلب ہے کہ ہر حال میں ثابت قدم ہے خواہ غربت ہے یا بدنی تکلیف ہے۔[8]

سیاسۃ المدینۃ [ملکی اصلاح کے قوانین][9]

جہاد کے لئے دوسری اہم بات ملک میں اندرونی امن کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دار اسلام خود اندرونی طور پر انتشار کا شکار ہو تو مسلمان صحیح معنوں میں جہاد نہیں کر سکتے۔ اگر مجاہد کو اس بات کا غم لاحق ہو کہ میرا گھر اور میرے بیوی بچے محفوظ نہیں ہیں تو وہ کیسے میدان جہاد میں بہادری کے جوہر دکھا سکتا ہے؟ ملک میں اندرونی امن کے قیام کے لئے چار قوانین اور احکام ذکر کئے جاتے ہیں:

1. القصاص من الظالم
2. تقسيم الأموال بالقانون الإلهي
3. حكم الصوم لإرتباط النفس
4. النهي عن الإرتشاء

پہلا قانون : **القصاص من الظالم** [ظالم سے بدلے کا لیا جانا]

ملک میں امن کا قیام تب ہی ممکن ہے جب ظالم سے بدلہ لیا جاتا ہو اور قصاص کے قانون پر عمل کیا جاتا ہو۔ کیونکہ ظالم سے بدلہ لینے کی صورت میں ظلم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور آئندہ کوئی اور دوسرے پر ظلم کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ جب معاشرے میں قصاص کے قانون پر عمل درآمد نہیں ہوتا تو بیٹا قتل کرتا ہے اور باپ اس کے چھڑانے کے لئے اس کی وکالت اور دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ ایسے معاشرے میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ بات یاد رکھیں امن کا قیام فوج

کے ذریعے سے ممکن ہے نہ ہی پولیس سے اور نہ ان پر اربوں روپے لگانے سے بلکہ ہر روز جرائم کی شرح میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اگر اللہ کے اس ایک حکم یعنی قانون قصاص کو ملک میں اس طرح نافذ کیا جائے کہ ہر گاؤں کی سطح پر ایک شخص کو یہ ذمہ داری سونپی جائے کہ چھوٹی نوعیت کے معاملات میں جو بھی شخص کسی دوسرے پر زیادتی کرے تو اس کا بدلہ وہیں پر ظالم سے لیا جائے اور بڑی نوعیت کے معاملات میں تھانے میں رپورٹ درج کرائی جائے۔ میری طرف سے یہ چیلنج ہے کہ نگر نگر اس طرح سے قصاص کا قانون جاری کرنے سے مہینوں میں نہیں بلکہ اگر ہفتوں میں امن قائم نہ ہوا تو جو سزا میرے لئے تجویز کریں میں اسے بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ۖ ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِىَ لَهُۥ مِنْ أَخِيهِ شَىْءٌ فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَٰنٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٌ" ﴿١٧٨﴾

« اے ایمان والو! مقرر کیا گیا ہے تم پر (قانون) قصاص قتل کئے جانے والوں کے بارے میں (خواہ) آزاد آزاد کے بدلے میں اور غلام غلام کے بدلے میں اور عورت عورت کے بدلے میں۔ پس وہ شخص (قاتل) جس کو اس کے بھائی (مقتول کے ورثاء) کی جانب سے کوئی چیز (یعنی قصاصا قتل ہونا) معاف کیا جائے تو پیچھے لگنا ہے (یعنی مطالبۂ دیت) اچھے طریقے سے اور ادائیگی کرنی ہے اس (مقتول کے وارث) کو اچھے طریقے سے۔ یہ (دیت پر فیصلہ کرنا اور قصاص معاف کرنا) آسانی ہے تمہارے رب کی جانب سے اور مہربانی ہے۔ پس جس کسی نے اس کے بعد بھی زیادتی کی (دیت بھی لی اور لینے کے بعد قتل بھی کیا) تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے » [10]

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ میں خطاب قاتلین اور حکام کو ہے۔[11]

اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا عمل:

« قریش بنو مخزوم کی ایک عورت (جس کا نام فاطمہ بنت اسود تھا) کے بارے میں پریشان ہوئے جب اس نے چوری کی۔ تو لوگوں نے کہا: کون اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے بات کرے گا؟ اور یہ جرات سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ اللہ کے نبی کے محبوب تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے اس معاملے میں گفتگو کی تو آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے کی قومیں اس لئے گمراہ ہوئیں جب کوئی شریف ان میں چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے ہاتھ کو بھی کاٹ دیتا » [12]

خلیفہ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل:

جبلہ بن ایہم غسانی نے دوران طواف ایک شخص کو تھپڑ رسید کیا۔ اس نے دربار خلیفہ میں شکایت کی۔ جبلہ کو بلوایا گیا اور اسے کہا گیا کہ یا تو اس شخص کو راضی کرو کہ وہ تمہیں معاف کرے اور یا قصاص کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جبلہ نے کہا کیا ایک معمولی شخص مجھ پر ہاتھ اٹھائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ جبلہ نے مہلت مانگی اور راتوں رات بھاگ گیا اور مرتد ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے مرتد ہونے کے بارے میں خبر دی گئی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر اللہ کے حدود کے جاری کرنے میں ساری دنیا اسلام سے برگشتہ ہوتی ہے تب بھی عمر اللہ کے حدود پر عمل کرنے سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔[13]

ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ اگر آزاد غلام کو قتل کرے تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا یا اگر عورت مرد کو قتل کرے تو اسے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس طرز کلام میں عربوں کے غلط طریق کی تردید مقصود ہے کیونکہ ان کا طریقہ یہ تھا اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کرتی تو قاتل کو چھوڑ کر وہ مرد کو ہی قتل کرتے۔ اگر کسی غلام نے آزاد شخص کو قتل کیا ہو تا تو غلام کو چھوڑ کر آزاد کو قتل کرتے۔[14]

فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ اس میں مقتول کے ورثاء کو ترغیب ہے کہ جب قتل معاف کر دیا ہے تو شریعت کے مطابق دیت[15] وصول کی جائے اور اچھے طریقے سے مطالبہ کیا جائے۔

وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَٰنٍ إحسان أی من غیر مَطْلٍ وَلَا بَخْسٍ «احسان کا مطلب بغیر کسی ٹال مٹول اور کمی کے» اس میں قاتل کو ترغیب ہے کہ وہ ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کرے اور بغیر کسی کمی کے پوری ادائیگی کرے۔[16]

فَمَنِ ٱعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ إعتداء سے مراد یہ ہے کہ دیت بھی وصول کرے اور اس کے بعد قتل بھی کرے۔[17]

"وَلَكُمْ فِى ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" ﴿١٧٩﴾

ٱلْقِصَاصِ بدلہ لینا[18]

«اور اے عقل والو! تمہارے لئے (قانون) قصاص میں (خوشحال) زندگی ہے تاکہ تم (ناحق قتل سے) بچو»[19]

حَيَوٰةٌ سے مراد مطلق زندگی نہیں بلکہ خوشحال اور مطمئن زندگی مراد ہے۔[20]

دوسرا قانون : تقسیم الاموال بالقانون الشرعی

مال کو شرعی قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ کیونکہ کسی معاشرے میں زیادہ طور پر جھگڑے اور فساد کا سبب "مال" ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان غیر منصفانہ عدم توازن، زکوۃ کی تقسیم میں مستحق اور غیر مستحق کی عدم تمیز وغیرہ یہ وہ اسباب ہیں جو بالآخر کسی معاشرے کی بگاڑ پر منتج ہوتے ہیں۔

"كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا ٱلْوَصِيَّةُ لِلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ بِٱلْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى ٱلْمُتَّقِينَ" ﴿١٨٠﴾

«تم پر وصیت مقرر کی گئی ہے جب تم میں سے کسی ایک کو موت (کی علامات) حاضر ہو جائیں[21] اگر وہ مال چھوڑ تا ہے تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے لئے شریعت کے مطابق وصیت کر جائے۔ (یہ بات) تقوی والوں کے ساتھ لائق ہے»

کیا یہ آیت منسوخ ہے؟

جمہور علماء کے نزدیک آیت منسوخ ہے[22]۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب ورثاء کے حصص مقرر نہیں ہوئے تھے تو ایک شخص اپنے والدین اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے لئے اپنے ترکہ میں وصیت کرتا کہ فلاں کو اتنا مال دیا جائے اور فلاں کو اتنا حصہ۔ لیکن جب سورۃ النساء میں آیات المیراث نازل ہوئیں تو ہر وارث کا حصہ مقرر ہونے کے بعد اب ان کے لئے وصیت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

1. **لیکن** مولانا حسین علی[23] رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور آیت میں ایسی توجیہ کا امکان اب بھی باقی ہے کہ جس سے آیت منسوخ ہونے سے بچ جائے۔ ان کے نزدیک بِٱلۡمَعۡرُوفِ سے مراد "قانون شرعی" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ والدین اور دیگر حقدار رشتہ داروں کے بارے میں وصیت کرنا اس پر ضروری ہے کہ اس کا ترکہ اس کے مرنے کے بعد شریعت کے مطابق تقسیم کیا جائے اور کسی وارث کو اس کے حق سے محروم نہ کیا جائے۔[24] امام رازی، امام سیوطی اور بہت سارے مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ اگر آیت میں کسی ایسی توجیہ کا امکان ہو جس سے آیت نسخ سے بچ جائے تو یہ اولیٰ ہے۔
2. دوسری توجیہ مولانا عبید اللہ سندھی کی ہے کیونکہ وہ خود سکھ مذہب سے اسلام میں آئے تھے اور ان کی والدہ اسلام نہیں لائیں تھیں۔ اور اختلاف دین کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے تو انکے مطابق اگر والدین محروم الارث ہوں تو ان کے لئے احساناً وصیت کی جا سکتی ہے۔[25]

خَيۡرًا سے مراد مال ہے۔[26]

حَقًّا معنی لائق، زیبا اور سزاوار کے جیسے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ میں أَحَقُّ بمعنی جَدِيرٌ «لائق اور مناسب»[27]

"فَمَنۢ بَدَّلَهُۥ بَعۡدَ مَا سَمِعَهُۥ فَإِنَّمَآ إِثۡمُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ ۝١٨١"

«پس جو شخص وصیت کو سننے کے بعد بدل ڈالے تو اس (کے بدلنے) کا گناہ انہیں لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں[28]۔ اور بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے»

"فَمَنۡ خَافَ مِن مُّوصٖ جَنَفًا أَوۡ إِثۡمٗا فَأَصۡلَحَ بَيۡنَهُمۡ فَلَآ إِثۡمَ عَلَيۡهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ۝١٨٢"

«پس اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے میلان یا گناہ کا اندیشہ ہو تو اگر وہ (وصیت کو بدل کر) وارثوں میں صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں، بے شک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے»[29]

جَنَفًا جَنِفَ يَجۡنَفُ میلان کو کہتے ہیں۔[30] جیسے بعض اوقات قریب الموت شخص شریعت سے لاعلمی کی بنیاد پر اپنی اولاد میں سے کسی کو عاق یعنی وراثت سے محروم کرنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں اصلاح کی جائے۔ اور اس اولاد کو حق دیا جائے۔

تیسرا قانون : حکم الصوم لارتباط النفس

روزے کا حکم جہاد کے مضمون میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے تا کہ اراکین مستعد ہوں۔ ان میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی طاقت ہو اور یہ چیزیں اس کی کمزوری کا سبب نہ بنیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: دوڑا کریں اور کبھی کبھی ننگے پاؤں چلا کریں[31]۔ یہ اس لئے تا کہ مسلمان نرم و نازک نہ ہوں۔ قرآن مجید کے اس حکم میں حکمت اور راز یہ ہے کہ کہیں کھانا پینا مسلمان کی ہمت میں ضعف کا سبب نہ بنے اور اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی عادت ہو۔ آج کا مسلمان اگر صبح ناشتے میں چائے نہ پیئے تو دن بھر سر پکڑے فریاد کرتا پھرتا ہے گویا کہ زندگی کا ایک اہم کام اس نے نہیں کیا۔ روزہ برداشت پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے لیکن آج جتنے لڑائی جھگڑے روزے کی حالت میں ہوتے ہیں اتنی بغیر روزے نہیں ہوتیں۔ مسلمانوں نے روزے کے فلسفے کو سمجھا ہی نہیں۔

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ۝١٨٣"

«اے ایمان والو! تم پر روزہ مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا تا کہ ضرور تم اللہ سے ڈرو»

"أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ" ﴿١٨٤﴾

«گنتی کے چند روز ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر لازم ہے) دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرنا۔ اور ان لوگوں پر فدیہ ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے (وہ فدیہ) محتاج کو کھانا کھلانا ہے۔ اور جو کوئی زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر سمجھتے ہو»

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ گنتی کے چند روز۔[32]

مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ اگر کوئی مریض ہو یا مسافر ہو تو روزہ نہ رکھے اور دیگر دنوں میں اتنے روزے قضا لوٹائے۔[33]

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ اس جملے میں چند توجیہات ہیں:

1. يُطِيقُونَهُ باب افعال کی ایک خاصیت سلب ماخذ[34] جس کا مطلب ہے: لَا يُطِيقُونَهُ «طاقت نہیں رکھتے روزے کی» جیسے شیخ فانی جو بڑھاپے کی اس عمر تک پہنچ چکا ہے کہ روزہ رکھنا اس کے بس میں نہیں ہے تو روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ دوسرا مصداق "مرض دائم" میں مبتلا شخص۔[35]
2. شاہ ولی اللہ کی توجیہ یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کا فدیہ لازم ہے اور فدیہ سے مراد صدقۃ الفطر ہے۔[36]
3. شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی توجیہ یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کا فدیہ ہے یعنی دن کو روزہ رکھے اور شام کو ایک مسکین کو کھانا کھلائے تا کہ عبادت بدنی اور عبادت مالی دونوں جمع ہو جائیں۔[37]

آیت کی ایک توجیہ اور بھی ہے جو آغاز اسلام میں تھا لیکن بعد میں منسوخ ہوا ہے۔

4. اور وہ لوگ جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں (لیکن روزہ نہ رکھنا چاہیں) تو ان پر ایک مسکین کا فدیہ ہے۔ یعنی آغاز اسلام میں ایک شخص کو یہ اختیار تھا کہ وہ روزہ رکھے یا ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔[38]

وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔[39]

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" ﴿١٨٥﴾

« رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے واضح دلائل ہیں اور (حق و باطل میں) فرق کرنے والا۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو تو اسے چاہیئے کہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر لازم ہے) دوسرے دنوں سے شمار پورا کرنا۔

اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے[40] اور تمہارے حق میں تنگی نہیں چاہتا (اللہ نے یہ رخصت دی)[41] تاکہ تم (روزوں کا) شمار پورا کرو[42] اور تاکہ تم اس (اللہ) کی دی ہوئی ہدایت پر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور تم ضرور اس کا شکر ادا کرو »

أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ میں دو توجیہات ہیں:

1. عالم غیب سے عالم شہادت میں اتارا جانا
2. لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارنا[43]

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ اس حال میں کہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے واضح دلائل ہیں۔[44]

وَٱلْفُرْقَانِ اس حال میں کہ حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔[45]

يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ اس جملہ کو مستقل ذکر کیا گیا ہے اور اس کا تعلق ماقبل سارے احکام کے ساتھ ہے۔ یعنی:

1. ظالم سے بدلہ لیا جائے اور قانون قصاص پر عمل کیا جائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ " يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ "
2. مال کو قانون شرعی کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ " يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ "
3. نفس کی اصلاح کے لئے روزے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ " يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ "

ٱلْيُسْرَ اور ٱلْعُسْرَ کا ایک مصداق جنت اور جہنم ہیں۔ اللہ تمہارے لئے جنت کا ارادہ فرماتا ہے اور تمہارے لئے جہنم کا ارادہ نہیں فرماتا۔[46] شریعت یسر چاہتا ہے عسر نہیں۔ جب شریعت نے لوگوں کو آسانی دی ہے اور انہیں مجبور نہیں کیا تو کوئی انہیں ایک عمل پر کیسے مجبور کر سکتا ہے[47]۔ مثلاً: اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے ایک عمل دو طریقوں سے ثابت ہے مثلاً قراءۃ خلف الامام۔ فقہاء دونوں میں سے ایک کو اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرے کو غیر اولیٰ لیکن جائز دونوں ہیں۔ وہ بعض متعصبین کی طرح نہیں ہیں جو کہتے ہیں کہ ایک حق ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا۔

ادخال الهی

ربط: اس آیت کا روزے کے مضمون کے ساتھ دو طرح کا ربط ہے:

1. شیطان کا وسوسہ دفع کرنے کے لئے کیونکہ وہ یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ بنی آدم! تم تو روزے کے حکم کی تعمیل کر رہے ہو کیا اللہ تمہارے اس عمل سے باخبر بھی ہے یا نہیں؟ تو اس آیت میں " قرب الله من عباده " ذکر کیا گیا ہے۔[48]
2. روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اگر کوئی دوران روزہ دوسروں سے چھپ کر کھائے پیئے تو اس کا خیال ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ اللہ فرماتے ہیں: فَإِنِّي قَرِيبٌ

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِي وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ " ﴿١٨٦﴾

« اور جب میرے بندے آپ سے (اے پیغمبر) میرے متعلق سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں[49] میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔ تو ان کو چاہیئے کہ میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں »

سَأَلَكَ سَأَلَ کامصدر دوطرح سے آتا ہے۔ایک سُؤَالٌ «مانگنا» اور دوسرا مَسْأَلَةٌ «سوال کرنا یعنی پوچھنا»[50] سوال کرنے اور پوچھنے میں کسی سے کوئی چیز مانگنا نہیں ہوتا۔اس آیت میں سَأَلَ پوچھنے کے معنوں میں ہے۔یہی وجہ ہے کہ علماء نے دعا کی دو بنیادی اقسام ذکر کی ہیں:[51]

1. دعاء العبادة «عبادت کی پکار» اور اس کی مزید دو قسمیں ہیں: دعاء التوحيد و دعاء الشرك .
2. دعاء المسألة «سوال پوچھنے کے لئے پکارنا»

قرآن مجید کی بیشتر آیتوں میں مشرکین کے بارے میں جو آتا ہے وہ دعاء العبادة کی قسم میں سے ہے۔اور إذا دعاكم لما يحييكم میں دعاء المسألة ہے۔

فَإِنِّي قَرِيبٌ میں تصحیح نیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔اللہ فرماتے ہیں جب میں قریب ہوں اور مجھے تمہارے تمام عبادات کی خبر ہے تو اس میں کسی کو دکھاوے کی کیا ضرورت ہے؟ حاجی صاحب ابھی جہاز سے اترے نہیں ہوتے۔سامان سر سے اتارا نہیں ہوتا کہ اپنے حج کی داستان شروع کر دیتا ہے۔جب ہم عرفات میں تھے تو یہ ہوا اور وہ ہوا۔روزہ رکھنے والا بھی سحری میں اٹھنے کی کارگزاری سناتا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ اس کا روزہ ہے۔اسی طرح تہجد پڑھنے والا۔حالانکہ جس ذات کے لئے کیا ہے اسے سب پتہ ہے۔ریاکاری کی کیا ضرورت ہے۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ میں ایک اشکال ہے: اللہ فرماتے ہیں میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔حالانکہ بہت سے لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔[52]

جواب: یہ جملہ مقید ہے اور قید قرآن مجید نے خود دوسرے مقام میں ذکر کیا ہے:

" بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ "[سورة الانعام 6:41]

«بلکہ (مصیبت کے وقت تم) صرف اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لئے اسے پکارتے ہو۔وہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے»

أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ إِنْ شِئْتُ «میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اگر میں چاہوں»

"أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَٱلْـَٔـٰنَ بَـٰشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا۟ مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا۟ ٱلصِّيَامَ إِلَى ٱلَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَـٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَـٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَـٰجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ ءَايَـٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ " ﴿١٨٧﴾

«روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے ساتھ ہمبستری جائز کی گئی ہے۔وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔اللہ جانتا تھا کہ بے شک تم اپنے آپ کو نقصان میں ڈالو گے[53] پس تم پر مہربانی کی اور تم سے اس حکم کو معاف کر دیا۔پس اب (تم کو اختیار ہے کہ) ان سے مباشرت کرو۔اور اللہ نے جو چیز (یعنی اولاد) تمہارے لئے لکھ رکھی ہے اس کو طلب کرو اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے یعنی فجر سے۔پھر روزہ کو رات تک

پورا کرو اور ان (عورتوں) سے ہم بستری نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھے ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں لہٰذا ان کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے (کھول کھول کر) بیان فرماتا ہے تاکہ ضرور وہ پرہیز گار بنیں »

ٱلرَّفَثُ رفث کے صلہ میں جب إِلَىٰ آئے تو اس کے معنی "پہنچنا" اور یہاں مراد جماع ہے۔[54]

وَعَفَا عَنكُمْ عَفَا کا یہ مطلب ہے کہ اس حکم کا شروع ہی سے آپ کو مکلف نہیں کیا گیا۔[55] جیسے حدیث میں آتا ہے: عن علي قال: قال رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قد عفوت عن صدقة الخيل والرقيق « میں نے تم سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ معاف کر دی » حالانکہ ان دونوں میں زکوۃ کا حکم شروع ہی سے نہیں دیا گیا تھا۔[56]

ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ مِنَ ٱلْفَجْرِ « ظاہر ہو جائے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے یعنی فجر سے » اس سے مراد تمثیل ہے۔[57]

وَلَا تُبَٰشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَٰكِفُونَ فِى ٱلْمَسَٰجِدِ دربار عالیہ میں ہونے کی وجہ سے ادب کے طور پر بعض چیزیں حرام کی گئیں۔ حالانکہ ان چیزوں کی ذات حلال ہوتی ہے لیکن ادب کے پہلو سے حرام ہو جاتی ہیں۔ کھانا پینا جائز تھا لیکن رمضان کے مہینہ میں اللہ کا ادب کرتے ہوئے حرام ٹھہرے۔ اسی طرح نماز کی پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں یعنی اس کی وجہ سے وہ جائز چیزیں یعنی بات چیت، کھانا پینا حرام ہو گیا۔ بات چیت جائز تھی لیکن جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اللہ کا حکم ہے: فاستمعوا له و أنصتوا [سورۃ الاعراف 7:204] اسے سنو اور خاموش ہو جاؤ۔ مسجد کے اندر دنیاوی باتیں مسجد کے احترام کی وجہ سے ناجائز ہوئیں۔

چوتھا قانون : النھی عن الارتشاء

"وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ" ﴿١٨٨﴾

« اور ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ اور اس مال کو حاکموں کی طرف مت لٹکاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے (قول کے) ذریعے اور تم جانتے بھی ہو »[58]

اس آیت میں رشوت بالخصوص اور تمام حرام چیزوں کی بالعموم حرمت ذکر کی گئی ہے۔ اس آیت کا عنوان یوں بھی کہہ سکتے ہیں: **النھی عن اکتساب الحرام لا سیما الرشوۃ** « حرام کمانے سے اجتناب کرو بالخصوص رشوت سے » جس ملک میں رشوت ستانی کا بازار گرم ہو اس میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا[59]۔ ہمیشہ لڑائی جھگڑے اس معاشرے کا حصہ ہوں گے۔ ایسا معاشرہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق پروان چڑھے گا۔ اور یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَٰمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةَ وَٱلْبَغْضَآءَ فِى ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ" [سورۃ المائدۃ 5:90-91]

« اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت پرستی اور پاسے (یہ سب) ناپاک کام شیطان کے عمل میں سے ہیں سو ان سے اجتناب کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں (ظاہری) دشمنی اور (باطنی) رنجشیں ڈالے اور تمہیں اللہ کی کتاب سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیئے »

وَتُدۡلُواْ إدلاء سے ہے جس کے معنی لٹکانے اور گرانے کے ہیں[60]۔ جیسے سورۃ یوسف[19:12] میں آتا ہے: فَأَدۡلَىٰ دَلۡوَهُۥ «اس نے کنویں میں اپنا ڈول لٹکایا» اور یہ استعارہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ رشوت کے مال کو پانی کے ڈول اور حاکم کے پیٹ کو کنویں سے تشبیہ دی ہے۔ عادت یہ ہے کہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے اس میں ڈالا نہیں جاتا۔ لیکن جس کنویں میں باہر سے پانی جاتا ہو اس کنویں کی دیواریں خستہ ہو جاتی ہیں اور اس کا شکم اندر ہی اندر پھیل جاتا ہے۔ یہی حال آج ان رشوت خور حکام کا ہے جن کی بڑی توندیں اس تشبیہ کا واضح ثبوت ہیں۔

بِٱلۡإِثۡمِ گناہ کے قول کے ساتھ۔[61] کہ حاکم کو یہ کہہ کر دیا جائے کہ "جی! یہ آپ کے لئے چائے پانی ہے"۔[62]

ربط: گذشتہ آیت میں اکل حرام سے منع کیا گیا، اس آیت میں رسم [حج سے واپسی پر گھر میں پچھواڑے کی طرف سے داخل ہونا] سے منع کیا گیا ہے۔

"يَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡأَهِلَّةِۖ قُلۡ هِيَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَٱلۡحَجِّۗ وَلَيۡسَ ٱلۡبِرُّ بِأَن تَأۡتُواْ ٱلۡبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰۗ وَأۡتُواْ ٱلۡبُيُوتَ مِنۡ أَبۡوَٰبِهَاۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ" ﴿١٨٩﴾

«لوگ آپ سے (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) نئے چاند کے (گھٹنے بڑھنے کے) بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو (اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) کہ یہ لوگوں کے لئے مقررہ اوقات ہیں اور (خصوصا) حج کے لئے۔[63] اور نیکی اس بات میں نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ[64]۔ بلکہ نیکی اس شخص کی نیکی ہے[65] جو اللہ سے ڈرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ ضرور نجات پاؤ»

آیت کے دو جملوں کا آپس میں ربط:

آیت کے پہلے حصے میں چاند کے بارے میں سوال و جواب ذکر ہے۔ اور آیت کے دوسرے حصے میں یہ کہا گیا ہے کہ گھر کے پیچھے کی طرف آنے میں کوئی نیکی نہیں ہے۔ ان دونوں جملوں میں کیا مناسبت ہے؟

جواب:

آیت کے پہلے حصے میں "التادیب فی القول" مراد ہے اور آیت کے دوسرے حصے میں "التادیب فی الفعل" مراد ہے۔ بالفاظ دیگر جس طرح تمہارا چاند کے بڑھنے گھٹنے کے بارے میں قول غلط ہے اسی طرح تمہارا گھروں میں اس طرح سے داخل ہونے کا فعل بھی غلط ہے۔ اپنے قول کو بھی درست کرو اور اپنے فعل کی بھی اصلاح کرو۔[66]

هِيَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ اسلامی تقویم قمری ہے جبکہ نصاری کا شمسی ہے۔ اسلامی تقویم کا چاند کے حساب پر مشتمل ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے جس طرح اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے بالکل اسی طرح اس کے قوانین بھی عمومی ہیں اور ایک عام فرد اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مثلاً: اگر کسی شخص سے سوال کیا جائے کہ آج کیا تاریخ ہے؟ وہ کہے: تیرہ۔ مزید اگر اس سے تیرہ تاریخ کی دلیل پوچھی جائے کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ آج تیرہ تاریخ ہے تو وہ لاجواب ہو گا۔ جبکہ قمری تقویم کے مطابق اس کا جواب چاند کے گھٹنے بڑھنے کے ذریعے ممکن ہے۔

اس آیت میں عربوں کا حج سے واپسی پر ایک رسم کی تردید ہے کہ اس رسم کی پابندی کو اپنے اوپر لازم نہ کرو۔ وہی چیز لازم ہے جس کو شریعت نے تمہارے اوپر لازم کیا ہے۔ قرآن مجید نے جس طرح شرک وبدعت کی تردید شدومد کے ساتھ کی ہے اسی طرح مختلف رسومات کا بھی سدباب کیا ہے۔ قرآن مجید میں رسم کی دیگر مثالوں میں ظہار، متبنی کی بیوی سے نکاح وغیرہ ہیں۔

شرک ، بدعت اور رسم میں فرق

شرک کہتے ہیں اللہ کی صفت غیر کے لئے ماننا۔ بدعت اس طریقے کو کہتے ہیں جو نیا ہو اور اس کے کرنے میں ثواب کا اعتقاد بھی ہو جبکہ رسم اس طریقے کو کہا جاتا ہے جو نیا ہو اور جس کے کرنے کو اپنے اوپر لازم کیا جائے لیکن ثواب کا عقیدہ نہ ہو۔ فالرسم إلتزام الأمر المحدث المباح بحيث يعد تاركه مطعونا مذموما و فاعله ممدوحا. رسم سے اجتناب اس لئے ضروری ہے کہ یہی آگے جا کر بدعت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔[67]

دعوی القتال فی سبیل اللہ

"وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُعۡتَدِينَ" ﴿١٩٠﴾

«اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے لڑتے ہیں البتہ زیادتی نہ کرو (کیونکہ)[68] اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا» [69]

دعوی قتال سے پہلے ابتدائی منزل کے دو امور بیان کئے گئے۔ مجاہد کی تربیت اور ملک کی اصلاح تو اب اصل مدعا بیان کیا جارہا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ آیت: [21] میں دعوی توحید سے پہلے تین گروہوں کا بیان کیا گیا تھا۔

وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمۡ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں ان سے لڑو۔ ہاتھوں سے لڑنا تو آیت سے ظاہری طور پر سے ثابت ہے لیکن اگر وہ زبانی طور تمہارے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں، اسلام، قرآن وسنت پر نکتہ چینی کرتے ہیں تو تم بھی ان کے خلاف لسانی جہاد کرو۔[70]

وَلَا تَعۡتَدُوٓاْ یعنی جو لوگ تم سے نہیں لڑتے ان پر زیادتی نہیں کرنی۔[71] اسی طرح مستامن کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا۔[72]

دفع الوہم

"وَٱقۡتُلُوهُمۡ حَيۡثُ ثَقِفۡتُمُوهُمۡ وَأَخۡرِجُوهُم مِّنۡ حَيۡثُ أَخۡرَجُوكُمۡۚ وَٱلۡفِتۡنَةُ أَشَدُّ مِنَ ٱلۡقَتۡلِۚ وَلَا تُقَٰتِلُوهُمۡ عِندَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَٰتِلُوكُمۡ فِيهِۖ فَإِن قَٰتَلُوكُمۡ فَٱقۡتُلُوهُمۡۗ كَذَٰلِكَ جَزَآءُ ٱلۡكَٰفِرِينَ" ﴿١٩١﴾

«اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو۔ اور شرک قتل سے بہت سخت ہے۔ اور انہیں مسجد حرام کے پاس قتل نہ کریں جب تک وہ تم سے مسجد حرام میں نہ لڑیں۔ پس اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ اسی طرح کافروں کا بدلہ ہے»

وَٱلۡفِتۡنَةُ أَشَدُّ مِنَ ٱلۡقَتۡلِ «اور شرک قتل سے بڑھ کر ہے»[73] اس جملے سے ایک شبہ کا جواب مقصود ہے "شبہ یہ تھا کہ تم لوگ شر اور فساد چاہتے ہو"۔ اس کا جواب " وَٱلۡفِتۡنَةُ أَشَدُّ مِنَ ٱلۡقَتۡلِ " کے ذریعے دیا گیا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ زیادہ فائدے کے لئے تھوڑا نقصان برداشت کیا جاتا ہے۔ جیسے ایک طبیب مریض کے زخم کو اصلاح کے لئے کاٹتا ہے اگرچہ اسے شدید درد بھی محسوس ہوتا ہے لیکن زیادہ فائدے کے لئے تھوڑی تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اسی طرح جب جہاد کے ذریعے شرک کا خاتمہ ممکن ہے تو اس کے لئے قتال کا حکم دیا گیا ہے۔[74]

وَلَا تُقَٰتِلُوهُمۡ عِندَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ مسجد کے احترام کی رعایت عین جنگ کے وقت بھی کی گئی ہے۔ لیکن آج مسلمان جنگ کے اوقات کے بغیر بھی مسجد کا احترام بجانہیں لاتے۔

"فَإِنِ ٱنتَهَوۡاْ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝١٩٢"

« پس اگر وہ (جنگ اور شرک سے) باز آجائیں تو اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے » [75]

"وَقَٰتِلُوهُمۡ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتۡنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلَّهِۖ فَإِنِ ٱنتَهَوۡاْ فَلَا عُدۡوَٰنَ إِلَّا عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ۝١٩٣"

« اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ کسی (مسلمان) کو فتنہ میں مبتلا کرنا نہ رہے اور پورا دین اللہ کا ہو جائے۔ پس اگر وہ (شرک اور ایذا رسانی سے) باز آجائیں تو زیادتی کی سزا نہیں ہے مگر ظالموں پر »

حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتۡنَةٌ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ کسی مسلمان کو شرک اور بدعت کی ترغیب نہ دی جاسکے۔[76]

فَلَا عُدۡوَٰنَ إِلَّا عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ اس سے پہلے کہا گیا "وَلَا تَعۡتَدُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُعۡتَدِينَ" اور یہاں کہا جارہا ہے کہ "فَلَا عُدۡوَٰنَ إِلَّا عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ" کہ ظالم پر زیادتی جائز ہے۔ دونوں میں بظاہر تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے: کہ عُدۡوَٰنَ سے مراد جزاء العدوان یعنی زیادتی کی سزا ہے۔[77]

"ٱلشَّهۡرُ ٱلۡحَرَامُ بِٱلشَّهۡرِ ٱلۡحَرَامِ وَٱلۡحُرُمَٰتُ قِصَاصٌۚ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ عَلَيۡكُمۡ فَٱعۡتَدُواْ عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا ٱعۡتَدَىٰ عَلَيۡكُمۡۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلۡمُتَّقِينَ" ۝١٩٤

« عزت والا مہینہ عزت والے مہینے کے بدلے میں ہے اور عزتیں بدلے کی چیز ہیں پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو زیادتی کا بدلہ دو اسے جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے »

ٱلشَّهۡرُ ٱلۡحَرَامُ عزت والے مہینے چار ہیں[78]۔ اگر دشمن ان مہینوں میں تم پر حملہ کرے تو تم بھی اس کا جواب دو۔ بطور استنباط اگر ایک مبتدع مسجد میں بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو تمہارے لئے اسی مسجد میں اس بدعت کی تردید جائز ہے کیونکہ قرآن مجید نے قاعدہ رکھ دیا وَٱلۡحُرُمَٰتُ قِصَاصٌ اگر مبتدع مسجد کی حرمت پائے مال کرتا ہے تو تمہارے لئے اس کا سدباب جائز ہے۔ کسی حق پرست کو اس سلسلے میں مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا کہ اس نے مسجد کے تقدس کا خیال نہیں کیا۔

ٱلۡمُتَّقِينَ سے مراد وہ ہیں جو "حرمت والی چیزوں" کی پائے مالی سے ڈرتے ہیں۔

الترغيب الى الانفاق

جہاد اور انفاق ایسے ہی لازم وملزوم ہیں جس طرح توحید ورسالت۔ آیت: 21 میں اثبات توحید تھا اور آیت: 23 میں اثبات رسالت کو ذکر کیا گیا تھا۔

"وَأَنفِقُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ" ﴿١٩٥﴾

« اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے (اپنے آپ کو)[79] ہلاکت میں مت ڈالو اور (اپنے آپ کے ساتھ) بھلائی کرو۔ بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے »

وَلَا تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ امام سرخسی "شرح سیر کبیر" میں فرماتے ہیں:" وَلَا تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى ٱلتَّهْلُكَةِ بجمع الأموال وترك الجهاد "« اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو مال جمع کرنے کے ذریعے اور جہاد چھوڑنے کے ذریعے »[80]

جہاد اور حج کے مابین ربط

جس طرح جہاد میں بدن اور مال دونوں لگتے ہیں اسی طرح حج میں بھی بدن اور مال دونوں صرف ہوتے ہیں۔ اور اس میں گویا کہ حاجی صاحب کو ترغیب بھی ہے کہ جس طرح آپ حج کے لئے بدن اور مال کی قربانی دیتے ہیں اسی طرح جہاد بھی اسلام کے احکام میں سے ایک حکم ہے اور وہ بھی آپ سے بدنی اور مالی قربانی کا تقاضا کرتا ہے۔[81]

" وَأَتِمُّواْ ٱلْحَجَّ وَٱلْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا ٱسْتَيْسَرَ مِنَ ٱلْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُواْ رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ ٱلْهَدْيُ مَحِلَّهُۥ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَآ أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلْعُمْرَةِ إِلَى ٱلْحَجِّ فَمَا ٱسْتَيْسَرَ مِنَ ٱلْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ فِي ٱلْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُۥ حَاضِرِي ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ" ﴿١٩٦﴾

« اور اللہ (کی خوشنودی) کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو۔ اور اگر (راستے میں) روک لئے جاؤ تو وہ قربانی (لازم)[82] ہے جو میسر ہو[83]۔ اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔ اور اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کسی طرح کی تکلیف ہو (اور وہ سر منڈا لے[84]) تو اس کے بدلے روزے ہیں یا صدقہ یا قربانی۔ پس جب تم امن میں ہو جاؤ تو جو کوئی عمرے سے حج سمیت فائدہ اٹھائے تو وہ قربانی (لازم) ہے جو آسان اور میسر ہو۔ پس جس کو (قربانی) نہ ملے تو اس پر تین روزے حج کے ایام میں (لازم) ہیں اور سات (مزید) جب تم واپسی کرو۔ یہ پورے دس ہوئے۔ یہ حکم[85] اس شخص کے لئے ہے جس کے اہل و عیال مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے »

فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ پس اگر تم روک لئے جاؤ۔ جیسا کہ اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔[86] بطور استنباط اگر تمہیں جہاد سے تمہاری بیماری یا کسی اور عذر نے روک دیا ہے تو مالی قربانی کے ذریعے اوروں کی مدد کرو۔

وَلَا تَحْلِقُواْ رُءُوسَكُمْ احرام سے نکلنے کے لئے سر منڈانا یا قصر کرنا ضروری ہے۔[87]

ٱلْهَدْيُ مَحِلَّهُۥ ٱلْهَدْيُ قربانی کو کہتے ہیں۔[88] مَحِلَّهُۥ جہاں اس کی قربانی حلال اور جائز ہو۔[89]

أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ سر کی تکلیف سے مراد سر میں جوویں ہونا ہے یا کوئی چوٹ وغیرہ۔

فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فدیہ تین روزے، چھ مساکین کو کھانا کھلانا یا ایک قربانی ہے۔[90]

فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ حج تین قسم پر ہے:[91]

1. حج افراد
2. حج تمتع
3. حج قران

حج تمتع اور حج قران میں قربانی کرنا لازم ہے جیسا کہ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ سے واضح ہے۔ کیونکہ ایام حج میں عمرہ اور حج دونوں کی سعادت اسے حاصل ہوئی ہے۔ اور جو وہاں کا رہنے والا ہے اس پر حج کی قربانی نہیں ہے۔

"اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ" ﴿۱۹۷﴾

«حج (کے مہینے) معلوم مہینے ہیں[92] تو شخص ان مہینوں میں (اپنے آپ پر) حج فرض کرلے تو حج کے دنوں میں نہ شہوت کی باتیں کرے اور نہ ہی کسی حکم کو توڑے اور نہ کسی سے جھگڑے۔ اور تم جو نیک کام کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ اور زاد راہ (یعنی رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ کیونکہ بہتر زاد راہ اپنے آپ کو سوال سے بچانا ہے۔ اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو»

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ انسان چار قوتوں کا مجموعہ ہے: قوت ملکی، قوت حیوانی، قوت درندگی اور قوت شیطانی۔ یہاں تین الفاظ ذکر کئے گئے ہیں جو تین قوتوں کی نشاندہی کررہے ہیں۔ رَفَثَ (جماع) یعنی حیوانی قوت کیونکہ حیوان کی یہی عادت ہے۔ فُسُوقَ فسق سے ہے اور فسق کہتے ہیں "توڑنے اور چیرنے پھاڑنے کو" جو درندوں کی صفت ہے۔ جِدَالَ (لڑائی جھگڑے) جو ایک شیطانی قوت ہے۔ ویسے تو یہ تین قوتیں ہر وقت اپنے آپ سے دور کرنا ضروری ہیں لیکن بالخصوص حج میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔ جب یہ تینوں قوتیں دور ہو گئیں تو ایک قوت رہ گئی اور وہ "قوت ملکی" یعنی فرشتوں کی قوت ہے۔ گویا کہ دبے الفاظ میں قرآن مجید نے صرف ایک قوت کو اپنانے کی ترغیب دی ہے۔[93]

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ "زاد" سفر خرچ کو کہتے ہیں۔ اور اَلتَّقْوَىٰ سے مراد دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچنا ہے۔[94]

" لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ " ﴿۱۹۸﴾

«تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کی طرف سے رزق حلال تلاش کرو۔ پس جب تم عرفات سے پلٹو[95] تو مزدلفے کے پاس اللہ کو یاد کرو۔ اور اسے یاد کرو جس طرح اس نے تمہیں راہ دکھائی ہے۔ اور بے شک اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے»[96]

فَضْلًا رزق حلال کو کہتے ہیں۔ حج کے لئے جا رہے ہو تو اگر اپنے ملک سے کوئی چیز وہاں بیچنے کے لئے لے لو تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ اسی طرح ایک عالم کو بھی چاہیئے جب وہ علم کے لئے نکلے تو اپنے ہمراہ سفر خرچہ لے تا کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے۔ اور علم کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرے۔

فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ یاد کرو اللہ کو مزدلفہ کے پاس۔[97]

كَمَا هَدَاكُمْ میں كَمَا تشبیہ کے لئے بھی صحیح ہے اور تعلیل کے لئے بھی۔ « اور یاد کرو اللہ کو اس وجہ سے کہ اس نے تمہیں راہ دکھائی ہے »

" ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾ "

« پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو اور اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے »

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ قریش میں سے بعض قبیلے اپنے آپ کو بڑا جاننے کی وجہ عرفات نہیں جاتے تھے۔ قرآن مجید نے کہا جب دیگر لوگ جاتے ہیں تم لوگ بھی ویسا ہی کرو۔[98]

وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ہر نیک عمل کرنے کے بعد اللہ سے بخشش طلب کرنی چاہیے[99]۔ دکھاوے اور ریاکاری سے اجتناب کرنا چاہیے۔

"فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ "

« پھر جب حج کے افعال پورے کر چکو تو اللہ کو یاد کرو۔ جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور بعض لوگوں میں سے ایسے ہیں جو (اپنی دعاؤں میں) کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو دنیا میں ہی (نام ونشان) دے دے اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں »

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ عربوں کا یہ طریقہ تھا جب وہ مناسک حج سے فارغ ہوتے اپنے بڑوں کی بڑائیاں اور بہادری کے قصے کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: اللہ کو یاد کرو اور اس کی بڑائی اپنے آباءواجداد سے بڑھ کر یاد کرو۔[100]

حاجیوں کی تقسیم:

ہر نیک عمل کے بعد لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں:[101]

1. حاجی شقی (بدبخت)
2. حاجی سعید (نیک بخت)

پھر ان ہر دو کی مزید دو قسمیں ہیں: شقی اعلیٰ اور ادنیٰ اور سعید اعلیٰ اور ادنیٰ

شقی ادنی درجے والا:

فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا سے مراد شقی ادنیٰ درجے والا۔

پہلے پہل لوگ بحری جہاز سے حج کے لئے سفر کرتے۔ جب حاجی صاحب کراچی پہنچتا اور وہاں سے اپنے اہل خانہ کے نام خط بھیجتا تو نیچے لکھتا "از طرف حاجی فلاں" حالانکہ ابھی وہ کراچی سے حج کے لئے روانہ بھی نہیں ہوا ہوتا تھا۔ ہمارے معاشرے میں ایک عجیب رواج ہے، بندہ ساری عمر نمازیں پڑھتا ہے لیکن کوئی بھی اسے "مصلی صاحب" نہیں کہتا۔ لیکن حج کرنے کے بعد بلا تاخیر حاجی صاحب بن جاتا ہے۔

سعید ادنیٰ درجے والا:

"وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ" ﴿٢٠١﴾

« اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ (دعا میں) کہتے ہیں کہ پروردگار ہم کو دنیا میں نیکی کرنے کی توفیق دے اور آخرت میں (اس کا) اجر دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا »

فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً یہ قاعدہ پہلے بھی گزر چکا ہے[102] جب ایک آیت میں ایک لفظ دو مرتبہ آجائے تو استخدام اور تاسیس کے طریقے پر ایک لفظ کا ایک معنی اور دوسرے کا دوسرا معنی لیا جائے۔ پہلے حَسَنَةً سے مراد "عمل" اور دوسرے حَسَنَةً سے مراد "اجر" ہے۔[103]

"أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا۟ ۚ وَٱللَّهُ سَرِيعُ ٱلْحِسَابِ" ﴿٢٠٢﴾

« یہ لوگ ان کے لئے ان کے کئے ہوئے عمل کا حصہ (بدلہ) ہے اور اللہ جلد حساب چکانے والا ہے »

"وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْدُودَٰتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِى يَوْمَيْنِ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ ٱتَّقَىٰ ۗ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ" ﴿٢٠٣﴾

« اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں۔ پس جو کوئی دو دنوں میں ہی جلدی کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ اور جو کوئی ٹھہرا رہے (تیرہ ذوالحجہ کے لئے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ (یہ احکام) اس شخص کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم سب اس کے پاس جمع کئے جاؤ گے »

وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ اور اللہ کو یاد کرو۔[104]

أَيَّامٍ مَّعْدُودَٰتٍ سے مراد منیٰ میں گزارے جانے والے تین دن ہیں۔[105]

لِمَنِ ٱتَّقَىٰ یہ احکام اس شخص کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرے۔[106]

شقی اعلیٰ درجے والا:

یہ وہ بدبخت ہے جو صرف دنیا کے نام ونشان پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دنیا میں فساد بھی پھیلاتا ہے۔

"وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُۥ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيُشْهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِى قَلْبِهِۦ وَهُوَ أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ" ﴿٢٠٤﴾

« اور بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تمہیں تعجب میں ڈالتی ہے اور اللہ کو اپنے دل میں جو (اخلاص) ہے گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے »

وَيُشْهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِى قَلْبِهِۦ اور گواہ بناتا ہے اللہ کو اس پر جو اس کے دل میں صفائی ہے۔[107]

أَلَدُّ لَدَدْ سے ہے جس کے معنی سخت کے ہیں۔[108] اللہ کے دین کے مقابلے میں سخت جھگڑالو ہے۔[109]

"وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِى ٱلْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ ٱلْحَرْثَ وَٱلنَّسْلَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْفَسَادَ" ﴿٢٠٥﴾

« اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں کوشش کرتا ہے تاکہ اس میں فساد کرے اور (مسلمانوں کے) فصل اور نسل کو ہلاک کرے۔ اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا »

تَوَلَّىٰ جب تمہارے پاس سے چلا جاتا ہے۔[110]

"وَإِذَا قِيلَ لَهُ ٱتَّقِ ٱللَّهَ أَخَذَتْهُ ٱلْعِزَّةُ بِٱلْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُۥ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ ٱلْمِهَادُ" ﴿٢٠٦﴾

« اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو[111] تو آمادہ کرتی اسے (اپنی) غیرت گناہ پر تو کافی ہے اس (بدبخت) کے لئے جہنم اور وہ بہت برا بچھونا ہے »

أَخَذَتْهُ ٱلْعِزَّةُ بِٱلْإِثْمِ اس کی عزت اسے گناہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں اس کا نمونہ وہ مالدار، معتبر اور خان خوانین ہیں جنہیں اگر کہا جائے کہ دیکھو اس غمی خوشی میں شریعت کی خلاف ورزی نہ کرو۔ تو جواب میں کہتے ہیں۔ اچھا! تو تم مجھے اپنی برادری میں ذلیل کرنا چاہتے ہو۔ اور لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے۔ یعنی انہیں اپنی عزت اللہ کے حکم اور شریعت کے حکم سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ شادی بیاہ میں اپنا مال فضول لٹانے سے دریغ نہیں کرتے۔ یہ موج مستی کچھ عرصہ تک ہوتی ہے لیکن کچھ عرصہ بعد جب اللہ کی پکڑ ہوتی ہے اور وہ سارا مال اور جائداد ختم ہو جاتا ہے تو دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

فَحَسْبُهُۥ جَهَنَّمُ فاء تفریعیہ کو بڑے عذاب پر داخل کیا گیا ہے کہ یہ شخص اتنا متکبر ہے اور اللہ سے نہیں ڈرتا کہ اس کا تکبر توڑنے کے لئے جہنم ہی کافی ہے۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دنیا میں ذلیل ہونے سے بچ جائے گا۔

سعید اعلیٰ درجے والا:

"وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِى نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ رَءُوفٌۢ بِٱلْعِبَادِ" ﴿٢٠٧﴾

« اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں جو اپنے آپ کو بیچتا ہے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے۔ اور اللہ اپنے بندوں بہت مہربان ہے »

يَشْرِى بیچتے ہیں۔[112] اپنے نفس کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے بیچتے ہیں۔[113]

الترغیب الی الجھاد

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ" ﴿٢٠٨﴾

« اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو (کیونکہ) وہ تو تمہارا ظاہر دشمن ہے »

ٱلسِّلْمِ سے مراد اسلام ہے۔[114] تو کیا اس پورے کے پورے اسلام میں جہاد کا حکم نہیں ہے کہ تم حج اور دیگر احکام تو مانتے ہو اور جہاد سے کتراتے ہو۔

كَآفَّةً پورے کے پورے اسلام میں۔[115]

"فَإِن زَلَلۡتُم مِّنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡكُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُ فَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ " ﴿٢٠٩﴾

« پھر اگر تم واضح دلائل آجانے کے بعد بھی پھسل گئے تو جان لو بے شک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے »

جہاد کا واضح بیان ہو چکنے کے بعد بھی اگر تم جہاد نہیں کرتے تو جان لو اللہ تمہاری پکڑ پر غالب ہے۔اور اگر ابھی تک مواخذہ نہیں کیا تو اس میں اس کی حکمت ہے۔

تخویف دنیاوی

"هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأۡتِيَهُمُ ٱللَّهُ فِي ظُلَلٖ مِّنَ ٱلۡغَمَامِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرۡجَعُ ٱلۡأُمُورُ " ﴿٢١٠﴾

« کیا یہ لوگ انتظار نہیں کر رہے مگر اس بات کی کہ اللہ ان کے پاس بادل کے سائبانوں میں آجائے یا فرشتے (عذاب کے آجائیں) اور فیصلہ تمام ہو جائے اور اللہ کی طرف سارے کام لوٹائے جاتے ہیں »

اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ استاد شاگرد سے کہے سبق یاد نہ کرنے پر کیا تم اپنی پٹائی کا انتظار کر رہے ہو۔بیان ہو چکنے کے بعد جب پھر بھی تم جہاد کے لئے نہیں اٹھتے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ کی عذاب کو دعوت دے رہے ہو۔

تخویف دنیاوی کی مثال

جن قوموں نے اللہ کے قانون سے انحراف کیا تھا اور اس کے حکم میں سستی کی تھی اس آیت میں ان کی مثال دی گئی ہے:

"سَلۡ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ كَمۡ ءَاتَيۡنَٰهُم مِّنۡ ءَايَةِۭ بَيِّنَةٖۗ وَمَن يُبَدِّلۡ نِعۡمَةَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُ فَإِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ "﴿٢١١﴾

« پوچھو (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) بنی اسرائیل سے کہ ہم نے ان کو کتنی کھلی نشانیاں دی ہیں (پس انہوں نے اللہ کی نعمت کو بدل ڈالا)[116] اور جو شخص اللہ کی نعمت (یعنی اس کے حکم) کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل ڈالے تو اللہ سخت عذاب والا ہے »

نِعۡمَةَ ٱللَّهِ سے مراد اللہ کا حکم ہے۔

التزهيد من الدنيا

دنیا کی محبت ہی وہ علت ہے جس کی وجہ سے انسان احکام الٰہی بالخصوص جہاد سے روگردانی کرتا ہے۔التزهيد من الدنيا کا مطلب دنیا سے بے رغبت ہونا۔

"زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُواْ ٱلۡحَيَوٰةُ ٱلدُّنۡيَا وَيَسۡخَرُونَ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْۘ وَٱلَّذِينَ ٱتَّقَوۡاْ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۗ وَٱللَّهُ يَرۡزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٖ "﴿٢١٢﴾

« خوشنما کی گئی ہے کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو اور وہ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔اور وہ لوگ جنہوں نے بچایا (اپنے آپ کو دنیا کی محبت سے) قیامت کے دن ان (مذاق اڑانے والوں) کے اوپر ہوں گے۔اور اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے »

"وَيَسْخَرُونَ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ "اور ان لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو جہاد پر ایمان لائے ہیں أی ءَامَنُوا۟ بالجهاد أو ءَامَنُوا۟ بالقرآن .

اور یہ ہمیشہ سے باطل پرستوں کا وطیرہ رہا ہے کہ وہ حق والوں کا مذاق اڑاتے ہیں:

" وَقَالُوا۟ مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ ٱلْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنَٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ ٱلْأَبْصَٰرُ "[سورۃ ص:38:62-63]

« اور کہیں گے کیا وجہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے جن کو ہم شر پسندوں میں شمار کرتے تھے کیا ہم نے ان سے ٹھٹھا کیا تھا یا (ہماری) آنکھیں ان سے پھیر لی گئی ہیں؟ »

"وَٱللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ " اے مخاطب تم رزق کی وجہ سے اللہ سے دور ہو چکے ہو کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ رزق کی فراخی اور تنگی اللہ کے اختیار میں ہے۔

علة مشروعية القتال

اس آیت میں اس سوال کا جواب ہے کہ اللہ کی طرف سے قتال کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

"كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّۦنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ فِيمَا ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ۚ وَمَا ٱخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ أُوتُوهُ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَا ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلْحَقِّ بِإِذْنِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ يَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ "﴿٢١٣﴾

« (پہلے پہل) لوگ ایک ہی گروہ تھے (پس انہوں نے اختلاف کیا) تو اللہ نبیوں کو بھیجا کرتے تھے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور حق ظاہر کرنے کے لئے ان کے ساتھ کتابیں بھی بھیجا کرتے تھے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں ان (مسائل) میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور اس حق میں اختلاف نہیں کیا مگر ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی واضح دلائل آجانے کے بعد۔ باہمی ضد اضدی کی وجہ سے۔ پس اللہ اپنے حکم سے توفیق دیتے تھے ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اس چیز کی جس میں لوگوں نے حق سے اختلاف کیا تھا۔ اور اللہ جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف توفیق دیتا ہے[117] »

كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً پر اشکال وارد ہوتا ہے:

1. جب تمام لوگ ایک ہی عقیدہ پر تھے تو پھر پیغمبروں کے بھیجے جانے کی کیا ضرورت تھی؟
2. اگر پیغمبر بھیجے بھی گئے تو مُبَشِّرِينَ کے لئے بھیجے جاتے وَمُنذِرِينَ کیوں بھیجے گئے؟

جواب: وَٰحِدَةً کے بعد وقف ہے اور عبارت محذوف ہے اور وہ سورۃ یونس:19 میں مذکور ہے:" وَمَا كَانَ ٱلنَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَٱخْتَلَفُوا۟ "« اور سارے لوگ ایک ہی عقیدہ (توحید) پر تھے پس انہوں نے اختلاف کیا» كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً اور اس سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے جو توحید کے عقیدہ پر قائم تھے لیکن بعد میں لوگوں نے اس توحید میں اختلاف کیا اور شرک شروع ہوا۔[118]

فَبَعَثَ ، وَأَنزَلَ اور فَهَدَى تینوں جگہ معنی ماضی استمراری کا کیا جائے گا۔

بِٱلْحَقِّ لإظهار الحق « تاکہ حق ظاہر ہو جائے »

ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جب بھی لوگوں نے حق سے اختلاف کیا ہے تو اللہ نے اس اختلاف کی وضاحت اور بیان کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ یعنی بعثت انبیاء کا مقصد اختلافی مسائل کو چھیڑنا تھا لیکن قرآن مجید سے جاہل کہتا ہے کہ اختلافی مسائل کو نہ چھیڑو۔ اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنے آخری نبی کو بھی بھیجا ہے:

"وَمَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَـٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِي ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ" [سورۃ النحل 64:16]

« اور ہم نے جو آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ پر کتاب نازل کی ہے تو اس لیے کہ جس امر میں ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے آپ اس کی وضاحت کریں »

یہی بات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی آئی ہے:

"وَلَمَّا جَآءَ عِيسَىٰ بِٱلۡبَيِّنَـٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُم بِٱلۡحِكۡمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعۡضَ ٱلَّذِي تَخۡتَلِفُونَ فِيهِ" [سورۃ الزخرف 63:43]

« اور جب عیسیٰ واضح دلائل کے ساتھ آئے تو کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس دانائی (کی کتاب) لے کر آیا ہوں۔ نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو اس کی وضاحت کروں »

وَمَا ٱخۡتَلَفَ فِيهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ أُوتُوهُ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ ٱلۡبَيِّنَـٰتُ بَغۡيَۢا بَيۡنَهُمۡ اس جملے میں تین سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں:

1. اختلاف کس نے کیا؟
2. کب کیا؟
3. اور کیوں کیا؟

إِلَّا ٱلَّذِينَ أُوتُوهُ میں پہلے سوال کا جواب ہے کہ اختلاف ان لوگوں نے کیا جو اہل علم تھے۔ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ ٱلۡبَيِّنَـٰتُ میں دوسرے سوال کا جواب ہے کہ اختلاف تب کیا جب ان کے پاس واضح دلائل آ چکے۔ بَغۡيَۢا بَيۡنَهُمۡ میں تیسرے سوال کا جواب ہے کہ یہ اختلاف ضد ضدائی کی وجہ سے کیا ہے۔

التشجيع

"أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَن تَدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَأۡتِكُم مَّثَلُ ٱلَّذِينَ خَلَوۡاْ مِن قَبۡلِكُمۖ مَّسَّتۡهُمُ ٱلۡبَأۡسَآءُ وَٱلضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُواْ حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ مَتَىٰ نَصۡرُ ٱللَّهِۗ أَلَآ إِنَّ نَصۡرَ ٱللَّهِ قَرِيبٞ" ﴿٢١٤﴾

« کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور تم پر گزشتہ لوگوں جیسی حالت نہیں آئی ہوگی۔ پہنچی تھیں انہیں مالی تکالیف اور بدنی تکالیف اور وہ ہلائے گئے تھے۔ یہاں تک کہ پیغمبر (انہیں تسلی کی باتیں) کہتا اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہوتے۔ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ خبردار! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے »

سیدنا خباب بن ارتؓ سے روایت ہے: ہم نے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سے اس وقت بطور شکایت کے عرض کیا جب کہ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اپنی چادر اوڑھے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے ان سے کہا: آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ہمارے لئے مدد کیوں نہیں مانگتے؟ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم سے پہلے بعض لوگ ایسے ہوتے تھے کہ ان کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا وہ اس میں کھڑے کر دیئے جاتے پھر آرا چلایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ عمل ان کو ان کے دین سے نہ روکتا تھا۔ نیز لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت اور پٹھوں پر کی

جاتی تھیں اور یہ بات ان کو ان کے دین سے نہ روکتی تھی اللہ کی قسم! یہ دین (اسلام) کامل نہ ہو گا حتیٰ کہ اگر ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا اور نہ کوئی شخص اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف کرے گا لیکن اس معاملہ میں تم عجلت چاہتے ہو۔[119]

حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلرَّسُولُ پر تقطیع ہے۔ اور کلام یوں ہے: حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ لهم تسلية « یہاں تک کہ پیغمبر انہیں تسلی کی باتیں کہتے » کیونکہ اگر یہ قول کیا جائے کہ ایمان والوں کے ساتھ پیغمبر بھی گھبرا جاتے تھے اور کہتے تھے: مَتَىٰ نَصۡرُ ٱللَّهِ « کب آئے گی اللہ کی مدد » تو اس صورت میں پیغمبروں کی تنقیص لازم آئے گی اور اس امت کے ایمان والوں سے ان کا درجہ کم تر ہو جائے گا۔ اور اس کا مسلمانوں میں کوئی بھی قائل نہیں۔ سورۃ الاحزاب میں اس امت کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آتا ہے:

" وَلَمَّا رَءَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلۡأَحۡزَابَ قَالُواْ هَٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥۚ وَمَا زَادَهُمۡ إِلَّآ إِيمَٰنًا وَتَسۡلِيمًا "[سورۃ الاحزاب 22:33]

« اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا۔ اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہو گئی »

حواشی:

[1] **محمد بن احمد خوارزمی** [وفات:387ھ] **لکھتے ہیں:** وأما الفلسفة العملية فهي ثلاثة أقسام: أحدها **تدبير الرجل نفسه** أو واحدا خاصا ويسمى: **علم الأخلاق**. والقسم الثاني **تدبير الخاصة** ويسمى: **تدبير المنزل**. والقسم الثالث **تدبير العامة** وهو **سياسة المدينة** والأمة والملك [**مفاتیح العلوم**:154]

امام سیوطی لکھتے ہیں: الحكمة الخُلُقِيَّة: هي العلم بأحوال تخص شخصا واحدا، ويسمى علم الأخلاق. الحكمة المنزلية: هي العلم بأحوال تكون بينه وبين أهله ومنزله، ويسمى علم تدبير المنزل . الحِكْمَةُ المدنيةُ: هِيَ الْعلم بأحوال تكون بَينه وَبَين عَامَّة النَّاس، وَيُسمى الْعلم السياسي [**معجم مقالید العلوم فی الحدود والرسوم**:131،**نص**:981-983]

[2] **ابن تیمیہ لکھتے ہیں:** وهذه الآية عظيمة جليلة القدر من أعظم آي القرآن وأجمعه لأمر الدين [**مجموع الفتاوی**20:133]

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الجهاد ثلاثة أضرب: [1] مجاهدة العدو الظاهر [2] ومجاهدة الشيطان [3] ومجاهدة النفس. وتدخل ثلاثتها في قوله تعالى: وجاهدوا في الله حق جهاده [الحج: 78] **اور جہد (بالفتح) اور جہد (بالضم) کے درمیان فرق بھی مطالعہ کریں** [**المفردات فی غریب القرآن**:208]

ابن قیم لکھتے ہیں: كان جهاد النفس مقدما على جهاد العدو في الخارج، وأصلا له، فإنه ما لم يجاهد نفسه أولا، لتفعل ما أمرت به، وتترك ما نهيت عنه، ويحاربها في الله: لم يمكنه جهاد عدوه في الخارج؛ فكيف يمكنه جهاد عدوه، والانتصاف منه: وعدوه الذي بين جنبيه قاهر له، متسلط عليه، لم يجاهده، ولم يحاربه في الله؛ بل لا يمكنه الخروج إلى عدوه، حتى يجاهد نفسه على الخروج [**زاد المعاد فی ھدی خیر العباد**ج3:ص6]

[3] **ابو البقاء فرماتے ہیں:** وفي التقدير ثلاثة أوجه: أحدهما: أن البر هنا اسم فاعل من بَرَّ يَبَرُّ، وأصله بَرِرَ مثل فَطِنَ، فنقلت كسرة الراء إلى الباء، ويجوز أن يكون مصدرا وصف به، مثل عدل، فصار كالجثة. والوجه الثاني: أن يكون التقدير: وَلَٰكِنَّ ذَا ٱلْبِرِّ مَنْ ءَامَنَ . والوجه الثالث: أن يكون التقدير: وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ بِرُّ مَنْ ءَامَنَ لحذف المضاف على التقديرين، وإنما احتيج إلى ذلك لأن البر مصدر ومن آمن جُثَّةٌ فالخبر غير المبتدأ في المعنى فيقدر ما يصير به الثاني هو الأول [**التبیان فی اعراب القرآن**1:143]

[4] **سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا، حدیث:2611، جامع ترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی السرایا، حدیث:1555۔ یہ حدیث مرسل ہے جیسا کہ ابو داؤد نے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد تصریح کی ہے:** قال أبو داود: والصحيح مرسل ۔**باقی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور بعض محدثین نے ارسال کی وجہ سے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے۔ البتہ ابن الترکمانی** [وفات:750ھ] **نے الجوہر النقی**9:156 **میں اس روایت کی تصحیح کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی** [وفات:852ھ] **فرماتے ہیں:** قلت: وصححه ابن القطان لأنه لا يرى الاختلاف في الإرسال والوصل علة، كما هو رأي أبي محمد بن حزم [**اتحاف المھرۃ**7:385]

[5] عبد الله بن عباس سمعت رسول الله ﷺ يقول: «ما من رجل مسلم يموت، فيقوم على جنازته أربعون رجلا، لا يشركون بالله شيئا، إلا شفعهم الله فيه»
صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب من صلی علیہ اربعون شفعوا فیہ، حدیث:948

[6] **ابو البقاء فرماتے ہیں:** والهاء ضمير المال أو ضمير اسم الله أو ضمير الإيتاء فعلى هذه الأوجه الثلاثة يكون المصدر مضافا إلى المفعول [**التبیان فی اعراب القرآن**1:144]

[7] **ابو البقاء فرماتے ہیں:** أي في تخليص الرقاب أو عتق الرقاب [**التبیان فی اعراب القرآن**1:144]

[8] **سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:** « البأساء : الفقر والجوع و الضراء :السقم و المرض » «**باساء محتاجی اور ضراء مرض کو کہتے ہیں**»[**جامع البیان**3:349]

امام بخاری لکھتے ہیں: {البَأْسَاءُ} «مِنَ البَأْسِ، وَيَكُونُ مِنَ البُؤْسِ»[**صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الانعام**] **جس کی تشریح میں ابن حجر فرماتے ہیں:** الْبَأْسُ الشِّدَّةُ وَالْبُؤْسُ الْفَقْرُ «**بأس سختی اور بؤس محتاجی کو کہتے ہیں**»[**فتح الباری**8:288] **امام نووی فرماتے ہیں:** بَأْسٌ وهو شِدَّةُ الْحَالِ و الْبَأْسُ و الْبُؤْسُ و الْبَأْسَاءُ و الْبُؤَسَاءُ بِمَعْنًى « بَأْسٌ **سخت حالت کو کہتے ہیں اور مذکورہ چار الفاظ اسی ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں**»[**شرح النووی علی مسلم**9:174]

ابن قتیبہ فرماتے ہیں: وَٱلصَّٰبِرِينَ فِي ٱلْبَأْسَآءِ أي في الفقر. وهو من البؤس [**غریب القرآن**:70]

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: البؤس والبأس والبأساء: الشدة والمكروه، إلا أن البؤس في الفقر والحرب أكثر، والبأس والبأساء في النكاية« البؤس والبأس والبأساء **یہ الفاظ سختی اور ناگواری کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں لیکن پہلا لفظ زیادہ تر فقر اور جنگ کی سختیوں میں زیادہ استعمال ہوتا ہے اور بعد کے دو الفاظ جسمانی زخم کی سختی میں استعمال ہوتے ہیں**»
[**المفردات فی غریب القرآن**:153]

[9] **شاہ ولی اللہ سیاست مدینہ کی تعریف کرتے ہیں:** وَهِي الْحِكْمَة الباحثة عَن كَيْفيَّة حفظ الرَّبْط الْوَاقِع بَين أهل الْمَدِينَة وأعني بِالْمَدِينَةِ جمَاعَة مُتَقَارِبَة تجْرِي بَينهم الْمُعَامَلَات وَيَكُونُونَ أهل منَازِل شَتَّى «**یہ وہ علم ہے جس میں کسی شہر (یا ملک) میں بسنے والوں لوگوں کے درمیان پائے جانے والے تعلق کی حفاظت کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے اور میری مراد "مدینہ" سے وہ جماعت اور گروہ ہے جن میں باہمی تعلق ہو، ان کے درمیان معاملات جاری ہوں، اور الگ الگ مکانات میں رہتے ہوں**» [حجۃ اللہ البالغۃ:92]

اور ریاست کے امن کو بگاڑنے کے اسباب سے بحث کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں: وَمِنْه إِصَابَة ظَالِم إنْسَانا بقتل أَو جرح أَو ضرب أَو فِي أَهله بِأَن يُزَاحِمَ على زَوجته، أَو يطْمع فِي بَنَاته وأخواته لغير حق، أَو فِي مَاله من غصبٍ جهرة أَو سَرِقَةٍ خُفْيَةً، أَو فِي عرضه «**اور خلل پیدا کرنے والی باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ کسی ظالم انسان کا دوسرے شخص کو قتل کرنا، زخمی کرنا، پٹائی کرنا، یا اس کے خاندان والوں کو ہاتھ ڈالنا ہے بایں طور کہ اس کی بیوی کے معاملہ میں مزاحمت کرے، یا اس کی بیٹیوں اور بہنوں میں ناحق طمع کرے۔ یا اس کے مال میں دست درازی کرنا ہے، علانیہ چھین کر، یا چھپکے سے چرا کر، یا اس کی آبرو میں ہاتھ ڈالنا ہے**» [حجۃ اللہ البالغۃ:92]

[10] **امام غزالی فرماتے ہیں:** ومقصود الشرع من الخلق خمسة: وهو أن يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم ومالهم، فكل ما يتضمن حفظ هذه الأصول الخمسة فهو مصلحة، وكل ما يفوت هذه الأصول فهو مفسدة [**المستصفی**:174]

«**مخلوق کے بارے میں شریعت کے پانچ مقاصد ہیں: دین کی حفاظت، نفس کی حفاظت، عقل کی حفاظت، مال کی حفاظت۔ ہر وہ چیز جس میں ان پانچ اصولوں کے تحفظ کی رعایت کی گئی ہو اسے مصلحت کہا جاتا ہے اور جس چیز میں ان اصولوں کی رعایت نہ ہو تو وہ مفسدہ ہے**»

[11] فإن قيل: كيف يكون القصاص فرضا والولي مخير بينه وبين العفو؟ فالجواب: أنه فرض على القاتل للولي، لا على الولي [**زاد المسیر فی علم التفسیر**137:1] **امام قرطبی فرماتے ہیں:** اتفق أئمة الفتوى على أنه لا يجوز لأحد أن يقتص من أحد حقه دون السلطان، وليس للناس أن يقتص بعضهم من بعض، وإنما ذلك لسلطان أو من نصبه السلطان لذلك، ولهذا جعل الله السلطان ليقبض أيدي الناس بعضهم عن بعض «**ائمہ فتوی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عوام میں کسی بھی شخص کے لئے دوسرے سے قصاص اپنے آپ لینا جائز نہیں ہے بلکہ یہ حاکم یا اس کے مقرر کردہ شخص کا اختیار ہے اور اس کی وجہ یہ ہے تا کہ لوگوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے روکے جائیں**» [**الجامع لاحکام القرآن**256:2]

[12] "عن عائشة، رضي الله عنها: أن قريشا أهمتهم المرأة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ومن يجترئ عليه إلا أسامة بن زيد، حب رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فلما كلمه أسامة فيها تلون وجه رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: «أتشفع في حد من حدود الله» ثم قام فخطب، قال: «يا أيها الناس، إنما ضل من قبلكم، أنهم كانوا إذا سرق الشريف تركوه، وإذا سرق الضعيف فيهم أقاموا عليه الحد، وايم الله، لو أن فاطمة بنت محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سرقت لقطع محمد يدها»"
[صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع، حدیث:6787-6788]

[13] **یہ واقعہ مختلف الفاظ کے ساتھ سیرت اور تراجم کی کتابوں میں موجود ہے:**

-**ابن سعد** [وفات:230ھ] **لکھتے ہیں:** كتب رسول الله ﷺ – إلى جبلة بن الأيهم ملك غسان يدعوه إلى الإسلام. فأسلم وكتب بإسلامه إلى رسول الله ﷺ وأهدى له هدية ولم يزل مسلما حتى كان في زمان عمر بن الخطاب. فبينما هو في سوق دمشق إذ وطيء رجلا من مزينة. فوثب المزني فلطمه. فأخذ وانطلق به إلى أبي عبيدة بن الجراح. فقالوا: هذا لطم جبلة. قال: فليلطمه. قالوا: وما يقتل؟ قال: لا. قالوا: فما تقطع يده؟ قال:لا. إنما أمر الله. تبارك وتعالى. بالقود. قال جبلة: أوترون أني جاعل وجهي ندا لوجه جدي جاء من عمق! بئس الدين هذا! ثم ارتد نصرانيا وترحل بقومه حتى دخل أرض الروم [**الطبقات الکبری**203:1]

-**ابو الفرج اصفہانی** [وفات:356ھ] **لکھتے ہیں:** قال أبو عمرو الشيباني: لما أسلم جبلة بن الأيهم الغساني وكان من ملوك آل جفنة ... ثم أراد عمر الحج فخرج معه جبلة، فبينا هو يطوف بالبيت وكان مشهورا بالموسم، إذ وطيء إزاره رجل من بني فزارة فانحل، فرفع جبلة يده فهشم أنف الفزاري، فاستعدى عليه عمر رضوان الله عليه، فبعث إلى جبلة فأتاه فقال: ما هذا؟ قال: نعم يا أمير المؤمنين، إنه تعمد حل إزاري، ولولا حرمة الكعبة لضربت بين عينيه بالسيف! فقال له عمر: قد أقررت فإما أن رضي الرجل وإما أن أقيده منك. قال جبلة: ماذا تصنع بي؟ قال: آمر بهشم أنفك كما فعلت. قال: وكيف ذاك يا أمير المؤمنين، وهو سوقة وأنا ملك؟ قال: إن الإسلام جمعك وإياه، فلست تفضله بشيء إلا بالتقى والعافية الخ [**الاغانی**111:15]

مطالعہ کریں: تاریخ ابن عساکر ج:72، ص:31-32، **الوافی بالوفیات** 53:11، **البدایۃ والنہایۃ** 70:8

[14] **ابن ابی حاتم** [وفات:327ھ] **فرماتے ہیں:** عن ابن عباس في قوله: والأنثى بالأنثى وذلك أنهم كانوا لا يقتلون الرجل بالمرأة ولكن كانوا يقتلون الرجل بالرجل والمرأة بالمرأة، فأنزل الله تعالى: النفس بالنفس والعين بالعين فجعل الأحرار في القصاص سواء فيما بينهم في العمد سواء رجالهم ونساءهم، في النفس وما دون النفس، وجعل العبيد مستوين فيما بينهم في العمد، في النفس وفيما دون النفس رجالهم ونساءهم [**تفسیر ابن ابی حاتم** 294:1، نص:1578]

شان نزول

امام عبد الرزاق [وفات:211ھ] **فرماتے ہیں:** عن قتادة في قوله تعالى: كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِي ٱلْقَتْلَى قال: «لم يكن لمن قتل دية , إنما كان القتل والعفو , فنزلت هذه الآية في قوم كانوا أكثر من غيرهم , فكانوا إذا قتل من الحي الكثير عبد» قالوا: «لا يقتل به إلا حر , وإذا قتلت منهم امرأة» قالوا: لا يقتل بها إلا رجل , فأنزل الله: ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ [**تفسیر عبد الرزاق 1:303، نص:163**]

قانون قصاص سے متعلق سورۃ المائدۃ:45 کی آیت:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِۦ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُۥ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ «**اور ہم نے ان لوگوں پر تورات میں یہ حکم مقرر کیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے وہ اس کے لیے کفارہ ہو گا اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں**»

امام قرطبی سورۃ البقرۃ:194 کے تحت لکھتے ہیں: لا خلاف بين العلماء أن هذه الآية [ٱلشَّهْرُ ٱلْحَرَامُ بِٱلشَّهْرِ ٱلْحَرَامِ وَٱلْحُرُمَٰتُ قِصَاصٌ] أصل في المماثلة في القصاص، فمن قَتَل بشيءٍ قُتِلَ بمثل ما قَتَلَ به، وهو قول الجمهور [**الجامع لاحکام القرآن 2:358**]

دیت[15] **کے بارے میں**

<u>تعریف:</u> کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو ناحق تلف کرنے کی وجہ سے شرعاً جو مالی تاوان لازم آتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں اور بعض اوقات جان کے تاوان کو دیت اور عضو کے تاوان کو "ارش" (بروزن عرش) کہتے ہیں۔ امام سرخسی فرماتے ہیں: وَاشْتِقَاقُ الدِّيَةِ مِنْ الْأَدَاءِ؛ لِأَنَّهَا مَالٌ مُودَى فِي مُقَابِلَةِ مُتْلَفٍ لَيْسَ بِمَالٍ وَهُوَ النَّفْسُ، وَالْأَرْشُ الْوَاجِبُ فِي الْجِنَايَةِ عَلَى مَا دُونَ النَّفْسِ مُؤَدًّى أَيْضًا [**المبسوط، کتاب الدیات، 26:59**]

- **<u>دیت کی مقدار:</u> اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ دیت میں اصل اونٹ ہے۔ اور اس کی دلیل قتل عمد میں یہ ہے:** من قتل مؤمنا متعمدا دفع إلى أولياء المقتول، فإن شاءوا قتلوا، وإن شاءوا أخذوا الدية، وهي ثلاثون حقة، وثلاثون جذعة، وأربعون خلفة، وما صالحوا عليه فهو لهم، وذلك لتشديد العقل

  [**جامع ترمذی، ابواب الدیات، باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الابل، حدیث:1387**]

اور قتل خطا میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ کی روایت یہ ہے: قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم في دية الخطإ عشرين بنت مخاض، وعشرين بني مخاض ذكورا، وعشرين بنت لبون، وعشرين جذعة، وعشرين حقة [**جامع ترمذی، ابواب الدیات، باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الابل، حدیث:1386**]

<u>سونے اور چاندی میں دیت:</u> امام ابو حنیفہ کے نزدیک اونٹوں کے علاوہ سونے اور چاندی سے بھی دیت ادا کی جاسکتی ہے: امام کاسانی فرماتے ہیں: قال أبو حنيفة رحمه الله: الذي تجب منه الدية وتقضى منه ثلاثة أجناس: الإبل والذهب والفضة . **اور صاحبین کے نزدیک چھ اجناس سے دیت ادا کی جاسکتی ہے:** وعندهما ستة أجناس: الإبل والذهب والفضة والبقر والغنم والحلل ... ولا خلاف أيضا في أن الواجب من الذهب ألف دينار «**جس طرح اونٹ کی تعداد میں اختلاف نہیں ہے اسی طرح ہزار دینار میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے**» وأما الواجب من الفضة فقد اختلف فيه، قال أصحابنا رحمهم الله تعالى: عشرة آلاف درهم ... وقال مالك، والشافعي رحمهما الله: اثنا عشر ألفا «**اور چاندی میں احناف کے نزدیک دس ہزار درہم اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک بارہ ہزار درہم ہیں**» [**بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 7:253**]

سونے اور چاندی کا دور حاضر کے مطابق حساب معلوم کرنے کا آسان طریقہ:

زکوۃ کے نصاب میں حدیث کے مطابق بیس دینار میں نصف دینار (چالیسواں حصہ) اور دو سو درہم میں پانچ درہم (چالیسواں حصہ) زکوۃ فرض ہے [**مصنف عبد الرزاق، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ العین، حدیث:7077، سنن ابو داؤد، کتاب الزکوۃ، باب فی زکاۃ السائمۃ، حدیث:1573**] دینار سونے کا اور درہم چاندی کا ہوتا تھا۔ اور یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ بیس دینار کا دور حاضر میں حساب ساڑھے سات تولہ سونا اور دو سو درہم کا ساڑھے باون تولہ چاندی زکوۃ کی ادائیگی کے لئے حساب لگایا گیا ہے تو اسی حساب سے ایک ہزار دینار اور دس ہزار درہم کا حساب لگایا جائے۔

- ادائیگی کا وقت تین سال:

امام ترمذی فرماتے ہیں: وقد أجمع أهل العلم على أن الدية تؤخذ في ثلاث سنين، في كل سنة ثلث الدية [**جامع ترمذی، تحت حدیث:1386**]

قتل کی اقسام سورۃ النساء 4:92-93 کے تحت ذکر کی جاتی ہیں۔

16 تفسیر سمرقندی 118:1، مدارک التنزیل وحقائق التاویل 156:1، تفسیر جلالین:36

17 امام عبد الرزاق [وفات:211ھ] فرماتے ہیں: عن قتادة , في قوله: {فمن اعتدى بعد ذلك} قال: «هو القتل بعد أخذ الدية»[تفسیر عبد الرزاق 305:1، نص:167]

18 امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: الْقَصُّ: تتبّع الأثر... والقِصاصُ: تَتَبُّعُ الدَّمِ بِالْقَوَدِ «قصاص قص سے ہے جس کے معنی قدموں کے نشانات پر چلنے کے ہیں۔ قصاص کا معنی" بدلے کا خون کے پیچھے ہونا»[المفردات فی غریب القرآن:671]

امام جرجانی یوں تعریف کرتے ہیں: القصاص: هو أن يُفْعَلَ بالفاعل مِثْلُ مَا فَعَلَ «قصاص اسے کہتے ہیں کہ فاعل کے ساتھ اسی جیسا عمل کیا جائے»[التعریفات:176]

19 عبد القاہر جرجانی [وفات:471ھ] فرماتے ہیں: أن السبب في حسن التنكير وأن لم يحسن التعريف، أن ليس المعنى على الحياة نفسها، ولكن على أنه لما كان الإنسان إذا علم أنه إذا قَتَلَ قُتِلَ ، ارتدع بذلك عن القتل فسلم صاحبه، صارت حياة هذا المهموم بقتله، في مستأنف الوقت، مستفادة بالقصاص، وصار كأنه قد حيي في باقي عمره، أي بالقصاص [دلائل الاعجاز:289]

20 اور حَيَوٰةٌ بمعنی راحت کی زندگی، خوشحال زندگی قرآن مجید میں مستعمل ہے: لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ «سورۃ الاعلیٰ 13:87»

امام نسفی فرماتے ہیں: وفي تعريف القصاص وتنكير الحياة بلاغة بينة لأن المعنى ولكم في هذا الجنس من الحكم الذي هو الاختصاص حياة عظيمة [مدارک التنزیل 156:1]

والتنكير هنا للتعظيم أي حياة سعيدة هادئة مطمئنة [زهرة التفاسير 39:1]

21 أي: قارب حضور الموت [البرہان فی علوم القرآن 293:2]

22 امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وكان فرضا في كتاب الله تعالى على من ترك خيرا والخير المال أن يوصي لوالديه وأقربيه ثم زعم بعض أهل العلم بالقرآن أن الوصية للوالدين والأقربين الوارثين منسوخة ... وإذا كانت الوصايا لمن أمر الله تعالى ذكره بالوصية منسوخة بآي المواريث وكانت السنة تدل على أنها لا تجوز لوارث وتدل على أنها تجوز لغير قرابة دل ذلك على نسخ الوصايا للورثة وأشبه أن يدل على نسخ الوصايا لغيرهم [کتاب الام 4:103-104، کتاب الوصایا، باب ما نسخ من الوصایا]

امام سیوطی فرماتے ہیں: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الآية منسوخة قيل بآية المواريث وقيل: بحديث " ألا لا وصية لوارث " وقيل بالإجماع حكاه ابن العربي [الاتقان فی علوم القرآن 73:3، نوع:47، ناسخ اور منسوخ، الفوز الکبیر:42]

ابن جریر فرماتے ہیں: هي محكمة غير منسوخة. وإذا كان في نسخ ذلك تنازع بين أهل العلم، لم يكن لنا القضاء عليه بأنه منسوخ إلا بحجة يجب التسليم لها «یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے اور جب اس کے منسوخ اور محکم ہونے میں علماء کا اختلاف ہے تو ہمارے لئے ایسا فیصلہ کرنا مناسب نہیں ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ ہاں اگر اس کے منسوخ ہونے پر ایسی دلیل پیش کی جائے جس کے سامنے تسلیم ہونا واجب ہو» اور آگے ابن جریر نے دونوں آیات میں تطبیق کی وہ صورت پیش کی ہے جس سے مولانا عبید اللہ سندھی کے معنی کی تائید ہوتی ہے «اس آیت میں تمام والدین اور رشتہ داروں کے بارے میں حکم نہیں ہے اس سے مراد بعض وہ والدین اور رشتہ دار ہیں جو (بہ سبب کفر) میت کے میراث کے حق دار نہیں ٹھہرتے (سو ان کے لئے وصیت کی جا سکتی ہے)» [جامع البیان 385:2]

23 حسین علی بن حافظ میاں محمد بن عبد اللہ حنفی، نقش بندی واں بھچراں ضلع میانوالی میں 1283ھ=1866ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے علاقے کے اساتذہ سے پڑھیں۔ کتب حدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے پڑھیں۔ علوم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں واپس آتے ہی دین حق، توحید اور اتباع سنت کی دعوت شروع کی۔ قبر پرستی اور شرک وبدعت کی تردید کی پاداش میں آپ کو واں بھچراں چھوڑنا پڑا اور اپنی زمینوں میں رہائش اختیار کی لیکن استقلال میں کوئی کمی نہ آئی۔ رجب 1363ھ=1944ء کو وفات پائی[نزہۃ الخواطر 133:8-134]

24 مولانا حسین علی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اس جگہ بھی حکم وراثت کا جاری ہے اور کا معنی بالامر الشرعی ہے معنی یہ ہو گا کہ اگر کوئی شخص فوت ہونے والا ہو تو وہ مرنے کے وقت وصیت کر جائے کہ میرا مال منال بموجب حکم شرعی تقسیم کرنا، یعنی والدین اور اقربین کو وصیت کر جائے [بلغۃ الحیران:21]

امام رازی نے اس مقام میں ابو مسلم اصفہانی کا قول نقل کیا ہے جس میں وہ آیت میں ایسی دو توجیہات کرتے ہیں جن میں ایک سے مولانا حسین علی اور دوسری سے مولانا عبید اللہ سندھی کے قول کی تائید ہوتی ہے: وهؤلاء اختلفوا منهم من قال هذه الآية صارت منسوخة، ومنهم من قال إنها ما صارت منسوخة، وهذا اختيار أبي مسلم الأصفهاني، وتقرير قوله من وجوه :أحدها: أن هذه الآية ما هي مخالفة لآية المواريث ومعناها كتب عليكم ما أوصى به الله تعالى من توريث الوالدين والأقربين من قوله تعالى: يوصيكم الله في أولادكم [النساء: 11] أو كتب على المحتضر أن يوصي للوالدين والأقربين بتوفير ما أوصى به الله لهم عليهم وأن لا ينقص من أنصبائهم .

وثانيها: أنه لا منافاة بين ثبوت الميراث للأقرباء مع ثبوت الوصية بالميراث عطية من الله تعالى والوصية عطية ممن حضره الموت، فالوارث جمع له بين الوصية والميراث بحكم الآيتين . **وثالثها**: لو قدرنا حصول المنافاة لكان يمكن جعل آية الميراث مخصصة لهذه الآية وذلك لأن هذه الآية توجب الوصية للأقربين، ثم آية الميراث تخرج القريب

الوارث ويبقى القريب الذي لا يكون وارثا داخلا تحت هذه الآية، وذلك لأن من الوالدين من يرث، ومنهم من لا يرث، وذلك بسبب اختلاف الدين والرق والقتل ومن الأقارب الذين لا يسقطون في فريضة من لا يرث بهذه الأسباب الحاجة ومنهم من يسقط في حال ويثبت في حال، إذا كان في الواقعة من هو أولى بالميراث منهم، ومنهم من يسقط في كل حال إذا [التفسیر الکبیر5:233]

25 لیکن خود امام شافعی نے بھی آیت کو بالکلیہ منسوخ قرار نہیں دیا اور آیت میں وصیت کے حوالے سے ایسی توجیہ کی ہے جس سے مولانا عبید اللہ سندھی کے معنی کی تائید ہوتی ہے: ودل على أن الوصايا للوالدين وغيرهما ممن يرث بكل حال **إذا كان في معنى غير وارث فالوصية له جائزة**، ومن قبل أنها إنما بطلت وصيته إذا كان وارثا، **فإذا لم يكن وارثا فليس بمبطل للوصية** «اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ والدین اور ان رشتہ داروں کے لئے وصیت جو ہر حال میں وارث بنتے ہیں اگر وہ ایسی صورت میں ہوں کہ وارث نہیں بنتے تو ان کے لئے وصیت جائز ہے اور اس اعتبار سے کہ ان کے بارے میں وصیت باطل ہے جب وہ وارث بنتے ہوں۔ پس جب وارث نہ بنتے ہوں تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ان کے لئے وصیت بھی نہیں کی جا سکتی» [کتاب الام4:104، کتاب الوصایا، باب ما نسخ من الوصایا]

26 امام راغب اصفہانی کہتے ہیں: الخير ههنا المال قليلا كان أو كثيرا، وقال بعض الناس: الخير لا يتناول إلا الكثير اور پھر ایک سوال کرتے ہیں کہ مال پر خیر کا اطلاق مطلق طور پر کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اسی مال کو قرآن مجید نے جگہ جگہ شر اور فتنہ بھی کہا ہے اور اس کا جواب دیا ہے: إن قيل: كيف سمي المال خيرا مطلقا وقد قيل: إن المال ليس خيرا مطلقا حتى يراعي حال صاحبه فربما كان شرا له، وعلى هذا ذم الله تعالى في عام القرآن، وسماه تارة فتنة وتارة عدوا .. قيل: إن المال كما يكون خيرا قد يكون شرا، لكن جعل الله تعالى ههنا خيرا تنبيها على أن الوصية يستحب في المال الطيب دون الخبيث والمغصوب [تفسیر الراغب الاصفہانی،1:382]

27 المفردات فی غریب القرآن:247، مادة: حق

28 امام رازی لکھتے ہیں: واعلم أن العلماء استدلوا بهذه الآية على أحكام أحدها: أن الطفل لا يعذب على كفر أبيه وثانيها: **أن الإنسان إذا أمر الوارث بقضاء دينه، ثم** إن الوارث قصر فيه بأن لا يقضي دينه فإن الإنسان الميت لا يعذب بسبب تقصير ذلك الوارث خلافا لبعض الجهال [التفسیر الکبیر5:236]

29 اگر کوئی شخص خلاف شریعت وصیت کرے تو اس کی وصیت کو شریعت کے مطابق کرنا لازم اور ضروری ہے، امام نووی فرماتے ہیں: وينبغي أن لا يقلد الميتُ ويتابع في كلّ ما وصَّى به، بل يُعرض ذلك على أهل العلم، فما أباحوه فعل، وما لا فلا. وأنا أذكر من ذلك أمثلة:

1. فإذا أوصى بأن يدفن في موضع من مقابر بلدته، وذلك الموضع معدن الأخيار، فينبغي أن يُحافظ على وصيته.
2. وإذا أوصى بأن يُصلِّي عليه أجنبي، فهل يُقَدَّم في الصلاة على أقارب الميت؟ فيه خلاف للعلماء، والصحيح في مذهبنا: أن القريب أولى، لكن إن كان الموصَى له ممّن يُنسب إلى الصلاح أو البراعة في العلم مع الصيانة والذكر الحسن، استحبّ للقريب الذي ليس هو في مثل حاله إيثار رعاية لحقّ الميت.
3. وإذا أوصى بأن يُدفن في تابوت، لم تنفذ وصيته إلا أن تكون الأرض رخوة أو نديّة يحتاج فيها إليه، فتُنفذ وصيّته فيه، ويكون من رأس المال كالكفن.
4. وإذا أوصى بأن يُنقل إلى بلد آخر، لا تنفّذ وصيّته، فإن النقلّ حرامٌ على المذهب الصحيح المختار الذي قاله الأكثرون، وصرّح به المحققون، وقيل: مكروه

[الاذکار للنووی:164، باب ما ينفع من قول غيره]

30 امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: أصل الجنف ميل في الحكم، فقوله تعالى:فمن خاف من موص جنفا [البقرة: 182] ، أي: **ميلا ظاهرا**، وعلى هذا: **غير متجانف لإثم** [المائدة: 3] ، أي: مائل إليه [المفردات فی غریب القرآن:207]

جنف اور **اثم** کے مابین فرق

امام رازی لکھتے ہیں: الفرق بين الجنف والإثم أن الجنف هو الخطأ من حيث لا يعلم به والإثم هو العمد «لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے حق سے میلان کو "جنف" اور جان بوجھ کر حق سے پھرنے کو "اثم" کہتے ہیں» [التفسیر الکبیر5:237]

31 كان النبي صلى الله عليه وسلم يأمرنا أن نختفي أحيانا [سنن ابو داؤد، کتاب الترجل، حدیث:4160] إسناده صحيح .

32 ابو البقاء لکھتے ہیں: العامل في أيام محذوفا تقديره: **صوموا أياما** فعلى هذا يكون أياما ظرفا [التبیان فی اعراب القرآن1:149]

33 حسن بن عمار شرنبلالی [وفات:1069ھ] نے آٹھ "عوارض افطار" ذکر کئے ہیں: المرض والسفر والإكراه والحبل والرضاع والجوع والعطش والهرم بها يباح الفطر «مرض، سفر، اکراہ، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بھوک، پیاس اور بڑھاپا۔ مذکورہ تمام اسباب میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے» [مراقی الفلاح شرح نور الایضاح:258، فصل فی العوارض]

34 عبدالقاہر جرجانی [وفات:471ھ] لکھتے ہیں: "أَفْعَلَ" للتعدية غالبا. نحو: أجْلَسْتُهُ. وللتعريضِ، نحو: أَبَعْتُهُ. وللصيرورةِ ذا كذا، نحو: أَغَدَّ البَعِيرُ، ومنه: أحْصَدَ الزَرْعُ ...وَللسَّلْبِ نحو: أَشْكَيْتُهُ [المفتاح فی الصرف:49] اور انہی الفاظ میں بعینہ ابن حاجب نے بھی نقل کیا ہے [الشافیۃ فی علم التصریف 19:1]

35 امام بخاری عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قال ابن عباس: «ليست بمنسوخة هو الشيخ الكبير، والمرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما، فيطعمان مكان كل يوم مسكينا» [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4505]

36 شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: ایک قول کے مطابق وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ منسوخ ہے اور اس کا ناسخ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ہے۔ اور دوسرے قول کے مطابق آیت محکم ہے۔ اور لَا مقدر ہے یعنی لَا يُطِيقُونَهُۥ ہے۔ میرے (شاہ ولی اللہ کے) نزدیک اس کے محکم ہونے کی ایک توجیہ اور ہے آیت میں فدیہ سے مراد صدقۃ الفطر ہے۔ پہلے اللہ نے روزے کا حکم دیا اور اس کے بعد صدقۃ الفطر کا اور اس کے بعد تکبیرات عید کا ذکر ہے [الفوز الکبیر فی اصول التفسیر:85]

ابن رجب "صدقۃ الفطر" کے بارے میں لکھتے ہیں: قال بعض العلماء المتقدمين: إن صدقة الفطر للصائم كسجدتي السهو للصلاة [لطائف المعارف:214]

37 یہ قول علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے تو نہیں ملا البتہ ملا جلا قول مشہور تابعی "محمد بن شہاب الزہری (وفات:125ھ)" سے منقول ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں: عن ابن شهاب فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُۥ يريد أن من صام مع الفدية فهو خير له [جامع البیان 442:3، نص:2806] ابن جریر سے قبل اس قول کو ابو عبید قاسم بن سلام (وفات:224ھ) نے ذکر کیا ہے [الناسخ والمنسوخ:45، نص:64] قرطبی لکھتے ہیں: قال ابن شهاب: من أراد الإطعام مع الصوم [الجامع لاحکام القرآن 289:2]

38 امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن سلمة، قال: " لما نزلت: وَعَلَى ٱلَّذِينَ يُطِيقُونَهُۥ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ «كان من أراد أن يفطر ويفتدي، حتى نزلت الآية التي بعدها فنسختها» [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4507]

فدیہ اور کفارہ کے مابین فرق: الفدية تفارق الكفارة في أن الكفارة لا تجب إلا عن ذنب تقدم، بخلافه الفدية [المنثور فی القواعد، برہان الدین زرکشی، 21:3]

"نصف صاع گندم" بطور فدیہ اور صدقۃ الفطر کے سلسلے میں بکثرت آثار صحابہ اور تابعین (مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں) موجود ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم کا بھی مذہب ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں: وكان شيخنا رحمه الله يقوي هذا المذهب ويقول: هو قياس قول أحمد في الكفارات، أن الواجب فيها من البر نصف الواجب من غيره [زاد المعاد فی ہدی خیر العباد 20:2]

فدیہ کی مقدار

1. ذهب المالكية والشافعية إلى أن مقدار الفدية مد عن كل يوم «مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک فدیہ کی مقدار ہر دن کے عوض ایک مد ہے» اور "مد" کے متعلق ابن اثیر کہتے ہیں: إنَّ أصلَ المدّ مُقدَّرٌ بِأَنْ يَمُدّ الرَّجُلَ يَدَيْهِ فيَملأَ كَفَّيه طَعَامًا «"مد" اس مقدار کو کہتے ہیں جس سے آدمی اپنی دونوں ہتھیلیوں کو بھر لے» النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 308:4
2. وذهب الحنفية إلى أن المقدار الواجب في هذه الفدية هو صاع من تمر، أو صاع من شعير، أو نصف صاع من حنطة «حنفیہ کے نزدیک فدیہ میں واجب مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہے»
3. وعند الحنابلة الواجب مد بر، أو نصف صاع من تمر، أو شعير «حنابلہ کے نزدیک ایک مد گندم یا نصف صاع کھجور یا جو ہے»

39 امام زجاج فرماتے ہیں: والمعنى: والصوم خيرٌ لكم من الإفطار والفدية، وهذا إنما كان خيرًا لهم قبل النسخ، وبعد النسخ فلا يجوز أن يقال: الصوم خيرٌ من الإفطار والفدية [معانی القرآن واعرابہ 253:1]

40 اسماء حسنیٰ میں اللہ کا اسم گرامی وَٰسِعٌ ہے: إِنَّ ٱللَّهَ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ واسع " أي يوسع على عباده في دينهم، ولا يكلفهم ما ليس في وسعهم [الجامع لاحکام القرآن 84:2]

41 زجاج لکھتے ہیں: فعل الله ذلك ليسهل عليكم ولتكملوا العدة [معانی القرآن واعرابہ 254:1] ابوالبقاء: فعل ذلك لتكملوا العدة [التبیان فی اعراب القرآن 153:1]

42 امام شافعی فرماتے ہیں: لتكملوا العدة عدة صوم شهر رمضان وتكبروا الله عند إكماله على ما هداكم، وإكماله مغيب الشمس من آخر يوم من أيام شهر رمضان [کتاب الام 264:1] فراء: ولتكملوا العدة في قضاء ما أفطرتم [معانی القرآن 113:1]

43 عن ابن عباس قال: «فصل القرآن من الذكر فوضع في بيت العزة في السماء الدنيا الخ» «قرآن مجید کو لوح محفوظ سے جدا کیا گیا اور آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھا گیا» [السنن الکبری نسائی، کتاب فضائل القرآن، باب کم بین نزول اول القرآن وآخرہ]

44 امام قرطبی لکھتے ہیں: هدى للناس"" هدى" في موضع نصب على الحال من القرآن، أي هاديا لهم." وبينات" عطف عليه [الجامع لاحکام القرآن 298:2]

45 ابن ابی حاتم "فرقان" کے بارے میں روایت کرتے ہیں: عن قتادة قوله: وأنزل الفرقان قال: هو القرآن الذي أنزل الله على محمد صلى الله عليه وسلم، ففرق به بين الحق والباطل، وبين فيه دينه، وشرع فيه شرائعه، وأحل حلاله، وحرم حرامه وحد حدوده وأمر بطاعته ونهى عن معصيته [تفسیر ابن ابی حاتم 589:2، نص:3146]

46 سورۃ اللیل میں الیسریٰ اور العسریٰ کا ایک مصداق مفسرین نے جنت اور جہنم ذکر کیا ہے [زاد المسیر فی علم التفسیر 455-454:4]

47 بلکہ اللہ کے رسول ﷺ کا دو کاموں میں چناؤ کے بارے میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: عن عائشة رضي الله عنها، أنها قالت: «ما خير رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أمرين إلا أخذ أيسرهما، ما لم يكن إثما، فإن كان إثما كان أبعد الناس منه الخ» «اللہ کے رسول ﷺ کو جن دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا ان میں سے آپ ﷺ نے آسان کام اختیار کیا ہے جب کہ وہ گناہ کا کام نہ ہو۔ اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور ہوتے» صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسروا ولا تعسروا، حدیث: 6126

48 امام آلوسی فرماتے ہیں: لما أمرهم سبحانه وتعالى بصوم الشهر ومراعاة العدة وحثهم على القيام بوظائف التكبير والشكر عقبه بهذه الآية الدالة على أنه تعالى خبير بأفعالهم سميع لأقوالهم مجازيهم على أعمالهم تأكيدا له وحثا عليه [روح المعانی 462:1]

49 اللہ کتنے قریب ہیں اس کی وضاحت سورۃ ق 16:50 میں ہے: وَنَحۡنُ أَقۡرَبُ إِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ ٱلۡوَرِيدِ «اور ہم اس سے اس کی دھڑکتی رگ سے زیادہ نزدیک ہیں»

فَإِنِّي قَرِيبٌ امام رازی فرماتے ہیں: کہ قرآن مجید میں متعدد سوالات يَسۡـَٔلُونَكَ کے ذریعے کئے گئے ہیں بعض اصول کے متعلق ہیں اور بعض فروع کے متعلق ہیں۔ تمام سوالات کے جوابات میں سوائے اس مقام کے قُلْ کے ساتھ جواب دیا گیا ہے، اس کی حکمت کے بارے میں کہتے ہیں: ولم يقل: **فقل إني قريب** فتدل على تعظيم حال الدعاء ... كأنه سبحانه وتعالى يقول عبدي أنت إنما تحتاج إلى الواسطة في غير وقت الدعاء **أما في مقام الدعاء فلا واسطة بيني وبينك** [التفسیر الکبیر 263:5]

امام ابو منصور ماتریدی لکھتے ہیں: ويحتمل: فَإِنِّي قَرِيبٌ قرب العلم والإجابة، لا قرب المكان والذات كقرب بعضهم من بعض في المكان؛ لأنه كان ولا مكان، ويكون على ما كان، وكذلك قوله: (ما يكون من نجوى ثلاثة إلا هو رابعهم ولا خمسة إلا هو سادسهم ولا أدنى من ذلك ولا أكثر إلا هو معهم أين ما كانوا)، وكقوله: وَنَحۡنُ أَقۡرَبُ إِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ ٱلۡوَرِيدِ ، (ونحن أقرب إليه منكم ولكن لا تبصرون) كل ذلك يرجع إلى قرب العلم والإحاطة وارتفاع الجهات، لا قرب الذات على ما ذكرنا [تاویلات اہل السنۃ 48:2]

امام قرطبی لکھتے ہیں: تبع تابعی سیدنا ابراہیم بن ادہم [وفات:162ھ] سے پوچھا گیا: کیا وجہ ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں اور ہماری دعا قبول نہیں کی جاتی؟

فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا لیکن تم نے اس کی اطاعت نہ کی، تم نے رسول کریم ﷺ کو پہچانا اور اس کی سنت کی اتباع نہ کی، تم نے قرآن مجید کو پہچانا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا، تم نے اللہ کی نعمتوں کو کھایا اور ان کا شکر ادا نہیں کیا، تم نے جنت کو پہچانا اور اس کو طلب نہیں کیا۔ تم نے آگ کو پہچانا اور اس سے بھاگے نہیں ہو، تم نے شیطان کو پہچانا اور اس سے تم نے جنگ نہیں کی ہے بلکہ تم نے اس سے موافقت کی ہے، تم نے موت کو پہچانا اور تم نے اس کے لئے تیاری نہیں کی، تم نے مردوں کو دفن کیا اور تم نے عبرت حاصل نہیں کی، تم نے اپنے عیوب کو ترک کیا اور لوگوں کے عیوب کے ساتھ مشغول ہوئے۔ [الجامع لاحکام القرآن 312:2]

دیگر علماء اس قسم کی آیت کو جملہ معترضہ کہتے ہی جیسے امام آلوسی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: فالجملة على التقديرين **اعتراضية بين كلامين متصلين معنى** [روح المعانی 1: 461] لیکن شیخ القرآن جملہ معترضہ کی بجائے "ادخال الہی" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

شان نزول

ابن جریر [جامع البیان 480:3، نص:2904] اور ابن ابی حاتم [تفسیر ابن ابی حاتم 314:1، نص:1667] نے روایت ذکر کی ہے: أن أعرابيا قال: يا رسول الله أقريب ربنا فنناجيه أم بعيد فنناديه؟ فأنزل الله عز وجل وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۔ لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: إسناده ضعيف [العجاب فی بیان الاسباب 434:1] اس کی اسانید میں یا تو محمد بن حمید رازی جیسے جھوٹے ہیں اور یا مجاہیل پر مشتمل ہیں۔ جیسے صلت بن حکیم جو مجہول ہے اور محدثین نے اسی روایت کو بطور مثال ذکر کیا ہے [لسان المیزان 327:4، ترجمہ:3936]

50 ابن فارس [وفات:395ھ] لکھتے ہیں: [سَأَلَ] السين والهمزة واللام كلمة واحدة. يُقَالُ **سَأَلَ يَسْأَلُ سُؤَالًا وَمَسْأَلَةً** [معجم مقاییس اللغۃ 124:3]

51 ابن تیمیہ لکھتے ہیں: دعاء العبادة ودعاء المسألة؛ فإن الدعاء في القرآن يراد به هذا تارة وهذا تارة ويراد به مجموعهما [مجموع الفتاوی، آداب الدعاء وانواعہ، 10:15]

52 ابن جریر لکھتے ہیں: فإن قال لنا قائل: وما معنى هذا القول من الله تعالى ذكره؟ فأنت ترى كثيرا من البشر يدعون الله فلا يجاب لهم دعاء، وقد قال:" أُجِيبُ دَعۡوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ؟ انہوں نے دو جوابات دیئے ہیں:

1. معناه: أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ **إن شئت**. فيكون ذلك، وإن كان عاما مخرجه في التلاوة، خاصا معناه

2. **دوسرا جواب کہ دعا بمعنی عبادت اور اطاعت ہے۔** وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ **ممن أطاعني وعمل بما أمرته به،** أجيبه **بالثواب على طاعته إياي إذا أطاعني۔ اور اس معنی کی تائید میں ابن جریر نے** "إن الدعاء هو العبادة" **کی روایت اور** "وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى " **کی آیت** [سورۃ غافر60:40] **بھی ذکر کی ہے۔**

ابن عادل نے بھی اعتراض ذکر کیا ہے اور جوابات دیئے ہیں:

فإن قيل: .. إنا نرى الداعي يبالغ في الدعوات والتضرع، فلا يجاب.فالجواب من وجوه:

أحدها: أن هذه الآيات، **وإن كانت مطلقة إلا أنه وردت في آية أخرى مقيدة،** وهو قوله تعالى: {بل إياه تدعون فيكشف ما تدعون إليه إن شآء} [الأنعام: 41] والمطلق يحمل على المقيد [**اللباب فی علوم الکتاب**299:3]

53 **امام رازی لکھتے ہیں:** أنكم كنتم تنقصون أنفسكم [**التفسیر الکبیر**268:5]

54 **ابن فارس:** [رَفَثَ] الرَّاءُ وَالْفَاءُ وَالثَّاءُ أَصْلٌ وَاحِدٌ، وَهُوَ كُلُّ كَلَامٍ يُسْتَحْيَا مِنْ إِظْهَارِهِ «**ہر اس کلام کو کہتے ہیں جس کے اظہار سے حیاء کی جائے**» [**معجم مقاییس اللغۃ**421:2]

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ آیت میں رفث کو إِلَىٰ **کے ساتھ متعدی کیا گیا ہے جو افضاء کے معنی میں ہے:** عدَّاه بإِلى لأَنه فِي مَعْنَى الإِفْضاءِ [**لسان العرب**154:2، **فصل الراء**]

اور زمخشری لکھتے ہیں: الرفث بالفرج: الجماع، وباللسان: المواعدة للجماع، وبالعين الغمز للجماع [**اساس البلاغۃ**367:1]

55 **شانِ نزول** :**امام بخاری روایت کرتے ہیں:** عن البراء رضي الله عنه، قال: "كان أصحاب محمد ﷺ إذا كان الرجل صائما، فحضر الإفطار، فنام قبل أن يفطر لم يأكل ليلته ولا يومه حتى يمسي، وإن قيس بن صرمة الأنصاري كان صائما، فلما حضر الإفطار أتى امرأته، فقال لها: أعندك طعام؟ قالت: لا ولكن أنطلق فأطلب لك، وكان يومه يعمل، فغلبته عيناه، فجاءته امرأته، فلما رأته قالت: خيبة لك، فلما انتصف النهار غشي عليه، فذكر ذلك للنبي ﷺ فنزلت هذه الآية: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ ٱلصِّيَامِ ٱلرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ففرحوا بها فرحا شديدا، ونزلت: وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلْخَيْطُ ٱلْأَبْيَضُ مِنَ ٱلْخَيْطِ ٱلْأَسْوَدِ [**صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث:**1915]

مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم آغاز اسلام میں تھا بعد میں قرآن مجید کی اس آیت کے ذریعے منسوخ ہوا۔ اور یہ نسخ السنة بالقرآن کے قبیل سے ہے۔

56 **جامع ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء فی زکوۃ الذہب والورق، حدیث:**620

57 **ابن جزی لکھتے ہیں:** والخيط هنا استعارة:يراد بالخيط الأبيض بياض الفجر، وبالخيط الأسود: سواد الليل [التسهيل لعلوم التنزيل 111:1]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: من الفجر...وبذلك خرجا عن الاستعارة إلى التمثيل [**انوار التنزیل واسرار التاویل**126:1]

تمثیل کی تعریف: امام جرجانی [وفات:816ھ] **لکھتے ہیں:** التمثيل: إثبات حكم واحدٍ في جزأين لثبوته في جزئي آخر، لمعنىً مشترك بينهما، **والفقهاء يسمونه قياسًا**، والجزئي الأول فرعًا والثاني أصلًا، والمشترك علةً وجامعًا [**التعریفات:**66]

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: عن عدي، قال: أخذ عدي عقالا أبيض، وعقالا أسود حتى كان بعض الليل نظر فلم يستبينا، فلما أصبح قال يا رسول الله: جعلت تحت وسادي عقالين، قال: «إن وسادك إذا لعريض أن كان الخيط الأبيض، والأسود تحت وسادتك» **اور دوسری روایت میں الفاظ ہیں** «إنك لعريض القفا» [**صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:**4509،4510]

58 **ابن قتیبہ کے نزدیک** أَمْوَٰلَكُم **سے مراد** أموال إخوانكم **ہے۔**[**تاویل مشکل القرآن:**98]

بِٱلْبَٰطِلِ **امام بغوی کہتے ہیں:** والأكل بالباطل أنواع: قد يكون بطريق الغصب والنهب، وقد يكون بطريق اللهو كالقمار وأجرة المغني ونحوهما، وقد يكون بطريق الرشوة والخيانة «**باطل طریق پر کھانے کی کئی قسمیں ہیں:** [1] **مال کو غصب اور چھینا جھپٹی کے ساتھ** [2] **کھیل تماشے کے ذریعے مثلاً جوا بازی یا گویے کا گانے پر اجرت لینا وغیرہ** [3] **اور کبھی بطریق رشوت اور خیانت کے کھایا جاتا ہے**»[**معالم التنزیل**233:1]

جرجانی نے رشوت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: الرشوة: ما يُعْطَى لإبطال حق أو لإحقاق باطل «**ہر وہ چیز جو حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دینے کے لئے دی جائے، رشوت کہلاتی ہے**»[**التعریفات:**111]

59 شاہ ولی اللہؒ نے سیاست مدینہ کی تفصیل میں ان اسباب سے بھی بحث کی ہے جو کسی ملک اور شہر کے لئے ضرر رساں ہوں: وَمِنْه معاملات ضارة بِالْمَدِينَةِ كالقمار والربا أضعافاً مضاعفة والرشوة وتطفيف الْكَيْل وَالْوَزْن والتدليس فِي السّلع وتلقي الجلب والاحتكار والنجش «اور بعض ان میں سے وہ اسباب ہیں جو ملک کو نقصان پہنچانے والے معاملات ہیں جیسے جوا، چند در چند سود، رشوت ستانی، ناپ تول میں کمی کرنا، مال تجارت کے عیب کو چھپانا، تجارتی قافلوں سے ملاقات (نرخ بڑھانے کے لئے)، ذخیرہ اندوزی اور گاہک کو پھنسانے کے لئے نرخ بڑھانا» [حجۃ اللہ البالغہ:92، باب سیاسۃ المدینۃ]

60 امام بغوی کہتے ہیں: وأصل الإدلاء إرسال الدلو، وإلقاؤه في البئر « إدلاء کا اصل معنی کنویں میں ڈول لٹکانے کے ہیں» [معالم التنزیل 234:1]

61 ابن جزي لکھتے ہیں: بِٱلۡإِثۡمِ الباء سببية أو للمصاحبة، والإثم على القول الأوّل في تدلوا: إقامة الحجة الباطلة كشهادة الزور، والأيمان الكاذبة، وعلى القول الثاني: الرشوة «باء سبب کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور مصاحبت کے لئے بھی۔ اور اثم سے ایک قول کے مطابق جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم مراد ہے اور دوسرے قول کے مطابق رشوت مراد ہے» [التسهيل لعلوم التنزيل 112:1]

62 شیخ القرآن محمد طاہر حرام چیزوں کے نام تبدیل کرنے کے حوالے سے لکھتے ہیں: فاستحلوا الرشوة باسم الهدية والقتل بالرهبة والزنا بالنكاح والربا بالبيع والمغنّى بالحادى والمطرب بالقَوّال والمداهن فى سبيل الله بالمصلح والخداعة بالسياسة والكتمان بالمصلحة والشرك بالله بالتقرب إليه والعبادة للشيوخ بالتعظيم لهم والجحد بصفات الله بالتنزيه وإثبات الصفات له تعالى بالتجسيم والبدعة بالسنة . فبدلوا دين الله وشرائعه وحرفوا كلام الله عن مواضعه [ضیاء النور:159]

63 قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: وخصوصا الحج فإن الوقت مراعي فيه أداء وقضاء [انوار التنزیل واسرار التاویل 127:1]

ابو بکر جصاص لکھتے ہیں: إن سؤالهم وقع عن وجه الحكمة في زيادة الأهلة ونقصانها، فأجابهم: إنها مقادير لما يحتاج إليه الناس في صومهم وحجهم وعدد نسائهم ومحل الديون وغير ذلك من الأمور، فكانت هذه منافع عامة لجميعهم وبها عرفوا الشهور والسنين [احکام القرآن 308:1]

امام زرکشی "قرآن مجید میں مذکور سوالات اور جوابات" کے حوالے سے لکھتے ہیں: الأصل في الجواب أن يكون مطابقا للسؤال إذا كان السؤال متوجها وقد يعدل في الجواب عما يقتضيه السؤال تنبيها على أنه كان من حق السؤال أن يكون كذلك ويسميه السكاكي الأسلوب الحكيم ... يَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡأَهِلَّةِۖ قُلۡ هِيَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَٱلۡحَجِّۗ فعدل عن الجواب لما قالوا ما بال الهلال يبدو رقيقا مثل الخيط ثم يتزايد قليلا قليلا حتى يمتلئ ويستوي ثم لا يزال ينقص حتى يعود كما بدأ فأجيبوا بما أجيبوا به لينتهوا على أن الأهم ما تركوا السؤال عنه [البرہان فی علوم القرآن 4:42-43]

64 **شان نزول**

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «نزلت هذه الآية فينا، كانت الأنصار إذا حجوا فجاءوا، لم يدخلوا من قبل أبواب بيوتهم، ولكن من ظهورها، فجاء رجل من الأنصار، فدخل من قبل بابه، فكأنه عير بذلك، فنزلت»: وَلَيۡسَ ٱلۡبِرُّ بِأَن تَأۡتُواْ ٱلۡبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰۗ وَأۡتُواْ ٱلۡبُيُوتَ مِنۡ أَبۡوَٰبِهَاۚ

[صحیح بخاری، ابواب العمرۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: وَأۡتُواْ ٱلۡبُيُوتَ مِنۡ أَبۡوَٰبِهَا، حدیث:1803]

65 آیت:177 میں مختلف توجیہات گزر چکی ہیں۔

66 امام آلوسی لکھتے ہیں: والجامع بينهما أن الأول قول لا ينبغي، والثاني فعل لا ينبغي [روح المعانی 470:1] امام زرکشی لکھتے ہیں: أي رابط بين أحكام الأهلة وبين حكم إتيان البيوت اور اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں [البرہان فی علوم القرآن، النوع الثانی، معرفۃ المناسبات بین الآیات، 40:1]

67 ضیاء النور، شیخ القرآن محمد طاہر، 40-41۔ شیخ القرآن نے اسی صفحہ پر مزید چند رسومات کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: رسم میں باپ دادا اور مشائخ کی تقلید اور ہم عصروں کے ساتھ موافقت مقصود ہوتی ہے قطع نظر اس سے کہ اس سے کسی فائدے کا حصول اور ضرر کو دفع کرنا ہو۔ نکاح اور ختنہ میں کئے جانے والے امور کا التزام، مشائخ، علماء اور پیروں اور ان کی اولاد کا تجارت اور کسب سے اجتناب، مجاہدین کی ظاہری ہیئت یہ تمام رسم کے باب سے ہیں جو بالآخر بدعت حکمی میں داخل ہو جاتے ہیں۔

شیخ القرآن "اجماع اور رواج" کے مابین فرق بیان کرتے ہیں:

والرواج ما أحدث من الأفعال والأقوال بين الناس من عاداتهم وتلقوها عادة بينهم حتى صارت طريقة مستمرة قرنا بعد قرن فى جيل بعد جيل ثم التزموا بها حتى يطعن على من خالفها ويلاومون عليه فصارت بذلك بدعة حكمية ولا يستبعد أن يسمى ذلك رسماً عند البعض [ضیاء النور:43]

68 جملہ تعلیلیہ ہے [اعراب القرآن الکریم وبیانہ، محی الدین درویش، 280:1]

69 **ربط:** أنه تعالى أمر بالاستقامة في الآية المتقدمة بالتقوى في طريق معرفة الله تعالى ..... في هذه الآية بأشد أقسام التقوى وأشقها على النفس، وهو قتل أعداء الله

[التفسیر الکبیر5:287]

70 ہاتھ سے لڑائی عبارۃ النص سے اور زبان سے لڑائی اشارۃ النص سے ثابت ہے۔

71 ابن جریر لکھتے ہیں: عن ابن عباس: وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓاْ يقول: لا تقتلوا النساء ولا الصبيان ولا الشيخ الكبير ولا من ألقى إليكم السلم وكف يده، فإن فعلتم هذا فقد اعتديتم .

كتب عمر بن عبد العزيز إلى عدي بن أرطاة:"إني وجدت آية في كتاب الله: وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓاْ أي: لا تقاتل من لا يقاتلك، يعني: النساء والصبيان والرهبان .[جامع البیان3:563،نص:3094-3095]

لیکن اگر یہی عورتیں، بچے اور راہب میدان جنگ میں لڑ رہے ہوں تو پھر انہیں قتل کرنا وَلَا تَعْتَدُوٓاْ کے حکم میں شامل نہیں ہو گا۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: النساء إن قاتلن قتلن .. فإن قاتل الصبي قتل [الجامع لاحکام القرآن2:348] ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ومن قاتل من هؤلاء أو النساء أو المشايخ أو الرهبان في المعركة قتل لا نعلم فيه خلافا وبهذا قال الأوزاعي والثوري والليث والشافعي وأبو ثور وأصحاب الرأي [المغنی9:313]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: وأما من لم يكن من أهل الممانعة والمقاتلة كالنساء والصبيان والراهب والشيخ الكبير والأعمى والزمن ونحوهم فلا يقتل عند جمهور العلماء؛ إلا أن يقاتل بقوله أو فعله [مجموع الفتاوی28:354]

72 امام کاسانی لکھتے ہیں: وأما حكم الأمان فهو ثبوت الأمن للكفرة ... فيحرم على المسلمين قتل رجالهم وسبي نسائهم وذراريهم واستغنام أموالهم [بدائع الصنائع7:107]

73 فتنہ بمعنی شرک عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، قتادۃ سے منقول ہے [تفسیر عبد الرزاق1:314، جامع البیان3:570-571]

74 یہ موضوع فقہاء کے مابین زیر بحث ہے کہ "علۃ القتال" کفر ہے یا کافروں کا مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار ہونا، جس کو "حرابہ" کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک "حرابہ" جبکہ شوافع کے نزدیک "کفر" ہے۔ مثلاً صاحب ہدایہ امام مرغینانی لکھتے ہیں: [ولا يقتلوا امرأة ولا صبيا ولا شيخا فانيا ولا مقعدا ولا أعمى] لأن المبيح للقتل عندنا هو الحراب ولا يتحقق منهم، ولهذا لا يقتل يابس الشق والمقطوع اليمنى والمقطوع يده ورجله من خلاف. والشافعي ؒعليه يخالفنا في الشيخ الفاني والمقعد والأعمى لأن المبيح عنده الكفر والحجة عليه ما بينا [الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب السیر، باب کیفیۃ القتال،2:380]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: فأبو حنيفة رأى أن الكفر مطلقا إنما يقاتل صاحبه لمحاربته فمن لا حراب فيه لا يقاتل ولهذا يأخذ الجزية من غير أهل الكتاب العرب وإن كانوا وثنيين. وقد وافقه على ذلك مالك وأحمد في أحد قوليه ومع هذا يجوز القتل تعزيرا وسياسة في مواضع. وأما الشافعي فعنده نفس الكفر هو المبيح للدم إلا أن النساء والصبيان تركوا لكونهم مالا للمسلمين فيقتل المرتد لوجود الكفر وامتناع سببها عنده من الكفر بلا منفعة. وأما أحمد فالمبيح عنده أنواع أما الكافر الأصلي فالمبيح عنده هو وجود الضرر منه أو عدم النفع فيه أما الأول فالمحاربة بيد أو لسان فلا يقتل من لا محاربة فيه بحال من النساء والصبيان؛ والرهبان والعميان؛ والزمنى ونحوهم كما هو مذهب الجمهور [مجموع الفتاوی20:101-102]

75 فإن انتهوا عن القتال والكفر [معالم التنزیل1:238] فإن انتهوا عن شركهم وقتالكم [زاد المسیر فی علم التفسیر1:155]

76 حتى لا تكون فتنة أي حتى لا يفتن مؤمن عن دينه [جامع البیان13:539، سورۃ الانفال:39] والفتنة هنا:الشرك وما تابعه من أذى المؤمنين، قاله ابن عباس وقتادة والربيع والسدي [المحرر الوجیز1:263]

77 فراء [وفات:207ھ] لکھتے ہیں: فالعدوان من المشركين في اللفظ ظلم في المعنى والعدوان الذي أباحه الله وأمر به المسلمين إنما هو قصاص فلا يكون القصاص ظلما وإن كان لفظه واحدا [معانی القرآن1:117، ابن جریر3:573] فَٱعْتَدُواْ عَلَيْهِ أي فَجَاوِزُوهُ سمي اعتداء مشاكلة [نظم الدرر3:117]

78 امام بخاری ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں: السنة اثنا عشر شهرا، منها أربعة حرم، ثلاثة متواليات: ذو القعدة وذو الحجة والمحرم، ورجب مضر، الذي بين جمادى وشعبان [صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، حدیث:3197]

79 وقيل تقديره: ولا تلقوا أنفسكم بأيديكم [الکشاف1:237]

80 یہ عبارت شرح سیر کبیر میں نہیں ملی البتہ سنن ابو داؤد کی روایت میں ہے: عن حيوة بن شريح وابن لهيعة، عن يزيد بن أبي حبيب عن أسلم أبي عمران، قال: غزونا من المدينة، نريد القسطنطينية، وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن الوليد، والروم ملصقو ظهورهم بحائط المدينة، فحمل رجل على العدو، فقال الناس: مه، مه، لا إله إلا الله،

يلقي بيديه إلى التهلكة، فقال أبو أيوب: إنما نزلت هذه الآية فينا معشر الأنصار لما نصر الله نبيه ﷺ وأظهر الإسلام، قلنا: هلم نقيم في أموالنا ونصلحها، فأنزل الله عز وجل: وَأَنفِقُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا تُلۡقُواْ بِأَيۡدِيكُمۡ إِلَى ٱلتَّهۡلُكَةِ [البقرة: 195] **فالإلقاء بالأيدي إلى التهلكة: أن نقيم في أموالنا ونصلحها وندع الجهاد،** قال أبو عمران: فلم يزل أبو أيوب يجاهد في سبيل الله حتى دفن بالقسطنطينية [سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، حدیث:2512]اور یہ حدیث حیوۃ بن شریح کی سند سے صحیح ہے۔

«اسلم ابوعمران سے روایت ہے کہ ہم مدینہ سے بغرض جہاد نکلے ہمارا ارادہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کا تھا لشکر کے امیر عبد الرحمن بن خالد بن ولید تھے (جب ہم قسطنطنیہ پہنچے تو) رومی اپنے شہر قسطنطنیہ کی دیوار سے پشت لگائے کھڑے تھے (یعنی مقابلہ کے لئے پوری طرح تیار تھے) ہم میں سے ایک شخص نے تن تنہا دشمن پر حملہ کرنا چاہا۔ لوگوں نے کہا ارے یہ کیا کرتا ہے؟ لا إله إلا الله یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے یہ سن کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا یہ آیت تو ہم انصار کی شان میں نازل ہوئی تھی (قصہ یہ ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی مدد فرمائی اور اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا تو ہم نے اپنے دلوں میں سوچا کہ (اب چونکہ مقصد پورا ہو چکا ہے اس لئے اب جہاد کی کیا ضرورت ہے) اب تو ہمیں اپنے اموال (اونٹوں اور باغوں) میں رہنا چاہئے اور ان کی درستگی کرنی چاہئے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم اپنے اموال میں مگن رہیں اور ان کی درستگی میں لگے رہیں اور جہاد چھوڑ دیں (یعنی جہاد کرنا ہلاکت نہیں بلکہ ترک جہاد ہلاکت ہے) ابو عمران کہتے ہیں کہ ابو ایوب انصاری ساری زندگی اللہ کے راستہ میں جہاد ہی کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے»

امام بغوی لکھتے ہیں: والتهلكة : **الإقامة في الأهل والمال وترك الجهاد** فما زال أبو أيوب يجاهد في سبيل الله حتى كان آخر غزوة غزاها بقسطنطينية في زمن معاوية، فتوفي هناك ودفن في أصل سور القسطنطينية [معالم التنزیل 240:1]

81 **خود اللہ کے رسول ﷺ نے حج کو وہ جہاد قرار دیا ہے جس میں قتال نہیں ہے:** عن عائشة قالت: قلت: يا رسول الله ﷺ، هل على النساء من جهاد؟ قال: نعم، عليهن جهاد لا قتال فيه: الحج والعمرة [مسند احمد 198:42، حدیث:25322] إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين

82 **ابو البقاء لکھتے ہیں:** فَمَا ٱسۡتَيۡسَرَ : مَا في موضع رفع بالابتداء، والخبر محذوف ; أي فعليكم. ويجوز أن تكون خبرا والمبتدأ محذوف ; أي فالواجب ما استيسر، ويجوز أن تكون: مَا في موضع نصب تقديره: فَأَهْدُوا ، أو فَأَدُّوا ، واستيسر بمعنى تَيَسَّرَ ، والسين ليست للاستدعاء هنا [التبیان فی اعراب القرآن 159:1]

83 من الهدى: من بعير أو بقرة أو شاة [مدارک التنزیل 168:1]

84 **ابن قتیبہ لکھتے ہیں:** فحلق محذوف ہے [غریب القرآن:78]

85 في المشار إليه بذلك قولان: أحدهما: أنه التمتع بالعمرة إلى الحج. والثاني: أنه الجزاء بالنسك والصيام [زاد المسیر فی علم التفسیر 163:1]

86 آج کے دور میں روکنے کی متعدد صورتیں ممکن ہیں۔ دو ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات منقطع ہونا اور حجاج پر پابندی لگانا، ائیر پورٹ پر روک دیا جانا، پاسپورٹ یا دیگر ضروری دستاویزات میں کوئی مسئلہ پیش آنا۔

87 **امام بخاری روایت کرتے ہیں:** عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: «اللهم ارحم المحلقين» قالوا: والمقصرين يا رسول الله، قال: «اللهم ارحم المحلقين» قالوا: والمقصرين يا رسول الله ... وقال في الرابعة: «والمقصرين» [صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال، حدیث:1727] تین مرتبہ سر منڈانے والوں پر رحم کی دعا کرنا اور بال چھوٹے کروانے والوں کو چوتھی مرتبہ میں ذکر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ عربوں میں بال منڈانے کو عار سمجھا جاتا تھا اور یہ ایک بری رسم بن چکی تھی۔ تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لئے تین مرتبہ رحم کی دعا کی جو اس رسم کو توڑ ڈالیں۔

قصر کی مقدار

امام کاسانی لکھتے ہیں: وأما مقدار الواجب، فأما الحلق فالأفضل حلق جميع الرأس لقوله عز وجل {محلقين رءوسكم} [الفتح: 27] ، والرأس اسم للجميع ... **وأما التقصير فالتقدير فيه بالأنملة** لما روينا من حديث عمر – رضي الله عنه – لكن أصحابنا قالوا: **يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة؛** لأن الواجب هذا القدر من أطراف جميع الشعر، وأطراف جميع الشعر لا يتساوى طولها عادة بل تتفاوت فلو قصر قدر الأنملة لا يصير مستوفيا قدر الأنملة من جميع الشعر بل من بعضه فوجب أن يزيد عليه حتى يستيقن باستيفاء قدر الواجب فيخرج عن العهدة بيقين [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الحج، فصل الحج اور التقصیر، 141:2]

88 **ابن جریر لکھتے ہیں:** ٱلۡهَدۡيُ عندي إنما سُمِّيَ هَدْيًا لأنه تَقَرَّبَ به إلى الله جل وعز مُهْدِيهِ بِمَنْزِلَةِ الْهَدِيَّةِ يُهْدِيهَا الرَّجُلُ إلى غيره مُتَقَرِّبًا بها إليه [جامع البیان 35:3]

89 **ابن قتیبہ لکھتے ہیں:** مَحِلَّهُۥ هو من حَلَّ يَحِلُّ والْمَحِلُّ: الْمَوْضِعُ الذي يَحِلُّ بِهِ نَحْرُهُ «اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر جانور کی قربانی حلال ہو (یعنی حدود حرم)» [غریب القرآن:78]

امام نسفی لکھتے ہیں: محله أي مكانه الذي يجب نحره فيه وهو الحرم وهو حجة لنا في أن دم الإحصار لا يذبح إلا في الحرم [مدارک التنزیل 168:1]

90 **امام بخاری روایت کرتے ہیں:** عن كعب بن عجرة رضي الله عنه، عن رسول الله ﷺ أنه قال: «لعلك آذاك هوامك»، قال: نعم يا رسول الله، فقال رسول الله ﷺ: «احلق رأسك، **وصم ثلاثة أيام، أو أطعم ستة مساكين، أو انسك بشاة** [**صحیح بخاری، ابواب المحصر، باب قول اللہ: فمن کان منکم مریضا، حدیث:**1814] **امام نسفی لکھتے ہیں:** {أو صدقة} على ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع من بر [**مدارک التنزیل** 168:1] **ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:** ولا خلاف أنه مخير بين هذه الأشياء الثلاثة يبتدئ بأيها شاء [**احکام القرآن** 341:1]

91 **حج افراد:** هو أن يحرم بالحجّ وحده في أشهر الحجّ

حج تمتع: هو أن يحرم بالعمرة في أشهر الحجّ، ثم يتحلل منها، ثم يحرم بالحجّ في اليوم الثامن من نفس العام دون أن يرجع إلى بلده

حج قران: هو أن يحرم بالحجّ والعمرة معًا، فيبقى على إحرامه إلى أن يفرغ من أعمال العمرة والحجّ [**بدائع الصنائع**،167:2، الموسوعة الفقهية الكويتية 2:141-140]

حج قران اور حج تمتع کا ذکر حدیث میں

عن عائشة رضي الله عنها، زوج النبي ﷺ، قالت: خرجنا مع النبي ﷺ في حجة الوداع فأهللنا بعمرة، ثم قال النبي ﷺ: «من كان معه هدي فليهل بالحج مع العمرة، ثم لا يحل حتى يحل منهما جميعا» ...قالت: فطاف الذين كانوا أهلوا بالعمرة بالبيت، وبين الصفا والمروة، ثم حلوا، ثم طافوا طوافا آخر بعد أن رجعوا من منى، وأما الذين جمعوا الحج والعمرة، فإنما طافوا طوافا واحدا [**صحیح بخاری، کتاب الحج، حدیث:**1556]

92 **فراء اور ابو البقاء:** وفي الكلام حذف تقديره: أشهر الحج أشهر، أو وقت الحج أشهر [**معانی القرآن** 119:1، **التبیان فی اعراب القرآن** 161:1]

93 **ابن مسکویہ** [وفات:421ھ] **لکھتے ہیں:** وقد تبين للناظر في أمر هذه النفس وقواها أنها تنقسم إلى ثلاثة ... فالقوة الناطقة هي التي تسمى الملكية وآلتها التي تستعملها من البدن "الدماغ" . والقوة الشهوية التي تسمى بالبهيمية وآلتها التي تستعملها من البدن "الكبد" . والقوة الغضبية هي التي تسمى السبعية وآلتها التي تستعملها من البدن القلب [**تہذیب الاخلاق و تطہیر الاعراق**:23-24]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: قوى الإنسان ثلاث: قوة العقل وقوة الغضب وقوة الشهوة. فأعلاها القوة العقلية – التي يختص بها الإنسان دون سائر الدواب وتشركه فيها الملائكة ... وخلق للبهائم شهوة بلا عقل وخلق للإنسان عقل وشهوة فمن غلب عقله شهوته فهو خير من الملائكة ومن غلبت شهوته عقله فالبهائم خير منه [**مجموع الفتاوی** 428:15-429، **بیان قوی الانسان**]

انسان میں موجود قوتوں پر خوبصورت گفتگو صاحب المفردات امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب "الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ" میں کی ہے۔ جس میں انہوں نے مستقل فصول قائم کئے ہیں:
الفصل الثالث فيما يتعلق بالقوة الشهوية – الفصل الرابع فيما يتعلق بالقوى الغضبية .

94 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الزَّادُ: المدّخر الزّائد على ما يحتاج إليه في الوقت، والتَّزَوُّدُ: أخذ الزّاد [**المفردات فی غریب القرآن**:386، مادة : زاد]

شان نزول

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال : كان أهل اليمن يحجون ولا يتزودون، ويقولون: نحن المتوكلون، فإذا قدموا مكة سألوا الناس، فأنزل الله تعالى: وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقْوَىٰ [**صحیح بخاری، کتاب الحج، حدیث:**1523]

امام قرطبی لکھتے ہیں: وقد لبس إبليس على قوم يدعون التوكل، فخرجوا بلا زاد وظنوا أن هذا هو التوكل وهم على غاية الخطأ. قال رجل لأحمد بن حنبل: أريد أن أخرج إلى مكة على التوكل بغير زاد، فقال له أحمد: اخرج في غير القافلة. فقال لا، إلا معهم. قال: فعلى جرب الناس توكلت [**الجامع لاحکام القرآن** 411:2]

امام بغوی لکھتے ہیں: فَإِنَّ خَيْرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقْوَىٰ مِنَ السُّؤَالِ وَالنَّهْبِ «**بہترین زاد راہ سوال اور چھینا جھپٹی سے بچنا ہے**»[**معالم التنزیل** 253:1]

95 أَفَضْتُم أي رجعتم من حيث جئتم «**واپس ہو جاؤ اس جگہ سے جہاں تم آئے تھے**»[**مجاز القرآن، ابو عبیدۃ**،71:1] أَفَضْتُم أي دفعتم بكثرة «**تم ایک دوسرے کو ازدحام کی وجہ سے ٹھیلے دیتے ہو**»[**معانی القرآن و اعرابہ للزجاج**،272:1]

96 **شان نزول**

قال: ابن عباس رضي الله عنهما: كان ذو المجاز، وعكاظ متجر الناس في الجاهلية، فلما جاء الإسلام كأنهم كرهوا ذلك، حتى نزلت: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُواْ فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ في مواسم الحج [**صحیح بخاری، کتاب الحج، باب التجارۃ ایام الموسم، حدیث:**1770]

97 فَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ بالدعاء والتلبية [**تفسیر ثعلبی** 562:2، **التفسیر البسیط** 49:4]

امام نووی اس آیت کوذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: فيستحب الإكثار من الدعاء في المزدلفة في ليلته ومن الأذكار والتلبية وقراءة القرآن، فإنها ليلة عظيمة [**الاذکار**:200]

ابن قدامہ لکھتے ہیں: وللمزدلفة ثلاثة أسماء: مُزْدَلِفَةٌ و جَمْعٌ و المشعر الحرام وحدها من مأزمی عرفة الى قرن محسر ... **المبيت بمزدلفة واجب ومن تركه فعليه دم** –هذا قول الشافعي و أصحاب الرأي– وقال النخعي والشعبي: من فاته الجمع فاته الحج [**المغنی**3:376]

98 **امام بخاری عروۃ سے روایت کرتے ہیں:** كان الناس يطوفون في الجاهلية عراة إلا الحمس، والحمس قريش وما ولدت، وكانت الحمس يحتسبون على الناس، يعطي الرجل الرجل الثياب يطوف فيها، وتعطي المرأة المرأة الثياب تطوف فيها، فمن لم يعطه الحمس طاف بالبيت عريانا، **وكان يفيض جماعة الناس من عرفات، ويفيض الحمس من جمع**»، قال: وأخبرني أبي، عن عائشة رضي الله عنها " أن هذه الآية نزلت في الحمس: ثُمَّ أَفِيضُواْ مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ ٱلنَّاسُ قال: كانوا يفيضون من جمع، فدفعوا إلى عرفات [**صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفۃ، حدیث**:1665، **صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی الوقوف، حدیث**:1219]

99 **ابن رجب حنبلی** [وفات:795ھ] **لکھتے ہیں:** والإستغفار ختام الأعمال الصالحة كلها فيختم به الصلاة والحج وقيام الليل ويختم به المجالس فإن كانت ذكرا كان كالطابع عليها وإن كانت لغوا كان كفارة لها [**لطائف المعارف**:214]

100 **ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں:** عن ابن عباس، قال: كان أهل الجاهلية يقفون في المواسم، فيقول الرجل منهم: كان أبي يطعم ويحمل الحمالات ويحمل الديات، ليس لهم ذكر غير فعال آبائهم، فأنزل الله تعالى على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم فاذكروا الله كذكركم آباءكم يعني: ذكر آبائهم في الجاهلية، أو أشد ذكرا. وروي عن أنس بن مالك وأبي وائل وعطاء بن أبي رباح في أحد قوليه وسعيد بن جبير وعكرمة في إحدى رواياته ومجاهد والسدي وعطاء الخراساني والربيع بن أنس والحسن وقتادة ومحمد بن كعب ومقاتل بن حيان، نحو ذلك [**تفسیر ابن ابی حاتم**2:356، **روایت**:1870، **جامع البیان**4:196]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں: عن قتادة , في قوله تعالى: كَذِكۡرِكُمۡ ءَابَآءَكُمۡ قال: «كانوا إذا قضوا مناسكهم اجتمعوا , فافتخروا , وذكروا آباءهم , وأيامها , فأمروا أن يجعلوا مكان ذلك ذكر الله , فيذكرونه كذكرهم آباءهم , أو أشد ذكرا»[**تفسیر عبد الرزاق**1:327، **روایت**:233]

ابو البقاء لکھتے ہیں: أَوۡ أَشَدَّ ذِكۡرٗا وعندي أن الكلام محمول على المعنى والتقدير: أو **كونوا أشد ذكرا لله منكم لآبائكم** [**التبیان فی اعراب القرآن**1:164]

امام رازی نے ایک معنی یہ کیا ہے: فَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَذِكۡرِكُمۡ ءَابَآءَكُمۡ أَوۡ أَشَدَّ ذِكۡرٗا : المعنى **اذكروا الله بالوحدانية كذكركم آبائكم بالوحدانية** فإن الواحد منهم لو نسب إلى والدين لتأذى واستنكف منه ثم كان يثبت لنفسه آلهة فقيل لهم: اذكروا الله بالوحدانية كذكركم آبائكم بالوحدانية، **بل المبالغة في التوحيد هاهنا أولى من هناك**، وهذا هو المراد بقوله: أَوۡ أَشَدَّ ذِكۡرٗا [**التفسیر الکبیر**5:334]

101 **ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں:** وليست كما ذكر منفصلة، بل هي متصلة بما قبلها، **لأن ما قبلها هو في الحج، وأن انقسام الفريقين هو في الحج**، فمنهم من كان يسأل الله الدنيا فقط، ومنهم من يسأل الدنيا والآخرة [**البحر المحیط فی التفسیر**2:312]

شیخ القرآن لکھتے ہیں: وأن الناس بعد كل فعل على قسمين : شقي وسعيد [**سمط الدرر فی ربط الآیات والسور**:39]

102 **سورۃ البقرۃ آیت:40 کے تحت اس قاعدہ کی تفصیل دیکھیں۔**

103 **ان دو الفاظ کی تفسیر میں بہت سارے اقوال ذکر کئے گئے ہیں، لیکن حافظ ابن کثیر نے ان تمام اقوال کا خلاصہ ذکر کیا ہے:** فجمعت هذه الدعوة كل خير في الدنيا وصرفت كل شر، **فإن الحسنة في الدنيا تشمل كل مطلوب دنيوي** من عافية، ودار رحبة، وزوجة حسنة، ورزق واسع، وعلم نافع، وعمل صالح، ومركب هنيء، وثناء جميل إلى غير ذلك مما اشتملت عليه عبارات المفسرين، **ولا منافاة بينها**، فإنها كلها مندرجة في الحسنة في الدنيا، وأما الحسنة في الآخرة، فأعلى ذلك دخول الجنة وتوابعه من الأمن من الفزع الأكبر في العرصات، وتيسير الحساب وغير ذلك من أمور الآخرة الصالحة [**تفسیر القرآن العظیم**1:416]

104 **گنتی کے دنوں میں اللہ کو یاد کرنے سے مراد کیا ہے؟ ابن جریر لکھتے ہیں:** قال أبو جعفر: يعني جل ذكره: أذكروا الله بالتوحيد والتعظيم في أيام رمي الجمار و بالتكبير أدبار الصلوات، وعند الرمي مع كل حصاة من حصى الجمار يرمي بها جمرة من الجمار [**جامع البیان**4:208، **بتصرف یسیر**]

امام ماوردی فرماتے ہیں: المراد بذكر الله تعالى في الأيام المعدودات فهو التكبير فيها عقب الصلوات المفروضات وَاخْتُلِفَ فيه على أربعة مذاهب: أحدها: أنه تكبير من بعد صلاة الصبح يوم عرفة إلى بعد صلاة العصر من آخر أيام التشريق وهذا قول علي رضي الله عنه وبه قال من الفقهاء أبو يوسف ومحمد. والثاني: أنه تكبير من صلاة الفجر من يوم عرفة إلى صلاة العصر من يوم النحر وهذا قول ابن مسعود وبه قال من الفقهاء أبو حنيفة [**النکت والعیون**1:264]

105 أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ : **امام بخاری فرماتے ہیں:** وقال ابن عباس: واذكروا الله في أيام معلومات: أيام العشر، والأيام المعدودات: أيام التشريق [**صحیح بخاری، ابواب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق**] **ایام معلومات جو سورۃ الحج:28 میں آئے ہیں اس سے مراد ذوالحجہ کے دس ہیں۔**

ابو بکر جصاص لکھتے ہیں: ولا خلاف بين أهل العلم أن المعدودات أيام التشريق وقد روي ذلك عن علي وعمر وابن عباس وابن عمر وغيرهم [**احکام القرآن 328:1**] **اسی پر امام نووی نے بھی اجماع ذکر کیا ہے** [**المجموع شرح المہذب 381:8**]

وجہ تسمیہ ایام تشریق

ابن اثیر جزری فرماتے ہیں: **أيام التشريق وهي ثلاثة أيام تلي عيد النحر**، سميت بذلك من تشريق اللحم، وهو تقديده وبسطه في الشمس لِيَجِفَّ، لأن لحوم الأضاحى كانت تُشَرَّقُ فيها بمِنًى. وقيل سميت به لأن الهدي والضحايا لا تنحر حتى تَشْرُقَ الشمسُ: أي تَطْلُعَ [**النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 464:2**، مادة : شرق]

106 **ابن جوزی نے متعدد توجیہات ذکر کی ہیں:**

1. لمن اتقى المعاصي في حجه — **قتادۃ**
2. إنما مغفرة الله لمن اتقى الله في حجه — **عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ**
3. لمن اتقى فيما بقي من عمره — **ابو العالیۃ** [**زاد المسیر فی علم التفسیر 169:1، جامع البیان طبری 220:4-221**]

107 **امام آلوسی لکھتے ہیں:** وَيُشْهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِى قَلْبِهِۦ من المعارف والإخلاص بزعمه [**روح المعانی 500:1**] **امام واحدی لکھتے ہیں:** وَيُشْهِدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا فِى قَلْبِهِۦ من الإيمان بزعمه [**التفسیر البسیط 75:4**]

108 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** وأصل الألدّ: الشّدِيدُ اللَّدَدُ، أي: صَفْحَةَ الْعُنُقْ «**اس شخص کی گردن کے لئے بولا جاتا ہے جس کے دونوں جانبین سخت ہوں**»[**المفردات فی غریب القرآن:739**] **یہی معنی زجاج نے بھی ذکر کئے ہیں** [**معانی القرآن واعرابہ 277:1**]

ابن حجر لکھتے ہیں: مُشْتَقٌّ مِنَ اللَّدِيدَيْنِ وَهُمَا صَفْحَتَا الْعُنُقِ وَالْمَعْنَى أَنَّهُ من أَي جَانِبٍ أَخَذَ فِي الْخُصُومَةِ قَوِيَ «**جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جس طرف سے بھی جھگڑا اور بحث مباحثہ کرے وہ قوی ہوتا ہے**» [**فتح الباری 106:5**] **اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:** وَهُوَ أَلَدُّ ٱلْخِصَامِ أَلَدُّ أَفْعَلُ تَفْضِيلٍ مِنَ اللَّدَدِ وَهُوَ مِنْ شِدَّةِ الْخُصُومَةِ ، **وَالْخِصَامُ جَمْعُ خَصْمٍ وَزْنُ كَلْبٍ وَكِلَابٍ** ، **وَالْمَعْنَى وَهُوَ أَشَدُّ الْمُخَاصِمِينَ مُخَاصَمَةً** ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَصْدَرًا تَقُولُ خَاصَمَ خِصَامًا كَقَاتَلَ قِتَالًا ، وَالتَّقْدِيرُ وَخَاصَمَهُ أَشَدُّ الْخِصَامِ مُخَاصَمَةً ، وَقِيلَ أَفْعَلُ هُنَا لَيْسَتْ بِالتَّفْضِيلِ بَلْ بِمَعْنَى الْفَاعِلِ أَيْ وَهُوَ لَدِيدُ الْخِصَامِ أَيْ شِدَّةُ الْمُخَاصَمَةِ فَيَكُونُ مِنْ إِضَافَةِ الصِّفَةِ الْمُشَبَّهَةِ [**فتح الباری 188:8**]

109 **ام المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:** قال رسول الله ﷺ: «إن أبغض الرجال إلى الله الألد الخَصِمُ» **جس کی تشریح میں امام نووی فرماتے ہیں:** هو بفتح الخاء وكسر الصاد والألد شديد الخصومة مأخوذ من لديدي الوادي وهما جانباه لأنه كلما احتج عليه بحجة أخذ في جانب آخر وأما الخَصِمُ فهو الحاذق بالخصومة **والمذموم هو الخصومة بالباطل في رفع حق او اثبات باطل** [**صحیح مسلم مع شرح النووی 219:16**]

110 تَوَلَّىٰ **کے دو معنی مفسرین ذکر کرتے ہیں:** أدبر و أعرض و خرج من عندك (**ابن عباس رضی اللہ عنہ**) صار واليا (**مجاہد**) [**تفسیر ابن ابی حاتم 366:2، نص:1924-1925**]

111 ٱتَّقِ ٱللَّهَ **امام بغوی ذکر کرتے ہیں:**

قال عبد الله بن مسعود: إن من أكبر الذنب عند الله أن يقال: للعبد اتق الله فيقول: عليك بنفسك «**اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی شخص سے کہا جائے اللہ سے ڈرو۔ اور وہ جواب میں کہے: پہلے خود ڈرو (پھر مجھے کہو)**» وروي أنه قيل لعمر بن الخطاب: اتق الله، فوضع خده على الأرض تواضعا لله عز وجل « **جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کہا جاتا اللہ سے ڈر۔ تو آپ تواضع کے طور پر اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیتے تھے** » [**معالم التنزیل 264:1**]

112 يَشْرِي **یہ اضداد میں سے ہے بیچنے اور خریدنے دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے** [**الاضداد، ابن الانباری:72**]

113 عن ابن عباس: وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ أي: قد شروا أنفسهم من الله بالجهاد في سبيله [**تفسیر ابن ابی حاتم 369:2، نص:1941**]

114 **اسلام کی لغوی** اور **اصطلاحی تعریف**

لغوی معنی: امام راغب اصفہانی نے السين واللام والميم **کے تین معانی ذکر کئے ہیں، اور تینوں قرآن مجید میں مستعمل ہیں:**

1. **کسی چیز کا ظاہری اور باطنی عیب سے پاک ہونا** — **ظاہری عیب سے پاکی کی مثال** [مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا] **باطنی عیب سے پاک ہونے کی مثال** [إِلَّا مَنْ أَتَى ٱللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ]

2. صلح اور امن وَإِن جَنَحُواْ لِلسَّلْمِ فَٱجْنَحْ لَهَا

3. انقیاد اور تسلیم ہونا وَأَلْقَوْاْ إِلَى ٱللَّهِ يَوْمَئِذٍ ٱلسَّلَمَ [المفردات فی غریب القرآن:421، مادة : سلم]

اصطلاحی معنی:

ابن ابی العزیوں تعریف کرتے ہیں: دين الإسلام هو ما شرعه الله سبحانه وتعالى لعباده على ألسنة رسله [شرح العقیدۃ الطحاویۃ:518]

ابن قیم یوں تعریف کرتے ہیں: والإسلام هو توحيد الله وعبادته وحده لا شريك له، والإيمان بالله وبرسوله واتباعه فيما جاءَ به [طریق الھجرتین وباب السعادتین:411]

دونوں تعریفیں درست ہیں لیکن پہلی تعریف میں عموم ہے اور دوسری تعریف میں خصوص ہے۔ اسلام تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ دین ہے اسی لئے قرآن مجید میں دیگر انبیاء اور ان کی امتوں کے لئے بھی مسلم اور مسلمین کے الفاظ کہے گئے ہیں۔ اس لئے یہ خیال غلط ہے کہ دین اسلام صرف چودہ سو سال پرانا دین ہے اور محمد ﷺ اس دین کے موجد ہیں۔ اسلام اس وقت سے ہے جس وقت سے آدم نے روئے زمین پر قدم رکھا۔ ہاں آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں جو یہ پیغام دنیا میں لائے ہیں۔

اسلام کی آسان تعریف حدیث جبریل میں ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں پوچھا گیا۔ اسی کا خلاصہ ابن قیم نے اپنی تعریف میں ذکر کیا ہے۔

115 **ابن جوزی لکھتے ہیں:** هل قوله: « كَآفَّةً » يرجع إلى السلم، أو إلى الداخلين فيه؟ على قولين: أحدهما: أنه راجع إلى السلم، فتقديره: **ادخلوا في جميع شرائع الإسلام**. والثاني: أنه يرجع إلى الداخلين فيه، فتقديره: **ادخلوا كُلُّكُمْ في الإسلام**. وعلى القول الثالث يحتمل قوله: « كَآفَّةً » ثلاثة أقوال: أحدها: أن يكون أمرا للمؤمنين بألسنتهم أن يؤمنوا بقلوبهم. والثاني: أن يكون أمرا للمؤمنين بالدخول في جميع شرائعه. والثالث: أن يكون أمرا لهم بالثبات عليه، كقوله تعالى: يا أيها الذين آمنوا آمنوا [زاد المسیر فی علم التفسیر 1:174]

116 **ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:** وقدروا بعد قوله: من آية بينة، محذوفا، فقدره بعضهم: **فكذبوا بها** وبعضهم: **فبدلوها** [البحر المحیط فی علم التفسیر 2:350]

117 **ابو العالیہ کہتے ہیں:** قول الله تعالى وَٱللَّهُ يَهْدِى مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ يقول: يهديهم للخروج من الشبهات والضلالات والفتن [تفسیر ابن ابی حاتم 2:378]

118 عن ابن عباس قال: كان بين نوح وآدم عشرة قرون كلهم على شريعة من الحق فاختلفوا فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ قال: وكذلك هي في قراءة عبد الله : كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فاختلفوا [جامع البیان 4:275] اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں بھی ہے [تفسیر ابن ابی حاتم 2:376، روایت:1984]

119 "عن خباب بن الأرت، قال: شكونا إلى رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وهو متوسد بردة له في ظل الكعبة، قلنا له: ألا تستنصر لنا، ألا تدعو الله لنا؟ قال: «كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الأرض، فيجعل فيه، فيجاء بالمنشار فيوضع على رأسه فيشق باثنتين، وما يصده ذلك عن دينه، ويمشط بأمشاط الحديد ما دون لحمه من عظم أو عصب، وما يصده ذلك عن دينه، والله ليتمن هذا الأمر، حتى يسير الراكب من صنعاء إلى حضرموت، لا يخاف إلا الله، أو الذئب على غنمه، ولكنكم تستعجلون»"[صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث:3612]

تدبیر منزل [1]

ایک مجاہد اسی وقت صحیح معنوں میں جہاد کر سکتا ہے جب کہ اس کے گھر کا ماحول ساز گار ہو۔ اگر اندرون خانہ فساد ہے تو یہ جہاد کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ گھر کی اصلاح یعنی تدبیر منزل کے اٹھارہ احکام آیت:215 سے آیت:242 تک ذکر کئے گئے ہیں:

1. الإنفاق (گھر کے سربراہ میں مال لگانے کی صلاحیت ہو) [سورۃ البقرۃ:215]
2. القتال (گھر کا سربراہ غیرتی ہو اور اس میں اپنے گھر اور اہل عیال سے دفاع کی صلاحیت ہو) [سورۃ البقرۃ:216]
3. القتال فی أشهر الحرم (جس سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ زیادہ فائدے کے لئے تھوڑا نقصان برداشت کیا جائے) [سورۃ البقرۃ:217]
4. النهي عن الخمر والميسر (جس سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ تھوڑے فائدے کے لئے زیادہ نقصان نہ اٹھایا جائے) [سورۃ البقرۃ:219]
5. إصلاح اليتامى (یتیموں کی خیر خواہی کریں) [سورۃ البقرۃ:220]
6. النهي عن نكاح المشركات (شرک کرنے والوں کی رشتہ داری سے اجتناب کریں) [سورۃ البقرۃ:221]
7. النهي عن الجماع فی الحيض (زوجہ سے حالت حیض میں ازدواجی تعلق سے اجتناب کریں) [سورۃ البقرۃ:222]
8. مقصد الوطی (نکاح کا مقصد نیک اولاد کی طلب ہے) [سورۃ البقرۃ:223]
9. التعظيم لله (اللہ کے نام کی تعظیم کی جائے اور اس کے نام کی بے جا قسمیں نہ کھائی جائیں) [سورۃ البقرۃ:224]
10. حكم الإيلاء (اپنی زوجہ سے عدم قربت پر قسم کھانے کا حکم) [سورۃ البقرۃ:226]
11. حكم الطلاق [سورۃ البقرۃ:215] [سورۃ البقرۃ:228-232]
12. حكم الرضاع (بچے کو دودھ پلانے کا حکم) [سورۃ البقرۃ:233]
13. حكم العدة المتوفى عنها زوجها (بیوہ کی عدت کا حکم) [سورۃ البقرۃ:234]
14. حكم الخطبة (بیوہ کو نکاح کا پیغام دینے کا طریقہ) [سورۃ البقرۃ:235]
15. حكم طلاق غير المدخول بها (غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا حکم) [سورۃ البقرۃ:236-237]
16. حكم الصلاة [سورۃ البقرۃ:238]
17. الوصية للزوجة (مرتے وقت اپنی زوجہ کے لئے وصیت کرنا) [سورۃ البقرۃ:240]
18. حكم المتعة (طلاق کی صورت میں متعہ دینے کا حکم) [سورۃ البقرۃ:241]

پہلا حکم : الانفاق [2]

گھر کا سربراہ اپنے بیوی بچوں پر مناسب مال لگائے گا۔ اگر وہ ان پر مال خرچ نہیں کرتا تو بارہا یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اس کی بیوی اس سے جان چھڑانے کے لئے اور فوری طور اس کا مال حاصل کرنے کے لئے اسے زہر دے دیتی ہے۔ اولاد بغاوت پر اتر آتی ہے اور یوں ہنستا بستا گھر سربراہ خانہ کی نالائقی کی وجہ سے اجڑ جاتا ہے۔

"يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلْ مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ وَٱلْيَتَـٰمَىٰ وَٱلْمَسَـٰكِينِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا۟ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ "﴿٢١٥﴾

« لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہہ دو کہ وہ مال جو تم خرچ کرتے ہو پس ماں باپ اور رشتے داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اور وہ مال جو تم خرچ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (اس لئے احسان مت جتاؤ) »

يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ سوال اور جواب میں مطابقت نہیں ہے۔ پوچھا جا رہا ہے کہ کیا خرچ کیا جائے؟ جواب دیا گیا ہے: پہلے مصرف پہچانو کہ کہاں لگانا ہے۔[3]

مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ یہاں "خیر" سے مال مراد ہے جیسا کہ ما قبل آیت:180 میں گزرا۔ اور مال پر خیر کا اطلاق دو وجہ سے کیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ حلال مال خرچ کرو اور دوسرا یہ کہ اس خرچ کرنے میں تمہاری بھلائی ہے۔[4] اس مقام میں قرآن مجید نے مصارف بالترتیب ذکر کئے ہیں۔ پہلے والدین، پھر رشتہ دار اور سب سے آخر میں مسافر۔[5]

وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ اور جو مال تم خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے تو کسی پر احسان مت جتاؤ۔[6]

دوسرا حکم : القتال [7]

تدبیر منزل کے احکام میں دوسرا حکم یہ ہے کہ سربراہ خانہ شجاع ہو گا اور اس میں اپنے اہل وعیال سے دفاع کی صلاحیت ہو گی۔

"كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُواْ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّواْ شَيْـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾"

« تم پر لڑنا مقرر کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اور قریب ہے کہ ایک چیز تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے لئے مفید ہو۔ اور قریب ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے شر ہو[8]۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے »

کَرْہٌ اور کُرْہٌ میں فرق

کَرْہٌ اس تکلیف کو کہتے ہیں جو ظاہری بدن کو ناگوار ہو۔ اور کُرْہٌ اسے کہتے ہیں جو انسانی طبیعت کو ناگوار ہو۔ چونکہ ضمہ میں فتحہ کے مقابلے میں ثقل زیادہ ہے تو معنی میں بھی ثقل ہے۔[9]

مکروہ اور حرام میں فرق

مکروہ کو مکروہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ کو ناپسند ہے، شریعت اس پر سزا سے خاموش ہے۔ اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے منع قرار دیا ہے اور اس پر شریعت میں سزا مقرر کی گئی ہے۔[10]

وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اسی لئے جب خیر اور شر کو اللہ جانتا ہے اور انسان نہیں جانتا تو شریعت نے اسے استخارہ کے عمل کی تلقین کی ہے۔[11]

استخارہ:

استخارہ کہتے ہیں "خیر کو طلب کرنا"۔ بعض لوگ استخارہ کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ انسان خواب دیکھتا ہے۔ حدیث میں کسی خواب دیکھنے کا ذکر نہیں۔ آسان سا عمل ہے انسان دو رکعت نماز پڑھے اور استخارہ کی دعا کرے، اب اگر وہ کام انسان کے فائدے میں ہے تو اس چیز کا حصول اللہ آسان بنا دیتا ہے اور اگر وہ کام انسان کے لئے شر کا باعث بنتا ہے تو اللہ اس سے انسان کو بچنے کی توفیق دیتا ہے۔ اور استخارہ کرنے والا کبھی پشیمان نہیں ہوتا۔

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام امور میں استخارہ کی تعلیم دیا کرتے تھے، جس طرح قرآن کی کوئی سورۃ ہمیں سکھاتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز پڑھے پھر کہے کہ "اے میرے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیری بڑی فضل کی درخواست کرتا ہوں اس لئے کہ تو قدرت والا ہے اور میں قادر نہیں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا۔ تو غیب کی باتیں جاننے والا ہے، اے میرے اللہ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے میرے دین، معاش اور انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لئے مقدر فرمادے اور میرے لئے اس میں آسانی پیدا کردے، پھر اس میں میرے واسطے برکت عطا کر اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے میرے دین، معاش اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اس کو مجھ سے پھیر دے اور مجھ کو اس سے باز رکھ اور میرے لئے بھلائی مقدر فرمادے جہاں بھی ہو پھر مجھے راضی رکھ، آپ ﷺ نے فرمایا پھر اپنی حاجت بیان کرے »[12]

اگر مسافر سفر کے لئے نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو چاہئے کہ استخارہ کرے اور دعا مانگے کہ اللہ! اس سفر کی بھلائی مجھے نصیب فرما اور اس سفر کے شر ور سے میری حفاظت فرما۔ آج کا مسلمان جب سفر کے لئے نکلتا ہے تو کہتا ہے "بس چلتا ہوں"۔ نکلتے وقت اپنے لئے خیر کی دعا مانگی نہ ہی اپنے اہل وعیال کو اس ذات کے سپرد کیا جو اس کے جانے کے بعد بھی اس کے مال اور اہل وعیال کی حفاظت پر قادر ہے۔ حدیث میں ہے کہ سفر پر جانے والا ان الفاظ کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور مال کو اللہ کے سپرد کر کے جائے:" اللهم إني أستودعك مالي و أهلي "« یا اللہ میں اپنا مال اور اہل وعیال تیری امانت میں حوالہ کر کے جارہا ہوں »[13] واپسی پر گھر لوٹنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بندہ یہ مسنون کلمات کہے:" آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون "« [ہم] واپس لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں »[14]

تیسرا حکم : القتال فی اشھر الحرم

تدبیر منزل کے احکام میں اس آیت سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ سربراہ خانہ زیادہ فائدے کے لئے تھوڑا سا نقصان برداشت کرے گا۔[15]

"يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلشَّهْرِ ٱلْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ وَكُفْرٌۢ بِهِۦ وَٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِۦ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ ٱللَّهِ ۚ وَٱلْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ ٱلْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَـٰتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ ٱسْتَطَـٰعُوا۟ ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَـٰلُهُمْ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ" ﴿٢١٧﴾

« آپ سے عزت والے مہینے میں لڑنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، اور اللہ کی راہ (یعنی دین اسلام) سے روکنا اور اس (اللہ اور قرآن) پر انکار کرنا اور مسجد حرام (سے روکنا)[16] اور اس (مسجد حرام) کے اہل کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے۔ اور شرک[17] قتل کرنے سے بڑا جرم ہے اور (کافر لوگ) ہمیشہ تمہارے ساتھ جنگ کرتے رہیں گے اس لئے کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان کا بس چلے، اور جو

شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے پھر اس حال میں مر جائے کہ وہ (اسلام کا) انکار کرنے والا ہو۔ سو دنیا و آخرت میں ایسے لوگوں کے اعمال اکارت[18] ہیں اور یہ لوگ دوزخی ہیں، اور اس میں ہمیشہ رہیں گے »

قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ

1. وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ
2. وَكُفْرٌۢ بِهِۦ
3. وَٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ
4. وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِۦ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ ٱللَّهِ
5. وَٱلْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ ٱلْقَتْلِ

اس میں کوئی شک نہیں کہ عزت والے مہینوں میں لڑائی بڑا گناہ ہے۔ لیکن اگر اس لڑائی سے دیگر پانچ بڑے جرائم دفع ہوتے ہیں[19]۔ تو اصول یہ ہے کہ زیادہ فائدے کے حصول کے لئے تھوڑا نقصان برداشت کیا جاتا ہے۔ ایک زمیندار اور کاشتکار ایک من بیج کا نقصان اس امید پر برداشت کرتا ہے کہ اس کے بدلے اسے سینکڑوں من گندم کا فائدہ حاصل ہوگا۔ اسی طرح ایک طالب علم حصول علم کے لئے گھر کو خیرباد، سفر کی صعوبتیں، استاد کی ڈانٹ ڈپٹ کو برداشت کرتا ہے کیونکہ اس کے بدلے میں اسے زیادہ فائدے کا حصول پیش نظر ہوتا ہے۔ اور یہی حکماء کا طریق ہے۔ گذشتہ آیت:216، میں القتال فی سبیل الله کا حکم تھا اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہر وقت قتال فی سبیل اللہ کے لئے مستعد رہو۔

ٱلشَّهْرِ ٱلْحَرَامِ عزت والے مہینے چار ہیں جن میں جنگ کرنے کی ممانعت گذشتہ ادیان سے چلی آرہی ہے اور یہی حکم اسلام میں بھی ہے۔ مسلمان یہاں اللہ کے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ سوال پوچھ رہے ہیں کہ اگر کافر ہمارے ساتھ ان مہینوں میں لڑتا ہے تو کیا ہمیں لڑنے کی اجازت ہے؟

وَكُفْرٌۢ بِهِۦ وَٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ ضمیر اللہ اور قرآن دونوں کی طرف لوٹانا صحیح ہے۔ اور مسجد حرام کا انکار یہ ہے کہ اس کی بے عزتی کی جائے اور اس میں لوگوں کو داخل ہونے سے روکا جائے۔

حَتَّىٰ یہاں پر کَیْ تعلیلیة کے معنوں میں ہے کہ کافر برابر تمہارے ساتھ اس لئے لڑتا ہے کہ وہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کردے۔[20]

آج بھی اگر حق پرستوں کو یہ طعنہ دیا جائے کہ ہر جگہ لڑائی جھگڑے کرتے ہو اور شر بپا کیا ہے۔ تو انہیں بھی یہی جواب دیا جائے گا کہ اگر اس لڑائی سے بڑا نقصان شرک وبدعت دفع ہوتا ہے۔ حق پرستوں کو مساجد میں نہیں چھوڑا جاتا، انہیں قرآن و سنت بیان کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ تو اس کے لئے لڑائی جھگڑے کی تہمت برداشت کرنا معمولی جرم ہے۔

إِنِ ٱسْتَطَٰعُوا۟ اگر کافر کا اپنی زبان سے تمہاری مذمت بیان کرنے کا بس چلے، تمہارے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع ہاتھ آئے، حتی کہ تمہارے قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ یہی حال مشرکین، مبتدعین اور دشمنان صحابہ کا بھی ہے کہ وہ حق والوں کے مقابلے میں تمام وسائل بروئے کار لانے سے کبھی بھی دریغ نہیں کرتے۔

وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ اس جملے میں مرتد کا انجام ذکر کیا گیا ہے وہ مرتد جو اسلام کو خیر باد کہہ دے۔ دنیا میں حبط اعمال سے یہ بھی مراد ہے کہ ان کا آخری انجام ذلت آمیز ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی آخر میں ذلت کی موت مرا۔ وہ لوگ جنہوں نے پوری عمر صحابہ کے دامن کو داغدار کرنے میں گزاری، ان کے خلاف کتابیں لکھیں۔ دنیا میں ان کا انجام دیکھو، آخر میں ذلت کی موت مرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے: ہمارا (یعنی اہل سنت) اور اہل بدع کے درمیان فرق موت کے دن معلوم ہوتا ہے[21]۔ کہ اہل سنت کو کس حالت میں موت آتی ہے اور اہل بدع کس حالت میں مرتے ہیں۔

بشارت

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَاجَرُواْ وَجَٰهَدُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ أُوْلَٰٓئِكَ يَرۡجُونَ رَحۡمَتَ ٱللَّهِۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ۝٢١٨

« بیشک جو لوگ جو ایمان لائے (جہاد پر) اور جنہوں نے ہجرت کی (جہاد کے لئے) اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے »

ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَاجَرُواْ یہاں پر ءَامَنُواْ سے مراد ءَامَنُواْ بالجهاد ہے۔ وَٱلَّذِينَ هَاجَرُواْ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد کی نیت سے اس وقت ہجرت کی جب ان کے ملک پر کافر مسلط ہو گئے اور وہ دار حرب میں تبدیل ہوا۔[22]

يَرۡجُونَ رَحۡمَتَ ٱللَّهِ يَرۡجُونَ أی يعتقدون اور رَحۡمَتَ ٱللَّهِ سے مراد جنت ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہاد پر ایمان لائے، پھر ہجرت کرے اور ہجرت کرنے کے بعد اللہ کی راہ میں عملاً جہاد بھی کرے تو ایسا شخص جنت کے لائق ہے۔ اور یہی لوگ جنت کی امید رکھ سکتے ہیں۔ غَفُورٞ رَّحِيمٞ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس مہاجر اور مجاہد سے کوئی غلطی ہوئی ہے اسے بخش دوں گا اور صرف بخشش نہیں بلکہ مزید رحم بھی کروں گا۔[23]

چوتھا حکم : النهی عن الخمر والميسر

تدبیر منزل کے احکام میں اس آیت سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ سربراہ خانہ تھوڑے فائدے کے لئے زیادہ نقصان نہیں اٹھائے گا۔[24]

"يَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡخَمۡرِ وَٱلۡمَيۡسِرِۖ قُلۡ فِيهِمَآ إِثۡمٞ كَبِيرٞ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثۡمُهُمَآ أَكۡبَرُ مِن نَّفۡعِهِمَاۗ وَيَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَۖ قُلِ ٱلۡعَفۡوَۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلۡأٓيَٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُونَ" ۝٢١٩

« آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے (تھوڑے سے) منافع ہیں[25]، اور ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے، اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، آپ فرما دیجیے (اپنے آپ سے) زائد (کرو)۔ اللہ اسی طرح تمہارے فائدے کے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچ اور فکر کرو »

اس آیت میں گذشتہ آیت کے برعکس قاعدہ ہے۔ گذشتہ آیت میں یہ قاعدہ تھا کہ عقلمند شخص زیادہ فائدے کے حصول کے لئے تھوڑا نقصان برداشت کرتا ہے اور اس آیت میں یہ قاعدہ ہے کہ عقلمند شخص تھوڑے فائدے کے لئے زیادہ نقصان نہیں کرتا۔

وَيَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ یہ جملہ پہلے حکم کا تتمہ ہے۔ اس سے پہلے کے تین سوالات میں واؤ نہیں تھا اور اب آگے کے تین سوالات میں وَيَسۡـَٔلُونَكَ واؤ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ سوالات مختلف اوقات میں تھے اور یہ سوالات ایک ہی وقت میں ہیں۔[26]

قُلِ ٱلۡعَفۡوَ عام طور معنی کیا جاتا ہے « کہہ دیجئے جو تم سے زائد ہو » کیا انسان سے بھی کبھی کوئی شے زائد ہوئی ہے؟ اگر اس کے شکم کو مخاطب کیا جائے: هَلِ ٱمۡتَلَأۡتِ « کیا تم بھر گئے ہو » تو وہ کہے گی: هَلۡ مِن مَّزِيدٍ « کیا کچھ اور بھی ہے؟ »[27]۔ قُلِ ٱلۡعَفۡوَ کا درست معنی یہ ہے « اپنے آپ سے زائد کرو[28] » یعنی اگر تمہارے پاس کھانے کے لئے دو روٹیاں ہیں اور اس میں سے ایک بھی زائد نہیں ہے لیکن بجائے دونوں کھانے کے ایک کھالو اور ایک اپنے آپ سے زائد کر کے انفاق کر لو۔ علیٰ ہذا القیاس۔

پانچواں حکم : اصلاح الیتامی

"فِي ٱلدُّنۡيَا وَٱلۡأٓخِرَةِۗ وَيَسۡـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلۡيَتَٰمَىٰۖ قُلۡ إِصۡلَاحٞ لَّهُمۡ خَيۡرٞۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمۡ فَإِخۡوَٰنُكُمۡۚ وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ ٱلۡمُفۡسِدَ مِنَ ٱلۡمُصۡلِحِۚ وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَأَعۡنَتَكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٞ" ﴿٢٢٠﴾

« دنیا اور آخرت (کے فائدوں کے بارے) میں، اور آپ سے سوال کرتے ہیں یتیموں کے بارے میں، آپ فرما دیجیے کہ خیر خواہی ان کے لیے بہتر ہے اور اگر ان کو اپنے ساتھ ملا لو تو (دین میں) تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا، بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے »

إِصۡلَاحٞ لَّهُمۡ خَيۡرٞ یتیم کی خیر خواہی مقصود ہے۔ اگر یتیم کا کھیت کاشت کے لئے کسی اور کو دینے میں بہتری ہے تو غیر کو دے دو۔ اگر خود کاشت کرنے میں فائدہ ہے تو خود کاشت کرو اور مناسب خرچہ اس میں سے لے لو۔ اگر یتیم کے ساتھ اکٹھے سالن بنانے میں اس کا فائدہ ہے تو اسے شریک کرو، اگر علیحدگی میں اس کا فائدہ ہے تو اس پر عمل کرو۔[29]

وَإِن تُخَالِطُوهُمۡ فَإِخۡوَٰنُكُمۡ یتیم کا سالن، کھانا پینا اپنے سالن اور کھانے پینے سے ملانے میں کوئی حرج نہیں۔ بالآخر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔[30]

ٱلۡمُفۡسِدَ مِنَ ٱلۡمُصۡلِحِ مفسد وہ جس کی نیت یتیم کے مال کو کھانے کی ہو۔ اور خیر خواہ وہ جس کی نیت یتیم کے مال کی حفاظت ہو۔[31]

لَأَعۡنَتَكُمۡ عنت تنگی اور مشقت کو کہتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو ایسا سخت حکم نازل فرماتا کہ جس سے تم یتیم کے مال کو بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگا سکتے۔ اگر کوئی کہے کیا ایسا ممکن ہے؟ تو مابعد جملہ اسی سوال کا جواب ہے: بے شک اللہ عَزِيزٌ غالب ہے اور اگر ابھی تک ایسا حکم نہیں بھیجا تو وہ حَكِيمٞ حکمت والا ہے۔

چھٹا حکم : النھی عن نکاح المشرکات

"وَلَا تَنكِحُواْ ٱلۡمُشۡرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤۡمِنَّۚ وَلَأَمَةٞ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٞ مِّن مُّشۡرِكَةٖ وَلَوۡ أَعۡجَبَتۡكُمۡۗ وَلَا تُنكِحُواْ ٱلۡمُشۡرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤۡمِنُواْۚ وَلَعَبۡدٞ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٞ مِّن مُّشۡرِكٖ وَلَوۡ أَعۡجَبَكُمۡۗ أُوْلَٰٓئِكَ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلنَّارِۖ وَٱللَّهُ يَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱلۡجَنَّةِ وَٱلۡمَغۡفِرَةِ بِإِذۡنِهِۦۖ وَيُبَيِّنُ ءَايَٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُونَ" ﴿٢٢١﴾

« اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اور البتہ ایمان والی باندی بہتر ہے (آزاد) مشرک عورت سے اگرچہ وہ تمہیں تعجب میں ڈالے (اس کا مال، جمال اور نسب)، اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کا مشرک مردوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ البتہ ایمان والا غلام بہتر ہے (آزاد) مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں تعجب میں ڈالے، (کیونکہ) یہ لوگ بلاتے ہیں آگ کی طرف، اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اپنی آیات تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں »

شرک کی تعریف

آیت میں شرک کرنے والوں کے ساتھ رشتہ داری کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ شرک کی تعریف کیا ہے؟ شاہ عبد القادر اس آیت کے تحت تعریف کرتے ہیں: "پہلے مسلمان اور کافر میں نسبت ناتا جاری تھا، اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا، اُس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے۔ مثلاً کسی کو سمجھے کہ اُس کو ہر بات معلوم ہے، یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے، یا ہمارا بھلا یا برا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے مثلاً کسی کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت طلب کرے اُس کو مختار جان کر"۔[موضح القرآن:44] [32]

حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ رشتہ کرنے سے پہلے عقیدہ کے بارہ میں استفسار کرو، کہیں وہ شرک کا ارتکاب تو نہیں کرتے۔

وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ اگرچہ تمہیں مشرک عورت کا مال، جمال اور نسب تعجب میں ڈالتا ہے اور تمہیں نکاح کی طرف راغب کرتا ہے[33]۔ اس سے ایک عام قانون یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اس شخص کے ساتھ اٹھک بیٹھک سے اجتناب کیا جائے جس کے عقیدہ میں فساد ہے۔[34]

اس آیت میں عام حکم ہے اور سورۃ المائدۃ کی آیت:5 " وَٱلْمُحْصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ " کے ذریعے اس میں تخصیص کی گئی۔ کہ اہل کتاب کے ساتھ نکاح جائز ہے۔[35] ان لوگوں کا قول غلط ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب کے ساتھ نکاح اس لئے جائز ہے کیونکہ وہ مشرک نہیں ہیں۔[36]

وَلَا تُنكِحُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ اس جملے میں اولیاء کو حکم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو مشرکین مردوں کے نکاح میں نہ دیں۔[37]

ساتواں حکم : النهى عن الجماع فى الحيض

"وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ ٱللَّهُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ "﴿٢٢٢﴾

« اور آپ سے حیضکے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجیے کہ وہ بیماری ہے، سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے (حالت) حیض میں، اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں (خون سے)، پھر وہ جب خوب پاک ہو جائیں (غسل کے ذریعے) تو ان کے پاس آؤ جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، بیشک اللہ پسند فرماتا ہے (احکام الٰہی کی طرف) رجوع کرنے والوں کو، اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو » [38]

فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض کے زمانہ میں۔[39] اور اعتزال کہتے ہیں "تم دور رہو" اگرچہ وہ تمہارے پاس آنے کی کوشش کرے۔ اس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ حیض وہ حسی گندگی جو عورتوں کے اختیار میں بھی نہیں ہے اس سے دور رہو۔ اور بدعت جو اس سے بڑی گندگی ہے اگرچہ معنوی ہے لیکن مبتدع کے اختیار میں ہے تو کیا اس سے بطریق اولیٰ اعتزال ضروری نہیں ہے؟

وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔[40]

حَيْثُ أَمَرَكُمُ ٱللَّهُ سے مراد وہ مقام جہاں سے اولاد کی پیدائش ہوتی ہے۔ اور یہ حکم اگلی آیت: فَأْتُوا۟ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ [سورۃ البقرۃ:223] میں آرہا ہے۔

ٱلْمُتَطَهِّرِينَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی گندگیوں سے اپنے آپ کو پاک رکھتے ہیں۔ باطنی گندگی یعنی شرک وبدعت۔ عام طور پر لوگ بڑے لوگوں کی دوستی اور تعلق پر فخر کرتے ہیں اور جگہ جگہ ان کا ذکر کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ اس شخص کو اپنا محبوب بنانے کا خود اعلان کرتے ہیں جو اپنے آپ کو ظاہری اور باطنی ہر قسم کی گندگیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

آٹھواں حکم : مقصد الوطی

اس حکم کا حاصل یہ ہے کہ قضاء شہوت سے مقصود بھی رضائے الٰہی اور دین ہو۔

"نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا۟ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ۖ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّكُم مُّلَٰقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ " ﴿٢٢٣﴾

« تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، سو تم اپنی کھیتی میں آؤ جس کیفیت سے تم چاہو[41] اور اپنی جانوں کے لیے (فائدہ) آگے بھیجو[42]، اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو، اور (تدبیر منزل کے احکام) ماننے والوں کو خوشخبری دو »[43]

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ تمہاری عورتیں تمہارے لئے جائے فصل ہیں۔ مضاف محذوف ہے: أي مواضع حرث لكم.[44]

فَأْتُوا۟ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ جو لوگ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں اور حدیث کی حجیت سے انکار کرتے ہیں، وہ یہاں اس مقام میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید کہتا ہے: « اپنی کھیتی میں جس طرح مرضی ہو، آؤ» اور حدیث میں ہے "کہ جو اپنی بیوی کو پشت کی طرف سے آئے میں اس سے بری ہوں"[45]۔ اسی وجہ سے تو قرآن و حدیث میں تعارض ہے اور اسی تعارض کی وجہ سے حدیث حجت نہیں ہے۔

الزامی جواب:

قرآن اور صحیح حدیث میں کبھی بھی تعارض نہیں ہے لیکن منکرین حدیث کی مثال بھینگوں[46] کی سی ہے۔ جنہیں ایک چیز دوہری نظر آتی ہے۔ حالانکہ قرآن اور حدیث در حقیقت ایک ہی چیز ہیں۔ قرآن مجید نے کب کہا ہے کہ جس جگہ سے مرضی ہو، چلے آؤ۔ بلکہ قرآن مجید کہتا ہے کہ جس کیفیت سے آنا چاہو وہ تمہاری مرضی ہے لیکن آنا فصل کی جگہ میں ہے اور وہ بچے کی پیدائش کی جگہ ہے[47]۔ اگر معترض کے فصل کی جگہ کوئی غیر ہو، تو اس کی مرضی۔

وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ یہ مستقل جملہ ماقبل میں تدبیر منزل سے متعلق سارے احکام پر تنویر ہے:[48]

1. انفاق کرو کیوں؟ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ اس لئے کہ اس انفاق میں تمہارے لئے خیر ہے۔
2. قتال کرو کیوں؟ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ اس لئے کہ قتال کرنے میں تمہارے لئے خیر ہے۔
3. ہر وقت قتال کے لئے تیار رہو۔ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ
4. شراب اور جوئے سے اجتناب کرو۔ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ
5. یتیموں کی خیر خواہی ڈھونڈو۔ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ
6. غلط لوگوں کی رشتہ داری سے بچو۔ وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ
7. گندگی سے دور رہو وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ
8. مقصد نکاح کو پہچانو وَقَدِّمُوا۟ لِأَنفُسِكُمْ

وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اصلاح معاشرہ اور تدبیر منزل کے ان احکام کو مانتے ہیں۔

نواں حکم : التعظیم للہ [49]

تدبیر منزل کے احکام میں اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نام کی تعظیم کرو اور اسے بے جا استعمال نہ کرو۔ اور اگر قسم کھانے کے بعد توڑو تو کفارہ دو۔

"وَلَا تَجْعَلُوا۟ ٱللَّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَٰنِكُمْ أَن تَبَرُّوا۟ وَتَتَّقُوا۟ وَتُصْلِحُوا۟ بَيْنَ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٤﴾

« اور اپنی قسموں کے ذریعہ اللہ (کے نام) کو آڑ نہ بناؤ کہ نیکی (نہیں) کروگے اور (اللہ سے نہیں) ڈروگے اور لوگوں کے درمیان اصلاح (نہیں) کروگے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے »

عُرْضَةً ڈھال اور آڑ۔ [50]

أَن تَبَرُّوا۟ وَتَتَّقُوا۟ وَتُصْلِحُوا۟ بَيْنَ ٱلنَّاسِ اس میں دو توجیہات ہیں:

1. "لِئَلَّا تَبَرُّوا۟ وَلَا تَتَّقُوا۟ وَلَا تُصْلِحُوا۟ بَيْنَ ٱلنَّاسِ" « تاکہ نیکی نہیں کروگے اور تقوی نہیں کروگے اور لوگوں کے درمیان اصلاح نہیں کروگے » [51]
2. اور اللہ کے نام کو اپنی قسموں کے ذریعے آڑ نہ بناؤ کہ تم نیکی کرتے ہو اور تقوی کرتے ہو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرتے ہو۔ [52]

پہلی توجیہ میں نیکی سے اپنے آپ کو روکنے کے لئے اللہ کے نام کو آڑ مت بناؤ بلکہ اگر قسم کھائی ہے تو قسم توڑ دو اور کفارہ دو[53]۔ یا اگر کسی ایسے کام کرنے کی قسم کھائی ہے جس کی برائی بعد میں پتہ چلے تو قسم توڑ دو اور کفارہ دو جیسے ایک حدیث میں آتا ہے: عبد الرحمن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

« اے عبد الرحمن بن سمرۃ! امارت (سرداری) طلب نہ کرو اس لئے کہ اگر تمہیں تمہاری خواہش کے بعد امارت دے دی گئی تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے اور اگر بغیر مانگے تمہیں دے دی جائے تو (اللہ کی طرف سے) تمہاری مدد کی جائے گی اور جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ پھر تم اسے کے علاوہ بات میں بھلائی دیکھو تو اپنی قسم (توڑ دو اور اس) سے کفارہ ادا کرو اور اس کام کی طرف آؤ جو بہتر ہے » [54]

حدیث کے دونوں جملوں کے مابین ربط یہ ہے کہ اگر تم نے قسم بھی کھائی ہے کہ میں نے تو ہر قیمت پر عہدہ حاصل کرنا ہے چاہے اس کے لئے مجھے کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑیں، تو اللہ کے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں عہدہ حاصل کرنے کی اپنی قسم توڑ دو اور کفارہ ادا کرو کیونکہ اپنے منہ سے عہدہ طلب نہ کرنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

اور دوسری توجیہ میں مراد یہ ہے کہ نیکی کرنے کے لئے اللہ کے نام کو آڑ مت بناؤ۔ یعنی بغیر قسمیں کھائے نیکی کے کام کرو۔ اور زیادہ قسمیں کھانا اللہ کی تعظیم کے منافی ہے۔

"لَّا يُؤَاخِذُكُمُ ٱللَّهُ بِٱللَّغْوِ فِىٓ أَيْمَٰنِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ" ﴿٢٢٥﴾

« اللہ تمہاری پکڑ نہیں کرے گا تمہاری خطا قسموں کے بارے میں لیکن ان (قسموں) میں پکڑ فرمائے گا جس کا تمہارے دلوں نے ارادہ کیا ہے اور اللہ بخشنے والا، برداشت والا ہے »

بِٱللَّغْوِ فِىٓ أَيْمَٰنِكُمْ یمین لغو وہ ہے جس میں انسان بغیر ارادہ کے بطور تکیہ کلام قسم کھائے۔ [55]

دسواں حکم : الایلاء

"لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ۖ فَإِن فَآءُو فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ" ﴿٢٢٦﴾

« ان لوگوں کے لئے جو اپنی بیویوں (کے پاس جانے) سے قسمیں کھاتے ہیں، چار مہینے کا انتظار کرنا ہے[56]، پس اگر وہ رجوع کرے (ان چار مہینوں میں)[57] پس بے شک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے »

يُؤْلُونَ ایلاء قسم کو اور فیئ رجوع کو کہتے ہیں[58]۔ ایلاء یہ ہے کہ جس میں شوہر اپنی بیوی سے کہے: اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ مقاربت نہیں کروں گا۔[59]

تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ چار مہینے گزرنے کے ساتھ ہی اس عورت پر طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ شوہر نے اس کا حق ضائع کیا ہے[60]۔ اور وہ اس لائق نہیں ہے کہ وہ عورت اس کے نکاح میں رہے۔

فَإِن فَآءُو اگر وہ چار مہینوں کے اندر اندر رجوع کرے تو چونکہ اس نے چار مہینے اپنی بیوی کے پاس جانے سے قسم کھائی تھی، اور رجوع کرنے سے اس نے قسم توڑ دی تو قسم کا کفارہ دے۔ اور نکاح برقرار ہے۔

"وَإِنْ عَزَمُوا۟ ٱلطَّلَٰقَ فَإِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" ﴿٢٢٧﴾

« اور اگر طلاق کا قصد کیا ہے تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے »

عَزَمُوا۟ ٱلطَّلَٰقَ یعنی چار مہینوں میں اس نے رجوع نہیں کیا بلکہ خوشی خوشی اسے چھوڑنے کا پختہ ارادہ کیا ہے۔ تو مدت گزرنے کے بعد وہ خود بخود الگ ہو جائے گی۔[61]

گیارھواں حکم : الطلاق

"وَٱلْمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِى ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوٓا۟ إِصْلَٰحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" ﴿٢٢٨﴾

« اور طلاق دی ہوئی عورتیں[62] تین حیض آنے تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔ اور ان کے لیے یہ بات حلال نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرمایا ہے اسے چھپائیں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور یوم آخرت پر، اور ان کے شوہر ان کے لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں اس مدت کے اندر اگر اصلاح کا ارادہ کریں، اور عورتوں کے لیے اس جیسا حق ہے[63] جو ان کے اوپر (ان کے شوہروں کا) ہے عرف کے مطابق، اور مردوں کو ان پر ایک درجہ (فضیلت) ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے »

قُرُوٓءٍ قرء سے ہے اور اس کے دو معنی ہیں:

1. قرء ضم اور ملنے کو کہتے ہیں۔ جب عورت پاک ہو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا رحم آپس میں مل گیا ہے۔[64]
2. اور قرء خون کو بھی کہتے ہیں۔

چونکہ لفظ دونوں معنوں کو شامل تھا اسی لئے ائمہ فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔[65]

مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِيٓ أَرۡحَامِهِنَّ وہ جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے یعنی بچہ[66]۔ کیونکہ جب عورت کو طلاق دے دی جائے اور وہ حمل سے ہو تو وہ بچے کے پیدا ہونے تک وہ عدت گزارے گی اور بسا اوقات عورت اپنے آپ کو طویل عدت سے بچانے کے لئے اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ میرے رحم میں بچہ نہیں ہے۔

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ اشارہ ہے طلاق رجعی کی طرف۔ کہ اگر ایک یا دو طلاقیں دی ہوئی ہیں تو شوہر اپنی بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اس میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن جو طلاقیں دی ہیں وہ کالعدم نہیں ہوئیں بلکہ آئندہ جب بھی مزید طلاقیں دے گا تو ما قبل طلاق کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔[67]

إِنۡ أَرَادُوٓاْ إِصۡلَٰحٗا جس میں زوجین آئندہ کے لئے آپس میں اختلاف نہ کرنے کا ارادہ کریں۔

بِٱلۡمَعۡرُوفِ یا تو معروف سے مراد شریعت ہے یعنی دونوں کے ایک دوسرے پر وہ حقوق ہیں جو شریعت میں ثابت ہیں۔ اور یا معروف سے مراد "عرف اور عادت" ہے یعنی اس معاشرے میں عورت کو جس طرح کا لباس دیا جاتا ہے۔ اگر مالدار ہے تو اپنی طاقت کے مطابق دے اور اگر غریب ہے تو اپنی طاقت کے مطابق دے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٞ اور وہ فضیلت گھر کی سربراہی ہے کیونکہ مرد عورت کی پرورش کا ذمہ دار ہے[68]۔ اس لئے أمیر البیت الرجل ہو گا۔ اور سربراہ خانہ کی ذمہ داری عورت کو سونپنا شرعا درست نہیں ہے۔

"ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِۖ فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ أَن تَأۡخُذُواْ مِمَّآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ شَيۡـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيمَا ٱفۡتَدَتۡ بِهِۦۗ تِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعۡتَدُوهَاۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ" ﴿٢٢٩﴾

« (وہ) طلاق (جس میں رجوع صحیح ہے) دو مرتبہ ہیں[69]۔ پس یا تو روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ، یا چھوڑ دینا ہے اچھے طریقہ پر، اور تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے۔ کہ تم کچھ بھی لے لو اس مال میں سے جو تم نے ان کو دیا ہے اگر میاں بیوی اس بات کو جانتے ہوں کہ حدود اللہ قائم نہ رکھ سکیں گے سو اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی گناہ نہیں ان دونوں پر اس بارے میں کہ عورت اس (مال) کے ذریعے قربانی دے، یہ اللہ کے حدود ہیں۔ سو تم ان سے آگے مت بڑھو۔ اور جو کوئی شخص اللہ کے حدود سے آگے بڑھ جائے تو ایسے لوگ ظلم کرنے والے ہیں »

فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖ دو طلاق کے بعد یا تو رجوع کر لو اور حسن سلوک کرو یا تیسری طلاق دے کر چھوڑ دینا ہے۔[70]

إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ یہاں سے خلع کا مسئلہ بیان کیا جاتا ہے۔ خوف بمعنی علم ہے لیکن چونکہ علم کا انجام خوف تھا تو بجائے علم کے خوف سے تعبیر کیا گیا۔ زوجین آپس میں مزید گزارہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اب شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا کیونکہ اس نے عورت کو مہر دیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر عورت اپنی جان چھڑانے کے لئے شوہر کو مہر واپس کرے۔ تو اس کا دینا گناہ ہے نہ ہی شوہر کا لینا گناہ ہے۔[71]

فَإِنۡ خِفۡتُمۡ خطاب جانبین کے اولیاء کو ہے۔یعنی اگر اولیاء کو اس بات کا علم ہو[72] کہ زوجین ایک دوسرے کا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔

ٱفۡتَدَتۡ بِهِۦ فدیتك «میں تم سے قربان جاؤں »یعنی تمہارا غم درد مجھ پر آپڑے۔فدیت بمالی «میرا مال تم سے قربان ہو» ٱفۡتَدَتۡ بِهِۦ «قربان کرے یہ عورت اس مال کو» بِهِۦ ضمیر سے مراد مال ہے۔[73]

"فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥۗ فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَآ أَن يَتَرَاجَعَآ إِن ظَنَّآ أَن يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِۗ وَتِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٖ يَعۡلَمُونَ "﴿٢٣٠﴾

« پھر اگر اس کو طلاق دیدی تو اس کے لیے وہ عورت اس (طلاق) کے بعد حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ اس (شوہر) کے علاوہ کسی دوسرے شوہر سے وطی نہ کرے۔ سو اگر اس (دوسرے شوہر) نے طلاق دیدی تو ان دونوں (عورت اور پہلے شوہر) پر کوئی گناہ نہیں کہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں۔اگر دونوں کو اس بات کا یقین ہو کہ اللہ کے حدود قائم رکھیں گے اور یہ اللہ کی حدبندیاں ہیں وہ انہیں بیان فرماتا ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں »

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ تین طلاقیں دینے کے بعد بیوی اس کے لئے حلال نہیں رہی۔[74]

تَنكِحَ زَوۡجًا نکاح سے مراد وطی ہے کیونکہ زَوۡجًا میں نکاح کا معنی پڑا ہوا ہے[75]۔

اور تاسیس اولیٰ ہے۔یعنی جب تک کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح اور جماع نہ کرلے تب تک پہلے شوہر کے لئے روا نہیں ہے[76]۔

اور ان دونوں شرائط پر ائمہ کا اتفاق ہے[77]۔

حدیث میں مشروط حلالہ کرنے والے پر لعنت کہی گئی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ شریعت میں لعنت حرام فعل پر کی جاتی ہے۔مشروط حلالہ یہ ہے کہ حلالہ کرنے والا اس شرط پر نکاح کرے کہ ایک رات گزار کر طلاق دے دے[78]۔

ارشاد نبوی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ہے:

"لعن الله المحلل و المحلل له"

« اللہ نے لعنت فرمائی ہے حلالہ کرنے والے پر اور اس پر جس کے لئے حلالہ کیا جائے »[79]

افسوس کہ دین کی طرف منسوب بعض لوگ اس لعنت میں واقع ہوئے ہیں۔یہ صرف بدعات نہیں ہیں جن کی وجہ سے وہ لائق اقتداء نہیں ٹھہرتے بلکہ بدعات کے علاوہ ان لعنتی امور میں بھی مبتلا ہونا ہے کہ جن کی وجہ سے سارے اہل علم پر انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں۔جہالت کا یہ عالم ہے کہ شوہر طیش میں آکر بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دے دیتا ہے تو کچھ دیر بعد نادم اور پشیمان سر جھکا کر بیٹھ جاتا ہے۔خیال آتا ہے کہ فلاں صاحب سے مسئلہ دریافت کرلوں شاید کوئی راہ نکل آئے۔تو فلاں صاحب کو مسئلہ بتانے کے بعد وہ کہتا ہے کہ ہاں ایک راستہ ہے کسی نیک اور متشرع شخص کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا جائے اور پھر وہ اسے طلاق دے دے یوں اس کے بعد تم اس سے نکاح کر سکتے ہو۔طیشی شوہر آہستہ سے کہتا ہے:حضرت!اب جبکہ آپ کے سامنے راز کھل ہی چکا ہے تو کاہے کو کسی اور کے پاس جانا۔بس آپ ہی اس بیچارے کو گرداب سے نکالیں اور یوں پوری زندگی حضرت اور شوہر کے درمیان ستر و حجاب کے فاصلے نہیں ہوتے۔اور حضرت کا گھروں میں بغیر کسی روک ٹوک کے آنا جانا رہتا ہے کیونکہ وہ حجاب پہلے ہی سے اٹھ چکا ہے۔

"وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا۟ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ هُزُوًا ۚ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِۦ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ" ﴿٢٣١﴾

« اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو روک لو بھلائی کے ساتھ یا ان کو چھوڑ دو خوبی کے ساتھ اور ضرر پہنچانے کے لیے انہیں روکے نہ رکھو تاکہ تم زیادتی کرو، اور جو شخص ایسا کرے گا سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور مت بناؤ اللہ کی آیتوں کو مذاق کی چیز۔ اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں، (خاص کر وہ) جو اللہ نے تم پر قرآن و سنت میں سے نازل فرمایا ہے۔ (اللہ) اس (قرآن و سنت) کے ذریعے تم کو نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بیشک ہر چیز کا جاننے والا ہے »

فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ یعنی ابھی عدت پوری نہیں ہوئی بلکہ پوری ہونے کے قریب ہو۔[80]

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا اور انہیں ضرر دینے کے لئے نہ روکے رکھو کہ فَتَذَرُوهَا كَٱلْمُعَلَّقَةِ «اسے لٹکی ہوئی چیز کی طرح چھوڑ دو»[81] اس کا حق ادا کرتے ہو نہ ہی اسے چھوڑتے ہو کہ وہ دوسری جگہ نکاح کرے۔

وَلَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ هُزُوًا اور مت بناؤ اللہ کی آیتوں کو مذاق۔[82]

يَعِظُكُم بِهِۦ ضمیر مفرد کتاب و سنت دونوں کی طرف بتاویل ما ذُكِرَ راجع ہے۔[83]

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَٰجَهُنَّ إِذَا تَرَٰضَوْا۟ بَيْنَهُم بِٱلْمَعْرُوفِ ۗ ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِۦ مَن كَانَ مِنكُمْ يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۗ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٢﴾

« اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو ان کو تنگ نہ کرو اس بات پر کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں جب کہ آپس میں شرعی طریقے سے رضامند ہوں۔ ان (احکام) کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ اس طرح (ان احکام پر رہو) یہ تمہارے (معاشرے کے) لیے زیادہ صفائی اور (تمہارے دلوں کے لئے) زیادہ پاکی (کا ذریعہ) ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے »

فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ یعنی عدت پوری ہو جائے۔

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَٰجَهُنَّ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب شوہر نے اسے ایک یا دو طلاقیں دی ہوں۔ اگر عدت گزرنے کے بعد وہ دوبارہ سے تجدید نکاح کرنا چاہیں تو انہیں نہ روکا جائے۔[84]

ذَٰلِكَ الأحكام یہ احکام نصیحت کی جاتی ہے ان کے ذریعے۔[85] یا ذَٰلِكَ المذكور «یہ مذکورہ (احکام)»

ذَٰلِكُمْ أي كونوا ذلكم ان احکام پر پابند رہو۔

وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ یہ جملہ اس لئے ذکر کیا کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ انسان کا خیر اور فائدہ کس چیز میں ہے۔

بارھواں حکم : الرضاع

ربط : عورت کو طلاق دے دی گئی، اور درمیان میں بچہ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ بچے کا کیا بنے گا؟ تو اس آیت میں بچے کا حق ذکر کیا گیا ہے۔ [86]

"وَٱلۡوَٰلِدَٰتُ يُرۡضِعۡنَ أَوۡلَٰدَهُنَّ حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِۖ لِمَنۡ أَرَادَ أَن يُتِمَّ ٱلرَّضَاعَةَۚ وَعَلَى ٱلۡمَوۡلُودِ لَهُۥ رِزۡقُهُنَّ وَكِسۡوَتُهُنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۚ لَا تُكَلَّفُ نَفۡسٌ إِلَّا وُسۡعَهَاۚ لَا تُضَآرَّ وَٰلِدَةُۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوۡلُودٞ لَّهُۥ بِوَلَدِهِۦۚ وَعَلَى ٱلۡوَارِثِ مِثۡلُ ذَٰلِكَۗ فَإِنۡ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٖ مِّنۡهُمَا وَتَشَاوُرٖ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۗ وَإِنۡ أَرَدتُّمۡ أَن تَسۡتَرۡضِعُوٓاْ أَوۡلَٰدَكُمۡ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ إِذَا سَلَّمۡتُم مَّآ ءَاتَيۡتُم بِٱلۡمَعۡرُوفِۗ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ" ﴿٢٣٣﴾

« اور مائیں دودھ پلائیں گی اپنی اولاد کو دو سال پورے۔ (یہ حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔ اور باپ کے ذمہ ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا ہے عرف کے مطابق۔ کسی جان کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ نہ تکلیف دی جائے والدہ کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ باپ کو تکلیف دی جائے اس کے بچہ کی وجہ سے، اور (بچہ کے) وارث کے ذمہ اسی طرح (کے احکام لازم) ہیں (اگر باپ مر جائے)۔ سو اگر دونوں آپس کی رضامندی اور باہم مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں (اگر کم مدت میں بھی دودھ چھڑانا چاہیں)۔ اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دوسرے عورت کا) دودھ پلوانا چاہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جب کہ تم سپرد کر دو جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے عرف کے موافق، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جنہیں تم کرتے ہو »

حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ یہاں پر كَامِلَيۡنِ کی قید ذکر کرنے سے اس بات کی نفی نہیں کی گئی کہ دو سال سے زیادہ عرصہ ہے یا نہیں ہے؟ جن فقہاء کے نزدیک مدت رضاعت دو سال ہے انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مدت رضاعت ڈھائی سال ہے [87]۔ ان کی دلیل سورۃ الاحقاف:15 ہے:

وَوَصَّيۡنَا ٱلۡإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيۡهِ إِحۡسَٰنًاۖ حَمَلَتۡهُ أُمُّهُۥ كُرۡهٗا وَوَضَعَتۡهُ كُرۡهٗاۖ وَحَمۡلُهُۥ وَفِصَٰلُهُۥ ثَلَٰثُونَ شَهۡرًا

« اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے بارے میں حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ (اپنی کوکھ میں) اٹھایا تھا اور اسے تکلیف کے ساتھ جنا تھا اور اسے (گود میں) اٹھانا اور دودھ سے چھڑانا تیس مہینے ہیں » یہاں پر استخدام کے طریقے سے پہلے حمل سے رحم میں اٹھانا اور دوسرے حمل سے گود میں اٹھانا مراد ہے [88] اور تاسیس تاکید سے اولیٰ ہے۔ اور حمل بمعنی گود میں اٹھانا قرآن مجید میں آتا ہے:

فَأَتَتۡ بِهِۦ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهُۥ [سورۃ مریم27:19]

« اور مریم اس بچے کے ساتھ اپنی قوم کی طرف آئی ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے »

ٱلۡمَوۡلُودِ لَهُۥ « جس کے لئے بچہ پیدا کیا گیا ہے » یعنی باپ۔ وہ بچے کو دودھ پلانے والی عورت خواہ اس کی ماں ہو یا اس کی مطلقہ ماں ہو یا کوئی اور عورت (رضاعی ماں) ہو کو کھانا اور کپڑا فراہم کرے گا۔

لَا تُكَلَّفُ نَفۡسٌ إِلَّا وُسۡعَهَا یہ ایک عام قاعدہ ہے جو شریعت کے تمام امور کو شامل ہے۔ کوئی شخص اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے۔ اپاہج پر جہاد نہیں البتہ مجاہدین کے لئے دعا کرے۔ یہاں پر مراد یہ ہے کہ باپ اپنی طاقت کے مطابق کھانا اور کپڑا دے گا۔

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوۡلُودٌ لَّهُۥ بِوَلَدِهِۦ والدہ کو اس کے بچے کے بہ سبب تکلیف نہیں دی جائے گی کہ باپ اسے یہ کہے کہ یہ تو تمہاری اولاد ہے تم نے اسے مفت میں دودھ پلانا ہے۔ اور نہ باپ کو اس کے بچہ کے بہ سبب تکلیف دی جائے گی کہ عورت اس سے اس کی طاقت سے باہر قیمتی کھانوں اور کپڑوں کی فرمائش کرے۔ قرآن مجید کے ان احکام سے عیاں ہے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں توسع اور آسانی ہے۔ اور جبر واکراہ نہیں ہے۔

تیرھواں حکم : عدة المتوفی عنها زوجها [89]

"وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجٗا يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٖ وَعَشۡرٗاۖ فَإِذَا بَلَغۡنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا فَعَلۡنَ فِيٓ أَنفُسِهِنَّ بِٱلۡمَعۡرُوفِۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ" ﴿٢٣٤﴾

« اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو انتظار کریں گی (یہ عورتیں) اپنے نفس کے ساتھ چار مہینے اور دس دن۔ پھر جب وہ پہنچ جائیں اپنی میعاد کو سو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ عورتیں اپنی جانوں کے بارے میں شریعت کے مطابق کوئی فیصلہ کریں، اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے »

أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٖ وَعَشۡرٗا عورت اپنے شوہر کے سوگ [90] میں چار مہینے اور دس دن عدت گزارے گی [91]۔ اور یہ شوہر کے احترام کی وجہ سے ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں ہو اور وہ کسی دوسرے شوہر کی طرف منسوب نہ ہو تا کہ بچے کے نسب کی حفاظت ہو سکے۔

شوہر کے علاوہ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے:

« جب شام سے ابوسفیان کی موت کی خبر آئی تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن زرد ی منگوائی اور اس کو اپنے رخسار اور ہاتھوں پر ملا اور کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی بھی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے جس پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرے گی » [92]

ایک جانب شریعت میں تین دن سے زیادہ کا سوگ نہیں ہے لیکن دوسری جانب ہمارے معاشرے میں سوگ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا۔ لوگ کہتے ہیں یہ میت کا پہلا جمعہ ہے اور یہ چالیسواں ہے اور یہ پہلی عید ہے اور یہ برسی ہے۔

مذکورہ حدیث میں محدثین ایک اشکال ذکر کرتے ہیں کہ ابوسفیان تو مدینہ میں وفات پائے ہیں تو ان کی موت کی خبر شام سے کیسے آئی؟ محدثین نے اس کے دو جوابات دیئے ہیں:

1. یا تو حدیث میں ابن ابی سفیان یعنی مضاف محذوف ہے یعنی ابوسفیان کے بیٹے کی موت کی خبر آئی جس کا نام یزید تھا اور وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا گورنر مقرر کیا تھا۔ [93]
2. اور یا روایت میں من الشام کے الفاظ زائد ہیں۔

چودھواں حکم : الخطبة

آیت: 221 میں یہ بتایا گیا تھا کہ کن لوگوں کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہے۔ اب یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ بعض اوقات میں نکاح حرام ہے۔ ہاں اگر نکاح کا پیغام دینا ہے تو کیسے دینا ہے، اس کا طریقہ آیت میں بتلایا گیا ہے۔

"وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِۦ مِنْ خِطْبَةِ ٱلنِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَن تَقُولُوا۟ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا۟ عُقْدَةَ ٱلنِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ ٱلْكِتَٰبُ أَجَلَهُۥ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ فَٱحْذَرُوهُ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿٢٣٥﴾"

« اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو کنایتاً نکاح کا پیغام دیدو یا اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھو، اللہ کو معلوم ہے کہ بیشک تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے، لیکن ان سے نکاح کا خفیہ طور پر وعدہ نہ کرلینا، مگر یہ کہ ان سے ایسی بات کہو جو شریعت کے موافق ہو (یعنی تعریض کے طور پر)، اور تم (دوران عدت) نکاح کرنے کا پختہ ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت وقت مقررہ کو پہنچ جائے، اور تم جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے، سو اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ بخشنے والا بردبار ہے »

عَرَّضْتُم تعریض کہتے ہیں اشاروں کنایوں میں بات کرنا۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیوہ سے دوران عدت یوں بات کی جائے کہ تم ابھی جوان ہو، خوبصورت ہو۔ فلاں شخص بھی ایک اچھی بیوی کی تلاش میں ہے، اور اللہ سے خیر کی امید ہے۔[94]

وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا پشتون معاشرے میں دین سے ناواقف لوگ اسے "قبضہ بازو" سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی عدت کے دوران ہی نکاح کر لینا، اگرچہ مرد عورت کے قریب نہیں جاتا لیکن کل کو عدت ختم ہونے پر کسی اور کے نکاح میں چلے جانے کے خوف سے دوران عدت ہی "قبضہ بازو" کر لیتے ہیں۔ اور قربت عدت کے بعد کرتے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ دوران عدت ان سے کوئی خفیہ وعدے نہ کئے جائیں۔

أَن تَقُولُوا۟ قَوْلًا مَّعْرُوفًا قول معروف سے مراد یہاں پر یہ ہے کہ اسے کہا جائے کہ اگرچہ تم میرے بھائی کی بیوی تھی۔ عدت گزرنے کے بعد تم آزاد ہو اور جہاں نکاح کرنا چاہو تمہاری مرضی ہے۔ یہ بات خلاف شریعت ہے کہ اسے کہا جائے کہ تم ہماری بیوہ ہو اور تم کہیں نہیں جاسکتی۔[95]

پندرھواں حکم : طلاق غیر المدخول بها

"لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا۟ لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى ٱلْمُوسِعِ قَدَرُهُۥ وَعَلَى ٱلْمُقْتِرِ قَدَرُهُۥ مَتَٰعًۢا بِٱلْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾"

« کوئی گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دے دو عورتوں کو جب کہ تم نے ان کو چھوا نہ ہو اور مہر مقرر نہ کیا ہو اور ان کو متعہ (کپڑے وغیرہ) دے دو، مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی طاقت کے مطابق (فائدہ دینا ہے)۔ یہ فائدہ پہنچانا اچھے طریقہ پر۔ یہ کام احسان کرنے والوں کے لائق ہے »

عَلَى ٱلْمُوسِعِ قَدَرُهُۥ وَعَلَى ٱلْمُقْتِرِ قَدَرُهُۥ اگر غریب ہے اور ایک آدھ جوڑا دینے کی طاقت ہے تو وہ اپنی طاقت کے مطابق دے اور اگر مالدار ہے تو پورا صندوق بھر کر دے دے۔[96]

"وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَن يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا۟ ٱلَّذِى بِيَدِهِۦ عُقْدَةُ ٱلنِّكَاحِ ۚ وَأَن تَعْفُوٓا۟ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾"

« اور اگر تم نے انہیں چھونے سے پہلے ہی طلاق دی (اس حال میں) کہ تم نے مقرر کیا ہے مہر۔ تو اس مہر کا آدھا (لازم ہے) جو تم نے مقرر کیا ہے۔ مگر یہ کہ وہ (عورتیں) معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور یہ بات کہ تم معاف کر دو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔ اور اپنے آپس میں اخوت اسلامی کو مت بھولو۔ بیشک اللہ اس کو دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو »

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ گذشتہ آیت میں وہ صورت گزری جس میں مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔ اس آیت میں دوسری صورت ذکر کی گئی ہے کہ مہر مقرر ہوا ہے لیکن شوہر نے بیوی کو دیکھنے سے پہلے ہی طلاق دے دی۔ اب شوہر کہتا ہے کہ بیوی نے میری خدمت نہیں کی تو وہ مہر کی حقدار نہیں اور عورت پورے مہر کا تقاضا کر رہی ہے کیونکہ طلاق مرد نے دی ہے تو ایسی صورت میں قرآن مجید کا حکم یہ ہے کہ عورت کو آدھا مہر دیا جائے گا۔ تاکہ جھگڑے اور فساد کی روک تھام کی جا سکے۔ إِلَّآ أَن يَعْفُونَ ہاں اگر عورت اپنے حق سے دستبردار ہوتی ہے کہ میں نے اپنے شوہر کی کوئی خدمت نہیں کی تو میں مہر کی حقدار بھی نہیں۔ أَوْ يَعْفُوَا۟ سے مراد شوہر ہے جو پورے کے پورے مہر کو عورت کے حوالے کر دے اور اپنا آدھا حق بھی اس سے نہ لے۔[97]

وَأَن تَعْفُوٓا۟ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ میں مرد کو خطاب ہے کہ اگر تم اپنے حق کو چھوڑ دو تو یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے۔ کیونکہ طلاق تمہاری طرف سے دی گئی ہے۔

وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ یہ جملہ مستقلہ ماقبل تمام احکام پر متفرع ہے۔

1. طلاق دو لیکن وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (اپنے بیچ اخوت اسلامی کو مت بھولو)
2. اگر عورت خلع لیتی ہے اس کا اختیار ہے لیکن وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (اپنے بیچ اخوت اسلامی کو مت بھولو)
3. اگر ایلاء کی ہے تمہارا اختیار ہے لیکن وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (اپنے بیچ اخوت اسلامی کو مت بھولو)
4. یتیموں کی خیر خواہی ڈھونڈو اس لئے کہ وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (اپنے بیچ اخوت اسلامی کو مت بھولو)
5. مشرکین کے ساتھ رشتہ داری سے اجتناب کرو وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (اپنے بیچ اخوت اسلامی کو مت بھولو)
6. بچہ کو دودھ پلایا جائے تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو وَلَا تَنسَوُا۟ ٱلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (اپنے بیچ اخوت اسلامی کو مت بھولو)

ٱلْفَضْلَ سے مراد اخوت اسلامی اور بھائی چارہ ہے جو مسلمانوں کے درمیان ایمان کے رشتے کی وجہ سے قائم ہے۔ آج طلاق دینا دشمنی مول لینے کے مترادف ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگوں نے اس اسلامی رشتہ کو قائم کیا تھا اور انہوں نے کبھی اس کو آپس میں بغض و عناد کا سبب نہیں بنایا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے غیور صحابی نے جب مدینہ منورہ ہجرت کی تو اس کی دونوں بیویاں مکہ میں رہ گئیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے

شادی کی۔ جب معاویہ اسلام لائے تو اس کی بیوی نے بھی شوہر کے ساتھ مدینہ ہجرت کی لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔[98]

سولواں حکم : الصلاۃ

ربط : تدبیر منزل کے احکام کے درمیان میں نماز کو ذکر کرنا دو وجہ سے ہے:

1. طلاق کی وجہ سے گھر اجڑا ہے اور آپس میں اختلاف ہے تو نماز کے ذریعے اللہ کی طرف رجوع کرو، تا کہ مشکل کی یہ گھڑی آسان ہو۔
2. ماقبل میں بھی فقہی احکام گزرے اور مابعد بھی بعض فقہی احکام کا ذکر آرہا ہے تو نماز کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ کہیں فقہ میں مشغولیت کی وجہ سے اپنے مقصد اصلی یعنی اللہ کی عبادت کو ہی بھول نہ جاؤ۔[99]

"حَٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلۡوُسۡطَىٰ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَٰنِتِينَ" ﴿٢٣٨﴾

« نگہبانی کرو نمازوں کی اور (خاص کر) درمیان والی نماز کی، اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے تابعداری کرنے والے »

وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلۡوُسۡطَىٰ میں مفسرین کے اتنے ہی اقوال ہیں جتنی نمازیں ہیں۔ کوئی کہتا ہے فجر مراد ہے اور کوئی ظہر مراد لیتا ہے۔ لیکن جامع توجیہ یہ ہے کہ یہ تاکید من غیر لفظہ ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ تمام نمازوں کی نگہبانی کرو تا کہ ہر نماز صلاۃ وسطی بنے۔ اگر ظہر کی نماز پڑھی اور اس سے پہلے فجر کی نماز بھی پڑھی ہے تو اب عصر کی نماز پڑھو تا کہ ظہر کی نماز صلاۃ وسطی « درمیانی نماز » بنے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھو تا کہ عصر کی نماز صلاۃ وسطی « درمیانی نماز » بنے۔

وعلیٰ ہذا القیاس تمام نمازوں کی پابندی کی جائے تا کہ ہر نماز درمیانی نماز ٹھہرے۔ اور اگر کوئی اپنی مرضی سے پڑھتا ہے کہ بعض پڑھے اور بعض نہ پڑھے تو اس کی نماز صلاۃ وسطی « درمیانی نماز » نہیں ہے۔[100]

"فَإِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا أَوۡ رُكۡبَانٗاۖ فَإِذَآ أَمِنتُمۡ فَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمۡ تَكُونُواْ تَعۡلَمُونَ" ﴿٢٣٩﴾

« پھر اگر تم (نماز کے ادا کرنے میں دشمن سے) ڈرتے ہو تو (نماز پڑھو خواہ) پیدل ہو یا سواری پر پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں وہ سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے »

فَرِجَالًا أي فصلوا رجالا « تو نماز پڑھو پیدل چلتے ہوئے » اس آیت میں صلاۃ وسطی کی تشریح کی گئی ہے کہ ہر نماز کی پابندی کرو حتی کہ میدان جہاد میں دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ ہو تب بھی نماز نہیں چھوڑنی۔

فَإِذَآ أَمِنتُمۡ فَٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ یعنی جب خوف کی حالت ٹل جائے تو پھر اطمینان سے نماز پڑھو۔[101]

سترھواں حکم : الوصیۃ للازواج

"وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجٗا وَصِيَّةٗ لِّأَزۡوَٰجِهِم مَّتَٰعًا إِلَى ٱلۡحَوۡلِ غَيۡرَ إِخۡرَاجٖۚ فَإِنۡ خَرَجۡنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِي مَا فَعَلۡنَ فِيٓ أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعۡرُوفٖۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٞ" ﴿٢٤٠﴾

« اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور چھوڑ جائیں بیویوں کو تو وصیت کریں اپنی بیویوں کے لیے فائدے کی ایک سال تک اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں۔ پس اگر وہ (خود) نکلیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں جو وہ اپنی جانوں کے بارے میں شریعت کے مطابق کریں (یعنی نکاح) اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے »

مفسرین نے آیت کو منسوخ کہا ہے۔ کہ جب بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن مقرر ہوئی تو اس آیت کا حکم منسوخ ہوا۔ لیکن مولانا حسین علیؒ فرماتے ہیں وجوب منسوخ ہے لیکن استحباب اب بھی باقی ہے۔[102]

اٹھارواں حکم : المتعة

"وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿٢٤١﴾"

« اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لیے فائدہ پہنچانا ہے اچھے طریقہ پر، یہ کام متقیوں کے لائق ہے »

جب کسی شخص کا بیٹا سفر کے لئے نکلتا ہے تو کیا اسے خالی ہاتھ الوداع کہا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک عورت جس کے ساتھ زندگی بتائی ہے، اسے رخصت کرتے وقت کپڑے وغیرہ دئے جائیں۔ اور اسے عزت کے ساتھ رخصت کیا جائے۔[103]

"كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٤٢﴾"

« (جس طرح اللہ نے یہ احکام بیان کئے) اسی طرح اللہ تمہارے لئے مزید احکام بیان فرماتا ہے تا کہ ضرور تم سمجھو »

حواشی:

1 حاجی خلیفہ (ملا کاتب چلپی) تدبیر منزل کی تعریف اور اس کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

علم تدبير المنزل : وهو: قسم من ثلاثة أقسام الحكمة العملية. وعرفوا بأنه: [*تعریف*] علم يعرف منه اعتدال الأحوال المشتركة بين الإنسان، وزوجته وأولاده وخدامه وطريق علاج الأمور الخارجة عن الاعتدال. وموضوعه: أحوال الأشخاص المذكورة من حيث الانتظام. ونفعه عظيم لا يخفى على أحد لأن حاصله انتظام أحوال الإنسان في منزله ليتمكن بذلك من رعاية الحقوق الواجبة بينه وبينهم ويتفرغ على اعتدالها كسب السعادة العاجلة والآجلة. والأخصر أن يقال: **هو علم بمصالح جماعة متشاركة في المنزل**. وفائدته: أن يعرف كيفية المشاركة التي ينبغي أن تكون بين أهل منزل. واعلم: أن ليس المراد بالمنزل في هذا المقام: البيت المتخذ من الأحجار والأشجار بل المراد: التالف المخصوص، الذي يكون بين الزوج والزوجة والوالد والولد والخادم والمخدوم والمتمول والمال سواء كانوا من أهل المدر أو أهل الوبر. وأما سبب الاحتياج إليه: فكون الإنسان مدنيا بالطبع .وكتب علم الأخلاق متكفلة ببيان مسائل هذا الفن وقواعده [*كشف الظنون* 1:381، *باب التاء*]

شاہ ولی اللہ اس کی تعریف یوں کرتے ہیں: وَهُوَ الْحِكْمَة الباحثة عَن كَيْفيَّة حفظ الرَّبْط الْوَاقِع بَين أهل الْمنزل [*حجۃ اللہ البالغہ*:88]

«وہ علم جس میں ایک گھر کے باشندوں میں پائے جانے والے ربط و تعلق کی حفاظت کی کیفیت سے بحث کی جاتی ہے»

2 امام رازی لکھتے ہیں: الحكم الأول فيما يتعلق بالنفقة هو هذه الآية [*التفسیر الکبیر* 6:381]

3 امام محمد بن ابو بکر، حنفی، رازی [وفات:666ھ] لکھتے ہیں: فإن قيل: كيف طابق الجواب السؤال في قوله: يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَٰلِدَيْنِ. فإنهم سألوا عن بيان ما ينفقون وأجيبوا ببيان المصرف؟ قلنا: قد تضمن قوله تعالى : قُلْ مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ بيان ما ينفقونه وهو كل خير ثم زيدوا على الجواب ببيان المصرف. ونظيره قوله تعالى: وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿١٧﴾ قَالَ هِىَ عَصَاىَ أَتَوَكَّؤُاْ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِى وَلِىَ فِيهَا مَـَٔارِبُ أُخْرَىٰ. وقوله ﷺ وقد سئل عن الوضوء بماء البحر هو الطهور ماؤه الحل ميتته [*مسائل رازی*:23]

اور اسی لئے بروز قیامت نہ صرف کمانے کے حوالے سے پوچھا جائے گا بلکہ مصرف کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا :عن أبي برزة الأسلمي قال: قال رسول الله ﷺ: لا تزول قدما عبد يوم القيامة حتى يسأل عن عمره فيما أفناه وعن علمه فيم فعل وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه وعن جسمه فيم أبلاه هذا حديث حسن صحيح .

[*جامع ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، باب فی القیامۃ، حدیث*:2417]

4 آیت:180 کی تفسیر میں امام راغب اصفہانی کے حوالے سے گزر چکا کہ مال پر خیر کا اطلاق تب درست ہے جب وہ حلال ہو، حرام اور غصب کئے گئے مال پر خیر کا اطلاق ٹھیک نہیں ہے۔

5 امام رازی لکھتے ہیں: اعلم أنه تعالى راعى الترتيب في الإنفاق، فقدم الوالدين الخ [*التفسیر الکبیر* 6:382]

6 اس جملے میں انفاق سے فعل عام سے تعبیر کیا گیا یعنی یہ مال لگانا تمہارا فعل ہو گا۔ ایسا نہیں کہ بطور سربراہ خانہ ایک دو دن مال خرچ کرنے سے تم عہدہ برآ ہو جاؤ گے۔ اور عموم بھی درست ہے جیسا کہ امام رازی لکھتے ہیں: فالمعنى وما تفعلوا من إنفاق شيء من المال قل أو كثر، وفيه قول آخر وهو أن يكون قوله: وما تفعلوا من خير يتناول هذا الإنفاق وسائر وجوه البر والطاعة وهذا أولى [*التفسیر الکبیر* 6:383]

7 امام رازی لکھتے ہیں: الحكم الثاني فيما يتعلق بالقتال [*التفسیر الکبیر* 6:384]

8 **ربط** : آیت:217 اور 219 کے دو قوانین گویا کہ لف نشر مرتب کے طور پر ان دو جملوں :وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُواْ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّواْ شَيْـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ کی تشریح ہیں۔

لف نشر بلاغت میں علم بدیع کی اصطلاح ہے۔ اور اس کی دو اقسام ہیں: مرتب اور غیر مرتب۔ اس کی تعریف یہ ہے:

هو ذكر متعدد مفصل أو مجمل ثم ذكر ما لكل من آحاده بلا تعيين اتكالا على أن السامع يرد إلى كل ما يليق به لوضوح الحال . فالمفصل قسمان: إما مرتب، كقوله تعالى: ومن رحمته جعل لكم الليل والنهار لتسكنوا فيه ولتبتغوا من فضله، فقد جمع بين الليل والنهار بواو العطف، ثم أضيف إلى كل ما يليق به، فأضيف السكون إلى الليل؛ لأن فيه النوم والراحة، وابتغاء الرزق إلى النهار لما فيه من الكد والعمل. وإما بعكس ترتيب اللف . والمجمل، كقوله تعالى: وقالوا لن يدخل الجنة إلا من كان هودا أو نصارى. فضمير قالوا لليهود والنصارى على سبيل اللف، ثم أضيف ما لكل إليه بعد، إذ التقدير وقالت اليهود لن يدخل الجنة إلا من كان هودا، وقالت النصارى لن يدخل الجنة إلا من كان نصرانيا [*علوم البلاغۃ، البیان، المعانی البدیع*:330]

9 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الْكَرْهُ والْكُرْهُ واحد، نحو: الضَّعف والضُّعف، وقيل: الكَرْهُ: المشقّة التي تَنَالُ الإنسانَ من خارج فيما يُحْمَلُ عليه بِإِكْرَاهٍ، والكُرْهُ: ما يناله من ذاته وهو يَعَافُهُ، وذلك على ضربين: أحدهما: ما يُعَافُ من حيث الطّبع. والثاني: ما يُعَافُ من حيث العقل أو الشّرع «**ایک قول کے مطابق دونوں کا معنی ایک ہے اور دوسرے قول کے مطابق کرہ** [زبر کے ساتھ] **انسان کو پہنچنے والے اس مشقت کو کہتے ہیں جو اس پر باہر سے زبر دستی ڈالا جائے اور کرہ** [پیش کے ساتھ] **اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے اپنی ذات سے پہنچے اور وہ اسے ناگوار ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں: یا تو اسے طبعاً ناگوار ہو اور یا عقل اور شریعت کی رُو سے ناگوار ہو**» [**المفردات فی غریب القرآن**:707، مادة: كره]

ابن قیم اپنے استاذ کے بارے میں لکھتے ہیں: ذكر (شيخ الأسلام) لي فصلا عَظِيم النَّفْع فِي التناسب بَين اللَّفْظ وَالْمعْنَى ومناسبة الحركات لِمَعْنى اللَّفْظ وَأَنَّهُمْ فِي الْغَالِب يجْعَلُونَ الضمة الَّتِي هِيَ أقوى الحركات للمعنى الْأَقْوَى والفتحة الْخَفِيفَة للمعنى الْخَفِيف والمتوسطة للمتوسط [**جلاء الافہام فی فضل الصلاۃ علی محمد خیر الانام**:147]

10 **امام غزالی فرماتے ہیں:** إن أقسام الأحكام الثابتة لأفعال المكلفين خمسة: الواجب والمحظور والمباح والمندوب والمكروه. ووجه هذه القسمة أن خطاب الشرع إما أن يرد باقتضاء الفعل أو اقتضاء الترك أو التخيير بين الفعل والترك، فإن ورد باقتضاء الفعل فهو أمر فإما أن يقترن به الإشعار بعقاب على الترك فيكون واجبا أو لا يقترن فيكون ندبا والذي ورد باقتضاء الترك، **فإن أشعر بالعقاب على الفعل فحظر وإلا فكراهية** وإن ورد بالتخيير فهو مباح [**المستصفى**:53]

11 **امام رازی لکھتے ہیں:** وَٱللَّهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ فالمقصود منه الترغيب العظيم في الجهاد وذلك لأن الإنسان إذا اعتقد قصورَ علمِ نفسه، وكمالَ علمِ الله تعالى، ثم علم أنه سبحانه لا يأمر العبد إلا بما فيه خَيْرَتُهُ ومَصْلَحَتُهُ، علم قطعا أن الذي أمره الله تعالى به وجب عليه امتثاله، سواء كان مكروها للطبع أو لم يكن فكأنه تعالى قال: يا أيها العبد اعلم أن علمي أكمل من علمك فكن مشتغلا بطاعتي ولا تلتفت إلى مقتضى طبعك فهذه الآية في هذا المقام تجري مجرى قوله تعالى في جواب الملائكة إني أعلم ما لا تعلمون [**التفسیر الکبیر**6:386]

12 "عن جابر رضي الله عنه، قال: كان النبي صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يعلمنا الاستخارة في الأمور كلها، كالسورة من القرآن: " إذا هم بالأمر فليركع ركعتين ثم يقول: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ العَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الغُيُوبِ، اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي – أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ – فَاقْدُرْهُ لِي، وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي – أَوْ قَالَ: فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ – فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاقْدُرْ لِي الخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ، وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ "

[**صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الاستخارۃ، حدیث**:6382]

13 **ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت تو نہیں ملی البتہ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:** عن أبي هريرة، قال: ودعني رسول الله ﷺ فقال: أستودعك الله الذي لا تضيع ودائعه «**میں تمہیں اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کو سپرد کی ہوئی چیزیں ضائع نہیں ہوتیں**» [**سنن ابن ماجہ، حدیث**:2825] **اور اس کی سند حسن ہے جیسا کہ حافظ عراقی** [وفات:806ھ] **نے تخریج احادیث الاحیاء:722، میں کہا ہے۔**

14 **پوری روایت اس طرح ہے: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہیں:**

كان إذا استوى على بعيره خارجا إلى سفر، كبر ثلاثا، ثم قال: «سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ، اللهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى اللهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ، اللهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ» وإذا رجع قالهن وزاد فيهن: «آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ» «**رسول اللہ ﷺ جب بھی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر کسی سفر کے لئے نکلتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے پھر فرماتے:(ترجمہ) پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ہمارے لئے اس(سواری) کو مسخر فرما دیا اور ہم اسے مسخر کرنے والے نہ تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم اس سفر میں تجھ سے نیکی اور تقویٰ کا اور ان اعمال کا سوال کرتے ہیں کہ جن سے تو راضی ہوتا ہے اے اللہ! ہمارے اس سفر کو ہم پر آسان فرما اور اس کی مسافت کو تہہ فرما دے، اے اللہ! تو ہی اس سفر میں ہمارا رفیق ہے اور گھر والوں میں پیچھے رہنے والا ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں اور رنج و غم سے اور اپنے مال اور گھر والوں کے برے انجام سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور جب آپ ﷺ سفر سے واپس آتے تو یہی دعا پڑھتے اور ان میں ان کلمات کا اضافہ فرماتے ہم واپس آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں**» [**صحیح مسلم، کتاب الحج، باب مایقول اذا رکب الی سفر الحج وغیرہ، حدیث**:1342]

15 **عزالدین عبد العزیز بن عبد السلام** [وفات:660ھ] **لکھتے ہیں:** وَإِنْ كَانَتْ الْمَصْلَحَةُ أَعْظَمَ مِنْ الْمَفْسَدَةِ حَصَّلْنَا الْمَصْلَحَةَ مَعَ الْتِزَامِ الْمَفْسَدَةِ، وَإِنْ اسْتَوَتْ الْمَصَالِحُ وَالْمَفَاسِدُ فَقَدْ يُتَخَيَّرُ بَيْنَهُمَا وَقَدْ يُتَوَقَّفُ فِيهِمَا [**قواعد الاحکام فی مصالح الانام**1:98]

امام ماتریدی اسی آیت کے تحت اس اصول کو ذکر کرتے ہیں: فالأصل عندنا أن الابتلاء إذا كان من وجهين يختار الأيسر منهما والأخف؛ فلذلك قلنا: إنه يختار القتل في الحرم على بقاء الفتنة وهو الشرك إذ هو أكبر وأعظم. والله أعلم [**تاویلات اہل السنۃ** 65:2] **اور امام رازی نے بھی لکھا ہے:** ومعلوم أن الأمرين متى تعارضا فالأكثر منفعة هو الراجح [**التفسیر الکبیر** 386:6]

16 **ابوالبقاء لکھتے ہیں:** والجيد أن يكون متعلقا بفعل محذوف دل عليه الصد تقديره: ويصدون عن المسجد [**التبیان فی اعراب القرآن** 175:1]

17 **ابن جوزی لکھتے ہیں: کہ بعض مفسرین کے نزدیک قرآن مجید میں فتنہ پندرہ معانی میں مستعمل ہے۔(پھر تمام معانی ذکر کئے ہیں)** [**نزھۃ الاعین النواظر فی علم الوجوہ والنظائر**:478]

18 **امام رازی لکھتے ہیں:** قال أهل اللغة أصْلُ الحَبَطِ أن تأكلَ الإبلُ شيئًا يضرها فتعظُمَ بُطونُهَا فَتَهْلِكَ [**التفسیر الکبیر** 393:6]

19 وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ ٱسْتَطَٰعُوا۟ **کو چھوٹا جرم بنایا جا سکتا ہے۔کہ کافر ہمیشہ تمہیں تمہارے دین سے پھیرنے کے درپے ہے۔**

20 **ابوالبقاء لکھتے ہیں:** يجوز أن تكون حتى بمعنى كي، وأن تكون بمعنى إلى [**التبیان فی اعراب القرآن** 175:1] **ابن ہشام لکھتے ہیں:** ولحتى الداخلة على المضارع المنصوب ثلاثة معان مرادفة إلى نحو {حتى يرجع إلينا موسى} **ومرادفة كي التعليلية** نحو {ولا يزالون يقاتلونكم حتى يردوكم} ومرادفة إلا في الاستثناء [**مغنی اللبیب**:169]

21 **محمد بن حسین، ابوعبدالرحمن السلمی، نیشاپوری** [وفات:412ھ] **صحیح سند کے ساتھ امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں:** قولوا لأهل البدع: بيننا وبينكم يوم الجنائز [**سوالات السلمی للدارقطنی**:361،روایت:472،**سیر اعلام النبلاء** 340:11،**ترجمہ احمد بن حنبل**:78]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ابو بکر بن عیاش کا قول نقل کرتے ہیں: أهل السنة يموتون ويحيى ذكرهم وأهل البدعة يموتون ويموت ذكرهم؛ لأن أهل السنة أحيوا ما جاء به الرسول ﷺ فكان لهم نصيب من قوله: {ورفعنا لك ذكرك} وأهل البدعة شنئوا ما جاء به الرسول ﷺ فكان لهم نصيب من قوله: {إن شانئك هو الأبتر}

[**مجموع الفتاوی** 528:16اور38:28،**الرد علی البکری** 175:1]

22 **اسم موصول کی تکرار جہاد اور ہجرت کی الگ الگ فضیلت کی طرف اشارہ ہے:** كرر الموصول لتعظيم الهجرة والجهاد كأنهما مستقلان في تحقيق الرجاء [**تفسیر بیضاوی** 137:1]

23 **ابن قیم نے اس آیت کو دلیل بناتے ہوئے لکھا ہے:** ولا يتم الجهاد إلا بالهجرة، ولا الهجرة والجهاد إلا بالإيمان [**زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، فصل فی شرط الجہاد**،10:3] **اور آگے ابن قیم نے ہجرت سے مراد وہ دو ہجرتیں لی ہیں جو ایمان کی طرح ہر مسلمان پر ہر وقت فرض ہیں، فرماتے ہیں:** وكما أن الإيمان فرض على كل أحد ففرض عليه هجرتان في كل وقت: هجرة إلى الله عز وجل بالتوحيد والإخلاص والإنابة والتوكل والخوف والرجاء والمحبة والتوبة، وهجرة إلى رسوله بالمتابعة والانقياد لأمره، والتصديق بخبره، وتقديم أمره وخبره على أمر غيره وخبره [**زاد المعاد، فصل فی شرط الجہاد**،11:3]

24 **عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام** [وفات:660ھ] **لکھتے ہیں:** فَإِنْ كَانَتْ الْمَفْسَدَةُ أَعْظَمَ مِنْ الْمَصْلَحَةِ دَرَأْنَا الْمَفْسَدَةَ وَلَا نُبَالِي بِفَوَاتِ الْمَصْلَحَةِ , قال الله تعالى: يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا أما منفعة الخمر فبالتجارة ونحوها، وأما منفعة الميسر فبما يأخذه القامر من المقمور. وأما مفسدة الخمر فبإزالتها العقول، وما تحدثه من العداوة والبغضاء، والصد عن ذكر الله وعن الصلاة. وأما مفسدة القمار فبإيقاع العداوة والبغضاء، والصد عن ذكر الله وعن الصلاة، وهذه مفاسد عظيمة لا نسبة إلى المنافع المذكورة إليها [**قواعد الاحکام فی مصالح الانام** 98:1]

25 **ابن جریر روایت کرتے ہیں:** عن إبن عباس : منافعهما قبل التحريم وإثمهما بعد ما حُرِّمَا [**جامع البیان** 329:4،**روایت**:4138]

شراب سے متعلق چند باتیں

1. **سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے خمر کی تعریف یوں نقل کی گئی ہے:** الخَمْرُ مَا خَامَرَ العَقْلَ «**خمر اسے کہتے ہیں جو عقل پر پردہ ڈالے**» [**صحیح بخاری، کتاب الاشربۃ، باب الخمر من العنب**، **حدیث**:5581، **صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر، حدیث**:3032]
2. **شراب کی حرمت بتدریج نازل ہوئی ہے جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے:** عن عمر بن الخطاب، قال: لما نزل تحريم الخمر، قال: اللهم بين لنا في الخمر بيانا شفاء. فنزلت هذه الآية التي في سورة البقرة: {يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير} [البقرة: 219]. قال: فدعي عمر، فقرئت عليه، فقال: اللهم بين لنا في الخمر بيانا شفاء . فنزلت الآية التي في سورة النساء: {يا أيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى} [النساء: 43]، فكان منادي رسول الله ﷺ إذا أقام الصلاة نادى: أن لا يقربن الصلاة سكران، فدعي عمر فقرئت عليه، فقال: اللهم بين لنا في الخمر بيانا شفاء. فنزلت الآية التي في المائدة، فدعي عمر فقرئت عليه، فلما بلغ {فهل أنتم منتهون} [المائدة: 91] قال: فقال عمر: انتهينا، انتهينا [**مسند احمد** 442:1،**حدیث**:378]

3. جو شخص دنیا میں شراب پئے اور اس سے توبہ نہ کرے، تو وہ آخرت میں جنت کی شراب سے محروم رہے گا اگرچہ جنت میں داخل کیوں نہ ہو جائے: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: من شرب الخمر في الدنيا، ثم لم يتب منها، حُرِمَهَا في الآخرة [صحیح بخاری، کتاب الاشربة، حدیث:5575، صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب عقوبة من شرب الخمر، حدیث:2003] حُرِمَهَا في الآخرة کی مزید وضاحت دوسری روایت سے یوں ہوتی ہے: عن ابن عمر: أنه قال: قال رسول الله ﷺ :من شرب الخمر في الدنيا ولم يتب لم يشربها في الآخرة وإن أُدْخِلَ الْجَنَّةَ [شعب الایمان بیھقی،96:7،حدیث:5184]اس کی سند صحیح ہے۔

4. منکرین حدیث دانستہ اور بعض مسلمان نادانستہ طور پر یہ سوال کرتے ہیں، کہ اگر شراب حرام ہے تو قرآن مجید سے شراب کی حرمت لفظ "حرام" کے ساتھ کہاں سے ثابت ہے؟ اس کا جواب ابن جزي الكلبي نے اس آیت کے تحت یوں دیا ہے: إِثْمٌ كَبِيرٌ نص في التحريم وأنهما من الكبائر ، لأن الإثم حرام لقوله: قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والإثم [الأعراف: 33] «یہ آیت شراب اور جوئے کی حرمت اور گناہ کبیرہ ہونے پر دلیل ہے، اس آیت میں دونوں کو إِثْمٌ کہا گیا ہے اور إِثْمٌ کو قرآن مجید نے سورۃ الاعراف:33 میں حرام قرار دیا ہے» [التسهيل لعلوم التنزيل 120:1]

5. حد خمر یعنی شریعت میں شراب نوشی کی سزا

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شرابی لایا گیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، اس کو چالیس کوڑے مارے گئے اور جب چالیس پورے ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جلد النبي ﷺ أربعين ، وجلد أبو بكر أربعين، وعمر ثمانين، و كُلٌّ سُنَّةٌ وهذا أحب إلي «نبی ﷺ نے شرابی کو چالیس کوڑے لگوائے، سیدنا ابو بکر صدیق نے بھی چالیس کوڑے لگوائے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے لگوائے اور سب سنت ہیں۔ اور مجھے (یہ چالیس کوڑے) زیادہ پسندیدہ ہیں» [صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر، حدیث:1707]

امام نووی [وفات:676ھ] حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: [وكل سنة] معناه أن فعل النبي ﷺ وأبي بكر سنة يعمل بها وكذا فعل عمر ولكن فعل النبي ﷺ وأبي بكر أحب إلي وقوله [وهذا أحب إلي] إشارة إلى الأربعين ... وفيه أن فعل الصحابي سنة يعمل بها وهو موافق لقوله ﷺ فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ... وأما زيادة عمر رضى الله عنه فهي تعزيرات والتعزير إلى رأي الإمام إن شاء فعله وإن شاء تركه بحسب المصلحة في فعله وتركه فرآه عمر رضى الله عنه ففعله ولم يره النبي ﷺ ولا أبو بكر ولا علي رضى الله عنهما فتركوه [شرح النووی علی مسلم 217:11]

اور صحابہ کے اسی اختلاف پر بعد کے فقہاء اسلام کا اختلاف مبنی ہے: واختلف العلماء في قدر حد الخمر:

1. فقال الشافعي وأبو ثور وداود وأهل الظاهر وآخرون : **حده أربعون** .
2. ونقل القاضي عن الجمهور من السلف والفقهاء منهم مالك وأبو حنيفة والأوزاعي والثوري وأحمد وإسحاق رحمهم الله تعالى أنهم قالوا : **حده ثمانون** .

مزید بر آں امام نووی نے شراب کے حوالے سے کئی اجماع نقل کئے ہیں: وأما الخمر:

1. فقد أجمع المسلمون على تحريم شرب الخمر
2. وأجمعوا على وجوب الحد على شاربها سواء شرب قليلا أو كثيرا
3. وأجمعوا على أنه لا يقتل بشربها وإن تكرر ذلك منه [شرح النووی علی مسلم 217:11]

المیسر سے متعلق چند باتیں

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: الميسر القمار. كان الرجل في الجاهلية يخاطر على أهله وماله، فأيهما قمر صاحبه ذهب بأهله وماله «میسر سے مراد جوا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص دوسرے شخص سے اپنی بیوی اور مال کی شرط لگاتا تھا۔ پھر جو کوئی اپنے ساتھی پر جوئے میں غالب آجاتا تو وہ اس کی بیوی اور مال لے جاتا تھا» [جامع البیان 324:4]

مفسرین نے المیسر کے اشتقاق میں چار اقوال ذکر کئے ہیں:

- یسر سے مشتق ہے جس کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں کیونکہ جوئے میں بھی غیر کا مال بغیر کسی مشقت کے آسانی سے ہتھیایا جاتا ہے۔
- یسار سے مشتق ہے جس کے معنی غناء اور مالداری کے ہیں۔ فنظرة إلى ميسرة بھی اسی سے ہے۔
- يسر لی الشئ اس وقت کہتے ہیں: إذا وجب جب کوئی چیز لازم اور ثابت ہو جائے۔ کیونکہ جوئے میں بھی بازی جیتنے پر دوسرے کا مال جیتنے والے کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔

- يسر القوم الجزور اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ کو ذبح کرنے کے بعد اس کو تقسیم کیا جائے۔

[المفردات فی غریب القرآن:891، تفسیر بغوی 280:1، الکشاف 261:1، تفسیر قرطبی 53:3]

امام ابو بکر جصاص نے اس کی آسان تعریف یوں کی ہے: تَمْلِيكُ الْمَالِ عَلَى الْمُخَاطَرَةِ «شرط لگا کر مال کا مالک بنانا» [احکام القرآن 582:2]

قرآن، حدیث اور فقہ میں جوئے اور اس سے متعلق استعمال ہونے والی اصطلاحات:

1. میسر
2. قمار / مقامرۃ
3. استقسام بالازلام (تیروں پر قسمت آزمائی)
4. سبق (دوڑ میں مقابلہ کرنے کی شرط لگانا)
5. رہان (گھوڑ دوڑ پر شرط لگانا)
6. غرر (جس کا انجام معلوم نہ ہو، پتہ نہ ہو کہ ہو گا یا نہیں)
7. مخاطرۃ (شرط لگانا) [الموسوعة الفقهية الكويتية ج:39، ص:404-405]

[26] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: إنما ذكر يسألونك بغير واو ثلاثاً ثم بها ثلاثاً، لأن السؤالات الأول كانت في أوقات متفرقة والثلاثة الأخيرة كانت في وقت واحد فلذلك ذكرها بحرف الجمع [تفسیر بیضاوی 139:1، مدارک التنزیل 186:1]

[27] سورۃ ق:30 سے یہ جملے لئے گئے ہیں جس میں بروز قیامت جہنم سے کہا جائے گا کہ کیا تم بھر گئے ہو تو وہ مزید کا تقاضا کرے گا۔

[28] امام قشیری، عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک [وفات:465ھ] اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: قيل العفو ما فضل عن حاجتك، وهذا للخواص يخرجون من فاضل أموالهم عن قدر كفاياتهم، **فأما خواص الخواص فطريقهم الإيثار وهو أن يؤثر به غيره على نفسه وبه فاقة إلى ما يخرج** وإن كان صاحبه الذي يؤثر به غيبا « ٱلۡعَفۡوَ کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ وہ چیز جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ لیکن یہ خواص کا طریقہ ہے جو اپنے زائد مال سے بقدر کفایت خرچ کرتے ہیں۔ جہاں تک خواص الخواص کا تعلق ہے تو ان کا طریقہ ایثار کا ہے جو اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اس چیز کے محتاج ہوں »[تفسیر قشیری 177:1]

ابن العربی قُلِ ٱلۡعَفۡوَ کے بارے میں چھ اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وأسعد هذه الأقوال بالتحقيق وبالصحة ما عضدته اللغة وأقواها عندي الفضل، للأثر المتقدم. وللنظر وهو أن الرجل إذا تصدق بالكثير ندم واحتاج، فكلاهما مكروه شرعا، فإعطاء اليسير حالة بعد حالة أوقع في الدين وأنفع في المال؛ وقد «جاء أبو لبابة إلى النبي ﷺ بجميع ماله، وكذلك كعب، فقال لهما: الثلث»

« اور مذکورہ اقوال میں میرے نزدیک زیادہ قوی، تحقیق اور صحت کے زیادہ قریب قول وہ ہے جس کی تائید لغت سے بھی ہوتی ہے اور اس کے بارے میں روایات بھی وارد ہیں کہ عفو سے مراد (ضرورت سے) "زائد" مال ہے۔ اور مشاہدہ سے یہ بات معلوم ہے کہ جب ایک شخص زیادہ مال خرچ کرتا ہے تو بعد میں وہ پشیمان اور محتاج ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں (ندامت اور محتاجی) شرعاً ناپسندیدہ ہیں۔ سو تھوڑا مال وقفے وقفے سے دینا دین کے اعتبار سے زیادہ واقع اور مال کے اعتبار سے زیادہ مفید ہے اور ابو لبابہ اور کعب رضی اللہ عنہما پورا مال خیرات کرنے کے لئے لائے پس آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ صرف ایک تہائی خرچ کرو» [احکام القرآن 214:1]

وہ معنی بھی درست ہے جس کو عام مفسرین نے ذکر کیا ہے اور اس کی تائید میں روایات بھی ہیں۔ جبکہ شیخ القرآن نے اس معنی کو ترجیح دی ہے جس میں ایثار کا پہلو نمایاں ہے۔

قُلِ ٱلۡعَفۡوَ کے فلسفے کے بارے میں اقبال کہتا ہے:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں — اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار
جو حرف قُلِ ٱلۡعَفۡوَ میں پوشیدہ ہے اب تک — اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار!

[ضرب کلیم (اشتراکیت) :114]

[29] امام ماتریدی لکھتے ہیں:

وفيه دليل أن لا بأس بأن يؤدب الرجل اليتيم بما هو صلاح له. وذلك كما يؤدب ولده وأن يعلمه بما فيه الاعتياد لمحاسن الأخلاق والتوسيع [تاویلات اہل السنۃ 121:2]

« اس آیت میں دلیل ہے کہ ایک شخص کا یتیم کو ادب سکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں جس میں اس کی خیر خواہی ہو، جس طرح ایک شخص اپنی اولاد کو ادب اور اچھے اخلاق کی عادت ڈالنے کی تعلیم دیتا ہے »

30 **ابن کثیر لکھتے ہیں:** وإن خلطتم طعامكم بطعامهم وشرابكم بشرابهم، فلا بأس عليكم؛ لأنهم إخوانكم في الدين [**تفسیر القرآن العظیم**1:436]

ابو عبید قاسم بن سلام [وفات:224ھ] **فرماتے ہیں:** والذي دار عليه المعنى من هذا أن الله عز وجل لما أوجب النار لآكل أموال اليتامى أحجم المسلمون عن كل شئ من أمرهم حتى مخالطتهم كراهية الحرج فيها فنسخ الله عز وجل ذلك بالإذن في المخالطة والإذن في الإصابة من أموالهم بالمعروف إذا كانت لوالي تلك الأموال الْحَاجَةُ إليها. قال أبو عبيد: ومخالطة اليتامى أن يكون لأحدهم الْمَالُ وَيَشُقَّ عَلَى كَافِلِهِ أَنْ يُفْرِدَ طَعَامَهُ عنه ولا يجد بُدًّا مِنْ خَلْطِهِ بِعِيَالِهِ فيأخذ من مال اليتيم قدر ما يرى أنه كافيه بالتحري فيجعله مع نفقة أهله وهذا قد يقع فيه الزيادة والنقصان فجاءت هذه الآية الناسخة بالرخصة فيه وذلك قوله عز وجل: وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ . قال أبو عبيد: وهذا عندي أصل للشاهد الذي تَفْعَلُهُ الرِّفَاقُ في الأسفار ألا ترى أنهم يتخارجون النفقات بِالسَّوِيَّةِ وَقَدْ يَتَبَايَنُونَ فِي قِلَّةِ الْمَطْعَمِ وَكَثْرَتِهِ وليس كل من قل طعامه يَطِيبُ نَفْسُهُ بِالتَّفَضُّلِ عَلَى رَفِيقِهِ ، فلما جاء هذا في أموال اليتامى واسعا كان في غيرهم بحمد الله ونعمته أوسع لولا ذلك لَخِفْتُ أَنْ يُضَيَّقَ فِيهِ الْأَمْرُ عَلَى النَّاسِ

[**الناسخ والمنسوخ**:240،روایت:440]

31 والله يعلم المفسد من المصلح أي يعلم من قصده ونيته الإفساد أو الإصلاح [**تفسیر القرآن العظیم**1:436]

32 **یہی تعریف شاہ ولی اللہ نے بھی کی ہے:** والشرك أن يثبت لغير الله تعالى شيئا من الصفات المختصة به تعالى كالتصرف فى العالم ... أو إثبات العلم الذاتي الذي لا يحصل بالاكتساب عن طريق الحواس والدليل العقلي والمنام والإلهام و نحو ذلك أو الإيجاد لشفاء المريض أو إثبات اللعنة على شخص أو السخط عليه [**الفوز الکبیر**:16]

33 **کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ کسی عورت سے چار وجوہات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے:** عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي ﷺ قال: " تنكح المرأة لأربع : لمالها ولحسبها وجمالها ولدينها، فاظفر بذات الدين، تربت يداك « **عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے: اس کے مال، حسب نسب، خوبصورتی اور اس کی دینداری۔ اپنے آپ کو دین والی پر کامیاب کرو، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں** »[**صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الاکفاء فی الدین، حدیث**:5090]

تَرِبَتْ يَدَاكَ : **کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں، لیکن امام نووی فرماتے ہیں:** وَالْأَصَحُّ الْأَقْوَى الَّذِي عَلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ فِي مَعْنَاهُ : أَنَّهَا كَلِمَةٌ أَصْلُهَا اِفْتَقَرَتْ , وَلَكِنَّ الْعَرَبَ اِعْتَادَتْ اِسْتِعْمَالَهَا غَيْرَ قَاصِدَةٍ حَقِيقَة مَعْنَاهَا الْأَصْلِيّ , فَيَذْكُرُونَ تَرِبَتْ يَدَاك , وَقَاتَلَهُ اللَّه , مَا أَشْجَعه , وَلَا أُمَّ لَهُ , وَلَا أَبَ لَكَ , وَثَكِلَتْهُ أُمُّهُ , وَوَيْلُ أُمِّهِ , وَمَا أَشْبَهَ هَذَا مِنْ أَلْفَاظهمْ يَقُولُونَهَا عِنْد إِنْكَارِ الشَّيْءِ أَوْ الزَّجْرِ عَنْهُ أَوْ الذَّمِّ عَلَيْهِ أَوْ اِسْتِعْظَامِهِ أَوْ الْحَثِّ عَلَيْهِ أَوْ الْإِعْجَابِ بِهِ . وَاَللَّهُ أَعْلَم [**شرح النووی علی مسلم**3:221]

34 ويستفاد من تعليل الآية النهي عن مخالطة كل مشرك ومبتدع، لأنه إذا لم يجز التزوج مع أن فيه مصالح كثيرة فالخلطة المجردة من باب أولى، وخصوصا الخلطة التي فيها ارتفاع المشرك ونحوه على المسلم كالخدمة ونحوها [**تیسیر الکریم الرحمن**:99]

35 **امام محمد بن حسن شیبانی** [وفات:189ھ] **فرماتے ہیں:** وَلَا تَنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ فكان حكم هذه الآية أن كل مشركة حرام على أي ملل الشرك كانت من أهل الكتاب أو من غيرهم. ثم إن الله تعالى أحل نساء أهل الكتاب فقال تبارك وتعالى: ٱلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَٱلْمُحْصَنَٰتُ مِنَ ٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْمُحْصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ . فأحل نساء أهل الكتاب من جملة أهل الكفر على الأول من قوله: وَلَا تَنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ [**الاصل**4:356]

ابن جوزی لکھتے ہیں: لفظ عام خص منه الكتابيات بآية المائدة وهذا تخصيصٌ لا نسخٌ . وعلى هَذَا الفقهاءُ ، وهو الصحيح [**نواسخ القرآن**:204] **ابن العربی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:** فأباح نكاح الاماء بشرط الايمان وأطلق إباحة نكاح الحرة كانت مؤمنة أو كتابية وحرم نكاح المشركة كانت حرة أو أمة [**الناسخ والمنسوخ**:52]

36 **صحابہ میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورۃ البقرۃ کی اس آیت کے عموم کے قائل تھے جیسے:** أن ابن عمر كان إذا سئل عن نكاح النصرانية واليهودية، قال: إن الله حرم المشركات على المؤمنين، ولا أعلم من الإشراك شيئا أكبر من أن تقول المرأة: ربها عيسى، وهو عبد من عباد الله « **عبد اللہ بن عمرؓ سے جب نصرانی اور یہودی عورت کے نکاح کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپؓ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مشرک عورتیں حرام قرار دی ہیں اور اس سے بڑھ کر شرک کی بات میں نہیں جانتا کہ کوئی عورت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہے: کہ اس کا رب عیسیٰ ہے حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہیں** » [**صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ:** وَلَا تَنكِحُواْ ٱلْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ، **حدیث**:5285] **گویا کہ ان کے نزدیک اور ان جیسے بعض دیگر علماء کے نزدیک سورۃ المائدۃ کی آیت کا حکم منسوخ ہے۔**

ابن جوزی کہتے ہیں: وقد زعم قوم أن أهل الكتاب ليسوا مشركين، وهذا فاسد، لأنهم قالوا عزير ابن الله، والمسيح ابن الله فهم بذلك مشركون [**نواسخ القرآن**:204]

اس قول پر تفصیلی گفتگو امام ابو جعفر نحاس [وفات:338ھ] نے کی ہے: فإن قال قائل فقد قال قوم من العلماء إنه لا يقال لأهل الكتاب مشركون وإنما المشرك من عبد وثنا مع الله جل وعز فأشرك به . قال أبو جعفر الخ [**الناسخ والمنسوخ**:196]

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے بارے میں صحابہ اور تابعین کی رائے:

ابو بکر جصاص [وفات:370ھ] **لکھتے ہیں:** وقد روي عن جماعة من الصحابة، والتابعين إباحة نكاح الكتابيات الخ **صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے کتابی عورتوں سے نکاح کی اباحت منقول ہے:**

1. **سیدنا عثمانؓ نے نائیلہ بنت الفرافصہ الکلبیہ سے نکاح کر لیا۔ نائلہ عیسائی تھیں، سیدنا عثمانؓ نے بیویوں کی موجودگی میں ان سے نکاح کیا تھا۔**
2. **سیدنا طلحہؓ بن عبید اللہ نے شام کی رہنے والی ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تھا۔**
3. **سیدنا حذیفہؓ کے متعلق یہ روایت ہے کہ آپ نے ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا سیدنا عمرؓ کو جب پتہ چلا تو آپ نے سیدنا حذیفہؓ کو لکھا کہ وہ اس عورت کو چھوڑ دیں۔ سیدنا حذیفہؓ نے جواب میں لکھا کہ مجھے بتایا جائے کہ آیا یہ عورت میرے لئے حرام ہے؟ سیدنا عمرؓ نے جواب دیا کہ "حرام تو نہیں ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم لوگ اس طرح بدکار یہودی عورتوں سے ازدواجی تعلقات نہ قائم کر لو"۔**

تابعین کی ایک جماعت سے بھی کتابی عورتوں سے نکاح کی اباحت منقول ہے، ان میں حسن بصری، ابراہیم نخعی اور شعبی شامل ہیں۔ ہمیں اس کا علم نہیں ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے ان سے نکاح کی تحریم کا فتوی دیا ہو۔[احکام القرآن 1:403]

[37] **سورۃ الممتحنہ:10، میں یہی حکم ان الفاظ میں دیا گیا ہے:** لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ **«نہ ہی یہ ایمان والی عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی یہ کافر ایمان والی عورتوں کے لئے حلال ہیں»**

وَلَا تُنكِحُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ : امام بخاری نے باب باندھا ہے: باب من قال: لا نكاح إلا بولي « **ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے» ولی کے ثبوت میں آپ نے قرآن مجید کی تین آیات سے استدلال کیا ہے:** فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ [سورۃ البقرۃ:232] وَلَا تُنكِحُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ [سورۃ البقرۃ:221] وَأَنكِحُوا۟ ٱلْأَيَٰمَىٰ مِنكُمْ [سورۃ النور:32] [**صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من قال: لا نکاح الا بولی**]

[38] ٱلْمَحِيضِ : **خلیل بن احمد، الفراہیدی** [وفات:170ھ] **لکھتے ہیں:** حاضَتِ الْمَرْأَةُ تَحِيْضُ حَيْضاً و مَحِيْضاً، فالمحِيْضُ يَكُوْنُ إسْماً و مَصْدَراً [**العین** 3:267] ٱلْمَحِيضِ **بطور مصدر میمی بھی آتا ہے اور کبھی اسم ظرف مراد ہوتا ہے، اگر ظرف مراد لیا جائے تو ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں بن سکتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الحيض: الدّمُ الخارجُ مِنَ الرَّحِمِ على وصفٍ مخصوصٍ في وقتٍ مخصوصٍ ، والمحِيضُ: الحيضُ ووقتُ الحيضِ ومَوْضِعُهُ ، على أنّ المصدر في هذا النّحو من الفعل يجيء على مَفْعَلُ [**المفردات فی غریب القرآن**:265، مادة: حيض] **امام رازی نے مصدر کے مقابلے میں ظرف کو ترجیح دی ہے** [**التفسیر الکبیر**6:415]

بدرالدین عینی [وفات:855ھ] **حیض اور استحاضہ کی تعریف کے بارے میں لکھتے ہیں:** الحيض في اللغة : السَّيَلَانُ ... وأما معناه في الشرع فهو: دَمٌ يَنْفُضُهُ رَحِمُ امْرَأَةٍ سَلِيمَةٍ عَنْ دَاءٍ وَصِغَرٍ ، وقال الأزهري: :الْحَيْضُ دَمٌ يُرْخِيهِ رَحِمُ الْمَرْأَةِ بَعْدَ بُلُوغِهَا فِي أَوْقَاتٍ مُعْتَادَةٍ مِنْ قَعْرِ الرَّحِمِ . وقال الكرخي: الْحَيْضُ دَمٌ تَصِيرُ بِهِ المرأةُ بَالِغَةً بِابْتِدَاءِ خُرُوجِهِ ... والإستحاضة : جَرَيَانُ الدَّمِ فِي غَيْرِ أَوَانِهِ ، وقال أصحابنا : الإستحاضة مَا تَرَاهُ المرأةُ فِي أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أو على أَكْثَرِ مِنْ عَشَرَةِ أَيَّامٍ [**عمدۃ القاری**3:254]

حیض کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں فقہاء کا اختلاف:

إختلف الفقهاء في أقل فترة الحيض وأكثرها :

1. فذهب الحنفية إلى أن أقل الحيض ثلاثة أيام بلياليها –وقدروها باثنتين وسبعين ساعة– وأكثره عشرة أيام بلياليها. قال ابن عابدين: وقد روي ذلك عن ستة من الصحابة بطرق متعددة فيها مقال يرتفع بها الضعيف إلى الحسن. وقال الكمال بن الهمام: والمقدرات الشرعية مما لا تدرك بالرأي، فالموقوف فيها حكمه الرفع.
2. وذهب المالكية إلى أنه لا حد لأقله بالزمان ... وأما أكثره فإنه يختلف عندهم بوجود الحمل وعدمه. فأكثر الحيض لغير الحامل خمسة عشر يوما سواء كانت مبتدأة أو معتادة .
3. وذهب الشافعية والحنابلة إلى أن أقل الحيض يوم وليلة لقول علي رضي الله عنه: وأقل الحيض يوم وليلة ولأن الشرع علق على الحيض أحكاما، ولم يبينه فعلم أنه رده إلى العرف كالقبض والحرز، وقد وجد حيض معتاد يوما، ولم يوجد أقل منه ... وأكثره خمسة عشر يوما بلياليهن [الموسوعة الفقهية الكويتية 18:299-298]

ابن قیم لکھتے ہیں: وأصحاب أبي حنيفة – رحمه الله – مجمعون على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث عنده أولى من القياس والرأي، وعلى ذلك بنى مذهبه، كما قدم حديث القهقهة مع ضعفه على القياس والرأي، وقدم حديث الوضوء بنبيذ التمر في السفر مع ضعفه على الرأي والقياس، ومنع قطع السارق بسرقة أقل من عشرة

دراهم والحديث فيه ضعيف، وجعل أكثر الحيض عشرة أيام والحديث فيه ضعيف، وشرط في إقامة الجمعة المصر والحديث فيه كذلك، وترك القياس المحض في مسائل الآبار لآثار فيها غير مرفوعة؛ فتقديم الحديث الضعيف وآثار الصحابة على القياس والرأي قوله وقول الإمام أحمد، وليس المراد بالحديث الضعيف في اصطلاح السلف هو الضعيف في اصطلاح المتأخرين، بل ما يسميه المتأخرون حسنا قد يسميه المتقدمون ضعيفا كما تقدم بيانه [**اعلام الموقعين عن رب العالمين 61:1**]

قُلْ هُوَ أَذًى : **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** هُوَ أَذًى : تنبيهاً أن العقل يقتضي تجنبه (**اور اس کی تعریف یوں کرتے ہیں**) والأذى: اسم لما ينال النفس منه مكروه، ولهذا سمي الله تعالى الكلام المكروه أذى، فقال: {ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين أشركوا أذى كثيرا} وما ينال الإنسان من مكروه المطر أذى في قوله تعالى: {إن كان بكم أذى من مطر} [**تفسير الراغب 1:456-457**] **اور دوسری جگہ لکھتے ہیں:** قُلْ هُوَ أَذًى :فسمّى ذلك أذىً باعتبار الشرع وباعتبار الطب [**المفردات:72**]

ابن ابی حاتم نے توبہ اور تطہر میں مختلف توجیہات ذکر کی ہیں، جن میں سے ایک توجیہ یہ ہے: عن الأعمش في قوله: إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلتَّوَّٰبِينَ وَيُحِبُّ ٱلْمُتَطَهِّرِينَ قال: التوبة من الذنب والتطهر من الشرك [**تفسیر ابن ابی حاتم 404:2، روایت:2129**]

ربط: گذشتہ آیت میں باطنی خباثت یعنی شرک کی قربت سے منع کیا گیا، اس آیت میں ظاہری خباثت یعنی حیض کی قربت سے منع کیا گیا ہے۔

اسلام افراط اور تفریط سے پاک دین ہے:

عن أنس أن اليهود كانوا إذا حاضت المرأة فيهم لم يؤاكلوها، ولم يجامعوهن في البيوت فسأل أصحاب النبي ﷺ النبي ﷺ فأنزل الله تعالى وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ إلى آخر الآية، فقال رسول الله ﷺ: «اصنعوا كل شيء إلا النكاح» فبلغ ذلك اليهود، فقالوا: ما يريد هذا الرجل أن يدع من أمرنا شيئا إلا خالفنا فيه، فجاء أسيد بن حضير، وعباد بن بشر فقالا يا رسول الله، إن اليهود تقول: كذا وكذا، فلا نجامعهن؟ فتغير وجه رسول الله ﷺ حتى ظننا أن قد وجد عليهما، فخرجا فاستقبلهما هدية من لبن إلى النبي ﷺ فأرسل في آثارهما فسقاهما، فعرفا أن لم يجد عليهما [**صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض... حدیث:302**]

« **انس سے روایت ہے کہ یہود میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ اس کو نہ تو اپنے ساتھ کھلاتے اور نہ ان کو گھروں میں اپنے ساتھ رکھتے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو اللہ عزو جل نے ارشاد فرمایا: آپ ﷺ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ ﷺ فرمادیں کہ وہ گندگی ہے پس جدا رہو عورتوں سے حیض میں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماع کے علاوہ ہر کام کرو۔ یہود کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اس آدمی (نبی ﷺ) کا کیا ارادہ ہے ہمارا کوئی کام نہیں چھوڑتا کہ جس میں ہماری مخالفت نہ کرتا ہو، یہ سن کر سیدنا اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہودی اس اس طرح کہتے ہیں کیا ہم عورتوں سے (حالت حیض میں) جماع نہ کریں؟ تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ ﷺ کو ان دونوں پر غصہ آیا ہے وہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے اتنے میں نبی کریم ﷺ کی طرف دودھ کا ہدیہ ان دونوں کے ہاں سے آیا تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا اور ان کو دودھ پلایا تو ہم نے معلوم کیا کہ آپ کو ان پر غصہ نہ تھا»**

قاضی بیضاوی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: وهو الاقتصاد بين إفراط اليهود وتفريط النصارى فإنهم كانوا يجامعوهن ولا يبالون بالحيض [**انوار التنزیل واسرار التاویل 139:1**]

39 **امام شافعی لکھتے ہیں:** وكانت الآية محتملة لما قال ومحتملة أن اعتزالهن اعتزال جميع أبدانهن [قال الشافعي]: ودلت سنة رسول الله ﷺ على اعتزال ما تحت الإزار منها وإباحة ما سوى ذلك منها «**اگرچہ آیت پورے بدن سے دور رہنے کا احتمال رکھتی ہے لیکن حدیث رسول ﷺ نے صرف مخصوص جگہ سے دور رہنے کی وضاحت کر دی اور اس کے علاوہ بدن سے فائدہ اٹھانا مباح قرار دیا**» [**کتاب الام 76:1**]

40 **ابن ابی حاتم سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں:** حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ : من الدم فَإِذَا تَطَهَّرْنَ : بالماء [**تفسیر ابن ابی حاتم 402:2، روایت:2119، زاد المسیر فی علم التفسیر 190:1**]

امام شافعی لکھتے ہیں: حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ : بانقضاء الحيض فَإِذَا تَطَهَّرْنَ : بالغسل [**کتاب الام 76:1**] **ابن کثیر کے نزدیک** وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ **تفسیر ہے** فَٱعْتَزِلُوا۟ ٱلنِّسَآءَ فِى ٱلْمَحِيضِ **کے لئے** [**تفسیر القرآن العظیم 440:1**]

عورت ایام کی وجہ سے روزوں کی قضا لائے گی لیکن نمازوں کی نہیں:

عن معاذة، قالت: سألت عائشة فقلت: ما بال الحائض تقضي الصوم، ولا تقضي الصلاة. فقالت: أحرورية أنت؟ قلت: لست بحرورية، ولكني أسأل. قالت: «كان يصيبنا ذلك، فنؤمر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلاة» [**صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاۃ، حدیث:335**]

«**معاذۃ کہتی ہیں میں نے سیدۃ عائشہؓ سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزوں کی قضا لاتی ہے اور نمازوں کی نہیں؟ آپؓ نے فرمایا: کیا تم حروریہ (خارجی) ہو؟ میں نے کہا: ہرگز نہیں لیکن ویسے ہی سوال کر رہی ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: جب ہم ایام سے ہوتے تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا**»

سیدۃ عائشہؓ نے صرف تشریعی جواب پر اکتفا کیا اور اس کی کوئی علت بیان نہیں کی۔ جیسا کہ آج بہت سارے مسلمان دین کے بیشتر احکام پر اس وقت تک عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جب تک کہ انہیں کوئی عقلی دلیل پیش نہ کی جائے۔

[41] **ابن قتیبہ معنی کرتے ہیں:** أَنَّىٰ شِئۡتُمۡ أي: كيف شئتم [**غریب القرآن:85، تاویل مشکل القرآن:280**]

[42] **ابو البقاء لکھتے ہیں:** ومفعول قَدِّمُوا محذوف تقديره: نِيَّةَ الْوَلَدِ، أَوْ نِيَّةَ الْإِعْفَافِ [**التبیان فی اعراب القرآن 179:1**] **ابن جریر لکھتے ہیں:** قدموا لأنفسكم الخيرَ [**جامع البیان 4: 416**] **امام بغوی اور قرطبی لکھتے ہیں:** وَقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُمۡ أي قدموا ما ينفعكم غدا، فحذف المفعول .. فالمعنى:

1. قدموا لأنفسكم الخير والعمل الصالح .
2. قدموا لأنفسكم طلب الولد .
3. هو التزوج بالعفائف، ليكون الولد صالحا طاهرا .
4. قدموا التسمية عند الجماع [**معالم التنزیل 1:292-294، الجامع لاحکام القرآن 96:3**]

[43] **سبب نزول:**

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: كانت اليهود تقول: إذا أتى الرجل امرأته من دبرها في قبلها، كان الولد أحول، فنزلت: نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ [**صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب:** نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ **حدیث:4528، صحیح مسلم، کتاب النکاح، حدیث:1435**، واللفظ لمسلم]

اور دوسری روایت امام ترمذی نے ذکر کی ہے، جس میں اللہ کے رسول ﷺ سے أَنَّىٰ شِئۡتُمۡ **کی تفسیر منقول ہے:** عن ابن عباس، قال: جاء عمر إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله ﷺ هلكت قال: «وما أهلكك»؟ قال: حولت رحلي الليلة، قال: فلم يرد عليه رسول الله ﷺ شيئا، قال: فأوحي إلى رسول الله ﷺ هذه الآية: نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ لَّكُمۡ **أقبل وأدبر، واتق الدبر والحيضة**: هذا حديث حسن غريب [**جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، ومن سورۃ البقرۃ، حدیث:2980**]

[44] **قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: مواضع** حرث لكم [**انوار التنزیل واسرار التاویل 139:1**]

امام رازی لکھتے ہیں: المعنى نساؤكم **ذوات** حرث لكم فيهن تحرثون للولد، فحذف المضاف، وأيضا قد يسمى موضع الشيء باسم الشيء على سبيل المبالغة ... وهذا على سبيل التشبيه، فَفَرْجُ المرأةِ كالأرض، والنطفة كالبَذْرِ، والولد كالنَّبَاتِ الخارج [**التفسیر الکبیر 421:6**]

[45] عن أبي هريرة، أن رسول الله ﷺ قال: «من أتى كاهنا فصدقه بما يقول أو أتى امرأته في دبرها فقد برئ مما أنزل على محمد»[**سنن ابوداوٗد، کتاب الطب، حدیث:3904**]

الإتيان فى أدبار النساء **پر وارد روایات:**

- عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ : «ملعون من أتى امرأته في دبرها» [**سنن ابوداوٗد، کتاب النکاح، باب فی جامع النکاح، حدیث:2162**]
- عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ : «لا ينظر الله إلى رجل أتى رجلا أو امرأة في الدبر»[**جامع ترمذی، ابواب الرضاع، حدیث:1165**]
- عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ : «من أتى حائضا أو امرأة في دبرها فقد كفر»[**سنن کبری، نسائی، کتاب عشرۃ النساء، حدیث:8967**]

علامہ ابن قیم نے شرح وبسط کے ساتھ تمام روایات کو ذکر کیا ہے، اور غیر فطری راستے سے قضاء شہوت کے بیس نقصانات ذکر کئے ہیں۔[زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، فصل: ھدیہ ﷺ فی الجماع، تحریم الدبر، 4:240-242] اس باب میں جتنی مرفوع روایات ہیں، ان پر کلام کیا گیا ہے اور مذکورہ روایات سمیت تمام احادیث پر کلام دیکھنے کے لئے ابن حجر عسقلانی کی [**تلخیص الحبیر 3:386-391**] مطالعہ کریں۔ امام سیوطی جو روایات کی تضعیف وتوثیق کے سلسلے میں متساہل واقع ہوئے ہیں، فرماتے ہیں: قال الحفاظ في جميع الأحاديث المرفوعة في هذا الباب وعدتها نحو عشرين حديثا كلها ضعيفة لا يصح منها شيء والموقوف منها هو الصحيح «**حفاظ حدیث کہتے ہیں، اس باب میں جملہ مرفوع روایات کی تعداد بیس کے قریب ہے اور سب کی سب ضعیف ہیں کوئی روایت بھی صحیح نہیں بلکہ اس باب میں موقوف روایات صحیح ہیں**» [**الدر المنثور فی التفسیر بالماثور 1:634-635**] **لیکن** یہ تمام طرق مجموعی طور سے بعض بعض کو تقویت دیتے ہیں بالخصوص جب قرآن مجید کی آیات (اشارۃ النص کے ذریعے)، آثار صحابہ، اجماع صحابہ، اجماع امت اس کی موید ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی لکھتے ہیں: قُلْتُ: قد تَيَقَّنَّا بِطُرُقٍ لا مَحِيْدَ عنها نَهي النَّبِيُّ ﷺ عن أَدْبَارِ النساء وَجَزَمْنَا بتحريمه «**میں ذہبی کہتا ہوں: وہ تمام اسانید جن سے مفر (چارۂ کار) نہیں ہے تحقیق ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو غیر فطری راستے میں آنے سے منع کیا ہے اور جزم کے ساتھ اس کے حرام ہونے کا قول کرتے ہیں**»[**سیر اعلام النبلاء 14:128**]

اور ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: وذهب جماعة من أئمة الحديث كالبخاري والذهلي والبزار والنسائي وأبي علي النيسابوري إلى أنه **لا يثبت فيه شيء** ، قلت : لكن طرقها كثيرة فمجموعها صالح للاحتجاج به ويؤيد القول بالتحريم [فتح الباری8:191]

46 بھینگا وہ شخص جو ایک کو دو دیکھنے والا ہوتا ہے۔ جس کو عربی میں [اَحوَل] انگریزی میں [Wall-eyed] پشتو میں [**چغر اور کرینگ**] کہتے ہیں۔

47 زہری کی حدیث میں یہ اضافہ ہے جس کو امام مسلم نے ذکر کیا ہے: إِنْ شَاءَ مُجَبِّيَةً، وَإِنْ شَاءَ غَيْرَ مُجَبِّيَةٍ، غَيْرَ أَنَّ ذَلِكَ فِي صِمَامٍ وَاحِدٍ «اگر شوہر چاہے تو اپنی بیوی کو اوندھا منہ لٹا کر جماع کرے، اور اگر چاہے تو سیدھا لٹا کر صحبت کرے مگر جماع ایک ہی جگہ میں کرے» [صحیح مسلم، کتاب النکاح، حدیث:1435]

أَنَّىٰ شِئۡتُمۡ : امام قرطبی لکھتے ہیں: معناه عند الجمهور من الصحابة والتابعين وأئمة الفتوى: **من أي وجه شئتم مقبلة ومدبرة** [الجامع لاحکام القرآن3:93] امام آلوسی لکھتے ہیں: فيصير المعنى من أي مكان لا في أي مكان فيجوز أن يكون المستفاد حينئذ تعميم الجهات من القدام والخلف والفوق والتحت واليمين والشمال لا تعميم مواضع الإتيان فلا دليل في الآية لمن جوز إتيان المرأة في دبرها [روح المعانی1:518]

48 ابن جریر لکھتے ہیں: وَقَدِّمُواْ لِأَنفُسِكُمۡ إن ذلك لم يقصد به ما توهمته، وإنما عنى به وقدموا لأنفسكم من الخيرات التي ندبناكم إليها بقولنا: {يسألونك ماذا ينفقون قل ما أنفقتم من خير فللوالدين} [البقرة: 215] وما بعده من سائر ما سألوا رسول الله ﷺ فأجيبوا عنه مما ذكره الله تعالى ذكره في هذه الآيات [جامع البیان4:418]

49 امام رازی لکھتے ہیں: **الحكم التاسع في الأيمان** ... والحكمة في الأمر بتقليل الأيمان أن من حلف في كل قليل وكثير بالله انطلق لسانه بذلك ولا يبقى لليمين في قلبه وقع، فلا يؤمن إقدامه على اليمين الكاذبة، فيختل ما هو الغرض الأصلي في اليمين، وأيضا **كلما كان الإنسان أكثر تعظيما لله تعالى كان أكمل في العبودية** ومن كمال التعظيم أن يكون ذكر الله تعالى أجل وأعلى عنده من أن يستشهد به في غرض من الأغراض الدنيوية [التفسیر الکبیر6:425]

50 مفسرین نے عُرۡضَةً کے دو معانی ذکر کئے ہیں:

1. یہ اعتراض سے مشتق ہے بمعنی مانع۔ اعترض عليه في كذا، أي: منع كلامه عن الاستمرار على وجهه . امام راغب کہتے ہیں: والعُرْضَةُ: ما يُجْعَلُ مُعَرَّضاً للشيء «وہ چیز جس کو کسی چیز کے لئے آڑ بنایا جائے» [المفردات:559] عُرۡضَةً لِّأَيۡمَٰنِكُمۡ أى مانعا لأيمانكم .
2. اس کے معنی قوت اور شدت کے ہیں۔ عُرۡضَةً لِّأَيۡمَٰنِكُمۡ أى قوةً لأيمانكم .[التفسیر البسیط4:185-186]

51 ابن جریر لکھتے ہیں: فمعنى قوله تعالى ذكره: وَلَا تَجۡعَلُواْ ٱللَّهَ عُرۡضَةً لِّأَيۡمَٰنِكُمۡ : لا تجعلوا الله قُوَّةً لأيمانكم **في أن لا تبروا ولا تتقوا ولا تصلحوا بين الناس**، ولكن إذا حلف أحدكم فرأى الذي هو خير مما حَلَفَ عليه من ترك البر والإصلاح بين الناس فَلْيَحْنَثْ في يمينه، وَلْيَبَرَّ ، وليتق الله، وَلْيُصْلِحْ بين الناس، وَلْيُكَفِّرْ عن يمينه، وتَرْكُ ذكرِ «لا» من الكلام لدلالة الكلام عليها واكتفاءً بما ذُكِرَ عما تُرِكَ [جامع البیان4:425]

ابن جوزی لکھتے ہیں: لا تحلفوا بالله أن لا تبرّوا ولا تتقوا ولا تصلحوا بين الناس، هذا قول ابن عباس، ومجاهد [زاد المسیر فی علم التفسیر1:194]

52 ابن جوزی لکھتے ہیں: لا تكثروا الحلف بالله وإن كنتم بارّين مصلحين، فان كثرة الحلف بالله ضرب من الجرأة عليه، هذا قول ابن زيد [زاد المسیر فی علم التفسیر1:194]

53 جیسے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا مسطح کے ساتھ نیکی نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور قرآن مجید میں اس سے منع کیا گیا۔ وَلَا يَأۡتَلِ أُوْلُواْ ٱلۡفَضۡلِ مِنكُمۡ وَٱلسَّعَةِ [سورۃ النور:22]

54 "يا عبد الرحمن بن سمرة، لا تسأل الإمارة، فإنك إن أوتيتها عن مسألة وكلت إليها، وإن أوتيتها من غير مسألة أعنت عليها ، وإذا حلفت على يمين، فرأيت غيرها خيرا منها، فكفر عن يمينك وأت الذي هو خير"[صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، حدیث:6622]

55 قرآن، حدیث اور فقہ میں قسم کی تین انواع ذکر کی گئی ہیں: یمین لغو، یمین منعقدہ اور یمین غموس۔ جیسے امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: الأيمان ثلاثةٌ: يمينٌ تُكَفَّرُ ، ويمينٌ لَا تُكَفَّرُ ، ويمين نرجو أن لا يُؤَاخَذَ بها صَاحِبُهَا [کتاب الاصل2:275]

1. یمین لغو کی تعریف: امام کاسانی لکھتے ہیں: هي اليمين الكاذبة خطأ أو غلطا في الماضي أو في الحال وهي أن يخبر عن الماضي أو عن الحال على الظن أن المخبر به كما أخبر وهو بخلافه في النفي أو في الإثبات . اور دوسری تعریف امام ابو حنیفہ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے: عن أبي حنيفة أن اللغو ما يجري بين الناس من قولهم لا والله وبلى والله [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الایمان، انواع الایمان،3:3]

امام بخاری نے ام المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: قول الرجل: لا والله وبلى والله .[صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4613] امام مالک یمین لغو کی تعریف کرتے ہیں: أن اللغو حلف الإنسان على الشيء يستيقن أنه كذلك ثم يوجد على غير ذلك فهو اللغو...وليس في اللغو كفارة [مؤطا مالک، حدیث:1729]

یمین منعقدۃ/معقودۃ کی تعریف: امام کاسانی لکھتے ہیں: وأما اليمين المعقودة فهي اليمين على أمر في المستقبل نفيا أو إثباتا نحو قوله والله لا أفعل كذا وكذا وقوله والله لأفعلن كذا [**بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الایمان، انواع الایمان،5:3**]

امام مالک یمین منعقدۃ کی تعریف یوں کرتے ہیں: وعقد اليمين، أن يحلف الرجل أن لا يبيع ثوبه بعشرة دنانير، ثم يبيعه بذلك. أو يحلف ليضربن غلامه، ثم لا يضربه. ونحو هذا. فهذا الذي يكفر صاحبه عن يمينه [**مؤطامالک، حدیث:1729**] **اور قسم کا کفارہ سورۃ المائدۃ:89 میں مذکور ہے۔**

2. **یمین غموس کی تعریف: امام کاسانی لکھتے ہیں:**أما يمين الغموس فهي الكاذبة قصدا في الماضي والحال على النفي أو على الإثبات وهي الخبر عن الماضي أو الحال فعلا أو تركا متعمدا للكذب في ذلك مقرونا بذكر اسم الله تعالى نحو أن يقول: والله ما فعلت كذا وهو يعلم أنه فعله، أو يقول: والله لقد فعلت كذا وهو يعلم أنه لم يفعله، أو يقول: والله ما لهذا علي دين وهو يعلم أن له عليه دينا فهذا تفسير يمين الغموس [**بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الایمان، انواع الایمان،3:3**]

امام مالک یمین غموس کی تعریف یوں کرتے ہیں: فأما الذي يحلف على الشيء، وهو يعلم أنه آثم، ويحلف على الكذب، وهو يعلم، ليرضي به أحدا. أو ليعتذر به إلى معتذر إليه. أو ليقطع به مالا. فهذا أعظم من أن تكون فيه كفارة [**مؤطامالک، حدیث:1729**]

امام کاسانی یمین غموس کے کفارے کے بارے میں لکھتے ہیں: أما يمين الغموس فحكمها وجوب الكفارة لكن **بالتوبة والاستغفار لأنها جرأة عظيمة** [**بدائع الصنائع 15:3**]

یمین غموس گناہ کبیرہ میں سے ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن عبد الله بن عمرو، عن النبي ﷺ قال: " الكبائر: الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس [**صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس، حدیث:6675**]

56 **امام بیہقی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: كان إيلاء أهل الجاهلية السنة والسنتين وأكثر من ذلك،** فوقت الله عز وجل لهم أربعة أشهر، فإن كان أقل من أربعة أشهر فليس بإيلاء [**السنن الکبری، کتاب الایلاء، حدیث:15237**]

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی ازواج سے ایک ماہ کے لئے قسم کھائی تھی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: آلى رسول الله ﷺ من نسائه، وكانت انفكت رجله، فأقام في مشربة تسعا وعشرين ليلة ثم نزل، فقالوا: يا رسول الله، آليت شهرا؟ فقال: «إن الشهر يكون تسعا وعشرين» **«رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے پاس ایک مہینہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی اور آپ ﷺ کے پاؤں میں موچ آگئی تھی۔ آپ ﷺ انتیس راتوں تک بالا خانے میں رہے پھر اترے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے ایک مہینہ تک علیحدہ رہنے کی قسم کھائی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مہینہ انتیس دنوں کا بھی ہوتا ہے» [صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب من حلف الا یدخل علی اھلہ شھرا، حدیث:6684]**

57 **عبد اللہ بن مسعود اور ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہما کی قراءت میں ہے:** فإن فاءوا فيهن [**ابوعبید قاسم بن سلام، فضائل القرآن:291**] **اس کی سند صحیح ہے۔**

58 **امام سرخسی [وفات:483ھ] لکھتے ہیں:** الإيلاء في اللغة هو : اليمين ... وفي الشريعة : عبارة عن يمينٍ يمنعُ جماعَ المنكوحة [**المبسوط، کتاب الطلاق، باب الایلاء،19:7**]

59 **اور اس میں متعدد صورتیں ہیں:**

1. **میں تمہارے ساتھ مقاربت نہیں کروں گا۔**
2. **میں تمہارے ساتھ چار مہینے مقاربت نہیں کروں گا۔**
3. **میں تمہارے ساتھ ہمیشہ مقاربت نہیں کروں گا۔**
4. **میں تمہارے ساتھ ایک مہینہ مقاربت نہیں کروں گا۔(یعنی چار مہینوں سے کم مدت کی قسم کھائے)**

امام مرغینانی [وفات:593ھ] لکھتے ہیں:

وإذا قال الرجل لامرأته والله لا أقربك أو قال والله لا أقربك أربعة أشهر فهو مُؤلٍ ... فإن وطئها في الأربعة الأشهر حنث في يمينه ولزمته الكفارة ... وإن لم يقربها حتى مضت أربعة أشهر بانت منه بتطليقة . وإن كان حلف على الأبد فاليمين باقية ... فإن عاد فتزوجها عاد الإيلاء فإن وطئها وإلا وقعت بمضي اربعة أشهر تطليقة أخرى لأن اليمين باقية لإطلاقها ... فإن حلف على أقل من أربعة أشهر لم يكن موليا لقول ابن عباس رضي الله عنه لا إيلاء فيما دون أربعة أشهر

[**الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، باب الایلاء،259:2**]

60 **امام سرخسی لکھتے ہیں:** لأن ثبوت حكم الإيلاء بقصده الإضرار والتعنت بمنع حقها بالجماع، وقد زال ذلك حين أوفاها حقها [**المبسوط، کتاب الطلاق، باب الایلاء،20:7**]

[61] چار ماہ گزرنے کے بعد طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں، اس باب میں صحابہ اور تابعین کے مختلف اقوال ہیں: ابو بکر جصاص لکھتے ہیں: کہ طلاق کی ٹھان لینے کے متعلق جبکہ شوہر رجوع نہ کرے، اس میں سلف کے تین اقوال ہیں:

1. سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ چار ماہ گزر جانا عزم طلاق ہے یعنی یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس نے طلاق کی ٹھان لی ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ ان سب نے فرمایا ہے کہ مدت گزرنے کے ساتھ ہی اس پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی یعنی وہ عدت کے دوران رجوع نہیں کر سکے گا البتہ عدت کے بعد اس سے نکاح کر سکے گا۔
2. سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو الدرداء سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ان حضرات کا بھی وہی قول ہے جو پہلے گروہ کا ہے۔ دوسری روایت ہے کہ مدت گزرنے کے بعد بذریعہ عدالت اسے مطلع کیا جائے گا کہ یا تو وہ رجوع کر لے یا طلاق دے دے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔
3. تیسرا قول سعید بن المسیب، سالم بن عبد اللہ، ابو بکر بن عبد الرحمن، زہری، عطاء اور طاؤس کا ہے کہ جب مدت گزر جائے گی تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی یعنی وہ عدت کے اندر اس سے رجوع کر سکے گا۔

ہمارے اصحاب (احناف) نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا قول اختیار کیا ہے کہ اگر رجوع کرنے سے پہلے چار ماہ کی مدت گزر جائے تو اس پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ سفیان ثوری اور حسن بن صالح کا یہی قول ہے۔

امام مالک، لیث بن سعد اور امام شافعی نے سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کیا ہے کہ مدت گزر جانے کے بعد اسے بذریعہ عدالت مطلع کیا جائے گا کہ یا تو رجوع کر لے یا طلاق دے دے طلاق کی صورت میں اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گی۔ امام مالک کا قول ہے کہ جب تک وہ عدت کے اندر اس سے وطی نہیں کرے گا اس کا رجوع درست نہیں ہو گا۔ امام شافعی کا قول ہے کہ مدت گزرنے کے بعد اگر عورت وطی سے دامن بچائے تو اس کے بعد بھی وہ وطی کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جماع کے لئے ایک دن سے زائد کی مہلت نہیں دی جائے گی۔

امام اوزاعی نے سعید بن المسیب اور سالم بن عبد اللہ اور ان کے ساتھیوں کا قول اختیار کیا ہے کہ مدت گزرنے کے ساتھ اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ قول باری وَإِنْ عَزَمُواْ ٱلطَّلَٰقَ فَإِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ان تمام وجوہ کا احتمال رکھتا ہے جو سلف کے اختلاف کی صورت میں سامنے آئے ہیں۔ اگر آیت میں ان وجوہ کا احتمال نہ ہوتا تو یہ حضرات اس کی ان صورتوں میں تاویل نہ کرتے۔ اس لئے کہ یہ جائز ہی نہیں ہے کہ لفظ کی وہ تاویل کی جائے جس کا اس لفظ میں احتمال ہی نہ ہو۔ حضرات سلف اہل لغت تھے اور لفظ کے احتمالات اور معانی مختلفہ سے باخبر تھے۔ انہیں یہ بھی خبر تھی کہ لفظ میں کون سے احتمالات نہیں ہو سکتے جب ان حضرات کا اختلاف ان وجوہ کی شکل میں ظاہر ہوا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ لفظ میں یہ سارے احتمالات موجود ہیں۔ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ سلف کا یہ اختلاف ان کے درمیان مشہور و معروف تھا لیکن کسی کی طرف سے بھی کسی کی تردید نہیں ہوئی۔ اس طرح ان وجوہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کے لئے اجتہاد کی گنجائش پر ایک قسم کا اجماع ہو گیا۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہمیں یہ ضرورت پیش آ گئی ہم ان اقوال میں سے اولیٰ اور حق سے زیادہ قریب قول پر نظر ڈالیں [احکام القرآن 1:435-436]

[62] یہاں پر وَٱلْمُطَلَّقَٰتُ عام مخصوص البعض ہے یعنی اس سے چار قسم کی مطلقات خارج ہیں:

1. حاملہ
2. غیر مدخول بہا
3. غیر ذوات الاقراء (آئسہ اور صغیرۃ)
4. اماء

تو معنی یہ ہو گا "اور وہ طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک انتظار کریں گی جو غیر حاملہ ہوں، مدخول بہا ہوں، ذوات الاقراء ہوں اور آزاد ہوں"۔ کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق:4 سے ثابت ہے۔ غیر مدخول بہا پر کوئی عدت نہیں جیسا کہ سورۃ الاحزاب:49 سے ثابت ہے۔ غیر ذوات الاقراء میں عدت تین مہینے ہے جیسا کہ سورۃ الطلاق:4 میں ہے۔ اور غیر آزاد عورتوں کی عدت دو حیض ہے۔ جو کہ حدیث میں ہے جس کو ابو داؤد (حدیث:2189) اور ترمذی (حدیث:1182) نے روایت کیا ہے: عن عائشة، أن رسول الله ﷺ قال: طلاق الأمة تطليقتان، وعدتها حيضتان ۔ گرچہ اس کی سند میں کلام ہے لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں: والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ وغيرهم، وهو قول سفيان الثوري، والشافعي، وأحمد، وإسحاق [جامع ترمذی، ابواب الطلاق واللعان، باب ماجاء ان طلاق الامۃ تطلیقتان، حدیث:1182] اس روایت کے جملہ طرق پر کلام کے لئے دیکھیں، نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ 3:226-227

امام کاسانی [وفات:587ھ] **لکھتے ہیں:** فأما عدة الأقراء فإن كانت المرأة حرة فعدتها ثلاثة قروء لقوله تعالى : وَٱلْمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ [البقرة: 228] ... وإن كانت أمة فَقَرْءَانِ عند عامة العلماء. (ولنا) الحديث المشهور، وهو ما روي عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – عن رسول الله ﷺ أنه قال «طلاق الأمة ثنتان، وعدتها

حيضتان» وقال عمر – رضي الله عنه – عدتها حيضتان ولو استطعت لجعلتها حيضة ونصفا، وبه تَبَيَّنَ أن الإماءَ مخصوصاتٌ من عموم الكتاب الكريم، وتخصيص الكتاب بالخبر المشهور جائز بالإجماع [**بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع** 193:3]

ابن جزي لکھتے ہیں: والمطلقات يتربصن بيان للعدة، وهو عموم مخصوص خرجت منه الحامل بقوله تعالى: وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن [الطلاق: 4] . واليائسة والصغيرة بقوله: واللائي يئسن من المحيض الآية [الأحزاب: 49] . والتي لم يدخل بها بقوله: فما لكم عليهن من عدة تعتدونها [الأحزاب: 49] فيبقى حكمها في المدخول بها، وهي سن من تحيض وقد خص مالك منها الأمة، فجعل عدتها قرءين [التسهيل لعلوم التنزيل 122:1]

63 **ابن ابی شیبہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ فرماتے ہیں:** إني أحب أن أَتَزَيَّنَ للمرأة، كما أحب أن تَتَزَيَّنَ لي المرأةُ، لأن الله تعالى يقول: وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ . وما أحب أن أستنطف حقي عليها، لأن الله تعالى يقول: وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ [**المصنف**،196:4،**حدیث**:19263] «**مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں عورت کے لئے خوبصورتی اختیار کروں جس طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے لئے زیب و زینت اختیار کرے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: اور عورت کے لئے بھی شریعت کے مطابق اسی طرح کے حقوق ہیں جس طرح ان پر ان کے شوہر کے ہیں۔ اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں اس سے اپنا حق پورا پورا لوں کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ (حاصل) ہے**»

64 **امام ابو اسحاق زجاج** [وفات:311ھ] **لکھتے ہیں:**

والذي عندي أن القرء في اللغة الجمع، وأن قولهم قريت الماء في الحوض من هذا ... و الْقِرْدُ يُقْرِئُ، أي يَجْمَعُ ما يأكل في بيته، فإنما القُرْءُ اجتماع الدم في البدن، وذلك إنما يكون في الطهر، وقد يكونُ اجتماعُهُ في الرَّحِمِ، وكلاهما حَسَنٌ وليس بخارج عن مذاهب الفقهاء، بل هو تحقيق المذهبين [**معانی القرآن واعرابہ**،305:1]

امام نووی فرماتے ہیں: قال أهل اللغة: القَرءَ والقُرْءَ بفتح القاف وضمها لغتان حكاهما القاضي عياض وأبو البقاء في إعرابه وغيرهما، أشهَرهما الفتحُ وهو الذي قاله جمهور أهل اللغة ... وجمعه في القلة أقراء وفي الكثرة قُرُوءٌ ... هذا الحرف من الأضداد يقال للحيض والأطهار قرء [**تہذیب الأسماء واللغات، حرف القاف**،85:4]

65 **امام سرخسی** [وفات:483ھ] **لکھتے ہیں:** وعِدَّةُ التي تَحِيْضُ ثلاثُ حِيَضٍ كما قال الله تعالى في كتابه ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٍ [البقرة: 228]، وهو حكم مقطوع به ثابت بالنص ثم عطف عليه ما هو مجتهد فيه فقال القُرْءُ هي الحيض وهذا عندنا وعند الشافعي رحمه الله تعالى هي الأطهار ... وأصل الخلاف بين الصحابة رضي الله عنهم فقد روى الشعبي رضي الله عنه عن بضعة عشر من الصحابة الحبر فالحبر منهم أبو بكر وعمر وعلي وابن مسعود وأبو الدرداء وعبادة بن الصامت وعبد الله بن قيس رضي الله تعالى عنهم قال الزوج أحق برجعتها ما لم تحل لها الصلاة وعن ابن عمر وعائشة وزيد بن ثابت رضي الله تعالى عنهم قالوا الأقراء الأطهار [**المبسوط**13:6]

66 **ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:** وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ [البقرة: 228] قال ابن عباس رضي الله تعالى عنه : الحيضُ وَالْحَبَلُ [**المصنف**178:4، **حدیث**:19103] **ابن جزي لکھتے ہیں:** مَا خَلَقَ ٱللَّهُ فِىٓ أَرْحَامِهِنَّ يعني الحمل والحيض [التسهيل لعلوم التنزيل 122:1]

67 **فقہاء مختلف اعتبارات سے طلاق کی تقسیم یوں کرتے ہیں:**

1. **حلال اور حرام کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: سنی اور بدعی۔ سنی کی مزید دو قسمیں ہیں: طلاق حسن اور احسن۔**
2. **رجوع اور عدم رجوع کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: رجعی اور بائن۔ بائن کی مزید دو قسمیں ہیں: بینونت صغری اور بینونت کبری۔**
3. **صیغے کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: صریح اور کنائی۔**[الموسوعة الفقهية الكويتية **جلد**:29،**صفحہ**:26]

68 **ابن العربی** [وفات:543ھ] **لکھتے ہیں:** وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ بِفَضْلِ الْقَوَّامِيَّةِ [**احکام القرآن** 530:1]

ابن جزي لکھتے ہیں: وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ :

* في الكرامة
* الإنفاق
* كون الطلاق بيده [التسهيل لعلوم التنزيل 122:1]

امام ابو جعفر نحاس [وفات:338ھ] **لکھتے ہیں:** وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ... ومن أحسن ما قيل فيه ما رواه عكرمة عن ابن عباس قال: «ما أريد أن أستنظف حقوقي على زوجتي» قال أبو جعفر: ومعنى هذا أن الله تبارك وتعالى نَدَبَ الرِّجَالَ إلى أن يتفضلوا على نسائهم وأن تكون لهم عليهن **درجة في العفو والتفضل والاحتمال**؛ لأن معنى: درجة في اللغة زيادة وارتفاع [**الناسخ والمنسوخ**:221]

69 ابن قتیبہ لکھتے ہیں: الطلاق الذي يملك فيه الرجعة تطليقتان [غریب القرآن:88]

سبب نزول

امام مالک روایت کرتے ہیں: كان الرجل إذا طلق امرأته، ثم ارتجعها قبل أن تنقضي عدتها، كان ذلك له، وإن طلقها ألف مرة. فعمد رجل إلى امرأته، فطلقها حتى إذا شارفت انقضاء عدتها، راجعها، ثم طلقها. ثم قال: والله، لا آويك إلي، ولا تحلين أبدا. فأنزل الله، تبارك وتعالى: {الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان} فاستقبل الناس الطلاق جديدا من يومئذ. من كان طلق منهم، أو لم يطلق [مؤطامالک، کتاب الطلاق، جامع الطلاق، حدیث:2183، جامع ترمذی، ابواب الطلاق واللعان، حدیث:1192]

اسلام نے جہاں طلاق کے باب میں بہت سی اصلاحات کی ہیں وہیں زمانہ جاہلیت کی اس روش کا سد باب بھی کیا جس میں عورت کی زندگی کو اجیرن بنانے کے لئے طلاق کے لئے کوئی عدد مقرر نہیں تھا اور یوں شوہر اسے طلاق دیتا اور عدت سے قبل رجوع کرتا، حتی کہ اس نے ہزار مرتبہ ہی ایسا کیوں نہ ہو۔ اسلام نے اس کی حد مقرر کر دی کہ صرف دو طلاقوں تک ہی شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہے۔

70 امام محمد بن حسن شیبانی معنی بیان کرتے ہیں: فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖ إن شاء راجعها قبل انقضاء العدة، وإن شاء تركها حتى تنقضي العدة [کتاب الاصل،4: 401]

أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖ میں دو توجیہات ہیں:

1. تطليق الثالثة بإحسان [غریب القرآن:88] اور تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖ کی یہ تفسیر ایک مرسل حدیث میں منقول ہے جس کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دو اسانید سے دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ مطالعہ کریں [سنن دار قطنی، کتاب الطلاق والخلع والایلاء وغیرہ، حدیث:3888-3889] دونوں روایات کی تخریج اور اسنادی کلام کے لئے دیکھیں [زیلعی حنفی، تخریج احادیث الکشاف، سورۃ البقرۃ، 1:141] ابو بکر جصاص نے مذکورہ روایت کو غیر ثابت اور دوسری توجیہ کو اصح قرار دیا ہے۔[احکام القرآن 1:471]
2. تركها حتى تتم العدةُ من الطلقة الثانية، وتكونُ أَمْلَكَ لنفسها، وهذا قول السدي والضحاك [جصاص، احکام القرآن 1:471، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن 3:127]

71 خلع: لغوی واصطلاحی تعریف

ابن فارس [وفات:395ھ] لکھتے ہیں: خَلَعَ : الْخَاءُ وَاللَّامُ وَالْعَيْنُ أَصْلٌ وَاحِدٌ مُطَّرِدٌ، **وَهُوَ مُزَايَلَةُ الشَّيْءِ الَّذِي كَانَ يُشْتَمَلُ بِهِ أَوْ عَلَيْهِ**. تَقُولُ: خَلَعْتُ الثَّوْبَ أَخْلَعُهُ خَلْعًا ... يُقَالُ : طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ. فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ يُقَالُ : خَالَعَتْهُ وَقَدِ اخْتَلَعَتْ ; لِأَنَّهَا تَفْتَدِي نَفْسَهَا مِنْهُ بِشَيْءٍ تَبْذُلُهُ لَهُ . [معجم مقاییس اللغۃ 2:209]

امام فیومی [وفات:770ھ] لکھتے ہیں: خَلَعْتُ النعلَ وغيرَه خَلْعًا : نَزَعْتُهُ . وخَالَعَتِ المرأةُ زوجَها مخالعة إذا افتدت منه وطَلَّقَهَا على الفدية فَخَلَعَهَا هو خَلْعًا والاسم الخُلْعُ بالضَّمِّ وهو استعارة من خَلْعِ اللباس لأن كلَّ واحدٍ منهما لباسٌ للآخَرِ فإذا فعلا ذلك فكأن كلَّ واحد نزع لباسَه عنه وفي الدعاء ونَخْلَعُ ونهجر من يكفرك أي نبغض ونتبرأ منه ... والخِلْعَةُ ما يُعْطِيهِ الإنسانُ غيرَه من الثياب مِنْحَةً والجمع خِلَعٌ [المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر 1:178]

ابن الہمام [وفات:861ھ] لکھتے ہیں: الخلع :لغة: النَّزْعُ : خَلَعَ ثَوْبَهُ وَنَعْلَهُ ، ومنه خالعت المرأة زوجها إذا افتدت منه بمال ... وفي الشرع: **أخذه المال بإزاء ملك النكاح** ، والأولى قول بعضهم : **إزالة ملك النكاح بلفظ الخلع** [فتح القدیر 4:210] ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ شریعت میں خلع کے لئے چار اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں: خلع، فدیہ، صلح اور مباراۃ، اور ان چاروں کے مابین معمولی فرق بھی بیان کیا ہے [ابن رشد مالکی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد 3:89]

احناف کے نزدیک خلع سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اگر شوہر کی نیت تین طلاق کی ہو تو تینوں واقع ہو جائیں گی: وإذا اختلعت المرأة من زوجها فالخلع تطليقة بائنة. فإن نوى الزوج ثلاثاً فهو ثلاث [محمد بن حسن شیبانی، کتاب الاصل، 4:549] دیگر مذاہب کے لئے دیکھیں [ابن رشد مالکی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد 3:91]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن ابن عباس، أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله، ثابت بن قيس، مَا أَعْتِبُ عَلَيْهِ فِي خُلُقٍ وَلاَ دِينٍ، ولكني أكره الكفر في الإسلام، فقال رسول الله ﷺ : «أتردين عليه حديقته؟» قالت: نعم، قال رسول الله ﷺ: «اقبل الحديقة وطلقها تطليقة»

[صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ، حدیث:5273]

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ أي: يعلمان أنهما لا يقيمان حدود الله [غریب القرآن:88]

ابن جزی نے چار صورتیں ذکر کی ہیں: یا تو ضرر مرد کی طرف سے ہو گا یا عورت کی طرف سے۔ یا دونوں کی طرف سے ہو گا یا کسی کی طرف سے نہیں ہو گا۔

1. اگر ضرر صرف مرد کی طرف سے ہے اور عورت خلع کا تقاضا کرتی ہے تو ایسی صورت میں جمہور فقہاء عورت سے بدل میں مال لینا منع کرتے ہیں جبکہ ابو حنیفہ اس کی مطلق اجازت دیتے ہیں، اور ابو حنیفہ کا قول نادرست ہے۔
2. اگر ضرر صرف عورت کی طرف سے ہے تو آیت مذکورہ اس کے جواز پر دلیل ہے۔ اور یہی قول جمہور فقہاء کا ہے۔
3. اگر ضرر دونوں کی طرف سے ہے تو امام مالک منع کرتے ہیں اور امام شافعی جواز کے قائل ہیں۔
4. اگر ضرر کسی کی طرف سے بھی نہیں ہے تو امام مالک جواز کے قائل ہیں جبکہ دوسرے علماء منع کرتے ہیں۔[التسهيل لعلوم التنزيل 1:123]

72 **ابن قتیبہ لکھتے ہیں:** فَإِنْ خِفْتُمْ أي: علمتم ذلك [غریب القرآن:88]

73 **امام بغوی لکھتے ہیں:** ٱفْتَدَتْ بِهِۦ: أي: فيما افتدت به المرأة نفسها منه [معالم التنزیل 1:306]

74 **ابن جوزی لکھتے ہیں:** فَإِن طَلَّقَهَا يعني: الزوج المطلق مرتين. قال ابن عباس، ومجاهد، وقتادة: هي الطلقة الثالثة «دو مرتبہ طلاق دینے والا خاوند اگر تیسری مرتبہ طلاق دے دے۔ اور اس سے مراد تیسری طلاق کا ہونا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ سے منقول ہے» [زاد المسیر فی علم التفسیر 1:204]

75 **ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:**

لأن النكاح هو الوطء في الحقيقة، وذكر الزوج يفيد العقد، وهذا من الإيجاز واقتصار على الكناية الْمُفْهِمَةِ الْمُغْنِيَةِ عن التصريح [احکام القرآن 1:472]

«کیونکہ نکاح کا حقیقی معنی وطی ہے اور زوج کا ذکر عقد کے معنی کو مفید ہے۔ یہ قرآن مجید کا ایجاز ہے جو سمجھ میں آنے والے کنایہ پر انحصار کرنا ہے اور تصریح سے مستغنی کر دینے والا ہے»

76 **امام رازی لکھتے ہیں:** مذهب جمهور المجتهدين أن المطلقة بالثلاث لا تحل لذلك الزوج إلا بخمس شرائط:

1. تعتد منه — پہلے شوہر سے طلاق ملنے کے بعد عدت گزارے گی۔
2. وتعقد للثاني — دوسرے شوہر سے عقد نکاح کرے گی۔
3. ويطؤها — دوسرا شوہر اس سے وطی کرے گا
4. ثم يطلقها — پھر وہ اسے طلاق دے گا
5. ثم تعتد منه — دوسرے شوہر سے طلاق ملنے کے بعد عدت گزارے گی۔ [التفسیر الکبیر 6:448]

بلکہ امام رازی امام شافعی کے مذہب کی رو سے اسے "نکاح متعہ" قرار دیتے ہیں: مذهب الشافعي رضي الله عنه: إذا تزوج بالمطلقة ثلاثا للغير على أنه إذا أحلها للأول بأن أصابها فلا نكاح بينهما، فهذا نكاح متعة بأجل مجهول، وهو باطل ولو تزوجها بشرط أن لا يطلقها إذا أحلها للأول ففيه قولان أحدهما: لا يصح والثاني: يصح ويبطل الشرط وبه قال أبو حنيفة، ولو تزوجها مطلقا معتقدا بأنه إذا أحلها طلقها فالنكاح صحيح ويكره ذلك ويأثم به، وقال مالك والثوري وأحمد: هذا النكاح باطل دليلنا أن الآية تدل على أن الحرمة تنتهي بوطء مسبوق بعقد، وقد وجدت فوجب القول بانتهاء الحرمة وحيث حكمنا بفساد النكاح، فوطئها هل يقع به التحليل قولان والأصح أنه لا يقع به التحليل [التفسیر الکبیر 6:450]

77 **کیونکہ حدیث سے واضح طور پر یہ ثابت ہے:** عن عائشة، قالت: طلق رجل امرأته، فتزوجت زوجا غيره فطلقها، وكانت معه مثل الهدبة، فلم تصل منه إلى شيء تريده، فلم يلبث أن طلقها، فأتت النبي ﷺ ، فقالت: يا رسول الله إن زوجي طلقني، وإني تزوجت زوجا غيره فدخل بي، ولم يكن معه إلا مثل الهدبة، فلم يقربني إلا هنة واحدة، لم يصل مني إلى شيء، فأحل لزوجي الأول؟ فقال رسول الله ﷺ: «لا تحلين لزوجك الأول حتى يذوق الآخر عسيلتك وتذوقي عسيلته»

«حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا جس کے پاس عضو مخصوص کپڑے کے پھندنے کی مانند (نامرد) تھا اس شوہر سے اپنا مقصد نہ پا سکی کچھ ہی دنوں کے بعد اس نے عورت کو طلاق دے دی، پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے، میں نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کر لیا، وہ میرے پاس آیا تو اس کے پاس (عضو مخصوص) کپڑے کے پھندنے کی طرح تھا، میرے پاس تھوڑی ہی دیر ٹھہر سکا اور مجھ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکا، تو کیا میں پہلے شوہر کے لئے حلال ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں جب تک کہ دوسرا شوہر تجھ سے اور تو اس سے لطف اندوز نہ ہو لے»

[صحیح بخاری، کتاب الطلاق، حدیث:5265، صحیح مسلم، کتاب النکاح، حدیث:1433]

[78] ابن الاثیر "مشروط حلالہ" کی تعریف یوں کرتے ہیں: هو أن يطلق الرجل امرأته ثلاثا فيتزوجها رجل آخر على شريطة أن يطلقها بعد وطئها لتحل لزوجها الأول [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 431:1]

[79] سنن ابن ماجۃ، ابواب النکاح، باب المحلل والمحلل لہ، حدیث:1936۔ هذا حديث صحيح لغيره .

بعض روایات میں لعن کی نسبت اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف کی گئی ہے: لعن رسول الله ﷺ [جامع ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی المحلل والمحلل لہ، حدیث:1120]

ابن الاثیر لکھتے ہیں: یہ حدیث تین قسم کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے: وفي هذه اللفظة ثلاث لغات: حَلَّلْتُ، وأَحْلَلْتُ، وحَلَلْتُ .

1. فعلى الأولى جاء الحديث الأول يقال: حَلَّلَ فهو مُحَلِّلٌ ومُحَلَّلٌ لَهُ.
2. وعلى الثانية جاء الثاني تقول: أَحَلَّ فهو مُحِلٌّ ومُحَلٌّ لَهُ.
3. وعلى الثالثة جاء الثالث تقول :حَلَلْتُ فَأَنَا حَالٌّ، وَهُوَ مَحْلُول لَهُ [النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر 431:1]

[80] امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بلوغ یہاں پر "قریب ہونا" کے معنوں میں ہے اور مابعد لفظ فَأَمْسِكُوهُنَّ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ عدت گزرنے کے بعد اس کو روکے رکھنا ممکن نہیں ہے۔ معنى بَلَغْنَ قاربن، بإجماع من العلماء، ولأن المعنى يضطر إلى ذلك، لأنه بعد بلوغ الأجل لا خيار له في الإمساك، وهو في الآية التي بعدها بمعنى التناهي، لأن المعنى يقتضي ذلك، فهو حقيقة في الثانية مجاز في الأولى [الجامع لاحکام القرآن 155:3]

[81] سورۃ النساء 129:4

[82] امام نسائی صحابی محمودؓ بن لبید سے روایت کرتے ہیں: قال: أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعا، فقام غضبانا ثم قال: «أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم؟» حتى قام رجل وقال: يا رسول الله، ألا أقتله؟ «اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک ایسے شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دی تھیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھلواڑ کیا جاتا ہے جبکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہاں تک کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور اجازت مانگی۔ اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کروں؟» [سنن نسائی، کتاب الطلاق، الثلاث المجموعۃ ومافیہ من التغلیظ، حدیث:3401]

ابن الترکمانی [وفات:750ھ] محمود بن لبید کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: فاخرج النسائي في باب الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ بسند صحيح [الجوہر النقی 333:7]

اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں، سیدنا ابو بکر صدیق کے دور خلافت میں اور سیدنا عمر رضی اللہ کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں ایک طلاق دینے کا طریقہ رائج تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم [صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، حدیث:1472]

اس حدیث کا درست معنی مشہور محدث ابو زرعۃ [وفات:264ھ] سے یوں منقول ہے: امام بیہقی روایت کرتے ہیں: وأخبرنا أبو بكر بن الحارث الفقيه، أنا أبو محمد بن حيان، نا عبد الرحمن بن أبي حاتم [ت: 327ھ] قال: سمعت أبا زرعة ، يقول: **معنى هذا الحديث عندي** أن ما تطلقون أنتم ثلاثا كانوا يطلقون واحدة في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وعمر رضي الله عنهما «میرے نزدیک حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جو تین طلاقیں دیتے ہو۔ صحابہ کرام نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں ایک طلاق دیتے تھے» [السنن الکبری 552:7] ابن حجر اس کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: أورده البيهقي بإسناده الصحيح إلى أبي زرعة [فتح الباری 364:9]

امام ابو بکر مرغینانی [وفات:593ھ] لکھتے ہیں: فالأحسن أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة في طهر لم يجامعها فيه ويتركها حتى تنقضي عدتها لأن الصحابة رضي الله عنهم كانوا يستحبون أن لا يزيدوا في الطلاق على واحدة حتى تنقضي العدة فإن هذا أفضل عندهم من أن يطلقها الرجل ثلاثا عند كل طهر واحدة ولأنه أبعد من الندامة وأقل ضررا بالمرأة [الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الطلاق، باب طلاق السنۃ، 221:1]

اکٹھی تین طلاقیں دینے کے متعلق جمہور کا موقف:

1. امام طحاوی [وفات:321ھ] لکھتے ہیں: فخاطب عمر رضي الله تعالى عنه بذلك الناس جميعا ,وفيهم أصحاب رسول الله ﷺ ورضي عنهم ,الذين قد علموا ما تقدم من ذلك في زمن رسول الله ﷺ فلم ينكره عليه منهم منكر ولم يدفعه دافع [شرح معانی الآثار، کتاب الطلاق، باب الرجل یطلق امراتہ ثلاثا معا، حدیث:4473]
2. امام ابو بکر جصاص [وفات:370ھ] لکھتے ہیں: فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معا وإن كانت معصية [احکام القرآن 469:1]

3. امام قرطبی [وفات:671ھ] لکھتے ہیں: واتفق أئمة الفتوى على لزوم إيقاع الطلاق الثلاث في كلمة واحدة، وهو قول جمهور السلف، وشذ طاوس وبعض أهل الظاهر إلى أن طلاق الثلاث في كلمة واحدة يقع واحدة، ويروى هذا عن محمد ابن إسحاق والحجاج بن أرطاة .... الطلاق ينقسم على ضربين: طلاق سنة، وطلاق بدعة. فطلاق السنة هو الواقع على الوجه الذي ندب الشرع إليه. وطلاق البدعة نقيضه، وهو أن يطلقها في حيض أو نفاس أو ثلاثا في كلمة واحدة، فإن فعل لزمه الطلاق [الجامع لاحکام القرآن129:3]

4. امام نووی [وفات:676ھ] لکھتے ہیں: وقد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته أنت طالق ثلاثا فقال الشافعي ومالك وأبو حنيفة وأحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث وقال طاوس وبعض أهل الظاهر لا يقع بذلك إلا واحدة [شرح النووی علی مسلم70:10]

5. شیخ الاسلام ابن تیمیہ [وفات:728ھ] لکھتے ہیں: أنه طلاق محرم لازم وهو قول مالك وأبي حنيفة وأحمد في الرواية المتأخرة عنه –اختارها أكثر أصحابه وهذا القول منقول عن كثير من السلف من الصحابة والتابعين [مجموع الفتاوی8:33]

6. علامہ ابن القیم [وفات:751ھ] لکھتے ہیں: فصل : هل يقع الطلاق ثلاثا فيمن قاله بكلمة واحدة ... أحدها: أنها تقع ، وهذا قول الأئمة الأربعة، وجمهور التابعين، وكثير من الصحابة رضي الله عنهم [زاد المعاد فی ہدی خیر العباد226:5]

7. ابن حجر عسقلانی [وفات:852ھ] لکھتے ہیں: فالراجح في الموضعين تحريم المتعة وإيقاع الثلاث للإجماع الذي انعقد في عهد عمر على ذلك ولا يحفظ أن أحدا في عهد عمر خالفه في واحدة منهما وقد دل إجماعهم على وجود ناسخ وإن كان خفي عن بعضهم قبل ذلك حتى ظهر لجميعهم في عهد عمر فالمخالف بعد هذا الإجماع منابذ له والجمهور على عدم اعتبار من أحدث الاختلاف بعد الاتفاق [فتح الباری365:9]

[83] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْحِكْمَةِ : القرآن والسنة أفردهما بالذكر إظهاراً لشرفهما. يَعِظُكُم بِهِۦ بما أنزل عليكم [انوار التنزیل واسرار التاویل143:1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: وأما العلم بالكتاب والحكمة فهو فرضٌ على الكفاية؛ لا يجب على كل أحد بعينه أن يكون عالما بالكتاب: لفظُه ومعناه عالما بالحكمة جميعها؛ بل المؤمنون كلُّهم مُخَاطَبُونَ بذلك وهو واجب عليهم كما هم مخاطبون بالجهاد بل وجوبُ ذلك أسبق وأوكد من وجوب الجهاد؛ فإنه أصل الجهاد ولولاه لم يعرفوا عَلَامَ يقاتلون ولهذا كان قِيَام الرسول والمؤمنين بذلك قبل قيامهم بالجهاد فالجهاد سَنَامُ الدين وفرعُه وتمامُه وهذا أصله وأساسه وعُمُوْدُهُ ورأسه ومقصود الرسالة فعل الواجبات والمستحبات جميعا ولا ريب أن استماعَ كتابِ الله والإيمانَ به وتحريمَ حرامه وتحليلَ حلاله. والعملَ بمحكمه والإيمانَ بمتشابهه واجبٌ [مجموع الفتاوی390:15]

[84] **سببِ نزول** : عن الحسن، «أن أخت معقل بن يسار طلقها زوجها فتركها حتى انقضت عدتها، فخطبها، فأبى معقل» فنزلت: فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَن يَنكِحْنَ أَزْوَٰجَهُنَّ [صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4529]

امام قرطبی لکھتے ہیں:في الآية دليل على أنه لا يجوز النكاح بغير ولي لأن أخت معقل كانت ثيبا، ولو كان الأمر إليها دون وليها لزوجت نفسها، ولم تحتج إلى وليها معقل، فالخطاب إذا في قوله تعالى:" فلا تعضلوهن" للأولياء، وأن الامر إليهم في التزويج مع رضاهن [الجامع لاحکام القرآن159:3]

[85] ابو سعود [وفات:982ھ] لکھتے ہیں: ذَلِكَ إِشَارَةٌ إِلَى مَا فُصِّلَ مِنَ الْأَحْكَامِ [ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم229:1]

[86] امام قرطبی لکھتے ہیں: لما ذكر الله سبحانه النكاح والطلاق ذكر الولد لأن الزوجين قد يفترقان وثم ولد فالآية إذا في المطلقات اللاتي لهن أولاد من أزواجهن [الجامع لاحکام القرآن160:3]

[87] امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: إنما الرضاع ما كان في الحولين، لقول الله تعالى في كتابه: حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ وكذلك ما بعد الحولين إلى ستة أشهر، فهذا رضاع في قول أبي حنيفة [کتاب الاصل، باب الرضاع،282:10]

[88] کاسانی لکھتے ہیں: وتحتمل أن يكون المراد من الحمل الحمل باليد والحجر، فيقتضي أن يكون الثلاثون مدة الحمل والفصال جميعا [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع7:4]

[89] امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: والمتوفى عنها زوجها إن كانت حرة مسلمة أو من أهل الكتاب بعد أن يكون زوجها مسلما فعدتها أربعة أشهر وعشرة أيام، إن كان دخل بها وإن لم يكن دخل بها، صغيرة كانت أو كبيرة. وإن كانت أمة أو مكاتبة أو مدبرة أو أم ولد فعدتها شهران وعشرة أيام وإن كانت امرأة من هؤلاء حاملا فعدتها أن تضع حملها ... والمتوفى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها، ولا تبيت بغير منزلها ما دامت فى عدتها. بلغنا ذلك عن عبد الله بن مسعود أن نسوة شكين إليه الوحشة من توفي أزواجهن، فأمرهن أن يتزاورن بالنهار، ولا يبتن بالليل دون بيوتهن [الاصل، کتاب الطلاق، باب العدۃ وخروج المراۃ من بیتھا،403:4-405]

---

90 إحداد (سوگ کرنا) کی تعریف: امام نووی لکھتے ہیں: قال أهل اللغة الإحداد والحِدَادُ مشتق من الحد وهو المنع لأنها تمنع الزينة والطيب–وأما الإحداد في الشرع : فهو ترك الطيب والزينة [شرح النووی علی مسلم 111:10]

91 **زمانہ جاھلیت** میں جب ایک عورت کا خاوند مر جاتا تو وہ ایک تنگ کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی، اور خراب قسم کا لباس پہن لیتی اور خوشبو نہیں لگاتی تھی یہاں کہ اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جاتا۔ پھر اس کے پاس کوئی چوپایہ، گدھا یا بکری یا کوئی پرندہ لایا جاتا اور وہ اس پر ہاتھ پھیرتی۔ بہت کم ایسا ہوتا کہ جس چیز پر وہ ہاتھ پھیرے اور وہ مر نہ جائے، تب وہ باہر نکلتی۔

امام بخاری زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: كانت المرأة إذا توفي عنها زوجها، دخلت حفشا، ولبست شر ثيابها، ولم تمس طيبا حتى تمر بها سنة، ثم تؤتى بدابة، حمار أو شاة أو طائر، فتفتض به، فقلما تفتض بشيء إلا مات، ثم تخرج الخ [صحیح بخاری، باب تحد المتوفی عنها زوجها اربعۃ اشہر وعشرا، حدیث:5337]

امام بخاری ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: جاءت امرأة إلى رسول الله ﷺ فقالت: يا رسول الله ﷺ إن ابنتي توفي عنها زوجها، وقد اشتكت عينها، أفتكحلها؟ فقال رسول الله ﷺ: «لا» مرتين أو ثلاثا، كل ذلك يقول: «لا» ثم قال رسول الله ﷺ: «إنما هي أربعة أشهر وعشراً، وقد كانت إحداكن في الجاهلية ترمي بالبعرة على رأس الحول»[صحیح بخاری، باب تحد المتوفیٰ عنها زوجها اربعۃ اشہر وعشرا، حدیث:5336]

«ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری بیٹی کا شوہر مر گیا ہے اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے تو کیا وہ آنکھ میں سرمہ ڈال سکتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: نہیں۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: وہ چار ماہ اور دس دن انتظار کرے اور تم میں سے ایک عورت زمانہ جاہلیت میں ایک سال کے بعد مینگنی پھینکتی تھی (اس کے بعد اس کی عدت ختم ہوتی تھی)»

92"لما جاء نعي أبي سفيان من الشام، دعت أم حبيبة رضي الله عنها بصفرة في اليوم الثالث، فمسحت عارضيها، وذراعيها، وقالت: إني كنت عن هذا لغنية، لولا أني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: «لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر، أن تحد على ميت فوق ثلاث، إلا على زوج، فإنها تحد عليه أربعة أشهر وعشرا"

[صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب احداد المراۃ علی غیر زوجها، حدیث:1280]

امام بخاری نے باب إحداد المرأة على غير زوجها میں تین لوگوں کی روایات ذکر کی ہیں: ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جن کے والد فوت ہوئے ہیں۔ ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جن کے بھائی فوت ہوئے ہیں۔ اور صحابیہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا جن کے بیٹے فوت ہوئے ہیں۔ اور تینوں نے سنت کا قولی اور عملی اظہار کیا ہے۔

93 ابن حجر لکھتے ہیں: لما جاء نعي أبي سفيان من الشام المعروف لما جاء نعي يزيد بن أبي سفيان فلعله كان فيه نعي بن أبي سفيان فسقط بن وأما أبو سفيان فمات بالمدينة بلا خلاف بين أهل الأخبار وابنه يزيد مات على الشام أميرا [فتح الباری 268:1]

94 ابن جریر مجاہد کے حوالے سے لکھتے ہیں: يُعَرِّضُ للمرأة في عدتها فيقول: والله إنك لجميلة، وإن النساء لَمِنْ حاجتي، وإنك إلى خيرٍ إن شاء الله [جامع البیان 97:5]

95 ابن جریر مجاہد کے حوالے سے إِلَّآ أَن تَقُولُواْ قَوۡلًا مَّعۡرُوفًا کے بارے میں لکھتے ہیں: يعني التعريض [جامع البیان 114:5]

آیت میں چار صورتیں بیان کی گئی ہیں، دو قلبی اور دو قولی۔ دو قلبی میں سے ایک جائز اور ایک ناجائز اور دو قولی صورتوں میں سے ایک جائز اور ایک ناجائز ہے:

1. تعریض یعنی اشاروں کنایوں میں بات کرنا۔ — جائز — قولی صورت
2. دل میں اس بات کو چھپانا کہ عدت کے بعد نکاح کروں گا۔ — جائز — قلبی صورت
3. خفیہ وعدے کرنا۔ کہ میرے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کرنا — ناجائز — قولی صورت
4. دوران عدت دل میں نکاح کرنے کا عزم کرنا۔ — ناجائز — قلبی صورت

96 نواسہ رسول ﷺ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خثعمیہ بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دیں تو اسے اس کے مہر کے علاوہ بیس ہزار درہم متعہ دیا۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن سويد بن غفلة قال: كانت الخثعمية تحت الحسن بن علي رضي الله عنهما، فلما أن قتل علي رضي الله عنه بويع الحسن بن علي دخل عليها الحسن بن علي فقالت له: لتهنك الخلافة فقال الحسن بن علي: " أظهرت الشماتة بقتل علي رضى الله عنه أنت طالق ثلاثا فتلففت في ثوبها وقالت: والله ما أردت هذا فمكثت حتى انقضت عدتها وتحولت فبعث إليها الحسن بن علي رضى الله عنه بقية من صداقها وبمتعة عشرين ألف درهم، فلما جاءها الرسول ورأت المال قالت: متاع قليل من حبيب مفارق فأخبر الرسول الحسن بن علي رضي الله عنه فبكى وقال: لولا أني سمعت أبي يحدث عن جدي النبي ﷺ أنه قال: " **من طلق امرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره** " لراجعتها [السنن الکبری، کتاب الصداق، باب المتعۃ، حدیث:14492]

97 امام ابو بکر مرغینانی لکھتے ہیں: قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ عورت کو پورا کا پورا مہر دیا جائے کیونکہ طلاق مرد کی طرف سے دی گئی ہے۔ اور دوسری طرف قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ عورت آدھے مہر کی حقدار بھی نہ بنے کیونکہ شوہر نے اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھایا۔ لیکن نص وارد ہے اسی لئے قیاس کو چھوڑا جائے گا۔ والأقيسة متعارضة ففيه تفويت الزوج الملك على نفسه باختياره وفيه عود المعقود عليه إليها سالما فكان المرجع فيه النص [الهداية فى شرح بداية المبتدى 199:1]

98 ابن جریر، جامع البیان 332:23، تفسیر بذیل سورۃ الممتحنہ 10:60

99 امام رازی لکھتے ہیں: كل ما تقدم من بيان النكاح والطلاق والعدة اشتغال بمصالح الدنيا، فأتبع ذلك بذكر الصلاة التي هي مصالح الآخرة [التفسیر الکبیر 482:6]

100 ابن العربی لکھتے ہیں: مسألة تحقيق الصلاة الوسطى ... وقد اختلف العلماء فيها على سبعة أقوال ... وأما من قال: إنها غير معينة، فلتعارض الأدلة وعدم الترجيح، **وهذا هو الصحيح** فإن الله خبأها في الصلوات كما خبأ ليلة القدر في رمضان، وخبأ الساعة في يوم الجمعة، وخبأ الكبائر في السيئات؛ **ليحافظ الخلق على الصلوات**، ويقوموا جميع شهر رمضان، ويلزموا الذكر في يوم الجمعة كله، ويجتنبوا جميع الكبائر والسيئات [احکام القرآن 1:299-300]

101 اس آیت میں صلاۃ الخوف کا اجمالا ذکر کیا گیا ہے۔ صلوۃ الخوف کا طریقہ سورۃ النساء:101-102 میں مذکور ہے۔

102 مولانا حسین علی صاحب لکھتے ہیں: یہ حکم استحبابی ہے۔ اس آیت اور وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجٗا يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٖ وَعَشۡرٗا میں کوئی منافات نہیں اور نہ یہ ناسخ ہے مَّتَٰعًا إِلَى ٱلۡحَوۡلِ کی۔ اور مَّتَٰعًا إِلَى ٱلۡحَوۡلِ والی آیت کا معنی فرض ہونا عدت کا حول تک نہیں۔ دیکھو فَإِنۡ خَرَجۡنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ صریح ہے کہ یہ حکم فرض نہیں۔

[بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان:40]

103 فقہاء نے متعہ کی تین اقسام ذکر کی ہیں:

1. متعة الحج [جس کا بیان سورۃ البقرۃ:196 میں ہوا۔ کہ حج کے موسم میں اگر کوئی عمرہ سے بھی فائدہ اٹھائے]
2. متعة النكاح [جس کو عموما "نکاح متعہ" کہا جاتا ہے جس کی حرمت پر ائمہ اربعہ متفق ہیں]
3. متعة الطلاق [جس کا بیان آیت زیر بحث یعنی سورۃ البقرۃ:242 اور اس سے پہلے آیت:236 میں گزرا] [الموسوعة الفقهية الكويتية 36:93-97]

امام محمد بن حسن شیبانی [وفات:189ھ] لکھتے ہیں: وأدنى ما يكون المتعة ثلاثة أثواب: دِرْعٌ و خِمَارٌ و مِلْحَفَةٌ «اور کم از کم متعہ کی مقدار تین کپڑے ہیں: چادر، دوپٹہ اور اوڑھنی» [الاصل، کتاب الطلاق، باب المتعۃ والمہر، 436:4، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، باب المہر، 199:1]

الترغیب الی الجهاد

"أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ خَرَجُوا۟ مِن دِيَـٰرِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ ٱلْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ ٱللَّهُ مُوتُوا۟ ثُمَّ أَحْيَـٰهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ" ﴿٢٤٣﴾

«کیا تو نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں (کی تعداد میں) تھے، پھر کہا اللہ تعالیٰ نے کہ مر جاؤ، پھر انہیں زندہ کیا، بیشک اللہ ضرور فضل کرنے والا ہے لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے»

بنی اسرائیل موت کے ڈر سے گھروں سے بھاگے تھے تو راستے ہی میں موت نے انہیں گھیر لیا۔ موت کے ڈر سے جہاد سے مت بھاگو۔

دعوی القتال فی سبیل اللہ

ربط : جب مجاہدین کی تربیت ہو چکی، ملک کے اندر امن قائم ہو چکا اور گھر کی اصلاح بھی مکمل ہوئی تو اب اصل دعوی کی طرف رجوع کرو۔

"وَقَـٰتِلُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ" ﴿٢٤٤﴾

« اور لڑو اللہ کی راہ میں۔ اور جان لو کہ بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے»

الترغیب الی الانفاق

"مَّن ذَا ٱلَّذِى يُقْرِضُ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَـٰعِفَهُۥ لَهُۥٓ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" ﴿٢٤٥﴾

« کون ہے جو دے اللہ کو اچھا دینا، پھر اللہ دوچند کر دے گا اس مال کو اس کے لیے کئی گنا دوچند کرنا۔ اور اللہ تنگی لاتا ہے اور فراخی لاتا ہے، اور اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے»

يُقْرِضُ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لفظ قرض کو ذکر کیا گیا لیکن یہاں تضمین یعنی جزء معنی مراد ہے اور وہ ہے "دینا"۔ لفظ قرض میں دو چیزیں ہیں: ایک دینا اور دوسری حاجت پوری کرنا۔ چونکہ اللہ محتاج نہیں ہے اس لئے جزوی معنی "إعطاء" کے کئے جائیں گے۔ رہی یہ بات کہ لفظ قرض کو کیوں ذکر کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معطی «دینے والے» کی نسبت سے ذکر کیا گیا کہ یوں فرض کرو گویا کہ تم نے یہ مال اللہ کو قرض دیا ہے[1]۔ تو دینے والے کی نسبت سے قرض ہے اور جس کو دیا گیا ہے اس کی نسبت سے عطاء ہے۔[2]

وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ انفاق کرنے سے مال کم نہیں ہوتا کیونکہ مال کی کشادگی اور تنگی اللہ کے اختیار میں ہے۔

ربط : کیونکہ جہاد کے لئے امیر ضروری ہے تو امیر کی صفات بیان کی گئی ہیں اور ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جنہوں نے امیر کی اطاعت نہیں کی۔

"أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلْمَلَإِ مِنۢ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰٓ إِذْ قَالُوا۟ لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ٱبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَـٰتِلْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِن كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِتَالُ أَلَّا تُقَـٰتِلُوا۟ ۖ قَالُوا۟ وَمَا لَنَآ أَلَّا

نُقَٰتِلَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَقَدۡ أُخۡرِجۡنَا مِن دِيَٰرِنَا وَأَبۡنَآئِنَاۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ ٱلۡقِتَالُ تَوَلَّوۡاْ إِلَّا قَلِيلٗا مِّنۡهُمۡۚ وَٱللَّهُ عَلِيمُۢ بِٱلظَّٰلِمِينَ" ٢٤٦

« کیا آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد[3] بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا، جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ مقرر کر دیجیے ہمارے لیے ایک بادشاہ [4] تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، (پیغمبر نے) کہا کیا تم نہ لڑنے کی قدرت رکھتے ہو[5] اگر تم پر قتال فرض کیا جائے؟ وہ کہنے لگے اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں اور ہمارے بیٹے (قتل کئے گئے ہیں)، پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو (اکثر) پھر گئے سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے »[6]

امیر مقرر کرنے کی اہمیت:

اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا طریقہ تھا کہ جب بھی وہ دو افراد کو کسی ضروری کام سے روانہ فرماتے تو ان میں سے ایک کو امیر مقرر فرماتے۔[7]

لیکن افسوس کہ آج مسلمان ایک جگہ وقت گزارتے ہیں مگر کوئی امیر مقرر نہیں ہے۔ جیسے حیوان بغیر امیر کی زندگی گزارتے ہیں۔ طلباء خواہ مسجد میں آتے ہوں، مدرسے میں پڑھتے ہوں یا کسی ایک کمرہ میں چند افراد رہتے ہوں تو ان کے لئے ایک کا بطور امیر انتخاب ضروری ہے۔ اور امیر کی تقرری رحمت الٰہی کا سبب اور فتح و نصرت کا ذریعہ ہے۔

بنی اسرائیل میں اگرچہ پیغمبر موجود تھے لیکن امیر حرب دوسرا شخص مقرر کیا جاتا تھا۔ اور انہوں نے اپنے دشمن عمالقہ[8] کے خلاف لڑنے کے لئے اپنے پیغمبر سے ایک امیر مقرر کرنے کی درخواست کی۔[9]

هَلۡ عَسَيۡتُمۡ إِن كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِتَالُ أَلَّا تُقَٰتِلُواْ کلام اصل میں یوں ہے: هل عسيتم عدم القتال إن كتب عليكم القتال « کیا تم نہ لڑنے کی طاقت رکھتے ہو اگر تم پر قتال فرض کیا جائے » یعنی ابھی امیر مقرر نہیں ہوا ہے، لیکن اگر امیر مقرر ہو جائے اور وہ تمہیں قتال کرنے کا حکم دے تو کیا اس وقت تم میں انکار کرنے کی طاقت ہے؟ أَلَّا تُقَٰتِلُواْ یہ ما قبل کے لئے مفعول ہے۔[10] إِن كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِتَالُ جملہ شرطیہ درمیان میں اس بات کی ترغیب کے لئے ذکر کیا گیا کہ امیر کی اطاعت فرض ہے۔ فی الحال امیر نہیں ہے تو جہاد بھی فرض نہیں ہے۔

تَوَلَّوۡاْ إِلَّا قَلِيلٗا مِّنۡهُمۡ اور اسی بزدلی کا اظہار انہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بھی کیا تھا جب اس نے بنی اسرائیل کو جہاد کا حکم دیا تو جواب میں کہا: فَٱذۡهَبۡ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَآ إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ « پس آپ اور آپ کے رب چلے جائیں اور دونوں لڑیں ہم یہیں بیٹھے (تماشا کر رہے) ہوں گے » [سورة المائدة:24]

بِٱلظَّٰلِمِينَ یہاں ظالم اسے کہا گیا جو جہاد سے جی چراتا ہے۔

"وَقَالَ لَهُمۡ نَبِيُّهُمۡ إِنَّ ٱللَّهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوتَ مَلِكٗاۚ قَالُوٓاْ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ ٱلۡمُلۡكُ عَلَيۡنَا وَنَحۡنُ أَحَقُّ بِٱلۡمُلۡكِ مِنۡهُ وَلَمۡ يُؤۡتَ سَعَةٗ مِّنَ ٱلۡمَالِۚ قَالَ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصۡطَفَىٰهُ عَلَيۡكُمۡ وَزَادَهُۥ بَسۡطَةٗ فِي ٱلۡعِلۡمِ وَٱلۡجِسۡمِۖ وَٱللَّهُ يُؤۡتِي مُلۡكَهُۥ مَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ" ٢٤٧

« اور کہا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا۔ وہ کہنے لگے کہ کیسے وہ ہم پر بادشاہ ہو سکتا ہے حالانکہ ہم ان سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور ان کو مال کی فراخی بھی نہیں دی گئی۔ ان کے نبی نے کہا کہ بیشک اللہ نے ان کو تم پر منتخب فرمایا ہے، اور ان کو علم اور ہمت میں فراوانی دی ہے۔ اور اللہ دنیا کی سلطنت جسے چاہے دے اور اللہ فراخی دینے والا جاننے والا ہے »

بنی اسرائیل کا طالوت پر اعتراض کا سبب:

سیدنا اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، یعقوب اور عیصو۔ عیصو کا لقب روم ہے اور روم عبرانی زبان میں سرخ و سفید کو کہتے ہیں[11]۔ اکثر بلاد یا تو بعض اشخاص کی طرف منسوب ہیں اور یا کوئی واقعہ ان کی وجہ تسمیہ ہوتا ہے۔ جیسے روم سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بیٹے کی طرف منسوب ہے۔ دمشق سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے غلام کی طرف منسوب ہے[12]۔ ہند اور سند سیدنا نوح علیہ السلام کے پوتوں کے نام ہیں[13]۔ بلخ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نوشیروان کا بھائی بچھڑ گیا تھا۔ جب بلخ کے مقام میں ملا تو بادشاہ نے کہا: بل أخ « بلکہ یہ تو میرا بھائی ہے » اسی سے بلخ بن گیا۔ کابل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں پر ہندؤوں کی نذر کی گئی گائیں چرتی تھیں۔ کیونکہ سنسکرت میں "گاؤ" گائے کو اور "بل" چرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ وادی گھاس سے آباد تھی۔ 35 ہجری میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہاں پر حملہ کیا تو چونکہ وہ گاف نہیں پڑھ سکتے تھے تو وہ اسے "کاؤبل" کہتے تھے اور یوں اس سے کابل بنا۔

جب سیدنا اسحاق علیہ السلام ضعیف العمری کو پہنچے تو یعقوب نے والد سے اپنے بھائی عیصو سے پریشان ہونے کی شکایت کی[14]۔ تو اسحاق علیہ السلام نے انہیں اپنے ماموں لبان کے ہاں جانے کا مشورہ دیا۔ لبان سیدنا لوط علیہ السلام کے بیٹے کا نام ہے[15]۔ انہوں نے اپنی دو بیٹیاں "لیا" اور "راحیل" یعقوب کے عقد میں دیں اور تب ایک ہی وقت میں جمع بین الاختین جائز تھا[16]۔ اور ہر ایک بیٹی کے ساتھ اس نے ایک ایک باندی بھی دی۔ یعقوب کو اللہ نے بارہ بیٹے دیئے جن میں "لیا" سے چھ، راحیل سے دو (یوسف اور بنیامین)، اور ہر ایک باندی سے دو دو بیٹے پیدا ہوئے[17]۔ بنی اسرائیل باندیوں سے پیدا ہونے والے چار بیٹوں کو حقیر سمجھتے تھے اور طالوت انہی باندیوں میں سے ایک کی اولاد میں تھا[18]۔ تو بنی اسرائیل نے اس کے نسب پر اعتراض کیا کہ وہ کمزور نسب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ مذموم صفت بنی اسرائیل کے اندر موجود تھی۔ حدیث میں بھی آتا ہے نسب پر عار دلانا اور میت پر نوحہ کرنا میری امت نہیں چھوڑے گی۔[19]

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ ٱلْمُلْكُ عَلَيْنَا میں بنی اسرائیل کا طالوت کے نسب پر اعتراض کرنا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کے نزدیک امارت کے لئے دو چیزیں ضروری تھیں: ایک یہ کہ نسب اونچا ہو اور دوسرا یہ کہ وہ مالدار ہو[20]۔ پیغمبر ان کے جواب میں کہتا ہے کہ امارت کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں:

1. وہ چنا گیا ہے اور منتخب کیا گیا ہے[21]۔ یعنی وہ متقی اور پرہیزگار ہے اور قرآن مجید بھی کہتا ہے: إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ [سورۃ الحجرات 49:13]۔ جب اسے اللہ نے چنا ہے تو یہ اعتراض اللہ پر کرو کہ اس نے طالوت کو کیوں منتخب کیا ہے۔
2. اس کے پاس اوروں کے مقابلے میں علم زیادہ ہے۔
3. بدنی اعتبار سے وہ ہمت والا ہے۔[22]

"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلتَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَٰرُونَ تَحْمِلُهُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ" ﴿٢٤٨﴾

« اور کہا ان سے ان کے نبی نے کہ بلاشبہ ان کے بادشاہ ہونے کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے اطمینان ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جنہیں چھوڑا تھا موسی اور ہارون والوں نے۔ فرشتوں نے اس (صندوق) کو اٹھایا ہو گا۔ بیشک اس (صندوق کے لانے) میں ضرور تمہارے لئے (طالوت کے امیر ہونے کی) نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو »

طالوت پر ایک اور اعتراض کہ اس کے پاس قانون نہیں ہے:

جب طالوت بادشاہ ہوا۔ تو بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ ٹھیک ہے مان لیتے ہیں کہ وہ ہمارا امیر ہے لیکن اس کے پاس قانون نہیں ہے، وہ فیصلے کس قانون کے مطابق کرے گا؟ اور قانون نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ کہ بنی اسرائیل کے دشمن ان سے لڑائی کے دوران تورات چھین کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اب ان کے پاس تورات موجود نہیں تھی کہ جس کے ذریعے وہ فیصلے کر سکیں۔ یہ بنی اسرائیل کے لئے بھی بڑی عار کی بات تھی کہ انہوں نے اللہ کی کتاب پر اتنی بھی غیرت نہیں کی کہ وہ اپنے دشمنوں سے اللہ کی کتاب کا دفاع کر سکیں۔ اپنی اسی شرمندگی کو چھپانے کیلئے وہ تورات کا ذکر اپنی زبان پر نہیں لاتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ جو تابوت (صندوق) ہم سے ہمارے دشمن لے گئے ہیں اس میں سیدنا موسی اور ہارون علیہما السلام کے نعلین، عصا اور پگڑیاں وغیرہ تھیں[23]۔ یہ قول اسرائیلیات میں سے ہے۔ حدیث میں مسلمانوں کو بھی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے ساتھ دار حرب قرآن مجید نہ لے جائیں۔ اس کا یہی مطلب ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرئیل کی طرح تم سے اللہ کی کتاب تمہارے دشمن چھین نہ لیں اور وہ اس کی بے حرمتی کریں۔[24] غیرت ایمانی ایسی چیز ہے اگر کسی عورت میں بھی ہو تو وہ بھی اس رسوائی کو گوارا نہ کرے۔ صحابہ کرام میں یہ غیرت حد درجہ موجود تھی۔ عرب کی مشہور شاعرہ خنساء[25] رومیوں کے ساتھ لڑائی میں اپنے چار بیٹوں کے ساتھ روانہ ہوئی، بیٹوں نے کہا: ماں! تم بوڑھی ہو مت جاؤ۔ لیکن اس نے جانے کے لئے اصرار کیا اور منت سماجت کے باوجود نہ مانی۔ چونکہ غیرتی عورت تھی جب لڑائی شروع ہونے والی تھی تو اپنے بیٹوں کے سامنے تقریر کی کہ بیٹوں! تمہارے ماموں کو شرمندہ کیا ہے نہ ہی تمہارے باپ سے کوئی خیانت کی ہے۔ اگر آج تم شکست کھاؤ تو تمہاری ماں دشمن کے ہاتھوں رسوا ہو جائیگی۔ بیٹے بھی ماں کی تقریر سننے کے بعد ایسی جوانمردی سے لڑے کہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ خنساء کو کسی نے کہا کہ وہ تو سارے شہید ہو گئے۔ کہا: شہادت ہی کے لئے تو آئے تھے۔ پوچھا: چھوڑو یہ باتیں، یہ بتاؤ فتح کس کی ہوئی؟ جواب ملا: مسلمانوں کو۔ تو کہا کہ کامیاب ہو گئے۔[26] بنی اسرائیل نے بھی ٱلتَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ سے تبرکات بنا دیئے۔

تبرکات پر شاہ اسماعیل شہید کا مغل بادشاہ کے دربار میں مناظرہ:

مغل بادشاہ اکبر شاہ ثانی [1760-1837] کی حکومت تھی۔ درباری مولویوں نے بادشاہ اور اس کی بہن کو شاہ اسماعیل کے خلاف اکسایا کہ وہ دہلی میں پڑے تبرکات نبی ﷺ کو نہیں مانتا۔ دربار منعقد ہوا جس میں خوشامدی مولوی موجود تھے اور تبرکات کو منگوایا گیا۔ بادشاہ بھی تعظیم کے لئے نیچے زمین پر بیٹھا تھا اور جو بھی عالم دربار میں داخل ہوتا تو بڑی تعظیم سے سر جھکاتا اور انہیں بوسہ دے کر بیٹھ جاتا۔ شاہ اسماعیل کو بھی دربار میں داخل ہونے کا حکم ہوا۔ شاہ صاحب کے ساتھ ان کا ایک شاگرد بھی تھا۔ جُبہ، پگڑی اور دیگر تبرکات پڑے تھے شاہ صاحب بغیر سر جھکائے اور بوسہ دئے خاموشی سے ایک جانب بیٹھ گئے۔

بادشاہ نے کہا: تم نے تبرکات کا احترام کیوں نہیں کیا؟

شاہ صاحب نے پوچھا: کونسی تبرکات؟

بادشاہ نے کہا: یہ جو سامنے پیغمبر ﷺ کی تبرکات پڑی ہوئی ہیں۔

شاہ صاحب نے شاگرد سے کہا: جاؤ قرآن مجید اور صحیح بخاری لے آؤ۔

بادشاہ اور علماء نے خیال کیا کہ شاید شاہ صاحب قرآن مجید اور صحیح بخاری سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ تبرکات نہیں ہیں۔ قرآن مجید اور بخاری شریف لائی گئیں۔ شاہ صاحب نے بڑے احترام سے اسے لیا اور دونوں کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور بھرے دربار سے پوچھا کہ کیا یہ وہ کتاب ہے جس کو اللہ نے جبریل کے ذریعے آخری نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر نازل کیا اور صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کیا تم اقرار کرتے ہو کہ اس صحیح بخاری کی احادیث ہمیں صحیح سند کے ساتھ پہنچی ہیں؟ سب نے ہاں میں جواب دیا۔ شاہ صاحب نے کہا: اگر آپ کے نزدیک یہ دونوں صحیح ہیں تو ان دونوں کو دربار میں لاتے ہوئے کسی نے اس کی تعظیم کیوں نہیں کی۔ کوئی کھڑا ہوا نہ ہی کسی نے ان کو بوسہ دیا۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ سامنے پڑی تبرکات کی کیا سند ہے اور کس سند سے یہ یہاں پہنچی ہیں؟ اگر کسی کے پاس ہے تو وہ پیش کرے۔ بادشاہ نے علماء کی طرف دیکھا، لیکن کسی کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔[27]

ہشتنگر کے علاقہ میں بال کا عرس (موئے مبارک) منایا جاتا ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ بال کہاں سے آیا تو کہتے ہیں کہ یہ بال نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک بوڑھی عورت کو دیا تھا۔ اگر پوچھا جائے وہ بوڑھی عورت کون تھی؟ اس کا کوئی جواب نہیں۔ کیا بغیر سند کے ان چیزوں کو تسلیم کیا جائے؟[28]

بعض لوگ سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیص سے استدلال کرتے ہیں، اس کے دو جوابات ہیں:

1. وہ قمیص معصوم یعنی پیغمبر کی قمیص تھی۔ اور آج بھی اگر صحیح سند کے ساتھ پیغمبر کی جوتیوں کی خاک ملے تو اس قابل ہے کہ اسے آنکھ کا سرمہ بنایا جائے۔[29] لیکن غیر معصوم کے تبرک کو کیسے معصوم کے تبرک پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔[30]
2. وہ وثیقہ تھا جو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اعتماد کے لئے دی تھی کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام ہرگز ان کی بات کا یقین نہیں کریں گے۔ ہاں اگر یہ قمیص ساتھ ہو تو وہ یقین کر لیں گے کہ یوسف زندہ ہے۔[31]

ٱلتَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ سے مراد تورات اور علوم نبوی ہیں۔[32]

"فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِٱلْجُنُودِ قَالَ إِنَّ ٱللَّهَ مُبْتَلِيكُم بِنَهَرٍ فَمَن شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّى وَمَن لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُۥ مِنِّىٓ إِلَّا مَنِ ٱغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهِۦ ۚ فَشَرِبُوا۟ مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُۥ هُوَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَعَهُۥ قَالُوا۟ لَا طَاقَةَ لَنَا ٱلْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِۦ ۚ قَالَ ٱلَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَٰقُوا۟ ٱللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةًۢ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ" ﴿٢٤٩﴾

« پس جب طالوت لشکروں کے ساتھ (شہر سے) جدا ہوئے تو (طالوت نے) کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر[33] کے ذریعہ آزمانے والا ہے، سو جس نے اس میں سے (سیر ہو کر) پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے[34] اور جس نے اسے نہیں چکھا[35] تو وہ مجھ سے ہے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو پی لیا۔ پس اس میں سے سب نے پیا سوائے تھوڑے سے افراد کے۔ پس جب وہ (طالوت نہر سے) آگے بڑھے اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے تو کہنے لگے کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ جو لوگ اللہ کی ملاقات کا یقین[36] رکھتے تھے وہ کہنے لگے بہت مرتبہ تھوڑی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ ڈٹ جانے والوں کے ساتھ ہے »

إِنَّ ٱللَّهَ مُبۡتَلِيكُم بِنَهَرٖ طالوت نے ان کا امتحان لیا اور امتحان بھی پیٹ کا امتحان تھا۔ کہ آیا بنی اسرائیل بھوک پیاس برداشت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بھوک پیاس برداشت نہیں کر سکتے تو دشمن کا کیا سامنا کر سکیں گے۔ اگر یہ تھوڑی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تو میدان جنگ کی بڑی تکلیف میں یہ کیسے ثابت قدم رہیں گے۔ ان آیات میں ہر امیر کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے مامورین کا امتحان لے اور انہیں آزمائے۔

وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس کے ساتھ [37]۔ ءَامَنُواْ بإطاعة الأمير جنہوں نے امیر کی اطاعت کی۔

لَا طَاقَةَ لَنَا ٱلۡيَوۡمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِۦ جو لوگ امیر کی اطاعت نہیں کرتے اللہ ان لوگوں کو ہمت کی توفیق نہیں دیتا اور وہ بزدل ہو جاتے ہیں، تعداد خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

كَم مِّن فِئَةٖ قَلِيلَةٍ وہ چھوٹا گروہ جنہوں نے امیر کی اطاعت کی تھی، بہادری سے کہا: کوئی پرواہ نہیں اگر ہم تھوڑے ہیں۔ اکثر تھوڑے لوگ ہی بہت سوں پر غالب آئے ہیں۔ آج لوگوں نے کثرت کو حق کا معیار بنالیا ہے۔ جبکہ فتح ہمیشہ تھوڑوں نے کی ہے۔ دو افراد ہوں لیکن ثابت قدم ہوں وہ اس بڑی جماعت سے بہتر ہیں جن کا بھروسہ نہیں۔ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ طالوت کی تھوڑی جماعت کے افراد کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ [38] جبکہ دشمن ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

وَٱللَّهُ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ اللہ کی نصرت انہی لوگوں کے شامل حال ہوتی ہے جو ثابت قدم اور ڈٹ جانے والے ہوں۔ وہ لوگ نصرت الٰہی سے محروم ہوتے ہیں جو بزدل اور کاہل ہوں۔

"وَلَمَّا بَرَزُواْ لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِۦ قَالُواْ رَبَّنَآ أَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرٗا وَثَبِّتۡ أَقۡدَامَنَا وَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ" ﴿٢٥٠﴾

« اور جب یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے ہوئے تو کہا کہ اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما»

رَبَّنَآ أَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرٗا پیغمبروں کی اولاد ہونے کے باوجود مشکل کی اس گھڑی میں ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کو مدد کے لئے نہیں پکارتے کہ "یا یعقوب ہماری نصرت فرما"۔ یا ابراہیم ہماری مدد کر۔ بلکہ ان کی بجائے اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ آج اگر لاکھوں فوج ہو اور اس میں یا اللہ مدد کی بجائے اوروں سے مدد طلب کرنے کے نعرے لگائے جائیں، کبھی فتح نہیں پا سکتی۔

"فَهَزَمُوهُم بِإِذۡنِ ٱللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُۥدُ جَالُوتَ وَءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلۡمُلۡكَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَهُۥ مِمَّا يَشَآءُۗ وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٖ لَّفَسَدَتِ ٱلۡأَرۡضُ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ ذُو فَضۡلٍ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ" ﴿٢٥١﴾

« سوطالوت والوں نے اللہ کے حکم سے جالوت والوں کو شکست دی اور داوٗد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے انہیں (دنیا کی) سلطنت اور نبوت دی[39] اور ان کو جو کچھ چاہا علم دے دیا۔ اور اگر اللہ کا بعض (کافروں) کو بعض (مجاہدین) کے ذریعے دفع کرنا نہ ہوتا تو زمین میں فساد ہو جاتا اور لیکن اللہ جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے »

وَعَلَّمَهُۥ مِمَّا يَشَآءُ

اس سے مراد لوہے کو ان کے ہاتھوں میں نرم کرنا تھا جس سے وہ آلات حرب اور دیگر چیزیں بناتے۔[40]

علة مشروعية الجهاد

وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ ٱلۡأَرۡضُ امراء اور حکمران ہاتھ کے ذریعے اور علماء زبان کے ذریعے دین سے مدافعت کریں گے اور اگر اہل حق دین سے دفاع نہ کریں، تو شرک اور کفر عام ہو جائے اور دنیا عذاب کے لائق ہو جائے گی۔ جہاد اسی لئے مشروع ہے کہ اس کے ذریعے شرک، کفر اور بدعات کی روک تھام ہو سکے۔ یہی مضمون [سورۃ الحج:40] میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے:

"وَلَوۡلَا دَفۡعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعۡضَهُم بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٞ وَصَلَوَٰتٞ وَمَسَٰجِدُ "

« اور اگر اللہ کا بعض کافروں کو بعض مجاہدین کے ذریعے دفع نہ کرنا ہوتا تو (عیسائیوں کی) خانقاہیں، (یہودیوں کے) کلیسے، (صابئین کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں ڈھادیے جاتے »[41]

اگر جہاد کے ذریعے ظالم کا ظلم دفع نہ کیا جائے تو دین کے مراکز گرا دیے جائیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"من الدين كشف العيب عن كل كاذب — وعن كل بدعي أتى بالمصائب

فلو لا رجال مؤمنون لهدمت — صوامع دين الله من كل جانب"

« یہ بھی دین میں سے ہے کہ ہر جھوٹے سے پردہ اٹھایا جائے اور ہر وہ بدعت کرنے والا جو (بدعت کی) مصیبتیں ساتھ لایا ہے۔ اگر مؤمن مرد مجاہد نہ ہوتے تو ہر طرف سے دین کے مراکز مسمار کر دیے جاتے »[42]

اگر علماء حق بیان نہ کریں تو یہ عالم تباہ ہو جائے۔ اگر محدثین نے راویوں پر جرح نہ کی ہوتی تو آج اس دین کا نقشہ ہی تبدیل ہوا ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ غیبت اور جرح میں فرق ہے۔ غیبت کسی شخص کی برائی اپنے ذاتی مفاد اور اسے ذلیل کرنے کے لئے بیان کرنے کو کہتے ہیں جبکہ جرح ونقد دین سے دفاع کے لئے کیا جاتا ہے۔ جو لوگ صحابہ کو مطعون کرتے ہیں اگر ان پر اور ان کی کتابوں پر جرح نہ کی جائے تو اس کا نقصان دین کو پہنچتا ہے۔

نكتة صدق الرسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ [43]

"تِلۡكَ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ نَتۡلُوهَا عَلَيۡكَ بِٱلۡحَقِّۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ ٱلۡمُرۡسَلِينَ " ﴿٢٥٢﴾

« یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ پر پڑھتے ہیں تا کہ حق ظاہر ہو جائے اور بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں »

"تِلۡكَ ٱلرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖۘ مِّنۡهُم مَّن كَلَّمَ ٱللَّهُۖ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجَٰتٖۚ وَءَاتَيۡنَا عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَأَيَّدۡنَٰهُ بِرُوحِ ٱلۡقُدُسِۗ وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقۡتَتَلَ ٱلَّذِينَ مِنۢ بَعۡدِهِم مِّنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُمُ

ٱلۡبَيِّنَٰتُ وَلَٰكِنِ ٱخۡتَلَفُواْ فَمِنۡهُم مَّنۡ ءَامَنَ وَمِنۡهُم مَّن كَفَرَۚ وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقۡتَتَلُواْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَفۡعَلُ مَا يُرِيدُ ۝٢٥٣"

« یہ رسول جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ نے بات چیت کی۔ اور بعض کو درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا، اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح دلائل دیے، اور ہم نے ان کو جبریل کے ذریعہ مضبوط کیا۔ اور اگر اللہ (جبری ایمان) چاہتا تو ان (پیغمبروں) کے بعد آنے والے لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آئے۔ لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان میں سے بعض وہ تھے جو ایمان لائے اور بعض وہ تھے جنہوں نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے »

اس آیت کا تعلق بھی جہاد سے ہے۔ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلَىٰ بَعۡضٖ سے مراد یہ بھی ہے کہ بعض پیغمبروں کے دین میں جہاد تھا اور بعض کے دین میں جہاد کا حکم نہیں تھا۔ جن پیغمبروں کی شریعتوں میں جہاد کا حکم تھا وہ ان پیغمبروں سے افضل تھے جن کی شریعت میں جہاد کا حکم نہیں تھا۔

مِّنۡهُم مَّن كَلَّمَ ٱللَّهُ سے مراد سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور اس میں یہودیوں کی تردید مقصود ہے کہ انہیں براہ راست جہاد کا حکم دیا گیا تھا لیکن یہودیوں نے ان کے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

فَمِنۡهُم مَّنۡ ءَامَنَ وَمِنۡهُم مَّن كَفَرَ بعض وہ تھے جنہوں نے جہاد کا حکم مانا اور بعض وہ تھے جنہوں نے اسے ماننے سے انکار کیا۔

وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ کو دو مرتبہ ذکر کیا یعنی اگر اللہ چاہتا تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ کوئی کافر اور مؤمن نہ ہوتا۔ لیکن یہ امتحان اللہ کی منشا ہے۔

حواشی:

1 *امام بیہقی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:* قال: لما نزلت: مَّن ذَا ٱلَّذِي يُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا قال أبو الدحداح الأنصاري: يا رسول الله، وإن الله ليريد منا القرض؟ قال: " نعم يا أبا الدحداح " قال: أرني يدك يا رسول الله، قال: فتناول يده، قال: فإني قد أقرضت ربي حائطي قال: وحائطه فيها ستمائة نخلة، وأم الدحداح فيه وعيالها، قال: فجاءها أبو الدحداح فناداها: يا أم الدحداح، فقالت: لبيك، فقال: أخرجي فقد أقرضته ربي [*شعب الایمان، حدیث*:3178]

2 *ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:* سماه قرضا تأكيدا لاستحقاق الثواب به إذ لا يكون قرضا إلا والعوض مُسْتَحَقٌّ بِهِ [*احکام القرآن* 547:1]

علامہ اقبال سود اور قرض حسن کے درمیان فرق ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے:

از ربا آخر چه می زاید فتن   کس نداند لذت قرض حسن

از ربا جاں تیره دل چوں خشت و سنگ   آدمی و رنده بے دندان و چنگ

[*جاوید نامہ، فلک عطارد، پیغام افغانی بالمت روسیہ، ص*:69]

3 مِنۢ بَعۡدِ مُوسَىٰٓ *مؤرخ یعقوبی المعروف ابن واضح، احمد بن اسحاق بن جعفر* [*وفات:292ھ کے بعد*] *نے سیدنا موسی علیہ السلام کی موت کے بعد طالوت کے بادشاہ بننے تک بنی اسرائیل کی تاریخ کا نقشہ یوں کھینچا ہے:* وقد كان كثر ظلم بني إسرائيل وعتوهم، فسلط الله عليهم كوشان جبار مؤاب، فلما ملك عثنايل قتل كوش، وملك أربعين سنة ... **ثم ارتدت بنو إسرائيل** إلى الكفر، فسلط الله عليهم عقلون ملك مؤاب، خمس عشرة سنة، ثم تابوا، فبعث الله لهم رجلا يقال له أهود بن جيرا، من سبط إفرائيم، فقتل عقلون... **ثم ارتدت بنو إسرائيل** بعد أهود، فسلط الله عليهم يابين ملك كنعان، عشرين سنة ... ثم إن الله رحمهم، فبعث إليهم رجلاً يقال له بارق بن أبينعم، من سبط نفتالي، فملكهم أربعين سنة. **ثم ارتدت بنو إسرائيل إلى الكفر**، فسلط الله عليهم أهل مدين سبع سنين، ثم إن الله تعالى رحمهم، فبعث إليهم رجلا يقال له جدعان بن يواس ... **ثم ارتدت بنو إسرائيل إلى الكفر**، فسلط الله عليهم بني عمون، سبع عشرة سنة، وفي زمانه بنيت مدينة صور بالشام، وسامهم سوء العذاب. ثم إن الله تعالى رحمهم، فبعث لهم رجلاً من أهل جلعاد اسمه يفتح ... ثم كان عليهم شمويل النبي، وهو الذي ذكره الله تعالى إذ قالوا لنبي لهم: ٱبۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَٰتِلۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فلما قالوا لشمويل النبي: سل الله أن يبعث لنا ملكاً حتى يقاتل عدوه، وقال: إنه لا وفاء لكم، ولا صدق نية، وقالوا: بلى! قال: إِنَّ ٱللَّهَ قَدۡ بَعَثَ لَكُمۡ طَالُوتَ مَلِكًا، واسمه شاول، قالوا: والله ما هو من سبط الملك والنبوة، ما هو من ولد لاوي، ولا يهوذا، وإنما هو من سبط بنيامين. قال شمويل: فليس لكم أن تختاروا على الله، فدعا شمويل شاول، وهو طالوت، فقال له: إن الرب أمرني أن أبعثك ملكاً على بني إسرائيل، والله يأمرك أن تنتقم من عمليق، فأهلك عمليق وكل ما له، ولا تبق له شيئاً من رجل، ولا امرأة، ولا صبي رضيع، ولا عجل، ولا شاة، ولا بعير، ولا حمار [*تاریخ یعقوبی، انبیاء بنی اسرائیل وملوکھم بعد موسی*، 1:37-38]

مذکورہ تاریخ کا خلاصہ ابن حزم [*وفات*:456ھ] *نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:* فاعلموا الآن أنه كان مذ دخلوا الأرض المقدسة إثر موت موسى عليه السلام إلى ولاية أول ملك لهم وهو شاول المذكور سبع ردات فارقوا فيها الإيمان وأعلنوا بعبادة الأصنام فأولها بقوا فيها ثمانية أعوام والثانية ثمانية أعوام والثالثة عشرين عاما والرابعة سبعة أعوام والخامسة ثلاثة أعوام وربما أكثر والسادسة ثمانية عشر عاما والسابعة أربعين عاما فتأملوا أي كتاب يبقى مع تمادي الكفر ورفض الإيمان هذه المدد الطوال في بلد صغير مقدار ثلاثة أيام في مثلها فقط ليس على دينهم واتباع كتابهم أحد على ظهر الأرض غيرهم «*غور کرو کہ کون سی کتاب طویل مدت تک کفر اختیار کرنے اور ایمان چھوڑنے کے ساتھ باقی رہ سکتی ہے اور وہ بھی چھوٹے سے شہر میں جس کی مسافت فقط تین دنوں کے بقدر ہو اور ان کے دین اور کتاب کی پیروی کرنے والا بھی روئے زمین پر ان کے علاوہ کوئی نہ ہو*» [*الفصل فی الملل والاھواء والنحل* 243:1]

4 مَلِكًا *امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:* الملِكُ: هو المتصرّف بالأمر والنّهي في الجمهور وذلك يختصّ بسياسة الناطقين ولهذا يقال: مَلِكُ الناسِ ولا يقال: مَلِك الأشياءِ [*المفردات فی غریب القرآن*:774، مادة: ملك]

5 هَلۡ عَسَيۡتُمۡ أتقدرون [*تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس*:34]

6 *یہ آیت تفصیلی واقعے کے لئے بطور* **براعة الاستهلال** ہے۔

7 *ابوداؤد روایت کرتے ہیں:* عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله ﷺ قال: إذا خرج ثلاثة في سفر فليؤمروا أحدهم [*سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، حدیث*:2608]

8 ابوالحسن علی بن حسین مسعودی [وفات:346ھ] مؤلف "مروج الذھب" لکھتے ہیں: کنعان بن حام هو أكبر ولد حام وهو أول من غير دين نوح عليه السلام، وألقى العداوة بينه وبين بني جده من الجبابرة والكنعانيين الذين كانوا بالشام، ويقال فراعنة مصر منهم، وجالوت منهم الذي قتله داود عليه السلام فهؤلاء العمالقة، لأن العمالقة هم من ولد حام [اخبار الزمان ومن اباده الحدثان:87]

9 سورۃ بنی اسرائیل 17:4 میں لَتُفۡسِدُنَّ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَّتَيۡنِ کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں کہ فساد اول اور فساد ثانی سے کون کون سے اوقات مراد ہیں؟ فساد اول سے متعلق بعض مفسرین کی رائے ہے کہ اس سے مراد جالوت کا بنی اسرائیل پر غالب ہونا ہے: عن قتادة في قوله تعالى: لَتُفۡسِدُنَّ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَرَّتَيۡنِ قال: أما المرة الأولى فسلط الله عليهم جالوت حتى بعث طالوت ومعه داود فقتله داود [تفسیر عبد الرزاق، سورۃ بنی اسرائیل:4، 290:2، روایت:1538]

ابن جریر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قوله فَإِذَا جَآءَ وَعۡدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادٗا لَّنَآ أُوْلِي بَأۡسٖ شَدِيدٖ فَجَاسُواْ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِۚ وَكَانَ وَعۡدٗا مَّفۡعُولٗا قال: بعث الله عليهم جالوت، فجاس خلال ديارهم، وضرب عليهم الخراج والذل، فسألوا الله أن يبعث لهم ملكا يقاتلون في سبيل الله، فبعث الله طالوت، فقاتلوا جالوت، فنصر الله بني إسرائيل، وقتل جالوت بيدي داود، ورجع الله إلى بني إسرائيل ملكهم [جامع البیان 366:17، تفسیر ابن ابی حاتم 2318:7، روایت:13190]

10 جمہور مفسرین أَلَّا تُقَٰتِلُواْ کو عَسَيۡتُمۡ کے لئے خبر قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک عسی نواسخ میں سے ہے جبکہ بعض نے عَسَيۡتُمۡ کو فعل فاعل اور أَلَّا تُقَٰتِلُواْ کے مفعول ہونے کا قول بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس صورت میں ان کے نزدیک عسی نواسخ میں سے نہیں ہے۔

ابوالعباس احمد بن یوسف الحلبی [وفات:756ھ] لکھتے ہیں:

1. عَسَيۡتُمۡ عسى واسمُها، وخبرُها أَلَّا تُقَٰتِلُواْ والشرطُ معترضٌ بينهما
2. وأمّا مَنْ يرى أنّها تُضَمَّنُ معنى فعلٍ متعدٍ فيقولُ: عَسَيۡتُمۡ فعلٌ وفاعلٌ، و «أَنْ» وما بعدَها مفعولٌ به تقديرُه: هل قَارَبْتُم عدم القتالِ، فهي عنده ليسَتْ من النواسخِ، والأولُ هو المشهورُ [الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون 515:2]

11 ابن قتیبہ [وفات:276ھ] لکھتے ہیں: وعيصو هو أبو الروم وكان الروم رجلا أصفر شديد الصفرة فى بياض ومن أجل ذلك سميت الروم بنى الأصفر [فضل العرب والتنبیہ علی علومھا:56، المعارف:38]

12 یاقوت حموی [وفات:626ھ] نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں: ایک قول نوح علیہ السلام کی اولاد کی طرف منسوب ہے۔ دوسرا قول یہ ذکر کیا ہے کہ سیدنا ہود علیہ السلام نے یہاں پر قیام کیا ہے اور انہوں نے ایک دیوار تعمیر کی تھی۔ تیسرا قول ابراہیم علیہ السلام کے غلام کا ہے کہ دمشق ان کی طرف منسوب ہے۔ إن العازر غلام إبراهيم عليه السلام بنى دمشق وكان حبشيّا وهبه له نمرود بن كنعان حين خرج إبراهيم من النار، وكان يسمّى الغلام دمشق فسماها باسمه [معجم البلدان، باب الدال والمیم، 463:2]

13 یاقوت حموی لکھتے ہیں: السِّنْدُ: بكسر أوّله وسكون ثانيه وآخره دال مهملة: بلاد بين بلاد الهند وكرمان وسجستان، قالوا: **السند والهند كانا أخوين من ولد بوقير بن يقطن بن حام بن نوح** [معجم البلدان، باب السین والنون، 267:3]

14 ابن جریر لکھتے ہیں: زعموا أن يعقوب ختل العيص في قربان قربه بأمر أبيهما إسحاق بعد ما كبرت سن إسحاق، وضعف بصره، فصار أكثر دعاء إسحاق ليعقوب، وتوجهت البركة نحوه بدعاء أبيه إسحاق له، فغاظ ذلك العيص وتوعده بالقتل، فخرج يعقوب هاربا منه إلى خاله لابان ببابل، فوصله لابان وزوجه ابنتيه ليا وراحيل، وانصرف بهما وبجاريتيهما [تاریخ الرسل والملوک 319:1]

15 جبکہ ابن جریر نے لبان کا شجرۂ نسب یوں ذکر کیا ہے: لبان بن بتويل بن إلياس ... اور ایک قول کے مطابق اسحاق علیہ السلام کی بیوی اور یعقوب کی والدہ ناہر بن آزر کی بیٹی تھی: وقد قال بعض أهل التوراة إن رفقا زوجة إسحاق هي ابنة ناهر بن آزر عم إسحاق وإنها ولدت له ابنيه عيصا ويعقوب [تاریخ الرسل والملوک 317:1]

16 جبکہ روایات میں یوں بھی ہے: **ثم توفيت ليا بنت لبان** فخلف يعقوب على أختها راحيل بنت لبان بن بتويل بن إلياس، فولدت له يوسف بن يعقوب، وبنيامين بن يعقوب [تاریخ الرسل والملوک 317:1]

17 ابن جریر لکھتے ہیں: ونكح يعقوب بن إسحاق- وهو إسرائيل- ابنة خاله ليا ابنة لبان بن بتويل بن إلياس، فولدت له روبيل بن يعقوب، وكان اكبر ولده، وشمعون ابن يعقوب، ولاوى بن يعقوب، ويهوذا بن يعقوب، وزبالون بن يعقوب، ويسحر بن يعقوب، ودينة ابنه يعقوب وقد قيل في يسحر إن اسمه يشحر ثم توفيت ليا بنت لبان فخلف يعقوب على أختها راحيل بنت لبان بن بتويل بن إلياس، فولدت له يوسف بن يعقوب، وبنيامين بن يعقوب- وهو بالعربية شداد- وولد له من سُرِّيَّتَيْنِ، اسم

إحداهما زُلْفَةَ ، واسم الأخرى بَلِهَةَ ، أربعة نفر: دان بن يعقوب، ونفثالى بن يعقوب، وجاد بن يعقوب، وأشر بن يعقوب، فكان بنو يعقوب اثني عشر رجلا [تاريخ الرسل والملوک 1:317]

18 مؤرخین نے طالوت کو بنیامین کی اولاد میں سے ذکر کیا ہے۔ ابن قتیبہ [وفات:276ھ] لکھتے ہیں: طالوت : قال وهب: هو من سبط بنيامين بن يعقوب . والأسباط من أولاد يعقوب بمنزلة القبائل من أولاد إسماعيل. وكان مسكينا، راعي حمير. وخرج من قريته يطلب حمارين له. فنزل بإشماويل، وأعلمهم أنه ملكهم، وأنه من سبط بنيامين. فقالوا: قد علمت أنه لم يكن من هذا السبط ملك، ولا فيه نبوّة. فقال لهم إشماويل: أو أنتم أعلم أم الله؟ ألم تعلموا أن الله حين بعثه عليكم قد عرف نسبه [المعارف:45]

مزید مطالعہ کے لئے ابن جریر، تاریخ طبری 1: 475، ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ 1: 190، ابن کثیر، البدایۃ النھایۃ 2: 6-7۔ اور عہد نامہ قدیم(تورات) میں خود ساؤل یعنی طالوت سموئیل نبی سے کہتا ہے: ساؤل نے جواب دیا لیکن میں بنیمین خاندان کے گروہ کا فرد ہوں یہ اسرائیل میں سب سے چھوٹا خاندانی گروہ ہے اور میرا خاندان بنیمین خاندان کے گروہ میں سب سے چھوٹا ہے۔ تم کیوں کہتے ہو کہ اسرائیلی مجھے چاہتے ہیں؟[اول سموئیل باب:9، آیت:21]

19 ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: أن النبي ﷺ قال: أربع في أمتي من أمر الجاهلية، لا يتركونهن: الفخر في الأحساب، والطعن في الأنساب، والاستسقاء بالنجوم، والنياحة [صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، حدیث:934]

20 امام رازی لکھتے ہیں: قال المفسرون: وسبب هذا الاستبعاد أن النبوة كانت مخصوصة بسبط معين من أسباط بني إسرائيل، وهو سبط لاوي بن يعقوب، ومنه موسى وهارون، وسبط المملكة، سبط يهوذا، ومنه داود وسليمان، **وأن طالوت ما كان من أحد هذين السبطين، بل كان من ولد بنيامين** فلهذا السبب أنكروا كونه ملكا لهم، وزعموا أنهم أحق بالملك منه، ثم إنهم أكدوا هذه الشبهة بشبهة أخرى، وهي قولهم: ولم يؤت سعة من المال، وذلك إشارة إلى أنه فقير، واختلفوا فقال وهب، كان دباغا، وقال السدي: كان مكاريا، وقال آخرون، كان سقاء [التفسیر الکبیر 6:504]

21 سموئیل نے تمام لوگوں سے کہا: دیکھو! یہ آدمی کو خداوند نے چنا ہے کوئی بھی ساؤل جیسا لوگوں میں نہیں ہے[عہد نامہ قدیم، اول سموئیل باب:10، آیت:24]

22 ابو بکر جصاص [وفات:370ھ] لکھتے ہیں: وذكره للجسم ههنا عبارة عن فضل قوته لأن في العادة من كان أعظم جسما فهو أكثر قوة ولم يرد بذلك عظم الجسم بلا قوة لأن ذلك لا حظ له في القتال بل هو وبال على صاحبه إذا لم يكن ذا قوة فاضلة [احکام القرآن 1:548]

عہد نامہ قدیم(تورات) میں ہے: قیس کا ساؤل نامی ایک بیٹا تھا۔ ساؤل ایک جوان اور خوبصورت آدمی تھا۔ ساؤل کے جیسا کوئی بھی خوبصورت نہیں تھا۔ وہ کھڑا ہوتا تو اس کا سر اسرائیل کے کسی بھی شخص کے سر سے اونچا رہتا تھا۔[اول سموئیل باب:9، آیت:2]

23 والسكينة طست من ذهب يغسل فيها قلوب الأنبياء، أعطاها الله موسى، وفيها وضع الألواح، وكانت الألواح فيما بلغنا من در وياقوت وزبرجد، وأما البقية فإنها عصا موسى ورضاضة الألواح [تاریخ طبری 1:468]

24 عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: لا تسافروا بالقرآن فإني لا آمن أن يناله العدو [صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب النھی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار اذا خیف وقوعہ بایدیھم، حدیث:1869]

25 خنساء بنت عمرو اور اس کا اصل نام تماضر بنت عمرو بن الشرید تھا۔ اور یہ زمانہ جاہلیت کی ایک بڑی شاعرہ تھیں جو نابغہ ذبیانی کے زمانے میں شعر کہا کرتی تھیں۔ خود نابغہ عکاظ کے بازار میں اس کے لئے سرخ رنگ کے چمڑے کا بنا ہوا خیمہ لگاتے اور ان کے پاس شعراء آتے اور وہ ان پر اپنے اشعار کو پیش کرتیں۔ اپنے قوم بنو سلیم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کیا۔ وأجمع أهل العلم بالشعر أنه لم يكن امرأة قط قبلها ولا بعدها أشعر منها ۔24ھ =645م کو وفات پائی۔

[ابن قتیبہ، الشعر والشعراء، 1:331، ترجمہ:43، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 4:1827، ترجمہ:3317، الاعلام، 2:86]

مختصر المعانی میں خنساء کے بعض اشعار منقول ہیں:

وإنّ صَخراً لَتَأتَمّ الهُداةُ بِهِ : كَأنّهُ عَلَمٌ في رأسِهِ نارُ

أيا شجر الخابور مالك مورقا كأنّك لم تجزع على ابن طريف

[مختصر المعانی:177 اور 286]

26 ابن عبد البر [وفات:463ھ] لکھتے ہیں: حضرت الخنساء بنت عمرو بن الشريد السلمية حرب القادسية ومعها بنوها أربعة رجال، فقالت لهم من أول الليل: يا بني، إنكم أسلمتم طائعين، وهاجرتم مختارين، وو الله الذي لا إله إلا هو إنكم لبنو رجل واحد، كما أنكم بنو امرأة واحدة ما خنت أباكم، ولا فضحت خالكم، ولا هجنت حسبكم، ولا غيرت نسبكم، وقد تعلمون ما أعد الله للمسلمين من الثواب الجزيل في حرب الكافرين.واعلموا أن الدار الباقية خير من الدار الفانية، يقول الله تعالى: يا

أيها الذين آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون ... فبلغها الخبر فقالت: الحمد لله الذي شرفني بقتلهم، وأرجو من ربي أن يجمعني بهم في مستقر رحمته. وكان عمر بن الخطاب رضي الله عنه يعطي الخنساء أرزاق أولادها الأربعة لكل واحد مائتي درهم حتى قبض [**الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**4:1828-1829،*ترجمہ*:3317]

[27] **مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ شاہ اسماعیل شہید**:64-69 (طبع اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور) **محمد خالد سیف، تذکرۂ شہید**:101-103 (مکتبۂ غزنویہ لاہور)

[28] **احمد تیمور پاشا** [وفات:1348ھ] **خلافت عثمانیہ کے دارالخلافہ قسطنطنیہ میں نبی ﷺ کی طرف منسوب تبرکات کے بارے میں لکھتے ہیں:** لا يخفى أن بعض هذه الآثار محتمل للصحة غير أنا لم نر أحدا من الثقات ذكرها بإثبات أو نفى فالله سبحانه أعلم بها وبعضها لا يسعنا أن نكتم ما يخامر النفس فيها من الريب و يتنازعها من الشكوك [**الآثار النبوية**:78] **اور صفحہ:82 میں لکھتے ہیں:** فما صح من الشعرات التى تداولها الناس بعض ذلك فإنما وصل إليهم مما قسم بين الأصحاب رضي الله عنهم غير أن الصعوبة فى معرفة صحيحها من زائفها .

[29] **امام شاطبی لکھتے ہیں:** أن الصحابة رضي الله عنهم . بعد موته ﷺ لم يقع من أحد منهم شيء من ذلك بالنسبة إلى من خلفه إذ لم يترك النبي ﷺ بعده في الأمة أفضل من أبي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كان خليفته ولم يفعل به شيء من ذلك ولا عمر رضي الله عنه وهو كان في الأمة بعده ثم كذلك عثمان رضي الله عنه ثم علي رضي الله عنه ثم سائر الصحابة الذين لا أحد أفضل منهم في الأمة، ثم لم يثبت لواحد منهم من طريق صحيح معروف أن متبركا تبرك به على أحد تلك الوجوه أو نحوها بل اقتصروا فيهم على الاقتداء بالأفعال والأقوال والسير التي اتبعوا فيها النبي ﷺ فهو إذا إجماع منهم على ترك تلك الأشياء كلها ... **فصار هذا النوع مختصا به ﷺ** كاختصاصه ﷺ بنكاح ما زاد على الأربع [**الاعتصام**1:482]

[30] **ابن رجب حنبلی** [وفات:795ھ] **لکھتے ہیں:** وكذلك التبرك بالآثار فإنما كان يفعله الصحابة رضي الله عنهم مع النبي ﷺ ولم يكونوا يفعلونه مع بعضهم ببعض ولا يفعله التابعون مع الصحابة، مع علو قدرهم. فدل على أن هذا لا يفعل إلا مع النبي ﷺ مثل التبرك بوضوئه وفضلاته وشعره وشرب فضل شرابه وطعامه [الحكم الجديرة بالإذاعة من قول النبي ﷺ: بعثت بالسيف بين يدى الساعة:46]

اور اس کی خوبصورت علت امام شاطبی ذکر کرتے ہیں: لكنهم تركوا (أى الصحابة) ذلك من باب الذرائع؛ خوفا من أن يُجعَلَ ذلك سنةً ... لأن العامة لا تقتصر في ذلك على حد، بل تتجاوز فيه الحدود، وتُبَالِغُ بجهلها في التماس البركة، حتى يُدَاخِلَهَا لِلْمُتَبَرَّكِ بِهِ تَعْظِيمٌ يخرج به عن الحد، فربما اعتقد في الْمُتَبَرَّكِ به ما ليس فيه، وهذا التبرك هو أصل العبادة، ولأجله قطع عمر رضي الله عنه الشجرة التي بويع تحتها رسول الله ﷺ [**الاعتصام**1:483]

[31] **ابن عاشور** [وفات:1393ھ] **لکھتے ہیں:**

فجعل يوسف عليه السلام إرسال قميصه علامة لأبيه على صدق إخوته أنهم جاءوا من عند يوسف عليه السلام بخبر صدق [**التحریر والتنویر**13:51]

[32] **سَكِينَةٌ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:** وأولى هذه الأقوال بالحق في معنى السكينة ما قاله عطاء بن أبي رباح من الشيء تسكن إليه النفوس من الآيات التي تعرفونها [**جامع البيان**5:329] **اور اسی عطاء بن ابی رباح کا قول ہے:** وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَـٰرُونَ العلم والتوراة [**جامع البيان**5:334]

قرآن وحدیث میں اکثر جس چیز پر سَكِينَةٌ کا اطلاق کیا گیا ہے وہ کتاب اللہ ہے اور اسی لئے ابو حیان اندلسی نے اس مقام میں وہ روایات ذکر کی ہیں جس میں قرآن مجید کے پڑھنے سے سَكِينَةٌ اور اطمینان کے نزول کا ذکر ہے[**البحر المحیط فی التفسیر**،2:581-582]

وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ میں جتنے اقوال ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے ہر ایک قول میں اگر کسی تبرک یعنی عصا، نعلین کا ذکر ہے تو ساتھ میں توارت کی ٹوٹی تختیوں کا ذکر ہے۔ ابن جریر لکھتے ہیں:

1. قال ابن عباس في قوله: وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَـٰرُونَ قال: كان موسى حين ألقى الألواح تكسرت ورفع منها **فجعل الباقي في ذلك التابوت** .
2. عطاء بن أبي رباح : وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَـٰرُونَ العلم والتوراة
3. **ایک قول ضحاک کا ہے کہ اس سے مراد جہاد اور قتال فی سبیل اللہ ہے۔[جامع البيان**5:331-334]

امام ماوردی لکھتے ہیں: وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَـٰرُونَ وفيها أربعة تأويلات: أحدها: أن البقية عصا موسى ورُضاض الألواح وهذا قول ابن عباس. والثاني: أنها العلم والتوراة وهو قول عطاء. والثالث: أنها الجهاد في سبيل الله وهو قول الضحاك. والرابع: أنها التوراة وشيء من ثياب موسى وهو قول الحسن [**النکت والعیون**1:316]
اگر مثلاً وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ سے تبرکات لئے جائیں تو بھی اس سے معصوم کے تبرکات ثابت ہوتے ہیں، غیر معصوم کے تبرکات کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

ءَالُ مُوسَىٰ وَءَالُ هَـٰرُونَ آل سے مراد خود موسی اور ہارون علیہما السلام ہیں کوئی غیر نہیں۔ اور یا آل موسی اور ہارون سے مراد ان کے بعد انبیاء ہیں۔ زمخشری لکھتے ہیں: فإن قلت: من آل موسى وآل هارون؟ قلت: الأنبياء من بني يعقوب بعدهما. لأن عمران هو ابن قاهث بن لاوى بن يعقوب فكان أولاد يعقوب آلهما. ويجوز أن يراد: مما تركه موسى وهرون. والآل مقحم لتفخيم شأنهما [الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 293:1] مطالعہ کریں: شوکانی، فتح القدیر 304:1

ابو شہبۃ [وفات:1403ھ] لکھتے ہیں: ذكروا في مجيء التابوت أقوالا متضاربة يرد بعضها بعضًا مما يدل على أن مرجعه إلى أخبار بني إسرائيل، وابتداعهم، وأنه ليس فيه نقل يعتدُّ به [الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر:172]

33 ابن کثیر لکھتے ہیں: قال ابن عباس وغيره: وهو نهر بين الأردن وفلسطين يعني "نهر الشريعة" المشهور [تفسیر القرآن العظیم 509:1]

34 فَلَيْسَ مِنِّي أي ليس من أصحابي [زاد المسیر 226:1] اور یہ معنی بھی ان احادیث کے معانی میں شامل ہے جن میں فليس منا جیسے الفاظ آئے ہیں۔ ایک معنی امام خطابی [وفات: 388ھ] ذکر کرتے ہیں: ليس منا من غش معناه ليس على سيرتنا ومذهبنا [معالم السنن 118:3]

35 ابو بکر رازی لکھتے ہیں: ولم يقل: ومن لم يشربه والماء مشروب لا مأكول؟ قلنا: طعم بمعنى أكل وبمعنى ذاق، والذوق هو المراد هنا وهو يعم [مسائل رازی:25]

36 امام ماوردی لکھتے ہیں: قال الضحاك:كل ظن في القرآن من المؤمن فهو يقين , ومن الكافر فهو شك [النکت والعیون 83:6]

37 امام قرطبی لکھتے ہیں: وأكثر المفسرين: على أنه إنما جاز معه النهر من لم يشرب جملة، فقال بعضهم: كيف نطيق العدو مع كثرتهم ! فقال أولو العزم منهم: كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً [الجامع لاحکام القرآن 255:3] قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: أي القليل الذين لم يخالفوه [انوار التنزیل واسرار التاویل 151:1]

38 امام بخاری روایت کرتے ہیں: عن البراء، قال: كنا أصحاب محمد ﷺ نتحدث: «أن عدة أصحاب بدر على عدة أصحاب طالوت الذين جاوزوا معه النهر، ولم يجاوز معه إلا مؤمن بضعة عشر وثلاث مائة» [صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب عدۃ اصحاب بدر، حدیث:3958]

غزوۂ بدر اور معرکہ طالوت میں صرف عدد کے اعتبار سے ہی تشبیہ نہیں ہے بلکہ کئی وجوہ تشبیہ ہیں:

1. تعداد
2. چھوٹے لشکر کا بڑے لشکر کو شکست دینا
3. پانی کو اپنے پیچھے چھوڑنا
4. آغاز میں انفرادی مبارزۃ
5. رئیس لشکر جالوت اور ابو جہل کا کم سن مجاہدین کے ہاتھوں ہلاکت

[دکتور حسین علی عمر الزومی، الدروس القیادیۃ والتربویۃ من خلال قصۃ طالوت:75-76]

ایک قول کے مطابق دشمن کی فوج میں تین لاکھ سوار تھے۔ ابن عباس اور سدی کے مطابق ایک لاکھ تعداد تھی۔ عکرمہ کے مطابق نوے ہزار فوج تھی۔

[قرطبی، الجامع لاحکام القرآن 254:3-256]

39 قرآن مجید نے ان اسرائیلیات کی تردید کر دی جس میں یہ آتا ہے کہ طالوت نے اعلان کیا کہ کون جالوت کے ساتھ لڑ سکتا ہے میں اسے آدھی بادشاہی اور اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ یعنی اس قول کے مطابق سیدنا داوٗد علیہ السلام نے لالچ کے لئے جہاد کیا ہے جو سراسر بے بنیاد ہے۔ اللہ نے ان کو دنیاوی سلطنت غیر مشروط طور پر دی ہے۔

40 وَعَلَّمْنَـٰهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّنۢ بَأْسِكُمْ [سورۃ الانبیاء 80:21] وَأَلَنَّا لَهُ ٱلْحَدِيدَ [سورۃ سبا 10:34]

عن المقدام رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: «ما أكل أحد طعاما قط، خيرا من أن يأكل من عمل يده، وإن نبي الله داود عليه السلام، كان يأكل من عمل يده» [صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث:2072]

41 صوامع، بیع، صلوات میں مختلف اقوال ہیں [جامع البیان 647:18-649] زجاج [وفات:311ھ] نے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد آیت کا معنی ذکر کیا ہے: وتأويل هذا: لولا أن الله عز وجل دفع بعض الناس ببعض لهدم في شريعة كل نبي المكان الذي كان يصلي فيه، فكان لولا الدفع لهدم في زمن موسى عليه السلام الكنائس التي كان يصلي فيها في شريعته، وفي زمن عيسى الصوامع والبيع، وفي زمن محمد ﷺ المساجد [معانی القرآن واعرابہ 430:3-431]

42 امام آلوسی نے قائل کا نام ذکر نہیں کیا۔ اور دیگر مصادر میں بھی شعر نہ ہی شاعر ملا۔ [روح المعانی 41:7]

43 گذشتہ امتوں کا واقعہ بتانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے حق پیغمبر ہیں اور آپ کو اللہ کی طرف سے وحی کی گئی ہے۔

حصہ چہارم

الانفاق فی سبیل اللہ

آیت:254-286

الانفاق فی سبیل اللہ

سورۃ البقرۃ کے اس آخری حصے میں انفاق یعنی مال لگانے کے حوالے سے احکام ذکر کئے گئے ہیں۔ جو قومیں اور جماعتیں مال لگاتی ہیں وہ دن بدن ترقی کی جانب بڑھتی ہیں۔ اور جن لوگوں میں مال لگانے کا جذبہ نہ ہو وہ زوال کا شکار ہوتی ہیں۔

الترغیب الی الانفاق

"يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا بَيۡعٞ فِيهِ وَلَا خُلَّةٞ وَلَا شَفَٰعَةٞۗ وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ٢٥٤"

« اے ایمان والو! خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس دن سے آنے سے قبل جس میں لین دین (تجارت) نہیں ہوگی اور نہ ہی (کافروں کی) دوستی ہوگی اور نہ ہی (زبردستی) سفارش[1] ہوگی، اور کافر ہی ظالم ہیں »[2]

رَزَقۡنَٰكُم أي أعطيناكم « ہم نے تمہیں دیا ہے » اور عطا کی بجائے لفظ رزق کو ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ رزق وہ چیز ہے جس کو انسان خود محتاج ہوتا ہے۔ اس لفظ کو للتحضيض ذکر کیا گیا۔ یعنی وہ چیز بھی خرچ کرو جس کو تم خود محتاج ہو۔

وَلَا خُلَّةٞ اور نہ (ہی کافروں کی) دوستی ہوگی۔[3] اور دوستی کا ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ انسان جب تنگ دست ہوتا ہے تو دوست سے مانگتا ہے۔

وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ اس جملے کا انفاق کے ساتھ بھی تعلق ہے اور اگلی آیت یعنی ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ اور یہ انفاق کے جملہ تعلیلیہ ہے: أنفقوا لأن الكفار ظالمون ولا يدفع الظلم إلا بالإنفاق « مال لگاؤ (تاکہ کافروں کا زور ٹوٹے) کیونکہ کافر ظالم ہے اور ظلم بغیر انفاق کے دفع نہیں ہو سکتا » توحید کے ساتھ مناسبت اس انداز سے ہے کہ کافر ظالم ہے۔ کیونکہ وہ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سے انکار کرتا ہے۔[4]

ربط: گذشتہ آیت میں انفاق یعنی مال لگانے کی ترغیب دی گئی، اس آیت میں مسئلہ توحید بیان کیا جاتا ہے۔ جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انفاق توحید کے لئے ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اصل مقصود کو ہی درمیان میں سے نکال دو۔



آیۃ الکرسی سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۵۵

"ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُۚ لَا تَأۡخُذُهُۥ سِنَةٞ وَلَا نَوۡمٞۚ لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۗ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيۡءٖ مِّنۡ عِلۡمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَۚ وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَۖ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفۡظُهُمَاۚ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡعَظِيمُ" ﴿٢٥٥﴾

« اللہ نہیں ہے کوئی حاجت روا سوائے اس کے۔(ہمیشہ) زندہ ہے، تدبیر کرنے والا (مخلوق کی)، نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند، خاص اسی کے اختیار میں وہ جو اوپر آسمانوں میں ہے اور وہ جو نیچے زمین میں ہے۔ کون ہے وہ ذات جو اللہ کے ہاں سفارش کر سکے مگر اس کی اجازت سے۔ وہ جانتا ہے اسے جو ان (مخلوق) کے آگے ہے اور وہ جو ان کے پیچھے ہے۔ اور (مخلوق) احاطہ نہیں کر سکتی اس کی معلومات[5] میں سے کسی چیز پر بھی مگر وہ جو چاہے (وحی یا اسباب کے ذریعے)، اور اس کی سلطنت کشادہ ہے آسمانوں اور زمین سے۔ اور اسے ان دونوں (زمین و آسمان) کی حفاظت نہیں تھکاتی۔ اور وہ بلند مرتبہ والا، اونچی شان والا ہے »

آیت الکرسی [6] کی فضیلت

1. امام مسلم روایت کرتے ہیں:

« ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے ابو المنذر [کنیت ابیّ بن کعب] کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب میں سے کونسی آیت عظیم[7] ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب میں سے کونسی آیت عظیم ہے؟ میں نے کہا: ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ ۔ آپ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے میرے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا: ابو المنذر! اللہ کی قسم، تجھے علم مبارک ہو »[8]

2. صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ طریقہ تھا کہ جب بھی وہ کسی اجتماع کی صورت میں جمع ہوتے تو ایک دوسرے سے قرآن مجید میں سوالات پوچھتے۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر[9] رضی اللہ عنہ مدینہ سے حج کے لئے تشریف لائے ہیں۔ رات کی تاریکی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود[10] بھی قافلے کے ساتھ کوفہ سے تشریف لائے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا کہ اٹھو اور قریب پڑاؤ ڈالے قافلے سے پوچھو:" أي آية في كتاب الله أجمع "« قرآن مجید میں سب سے جامع آیت کون سی ہے جس نے سارے اوامر و نواہی کو جمع کیا ہے »

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سے کہا: جواب دو :" إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ " [سورة النحل 90:16]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا اٹھو اور سوال پوچھو:" أي آية أرجى ؟" « قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید والی آیت کون سی ہے؟ »

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سے کہا: جواب دو :" قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغۡفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًاۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ "[سورة الزمر 53:39]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا اٹھو اور سوال پوچھو:" أي آية أعظم ؟" « قرآن مجید میں سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ »

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سے کہا: جواب دو :" ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ "[سورة البقرة 255:2]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: اللہ کی قسم! تم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہے۔ لوگوں نے تصدیق کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ جوابات وہ ہی دے سکتے ہیں۔[11]

آیت الکرسی میں اللہ کا نام

آیت الکرسی قرآن مجید کی وہ آیت ہے جس میں اللہ کا نام اسم ظاہر اور اسم ضمیر کے ساتھ سترہ [12] مرتبہ ذکر ہوا ہے۔اسم ظاہر کے ساتھ چھ مرتبہ اور اسم ضمیر کے ساتھ گیارہ مرتبہ۔

1. ٱللَّهُ [اسم ظاہر]	2. إِلَٰهَ [اسم ظاہر]	3. هُوَ	4. ٱلۡحَيُّ [اسم ظاہر]	5. ٱلۡقَيُّومُ[اسم ظاہر]
6. تَأۡخُذُهُۥ	7. لَّهُۥ	8. عِندَهُۥٓ	9. بِإِذۡنِهِۦ	10. يَعۡلَمُ
11. عِلۡمِهِۦٓ	12. شَآءَ	13. كُرۡسِيُّهُ	14. يَـُٔودُهُۥ	15. هُوَ
16. ٱلۡعَلِيُّ [اسم ظاہر]	17. ٱلۡعَظِيمُ[اسم ظاہر]			

دعویٰ التوحید اور عقلی دلائل

دعویٰ توحید ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

گیارہ دلائل عقلیہ		
1. ٱلۡحَيُّ	2. ٱلۡقَيُّومُ	3. لَا تَأۡخُذُهُۥ سِنَةٌ وَلَا نَوۡمٌ
4. لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِ	5. مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦ	6. يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ
7. وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيۡءٖ مِّنۡ عِلۡمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ	8. وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ	9. وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفۡظُهُمَا
10. ٱلۡعَلِيُّ	11. ٱلۡعَظِيمُ	

ٱلۡحَيُّ ہمیشہ زندہ ہے [13] کیونکہ قرآن مجید خود دوسری جگہ وضاحت کرتا ہے: " وَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱلۡحَيِّ ٱلَّذِي لَا يَمُوتُ "[سورۃ الفرقان 58:25] « اور اس زندہ ہستی پر اعتماد کرو جس پر فنا نہیں آتی » تو اللہ کے بغیر جس ذات پر فنا آتی ہو وہ کیسے حاجت روا اور مشکل کشا ہو سکتی ہے [14]؟ کوئی بھی ہستی حاجت روائی کے لائق تب ہے جب اس میں چند صفات موجود ہوں:

1. وہ ہست ہو، موجود ہو۔ جب خود وہ نیست ہو تو دوسروں کی کیا حاجت روائی کر سکتا ہے؟ انسان پر موت آنے کے بعد اس کی دیکھنے اور سننے کی طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ جب یہ طاقتیں چلی جاتی ہیں تو کیا مرنے کے بعد دوبارہ دوبارہ لوٹائی جاتی ہیں؟ کیونکہ اگر دوبارہ لوٹائی جائیں تو پھر اسے مردہ نہیں زندہ کہا جائے گا۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ میت میں صرف اتنی طاقت رکھی جاتی ہے جس سے وہ راحت اور عذاب کو محسوس کر سکے۔ [15] جو لوگ اللہ کے بغیر غیروں کو اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں گویا کہ وہ "نیست" کو پکارتے ہیں۔ تو نیست تمہاری کیا فریاد سنے گا؟ اس ذات کو پکارو جو وَنَحۡنُ أَقۡرَبُ إِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ ٱلۡوَرِيدِ [سورۃ ق 16:50] ہے۔
2. وہ تمہاری فریاد سے باخبر اور علیم ہو۔ اور اللہ کی ذات وَهُوَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٌ ہے۔

3. جس ذات سے تم فریاد طلب کر رہے ہو، اس کے پاس تمہاری مراد بھی موجود اور دستیاب ہو۔ اور اللہ کی ذات لَّهُۥ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ہے۔

4. اور اس مراد کو دینے کی طاقت بھی ہو۔ اور اللہ کی ذات وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ ہے۔

بعض لوگ جلسے جلوسوں میں نعرے لگاتے ہیں فلاں زندہ باد اور فلاں زندہ باد۔ حالانکہ زندہ باد وہ ذات ہے جس پر فنا نہیں آتی۔ کیوں فانی انسان کے لئے وہ موہوم بالشرک آواز بلند کی جائے، جس کا وہ لائق نہیں ہے۔

ٱلۡقَيُّومُ کے دو معانی ہیں:

1. ہر ایک چیز کی تدبیر کرنے والا
2. ہر ایک چیز پر قائم یعنی جاننے والا[16]

سِنَةٌ وَلَا نَوۡمٌ دونوں الفاظ میں فرق یہ ہے کہ سِنَةٌ میں آنکھیں کھلی ہوتی ہیں لیکن دماغ پر غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ اور نَوۡمٌ میں تمام اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔[17] تفاسیر میں اس جگہ ایک روایت بیان کی گئی ہے جو کہ موضوعی ہے کہ «سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرشتے سے پوچھا: کہ آیا رب سوتے ہیں؟ تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ شیشے کی دو بوتلیں لو، اور فرشتوں سے کہا کہ انہیں سونے نہیں دینا۔ تین دن تک انہیں سونے نہیں دیا اور تین دن بعد ان پر نیند غالب آئی اور دونوں بوتلیں آپس میں ٹکرا کر ٹوٹ گئیں۔ تو اللہ نے فرمایا: اسی طرح میں نے زمین و آسمان کو اپنی قدرت سے تھاما ہے۔ اگر مجھے اونگھ یا نیند آئے تو یہ دونوں ٹکرا جائیں» معاذ اللہ! انبیاء علیہم السلام ایسی باتیں کرنے سے پاک ہیں۔[18]

كُرۡسِيُّهُ کرس یکرس باب سے ہے جس کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔[19] کرسی کو بھی کرسی اس لئے کہتے ہیں جس میں انسان کے اعضاء لپٹ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ یہاں کرسی سے مراد مملکت ہے۔[20]

وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفۡظُهُمَا زمین و آسمان کی حفاظت نے اسے تھکایا نہیں کہ کسی اور کو حاجت روا بنانے کی ضرورت ہو۔[21]

ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡعَظِيمُ اللہ کا مرتبہ مخلوق کی سوچ سے بہت بلند ہے۔ مخلوق خواہ کتنا ہی اس کے بارے میں غور و فکر کرے لیکن اس کے علو مرتبت کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور اس کی صفات بہت عظیم ہیں۔[22]

ربط:

1. آیت کا تعلق ما قبل آیت الکرسی کے ساتھ واضح ہے کیونکہ جب توحید دلائل کے ساتھ واضح ہے تو اکراہ کی ضرورت نہیں ہے۔
2. یا آیت کا تعلق أَنفِقُواْ کے ساتھ ہے یعنی مال خرچ کرو لیکن اس لئے نہیں کہ کسی کو زبردستی دین میں داخل کرو کیونکہ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔
3. یا آیت کا تعلق وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ کے ساتھ ہے یعنی اللہ کی راہ میں ضرور لڑو تا کہ کفر کا غلبہ ختم ہو سکے، لیکن زبردستی کسی سے دین منوانا نہیں ہے۔

"لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّۚ فَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَاۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٢٥٦"

«دین میں زبردستی نہیں ہے[23] (اس لئے کہ) تحقیق اصلاح ٹیڑھے پن سے ظاہر (الگ) ہو چکی ہے۔ پس جو کوئی غیر کی عبادت سے انکار کرے اور اللہ (کی توحید) پر یقین رکھے تو اس نے ایسے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں۔ اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے»

ٱلرُّشۡدُ سے مراد اسلام ہے اور اس کے دلائل واضح ہیں۔[24]

اصحاب الرشد اور اصحاب الغی

ان آیات میں دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے

1. "فَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَاۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۖ" میں اصحاب الرشد کا بیان ہے۔
2. "وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَوۡلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّٰغُوتُ سے هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ" تک میں اصحاب الغی کا بیان ہے۔

"ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۖ وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَوۡلِيَآؤُهُمُ ٱلطَّٰغُوتُ يُخۡرِجُونَهُم مِّنَ ٱلنُّورِ إِلَى ٱلظُّلُمَٰتِۗ أُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ" ﴿٢٥٧﴾

« اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو (انفاق پر) ایمان لاتے ہیں کہ اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں[25] یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے »

ءَامَنُواْ يُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ءَامَنُواْ سے مراد ءَامَنُواْ بالإنفاق یعنی جنہوں نے یہ مان لیا کہ ہم دین پر مال لگائیں گے۔اور ٱلظُّلُمَٰتِ سے مراد بخل کے اندھیرے ہیں۔اور اس سے مراد قیامت کے اندھیرے بھی ہیں جس پر سورۃ الحدید کی آیت دلیل ہے:

" يَوۡمَ يَقُولُ ٱلۡمُنَٰفِقُونَ وَٱلۡمُنَٰفِقَٰتُ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱنظُرُونَا نَقۡتَبِسۡ مِن نُّورِكُمۡ قِيلَ ٱرۡجِعُواْ وَرَآءَكُمۡ فَٱلۡتَمِسُواْ نُورٗا "[سورۃ الحدید 13:57]

« جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے ہمارا انتظار کرو تا کہ ہم تمہاری روشنی میں سے تھوڑی سی لے لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے واپس لوٹو اور روشنی تلاش کرو »

وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ سے مراد كَفَرُوٓاْ بالإنفاق ہیں۔ جیسے آج کا مؤحد مسلمان۔ جب شرک و بدعت کرتا ہے تو دل کھول کر مال لگاتا ہے، لیکن جب قرآن مجید پڑھ کر توحید قبول کرتا ہے تو پھر پیسہ نہیں لگاتا۔

اصحاب الرشد اور اصحاب الغی پر تین مثالیں[26] بطریق لف نشر غیر مرتب[27]

1. اصحاب الغی پر نمرود کی مثال

"أَلَمۡ تَرَ إِلَى ٱلَّذِي حَآجَّ إِبۡرَٰهِـۧمَ فِي رَبِّهِۦٓ أَنۡ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلۡمُلۡكَ إِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِـۧمُ رَبِّيَ ٱلَّذِي يُحۡيِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحۡيِۦ وَأُمِيتُۖ قَالَ إِبۡرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأۡتِي بِٱلشَّمۡسِ مِنَ ٱلۡمَشۡرِقِ فَأۡتِ بِهَا مِنَ ٱلۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِي كَفَرَۗ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ" ﴿٢٥٨﴾

« بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو ابراہیم کے ساتھ اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑ رہا تھا اس وجہ سے کہ اسے اللہ نے سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار تو وہ ذات ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔ وہ بولا کہ میں بھی زندگی اور موت دے سکتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تم اسے مغرب سے لے آؤ۔ پس کافر حیران رہ گیا اور اللہ ظالم قوم کو (دلیل کی) توفیق نہیں دیتا »

أَنْ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ یہ جملہ ایسے ہی ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے بارے میں کہا تھا: "وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَآ إِنَّكَ ءَاتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُۥ زِينَةً وَأَمْوَٰلًا فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا۟ عَن سَبِيلِكَ" « اور موسیٰ نے کہا پروردگار یقینا تو نے فرعون اور اس کے گروہ کو دنیا کی زندگی میں زیب و زینت اور مال دیا ہے جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے منع کریں »[سورۃ یونس 88:10]

قَالَ أَنَا۠ أُحْىِۦ وَأُمِيتُ کہا جاتا ہے دو قیدیوں کو لایا گیا ایک کو مار دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ کہا دیکھو نہ، ایک کو زندہ کیا اور دوسرے کو موت دی[28]۔ اور یہی وجہ ہے کہ نمرود[29] کا نام قرآن مجید میں اس کی بیوقوفی کی وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا جبکہ فرعون اس کے مقابلے میں عقلمند تھا اس لئے قرآن مجید میں اس کا نام مذکور ہے۔

فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِى بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ مناظرہ کا قاعدہ یہ ہے کہ مناظر کا ایک دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کی طرف انتقال[30] اس کی شکست کے مترادف ہے۔ یہاں یہ اعتراض سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر وارد ہوتا ہے کہ وہ اپنی پہلی دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل کی طرف گئے ہیں۔ تو کیا یہ ان کی شکست نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے نمرود کی حماقت کے پیش نظر دلیل علمی سے دلیل حسی کی طرف انتقال کیا ہے۔ کیونکہ جب وہ احمق علمی دلیل کو سمجھ نہیں پایا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے غیر حسی دلیل کو چھوڑ کر حسی دلیل اس کے سامنے پیش کی ہے۔[31]

فَبُهِتَ ٱلَّذِى كَفَرَ مبہوت حیران ہونے کو کہتے ہیں[32]۔ فَبُهِتَ ٱلَّذِى كَفَرَ كأنما القي في فيه الحجر « کافر ایسے حیران ہوا جیسا کہ اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دیا گیا ہو »[33]

وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ لَا يَهْدِى سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ قوم ظالم کو ہدایت نہیں کرتے بلکہ اس سے مراد دلیل کی توفیق نہ دینا ہے[34]۔ اسی لئے مشرکین اور مبتدعین جتنی کتابیں لکھتے ہیں ان میں دلیل نام کی کوئی چیز نہیں پائی جائے گی۔

2. **اصحاب الرشد** پر **پہلی مثال**

"أَوْ كَٱلَّذِى مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْىِۦ هَٰذِهِ ٱللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ ٱللَّهُ مِا۟ئَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُۥ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِا۟ئَةَ عَامٍ فَٱنظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَٱنظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ ءَايَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَٱنظُرْ إِلَى ٱلْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٥٩﴾"

« یا اس شخص کی طرح (کو نہیں دیکھا) جو ایک گاؤں پر گزر رہا تھا اور وہ (گاؤں) اپنی چھتوں سمیت گرا ہوا تھا۔ تو اس نے کہا کہ کس کیفیت پر اللہ اس گاؤں (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد زندہ کرے گا۔ تو اللہ نے اس کو سو سال موت دی پھر انہیں زندہ کیا۔ پوچھا: تم نے کتنا وقت گزارا؟ اس نے کہا: میں نے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ گزارا ہے۔ (اللہ نے) فرمایا بلکہ تو نے سو برس گزارے ہیں۔ پس اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ گلی سڑی نہیں ہیں۔ اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تم کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنائیں اور (گدھے) کی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم ان کو کیسے اٹھاتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پس جب یہ واقعہ انہیں ظاہر ہوا تو بول اٹھا کہ میں خوب جان گیا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے »

عَلَىٰ عُرُوشِهَا یہاں عَلَىٰ بمعنی مَعَ ہے۔ اور عروش عرش کی جمع ہے "چھت" کو کہتے ہیں۔[35]

أَنَّىٰ یہاں پر كَيْفَ کے معنوں میں ہے[36] یعنی کس کیفیت سے اللہ اس بستی کے لوگوں کو زندہ فرمائے گا۔ کیا ان لوگوں کو اسی حالت میں زندہ کیا جائے گا جس میں ان پر موت آئی تھی یا از سر نو پیدا کئے جائیں گے۔

بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ یوسف گدا[37] [وفات:774ھ] جو سلطان الاولیاء[38] کے مزار کا مجاور تھا، ایک شعر میں لکھتا ہے:

"کنجشک نشیند بر قبر مردہ بداند مادہ نر"[39]

« مردہ کو قبر پر بیٹھی ہوئی چڑیا کے مادہ اور نر ہونے کا بھی علم ہوتا ہے »

ابو الحسن داہری[40] نے اس کا جواب دیا ہے، کہ نبی عزیر علیہ السلام اور اصحاب کہف کو کیوں پتہ نہیں چلا:

"نمردہ هیچ بیند حال زندہ — نشنود او گهی اقوال زندہ
بخوان لَا تُسْمِعُ ٱلْمَوْتَىٰ ز قرآن — دگر جا هم ز قرآن خوان فراوان
رسول حق عزیز است چون بمردہ — ز مدت مردگی صد سالہ بردہ
چون مثل این قول از اصحاب کہف است — ببیداری کہ بعد از خواب کہف است"

[کچکول نامہ:50]

« میت زندہ کے احوال کو دیکھ سکتا ہے نہ ہی اس کے اقوال سن سکتا ہے۔ قرآن مجید سے پڑھو کہ "تم مردوں کو نہیں سنا سکتے" اور بہت سے دیگر مقامات بھی پڑھو۔ حق اور محبوب پیغمبر نے موت کے بعد سو سال گزارے ہیں اور اسی طرح کا قول اصحاب کہف سے بھی خواب سے بیداری کے بعد آیا ہے »

اہل بدعت قرآن و سنت کو دیکھتے ہیں نہ ہی کسی عالم کے قول کی طرف التفات کرتے ہیں بلکہ كلما لاح لهم شاردة يقتنصها قول کے مصداق کسی ایسے شخص کا قول بھی ان کے شرک و بدعت کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے جو عالم نہ ہو بلکہ ایک مزار کا مجاور، شاعر اور قصیدے لکھنے والا ہو۔ حالانکہ یہ قول کہ "مردہ کو دکھائی دیتا ہے" کو عقل کے ترازو سے بھی تولا جائے تو بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس میں قائلین نہ صرف اپنی بے عزتی کا قول کرتے ہیں بلکہ اولیاء کی طرف بھی بے ادبی کا انتساب کرتے ہیں کیونکہ اگر منوں مٹی تلے دبے مردہ کی نظر باہر نکل سکتی ہے تو زندوں کے بدن پر باریک کپڑے ان کی نظر میں حائل کیسے بن سکتے ہیں، جبکہ زائرین میں مرد و زن دونوں شامل ہوں۔

لَمْ يَتَسَنَّهْ کا لفظی معنی یہ ہے کہ "اس پر سالوں نہیں گزرے"[41]۔ اور مفسرین جو لم يتغير طعمه « گلا سڑا نہیں جس کا ذائقہ تبدیل ہوا ہو » کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں وہ اس کا لازمی معنی ہے۔ کیونکہ جس چیز پر سالوں گزر جائیں اس سے بدبو کا آنا لازم ہے۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُۥ قَالَ أَعۡلَمُ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دلیل معلوم ہونے کے بعد اولیاء الرحمن یعنی حق پرست کے یقین میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ اور اولیاء الشیطان یعنی باطل پرست ضد اور عناد پر ڈٹ جاتا ہے۔

3. **اصحاب الرشد پر دوسری مثال**

"وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِـۧمُ رَبِّ أَرِنِي كَيۡفَ تُحۡيِ ٱلۡمَوۡتَىٰۖ قَالَ أَوَلَمۡ تُؤۡمِنۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِيۖ قَالَ فَخُذۡ أَرۡبَعَةً مِّنَ ٱلطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ إِلَيۡكَ ثُمَّ ٱجۡعَلۡ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٖ مِّنۡهُنَّ جُزۡءٗا ثُمَّ ٱدۡعُهُنَّ يَأۡتِينَكَ سَعۡيٗاۚ وَٱعۡلَمۡ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٞ ٢٦٠"

« اور یاد کرو جب ابراہیم نے کہا کہ اے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ اللہ نے فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن تاکہ میرا دل اطمینان حاصل کرلے[42]۔ اللہ نے فرمایا کہ چار پرندے لو پس انہیں اپنے ساتھ عادی بنالو (پھر ٹکڑے ٹکڑے کردو) پھر ان میں سے ایک ٹکڑا ہر ایک (قریبی) پہاڑ پر رکھوادو پھر ان کو آواز دو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔ اور جان رکھو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے »

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کے بارے میں سوال پوچھا ہے۔ درحقیقت لوگوں کی تین قسمیں ہیں:[43]

1. ایک گروہ عوام کا ہے جو بات سننے پر عمل کرتے ہیں۔
2. دوسرا گروہ علماء کا ہے جو دلائل دیکھ کر مطمئن ہوتے ہیں۔
3. تیسرا گروہ اولیاء اللہ اور خواص کا ہے جو شہود اور مشاہدہ کی بنیاد پر مطمئن ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث متعدد بار مروی ہے جس میں رسول اللہ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

1. دو جگہ ان الفاظ کے ساتھ "نحن أحق بالشك من إبراهيم" « ہم ابراہیم سے شک پر زیادہ لائق ہیں »
2. ایک جگہ اس لفظ کے ساتھ "نحن أحق من إبراهيم" « ہم ابراہیم سے زیادہ لائق ہیں »

[صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث:3372، کتاب تفسیر القرآن، حدیث:4537، 4694]

محدثین اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ یہ بات اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے ابتدا میں اس وقت کی تھی جبکہ انہیں پورا علم نہیں دیا گیا تھا[44]۔ جب انہیں پورا علم دیا گیا تب انہوں نے یہ بات نہیں کی۔ حدیث کا یہ معنی مرجوح ہے۔ راجح معنی وہ ہے جس کو علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین میں ذکر کیا ہے، اور اس حدیث کی دو توجیہات کی ہیں:[45]

1. اگر مردوں کے زندہ کرنے میں کوئی شک کرتا تو ہم زیادہ لائق تھے کہ شک کریں۔ جب ہمارا شک نہیں ہے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا شک کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہ آگ سے زندہ نکالے گئے ہیں۔ گویا کہ حدیث کا معنی یوں ہے: لو كان لأحد شك في أدلته تعالى فنحن أحق منه . گویا کہ اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے ابراہیم علیہ السلام سے دفاع کیا کہ انہوں نے یہ استفسار احیاء میں شک کی وجہ سے نہیں کیا تھا۔

شک بمعنی وہم اور مضاف محذوف ہے یعنی نحن أحق بإزالة الوهم من إبراهيم « ہم وہم کے ازالہ پر ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ لائق ہیں » سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک وہم تھا کہ انہیں مردوں کو زندہ کرنا عیاناً دکھایا جائے۔ تو اللہ نے انہیں عیاناً دکھایا۔ گویا کہ اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے دعا کی کہ جب اے

اللہ تو نے ابراہیم کو عیاناد کھایا تو ہم اس وہم کے ازالے میں ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ لائق ہیں یعنی ہمیں بھی یہ مشاہدہ کرایا جائے۔ اور اللہ نے معراج میں انہیں مشاہدہ کرایا۔

فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ فَصُرْهُنَّ یہ دوابواب سے آتا ہے: صَارَ يَصُوْرُ (واوی) اور صَارَ يَصِيْرُ (یائی)

1. اگر صَارَ يَصُوْرُ سے ہو تو صُرْهُنَّ کا معنی ہے « ضم کروانہیں اپنے ساتھ »
2. اگر صَارَ يَصِيْرُ سے ہو تو صِرْهُنَّ پڑھا جائے گا اور معنی ہو گا قَطِّعْهُنَّ « ٹکڑے ٹکڑے کروانہیں »[46]

ثُمَّ ٱدْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ابراہیم علیہ السلام نے ان چاروں پرندوں کے سروں کے علاوہ ان کی چٹنی بنائی۔ اور پھر سر ہاتھ میں لئے ایک ایک کو آواز دیتے تو اس مشترک قیمہ میں سے ہر ایک پرندے کے اجزاء اس سر کے ساتھ جڑتے اور یوں وہ پرندہ زندہ ہو جاتا۔

انفاق کی چار مثالیں [47]

1. صحیح انفاق کی پہلی مثال

"مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّاْئَةُ حَبَّةٍ ۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾"

« ان لوگوں (کے انفاق) کی صفت [48] جو اپنا مال اللہ کی راہ (دین) میں خرچ کرتے ہیں۔ اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے دوچند کرتا ہے۔ اور اللہ فراخی دینے والا، جاننے والا ہے »

آیت میں مال لگانے کی ترغیب ہے یعنی اللہ کے دین میں مال لگاؤ تاکہ اللہ تمہیں سات سو گنا زیادہ دے جس طرح اس ایک دانے سے سات سو دانے پیدا ہوئے۔

فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ سے مراد قرآن، سنت اور جہاد ہیں۔

وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ یعنی ایک کے بدلے سات سو گنا زیادہ دینا حد نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔[49]

"ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَآ أَنفَقُوا۟ مَنًّا وَلَآ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٦٢﴾"

« وہ لوگ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کئے ہوئے مال کے پیچھے احسان جتاتے ہیں نہ ہی برا بھلا کہتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس ہے۔ اور نہ تو کوئی خوف ان پر (آنے والا وقت کا) ہو گا اور نہ ہی وہ (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) غمگین ہوں گے »[50]

مَنًّا وَلَآ أَذًى مَنّ یہ ہے کہ کہا جائے "میرے ٹکڑوں پر پلے ہو"۔ اور أَذًى یہ ہے کہ بیگار لے کر مال دیا جائے۔ یا ایسے الفاظ کہے جائیں جو اس کی دل آزاری کا سبب بنے۔ اللہ کے ناموں میں ایک نام مَنَّانْ ہے[51]۔ چونکہ انسان مال کا حقیقی مالک نہیں ہے اس لئے اسے احسان جتانے سے منع کیا گیا ہے۔ احسان جتانے کے لائق وہ ذات ہے جو مال کا حقیقی مالک ہے۔

"قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَآ أَذًى ۗ وَٱللَّهُ غَنِىٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٦٣﴾"

« اچھا کہنا اور بخشش (طلب کرنا فقیر کے لئے) اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے برا بھلا کہا جائے۔ اور اللہ بے پرواہ، بردبار ہے »

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ میں دو توجیہات ہیں:[52]

1. فقیر کو اچھے الفاظ کے ساتھ واپس کرنا اگر اسے دینے کے لئے کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرنا کہ اللہ! سوال کرنا اچھی بات نہیں ہے، اس کی مغفرت فرما۔[53]
2. ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اگر انفاق کرنے کے لئے مال نہیں ہے تو حق بات کہنے سے کیا مانع ہے، دین کی بات تو کہہ سکتے ہو اور اللہ سے اپنے لئے مغفرت بھی طلب کرو کہ اللہ! مال نہیں ہے کہ لگا سکوں میری مغفرت فرما۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:

"لَا خَيْلَ عِنْدَكَ تُهْدِيهَا وَلَا مَالُ فَلْيُسْعِدِ النُّطْقُ إِنْ لَمْ يُسْعِدِ الْحَالُ " [مختصر المعانی:150][54]

« تیرے پاس ہدیہ دینے کے لئے گھوڑا ہے نہ مال ہے تو چاہئے کہ اچھی بات کے ذریعے کامیابی حاصل کرو اگر حالت (مالداری) کے ذریعے ممکن نہیں ہے »

صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَآ أَذًى جیسا کہ ان لوگوں کی خیرات کہ جس میں صرف امیروں کو دعوت دی جاتی ہے۔

غَنِيٌّ حَلِيمٌ اللہ تمہاری خیراتوں اور مال لگانے سے بے پرواہ ہے اور حَلِيمٌ برداشت والا ہے کہ باوجود بخل کرنے کے تمہاری گرفت نہیں فرماتا۔[55]

2. غلط انفاق کی پہلی مثال

"يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُبْطِلُواْ صَدَقَـٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُواْ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَـٰفِرِينَ "﴿٢٦٤﴾

« اے ایمان والوں! اپنی خیراتوں کو احسان جتانے اور برا بھلا کہنے کے ذریعے برباد نہ کرو۔ اس شخص (کے برباد کرنے) کی طرح جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتا۔ تو اس (کے انفاق) کی صفت اس چٹان کی سی ہے جس پر مٹی پڑی ہو اور اسے زور کا مینہ پہنچے اور اسے صاف شفاف چھوڑ دے۔ اپنے کئے (ہوئے انفاق) میں سے کسی چیز پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ اور اللہ کافر قوم کو (صحیح خیرات) کی توفیق نہیں دیتا»

صَفْوَانٍ چکنے پتھر کو کہتے ہیں[56]۔ عربی زبان کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے کہ اس میں پتھر کے لئے سو مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ پشتو میں زیادہ سے زیادہ آٹھ دس مختلف نام ہیں۔

آیت میں انفاق اور خیرات کی تشبیہ تُرَابٌ سے اور احسان جتانے کی تشبیہ وَابِلٌ موسلا دھار بارش[57] کے ساتھ دی گئی ہے۔ جس طرح موسلا دھار بارش اس ہموار پتھر کو پاک صاف کر دے اسی طرح احسان جتانا اس خیرات کو برباد کر دے اور کوئی اجر باقی نہ رہے۔[58]

3. صحیح انفاق کی دوسری مثال [59]

وَمَثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمُ ٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ ٱللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَـَٔاتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٦٥﴾

« اور ان لوگوں (کے انفاق) کی صفت جو اپنا مال اللہ کی خوشنودگی حاصل کرنے اور (دین پر) اپنے آپ کی ثابت قدمی کے لئے خرچ کرتے ہیں اس باغ کی طرح ہے جو اونچی جگہ پر (واقع) ہو۔ (اگر) اسے موسلا دھار بارش پہنچے تو دگنا پھل دے۔ اور اگر زور کا مینہ نہ بھی پہنچے تو شبنم (بھی کافی ہے)[60]۔ اور اللہ تمہارے عمل کو دیکھنے والا ہے »

ٱبۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ ٱللَّهِ وَتَثۡبِيتًا مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ جو لوگ اس نیت سے مال لگاتے ہیں کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے اور میں دین پر جم جاؤں۔

جَنَّةِۭ بِرَبۡوَةٍ بلند جگہ پر باغ کے واقع ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کا پانی حاصل کر لیتا ہے اور ضرورت سے زائد اس کی تہہ میں کھڑا نہیں ہوتا بلکہ وہ نیچے بہہ جاتا ہے۔ کیونکہ جس درخت کی تہہ میں پانی جمع ہوتا ہو اس کی جڑیں خراب ہو جاتی ہیں۔

فَإِن لَّمۡ يُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ اور اگر بارش نہ بھی ہو تو بلند جگہ پر ہلکی پھوار ہی اس کی ضرورت پورا کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اسی لئے پہاڑی علاقوں میں درخت ہمیشہ سرسبز اور تروتازہ ہوتے ہیں۔ علم نباتات کے ماہرین کا اختلاف ہے کہ آیا پودوں کی نشو نما جڑوں سے زیادہ ہوتی ہے یا اوپر سے؟ محققین کا خیال ہے کہ جڑوں کے مقابلے میں اوپر سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ بعض پودے ایسے بھی ہیں جن کی سرے سے جڑیں ہی نہیں ہیں۔ فَطَلٌّ أي فيكفيها طل.[61]

4. غلط انفاق کی دوسری مثال

"أَيَوَدُّ أَحَدُكُمۡ أَن تَكُونَ لَهُۥ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعۡنَابٍ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ لَهُۥ فِيهَا مِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ وَأَصَابَهُ ٱلۡكِبَرُ وَلَهُۥ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَأَصَابَهَآ إِعۡصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَٱحۡتَرَقَتۡۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمُ ٱلۡأٓيَٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُونَ" ﴿٢٦٦﴾

« بھلا تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔ اس میں اس کے لئے ہر قسم کے میوے موجود ہوں اور اسے بڑھاپا پہنچ جائے، اور اس کی ننھی اولاد بھی ہو۔ تو اچانک اس باغ پر تیز ہوا آئے جس میں آگ ہو پس (وہ آگ) باغ کو جلا ڈالے۔ اس طرح اللہ تمہیں (انفاق کی) آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تا کہ تم سوچ اور فکر سے کام لو »[62]

یہ مثال اس شخص کی ہے جو ساری عمر دولت کماتا ہے اور جمع کرتا رہتا ہے۔ پھر جب عمر کے آخری لمحات آتے ہیں تب مال لگانے کے لئے آمادہ ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ مال ویسے بھی اب وارثوں کا ہو چکا ہے جو اسے کھانے کے لئے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

« تم میں سے کس کو اپنے مال سے زیادہ وارث کا مال محبوب ہے؟ صحابہ نے کہا: ہم میں سے ہر کسی کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کے رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اس کا مال وہی ہے جو اس نے (لگا کر) آگے بھیجا، اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے (نہ لگا کر) پیچھے چھوڑا »[63]

لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُونَ تا کہ تم دنیا اور آخرت کے بارے میں سوچ اور فکر سے کام لو کہ آیا مال نہ لگانے میں اور اپنے وارثوں کے لئے چھوڑ کر جانے میں تمہارا فائدہ ہے یا مال لگانے میں تمہارے لئے خیر ہے۔

خلاصہ

مذکورہ رکوع میں الترغیب الی الانفاق بذکر الأمثلة للفریقین «دونوں فریقوں کے لئے مثالیں ذکر کرنے کے ذریعے» تھا۔ اور وہ دو فریق منفق اور بخیل ہیں۔
آنے والے رکوع یعنی آیت:267 سے آیت:275 تک انفاق کے حوالے سے چند امور ذکر کئے جاتے ہیں:

1. الترغیب إلی الإنفاق الطیب آیت:267
2. الجواب عن وسوسة الشیطان آیت:268
3. التحذیر للبخلاء آیت:270
4. التسلیة للرسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آیت:272
5. مصارف الإنفاق آیت:273
6. التحذیر والتخویف لآكلي الربوا آیت:275

1. الترغیب الی الانفاق الطیب

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُواْ فِيهِ ۚ وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾"

«اے ایمان والوں! اس پاکیزہ مال سے خرچ کرو جو تم نے کمایا ہے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (یعنی فصل)۔ اور معمولی چیز خرچ کرنے کا قصد نہ کرو (اس حال میں) کہ تم (خود) اسے لینے والے نہیں ہو مگر یہ اس (کے لینے) میں چشم پوشی کرو۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ بے پرواہ ہے، تعریف کیا ہوا»

مَا كَسَبْتُمْ اس مال سے خرچ کرو جو تم نے تجارت کر کے کمایا ہو۔[64] یعنی حلال مال خرچ کرو۔

تَيَمَّمُواْ ٱلْخَبِيثَ تیمم سے مراد "قصد" ہے اور خبیث "طیب" کے مقابلہ میں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد معمولی چیز ہے[65]۔ یعنی جو معمولی چیز تم کسی ضرورت مند کو دے رہے ہو، اگر تم اس کی جگہ ہوتے تو کیا تم اس چیز کو خوشی سے لیتے؟ البتہ بیشتر اوقات ضرورت مند دینے والے کی خاطر بادل نخواستہ اسے لے لیتا ہے لیکن نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اسے پرے پھینک دیتا ہے۔[66]

2. الجواب عن وسوسة الشیطان [67]

ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦٨﴾

«شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور بخل پر حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تمہارے ساتھ اپنی طرف سے بخشش اور رزق حلال کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اللہ کشادگی دینے والا، جاننے والا ہے»

يَعِدُكُمُ اس آیت میں يَعِدُ فعل دو مرتبہ آیا ہے۔ لیکن دونوں کے معنی میں باعتبار مصدر فرق ہے۔ اگر مصدر وعید ہو تو معنی "ڈرانا" اور اگر وعد ہو تو معنی وعدہ کرنا۔[68] پہلا وعید سے اور دوسرا وعدے سے ہے۔ شیطان ڈراتا ہے کہ اگر مال لگالیا تو محتاج ہو جاؤ گے۔

بِٱلْفَحْشَآءِ بے حیائی کے کاموں کو کہا جاتا ہے یہاں مراد بخل[69] ہے۔

اور یہ اللہ کی طرف سے وعدہ ہے کہ اگر تم مال لگاؤ گے تو وہ تمہیں بخش دے گا اور مزید مال بھی عطا کرے گا۔

"يُؤْتِي ٱلْحِكْمَةَ مَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ ٱلْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُواْ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٢٦٩﴾"

« وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے۔ اور جس کو دانائی دی گئی تو تحقیق اسے بہت خیر دیا گیا۔ اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر عقل والے »

ٱلْحِكْمَةَ کے متعدد معانی ہیں:

1. انفاق کرنا۔ چونکہ باب انفاق کا شروع ہے اس لئے ٱلْحِكْمَةَ کا ایک معنی دین پر مال لگانا ہے۔[70] اور یہی دانشمندی ہے۔[71]
2. تفقہ فی الدین یعنی دین کی سمجھ بوجھ۔ فقیہ دانشمند کو کہتے ہیں یعنی وہ شخص جو قرآن وحدیث کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور اقوال متعارضہ کی صورت میں تطبیق سے کام لیتا ہے۔ یہ دانشمندی نہیں کہ ایک حدیث کو لے کر دوسری حدیث کو رد کیا جائے۔[72]
3. سنت رسول صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [73]

وہ لفظ جس سے مراد دین کا فہم اور سنت تھا اس میں تحریف کر کے اس کا اطلاق "میبذی"[74] جیسی کتابوں پر کیا جانے لگا۔ جس میں دین سے متصادم باتیں بیان کی گئی ہیں۔

3. **التحذیر للبخلاء**

وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُهُ ۗ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٢٧٠﴾

« اور وہ جو تم خرچ کرو کوئی خرچ کرنا یا کوئی حکم (الٰہی) بجالاؤ پس بے شک اللہ اسے جانتا ہے[75] اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہو گا »

نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ کوئی بھی حکم الٰہی پورا کرو"۔[76] نذر کے صلہ میں کبھی عَلَىٰ آتا ہے اور کبھی إِلَىٰ ۔ جب صلہ میں عَلَىٰ آجائے یعنی نَذَرْتُ عليه تو اس کے معنی ہیں "عہد وپیمان پورا کرنے" کے ہیں۔ اور جب إِلَىٰ آتا ہے یعنی نَذَرْتُ إليه تو اس کے معنی ہیں "تقرب کے لئے پیشکشی"۔[77]

وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ظالم سے مراد بخیل ہے۔[78]

"إِن تُبْدُواْ ٱلصَّدَقَٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا ٱلْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾"

« اگر تم خیرات ظاہر دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی حاجتمندوں کو تو وہ خوب تر ہے اور تم سے تمہاری مصیبتوں کو دور کر دے گا۔ اور اللہ خبر دار ہے اس پر جو تم عمل کرتے ہو »[79]

تُبْدُواْ ٱلصَّدَقَٰتِ صدقہ دو قسم پر ہے:

1. فرضی صدقہ یعنی زکوۃ۔ فرض نماز کی طرح اگر اسے ظاہر دیا جائے تو بہتر ہے تاکہ دیگر لوگوں کو ترغیب دی جاسکے۔[80]
2. نفلی صدقہ۔ اور اس میں اخفاء بہتر ہے۔[81]

سَيِّـَٔاتِكُمۡ سَيِّـَٔاتِ سَيِّئَةٌ کی جمع ہے اور یہاں اس کے دو معانی ہیں:

1. دنیاوی تکالیف۔ اگر بیماری ہے تو مال لگانے کی وجہ سے اللہ اس بیماری کو دور فرمادے گا۔ پریشان دل کو اطمینان نصیب کرے گا۔ اگر مال کی کمی ہے تو اس قلت کو دور کردے گا۔[82] اور یہ سورۃ الاعراف 131:7 میں آیا ہے: وَإِن تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُواْ بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُۥٓ «اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے موسی علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے»۔[83]
2. گناہ۔ مال خرچ کرو تاکہ اللہ تمہارے گناہوں کو مٹادے۔[84]

سَيِّـَٔاتِ ہر جگہ قرآن مجید میں بمعنی گناہ نہیں آتا، بلکہ بہت سارے مقامات میں بمعنی دنیاوی تکالیف کے آتا ہے جیسا کہ سورۃ النساء 31:4 میں آیا ہے: ”إِن تَجۡتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ“۔ جو لوگ اس مقام میں بھی سَيِّـَٔاتِ سے مراد گناہ لیتے ہیں ان پر اشکال وارد ہوتا ہے جس کو اپنے مقام میں انشاء اللہ بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔

4. **التسلية للرسول** صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ [85]

اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ! آپ لوگوں کو انفاق کی ترغیب دیں اگر کوئی عمل کرے، تو اچھا ہے اور کوئی نہ کرے تو آپ پر انہیں توفیق دینا نہیں ہے۔

لَّيۡسَ عَلَيۡكَ هُدَىٰهُمۡ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُۗ وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ فَلِأَنفُسِكُمۡۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبۡتِغَآءَ وَجۡهِ ٱللَّهِۚ وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ يُوَفَّ إِلَيۡكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تُظۡلَمُونَ ٢٧٢

« آپ پر (اے محمد صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ) انہیں توفیق دینا نہیں ہے اور لیکن اللہ جسے چاہے توفیق دیتا ہے۔ اور وہ جو تم کوئی مال خرچ کرو تو فائدہ تمہاری جانوں کے لئے ہے۔ اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کی رضامندی ڈھونڈنے کے لئے۔ اور وہ جو تم کوئی مال خرچ کرو، تو (اس کا) پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہارے ساتھ (اجر میں) کوئی کمی نہیں کی جائے گی »

اے پیغمبر صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ! آپ کا کام بیان کرنا ہے، توفیق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دونوں جگہ ہدایت سے مراد "توفیق دینا" ہے۔

وَمَا تُنفِقُواْ انفاق کی اہمیت بتلانے کے لئے تین جملے ذکر کئے گئے ہیں:[86]

1. جو مال تم خرچ کرتے ہو اس کا فائدہ تمہاری ہی ذات کے لئے ہے۔
2. مال اس لئے خرچ کرو تاکہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو۔
3. جو مال تم خرچ کرتے ہو، اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، اور یہ جملہ تسلی کے لئے ہے۔

وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ يُوَفَّ إِلَيۡكُمۡ تمہارے انفاق کا تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا جیسے حدیث میں آتا ہے: من بنى مسجدا – يبتغي به وجه الله – بنى الله له مثله في الجنة «جو کوئی اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائے گا اس کے لئے اللہ اسی طرح (کے اجر) کا گھر جنت میں بنائے گا»[87] بنى الله له مثله سے یہ مراد نہیں کہ جیسے دنیا میں اس نے اینٹوں اور سیمنٹ سے چند مرلے کی مسجد بنائی تھی تو جنت میں بھی اس کے لئے بنایا جانے والا گھر چند مرلوں پر مشتمل اینٹ، مٹی اور سیمنٹ سے بنا ہوگا، بلکہ مثلیت فی الاجر یعنی اس کے جیسے اجر والا گھر اسے دیا جائے گا۔[88]

وَأَنتُمۡ لَا تُظۡلَمُونَ ظلم سے مراد کمی ہے۔ اور تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔[89]

5. **مصارف الانفاق**

گذشتہ آیات میں یہ بتلایا گیا کہ اللہ کی رضا کے لئے اچھا مال خرچ کرو اور بخل نہ کرو۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے "کس پر خرچ کرنا ہے"؟

"لِلۡفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحۡصِرُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ لَا يَسۡتَطِيعُونَ ضَرۡبًا فِي ٱلۡأَرۡضِ يَحۡسَبُهُمُ ٱلۡجَاهِلُ أَغۡنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ تَعۡرِفُهُم بِسِيمَٰهُمۡ لَا يَسۡـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلۡحَافًاۗ وَمَا تُنفِقُواْ مِنۡ خَيۡرٖ فَإِنَّ ٱللَّهَ بِهِۦ عَلِيمٌ" ﴿٢٧٣﴾

«(یہ صدقات) خاص ان حاجتمندوں کے لئے جو اللہ کی راہ (یعنی جہاد اور قرآن) میں بند کئے گئے ہیں۔ زمین میں سفر کرنے (یعنی تجارت) کی طاقت نہیں رکھتے۔ ناواقف شخص نہ مانگنے کی وجہ سے ان پر مالدار ہونے کا گمان کرتا ہے۔ تم انہیں ان کی نشانیوں کی وجہ سے پہچانو گے کہ لوگوں سے لپٹ کر (منہ پھاڑ کر) نہیں مانگتے۔ اور تم جو مال بھی خیر کرو پس بے شک اللہ اسے جانتا ہے»

اس آیت میں ان لوگوں کی چھ صفات ذکر کی گئی ہیں، جن کو بالخصوص انفاق دیا جائے گا:

1. لِلۡفُقَرَآءِ میں لام للتخصیص ہے۔ وہ جو فقیر اور محتاج ہو۔
2. أُحۡصِرُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ اللہ کی راہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور قرآن مجید کے سیکھنے نے انہیں روکے رکھا ہے۔
3. لَا يَسۡتَطِيعُونَ ضَرۡبًا فِي ٱلۡأَرۡضِ جہاد اور دین کے تعلم کی وجہ سے تجارت کرنے کا وقت نہیں ہے۔
4. يَحۡسَبُهُمُ ٱلۡجَاهِلُ أَغۡنِيَآءَ مِنَ ٱلتَّعَفُّفِ اف تک نہ کرنے کی وجہ سے ناواقف شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ان کے پاس مال ہے اس لئے تو سوال نہیں کرتے۔ اور اس جملے میں ٱلۡجَاهِلُ عالم کے مقابلے میں نہیں ہے بلکہ مراد وہ شخص جو دوسرے کی حالت سے بے خبر اور ناواقف ہو۔[90]

ٱلتَّعَفُّفِ کسی کے سامنے اف تک نہیں کرتے کہ میں نے کل رات کھانا نہیں کھایا، یا میرے پاس سونے کے لئے بستر نہیں ہے۔[91]

5. تَعۡرِفُهُم بِسِيمَٰهُمۡ ان کی نشانیوں کی وجہ سے ان کی معرفت حاصل کی جائے گی کیونکہ جب دن رات وہ جہاد میں مصروف ہوں اور قرآن مجید اور علم دین کے تعلم میں مشغول ہوں، اور گھر بار اور بچے ہیں تو وہ کس وقت دنیا کمائے۔
6. لَا يَسۡـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلۡحَافًا اور بڑی نشانی یہ ہے کہ منہ پھاڑ کر لوگوں سے نہیں مانگتے۔[92]

"ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمۡوَٰلَهُم بِٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ سِرّٗا وَعَلَانِيَةٗ فَلَهُمۡ أَجۡرُهُمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ" ﴿٢٧٤﴾

«جو لوگ اپنا مال رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ تو انہیں (آنے والے کسی وقت) خوف ہو گا اور نہ ہی وہ (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) غمزدہ ہوں گے»

بِٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ سِرّٗا وَعَلَانِيَةٗ کنایہ ہے ہر وقت اور ہر کیفیت سے۔[93] یعنی پوشیدہ بھی خرچ کرتے ہیں اور آشکارا بھی۔

6. **التحذیروالتخویف** [94]

"ٱلَّذِينَ يَأۡكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِي يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ ٱلۡمَسِّۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ قَالُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡبَيۡعُ مِثۡلُ ٱلرِّبَوٰاْۗ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلۡبَيۡعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْۚ فَمَن جَآءَهُۥ مَوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمۡرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۖ وَمَنۡ عَادَ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَصۡحَٰبُ ٱلنَّارِۖ هُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ "

« وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کے کھڑے ہونے کی طرح جس کو شیطان نے چھونے کی وجہ سے حواس باختہ کیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ لین دین بھی سود کی طرح ہے اور لین دین (تجارت) کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ تو جس شخص کے پاس رب کی طرف سے نصیحت آئی اور وہ (سود لینے سے) باز آگیا تو اس کے لئے وہ ہے جو پہلے ہو چکا۔ اور گزرے ہوئے کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔ اور جو کوئی سود کی طرف (حلال جان کر) لوٹے تو یہ لوگ جہنمی ہیں، جس میں ہمیشہ کے لئے ہوں گے »

ٱلرِّبَوٰاْ سود۔[95]

لَا يَقُومُونَ قیامت کے دن کھڑے نہیں ہو سکیں گے۔[96]

إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِي کلام اصل میں یوں ہے: إِلَّا قياماً مثل قيام ٱلَّذِي « مگر کھڑا ہونا اس شخص کے کھڑے ہونے کی طرح »[97]

يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ ٱلۡمَسِّ میں دو اقوال ہیں:

1. یا تو یہ حقیقت پر بنا ہے کہ جنات کے چھونے کی وجہ سے انسان حواس باختہ ہو جاتا ہے۔ جنات کا وجود ہے اور وہ انسان پر بیٹھ سکتے ہیں۔[98]
2. یا قرآن مجید نے اسے علی زعم العرب ذکر کیا ہے۔ یعنی عربوں کا خیال تھا کہ جن کے بیٹھنے کی وجہ سے انسان حواس باختہ ہو جاتا ہے۔[99]

مِنَ ٱلۡمَسِّ مس چھونے کو کہتے ہیں یعنی جن کا کسی پر چڑھنا اور بیٹھ جانا۔[100]

إِنَّمَا ٱلۡبَيۡعُ مِثۡلُ ٱلرِّبَوٰاْ کلام میں قلب ہے[101] یعنی ٱلرِّبَوٰاْ مشبه اور ٱلۡبَيۡعُ مشبه به ہے لیکن سود کے ساتھ فرط محبت کی وجہ سے کلام کو معکوس کیا ہے۔ اصل کلام یوں ہے: إِنَّمَا ٱلرِّبَوٰاْ مِثۡلُ ٱلۡبَيۡعُ « بے شک سود تجارت کی طرح ہے »[102]

وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلۡبَيۡعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ

1. کلام متصل ہے اور بطور استفہام سود خوروں کا قول ہے کہ جب دونوں میں کوئی فرق نہیں تو عجیب بات ہے کہ اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے؟
2. یا استیناف ہے اور اللہ کا قول ہے کہ تجارت حلال ہے اور سود حرام ہے۔[103]

فَلَهُۥ مَا سَلَفَ تو اس کے لئے راس المال ہے۔[104]

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی حدیث:

« حکیم بن حزام[105] کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کئے ہیں یعنی صلہ رحمی، غلام آزاد کرنا اور صدقہ، کیا میرے لئے ان میں کوئی اجر ہے؟ اور دوسری روایت کے مطابق « حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے تھے اور سو اونٹ سواری

کے لئے دیئے تھے جب اسلام لائے تو تب بھی انہوں نے سو اونٹ سواری کے لئے دیئے اور سو غلام آزاد کئے» رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:
«أسلمت على ما أسلفت من خير» تم اسلام لائے ہو اس پر کہ تم نے نیک کام پہلے کئے ہیں»
[صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من وصل رحمہ فی الشرک ثم اسلم، حدیث:5992، مسلم، کتاب الایمان، باب بیان حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ، حدیث:123]
عموماً حدیث کے اس ٹکڑے «أسلمت على ما أسلفت من خير» کا یہ معنی کیا جاتا ہے کہ تم اپنی گذشتہ نیکیوں کی وجہ سے اسلام لائے ہو۔ حالانکہ کفر کی وجہ سے انسان کے نیک اعمال هباء منثورا ہیں۔ اس جملے کا زیادہ درست معنی یہ ہے کہ تم اسلام لائے ہو اس بات پر کہ تم نے زمانہ کفر میں جو نیک کام کئے ہیں انہیں تم اسلام میں بھی ضرور بجالاؤ گے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حکیم بن حزام نے اسلام لانے کے بعد بھی سو اونٹ دیئے اور سو غلام آزاد کئے ہیں۔[106]

آج کا مؤحد توحید و سنت ماننے سے قبل شرک و بدعت کی زندگی میں بڑا با ادب ہوتا ہے، لیکن جب مؤحد بن جاتا ہے تو ادب کی رمق عمل میں نظر آتی ہے نہ ہی گفتگو سے ادب کا ظہور ہوتا ہے۔ ایک دن زبیدہ خاتون نے اپنے شوہر ہارون الرشید سے شکایت کی کہ وہ لونڈی کے بیٹے مامون الرشید کو اس کے بیٹے امین الرشید پر فوقیت دیتے ہیں۔ تو ہارون الرشید نے جواب دیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زیادہ با ادب ہے۔ بیوی نے کہا: یہ ممکن نہیں ہے۔ ہارون نے کہا: امتحان لے لیتا ہوں۔ دونوں کو بلایا۔ ہارون کے ہاتھ میں مسواک تھی پہلے امین سے پوچھا: ما هذا ؟ یہ کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا: مسواک۔ پھر پوچھا: ما جمع هذا ؟ اس کی جمع کیا ہے ؟ جواب دیا: مساويك کہا: تم جاسکتے ہو۔ پھر مامون کو بلایا۔ اس سے پوچھا: ما هذا ؟ یہ کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا: مسواک۔ پھر پوچھا: ما جمع هذا؟ اس کی جمع کیا ہے ؟ تو مساويك کہنے کی بجائے جواب دیا: ضد محاسنك جو لفظ آپ کی نیکیوں کے ضد میں آتا ہے وہی اس کی جمع ہے۔ کیونکہ مساويك میں ایک احتمال یہ ہے کہ مساوی گناہوں کو اور کاف خطاب کے لئے تو معنی یہ ہوا کہ "تمہارے گناہ"۔ تو باپ کی طرف یہ نسبت کرنا بے ادبی ہے۔ تب زبیدہ خاتون نے یہ بات تسلیم کی۔[107]

محمود غزنوی پر اس کے وزیروں نے اعتراض کیا تھا کہ آپ ایاز کو ہم پر زیادہ فوقیت دیتے ہیں جو کہ محض ایک غلام ہے۔ محمود نے جواب دیا: وجہ یہ ہے کہ وہ زیادہ با ادب ہے۔ وزیروں نے کہا ایک غلام ہم سے زیادہ با ادب کیسے ہو سکتا ہے ؟ محمود نے کہا: کل ایک امتحان لوں گا۔ دوسرے دن محمود نے شاہی خزانے سے ایک قیمتی ہیرہ منگوایا اور ایک ہتھوڑا اور پتھر بھی ساتھ لانے کا حکم دیا۔ پتھر پر ہیرا رکھنے کے بعد ایک وزیر کو حکم دیا کہ اس ہتھوڑے سے اس ہیرے کو توڑ دو۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا: حضور! یہ نہایت قیمتی ہیرا ہے، اور اسے توڑنے سے بہت نقصان لازم آئے گا۔ بادشاہ نے کہا: تشریف رکھیں۔ دوسرے، تیسرے حتی کہ دربار میں موجود سب وزیروں نے یہی جواب دیا۔ آخر میں ایاز کی باری آئی۔ ہتھوڑا اٹھایا اور بغیر کسی تاخیر کے ہیرے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ محمود نے پوچھا: ایاز! اتنے قیمتی ہیرے کو کیوں توڑا جبکہ وزیروں میں سے کسی نے اسے نہیں توڑا؟ ایاز نے جواب دیا: حضور والا! جب تک آپ زندہ ہیں، ایسے سینکڑوں ہیرے آپ کے قدموں میں پڑے ہوں گے۔ لیکن اگر آپ کی حکم عدولی ہوا اور میں اسے نہ توڑتا تو آپ کی بے ادبی لازم آتی اور اس کا نقصان فرش پر بکھرے ہیرے سے کہیں زیادہ ہے۔ بادشاہ نے وزیروں کو دیکھا اور ساروں نے ندامت سے اپنا سر جھکا لیا۔[108]

وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ اور ما مضٰی (وہ جو پہلے گزر چکا) کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔[109]

وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ سود کو حلال سمجھ کر کھانے والا ہمیشہ جہنمی ہے۔[110]

"يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿٢٧٦﴾"

« (اللہ) سود کے مال کو نابود اور خیرات کے مال کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا»

ٱلرِّبَوٰاْ وَيُرْبِى پہلا لفظ ٱلرِّبَوٰاْ شرعی معنی میں جبکہ دوسرا لفظ يُرْبِى ربا يربوا سے ہے جس کے معنی زیادتی کے ہیں اور لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔[111]

يَمۡحَقُ ختم کرتا ہے اور بے برکت کرتا ہے۔[112]

كَفَّارٍ أَثِيمٍ سے مراد منکر اور مجرم ہیں۔[113]

بشارت

"إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَأَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ لَهُمۡ أَجۡرُهُمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ ﴿٢٧٧﴾"

« بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے (انفاق پر) اور نیک عمل کیا اور نماز جاری کی اور زکوۃ دی[114] ان کے لئے اپنے رب کے ہاں اجر ہے۔ اور نہ تو ان پر (آنے والا وقت کا) کوئی خوف ہو گا اور نہ ہی وہ (گزرے ہوئے وقت کے پیچھے) غمزدہ ہوں گے »

ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ ءَامَنُواْ سے مراد انفاق ہے اور وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ سے مراد صحیح مصرف میں لگانا ہے۔

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾"

« اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو وہ (معاملات) جو سود سے باقی ہیں اگر تم ایمان والے ہو »

إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ اگر تم ایمان والے ہو۔[115]

"فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ فَأۡذَنُواْ بِحَرۡبٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۖ وَإِن تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوسُ أَمۡوَٰلِكُمۡ لَا تَظۡلِمُونَ وَلَا تُظۡلَمُونَ " ﴿٢٧٩﴾

« پس اگر تم لوگ (سودی معاملات سے) منع نہیں ہوئے تو جان لو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ پر۔ اور اگر تم نے توبہ کر لی تو تمہارے لئے اصل مال ہے۔ نہ تو تم (اوروں سے سود لے کر) زیادتی کرو گے اور نہ ہی تم پر زیادتی کی جائے گی (کہ راس المال سے بھی محروم کئے جاؤ) »

فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ پس اگر تم سودی معاملات سے منع نہیں ہوئے اور اب تک بینکوں میں سود کی نیت سے پیسہ رکھا ہوا ہے۔[116]

فَأۡذَنُواْ کے دو معانی ہیں:[117]

1. فاعلموا « جان لو »
2. اعلان کرو یعنی دوسروں کو خبردار کرو۔

لَا تَظۡلِمُونَ وَلَا تُظۡلَمُونَ تم سود لے کر اوروں پر زیادتی نہ کرو۔ تم پر زیادتی نہیں کی جائے گی کہ تم سے یہ کہا جائے کہ بہت زمانہ سود لے چکے ہو اب راس المال سرے سے چھوڑ دو۔[118]

وَإِن كَانَ ذُو عُسۡرَةٖ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيۡسَرَةٖۚ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾

« اور اگر مدیون (قرض لینے والا) تنگ دست ہو[119] تو انتظار کرنا ہے اس کے ہاتھ کھلنے تک۔ اور اگر خیرات کر لو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو »

فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ

امام بخاری ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «ایک تاجر لوگوں کے ساتھ لین دین کرتا تھا جب کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے نوجوانوں (نوکروں) سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو شاید کہ اللہ ہمیں معاف کر دے چنانچہ اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے اللہ سے کہا: کہ میں مالداروں کے ساتھ آسانی برتتا تھا اور تنگ دستوں کو مہلت دیتا تھا» [120]

وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ اور اگر تنگ دست کو وہ مال چھوڑ دیا جائے کہ کافی عرصہ تم سود دے چکے ہو، اور راس المال بھی تجھے بخشتا ہوں تو یہ بہتر ہے۔

تخویف اخروی

"وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا تُرۡجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٖ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ﴿٢٨١﴾"

«اور اس دن (کے عذاب) سے ڈرو جب کہ تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے اس (عمل) کا جو اس نے کیا ہے اور ان کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی» [121]

اس آیت پر سورۃ کا مضمون ختم ہوا۔ سورۃ میں یہاں تک چار مضامین بیان ہوئے: اثبات توحید، اثبات رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ۔ اس کے بعد سورۃ کا **تتمۃ** شروع ہوتا ہے۔ تتمہ میں امور انتظامیہ بیان کئے جاتے ہیں۔

الامور الانتظامية مختتما بها الانفاق والجهاد

آیت طویلہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے مابین لین دین کے معاملات کی اصلاح کریں۔ بایں وجہ کہ اگر تمہارے آپسی معاملات درست ہوں تو تم اپنے دشمن کے خلاف متحد ہو گے۔ بالفاظ دیگر آیت کا عنوان یوں بھی رکھا جا سکتا ہے: إصلاح المعاشرة للقتال والإنفاق في سبيل الله ۔ اور اگر آپس کے معاملات درست نہ ہوں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معمولی چیز پانے کے لئے اپنی جائیداد سے ہاتھ دھونا بیٹھتا ہے۔

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى فَٱكۡتُبُوهُۚ وَلۡيَكۡتُب بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبُۢ بِٱلۡعَدۡلِۚ وَلَا يَأۡبَ كَاتِبٌ أَن يَكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُۚ فَلۡيَكۡتُبۡ وَلۡيُمۡلِلِ ٱلَّذِي عَلَيۡهِ ٱلۡحَقُّ وَلۡيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـٔٗاۚ فَإِن كَانَ ٱلَّذِي عَلَيۡهِ ٱلۡحَقُّ سَفِيهًا أَوۡ ضَعِيفًا أَوۡ لَا يَسۡتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ وَلِيُّهُۥ بِٱلۡعَدۡلِۚ وَٱسۡتَشۡهِدُواْ شَهِيدَيۡنِ مِن رِّجَالِكُمۡۖ فَإِن لَّمۡ يَكُونَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٞ وَٱمۡرَأَتَانِ مِمَّن تَرۡضَوۡنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحۡدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحۡدَىٰهُمَا ٱلۡأُخۡرَىٰۚ وَلَا يَأۡبَ ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُواْۚ وَلَا تَسۡـَٔمُوٓاْ أَن تَكۡتُبُوهُ صَغِيرًا أَوۡ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ أَقۡسَطُ عِندَ ٱللَّهِ وَأَقۡوَمُ لِلشَّهَٰدَةِ وَأَدۡنَىٰٓ أَلَّا تَرۡتَابُوٓاْ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً حَاضِرَةٗ تُدِيرُونَهَا بَيۡنَكُمۡ فَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَلَّا تَكۡتُبُوهَاۗ وَأَشۡهِدُوٓاْ إِذَا تَبَايَعۡتُمۡۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٞ وَلَا شَهِيدٞۚ وَإِن تَفۡعَلُواْ فَإِنَّهُۥ فُسُوقُۢ بِكُمۡۗ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ وَيُعَلِّمُكُمُ ٱللَّهُۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٞ ﴿٢٨٢﴾"

« اے ایمان والو!جب تم آپس میں ایک مقرر میعاد کے لئے قرض کالین دین کرنے لگو تو اسے لکھ لیا کرو (تا کہ جھگڑے کا سبب نہ بنے)[122]۔اور چاہیئے کہ ایک لکھنے والا تمہارے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ ۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے بایں وجہ کہ اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے تو چاہیئے کہ وہ لکھے۔اور بیان کرے(املاء لکھوائے)وہ شخص جس پر قرض ہو اور چاہیئے کہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس(حق یعنی پیسوں)میں سے کوئی چیز کم نہ کرے۔پس اگر وہ شخص جس پر قرض ہو[123] بیوقوف ہو یا بیمار ہو یا بیان کرنے(املاء لکھوانے)کی طاقت نہ رکھتا ہو[124] تو چاہیئے کہ اس کا ولی انصاف کے ساتھ بیان کرے۔اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بناؤ۔اور اگر دو مرد نہ ہوں تو(کافی ہیں)ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرو۔کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔اور جب گواہ(گواہی کے لئے)بلائے جائیں تو(آنے سے)انکار نہ کریں۔اور(معاملہ خواہ)چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مدت تک لکھنے سے مت اکتاؤ۔یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ(قرین)انصاف ہے اور گواہی کے لئے بہت درست طریقہ ہے اور اس بات کے بہت نزدیک ہے کہ تم شک میں نہیں پڑو گے۔ہاں اگر لین دین دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر ایسے(معاملے)کو نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔اور جب خرید و فروخت کیا کرو تو گواہ بنایا کرو[125]۔اور لکھنے والے اور گواہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔اگر تم(لوگوں)نے ایسا کیا تو یہ(اللہ کے)حکم کو توڑنا ہے(اور)تم پر(سزا ہے)۔اور اللہ سے ڈرو اور وہ تمہیں(یہ احکام)سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے »[126]

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ اے وہ لوگوں جنہوں نے قرآن وسنت کو مانا ہے۔

أَجَلٍ مُّسَمًّى وقت مقررہ تک۔یعنی صاف بات کیا کرو کہ فلاں وقت پیسے ادا کروں گا۔ایسا درست نہیں ہے کہ سودا لیا جائے اور کہا جائے کہ پیسے دے دوں گا اور ادائیگی کا وقت واضح طور پر نہ بتایا جائے۔فقہاء کے نزدیک اجل مجہول میں بیع فاسد ہے یا باطل ہے[127]۔کیونکہ مفضی الی الجدال ہے۔احناف فاسد[128] اور امام مالک باطل کا حکم لگاتے ہیں۔[129] جن فقہاء کے نزدیک "اجل مسمی" بیع کی صحت کے لئے شرط ہے تو وہ اجل مجھول کی وجہ سے فاسد کا حکم لگاتے ہیں اور جن کے نزدیک وقت مقرر کرنا ایک لازمی امر ہے تو وہ اجل مسمی کے عدم پر باطل کا حکم لگاتے ہیں۔احناف کے ہاں یہ قاعدہ ہے:ہر وہ لین دین جو نزاع اور جدال پر منتج ہو تو وہ بیع فاسد ہے۔مثلاً:اگر ہوا میں اڑتے پرندے کا شکار کیا تو وہ تمہیں بیچتا ہوں۔اب ممکن ہے کہ کوئی پرندہ شکار ہی نہ ہو۔یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی نشانے سے دو شکار ہوں۔دوسری مثال:جال پھینکنے پر جتنی مچھلیوں کا شکار کیا تو وہ تمہیں بیچتا ہوں۔ممکن ہے کہ ایک مچھلی کا شکار بھی نہ ہو اور شاید کہ زیادہ مچھلیوں کا شکار ہو۔[130] فقہ کے اس ایک قاعدے پر "کہ ہر وہ معاملہ جو مفضی الی المنازعۃ ہو وہ فاسد ہے" بیوع کے سینکڑوں مسائل متفرع ہیں۔اور یہ ایک قابل استاد کی نشانی ہے کہ جب بھی وہ کسی فن میں ایک باب پڑھاتا ہے تو سب سے پہلے اس باب کا خلاصہ بیان کرتا ہے۔مثلاً:علم النحو میں باب المرفوعات۔اس باب میں آٹھ مرفوعات ہیں بعض ذاتی اور بعض وصفی اور ہر ایک کے رفع کی علت بیان کرتا ہے۔فقہ میں کتاب الصلاۃ،تو اس میں مسائل کو جواز اور عدم جواز کی بنیاد پر تقسیم کرتا ہے اور فرائض،سنن،مستحبات وغیرہ گنواتا ہے۔دوسری چیز کہ وہ کتاب کا اس فن میں لکھی گئی دیگر کتابوں کے ساتھ موازنہ کر سکتا ہو کہ اس کتاب میں وہ کون سے نئے مسائل ہیں جو دیگر کتابوں میں نہیں ہیں۔لیکن آج علم کی کمزوری کا یہ حال ہے کہ کتاب ختم ہو چکنے کے بعد استاد اس کی تلخیص بیان کر سکتا ہے نہ ہی شاگرد کچھ سمجھ پاتا ہے۔

بِٱلْعَدْلِ کاتب انصاف کے ساتھ لکھے کہ جو اسے عاقدین کہہ رہے ہیں وہی لکھے اور اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کرے۔[131]

كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُ کاف تعلیل کے لئے ہے۔ كَمَا أى لِمَا [132]

وَلْيُمْلِلِ املاء "لکھوانے" کو کہتے ہیں۔علم حدیث کی تاریخ میں مستملی[133] اس شخص کو کہا جاتا تھا جو بڑے مجمع میں استاد(محدث)سے سنی ہوئی بات کو بلند آواز سے آگے پہنچاتا اور یوں درس میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں موجود شرکاء تک آواز پہنچائی جاتی۔روئے زمین نے علم حدیث کے ایسے دروس کو بھی دیکھا

ہے جن میں بیک وقت لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی تعداد کے مجمع میں لوگ آواز کیسے سنتے تھے جبکہ لاؤڈ سپیکر بھی نہیں تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی بجائے مستملی کے ذریعے سے مجمع کے آخر تک آواز پہنچائی جاتی۔ جب استاد [الْمُمْلِيْ] کہتا: حدثنا فلان عن فلان عن رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو کچھ فاصلے پر مستملی کھڑا ہوتا تو وہ کہتا: حدثنا فلان عن فلان عن رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پھر کچھ فاصلے پر دوسرا مستملی کھڑا ہوتا تو وہ کہتا: حدثنا فلان عن فلان عن رسول الله صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. یوں تو ان دروس کا مختلف علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے لیکن بالخصوص امام ذہبی کی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" قابل ذکر ہے جس کے بارے میں رائے یہ ہے: الحقيق بأن يرقم بماء الذهب «یہ کتاب اس لائق ہے کہ سونے کے پانی سے لکھی جائے» ذیل میں بطور مثال چند دروس اور واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے:

1. محدث عاصم بن علی کے درس میں ایک لاکھ سے زیادہ طلبہ حدیث حاضر تھے۔[134]
2. یزید بن ہارون کی مجلس میں ستر ہزار لوگ شریک درس ہوتے تھے۔[135]
3. امام فریابی کے درس میں دس ہزار صرف وہ لوگ تھے جو ان کے درس کو لکھتے تھے، باقی نہ لکھنے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔[136]
4. ابن جوزی کے وعظ میں ہمیشہ ایک لاکھ سامعین شریک ہوتے تھے۔[137]
5. عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور ایک دن غمزدہ بیٹھے تھے۔ وزیروں نے پوچھا: حضور کیوں غمزدہ ہیں؟ کہا: میرے دوست آج بڑے بڑے محدثین ہیں اور ان کے درس میں ہزاروں کی تعداد میں تلامیذ شریک ہوتے ہیں، جبکہ ہم نے اپنی زندگی ضائع کر دی۔ کیونکہ منصور نے اپنی جوانی کا بیشتر حصہ علم حدیث کی طلب میں گزارا تھا۔ دوسرے دن منصور کی خوشامد کے لئے وزیر اور درباری ہاتھوں میں قلم دوات لئے حاضر ہوئے۔ منصور نے پوچھا، کیا معاملہ ہے؟ وزیروں نے کہا: آپ سے حدیث سننا چاہتے ہیں۔ منصور نے کہا: چھوڑو! یہ ہماری نصیب میں کہاں ہے۔ یہ اعزاز سفیان جیسے لوگوں کو دیا گیا ہے۔[138]
6. عباسی خلیفہ ہارون الرشید رقہ آئے تھے۔ جہاں اس کی باندی نے اوپر کی چھت سے لوگوں کو دیکھا کہ دوڑتے چلے جا رہے ہیں اور غبار اٹھ رہا ہے۔ پوچھا یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ جواب ملا: امام ابو حنیفہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارک خراسانی [وفات: 181ھ] تشریف لائے ہیں اور ہر کوئی انہیں دیکھنے کے لئے بے تاب ہے۔ چھت سے اتر کر ہارون الرشید سے کہا: آپ بھی اپنے آپ کو بادشاہ کہتے ہیں جبکہ میں نے دلوں کے بادشاہ کو دیکھا ہے۔[139]

أَن تَضِلَّ إِحْدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَىٰهُمَا ٱلْأُخْرَىٰ قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے گی[140]۔ جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مرد کے مقابلے میں عورت بھولتی ہے۔ سکول کا استاد جب گرمی کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو شاگردوں سے کہتا ہے کہ گھر جا کر اپنی ماؤں کو بتانا کہ اتنے مہینے سکول بند رہے گا اور فلاں تاریخ کو سکول دوبارہ کھلے گا۔ حالانکہ قرآن مجید نے نسیان کی نسبت عورتوں کی طرف کی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آج مردوں کی یاداشت کثرت معاصی کی وجہ سے اتنی برباد ہو چکی ہے کہ انہیں عورتوں جتنا بھی یاد نہیں رہتا۔ تَضِلَّ کے معنی بھولنے کے ہیں۔[141]

وَلَا يَأْبَ ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُواْ دس روپے معاملے میں گواہ آنے سے انکار نہیں کرے گا۔ لیکن جہاں لوگ شرک میں مبتلا ہوں اور ایک شخص کو توحید کی گواہی معلوم ہو اور اسے بلایا جائے تو کیا اس کے لئے انکار کی گنجائش ہے؟

تَسْـَٔمُوٓاْ سَئِمَ يَسْأَمُ سے ہے[142] جس کے معنی ہیں "اکتانا، تھک جانا"۔ جیسے شاعر کہتا ہے:

"سَئِمْتُ تكاليفَ الحياةِ ومَنْ يَعِشْ : ثمانين حولا لا أَبَا لَّكَ يَسْأَمِ "[143]

«میں زندگی کی تکالیف سے اکتا چکا ہوں اور جو کوئی اسی سال کو پہنچ جائے تو وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے»

حَاضِرَةً یعنی پیسے (ثمن) بھی موجود ہوں اور چیز (مبیع) بھی موجود ہو۔[144]

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ انہیں تکلیف پہنچانا یہ ہے کہ تمہارا معاملہ کسی اور شہر میں ہو اور یہاں سے تم انہیں لے جانے پر مجبور کرو، بلکہ ان کے پاس دونوں فریقین آئیں اور معاملہ لکھوائیں۔[145]

"وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا۟ كَاتِبًا فَرِهَـٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ ٱلَّذِى ٱؤْتُمِنَ أَمَـٰنَتَهُۥ وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا۟ ٱلشَّهَـٰدَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُۥٓ ءَاثِمٌ قَلْبُهُۥ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨٣﴾"

« اور اگر تم سفر پر ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو قبض کی گئی (کوئی چیز) گروی (دیں)[146]۔ پس اگر تم میں سے بعض (بائع) بعض (مشتری) کو امانت دار ٹھہرائے تو چاہیئے کہ وہ شخص جس کو امانت دار ٹھہرایا گیا ہے اپنی امانت ادا کرے، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور گواہی مت چھپاؤ۔ اور جس نے بھی اس (گواہی) کو چھپایا تو بے شک اس کا دل گناہگار ہے۔ اور اللہ تمہارے عمل کو جاننے والا ہے »

فَرِهَـٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ جب مشتری بائع سے کہے: میں نے یہ کتاب آپ سے خریدی، اور میری یہ گھڑی اپنے پاس گروی رکھ لیں۔[147]

وَلَا تَكْتُمُوا۟ ٱلشَّهَـٰدَةَ شہادت کو مطلق ذکر کیا گیا، جس میں توحید کی گواہی سر فہرست ہے۔ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُۥٓ ءَاثِمٌ قَلْبُهُۥ دس روپوں کی گواہی چھپانے والے کا دل تو گناہگار ہے۔ تو توحید کی گواہی چھپانے والے کا کیا حکم ہے؟

قرآن مجید کے اسلوب میں سے یہ بھی ہے کہ جب بھی کوئی سورۃ اپنے اختتام کو پہنچتی ہے تو سورۃ کے آغاز اور اختتام کو آپس میں باندھتا ہے:[148]

1. شروع میں کہا گیا تھا: خَتَمَ ٱللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ [سورۃ البقرۃ:7] اور آخر میں کہا گیا: وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُۥٓ ءَاثِمٌ قَلْبُهُۥ
2. آیت:17 میں پہلی مثال آگ کی ذکر کی گئی تھی، جبکہ سورۃ کی آخری مثال آیت:266 میں بھی آگ کا ذکر کیا گیا۔

خاتمة السورة

مضامین اربعہ کا اعادہ [149]

چوتھی مرتبہ دعوی توحید:

"لِّلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا۟ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ ٱللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٨٤﴾"

« خاص اللہ کے اختیار میں وہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور وہ جو زمین میں ہے۔ اور اگر تم ظاہر کرتے ہو وہ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاتے ہو تو اللہ اس پر تمہارے ساتھ حساب کرے گا۔ پس بخشتا ہے جسے چاہے (بخشش) اور سزا دیتا ہے جیسے چاہے (سزا) اور اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے »

سورۃ کے اختتام پر دعوی توحید کو چوتھی مرتبہ لِلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ جبکہ پہلی مرتبہ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ [سورۃ البقرۃ:21]، دوسری مرتبہ وَإِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحْمَـٰنُ ٱلرَّحِيمُ [سورۃ البقرۃ:163] اور تیسری مرتبہ آیت: میں ٱللَّهُ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ [سورۃ البقرۃ:255] کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ ہر ایک دعوے کے ساتھ دلائل ذکر کئے گئے تھے۔

لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ہر چیز اس کی ملکیت ہے۔اس پر دلیل کیا ہے؟ وَإِن تُبْدُواْ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ دعوی پر دلیل ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور ہر چیز سے خبر دار ہے۔

وَإِن تُبْدُواْ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ ٱللَّهُ اور اگر تم ظاہر کرتے ہو وہ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاتے ہو تو اللہ اس پر تمہارے ساتھ حساب کرے گا۔[150]

فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ یہاں مغفرت کو عذاب پر مقدم کیا ہے کیونکہ ما قبل میں مسئلہ توحید گزرا، یعنی توحید سبب مغفرت ہے۔ جبکہ سورۃ المائدۃ کی آیت:40 میں عذاب کو مغفرت پر مقدم کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے چوری کی سزا کا ذکر ہے۔[151]

اثبات رسالت:

"ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ وَقَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ" ﴿٢٨٥﴾

«رسول اور (سارے) مؤمن اس کتاب پر جو ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے ایمان لائے ہیں۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی ایک (پر بھی ایمان لانے) میں فرق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش (طلب کرتے ہیں) اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے»[152]

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ کہ بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں جیسے یہود سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ نصاری عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن آخری نبی ﷺ پر ایمان نہیں لاتے۔ جبکہ مسلمان تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں۔[153]

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا میں جہاد اور انفاق کے مضامین کی طرف اشارہ ہے۔ اے اللہ! ہم نے جہاد اور انفاق کا حکم سنا اور ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ:

لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ۖ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

« اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اس نفس کے لئے (اچھا بدلہ ہے) اس (نیک عمل) کا جو اس نے کیا ہے اور اس پر (بوجھ ہے) اس (برے عمل) کا جو اس نے کیا ہے۔ اے ہمارے رب! ہماری پکڑ نہ کر اگر ہم (تیرا کوئی حکم) چھوڑیں یا ہم خطا ہو جائیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار! اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اور ہم سے (سستی) کو ہٹا دے اور (گذشتہ کوتاہیوں پر) ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما[154]۔ تو ہی ہمارا معاون ہے پس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما»

لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا کا تعلق جہاد سے ہے کہ اگر تم معذور ہو تو تم پر جہاد نہیں ہے۔

كَسَبَتۡ ٱكۡتَسَبَتۡ نیکیوں کے لئے كَسَبَتۡ یعنی حروف اصلی کو ذکر کیا گیا اور برائیوں کے لئے باب افتعال سے ٱكۡتَسَبَتۡ یعنی مزید فیہ ذکر کیا گیا ۔جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیکی انسان کی فطرت اور اصل کے مطابق ہے اور بدی انسان کی فطرت سے باہر کی چیز ہے اور وہ چیز جو تکلف کے ساتھ کی جائے۔ اس لئے وہ چیز اپناؤ جو تمہاری اصل اور فطرت کے مطابق ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کرو جو تمہاری فطرت کے موافق نہیں ہیں۔[155]

نَّسِينَآ أَوۡ أَخۡطَأۡنَا نسیان بمعنی ترک ہے[156] جیسے آتا ہے: سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰٓ «جلد ہے کہ ہم آپ پر پڑھیں گے تو آپ (قرآن کو) نہ چھوڑیں» [سورۃ الاعلیٰ 6:87] کیونکہ اگر نسیان بھی بھول کے معنوں میں لیا جائے تو أَخۡطَأۡنَا کے معنی سے تکرار لازم آئے گا۔[157]

كَمَا حَمَلۡتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِنَا جیسا کہ تونے ان لوگوں پر بوجھ ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے یعنی بنی اسرائیل۔ جن پر اللہ کے احکام پر عمل کرنا بھاری ہو گیا تھا۔ اے اللہ! ہمیں اپنے احکام پر عمل کرنا آسان بنا۔[158]

أَنتَ مَوۡلَىٰنَا فَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ سورۃ کے آخری دو جملوں میں چاروں مضامین کو ایک مرتبہ پھر سمیٹا گیا ہے۔ أَنتَ مَوۡلَىٰنَا میں توحید اور رسالت کو اس میں مندرج کیا گیا۔ فَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ میں جہاد فی سبیل اللہ کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ انفاق کو اس پر قیاس کیا گیا ہے۔[159]

📖📖📖

حواشی:

---

[1] **ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:** وَلَا شَفَٰعَةٌ اللفظ عام والمراد الخصوص، أي: ولا شفاعة للكفار [**البحر المحیط فی التفسیر** 2:605]

[2] **ربط:**

1. **امام راغب اصفہانی اس آیت کا ماقبل کے ساتھ ربط بیان کرتے ہیں:** كيف نظم هذه الآية مع التي قبلها؟ قيل: لما بين في الأولى أن منهم من آمن ومنهم من كفر، خوف المؤمنين أن يتحروا ما يخشى منه اجتلاب الكفر وهو ترك الإنفاق [**تفسیر الراغب** 1:522]
2. **امام رازی لکھتے ہیں :** اعلم أن أصعب الأشياء على الإنسان بذل النفس في القتال، وبذل المال في الإنفاق فلما قدم الأمر بالقتال أعقبه بالأمر بالإنفاق، وأيضا فيه وجه آخر، وهو أنه تعالى أمر بالقتال فيما سبق بقوله: وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ثم أعقبه بقوله: مَّن ذَا ٱلَّذِي يُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا والمقصود منه إنفاق المال في الجهاد، ثم إنه مرة ثانية أكد الأمر بالقتال وذكر فيه قصة طالوت، ثم أعقبه بالأمر بالإنفاق في الجهاد، وهو قوله: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ [**التفسیر الکبیر** 6:530]

[3] کیونکہ اہل ایمان کی دوستی ہو گی۔ ٱلۡأَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذِۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلۡمُتَّقِينَ «بروز قیامت بعض دوست بعض کے دشمن ہوں گے سوائے متقیوں کے» [سورۃ الزخرف 67:43]

[4] ابوحیان اندلسی، البحر المحیط فی التفسیر 2:607

[5] **ابن جریر لکھتے ہیں:** ومعنى العلم في هذا الموضع المعلوم [**جامع البیان** 15:12] **ماوردی لکھتے ہیں:** أي من مَعْلُوْمِهِ إلا أن يُطْلِعَهُمْ عليه و يُعْلِمَهُمْ إياه [**النکت والعیون** 1:324]

[6] آیت الکرسی کے اسماء:

1. آیت الکرسی [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ] إذا أويت إلى فراشك فاقرأ آية الكرسي [**صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ البقرۃ، حدیث:** 5010]
2. اعظم آیت [ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ] متن میں صحیح مسلم کے حوالے سے روایت دیکھی جائے۔

3. سَيِّدَةُ آي القرآن [ابوہریرہ رضی اللہ عنہ] [جامع ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی، حدیث:2878] إسناده ضعيف .

4. أشرفُ آيةٍ فی القرآن [عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ] [جعفر بن محمد بن حسن فریابی [وفات:301ھ] ، فضائل القرآن:53، حدیث:42] لا بأس به .

5. أقضل آي القرآن [عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ] [جعفر بن محمد بن معتز، مستغفری [وفات:432ھ] ، فضائل القرآن2:514، حدیث:725] لا بأس به .

[7] امام نووی [وفات:676ھ] لکھتے ہیں: قال العلماء إنما تميزت آية الكرسي **بكونها أعظم** لما جمعت من أصول الأسماء والصفات من الإلهية والوحدانية والحياة والعلم والملك والقدرة والإرادة **وهذه السبعة أصول الأسماء والصفات** والله أعلم [شرح النووی علی مسلم6:94]

[8] "عن أبي بن كعب، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «يا أبا المنذر، أتدري أي آية من كتاب الله معك أعظم؟» قال: قلت: الله ورسوله أعلم. قال: «يا أبا المنذر أتدري أي آية من كتاب الله معك أعظم؟» قال: قلت: ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ. قال: فضرب في صدري، وقال: والله ليهنك العلم أبا المنذر" [صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، باب فضل سورۃ الکہف و آیۃ الکرسی، حدیث:810]

[9] عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، قرشی، عدوی، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا۔ مکہ معظمہ میں چالیس قبل ہجری بمطابق 584ء کو پیدا ہوئے۔ نہایت شجاع، جری اور بہادر تھے۔ 13ھ کو دوسرے خلیفہ راشد کے طور پر چنے گئے۔ سب سے پہلے انہیں امیر المؤمنین کہہ کر پکارا گیا۔ ان کی عدالت ضرب المثل ہے۔ ان کے دور خلافت میں شام، عراق، بیت المقدس، مدائن، مصر اور جزیرہ فتح ہوئے۔ بارہ ہزار مسجدیں بنوائیں۔ سن ہجری کی ابتدا آپ کے دور خلافت میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے 1537 روایات مروی ہیں۔ 23ھ = 644ء کو وفات پائے۔ جنازہ سیدنا صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔[صفۃ الصفوۃ1-2:118، ترجمہ:3، تہذیب الکمال21:317، الاعلام5:45]

[10] عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی ابو عبد الرحمن، رضی اللہ عنہ، اکابر صحابہ اور سابقون اولون میں سے تھے۔ فاضل، عاقل، رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب اور ان کے خادم خاص تھے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے حرم مکہ میں جہر سے قرآن سنایا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کوفہ منتقل ہوئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واپس آئے۔ مدینہ منورہ میں 32ھ = 653ء کو تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔[اسد الغابہ3:167، ترجمہ:3183، الاعلام4:137]

[11] یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے، لیکن جن روایات میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا ہے وہ روایات سنداً ضعیف ہیں، مثلاً:

1. عبد الرزاق [وفات:211ھ] روایت کرتے ہیں: قال معمر وبلغني أن عمر بن الخطاب مر به ركب فأرسل إليهم يسألهم من هم؟ فقالوا: جئنا من الفج العميق، فقال: أين تريدون؟ قالوا: نؤم البيت العتيق، قال: فرجع إليه الرسول فأخبره فقال عمر: إن لهؤلاء لنبأ، ثم أرسل إليهم:

أي آية في كتاب الله أحكم؟ قالوا: فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ۝ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ

قال: فأي آية أعدل؟ قالوا: إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ

قال: فأي آية أعظم؟ فقالوا: ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ

قال: فأي آية أرجى؟ قالوا: قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِ

قال: فأي آية أخوف؟ قالوا: مَن يَعۡمَلۡ سُوٓءٗا يُجۡزَ بِهِۦ قال: سلهم أفيهم ابن أم عبد؟ قالوا: نعم [تفسیر عبد الرزاق، سورۃ الزلزال،3:449]

لیکن اس روایت کی سند منقطع ہے۔ معمر بن راشد جو تبع تابعین میں سے ہیں 95ھ کو پیدا ہوئے ہیں [سیر اعلام النبلاء6:471، ترجمہ:1002] ان کے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کم از کم دو راوی ہیں، اس لئے بلغنی کے ذریعے روایت کرتے ہیں۔

ابو طاہر سلفی [وفات:576ھ] روایت کرتے ہیں: أخبرنا أحمد، حدثنا محمد بن أحمد بن علي البغدادي بمصر، حدثنا محمد ابن الحسن بن دريد، حدثنا العكلي عن ابن أبي خالد عن الهيثم عن مجالد عن الشعبي قال: لقي عمر بن الخطاب رضي الله عنه ركبا في سفر له ليلا فيهم عبدالله بن مسعود، فأمر عمر رجلا يناديهم؛ من أين القوم؟ فأجابه عبدالله: أقبلنا من الفج العميق، فقال: أين تريدون؟ فقال عبدالله: البيت العتيق، فقال عمر: إن فيهم لعالما.

فأمر رجلا يناديهم: أي القرآن أعظم؟ فأجابه عبدالله: ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ حتى ختم الآية،

قال: نادهم: أي القرآن أحكم؟ فقال ابن مسعود: إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ

فقال عمر: نادهم: أي القرآن أجمع؟ فقال ابن مسعود: فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ۝ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ

فقال عمر: نادهم: أي القرآن أحزن؟ فقال ابن مسعود: لَّيۡسَ بِأَمَانِيِّكُمۡ وَلَآ أَمَانِيِّ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِۗ مَن يَعۡمَلۡ سُوٓءٗا يُجۡزَ بِهِۦ

فقال عمر: نادهم: أي القرآن أرجى؟ فقال ابن مسعود: يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُواْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُواْ مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِ .

فقال عمر: نادهم: أفيكم عبدالله بن مسعود؟ فقالوا: اللهم نعم [**الطیوریات 246:1، حدیث:173**]

لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں مجالد بن سعید ہیں جو لیس بالقوی ہیں اور بڑھاپے میں اختلاط کا شکار ہوئے تھے۔[تقریب التہذیب:549، ترجمہ:6478] ہیثم بن عدی ہیں جو متروک ہیں اور بعض نے متہم بالکذب کہا ہے[میزان الاعتدال 324:3، ترجمہ:9311]۔ عکلی اور ابن ابی خالد مجہول ہیں۔ اور امام شعبی کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے نہ ہی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے[تہذیب الکمال 30:14، ترجمہ:3042، تہذیب التہذیب 68:5، ترجمہ:110]۔ اس روایت کو ابن جوزی نے بھی[صفۃ الصفوۃ 151:1] میں امام شعبی سے ذکر کیا ہے۔

2. یہ روایت صحیح سند کے ساتھ مختصر امصنف عبدالرزاق میں مذکور ہے لیکن اس میں سیدنا عمر رضی اللہ کا بلند آواز سے پوچھنے کا ذکر ہے نہ ہی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے: عن ابن جريج قال: أخبرني عطاء عن عبيد بن عمير قال: لقي عمر بن الخطاب ركبا يريدون البيت، فقال: من أنتم؟ فأجابهم أحدثهم سنا، فقال: عباد الله المسلمون. قال: من أين جئتم؟ قال: من الفج العميق. قال: أين تريدون؟ قال: البيت العتيق، قال عمر: تأولها لعمر الله، فقال عمر: من أميركم؟ فأشار إلى شيخ منهم، فقال عمر: بل أنت أميرهم، لأحدثهم سنا الذي أجابه بجيد [**مصنف عبدالرزاق 390:2، حدیث:3813**] اس کی سند صحیح متصل ہے۔

[12] **امام زرکشی نے دو اقوال ذکر کئے ہیں:** اشتملت آية الكرسي على ما لم يشتمل عليه اسم من أسماء الله تعالى وذلك أنها مشتملة على **سبعة عشر موضعا** فيها اسم الله ظاهرا في بعضها ومستكنا في بعض ويظهر للكثير من العادين فيها **ستة عشر** إلا على حاد البصيرة لدقة استخراجه [1] ٱللَّهُ [2] هُوَ [3] ٱلۡحَيُّ [4] ٱلۡقَيُّومُ [5] ضمير لَا تَأۡخُذُهُۥ [6] ضمير لَّهُۥ [7] ضمير عِندَهُۥٓ [8] ضمير إِلَّا بِإِذۡنِهِۦ [9] ضمير يَعۡلَمُ [10] ضمير عِلۡمِهِۦٓ [11] ضمير شَآءَ [12] ضمير كُرۡسِيُّهُ [13] ضمير يَـُٔودُهُۥ [14] وَهُوَ [15] ٱلۡعَلِيُّ [16] ٱلۡعَظِيمُ [**البرھان فی علوم القرآن 442:1-443**]

امام قرطبی ذکر کرتے ہیں: يكرر فيها اسم الله تعالى بين مضمر وظاهر ثماني عشرة مرة [**الجامع لاحکام القرآن 271:3**]

امام سیوطی نے سترہ کا قول بھی ذکر کیا ہے اور ضمائر مقدرہ اور محتملہ کی بنیاد پر بائیس اسماء کا قول بھی کیا ہے: وإن عددت الضمائر المحتملة في الحي القيوم العلي العظيم والضمير المقدر قبل الحي على أحد الأعاريب صارت اثنين وعشرين [**الاتقان فی علوم القرآن 142:4**]

[13] وإذا وصف الباري عز وجل بها [أي بالحياة] فمعناه الدائم الذي لم يزل ولا يزال [**تفسیر الراغب 522:1**]

[14] **اور یہی بات سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی عبادت پر بطور دلیل پیش کی تھی:** فحمد الله أبو بكر وأثنى عليه، وقال: ألا من كان يعبد محمدا ﷺ فإن محمدا قد مات، ومن كان يعبد الله فإن الله حي لا يموت [**صحیح بخاری، حدیث:3668**]

[15] **اس موضوع پر تفصیلی گفتگو بمعہ حوالہ جات اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ:28 کے تحت دیکھیں۔**

[16] **ٱلۡقَيُّومُ امام ماوردی لکھتے ہیں:** وفيه ستة تأويلات: أحدها: القائم بتدبير خلقه قاله قتادة. والثاني: يعني القائم على كل نفس بما كسبت حتى يجازيها بعملها من حيث هو عالم به لا يخفى عليه شيء منه قاله الحسن. والثالث: معنى القائم الوجود وهو قول سعيد بن جبير. والرابع: أنه الذي لا يزول ولا يحول قاله ابن عباس. والخامس: أنه العالم بالأمور من قولهم: فلان يقوم بهذا الكتاب أي هو عالم به الخ [**النکت والعیون 323:1**]

علامہ ابن قیم قصیدہ نونیہ میں ٱلۡقَيُّومُ کا معنی اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

هذا ومن أوصافه ٱلۡقَيُّومُ وال　　قيوم في أوصافه أمران

إحداهما ٱلۡقَيُّومُ قام بنفسه　　والكون قام به هما الأمران

فالأول استغناؤه عن غيره　　والفقر من كل إليه الثاني

« اور اس کی صفات میں سے ٱلۡقَيُّومُ بھی ہے جس میں دو اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ وہ خود قائم بنفسہ ہے اور دوسرا یہ کہ سارا عالم اس کی وجہ سے قائم ہے۔ پہلے وصف یعنی قائم بنفسہ کا مطلب کہ وہ اوروں سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ اور دوسرے وصف کا مطلب کہ سارا عالم اسی کو محتاج ہے »

[**الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ:730، بیت:3353-3355**]

[17] **امام بیہقی لکھتے ہیں:** وأما سِنَةٌ : فهو ريح النوم التي تأخذ في الوجه فينعس الإنسان [**الاسماء والصفات 195:2، روایت:757**] **زمخشری لکھتے ہیں:** والسنة: ما يتقدم النوم من الفتور الذي يسمى النعاس ... أي لا يأخذه نعاس ولا نوم وهو تأكيد للقيوم لأن من جاز عليه ذلك استحال أن يكون قيوما [**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل 1:**

300] **امام ماوردی لکھتے ہیں:** فرق المفضل بينهما فقال: السنة في الرأس والنعاس في العين والنوم في القلب. وما عليه الجمهور من التسوية بين السنة والنعاس أشبه «**مفضل نے** سِنَةٌ **اور** ٱلنُّعَاسَ **کے مابین فرق ذکر کیا ہے۔ اونگھ سر میں، غنودگی آنکھ میں، اور نیند دل میں ہوتی ہے۔ اور جمہور کا قول زیادہ مناسب ہے کہ وہ** سِنَةٌ **اور** ٱلنُّعَاسَ **کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں**» [**النکت والعیون** 1:324] **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** النوم : هو استرخاء أعصاب الدّماغ برطوبات البخار الصاعد إليه «**نوم دماغ کی طرف چڑھنے والے بخارات کی رطوبت کی وجہ سے دماغی اعصاب کے ڈھیلے ہونے کا نام ہے**» [**المفردات فی غریب القرآن**:830]

[18] **امام زیلعی حنفی بحوالہ ابن جوزی لکھتے ہیں:** وقال ابن الجوزي وهذا الحديث لا يثبت عن رسول الله ﷺ... ومثل هذا فلا يجوز أن يخفى على نبي الله موسى وهو أجل من أن يجوز على الله تعالى النوم ... وقد روى عبد الله بن أحمد بن حنبل في كتاب السنة عن سعيد بن جبير قال إن بني إسرائيل قالوا لموسى هل ينام ربنا وهذا هو الصحيح فإن القوم كانوا جهالا بالله تعالى ... والظاهر أن هذا الخبر من الإسرائيليات المنكرة وإلا فكيف يجوز موسى عليه السلام النوم على الله عز وجل . **اس روایت کی تخریج اور اس پر جرح کے لئے دیکھیں** [**تخریج احادیث الکشاف** 1:158-159، روایت:161]

[19] **راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الكُرْسِيُّ في تعارف العامّة: اسم لما يقعد عليه. وهو في الأصل منسوب إلى الْكِرْسِ، أي: الْمُتَلَبِّدِ أي: الْمُجْتَمِعِ «**کرسی عرف عام میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر بیٹھا جائے اور یہ اصل میں "کرس" کی طرف منسوب ہے جس کے معنی ایک دوسرے کے اوپر جمع ہونے کے ہیں**» [**المفردات فی غریب القرآن**:706]

ابو القاسم اصبہانی [وفات:535ھ] **لکھتے ہیں:** والكرسي أصله من التكرُّس وهو الاجتماع [**اعراب القرآن**:349]

[20] **بغوی لکھتے ہیں:** كرسيه ملكه وسلطانه والعرب تسمي الملك القديم: كرسيا [**معالم التنزیل** 1:349] **امام بیہقی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:** وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ قال: علمه [**الاسماء والصفات** 1:308، **روایت**:233]

کرسی کے بارے میں متعدد اقوال کا خلاصہ:

1. **علم** [**عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ**] **عبد اللہ بن احمد بن حنبل، کتاب السنۃ** 2:500، 507، روایت:1156، 1184، **طبری، جامع البیان** 5:397، روایت:5787
2. **کرسی اور عرش ایک ہی چیز ہیں** [**حسن بصریؒ**] **طبری، جامع البیان** 5:399، روایت:5795
3. **قدرت، سلطان، بادشاہی** **بغوی، معالم التنزیل** 1:349، **قرطبی، الجامع لاحکام القرآن** 3:277
4. **فلک ثامن یا فلک الثوابت** [**علم ہیئت کے متکلمین**] **ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم** 1:520
5. **موضع القدمین** [**عبد اللہ بن عباس اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما**] **عبد اللہ بن احمد بن حنبل، کتاب السنۃ** 1:301، روایت:586، **طبری، جامع البیان** 5:398 روایت:5789-5792، **تفسیر ابن ابی حاتم** 2:491، روایت:2601 **مذکورہ اقوال میں سے آخری قول کو جمہور علماء نے ترجیح دی ہے۔**

ابن ابی العز حنفی لکھتے ہیں: وأما الكرسي فقال تعالى: وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ .وقد قيل: هو العرش، والصحيح أنه غيره، نقل ذلك عن ابن عباس رضي الله عنهما وغيره. روى ابن أبي شيبة في كتاب صفة العرش والحاكم في مستدركه وقال: إنه على شرط الشيخين ولم يخرجاه، عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، في قوله تعالى: وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ أنه قال: **الكرسي موضع القدمين**، والعرش لا يقدر قدره إلا الله تعالى. وقد روي مرفوعا، والصواب أنه موقوف على ابن عباس ... وقيل: كرسيه: علمه، وينسب إلى ابن عباس والمحفوظ عنه ما رواه ابن أبي شيبة، كما تقدم. ومن قال غير ذلك فليس له دليل إلا مجرد الظن. والظاهر أنه من جراب الكلام المذموم، كما قيل في العرش. وإنما هو كما قال غير واحد من السلف: بين يدي العرش كالمرقاة إليه [**شرح العقیدۃ الطحاویہ** 279-280]

[21] **يَـُٔودُهُۥ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** أصله من الأَوْدِ، آدَ يَؤُوْدُ أَوْدًا و إِيَادًا: إذا أَثْقَلَهُ [**المفردات فی غریب القرآن**:97، مادة : ايد]

[22] **ابن قیم لکھتے ہیں:**

وله الْعُلُوُّ مِنَ الوجوه جميعِها	ذاتاً وقهرًا مَعْ عُلُوِّ الشَّانِ
وهو العَليُّ فكل أنواع الْعُلُـ	ـوِّ له فثابِتَةٌ بلا نُكْرَانِ
وهو العظيمُ بكلِّ معنىً يُوْجِبُ التَّـ	ـعظيمَ لا يُحْصِيْهِ مِنْ إنسانِ

[**قصیدہ نونیہ** 2:311،، **بیت**:1127، ج:3، ص:705، **بیت**:3233-3234]

ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡعَظِيمُ قوام السنہ، ابو القاسم اصبہانی [وفات:535ھ] **لکھتے ہیں:** وقد أجمع المسلمون أن الله هو العلي الأعلى، ونطق بذلك القرآن في قوله: سَبِّحِ ٱسۡمَ رَبِّكَ ٱلۡأَعۡلَى . وزعموا: أن ذلك بمعنى علو الغلبة لا علو الذات. وعند المسلمين أن لله عز وجل علو الغلبة. والعلو من سائر وجوه العلو لأن العلو صفة مدح، فثبت أن لله تعالى علو الذات،

وعلو الصفات، وعلو القهر والغلبة [الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة117:2] **اور ٱلۡعَظِيمُ کے بارے میں لکھتے ہیں:** ومن أسمائه تعالى الْعَظِيمُ: الْعَظَمَةُ صفة من صفات الله لا يَقُومُ لها خَلْقٌ وَاللَّهُ تَعَالَى خَلَقَ بَيْنَ الْخَلْقِ عَظَمَةً يُعَظِّمُ بِهَا بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فمِنَ الناس مَن يُعَظَّمُ لمالٍ ومنهم من يعظم لفضل، ومنهم من يعظم لعلم، ومنهم من يعظم لسلطان، ومنهم من يعظم لجاه وكل واحد من الخلق إنما يُعَظَّمُ لِمَعْنًى دُونَ مَعْنًى، وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يُعَظَّمُ فِي الأحوال كلها ، فَيَنْبَغِي لِمَنْ عَرَفَ حَقَّ عَظَمَةِ اللَّهِ أن لا يتكلم بكلمةٍ يَكْرَهُهَا اللَّهُ وَلا يرتكبَ مَعْصِيَةً لَا يرضاها اللَّهُ، إذ هو القائمُ على كل نفسٍ بما كسبت [الحجة في بيان المحجة 141:1-142]

23 **ابوعبید قاسم بن سلام** [وفات:224ھ] **روایت کرتے ہیں:** حدثنا عبد الرحمن بن مهدي، عن شريك، عن أبي هلال الطائي، عن وسق الرومي، قال: كنت مملوكا لعمر بن الخطاب رضي الله عنه وكان يقول لي: «أسلم فإنك إن أسلمت استعنت بك على أمانة المسلمين، فإنه لا ينبغي لي أن أستعين على أمانتهم من ليس منهم»، قال: فأبيت، فقال: لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ قال: فلما حضرته الوفاة أعتقني، وقال: اذهب حيث شئت [**کتاب الاموال:43،حدیث:87**]

24 **ابن جزیؒ لکھتے ہیں:** لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ المعنى: أن دين الإسلام في غاية الوضوح وظهور البراهين على صحته، بحيث لا يحتاج أن يكره أحد على الدخول فيه بل يدخل فيه كل ذي عقل سليم من تلقاء نفسه، دون إكراه ويدل على ذلك قوله: قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشۡدُ مِنَ ٱلۡغَيِّ أي قد تبين **أن الإسلام رشد** وأن الكفر غي، فلا يفتقر بعد بيانه إلى إكراه [التسهيل لعلوم التنزيل 132:1]

25 **ابویحیی زکریاالانصاری** [وفات:926ھ] **لکھتے ہیں:** فإن قلت: كيف يخرج الكفار من النور، مع أنهم لم يكونوا في نور؟ قلت: لمقابلة ما ذكر قبله في المؤمنين، ولأن الكفار هنا هم اليهود وقد كانوا مؤمنين بمحمد صلى الله عليه وسلم لما يجدونه من نعته في كتبهم، فلما بعث كفروا به [**فتح الرحمن بکشف مایلتبس فی القرآن:64**]

26 **تینوں مثالوں میں دلیل پیش کی گئی ہے، لیکن دلیل پیش کرنے کے بعد اصحاب الغی ضد اور تعصب پر اتر آتے ہیں اور اصحاب الرشد کا ایقان مزید بڑھ جاتا ہے۔**

27 **لف نشر:** اللف والنشر: هو أن تلف شيئين ثم تأتي بتفسيرهما جملة؛ ثقة بأن السامع يرد إلى كل واحد منهما ما له، كقوله تعالى: وَمِن رَّحۡمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسۡكُنُواْ فِيهِ وَلِتَبۡتَغُواْ مِن فَضۡلِهِۦ [**سورۃ القصص**73:28] [**جرجانی، کتاب التعریفات:193**]

28 **ابن جریر طبری لکھتے ہیں:** عن قتادة في قوله: قَالَ أَنَا۠ أُحۡيِۦ وَأُمِيتُ وذُكِرَ لنا أنه دعا برجلين، فقتل أحدهما، واستحيا الآخر، فقال: أنا أحيي هذا، أنا أستحيي من شئت وأقتل من شئت [**جامع البیان**433:5] **ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ اس نے چار لوگوں کو پکڑا، دو کو کھلایا پلایا اور دو بھوک کی وجہ سے مر گئے** [**تفسیر ابن ابی حاتم**499:2]

29 **عبدالرزاق** [وفات:211ھ] **کلبی اور قتادہ دونوں سے روایت کرتے ہیں:** قالا: هو جبار اسمه نمرود وهو أول من تجبر في الأرض [**تفسیر عبدالرزاق**364:1،**روایت:326**]

ابن جریر طبری لکھتے ہیں: قيل: إن الذي حاج إبراهيم في ربه جبار كان ببابل يقال له: نمرود بن كنعان بن كوش بن سام بن نوح وقيل: إنه نمرود بن فالخ بن عابر بن شالخ بن أرفخشذ بن سام بن نوح [**جامع البیان**430:5] **اور مجاہد سے روایت کرتے ہیں:** مَلَكَ الأرض مشرقَها ومغربَها أربعةُ نفرٍ مؤمنان وكافران، فالمؤمنان: سليمان بن داود، وذو القرنين، والكافران: بختنصر ونمرود بن كنعان، لم يملكها غيرهم [**جامع البیان**433:5]

30 **سیوطی لکھتے ہیں:** ألإنتقال: هو أن ينتقل المستدل إلى استدلال غير الذي كان آخذا فيه لكون الخصم لم يفهم وجه الدلالة من الأول كما جاء في مناظرة الخليل الجبار لما قال له: رَبِّيَ ٱلَّذِي يُحۡيِۦ وَيُمِيتُ فقال الجبار أَنَا۠ أُحۡيِۦ وَأُمِيتُ ثم دعا بمن وجب عليه القتل فأعتقه ومن لا يجب عليه فقتله فعلم الخليل أنه لم يفهم معنى الإحياء والإماتة أو علم ذلك وغالط بهذا الفعل فانتقل عليه السلام إلى استدلال لا يجد الجبار له وجها يتخلص به منه فقال: فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأۡتِي بِٱلشَّمۡسِ مِنَ ٱلۡمَشۡرِقِ فَأۡتِ بِهَا مِنَ ٱلۡمَغۡرِبِ فانقطع الجبار وبهت ولم يمكنه أن يقول أنا الآتي بها من المشرق لأن من هو أسن منه يكذبه [**الاتقان فی علوم القرآن، النوع الثامن والستون**،65:4-66]

31 **محمد بن ابی بکر حنفی، رازی** [وفات:666ھ] **لکھتے ہیں:** فإن قيل: كيف انتقل إبراهيم عليه الصلاة والسلام إلى حجة أخرى ... قلنا: إما لأنه رأى خصمه قاصر الفهم عن ادراك معنى الإحياء والإماتة الخ [**مسائل رازی:28**]

32 فَبُهِتَ ٱلَّذِي كَفَرَ أي: دهش وتحيّر [**المفردات فی غریب القرآن:148**، مادة: بهت]

33 **کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مشرق سے میں ہی طلوع کرتا ہوں، اور تو اپنے رب سے کہہ دے کہ وہ اسے مغرب سے طلوع کرے۔ اس کا جواب محمد بن ابی بکر حنفی، رازی نے دیا ہے:** ولأنه وأتباعه كانوا عالمين أن طلوعها من المشرق سابق على وجوده فلو ادعاه لكذبوه [**مسائل رازی:29**]

34 **ابن جریر طبری لکھتے ہیں:** لا يهديهم في الحجة عند الخصومة، لما هم عليه من الضلالة [**جامع البیان**438:5]

[35] ابواسحاق ثعلبی [وفات:427ھ] لکھتے ہیں: عَلَىٰ عُرُوشِهَا سقوفها وأبنيتها واحدها عرش ...ومعنى الآية: إنّ السقوف سقطت ثم وقعت الحيطان عليها.وقيل: عَلَىٰ بمعنى مَعَ أي خاوية مع عروشها [الکشف والبیان عن تفسیر القرآن2:242]

[36] أَنَّىٰ يُحْيِۦ هَٰذِهِ ٱللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا وهو نبي والنبي لا يخفى عليه قدرة الله تعالى على إحياء قرية خربة وإعادة أهلها إليها؟ قلنا: ما قاله منكرا مستبعدا لعظيم قدرة الله، بل متعجبا من عظيم قدرته تعالى. أو طالبا لرؤية كيفية الاعادة، لأن أَنَّىٰ بمعنى كيف أيضا [مسائل رازی:29]

[37] شیخ یوسف چشتی شیخ محمود چراغ دہلوی کے خلیفہ اور مرید تھے۔ظاہری علوم،فقہ،حدیث،تفسیر میں بڑے ماہر تھے۔مشہور کتاب تحفۃ النصائح کے مؤلف جس میں فقہ کے مسائل منظوم انداز میں پیش کئے ہیں۔یہ کتاب 46 ابواب پر مشتمل ہے۔774ھ میں وفات پائی [مفتی غلام سرور لاہوری [وفات:1307ھ] ،خزینۃ الاصفیاء(اردو)،2:242]

عبدالحی حسنی [وفات:1341ھ] لکھتے ہیں: الشيخ يوسف الجشتي : الشيخ الصالح الفقيه يوسف الجشتي أحد العلماء المبرزين في الفقه والأصول، أخذ الطريقة عن الشيخ نصير الدين محمود الأودي، وله تحفة النصائح منظومة في الفقه، مات في سنة أربع وسبعين وسبعمائة [نزہۃ الخواطر2:218]

[38] سلطان الاولیاء سے مراد شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی ہیں جن کا اسم گرامی محمد بن احمد دانیال بن علی بخاری [634-725ھ] ہے۔آپ شیخ فرید الدین گنج شکر کے مرید خاص تھے۔جبکہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔[خزینۃ الاصفیاء(اردو)،2:175-193]

[39] در گور باشد زندگی چوں زندگی امروز ما   کنجشک نشیند بر قبر مردہ بداند مادہ نر

[تحفۃ النصائح،باب سوم در عقائد گور و پرسش در قبر،صفحہ:7]

[40] دین محمد وفائی[1894-1950] لکھتے ہیں:ابوالحسن سندھی،داہری،نقشبندی،سندھ کے علاقے نواب شاہ کے نواحی گاؤں سانونی میں 1116ھ=1704م کو پیدا ہوئے۔شاعر،محدث اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔مشہور کتاب "ينابيع الحياة الأبدية في طريق طلاب النقشبندية"(فارسی) آپ کی تصنیف ہے۔درسی کتب سے فراغت کے بعد شیخ عبدالرسول صدیقی نقشبندی کے ہاتھ پر بیعت کی۔1181ھ=1767م کو وفات پائی۔[تذکرۂ مشاہیر سندھ:124]

[41] ابوعبیدہ [وفات:209ھ] لکھتے ہیں: لم تأت عليه السنون فيتغير [مجاز القرآن1:80]

ابن فارس [وفات:395ھ] لکھتے ہیں: [سنه] السين والنون والهاء أصل واحد يدل على زمان. فالسنة معروفة، وقد سقطت منها هاء. ألا ترى أنك تقول سنيهة. ويقال سنهت النخلة، إذا أتت عليها الأعوام. وقوله جل ذكره: فَٱنظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ، أي لم يصر كالشيء الذي تأتي عليه السنون فتغيره [مقاییس اللغۃ3:103]

[42] وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قال ابن عباس: ما في القرآن آيةٌ أرجى عندي منها [جامع البیان5:489]

[43] ابن قیم لکھتے ہیں: فالمراتب ثلاث : **علم يقين** يحصل عن الخبر، ثم تتجلى حقيقة المخبر عنه للقلب أو البصر، حتى يصير العلم به **عين يقين**، ثم يباشره ويلابسه فيصير **حق يقين** [مدارج السالکین،فصل منزلۃ الفرار،1:469] دوسرے مقام میں لکھتے ہیں: [باب التحقيق] قال الله تعالى أَوَلَمْ تُؤْمِن قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي التحقيق: تلخيص مصحوبك من الحق، ثم بالحق، ثم في الحق، وهذه أسماء درجاته الثلاث [مدارج السالکین،فصل التحقیق،3:359]

[44] شرح النووی علی صحیح مسلم2:183،فتح الباری شرح صحیح البخاری6:412

[45] فطلب إبراهيم أن يكون اليقين عيانا، والمعلوم مشاهدا، وهذا هو المعنى الذي عبر عنه النبي ﷺ بالشك في قوله: «نحن أحق بالشك من إبراهيم» حيث قال رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ ٱلْمَوْتَىٰ وهو ﷺ لم يشك ولا إبراهيم، حاشاهما من ذلك، وإنما عبر عن هذا المعنى بهذه العبارة. هذا أحد الأقوال في الحديث. وفيه قول ثان: أنه على وجه النفي، أي لم يشك إبراهيم حيث قال ما قال، ولم نشك نحن، وهذا القول صحيح أيضا أي لو كان ما طلبه للشك لكنا نحن أحق به منه، لكن لم يطلب ما طلب شكا، وإنما طلب ما طلبه طمأنينة [مدارج السالکین،فصل منزلۃ الفرار،1:469]

وجه تعلقه بإشارة الآية: أن إبراهيم صلى الله عليه وسلم طلب الانتقال من الإيمان بالعلم بإحياء الله الموتى إلى رؤية تحقيقه عيانا، فطلب بعد حصول العلم الذهني تحقيق الوجود الخارجي، فإن ذلك أبلغ في طمأنينة القلب [مدارج السالکین،فصل التحقیق،3:359]

جبکہ علامہ ابن قیم سے پہلے یہ توجیہات ابن قتیبہ [وفات:276ھ] نے تاویل مختلف الحدیث:159-160،ابن بطال [وفات:449ھ] نے شرح صحیح البخاری9:525 میں کی ہیں۔اور امام نووی کے نزدیک اس کی زیادہ صحیح اور خوبصورت توجیہ امام شافعی کے شاگرد امام ابوابراہیم مزنی [وفات:264ھ] نے کی ہے: أحسنها وأصحها ما قاله الإمام أبو إبراهيم المزني

صاحب الشافعي وجماعات من العلماء معناه أن الشك مستحيل في حق إبراهيم فإن الشك في إحياء الموتى لو كان متطرقا إلى الأنبياء لكنت أنا أحق به من إبراهيم وقد علمتم أني لم أشك فاعلموا أن إبراهيم عليه السلام لم يشك [*شرح النووی علی مسلم*2:183]

46 ***یحیی بن زیاد فراء*** [وفات:207ھ] **لکھتے ہیں:** ضم الصاد العامة. وكان أصحاب عَبْد اللَّه يكسرون الصاد. وهما لغتان. فأما الضم فكثير، وأما الكسر ففي هذيل وسليم ... ويفسر معناه: قطعهن، ويقال: وجههن. ولم نجد قطعهن معروفة من هذين الوجهين [*معانی القرآن*1:174]

ابو عبیدہ معمر بن مثنی [وفات:209ھ] **لکھتے ہیں:** فمن جعل من صُرْتَ تَصُوْرُ، ضم، قال: فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ضمهن إليك، ثم اقطعهن. فمن جعل من صِرْتُ قَطَّعْتُ وفَرَّقْتُ ... فَصِرْهُنَّ إليك أي قطعهن ثم ضَعْ على كل جبل منهن جزءا [*مجاز القرآن*1:80]

ابن جریر طبری لکھتے ہیں: اختلفت القراء في قراءة ذلك، **فقرأته عامة قرأة أهل المدينة والحجاز والبصرة:** فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ بضم الصاد من قول القائل: صُرْتُ إلى هذا الأمر إذا مِلْتُ إليه ... إني إليكم لأصور أي: مشتاق مائل ... **وقرأ ذلك جماعة من أهل الكوفة:** فَصِرْهُنَّ إليك بالكسر بمعنى قطعهن [*جامع البیان*5:495-497]

ابو البقاء العکبری [وفات:616ھ] **لکھتے ہیں:** يقرأ بضم الصاد وتخفيف الراء، وبكسر الصاد وتخفيف الراء، ولهما معنيان: أحدهما: أملهن، يقال صاره يصوره ويصيره إذا أماله فعلى هذا تتعلق إلى بالفعل وفي الكلام محذوف، تقديره: **أملهن إليك ثم قطعهن**. والمعنى الثاني: أن يصوره ويصيره بمعنى يقطعه، فعلى هذا في الكلام محذوف يتعلق به «إلى» أي **فقطعهن بعد أن تميلهن إليك** [*التبیان فی اعراب القرآن*1:212]

47 ***ابن جوزی لکھتے ہیں:*** قال أبو سليمان الدمشقي: والآية مردودة على قوله تعالى: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم [سورۃ البقرۃ:254] [*زاد المسیر*1:238]

ابن قیم لکھتے ہیں: وتأمل ختم هذه السورة التى هى سنام القرآن بأحكام الأموال وأقسام الأغنياء وأحوالهم، وكيف قسمهم إلى ثلاثة أقسام:

1. القسم الأول: محسن وهم المتصدقون [**آیت**:261-274]
2. القسم الثاني: الظالمون وهم ضد هؤلاءِ الذين يذبحون المحتاج المضطر، فإذا دعته الحاجة إليهم لم ينفسوا كربته إلا بزيادة على ما يبذلونه له وهم أهل الربا .
3. القسم الثالث : العادل فى آية التداين ... وهو آخذ رأْس ماله من غريمه لا بزيادة ولا نقصان فقال تعالى: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيۡنٍ

[*طریق الھجرتین وباب السعادتین*:375-379]

48 ***ابن قتیبہ لکھتے ہیں:*** المثل: بمعنى الشبه، يقال: هذا مثل الشيء ومثله، كما يقال: شبه الشيء وشبهه، قال الله تعالى: مثل الذين اتخذوا من دون الله أولياء كمثل العنكبوت اتخذت بيتا [العنكبوت: 41] أي شبه الذين كفروا شبه العنكبوت ... والمثل: العبرة، كقوله تعالى: فجعلناهم سلفا ومثلاً للآخرين [الزخرف:56] أي: عبرة لمن بعدهم ... والمثل: الصورة والصفة، كقوله: مثل الجنة التي وعد المتقون فيها أنهار [محمد:15] أي صفة الجنة [*تاویل مشکل القرآن*269-270]

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: مثل و شبه : وقد يعبر بهما عن **وصف الشيء** . نحو قوله: مثل الجنة التي وعد المتقون [*المفردات فی غریب القرآن*:759، مادة: مثل]

سیوطی لکھتے ہیں: مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمۡوَٰلَهُمۡ أى صفة نفقات [**تفسیر جلالین**:44] ***ابو البقاء لکھتے ہیں:*** في الكلام حذف مضاف تقديره: مَّثَلُ إنفاق ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ ، أو مَّثَلُ نفقة ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ ، و مَّثَلُ مبتدأ و كَمَثَلِ حَبَّةٍ خبره وإنما قدر المحذوف لأن ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ لا يُشَبَّهُوْنَ بالحبة بل إنفاقهم أو نفقتهم [*التبیان فی اعراب القرآن*1:213]

49 ***ابن قیم لکھتے ہیں:*** وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ بحسب حال المنفق وإيمانه وإخلاصه وإحسانه ونَفْعِ نَفَقَتِهِ وقَدْرِها ووُقُوعِهَا مَوْقِعَهَا [**الامثال فی القرآن الکریم**:50]

50 **آیت میں صحیح انفاق کے لئے چار شرائط ذکر کی گئی ہیں: دو ثبوتی اور دو عدمی:**

1. أَمۡوَٰلَهُمۡ — **اپنا مال لگایا جائے، پرایا نہیں۔**
2. فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ — **اللہ کی رضا کے لئے لگایا جائے۔**
3. لَا يُتۡبِعُونَ مَآ أَنفَقُواْ مَنّٗا — **احسان جتانا نہ ہو۔**
4. وَلَآ أَذٗى — **برا بھلا کہنے کے ساتھ نہ ہو۔**

51 عن أنس أنه كان مع رسول الله ﷺ جالسا ورجل يصلي ثم دعا: اللهم إني أسألك بأن لك الحمد **لا إله إلا أنت المنان** بديع السموات والأرض يا ذا الجلال والإكرام يا حي يا قيوم فقال النبي ﷺ: «لقد دعا الله باسمه العظيم، الذي إذا دعي به أجاب، وإذا سئل به أعطى»[***سنن ابی داوٗد، باب الدعاء، حدیث***:1495]

– عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال: «ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة، ولا ينظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم» قال: فقرأها رسول الله ﷺ ثلاث مرارا، قال أبو ذر: خابوا وخسروا، من هم يا رسول الله؟ قال: «المسبل، **والمنان**، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب»[**صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم الاسبال والمن بالعطیۃ، حدیث:106**]

اور اگلی روایت میں المنان **کی تعریف خود اللہ کے رسول ﷺ نے کی ہے:** المنان الذي لا يعطي شيئا إلا مَنَّهُ «**منان وہ ہے جو کوئی بھی چیز بغیر احسان جتائے نہیں دیتا**» **نفس مصدر**

52 **ابن جریر طبری نے** وَمَغۡفِرَةٌ **کا ایک معنی اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کا کیا ہے۔** قَوۡلٌ مَّعۡرُوفٌ قول جميل ودعاء الرجل لأخيه المسلم. وَمَغۡفِرَةٌ يعني: وستر منه عليه لما علم من خلته وسوء حالته خير عند الله من صدقة [**جامع البیان520:5**]

53 **اس توجیہ پر آیت کا یہ عنوان مناسب ہے** "مكارم الأخلاق عند عدم الإنفاق "۔

54 **ابو الطیب المتنبی** [303-354ھ] **دیوان المتنبی:116، تفسیر روح المعانی150:1**

55 وَٱللَّهُ غَنِيٌّ عما يتصدقون به حَلِيمٌ حين لا يعجل بالعقوبة على من يمن بصدقته منكم [**جامع البیان521:5**]

56 **امام بخاری سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ذکر کرتے ہیں:** الصفوان: الحجر، ويقال: الحجارةُ الْمُلْسُ التي لا تُنْبِتُ شيئا، والواحدة صَفْوَانَةٌ بمعنى الصَّفَا [**صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ23:6**]

ابو البقاء لکھتے ہیں: صَفۡوَانٍ والجيد أن يقال هو جنس جمع ولذلك عاد الضمير إليه بلفظ الإفراد في قوله عَلَيۡهِ تُرَابٌ [**التبیان فی اعراب القرآن215:1**]

57 **امام بخاری لکھتے ہیں:** وقال ابن عباس رضي الله عنهما: « صَلۡدٗا ليس عليه شيءٌ» وقال عكرمة: **وَابِلٌ** مطرٌ شديدٌ [**صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الریاء فی الصدقۃ،108:2**]

الوَبْلُ والوَابِلُ: المطر الثقيل الْقِطَارُ [**المفردات فی غریب القرآن:852**، مادة: وبل] **امام آلوسی سورۃ التغابن:5 کے تحت لکھتے ہیں:** فذاقوا وبال أمرهم أي ضرر كفرهم في الدنيا من غير مهلة، وأصل الوبال الثقل والشدة المترتبة على أمر من الأمور، ومنه الوبيل لطعام يثقل على المعدة، والوابل للمطر الثقيل القطار [**روح المعانی315:14**]

58 **معالم التنزیل326:1**

59 **آیت میں ذکر کردہ مثال سے صحیح انفاق کرنے والوں کے لئے یہ بشارت ہے کہ اگر وہ رضائے الٰہی کے لئے مال لگاتے ہیں تو خواہ ان کا نفقہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اجر بہر صورت یقینی ہے۔ ابن قیم لکھتے ہیں:** فمن الناس من يكون إنفاقه وابلا ومنهم من يكون إنفاقه طلا والله لا يضيع مثقال ذرة [**الامثال فی القرآن الکریم:51**]

60 **امام بخاری لکھتے ہیں:** والطل : النَّدَى [**صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الریاء فی الصدقۃ،108:2**] **ابن جریر لکھتے ہیں:** الطل هو الندى واللين من المطر [**جامع البیان539:5**]

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: **وَابِلٌ** وهو: أشد المطر... طل وهو: أضعف المطر [**تاویل مشکل القرآن:196**]

61 **امام قرطبی لکھتے ہیں:** قال المبرد وغيره: تقديره فطل يكفيها. وقال الزجاج: فالذي يصيبها طل [**الجامع لاحکام القرآن317:3**]

ابو البقاء لکھتے ہیں: فَطَلٌّ خبر مبتدأ محذوف تقديره: فالذي يصيبها طل ... ويجوز أن يكون فاعلا تقديره: فيصيبها طل [**التبیان فی اعراب القرآن217:1**]

62 **امام بخاری روایت کرتے ہیں:** قال عمر رضي الله عنه، يوما لأصحاب النبي ﷺ: فيم ترون هذه الآية نزلت: أَيَوَدُّ أَحَدُكُمۡ أَن تَكُونَ لَهُۥ جَنَّةٌ ؟ قالوا: الله أعلم، فغضب عمر فقال: «قولوا نعلم أو لا نعلم»، فقال ابن عباس: في نفسي منها شيء يا أمير المؤمنين، قال عمر: «يا ابن أخي قل ولا تحقر نفسك»، قال ابن عباس: ضربت مثلاً لعمل، قال عمر: «أي عمل؟» قال ابن عباس: لعمل، قال عمر: «لرجل غني يعمل بطاعة الله عز وجل، ثم بعث الله له الشيطان، فعمل بالمعاصي حتى أغرق أعماله» [**صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ:**أَيَوَدُّ أَحَدُكُمۡ أَن تَكُونَ لَهُۥ جَنَّةٌ **حدیث:4538**]

ابن قیم لکھتے ہیں: قال ابن عباس:هذا مثلُ الذي يُخْتَمُ له بالفساد في آخر عمره ... وقال الحسن : هذا مثلٌ قَلَّ والله أعلم مَنْ يَعْقِلُهُ من الناس شيخٌ ضَعُفَ جسمُهُ وَكَثُرَ صبيانُه أفقرُ ما كان إلى جَنَّتِهِ وإن أحدكم والله أفقرُ ما يكون إلى عمله إذا انقطعتْ عنه الدنيا [**الامثال فی القرآن الکریم:52**]

63 "قال عبد الله: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «أيكم مال وارثه أحب إليه من ماله؟» قالوا: يا رسول الله، ما منا أحد إلا ماله أحب إليه، قال: «فإن ماله ما قدم، ومال وارثه ما أخر»"[**صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ماقدم من مالہ فھو لہ، حدیث:6442**]

64 **امام بخاری مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:** « ما أكل أحد طعاما قط خيرا من أن يأكل من عمل يده وإن نبي الله داود عليه السلام كان يأكل من عمل يده » [**صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، حدیث:2072**]

65 عن قتادة في قوله تعالى: وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلۡخَبِيثَ مِنۡهُ تُنفِقُونَ قال: لا تَعْمِدْ إلى رَزَالَةِ مَالِكَ فَتَتَصَدَّقُ منه [**تفسیر عبد الرزاق371:1، روایت:345**]

66 عن البراء: وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلۡخَبِيثَ مِنۡهُ تُنفِقُونَ قال: نزلت فينا معشر الأنصار، كنا أصحاب نخل فكان الرجل يأتي من نخله على قدر كثرته وقلته، وكان الرجل يأتي بالقنو والقنوين فيعلقه في المسجد، وكان أهل الصفة ليس لهم طعام، فكان أحدهم إذا جاع أتى القنو فضربه بعصاه فيسقط من البسر والتمر فيأكل، وكان ناس ممن لا يرغب في الخير يأتي الرجل بالقنو فيه الشيص والحشف وبالقنو قد انكسر فيعلقه، فأنزل الله تبارك تعالى: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّآ أَخۡرَجۡنَا لَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِۖ وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلۡخَبِيثَ مِنۡهُ تُنفِقُونَ وَلَسۡتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغۡمِضُواْ فِيهِ قالوا: لو أن أحدكم أهدي إليه مثل ما أعطى، لم يأخذه إلا على إغماض أو حياء. قال: فكنا بعد ذلك يأتي أحدنا بصالح ما عنده [**جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن، ومن سورۃ البقرۃ، حدیث:2987**] وقال : هذا حديث حسن غريب صحيح

67 **ربط: امام رازی لکھتے ہیں:** اعلم أنه تعالى لما رغب الإنسان في إنفاق أجود ما يملكه حَذَّره بعد ذلك من وسوسة الشيطان [**التفسیر الکبیر7:55**]

68 **محمد بن ابی بکر رازی لکھتے ہیں:** و ع د: [الوعد] يستعمل في الخير والشر، يقال: وعد يعد بالكسر وَعْدًا . قال الفراء: يقال: وَعَدْتُهُ خيرًا ووعدتُه شرًا فإذا أسقطوا الخير والشر قالوا في الخير: الوعدُ و العِدَةُ وفي الشر الإيعادُ و الوَعيدُ فإن أدخلوا الباء في الشر جاءوا بالألف، فقالوا: أوعده بالسجن ونحوه [**مختار الصحاح:342**]

69 **ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:** إن الفحشاء تقع على وجوه: والمراد بها في هذا الموضع البخل. والعرب تُسَمِّي البخيلَ فاحشًا والبُخْلَ فُحْشًا وفَحْشَاءَ [**احکام القرآن 1:557**]

واحدی [وفات:468ھ] **لکھتے ہیں:** والفحشاء: البخل ومنع الزكاة في هذه الآية وروي...الكلبي: أن كل فحشاء في القرآن فهو الزنى إلا في هذه الآية [**التفسیر البسیط 4:429**]

70 **ابو اسماعیل الهروی** [وفات:481ھ] **لکھتے ہیں:** الحكمة اسم لأحكام وضع الشيء في موضعه [**منازل السائرین، باب الحکمۃ:78**] **ابن قیم لکھتے ہیں**:الحكمة : فعل ما ينبغي، على الوجه الذي ينبغي، في الوقت الذي ينبغي [**مدارج السالکین 2:449**] **ابن قتیبہ لکھتے ہیں**:الحكمة: العلم والعمل . لا يسمى الرجل حكيما حتى يجمعهما [**غریب القرآن:32**]

71 **ربط: امام بخاری سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:** لا حسد إلا في اثنتين: رجل آتاه الله مالا فسلط على هلكته في الحق، ورجل آتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويعلمها [**صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، حدیث:73**]

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: إن قيل: كيف قال: ٱلشَّيۡطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلۡفَقۡرَ ثم قال يُؤۡتِي ٱلۡحِكۡمَةَ مَن يَشَآءُ ثم رجع إلى ذكر النفقة، وذلك كلمات متباينة في النظم متفاوتة في السرد؟ قيل: بل ذلك في نهاية حسن النظم، فإنه تعالى لما بين فضل الإنفاق في سبيله وحث عليه حذرنا من الجنوح إلي الشيطان وإلى شرور النفس، وحثنا على الاعتماد على الحق بقوله: ٱلشَّيۡطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلۡفَقۡرَ وَيَأۡمُرُكُم بِٱلۡفَحۡشَآءِ الآية، ثم بين بقوله: يُؤۡتِي ٱلۡحِكۡمَةَ مَن يَشَآءُ أن ذلك أمر يعرفه المتخصص بالحكمة التي يؤثر الله بها من يشاء [**تفسیر الراغب 1:568**]

امام بقاعی لکھتے ہیں: فكان أعلى الحكمة الجود بالموجود فبذلك – والله أعلم – اتصل ذكر آية الحكمة بالإنفاق نظماً وبآية الكرسي مناظرة [**نظم الدرر 4:97**]

72 **امام بخاری سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:** «من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين الخ »[**صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرا، حدیث:71**] **امام شافعی لکھتے ہیں: ولم نجد عنه حديثين مختلفين إلا ولهما مخرج** أو على أحدهما دلالة بأحد ما وصفت إما بموافقة كتاب أو غيره من سننه أو بعض الدلائل [**الرسالۃ:216**]

73 **ابن قیم لکھتے ہیں:** الحكمة في كتاب الله نوعان: مفردة. ومقترنة بالكتاب. فالمفردة: فسرت بالنبوة، وفسرت بعلم القرآن. قال ابن عباس رضي الله عنهما: هي علم القرآن: ناسخه ومنسوخه، ومحكمه ومتشابهه. ومقدمه ومؤخره. وحلاله وحرامه. وأمثاله.وقال الضحاك: هي القرآن والفهم فيه. وقال مجاهد: هي القرآن والعلم والفقه. وفي رواية أخرى عنه : هي الإصابة في القول والفعل. وأما الحكمة المقرونة بالكتاب: فهي السنة. وكذلك قال الشافعي وغيره من الأئمة [**مدارج السالکین 2:448**]

حکمت کے مذکورہ معانی طبری نے جامع البیان 5:576–579، میں ذکر کئے ہیں۔

74 **میبذی کا موضوع فلسفہ اور طبیعیات ہے جس کے مصنف حسین بن معین الدین ہیں جو قاضی میر کے نام سے مشہور اور جلال الدین دوانی کے شاگرد ہیں۔ "میبذ" بستی کا نام ہے جو "یزد" شہر کے قریب ہے۔ کئی عربی اور فارسی کتب کے مصنف ہیں۔ 910ھ=1504ء کو ہرات میں وفات پائی** [الاعلام2:260]

75 **ابن جریر لکھتے ہیں:** فإن قال لنا قائل: فكيف قال: فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُهُۥ ولم يقل: يعلمهما، وقد ذكر النذر والنفقة. قيل: إنما قال: فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُهُۥ لأنه أراد: فإن الله يعلم مَآ أَنفَقۡتُم أَوۡ نَذَرۡتُم ، فلذلك وحد الكناية [**جامع البیان 5:582**]

ابو جعفر نحاس [وفات:338ھ] **لکھتے ہیں:** ويجوز أن يكون التقدير وَمَآ أَنفَقۡتُم مِّن نَّفَقَةٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُهُۥ وتعود الهاء على « مَا » [**اعراب القرآن 1:131**]

76 قال أبو جعفر: وأي نفقة أنفقتم يعني أي صدقة تصدقتم أو أي نذر نذرتم يعني"بالنذر" **ما أوجبه المرء على نفسه تبررا في طاعة الله وتقربا به إليه**: من صدقة أو عمل خير [**جامع البیان 5:580**]

77 نَذَرَ فعل کے عَلَیٰ اور إِلَیٰ کے ساتھ متعدی ہونے کا قول مولانا غلام اللہ خان نے اس آیت کے تحت مولانا حسین علی کے حوالے سے ذکر کیا ہے، جواہر القرآن 131:1۔ مقالہ نگار کے نزدیک اس مقام میں نذر مذکورہ حروف جارہ میں کسی ایک کے ساتھ متعدی ہے نہ ہی نذر کے معنی میں صلہ کے اعتبار سے یہ فرق کہیں پایا گیا۔ واللہ اعلم۔

78 امام نسفی لکھتے ہیں: الذين يمنعون الصدقات [مدارک التنزیل وحقائق التاویل 221:1]

نذر کی لغوی اور اصطلاحی تعریف : امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: النذر: أن توجب على نفسك ما ليس بواجب لحدوث أمر [المفردات فی غریب القرآن:797،مادة:نذر]

ابن حجر لکھتے ہیں: النذر في اللغة "التزامُ خيرٍ أو شرٍ" وفي الشرع "التزام المكلَّفِ شيئًا لم يكنْ عليه مُنَجَّزًا أو مُعَلَّقًا [فتح الباری 572:11]

فقہاء کرام نے نذر کو مختلف اعتبارات سے تقسیم کیا ہے۔ نذر کی تعریف، مشروعیت، حکم، صیغ اور اقسام بالتفصیل مطالعہ کریں الموسوعة الفقهية الكويتية جلد:40، صفحہ:136-223

79 **ربط**: امام رازی لکھتے ہیں: اعلم أنه تعالى بين أولا: أن الإنفاق منه ما يتبعه المن والأذى، ومنه ما لا يكون كذلك، وذكر حُكْمَ كلِّ واحدٍ من القِسْمَيْنِ، ثم ذكر ثانيا: أن الإنفاق قد يكون من جيد ومن رديء، وذكر حكم كل واحد من القسمين، وذكر في هذه الآية أن الإنفاق قد يكون ظاهرا وقد يكون خفيا، وذكر كل واحد من القسمين [التفسير الکبیر 61:7]

80 امام بغوی لکھتے ہیں: أما الزكاة المفروضة فالإظهار فيها أفضل حتى يقتدي به الناس كالصلاة المكتوبة في الجماعة أفضل والنافلة في البيت أفضل [معالم التنزيل 375:1]

81 امام بخاری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے لوگ قیامت کے روز سائے میں ہوں گے، ان میں سے ایک وہ ہیں: ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه [صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین، حدیث:1423]

82 امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: والحسنة والسيئة ضربان: أحدهما بحسب اعتبار العقل والشرع، نحو المذكور في قوله: مَن جَآءَ بِٱلۡحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشۡرُ أَمۡثَالِهَاۖ وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزَىٰٓ إِلَّا مِثۡلَهَا [سورۃ الانعام 160:6] وحسنة وسيئة بحسب اعتبار الطبع، وذلك ما يستخفه الطبع وما يستثقله، نحو قوله: فَإِذَا جَآءَتۡهُمُ ٱلۡحَسَنَةُ قَالُواْ لَنَا هَٰذِهِۦۖ وَإِن تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٞ يَطَّيَّرُواْ بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُۥٓۗ [سورۃ الاعراف 131:7] [المفردات فی غریب القرآن:441-442، مادة: سوأ]

83 ابن قتیبہ سورۃ النساء 4:78-79 کے نیچے لکھتے ہیں: وَإِن تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٞ أي: قحط . مَّآ أَصَابَكَ مِنۡ حَسَنَةٖ أي: من نعمة . وَمَآ أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٖ أي: بلية [غریب القرآن:130]

ابن تیمیہ سورۃ النساء:79 کی آیت بارے لکھتے ہیں: وأما القرآن فالمراد منه هنا بالحسنات والسيئات النعم والمصائب ليس المراد الطاعات والمعاصي [مجموع الفتاوی 111:8]

اور انہوں نے قرآن مجید کے ان دو الفاظ پر مستقل رسالہ لکھا ہے: الحسنة والسيئة جو مجموع الفتاوی کے جلد 14 میں سورۃ النساء کی تفسیر میں موجود ہے۔

84 بغوی لکھتے ہیں: مِّن سَيِّـَٔاتِكُمۡ قيل: من صلة تقديره: نكفر عنكم سيئاتكم وقيل: هو للتحقيق والتبعيض يعني: **نكفر عنكم الصغائر من الذنوب** [معالم التنزيل 376:1]

85 ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں: وظاهر الخطاب في: لَّيۡسَ عَلَيۡكَ أنه لرسول الله ﷺ وفي ذلك **تسلية له** ﷺ ۔ اور ما قبل کے ساتھ **ربط** بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ومناسبة تعلق هذه الجملة بما قبلها أنه لما ذكر تعالى قوله: يُؤۡتِي ٱلۡحِكۡمَةَ مَن يَشَآءُ الآية اقتضى أنه ليس كل أحد آتاه الله الحكمة، فانقسم الناس من مفهوم هذا إلى قسمين: من آتاه الله الحكمة فهو يعمل بها، ومن لم يؤته إياها فهو يَخْبِطُ عَشْوَاءً فِي الضَّلَالِ [البحر المحیط فی التفسیر 694:2]

86 ابن عاشور، التحریر والتنویر 72:3

87 صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، من بنی مسجدا، حدیث:450، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل بناء المساجد والحث علیہا، حدیث:533

88 ابو العباس احمد بن ابراہیم، قرطبی [وفات:656ھ] لکھتے ہیں:

هذه المثلية ليست على ظاهرها ولا من كل الوجوه وإنما يعني أنه **بنى له بثوابه بناء أشرف وأعظم وأرفع** [المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم 130:2]

89 رازی لکھتے ہیں: وَأَنتُمۡ لَا تُظۡلَمُونَ أي لا تنقصون من ثواب أعمالكم شيئا لقوله تعالى : وَلَمۡ تَظۡلِم مِّنۡهُ شَيۡـٔٗا [سورۃ الکہف 33:18] يريد لم تنقص [التفسير الکبیر 67:7]

90 ابن قتیبہ لکھتے ہیں: لم يرد الجهل الذي هو ضد العقل وإنما أراد الجهل الذي هو ضد الخبرة. يقول: يَحۡسَبُهُمُ من لا يخبر أمرهم [غریب القرآن:98]

91 امام قرطبی لکھتے ہیں: **ٱلتَّعَفُّفِ** تَفَعُّلٌ، وهو بناءُ مبالغةٍ من عَفَّ عَنِ الشَّيْءِ إذا أمسكَ عنه وتَنَزَّهَ عن طلبِهِ [الجامع لاحکام القرآن 341:3]

ابن فارس لکھتے ہیں: (عَفَّ) العين والفاء أصلان صحيحان: أحدهما الكفُّ عن القبيح، والآخرُ دالٌّ على قلةِ شيءٍ . فالأول: الْعِفَّةُ: الكف عما لا ينبغي. ورجلٌ عَفٌّ و عَفِيفٌ. وقد عَفَّ يَعِفُّ عِفَّةً و عَفَافَةً و عَفَافًا. والأصل الثاني: الْعُفَّةُ: بَقِيَّةُ اللَّبَنِ فِي الضَّرْعِ. وهي أيضا الْعُفَافَةُ [مقاييس اللغۃ 3:4]

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: وأصله: الاقتصار على تناول الشيء القليل الجاري مجرى العُفَافَةِ ، والعُفَّةُ أي: البَقِيَّةُ من الشيء «**عف دراصل تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنے کے ہیں جو بمنزلہ عفافہ کے ہو۔ عفافۃ اور عفۃ تھن میں بچے کھچے دودھ کو کہتے ہیں**»[**المفردات فی غریب القرآن:573**، مادة: عف]

92 **ابن قیم لکھتے ہیں:** ثم ذكر سبحانه **المصرف الذى توضع فيه الصدقة** فقال تعالى: لِلْفُقَرَآءِ ٱلَّذِينَ أُحْصِرُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فوصفهم بست صفات: إحداها: الفقر، الثانية: حبسهم أنفسهم فى سبيله تعالى وجهاد أعدائه ونصر دينه ... الثالثة: عجزهم عن الأسفار للتكسب ... الرابعة: شدة تعففهم ... الخامسة: أنهم يعرفون بسيماهم، وهى العلامة الدالة على حالتهم التى وصفهم الله بها ... السادسة: تركهم مسألة الناس [**طریق الھجرتین وباب السعادتین:377**] **إِلْحَافًا ابن فارس لکھتے ہیں:** لَحَفَ: اللام والحاء والفاء أصلٌ يدل على **اشتمالٍ وملازمةٍ** . يقال: الْتَحَفَ باللِّحَاف يَلْتَحِفُ. ولَاحَفَهُ: لَازَمَهُ. وأَلْحَفَ السائلُ: أَلَحَّ [**مقاییس اللغۃ5:238**]

93 **ابن قیم لکھتے ہیں:** فذكر **عموم الأوقات، وعموم الأحوال** فأتى بالفاء في الخبر ليدل على أن **الإنفاق في أي وقت وجد من ليل أو نهار وعلى أي حالة وجد من سر وعلانية فإنه سبب الجزاء على كل حال** فليبادر إليه العبد ولا ينتظر به غير وقته وحاله ولا يؤخر نفقة الليل إذا حضر إلى النهار، ولا نفقة النهار إلى الليل، ولا ينتظر بنفقة العلانية وقت السر، ولا بنفقة السر وقت العلانية فإن نفقته في أي وقت وعلى أي حال وجدت سبب لأجره وثوابه [**طریق الھجرتین وباب السعادتین:366**]

94 **شیخ القرآن لکھتے ہیں:** ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ **یہ آیات متعلق ہیں:** ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ **کے ساتھ**[**سمط الدرر:40**]

95 **سود کی لغوی واصطلاحی تعریف آیت:276 کی تفسیر میں مطالعہ کریں۔**

96 **ابو عبید قاسم بن سلام روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی یوں قراءت فرماتے تھے:** عن ابن مسعود أنه كان يقرأ: « ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ **يوم القيامة**»[**فضائل القرآن، باب الروایۃ من الحروف التی خولف بھا الخط فی القرآن:294**] إسناده حسنٌ لغيره .

ابن عطیہ [**وفات:542ھ**] **لکھتے ہیں:** وقال ابن عباس رضي الله عنه ومجاهد وابن جبير والربيع والضحاك والسدي وابن زيد: معنى قوله: لَا يَقُومُونَ **من قبورهم في البعث يوم القيامة**، قال بعضهم: يجعل معه شيطان يخنقه، وقالوا كلهم : يبعث كالمجنون عقوبة له وتمقيتا عند جمع المحشر، ويقوي هذا التأويل المجمع عليه في أن في قراءة عبد الله بن مسعود « لَا يَقُومُونَ يوم القيامة إِلَّا كَمَا يَقُومُ »[**المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز1:372**]

ابن جریر لکھتے ہیں: لَا يَقُومُونَ في الآخرة من قبورهم [**جامع البیان6:8**]

ابن قتیبہ لکھتے ہیں: يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ هذا في يوم القيامة. يريد أنه إذا بعث الناس من قبورهم خرجوا مسرعين، يقول الله سبحانه: يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ ٱلْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ [المعارج: 43] أي يسرعون، إلا أكلة الربا فإنهم يقومون ويسقطون، كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ ويسقط، لأنهم أكلوا الربا في الدنيا فأرباه الله في بطونهم يوم القيامة حتى أثقلهم، فهم ينهضون ويسقطون ويريدون الإسراع فلا يقدرون [**تاویل مشکل القرآن:245**]

97 **ابو البقاء العکبری، التبیان فی اعراب القرآن 1:223**

98 **امام قرطبی لکھتے ہیں:** في هذه الآية دليل على فساد إنكار من أنكر الصرع من جهة الجن وزعم أنه من فعل الطبائع، وأن الشيطان لا يسلك في الإنسان ولا يكون منه مس [**الجامع لاحکام القرآن3:355**]

99 **زمخشری لکھتے ہیں:** وتخبط الشيطان من زعمات العرب، يزعمون أن الشيطان يخبط الإنسان فيصرع [**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل1:320**]

100 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** والمس يقال فيما يكون معه إدراك بحاسة اللمس وكنّي به عن النكاح ... وكنّي بالمسّ عن **الجنون**. قال تعالى: يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ والمسّ يقال في كلّ ما ينالُ الإنسانَ من أذًى «**مس اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ لمس کی حس کے ساتھ ادراک بھی ہو اور بطور کنایۃ جماع اور جنون کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ انسان کو پہنچنی والی ہر تکلیف کے لئے مس بولا جاتا ہے**»[**المفردات فی غریب القرآن:767**، مادة: مسس]

101 **علم بلاغت کی اصطلاح میں اسے** "التشبيه المقلوب" **یا** "التشبيه المعكوس" **کہتے ہیں:** قد يُعكس التشبيه فيجعل المشبه مشبهاً به وبالعكس ، فتعود فائدته إلى المشبه به لادّعاء أن المشبه أتم وأظهر من المشبه به في وجه الشبه ويسمى ذلك بالتشبيه المقلوب أو المعكوس [**جواہر البلاغۃ فی المعانی والبیان والبدیع:239-240**]

102 **زمخشری لکھتے ہیں:** فإن قلت: هلا قيل إِنَّمَا ٱلرِّبَوٰاْ مِثْلُ ٱلْبَيْعِ لأن الكلام في الربا لا في البيع ، فوجب أن يقال إنهم شبهوا الربا بالبيع فاستحلوه، وكانت شبهتهم أنهم قالوا: لو اشترى الرجل ما لا يساوى إلا درهما بدرهمين جاز، فكذلك إذا باع درهما بدرهمين؟ قلت: جيء به على طريق المبالغة، وهو أنه قد بلغ من اعتقادهم في حل الربا أنهم جعلوه أصلا وقانونا في الحل حتى شبهوا به البيع [**الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل1:321**]

بیع کی تعریف: امام کاسانی لکھتے ہیں: البيع في اللغة والشرع اسمٌ للمُبَادَلَةِ وهي مبادلةُ شيءٍ مرغوبٍ بشيءٍ مرغوبٍ [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 134:5]

تجارت اور سود میں فرق

تجارت میں نفع کا حصول یقینی نہیں ہوتا بلکہ نفع کے ساتھ نقصان کا بھی امکان ہوتا ہے جبکہ سود کی صورت میں نفع (اضافہ) لازمی ہوتا ہے اور سود دینے والے کو اس اضافے کے حصول میں کسی خطرے سے دوچار نہیں ہونا پڑتا۔

[103] ابن کثیر لکھتے ہیں: وهذا اعتراض منهم على الشرع، أي: هذا مثل هذا، وقد أحل هذا وحرم هذا! وقوله تعالى: وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ يحتمل أن يكون من تمام الكلام ردا عليهم [تفسیر القرآن العظیم 547:1]

ماوردی لکھتے ہیں: إن الله تعالى ما أحل الزنا ولا الربا في شريعة قط وهو معنى قوله: {وأخذهم الربا وقد نهوا عنه} يعني: في الكتب السالفة [الحاوی الکبیر 74:5]

[104] شیخ القرآن نے فَلَهُۥ مَا سَلَفَ کا معنی کیا ہے «تو اس کے لئے راس المال ہے» جبکہ مَا سَلَفَ کا معنی سعید بن جبیر تابعی [45-95ھ] سے یوں منقول ہے: عن سعيد بن جبير : فله ما كان أكل من الربا قبل التحريم « توجو مال سود کا حرام ہونے سے پہلے کھایا ہے وہ اس کا ہے (اور اس پر اس کی کوئی واپسی لازم نہیں)» [تفسیر ابن ابی حاتم 546:2، روایت: 2898]

ابو بکر جصاص [وفات: 370ھ] لکھتے ہیں: فَلَهُۥ مَا سَلَفَ من المقبوض قبلَ نُزُولِ تحريمِ الربا ولم يُرِدْ به ما لم يَقْبِضْ «اس سے مراد حرمت ربا کے نزول سے پہلے قبض کیا ہوا مال ہے۔ اور اس سے مراد وہ مال نہیں ہے جس پر ابھی قبضہ نہیں کیا (اس صورت میں صرف راس المال لیا جائے گا اور ربا کو چھوڑ دیا جائے گا)» [احکام القرآن 569:1]

جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس کا اعلان کیا تھا: و رِبَا الجاهليةِ موضوعٌ وأوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عباسِ بنِ عبدِ المطلب، فإنه موضوعٌ كلُّهُ [صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، حدیث: 1218]

[105] حکیم بن حزام بن خویلد رضی اللہ عنہ، قریشی، اسدی، ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ عام الفیل سے تیرہ سال قبل آپ کی پیدائش کعبہ میں ہوئی۔ اشراف قریش میں سے تھے۔ فتح مکہ کے سال 8 ہجری کو اسلام لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن تالیف قلب کے لئے آپ کو سو اونٹ دیئے۔ عمر ایک سو بیس سال تھی۔ ساٹھ سال جاہلیت اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک تھے۔ اسی لئے اسلام لانے کے بعد جب بھی اللہ کی قسم کھاتے تو کہتے: والذى نجانى يوم بدر «اس ذات کی قسم جس نے مجھے بدر کے دن نجات دی» 54 ہجری = 674م کو وفات پائی۔ [سیر اعلام النبلاء 44:3، ترجمہ: 12، الاعلام 269:2]

[106] کیونکہ «أسلمت على ما أسلفت من خير» سننے کے بعد انہوں نے قسم کھائی: فوالله لا أدع شيئا صنعته في الجاهلية إلا فعلت في الإسلام مثله «اللہ کی قسم میں ان نیکیوں کو نہیں چھوڑوں گا جو میں جاہلیت کے زمانہ میں کرتا تھا اور زمانہ اسلام میں بھی اسی طرح نیک کام کرتا رہوں گا» [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب حکم عمل الکافر اذا اسلم بعدہ، حدیث: 123]

پوری روایت یوں ہے:

"أن حكيم بن حزام أخبره أنه قال لرسول الله ﷺ : أرأيت أمورا كنت أتحنث بها في الجاهلية؟ هل لي فيها من شيء؟ فقال له رسول الله ﷺ : «أسلمت على ما **أسلفت** من خير»""أن حكيم بن حزام، أخبره أنه قال: يا رسول الله، أرأيت أمورا كنت أتحنث بها في الجاهلية من صلة وعتاقة وصدقة هل لي فيها من أجر؟"

اور صحیح بخاری کی دوسری روایت [کتاب العتق، باب عتق المشرک: 2538] میں ہے:"

أن حكيم بن حزام رضي الله عنه: أعتق في الجاهلية مائة رقبة وحمل على مائة بعير فلما أسلم حمل على مائة بعير وأعتق مائة رقبة ... فقال رسول الله ﷺ : «أسلمت على ما سلف لك من خير» وفى رواية مسلم «أسلمت على ما **أسلفت** من خير»"

[107] یافعی [وفات: 768ھ] لکھتے ہیں: ومما يحكى من ذكائه وحسن أدبه، أنه كان أبوه الرشيد يميل إليه أكثر من أخيه الأمين، وكانت أم الأمين زبيدة تغار من ذلك، وتوبخ الرشيد على ميله إلى ولد الجارية فقال لها على طريق الإعتذار، سأبين لك فضلهما، أو قال: فضله على أخيه، فاستدعى بالأمين وكانت عنده مساويك فقال له: ما هذه يا محمد. فقال: مساويك، فقال: اذهب، ثم استدعى بالمأمون، فلما أحضر قال: ما هذه يا عبد الله؟ فقال: ضد محاسنك أمير المؤمنين، أو كما قال له من العبارة، كل ذلك وزبيدة تسمع ليمهد عذره عندها [مرآة الجنان وعبرة اليقظان في معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان 59:2]

108 مولانا روم نے اس طویل حکایت کو اشعار میں نقل کیا ہے، ذیل میں چند اشعار لکھے جاتے ہیں:

گفت روزے شاہ محمود غنی	آں شہ غزنی و سلطان سنی
شاہ روزے جانب دیواں شتافت	جملہ ارکاں را دراں دیواں بیافت
گوہرے بیروں کشید اُو مستنیر	پس نہادش زود درکف وزیر
گفت ایاز اے مہتران نامور	امر شہ بہتر بقیمت یا گہر

[مثنوی (اردو)، دفتر پنجم، بخش:175، ص:404-409]

109 اس جملے کے کئی معانی ممکن ہیں:

1. ابن جریر طبری لکھتے ہیں: وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ يعني وأمرُ آكِلِهِ بعد مجيئِهِ الموعظةُ من ربه والتحريمُ وبعد انتهاء آكِلِهِ إلى الله في عصمته وتوفيقه إن شاء عَصَمَهُ عن أكله وثَبَّتَهُ في انتهائِهِ عنه وإن شاء خذله عن ذلك [جامع البیان14:6]
2. قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ يجازيه على انتهائه إن كان من قبول الموعظة وصدق النية [انوار التنزیل واسرار التاویل162:1]
3. ابن جزیؒ لکھتے ہیں: الضمير عائد على الربا، والمعنى **أن أمر الربا إلى الله في تحريم** أو غير ذلك [التسهيل لعلوم التنزيل 137:1]
4. امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: یعنی ایسے شخص سے اسلامی حکومت تو اس کے سابق سودوں پر کوئی گرفت نہیں کرے گی لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ خدا سے بھی اس کو معافی مل گئی، بلکہ اس کا معاملہ خدا کے حوالے ہے.... اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس طرح کے لوگ آخرت سے بے خوف ہو کر نہ بیٹھ رہیں بلکہ جس حد تک بھی ہو سکے اپنے پچھلے مظالم کی تلافی کی کوشش کریں، اس لئے کہ یہ مظالم حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور حقوق العباد کا معاملہ خدا کے ہاں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔[تدبر قرآن 634:1]

خلاصہ: مذکورہ اقوال کا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے پاس رب کی نصیحت آئی اور وہ سود سے منع ہوا تو یہ اللہ کی توفیق سے ہے اور آئندہ بھی انسان سود سے بچنے کے لئے اللہ کی توفیق کا محتاج ہے۔ اگر سود سے منع ہونا صدق دل سے ہے تو اللہ اس پر اجر بھی دے گا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ نے سود کو کیوں حرام قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ آمر یعنی حکم دینے والا ہے اور سود کی حرمت کا حکم بھی اسی کی طرف سے ہے۔ اگرچہ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ کے ذریعے تو ما قبل معاملات کی معافی کا اعلان ہوا لیکن فیصلہ پھر بھی اللہ کی طرف ہے یعنی ایک شخص اگر سودی معاملات کی تلافی کر سکتا ہے تو حتی الامکان کوشش کرے۔

110 کیونکہ یہ مذہب خوارج اور معتزلہ کا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مخلد فی النار ہے۔ جیسا کہ زمخشری لکھتے ہیں: وهذا دليل بين على تخليد الفساق [الكشاف321:1] جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک سود کو حلال سمجھ کر کھانا کفر ہے اور کفر خلود فی النار کا سبب ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سعید بن جبیر تابعی اس آیت کا معنی کرتے ہیں: وَمَنْ عَادَ يعني: في الربا بعد التحريم فاستحله [تفسیر ابن ابی حاتم546:2، روایت:2902]

یا خلود سے مراد مکث طویل ہے: ابن عطیہ لکھتے ہیں: إن قدرنا الآية في كافر فالخلود خلود تأبيد حقيقي، وإن لحظناها في مسلم عاص فهذا خلود مستعار على معنى المبالغة [المحرر الوجیز372:1، الجامع لاحکام القرآن3:362، فتح الرحمن بکشف ما یلتبس فی القرآن:69]

111 ازہری [وفات:370ھ] لکھتے ہیں: رَبا الشيءُ يَرْبُو، إذا زادَ ... والرِّبا رَبَوَانِ: فالحرام كل قرض يؤخذُ به أكثرُ منه، أو تَجُرُّ به منفعةٌ فحرام. والذي ليس بحرام أن يَهَبَهُ الإنسانُ يستدعي به ما هو أكثرُ أو يُهْدِي الهَدِيَّةَ لِيُهْدَى له ما هو أكثرُ منها [تہذیب اللغۃ196:15]

ربا کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ابن فارس [وفات:395ھ] لکھتے ہیں:

الراء والباء والحرف المعتل وكذلك المهموز منه يدل على أصل واحد، وهو **الزيادة والنَّمَاءُ والْعُلُوُّ**. تقول من ذلك: ربا الشيء يربو إذا زاد [مقاییس اللغۃ483:2]

امام سرخسی لکھتے ہیں: **الربا في اللغة**: هو **الزيادة**. يقال: أربى فلان على فلان، أي زاد عليه. ويسمى المكان المرتفع **ربوة** لزيادة فيه على سائر الأمكنة. و**في الشريعة**: **الربا**: **هو الفضلُ الخالي عن العوضِ المشروطِ في البيع** « ربا لغت میں زیادت کو کہتے ہیں۔ اور اسی لئے اونچی جگہ کو ربوہ کہا جاتا ہے۔ اور شریعت میں ربا کہتے ہیں: وہ مشروط اضافہ جو لین دین کے معاملے میں بغیر کسی عوض (بدل) کے حاصل کیا جائے » [المبسوط، کتاب البیوع، انواع الربا،109:12]

مشروط اضافہ:

شریعت کی نظر میں صرف اسی اضافے کو سود کہا جائے گا جس کے حصول کا قرض دینے والے کو پہلے یقین ہو جائے۔ اور اگر کسی اضافے کی شرط نہیں رکھی گئی اور مقروض ادائیگی کے وقت مرضی سے کوئی اضافی مال یا تحفہ دے دیتا ہے تو وہ سود میں شمار نہیں ہو گا۔ اصل قرض سے زیادہ دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ سود کا شبہ پڑنے یا رواج پا جانے کا خطرہ نہ ہو اور اس کو "حسن قضاء الدین" کہا جاتا ہے جس کی نبی اکرم ﷺ نے تعریف کی ہے۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ "نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص سے اونٹ قرض لیا۔ جب وہ شخص اپنا اونٹ واپس لینے آیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو وہ اونٹ دینے کو کہا۔ صحابہؓ نے فرمایا کہ اس کے دیئے اونٹ کی عمر کا اونٹ تو موجود نہیں، اس سے بڑی عمر کا (بہتر) اونٹ موجود ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إن خيارکم أحسنكم قضاء» کہ وہی دے دو، کیونکہ تم میں وہ شخص بہتر ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے۔

[صحیح بخاری، کتاب فی الاستقراض واداء الدیون، باب حسن القضاء، حدیث:2393]

ربا کی اقسام:

1. قرض دینے پر سود لینا جس کو ربا النسيئة کہا جاتا ہے۔ دوسرے نام "ربا القرآن" "ربا الجاهلية" بھی کہتے ہیں۔
2. چھ اشیاء میں کمی زیادتی جس کو "ربا الفضل" "ربا الحدیث" اور "ربا النقد" بھی کہا جاتا ہے۔

ابن قیم پہلی نوع کو "جلی" اور دوسری کو "خفی ربا" کہتے ہیں۔ [اعلام الموقعین 154:2] ربا کی تعریف، انواع، حکم، حرمت کی حکمتیں، اجناس ستہ کے علت میں فقہاء کا اختلاف، دار حرب میں ربا اور دیگر مباحث کی تفصیل کے لئے دیکھیں۔ [الموسوعة الفقهية الكويتية 22:76-49]

112 **ازہری** [وفات:370ھ] **لکھتے ہیں:** قال الليث: **الْمَحْقُ: النقصانُ وذَهَابُ البركة.** قال: والْمُحَاقُ: آخِرُ الشهر إذا امحق الهلال... محقه الله فامحق وامتحق أي ذَهَبَ خيرُهُ وبَرَكَتُهُ [تہذیب اللغۃ 52:4]

امام سرخسی لکھتے ہیں: المحق قال الله تعالى: يَمۡحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ والمراد: الهلاك والاستيصال، وقيل: ذهاب البركة والاستمتاع؛ حتى لا ينتفع هو به ولا ولده بعده «**محق ہلاکت اور جڑ سے نکالنے کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ برکت کا چلے جانا اور اس طرح بے فائدے ہونا کہ اس سے وہ فائدے اٹھا سکے نہ ہی اس کے بعد اس کی اولاد**» [المبسوط 109:12]

ابن کثیر لکھتے ہیں: يخبر الله تعالى أنه يمحق الربا، أي يُذْهِبُه إما بأن يُذْهِبَه بالكلية منْ يَدِ صاحبِهِ، أو يَحْرِمَهُ بَرَكَةَ مالِهِ فلا ينتفع به [تفسیر القرآن العظیم 550:1]

جبکہ حسن بصری تابعی نے آیت کو قیامت کے ساتھ **متعلق کیا ہے:** يَمۡحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰاْ ذلك يوم القيامة، يمحق الله الربا يومئذ وأهله [تفسیر ابن ابی حاتم 547:2، روایت:2906]

113 **امام سرخسی لکھتے ہیں:** كَفَّارٍ باستحلال الربا أَثِيمٍ فاجرٍ بأكل الربا [المبسوط 110:12]

114 **قرطبی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:** وخص الصلاة والزكاة بالذكر وقد تضمنها عمل الصالحات تشريفا لهما وتنبيها على قدرهما إذ هما رأس الأعمال **الصلاة في أعمال البدن، والزكاة في أعمال المال** [الجامع لاحکام القرآن 362:3]

115 **امام سرخسی لکھتے ہیں:** وقد ذكر الله تعالى لآكل الربا خمسا من العقوبات: أحدها: التخبط ... والثاني: المحق ...والثالث: الحرب ...والرابع: الكفر قال الله تعالى: وَذَرُواْ مَا بَقِيَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓاْ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ. وقال تعالى: وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ... والخامس: الخلود في النار [المبسوط 109:12-110]

116 **ابن جریر معنی کرتے ہیں:** فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ فإن لم تَذَرُوْا ما بقي من الربا [جامع البیان 24:6]

ابن ابی حاتم قتادہ تابعی سے معنی نقل کرتے ہیں: فَإِن لَّمۡ تَفۡعَلُواْ فإن لم تؤمنوا بتحريم الربا فَأۡذَنُواْ بِحَرۡبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ [تفسیر ابن ابی حاتم 549:2، روایت:2917]

117 **ابن جریر لکھتے ہیں:** قال ابن عباس قوله: فَأۡذَنُواْ بِحَرۡبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ «فاستيقِنُوا بحربٍ من الله ورسوله» قال أبو جعفر: وهذه الأخبار كلها تنبئ عن أن قوله: فَأۡذَنُواْ بِحَرۡبٍ مِّنَ ٱللَّهِ إيذانٌ من الله عز وجل لهم بالحرب والقتل لا أمرٌ لهم بإيذانِ غيرِهم [جامع البیان 26:6] **ابن جریر نے دو قراءتیں ذکر کی ہیں:** واختلف القَرَأَةُ في قِرَاءَةِ قوله: فَأۡذَنُواْ بِحَرۡبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ. فقرأتْهُ عامةُ قَرَأَةِ أهلِ المدينة: فَأۡذَنُواْ بقصر الألف ... وفتح ذالها، بمعنى: كونوا على علمٍ وإذنٍ.وقرأه آخرون وهي قراءة عامة قرأة الكوفيين:"فآذِنُوا" بمد الألف ... وكسرِ ذالها، بمعنى: فآذِنوا غيرَكُمْ، أَعْلِمُوْهُم وأَخْبِرُوهم بأنكم على حَرْبِهِمْ [جامع البیان 24:6]

امام سرخسی لکھتے ہیں: والمعنى من القراءة بالمد: أَعْلِمُوا النَّاسَ أكلة الربا أنكم حرب الله ورسوله بمنزلة قطاع الطريق. والقراءة بالقصر إِعْلَمُوا أن أكلة الربا حرب الله ورسوله [المبسوط 109:12]

ابوالبقاء لکھتے ہیں: فَأْذَنُوا: يُقرأ بوصل الهمزة وفتح الذال، وماضِيْهِ أَذِنَ، والمعنى: فأيقِنُوا بحربٍ. ويقرأ بقطع الهمزة والمد وكسر الذال وماضيه آذَنَ ; أي أَعْلِمْ، والمفعول محذوف أي فأعلموا غيركم [**التبیان فی اعراب القرآن** 224:1]

فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ زمخشری لکھتے ہیں: فإن قلت: هلا قيل بحرب الله ورسوله؟ قلت: كان هذا أبلغ لأن المعنى: فأذنوا بنوع من الحرب عظيم عند الله ورسوله [**الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل** 322:1]

118 عن ابن عباس: لَا تَظْلِمُونَ «فَتُرْبُونَ» وَلَا تُظْلَمُونَ «فَتُنْقَصُونَ» [**جامع البیان** 28:6] **قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:** لَا تَظْلِمُونَ بأخذ الزيادة وَلَا تُظْلَمُونَ بالمطل والنقصان [**انوار التنزیل واسرار التاویل** 163:1]

119 كَانَ ذُو عُسْرَةٍ **میں** كَانَ **تامہ اور** ذُو عُسْرَةٍ **اس کا فاعل ہے اور کان تامہ صرف فاعل کا تقاضا کرتا ہے۔**[**التبیان فی اعراب القرآن** 225:1]

120 كان تاجر يداين الناس، فإذا رأى معسرا قال لفتيانه: تجاوزوا عنه، لعل الله أن يتجاوز عنا، فتجاوز الله عنه . وفى رواية : «كنتُ أُيَسِّر على الْمُوْسِرِ وأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ» [**صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب من انظر معسرا، حدیث**:2078]

121 **امام زرکشی اور امام سیوطی نے** آخر ما نزل **آیت میں متعدد اقوال نقل کئے ہیں:**

1. سورۃ البقرۃ:281 — عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ — صحیح بخاری، حدیث:4544
2. سورۃ النساء:176 — براء بن عازب رضی اللہ عنہ — صحیح بخاری، حدیث:4605
3. سورۃ التوبۃ:129 — ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ — مسند احمد، حدیث:21113 [**البرهان فی علوم القرآن** 209:1، **الاتقان فی علوم القرآن** 101:1]

جبکہ ابن حجر نے اصح قول سورۃ البقرۃ:281 کی آیت کو قرار دیا ہے: وأصح الأقوال في آخرية الآية قوله تعالى : وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ [**فتح الباری** 317:8]

قاضی ابو بکر باقلانی [وفات:403ھ] **لکھتے ہیں:** وليس في شيء من الروايات ما رفع إلى النبي عليه السلام، وإنما هو خبر عن القائل به، وقد يجوز أن يكون قال بضرب من الاجتهاد، وتغليب الظن وبظاهر الحال، **وليس العلم بذلك أيضا من فرائض الدين**، ولا هو مما نص الرسول على أمر فيه بينه وأشاعه وأذاعه وقصد إلى إيجابه وإقامة الحجة به. فلذلك لم يجز ظهوره عنه وحصول الاتفاق عليه وثبوت العلم به قطعا يقينا [**الانتصار للقرآن** 1:245-246]

122 **ابن ابی شیبہ امام شعبی تابعی سے روایت کرتے ہیں:** البيوعُ ثلاثةٌ: بيعُ شهودٍ وكتابٍ، وبيعٌ بِرِهَانٍ مقبوضةٍ، وبيعٌ بالأمانة، وقرأ آية الدين [**المصنف** 299:4، **روایت**:20365]

جبکہ بادی النظر میں دیکھا جائے تو آیت میں بیع کی چار قسمیں ذکر کی گئی ہیں:

1. **قرض کا معاملہ جس میں کتابت، میعاد اور گواہ مقرر کئے جائیں۔**
2. **نقد کا معاملہ، جس کو اگر نہ لکھا جائے تو کوئی گناہ نہیں۔ جبکہ ایک تفسیر کے مطابق اس میں بھی گواہ بنانا امر استحبابی ہے۔**
3. **گروی کا معاملہ**
4. **امانت کا معاملہ، کہ جس میں کتابت نہ کی جائے۔**

123 **الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ** وهو الغَرِيْمُ الْمَدِيْنُ [**جامع البیان** 56:6]

124 سَفِيهًا **سے مراد املاء کے امور سے ناواقف شخص، کاروبار کے امور سے ناواقف شخص، نابالغ بچہ یا عورت مراد ہے۔** ضَعِيفًا **سے مراد گونگا ہے یا جس کی زبان اٹکتی ہے یا بیوقوف مراد ہے۔** لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ **سے مراد کسی عارض کی وجہ سے محبوس یا موقع سے غائب شخص یا غبی ہے۔**[**جامع البیان** 57:6، **احکام القرآن للجصاص** 592:1، **احکام القرآن لابن العربی** 593:1]

125 وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ **امام نسفی لکھتے ہیں:** أمر بالإشهاد على التبايع مطلقا ناجزا أو كالئا لأنه أحوط وأبعد من وقوع الاختلاف أو أريد به وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ هذا التبايع يعني التجارة الحاضرة على أن الإشهاد كافٍ فيه دون الكتابة والأمرُ للندب [**مدارک التنزیل وحقائق التاویل** 229:1]

126 **اس آیت کو "آية الدين" اور "آية المداينة" کہتے ہیں۔**

امام ابو بکر جصاص لکھتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ بیع سلم جس میں مدت مقررہ کے بعد مبیع کی ادائیگی کی جاتی ہے وہ بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔[مسند الشافعی، باب السلف المضمون الی اجل معلوم، 195:3، روایت:1437] لہٰذا ہر وہ دین جس میں مدت مقرر ہو وہ اس آیت میں مراد ہے، خواہ وہ کسی منافع کا بدل ہو یا کسی معین چیز کا عوض ہو، جیسے اجرت مؤجل، مہر مؤجل، عقد خلع، قتل عمد کی دیت اور بدل کتابت جن کی ادائیگی کی میعاد مقرر ہو وہ سب اس آیت میں مراد ہیں۔[احکام القرآن 586:1]

127 امام نووی لکھتے ہیں: اتفقوا على أنه لا يجوز البيع بثمن إلى أجل مجهول [المجموع شرح المهذب 339:9]

128 امام کاسانی لکھتے ہیں: أن يكون الأجل معلوما في بيع فيه أجل فإن كان مجهولا يفسد البيع سواء كانت الجهالة متفاحشة: كهبوب الريح، ومطر السماء، وقدوم فلان، وموته، والميسرة، ونحو ذلك، أو متقاربة: كالحصاد، والدياس، والنيروز، والمهرجان، وقدوم الحاج، وخروجهم، والجذاذ، والجزار، والقطاف، والميلاد، وصوم النصارى، وفطرهم قبل دخولهم في صومهم، ونحو ذلك؛ لأن الأول فيه غرر الوجود، والعدم، والنوع الثاني مما يتقدم ويتأخر فيؤدي إلى المنازعة فيوجب فساد البيع [بدائع الصنائع 178:5]

129 احناف کے ہاں بیع صحیح اور بیع باطل کے بیچ ایک درمیانی مرتبہ ہے جس کو بیع فاسد کہتے ہیں۔ جبکہ جمہور فقہاء بیع فاسد اور بیع باطل کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

[الموسوعة الفقهية الكويتية 52:9 اور صفحہ:98]

130 ابو بکر مرغینانی، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: ولا يجوز بيع السمك قبل أن يصاد ولا في حظيرة إذا كان لا يؤخذ إلا بصيد ولا بيع الطير في الهواء ولا بيع الحمل ولا النتاج ولا اللبن في الضرع ولا الصوف على ظهر الغنم وجذع في سقف وذراع من ثوب ذكرا القطع أو لم يذكراه الخ [بداية المبتدی، باب البیع الفاسد:135]

امام کاسانی "بیع فاسد" کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وأما البيع الفاسد فهو كل بيع فاته شرط من شرائط الصحة [بدائع الصنائع 299:5]...اور بیع صحیح کی شرائط میں لکھتے ہیں: (ومنها) أن يكون المبيع معلوما وثمنه معلوما علما يمنع من المنازعة. فإن كان أحدهما مجهولا جهالة مفضية إلى المنازعة فسد البيع، وإن كان مجهولا جهالة لا تفضي إلى المنازعة لا يفسد؛ لأن الجهالة إذا كانت مفضية إلى المنازعة كانت مانعة من التسليم والتسلم فلا يحصل مقصود البيع، وإذا لم تكن مفضية إلى المنازعة لا تمنع من ذلك [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، باب فی شرائط الصحۃ فی البیوع، 156:5]

131 ابن جریر قتادہ تابعی سے معنی نقل کرتے ہیں: بِٱلْعَدْلِ اتَّقَى اللهَ كاتبٌ في كتابه، فلا يَدَعَنَّ منه حقًّا، ولا يَزِيْدَنَّ فيه باطلاً [جامع البیان 51:6]

132 ابن جزیٰ لکھتے ہیں: والكاف **للتشبيه** أي: يكتب مثل ما علمه الله أو **للتعليل**: أي ينفع الناس بالكتابة كما علمه الله لقوله: أحسن كما أحسن الله إليك [القصص: 77]

[التسهيل لعلوم التنزيل 139:1]

133 خطیب بغدادی [وفات:463ھ] لکھتے ہیں: الْمُسْتَمْلِيْ الذى يُبَلِّغُ عن المحدِّثِ الإملاء إلى مَنْ بَعُدَ فى الْحَلَقَةِ [الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، 65:2]

134 امام ذہبی لکھتے ہیں: كان مجلسه يحزر بأكثر من مائة ألف إنسان وكان يستملي عليه هارون مكحلة ....كان هارون يركب نخلة معوجة يستملي عليها فحزر المجلس بعشرين ومائة ألف [تذکرۃ الحفاظ 291:1]

135 يزيد بن هارون ... وكان يقال في مجلسه سبعون ألفا [تذکرۃ الحفاظ 232:1]

136 كان في مجلسه من أصحاب المحابر من يكتب نحو عشرة آلاف إنسان [تذکرۃ الحفاظ 191:2]

137 كان ابن الجوزي لطيف الصورة حلو الشمائل رخيم النغمة موزون الحركات والنغمات لذيذ المفاكهة **يحضر مجلسه مائة ألف أو يزيدون** لا يضيع من زمانه شيئًا يكتب في اليوم أربعة كراريس، وله في كل علم مشاركة ... وأما السجع الوعظي فله فيه ملكة قوية [تذکرۃ الحفاظ 95:4]

138 عبدالکریم سمعانی مروزی [وفات:562ھ] لکھتے ہیں: سمعت محمد بن سلام الجمحي يقول قيل للمنصور هل بقي من لذات الدنيا شيء لم تنله ؟ قال بقيت خصلة أن أقعد في مصطبة وحولي أصحاب الحديث فيقول المستملي من ذكرت رحمك الله قال فغدا عليه الندماء وأبناء الوزراء بالمحابر والدفاتر فقال لستم بهم إنما هم الدنسة ثيابهم المتشققة أرجلهم الطويلة شعورهم برد الآفاق ونقلة الحديث [ادب الاملاء والاستملاء:18، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی، 348:7، تاریخ الاسلام للذھبی، 312:9]

139 ابن جوزی لکھتے ہیں: قدم هارون الرشيد الرقة فانجفل الناس خلف عبد الله بن المبارك وتقطعت النعال وارتفعت الغبرة وأشرفت أم ولد أمير المؤمنين من برج من قصر الخشب فلما رأيت الناس قالت: ما هذا؟ قالوا: عالم من أهل خراسان قدم الرقة يقال له عبد الله بن المبارك. فقالت: هذا والله الملك لا ملك هارون الذي لا يجمع الناس إلا بشرط وأعوان [صفۃ الصفوۃ، ترجمہ عبداللہ بن مبارک:695، جلد2: ص:365]

140 ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: خرج رسول الله ﷺ في أضحى أو فطر إلى المصلى، فمر على النساء، فقال: «يا معشر النساء تصدقن فإني أريتكن أكثر أهل النار» فقلن: وبم يا رسول الله؟ قال: «تكثرن اللعن، وتكفرن العشير، ما رأيت من ناقصات عقل ودين أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن»، قلن: وما نقصان

ديننا وعقلنا يا رسول الله؟ قال: «أليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل» قلن: بلى، قال: «فذلك من نقصان عقلها، أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم» قلن: بلى، قال: «فذلك من نقصان دينها»

[صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم، حدیث:304، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقص الایمان بنقص الطاعات، حدیث:79]

141 ابوعبیدہ معمر بن مثنی [وفات:209ھ] لکھتے ہیں: أَن تَضِلَّ إِحۡدَىٰهُمَا أي تنسى [مجاز القرآن1:83] ابن قتیبہ لکھتے ہیں: أَن تَضِلَّ إِحۡدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحۡدَىٰهُمَا ٱلۡأُخۡرَىٰ أي: تنسى إحداهما الشهادة، فتذكرها الأخرى. ومنه قول موسى عليه السلام: فَعَلۡتُهَآ إِذٗا وَأَنَا۠ مِنَ ٱلضَّآلِّينَ أي: من الناسين [غریب القرآن:99]

مالی معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر مختصر بحث:

اسلام پر اعتراض کرنے والوں کا ایک اعتراض یہ ہے کہ اسلام میں عورت کی گواہی کو نصف شہادت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں:

1. جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے۔ [صحیح بخاری، باب شهادة المرضعة، حدیث:2660 اور 5104] اب اگر مرد اعتراض کریں کہ بعض نسوانی معاملات (جن میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی قبول کر لی جاتی ہے) میں شریعت نے ان کی شہادت کو اصلا معتبر قرار نہیں دیا، تو کیا اسلام نے مردوں کو بالکل ساقط الاعتبار کر دیا ہے کہ ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا۔ تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور معقول ہو گا؟ نہیں۔ بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اسلام نے جس صنف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین فطرت اور حکمت کے مطابق ہے۔
2. گواہی دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے کہ عورت کہے کہ ہمارے حق میں کمی کی گئی ہے۔ بلکہ عدالت میں قاضی کے سامنے کسی کے حق اور کسی کی مخالفت میں گواہی دینا ایک ابتلاء اور مصیبت ہے۔ بعض اوقات گواہی کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا ہوتی ہیں۔ اسلام نے صنف نازک پر جیسے اور احسانات کئے ہیں کہ اس پر معاش اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں ڈالا۔ ایام حیض میں نماز کا مکلف نہیں بنایا۔ حالت حیض، حمل اور رضاعت میں روزے قضا کرنے کی سہولت دی۔ انہی احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس پر شہادت کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے۔ حدود اور قصاص میں گواہی ایک بھاری ذمہ داری اور مشقت تھی ان میں اسے بالکل مکلف نہیں ٹھہرایا۔ مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا۔
3. اثبات زنا میں دو کی بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے تو کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ زنا کے معاملے میں ہماری گواہی کو کیوں آدھا کیا گیا ہے اور ہمیں آدھا انسان قرار دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے، تو اس کے لئے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرائط رکھی گئی ہیں۔

142 ابن منظور افریقی [وفات:711ھ] لکھتے ہیں: سأم: سَئِمَ الشيءَ وسَئِمَ منه وسَئِمْتُ منه أَسْأَمُ سَأَماً وسَأْمَةً وسَآماً وسَآمةً: مَلَّ ورجلٌ سَؤُومٌ وقد أَسْأَمَهُ هو. وفي الحديث: إن الله لا يَسْأَمُ حتى تَسْأَمُوا [لسان العرب12:280]

143 ابوزید محمد بن ابی الخطاب القرشی [وفات:170ھ] ،جمہرۃ اشعار العرب، معلقة زهير الطويل ،ص:176

ابوعبداللہ زوزنی [وفات:486ھ] اس شعر کا معنی ان الفاظ میں لکھتے ہیں: مللت مشاق الحياة وشدائدها ومن عاش ثمانين سنة ملَّ الكبر لا محالة [شرح المعلقات السبع:149]

144 ابن ابی حاتم سعید بن جبیر تابعی سے نقل کرتے ہیں: حَاضِرَةٗ تُدِيرُونَهَا بَيۡنَكُمۡ يَدًا بِيَدٍ ليس فيها أجلٌ [تفسیر ابن ابی حاتم2:565-566]

145 امام قرطبی نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ کا قول نقل کیا ہے: معنى الآية وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٞ وَلَا شَهِيدٞ بأن يُدْعى الشاهدُ إلى الشهادة والكاتبُ إلى الكَتْبِ وهما مشغولان، فإذا اعتذرا بعذرهما أخرجهما وآذاهما، وقال: خالفتما أمرَ الله، ونحو هذا من القول فيضُرُّ بهما. وأصل يُضَآرَّ على هذا يُضَارَرَ بفتح الراء، وكذا قرأ ابن مسعود " يضارر" بفتح الراء الأولى [الجامع لاحکام القرآن3:405-406]

وَلَا يُضَآرَّ میں دو قراءتیں ہیں:

1. سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی قراءت ولا يُضَارِرَ (اس قول کو زجاج نے ترجیح دی ہے کہ کاتب اور گواہ ضرر نہ پہنچائے۔ معانی القرآن1:366)
2. سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قراءت ولا يُضَارَرَ

امام رازی لکھتے ہیں: واعلم أنه يحتمل أن يكون هذا نهيا للكاتب والشهيد عن إضرار من له الحق، أما الكاتب فبأن يزيد أو ينقص أو يترك الاحتياط، وأما الشهيد فبأن لا يشهد أو يشهد بحيث لا يحصل معه نفع، ويحتمل أن يكون نهيا لصاحب الحق عن إضرار الكاتب والشهيد، بأن يضرهما أو يمنعهما عن مهماتهما والأول: قول أكثر المفسرين والحسن وطاوس وقتادة، والثاني: قول ابن مسعود وعطاء ومجاهد. واعلم أن كلا الوجهين جائز في اللغة، وإنما احتمل الوجهين بسبب الإدغام الواقع في لا يضار أحدهما: أن يكون أصله لا يضارِرْ بكسر الراء الأولى، فيكون الكاتب والشهيد هما الفاعلان للضرار والثاني: أن يكون أصله لا يُضارَرْ بفتح الراء الأولى، فيكون هما

المفعول بهما الضرار ونظير هذه الآية التي تقدمت في هذه السورة، وهو قوله لا تضار والدة بولدها ... والدليل على ما ذكرنا من احتمال الوجهين قراءة عمر رضي الله عنه (ولا يضارِرْ) بالإظهار والكسر، وقراءة ابن عباس (ولا يضارَرْ) بالإظهار والفتح، واختار الزجاج القول الأول، واحتج عليه بقوله تعالى بعد ذلك وإن تفعلوا فإنه فسوق بكم قال: وذلك لأن اسم الفسق بمن يحرف الكتابة، وبمن يمتنع عن الشهادة حتى يبطل الحق بالكلية أولى منه بمن أضر الكاتب والشهيد [التفسیر الکبیر7:99]

بعض تفاسیر میں راء کے کسرہ کی قراءت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے گزرا اور تفسیر مدارک میں امام نسفی نے بھی مبنی للفاعل کا قول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ جبکہ بعض تفاسیر میں راء کے فتحہ کی قراءت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی گئی ہے جیسے جامع البیان میں طبری اور مکی بن ابی طالب [وفات:437ھ] **نے الهداية الى بلوغ النهاية میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔**

ابن جنی [وفات:392ھ] **لکھتے ہیں: ادغام بنو تمیم کی لغت ہے اور اظہار اہل حجاز کی لغت ہے۔**[المحتسب فی تبيين وجوه شواذ القراءات والايضاح عنها1:148]

146 **ابن قدامہ** [وفات:620ھ] **لکھتے ہیں:** ويجوز الرهن في الحضر، كما يجوز في السفر. قال ابن المنذر: لا نعلم أحدا خالف في ذلك، إلا مجاهدا، قال: ليس الرهن إلا في السفر؛ لأن الله تعالى شرط السفر في الرهن بقوله تعالى: وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا۟ كَاتِبًا فَرِهَٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ. ولنا، أن النبي ﷺ «اشترى من يهودي طعاما، ورهنه درعه، وكانا بالمدينة» ولأنها وثيقة تجوز في السفر، فجازت في الحضر، كالضمان. فأما ذكر السفر، فإنه خرج مخرج الغالب؛ لكون الكاتب يعدم في السفر غالبا، ولهذا لم يشترط عدم الكاتب، وهو مذكور معه أيضا [المغنی4:245]

147 **ابن قدامہ لکھتے ہیں:** الرهن في اللغة: الثبوت والدوام. يقال: ماء راهن. أي راكد. ونعمة راهنة. أي ثابتة دائمة. وقيل: هو من الحبس. قال الله تعالى: كُلُّ ٱمْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ [الطور: 21] وقال: كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ [المدثر: 38] ... والرهن في الشرع: **المالُ الذي يُجْعَلُ وثيقةً بالدَّيْنِ لِيُسْتَوْفَى مِنْ ثَمَنِهِ إنْ تَعَذَّرَ استيفاؤه ممن هو عليه.** وهو جائز بالكتاب والسنة والإجماع، أما الكتاب فقول الله تعالى: وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا۟ كَاتِبًا فَرِهَٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ ... وأما السنة فروت عائشة رضي الله عنها «أن رسول الله ﷺ اشترى من يهودي طعاما، ورهنه درعه» متفق عليه [المغنی4:245]

148 **ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں:** وقد تتبعت أوائل السور المطولة فوجدتها يناسبها أواخرها، بحيث لا يكاد ينخرم منها شيء، وسأبين ذلك إن شاء الله في آخر كل سورة سورة، وذلك من أبدع الفصاحة [البحر المحیط فی التفسیر2:755]

مفسرین نے اس اسلوب کو علم بلاغت کے باب " رد الأعجاز على الصدور **" میں سے قرار دیا ہے۔ اور قرآن مجید کی سورتوں کے اس انداز پر سیوطی نے مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "** مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع **"۔**

149 **ابن تیمیہ لکھتے ہیں:** فختمها الله تعالى بآياتٍ جوامعَ مُقَرِّرَةٍ لجميع مضمون السورة فقال تعالى: لِّلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ [مجموع الفتاوی14:130]

150 مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ **میں متعدد اقوال ہیں:**

1. **آیت منسوخ ہے، اگر** مَا **سے عموم مراد لی جائے اور وسوسہ کو بھی شامل ہو تو اس کی ناسخ آخری آیت:** لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا **ہے۔**
2. **عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آیت منسوخ نہیں ہے۔**[تفسیر ابن ابی حاتم2:572، روایت:3057] **بلکہ محکم ہے اور** مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ **سے مراد اخلاص اور منافقت ہے، احادیث النفس یعنی وسوسے مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:** قلت: هو من باب تخصيص العام بينت الآية المتأخرة أن المراد مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ من الإخلاص والنفاق لا من أحاديث النفس التى لا إختيار فيها فإن التكليف لا يكون إلا فيما هو فى وسع الإنسان [الفوز الکبیر فی اصول التفسیر: 47] **جبکہ درحقیقت یہ قول مجاہد تابعی کا ہے:** وَإِن تُبْدُوا۟ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ قال: من اليقين والشك [تفسیر ابن ابی حاتم2:573، روایت:3059]
3. مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ **سے مراد شہادت ہے۔ یہ قول عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، شعبی اور عکرمہ کا ہے۔**[تفسیر ابن ابی حاتم2:573، روایت:3056، جامع البیان6:102] **اور یوں اس آیت کا تعلق گذشتہ آیت سے ہو گا جس میں شہادت کو چھپانے کا ذکر ہے۔ ابوحیان لکھتے ہیں:** ومُناسَبَتُها ظاهِرةٌ لأنه لما ذَكَرَ أن من كتم الشهادة فإن قلبه آثم، ذكر ما انْطَوَى عليه الضميرُ، فكتمه أو أبداه، فإن الله يحاسبه به، ففيه وعيد وتهديد لمن كتم الشهادة [البحر المحیط فی التفسیر2:749]

جن علماء نے نسخ کا قول کیا ہے ان کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: لما نزلت على رسول الله ﷺ لِّلَّهِ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ وَإِن تُبْدُوا۟ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ ٱللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ قال: فاشتد ذلك على أصحاب رسول الله ﷺ فأتوا رسول الله ﷺ ثم بركوا على الركب، فقالوا: أي رسول الله كلفنا من الأعمال ما نطيق، الصلاة والصيام والجهاد والصدقة، وقد انزلت عليك هذه الآية ولا نطيقها، قال رسول الله ﷺ: أتريدون أن تقولوا كما قال أهل الكتابين من قبلكم سمعنا وعصينا؟ بل قولوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ قالوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ ٱلْمَصِيرُ ، فلما

اقترأها القوم، ذلت بها ألسنتهم، فأنزل الله في إثرها: ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّن رُّسُلِهِۦۚ وَقَالُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَاۖ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ ، فلما فعلوا ذلك نسخها الله تعالى، فأنزل الله عز وجل: لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفۡسًا إِلَّا وُسۡعَهَاۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا ٱكۡتَسَبَتۡۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ إِن نَّسِينَآ أَوۡ أَخۡطَأۡنَا قال: نعم رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ إِصۡرٗا كَمَا حَمَلۡتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِنَا قال: نعم رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ قال: نعم وَٱعۡفُ عَنَّا وَٱغۡفِرۡ لَنَا وَٱرۡحَمۡنَآۚ أَنتَ مَوۡلَىٰنَا فَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ قال: نعم [**صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ تعالیٰ:** وَإِن تُبۡدُواْ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمۡ أَوۡ تُخۡفُوهُ ،**حدیث:**125] **مزید وضاحت کے لئے دیکھیں: ابن رجب حنبلی کی جامع العلوم والحکم**2:323-325

151 **مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:** فَيَغۡفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ (يغفر) مُقدَّمٌ هنا وفى غيرها إلا فى المائدة فإن فيها يُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ وَيَغۡفِرُ لِمَن يَشَآءُ لأنها نزلت فى حق السارق والسارقة وعذابُهُما يَقَعُ فى الدنيا فَقَدَّمَ لفظَ العذابِ وفى غيرها قَدَّمَ لفظ المغفرة رحمةً منه سبحانه وترغيبًا للعباد فى المسارعة إلى مُوْجِبَاتِ المغفرة [**بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز**1:155]

152 **ابن کثیر نے سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات کی فضیلت میں مستقل عنوان قائم کیا ہے:** ذكر الأحاديث الواردة في فضل هاتين الآيتين الكريمتين نفعنا الله بهما **جس کے تحت دس روایات ذکر کی ہیں۔**[**تفسیر القرآن العظیم**1:569-571]

153 **سورۃ النساء**4:150

ابن جریر لکھتے ہیں: والمؤمنون كلهم آمن بالله وملائكته وكتبه ورسله، لا يفرق الكل منهم بين أحد من رسله، فيؤمن ببعض ويكفر ببعض، ولكنهم يصدقون بجميعهم، ويقرون أن ما جاءوا به كان من عند الله، وأنهم دعوا إلى الله وإلى طاعته، ويخالفون في فعلهم ذلك اليهود الذين أقروا بموسى وكذبوا عيسى، والنصارى الذين أقروا بموسى وعيسى وكذبوا بمحمد ﷺ وجحدوا نبوته، ومن أشبههم من الأمم الذين كذبوا بعض رسل الله، وأقروا ببعضه [**جامع البیان**6:126]

154 **ابن کثیر لکھتے ہیں:** وَٱعۡفُ عَنَّا أي فيما بيننا وبينك مما تَعْلمُه من تقصيرنا وزَلَلِنا وَٱغۡفِرۡ لَنَا أي فيما بيننا وبين عبادك فلا تُظْهِرُهم على مُسَاوِيْنا وأعمالنا القبيحةِ وَٱرۡحَمۡنَآ أي فيما يُسْتَقْبَلُ فلا تُوْقِعُنا بتوفيقك في ذنبٍ آخرَ، ولهذا قالوا: إن الْمُذْنِبَ محتاجٌ إلى ثلاثةِ أشياءَ: أن يَعْفُوَ الله عنه فيما بينه وبينه، وأن يَسْتُرُهُ عن عباده فلا يَفْضَحُهُ به بينهم، وأن يَعْصِمَهُ فلا يُوْقِعُهُ في نظيره [**تفسیر القرآن العظیم**1:573]

155**ابن قیم لکھتے ہیں:** وفيه فرق أحسن من هذا وهو أن الاكتساب يستدعي التعمل والمحاولة والمعاناة فلم يجعل على العبد إلا ما كان من هذا القبيل الحاصل بسعيه ومعاناته وتعمله وأما الكسب فيحصل بأدنى ملابسة حتى بِالْهَمّ بالحسنة ونحو ذلك فخص الشر بالاكتساب والخير بأعم منه [**بدائع الفوائد**2:74]

ابن جنی [وفات:392ھ] **لکھتے ہیں:** لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا ٱكۡتَسَبَتۡ وتأويل ذلك أن كسب الحسنة بالإضافة إلى اكتساب السيئة أمرٌ يسيرٌ ومستَصْغَر [**الخصائص**3:268]

156 **ماوردی نے قطرب کے حوالہ سے ذکر کیا ہے:** إِن نَّسِينَآ ... تركنا، والنسيان: بمعنى الترك كقوله تعالى: نسوا الله فنسيهم [التوبة: 67] [**النکت والعیون**1:364]

157 **امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:** الخطأ: العُدُولُ عن الجِهَةِ، وذلك أَضْرُبٌ: أحدها: أن تريد غيرَ ما تَحْسُنُ إرادتُهُ فَتَفْعَلُهُ، وهذا هو الخطأ التام المأخوذُ به الإنسانُ، يقال: خَطِئَ يَخْطَأُ، خِطْأً، وخِطْأَةً، قال تعالى: إن قتلهم كان خِطْأً كبيرا [الإسراء: 31] ، وقال: وإن كنا لخاطئين [يوسف: 91] .**والثاني: أن يريدَ ما يَحْسُنُ فعلُهُ، ولكن يَقَعُ منه خلافُ ما يُرِيْدُ فيقال: أَخْطَأَ إِخْطَاءً فهو مُخْطِئٌ**، وهذا قد أصاب في الإرادة وأخطأ في الفعل، وهذا المعني بقوله عليه السلام: «رفع عن أمتي الخَطَأُ والنسيان» وبقوله: «من اجتهد فأخطأ فله أجر»، وقوله عز وجل: ومن قتل مؤمنا خَطَأً فتحرير رقبة [النساء:92] [**المفردات فی غریب القرآن**:287، مادة: خطأ]

158 **ابن جریر لکھتے ہیں:** كَمَا حَمَلۡتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِنَا يعني على اليهود والنصارى الذين كُلِّفُوا أعمالا وأُخِذتْ عهودُهُم ومواثيقُهُم على القيام بها، فلم يقوموا بها فعُوْجِلُوا بالعقوبة [**جامع البیان**6:135]

159 **اگر ان تین آیات میں مذکور جملوں کو دیکھا جائے تو یہ جملے سورۃ کے چاروں مضامین میں گزر چکے ہیں، جیسے:**

1. لِّلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِ **توحید کے تمام دلائل میں زمین اور آسمان کا ذکر ہوا ہے۔**
2. ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ **سے اثبات رسالت واضح ہے۔** لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّن رُّسُلِهِۦ **یہ جملہ اثبات رسالت کے مضمون میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔**
3. لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفۡسًا إِلَّا وُسۡعَهَا **یہ جملہ تدبیر منزل یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔** فَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ **اسی طرح یہ جملہ بھی اصحاب طالوت کے واقعے میں گزر چکا۔**

تفسیر بلغۃالحیران، تفسیر جواہر القرآن اور تفسیر شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کے مابین جزوی تقابل

(اصول التفسیر، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی روشنی میں)

تمہید:

شیخ التفسیر مولانا حسین علی الوانی سے علم تفسیر سیکھنے والے تلامذہ کی ایک طویل فہرست ہے جن میں سر فہرست شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری شامل ہیں۔لامحالہ استاد کے پڑھائے ہوئے سبق کا رنگ اور اسلوب شاگرد کی تقریر و تحریر میں عیاں ہوتا ہے بالخصوص جب شاگرد ایک معتد بہ عرصہ تک اس کی صحبت میں رہ چکا ہو۔ اسی لئے دونوں تلامذہ کی تفسیر میں مولانا حسین علی کے تفسیری اصول، اصطلاحات اور آیات کی توجیہات کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے۔ بجز بعض باتوں کے جس کی وضاحت آنے والے سطور میں کی جائے گی۔ اس فصل میں تینوں مشائخ کی تفاسیر سے اصول، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ میں مختصراً تقابل کچھ اس انداز سے کیا جائے گا کہ پہلے دونوں مشائخ کے استاد محترم مولانا حسین علی کی تفسیر بلغۃالحیران کا تذکرہ کیا جائے گا۔ دوسرے نمبر پر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کا اور تیسرے نمبر پر شیخ القرآن مولانا محمد طاہر کا ذکر کیا جائے گا۔

قرآن مجید کی تفسیر کے اصول:

بلغۃالحیران فی ربط آیات الفرقان مولانا حسین علی کی املائی تفسیر ہے جو ان کی زندگی میں ہی لکھی گئی تھی اور طبع ہوئی ہے۔اس کے لکھنے کا اہتمام مولانا غلام اللہ خان صاحب نے کیا تھا۔ البتہ اس کے شروع میں مختصراً اصول تفسیر مولانا حسین علی کے ایک اور شاگرد رشید ضلع گجرات سے تعلق رکھنے والے فقیر محمد نذر شاہ عباسی نے لکھے ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان نے تفسیر جواہر القرآن کی پہلی جلد کے آغاز میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سے پہلے تین حصوں پر مشتمل "اصطلاحات، فوائد اور توحید و شرک سے متعلق" چند ابتدائی باتیں ذکر کی ہیں۔اس کے برعکس مولانا محمد طاہر نے قدرے تفصیل کے ساتھ اصول تفسیر، اصطلاحات اور ابتدائی قواعد کو جمع کر کے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام "العرفان من أصول القرآن" ہے جو ایک سو اٹھاسی صفحات پر مشتمل ہے۔[1]

اصول میں جو اصطلاحات تینوں کے ہاں مشترک مذکور ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

- ادخال الٰہی [بلغۃالحیران:3، جواہر القرآن 6:1، العرفان من اصول القرآن:103]
- جباریت / ختم قلب:

مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان ختم قلب کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں لیکن اس کی بہ نسبت "جباریت" کی اصطلاح زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ مولانا محمد طاہر ان کے برعکس "جباریت" کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں لیکن زیادہ تر اصطلاح ختم قلب کی استعمال کرتے ہیں۔

[تفسیر بلغۃالحیران:2، جواہر القرآن 7:1، اصطلاح:13، العرفان من اصول القرآن:92-96]

- ربط القلب:

اس پر تینوں کے ہاں اتفاق ہے اور یہ جباریت اور ختم القلب کے مقابلہ میں ہے۔

[تفسیر بلغۃالحیران:2، جواہر القرآن 8:1، اصطلاح:14، العرفان من اصول القرآن:99-100]

- دلائل اور حلف:

اگر چہ مقصد کو ثابت کرنے کے لئے تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن مجید دلائل ذکر کرتا ہے۔ لیکن تینوں کے ہاں اس کی تفصیل میں تھوڑا اختلاف ہے۔ مولانا حسین علی کے نزدیک قرآن مجید میں توحید کو ثابت کرنے کے لئے دلائل اربعہ ذکر کئے جاتے ہیں:

1. دلیل وحی
2. دلیل عقلی
3. دلیل نقلی
4. دلیل عقلی مع اعتراف الخصم

مولانا حسین علی نے "اقسام القرآن" کو دعوی کے لئے شواہد قرار دیا ہے اور قسم کی اقسام ذکر کی ہیں۔[تفسیر بلغۃالحیران:2]

مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں:" قرآن مجید میں دعوی کو ثابت کرنے کے لئے چار قسم کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں":

1. دلیل عقلی
2. دلیل عقلی مع اعتراف الخصم
3. دلیل نقلی
4. دلیل وحی

مولانا غلام اللہ خان نے قسم کی بحث اور اس کی اقسام کو دلائل کی بحث سے مستقل طور پر الگ ذکر کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن مجید نے قسم کو محض تاکید کلام کے لئے ذکر کیا ہے البتہ اس کے ذریعے دعوی کو ثابت کرنے کی صراحت نہیں کی۔

[جواہر القرآن 10:1،فائدہ:7]

جبکہ مولانا محمد طاہر کے نزدیک قرآن مجید دعوی کو ثابت کرنے کے لئے دلائل، حلف اور مخالفین کے شبہات کی نفی کرتا ہے۔ ان کے نزدیک دلائل تین قسم کے ہیں:

1. دلیل عقلی
2. دلیل نقلی
3. دلیل وحی

اس کی تفصیل اسی مقالہ میں "اصول" کی بحث میں گزر چکی ہے کہ دلیل عقلی کی مزید تین قسمیں ہیں۔

اس کے علاوہ ان کے نزدیک قرآن مجید "حلف" کے ذریعے بھی اثبات دعوی کرتا ہے۔[العرفان من اصول القرآن:71-83]

ان کے نزدیک قرآن مجید منکرین کے شبہات اور اعتراضات کو دفع کرنے کے ذریعے بھی اثبات دعوی کرتا ہے۔ یہ بات "العرفان من أصول القرآن" کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے[2] جبکہ انہوں نے یہ بات سورۃ البقرۃ2:97 کی تفسیر میں واضح طور پر ذکر کی ہے۔[3]

➢ شان نزول:

مولانا حسین علی فرماتے ہیں: قرآن شان نزول کا محتاج نہیں ہے۔ اور تفسیر قرآن جو شان نزول کے ساتھ قصے بنی اسرائیل وغیرہ کے لکھتے ہیں وہ معتبر نہیں ہیں۔ کذا قال شاہ ولی اللہ صاحب: وقیل : أضر الأشياء فی تفسیر القرآن شأن النزول [بلغۃ الحیران:4]

مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں: یہ اپنی جگہ درست ہے کہ نزول قرآن کے وقت اکثر ایسا ہی ہوا ہے کہ کوئی واقعہ پیش آگیا۔ اس کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس بارے آیتیں نازل ہو گئیں جن سے اس واقعہ کا حکم معلوم ہو گیا۔ لیکن ایسی آیتوں کا حل اور ان کی تفسیر اس مخصوص واقعہ پر منحصر نہیں ہو گی کیونکہ مشہور قاعدہ ہے: العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المعنی . اگر ایسی آیتوں کو ان واقعات سے مخصوص کر دیا جائے تو اس سے قرآن مجید سمجھنے میں بڑی دقت پیش آئے گی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: أضر الأشياء فی تفسیر القرآن شأن النزول . علاوہ ازیں اکثر واقعات ظنی ہوتے ہیں جو بنی اسرائیلی فطرت کے لوگوں کے مشہور کردہ ہوتے ہیں۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ایسے واقعات بکثرت مذکور ہیں۔ اس لئے آیات کا حل شان نزول پر موقوف نہیں بلکہ سیاق وسباق کے پیش نظر آیتوں کو حل کرنا چاہیئے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ شان نزول کے تمام واقعات قابل رد اور جھوٹے ہیں اور تفسیر میں ان کو ذکر کرنا جائز نہیں۔ [جواہر القرآن 11:1، فائدہ:10]

اور یہی بات شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے بھی کی ہے کہ نزلت فی کذا کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ آیت فلاں واقعہ کے ساتھ خاص ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ واقعہ اس آیت کا مصداق تھا۔ اور باقی اعتبار عموم لفظ کا ہے خصوص مورد کا نہیں۔ اور شاہ ولی اللہ کے قول سے آپ نے بھی استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر میں ضرر رساں چیز شان نزول ہے کیونکہ شان نزول کے مقصد کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں نے قرآنی آیات کو اس واقعے کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور یوں قرآن مجید کی اصل حکمت کو چھپا دیا۔ اور آخر میں اصول کی تلخیص یعنی اربعیات میں اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ قرآن مجید میں بصیرت حاصل کرنے کے لئے جہاں الفاظ کے لغوی اور شرعی معانی کی معرفت ضروری ہے وہیں شان نزول اور ناسخ و منسوخ کی معرفت بھی ناگزیر ہے۔ [العرفان من اصول القرآن:184]

➢ ٱلۡكِتَٰبُ اور قرآن میں فرق، لفظ حکیم اور مبین میں فرق

مولانا حسین علی فرماتے ہیں: جس سورۃ کے ابتدا میں لفظ قرآن مذکور ہے اس سورۃ میں کوئی ایسا واقعہ ضرور مذکور ہوتا ہے جو کہ پہلی کتابوں میں نہیں ہوا تھا۔ اور جہاں لفظ کتاب ہو تو وہاں کتب سابقہ اور انبیاء وغیرہ کے بیانات ہوتے ہیں۔ اور جہاں قرآن اور کتاب دونوں ہوں وہاں دونوں باتیں ہوتی ہیں۔ ابتدا سورۃ میں اگر لفظ مبین ہو تو اکثر دلائل نقلیہ سورۃ میں مذکور ہوتے ہیں اگر لفظ حکیم ہو تو اکثر دلائل عقلیہ اور اگر دونوں ہوں تو دونوں۔ [بلغۃ الحیران 63:1]

مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں: اگر لفظ الکتاب سورۃ کی ابتدا میں آئے تو اس سے مراد قرآن مجید ہوتا ہے۔ جیسا کہ: ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ لَا رَيۡبَۛ فِيهِ یا اس سے وہی سورۃ مراد ہوتی ہے جس کی ابتدا میں یہ لفظ آئے۔ جیسا کہ سورۃ یونس، یوسف اور شعراء کی ابتدا میں ہے۔ اور بعض جگہوں میں اس سے اس سورۃ کا دعوی مراد ہوتا ہے جس کی ابتدا میں یہ لفظ وارد ہو۔ جیسا کہ حم مؤمن کے شروع میں ہے... اسی طرح سورۃ زمر میں بھی الکتاب سے اس سورۃ کا دعوی مراد ہے۔ اور اگر لفظ الکتاب سورۃ کے درمیان میں آجائے اور وہاں اہل کتاب کا ذکر ہو تو اس سے کتب سابقہ مراد ہوں گی... اور اگر الکتاب کی صفت مبارك یا مصدق آجائے تو اس سے مراد قرآن مجید ہو گا۔

الکتاب اور قرآن کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر یہ دونوں لفظ کسی سورۃ کی ابتدا میں آجائیں جیسا کہ سورۃ الحجر کے شروع میں ہے تو الکتاب سے کتب سابقہ مراد ہوں گی یعنی اس سورۃ میں وہ مضامین مذکور ہیں جو کتب سابقہ میں تھے اور قرآن سے وہ مضامین مراد ہوں گے جو صرف قرآن مجید میں مذکور ہیں اور کتب سابقہ میں ان کا ذکر نہیں تھا۔

لفظ حکیم اور مبین کے بارے میں فرماتے ہیں: جس سورۃ کی ابتدا میں الکتاب کی صفت حکیم آئے تو اس میں تمام عقلی دلائل مذکور ہوں گے جیسا کہ سورۃ یونس میں کتاب کی صفت حکیم آئی ہے... اور اگر الکتاب کی صفت مبین ہو تو اس میں نقلی دلائل ذکر کئے جائیں گے جیسا کہ سورۃ یوسف کے شروع میں ہے۔[جواہر القرآن 14:1،فائدہ:17،18،19]

مولانا محمد طاہر نے لفظ حکیم اور مبین کے درمیان فرق ذکر کیا ہے کہ جس سورۃ کے آغاز میں لفظ حکیم آجائے اس سورۃ میں دلائل عقلیہ کی جانب اشارہ ہے اور جس سورۃ کے آغاز میں مبین آجائے اس میں دلائل نقلیہ کی جانب اشارہ ہے۔[العرفان من اصول القرآن:70-71]

جو اصطلاحات مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ کے ہاں مشترک مذکور ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

- إِنَّمَا ، وَلِيَعْلَمَ ، أَلَمْ تَرَ ، أَوَكُلَّمَا ، أَرَءَيْتَ اور إِلَّآ کی بحث

[بلغۃ الحیران:3،جواہر القرآن 1:17-19،فائدہ:25،27،29،30،31،32]

جبکہ مولانا محمد طاہر کے ہاں اصول میں مذکورہ الفاظ کو بطور عنوان ذکر کرنے کی کوئی تصریح نہیں۔

جو اصطلاحات مولانا غلام اللہ خان اور مولانا محمد طاہر کے ہاں مشترک اور مختلف مذکور ہیں ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:[4]

- تخویف:

دونوں نے تخویف کی دو اقسام ذکر کی ہیں: تخویف دنیاوی اور تخویف اخروی۔ اور شاہ ولی اللہ اول الذکر کو تذکیر بایام اللہ اور ثانی الذکر کو تذکیر بالموت ومابعد الموت سے تعبیر کرتے ہیں۔ [جواہر القرآن 1:3-4،اصطلاح:4،العرفان من اصول القرآن:89-91]

- بشارت:

تخویف کے مقابلے میں تبشیر ہے۔ دونوں علماء نے تخویف کی طرح بشارت کی بھی دو اقسام ذکر کی ہیں۔ تبشیر دنیوی اور تبشیر اخروی۔ یہ عبارت دونوں کے ہاں یکساں ہے کہ قرآن مجید میں بشارت دنیوی بہت کم آئی ہے۔[جواہر القرآن 4:1،اصطلاح:5،العرفان من اصول القرآن:97] البتہ مولانا غلام اللہ خان نے تخویف وبشارت کو سمجھانے کے لئے ایک خوبصورت مثال ذکر کی ہے:" یوں سمجھ لو جس طرح دنیوی حکومتیں حکومت کا ساتھ دینے والوں اور حکومت کے خیر خواہوں کو خاص خاص نوازشوں سے سرفراز کرتی ہیں۔ انہیں خطابات سے نوازنے اور انہیں مربع جات وغیرہ عطا کرتی ہیں۔ اس کے برعکس باغیوں کو عمر قید کی سزدی جاتی ہے یا انہیں تختۂ دار پر لٹکایا جاتا ہے۔ اسی طرح احکام الٰہی ماننے والوں کے لئے آخرت میں جنات و انہار اور دیگر کئی قسم کی نعمتیں ہوں گی اور دنیا میں بھی ان کو انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اس کی متقاضی ہو جیسا کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر کئی برگزیدہ بندوں کو دنیوی حکومت عطا فرمائی۔ اسی طرح اس مالک الملک کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو دنیا میں بھی گرفت ہو جاتی ہے جیسا کہ فرعون، نمرود اور قارون وغیرہ کو ہوئی اور آخرت میں تو ہو ہی گی۔ "

[جواہر القرآن 4:1 اصطلاح:5،العرفان من اصول القرآن:96-98]

- زجر اور شکوی:

مولانا غلام اللہ خان زجر کی تعریف کرتے ہیں:" بعض اوقات منکرین دعوی کو ان کی ناجائز حرکات اور ان کے غیر معقول مطالبات پر جھڑکا جاتا ہے اسے زجر کہتے ہیں"۔ ان کے نزدیک حتی کہ بعض اوقات پیغمبروں کو بھی کسی غیر موزوں اور خلاف اولی فعل کے ارتکاب پر زجر کیا جاتا ہے۔ البتہ مولانا محمد طاہر نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے جس کے لئے اسی مقالہ میں اصول کے تحت مطالعہ کیا جائے۔

[جواہر القرآن 4:1، اصطلاح:7، العرفان من اصول القرآن:84-89]

البتہ مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان زجر کے علاوہ "شکوی" کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ مولانا محمد طاہر اصول اور تفسیر میں یہ اصطلاح استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں زجر کی اصطلاح عام ہے۔

مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں:" شکوی اور زجر میں خفیف سا فرق ہے۔ دونوں کے درمیان بہت زیادہ تقارب معنوی کی وجہ سے بلغۃ الحیران میں کہیں شکوٰی کی جگہ زجر اور کہیں اس کے برعکس لکھا ہے۔ بلغۃ الحیران کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات مدنظر رہے "۔ [جواہر القرآن 4:1، اصطلاح:6]

- تسلی / تسلیہ [جواہر القرآن 5:1، اصطلاح:8، العرفان من اصول القرآن:98]
- امور مصلحہ:

امور مصلحہ کی اصطلاح تو دونوں علماء کے درمیان متفق علیہ ہے لیکن اس کی تفصیل میں فرق ہے۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب امور مصلحہ کو تین امور یعنی نماز، روزہ اور حج کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ اور ان کے ہاں امور مصلحہ کی دو قسموں کے حوالے سے کوئی حوالہ نہیں ملا۔[جواہر القرآن 1: 5، اصطلاح:9] جبکہ مولانا محمد طاہر کے نزدیک مذکورہ عبادات کے علاوہ صبر، ذکر، احسان اور متعدد امور ہیں یعنی ان کے ہاں امر مصلح کی کوئی تخصیص نہیں ہے البتہ دیگر عبادات کے مقابلے میں نماز، صبر وغیرہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید نے امور مصلحہ کی دو اقسام ذکر ہیں: الأمور المصلحة للتثبت اور الأمور المصلحة لدفع العذاب [العرفان من اصول القرآن:109]

- حذف اور اندماج:

مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں:" قرآن مجید میں عموماً کسی مثال یا واقعہ کو پوری تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اکثر مثال یا واقعہ کے مقصودی حصے کو صراحۃً بیان کیا گیا ہے اور غیر مقصودی حصوں کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ معمولی غور وفکر سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اسے اندماج یا ادماج کہتے ہیں"۔[جواہر القرآن 1: 5، اصطلاح: 10] جبکہ مولانا محمد طاہر نے اصول میں قرآن مجید سے حذف کی دیگر مثالیں ذکر کی ہیں جیسے: حذف المضاف، حذف الکلمۃ، حذف المستثنیٰ، حذف المفاعیل وغیرہ۔[العرفان من اصول القرآن:150-152]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حذف کی مذکورہ بالا مثالیں متعلقہ آیات کی تفسیر میں دونوں مشائخ کے ہاں تفسیر میں پائی جاتی ہیں۔ مثلا مولانا غلام اللہ خان نے حذف مضاف کی مثال سورۃ البقرۃ 2:173 کی تفسیر میں ذکر کی ہے۔

- تنویر دعوی:

مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں: بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ بیان کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد اس کے کسی پہلو کو زیادہ واضح کرنے یا اس کے متعلق کسی شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے کلام لایا جاتا ہے جو پہلے بیان کی تنویر کہلائے گا۔ جبکہ مولانا محمد طاہر نے قرآن مجید کی "امثال" کو تنویر دعوی اور دعوی کی توضیح قرار دیا ہے۔[جواہر القرآن 3:1، اصطلاح:3، العرفان من اصول القرآن:103]

➢ مضامین قرآن:

مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں: قرآن مجید میں کل چھ مضامین بیان کئے گئے ہیں: توحید، رسالت، قیامت، احکام، تخویف اور بشارت۔ جبکہ مولانا محمد طاہر نے نزدیک قرآن مجید کے بنیادی مضامین آٹھ ہیں: توحید، رسالت، صداقت کتاب، ایمان بالآخرۃ، جہاد، انفاق، تنظیم، آداب۔

[جواہر القرآن 9:1، فائدہ:1، العرفان من اصول القرآن:41-68]

➢ شرک اعتقادی اور شرک فعلی:

مولانا غلام اللہ خان کے نزدیک قرآن مجید میں شرک اعتقادی کی نفی شرک فعلی کے مقابلے میں زیادہ ہے کیونکہ شرک اعتقادی شرک فعلی کے لئے بمنزلہ مبدأ اور جڑ کے ہے اور قرآن مجید نے جڑ کو کاٹنے پر زیادہ زور دیا ہے۔[جواہر القرآن 9:1، فائدہ:3] اقسام شرک کو انہوں نے علیحدہ عنوان کے طور پر ذکر کیا ہے اور فرماتے ہیں:" قرآن مجید میں جن اقسام شرک کو زیادہ تر بیان کیا گیا ہے مندرجہ ذیل ہیں: شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک فی الدعاء اور شرک فعلی "۔ شرک فعلی کے حوالے سے لکھتے ہیں:" اس کو سمجھنے کے چار عنوان ہیں ان میں سے دو عنوان شرک سے متعلق ہیں اور دو توحید سے۔ تحریمات اللہ، تحریمات غیر اللہ، اللہ کی نیازیں اور غیر اللہ کی نیازیں "۔ مولانا غلام اللہ خان نے شرک فعلی کی مفصل تردید لکھی ہے۔[جواہر القرآن 1:42-52]

مولانا محمد طاہر نے شرک کو اولاً شرک اعتقادی اور شرک فعلی میں تقسیم کیا ہے۔ شرک اعتقادی کو مزید چار اقسام میں تقسیم کیا ہے: شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادۃ۔ اور شرک فعلی سے متعلق وہی چار عنوانات ذکر کئے ہیں جو مولانا غلام اللہ خان نے ذکر کئے ہیں۔[العرفان من اصول القرآن:11-35]

➢ مشرکین کی اقسام:

مولانا غلام اللہ خان نے "مشرکین کی اقسام" کے نام سے کوئی عنوان قائم نہیں کیا البتہ انہوں نے وہی چار اقسام ذکر کی ہیں جو مولانا محمد طاہر نے ذکر کی ہیں۔ اور اس پر مولانا غلام اللہ خان نے جو عنوان باندھا ہے:" اللہ کے سوا کس کس کو معبود بنایا گیا "۔ تو اس عنوان کے تحت ملائکہ، انبیاء، اولیاء، سورج، ستارے، جنات اور نیک پیروں کو ذکر کیا ہے۔

مولانا محمد طاہر نے مشرکین کی چار اقسام ذکر کی ہیں: مشرکین بالعباد الصالحین، مشرکین بالجن، مشرکین بالملائکۃ اور مشرکین بالکواکب۔

[جواہر القرآن 1:27-31، العرفان من اصول القرآن:18-33]

➢ مسئلہ الٰہ اور مسئلہ عبادت:

مولانا غلام اللہ خان نے جواہر القرآن کے آغاز میں جو سب سے زیادہ تفصیل اور وضاحت کی ہے وہ مسئلہ الٰہ ہے جس پر آپ نے بیسیوں آیات ذکر کی ہیں۔[جواہر القرآن 1:23-40]

مولانا محمد طاہر نے بھی الٰہ کے عنوان پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ قرآن مجید نے مسئلہ الٰہ کو مختلف عنوانات کے ذریعے ذکر کیا ہے کبھی بعنوان الٰہ، کبھی بعنوان حمد، کبھی بعنوان تسبیح اور کبھی بعنوان برکت۔ لیکن مسئلہ الٰہ کو ذکر کرنے میں جو سب سے اہم فرق دونوں علماء کے درمیان نظر آتا ہے وہ "معبود اور الٰہ " کے مابین فرق کا ہے۔ مولانا غلام اللہ خان جمہور علماء کی طرح الٰہ کا معنی معبود کرتے ہیں جبکہ مولانا محمد طاہر دونوں الفاظ کے درمیان فرق کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

اسی لئے آپ پوری تفسیر میں انہیں الہ کا معنی "حاجت روااور کارساز "کا معنی کرتے ہوئے پائیں گے۔اگرچہ وہ الہ کا معنی معبود کرنے کو غلط نہیں سمجھتے لیکن دونوں کے درمیان تفریق کوراجح سمجھتے ہیں۔[العرفان من اصول القرآن:16-17،44-49]

عبادت کی تشریح میں مولانا غلام اللہ خان کے ہاں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ کہ عبادت تین اجزاء یعنی حب، خوف اور رجاء کامرکب ہے جبکہ مولانا محمد طاہر لفظ عبادت کو مذکورہ تین اجزاء کے ذریعے ہی واضح کرتے ہیں۔[جواہر القرآن:38-39،العرفان من اصول القرآن:16]

خلاصہ:

مولانا غلام اللہ خان نے بجز بعض اصطلاحات کے اصول مختصر الفاظ میں ذکر کئے ہیں جبکہ مولانا محمد طاہر نے انہیں قدرے تفصیل سے لکھاہے۔اس کے علاوہ مولانا محمد طاہر نے جن دیگر مباحث کو ذکر کیاہے اور وہ بلغۃالحیران اور جواہر القرآن میں نہیں ملتے ان میں سے:

- قرآن مجید کی تعریف
- قرآن مجید کے اسماء
- قرآن مجید کے نازل کرنے کی حکمت
- مخاطبین قرآن
- معرفت ناسخ ومنسوخ ہیں۔

اس کے علاوہ مولانا محمد طاہر نے اصول کے آخر میں عجیب انداز سے جملہ اصول کی تلخیص اربعیات کی شکل میں لکھی ہے۔

سورۃ الفاتحہ

ذیل میں تینوں مشائخ کی تفاسیر سے سورۃ الفاتحہ کا ایک تقابلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے:

- سورۃ الفاتحہ کے اسماء:

مولانا حسین علی نے سورۃ الفاتحہ کے اسماء میں سے دو نام ذکر کئے ہیں۔ ام القرآن، سورۃ الصلاۃ۔[بلغۃ الحیران 95:1]

مولانا غلام اللہ خان نے سورۃ الفاتحہ کے صرف دو نام ذکر کئے ہیں: ام القرآن، تعلیم المسئلۃ۔[جواہر القرآن 1:2-3، بذیل سورۃ الفاتحہ]

جبکہ مولانا محمد طاہر نے سورۃ الفاتحہ کے گیارہ نام ذکر کئے ہیں۔[5]

- سورۃ الفاتحہ کے تقدیم کی وجہ:

مضمون کے لحاظ سے قرآن مجید کے چار حصے ہیں اور ہر حصہ الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور پورے قرآن مجید کا مضمون سورۃ الفاتحہ میں موجود ہے اس لئے سورۃ الفاتحہ کو شروع میں ذکر کیا گیا۔ یہ وجہ تینوں مشائخ نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں لکھی ہے۔[6]

[بلغۃ الحیران 1:70-71، جواہر القرآن 1:2، بذیل سورۃ الفاتحہ]

مولانا غلام اللہ خان نے ایک وجہ مولانا شبیر احمد عثمانی کے حوالہ سے ذکر کی ہے کہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں چھ مضامین بیان کئے گئے ہیں: توحید، رسالت، احکام، قیامت، ماننے والوں کے احوال اور نہ ماننے والوں کے احوال۔ چونکہ سورۃ الفاتحہ میں یہ تمام مضامین بالاجمال موجود تھے تو اسی وجہ سے اسے مقدم کیا گیا۔[جواہر القرآن 1:2، بذیل سورۃ الفاتحہ]

مولانا محمد طاہر نے سورۃ الفاتحہ کی تقدیم پر مولانا حسین علی کے قول سمیت بارہ اقوال ذکر کئے ہیں۔[7]

- سورۃ الفاتحہ کا مقصد اور دعوی:

مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان نے واضح طور پر سورۃ الفاتحہ کے مقصد اور دعوی کو تحریر نہیں کیا البتہ ان کے طرز بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سورۃ الفاتحہ کا دعوی إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ہے۔[بلغۃ الحیران 1:72، 75 جواہر القرآن 1:2-3]

جبکہ مولانا محمد طاہر کے نزدیک سورۃ الفاتحہ کا مقصد "چار مقاصد کا اثبات" ہے یعنی توحید، رسالت، صداقت کتاب اور ایمان بالآخرۃ۔[8]

- سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ اور تفسیر:

بلغۃ الحیران میں جزوی طور پر بعض آیات اور بعض آیات کے جملوں کا ترجمہ کیا گیا ہے لیکن ہر ہر آیت کا ترجمہ نہیں ہے۔ جیسے: ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ کا معنی کرتے ہیں: "صفات فاعلیہ خاص اللہ کے واسطے ثابت ہیں"[بلغۃ الحیران 75:1]

جہاں تک تفسیر کی بات ہے تو جگہ جگہ بعض آیات میں نحوی تحقیق کی گئی ہے اور زیادہ تر حوالے شارح کافیہ رضی سے دیئے گئے ہیں۔ لغت میں جوہری کی صحاح کے فارسی ترجمہ صراح اللغۃ پر اعتماد کرتے ہیں۔ تفاسیر میں تفسیر کبیر، مدارک کے حوالہ جات زیادہ پائے جاتے ہیں۔

مولانا غلام اللہ خان کی تفسیر جواہر القرآن میں آیت کا ترجمہ موضح القرآن سے لیا گیا ہے جو شاہ عبد القادر کا ترجمہ ہے۔ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں جن تفاسیر کے حوالہ جات پائے جاتے ہیں ان میں ابن جریر، قرطبی، مدارک، خازن، ابن کثیر، مظہری، روح المعانی شامل ہیں۔ مذکورہ تفاسیر کے علاوہ جگہ جگہ اپنے استاذ مولانا حسین علی کا قول نقل کرتے ہیں۔ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں رضی کا کوئی حوالہ تو نہیں دیا البتہ اپنے استاذ کے

نقش قدم پر چلتے ہوئے جگہ جگہ رضی کے حوالے پائے جاتے ہیں(مثلاً:سورۃ البقرۃ6:2)۔ لغت میں صراح کے حوالے جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں کوئی حوالہ تو نہیں دیا البتہ تفسیر میں دیگر جگہوں پر حوالہ جات ملتے ہیں۔(مثلاً:سورۃ البقرۃ144:2)

مولانا محمد طاہر کی تفسیر میں سورۃ الفاتحہ کا زیادہ تر حصہ ابن قیم کی کتاب مدارج السالکین سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ ان کی تفسیر میں زیادہ تر حوالہ جات تفسیر کبیر، مدارک، ابن کثیر سے پائے جاتے ہیں۔ نحوی کتابوں میں رضی کے علاوہ سیبویہ کی الکتاب، ترکیب میں ابو البقاء العکبری کی کتاب املاء مامن بہ الرحمن پر اعتماد کرتے ہیں اور مفردات القرآن میں راغب اصفہانی سے اخذ کرتے ہیں۔

- ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ

عام طور پر جو معنی کیا جاتا ہے اس مقام میں الف لام کی بحث تینوں مشائخ کے ہاں پائی جاتی ہے۔ الف لام استغراقی نہ ہونے پر تینوں متفق ہیں۔ البتہ مولانا غلام اللہ خان کے نزدیک الف لام جنسی اور عہد خارجی کے لئے ہیں۔[جواہر القرآن 4:1،حاشیہ:2]

جبکہ مولانا محمد طاہر کے نزدیک الف لام استغراق نہ ہی جنس کے لئے ہے بلکہ الف لام عہد خارجی ہے جو کہ الف لام میں اصل ہے۔[9]

ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ مولانا حسین علی کے نزدیک بطور حکم ہے اور مابعد صفات اس کے لئے بمنزلہ علت کے ہیں اور إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ماقبل کا ثمرہ ہے۔[بلغۃ الحیران 75:1] جبکہ مولانا غلام اللہ خان اسے دعوی کہتے ہیں اور مابعد صفات کو اس دعوی پر دلائل قرار دیتے ہیں۔[جواہر القرآن 5:1،حاشیہ:3]

مولانا محمد طاہر کے ہاں دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں: وجعل الأسماء بعد الحمد علة لذلك [سمط الدرر:31] جبکہ اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں دعوی اور دلیل کا انداز بھی ذکر کیا گیا ہے۔

"مقامات حمد" کے حوالے سے مولانا حسین علی کے ہاں کوئی وضاحت نہیں ملی۔ مولانا غلام اللہ خان نے مقامات حمد کے عنوان کے بغیر ان قرآنی آیات کو ذکر کیا ہے جو مولانا محمد طاہر نے ذکر کی ہیں۔[جواہر القرآن 4:1-5] جبکہ مولانا محمد طاہر نے قرآن مجید سے پانچ مقامات حمد ذکر کئے ہیں۔[سمط الدرر:15-17]

اللہ اور الٰہ کے مشتق غیر مشتق کی تحقیق صرف مولانا محمد طاہر کی تفسیر میں ملتی ہے جبکہ باقی دونوں مشائخ کی تفاسیر میں اس حوالے سے کچھ مذکور نہیں۔[سمط الدرر:17-18]

- رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ

مولانا حسین علی نے رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ کے فقط لفظی معنی کئے ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان نے ٱلۡعَٰلَمِينَ کی تعریف کے ساتھ "اللہ تعالیٰ کا نظام ربوبیت" عنوان قائم کیا ہے۔[جواہر القرآن 5:1] جبکہ مولانا محمد طاہر نے رب اور ٱلۡعَٰلَمِينَ کے لغوی معنوں سمیت اللہ کی صفت ربوبیت پر پیغمبروں کے مناظرے ذکر کئے ہیں اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ جگہ جگہ صفت ربوبیت کو اپنے لئے ثابت کرتا ہے اور غیر سے نفی کرتا ہے۔[10]

- ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ

مولانا حسین علی کے نزدیک دونوں صیغے صفت کے ہیں اور ایک میں رقت دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ اس کے برعکس دونوں الفاظ کے مابین عام طور پر کئے جانے والے فرق کو غیر معتمد قرار دیا ہے کہ رحمن کا معنی دنیا اور آخرت میں رزق دینے والا اور رحیم کا معنی آخرت میں خاص ایمان والوں کو دینے والے کے ہیں۔[بلغۃ الحیران 71:1]

مولانا غلام اللہ خان کے نزدیک دونوں صفت مشبہ کے صیغے ہیں اور دونوں میں مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے اور دونوں رحم سے مشتق ہیں۔ دونوں الفاظ کے درمیان فرق کرتے ہوئے ایک قول وہی ذکر کیا ہے جس کو مولانا حسین علی نے غیر معتمد قرار دیا ہے۔ اور پھر مولانا حسین علی کے حوالے سے ایک فرق ذکر کیا ہے:" رحمان اس موصوف کو کہتے ہیں جو بالفعل رحمت کر رہا ہو اور جس کی رحمت کائنات کے ذرہ ذرہ کو شامل ہو اور رحیم اس ذات کو کہتے ہیں کہ رحم جس کی صفت لازمہ اور خصوصیت ذاتیہ ہو، صفت عارضہ نہ ہو "۔ اس کو ذکر کرنے کے بعد انہوں نے اللہ کی ظاہری نعمتوں اور پیغمبر و کتاب کو ذکر کرنے سے گویا کہ اس جانب اشارہ کیا ہے کہ اللہ کی رحمت جسد اور روح دونوں کو شامل ہے۔

[جواہر القرآن 6:1، حاشیہ:5]

مولانا محمد طاہر کے نزدیک رحمن فعلان اور رحیم فعیل کا صیغہ ہے۔ فعلان میں معنی کثرت اور عموم کے جبکہ فعیل میں غلبہ اور خصوصیت کے معنی ہیں۔ اس کے بعد ان آیات کو ذکر کیا ہے کہ جس میں اللہ نے صفت رحمانیت کو اپنی ذات کے لئے ثابت کیا ہے اور غیر سے نفی کیا ہے۔[11]

- مَـٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ

مولانا حسین علی فرماتے ہیں: یوم جزا کا مالک وہ خود ہے اور شفیع قہری کوئی نہیں ہے۔[بلغۃ الحیران 72:1]

مولانا غلام اللہ خان نے لفظ دین کے مختلف معانی ذکر کئے ہیں: شریعت، توحید اور پکار کے معنوں میں اور جہاں کہیں اس کی طرف یوم مضاف ہو تو وہاں معنی جزاء کے ہوتے ہیں۔ اور مختلف معانی ذکر کرنے کے بعد روز جزاء کی اہمیت اس انداز میں ذکر کی ہے کہ روز جزا کا قیام کیوں ضروری ہے اور اس کے بعد اہل کتاب کا آخرت کے بارے میں بگڑے ہوئے تصور کے حوالے سے قرآنی آیات ذکر کی ہیں کہ وہ کہتے ہیں ہمیں جہنم کی آگ بجز چند دنوں کے ہرگز نہیں چھوئے گی۔[سورۃ البقرۃ 80:2] اور جنت میں صرف یہودی اور عیسائی ہی داخل ہوں گے۔[سورۃ البقرۃ 2: 111] اور آخر میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ قیامت کے دن کے مالک ہونے کی تخصیص کیوں کی گئی ہے کیونکہ قیامت کے دن وہ اکیلے مالک ہو گا۔[جواہر القرآن 1:6-8]

مولانا محمد طاہر نے دین کے معنی پر عربی شعر سے استدلال کیا ہے کہ اس سے مراد بدلہ ہے۔ اور شفاعت کی تعریف، اقسام اور شرائط ذکر کی ہیں۔ نفی شفاعت قہری پر قرآن مجید کے چوبیس مقامات کا حوالہ دیا ہے۔[12]

- إِيَّاكَ نَعۡبُدُ

مولانا حسین علی عبادت کی لغوی تعریف ذکر کرنے کے بعد عبادت اور تعظیم کے مابین فرق ذکر کرتے ہیں اور دونوں کے درمیان فارق نیت کو قرار دیا ہے۔ آگے تعظیم میں بھی یہ وضاحت کرتے ہیں کہ کون سی تعظیم جائز اور کون سی ناجائز ہے۔ فرماتے ہیں: پیر، استاذ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دے تو شرک نہیں ہے، تعظیم ہے لیکن چند افعال تعظیم بھی شریعت محمدی میں مطلقاً منع ہیں جیسے حلف بغیر اللہ، تعظیم اصنام اگرچہ اعتقاد شرکیہ نہ ہوں بلکہ تصویر ذی روح کی بنانی بھی منع ہے اور اسی طرح سجدۂ تعظیم سوا اللہ کے اور کو منع ہے۔[بلغۃ الحیران 1:75-76]

مولانا غلام اللہ خان نے مفعول کو فعل فاعل پر مقدم کرنے کا فائدہ ذکر کیا ہے تا کہ حصر کا فائدہ دے۔ عبادت کی لغوی تعریف ذکر کرنے کے بعد ابن قیم کی مدارج السالکین[13] سے عبادت کی تعریف نقل کی ہے کہ عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے کہ معبود کو ایک غیبی تسلط حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ نفع و نقصان پر قادر ہے۔ اس لئے ہر تعریف، ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس مذکورہ اعتقاد و شعور کے ساتھ ہو وہ عبادت ہے۔ اور پھر مولانا حسین علی کی طرح عبادت اور تعظیم میں فرق کیا ہے اور تعظیم کی دو قسمیں ذکر کی ہیں ایک وہ تعظیم جو ناجائز ہے اور دوسری وہ تعظیم ہے جو اپنے استاذ، پیر و مرشد کی کی جاتی ہے جس میں ان کی اطاعت کرنا، ان کے سامنے دوزانو بیٹھنا، ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا، ان کی خدمت میں تحفے تحائف اور ہدیے پیش کرنا۔[جواہر القرآن 1:8-9]

مولانا محمد طاہر نے عبادت کے عنوان پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ سب سے پہلے عربی قاعدہ ذکر کیا ہے: تقديم ما حقه التأخير يفيد الحصر والإختصاص . اس کے بعد عبادت کے موضوع کو تین عنوانات میں ذکر کیا ہے۔[1]عبادت کی لغوی و اصطلاحی تعریف۔ عبادت کی اصطلاحی تعریف میں حب، خوف اور رجاء میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں جن میں سے ایک ناجائز اور شرک ہے اور دوسرا ماتحت الاسباب جائز ہے۔[2]تعریف کے بعد چار علل عبادت ذکر کی ہیں کہ ہم اللہ کی عبادت کیوں کرتے ہیں۔[3]اور علل عبادت ذکر کرنے کے بعد ثمرۂ عبادت ذکر کیا ہے کہ جن میں اللہ کی طرف سے بشارت، شیطان کے تسلط سے بچاؤ اور اللہ کا اپنے برگزیدہ بندوں کو صفت عبدیت سے موصوف کرنا شامل ہیں۔ اور اس کے بعد عبادت کے منازل و مراتب تفصیل سے ذکر کئے ہیں۔[14]

- وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

آیت کے دو جملوں کے درمیان ربط تینوں مشائخ نے ذکر کیا ہے: عبادت کی بڑی شاخ ندا کرنا قضائے حاجات میں ہے۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ دعا عبادت کا نچوڑ ہے۔[15] اور یہ سوال بھی تینوں مشائخ کے ہاں کیا گیا ہے کہ اگر صرف اللہ ہی سے مدد طلب کرنی ہے تو کیا مخلوق کی ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا شرک کے زمرے میں آئے گا؟ اسی لئے تینوں کے ہاں مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب کے تحت مدد طلب کرنے کی تقسیم کی گئی ہے اور جواب دیا گیا ہے کہ اول الذکر جائز ہے اور آیت میں ثانی الذکر مراد ہے جو کہ اللہ کے بغیر کسی اور سے کرنا ناجائز اور شرک ہے۔ لیکن ایک معمولی فرق جو مولانا محمد طاہر اور دیگر دو مشائخ کے ہاں پائی جاتی ہے وہ یہ کہ مولانا محمد طاہر کے نزدیک لفظ استعانت اللہ کے بغیر کسی اور کے لئے کہنے کو درست نہیں سمجھتے اور اسی لئے مافوق الاسباب مدد کے لئے وہ سین تاء کے بغیر الفاظ استعمال کرتے ہیں مثلاً "اعانت، تعاون" وغیرہ۔ جبکہ مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان لفظ استعانت کو ہی دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ جائز اور ناجائز۔ مولانا غلام اللہ خان فرماتے ہیں: " استعانت (مدد مانگنے) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک استعانت ماتحت الاسباب یعنی ظاہری اسباب کے تحت کسی سے مدد مانگی جائے۔ یہ وہ امداد ہے جو تمام انسانوں کو روز مرہ کی زندگی میں ایک دوسرے سے حاصل ہوتی ہے ... استعانت کی دوسری قسم ہے مافوق الاسباب یعنی اسباب عادیہ کے بغیر کسی کو دور و نزدیک سے غائبانہ پکارا جائے اور اس سے استمداد کی جائے یہ پکار اور استعانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور اللہ کے سوا کسی پیغمبر، فرشتہ یا ولی سے ہرگز جائز نہیں۔ تمام انسانوں بلکہ جانداروں کی مافوق الاسباب مدد اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اس کی امداد میں قرب و بعد کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔ اور یہ استمداد غیر خدا سے شرک ہے اور یہی وہ استمداد و استعانت ہے جس کا إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ میں حصر ہے۔ "[بلغۃ الحیران 1:77-79، جواہر القرآن 1:9-10][16]

- ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ

مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان نے ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ کو إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ کے ساتھ یوں مربوط کیا ہے کہ ٱلصِّرَٰطَ میں الف لام عہد خارجی ہے جس سے مراد إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ والا رستہ ہے۔

[بلغۃ الحیران 79:1، جواہر القرآن 11:1]

مولانا محمد طاہر نے گذشتہ آیت کے ساتھ ربط یوں بیان کیا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد "اتباع نبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ " ہے۔ فرماتے ہیں کہ إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ سے پہلے تین آیات میں توحید کو ذکر کیا گیا اور إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ کے بعد اتباع نبی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ان کے نزدیک إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ کو توحید اور رسالت کے درمیان ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ کی عبادت بغیر توحید کے مقبول نہیں ہے اسی طرح اللہ کی عبادت بغیر اتباع نبی صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ کے بھی مقبول نہیں ہے۔[سمط الدرر:28-29][17]

-ٱهۡدِنَا کا معنی:

مولانا حسین علی فرماتے ہیں اس کے دو معنی ہیں:

1. اے اللہ! محکم رکھ صراط مستقیم پر یعنی إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ پر
2. اے اللہ! دکھا رستہ مستقیم وہ رستہ جو کہ تیرے منعم علیہم والا ہے اور منعم علیہم سے مراد نبیین اور صالحین ہیں۔[بلغۃ الحیران 79:1]

مولانا غلام اللہ خان نے صرف استقامت والے معنی کو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:" إِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَإِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ یہ دراصل بندوں کا اپنے خدا سے عہد ہے کہ اے اللہ ہم صرف تیری ہی بندگی کریں گے صرف تجھے ہی حاجات و مشکلات میں مدد کے لئے پکاریں گے اس کے بعد ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ میں اسی عہد پر استقامت کی دعا مانگی جارہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! یہ سیدھی راہ جو تو نے ہمیں دکھادی ہے یعنی توحید اور صرف تیری عبادت و پکار اور صرف تجھی سے استعانت و استمداد کی راہ اب اس پر ہمیں قائم رکھ اور تادم آخرین ہمیں اس پر چلا" ۔ آگے چل کر انہوں نے شاہ عبد القادر کے معنی کو پسند کیا ہے فرماتے ہیں:" "چلا ہم کو راہ سیدھی" اور یہاں یہی معنی موزوں اور مناسب ہیں کیونکہ جب ایک شخص ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ سے إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ تک بیان کردہ تمام باتوں پر ایمان لے آتا ہے اور ان پر عامل ہو جاتا ہے تو صراط مستقیم تو اس نے دیکھ لیا اور سیدھی راہ اسے مل چکی۔ اس لیے اب ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ میں وہ سیدھی راہ دیکھنے کی دعا نہیں کر رہا بلکہ وہ یہ التجا کر رہا ہے کہ اے اللہ جو سیدھی راہ تو نے مجھے دکھادی ہے۔ اب اس پر مجھے قائم رکھ۔ "[جواہر القرآن 11:1]

مولانا محمد طاہر نے ٱهۡدِنَا کے تین معانی کئے ہیں: بیان کر ہمیں، دکھادے ہمیں، استقامت دے ہمیں۔ ان میں سے دو معانی تو ان کے شیخ مولانا حسین علی سے منقول ہیں۔ ہدایت کا تیسرا معنی "بیان کر ہمیں" اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا محمد طاہر کی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا اکثر حصہ ابن قیم کی مدارج السالکین سے ماخوذ ہے اور ابن قیم ہدایت کا معنی کرتے ہیں:" فالهداية: هى البيان والدلالة ثم التوفيق والإلهام وهو بعد البيان والدلالة " [مدارج السالکین 32:1]

-ہدایت کے مراتب:

مولانا حسین علی کے نزدیک اَهْدِنَا میں دو معانی کے اعتبار سے ہدایت کے دو مرتبے ہیں۔ ایک عام مؤمنوں کی ہدایت اور ایک ہدایت کاملہ جو کہ منعم علیہم لوگوں کی ہدایت ہے۔[بلغۃ الحیران 80:1]

مولانا غلام اللہ خان کے نزدیک ہدایت کی دو قسمیں ہیں: ایک فطری اور دوسری کسبی۔ فطری ہدایت انسان اور غیر انسان سب کے لئے عام ہے اور اللہ کی طرف سے ہر ذی روح کو پیدائش کے ساتھ ہی عطا کی جاتی ہے۔ اس پر انہوں نے سورۃ طہٰ 50:20 اور سورۃ الاعلی 3:87 کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اور ہدایت کی دوسری قسم جو پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے اس کے چار درجے ہیں: انابت، ہدایت، استقامت اور ربط القلب۔[جواہر القرآن 1:11-12]

مولانا محمد طاہر نے المفردات کے حوالے سے ہدایت کے چار مراتب اور مفتاح السعادۃ کے حوالے سے ہدایت کے سترہ معانی ذکر کئے ہیں۔[18]

-ہدایت بواسطۂ حرف جر اور بلاواسطۂ حرف جر:

مولانا غلام اللہ خان نے لفظ ہدایت میں یہ تحقیق کی ہے کہ قرآن مجید میں ہدایت اپنے دوسرے مفعول کی طرف کبھی حرف جر کے واسطہ سے متعدی ہوتا ہے اور کبھی بلاواسطۂ حرف جز متعدی ہوتا ہے۔ جہاں بواسطۂ حرف جر متعدی ہوتا ہے وہاں معنی "اراءۃ الطریق" کے ہیں اور جہاں بلاواسطۂ حرف جر متعدی ہوا ہے جیسا کہ سورۃ الفاتحہ میں بھی ہے تو وہاں مراد "ایصال الی المطوب" ہے۔[جواہر القرآن 1:11-12]

مولانا محمد طاہر نے ہدایت کی اس مذکورہ بالا تقسیم پر مشہور فلسفی جلال الدین دوانی کی تردید کی ہے۔[19]

-صراط مستقیم کا معنی:

مولانا حسین علی نے صراط مستقیم سے ماقبل اور مابعد آیات میں مذکور مضمون کا معنی مراد لیا ہے یعنی اگر ماقبل آیت مراد لی جائے تو صراط مستقیم سے مراد إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ والا معنی ہے اور اگر مابعد کے ساتھ مربوط کیا جائے تو صراط مستقیم سے ان لوگوں کا رستہ مراد ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔[بلغۃ الحیران 1:79-81]

مولانا غلام اللہ خان نے صراط مستقیم کی دو توجیہات کی ہیں۔ ایک معنی میں انہوں نے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ والا معنی مراد لیا ہے اور اس پر استشہاد کے لئے سورۃ آل عمران 51:3 اور سورۃ یس 61:36 کی آیات پیش کی ہیں کہ ان آیات میں اللہ کی عبادت کو صراط مستقیم قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے مطلق راہ حق مراد ہے جو اسلام کے تمام احکام کو شامل ہے۔ مثلاً عبادات، معاملات، اخلاق، معاشیات، سیاسیات، احکام برزخ، اصول آخرت وغیرہ۔ اس توجیہ پر انہوں نے سورۃ الانعام سے استدلال کیا ہے کہ وہاں اللہ نے شرک سے منع فرمایا، پھر والدین سے حسن سلوک، پھر قتل اولاد، قتل النفوس اور دیگر فواحش سے منع فرمایا اور آخر میں جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا: وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ [سورۃ الانعام 153:6] اور بے شک یہ ہے میرا راستہ جو بالکل سیدھا ہے سو اس راہ پر چلو یہاں دین کے تمام احکام کو صراط مستقیم فرمایا۔ اور بطور تائید مدارک سے بھی حوالہ نقل فرمایا ہے۔[جواہر القرآن 11:1، حاشیہ: 8]

مولانا محمد طاہر نے "صراط مستقیم" سے تین معانی مراد لئے ہیں اور تینوں پر دلائل قرآن مجید سے پیش کئے ہیں: توحید، اتباع رسول اور قرآن مجید۔[20]

-صراط مستقیم سے مانعین، ناکبین اور اس کے داعین:

صراط مستقیم سے منع کرنے والے، اس سے اعراض کرنے والے اور اس کی طرف دعوت دینے والوں کی تفصیل ہمیں صرف مولانا محمد طاہر کی تفسیر میں ملتی ہے باقی دونوں مشائخ کے ہاں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا گیا۔[21]

➢ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ

تینوں مشائخ نے یہ قول ذکر کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو سورۃ النساء 4:69 میں مذکور ہیں۔[بلغۃ الحیران 1:81، جواہر القرآن 1:12، حاشیہ:9]

البتہ مولانا حسین علی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ انعام یافتہ لوگوں سے یا تو خاص لوگ مراد ہیں اور یا عام لوگ مراد ہیں۔ اور یہاں ان دونوں فرقوں میں سے ہر ایک کے مقابلے میں ایک فرقہ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی خاص کے مقابلے میں ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ اور عام کے مقابلے میں ٱلضَّآلِّينَ ۔[بلغۃ الحیران 1:81]

➢ غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ

مولانا حسین علی فرماتے ہیں: کہ مغضوب علیھم سے مراد وہ ہیں جن پر جباریت کی مہر لگا دی گئی ہو اور ٱلضَّآلِّينَ سے مراد وہ ہیں جو گمراہ ہوں لیکن ان پر جباریت کی مہر نہیں لگائی گئی۔[بلغۃ الحیران 1:81]

مولانا غلام اللہ خان نے بحوالہ ابن جریر سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مغضوب علیھم سے یہود اور ضالین سے نصاری مراد ہیں۔ لیکن آگے ذکر کرتے ہیں کہ مغضوب علیھم کی تفسیر یہود سے اور ضالین کی نصاری سے بطور تمثیل ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ مغضوب علیھم صرف یہودی ہیں اور ضالین سے مراد صرف نصاری ہی ہیں۔ اس لئے یہود و نصاری کے علاوہ مشرکین اور منافقین بھی ان دونوں لفظوں میں داخل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت چونکہ یہود و نصاری مذہب اور خانقاہیت کے اجارہ دار تھے اور ساتھ ہی راہِ حق سے گمراہ اور بھٹکے ہوئے تھے اور خداوند تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق تھے اس لئے ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ اور ٱلضَّآلِّينَ کی تفسیر ان دو گروہوں کے ساتھ کی گئی۔

مولانا غلام اللہ خان نے ہدایت کے چار مرتبوں کے مقابلے میں ضلالت کے چار مرتبے بھی ذکر کئے ہیں: ریب و شک، ضلالت، جدال و مخاصمت اور ختم القلب۔[جواہر القرآن 1:76، حاشیہ:10][22]

یہی بات مولانا محمد طاہر نے اس انداز میں کی ہے کہ لفظ کے معنی اور تفسیر بالمصداق میں فرق ہے۔ یہود مغضوب علیھم کا اور نصاری ضالین کا معنی نہیں ہے بلکہ یہ اس زمانے میں ان الفاظ کے مصداق تھے اور جو کوئی بھی ان جیسی صفات سے موصوف ہو کہ جن کی وجہ سے وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے اور گمراہ کہلائے تو وہ بھی اس آیت کا مصداق ہیں اور اس پر شاہ ولی اللہ کی الفوز الکبیر کا حوالہ دیا ہے۔[23]

-فرق ضالہ کی تردید:

مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں اس حوالے سے کچھ نہیں لکھا۔ البتہ مولانا محمد طاہر نے ابن قیم کی مدارج السالکین سے سورۃ الفاتحہ کے آخر میں گمراہ فرقوں کی تردید بھی کی ہے۔[سمط الدرر: 31-32][24]

سورۃ البقرۃ

چونکہ سورۃ البقرۃ ایک طویل سورۃ ہے اور اس کی ہر ہر آیت کا تقابل تینوں تفاسیر سے کرنا ایک مستقل تحقیق کا متقاضی ہے اسی لئے پوری سورۃ پر ایک طائرانہ انداز میں تقابلی مطالعہ پیش کیا جائے گا اور بطور مثال چند آیات کی تفسیر کو ذکر کیا جائے گا تاکہ قاری کے سامنے سورۃ البقرۃ کی روشنی میں اسلوب تفسیر کا خاکہ سامنے آسکے۔

-سورۃ البقرۃ کا سورۃ الفاتحہ کے ساتھ ربط:

مولانا حسین علی نے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کے درمیان صرف ایک بنیادی ربط ذکر کیا ہے کہ سورۃ الفاتحہ میں تین فریقوں کا بیان ہوا اب انہی فریقوں کا حال اور تفصیل سورۃ البقرۃ کے ابتدا میں ذکر ہو گا۔ پہلی پانچ آیات میں پہلے فرقے کا، دو آیات میں دوسرے فرقے کا اور آیت:16 تک تیسرے فرق کا بیان ہے۔[بلغۃ الحیران 81:1]

مولانا غلام اللہ خان نے ربط کی چار وجوہ بیان کی ہیں۔ ایک وجہ جس کو وہ سورتوں کے درمیان "اسمی ربط" کا نام دیتے ہیں انہوں نے اس مقام میں قرآن مجید کے پہلے حصے کا سورۃ المائدۃ تک کا ربط بیان کیا ہے۔ جیسے: سورۃ الفاتحہ میں کہا گیا کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم گائے کی عبادت کرتے ہیں نہ ہی اس سے مدد مانگتے ہیں جیسا کہ یہود اور مشرکین نے کیا۔ ہم آل عمران کی عبادت کرتے ہیں نہ ہی ان سے مدد مانگتے ہیں جیسا کہ نصاری نے کیا۔ اور ہم عورتوں کے جملہ حقوق خوشی اور رغبت سے ادا کرتے ہیں پس اے اللہ ہم پر اپنے فضل و انعام کا مائدۃ دنیا و آخرت میں نازل فرما۔

اس کے علاوہ تین وجوہ ربط دونوں سورتوں کے مابین ذکر کئے ہیں:

گذشتہ سورۃ میں ہدایت کی دعا کی گئی تھی اس سورۃ کے آغاز میں قرآن مجید کا ذکر کیا گیا کہ یہ کتاب ہدایت کا سرچشمہ ہے اور پوری سورۃ میں ہدایت کا ایک جامع پروگرام دیا گیا ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں تین گروہوں کا بیان کیا گیا۔ سورۃ البقرۃ کے آغاز میں انہی تین گروہوں کی تفصیل لف نشر مرتب کے طور پر کیا گیا ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ کے ذریعے توحید کو ذکر کیا گیا تو اس سورۃ میں تین جگہ دعوی توحید کو مختلف مقاصد کے پیش نظر پیش کیا گیا ہے کیونکہ عربوں میں مختلف قسم کے شرک موجود تھے۔ آیت:21 میں شرک فی الدعاء کی نفی مقصود ہے۔ آیت:163 میں شرک فعلی کی نفی مقصود ہے اور آیت:255 میں شفاعت قہریہ کی نفی مقصود ہے۔[جواہر القرآن 1:13-14]

مولانا محمد طاہر کا قرآن مجید کی ہر سورۃ کے آغاز میں ایک ہی انداز ہے۔ سمط الدرر میں سورۃ البقرۃ کے آغاز میں فرماتے ہیں:" اعلم انه لا بد فى كل سورة من بيان خمسة امور لزيادة البصيرة والكشف عن اسرارها الاول دعوى السورة والثانى ربط السورة والثالث ترتيب السورة والرابع حاصل السورة والخامس امتياز السورة " « جان لو! کسی بھی سورۃ میں زیادہ بصیرت اور اس کے اسرار و رموز جاننے کے لئے پانچ باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ سورۃ کا دعوی، ربط، سورۃ کی ترتیب یعنی مضمون کے اعتبار سے اس کی تقسیم، سورۃ کا حاصل اور خلاصہ اور پانچویں بات اس سورۃ کے امتیازات معلوم کرنا ہیں » [سمط الدرر:33]

سورۃ البقرۃ کا سورۃ الفاتحہ کے ساتھ مناسبت میں ذکر کرتے ہیں کہ سورۃ البقرۃ سورۃ الفاتحہ میں ذکر ایک ایک جملے کی تفصیل اور وضاحت ہے:[25]

سورۃ الفاتحہ	سورۃ البقرۃ
1. سورۃ الفاتحہ میں تین فرقوں کا بیان اجمالاً کیا گیا۔	1. سورۃ البقرۃ کی ابتدائی بیس آیات اس اجمال کی تفصیل ہیں۔
2. سورۃ الفاتحہ میں صراط مستقیم کی دعا کی گئی۔	2. سورۃ البقرۃ کے آغاز میں اس صراط مستقیم کی نشاندہی کی گئی کہ وہ ذَٰلِكَ ٱلۡكِتَٰبُ یہ کتاب ہے۔
3. سورۃ الفاتحہ میں إِيَّاكَ نَعۡبُدُ دعوی ذکر کیا گیا اور اس پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی۔	3. سورۃ البقرۃ میں اسی دعوی پر آیت: 21-22 میں دلائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔
4. سورۃ الفاتحہ میں إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ ذکر کیا گیا۔	4. سورۃ البقرۃ میں استعانت کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِ [سورۃ البقرۃ2:45]

سورتوں کے علاوہ تینوں مشائخ آیات کا آپس میں ربط خواہ ماقبل آیات ہوں یا مابعد آیات ہوں، آیات کا سورۃ کے مرکزی مضمون کے ساتھ ربط بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں:

مولانا حسین علی اور مولانا محمد طاہر سورۃ البقرۃ2:254 اور 255 کا آپس میں ربط بیان کرتے ہیں: وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ [سورۃ البقرۃ2:254] «کافر ظالم ہیں » کیوں؟ اس لئے کہ وہ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ [سورۃ البقرۃ2:255] سے انکار کرتے ہیں۔[بلغۃ الحیران 174:1]

مولانا حسین علی کے نزدیک سورۃ کا ربط اور خلاصہ بیان کرنے کا انتہائی اہتمام کیا گیا ہے کہ سورۃ میں ایک دو رکوع کے بعد گذشتہ سورۃ کا خلاصہ بیان کرتے ہیں اور ساتھ میں ربط بیان کرتے ہیں۔ ربط کے لئے سورۃ البقرۃ میں متعدد مقامات دیکھیں: بلغۃ الحیران 108:1، 110، 156، 157، 161، 167، 168، 173۔ اور جگہ جگہ ماقبل مضمون کا خلاصہ اور متعدد آیات کا خلاصہ بیان کرنے کے لئے لفظ "حاصل" اور لفظ "خلاصہ" استعمال کرتے ہیں، مثلاً: اس جگہ تک سورۃ کا حاصل یہ ہوا، مختصر حاصل، اس مقام کا حاصل یہ ہے، اس جگہ تک کا خلاصہ یہ ہے، نوع رابع اور خامس کا خلاصہ یہ ہے، تمام مذکور ماقبل کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ بلغۃ الحیران 108:1، 118، 119، 146۔

مولانا غلام اللہ خان سورۃ البقرۃ2:162 کے تحت فرماتے ہیں:

" ربط: گذشتہ آیتوں کا ماقبل سے تو ربط یہ ہے کہ ان میں تحویل قبلہ اور صفا و مروہ سے متعلقہ احکام کو چھپانے والوں اور سرے سے ان کا انکار کرنے والوں کے لیے وعید شدید اور کتمان احکام سے توبہ کرنے والوں، اپنی اصلاح کرنے والوں اور ان کو بیان کرنے والوں کے لیے بشارت کا بیان تھا اور مابعد والی آیتوں سے ان کا ربط اس طرح ہے کہ اگلی آیتوں میں دعویٰ توحید کا اعادہ کیا گیا ہے۔ لہذا مسئلہ توحید کو چھپانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلے بیان ہوا۔ "[جواہر القرآن 79:1]

آیات کے مابین اسی شدت ارتباط کی رعایت کرتے ہوئے بعض قواعد سامنے آتے ہیں۔ اس بات کی وضاحت مثال سے سمجھ میں آسکے گی:

مولانا حسین علی فرماتے ہیں: إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ سے لَفِي شِقَاقِۭ بَعِيدٖ [سورۃ البقرۃ2:174-176] تک خاص کر وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيۡرِ ٱللَّهِۖ کے متعلق ہے اور اہل کتاب کو تخویف ہے یعنی اہل کتاب کو معلوم ہے کہ نیازات غیر اللہ حرام ہیں۔ بیان نہیں کرتے اور خود کھاتے ہیں

یہ دوزخ کی آگ کھا رہے ہیں اور آخرت میں اللہ ان کو پورا عذاب دے گا۔ یہ محض عنادی ہیں کیونکہ ان پر اظہارِ حق کے لئے کتاب نازل ہو چکی ہے جس میں غیر اللہ کے نیازات کی حرمت لکھی ہے پھر بھی یہ باز نہیں آتے۔[بلغۃالحیران 147:1]

مولانا غلام اللہ ماقبل مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے مَا سے مراد کبھی توحید، کبھی مشرکانہ اعمال، کبھی معبودان باطلہ مراد لیتے ہیں۔ مثالوں کے لئے دیکھیں:[مقدمہ جواہر القرآن 15:1-16]

مولانا محمد طاہر کے ہاں اسی طرح کا ایک اور قاعدہ ملتا ہے جس کو" ءَامَنُواْ اور كَفَرُواْ کا قاعدہ" کہنا مناسب ہے۔ اُن کے نزدیک قرآن مجید میں دو الفاظ ءَامَنُواْ اور كَفَرُواْ کثرت سے ذکر ہوئے ہیں۔ عام طور مفسرین ان کا مطلق اور مبہم معنی کرتے ہیں۔ ءَامَنُواْ سے مراد وہ لوگ جو ایمان لائے اور كَفَرُواْ سے مراد وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، جس سے مقصود ذہن نشین نہیں ہوتا۔ لیکن انہوں نے دونوں الفاظ کے معنی میں ابہام کو دور کرنے کے لئے ایک قاعدہ وضع کیا ہے کہ جب بھی دونوں الفاظ مطلق آجائیں تو اس سے مراد یا تو سورۃ کے مقصد کی جانب ہو گا یا ماقبل مضمون کی طرف اشارہ ہو گا۔ مثالیں:

سورۃ البقرۃ میں ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ [سورۃ البقرۃ:21] دعوی توحید ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آیت:24 میں أُعِدَّتۡ لِلۡكَٰفِرِينَ کا جملہ آیا ہے۔ مولانا محمد طاہر کے نزدیک کافرین سے مراد وہ کافر ہے جو ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ سے انکار کرتا ہے یعنی توحید کا منکر۔ آیت:25 میں وَبَشِّرِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ آیا ہے۔ اُن کے نزدیک ءَامَنُواْ سے مراد ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ کو ماننے والے ہیں یعنی توحید کو ماننے والے۔

-سورۃ البقرۃ کا مقصد:

تینوں مشائخ کے ہاں سورۃ البقرۃ کا مقصد اور دعوی پیش کرنے کا انداز مختلف ہے۔ تینوں سورۃ البقرۃ کے ابتدائی دو مقاصد یعنی توحید ورسالت میں متفق ہیں۔

مولانا حسین علی کے نزدیک سورۃ البقرۃ میں پہلی بحث توحید کے متعلق دوسری بحث اثبات رسالت کے متعلق، تیسری بحث دفع شبہات اور چوتھی بحث شرک فعلی کی نفی میں ہے۔ اور ان ساروں کا حاصل توحید ہے۔ ان ابحاث کے بعد سورۃ میں تین دفع امور انتظامیہ ذکر کئے گئے ہیں اور ہر جگہ قتال کا حکم اور ساتھ انفاق فی الجہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اور قتال بھی توحید کے لئے ہے۔[بلغۃالحیران 196:1]

مولانا غلام اللہ خان کے نزدیک سورۃ کا مرکزی مضمون دعوت توحید ہے اور باقی تمام مضامین اس کے متممات اور لوازمات ہیں۔ ان کے نزدیک سورۃ کے مضامین کا خلاصہ چھ چیزیں ہیں: توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، امور انتظامیہ، امور مصلحہ۔[جواہر القرآن 14:1]

مولانا محمد طاہر کے نزدیکسورۃ البقرۃ میں چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں: توحید، رسالت، جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ۔[سمط الدرر:33]

- مضمون کے اعتبار سے سورۃ البقرۃ کی تقسیم:

چونکہ سورۃ البقرۃ دو پاروں سے زیادہ اور دو سو چھیاسی آیات پر مشتمل ہے اور ایک پارے میں چار ربع ہوتے ہیں۔ تو مولانا حسین علی نے اسے ارباع عشرہ (یعنی دس ربع) میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے نزدیک پہلے ارباع خمسہ یعنی سورۃ البقرۃ 2:177 تک چار بحثیں بیان ہوئی ہیں: توحید، رسالت، دفع شبہات اور نفی شرک فعلی۔ سورۃ البقرۃ 2:178 سے سورۃ کے دوسرے ارباع خمسہ میں تین دفع امور انتظامیہ کا ذکر کیا گیا ہے اور ہر ایک کے ساتھ قتال کا حکم اور جہاد میں مال لگانے کا حکم دیا گیا ہے۔[بلغۃالحیران 196:1]

مولانا غلام اللہ خان کے نزدیک بھی سورۃ دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ ابتدائے سورۃ سے لے کر بائیسویں رکوع یعنی سورۃ البقرۃ 2:177 تک ہے۔ اور دوسرا حصہ سورۃ البقرۃ 2:178 سے لے کر سورۃ کے آخر تک ہے۔ پہلے حصے میں دو اعتقادی مسئلے یعنی توحید اور رسالت بیان کئے گئے ہیں اور دوسرے حصے میں بھی دو ہی مسئلوں کا بیان ہے مگر ان کا تعلق عمل سے ہے یعنی جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ اور ساتھ ساتھ امور انتظامیہ اور امور مصلحہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

پہلے حصے میں سورۃ البقرۃ 2: 123 تک توحید کا مضمون بیان ہوا ہے اور آیت: 124 سے آیت: 177 تک دوسرے مضمون اثبات رسالت کا بیان ہے۔ آیت: 142 سے رسالت پر دو شبہات ذکر کئے گئے۔ ایک شبہ تحویل قبلہ پر اور دوسرا شبہ آیت: 157 میں صفا و مروہ کی سعی پر۔ آیت: 178 سے سورۃ کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جس میں جہاد فی سبیل اللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ صرف وہی قوم کر سکتی ہے جو آپس میں منظم ہو اور جس کا اندرونی نظم و نسق درست ہو۔ اس لیے جہاد کے ساتھ ساتھ امور انتظامیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ امور انتظامیہ کے ساتھ ساتھ امور مصلحہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

امور انتظامیہ کا ذکر تین جگہ آیا ہے:

- پہلی جگہ آیت: 178 قصاص کے حکم سے آیت: 188 رشوت خوری سے اجتناب تک۔
- دوسری جگہ آیت: 224 سے آیت: 242 تک
- تیسری جگہ آیت طویلہ یعنی آیت: 282 میں۔

اس کے درمیان میں تین امور مصلحہ بیان کئے گئے ہیں:

- آیت: 183 میں روزہ
- آیت: 196 میں حج
- آیت: 236 میں نماز [جواہر القرآن 1:14-17]

مولانا محمد طاہر کے نزدیک جس طرح سورۃ میں چار مضامین بیان کئے جاتے ہیں اسی مناسبت سے سورۃ چار حصوں میں منقسم ہے:[26]

1. پہلا حصہ آیت: 1 سے آیت: 96 تک
2. دوسرا حصہ آیت: 97 سے آیت: 176 تک
3. تیسرا حصہ آیت: 177 سے آیت: 253 تک
4. چوتھا حصہ آیت: 254 سے آخر تک

پہلا حصہ تین ابواب پر مشتمل ہے: باب اول بیس آیات، باب دوم آیت: 21 سے آیت: 39 تک اور باب سوم آیت: 40 سے آیت: 96 تک۔

-سورۃ البقرۃ میں اسرائیلیات کے بارے میں تینوں تفاسیر کا منہج:

مولانا حسین علی نے سورۃ البقرۃ کی آیات کی تفسیر میں کسی آیت کے تحت اسرائیلیات کے متعلق اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔

مولانا غلام اللہ خان سورۃ البقرۃ2:102 کی تفسیر میں ہاروت ماروت کے قصہ میں فرماتے ہیں: یہودیوں نے ہاروت ماروت کے متعلق ایک عجیب وغریب اور جھوٹا قصہ مشہور کر رکھا تھا... تعجب ہے کہ بعض مفسرین نے یہ جھوٹا قصہ بلا نکیر اپنی کتابوں میں درج کیا ہے لیکن محققین مفسرین نے اس پر شدید انکار کیا ہے۔[جواہر القرآن 1:55]

جبکہ مولانا محمد طاہر نے سورۃ البقرۃ کی متعدد آیات کی تفسیر میں اسرائیلی روایات پر گفتگو کی ہے۔ مثلاً: سورۃ البقرۃ2:54، 73، 102، 248

-روایات پر جرح وتعدیل کا منہج:

سورۃ البقرۃ کی تفسیر میں مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان کی تفاسیر میں کسی آیت کے تحت ایسی گفتگو سامنے نہیں آئی جس میں بعض احادیث پر سنداً کلام کیا گیا ہو۔ البتہ مولانا محمد طاہر کے ہاں جگہ جگہ روایات پر اسنادی کلام کی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً: سورۃ البقرۃ2:37 کی تفسیر میں المستدرک حاکم کی روایت پر سنداً متناً کلام کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ2:89 کی تفسیر میں روایت پر جرح کی ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کا منہج:

مولانا حسین علی خَلِيفَةً کا معنی کرتے ہیں: ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا اور دلیل میں سورۃ الانعام6:165 پیش کی ہے: وَهُوَ ٱلَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ ٱلْأَرْضِ [بلغۃ الحیران 1:] ۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ2:213 کی تفسیر میں سورۃ یونس10:19 کی طرف اشارہ کیا ہے۔[بلغۃ الحیران 1:161]

مولانا غلام اللہ خان فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ [سورۃ البقرۃ2:37] کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ کلمات وہی ہیں جو قرآن مجید میں دوسری جگہ موجود ہیں۔[جواہر القرآن 1:32، حاشیہ:91] اور سورۃ الاعراف7:23 کی تفسیر میں سورۃ البقرۃ کی آیت کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: تمام محققین اہل تفسیر کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں كَلِمَٰتٍ سے یہی دعا[27] مراد ہے۔[جواہر القرآن 1:358]

سورۃ البقرۃ2:213 کی تفسیر میں سورۃ یونس10:19 کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اور چونکہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تفسیر کرتے ہیں اس لئے یہاں بھی فَٱخْتَلَفُوا۟ محذوف ہے۔[جواہر القرآن 1:102]

مولانا محمد طاہر بھی مذکورہ آیات یعنی سورۃ البقرۃ2:37 اور 213 کے تحت یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

-آیات کا ترجمہ اور تفسیر میں اتفاق اور اختلاف:

اس میں کوئی شک نہیں کہ تینوں کے ہاں ایسی بیسیوں مثالیں ہیں کہ جن میں ترجمہ اور تفسیر میں اتفاق پایا جاتا ہے:

ترجمہ میں یکسانیت کی مثال: فَقُلْنَا ٱضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا [سورۃ البقرۃ2:73] «پس ہم نے کہا کہ اس مردہ کو اس (نفس) کے بعض حصہ کے ساتھ مارو»

[بلغۃ الحیران 1:115، جواہر القرآن 1:144]

نسخ کے بارے میں تینوں کی ایک ہی جیسی رائے ہے کہ قرآن مجید میں شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک جو پانچ آیات منسوخ ہیں ان آیات کی ایسی توجیہ ممکن ہے جو قابل عمل ہو اور آیت مکمل نسخ سے بچ جائے۔[بلغۃ الحیران 1:126-130، جواہر القرآن 1:57][28]

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى ٱلسَّمَآءِ [سورۃ البقرۃ2:144] کی تفسیر میں تینوں کے ہاں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

[بلغۃ الحیران 1:140، جواہر القرآن 1:73][29]

لیکن ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ جن سے مختلف اسالیب سامنے آتے ہیں، مثلاً:

اگرچہ جواہر القرآن میں ترجمہ شاہ عبد القادر کا ہے لیکن مولانا غلام اللہ خان نے ان کے بعض ترجموں پر کوئی تنبیہ اور گرفت نہیں کی۔ خَلِیفَۃً کا معنی نائب کیا ہے۔ جبکہ مولانا محمد طاہر نے دوٹوک انداز میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ اس مقام میں خلیفہ کا معنی "نائب" کرنا غلط ترجمہ ہے۔

مولانا محمد طاہر کے طرز تفسیر کی بہ نسبت مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان کے اسلوب میں مماثلت زیادہ ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ مولانا غلام اللہ خان فن تفسیر میں صرف مولانا حسین علی کے شاگرد ہیں جبکہ مولانا محمد طاہر مولانا حسین علی کے علاوہ مولانا عبید اللہ سندھی کے بھی شاگرد ہیں۔ اس کا اندازہ سورۃ البقرۃ میں آیت: 177 کے بعد کی آیات سے واضح ہوتا ہے۔ مولانا محمد طاہر نے جو اصطلاحات استعمال کی ہیں وہ تہذیب الاخلاق، سیاست مدینہ اور تدبیر منزل کی اصطلاحات ہیں جس سے فکر سندھی عیاں ہے۔ جبکہ یہی اصطلاحات مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان نے ان آیات کے تحت استعمال نہیں کیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مولانا غلام اللہ خان کی پوری تفسیر میں کہیں پر بھی "سیاست مدینہ" اور "تدبیر منزل" کے الفاظ نہیں ملتے۔

- آیات متعارضہ کے مابین جمع و تطبیق:

سورۃ البقرۃ کی تفسیر میں مولانا حسین علی اور مولانا غلام اللہ خان کی تفاسیر میں ایسی آیات نہیں ملیں کہ جن میں انہوں نے قرآن مجید کی دیگر آیات کے ساتھ تعارض کی شکل میں جمع و تطبیق کا انداز اپنایا ہو۔ جبکہ اس کے برعکس یہ پہلو مولانا محمد طاہر کی تفسیر میں نمایاں ہے، مثلاً:

سورۃ البقرۃ 2:23 کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کبھی ایک سورۃ کا مطالبہ کرتا ہے، کبھی دس سورتوں کا اور کبھی پورے قرآن کا۔ تو ان تمام آیات کے درمیان تطبیق کی ہے۔ اسی طرح سورۃ البقرۃ 2:114 کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید میں مختلف آیات میں آیا ہے کہ بڑا ظالم وہ ہے جو لوگوں کو مسجد سے منع کرے۔ دوسری جگہ بڑا ظالم اسے کہا گیا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اسم تفضیل کا اطلاق تو ایک ہی پر ممکن ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے۔[30]

- فقہی مسائل:

تینوں مشائخ میں مولانا حسین علی کی تفسیر مختصر ہے جس میں زیادہ طور ربط آیات اور خلاصۂ مضامین کا اہتمام کیا گیا ہے اور شاذ و نادر ہی فقہی مسائل سے گفتگو کی ہے۔ مولانا غلام اللہ خان کی تفسیر فقہی آیات کے تحت فقہی مسائل سے گفتگو دیگر مشائخ کی بہ نسبت قدرے تفصیل سے بیان کرنے میں عیاں ہے۔ مولانا محمد طاہر بھی مولانا حسین علی کی طرح فقہی مسائل سے کم ہی گفتگو کرتے ہیں۔ دراصل تینوں مشائخ پر فقہی مسائل کی بہ نسبت شرک و بدعت اور ان کے دواعی اور اسباب کی تردید کا پہلو غالب ہے۔

خلاصۂ بحث:

مذکورہ بالا سطور میں تینوں مشائخ کی تفاسیر میں تقابل کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے جس کے متعدد مقاصد تھے:

1. اس تقابل سے یہ بات واضح کرنا مقصود تھی کہ ولا تنقضي عجائبه « قرآن مجید کے عجائبات ختم نہیں ہوتے »
2. ہر شیخ نے اپنی استطاعت کے مطابق قرآن مجید میں غور و تدبر کیا ہے اور فن تفسیر میں نت نئے انداز اور اصطلاحات متعارف کئے ہیں۔
3. تحقیق سے وابستہ طلبہ کے لئے مذکورہ تفاسیر میں مختلف جہتوں سے ایک تقابلی مطالعہ کرنے کی راہ ہموار کرنا ہے۔

4. اِس دور میں مشائخ پرستی کی جڑیں مضبوط ہو چکی ہیں۔ اس تقابلی مطالعہ سے تینوں مشائخ کے نزدیک بیسیوں مسائل کو مختلف انداز میں پیش کرنا علمائے متقدمین کی اس سنت کی احیاء ہے کہ جس میں وہ ادب کے دائرے میں رہ کر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے۔

حواشی:

---

[1] متن میں "العرفان من اصول القرآن" کے حوالہ جات عربی کتاب سے دیئے جائیں گے۔

[2] اصول مہمہ کی وضاحت کے دوران شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے توحید، رسالت، صداقت کتاب میں سے ہر مقصد کے بیان میں "کفار کے شبہات اور ان کے جوابات" ذکر کئے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن مجید منکرین کے شبہات اور اعتراضات کو دفع کرنے کے ذریعے بھی دعوی اور مقصد کو ثابت کرتا ہے۔

[العرفان من اصول القرآن:50-59]

[3] شیخ القرآن مولانا محمد طاہر فرماتے ہیں: وإثبات الرسالة ورد الشبهات الواردة [سمط الدرر:41] سورۃ آل عمران کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فإثبات التوحيد ههنا برد الشبهة الواردة عليه وبكثرة الأدلة ... القسم الثاني فى صداقة الرسول عليه السلام .. ورد لشبهاتهم [سمط الدرر:45] اور یہی اسلوب حوامیم سبعہ میں نمایاں ہے جس میں سورۃ مؤمن کے دعوی کو جس طرح دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے اسی طرح آنے والی سورتوں میں "شبہات اور اعتراضات کے جوابات" دینے کی شکل میں بھی ثابت کیا گیا ہے۔

[4] یہ بات مد نظر رہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مولانا حسین علی نے ان اصطلاحات کو ذکر ہی نہیں کیا بلکہ ان کی تفسیر میں جابجا یہ اصطلاحات ملتی ہیں۔ جیسے تخویف اور بشارت کی اصطلاح انہوں نے سورۃ البقرۃ میں آیت:24 اور 25 کی تفسیر میں ذکر کئے ہیں۔ دیگر اصطلاحات کو اسی پر قیاس کیا جائے۔ یہ تقابل ان کی موجودہ مطبوع تفاسیر میں مذکور اصول کے اعتبار سے ہے۔ البتہ جن اصطلاحات میں انفرادیت ہے اس کی تصریح اپنے اپنے مقام میں کی جائے گی۔

[5] اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ کے آغاز میں دیکھیں اور اس کے علاوہ شیخ القرآن مولانا محمد طاہر نے سمط الدرر:2 میں بھی ذکر کئے ہیں۔

[6] یہ وجہ اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ کے تقدیم کی وجوہات میں دیکھیں اور سمط الدرر:13-14 میں مطالعہ کریں۔

[7] ان تمام بارہ وجوہات کو اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں دیکھیں۔ یہی وجوہات مولانا محمد طاہر نے سمط الدرر:3-14 میں بھی ذکر کئے ہیں۔

[8] اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں "مقصد السورۃ" کے تحت دیکھیں۔

[9] تفصیل اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ:1 کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[10] تفصیل اسی مقالہ میں رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[11] تفصیل اسی مقالہ میں ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[12] تفصیل اسی مقالہ میں مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[13] عبادت کی مذکورہ تعریف ابن قیم کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

[14] تفصیل اسی مقالہ میں إِيَّاكَ نَعۡبُدُ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[15] سنن ترمذی، حدیث: 3371۔ مگر اس کی سند عبد اللہ بن لہیعۃ کی وجہ سے کمزور ہے۔[تقریب التہذیب:186]

[16] مولانا محمد طاہر کا کلام اسی مقالے میں إِيَّاكَ نَسۡتَعِينُ کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

[17] تفصیل اسی مقالہ میں ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[18] تفصیل کے لئے اسی مقالہ میں ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔ ہدایت کے چاروں مراتب اور سترہ معانی مولانا محمد طاہر نے العرفان من اصول القرآن:125-130 تک مطالعہ کریں۔

[19] تفصیل کے لئے اسی مقالہ میں ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[20] تفصیل کے لئے اسی مقالہ میں ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

[21] نفس مصدر

[22] ہدایت اور ضلالت کے یہ چاروں چاروں مراتب مولانا محمد طاہر نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں ذکر نہیں کئے البتہ العرفان من اصول القرآن:92-93اور96پر ذکر کئے ہیں۔

[23] نفس مصدر

[24] اسی مقالہ میں سورۃ الفاتحہ کے آخر میں فرق ضالہ کی تردید ملاحظہ فرمائیں۔

[25] تفصیل اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ کے آغاز میں دس وجوہ ربط ملاحظہ کریں۔

[26] سمط الدرر:34

[27] یعنی سورۃ الاعراف7:23میں موجود کلمات مراد ہیں۔

[28] مولانا محمد طاہر کی رائے اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ2:106کے تحت مطالعہ کریں۔

[29] مولانا محمد طاہر کی وضاحت اسی مقالہ میں سورۃ البقرۃ2:144کے تحت ملاحظہ کریں۔

[30] تطبیق متعلقہ آیت کی تفسیر میں ملاحظہ کریں۔

فنی فہارس

1. فهرس الأحاديث الصحيحة 727
2. فهرس الأحاديث الضعيفة 729
3. فہرس اعلام 730
4. فہرس اشعار 731
5. فہرس اماکن، قبائل وغیرہ 733
6. فہرس مصادر و مراجع 734

فهرس الأحاديث الصحيحة

- أجتهد رأيي 227
- إذا سرق الشريف تركوه، وإذا سرق الضعيف فيهم أقاموا عليه الحد 575
- إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله 248
-إعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم 185
- ألا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ «أن لا تدع تمثالا 153
- ألا إنَّ الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم ، من كان حالفا، فليحلف بالله أو ليصمت 159
- ألا تريحني من ذي الخلصة 428
- الأنبياء إخوة لعلات، أمهاتهم شتى ودينهم واحد 479
- المؤذنون أطول الناس أعناقا يوم القيامة 429
- إلى من تكلنا يا إبراهيم 516
- آمنت بكتابك الذي أنزلت، وبنبيك الذي أرسلت 406
- إن الرقى والتمائم والتولة شرك 483
- إن الله يمسك السموات على إصبع والأرضين على إصبع 346
- إن أهم أمركم عندي الصلاة، من حفظها وحافظ عليها، حفظ دينه، ومن ضيعها، فهو لما سواها أضيع 396
- أنا دعوة أبي إبراهيم، وبشارة عيسى 518
- إنا لا نستطيع أن نأتيك إلا في الشهر الحرام، وبيننا وبينك هذا الحي من كفار مضر 320
- ائتوا نوحا، فإنه أول رسول بعثه الله إلى أهل الأرض 52
- أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الآخر، ودبر الصلوات المكتوبات 229
-أي آية من كتاب الله معك أعظم ؟ 663
- ثكلت بنيتي إن لم تروها 160
- جعلت أم إسماعيل ترضع إسماعيل وتشرب من ذلك الماء 534
- سبقت رحمتي غضبي 242
- شاتك شاة لحم 230
- صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد أما ود كانت لكلب بدومة الجندل 52
- فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ 516

- فقال عكرمة في نفسه والله إن كان لا ينفع في البحر غيره فإنه لا ينفع في البر غيره 235
- قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين، ولعبدي ما سأل 218
- كان الرجل فيمن قبلكم يحفر له في الأرض 214
- كان اللات رجلا يَلُتُّ سَوِيْقَ الحاج 53
- كان النبي ﷺ يذكر الله على كل أحيانه 228
- كان النبي ﷺ يأمرنا أن نحتفي أحيانا 336
- كان النبي ﷺ يعلمنا الاستخارة في الأمور كلها، كالسورة من القرآن 611
- كان تاجر يداين الناس 680
- كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب الحلواء ويحب العسل 405
- كان ناس من الإنس يعبدون ناسا من الجن، فأسلم الجن وتمسك هؤلاء بدينهم 61
- كان يكون في مهنة أهله، فإذا سمع الأذان خرج 336
- لا تسأل الإمارة، فإنك إن أوتيتها عن مسألة وكلت إليها 396
- لا تسبوا الدهر فان الدهر هو الله 302
- لا تلعنوه، فوالله ما علمت إنه يحب الله ورسوله 449
- لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلاث 623
- لأعلمنك سورة هي أعظم السور في القرآن قبل أن تخرج من المسجد 221
- لبيك اللهم لبيك لا شريك لك إلا شريكاً هو لك تملكه وما ملك 30
- لتتبعن سنن الذين من قبلكم شبرا بشبر، وذراعا بذراع 423
- لتتبعن سنن من كان قبلكم حذو النعل بالنعل 66
- لعلى أَضِلُّ اللهَ فوالله لإن قدر على رَبّى 300
- لعن الله المحلل والمحلل له 620
- لقد هممت أن آمر بالصلاة فتقام، ثم أخالف إلى منازل قوم لا يشهدون الصلاة، فأحرق عليهم 424
- ليس منا من لم يَتَغَنَّ بالقرآن 278
- ما أظلت الخضراء، ولا أقلت الغبراء من رجل أصدق لهجة من أبي ذر 429
- ما أنزل الله في التوراة، ولا في الإنجيل، ولا في القرآن مثلها 222
- ما كنت تقول في هذا الرجل محمد صلى الله عليه وسلم 321
- ما هي بأول بركتكم يا آل أبي بكر 485

- من حلف بغير الله فقد أشرك 159

- من قال في حلفه واللات، والعزى فليقل: لا إله إلا الله 159

- نحن أحق بالشك من إبراهيم 669

- نهى رسول الله ﷺ عنْ قيلَ وقال و إضاعة المال و كثرة السؤال 279

- يدخل الجنة من أمتي سبعون ألفا بغير حساب 484

- ينزل فيكم ابن مريم حكما ومقسطا 292

فهرس الأحاديث الضعيفة

-أسلمت على ما أسلفت من خير 678

-اللهم إنى أسألك بحق السائلين عليك 449

-اللهم إنا نسألك بحق محمد النبي الأمي 448

-إنا لا نكذبك ولكن نكذب ما جئت به 110

- أنزل الله عز وجل مائة وأربعة كتب من السماء أودع علومها أربعة منها 222

-أيكم مال وارثه أحب إليه من ماله ؟ 672

-دخل رجل الجنة فى ذباب ودخل رجل النار فى ذباب 561

-سلهم أفيهم إبن أم عبد ؟ 663

-عن كردم بن أبي سائب : خرجت أبي إلى المدينة فى حاجة 61

-لن يغلب إثنا عشر ألفاً من قلة 573

-ولو لا محمد ما خلقت 377

-يا أخي لا تنسنا فى دعائك 44

فہرس اعلام

[جن کے مختصر تراجم [احوال زندگی] اس مقالہ میں لکھے گئے ہیں]

ابن العربی 217
ابن تیمیہ 32
ابن جریر 53
ابن جوزی 218
ابن رُشد 222
ابن سینا 217
ابن قتیبہ 445
ابن قیم 53
ابن کثیر 52
ابن وہب دینوری 233
ابو اسماعیل ہروی 276
ابو البقاء العکبری 345
ابو الحسن داہری 668
ابو العباس سریج 218
ابو جہل 110
ابو حنیفہ 442
ابو ذر غفاری 56
ابو سعید بن معلیٰ 221
ابو سعید الخذری 221
ابو عبداللہ مازری 219
اخوند درویزہ 561
اسماعیل بن علیّہ 442
امام الحرمین جوینی 222
انور شاہ کشمیری 366
بخاری 52
بیضاوی 220
پیر بابا 561
جامی 266
حسن بصری 442
حسین علی، واں بھچراں 220
حصکفی 561
حکیم بن حزام 677
حمزہ کرمانی 402
خالد بن ولید 56
خلیل بن احمد، نحوی 441
خنساء 650
دوانی 292
رازی 53
راغب اصفہانی 142
زرکشی 492
زمخشری 219
زید بن عمرو بن نفیل 56
سرخسی 15
سفیان بن عیینہ 442
سفیان ثوری 449
سیوطی 18
شاطبی 495
شاہ اسماعیل شہید 451
شاہ عبدالعزیز 558
شاہ ولی اللہ 55
شداد بن عارض جشمی 56
شرف الدین نحوی 524
شہرستانی 30
طیبی 220
عباس بن مرداس 56
عبدالحق اشبیلی 336
عبدالقادر جیلانی 238
عبداللہ بن عباس 52
عبداللہ بن مبارک 68
عبداللہ بن مسعود 663
عبدالمطلب بن ہاشم 51
عبیداللہ سندھی 374
عکرمہ بن ابی جہل 235
عمر بن خطاب 663
عمرو بن جموح 57
عمرو بن لحی 54
غزالی 216
فراء 441
فضل واحد ترنگزئی 452
قاسم نانوتوی 215
قاضی عیاض 219
محمد بن حسن شیبانی 559
محمود الحسن، شیخ الہند 215
محمود غزنوی 480
کردم بن ابی سائب 61
کسائی 559
مکی بن ابی طالب 345
ملا جیون 561
نسفی 345
نظام الدین اولیاء 668
یوسف گدا 668

فہرس اشعار

اردو اشعار

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے   نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم   336

مٹی میں دباتے ہوئے کیا سمجھا ہے دوستو   گنجینہ علوم ہے یہ گنج زر نہیں   215

عربی اشعار

أخليفة الرحمن إنا معشر   حنفاء نسجد بكرة وأصيلا   370

إذا نزل السماء بأرض قوم   رعيناه و إن كانوا غضابا   393

أَرَبٌّ وَاحِدٌ أَمْ أَلْفُ رَبٍّ : أَدِينُ إِذَا تقَسَّمَتِ الْأُمُوْرُ   56

أَرَبٌّ يَبُوْلُ الثُّعْلُبَانُ بِرَأْسِهِ : لَقَدْ هَانَ مَنْ بَالَتْ عَلَيْهِ الثَّعَالِبُ   56

أَعُزَّى شُدِّي شَدَّةً لَا تُكَذِّبِيْ : عَلى خالدٍ أَلْقِي الْخِمَارَ وَشَمِّرِي   56

أُعَلِّمُهُ الرِّمايَةَ كلَّ يَوْمٍ   فَلَمَّا اسْتَدَّ سَاعِدُهُ رَمَانِي   405

برئنا إلى الله من معشر   بهم مرض من كتاب الشفا   32

تُدَبِّرُ بِالنُّجُوْمِ وَلَسْتَ تَدْرِيْ : وَرَبُّ النَّجْمِ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ   65

تَرَاهُمْ حَوْلَ قَيلِهِمْ عُكُوفًا : كَمَا عَكَفَتْ هُذَيْلُ عَلَى سُوَاعِ   57

ثكلت بنيتى إن لم تروها : تثير النقع على طرف كداء   160

حلفت ولم أترك لنفسك ريبة : وليس وراء الله للمرء مذهب   159

ذَهَبْتُ إِلَى نُهُمٍ لِأَذْبَحَ عِنْدَهُ : عَتِيرَةَ نُسُكٍ كَالَّذِي كُنْتُ أَفْعَلُ   57

سَئِمْتُ تكاليفَ الحياةِ ومَنْ يَعِشْ   ثمانين حولا لا أَبَا لَّكَ يَسْأَمِ   683

شَرَفُ النُّفُوسِ دُخُولُهَا فِي رِقِّهِ : وَالْعَبْدُ يَحْوِي الْفَخْرَ بِالمتملك   272

لَا تَنْصُرُوْا اللاَّتَ إِنَّ اللّٰهَ مُهْلِكُهَا : وَكَيفَ يَنْصُرُكُمْ مَنْ لَيْسَ يَنْتَصِرُ   56

فَإِنَّ الْحَقَّ مَقْطَعُهُ ثَلَاثٌ : يمينٌ أو نِفَارٌ أو جَلَاءٌ   159

فإني وَتَرْكِي وَصْلَ كأسٍ لَكَالَّذِي : تَبَرَّأَ مِنْ لاتٍ وَكَانَ يَدِينُهَا   57

فتدبر القرآن إن رمت الهدى   فالعلم تحت تدبر القرآن   379

فَسَوْفَ تَرَى إِذَا انْكَشَفَ الْغُبَارُ : أَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِكَ أَمْ حِمَارُ   56

لَا خَيْلَ عِنْدَكَ تُهْدِيهَا وَلَا مَالُ   فَلْيُسْعِدِ النُّطْقُ إِنْ لَمْ يُسْعِدِ الْحَالُ   671

للهِ حقٌ لا يكونُ لغيره : و لِعَبْدِهِ حقٌ هما حقانِ   94

لن تراني لك العيون بباب   ليس مثلي يطيق ذل الحجاب   441

من الدين كشف العيب عن كل كاذب   وعن كل بدعي أتى بالمصائب   653

من كان يَرْغَبُ فى النَّجاةِ فما له : غيرُ اتباعِ المصطفى فيما أتى   524

وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتَ إِلٰهًا لَمْ تَكُنْ : أَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِي قَرَنْ   57

وأَدْرَكْنَ أَعْجَازاً مِنَ اللَّيْلِ بَعْدَمَا : أَقَامَ الصَّلاَةَ الْعَابِدُ الْمُتَحَنِّفُ 520

وَكَانَ النَّاسُ فِي جَهْلٍ عَظِيمٍ : فَجَاءُوا بِالْبَيَانِ فَبَيَّنُوْهُ 322

وكانوا كاليهودِ أو النصارى : سواءٌ كلُّهم ضَلُّوا السبيلا 560

وَلَم يَبْقَ سِوَى الْعُدْوَانِ : دِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوا 243

يا جاعل العلم له بازيا يصطاد أموال المساكين 442

فارسی اشعار

اندرین وادی مرو بی این دلیل لَآ أُحِبُّ ٱلْأَفِلِينَ گو چون خلیل 359

بهر رنگے که خواهی جامه می پوش من انداز قدت را می شناسم 357

دانه چون اندر زمین پنهان شود سِرّ او، سر سبزي بستان شود 375

شکر لله که نه مردیم رسیدیم بدوست : آفرین باد برین همت مردانۂ ما 238

عرفی تو میندیش ز غوغائے رقیباں : آوازِ سگاں کم نه کند رزقِ گدا را 521

کارہا باخلق آری جمله راست باخدا تزویر و حیله کے رواست 334

کس نیاموخت علم تیر از من که مرا عاقبت نشانه نکرد 405

کن نظر در حال خود اے ناتمام اندرین فرصت تو مشغول کدام 446

لام تعلیل یعبدون راداد : یأکلون رانکرد قطعاً یاد 266

نمرده هیچ بیند حال زنده نشنود او گهی اقوال زنده 668

فہرس اماکن / اصطلاحات / فِرَق / قبائل وغیرہ

استخدام	393
اصحاب کہف	35
اقلیدس	295
ایلہ	426
براعۃ الاستہلال	216
بنو قریظہ	440
بنو قینقاع	66
بنو نضیر	440
تفریع	97
جبریہ	219
حمیر	66
خلاف اور اختلاف	491
زرتشت	240
سبا	59
شعائر اللہ	534
عک	30
عموم وخصوص مطلق	32
قدریہ	219
قرامطہ	264
مِدراش	440
مندائیہ (صابئین)	408

فہرس مصادر و مراجع

- أحکام القرآن لِأبی بکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی' دارالجیل بیروت، [1407ھ]

- أصول السنۃ لرد البدعۃ، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دارالقرآن پنج پیر [1422ھ]

- اِرشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، محمد بن علی الشوکانی، دارالکتب العربی، [1419ھ]

- أعلام الموقعین عن رب العالمین' لِلإمام ابن القیم الجوزیۃ' دارِاحیاء التراث العربی بیروت، بدون تاریخ

- أنوارالتنزیل وأسرارالتأویل المعروف بتفسیر البیضاوی' عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی' دارِاحیاء التراث العربی، بیروت [1418ھ]

- الاتقان فی علوم القرآن، جلال الدین سیوطی، الھیئۃ المصریۃ العامۃ اللکتاب، [1394ھ]

- الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ للحافظ ابن حجر العسقلانی' دارِاحیاء التراث العربی بیروت' [1328ھ]

- الإعتصام لِلإمام أبی اِسحاق اِبراھیم بن موسی بن محمد الشاطبی الغرناطی، دارالمعرفۃ بیروت' [1406ھ]

- الاِنتصار لسنۃ سید الأبرار، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دارالقرآن پنج پیر [1422ھ]

- الأعلام، خیر الدین زرِکلی، دارالعلم للملایین، بیروت، [1974م]

- الأعلام، خیر الدین زرِکلی، دارالعلم للملایین، بیروت، [2002م]

- البرہان فی علوم القرآن، زرکشی، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، [1376ھ]

- البصائر للمتوسلین بالمقابر، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دارالقرآن پنج پیر، [1438ھ]

- النکت والعیون، ماوردی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، بدون تاریخ

- التسھیل لعلوم التنزیل، ابن جزی، بیروت [1416ھ]

- التعریفات، علی بن محمد الشریف الجرجانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان [1403]

- التفسیر البسیط، ابوالحسن واحدی، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، [1430ھ]

- التفسیر الکبیر لِلإمام فخر الدین الرازی' دارِاحیاء التراث العربی بیروت' [1420]

- التفہیمات الإلٰھیۃ' للشاہ ولی اللہ الدھلوی' اِکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ' حیدرآباد' السند' الپاکستان، [1390ھ]

- التلخیص الحبیر، لِلإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی' دار نشر الکتب الإسلامیۃ، لاھور' الپاکستان' بدون تاریخ

- الجامع لأحکام القرآن المعروف تفسیر القرطبی، دارالکتب المصریۃ، قاہرۃ، [1384ھ=1964م]

- العرفان من اصول القرآن، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دارالقرآن پنج پیر، طبع عاشر

- المستدرک علی الصحیحین للحاکم النیسابوری' دارالفکر بیروت، [1398ھ]

-المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، دارالقلم، بیروت [1412ھ]

-الموطأللإمام مالک بن أنس، تحقیق و تعلیق: محمد فؤاد عبدالباقی، داراحیاء الکتب العربیۃ، مصر، بدون تاریخ

-بدائع الفوائد، ابن قیم، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، بدون تاریخ

-بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز، مجد الدین فیروز آبادی

-بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دارالقرآن پنج پیر [1421ھ]

-تاریخ ابن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک، ابن جریر طبری

-تاریخ الاسلام، شمس الدین ذہبی، محقق: عمر عبدالسلام التدمری، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان [1413ھ]

-تاریخ الیعقوبی، احمد بن اسحاق بن جعفر یعقوبی بغدادی، تحقیق: عبدالامیر مھنا، شرکۃ العالمی للمطبوعات، [1431ھ]

-تاویل مختلف الحدیث، ابن قتیبۃ، المکتب الاسلامی، مؤسسۃ الاشراق، [1419ھ]

-تاویل مشکل القرآن، ابن قتیبۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، بدون تاریخ

-تاویلات اہل السنۃ، ابومنصور ماتریدی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان [1426ھ]

-تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، پاکستان [1430ھ]

-تدریب الراوی فی شرح تقرب النواوی للحافظ جلال الدین السیوطی، تحقیق: الدکتور أحمد عمر ھاشم، دارالکتاب العربی بیروت، [1419ھ]

-تذکرۃ الحفاظ للإمام أبی عبداللہ شمس الدین محمد الذھبی، داراحیاء التراث العربی، بدون تاریخ.

- تفسیر القرآن العظیم، ابن ابی حاتم، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سعودی عرب، [1419ھ]

- تفسیر القرآن العظیم للإمام الحافظ أبی الفداء اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت [1419ھ]

-تفسیر عبدالرزاق، عبدالرزاق بن ہمام، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان [1419ھ]

-تقریب التھذیب للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، دار نشر الکتب الإسلامیۃ، لاہور، پاکستان، [1406ھ]

-تلخیص المستدرک، للحافظ الذھبی، دارالفکر بیروت، [1398ھ]

-تھذیب الأسماء واللغات للإمام أبی زکریا محیی الدین بن شرف النووی، دارابن تیمیۃ القاھرۃ، [1410ھ]

-تھذیب التھذیب للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت، [1415ھ]

-تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، للحافظ جمال الدین أبی الحجاج یوسف المزی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، [1415ھ]

-تھذیب اللغۃ، لأبی منصور محمد بن أحمد الأزھری، داراحیاء التراث العربی بیروت

-جامع البیان فی تاویل القرآن، ابن جریر طبری، محقق: احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، [1420ھ=2000م]

-حجۃ اللہ البالغۃ للشاہ ولی اللہ الدھلوی، نور محمد أصح المطابع کراچی بدون تاریخ

-۔حِلیۃالأولیاء وطبقات الأصفیاءلأبی نُعَیم أحمد بن عبد اللہ الأصفھانی‘دارالفکر بیروت،بدون تاریخ.
-روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی‘السید محمود الآلوسی البغدادی‘تحقیق:الشیخ محمد أحمد الأمد‘داراحیاء التراث العربی بیروت، [1420ھ]
-زادالمسیر فی علم التفسیر لِلإمام أبی الفرج عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی‘تحقیق:عبدالرزاق المھدی‘دارالکتاب العربی بیروت‘ [1422ھ]
-زادالمعاد فی ھَدیِ خیر العباد‘لِابن القیم الجوزیۃ‘مؤسسۃالرسالۃ‘بیروت‘ [1412ھ]
-سمط الدرر فی ربط الآیات والسور، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دارالقرآن پنج پیر، بدون تاریخ
-سنن أبی داؤد للامام الحافظ أبی داؤدالسجستانی‘تعلیق:عزت عبیدالدعاس‘دارالحدیث،بیروت‘ [1488ھ]
-سنن ابن ماجۃ للحافظ أبی عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی‘ترقیم: محمد فؤاد عبد الباقی، دارالفکر بیروت‘بدون تاریخ
-سنن الترمذی لأبی عیسی محمد بن عیسی بن سَورۃ‘تحقیق وترقیم: أحمد محمد شاکر‘دارالکتب العلمیۃ بیروت‘بدون تاریخ
-سنن الدارقطنی لِلإمام علی بن عمر الدارقطنی‘دار نشر الکتب الإسلامیۃ لاہور‘بدون تاریخ .
-سنن الدارمی لِلإمام الحافظ عبد اللہ بن عبدالرحمن الدارمی السمرقندی‘تحقیق:فوازأحمد زمرلی‘دارالریان للتراث‘القاھرۃ‘ [1407ھ]
-شرح الرضی علی الکافیۃ، رضی الدین استر اباذی، جامعہ قاریونس، لیبیا [1395ھ]
-السنن الکبری لِلإمام الحافظ أبی بکر أحمد بن الحسین بن علی البیھقی نشر السنۃ ملتان‘بدون تاریخ.
-الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ‘لِإسماعیل بن حماد الجوھری‘دارالعلم للملایین بیروت، [1399ھ]
-الطبقات الکبری لمحمد بن سعد‘دار صادر بیروت‘بدون تاریخ.
-الفَرق بین الفِرَق‘عبدالقاھر بن طاھر البغدادی الإسفرائینی دارالمعرفۃ بیروت بدون تاریخ.
-الکاشف عن حقائق السنن‘شھاب الدین الطیبی‘تحقیق:الدکتور عبدالحمید ھنداوی‘مکتبۃ نزار مصطفی‘مکۃ لمکرمۃ‘ [1417ھ]
-الکامل فی ضعفاء الرجال لِلإمام أبی أحمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی‘دارالکتب العلمیۃ، بیروت‘ [1418ھ]
-الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل لمحمود بن عمر الزمخشری‘کتب خانہ مظھری کراچی بدون تاریخ
-المدخل إلی الصحیح للحاکم أبی عبد اللہ النیسابوری‘مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، [1404ھ]
-المسامرۃ علی المسایرۃ، ابن ابی الشریف ابن الھمام، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، قاہرہ [2006م]
-المصنف للحافظ عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی‘تحقیق:حبیب الرحمن الأعظمی‘إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ کراتشی‘ [1416ھ]
-المعجم الکبیر لِلإمام أبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی‘تحقیق:حمدی عبدالمجید السلفی، داراحیاء التراث العربی‘ [1404ھ]
-املاءمامن بہ الرحمن = التبیان فی اعراب القرآن، ابوالبقاء العکبری
-سنن النَّسائی الصغری‘وھی المجتبی‘لِلإمام أبی عبدالرحمن أحمد بن شعیب النسائی‘ترقیم:عبدالفتاح أبوغُدَّۃ‘دارالبشائر الإسلامیۃ بیروت‘ [1409ھ]
۔سنن النَّسائی الکبری‘لِلإمام أبی عبدالرحمن أحمد بن شعیب النسائی‘دارالکتب العلمیۃ بیروت، [1411ھ]

-سیر أعلام النبلاء،للإمام شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، [1410ھ]

-شرح العقیدۃ الطحاویۃ، بن أبی العز الدمشقی الحنفی تحقیق:الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، [1408ھ]

-شرح صحیح مسلم للإمام أبی زکریا یحی بن شرف النووی، مکتبۃ الغزالی دمشق بدون تاریخ.

-شُعب الإیمان للإمام أبی بکر أحمد بن الحسین البیهقی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، [1410ھ]

- صحیح البخاری للإمام محمد بن اسماعیل البخاری، دار الفکر بیروت، [1414ھ]

۔ صحیح مسلم للإمام أبی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری،ترقیم: محمد فؤاد عبد الباقی، المکتبۃ الإسلامیۃ استانبول ترکیا، بدون تاریخ.

-ضیاء النور لدحض البدع والفجور، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دار القرآن پنج پیر [1422ھ]

-طریق الھجرتین وباب السعادتین،للإمام شمس الدین محمد بن أبی بکر بن قیم الجوزیۃ، دار الوطن للنشر والإعلام مکۃ المکرمۃ، بدون تاریخ.

-غرائب التفسیر وعجائب التاویل، محمود حمزۃ کرمانی، دار القبلۃ، بیروت، بدون تاریخ

-فتح الباری بشرح صحیح الإمام أبی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری،للإمام الحافظ ابن حجر العسقلانی، دار المعرفۃ، بیروت، [1379ھ]

-فتح القدیر للإمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی ابن الھمام الحنفی، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ.

-فضائل القرآن، ابن الضُّریس، دار الفکر، دمشق، سوریۃ،[1408ھ=1987م]

-فیض القدیر شرح الجامع الصغیر من أحادیث البشیر والنذیر،للعلامۃ محمد عبد الرؤوف، المناوی، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ.

-کتاب الأم للإمام أبی عبداللہ محمد بن إدریس الشافعی، تحقیق: محمود مطرجی. دار الکتب العلمیۃ بیروت، [1413ھ]

- کشف الظنون عن أسامی الکتب والظنون، حاجی خلیفۃ الکاتب الچلبی،نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، بدون تاریخ.

-لسان العرب للإمام ابن منظور الإفریقی، دار إحیاء التراث العربی بیروت، [1408ھ]

-لسان المیزان للإمام أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، دار الفکر بیروت، بدون تاریخ.

-مدارک التنزیل وحقائق التاویل، دار الکلم الطیب، بیروت، [1419ھ]

-مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الھیثمی، دار الفکر بیروت، [1408ھ]

- مجموع الفتاوی، لشیخ الإسلام أحمد بن عبد الحلیم ابن تیمیۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، [1421ھ]

-مسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبل، دار الکتب العلمیۃ بیروت، [1398ھ]

-مشکاۃ المصابیح لمحمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی، تحقیق وتعلیق: سعید محمد اللحام، دار الفکر بیروت، [1411ھ]

-مشکلات القرآن، انور شاہ کشمیری، ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان، [1437ھ]

-معالم التنزیل: التفسیر البغوی،للإمام محیی السنۃ أبی محمد الحسین بن مسعود البغوی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت [1420ھ]

- معجم البلدان للإمام أبی عبداللہ الیاقوت الحموی، دار إحیاء التراث العربی بیروت، [1399ھ]

- معجم مقاییس اللغة لأبی الحسین أحمد بن فارس بن زکریا الرازی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، [1422ھ]

- مفتاح السعادة ومصباح السیادة لطاش کبری زاده، المکتبة الآصفیة، حیدر آباد، الھند، [1329ھ]

- میزان الاعتدال فی نقد الرجال، للإمام أبی عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان الذھبی، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار المعرفة بیروت، بدون تاریخ.

- نَصبُ الرَّایۃ لأحادیث الھدایۃ للإمام جمال الدین أبی محمد عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی تحقیق: محمد عوامة، دار القبلة للثقافة الإسلامیة، جدّة، [1418ھ]

- نیل السائرین فی طبقات المفسرین، محمد طاہر، مکتبۃ الیمان، دار القرآن پنج پیر [1436ھ]